Qarboont e beram

Samreen shah

The following novel is completely fiction based with similar real events . Warning :Some scenes are triggering and contain violence .

This novel is dedicated to My bestfriend Rimsha Rauf . who was indeed My ray of sunshine .

بائیک ہاسٹل کے قریب روک کر اس نے دیکھا گیٹ کے پاس بیٹھا چوکیدار کا سر تقریباً نیچے کو جھکا ہوا تھا تو پہرداری کے بجائے یہ صاحب آرام کر رہے ہیں۔

وسیم نے دانت پیستے ہوئے دل میں سوچا۔اس نے بائیک کو ایک سائڈ پہ کھڑی کیا اور اُترا کیونکہ گیٹ کی چابی ان کے پاس تھی اور ان کو جگا کر ہی وہ اندر داخل ہو سکتا تھا۔

"پتا نہیں کس الو نے اس سلیپنگ بیوٹی کو رکھوالی کے لئے رکھ لیا۔چاچا او چاچا اُٹھو۔"

آواز دینے کے باوجود بھی چاچا نہیں اُٹھے۔

چہرے پہ جھنجھلاہٹ کے آثار لئے وہ آگے بڑھا۔اس وقت لاہور کی سڑکوں میں سردی کے باعث گہری دُھند چھائی ہوئی تھی اور رات کے ایک بجے تو عجیب سی جامد خاموشی نے آس پاس کے ماحول کو اور خوف ناک بنا دیا تھا' مگر وسیم بچہ تھوڑی تھا جو اس پُراسرار خنک سے بھرے ماحول سے گھبرا اُٹھتا۔وہ اس وقت جلد از جلد اپنی بائیک اندر کر کے روم میں جانا چاہتا تھا۔بورن فائر کی ہنگامے کے ساتھ صبح کی مصروفیت نے اسے بیحد تھکا دیا تھا۔اوپر سے اس کا دوست واصف بھی اس بار اس کے ساتھ نہیں تھا۔آج اس کی طبیعت بھی کچھ ٹھیک نہیں تھی۔وسیم نے اصرار کیا تھا کہ شاید ماحول کے بانسبت وہ خود کو بہتر محسوس کرے مگر اس نے صاف انکار کر دیا اور بستر پر لیٹ کر کمبل

تان چکا تھا اور واصف کے سارے کام جو اس کے ذمے لگے ہوئے تھے وہ بھی وسیم کو کرنے پڑے

۔

وہ اب گارڈ کے کندھے کو ہلا کر انھیں جگا رہا تھا۔

"چاچا اُٹھ جاو ورنہ ساری رات مجھے سڑکوں پہ گزارنی ہو گی اور اس ٹھنڈ میں رہنا مجھے بالکل بھی گوارا نہیں ہے۔"

چاچا زور سے جھنجھوڑنے پر ہڑبڑا کر اُٹھے اور اپنی سُرخ آنکھیں اُٹھا کر اپنے کندھے سے لگی رائفل کو اُٹھانے لگے تو وسیم نے اونچی آواز میں روکا۔

"ارے پاگل ہو گئے ہیں چاچا کیوں بھری جوانی میں مجھے مارنا چاہتے ہیں۔"

"تو! اوئے سر گودھیے تو اس ویلے کی کر رہا ہے؟"

وسیم سر گودھا سے تھا اس لئے چاچا اسے سر گودھیے کہتا تھا۔

"چاچا گیٹ کھولو یونی سے آرہا ہوں۔"

وہ تھکے ہوئے لہجے میں بائیک کی طرف بڑھا۔

"اس ویلے کیری یونی ہوندی، کملا سمجھا میرے کو کتھے تھا لگا فون میں ہیڈ نو۔"

"میں جھوٹ نہیں بول رہا پیچھے ٹولی آئے گی تو پتا لگ جائے گا میں تو الٹا جلدی آیا ہوں۔"

"اوئے چُپ کر یونی گیارہ وجے وند ہو گئی سی، ایک وجے (بجے) کیڑی یونی کھلی ہوندی ہے۔"

"اُف اس بڈھے کا کیا کروں صفی ہوتا تو سنبھال لیتا۔"

کچھ سوچ کر بولنے لگا لیکن ٹریفک کا بہنا بھی بو دا لگا۔

"کیا کہوں، کیا کہوں۔"

"او کیا پڑ پڑ کر رہا ہے، کھڑا رہے ساری رات اِدھر لگ پتا جیسی چاچا کیسے رہتا ہے۔"

چاچا کے چہرے پہ شرارتی مسکان تھی۔ وسیم کا دل کیا ان کے ٹیڑے میڑے کالے پیلے بتیسی کو ایک ہی پنچ میں پھوڑ ڈالے، آنکھیں نیند سے بوجھل ہو رہی تھی۔ سر درد سے پھٹا جا رہا تھا۔

کچھ سوچ کر اس نے پوکٹ سے ہزار کا نوٹ نکالا اور مٹھی بندان کی طرف بڑھا۔

"یہ لو! اب ٹھیک ہے۔"

چاچا نے ہزار کا کڑارا نوٹ دیکھا پھر نفی میں سر ہلانے لگا۔

"کیوں ہزار سے دل بھر گیا۔"

دانت پیستے ہوے اس نے نوٹ کو مٹھی میں زور سے دبایا۔ آنکھیں مزید سُرخ اور کنپٹی کی رگیں تن گئیں۔

اگر چاچا نے دو ہزار لینے کے باوجود بھی گیٹ نہیں کھولا تو اس گیٹ سے وہ ان کا سر پھاڑ دے گا۔

وہ والٹ سے دوسرا ہزار کا نوٹ نکالنے لگا' جب چاچا نے اسے ٹوکا۔

"کیا کر رہے ہو! مجھے یہ سب نہیں چاہیے۔"

چاچا کی آواز خاصی تیز مگر دھیمی تھی۔

"تو ایسا کیا کروں جو مجھے آپ اندر جانے دیں گئے۔"

وہ اب چڑتے ہوے بولا۔ آس پاس کتوں کی بھونکنے کی آوازیں آرہی تھیں۔ جس نے سکوت بھرے ماحول میں ایک ارتعاش پیدا کر دیا تھا۔ چاچا کی آنکھیں عجیب سی ہوگئیں' پھر اسے پاس آنے کا اشارہ کیا۔ وسیم نے ناسمجھی سے دیکھا پھر چلتے ہوے ان کے پاس آیا۔

چاچا نے ہر طرف دیکھا جیسے کوئی ان کو دیکھ یا سُن نہ رہا ہوں حالانکہ اس وقت کوئی نہیں تھا مگر ایک انجانہ سا خوف ان کے دل میں تھا۔ ان کے چہرے کا اضطراب سٹریٹ لائٹ کی روشنی سے باخوبی دیکھ سکتا تھا۔

"کیا بات ہے اتنا رازدانہ انداز میرے پاس کوئی کڑوروں کی جائیداد نہیں ہے جو آپ کے نام کر دوں ۔اس سے بہتر کسی ہوٹل میں ہی چلا جاتا ہوں۔"

اتنا سسپنس اس سے برداشت نہیں ہوا تھا اس لئے مڑنے لگا کہ چاچا نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔

"بات سُنو کیا وہ تمھارے پاس ہے؟"

"کیاہے؟۔"

سوالیہ نظروں سے سوال کیا۔چاچا کے تاثرات مزید عجیب ہو گئے۔

"زیادہ بھولے مت بنو تم جانتے ہو میں کس چیز کی بات کر رہا ہوں۔جو تم نوجوان شوق سے۔ سمجھ گئے ہو نا۔"

"او تو خبر یہاں تک آگئی! آپ کو وہ چاہیے؟"

وسیم کے چہرے پہ محفوظ سی مسکراہٹ آئی۔چاچا نے سر ہلایا۔

"اتنی مہنگی شہہ بھلا کیوں دیں آپ کو۔"

"تھوڑا ساد ینے میں کیا حرج ہے۔اس کے بدلے جانے بھی دوں گا اور ہیڈ کو بھی نہیں بتاوں گا۔"

چاچا لین دین کرنا چارہا تھا مگر اس کے بدلے جو وہ چارہا تھا وہ گراں کے ساتھ پُر خبر بھی تھی۔

وسیم نے پُر سوچ نظروں سے انھیں دیکھا۔

"سوچ لیں اگر پکڑے گئے تو نام میرا نہیں آنا چاہیے۔"

لہجے میں نیم رضامندی تھی کیوں اب آنکھوں کے ساتھ ساتھ سر بھی بوجھل ہو رہا تھا۔چاچا کے چہرے پر چمک آگئی۔

"اس کی تم فکر نہ کرو میاں۔ایک بار میرے کو دے دو،اس کے بعد تم کون تے میں کون۔"

چاچا کے کمینگی پر وہ ہنسے بغیر نہیں رہ سکا تھا۔اپنے جیکٹ کی جیب سے ایک چھوٹا سا نیلے رنگ کا پیکٹ پکڑایا۔

"یہ لو چاچا تم بھی کیا یاد کرو گے! سب سی مہنگا پیس دیا ہے دو دن تو پلین کے بغیر ہواؤں میں ہو گے۔"

اس نے کندھا تھپ تھپا کر مڑا اور بائیک پہ بیٹھا کہ اب چاچا خوشی سے اپنی پوکٹ میں رکھ کر اُٹھ رہا تھا اس کے لئے گیٹ کھولنے۔

....

کوریڈور کو پار کرتا ہوا، وہ ارد گرد دیکھنے لگا کہی ہیڈ نہ اُٹھ کر اس کے سامنے آجائے۔ فی الحال وہ مزید کسی سے بات کرنے کی ہمت نہیں رکھتا تھا۔ اس لئے جلد از جلد سیڑھیاں پھلانکتا ہوا کمرے کی طرف پہنچا۔

"اُف آج تو بہت زیادہ تھک گیا۔ گیارہ بجے سے پہلے بالکل نہیں اُٹھوں گا اور صفی بیشک بھونکتا رہے۔ مجھے آج اس نے بہت تڑپایا۔"

خود سے ہم کلام ہوئے اس نے چابی سے دروازہ کھولا اور کمرے میں داخل ہوا تو کمرے میں گھپ اندھیرا چھا ہوا تھا۔ اسے کچھ نہیں نظر آرہا تھا۔

"ابے یار کیا بکواس ہے۔"

اس نے تیزی سے کہتے ہوئے فون اپنی جیکٹ سے نکالا اور ٹارچ کی روشنی سے سوئچ کو تلاش کرنا چاہا مگر اس کا پیر کسی چیز سے ٹکرایا اور وہ زور سے گرا اس کے منہ سے انگریزی گالی نکلی۔

پھر اسے محسوس ہوا وہ اس کے سینے کے نیچے کسی کا بازو دبا ہوا ہے۔ وسیم کے اندر سنسنی دوڑی تھی۔

"واصف ! اوئے واصف۔"

ہاتھ مار کر جلدی سے فون ڈھونڈا اور اُٹھا اس نے ہاتھوں سے جھک کر تصدیق کرنا چاہی جب چھوا تو اسے چار سو چالیس والٹ کا کرنٹ لگا یہ واقعی بازو ہی تھا۔

"اوئے صفی تو صفی۔"

اس نے اس کا بازو پکڑ کر جھنجھوڑا اسے اس کے بازو ٹھنڈے محسوس ہوئے۔

جلدی سے فون کی ٹارچ اس کی طرف کی تو جھٹکے سے سوئچ کی طرف بڑھا اور اسے کھول کر پورا کمرہ روشنی سے بھر گیا پھر وہ ایک دم ساکت ہو گیا اسے لگا وہ جیسے ہل نہیں پائے گا۔ واصف منہ کے بل گرا تھا اور کارپٹ پہ خون دیکھ کر وہ جہاں تھا وہی کھڑا رہا پھر اس کی دلخراش چیخے پورے ہوسٹل کی درو دیوار کو ہلا چکی تھی۔

....

وہ پانچ سالا بچی اپنے ماموں کا ہاتھ تھامے کھڑی دور سے ٹرالی لے کر چلتے ہوئے اپنے ماں باپ کو جاتا ہوا دیکھ رہی تھی۔ اس کے امی ابو چالیس دن کے لئے اسے ماموں اور نانی کے گھر چھوڑ کر حج کے لئے روانہ ہو رہے تھے۔ ان کا خود بھی دل رمشا کی طرح خاصا بوجھل تھا کہ اکلوتی بیٹی کو ایک لمحہ بھی خود سے دور نہیں کیا تھا' اب چالیس دن کی دوری کیسے برداشت ہو گی بہر حال ماموں اور نانی نے انھیں مطمئن کر لیا تھا کہ وہ اس کی اپنی جان سے زیادہ خیال رکھیں گے' مگر امی کو نجانے کیوں کچھ ٹھیک نہیں لگ رہا تھا۔ جیسے کچھ ہونے والا تھا' کچھ بُرا جو دُنیا ہی پلٹ کے رکھ دے گا۔ وہ بار بار اپنی بیٹی کو چومتے ہوئے اسے لپٹا رہی تھی اور ہانی بار بار ہنس کر انھیں تسلی دے رہا تھا۔ بلا آخر ہانی اور نانی کی باتوں سے وہ تھوڑی بہت مطمئن ہوئی اور ہانی کے ساتھ ساتھ رمشا کو بھی ڈھیر ساری ہدایت کر کے چل پڑی تھیں۔

گرمیوں کے موسم اوپر سے لاہور کی گرمی نے تو مزید حشر کر دیا۔ حبس سے ہانی کے چہرے پہ پسینہ آگیا تھا۔ تو جھک کر اس نے مشی کا ہاتھ ہلایا جس کا چہرہ بھی گرمی کے باعث تمتما اُٹھا تھا۔ جب وہ نظروں سے اوجھل ہو گئے تو مشی نے سر اُٹھا کر یونی فورم میں ملبوس اپنی ماموں کو دیکھا جو گہری مسکراہٹ سے جھکے اسے بولے۔

"گُڈ گرل مجھے تو لگا تھا' جیسے ہی ماما پاپا نے غائب ہونا تھا مشی گڑیا نے تو رونے کے استقبال کرنا تھا۔"

نانو نے ماموں کو گھورا پھر تنبیہ لہجے میں ماموں کو ٹوکا۔

"ہانی! کیا کرتے ہو۔" وہ کچھ کہنے لگا جب رمشا اپنے معصوم، کوئل جیسی آواز میں بولی۔

"امی نے منع کیا تھا وہ کہہ رہی تھی وہ ڈھیر ساری چیزیں لائیں گئیں۔ وہ اللہ تعالی کے گھر جا رہی ہے نا اور اگر میں روں گی تو امی ابو کے ساتھ اللہ تعالی کو بھی بُرا لگے گا اور جب ان کو بُرا لگے گا تو مجھے اچھا نہیں لگے گا اللہ تعالی کو ناراض کرنا بُری بات ہے نا۔"

اس چھوٹی کی لبوں سے اتنی سمجھداری کی بات سُنے کی کسی کو توقع نہیں تھی کل جوان کی دوری پر ماں باپ سے لپٹ کر اتنا رو رہی تھی' آج اتنی صبر سے خاموشی سے انھیں الوداع کیا اور اب اس کی باتیں حیران کر رہی تھیں۔

"ہانی یہ مشی ہے نا، یہ اتنی جلدی بڑی کب سے ہو گئی؟"

ہانی ماں کی بات سُن کر ہنس پڑا اور اسے اُٹھا کر گالوں پہ پیار کرتا ہوا بولا۔

"میری بھانجی ہے، مجھ پر ہی جائے گی کیوں مشی؟"

اس کی گھنی پلکوں نے بار بار پلک جھپک کر اک عجیب سا رقص کیا تھا۔ اس کا چہرہ گرمی سے مزید پسینے سے تر اور لال ہو گیا تھا۔ وہ کچھ بولی نہیں بس ٹکر ٹکر سب کو دیکھتے سر ہلانے لگی۔

"چلو بھئی تم دونوں کا رنگ کتنا لال ہو گیا ہے اور آج تو گرمی ہی کچھ زیادہ ہے۔"

نانو بڑبڑاتے ہوئے اپنے دوپٹے کو مزید آگے کرنے لگی تاکہ وہ اپنے چہرے کو دھوپ سے بچا سکیں۔ دوسری طرف حداد ان کے پیچھے چلتے ہوئے مشی سے بات کر رہا تھا۔ پارکنگ سمیت چلتے ہوئے اچانک حداد کا فون بجا تھا۔ مشی کو ایک بازو سے پکڑے ہوئے اس نے دوسرے ہاتھوں سے اپنے جیب سے موبائل نکالا دیکھا تو

چہرے پہ لاتعداد شکن آ گئے۔

ایک منٹ کے لئے رُک کر نمبر کو دیکھنے لگا۔ جب اس نے فون نہیں اُٹھایا تو مشی اسے دیکھتے ہوئے بول اُٹھی۔

"ماموں فون کیوں نہیں اُٹھا رہیں؟"

حداد نے سر اُٹھا کر اس دیکھا پھر سر جھٹک کر فون بند کر کے جیب میں رکھا اور مسکرایا جب اس نے اپنا سوال دُہرایا وہ اس کا گالوں کی چٹکی لیتے ہوئے بولا۔

"مشی ڈیر کوئی نہیں ابھی دیر ہو رہی ہے دیکھو نانو تو گاڑی کے پاس پہنچ گئی۔"

دوبارہ اِدھر اُدھر دیکھ کر اپنی کار کی طرف بڑھا امی تو تیزی سے چلنے کے باعث گاڑی کے قریب کھڑی اس کے آنے کا انتظار کر رہی تھی کیونکہ گاڑی کی چابی ہانی کے پاس تھی۔

"کھڑے کیوں ہو گئے تھے چلو اب اندر دونوں! اپنی حالت خراب کر لینے کے بعد میرے پیچھے ہی پڑو گے۔"

وہ مسکرایا اور پھر مشی کے لئے پچھلا دروازہ کھول کر اسے بٹھایا۔

اور دروازہ بند کیا دوبارہ فون کی گھنٹی بجی اب حداد کے تاثرات اک بار پھر وہی ہو گئے۔ غصے اور گرمائش سے اس کا چہرہ لہو سے مشابہت رکھنے لگا۔ تیزی سے فون کو نکال کر ایک بار پھر ڈسکنیکٹ کرتے ہوئے وہ اپنے سیٹ کی طرف بڑھا اور بیٹھا۔ امی جو فرنٹ سیٹ پہ بیٹھی مڑ کر مشی کے سوالوں کا جواب دے رہی تھیں۔ اسے دیکھا تو چونکہ اُٹھی۔

"ہانی۔۔۔"

حداد گاڑی سٹارٹ کر چکا تھا اور اب بیک مرر سے دیکھتے ہوئے آہستہ سے بڑبڑایا۔

"جی امی۔"

اس کے چہرے کے عجیب اُتار چڑھاؤ نے انھیں اچھنبے میں ڈال دیا۔

"کیا ہوا کوئی بات ہوئی ابھی تو خوش باش تھے اچانک ایسے۔۔۔"

وہ ماں تھیں اور بلا کی نظر شناس وہ اپنی بچوں کے دل کی حال اور کیفیت کو بڑے آرام سے جان لیتی تھیں اور حداد تو ان کا لاڈلا اور سب سے چھوٹا بیٹا تھا۔ اس کے ماتھے پہ ہلکی سی بھی شکن آجاتی تو بھی ان کی توجہ میں آجاتا اور اس کی پریشانی سے واقف ہو جاتی اور اب تو وہ خاموشی کے ساتھ ساتھ بے چین بھی دکھائی دے رہا تھا۔ وہ امی کے فی الحال پریشان نہیں کرنا چاہتا تھا اس لئے مسکرا کر انھیں تسلی دیتے ہوا بولا۔

"کچھ نہیں امی بس وہ کیس کے متعلق سوچ رہا تھا۔ آپ لوگوں کو گھر چھوڑنا ہے نا۔"

گاڑی کو ریورس کرتے ہوئے وہ مسکراتے ہوئے بولا مگر اس کی مسکراہٹ چہرے سے میل نہیں کھا رہی تھی۔

امی نے اسے غور سے دیکھا پھر گہرا سانس لیتے ہوئے سمجھ گئیں کہ وہ ابھی اپنی پریشانی نہیں بتائے گا اور نہ ہی وہ ابھی اسے بارے میں بات کرنا چاہتا ہے۔

"مشی گڑیا شام کو میں آوں گا پھر آپ کو باہر لے کر جاؤں گا ٹھیک ہے! ۔"

رمشا جو شیشہ کے اوپر شیڈ لگے ہوئے شیشے کے سائڈ پہ ہلکی سے سپیس سے باہر کا نظارہ دیکھنے کی کوشش کر رہی تھی۔ ماموں کی بات پہ مڑی اس نے کچھ کہا نہیں بس سر ہلا کر پھر دوبارہ شیشے کی طرف متوجہ ہو گئی۔

اے سی کی ٹھنڈک بھی اس کے اندر بڑھتی ہوئی آگ کو کم نہیں کر رہی تھی۔ بلاآخر امی نے ٹاپک بدل کر اس سے اِدھر اُدھر کی باتیں کرنے لگیں اور وہ خاموشی سے ان کو سُن رہا تھا۔ اچانک ان کے ذہن میں ایک بات یاد آئی وہ ایر پورٹ سے باہر نکل کر سڑکوں کی حدود میں آ گئے تھے جہاں صبح صبح ٹریفک نے ان کا استقبال کیا۔

"اوڈیم! اس راستے سے نہیں جانا تھا ورنہ لیٹ ہو جائے گے۔"

وہ خود سے بڑبڑاتے ہوئے سٹیرنگ ویل پہ اپنی گرفت مضبوط کر چکا تھا۔

"ہاں میں بھی یہی سوچ رہی تھی ایسے تو تم اپنی میٹنگ کے لئے لیٹ نہ ہو جاو۔"

امی کو بھی اس کی فکر پڑ گئیں۔

"کوئی نہیں کچھ کر لیں گے خیر آپ کچھ کہہ رہی تھی۔"

اس نے مڑ کر پھر سائڈ مرر سے پیچھے کوئی راستہ تلاش کرنا چاہا مگر اطراف میں گاڑیوں کی لمبی لین نے یہ سوچ ناممکن بنا دی۔

"ہاں شام کو آو گے تب بتاوں گی ابھی تو اس ٹریفک کی پریشانی سے نکلے۔"

"امی پریشان نہ ہوا ابھی گھنٹہ ہے آپ بتائیں۔" وہ انھیں تسلی دیتے ہوئے نارمل لہجے میں بولا۔اب اس کی کیفیت میں اضطراب کچھ حد تک کم ہو چکا تھا۔

"آج مجھے مسز درانی سے ملنے جانا ہے۔جمال تو لے کر جانے سے رہا اور حسن بیوی کو میکے لے کر جارہا ہے اگر ہو سکے تو پھر بیشک مشی کو کہی گھمانے پھرانے لے جانا پھر واپسی میں کوئی نہ کوئی بندوبست کرلوں گی۔"

گاڑی کے بریک کو ہولے سے چھوڑتا آہستہ آہستہ گاڑی کو آگے بڑھا رہا تھا،ان کی بات پہ اس نے جواب دیا۔" کیسی باتیں کر رہی ہیں امی ! یہ بھی کوئی بات ہے آپ حکم کیا کریں۔میں واپسی میں لینے آجاوں گا کوئی ضرورت نہیں اپنا انتظام کرنے کی ہم مر گئے ہیں کیا۔"

سدا کا جذباتی حداد تیزی سے بولا اور وہ ہولے سے ہنستے ہوئے اپنے خوبرو بیٹے کو دیکھنے لگیں' جو ساروں بیٹوں میں خودار بھی بلا کا تھا اگر کسی نے اس پر چھوٹا سا احسان کیا ہو تو وہ بے چینی ہو جایا کرتا تھا کہ وہ کب اور کیسے اپنے اوپر کیے ہوئے احسان کو ختم کرے کہ اگلا بعد میں جتاتا نہ رہ جائے۔اپنے اوپر ہمدردی کے دو بول بھی سُنا گوارا نہیں تھا۔بخار سے لے کر اس کو تین گولیاں لگ جاتی مگر شکایت اس کی لبوں پہ نہیں آتی تھی اور ہر ممکن کوشش کرتا تھا کہ اپنی پریشانی اور درد کو چھپائے تاکہ وہ کسی قسم کی ترحم بھری نظروں کو سامنا نہ کرے مگر اسے کیا پتا تھا زندگی کہ اگلے چودہ سال وہ اسی نظروں اور بول کا سامنا کرے گا اور یہ چیز برداشت سے باہر ہونے کے باوجود اسے سہنا تھی۔

"ویسے مسز درانی کے پاس جانے کی کوئی خاص وجہ ؟" اس نے مڑ کر اک نظر دیکھتے ہوئے امی کو کہا ۔شک کی گھنٹیاں نجانے کیوں اسے اپنے ارد گرد محسوس ہو رہی تھیں۔

"نہیں خاص نہیں بس آئے دن ان کا فون آتا رہتا ہے , گلے شکوے خوب کر رہی تھیں،ابھی کچھ دن پہلے بیٹے کی بات پکی ہوئی ہے سوچا مبارکباد دے آؤں۔"

"اچھا امان کی بات پکی ہو گی،پتا ہی نہیں تھا۔"

"ہاں کسی وکیل کی بیٹی سے ہوئی کلاس فیلو تھی، پہلے سے جانتے تھے۔"

وہ اب ٹریفک سے پندرہ منٹ بعد نکل چکے تھے اور اس نے موڑ کاٹ کر ماڈل ٹاؤن کی راستے کی طرف داخل ہوا۔

....

بگوشم آمد از گردوں در مرگ۔

شگوفہ چو برو ریزد برے ہست

(میرے موت کے وقت مجھے آسمان سے مجھے آواز آئی

کہ جب کلی گرتی ہے تو پھل پیدا ہوتا ہے۔یعنی میرے بعد کوئی رہنما ضرور آئے گا۔)

کُرسی پہ بیٹھی ڈی آئی جی جمال اور سامنے بیٹھے بتیس کے بتیس دانت نکالتے ہوئے سکندر کے وکیل کو دیکھا جو اس کی ضمانت کے آڈرز لے آئے تھے۔

ان کا غصے سے بس نہیں چل رہا تھا کہ سامنے بیٹھے اس کے بتیسی کو ایک جست میں توڑ کے رکھ دے لیکن کچھ معاملوں میں وہ بیحد بے بس تھے اور ان کے پاس کوئی ٹھونس ثبوت نہیں تھا' جس کی بدولت وہ سکندر کو مزید تھانے کے اندر رکھ سکتے۔

"سر جی اب آپ سکندر بھا کو نکال دو! یہ سامنے فائل بھی لے آیا ہوں۔اب تو یقین آگیا نا آپ کو کہ سکندر بھا اس کیس میں ملوث نہیں تھے۔خوامخواہ ان کو جیل کی ہوا لگادی۔بس آپ دعا کریں کہ ان کا مزاج ٹھنڈا رہے کیونکہ جو آپ نے ان پر بے بنیاد الزام لگائے ہیں اس سے تو بہت مصیبت کھڑی ہو سکتی ہے۔"

اس سے پہلے وہ مزید پٹر پٹر کرتا ڈی آئی جی جمال نے ایک دم ٹیبل پہ زور سے ہاتھ مارا اور گرج کر بولے۔

"یہ کوئی عدالت نہیں کھڑی کی میں نے جو تم چمچوں کی طرح اس کی صفائی پیش کر رہے ہو نہ ہی تمھارے باپ کا ڈرائینگ روم ہے کہ تم مجھے دھمکیاں دو۔ میں باقیوں کی طرح ہر گز نہیں ہوں، جو تمھارے اس سکندر ربھا کی سو کالڈ نام نہد طاقت سے ڈر جاوں۔"

ان کا لہجہ اتنا دبنگ اور مضبوط تھا کہ بدزبان وکیل اسلم نیاز کی بولتی بند ہو گئی۔ آس پاس کھڑے سب انسپیکٹر کے چہرے پہ دبی دبی مسکراہٹ آگئی۔

انھوں نے اپنے سفید سلیکے سے سیٹ کیے ہوے بالوں پہ ہولے سے ہاتھ پھیرا۔

"ابھی تو اس کو میں نکال رہا ہوں لیکن اس پر کڑی سے کڑی نظر رکھی جائے گی جو سویٹزلینڈ سے لے کر

ملیشیا کی مہنگی مہنگی ڈرگز پاکستان اور دوبئی سمگلنگ کرتا رہا تو پرائیوٹ سکولز اور یونی ورسٹی کو نشے فراہم کرنے میں اس کا کوئی ہاتھ نہیں ہو گا تعجب کی بات ہے جہاں نشے کی سمگلنگ ہو، وہاں سکندر حدید کا نام نہ ہو! خیر رشید رشید۔"

بات کرتے ہوے انھوں نے اچانک کانسٹیبل رشید کو آواز دی۔ ڈی آئی جی آفس سے آوازیں سُنتے ہوے' کانسٹیبل رشید جو تھانے کے پرلے سائڈ کی کُرسی پہ بیٹھا چائے کی سُڑکے لے رہا تھا۔ ایک دم اچھل گیا۔ چائے کا چھوٹا سا گلاس پسھل کر گرنے لگا تھا مگر رشید نے تیزی سے دوسرے ہاتھ سے اسے پکڑ چکا تھا مگر تھوڑی سی چائے چھلک کر اس کی رات کو اتنی محنت سے کیے پالش زدہ جوتے جو کافی حد تک پرُانے اور بوسیدہ تھے' اس پر چھلک پڑی ایک بار پھر ڈی آئی جی جمال کی آواز پر وہ اپنے غم اور غصے کو بھگاتا اُٹھا اور کپ نیچے رکھ کر تیزی سے آفس کی طرف بڑھا اور ساتھ میں بڑبڑ رہا تھا۔

"آج لگتا ہے شہزادہ راہ ہونے لگا ہے تب ہی غصے میں لگ رہے ہیں۔"

دروازہ کھول کر جب رشید نے اپنا چھوٹا سا چہرہ نمودار کیا تو ڈی آئی جی جو پہلے سے غصے میں تھے پھٹ پڑے۔

"کدھر تھے ! کب سے آوازیں دے رہا ہوں۔"

لہجے میں بے شک غصے کی لہر شامل تھی مگر بد تمیزی اور ناگوار الفاظ جو اکثر پولیس والے اپنے جونیرز پہ استعمال کرتے تھے انھوں نے کبھی نہیں اپنائے تھے۔یہی بات ان کی سب میں نمایا کرتی تھی کہ ان کے غصے سے خائف ہونے کے باوجود وہ ان کا احترام کرتے تھے اور دل سے کرتے تھے۔

"سوری سر جی۔مجھے آپ کی آواز سُنائی نہیں دی تھی۔آپ کو کوئی کام تھا؟"

وہ خائف ہوئے بغیر ان سے دلی معذرت کرتا ان کے سامنے موجود تھا۔اس سے قبل وہ کچھ کہتا وکیل اسلم کی زبان پھر سے کھل گئی۔

"جاو ہمارے سکندر بھا کو لے کر آو۔ضمانت ہو گی ہے۔جلدی کر وہ کب سے میری راہ تک رہے تھے۔گیارہ بجے کا کہا تھا اب تو گیارہ بج کر دس منٹ ہو گئے ہیں اور زرا سی دیر میرے لئے نقصان دے ہو سکتی ہے۔"

بدزبان وکیل اسلم پولیس کے سامنے بیٹھا ایک غنڈے سے خوف کھا رہا تھا اور اس کا کھلے انداز میں اظہار کر رہا تھا۔

"اوے مجھے لگا کوئی نئی بات ہو گی یہ تو روز کا معاملہ ہے شہزادہ آتا ہے جاتا ہے۔تھانے میں تو کوئی نئی خبر سے ہم محروم رہ گئے ہیں کیوں سر جی؟"

اس نے وکیل کی بات سُن کر بیحد بے تکلفی سے کہتے ہوئے ڈی آئی جی صاحب کو دیکھتے ہوئے کہا مگر ان کے چہرے کے انداز سے وہ گڑ بڑا کر سر جھکا گیا۔

"ہاں تو سکندر بھا ہے ہی ایسی شخصیت جس سے آس پاس لوگوں کو ان کی دولت ان کے شہرت سے حسد ہے تو ایسی بے بنیاد الزام لگا کر بھیج دیتے ہیں مگر ہمارے بھا۔۔۔۔۔

"رشید جاو لے او اس شہزادے گلفام کو اس سے پہلے اس کے لفنٹروں کا ریڈیو بند کروانا پڑے۔"

ڈی آئی جی جمال نے وکیل اسلم کی بات کاٹ کر شائستہ لہجے میں کہتے ہوئے کھلی دھمکی دی کے آگے سے اب کچھ بولا تو بس خیر نہیں۔

رشید سلوٹ مار کر مڑا اور نکل پڑا۔

باہر نکل کر اس نے دیکھا کہ سامنے حداد آتا دکھائی دے رہا تھا۔

حداد اس وقت بلیو چیک شرٹ اور بلیک پینٹ میں ملبوس ہینڈسم لگ رہا تھا۔ گزشتہ چودہ سالوں میں اس کے سراپے میں کوئی واضع فرق نہیں آیا تھا البتہ تھوڑا بہت کمزور ہو گیا تھا۔ اس کے چہرے پہ ہلکی سی چھوٹی داڑھی آگئی تھی۔ فوجی کٹ کے بجائے بال خاصا لمبے ہو گئے تھے اور ان بھورے بالوں میں سفیدی بھی آگئی تھی۔ آنکھوں پہ اس نے کالا چشمہ پہنا ہوا تھا جو اس نے اندر آنے کے باوجود بھی نہیں اُتارا تھا۔ اس کو ڈی آئی جی صاحب کے تھانے میں دیکھ کر سب حیران ہو گئے کیونکہ ان پانچ سالوں میں صرف ایک مرتبہ وہ آیا تھا کسی مجبوری کی تحت اس بار بھی شاید ان کے آنے کی بہت بڑی وجہ تھی۔

"حداد سر آپ؟"

انسپیکٹر نمیر اسے دیکھتے ہوئے پہچان گیا فوراً اس کے پاس آیا۔

جبکہ رشید اسے سلام کرتا ہوا سلاخوں کے پیچھے بیٹھے ہوئے شہزادے کے پاس چلا گیا۔

"یہ سب باہر کیا ہو رہا ہے؟ باہر اتنی گاڑیاں اور نیوز چینل والے کھڑے ہیں کیا کوئی بڑی شخصیت جیل میں گیا ہے۔" وہ اس سے پوچھنے لگا۔

"بڑی ہی شخصیت سمجھیں! آج وہ سکندر رہا جس دو دن پہلے لے کر آئے تھے یونی میں سمگلنگ کے کیس میں آج صاحب کی رہائی ہے کوئی ثبوت نہیں ملا ان کے خلاف مجبوآًسر کو چھوڑنا پڑ رہا ورنہ پکا یقین ہے یہ کام سکندر نے کیا ہے۔" وہ ساری تفصیل بتا رہا تھا اور وہ اسے غور سے سُنے کے بعد بولا

۔

"او! ویسے آفس میں بھیا کے ساتھ کوئی اور بھی ہے؟"

"آپ جائے سر خالی اس کا وکیل بیٹھا ہوا ہے جب تک سکندر نہیں آجاتا وہ نہیں جائے گا۔" اس کی بات پر ہانی نے اپنے بالوں پہ ہاتھ پھیرا اور گھمبیر لہجے میں کہنے لگا۔

"نہیں ٹھیک ہے۔ میں جب تک اِدھر ہی بیٹھ جاتا ہوں تب تک بھیا اپنا کام کر لیں۔"

"آپ بیٹھیں پھر۔"

نمیر نے اس اپنے ڈیسک کی ساتھ پڑی دو کُرسیوں کی طرف اشارہ کیا اور وہ آرام سے چلتا ہوا کُرسی گھسیٹ کر بیٹھ گیا۔

"سر آپ کیا لیں گے؟"

ظاہر ہے ڈی آئی جی کا چھوٹا بھائی آیا تھا پروٹوکول تو بنتا تھا۔

"نو تھینک یو۔"

اس نے نرمی سے کہہ کر منع کر دیا اور ہاتھوں کی انگلیوں کو آپس میں پیوست کیے اطراف کا جائزہ لینے لگا۔

دوسری طرف کانسٹیبل رشید ارد گرد کی سلاخوں کے پیچھے کھڑے ہر قیدی کی مختلف آوازیں بکواس کو نظر انداز کرتا ہوا جا رہا تھا۔

"اے شہزادہ نکل جاتا ہے ہر دوسرے دن۔ سارا کھیل پیسے کا ہے۔ ہمارے پاس پیسے نہیں ہے تو ایمانداری کا ڈھونک رچایا جاتا ہے اور وہ بھا صاحب پانچ نوٹ منہ پہ مار کر نکل جاتے ہیں۔"

یہ تلخ آواز بائیں جانب سے آتی شاہد عُرف شیدے کی تھی، جو سال قبل بہن کے قتل کے جرم میں آیا تھا دیکھنے میں انتہائی شریف اور خاموش طبع شخص تھا لگتا ہی نہیں تھا کہ اس نے اپنی سگی بہن کا قتل کیا ہو گا مگر دیکھنے سے کیا ہوتا شیطان بھی اپنے کئی روپ لیتا ہے اور ان کے ایک روپ میں سے تھا۔

شروع میں تھی وہ سب کی طنزیا گفتگو، بکواس چُپ کر کے سُنتا تھا مگر آہستہ آہستہ اس کی بھی زبان کھلنے لگی تھی اور اس کی زبان سکندر کی آمد سے کھلنا شروع ہو گئی تھی۔ اس کے اس تلخ بات پہ دائیں جانب بیٹھا ندیم زمین پہ بیٹھا کٹورے میں پانی پیتا'

بے ڈھنگے انداز میں قہقہ لگانے لگا پھر کٹورے کو رکھ کر اپنے ہاتھوں کے پشت سے منہ صاف کرتا ہوا بولا۔

"وہ تو بڑا نیک کام کرتا بندوں کو کیا بچوں تک کو بنا ہوائی جہاز کی سیر کرا لیتا ہے وہ کیا کہتے ہیں انگریزی میں "فیلنگ ہائی" اور تو نے تو بہن کو جہنم تک پہنچا دیا بیچاری سے اگر چھوٹا سا گناہ ہو گیا تھا تو کیا ہوا تو بھی تو ایسے کام۔۔۔۔"

اسے آگے وہ بات مزید جاری رکھتے شیدے بھپرا ہوا اُٹھا اور سلاخ کو پکڑے اسے گالیاں بکنے لگا۔

ندیم شروع میں بھی ایسی بکواس کرتا لیکن اتنا تیش اسے کبھی نہیں آیا تھا جتنا آج آ رہا تھا شاہد سکندر کی رہائی اس کے غصے کا باعث تھی اور اس کے بجائے سکندر کو گالیاں دے رہا تھا۔

اس کی شور سے ایس پی حنان جو ابھی سٹیشن کے اس طرف آیا تھا اس کی گالیوں کی آواز سُنے کر کرخت آواز میں اسے خاموش کروایا جب وہ نہ ہوا تو اس سیدھا کرنے کے لئے اسے اپنا خاص طریقہ اپنانا پڑا۔

سب سے آخر والے میں وہ شہزادہ بستر پہ بیٹھا ایک ٹانگ کو دوسرے گھٹنے میں رکھے دونوں ہاتھوں کو سر کے نیچے رکھے اپنی دُنیا میں کھویا ہوا تھا۔

سائڈ والے سلاخوں کے پار ہیجڑا شنو بار بار اس شہزادے کو پکار کر اپنی سُریلی در حقیقت پھٹی ہوئی آواز میں اپنی ہی کوئی پنجابی کا کوئی گیت سُنا رہی تھی اور اس کو اپنی طرف متوجہ کر رہی تھی۔

جدے دل ٹوٹدا کوئی گیت جو دے
سانو چھڈ کے گئے نا یار مڈے
آسی خالی رہ گئے ہنسیاں تو
سچی آج تنہائی نا غم تھوڑے

"اوے بس کر سر نہ کھا شنو! وہ شہزادہ نہیں ویکھن لگا تینو۔"

ساتھ ہی لیٹا نیدو سوئے ہوئے آواز میں تقریباً چیخا۔

وہ اپنے ساتھی شنو کی روزانہ کی اوپیرا سُنتے ہوئے پاگل ہو گیا تھا جبکہ دوسری طرف شنو نے بُرا سا منہ بنایا۔

"بک بک مت کر نیدی تجھے کون سا سُنا رہی ہوں اس سکندر اعظم کو سُنا رہی ہاں اک ہی تو جیل میں چکنا منڈا اہے باقی اللہ معاف کر مثلن دے دو ترے لگدے اے۔"

اس نے اپنی چوڑیاں کی جھنکار سے اپنے چار دن کے کیے ہوئے سٹریٹ بالوں کو جھٹکا۔

"اے زرا کلپ دے مڑے میری صراحی گردن نہیں ویکھی شہزادے نے! دل باغ باغ ہو جائے گا"۔

اس سے آگے وہ مزید کچھ کہتی کانسٹیبل ریشد نے سٹک سلاخ پہ ماری کہ شنو اچھلی۔

"اپنی ٹر ٹر بند کر اور بیٹھی رہے تیرا شہزادہ جا رہا ہے۔"

اس کو کہہ کر وہ اب چابی سے دروازہ کھول چکا تھا اور اسے کہا۔

"اُٹھ جا سکندر اعظم صاحب رہائی مل گئی جاتے ہوئے مٹھائی کھلا کر جانا۔"

اوپر روشندان سے تیز دھوپ نکل کر اس کے چمکتے ہوئے روشن چہرے پہ پڑ رہی تھی۔ جو اس کے ایک ایک حسین نقوش کو نمایا کر رہی تھی۔ اس نے کالی شلوار قمیض پہنی ہوئی تھی جو ایک دن یہاں رہنے کے باوجود بے شکن تھی شاید کپڑا ایسا تھا جس سے ایک شکن بھی اس کے کپڑے میں نہیں آئی تھی۔ سلیوز کو کہنی تک فولڈ کیے وہ نیم دراز سوچ میں گم تھا۔ دو دن نہ شیو کرنے کے باعث اس کی داڑھی مزید گھنی ہو گئی تھی۔ سیاہ بال ہلکے ہلکے اس کے پیشانی پہ گرے ہوئے تھے اور ذہانت سے بھری کالی آنکھیں اس وقت دراز پلکیں کسی موتی کی طرح سیپ میں چھپی ہوئی تھیں۔

رشید کی آواز پہ اس نے اپنا آنکھیں کھولیں اور اس کی طرف دیکھا۔

"آجا وراجہ اندر کیا بلانے کے لئے نیوتا دینا پڑے گا۔"

وہ پہلے اسے دیکھتا رہا پھر اسے سمجھ آگئی اس کی رہائی ہو گئی وہ بھی سوچ رہا تھا کہ سکندر حدید کی رہائی ابھی تک کیوں نہیں ہوئی۔ بیزاری کی جگہ اب آنکھوں میں عجیب سی چمک نے لی تھی اور چہرے پہ

تو ایسی دل شکن مسکراہٹ آئی کہ اس مسکراہٹ میں بھی اس کی الگ خوبصورتی تھی بلکہ جس انداز میں اس کا تبسم ہوتا اس کو بے حد جچتا۔

"تبھی کہوں تھانے میں اتنی ہلچل کیوں مچ رہی ہے۔ میڈیا وغیرہ آئی ہے؟"

"ہاں سارے تیرے پیو آئے ہیں چل اُٹھ۔"

وہ جھنجھلا کر کہتا ہوا اس کے باہر آنے کا انتظار کر رہا تھا مگر وہ بھی اپنے نام کا تھا کسی کو زچ کیے بغیر کیسے رخصت ہوتا۔

"یار شیدے مجھے اس کمرے سے کچھ الفت سی ہو گئی ہے سوچتا ہوں یہاں کچھ دن رہ لوں۔ کیا خیال ہے اوپر سے شنو کا بھی دل خوش ہو جائے گا کیوں شنو؟"

شنو جو منہ بنائے بیٹھی بیزاری سے اپنے بالوں کو انگلیوں میں لپیٹ رہی تھی سکندر کی یہ بات سُن کر اس کی سماعتوں پر یقین نہیں آیا تیزی سے اُٹھتے ہوئے وہ اس کی طرف دیکھنے لگی۔

"ہائے میں مر جاوا اتنی حسین آواز میں مجھ ناچیز دا نام شہزادے یہ کوئی خواب تے نہیں۔"

"اوے یہ ڈرامے جا کر میڈیا کے سامنے کر ادھر

یہ بکواس نئیں چلے گی چل اُٹھ اس سے پہلے ڈی آئی جی تیرا استقبال کریں۔"

سکندر نے مزے سے بستر پہ بیٹھ کر ٹانگ پہ ٹانگ چڑھائی اور اپنے گھنی داڑھی پہ ہاتھ پھیرتے ہوئے بولا۔

"میں تو انھیں کی استقبال کا منتظر ہوں۔ سکندر کوئی عام شہہ ہے جن میں چھوٹے چھوٹے چوہے آئے مجھے لینے نہ بھئی جاو یہاں سے ویسے بھی کوئی سواغت نہیں ہوا میرا جب سے یہاں آیا ہوں۔"

"اوے شہزادے مینو بھی جواب دے دے، آگ لگا کر نس جاندے ہو۔"

وہ آگے سے کچھ کہتی کانسٹیبل باہر نکل کر سٹک سے سلاخوں پہ ماری اور وہ تیزی سے پیچھے ہوئی۔

"اب تو کچھ بولی تو ڈرائنگ روم کی سیر کروائیں گے تجھے سمجھی اور تم میاں اُٹھو یہ نہ ہو کہ ڈی آئی جی مجبور ہو جائے کہ تمھاری بہترین سواغت کریں۔"

اس کی بات پر اس کی آنکھیں لو دینے لگیں' چہرے پہ اب بھی مسکراہٹ قائم تھی البتہ آنکھوں کے تاثرات چہرے سے میل نہیں کھا رہے تھے تھوڑی دیر اسے ایسی نظروں سے دیکھتا رہا جس سے رشید بھی گھبرا گیا وہ کچھ دیر کے لئے کیوں بھول گیا کہ وہ لاہور کا سب سے بڑا بدمعاش ہے اور اس سے پنگا لینا موت کو دعوت دینے والی بات ہے۔وہ خاموش ہوا اس کی خاموشی سے سکندر کی مسکراہٹ مزید گہری ہو گی جیسے وہ اس کی کیفیت بھانپ چکا تھا۔اس لئے ہنستے ہوئے بولا۔

"فکر مت کر شیدے اتنا بُرا نہیں ہوں جتنا تو مجھے سمجھتا ہے۔بیشک دس گالیاں بک دے میرے سامنے ماتھے پہ ایک شکن بھی آئی تو بتائی نہیں یقین آتا تو آزما کے دیکھ لے۔"

سکندر کی بات پر رشید کا اک پل کے لئے بے حد دل کیا کہ اپنی حسرت نکال لے مگر ایک بار پھر اس نے خود کو باوار کروایا کہ سامنے بیٹھا شخص اور کوئی نہیں

سکندر بھا ہے اور اسے پتا تھا اس کا کہنا صرف کہنے تک ہے۔جیسے ہی اس نے سُنانی ہے بندے کو اپنے پچھلی سات نسلیں یاد آجانی ہے۔اسے پتا تھا کہ سکندر کوئی نہ کوئی بہنا ڈھونڈتا ہے کہ اپنے ہاتھوں کی کھجلی کو کم کر سکے۔رشید نے بے حد سوچنے کے بعد چالاکی سے کہا۔

"نہ بھائی ہم اتنے شریف آدمی کو اپنی ناپاک زبان سے گال نہ کڈ سکتے کیوں گناہ اپنے سر پہ چڑھائے اس لیے آو میاں اس پہلے تمھارے جیالے جلوس نکال لیں کہ ان کا بھابے قصور ہونے کے باوجود ابھی تک جیل سے نہیں نکلا اس لئے اُٹھ جا شہزادے۔"

بات گھمانے میں کانسٹیبل رشید ماہر تھا۔اس کی چالاکی پر سکندر داد دیے بغیر نہ رہ سکا۔

"چلو بھئی اگر تم اتنا اصرار کر رہے ہو تو اُٹھ جاتے ہیں۔ویسے بھی پیاروں کو انتظار کروانا ٹھیک بات نہیں۔"

کہتے ساتھ ہی وہ اُٹھا اور اپنے کُرتے جھاڑ کر مضبوط مگر شان سے قدم بڑھاتا باہر نکلا۔کانسٹیبل رشید عُرف شیدے نے گہرا سانس لیا شکر ہے کہ اتنی جلدی مان گیا ورنہ سارا دن اس نے سر کھپانے لگ

جاناتھا' مگر سکندر نے یہاں سے نہیں نکلنا تھا آج اس کا موڈ اچھا تھا اس لئے مان گیا۔ نکلتے وقت اس نے بائیں جانب مڑ کر شنو کو دیکھا تو اس کے چہرے پہ مسکراہٹ آئی۔

"ہائے شنو تمھارا ڈانس دیکھنا رہ گیا۔"

اس کے کہنے کی دیر تھی اور شنو کا خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہیں تھا۔ فرطِ مسرت سے تو لگتا تھا بولتی ہی بند ہو گئی۔ سائڈ لیڈی نیدی کے بھی آنکھیں پٹ سے کھلی بات جب مطلب پہ آتی تو اس کی آنکھیں اور کان کھڑے ہو جاتے تھے۔

"خیر کوئی نہیں! جب کبھی یہاں سے نکلے میرے کدہ ضرور آئی ایک پارٹی رکھوں گا۔"

"نے شیدے کہی قیامت تے نہیں آگئی اے شہزادہ ہی ہے نا۔"

شنو کی تو آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں اور اس نے ساتھ کھڑے شیدے سے پوچھا۔ اس کی کہنے کی دیر تھی اور سکندر کا اُٹھتا فلک شگاف قہقے نے جیل کی فضا میں ایک رنگ بھر دیا۔ اس کی ہنسی اک عجیب موسیقی سے ملتی تھی۔ وہ کم ہنستا تھا مگر خوبصورت ہنستا تھا۔ کیا دشمن تو کیا سجن ہر ایک کا دل اس کی ہنسی سُننے کے بعد ہمکتا کہ ایک بار وہ ہنس کر ان کے بے چین دل کو قرار دے جائے پر اس کی کمینگی کے آگے ان کی یہ خواہش دب جاتی۔

"پھر ملے گے شنو۔" وہ کہہ کر جانے لگا کہ شنو تقریباً بے ہوش ہوتے ہوئے اس سے بولی۔

"او شہزادے بس ورنہ میں رو دوں گی۔"

وہ ایک بار پھر ہنستے ہوئے چل پڑا۔

"کمینہ! ہیجڑے کو بھی نہیں بخشتا۔"

یہ تبصرہ ایک قیدی کا تھا جو اس نے سکندر کو جاتے ہوئے بے ساختہ کہا تھا۔

"او نہیں اوے جتنا کمینہ ہو مگر کردار کے معاملہ صاف بندہ ہے۔" اس کے ساتھ بیٹھا کمال نے کہا۔

"تجھے بڑا پتا ہے تو کیا اس کا ماما لگدا ہے۔"

"یہ میں کیا۔ یہ اس کے دُشمن بھی کہتے ہیں مجال ہو جو عورت کے سامنے آنکھ بھی اُٹھائی ہو اس نے"۔

"سب ڈرامے ہیں کمالے، سکندر حدید کی شرافت اس کے چہرے اور لباس تک ہی ہے ورنہ پورا لاہور کیا پاکستان جانتا ہے کہ یہ کتی ٔشہ ہے۔"

"اوے آہستہ! اس نے سُن لیا تو ریشہ ریشہ الگ کر دے گا تیرا۔ پلس بھی اس کے آگے کچھ نہیں ہے اور نہ ہی انھوں نے کچھ کرنا ہے، تو یہ جو سمجھ رہا ہے نا کہ اس کو جیل میں بڑے آرام سے بند کر دیا جاتا ہے۔ یہ محض ڈرامے ہیں حکومت اور میڈیا کے منہ بند کرنے کے لئے ورنہ کسی کی ہمت ہو جو سکندر بھا کو ہتھکڑیاں پہنائیں۔"

اسی طرح مختلف قیدیوں میں اس کو دیکھتے دبی سر گوشیاں ہو رہی تھیں۔ کسی زبان پہ اس کی پرسنالٹی اور طاقت کی واہ واہ تھی۔ تو کہی حقارت اور طنز ٗگالی کی سوا کچھ نہیں تھا۔

تو کہی ایسے ہی بے پرواہ اپنی دُنیا کے غم میں ڈھونڈے انھیں کیا غرض کہ کون سکندر اور کون ڈرگ مافیا۔

چلتے ہوے سکندر کے قدم ڈی آئی جی کی آفس کی طرف بڑھ رہے تھے۔ نمیر سے کسی معاملے پہ بات کرتا ہوا حداد کی جب نظر اندر کی طرف بڑھتے کالے کُرتے میں ملبوس سکندر بھا کی طرف اُٹھی ۔ تو اس کی نظروں میں اک عجیب سا تاثر آیا تھا اور پھر لبوں پہ بڑی تلخ مسکراہٹ آئی تو ان صاحب کا بھی دو دن تک قیام تھا۔

"لو انھوں نے تو مذاق بنا دیا ہے جب اس نے رہا ہی ہونا ہوتا ہے تو اس کو لاتے ہی کیوں؟ میں تو تنگ آگیا ہوں حداد سر پتا نہیں ایسے بد معاشوں کا کب خاتمہ ہو گا۔"

اس کے اندر داخل ہونے کے بعد نمیر نے بیزاری سے کہا۔ حداد نے کالے چشمے کو ابھی تک پہنا ہوا تھا اس نے اپنی پھسلتی ہوئی گلاسس کو انگلی سے پیچھے کیا اور گہرا سانس لیتے ہوے دھیمی مگر تلخی سے گویا ہوا۔

"ان کا خاتمہ تب ہو گا' جب ہماری عوام اور پولیس ان سے ڈرنا چھوڑے گی ان میں اور ہمارے میں کوئی فرق نہیں بس ایک دیوار حائل ہے جسے ڈر اور پیسے کا نام کہا جاتا ہے وہ ہٹ جائے تو کیا یہ بھا تو کیا یہ شاہ۔"

اس کی چار جملوں بہت گہری بات تھی اور اس نے یہ گہری بات گزرشتہ چودہ سالوں سے سیکھی تھی اور سمجھی تھی مگر عمل کرنے میں بہت دیر ہو گئی تھی۔

"آپ کے بھائی بہت کوشش کرتے ہیں مگر اس کے اتنے ہاتھ ہیں کہ سر بھی آخر میں بے بس ہو جاتے ہیں اور یہ تو ثبوت ایسے مٹاتا ہے جیسے کوئی ربر سے حرف مٹا دیا جاتا ہے۔ بہت شاطر ہے یہ شخص۔"

حداد نے اپنے انگلی سے گھڑی پہ دائرہ بنایا اور ایک طرف باہر کے شور کو سُنے لگا جس میں بہت سے لوگ ایک ساتھ بھانت بھانت کی بولیاں بول رہے تھے' میڈیا کا الگ شور تھا اور ان درجنوں لوگوں کی زبان پر ایک ہی موضوع تھا "سکندر حدید کی رہائی"۔ ان کے شور سے حداد کے بائیں کنپٹی پہ ٹھیس اُٹھ رہی تھی مگر اس ٹھیس کو نظر انداز کرتا ہوا بولا۔

"وہ شاطر نہیں' ہم بے وقوف ہیں۔ وہ بس ہماری بے وقوفی کا ناجائز فائدہ اُٹھا رہا ہے۔ اس لئے چالاک ظاہر ہو رہا ہے اور رہی بات بھیا کی کوشش کی تو ہاں صحیح کہا انھوں نے کوشش کی مگر اس کام کو لگن سے نہیں کیا اور یہی فرق ہے کوشش اور لگن میں۔ کوشش، کچھ کرنے کے ایک بے حد بودہ سا لفظ ہے جسے بولتے ہی کمزوری ظاہر ہوتی ہے مگر لگن اس لفظ میں اک عجیب سی طاقت ہے اور یہ کام دل سے کرواتا ہے اور جو کام دل کروانے لگ جائے تو اسے دُنیا کی کوئی طاقت نہیں روک سکتا۔"

اس کی فلسفی بات سے نمیر متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا تھا۔

"آپ بہت اچھی بات کرتے ہیں۔"

"میں صرف سچ ہی کہتا ہوں سمجھنے والو کو اچھی لگ جاتی ہیں۔"

اس کے تعریفی جملے پر وہ سپاٹ لہجے میں بولا اچانک اس کا فون بج اُٹھا۔

دُرینہ کا نام پڑھ کر اس نے اُٹھایا اور فون کان سے لگایا۔

"ہیلو عینہ۔"

"اسلام و علیکم چاچو۔آپ کی پاپا سے کیا بات ہو گئی؟"

اس نے جیسے فون اُٹھایا جھٹ دُرینہ نے اس سے استفسار کیا۔ہانی نے اپنے دائیں ہاتھ کی انگلیوں سے اپنی ناک کی نوک کو ہلکہ سا دبایا پھر گویا ہوا۔

"عینہ! ابھی آپ کے پاپا مصروف ہیں۔میں باہر ان کے انتظار میں بیٹھا ہوں۔جیسے ہی وہ فارغ ہوتے ہیں تو بات کرتا ہوں ٹھیک ہے۔"

"چاچو پلیز! انھیں منا کے رہیے گا۔میں مشی کے بغیر بالکل بھی شادی نہیں کروں گی۔" وہ اس کی بات پہ سیٹ سے اُٹھ کر آہستگی سے کونے میں آگیا اور باہر کے ہنگامے کو دیکھنے لگا ان کو دیکھتے ہوئے تاسف سے سر ہلاتے ہوئے دُرینہ سے کہنے لگا۔" دیکھو درینہ میری بھرپور کوشش ہے مگر یہ سب میرے اور بھیا کے اختیار میں تو نہیں ہے۔رؤف بھائی کو منانا ہے اور تم جانتی ہوں، وہ مشی کے لئے بہت اوورپروٹیکٹو ہیں اور اس کے معاملے میں ضدی بھی۔ تمھیں بھیا نے بھی سمجھایا تھا نا کہ ان کے بس میں کچھ نہیں ہے اور دوسرا یہ بھی تو سوچو ہماری جو تھوڑی بہت ملاقات یا فون کالز اپنی بہن سے ہوتی ہے وہ بھی بند ہو جائے گی مگر پھر بھی میں کوشش کروں گا۔میں کیوں نہیں چاہوں گا کہ ہماری خوشیوں میں میری بہن اور پیاری سے بھانجی شامل نہ ہو۔ریلیکس رہو اور دعا کرو۔"

وہ کہہ رہا تھا اور وہ خاموشی سے اپنی چاچو کی باتیں سُن رہی تھیں پھر ان کی بات ختم ہونے کے بعد بولی۔

"تھینک یو چاچو۔آپ میری وجہ سے باہر آئے اور چل کر پاپا کے آفس میں گئے۔میرے لئے اتنا ہے
"۔

"ڈونٹ! ایسے مت کہو میرے بچے۔میں ساری زندگی تمھارے لئے کچھ کر نہیں سکا انفیکیٹ میں کسی کے لئے بھی کچھ کر نہیں پایا۔اب تم ہمارے آنگن کو چھوڑ کر جا رہی ہو اتنا تو حق بنتا ہے نا تمھارے چاچو کا۔"

مزید دو تین چار باتیں کرنے کے بعد حداد نے اسے تسلی دی اور دُرینہ نے اسے گُڈ لک۔فون بند کرنے کے بعد اس نے ایک بار پھر فضا میں بلند نعروں سکندر نما کا شور سُن کر اسے چڑانے پہ مجبور کر گیا۔

....

ڈی آئی جی جمال عزیم اس کے انتظار میں بیٹھے ہوئے 'وکیل اسلم سے گفتگو کر رہے تھے کہ اچانک دروازہ کھلا اور اس کی مسکراتی ہوئی آواز پر ڈی آئی جی نے اس کی طرف دیکھا جس کی چمکتے ہوئے دہلا دیتی آنکھیں ان کا گویا مذاق اُڑا رہی تھیں۔ڈی آئی جی جمال صاحب کا سنیجدہ چہرہ مزید سنجیدہ ہو گیا۔

وکیل اسلم 'خوشی سے اُٹھنے لگا سکندر نے اسے اشارے سے بیٹھنے کو کہا پھر ساتھ والی کُرسی گھسیٹ کر بیٹھا۔

"اسلم صاحب میری رہائی کی خوشی میں مٹھائیاں نہیں رکھیں ڈی آئی جی کا منہ میٹھا کروانا تھا۔"

وہ ٹانگ پہ ٹانگ چڑھا کر ایسے شان سے بولا تھا کہ گویا وہ مجرم نہیں' جمال عزیم کا مہمان ہو۔وکیل اسلم کچھ بولنے لگے تھے کہ ڈی آئی جی اس کو دیکھتے ہوئے بولے۔

"سکندر بھا!! (قدرے زور دیتے ہوئے بھا کہا) آپ کوئی دس سال بعد رہا نہیں ہوئے جو میٹھایاں بانٹتے پھرتے۔دو چار دن لاکاپ میں رہنا آپ کے لئے تو خاصی معمولی بات ہو گئی ہیں۔"

ان کے طنز پہ وکیل اسلم نے گھبرا کر سکندر کی طرف جہاں وہ محفوظ مسکراہٹ لئے ان کو سُنتے ہوئے بولا۔

"ہاں بات تو آپ نے سو فیصد دُرست کی ہے مگر میرے ان پیاروں ۔۔(ساتھ میں وکیل اسلم کے کندھے پہ تھپکی دی) کو کون سمجھائے ایک کانٹا بھی چُب جائے تو تڑپ اُٹھتے ہیں۔ پھر یہ تو لاک اپ میں بند ہونے کے ساتھ ساتھ سنگین الزام لگنے والی بات تھی پتنگے کیسے نہ لگتے کیوں وکیل اسلم ٹھیک کہہ رہا ہو نا۔"

مسکرا اس نے وکیل اسلم سے تائید چاہی۔ وکیل اسلم نے مسکرا کر سر اثبات میں ہلایا۔ جمال عزیم کے چہرے پہ تلخ مسکراہٹ آئی۔ سکندر نے اپنی داڑھی پہ ہاتھ پھیرتے ہوئے ان کو دیکھا پھر کچھ سوچ کر بولا۔

"ویسے کچھ معلوم ہوا آپ کی پُلس کو کہ اس سب کا ہاتھ کس میں ہے؟"

"یہ تم سے زیادہ کس کو پتا ہو گا۔"

"ارے جمالی!!! ۔"اس نے ہلکے سے قہقہ لگاتے ہوئے قدرے پیار سے انھیں کہا۔ وہ اسے تیز نظروں سے دیکھنے لگے۔ وہ ان کی نظروں کو مفہوم سمجھ کر بولا۔

"آپ نے خود ہی تو کہا ہے کہ میرا یہاں آنا معمول ہو گیا ہے تو پھر اصولی طور پر آپ میرے یار ہوے۔"

اس کی زچ دیتی ہوئی مسکراہٹ پر سامنے کھڑے سب انسپیکٹر کے چہرے پہ دبی مسکراہٹ آئی۔

"بھا آپ وضاحت کب سے دینے شروع ہو گئے جمال صاحب نے تھوڑا ہی بُرا ماننا ہے۔"

وہ اپنے پیلے ٹیڑے میڑے دانت کھل کر دکھاتے ہوئے ہلکہ سا ہنسا۔ سکندر نے اسے دیکھا جیسے اس وکیل کی مداخلت پسند نہیں آئی تھی۔ وہ ایسا ہی تھا پل میں تولہ پل میں ماشہ۔ وکیل اسلم نے اس کی نظروں کو دیکھا تو فوراً اُٹھا۔

"ارے اسلم صاحب اُٹھ کیوں گئے۔" سکندر نے ان کے اُٹھنے پر بے ساختہ کہا۔ ڈی آئی جی بے زاری سے انھیں دیکھنے لگے۔

"جی وہ ہم آپ کی تیاری دیکھے اور مٹھائی کا بھی کہا تھا۔"

"تو یہ پہلے سوچنا چاہیے تھا بہر حال بیٹھ جائے۔"

اس نے بڑے نرمی سے کہا تھا مگر وکیل اسلم جانتا تھا اب اس کا گیم کھیلنے کا موڈ ہو رہا ہے۔ سکندر ربھا کو کسی کی ایک بات بُری لگتی تو وہ ایسی گیم کھیلتا کہ اگلے بندے کو آخر میں جا کر اپنے بال نوچنے پر مجبور کر دیتا۔ وہ اب اسی سوچ میں تھے آیا یہاں سے جائے یہاں ان کے سامنے بیٹھ کر اپنے آنے والے انجام کو سوچے مگر حسب معمول سکندر اس وقت خوشگوار موڈ میں تھا۔ اس کو امتحان سے نکال کر بولا۔

"جائے آپ کام کیے بغیر رہ نہیں سکتے، تب تک جمالی صاحب سے گفت وشنید کر لوں۔"

وکیل اسلم نے کلمہ شکر ادا کرتے ہوئے وہاں سے بوتل کی جن کی طرح غائب ہوے۔ وہ اب ان کی طرف متوجہ ہوا۔

"تمھیں مجبوری چھوڑنا پڑ رہا ہے مجھے کیونکہ میرے بس تمھاری خلاف ایسی کوئی چیز نہیں جس سے میں تمھیں طویل عرصے تک اس جیل کی زینت بنا سکوں مگر اس خوش فہمی میں بالکل مت رہنا سکندر کہ تم مہمان بن کر یہاں آو گے اور دو روز گزار کر یہاں سے چلے جاوگے۔ پر اب نہیں! چاہیے تم جتنی ثبوت مٹانے کی جتن کر لو اس بار تمھیں ناکامی ہو گی۔ بوریاں بستر اتیار کر کے آنا۔"

ان کی بات بالکل اطمینان سے سُنتے ہوئے' اس نے ہاتھوں سے ہلکی سی تالی بجائی اور پھر ٹیک لگا کر آنکھوں سے نقلی آنسو صاف کرتے ہوئے بولا۔

"اُف رُلا دیا جمالی! اتنا پیار کرتے ہو کہ عمر بھر اس جیل میں میری شکل دیکھنا چاہتے ہو۔ ایسی محبت تو میرے بندے بھی مجھ سے نہیں کرتے۔ ثابت کر دیا میرے یار۔" ڈرامے باز!

ڈی آئی جی جمال نے آنکھیں گھماتے ہوئے اس اوور ایکٹر کو دیکھا۔ ناک کی نقلی نمی پہ ہاتھوں کی پشت سے صاف کرتے ہوے۔ انھوں نے دیکھا اس کی آنکھیں واقعی سُرخ ہو گئی ہیں۔

"نا! کامی!"

اس نے نا اور کامی کو الگ بولتے ہوئے خاصا زور دیتے ہوئے عجیب لہجے میں کہا۔

"اوّل تو یہ لفظ میری ڈکشنری میں شامل نہیں ہے مگر اگر اس لفظ نے میری راہ میں آنے کی کوشش کی تو۔"

وہ رُکا' ٹھہرا' کمینی سی مسکراہٹ ابھری۔

"تو جیسے دو انسان کے حصے کرتا ہوں، ویسے ہی اس لفظ کو الگ کرنے میں ایک سیکنڈ نہیں لگاؤں گا۔"

انھوں نے اس کی بات پر قہر بار نظروں سے دیکھا۔

اب اس کے تاثرات نارمل ہو گئے۔ اپنی بات کہہ چکا تھا۔

"ارے چائے نہیں پلوائی کتنے کنجوس ہو تم لوگ خیر کوئی گل نہیں جمالی آنا میرے محل میں صحیح حرام کی کمائی والی چائے پلاواوں گا۔ قسم سے جو سواد حرام کے جام میں ہے وہ تمھارے حلال میں کہاں۔"

اُف اس کی دل جلانے والی باتیں! ڈی آئی جی جمال کا بس نہیں چل رہا تھا کہ اس کا ریشہ ریشہ الگ کر دے مگر یہ وقت مناسب نہیں تھا۔ ایسی کتوں کو کتے والی موت ہی سوٹ کرتی ہے اور اس کا بھی ایک وقت ہے اور وہ اسی وقت کا انتظار کر رہے تھے۔

"چلتا ہوں۔ دعاوں میں یاد رکھنا۔"

دُھن کے انداز میں بولتے ہوئے اُٹھا اور سیٹی بجاتے ہوئے وہ باہر نکلا۔ ڈی آئی جی جمال عزیم نے اپنے سر پہ ہاتھ پھیرا اور سب سپاہی کو باہر جانے کا اشارہ کیا۔ وہ سب سلوٹ مار کر نکل پڑے۔ حداد جو کھڑا اس سو کالڈ میٹنگ ختم ہونے کا انتظار کر رہا تھا۔ سکندر کے باہر نکلنے پر اس کا سر بے ساختہ اُٹھا نظر اس پر پڑی جو سب کو سلام دیتا کہی سے بھی نہیں لگ رہا تھا کہ وہ لاہور کا سب سے بڑا' خطرناک' کمینہ غنڈا ہے۔ اس نے حداد کی طرف دیکھتے ہوئے خوش دلی سے سلام کیا۔

کیا تھا یہ شخص؟۔ وہ خاموشی سے صرف سر ہلا پائے۔ حیرت کی بات اس جیسے منہ پھٹ آدمی نے حداد کی کالے چشمہ پہنے پر چوٹ نہیں کی تھی۔ سُنے میں تو یہی آیا تھا کہ وہ موقع ڈھونڈتا ہے۔

شاید دھیان میں نہ ہو۔ان کے جیالے میں سے ایک اندر آیا اور سکندر کو دیکھتے ہوئے خوشی سے پاگل ہوتے ہوئے اونچے اونچے نعرے لگانے لگے۔

"سکندر بھا زندہ باد، سکندر بھا زندہ باد۔۔۔۔"

حداد نے اس پاگل جیالی کو اچھلتے ہوئے دیکھ کر تاسف سے سر ہلاتے ہوئے' بھیا کے آفس کی طرف بڑھا۔

※※※※※※※※

جمال عظیم سوچ میں گُم کسی غیر نقطے پر غور کر رہے تھے کہ ایک دم دروازے پہ ہلکی سی دستک نے انھیں چونکانے پر مجبور کر دیا۔آنے والے کو دیکھ کر ان کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئی تھیں۔

حداد نے ہولے سے مسکرا کر انھیں سلام کیا تھا۔

"ہانی تم! کیسے آنا ہوا؟" حداد کا آنا ان کے لئے باعث حیرت تھا۔

"بس کچھ ضروری بات کرنی تھی آپ سے جو کہ گھر میں نہیں ہو سکتی تھی۔"

وہ کُرسی کھینچ کر بیٹھتے ہوئے بولا۔جمال عظیم نے ابرو اُٹھا کر "ضروری کام" کے لفظ پر غور کیا۔

"کوئی پریشانی والی بات تو نہیں ہے ہانی۔"

انھیں اس کے انداز پر ہلکہ سا اضطراب ہوا تھا۔ہانی نفی میں سر ہلاتے ہوئے ہاتھ سے سامنے پڑا پیپر ویٹ کو پکڑ کر گھمانے لگا۔پہلے تو سوچ رہا تھا بات کہاں سے شروع کرے' جب سوچ لیا تو گلا کھنکھارتے ہوئے بولا تو لہجے میں بیحد دھیما پن مگر مضبوطی تھی۔

"عینہ کی شادی میں دو ہفتے رہ گئے ہیں۔"

کہتے ساتھ وہ رُک کر انھیں دیکھنے لگا جو اسے بڑے غور سے سُن رہے تھے۔

"ہاں تو۔کوئی بات ہوئی ہے؟"

"نہیں ! میں سوچ رہا تھا کہ آپی اور مشی کو بلا لیں وہ عین شادی والے دن کے بجائے پہلے آجائے اصل مزہ شروع کے رسمومات کا ہوتا ہے۔ ویسے بھی عینہ کہہ رہی تھی کہ اس نے برائیڈل شاور کرنا ہے اس میں مشی کو لازمی ہونا چاہیے۔"

تین جملوں میں اس نے کام کی بات کر دی تھی اور اب وہ منتظر تھا کہ بھیا کے جواب کا حالانکہ اسے ان کا جواب معلوم تھا مگر پھر بھی ایک اُمید تھی جو کیا پتا اس کی کوشش یا سالوں میں پہلے بار درخواست کرنے پر وہ اس پر غور کریں۔ جمال عظیم نے اسے ایک نظر دیکھا پھر گہرا سانس لیتے ہوئے کُرسی کے پشت پہ سر ٹکا کر بولے۔

"تم جانتے ہو کہ یہ نا ممکن ہے پھر بھی یہ بات مجھ سے کر رہے ہو ! "

"میں جانتا ہوں بھیا لیکن کیا پتا اتنے سالوں بعد رؤف بھائی کا دل پگھل گیا ہو۔ کوشش کرنے میں کیا حرج ہے۔"

اس نے بھائی کی بات کا نرمی سے جواب دیا۔ انھوں نے ایک نظر اسے دیکھا تو بولے۔

"یہ سب عینہ نے تم سے کہا ہے۔"

حدادا انھیں دیکھتا رہا پھر اپنی گردن پہ ہاتھ رکھ کر بولا۔

"بھائی صرف عینہ ہی نہیں یہ خواہش ہم سب گھر والوں کی ہے کہ ہماری خوشیوں میں آپی ہمارے ساتھ ہو۔"

"روحیل کی جب شادی ہوئی تھی تب تو کسی نے ایسی خواہش نہیں رکھی تھی۔ عینہ کے ٹائیم پر آخر کیوں ؟"

"وہ اس لئے کیونکہ اس وقت ہمارا ان سے رابطہ نہیں تھا بھیا۔ رؤف بھائی ہم سب کی شکل تو دور ہماری آواز تک نہیں سُنا چاہتے تھے۔ آپی پر کتنی پابندیاں تھیں مگر اب معاملہ بالکل مختلف ہے۔ آپی ہر مہینے ایک بار چکر لگا لیتی ہیں۔ مشی کی عینہ کے ساتھ گہری دوستی ہے ان کے پورا پورا رابطہ ہے ایک دوسرے سے اور یہ بات رؤف بھائی کو معلوم ہے لیکن وہ کچھ کہتے نہیں۔ وقت ایک مرہم ہے بھیا

اور مجھے لگتا ہے یہ مرہم روف بھائی کے زخموں کو مندل کر رہا ہے۔"اس کی بات میں دم ضرور تھا مگر پھر بھی جو وہ بات کر رہا تھا وہ ممکن نہیں تھی۔

"زخم بہت گہرا ہے ہانی اور جو زخم رؤف کو لگا ہے'وہ اتنی آسانی سے مندل نہیں ہوتے میرے بچے۔"

اس کی بات پر حداد کو سکتا لگ گیا۔وہ اپنی بات جاری کرتے ہوئے بولے۔

"وقت تو مرہم لگا دیتا ہے بالکل سو فیصد دُرست بات کی مگر یہ معاشرہ! یہ بے رحم معاشرہ اس کے پُرانے زخموں کو پھر چھیڑے گے اور اس کی تکلیف دُگنی ہو گی اور جب تکلیف دُگنی ہو گی تو سوئی ہوئی نفرت اور حقارت پھر سے جاگ جائے گی۔"وہ ایک دم خاموش ہو گئے پھر اسے دیکھ کر ایک بار پھر شروع ہو گئے۔

"شمائلہ سے بات ہوئی تھی میری۔رؤف کے خاندان کی ساری بچیاں اپنے گھروں کی ہو گئی ہیں۔کچھ تو مِشی کی ہم عمر تھی اور کچھ اس سے چھوٹی۔"

وہ کہہ رہے تھے اور وہ بالکل ساکت بیٹھا انھیں سُن رہا تھا۔اس کے علاوہ اور کیا کر سکتا تھا۔ایک بار پھر جرم کے کٹہرے میں اسے کھڑا کر دیا۔سوائے پچھتاوے کے اس کے پاس کچھ نہیں تھا۔وہ کہہ رہے تھے کہ مشی کے اس محرومی کا دھبہ لگنے پر وہ دُنیا کی ہر قسم کی خوشی سے محروم ہو گئی تھی۔

اس کے نصیب میں محبت بھری نگاہ کے بجائے ترحم بھری نگاہیں تھیں۔

محبت کے دو بول کے بجائے ہمدردی کے اکثر تھے۔

رفاقت بھرا ہاتھ صرف خواب تھا۔حسرت لیتا ہوا خواب۔ایذا دیتا ہوا خواب۔

کوئی بھی اس کو اپنا ہم راز بنانے کے لئے نہیں تیار۔ہم سفر تو بہت دور کی بات تھی۔

اس کی زندگی کے بھی دیگر مسائل تھے۔جس کا حداد عظیم کو اچھی طرح معلوم تھا اور اس سب کا ذمہ دار اور کوئی نہیں اس کا سگا ماموں حداد عظیم تھا۔بڑے بھیا اپنے بات مکمل کر کے خاموش ہوئے تو اس کو بالکل چُپ پا کر چونک پڑے۔

"حداد! "

حداد ہل نہیں سکا۔ وہ اپنا بے رحمی سے تجزیہ کرنے میں مصروف تھا۔ اسے تو ہر طرف یہی سُنائی دے رہا تھا کہ رمشا کی گویائی اس نے چھینی ہے۔ وہ اس سب کا ذمہ دار ہے۔ اس نے اس معصوم سی لڑکی کی زندگی برباد کی ہے۔ جس خوشی کی وہ مستحق تھی، وہ خوشی بھی اس سے چھین لی۔

"حداد!۔" بھیا نے ایک بار پھر اسے پکارا مگر وہ ماضی کی یادوں میں چلا گیا تھا۔

"حداد بیٹا! خیال رکھنا اس کا اگر یہ روئی نا تو مار پڑے گی۔"

نانو نے اس کی پونی بنا کر حداد کے حوالے کرتے ہوئے کہا۔

"ارے امی ہم بس گھنٹے کے لئے جا رہے ہیں۔ آپ تو ایسے کہہ رہی ہیں جیسے اسے کراچی لے کر جا رہا ہوں 'کیوں مشی؟"

رمشا نے سر تیزی سے ہلایا۔ حداد مسکرا اُٹھا۔

"چھوٹی بچی ہے اور ماں باپ کی ایک ہی تو اولاد ہے۔ رؤف کی تو جان ہے اس میں۔ بڑی ہی مشکلوں سے ہمارے پاس چھوڑا ہے اور میں نے وعدہ کیا ہے اس سے ہر طرح سے اس کا خیال رکھوں گی۔ اس لئے تمھاری بھی یہ ذمہ داری ہے۔ اگر یہ روئی تو روف سے تو مار کھاؤ گے ہی' میرے سے بھی دو جوتے پڑے گئے۔"

نانو نے گھور کر کہا، رمشا سُنتے ہی کھلکھلا پڑی۔

"توبہ کیسی میری ڈانٹ پر ہنس رہی ہے۔" حداد نے اس کے بالوں کو بگاڑا۔

"حداد! "

امی نے تنبیہ کی۔ رمشا نے اپنے ماموں کو گھورا وہ ہنس پڑا۔

وہ خدا حافظ کہہ کر باہر پورچ میں آ چکے تھے کہ اچانک حداد کا موبائل بج اُٹھا۔ اس نے فون کو دیکھنے کے بجائے پہلے فرنٹ سیٹ پہ رمشا کو بٹھا کر اس کی سیٹ بیلٹ باندھی۔ اس چکر میں وہ فون بجتے بجتے بند ہو گیا۔ جب وہ اسے سیٹل کر کے اپنے طرف آنے لگا کہ فون ایک بار پھر بج اُٹھا۔ پینٹ کی

جیب سے فون نکال کر جب اس نے کال کرنے والے کا نام دیکھا تو اس کے ماتھے پہ لا تعداد شکنیں آ گئیں۔لب بھینچ کر تیز نظروں سے اس نام کو دیکھا۔وہ سوچ رہا تھا آیا اس کا فون اُٹھائے یا نہیں ۔اسی کشمکش میں کھڑا رہا کہ رمشا نے انھیں وہی کھڑا پا کر 'شیشے سے منہ نکال کر انھیں آواز دی۔

"ماموں ! "

رمشا کے بلانے پر حداد سوچ سے نکلا اور فون اُٹھانے کا ارادہ ترک کر کے 'جیب میں واپس رکھتا ڈرائینگ سیٹ کی طرف آیا۔

"سوری فون آ گیا تھا۔"

اس نے مسکرا کر مشی کی ناک دبائی۔رمشا نے ناک چڑا کر انھیں دیکھا۔

"ماموں ! ماما کا فون آیا تھا؟"

جب گیٹ کھلنے پر حداد گاڑی ریورس کر رہا تھا تو رمشا نے اس سے بے اختیار پوچھا تھا۔حداد گاڑی نکال کر اسے بولا۔

"نہیں میری تو کوئی بات نہیں ہوئی البتہ آپ کے بابا کا مسیج آیا تھا کہ وہ دوبئی میں ہیں۔"

"لیکن وہ تو اللہ تعالی کے گھر نہیں جا رہے تھے،دوبئی میں کیسے ؟"

وہ بیلٹ کو چھیڑتے ہوئے 'حداد کی بات سُنتے ہوئے بے انتہا معصومیت سے بولی تھی۔

حداد مسکرایا۔

"کچھ گھنٹے وہاں سٹے کریں گئے پھر جائے گے۔پلین میں بیٹھتے بیٹھتے بندہ تھک جاتا ہے نا۔"

اس نے ہاتھ بڑھا کر رمشا کے گال کھینچتے ہوئے کہا۔ان دونوں کی گفتگو و شنید جاری تھی کہ اسی دوران حداد کے جیب میں پڑا فون ایک بار پھر بج اُٹھا۔

رمشا بیل سُنتے ہوئے فوراً چہک کر بولی۔

"ماموں ! ماما کا فون۔" وہ سمجھی اس کی ماما کا فون ہو گا۔حداد اس کی اُداسی اس کے لہجے میں ہی محسوس کر چکا تھا۔وہ انھیں مس کر رہی تھی،ابھی گئے ہوئے وقت ہی کتنا ہوا تھا مگر ابھی وہ چھوٹی تھی۔

ایک لمحے بھی آپی نے اسے خود سے دور بھی نہیں کیا تھا۔ جس سکول میں وہ پڑھتی تھی' اسی سکول میں اس کی آپی بھی پڑھاتی تھی تو دوری کیسے ہوتی۔ حداد نے سوچتے ہوئے موڑ کاٹا اور دوسرے ہاتھ سے فون نکالا۔ دیکھا تو نامعلوم نمبر سکرین پہ جگمگا رہا تھا۔ اس نے اُٹھا کر کانوں سے لگا دیا۔

"ہیلو۔"

"ارے شکر آپ کا نمبر مل گیا کیپٹن صاحب! ورنہ ہمیں تو لگ رہا تھا' کہ آپ تو اس انجان نمبر کو بھی میرا سمجھ کر کاٹ دیتے خیر آپ نے مجھے پہچان تو لیا ہے نا یا ہمیں پاگل سمجھ کر کہی فون تو نہیں بند کرنے والے۔"

فون سے آتی عامر بھا کی آواز سُنتے ہی حداد کے صبیح پیشانی پہ شکن آ گئی۔

صاف رنگت' اس وقت غصے کی شدت سے سُرخی مائل ہو گئی تھی۔ لب بھینچتے ہوئے وہ سوچ رہا تھا آیا اس کو کن الفاظ میں باوار کروائے۔ رمشا کی موجودگی میں وہ اسے کچھ کہہ نہیں سکتا تھا۔ اس لئے سوچنے کے بعد اس نے ایک جگہ کار روکی۔ رمشا نے چونک کر اسے دیکھا مگر حداد اس کی طرف متوجہ نہیں تھا۔

"دیکھو عامر بھا! اپنی اس بیکار سی کوشش کو برائے مہربانی روک دو کیونکہ اپنا اور میرا وقت برباد کرنے کے سوا تم کچھ نہیں کر رہے۔ میں اپنے کام سے پیچھے نہیں ہٹنے والا اور تم اپنی حرکتوں سے باز نہیں آنے والے۔

سو بہتر ہے جو چل رہا ہے اسے چلنے دو اور آنے والے وقت کا انتظار کرو۔"

بے انتہا خشک لہجے میں اسے نے صاف لفظوں میں اسے جواب دے دیا تھا اور اس کو جواب سُنے بنا اس نے فون بند کر کے ڈیش بورڈ کی طرف پھینکا۔ کہنی شیشے کے ساتھ ٹکائے اس نے اپنی کنپٹی کو دبایا پھر مشی کو دیکھا جو اسے ہی دیکھ رہی تھی۔ حداد نے گہرا سانس لیا اور ہلکہ سا مسکرایا۔

"سوری یہ کالز ماموں کو بہت تنگ کرتی ہیں۔ اس لئے گاڑی روکنی پڑی۔"

"آپ انھیں ڈانٹ دیا کریں ماموں! پھر وہ آپ کو آئندہ تنگ نہیں کریں گے۔"

رمشا نے اپنے دائیں آنکھیں میں کچھ چلا جانے پر اس نے ہاتھوں کی مٹھی بنا کر اسے مسلتے ہوئے دھیمی آواز میں کہا۔ حداد اس کی سادگی سے کہنے پر مسکرائے بغیر نہ رہ سکا۔

"ہاں اب ڈانٹ دیا ہے۔ اب نہیں کچھ کہیے گے۔"

آہستگی سے بڑبڑاتے ہوئے وہ اب گاڑی سٹارٹ کر کے آگے بڑھنے لگا۔ اسے معلوم نہیں تھا کہ اب وہ واقعی اسے کچھ نہیں کہیے گے بلکہ اپنے کام کو پورا کرنے کے لئے عمل کریں گے اور یہ عمل حداد اور رمشا کی زندگی کو ہمیشہ کے بدل کر رکھ دے گا۔ ان ماموں بھتیجی کا ارادہ میکڈونلز جانے کا تھا۔ حداد نے کار ریورس کی کیونکہ اس میکڈونلز کا راستہ دوسری جانب تھا۔ کار ریورس کرتے اسے معلوم بھی نہیں تھا کہ اس کے پیچھے ایک گاڑی کھڑی ہے جو اسی کا ہی پیچھا کر رہی تھی۔ جیسی ہی حداد موڑ کاٹ کر دوسری طرف جانے لگا' پیچھے والی گاڑی تیزی سے آئی اور ایک زوردار ٹکر سے اسے نے گاڑی کو زوردار جھٹکا دیا۔ جھٹکے لگنے سے گاڑی آگے ہو گئی اور حداد کا سر زور سے سٹیرنگ پہ جا کر لگا ۔ رمشا کی البتہ بچت ہو گئی کیونکہ خوش قسمتی سے اس نے سیٹ بیلٹ پہنی ہوئی تھی مگر پھر وہ ڈر سے چیخ پڑی۔

"ماموں۔" حداد نے فوراً اپنے دُکھتے سر کو پکڑا اور سر جھٹک کر معاملے کی نوبت جانے کے لئے تیزی سے مڑا ہی تھا کہ ایک بار پھر جھٹکا۔ اب کی بار رمشا کا سر سائڈ شیشے پہ زور سے لگا تھا مگر حداد نے سٹیرنگ کو سختی سے تھام کر خود کو ایک بار پھر لگنے سے بچایا۔ اس نے تیزی سے بریک کو چھوڑ کر گاڑی آگے بڑھائی تاکہ وہ دوسری بار اٹیک نہ کرے۔ گاڑی کو تیزی سے چلاتے ہوئے اس نے بیک مرر میں دیکھا وہاں گھپ اندھیرے میں دو تیز روشنیاں اس کا تعاقب کر رہی تھی۔ حداد سمجھ گیا یہ اسی نے بھیجے ہیں۔ غصے کی تیز لہر اس کے اندر دوری۔ اس نے پھرتی سے گاڑی کو بائیں جانب موڑا۔ رمشا خوف سے پیلی' کبھی اپنے ماموں تو کبھی سامنے دیکھ رہی تھی۔

"ماموں!! ۔"

وہ کہنا چاہتی تھی کہ ماموں گاڑی آہستہ چلائے مگر لفظ جیسے گُم ہو کر رہ گئے تھے۔ تیزی سے گاڑی دوبارہ ایک سٹریٹ میں موڑتے ہوئے حداد کو اچانک رمشا کا خیال آیا اس نے ایک نظر اسے دیکھا تو پیشمانی اس کے اندر پھیل گئی۔ اس حالات میں اسے واقعی اسے اپنے ساتھ کہی لے کر جانی چاہیے تھا۔

"مشی کچھ نہیں ہو گا ریلیکس رہو یہ کوئی بیڈ بوئز ہیں۔ ہم جلدی سے گھر پہنچ جائے گے ٹھیک ہے۔" اس کو کہتے ساتھ اس کی نظریں سائڈ مرر کی طرف گئی۔ گاڑی اس سٹریٹ کے حدود میں داخل ہو گئی تھی۔ حداد نے ایک ہاتھ سے سٹیرنگ جبکہ دوسری ہاتھ سے تیزی سے فون نکالا۔ اس نے جلدی سے بھیا کا نمبر ملایا اور کان سے لگا کر پیچھے کی طرف دیکھنے لگا۔ بیل جا رہی تھی مگر وہ فون نہیں اُٹھا رہے تھے۔ حداد کو الگ پریشانی لگ گئی کیونکہ اس وقت وہ اکیلا نہیں اس کے ساتھ رمشا بھی موجود تھی۔

اس نے فون کو گود میں پھینک کر یہاں سے نکلنے کا راستہ تلاش کیا۔ اس کے دماغ میں ایک بات آئی اس کے راستے میں دو سٹریٹ آ رہی ہیں۔ اس علاقے میں بجلی بھی گئی ہے تو وہ یہی سمجھے گا کہ وہ ان میں سے کسی میں گھسا ہے۔ وہ کافی پیچھے بھی تھا اس لئے ان کو دیکھ نہیں پایا تھا۔ اس نے ریس دبائی اور سیدھا آگے کی طرف بڑھ گیا اسی راستے میں ایسی بے شمار سٹریٹ آئی تھی۔ اب وہ چوبیس نمبر والی میں گھس کر میں ایریا کی طرف آگیا جہاں ایک پارک موجود تھا۔ حداد نے پیچھے دیکھا تو گہرا سانس لیا۔ گاڑی وہاں موجود نہیں تھی وہ اس علاقے سے نکل کر اب مین روڈ کی طرف آ گئے تھے۔

حداد بار بار پیچھے ہی دیکھ رہا تھا کیونکہ گھپ اندھیرے میں وہ جان ہی نہیں سکا تھا کس رنگ اور کس ماڈل کی وہ گاڑی تھی۔ اس نے رمشا کو دیکھا جو ڈر کر اپنے کانپتے جسم سمیت سر جھکا کر رو رہی تھی۔ حداد نے اس کے سر پہ ہاتھ رکھ کر اسے کا سر اونچا کیا۔

"او مشی بچے ایسے تھوڑی ہی روتے ہیں۔" اس نے مشی کے گرد بازو پھیلا کر تھپکی دی۔ وہ اپنے ننھے ہاتھوں سے مٹھیاں بنائے اپنی آنکھیں زور سے ملتے ہوئے سسکی۔

"ماموں وہ مارنے والے ہیں ہمیں۔" حداد نے دوسری طرف سٹیرنگ موڑ کر ایک بڑے سے میڈیکل سٹور کی سامنے روکی۔ اب اسے پتا تھا وہ لوگ یہاں پر تو کم سے کم حملہ نہیں کریں گے۔ حداد نے اسے دیکھا اور اس کا اپنے طرف کیا۔

"کہی لگی تو نہیں ہے آپ کو۔" اس نے اس کے سر اور چہرے پہ کوئی چوٹ تلاش کرنا چاہی مگر سدا شکر بیلٹ سے بچت ہو گئی۔

"ہم اب گھر جائے گے۔ آپ نے نانو کو بالکل نہیں بتانا جو بھی بات ہو گی وہ میں سب سے کروں گا۔" اس نے پیار سے رمشا کے آنسو صاف کیے۔

"ماموں وہ لوگ کون تھے؟"

رمشا نے ہچکی لیتے ہوئے کہا۔ حداد اسے دیکھتا رہا پھر گہرا سانس لیتے ہوئے اپنے سر کو دبایا اور دھیمی آواز میں کہا۔

"بس کچھ بُرے لوگ ہیں جو اپنے عمل نامے کو روکنے کے لئے یہ سب ہتھکنڈوں کا استعمال کر رہے مگر انھیں اس چیز کی بہت بھاری قیمت چکانی ہو گی۔"

اس کا لہجہ جتنا سرد تھا ارادے بھی اتنے ہی مضبوط تھے مگر قسمت میں جو لکھ دیا جائے اسے کون روک سکتا ہے۔ میڈیکل سٹور سے اپنے لئے پین کلر اور پانی کلر لے کر وہ گاڑی کے راستے موڑنے لگا۔ اسی پل بھیا کو فون آگیا۔ حداد نے ایک نام پڑھتی ہی فوراً فون کان سے لگایا۔

"ہانی! تمھارے تین مسڈ کال آئی تھی سب خیریت ہے نا؟"

"جی خیریت ہے۔ آپ گھر پہ ہیں یا ابھی بھی کام پر۔"

"مجھے آئے ہوئے پندرہ منٹ ہو گئے ہے۔ لیزا نے بتایا کہ تم مشی کو لے کر کہی گئے ہوئے ہو؟"

ان کی کہنے پر اس نے بے اختیار رمشا کو دیکھا جو سیٹ کے پُشت سے ٹیک لگائے' آنکھیں موندیں سو گئی تھی۔

"جی۔ بھیا میں بس پہنچنے والا ہوں۔ گھر آ کر آپ سے بات کرتا ہوں۔"

اس نے اپنا لہجہ حتیٰ الامکان نارمل رکھنے کی سعی کی۔ خوامخواہ انھوں نے پریشان ہو جانا تھا۔ ساتھ میں گھر والوں کو بھی کر دینا تھا۔

"کوئی بات ہوئی ہے حداد مجھے کچھ ٹھیک نہیں لگ رہا۔"

وہ بھی حداد کے بڑے بھائی تھے۔ اصل بات کی تہہ تک پہنچنے میں انھیں زرا بھی دیر نہیں لگتی تھی۔

حداد نے یوٹرن سے موڑ کاٹنا تھا جہاں اتنی ساری گاڑیاں تیزی سے آرہی تھی۔ اس نے ان کے رُکنے کا انتظار کیا پھر بھیا کو دو جملے مطمن کرنے کے ادا کر کے وہ اب فون اپنی گود میں پھینک کر اپنے چہرے پہ ہاتھ پھیر رہا تھا۔ اس نے بائیں جانب آتی گاڑیوں کا رُکنے کا انتظار کیا

پھر جب ٹریفک ہیڈلائٹس کی بتی لال ہوئی تو ساری گاڑیاں کے رُکنے کا انتظار کرنے کے بجائے حداد نے ٹرن باقی گاڑیوں سمیت کی طرف موڑا اور یہ اس کی سنگین غلطی تھی۔ بائیں جانب آنے والی ریڈ سپورٹس کار آیا بہت زیادہ امرجینسی میں تھا یا اس کا مقصد ہی حداد کی گھر سے زوردار ٹکراو کرنا تھا ۔ جیسے یہ سب ہوا تو حداد کی گاڑی سڑک کے قریبی فٹ پاتھ کے جانب الٹی ہو کر گری۔ اور آس پاس کے شور ایک دم مدھم ہونے لگا۔ شہر کی روشنیاں ایک دم اندھیرے میں بدلنے لگیں۔ سانسیں لینا دشوار ہو گئی۔ درد کا دائرہ بڑھتا جا رہا تھا۔ گاڑی کے باہر سے دھواں نکلنے لگا اور تماشائی دیکھتی شہری فوراً حادثے کا شکار فرد کی امداد کے لئے اس طرف لپکے تھے۔

"حداد! حداد! ۔"

حداد اپنے کندھے کے جھنجھوڑنے پر ایک دم ہوش میں آیا۔ اس نے سر اُٹھا کر اس طرف دیکھا جمال بھیا پریشانی سے اس کے طرف جھکے ہوے اس کی طبیعت کا پوچھ رہے تھے۔

"حداد تمھاری طبیعت ٹھیک نہیں لگ رہی!"

جب انھوں نے دوسری بار اس کی غیر ہوتی حالت کو دیکھتے ہوے کہنے لگے حداد نے ان کا ہاتھ تھام کر تسلی دی۔

"میں ٹھیک ہوں بھیا۔" اس نے اتنی ہلکی آواز میں کہا تھا کہ ڈی آئی جی جمال عظیم بامشکل ہی سُن پائے۔انھیں اس کی فکر لگ گئی۔ کہی ان کی کسی باتوں کا اثر تو نہیں لے لیا۔وہ اس کے ساتھ والی کُرسی پہ بیٹھے اور سامنے پڑا پانی کا گلاس اُٹھا کر اسے پکڑایا۔

"یہ لو پیو چہرہ ایک دم سے پیلا ہو گیا ہے تمھارا۔اگر زیادہ طبیعت خراب ہو رہی ہے تو ڈاکٹر کے پاس لے جاوں!" ان کی فکر مندی دیکھ کر حداد کو اپنا آپ سنبھالنا پڑا۔کہی وہ اس کی طبیعت سے اس کی دلی کیفیت نہ بھانپ لیں اور خوامخواہ کی ان کو شرمندگی کا سامنا کرنا پڑیں گا اور حداد یہ ہرگز نہیں چاہتا تھا۔اس نے بیحد خاموشی سے گلاس تھاما اور دو تین گھونٹ بھر کر اس نے ان کے متفکر چہرے کو دیکھا تو ہولے سے مسکرایا۔

"بھیا ایسے کیا دیکھ رہے ہیں۔میں بالکل ٹھیک ہوں۔گرمی کے باعث ایسی طبیعت ہو گئی تھی۔"

وہ اسے کہنا چاہتے تھے کہ وہ ان کے لئے ایک کھلی کتاب کی طرح ہے۔وہ چاہے لاکھ بہانے گھڑے ،لاکھ اپنے تاثرات چھپانے کی جتن کرے۔وہ ایک سیکنڈ میں اس کے ہر احساسات کو جان لیتے تھے۔

"ٹھیک ہے میں جاوں گا۔ویسے بھی اس بھا والے معاملے میں روف کی انولو.ںٹ بے حد ضروری ہے ۔جس طرح یہ سب چل رہا عنقریب ہمارے ملک کا مستقبل تباہ ہونے کے قریب ہے۔بس اللہ ہمارے قوم پر رحم نازل فرمائے۔"

حداد نے ان کی بات سُنتے ہوئے انھیں بے اختیار دیکھا۔

"آپ کو لگتا ہے کہ وہ اس کیس پر غور کریں گے اور اپنے ساتھ ساتھ آپی اور مشی کو بھی لائے گے ؟۔" اس کے کہنے پر انھوں نے ایک ٹھنڈا سانس لیا پھر گھمبیر لہجے میں گویا ہوئے۔

"تم ہی نے تو کہا تھا کوشش کرنے میں کیا حرج ہے ہو سکتا ہے کیس کی خاطر وہ راضی ہو جائے یا پھر اب اس کے دل میں وہ خلش نہ رہی ہو جو چودہ سال قبل تھی۔"

"چلیں ! جو کرے گا اب اللہ ہی کرے گا۔اب یہ جو باہر شور اور ہنگامہ ہے یہ کب تک چلے گا تاکہ میں اب نکلوں۔"

شور کی آواز تو اب کمرے تک بھی آنے لگی تھی۔ڈی آئی جی جمال کے چہرے پر خطرناک حد تک سنجیدگی آگئی۔

"یہ بھا اگر مرے گا تو میری گولی سے ہی مارا جائے گا۔"

ان کے کرختگی سے کہنے پر حداد محض تاسف سے سر ہی ہلا سکتا تھا کیونکہ یہ جانتا تھا یہ سب کہنے کی باتیں ہیں۔نہ پہلے کسی نے ان کا کچھ بگاڑا نہ اب اور کل بھی ان کا کچھ بگاڑ سکے گا۔یہ اس کی تلخ سوچ تھی یا اپنا تجربہ بہر حال حقیقت تو اب تک یہی تھی۔

※※※※※※※※

سکندر شان سے چلاتا باہر آیا تو باہر کی سُنہری دھوپ کے ساتھ ساتھ بہت سے شور وغل نے اس کا استقبال کیا تھا۔اس شور میں سوالات سے بھری میڈیا بھی تھی۔محبت کرنے والے اس کے ساتھی بھی جن میں نفرت اور ڈرنے والے لوگ بھی شامل تھے۔دھوپ اپنے چہرے اور آنکھوں پہ پڑنے کے باعث اس نے اپنے ہاتھوں کا چھجا بنایا اور دوسرا ہاتھ ہلایا۔اس کے یہ سب کرنے سے نعرے ایک دم بلند ہوا۔میڈیا والوں سکندر کو دیکھتی ہی فوراً سے اپنے اپنے مائیک تھامے سکندر کی طرف آئے۔

"سکندر بھا کیا یہ سچ ہے کہ پرائیوٹ سکول میں بیچی جانے والی غیر ملکی منشیات میں آپ کا ہاتھ نہیں ہے؟"

" اس کیس میں آپ کا کوئی لینا دینا ہے یا پھر آپ کے دشمن کی کوئی سازش؟"

"سارے ڈرگ مافیا کو چھوڑ کر پولیس اور حکومت کو آپ پر ہی کیوں شک کرتی ہے جبکہ آپ کی پروفائل ہمیشہ کلیر پائی جاتی ہے؟"

سکندر مسکرا کر ان کے سوال کو سُن رہا تھا۔پولیس والے اسے ہنگامہ سے سخت نالا تھے۔ان کے مزید چند سوالوں کو سُنے کے بعد سکندر نے اپنے خوبصورت آواز میں چند جملوں میں پوری بات کر دی۔

"دیکھیں! یہ سب چھوٹی موٹی چیزیں ہیں جو زندگی کا ایک حصہ ہیں۔ جو ہوتی رہتی ہیں جنھوں نے کبھی نہیں رُکنا۔ ان کی میرے اوپر تفتیش اور سلاخوں کے پیچھے کر دینے سے کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ یہ تو اپنا فرض نبھار ہے ہیں۔ جہاں تک بات ہے میرے بے قصور ہونے کی تو یہ سب آپ کے سامنے ہے۔ لاکھ الزام، لاکھ سکینڈل بھی میرا کچھ نہیں بگاڑ سکی۔ اس یہ ثابت ہوتا ہے کہ عزت، ذلت اللہ کے ہاتھ میں ہے۔" اس کی بات سُن کر چند پولیس والوں سمیت چند ایک لوگوں کے چہرے پر تمسخر مسکراہٹ آگئی۔ ایک نے تو بقائدہ سرگوشی کی تھی۔

"کیسا کمینہ انسان ہے۔ اپنے گناہ چھپا کر اس رب کا حوالہ دئے رہا ہے جس کے آگے ایک بار بھی میں نے اسے سجدہ کرتا ہوا نہیں دیکھا۔"

"ہمیں کیا معلوم ہو سکتا ہے وہ دکھاوے کے بجائے سچ میں مذہبی ہو۔"

ایک صحافی نے اس بندے کی بات سُنتے ہوئے بے ساختہ کہا۔ وہ باقی صحافیوں کے بجائے اس کے پیچھے نہیں بھاگا تھا۔' جواب بڑے شان سے اپنی جی ویگن میں بیٹھ رہا تھا۔ چند جیالوں نے اس پر پھول بھی نچھاور کیے تھے۔

جواب اس کے سیاہ بالوں پہ اس کی طرح شان سے بیٹھ گئے تھے مگر وہ سکندر ہی کیا جو کسی کو اپنے وجود اور روح پہ راج کرنے دے۔ جھٹ سے اس نے اپنے بالوں پہ ہاتھ مار کر اپنے سر سے پتوں کو ہٹایا اور گاڑی زن سے اس کے اشارے پر آگے بڑھ چکی تھی اور پیچھے سے دھول اور مٹی چھوڑ چکی تھی۔ مختلف 'مختلف صحافی اب کیمرے کے سامنے کھڑے ایک جیسی نیوز پورے ملک کی ٹیلی وژن تک پہنچا رہے تھے اور ان کا کہنا تھا کہ یہ خبر سب سے پہلے ان کی نیوز چینل تک ان کو فراہم ہو رہی ہے۔ چیف جسٹس حدید عالم کا اکلوتا بیٹا۔ سکندر حدید اس وقت ہر چینل میں سپاٹ لائٹ تھا اور یہ نیوز کے بارہ ہزار نوے کلو میٹر دور ڈیفنس کے ایک علاقے کے آخری کونے کے سفید کھوٹی جس کی پلیٹ پر" روف امجد۔" لکھا ہوا تھا اس کے اوپری لاونج پہ سفید شلوار قمیض میں ایک اُنّیس

سالا لڑکی بیٹھی انہماک سے یہ نیوز تک رہی تھی۔ وہ صوفے سے ٹیک لگائے' کارپٹ پہ بیٹھی' دونوں کہنیاں میز پہ ٹکائے سامنے ٹی وی تو پہ چلتی نیوز تو کبھی اپنے سامنے پڑی کیلیگرافی دیکھنے لگی' جس پر ادھورے فارسی کے لفظ اس کو بڑی شدت سے محسوس ہو رہے تھے۔

ابھی اس کا کام مکمل نہیں ہوا تھا۔ آج وہ اپنا کام مکمل کر لیتی مگر جیسی وہ دشمن جان ٹی وی کے سامنے آیا تھا۔ اس کا دل ہر شے سے اُچاٹ ہو گیا تھا۔

جب وہ بے قصور ہے تو یہ پولیس والے بار بار اس کو پیشی کے لئے کیوں بلاتے ہیں۔ اپنے گنگھرالے بالوں کی لٹوں کے ساتھ کھیلتے وہ سوچے جا رہی تھی۔

"بابا بھی اس کے خلاف ہیں پتا نہیں دُنیا کی نظر میں وہ آخر اتنا بُرا کیوں ہے۔"

"تم خود سوچو مشی جو یہ خبریں دکھائی جاتی ہیں جو اس کے بارے میں سُنا جاتا ہے۔ جس کے تمھارے باپ' ماموں سمیت سب گواہ ہیں تو تم اس بات کو مانتی کیوں نہیں ہو۔ وہ لاہور کا سب سے بڑا خطرناک اور کمینہ بدمعاش ہے۔"

اس کے اندر کوئی کہتا پر دل اس بات کی نفی کر دیتا۔ سھو کے سیاہی سے لکھے الفاظ پہ انگلی پھیرتے۔ اس کے بارے میں خیال آ رہا تھا۔ اس نے دو دن جیل میں کیسے گزارے ہونگے۔ اس نے کن کن سوالوں کا سامنا کیا ہو گا۔ کیا کیا پریشانی جھیلی ہو گی جبکہ اس کا کوئی قصور بھی نہیں تھا۔

ان سوچ میں گھڑی اسے احساس ہی نہیں ہوا کہ خاموشی سے چلتی ہوئی کوئی اس کے بالکل ساتھ آ بیٹھی تھی۔ اس کے پُر سوچ نقوش کو تک رہی تھی۔

گھنگرالے بال پونی میں باندھے گئے تھے' جس کی آدھی لٹے اس کے چہرے کے گرد اٹھکیلیاں کر رہی تھیں۔ سُرخ ہوئے اناری گال اس بات کا غماز کا تھا کہ وہ یقین اس پل اور اسے ہی سوچ رہی تھی۔ سیاہ کالی آنکھیں اس وقت لانبی پلکوں کے باعث حجاب میں تھیں مگر جھکی ہوئی گھنی پلکیں حیا کا نیا رنگ بکھیر رہی تھی۔ وہ اتنی خوبصورت نہیں تھی مگر جو اس کی یہ چہرے پہ معصومیت تھی یہ

اس کو پرکشش بنایا کرتی تھی۔افسوس یہ پُرکشش جیتا جاگتا مجسمہ اپنی آواز سے محروم تھا۔یہ سوچ اس کی بیسٹ فرینڈ شزا کی تھی۔جو اس دیکھتے ہوئے دُکھ سے سوچے جارہی تھی۔

رمشا' شزا کے آنے پر بھی متوجہ نہیں ہوئی تھی۔شزا کو لگا اب یہ چونک کر اسے دیکھے گی مگر نہیں محترمہ کے ذہن پر تو "بھا" صاحب

سوار ہوے تھے۔یہ سال پہلے پڑنے والی واردات کا اشکار اسے کچھ دن پہلے ہی ہوا تھا۔مشی نے بتایا نہیں اسے بھلا بتانے کی کیا ضرورت تھی۔اس کی آنکھیں سارے راز کھول دیتی تھیں۔جن میں سکندر حدید کا عکس وقت کے ساتھ نمایا ہونے لگا تھا۔جب وہ اس کی موجودگی میں بھی خیالوں کی دُنیا سے نہیں نکلی تھی تو اس نے شرارتی لہجہ اپنا کر اسے چونکنے بلکہ اچھلنے پر مجبور کیا تھا جیسے اس کی چوری پکڑی گئی ہو۔

"جگ سارا ای ویکھے مینوں

میں کملی' بس ویکھاں تینو۔"

رمشا نے سنبھل کر اسے دیکھا جو گہری مسکان سجائے شرارتی انداز سے اسے دیکھ رہی تھی۔غصے سے گھورتے ہوے اس نے صوفے پہ پڑا نیلے رنگ کا کشن اُٹھا کر اسے مارا۔اس نے اپنے بچاو کے لئے ہاتھ آگے کر لئے۔

اس نے گھورتے ہوے ہاتھ سے اشارہ کیا۔

"یہاں کیا کر رہی ہو اور کب آئی؟"

اس نے کشن کو پکڑ کر بھینچ لیا تھا اور اسے مسکرا کر دیکھتے ہوے بولی۔

"آپ کسی اور کے خیالوں سے نکلے تب آپ کو پتا چلے نا کہ کون آیا اور کب آیا۔"

"بکواس مت کرو۔" گویا آنکھوں سے باوار کروایا۔

"مشی اب کتنا مجھ سے چھپاؤ گی۔مجھے تو حیرت ہے آنٹی کو تمھاری کیفیت۔۔۔۔"

اس آگے کچھ کہتی رمشا نے اس کے منہ پہ تیزی سے ہاتھ رکھا کیونکہ اسے سڑھیوں پہ امی کی آوازیں آرہی تھیں۔ وہ یقیناً شزا کے آمد پر کچھ کھانے کے لئے لارہی ہونگی۔ شزا نے بھی مسز روف کی آواز سُن لی۔ اس لئے ہاتھ اُٹھا کر اسے تسلی دی۔ رمشا کا تو ڈر سے بُرا حال ہو گیا تھا۔ اگر امی نے سُن لیا تو کیا ہو گا؟

تھوڑی دیر میں ایک گریس فل سے خاتون ملازمہ کے ساتھ ان کی طرف آئی جس کے ہاتھوں میں ڈشز سے بھری ٹرے تھی۔ شزا نے دیکھتی رمشا کی امی کو کہا۔

"آنٹی روز آتی ہوں اس کے گھر اور آپ کی تکلفی اپنے عروج پہ ہوتی ہیں۔
میں تو اس گھر کی فرد ہوں پر آپ یہ سب کر کے میری خوش فہمی ہی ختم کر دیتی ہیں۔" اس کے کہنے پر مسز روٗف مسکرا کر اس کے گال تھپ تھپائے۔

"کیوں خوش فہمی؟ تمھارا گھر ہے چندا! ویسے بھی کھانے کا وقت ہو رہا تھا تو سوچا ڈرائینگ روم کی تکلف چھوڑ کر دونوں دوستیں یہی بیٹھ کر لنچ کرو۔
مشی یہ گند زرا سمیٹوں تا کہ خالا ٹرے رکھ کر نیچے جائے۔"

شزا کو کہتے ہوے انھوں نے ساتھ بیٹھی بیٹی کو مخاطب کیا۔ جس نے پھیلاو کیا ہوا تھا۔ رمشا تیزی سے چیزیں سمیٹنے لگی۔

"آنٹی آپ کو پتا چلا ہے کہ آج سکندر حدید رہا ہو گیا۔"

اس کے کہنے پر رمشا کا دل کیا کہ اس کے ہاتھ میں موجود بے شمار بر شزا اس کے سر پہ دے مارے ۔ کیا ضرورت تھی اس کا ذکر چھیڑنے کی۔ رمشا نے اس کو قہر بار نظروں سے دیکھتے ہی چور نظروں سے ماں کو دیکھا جو سنیجد گی سر اثبات میں ہلانے لگی۔

"اب تو روز روز کا تماشا ہی بن گیا ہے جب اس نے نکلنا ہی ہوتا ہے تو پولیس والوں کو کیا ضرورت اس اندر کرنے کی۔"

"وہ تو اپنا فرض نبھا رہے ہیں آنٹی۔اس میں پولیس والوں کا کیا قصور۔" اس نے سکندر کی بات کہتے ہوئے رمشا کو تمسخر نظروں سے دیکھا وہ جل کر ساری چیزیں لے کر کمرے میں چلی آئی۔ کمرے کا دروازہ کھول کر وہ یہ سب چیزیں اپنے سائڈ خوبصورت لکڑی کے الماری میں رکھ کر مڑی اور دوبارہ اس طرف آئی جن کا ہاٹ ٹاپک " سکندر " ہی تھا۔اُف لوگ اس کا پیچھا کیوں نہیں چھوڑتے۔

"چار سالوں سے میں اس کے کارنامے دیکھتے آرہی ہوں۔اب تو عادت ہوگئی ہے کیونکہ ایسی گندگی پہلے نہیں ختم ہوئی تو اب کیسے ہوگی جہاں کرپشن اور بے ایمانی اپنے عروج پر ہے۔بہت سے بچے بے راہ روی کا شکار ہو رہے ہیں۔ہم اس گند کو ختم کرنے کے بجائے اپنے بچوں کی تربیت پہ توجہ دینی چاہیے میرے خیال سے ایسی ہی ان جرائم کا خاتمہ ہوگا۔جمال بھائی بھی بیکار میں سر کھپا رہے ہیں۔ اسے اندر کرنے سے کیا ہوا دو دن بار شان سے نکل آیا جیسے ہمیشہ نکل آتا ہے۔" ان کے کہنے پر اورنج جوس کا سپ لیتی ہوئی شزا بولی۔

"مگر آنٹی آج کل کی اولاد کہاں ہینڈل میں آتی ہے۔سوشل میڈیا اور بدلتے ماڈرنزم نے ان کو ماں باپ سے دور کر دیا ہے۔جب بچے ماں باپ کی ہینڈل میں نہیں آتے تو ماں باپ بھی بیچارے کتنا کرے۔تو ایسے میں اس بُرائی کو ختم کرنا بیحد ضروری ہے ایک گندی مچھلی سارے تلاب کو گندا کرتی ہے تو اس کا حل یہی ہے کہ اس مچھلی کو نکل کر پھینک دیا جائے۔" اس کے ساتھ بیٹھتی ہوئی رمشا کا گویا ضبط آزمایا جارہا تھا مگر وہ بھی مضبوط لڑکی تھی ایسی باتوں سے اسے فرق نہیں پڑتا تھا اور نہ اب پڑے گا مگر محبوب کی بُرائی سُن کر اسے کا دل عجیب ہو رہا تھا۔

"مشی تم ایسے کیوں بیٹھی ہو کچھ ڈالو نا اور دوست کو بھی سرو کرو۔"

ماں کی ٹوکتی ہوئی آواز پر وہ چونک اُٹھی اس نے انھیں دیکھا اور سر ہلا کر اسے تیز نظروں سے فرائز کی پلیٹ سرو کی۔ شزا نے اپنے مسکراہٹ ضبط کرتے ہوئے تھینک یو کرتے ہوئے لی۔

"ویسے مشی تمھارا کیا خیال ہے جو یہ آج کل ہمارے ملک میں ہو رہا ہے۔؟"

اس کی تو میں۔ شزا کے کہنے پر مسز رؤف مسکرائی۔

"مشی ایسی چیزوں میں انٹرسٹ ہی نہیں لیتی بس اپنے دُنیا میں رہتی۔ کبھی کبھار رؤف ملکی حالات کے بارے میں بحث شروع کردے تو یہاں سے چڑ کر اُٹھ جاتی ہے۔ اسے ان معاملوں میں تو رتی بھر بھی دلچسپی نہیں کہ کیا ہو رہا ہے ہمارے ملک میں۔"

"معاملوں میں تو نہیں بلکہ معاملے والے میں تو ہے محترمہ کو دلچسپی۔"

رمشا کا اس بار شدت سے دل تھا کہ کاش اس کے پاس کینچھی بھری زبان ہوتی تو دس بارہ گالیاں تو لازمی اسے اس کے منہ پر نواز دیتی مگر شاید اللہ نہیں چاہتے تھے وہ اپنی زبان گندی کرے مگر ہاں ہاتھوں کا استعمال کیا جاسکتا تھا اور اس نے کیا تھا کارپٹ پہ پڑا اس کا ایک ہاتھ پر رمشا نے زور سے چٹکی کاٹی تھی۔ وہ ایک دم چیخ پڑی۔

"کیا ہوا بیٹا؟" مسز رؤف اب اُٹھ کر نماز کے لئے جانے لگی تھی کہ شزا کے چیخنے پر پریشانی سے پیچھے مڑی۔ شزا نے رمشا کو گھورا جواب قدرے اطمینان سے نوڈلز سے لطف اندوز ہو رہی تھی۔

"کچھ نہیں آنٹی کھاتے ہوئے زبان کو دانتوں تلے دبا دیا تھا۔" اس نے انھیں تسلی دی۔

"او مجھے ڈرا دیا۔ آرام سے بیٹا۔" وہ کہتے ہوئے چل پڑی تو شزا نے زور سے اس کے بازو پر مکا مارا۔

"اتنی زور سے کیوں چٹکی کاٹی تھی۔ اتنا بُرا لگا تھا اپنے بھا کی بے عزتی سُنا۔

رمشا نے کانٹا اُٹھا کر اس کے چہرے کے قریب لا کر اس کے بولتی بند کی۔

"امی ہے اس طرف اگر آگے سے کچھ بکواس کی تو یہ آنکھیں سلامت نہیں رہنے دوں گی۔"

اس نے اشارے سے ساری بات سمجھائی۔

"تو میں نے آخر کیا کہا تھا بس اتنا ہی نہ کہ آج کل کے۔۔۔" ایک بار پھر رمشا نے اکتاہٹ سے ہاتھ ہلا کر اسے باور کروایا کہ وہ اس بارے میں کوئی بات نہیں کرنا چاہتی۔ وہ اسے دیکھتی رہ گئی۔

"یہ حادثہ تمھارے ساتھ کب ہوا تھا؟" اس کے یک لخت سنجیدگی سے بھری آواز رمشہ کے سماعتوں میں ٹکرائی۔ اس نے ناسمجھی سے اسے دیکھا یہ کس حادثے کی بات کر رہی ہے۔

"مشی تمھیں یہ کبھی ملا تھا؟"

اس کی کہنے کی دیر تھی اور رمشا کا چہرہ چونے کی طرح سفید ہو گیا۔

....

رؤف ہاوس سے چل کر اب یہ منظر واپس اس طرف آتا ہے جہاں سے چھوڑ کر گئے تھے مگر اب لوکیشن پولیس سٹیشن کے بجائے اس کے ساتھ کلو میٹر کے فاصلے پر بحریہ ٹاون کے چار کنال کے مشتمل خوبصورت محل کے پچھلے گارڈن کے سفید جھولے پہ بیٹھے جسٹس صاحب کی طرف لے کر جاتے ہیں' جو اس وقت اخبار پڑھنے میں مصروف تھے۔ان کے نقوش بالکل سکندر جیسے تھے البتہ ان کے چہرے پہ پھیلتی ہوئی لکیریں' گلاسس اور بالوں کی سفیدی نے ان کی کشش میں کمی لے آئی تھی مگر ابھی بھی ان کی بھاری بھر کم شخصیت نے اسے کمی کو بھی دبا دیا تھا۔ان کی نظر ابھی سکندر کے خبر کی طرف نہیں گئی تھی' اس لئے خاصے مطمن دکھائی دے رہے تھے' مگر جیسے ہی انھوں نے اخبار پلٹا تو ان کا سارا اطمینان غائب ہوتا دکھائی دیا۔ان کا سفید چہرہ ایک دم سُرخی مائل ہو گیا ایک دم اخبار کو سامنے ٹیبل پہ پٹھک کر اُٹھے اور لمبے لمبے ڈگ بھرتے گھر کے اندرونی حصے میں داخل ہوئے۔سامنے صوفے پہ بیٹھی' مسز حدید جو چائے کے سپ لیتے ہوئے فون پر اپنے بہن سے باتیں کرنے میں مصروف تھیں۔ان کو تیش کے عالم میں آتا دیکھ کر چونکے بغیر نہ رہ سکی۔وہ اب اپنے کسی نوکر کو اونچی آواز پہ بلا رہے تھے۔انھوں نے اپنے بہن سے جلدی جلدی الوداعی کلمات ادا کیے اور فون رکھ کر' اپنا پلو سنبھالتی' ان کے پاس آئی۔ان کے غصے سے بھری آواز پر اسلم جھٹ بوتل کی جن کی طرح حاضر ہوا۔

"جی سر؟"

"جلدی اوپر سے میرا فون لاؤ! "

کرخت لہجے میں وہ تیزی سے ان کی حکم پر سر ہلاتا دائیں جانب کی سڑھیوں کی طرف بڑھا تھا۔انھوں نے اپنی ناک دبا کر گویا اپنا تیش کو کم کرنے کی کوشش کی تھی مگر غصہ کسی طور پر کم ہونے کا نام نہیں لے رہا تھا۔

مسز حدید نے ان کے کندھے پر ہاتھ رکھا تو وہ چونکہ۔

"کیا بات ہے آپ اتنے غصے میں کیوں لگ رہے ہیں۔ابھی تو آپ کا موڈ ٹھیک تھا اچانک سے۔"

"سکندر! ایک بار پھر رہا ہو گیا ہے' میں نے سختی سے تائید بھی کی تھی کہ اس بار وہ جیل سے باہر نہ آئے مگر وہ سکندر ہی کیا جو جیل میں ٹک کر رہے۔" غصے سے ان کا بُرا حال ہو رہا تھا۔ان کی اس بات پر ان مسز حداد کا منہ بن گیا۔

"آپ اسے آخر اپنی زندگی سے پوری طرح سے نکال کیوں نہیں دیتے۔سولہ سال میں کبھی آپ نے اس کا ذکر نہ کیا ہو' پہلے پھر ٹھیک تھا مگر جب سے اس کی اصلیت آپ کے ساتھ ساتھ پوری دُنیا پر اشکار ہوئی ہیں۔اب تو روزانہ ہاٹ ٹاپک وہی ہوتا ہے آخر اسے پوری طرح سے زندگی سے کیوں نہیں نکال نہیں دیتے۔ایک آپ کی وہ بیٹی اچھی نکلی تھی مجال ہے اس کے متعلق سے آپ کو کسی قسم کا تکلیف کا سامنا ہوا ہو مگر یہ۔۔۔اللہ کی پناہ۔"

وہ نفرت اگل رہی تھیں۔حدید صاحب آگے بڑھ کر صوفے کی طرف بیٹھے اور اپنے سر کو دبانے لگے ان کو لگ رہا تھا ان کی نسے پھٹنے کے قریب ہیں۔

اندر سے شعلے بھڑک رہے تھے۔ان کی اولاد ایسی نکلے گی انھوں نے آج تک کبھی نہیں سوچا تھا۔جب وہ سارے رشتے توڑ چکے تھے تو وہ کیوں بار بار ان کی زندگی میں داخل ہو رہا تھا۔ہو رہا تھا تو اتنا طوفان کیوں بڑھپا کر رہا تھا کہ ان کا سکھ چین ہی چھین چکا تھا۔آخر کس بات کا بدلہ لے رہا تھا۔جو کچھ اس کے ساتھ ہوا تھا وہ اس کے اپنے اعمال کی بدولت ہوا تھا۔ملازم اسلم ان کے پاس فون لے کر آیا تھا۔انھوں نے اپنی تھکن زدہ آنکھیں اُٹھائیں' ۔مسز حدید نے انھیں دیکھا تو چلتے ہوے ان کے سامنے بیٹھی۔

"میرا اصلح مشورہ ہے حدید آپ ان معاملوں میں مت پڑیں۔دفع کریں' جو کر رہا ہے کرنے دے اسے ' وہ جانے اور پولیس والے خود ہی بھگتے گا آخر ایسے گندگی کب تک قائم رہتی ہے۔کبھی نا کبھی تو ان کا خاتمہ ہو گا۔"

وہ ظالمانہ حد تک سفاک تھیں اور ان کی باتیں سُن کر ایک پل کے لئے تو حدید عالم بھی سُن ہو کر رہ گئے۔جو بھی تھا وہ گندگی آخران کی پہلی اولاد تھا' اور یہ بات وہ کبھی بھی جھٹلا نہیں سکتے تھے ۔وہ خاموشی سے ان کی بات سُننے کے بعد اُٹھ پڑے اور جمال عظیم کا نمبر ملاتے ہوئے اپنے سٹڈی روم کے اندر داخل ہوئے۔

•••••••••

گاڑی تیزی سے اپنی منزل کی طرف رواں دواں تھی' اندر اے سی کی آواز کے سوا گہرا سکوت چھایا ہوا۔ جب سکندر خاموش ہوتا تھا تو ارد گرد اس کے بندوں کی ہمت نہیں ہوتی تھی کہ اسے ڈسٹرب کرے ۔باہر کے تپتی گرمی سے اے سی کی خنکی اسے الگ ہی سکون مل رہا تھا۔سیٹ کے پُشت سے سر ٹکائے وہ خاصا تھکا ہوا لگ رہا تھا مگر اتنا بھی نہیں تھکا ہوا تھا کہ وہ سب پر ظاہر کرتا۔اس کے ساتھ ڈرائیو کرتا ہوا نذیر کو ایک بات اچانک سے یاد آئی تھی پر وہ سوچ رہا تھا آیا وہ بھا کو ابھی بتائیں یا نہیں۔اسے انتظار کرنے کی ضرورت ہی نہیں پڑی تھی کیونکہ سکندر آنکھیں کھولیں سامنے دیکھ رہا تھا پھر اس نے ایک بازو اُٹھا کر اپنے ہاتھوں میں مہنگی ترین رولیکس گھڑی دیکھی' جو اس کے آتے ساتھ ہی اس کی اشیا لٹانے پر اس کے بندوں نے اسے حوالے کی تھی۔

اس پہ وقت صبح کے گیارہ بجا رہا تھا۔کسی کا خیال ایک دم آتے ہوئے اس نے گردن موڑ کر اسے دیکھتے ہوئے کہا۔

"کالج جا رہی ہے وہ یا میری وجہ سے ایک بار پھر کمرے میں بند ہو گئی ہے؟"

اس کے کہنے پر وہ موڑ کاٹتے ہوئے بولا۔

"سر بی بی نے ہنگامہ کیا تھا تھوڑا بہت۔"

اس بات پر سکندر کی سفید چمکتی ہوئی پیشانی پر بے اختیار بل آئے تھے۔

"کیوں کیا تھا؟تم لوگوں نے اسے سمجھایا نہیں تھا کہ میں دو دن بعد واپس آجاوں گا۔یہ لڑکی بھی نا کالج گئی تھی یا نہیں؟"

"جی گئی تھیں پر انھوں نے بھوک ہڑتال کی۔ ان کا کہنا تھا جب تک ماما نہیں آجاتے وہ اپنے حلق میں ایک نوالہ نہیں اُتارے گی' راحیلہ بانو نے بہت منتیں کیں ان کی مگر۔۔۔۔"

"کیا مطلب تم لوگوں نے میری غیر موجودگی میں اتنا غیر ذمے دارنہ رویہ اپنایا! ۔"

وہ تو گویا تپ ہی اُٹھا۔ ایک منٹ کے لئے تو نذیر اس کے غصے کا سوچ کر گھبرا گیا۔

"بھا ہم نے سچ میں دن رات ان کی منتیں کی تھی پر وہ سُننے کا نام نہیں لے رہی تھیں۔ اب آپ بتائیں ہم کیا کرتے۔"

سکندر بھی اس بار خاموش ہو گیا جانتا تھا جب ضد پر آڑ جاتی تھی تو سکندر بھا بھی اس کے آگے بے بس ہو جاتا تھا۔ اب جب تک گاڑی اسے کے فارم ہاوس کے حدود میں داخل نہیں ہو گئی وہ اس کے بھوکے ہونے کا سُن کر سے اضطرابی انداز میں پہلو بدلتا رہا۔ اس کی کیفیت نذیر بھی سمجھ گیا تھا اس لئے اس نے سنگین مسئلہ سکندر کو اس وقت بتانا ٹھیک نہیں سمجھا۔ سکندر ولا گھر تھا کہ شیش محل یہ دیکھنے والے سمجھنے سے قاصر تھے۔ بڑے سے گیٹ کھلتے ہی گاڑی گیراج کے بجائے سیدھا کشادہ برآمدے کے سامنے کھڑی کی۔ جمیل' جوان کے گھر کا ملازم سامنے پودے کو پانی دے رہا تھا۔ جھٹ اپنے کام چھوڑ کر ہاتھ صاف کرتا' سکندر کا دروازہ کھولا اور اسے سلام کیا۔

"سلام بھا! ۔" اس نے چہکتی ہوئی آواز پہ اُترتے ہوئے سکندر نے مسکرا کر سلام کیا۔

"اوہو تو جمیل آ گئے بلا آخر گاوں سے' کیسی رہی بہن کی شادی۔"

وہ اپنا کُرتا جھاڑتا ہوا' دروازہ بند کرتے ہوئے بولا۔ کبھی کبھار تو اس کی ادا سے لگتا ہی نہیں تھا کہ وہ ایک سر پھرا بدمعاش ہے۔ جمیل کا چہرہ اس کی بات پہ چمک اُٹھا۔

"جی بھا الحمد اللہ آپ کے کرم سے میری بہن اپنے گھر کی ہو گئی ہے۔ اماں دن رات آپ کی سلامتی اور خوشیوں کی دعا کرتی ہیں۔ آپ کا بہت احسان ہے بھا۔"

تشکر سے اس کی آنکھیں نم ہو گئیں۔ سکندر نے نفی میں سر ہلاتے ہوئے اس کے کندھے کو تھپ تھپایا۔

"اونو! یہ تم لوگوں کی قسمت ہے اور اللہ کا کرم' اس میں میرا کوئی کمال نہیں ہے۔ہاں میری بچی کے لئے دعا ضرور کیا کرو۔"

اس نے اتنا کہا اور چل پڑا۔ وسیع لاؤنج میں اس نے جیسے ہی قدم رکھا اس کے قدم بے اختیار رُک گئے۔وہ جو نیلی شلوار قمیض میں ملبوس بالکل صوفی کا عکس لئے اس کے انتظار میں ارد گرد ٹھلتی ہوئی ہلکان ہو رہی تھی جب اس نے قدموں کی چاپ سُنتے ہوئے دیکھا تو سکندر کو دیکھتے ہوئے ایک لمحے کے لئے رُکی پھر کسی ننھی بچی کی طرح بھاگتے ہوئے سکندر سے لپٹ گئی۔

"ماما آپ کیوں مجھے بار بار چھوڑ کر چلے جاتے ہیں۔آپ کو پتا ہے آپ کے بغیر مجھے یہ محل کاٹ کھانے کو دوڑتا ہے۔آپ کو زرا بھی خیال نہیں ہیں میرا۔" وہ اس وقت ایک سترہ سال کی لڑکی کے بجائے چھ سال کی ڈری سہمی ہوئی بچی معلوم ہو رہی تھی۔ سکندر نے پیار سے اس کے گرد بازو پھیلائے اور اس کے سر پہ پیار کیا۔

"میرا بچہ! ایسے تھوڑی اپنے گھر میں ڈرتے ہیں اور کوئی میری بیٹی کو ہاتھ تو لگائے اس کو کتے کے نہ حوالے کر دوں اس لئے بے فکر رہا کروں میں دُنیا کے جس بھی کونے میں ہو۔میرا تحفظ بھرا بازوں تم ہمیشہ پاؤ گی اور یہ میں کیا سُن رہا ہوں تم نے دو دن سے بھوک ہڑتال کی تھی۔اس کی وجہ میں جان سکتا ہوں۔"

پیار سے کہتے ہوئے اسے الگ کرتے ہوئے ایک دم اس کا کملایا ہوا چہرہ دیکھ کر برہم ہوا تھا۔بختاور نے منہ بسورا۔

"آپ کو تو پتا ہے ناماما میں آپ کے بغیر کھانا نہیں کھاتی اور یہ کیا روز روز کا تماشہ لگاتے ہیں پولیس والے۔جب آپ کا کوئی قصور نہیں ہوتا تو منہ اُٹھا کر کیوں آپ کو لے جاتے ہیں۔"

وہ ایک دم نروٹھے پن سے کہتے اچانک جوش میں آگئی۔سکندر نے پیار سے اس کے کندھے پہ بازو پھیلائے اور اس لے کر ساتھ چلنے لگا۔

"بخت تمھیں تو پتا ہے نا۔ یہ بڑوں کے معاملے ہوتے ہیں اور اچھے بچے بالکل بھی بڑوں کے معاملے میں نہیں پڑتے۔"

"میں گندی بچی ہی ٹھیک ہوں اگر کوئی آپ کو تکلیف دے گا میں اس کا بُرا حشر کر دوں گی۔" اس کی کہنے پر سکندر کی آنکھوں میں کچھ چُبا تھا جس پر اس نے فوراً قابو کیا اور اس کے ساتھ بیٹھنے کے بجائے کہنے لگا۔

"جاو خانسمہ کو بولو' لنچ تیار کروائے دونوں ماما' بھانجی مل کر ناشتہ کریں گے اور یہ حلیہ بھی دُرست کرو پتا نہیں کیا حالت بنائی ہے۔"

"پر ماما میں نے آپ سے ڈھیر ساری باتیں کرنے ہیں اب دو۔۔۔"

اس کی بات کاٹتے ہوئے اس کے سر تھپکا۔

"چند ابعد میں ماما ابھی سخت تھکے ہوئے ہیں شاور لے کر آتے ہیں بھر جتنی چاہے باتیں کرنا ٹھیک ہے۔"

اس نے سر ہلایا سکندر مڑ کر اب اوپر سڑھیوں کی طرف بڑھنے لگا۔

※※※※※※※※

"رمشا سے بات ہوئی تمھاری؟" وہ ان سب سے ملنے آئی تھی' سب کے چہرے اس کو دیکھ کر کھل اُٹھے تھے۔ پہلے وہ بہت کم آیا کرتی اور جب آتی تھی تو ماں باپ ساتھ ہوتے تھے۔ ان کا رویہ عظیم ہاوس والوں کے ساتھ عجیب سا سرد مہر تھا۔ وجہ نا معلوم تھی مگر جب سے یہ پڑھائی کر کے واپس آئی اور عینہ کی منگنی ہوئی اس کے بعد سے اس گھر میں اس کا آنا جانا معمول کے مطابق ہونے لگا۔ دادی تو نہال ہو گئی تھیں۔ اکلوتا بھانجا' بیٹی کی وجہ سے اب آنے جانے لگا تھا۔ شرینہ کے لئے ان کے محبت دُگنی ہو گئی تھی' سب گھر والے بھی شرینہ کے مزاج کی بدولت ایک دوسرے سے گل مل گئے تھے۔ لگتا ہی نہیں تھا یہ ان کی دور کی رشتہ داری یا کبھی ان سے ملنا ملانا بھی تھا۔ شرینہ کی دوستی بھی عینہ سی ہو گئی تھی چونکہ دونوں ہی ہم مزاج اور ہم عمر تھی

اور اب اس کی شادی کی تیاروں میں دوست اور رشتہ دار ہونے کے ناتے یہاں رہنے آئی تھی۔ ابھی وہ آفس سے واپس آئی تھی کہ اسے رمشا کا اچانک سے خیال آیا تو بستر پہ بیٹھی' نیل پینٹ لگاتی عینہ سے پوچھا۔ عینہ نے اس کے کہنے پر سر اُٹھایا اور اس کے چہرے پہ مایوسی دیکھ کر وہ سمجھ گی بات کیا ہے۔

"عینہ فورس مت کرو اسے بیچارے کے پاس اختیار نہیں ہے کہ وہ اپنی مرضی سے آجا سکے۔ اوپر سے اسے شدت سے بھی محسوس ہو گا کہ وہ پارٹی اٹینڈ نہیں کر سکتی کیونکہ وہ اسے کوئی اس قابل ہی نہیں سمجھتا کہ اسے اپنی خوشیوں میں شریک کرے۔"

ناخن پہ سٹروک لگاتے ہوئے عینہ کا ہاتھ رُک گیا اس نے ایک نظر شرینہ کو دیکھا اور پھر نفی میں سر ہلاتے ہوئے بولی۔

"وہ بہت عجیب سی لڑکی ہی شرینہ! بولنے کی محرومی ہونے کے باوجود بھی وہ لڑکی کسی کو احساس نہیں دلاتی کہ وہ بول نہیں سکتی۔ وہ بہت نڈر 'مضبوط لڑکی ہے۔ ظاہر اور باطن اس کا دونوں صاف بالکل شفاف آئینے کی طرح ہے۔ وہ کسی کے بارے میں کبھی نیگیٹو سوچتی ہے نہ ہی ان کی کڑوی باتوں کا بُرا منا کر احساس کمتری کا شکار ہوتی ہے۔ ویسے بھی ہم لوگ اتنی بھرپور کوشش تو کر رہے ہیں کہ وہ آجائے ابھی میں نے چاچو سے بات کی تھی کہ وہ بابا سے بات کریں۔"

اس کی بات پر گلے سے دوپٹہ اُتارتی شرینہ ٹھہر گئی۔ چاچو کے لفظ پہ ایک خوبصورت سایہ لہرایا تھا۔ چہرے پہ اس کے ذکر سے حیا کے رنگ بکھیر چکے تھے جس پر اس نے فوراً قابو پایا تھا کہ اس کی چوری پکڑی نہ جائے۔

"تو کیا کہتے ہیں وہ؟"

اس نے اس کی بات سُننے کے بعد نرمی سے کہا۔ عینہ اپنا کام کر چکی تھی اور اب نیل پینٹ سکھانے کی خاطر ہاتھ اور پیر پھیلائے اسے دیکھتے ہوئے بولی۔

"پہلے پہل تو چاچو مان ہی نہیں رہے تھے کہہ رہے تھے میں ایسے کیسے بولوں' انھیں پکا یقین تھا نہ پاپا مانے گے طا اور نہ ہی رؤف انکل رمشا کو آنے دیں گے مگر پھر میں نے زرا انھیں جذباتی کیا تب جا کر راضی ہوئے اور ابھی گئے ہوئے ہیں تھا نے ڈیڈی سے بات کرنے۔"

"ارے واہ تم تو کہتی تھی کہ وہ تو کسی کی کوئی بات نہیں مانتے خاصے غصے والے اور سرد مزاج کے ہیں۔"

اس نے کچھ دن رہتے ہوئے حداد کے رویے اور گھر والوں کی شکایت پر یہ بات کہی تھی۔

"مزاج تو اب بھی ویسے ہیں مگر وہ کیا ہے نا میں اس گھر میں کچھ دن کی مہمان ہوں نا تو زرا نرم ہوئے ہیں ورنہ مجال ہے کہ ہمارا کبھی نرم مزاج حداد چاچو سے کبھی واسطہ پڑا ہو' آئے دن کوئی نہ کوئی ہنگامہ کر دیتے تھے' ملازم کی شامت' ہماری شامت اور تو اور ڈیڈی بھی چاچو کے آگے خاموش ہو جایا کرتے تھے۔ جب ہم چھوٹے تھے تو چاچو تو چیزوں کی توڑ پھوڑ بھی کیا کرتے تھے بعد میں ہمیں معلوم ہوا کہ ان کو خبر ملی ہے کہ ان کی منگیتر جن کو وہ بیحد پسند کرتے تھے اس کی شادی ہو گئی ہے خیر میں بھی کیا پُرانے دکھڑے سُنانے بیٹھ گئی تم بتاو کیسا چل رہا ہے کام؟ مریضوں نے پاگل تو نہیں کر دیا؟"

اس کی بات پر شرینہ ہنس پڑی اور تکیہ پہ اپنا سر رکھتے ہوئے اپنی کنپٹی دبانے لگی۔

"پاکستان میں تو بڑے عجیب کیسس آتے ہیں اُف کچھ تو ایسے شغل کے لئے آئے ہوئے تھے میرا تو دماغ ہی آوٹ ہو گیا۔ عموماً مجھے غصہ نہیں آتا مگر اب لگتا اس طرح کے مریض آنے لگے تو پھر میں آوٹ آف کنٹرول ہو جاوں گی۔" اس کی بات سُنتے ہی عینہ کھلکھلا کر ہنس پڑی۔

'اٹس پاکستان بے بی! ابھی سے گھبرا گئی؟ چاچو بتایا کرتے تھے کہ ان کو بھی اس طرح کے مریضوں کا سامنا کرنا پڑتا تھا مگر وہ اتنے جولی تھے اور اتنے اچھے طریقے سے انھیں ڈیل کرتے تھے کہ نہ وہ پریشان ہوتے تھے نہ ہی مریض۔" اس کی بات پر آنکھیں بند کیے شرینہ چونک اُٹھی اس نے کہنی کے بل اُٹھ کر گردن موڑ کر اسے دیکھا جو اب فون پہ مصروف بھی دکھائی دے رہی تھی۔

"تمھارے چاچو آرمی میں نہیں تھے؟میں نے سنا تھا کہ ان کا نام کیپٹن حداد عظیم ہے پھر سریس حادثے کی بدولت انھوں نے فورس چھوڑ دی تھی۔"

"جی ایسا ہی ہے مگر چاچو آرمی ڈاکڑ تھے' نیرولوجی سے منسلک اور یہ جو سیکرٹ فورسس کے کیس ۔۔۔۔۔"

وہ آگے سے اپنے بات جاری کرتے کہ دروازہ کھولتے ہی حداد اندر داخل ہوا۔

"عینا۔۔۔۔۔"

حداد آگے سے کچھ کہتا کہ بغیر دوپٹے کے عینہ کی ساتھ بستر پہ لیتی شرینہ پر نظر پڑتے ہوے وہ رُک گیا۔ شرینہ بھی اس کے آمد سے سپٹا گئی اور فوراً اس نے ساتھ پڑا دوپٹہ اُٹھایا حداد نے چہرہ پھیر لیا۔

"چاچو کم سے کم اجازت تو لے کر آتے۔" عینہ نے شرینہ کی کیفیت سمجھتے ہوے زرا سمجھداری سے کہا تھا۔

"سوری بچے مجھے پتا نہیں تھا خیر بعد میں بات ہوتی ہے۔" وہ اسی حلیے میں اس کے سامنے موجود تھا ' آنکھوں پہ کالا چشمہ ہنوز تھا۔اس کے چشمہ پہنے پر شرینہ کو تھوڑا عجیب لگا کم سے کم اندر تو اُتار دیا کرے' اگر اتنی ہی ان سکیورٹی ہے تو آئی ماسک بھی استعمال کیا جاسکتا ہے۔وہ جانے لگا جب عینہ نے روکا۔

"کوئی بات نہیں اب آپ آگئے ہیں تو بتائیں کیا رپورٹ ہے؟"

اس کی بات پر حداد نے گردن موڑی' شرینہ اب تمیز سے بیٹھ چکی تھی اور اسے ہی دیکھ کر رہی تھی حداد اس کی نظروں سے نجانے کیوں جھنجھلا گیا تھا۔

"یہ مجھے ایسے کیوں دیکھتی ہے۔"

اس نے دل میں اپنے آپ سے کہا تھا۔ نفی میں سر ہلاتے ہوے وہ بولا۔

"ابھی نہیں عینہ بعد میں۔"

وہ ایک لمحے کے لئے رُکا پھر سرد مہری سے کہتا چلا گیا جبکہ وہ حیرت سے منہ کھولے اسے جاتا ہوا دیکھنے لگی۔

※※※※※※※※※※

"بتاؤ مشی ایسا تو ہو نہیں سکتا کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہو رہی ہے اور تم یہ مت سمجھو کہ اگر تم کچھ بولنے سے محروم ہو تو کوئی تمھارے دل کا حال نہیں جان پائے گا۔ تمھاری باڈی لینگویج سب بول دیتی ہے۔ میں تو ابھی تک حیران ہوں کہ آنٹی اور انکل کو زرا سا شک شبہ کیوں نہیں ہوا۔"

اس کے کہنے پر رمشا کا دل کیا وہ یہاں سے کہی چھپ جائے۔ جس چیز کو وہ ڈیڑھ سال سے چھپاتی آرہی تھی حتیٰ کہ وہ اپنی جگری دوست کو بھی نہیں بتانا چاہتی تھی۔ آخر کیوں کیا وہ جس سے محبت کرتی ہے وہ معاشرے کے لئے باعث شرمندگی ہے اور شاید وہ خود بھی ایسا سمجھتی ہے اس لئے دل کا حال عایا نہیں کرنا چاہتی۔

"کس سوچ میں گُم ہو؟ تم اس لئے ڈر رہی ہو کہ وہ معاشرے کے لئے باعث شرمندگی ہے'

ایک ڈی ایس پی کی بیٹی ہو کر تم ایک بدمعاش سے

کیسے محبت کر سکتی ہوں۔ یہ سوچ کھائے جا رہی ہے نا۔"

شزا نے اس کا ہاتھ تھامتے ہوئے بڑے ہی نرمی سے کہا تھا۔ رمشا گھبرا کر اسے دیکھنے لگی' یہ لڑکی کیا چیز ہے۔

"تم کون ہو بہن؟" اس نے ہاتھوں کو ہلکہ سا ہلا کر اس سے استفار کیا۔ شزا کے سنجیدہ چہرے پہ شرارتی مسکان آگئی۔

"نجومی! کم آن یار ابھی تو بولو تمھارا دل کا حال تمھارے چہرے پہ عایا ہو جاتا ہے زرا قابو کرو' اگر تم چاہتی ہو کہ خاموش محبت خاموش ہی رہے۔" رمشہ نے زور سے نفی میں سر ہلاتے ہوئے اس کی بات ہر ایک بار پھر نفی کی اور اُٹھ کر اب برتن سمیٹنے لگی اس نے ٹیبل کے پاس پڑا ابزر اُٹھایا اور اسے دبایا تاکہ ملازم نیچے سے آکر اسے اُٹھا لے۔

"اللہ میرے خیر یہ بتاؤ عینہ کی شادی کی ڈیٹ بھی خاصی قریب ہے۔ تم نے کوئی شاپنگ کی؟"

شزا سمجھ گئی' لاکھ کوشش کر لے وہ کم سے کم آج کی تاریخ میں وہ نہیں بتانے والی یا اعتراف کرنے والی کہ وہ سکندر کی محبت میں بہت بُری طرح گرفتار ہے۔ اس نے موضوع تبدیل کرنا مناسب سمجھا۔ اس کی بات پر رمشا نے شکر کا سانس لیا مگر عینہ کی شادی کا سُن کر اس کے چہرے پہ اُداسی آگئی۔ ہاتھ ٹھوڑی پہ رکھتے ہوئے اس نے دوسری ہاتھ سے سامنے پڑی اپنے بابا کی فوٹو کی طرف اشارہ کیا۔

"بابا نہیں چاہتے کہ ہم اس کی شادی میں جائے' ان کا کہنا اگر جانا ہے تو صرف ممی جائے گئیں وہ بھی ایک دن کے لئے۔"

"او! انکل یہ ٹھیک تو نہیں کر رہے شی از یور فرسٹ کزن یار اور اب ان کو مزید تمھاری ماما کو سزا نہیں دینی چاہیے۔" رمشا نے ایک نظر اسے دیکھا اور پھر گہرا سانس لیتے ہوئے اس نے اسے بتایا۔

"بابا چاہ کر بھی مجھے نہیں بھیج سکتے' ان کی نظروں میرے پانچ سالا وجود آجاتا ہے جس کے گلے کے گرد موٹی سی پٹی باندھ دی جاتی ہے اور وہ زخمی وجود لئے 'ساتھ محرومی کا ٹیگ لگائے ان کو حوالے کر دی جاتی ہے کہ یہ لو آپ کی اکلوتی بیٹی جس کی زندگی میں خوشیوں کے رنگ کبھی نہیں آئے گے"

اس نے اشارے سے سمجھائے' شزا اس کی ہر ایک بات اس کی بنا اشاروں سے ہی سمجھ جاتی تھی۔

یہ تو پھر اشاروں والی گفتگو تھی۔

"مشی ایسے تو مت سوچو اور نہ ہی انکل کو سوچنا چاہیے اس کے بدلے تم کتنی انٹیلیجنٹ' سمارٹ اور بہادر لڑکی ہو۔ جو اس دُنیا کا ڈٹ کر مقابلہ کر رہی ہو۔ تمھارے اس پرسنالٹی پر کسی کی بھی آج تک ہمت نہیں ہوئی کہ تمھارے اس محرومی کا مذاق اُڑا سکے یا اس پر تبصرہ کرے اور اگر کسی نے کیا بھی ہے تو تم نے فرق نہیں جانا تو پھر انکل کیوں ایسا سوچتے ہیں۔" رمشا کی گنگھرالی لمبی سی لٹ اس

کے کانوں سے پھسل کر چہرے پہ آ گئی تھی جسے وہ کانوں کے پیچھے کرنے کے بجائے انگلیاں سے لپیٹ کر ان کے ساتھ کھیلنے لگی۔

"بیٹی کے باپ اور بیٹی کی سوچ میں بہت فرق ہوتا ہے ڈیر۔ ہم نہیں سمجھ سکتے ان کی وہ کیفیت جو ساری زندگی ان پر گزرتی ہے۔"

اس بات کا جواب پیچھے سے آیا تھا' دونوں نے مڑ کر دیکھا رمشا کی امی کھڑی ہوئی تھی۔ ان کے چہرے پہ اُداسی اس بات کا غماز تھا کہ وہ ان دونوں کی بات سُن چکی تھی۔ رمشا نے اس بات پر بھی شکر منایا کہ پہلی والی گفتگو کا جلد اختتام ہو گیا تھا۔ کیا واقعی اس گفتگو کا اختتام ہو گیا تھا۔ وہ سوچتی رہ گئی۔

※※※※※※

وہ اس وقت بالکل تیار' شاور سے ایک دم تازہ' بادامی شلوار قمیض میں ملبوس۔ آئینے کے سامنے کھڑا سپرے کر کے اپنے بالوں میں ہاتھ پھیر رہا تھا۔ بڑھی ہوئی داڑھی کو اس نے اس بار ٹرم نہیں کیا تھا' شاید مزید بڑھانے کا ارادہ رکھتا تھا۔ ابھی وہ گھڑی اُٹھا کر پہنے لگا تھا کہ اس کے وسیع کمرے میں دروازے کی ناک کرنے کی آواز گونجی۔

"آجاؤ! ۔"

اس کا۔ گھمبیر لہجے پہ ایک دم کسی نے دروازہ کھولا تو کوئی نیلے شرٹ اور خاکی پینٹ میں ملبوس خوش شکل نوجوان چلتا ہوا آیا۔

"اسلام و علیکم سر! فائینلی آپ آ گئے' آپ کو کوئی مسئلہ تو نہیں ہوا تھا۔" شائستہ لہجے میں کہتا وہ اچھا خاصا پڑھا لکھا معلوم ہو رہا تھا۔ سکندر نے ایک نظر اسے دیکھ کر برش اُٹھا کر اپنے گیلے بالوں کو سیٹ کرنے لگا پھر کہا۔

"ہوں ٹھیک تھا تم بتاؤ کوئی نئی خبر؟ میری غیر موجودگی میں تو سب ٹھیک رہا تھا نا جاوید۔"

"سب بالکل ٹھیک ہے سر مگر ابھی ابھی مجھے ایک خبر ملی شاید آپ کو اچھی نہیں لگے۔"

"سیدھا سیدھا بولا کرو' مجھے یہ پہلیوں اور سسپنس سے سخت نفرت ہے۔"

سرد مہری سے کہتا وہ برش رکھ کر گھڑی اُٹھا کر پہننے لگا۔

"سر وہ آپ کا کلائنٹ نہیں تھا وسیم اور واصف۔"

"ہاں تو کیا ہوا انھیں کیا پھر سے ڈیمانڈ کر رہے ہیں' اگر ایسا تو کہہ دو پہلے پچھلی کی رقم کا چیک تو حوالے کریں اس بار میں نے بالکل لحاظ نہیں کرنا یہ آج کل کی نوجوان مجھے بہت ہلکہ لیتی ہے بعد میں انھیں بتانا پڑتا ہے کہ میں بھی انھیں کا باپ ہوں۔"

"نہیں سر ایسی بات نہیں ہے انھوں نے تو چیک اکاؤنٹنٹ کے حوالے کر دیا تھا' بس آپ کو بتانا یاد نہیں رہا اور دوسرا وہ آپ کو چھوڑ کر اب یہ سارا مال شفقت سے لینے لگے تھے۔"

اس بات پر صوفے پہ بیٹھتا سکندر نے تیزی سے اس دیکھا۔

"کیا مطلب؟"

اس کے کیا مطلب میں چٹانوں جیسی سختی تھی۔ جاوید ایک لمحے کے لئے گڑ بڑا گیا پھر ہمت کرتے ہوے بولا۔

"سر آج کل اس کی سپلائی ہانک کانگ میں بڑے پیمانے میں ہو رہی ہے اور آپ کو تو پتا ہے نا سر ایسے ڈرگز کے تو آج کل کی نوجوان نسل دیوانی ہے۔"

اس کے کہنے کی دیر تھی اور سکندر کی جیب سے نکلتا ریوالور جو پھرتی سے اس کے سامنے بڑی تیزی سے شوٹ کیا۔ کمرے میں گولی کی آواز نے در و دیوار کو ہلا کر رکھ دیا تھا مگر گولی بجائے جاوید کو لگنے کے سیدھا پانی کا جگ جو کہ سائڈ ٹیبل پہ موجود جا کر لگی تھی۔ جس کے باعث وہ چھن سے ٹوٹ کر ٹکڑوں میں بدل گیا تھا۔ جاوید تو جیسے کانپ گیا تھا اس کے لئے کھڑا رہنا تو جیسے محال ہو گیا' چہرے پہ سفیدی تو اس طرح آئی تھی جیسے کسی نے سفید پینٹ اس کے منہ پھینک دیا ہو اور دل وہ تو جیسے رُک گیا تھا۔ ریوالور کو تھامے اس کے نکلتے ہوے دھوئیں کو پھونک مار کر وہ اب خاصا نارمل دکھائی دے رہا تھا۔

"ہاں تم کچھ کہہ رہے تھے' سوری اچانک خیال آیا کہ میرا یہ ریوالور زرا صحیح کام نہیں کر رہا تھا تو سوچا ساتھ ساتھ باتوں ہی باتوں میں اسے ٹیسٹ کر لوں۔"

دُنیا کے سارے کمینے ایک طرف اور سکندر ایک طرف۔۔

اس نے دل میں کہا۔

"ارے تم گھبرا کیوں گئے یار' میں تمھیں کیا ایسا دِکھتا ہوں کہ تمھیں اتنی سی بات پہ مار دوں گا۔"اب وہ کچھ کہنے ہی والا تھا کہ دروازہ کھول کر بختاور اندر داخل ہوئی۔

"چندا! آپ کو کہا بھی ہے کہ بندہ ناک کر کے اندر آتا ہے۔"

اس کو پریشان سا آتا دیکھ کر سکندر سنیجدگی سے بولا تھا۔ وہ گھور کر ان کے ہاتھوں میں موجود ریوالور دیکھنے لگی۔

"ماما آپ نے پھر کچھ توڑا ہے نا؟"

وہ اندر آتے ہوئے ارد گرد دیکھتے ہوئے بولی تھی۔ سکندر نے انگلی اپنے پیشانی سے دبا کر اسے دیکھا۔ وہ جس کو اپنے کام مداخلت پسند نہیں ہوتی تھی اگر کوئی کرنے کی ہمت کرتا تھا تو دو سیکنڈ میں اس کا کام تمام کرتا تھا۔ ابھی بھی ایک سنیجدہ موضوع پہ گفتگو کر رہے تھے مگر اب بختاور کی موجودگی میں وہ کچھ نہیں کہہ سکتے۔ صرف اس چھوٹی کے آگے بے بس ہو جاتا تھا۔ ایک ہی تو تھی اس کی سب کچھ۔ جو اس سے پیار کرتی تھی یہ بھی جانے کے باوجود کہ وہ ایک غنڈا ہے۔ اسے کوئی فرق نہیں پڑتا تھا اور دُنیا' دُنیا تو لالچی تھی۔ جو اس کے سامنے میٹھی شہد لہجہ استعمال کرتے تھے در حقیقت سوائے خوف اور نفرت کے کوئی احساس وہ سکندر حدید کے لئے نہیں رکھ سکتے تھے۔

"میں بس ریوالور ٹرائی کر رہا تھا بچے! آپ کو آنے کی ضرورت نہیں تھی۔"

اس نے نرمی سے کہا تھا۔ جاوید قدرے پُر سکون ہو گیا۔ اس کی کمزوری سامنے تھی' جس سے اس کا غصہ بھی کم ہو جائے گا مگر وہ جانتا تھا سکندر ایک دم باتیں بھلا دینے والوں میں سے نہیں اور خاص کر وہ باتیں جو اس کے کام کے حوالے سے ہو۔

"یہ طریقہ ہوتا ہے' اتنا بڑا لان ہے ہمارا وہاں کیوں نہیں کرتے' دیکھا جگ توڑ دیا آپ نے' کس بات کا غصہ چڑھا تھا آپ کو اور دیوار بھی ساری گندی کر دی۔"

وہ کہتے ہوئے آگے بڑھ کر کانچ کے ٹکڑے اُٹھانے لگی تھی کہ سکندر پھرتی سے اُٹھا اور اس کی طرف آ کر اس کا بازو پکڑا۔

"یہ کیا کرنے لگی تھی' کانچ چُب جاتا تو۔" اس کے غصے سے کہنے پر بختاور نے اپنی آنکھیں گھمائیں۔

"اللہ! ماما آپ بھی نا مجھے بہت ہی بچہ سمجھا ہوا ہے۔پتا نہیں جب آپ کی بیوی آئے گی تو اس کا کیا ہو گا۔"

اس کے کہنے پر سکندر کے ماتھے پہ بل آ گئے۔

"بچی ہو میرے لئے اور بیوی کا کہاں سے ذکر کوئی نہیں آنے والی۔"

اس کے کہنے پر اب بختاور کے چہرے پہ شکن آ گئے۔سکندر نے آنکھیں گھماتے ہوئے مڑا اور جاوید سے مخاطب ہوا۔

"تم جاو! صاف کروانے والے کو بھیجو بعد میں بات کرتے ہیں۔"

اس کے ایک اشارے کی دیر تھی اور جاوید کمرے سے باہر۔

"کیا مطلب ماما آپ کو پتا ہے آپ کی عمر کیا ہو گئی ہے؟آئینے میں بھی جا کر دیکھیں داڑھی تک سفیدی کی طرف جا رہی ہے۔"

"اب تو چھوٹے بچوں کے بال اور داڑھی سفید ہونے لگیں ہیں۔میری تو پھر نہ ہونے کے برابر ہے بخت!۔"

وہ اب کُرسی پہ پر جمان ہو گیا تھا اور ٹانگوں کو دوسرے گھٹنے پہ رکھتا اسے دیکھ رہا تھا۔

"بتیس!! بتیس سال عمر ہے آپ کی چند ماہ بعد تینتیس کے ہو جائے گے۔"وہ چل کر بستر کے سامنے والے چھوٹے سے صوفے پی بیٹھی تھی۔

"جب ہونا ہی ہے تو اتنی ٹینشن کیوں لی رہی ہو؟۔"

"ماما شادی کی عمر گزر رہی ہے۔" اس نے اپنے سلکی بالوں کی لٹوں کو اپنے چہرے کے گرد سے ہٹایا
۔

"تو گزرنے دو' ویسے بھی جب کرنی ہی نہیں ہے تو کیا ٹینشن! تمھاری عمر ہونے والی ہے میں کیا کرتا ہوا اچھا لگوں گا۔"

"میرے اللہ۔"

اس نے سر پہ بے اختیار ہاتھ مارا۔

"میں ابھی بچی ہوں ماما! کیا ہو گیا ہے آپ کو؟ دیکھیں میں اب کسی اپنے کی شادی انجوائی کرنا چاہتی ہوں میرے خاندان میں صرف آپ کے علاوہ کوئی نہیں ہے۔ میری دوست سفینہ اس کی بہن کی شادی ہوئی بائے گاڈ اتنا غصہ آیا جب وہ اپنے تیاریاں بتا رہی تھیں اوپر سے ڈھیر سارے فنکشن' اب تو اس کی بھائی کی بھی منگنی ہو گئی ہے اب تو اس کی بھی گفتگو کہ ایسا کر رہے ہیں ویسے کر رہے ہیں پھر کہنے لگی میں تو یہ پل انجوائی نہیں کر سکتی کیونکہ میرے خاندان میں تو کوئی ایسا نہیں ہے جو شادی کرے۔ مطلب حد ہو گئی اتنے بڑا گبرو جوان ماما اس اندھی کو نظر نہیں آ رہا تھا۔" وہ بولی جا رہی تھی اور سکندر بڑے ہی دلچسپی سے کہنی کُرسی کے بازو سے ٹکائے ہاتھ چہرے پہ ہاتھ رکھے اسے سُنے جا رہا تھا۔ آخری بات پہ مسکرا کر او بولتے ہوئے کہنے لگا۔

"یہ چکر ہے تبھی میڈم کو میری شادی کی پڑی ہے' میں بھی سوچوں یہ کچھ دن سے شادی' بیوی پر اتنا زور کیوں دیا جا رہا ہے۔"

"ماما پلیز نا! شادی کر لیں نا!۔"

"بھئی کوئی میرے ٹائپ کی نہیں ہے تو میں کیسے کر لوں؟ دوسرا دُکھ نہیں ہو گا کہ تمھارے حصہ کا پیار کوئی بانٹنے آ رہا ہے۔"

"او ایک تو آپ کی ٹائپ کیا ہے مجھے زرا بتائیں؟ کبھی آنکھ اُٹھا کر صنف نازک کو ایک نظر دیکھا ہو آپ نے!! دوسرا سب اپنے اپنے پیار کا حصہ رکھتے ہیں کوئی کسی سے شیر یا چھینتا نہیں ہے۔ سب کا

اپنا مقام ہوتا ہے اور آپ کے ہوتے ہوئے یہ خوف مجھے بالکل بھی نہیں اب تو میرے ماں باپ سب کچھ ہو۔"

اس کی بات پر سکندر مسکرا پڑا۔اس نے ہاتھ آگے کرتے ہوئے کہا۔

"اِدھر آو۔" بختاور نے آگے بڑھ کر اس کا ہاتھ تھاما اور پھر زمین پہ بیٹھ گئی۔ سکندر نے نفی میں سر ہلاتے ہوئے اس کا ہاتھ چھوڑا اور خود بھی کُرسی سے اُٹھ کر زمین کے بل بیٹھ گیا۔بختاور کہے بغیر نہ رہ سکی۔

"ماما! اوپر بیٹھیے ابھی آپ تیار ہوئے تھے۔" سکندر نے پیار سے اس کے گال کھینچے۔

"کوئی بات نہیں بچے۔ کبھی کبھار انسان کو اپنے پاؤں زمین میں رکھ لینے چاہیے۔"

"لیکن پیر تو پہلے سے ہی زمین میں ہوتے ہیں ماما۔"

سکندر ہنس پڑا۔

"زمین میں ہوتے ہیں بیشک مگر بعض اوقات انسان کو ایسے نشے کی لت لگ جاتی ہے کہ وہ پھر خود کو ہواؤں میں اُڑتا ہوا محسوس کرتا ہے اب چاہیے یہ اصل والا نشہ ہو، دولت کا نشہ یا شہرت کا بس ہوش ہی اڑا دیتی ہے اور جب ہوش آتا ہے تو کھڑے ہونے کے لئے زمین بھی موجود نہیں ہوتی۔"

وہ کسی ٹرانس کی کیفیت میں بولے جا رہا تھا۔

"ماما کیا ہو گیا کیسی عجیب عجیب باتیں کر رہے میں یہاں پر آپ کی شادی کی بات کر رہی ہوں آپ نشے کی۔ لگتا ہے پولیس والے نے آپ کو زبردستی منوانے کی کوشش کی تھی کہ آپ ہی ڈرگ کی سپلائی کرتے ہیں۔"

"ہاں تو نہیں کرتا۔"

"کیا! ۔"

سکندر ایک دم گڑ بڑا گیا۔

"میرا مطلب ہے لوگوں کو اپنے ہوش ربا شخصیت سے مدہوش نہیں کر دیا! سمجھو ایک طرح سے نشہ ہی سپلائی کر رہا ہوں۔"

"اُف ماما بات کو مات گھمائیں میں اپنے مدعے سے نہیں ہٹوں گی۔" سکندر نے بے اختیار اپنی گردن کے پچھلے حصے کو ہولے سے دباتے ہوئے' لب کاٹتے ہوئے اس سے گویا ہوا۔

"شادی بھاری ذمہ داری ہے۔"

"لو جی جو دُنیا کی ذمہ داری اُٹھاتے ہیں انھیں شادی جیسا بندھن جس میں ایک لڑکی کی ذمہ داری اُٹھانے ہیں وہ بھاری لگ رہا ہے۔"

"بات صرف لڑکی کی نہیں پورے خاندان کی ہوتی ہے۔"

اس نے گھٹنے پہ اب بازو ساتھ والے صوفے پہ رکھتے ہوئے بے پروائی سسے کندھے اچکاتے ہوئے کہا

۔

"کیوں آپ اس کے گھر والوں کو بھی پناہ دیں گے۔" بختاور کے کہنے پر وہ ہنس پڑا۔

"وہ بات نہیں ہے بس کچھ چیزیں آپ پر لاگو ہو جاتی ہیں کہ آپ نے وہ چیزیں لازمی کرنی ہیں اور میں کسی قسم کے پابندی اپنے اوپر نہیں برداشت کر سکتا۔دوسرا مجھے بولتی ہوئی لڑکیاں سخت زہر لگتی ہیں۔"

"ایدھی سینٹر سے آپ کے لئے کوئی یتیم اور گونگی لڑکی نہ لے آوں؟"

اس نے گویا جل کر کہا سکندر کا قہقہ بے اختیار پورے کمرے میں گونج اُٹھا۔

"آئیڈیا بُرا نہیں ہے۔" اس نے گویا بختاور کو چڑایا۔

"اس وقت مجھے آپ سب سے زیادہ بُرے لگ رہے ہیں۔مان کیوں نہیں جاتے۔"

"اچھا تم ڈھونڈو تو کر لوں گا مگر لڑکی گونگی لازمی ہونی چاہیے' کم سے کم وہ سکندر بھا سے بحث نہیں کرے گی۔

"اُف بھاجی آپ سے ویسے بھی اس نے بعث نہیں کرنی تھی پھر اگر وہ گونگی ہو اور گونگی نہ ہو۔"

"مطلب؟"اس نے اس کی عجیب بات پر بے اختیار کہا۔

"میرا مطلب بولتی نہ ہو مگر بولتی بند کرنے کی صلاحیت رکھتی ہو۔"

اس کی بات پر سکندر کی مسکراہٹ گہری ہو گئی۔

"ایسی کوئی بھی نہیں جو میری بولتی بند کر سکے۔"

"اچھا! "

"جی اچھا۔" اس نے بختاور کی ناک دباتے ہوئے کہا۔

"چلیں آئے آپ کی فیورٹ بٹر چکن کے ساتھ ساتھ دیسی گھی والی روٹی بنوائی ہے۔"اس نے سکندر کا ہاتھ پکڑتے ہوئے' اُٹھ کر کہا۔

"تم نے ایک دم سے بنالیا مگر جہاں تک مجھے معلوم ہے میری بخت کو چائے کے علاوہ کچھ نہیں بنانا آتا۔" وہ شرارت سے کہتے ہوئے اُٹھا۔

"مذاق اُڑالیں آپ! ایک دن بنانے گئی تھی' ہاتھ جل گیا تو آپ نے کچن پر پابندی لگادی۔اب میں کہاں سے سیکھوں۔"

سکندر نے اس کے گرد بازو پھیلائے اور اس کے ساتھ چلتے ہوئے بولا۔

"پکانے کی ضرورت ہی نہیں ہے۔تم اس محل کی شہزادی ہو' شہزادیاں کام نہیں کرتی۔"

"یار ماما! "

اس نے آنکھیں گھمائیں' سکندر ہنس پڑا۔

※※※※※※

حدید عالم کے ڈرائینگ روم میں اس وقت جمال عظیم بیٹھے حدید عالم سے گفت وشنید کر رہے تھے۔ دونوں کے چہرے پہ گہرا اضطراب تھا۔موضوع گفتگو سکندر ہی تھا۔جمال عظیم پانی کا گلاس ساتھ والے ٹیبل پہ رکھتے ہوئے ان کو دیکھنے لگے جو کسی گہرے سوچ تھے۔

"حدید صاحب میرے خیال ہے اس کو رنگے ہاتھوں پکڑنے کا ایک طریقہ ہے۔"

جمال عظیم کی گھمبیر لہجے پر وہ اپنی سوچ کی دُنیا سے باہر آئے' گردن موڑی ان کا چہرہ دیکھا۔

"کیا طریقہ؟ سولہ سال سے وہ اس کام میں ملوث ہے!! وہ اور اس کا مائی باپ کو آج تک سخت سے سخت سزا نہیں ملی۔اب کیا انھوں نے پکڑے جانا۔چاہتا تو میں فیصلہ کر سکتا ہوں مگر پھر لوگ مجھے کہے گے کہ میں نے کسی بے گناہ کو سولی پہ چڑھا دیا۔"

"اب ہم تو بھرپور کوشش کرتے ہیں' بس وہ چیز ہاتھ نہیں آرہی جس سے وہ مجرم ثابت ہو' کبھی کبھار تو ایسا لگتا ہے کہ وہ اس چیز میں ملوث ہی نہیں خوامخواہ وقت برباد کر رہے ہیں پھر سمجھ میں آتا ہے یہی تو ایسے شاطر لوگوں کی چال ہوتی ہے کہ ہم ان پر کھوج لگاتے ہوئے اتنا گھن چکر ہو جائے کہ بلاآخر ان کو انھیں کے حال پر چھوڑ دیں یا

پھر انھیں بے قصور سمجھ کر آگے بڑھ جائے اور ہمارے ملک میں تو ہمیشہ سے ایسی ہی ہوتا آرہا ہے۔

سارا کھیل ہی پیسے کا ہے پیسہ ہے تو بسات آپ کے ہاتھ میں' پیسہ نہیں تو شہ مات۔"

جسٹس حدید اب قدرے بے زار دکھائی دے رہے تھے۔ان کی بات کاٹتے ہوئے بولے۔

"بہر حال جو کچھ بھی ہے۔میرے لئے اب یہ سب برداشت سے باہر ہوتا جارہا ہے۔کسی بھی طریقے سے مجھے یہ جیل میں چاہیے وہ بھی ہمیشہ کے لئے نہ کے اس طرح کے روز روز کے تماشے کی طرح وہ حاضری لگاتا پھرے۔" ان کے قطعاً لہجے پر جمال عظیم کو یقین ہی نہیں آرہا تھا کہ یہ اسی کے باپ ہے جو اپنے بیٹے کو سزا دلانے کی زور توڑ کوشش کر رہے تھے۔باپ تو اپنی اولاد کے عیب چھپاتے ہیں' اولاد چاہیے جیسی بھی ہو! وہ کسی بھی صورت اسے جہنم نہیں دھکیل سکتے۔گزرتا وقت اتنا بے حس ہوتا جارہا ہے کیا۔شاید ہاں۔آج ان کی اصول کے پکے ہونے اور سب کے لئے انصاف کرنے والے کا ثبوت انھیں مل گیا تھا۔

"میں کچھ دن کراچی جارہا ہوں۔میرے بہنوئی اور دوست ہیں ڈی ایس پی روف امجد! وہ اس کیس میں ہمارا ساتھ دینے کے لئے اگر تیار ہو گئے تو پھر آگے کا کوئی مسئلہ نہیں ہے۔بس یہ مقدر کا سکندر بہت جلد جیل کی سلاخوں میں ہو گا۔"

ان کے مضبوط لہجے پر حدید عالم بس خاموشی سے انھیں دیکھتے رہے۔

مزید چند باتوں کرنے کے دوران جمال عظین کا اچانک موبائل بج اُٹھا۔اسے اُٹھاتے ہوئے جو انھیں خبر ملی اس سے ان کے ماتھے پر بل آ گئے۔

لب اور بھنویں بھی تیزی سے بھینچے گئے۔ان کے بدلتے ہوئے تاثرات پر حدید عالم نے بہت غور کیا تھا۔جب انھوں نے دو چار باتیں کر کے دس منٹ میں آنے کا کہا اور فون بند کر کے ان کی طرف متوجہ ہوئے۔

"میں اب چلتا ہوں جسٹس صاحب! اصل میں ایک کیس آیا اور خوشی کی خبر یہ ہے کہ اس کا تعلق سکندر سے ہی ہے۔"

ان کی بات پر حدید عالم چونک اُٹھے۔

"کیا مطلب؟"

"مطلب یہ کہ ابھی مجھے خبر آئی ایک لڑکا جو مشہور پرائیوٹ یونی ورسٹی کا طالب علم تھا۔اس کی کل رات کے پہر ڈیتھ ہو گئی۔ہوسٹل میں رہتا تھا۔دوست وغیرہ فنکشن میں گئے ہوئے تھے۔رات کو واپس آئے تو زمین پہ گرا ہوا ملا۔ہوسپیٹل لے کر گئے' پتا چلا ہی از نو مور۔"

"او ویری سیڈ! مگر اس کا اور سکندر سے کیا تعلق ہے۔" ان کے کہنے پر وہ ہلکہ سا مسکرائے۔

"ہے تعلق بہت بڑا تعلق ہے۔ڈاکڑ اور پوسٹ مارٹم کی رپورٹ کے مطابق اس بچے کو ہارٹ اٹیک ہوا تھا۔"

"اتنی سی عمر میں ہارٹ اٹیک؟" وہ ایک دم آنکھیں پھیلاے بولنے لگے۔

"جی بالکل پہلے تو ان کا کہنا تھا کہ جنیٹک ہے پھر بعد میں ان کا کہنا تھا کہ یہ منشیات کا بہت استعمال کرتا تھا اور بڑے پیمانے میں کرتا تھا اور یہ کوئی عام ڈرگ بالکل نہیں تھی یہ وہ ڈرگز تھی جو باہر کے ملک سے پائی جاتی ہیں اور یہاں کی سپلائی ہمارے مطابق تو صرف ایک شخص کرتا ہے۔"

ان کی ساری بات پر حدید عالم کے چہرے پر دُکھ کے ساتھ ساتھ نفرت کا تاثر بھی آ گیا تھا۔ان کے بیٹے کی وجہ سے آج ایک اور معصوم بچے کی جان چلی گئی۔اب تو وہ کسی حال میں اسے نہیں بخشے گے
۔

"میں اب ہو سپیٹل جا رہا ہوں۔اس کا ایک دوست ہے اس سے زرا تفتیش کریں گے۔گھر والوں کسی قسم کے بیان کے لئے تیار نہیں ہیں مگر یہ سب تو کرنا ہی ہے خیر جیسے ہی اس کے خلاف مجھے کچھ ملتا ہے۔میں آپ کو خبر کرتا ہوں۔"

یہ کہتے ساتھ ہی وہ اُٹھ پڑے جب کہ حدید عالم کے اندر گہرا سکوت پھیل چکا تھا۔

"یہ تم نے کیا کر دیا شیر !! "

ایک سوال ان کے دل سے نکلا تھا۔کے یہ آخر تم نے کیا کر دیا۔

※※※※※※

نماز کے لئے جیسے ہی اس نے سلام پھیرا تھا۔بیڈ میں موجود اس کا موبائل بج اُٹھا۔مسج کی بیپ تھی۔

کوئی اس کو فون کرنے سے تو رہا۔

جلدی سے دعا مانگ کر اس نے جائے نماز کو فولڈ کیا اور بیڈ سے فون اُٹھایا۔واٹس ایپ مسیج حسب معمول عینہ کا ہی آیا تھا۔

"تم نے اپنے بابا سے بات کی؟"

رمشا نے اپنے آنکھیں اس بات پر بند کی پھر کھولتے ہوئے دوپٹے کو ڈھیلا کر کے اس نے ٹائپ کیا
۔

"نہیں ! ۔" جواب فوراً آیا۔

"کیوں؟میں نے تمھیں کہا تھا' مشی تھوڑے دن رہ گئے ہیں۔اب تو گھر میں مہمانوں کی بھی آمد ہونے لگی ہیں اور تم اور پھوپھو نے تو بس ٹھان لی ہے نہ آنے کی۔" اس کا اتنا لمبا مسیج پڑھ کر

رمشا کا دل اُداس ہو گیا۔ مسیج لکھ کر اس نے ایک نظر ٹائم کو دیکھا۔ سات بج رہے تھے۔ بابا کے آنے کا وقت تھا۔ مسیج سینڈ کرنے سے پہلے ہی ایک اور مسیج آ گیا۔

"اچھا اب سوری شوری مت کہنا! کیونکہ میں معذرت بالکل بھی قبول نہیں کرنے والی۔ میں نے حداد چاچو سے بات کی ہے۔ وہ میری اس سلسلے میں مدد کر رہے ہیں۔"

اس کا مسیج پڑھتے ہی رمشا کا دماغ بھک سے اُڑ گیا۔

"تمھارا دماغ خراب ہے! تم ہانی ماموں کو کیوں کہا ہے یہ سب کرنے کے لئے۔ جانتی بھی ہو وہ پہلے سے بہت ڈسٹرب رہتے ہیں اور اب تم نے مزید انھیں ڈسٹرب کر دیا۔"

اس نے مسیج ٹائپ کر کے فوراً بیڈ پہ پٹھکا۔ ہانی ماموں کے فکر سے اسے عینہ پر غصہ آ رہا تھا۔ دوپٹے کو اب اس نے سر سے اُتار کر آئینے میں اپنے آپ کو دیکھا پھر بالوں میں انگلیاں پھیرتے دوبارہ سے فون اُٹھایا۔ عینہ نے مسیج سین کر دیا تھا مگر آگے سے جواب نہیں دیا تھا اور اب وہ آن لائن بھی نہیں تھی۔ اُف کیا کروں میں اس لڑکی کا؟ کوئی نہ کوئی مصیبت کھڑی کرے گی۔ ممانی سے بات کرنی ہو گی۔

واٹس ایپ کی ایپ بند کرتے ہوئے۔ اس نے فون کو ایسے ہی سوائپ کرنا شروع کر دیا۔ کچھ سوچتے ہوئے اس نے گیلری کو کھولا۔ اپنے پرائیوٹ

البم کھولی تو بھرمار تصویریں ایک ہی شخص کی آ گئیں اور وہ شخص اور کوئی نہیں 'سکندر حدید' ہی تھا۔ زیادہ سے زیادہ تو اس نے گوگل سے سیو کی' کبھی کبھار جب اس کی نیوز چلتی تو وہ چھپکے سے لے لیتی آج کل تو وہ نیوز میں کچھ زیادہ ہی آ رہا تھا۔ اس لئے بے شمار تھی پھر رمشا کی بنائی ہوئی پینٹنگ بھی جو کہ اسی کی تھی۔ وہ بھی لاتعداد تھی۔ رمشا نے اس کی ساری تصویریں سکرول کرتے ہوئے ایک تصویر

پہ کلک کیا۔ یہ اس کی پہلی تصیور تھی جو رمشا نے سال پہلے سیو کی تھی۔ اس وقت کرتے ہوئے اس نے خود کو کافی بار ملامت کی تھی مگر دل کہہ رہا تھا ایک ہی تصویر ہے اس سے کوئی فرق تھوڑی

پڑے گا ویسے بھی محسن ہے وہ اس کا' رکھ والا ہے اگر رکھوا لے کی ایک تصویر بس صرف ایک تصویر رکھنے میں کیا حرج ہے۔اسی طرح ایک تصویر سیو کرتے کرتے ایک سو ایک تصویریں اس کے پرائیوٹ االبمز میں جمع ہو چکی تھیں۔

اس میں سکندر سفید شلوار قمیض میں ملبوس' بازو کو کہنیوں تک فولڈ کیے' آنکھوں میں کالا چشمہ لگائے۔ نظر لگ تک جانے والا حسین لگ رہا تھا۔وہ اس کُرسی پہ بیٹھا ہوا کس سے گفتگو کر رہا تھا اور یہ اس کا کسی نے کنیڈٹ شاٹ لیا تھا۔ہر دُنیا سے بے نیاز وہ کسی کے اس وقت دل میں بُری طرح اُتر رہا تھا۔رمشا اس کی بے نیازی والے انداز کو دیکھتے مسکرا پڑی۔ہائے کاش وہ اس محسن سے ایک بار پھر مل لے۔بس ایک بار اور زندگی سے اسے کچھ نہیں چاہئیے۔

مسکراتے ہوے اس نے فون بند کر کے رکھا اور اپنے بازو کو دیکھا۔جہاں دو چھوٹے نیشان جو کافی مدھم ہو چکے تھے اسے کسی کی یاد دلاتے ہیں۔اس نے ان نیشان پہ ہاتھ پھیرا تو ایک دم گھبرا گئی۔ لمس کی شدت اب بھی محسوس ہو رہی تھی۔

"اوئے بی بی تم ٹھیک ہو نا' آنکھیں کھولو۔آنکھیں بند مت کرنا۔"

بھاری 'گھمبیر آواز سے ایک دم اسے جھرجھری آئی۔ابھی اس نے نماز پڑھی اور ابھی ایک نا محرم کا سوچ رہی ہے۔ تیزی سے اُٹھ کر اس نے چپل پہنے' دوپٹے کو ٹھیک کیے وہ نیچے کی طرف بڑھی۔ نیچے سے امی ماسی کو ہدایت دی رہی تھی۔اس وقت ہیدائت امی تب دیا کرتی تھی۔جب کوئی آنے والا ہوتا تھا۔تو کیا کوئی آ رہا ہے۔ سڑھیوں کے قریب پہنچ کر امی کی طرف دیکھا جو ساری باتیں سمجھا کر مڑی اور اسے دیکھتے ہوے چونکی پھر مسکرائی۔

"نماز پڑھ لی چندا نے؟"

رمشہ ہلکہ سا مسکرائی پھر اس نے سر اثبات میں ہلایا۔

"چلو اب فٹافٹ اوپر جاو اور اچھا سا تیار ہو کر آو۔"ان کی بات پر اسے سمجھ آ گئی مطلب کوئی آنے والا ہے۔

"کون؟"

ہاتھوں سے گویا پوچھا گیا۔

"تمھارے بابا کے دوست اور ان کی فیملی دوبئی سے آرہی ہے۔چند دن ہماری طرف رہے گے۔"

اس کی بات پر رمشا کا چہرہ اُتر گیا۔امی نے اس کے تاثرات بھانپ لئے۔

"کیا بات ہے مشی؟" رمشا نا انھیں دیکھا تو پھر اس نے سامنے کلینڈر کی طرف اشارہ کیا۔انھوں نے حیرت سے اسے پھر سامنے کلینڈر کو دیکھا۔

آپ بابا سے بات کیوں نہیں کرتی'عینہ کے دن بہت قریب ہیں۔وہ بضد ہے۔امی ایسا اچھا لگتا ہے کسی کا دل دکھا کر۔

امی سمجھتے ہوے اسے دیکھ کر کچھ کہنے لگی کہ رمشا نے انھیں اپنی زبان میں سمجھتے ہوے' ہاتھ نیچے گرائے۔

"مشی تم جانتی ہوں۔اس معاملے میں بالکل بے بس ہوں اور میں کیوں نہیں چاہوں گی کہ میں اپنے پہلی بھتیجی کی شادی اٹینڈ کروں۔"

ان کے لہجے میں دُکھ کی لہر شامل تھی۔رمشا نے تھوڑی دیر کے لئے آنکھیں بند کیں پھر کھول کر اس نے انھیں کہا۔

عینہ' ہانی ماموں سے مدد لے رہی ہے۔

"کیا کہہ رہی ہو؟"

اُداسی اور پریشانی میں وہ کبھی کبھار مشی کی زبان سمجھ نہیں پاتی تھی۔

رمشا نے تحمل سے لب دبائے' آیا انھیں بتائے یا نہ بتائے مگر یہ بھی ضروری تھا۔ورنہ اگر کوئی مسئلہ ہو تو امی کا اس کا علم ہونا ضروری ہے۔

امی! عینہ ہانی ماموں کی مدد لے رہی ہے تاکہ وہ بابا کو کنوینس کر سکے۔

امی نے کو جب سمجھ آئی تو ان کا چہرے کا رنگ فوراً بدلہ۔

Do not copy without Author's permission

"کیا! "

※※※※※※※

"کیا سچ میں پاپا کل کراچی جا رہے ہیں۔"

ہانی نے سر کو ہولے سے جنبش دی۔عینہ کا خوشی سے چہرہ دمک اُٹھا۔خوشی کے مارے تو آنکھیں نم ہو گئیں اُٹھ کر اس نے بڑھ کر حداد کے گلے میں باہیں ڈالی۔

"تھینک یو تھینک ہو سو مچ چاچو یو ر دی بیسٹ چاچو اوی ور۔"

حداد نے الجھن سے اسے دیکھا۔

"زیادہ مکھن مت لگاو' ایک ہی تمھارا چاچو ہوں۔اس کی بات پر عینہ نے سر حداد سے ٹکرایا۔حداد نے غصے سے سی کی۔

"کیا کر رہی ہو یہ خبر سُن کر تم پاگل ہو گئی ہو۔"

""حسن چاچو بھی تو ہیں مگر صحیح کہتے ہیں وہ نہ ہونے کے برابر ہیں تو پھر میرے ایک ہی چاچو ہیں لیکن اتنے اچھے اتنے اچھے شاید ہی کوئی ہوا ہو۔آئیم سو ہیپی۔ہائے میں نے پہلے آپ کا فائدہ کوئی نہیں اُٹھایا۔"

اس نے اب حداد کو چھوڑ کر اس کی طرف دیکھا۔جہاں پر سنجیدگی ہنوز تھی۔

"کبھی تو مسکرا لیا کریں۔"

"آج تک کبھی یہ مسکرائے ہیں جو اب مسکرائے گے۔"

کسی کی تلخ آواز پر عینہ نے صرف گردن موڑی دیکھا تو حذیفہ فائل پکڑے کھڑا ہوا تھا۔

"ذیفی تمھیں پتا ہے کہ کون آنے والا ہے؟"اس کے تلخ لہجے کو نظرانداز کرتی عینہ چہکتے ہوئے بولی

۔

"جی اور مجھے پتا ہے جس کے لئے تم خوش ہو رہی ہو وہ بابا یا چاچو کے اصرار کے باوجود نہیں آئے گے۔اس لئے زیادہ خوش ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔"

لہجہ اب بھی کڑواتھا۔حداد خاموش رہا۔عینہ نے اسے گھورا۔

"کم سے کم اچھا نہیں بول سکتے تو بکواس کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔کیا کر رہے ہو یہاں۔"

اب اس کو یہ انداز نہیں بھایا تھا۔

"ابو نے بھیجا تھا کہ فائل چاچو کو دے دیں سٹڈی کے لئے۔"

"ہاں تو دو۔" اس سے چھینتے ہوئے وہ چاچو کو دینے لگی۔

"یہ لیں چاچو۔"

حداد نے سر اُٹھایا' اس نے نظر کا چشمہ پہنا ہوا تھا۔جس میں اس کی آنکھ موجود نہیں تھا اس طرف اس نے کور لگا ہوا تھا۔

"کیا ہے یہ؟" لہجے انتہائی دھیما تھا کہ عینہ اور حذیفہ بامشکل ہی سُن پائے تھے۔

"مجھے نہیں پتا خود دیکھ لیں۔"

وہ سرد مہری سے کہتا مڑ گیا۔عینا نے اس کی پشت کو گھورتے ہوئے دیکھا' جواب منظر سے غائب ہو گیا تھا۔

"دیکھو عینہ کیا ہے؟" حداد کی بات پر عینہ نے سر اثبات میں ہلایا۔

"آپ خود کیوں نہیں دیکھ لیتے۔"اس نے فائل ایک بار پھر ان کی طرف بڑھائی' مگر حداد کے تیز آواز پر اس نے حیرت اور گھبراہٹ کے ملے جلے تاثرات سے فائل کھولی۔ڈاکٹر کی رپورٹ تھی! اس نے صفحے پلٹے تو ایک لڑکے کی تصویر تھی یہی اس کا ہم عمر یا اس سے چھوٹا۔اس کی شاید کیس ہسٹری تھی یعنی یہ پیشنٹ کی فائل تھی۔

اس نے حداد کو دیکھا جو ٹیبل کو بڑے غور سے دیکھ رہا تھا۔عینا نے سوچا آیا انھیں دے یا نہ دے۔

لب دبائے وہ سوچ جا رہی تھی' جب حداد نے گردن اُٹھائے بغیر پوچھا۔

"کسی پیشنٹ کی کیس ہسٹری ہے نا۔"

اس کے لہجے میں پتا نہیں کیا تھا کہ عینہ ڈر گئی۔

"اور یہ بھیانے بھیجی ہے ناتا کہ وہ میرا مہمانوں کے سامنے مذاق اُڑائے۔" حداد نے سیٹ کو سختی سے تھام لیا تھا۔

"نہیں چاچو' چاچو کام ڈاؤن! " مگر حداد نے کہاں کام ہونا تھا۔ وہ پھرتی سے اُٹھا' فائل چھپٹی اور تیزی سے کمرے سے ہوا کے جھونکے کی طرح غائب۔ عینہ کی ٹانگیں کانپ اُٹھی۔ نہیں پھر سے نہیں چاچو تو نارمل ہو رہے تھے مگر اس کی غلط فہمی تھی' حداد کے چہرے پہ ایک خول تھا جو اس نے زبردستی گھر والوں کی خاطر' اپنا نہ تماشہ بنانے کی وجہ سے اپنایا ہوا تھا مگر جب وہ بے بس ہو جاتا تھا تو خول یا تو خود بخود اُتر جاتا تھا یا اس کا اندر کا بھیڑیا اسے خود اُتار کر پھینک دیتا تھا۔

اس پہلے کہ وہ کچھ کرے عینہ بھاگ۔

اس نے خود سے کہا اور

وہ تیزی سے بھاگی۔

شرینہ اپنے کمرے کے دروازے کو آدھا کھولے' اس کے سڑھیوں سے اُترنے کا انتظار کر رہی تھی۔ اوپری تیسری منزلہ صرف حداد کا تھا۔ کسی کو بھی وہاں جانے کی اجازت نہ ہوتی جب تک حداد اجازت نہ دیں۔ عینہ بھی حداد کے بلاوے پر اوپر گئی تھی۔ دوسری منزلہ پر سارے بچہ پارٹی تھے اور نیچے والا پورشن سب بزرگ اور بڑوں کا تھا۔ اس وقت نیچے منزلہ پر بائیں جانب کہ لاؤنج میں جمال عظیم بیٹھے چائے کا سپ لے رہے تھے سورماں اور شرینہ کے ابو سے گفتگو کر رہے تھے۔ کچن میں عینہ کی امی' شرینہ کی امی' روشی اور دادی بوا موجود تھیں۔ حداد کو فائل کسی اور نے نہیں شرینہ نے بھیجی تھی۔ وجہ یہ تھی کہ نیچے وہ بھی اب کے ساتھ موجود تھی۔ جب اچانک جمال انکل نے اس سے ایک کیس کے بارے میں بتایا۔ جس کے دو دن پہلے ہی ڈیتھ ہو چکی تھی۔ مزید تفصیلات جان کر شرینہ کے ابو بول اُٹھے۔

"اسے کیا پتا ہو گا یہ تو سائیکٹرسٹ ہے۔ تم حداد سے کیوں نہیں بات کرتے۔ماشااللہ ہی از وان آف دی بیسٹ ڈاکٹرز اس کا توان چیزوں سے بہت گہرا تعلق ہے نہ صرف وہ نشے کی بیماریوں کا چٹکیوں میں خاتمہ کرتا تھا بلکہ اس کاموں میں ملوث لوگوں کی بھی اینٹ سے اینٹ بجادیتا تھا۔"

ان کے چہرے کے بدلتے تاثرات کی دیکھے بغیر وہ بولے جا رہے تھے جبکہ شرینہ کے تیز نگاہوں سے یہ سب چھپا نہ رہ سکا۔وہ بھی باپ کے ساتھ ہاں میں ہاں ملاتے ہوئے بولی۔پتا نہیں کیوں کچھ تھا جو بہت عجیب تھا۔

"یس انکل! میں تو بس اس کے استعمال کرنے کی وجہ اور پیشنٹ کے ساتھ اس کو چھوڑنے کی ڈیل کر سکتی ہوں۔مجھے تو پتا چلا کہ وہ ڈاکٹر ہیں اینڈ۔۔۔۔۔۔"اس کی بات حداد کی امی نے کاٹی۔

"بیٹا! حداد یہ کام نہیں کرتا اور ہم فائلز کی دور کی بات اس سے اس کیس کے بارے میں ذکر نہیں کرتے اس لئے۔۔۔"

"ممی کا یہ کہنا کہ حداد جب سے ریٹائیرڈ ہوا ہے' تب سے وہ ڈاکٹری والے کام سے دور ہی رہتا ہے۔آئی مین وہ خود کو کافی پُر سکون محسوس کرتا ہے وہ ان بکھیروں وغیرہ میں نہیں پڑنا چاہتا۔طبیعت بھی ٹھیک نہیں رہتی۔" جمال عظیم نے اب ماں کو مزید بولنے سے روک کر خود وجہ بیان کی۔

"او! یہ تو اچھی بات نہیں ہے۔چلو کسی اچھے ڈاکٹر سے کیس ڈسکس کرنا بلکہ یہ فائل شرینہ کو دو۔شرین تم نے ایم بی بی ایس کیا ہے نا تو اس بارے میں تو تمھیں کافی حد تک پتا ہو گا۔اس کو ایک دفعہ پڑھو نہیں سمجھ آتی تو کوئی اچھے سے ڈاکٹر سے کنسلٹ کرو۔"

"جی پاپا۔"اس نے فائلز تھام لی مگر کچھ تھا جو اسے کھٹک رہا تھا۔

وہ فائلز اوپر لے کر گئی تھی جب اس کے دل میں ایک خیال آیا وہ کچھ سوچ کر اپنے اور عینہ کے مشترکہ کمرے میں آئی۔اس نے فائل کھول کر دیکھی تھوڑا سا پڑھ کر وہ سمجھ گئی۔یہ کس چیز کے متعلق ہے۔

گہرا سانس لیتے ہوئے وہ اُٹھی اب وہ سوچ رہی تھی یہ فائل حداد تک کیسے پہنچائے۔ ایسا کیا کرے جس وہ پڑھ لے اور وجہ بھی جان لے جو اس کے چہرے پہ ایک پر سرار سا خول چڑھا ہے۔ وہ کمرے سے باہر آئی۔

اس کی نظر اچانک حذیفہ پہ پڑی جو اپنے کمرے سے باہر' بالکل فریش کہی جانے کے لئے تیار' سیٹی سے کوئی دُھن بجاتا' موبائل پہ ٹائپ کرتا نیچے جانے والا تھا۔ جب شرینہ نے اسے روک دیا۔ حذیفہ نے چونک کر اسے دیکھا تو چلتا ہوا اس کی طرف آیا۔

"کیا ہوا شرینہ ؟ کوئی کام تھا؟" اس سے تین سالا چھوٹا حذیفہ بڑی ہی نرمی سے اسے پوچھ رہا تھا۔

"تمھیں میرا ایک کام کرنا ہو گا ذیفی۔"

شرینہ نے بڑی نرم سے مسکراہٹ سے نوازتے ہوئے اسے کہا تھا۔

"ہاں بولو آپ۔" اس نے فائل سامنے کی۔ حذیفہ نے فائل کو نا سمجھی سے دیکھا۔

"یہ دراصل جمال انکل نے مجھے فائل دی تھی کہ میں یہ حداد۔۔ آئی مین حداد انکل کو دوں مگر مجھ ان کا کمرہ نہیں پتا۔ کیا تم دے سکتے ہو؟"

اس کے کہنے کی دیر تھی اور حذیفہ کا چہرے پہ حیرت ہی حیرت تھی۔

"کیا واقعی پاپا نے دی ہے؟ ایسا کیسے ہو سکتا ہے۔"

وہ اسے مخاطب ہوتے ہوئے' خود سے بھی بولا تھا۔

"ہاں مجھے تو یہ کہا تھا' میں خود بھی چلی جاتی مگر یو نو نا اوکورڈ لگتا ہے۔"

"او کوئی نہیں مجھے دے دیں۔ ویسے بڑی عجیب بات ہے پاپا نے یہ سب کہا۔"

ایک منٹ کے لئے شرینہ ڈر گئی کہ کہی یہ جا کر جمال انکل سے نہ پوچھ لے مگر وہ سیدھا اوپری منزل کی طرف بڑھ گیا تھا اور حیرت کی بات بڑے آرام سے آ گیا تھا۔ شرینہ نے گہرا سانس لیا مگر اسے معلوم نہیں تھا۔ ابھی تھوڑی دیر میں کیا ہنگامہ ہونے لگا ہے۔

※※※※※※

تپتی دوپہر کا وقت تھا۔ ارد گرد لو پھیلی ہوئی تھی۔ شہر میں اس وقت ٹریفک عروج پر تھی۔ وجہ کے گھروں سے واپسی کا اوقات ہو گئے تھے۔ سکول کے گیٹ کھل چکے تھے۔ ہر طرف مختلف رنگ برنگی گاڑیاں کھڑی اپنے بچوں کے باہر نکلنے کا انتظار کر رہی تھیں۔ ان میں سے ایک سیاہ کالی ہونڈا بچے کو اپنے ساتھ لے کر جانے کے لئے نہیں انتظار کر رہا تھا بلکہ اس کے پیچھے اس کا مقصد تھا۔ سٹیرنگ کو تھامے وہ چھلی اور ائیسکریم کے سٹال کے بالکل قریب کھڑا تھا کیونکہ اکثر اس نے اس بچے کو گیٹ سے باہر لازمی ایسی چیزیں خریدتے ہوئے دیکھا تھا اور آج تو یقیناً کافی گرمی تھی تو وہ ضرور آئیسکریم لینے تو آئے گا۔ پانچ منٹ مزید انتظار کرنے کے بعد جب اس کا نام و نشان نہ نظر آیا تو اس کے چہرے پہ گہرا اضطراب تھا۔ کہی وہ آج آیا نہیں۔ نہیں ایسے کیسے ہو سکتا ہے۔ اس نے خود صبح اس کے ڈرائیور کو یہاں سے گزرتے ہوئے دیکھا تھا اور ابھی ہی گیٹ کھلا ہے تو وہ جلدی نکل بھی نہیں سکتا۔ اس نے غور سے ائیسکریم والے کو دیکھا جس کی ٹوپی جھکی ہوئی تھی مگر اس کی گھنی داڑھی صاف نظر آرہی تھی۔ داڑھی اور لال رنگ کے کیپ سے کوئی اس کا چہرہ صحیح طریقے سے نہیں دیکھ سکتا تھا۔

اس کے تھوڑی دیر بعد وہ نکلتا ہوا نظر آیا' دیکھنے میں وہ کوئی پندرہ' سولہ سال کی عمر کا لگ رہا تھا۔ ٹائی اس وقت ڈھیلی ہوی تھی' اپنا بیگ اس نے ڈرائیور کو بڑھتے دیکھ کر پکڑا دیا تھا پھر اس سے ایک دو باتیں کرنے کے بعد وہ اس طرف بڑھ رہا تھا۔ جہاں وہ اس کے منتظر تھے۔

اس نے فون سے مطلوبہ نمبر ملایا۔ لمبے بالوں کے باعث کانوں میں لگا بلوتوتھ چھپ گیا۔ دو تین بیل کے بعد کسی کی آواز ابھری تھی۔

"ہاں بولو۔"

"سر ہمدان کا بیٹا بالکل قریب آگیا۔"

"ہوں۔ ٹھیک ہے عقیل کو ساری بات سمجھادی ہے نا۔"

"جی ہاں سر آپ بالکل فکر نہ کریں' اس بار تیر بالکل نیشانی پہ لگے گا۔اچھا سر میں رکھتا ہوں اب
عقیل اس سے باتیں کر رہا ہے۔"

"ٹھیک ہے اس پر نظر رکھو دھیان رہے جب وہ پُر یاد ے تو کسی کی بھی نظر نہیں پڑنی چاہیے۔"

"اوکے سر۔" احمر نے اپنی آئیسکریم کا کہہ کر ارد گرد دیکھ کر گردن دبانے لگا۔وہ خاصا تھکا ہوا لگ رہا تھا اور گرمی سے تو اور بُرا حال ہو رہا تھا۔ عقیل جھک کر اب اس کی ائیسکریم نکال رہا تھا۔

"اُف جلدی کریں کیا نکال رہے ہیں اگر نہیں ہے تو مجھے بتائیں ایک تو اس گرمی نے بُرا حال کر دیا ہے۔"

"یہ لو بیٹا۔"

اس نے اس کی ائیسکریم کے ساتھ ایک چھوٹا سا پیکٹ دیا نیلی رنگ کے پیکٹ میں اس وقت کیا موجود تھا وہ کسی کو معلوم نہیں تھا سوائے دینے والے کے۔اس نے ائیسکریم کے ساتھ اس پیکٹ کو دیکھا۔

"یہ کیا ہے۔"

"یہ یہ بہت سپیشل چیز ہے سر' ائیسکریم کے ساتھ بالکل فری ہے۔"

اس کے کہنے پر اس نے اچھا کہا۔

"یہ کیا کرتی ہے۔"

"سر آپ کو بہت آرام پہنچائے گا۔ابھی جو آپ کو گرمی لگ رہی ہے وہ بھی نہیں لگے گی اور یہ ساری تھکن اس سے دور ہو جاتی ہے۔چاہے کتنی ہی تھکن ہو۔"

"واو کیا یہ واقعی مفت کی ہے؟" اس کی بات پر گاڑی میں بیٹھے شخص خباثت سے مسکرایا۔کام سوچ سے بھی اتنی آسانی سے ہو جائے گا۔اس نے سوچا نہیں تھا۔یہ ہمدان کا بیٹا تو حد سے زیادہ بے وقوف نکلے گا۔

"جی سر بالکل فری۔ضرور ٹرائی کیجئے گا۔زرا اکیلے میں استعمال کیجیے گا تب زیادہ اثر ہو گا۔"

"ٹھیک ہے اگر فری ہے تو دیکھ لیتے ہیں۔"

اس نے آئیسکریم لے کر وہ ٹھنڈا پیکٹ جیب میں رکھ لیا۔ پیسے نکال کر اسے دیے۔ پھر اپنی گاڑی کی طرف بڑھا۔ یہ عمل پورے پانچ منٹ میں ہوا اور کسی کو ہوا تک نہیں لگی۔ مسکرا کر اس نے دوبارہ کال ملائی اور اس کو کامیابی کی اطلاع دی۔

※※※※※※※※

منظر سکندر ولا کی طرف لے کر جاتے ہیں جہاں وہ روف ٹاپ کے منزل پر سیمونگ پول میں موجود ' بڑے مزے سے تیراکی کر رہا تھا۔ جب بھی وہ تھکا ہوتا یا موڈ میں ہوتا تو اپنے تھکن تیراکی سے اُتارتا۔

ابھی وہ بالکل مست اپنی کامیابی پر جھوم رہا' چند ایک اچھی خبریں سُن کر تو خوشی نے مزید دوبالا کر دیا تھا مگر اس کی بھی خوشی ایک پل کے لئے تھی اس کے پول میں موجود اس کا فون بج اُٹھا۔

سامنے کھڑا عاشر نے سکندر کو فون کے بارے میں اطلاع دی ورنہ اگر نہ بتاتا تو اس کا الگ ہی انجام ہونا تھا۔ سکندر نے گردن موڑ کر اسے دیکھا۔ اس کے بلانے پر چہرے پہ ناگواری چھلک پڑی تھی۔

"کیا بات ہے عاشر؟" البتہ آواز نارمل تھی۔

"سر آپ کا فون۔" اس نے فون اُٹھایا نہیں تھا بلکہ صرف اشارہ کیا تھا۔

سکندر اس طرف تیر کر آیا تھا۔ پانی کے لہریں بھی اس کے ساتھ ہی جھوم رہی تھیں۔

اس کے قریب آیا تو فون کی طرف اشارہ کیا۔ جو ہنوز بج رہا تھا۔ اس نے بڑے آرام سے اس کو فون پکڑا یا ساتھ میں چھوٹا سا ٹاول بھی تاکہ فون گیلا نہ ہو سکے۔ اس نے ٹاول پہلے لیا ہاتھ کو سکھا کر اس نے فون دیکھا' فون پہ جس کا نام جمگ رہا تھا وہ اور کوئی نہیں اس کا باپ حدید عالم تھا۔ سکندر کے آنکھوں میں میں روشنی پھوٹ اُٹھی۔ چہرے پہ بڑی شرارتی مسکان آگئی۔ اس نے سامنے پڑا مینگو جوس اُٹھایا اور کال کا بٹن دبائے کانوں سے لگایا۔

"بڑے بڑے لوگوں نے آج مجھے کال کیا ہے۔ جسٹس صاحب خیریت ہے سکندر بھا کی یاد کیسے آئی ؟"

وہ سیمونگ پول میں موجود پانی کی لہروں میں جھومتا ایک ہاتھ سے فون پکڑے دوسرے ہاتھ میں جوس کا گلاس تھامے۔ اپنے باپ سے گفتگو کر رہا تھا جو اسے اچھی طرح معلوم تھا اس گفتگو کا اختتام کیسے ہو گا۔

"سکندر بھا!! ۔" جسٹس حدید نے نفرت اور قدرے زور دیتے ہوئے اس کا نام لیا پھر بات جاری کرتے ہوئے بولے۔

"جتنا تم شیر بنے پھیر رہے ہو اور جو یہ روز روز کا تماشہ لگایا ہوا ہے۔ برائے مہربانی اس بند کر دو ورنہ بہت پچھتاؤ گے میری خاموشی کا تم بہت ناجائز فائدہ اُٹھا رہے ہو۔"

سکندر ایک لمحے کے لئے چُپ ہو گیا۔ اتنی نفرت! نہیں وہ کمزور نہیں ہے اور نہ ہی پڑے گا ان کے لہجے سے۔ گلاس کو کونے پر رکھ کر اپنے گیلے سر پہ ہاتھ مارتا ہوا اپنے جون میں آ گیا۔

"اب شیر' شیروں والی حرکتیں نہیں کرے گا تو پھر کون کرے گا جسٹس حدید عالم!! اور تماشے کی بات ہی نہ کریں آپ۔ تماشہ تو آپ جیسے لوگ لگاتے ہیں ہم تو بس اس آگ کو زرا سی ہوا دیتے ہیں اور خود ہی بجھا دیتے ہیں اور حق کے لئے آواز اُٹھانے والے بندے کو خاموشی کی بات سُن کر مجھے افسوس ہو رہا ہے وقت کیوں ضائع کر رہے ہیں آپ میں انتظار میں ہوں کہ آپ شور کریں۔"

"تم سے بات کرنے سے بہتر ہے بندہ دیوار سے ٹکر مار لے مگر مجھے کچھ کہنا تم اتنے گھٹیا آدمی ہو گے میں کبھی سوچ نہیں سکتا تھا۔ اگر مجھے پتا ہوتا کہ میں ایسی غلاظت کے ڈھیر کو پیدا کرنے والا ہوں تو میں پیدا ہوتی ہی اس کو جان سے مار دیتا۔"

سکندر کی آنکھوں کی جوت کب کی بجھ چکی تھی۔ ان ان آنکھوں نے صرف سُرخی اور سرد مہری نے لے لی تھی۔ ایک لمحے کے لئے آنکھوں کو سختی سے میچ کر اس نے گہرا سانس لیا۔ گلاس کو پول کے کونے پر رکھ کر اس نے ان کی بات کا جواب دیا۔

"یہ بات تو میں پہلے سے جانتا ہوں ڈیڈ" (سولہ سالا زندگی میں اس نے آج پہلی بار ڈیڈ کہا تھا)
اس کے ڈیڈ کہنے پر حدید عالم کو آگ لگ گئی' مگر اس سے پہلے وہ کچھ بولتے۔ سکندر بول اُٹھا۔
"زندگی بھر تو یہی باوار کروایا ہے آپ نے! کہ میری حیثیت آپ کے دل میں کیا ہے۔اب مجھے اس سے کوئی سروکار نہیں ہے برائے مہربانی آپ بھا کا ٹائم ویسٹ مت کریں' جسٹس کے پاس تو سانس لینے کا بھی وقت نہیں ہوتا اور آپ تو لگتا ہے بہت ہی فارغ ہیں جو دل کی بھڑاس نکالنے کے لئے مجھے فون کرنے لگ جاتے ہیں جائے جا کر کسی پولیس کو بلوا کر میرا کام تمام کرنے کی پلانگ کریں۔"
حدید عالم نے حیرت سے فون کو دیکھا' کیا انھوں نے جو سُنا وہ ان کی کانوں کا دھوکہ ہے۔اسے کیسے معلوم ہوا۔اس کے معلومات میں اضافہ ہونے پر انھوں نے تیش کے عالم میں بولنا شروع کر دیا۔
"اگر اتنا سب کچھ پتا چل گیا ہے بے ضمیر آدمی تو یہ بھی تمھیں معلوم ہو گیا ہو گا کہ تم نے آج ایک معصوم لڑکے کا قتل کیا ہے۔اس سے ثابت ہوتا ہے کہ تم زرا سی بھی انسانیت نہیں ہے' ارے ہاں میں تو بھول گیا جو شخص چھوٹے بچوں کو منشیات فراہم کرنے میں کوئی شرم محسوس نہیں کرتا 'موت تو بہت چھوٹی بات ہے اس کے لیے۔"
سکندر نے ایک دم خاموشی سے ان کی بات سُنی پھر پتا نہیں اسے کیا ہوا وہ تیزی سے پول سے باہر نکلا۔انھیں کہنے لگا۔
"مجھے واقعی آپ کی کوئی بات سمجھ میں نہیں آرہی آپ کس کی موت کی بات کر رہے ہیں؟"
اس کے لہجے میں سرد مہری محسوس کرتے ہوئے انھوں نے ٹھنڈی آہ بھری۔۔
"او تو اس بار بھا کو خبر نہیں ہوئی او ہو ایسے سینکڑوں لوگوں کو مارا ہو گا اور بے خبر رہو گے مگر کوئی نہیں ہم ہے نا تمھیں یاد دلانے کے لئے۔" سکندر کے چہرے پہ ان کی بات پر بڑی زخمی مسکراہٹ آئی تھی۔ باتھ روب اُٹھ کر پہنتے ہوئے۔ ٹھنڈے لہجے میں بولا۔

"اطلاع کے لئے شکریہ عالم صاحب! آئیندہ میں احتیاط کروں گا۔اب ہم رکھتے ہیں کیونکہ جس کے موت کی خبر دے رہے ہیں زرا اس کا پتا کر کے اس کی تعزیت کر آوں اتنا تو کر سکتا ہونا میں۔"

انھوں نے غصے سے فون کاٹ دیا۔ سکندر نے سر جھٹک کر فون ٹیبل پہ رکھا اور سگریٹ کا پیکٹ اُٹھاتے ہوئے اس نے گردن موڑے بغیر بولا۔

"جاوید کو زرا بلانا۔"

اس نے سگریٹ پیکٹ سے نکال کر لبوں پہ دبائی۔اب وہ کُرسی پہ دراز ہوا اور لائٹر اُٹھا کر سگریٹ جلایا۔ سوچ رہا تھا آخر کس ماں کے بیٹے کی موت ہو گی ہے' جو اس کے باپ اس پر الزام لگا رہا ہے۔ ہونہہ اس جسٹس کی تو عادت ہے مجھ پر الزام لگانے کی۔

سر جھٹک کر اس نے اپنے منہ سے دھواں نکالا جو فضا میں مرغولہ بن کر لمحے میں غائب ہو گیا۔

کُرسی پہ نیم دراز ہوئے وہ پانی کی لہروں کو دیکھا رہا تھا۔جو ہوا کے باعث آہستہ آہستہ چل رہی تھی۔ دھوپ سیمونگ پول کے بجائے ارد گرد پھیلی ہوئی تھی کیونکہ بیچ میں ہی بڑا سا شیڈ ساری روشنی کو اس طرف سے ڈھک لیتا تھا سکندر بھی پول کے قریب ہی بیٹھا تھا۔ تبھی دھوپ سے بچا ہوا تھا۔وہ اپنے سوچ کے دُنیا میں گُم تھا کہ اتنی دیر میں جاوید آ گیا۔اس کے پاس کھڑے ہوتے ہوئے بڑے مودب انداز میں بولا۔

"جی سر آپ نے مجھے بلایا۔" سکندر نے چونک کر گردن اُٹھا کر اسے دیکھا۔

"ہاں!" ایک پھونک مار کر وہ اب ایش ٹرے میں مسلتے ہوئے بولا۔

"یہ میرے کلائنٹ میں سے کسی کی موت تو نہیں واقع ہو گئی اور میں اس سے بے خبر ہوں۔"

اس کی بات پر جاوید کی سانسیں جیسے تھم گئیں بھا کو اس کے بجائے اگر کسی اور سے خبر ہوتی تو اس کی خیر نہیں مگر وہ تو بتانے والا تھا کہ انھوں نے خود گن والا تماشہ کر دیا۔اس کی گردن میں گلٹی سکندر سے چھپ نہیں سکی تھی۔

"کیا ہوا ویدے۔ تم مجھ سے کیا چھپا رہے ہو؟"

جب وہ بڑے پیار سے کسی کا نام لیتا تو خطرے کی بو آنے لگتی تھی۔

''سر میں آپ کو بتانے ہی والا تھا مگر آپ نے۔''

''ہاں excuses بناؤ کہ میں نے گن چلادی تھی پھر میں نے تمھیں خود وہاں سے بھیج دیا تھا اور تم بتا نہیں سکے تھے۔''

واہ جی جو چیز اس کے سامنے ہوئی ہے وہ اسے ایکسکیوزس کا نام دے رہا ہے۔اب وہ کیا کہتا اسے زبان سے ایک لفظ بھی نکلتا جو اس کے مزاج کے خلاف جاتا تو بس پھر اس بار تو گن جگ کو لگی تھی اس بار سیدھا اس کے دماغ کے حصے کرے گی۔

''بولو بھئی میں نے یہاں وقت برباد کرنے کے لئے نہیں بلایا۔''

وہ تنک کر بولا۔

''سر واصف کے بارے میں آپ کو بتا رہا تھا اس کی ڈیڈ باڈی ہاسٹل میں ملی ہے۔''

''ہو۔۔۔۔تو یہ بات ہے کب موت واقع ہوئی؟''

اس نے گھڑی سے وقت کو دیکھتے ہوئے اتنا کہا۔

''کل رات اور سر ڈاکٹرز کا کہنا ہے کہ اس کی موت ہارٹ اٹیک کے باعث ہوئی ہے۔''

اس کی بات سُنتے ہوئے سکندر ہولے سے ہنس پڑا۔اس کی ہنسی میں بھی عجیب سا خوف ہوتا تھا۔

''تو اس میں مجھے سارے کیوں الزام لگا رہے ہیں یہ تو قصور خاندانی بیماری یا قدرت کا ہے۔''

وہ اپنے گیلی ہوئی وی داڑھی پر ہاتھ پھیرتے ہوئے بولا۔

''سر بات تو آپ کی بالکل ٹھیک ہے لیکن جب سے یہ پولیس والے انولوڈ ہوے ہیں کہ انھیں کم عمری میں ہارٹ اٹیک قدرے تفتیش ناک بات لگی تو تحقیق کے مطابق لڑکا نشہ کرتا تھا اور کوئی عام نشہ نہیں ویسا نشہ جو آپ فراہم کرتے ہیں۔''

"اچھا اچھا!! تبھی جسٹس کو آگ لگی وی تھی۔" ٹانگوں کو ہلاتے ہوئے اس نے ارد گرد دیکھا جہاں سامنے کھڑے گارڈنر' پھولوں کے ساتھ ساتھ خاص پودوں کو پانی دے رہے تھت اور یہ کوئی عام پودے ہر گز نہیں تھے۔ایسے پودوں سے تو سکندر صاحب کا دھندا چلتا تھا۔

"خیر اب کیا پروگریس ہے؟"

خلاف معمول اس نے ایسی باتوں پہ آج اتنا ریکیٹ نہیں کیا تھا جس پر جاوید نے شکر کیا تھا۔

"پروگریس کا کیا ہے سر اس کا جو دوست ہے وسیم وہ آپ کے خلاف

رپورٹ لکھوانا چارہا ہے مگر اندر سے ڈر ہے کہ آپ کہی نقصان نہ پہنچا دے ساتھ وہ بھی پھنسے گا کیونکہ وہ بھی ایسے کام میں ملوث ہے۔"

"چھوٹا چالاک ہے ویسے بڑا۔اس کی فکر نہیں ہے وہ بیان دے یا نہ دے فرق نہیں پڑتا مگر یہ جو پولیس ہے نہ ان کو سارا سیدھا کرنے پڑے گا جو میرے معاملے میں گھستا ہے ان کو ہر طرف سے ہٹا دیتا ہوں یہاں تک کہ اس دُنیا سے بھی۔"

اس نے سرد لہجے میں کہا اور اُٹھا پڑا اس کو دیکھتے ہوئے بولا۔

"اس شفقت سے میری میٹنگ رکھو یاد رہے یہاں نہیں دوبئی میں بلکہ یوکرو پین پیسفک ہوٹل سنگاپور میں رکھ دو دوبئی آج کل بہت شک رہتا ہے سب کو اکثر سالے وہی میٹنگ رکھتے ہیں۔دوسرا میری ملاقات فہیم سے کرواو اس کو تو میں زرا سیدھا کروں۔"

"ٹھیک ہے سر۔"

وہ اپنے چیزیں اُٹھا کر جانے لگا تھا کہ جاوید نے روک دیا۔

"سر وہ بختاور بی بی نے اون لائن ٹکٹ بُک کروایا ہے۔"

سکندر نا سمجھی سے مڑا۔

"کیا؟"

وہ اپنی بات دوبارہ دہرانے لگا کہ سکندر نے اسے ٹوکا۔

"سمجھ گیا ہوں یہ کب ہوا؟"

"سر ابھی آپ کے بلانے سے پہلے مجھے خبر ہوئی کہ انھوں نے فلائٹ بُک کروائی ہے۔"

"یا اللہ کہاں کروائی ہے اس لڑکی نے۔"

سکندر کے ماتھے پہ بل آ گئے۔

"کہہ رہی تھی کہ گرمی کی چھٹیوں میں وہ پیرس جائے گی۔ آپ سے ذکر بھی کر چکی تھی۔ مجھے لگا آپ کو پتا ہو گا بس میں نے کنفرم کرنا تھا۔"

"اس وقت کہاں ہے وہ؟" سوچ کی لکیریں چہرے پہ بڑھتی جا رہی تھیں۔

"سر لان میں دوستوں کے ساتھ۔"

"ڈیم اٹ!! ایک تو اس کی دوستوں نے اس کا معصوم سا ذہن خراب کیا ہے ورنہ وہ یہ حرکت کبھی نہ کرتی! ٹکٹ کینسل کرو میں کچھ کرتا ہوں۔"

اتنا کہہ کر وہ چل پڑا۔

※※※※※※※※※※※

"مشی یہ کیا کیا عینہ نے؟"

امی کو ایک دم پریشان دیکھ کر اس نے انھیں ریلیکس ہونے کا اشارہ دیا۔

"کیسے ریلیکس ہوں' اپنے باپ سے مدد لینے میں کیا حرج تھی؟ ہانی کو کیوں بیچ میں لائی۔ میرے بھائی کو کیوں نہیں بخشتے سارے۔ وہ پہلے سے اتنا بیمار رہتا ہے۔ اوپر سے۔۔۔" رمشا نے مڑ کر تیزی سے ڈسپینسر کی طرف گئی' ڈسپینسر میں موجود پڑا گلاس اُٹھایا جو صرف اس کے اور امی کے زیر استعمال میں ہوتا تھا۔ اس نے گلاس میں پانی ڈال کر ان کی طرف آئی جو اب لاونج میں پریشانی سے سر پکڑے بیٹھی' بالکل چُپ تھیں۔ رمشا نے جھک کر گلاس ان کے سامنے کیا۔

امی نے ایک نظر بھی نہیں دیکھا۔ رمشا نے ان کا شانے کو ہلکا سا ہلایا۔

"مشی تنگ نہ کرو۔" اُف اللہ ایک تو تکلیف نہ ہوتی تو انھیں تسلی ضرور دیتی۔

رمشا نے بے بسی سے انھیں دیکھتے ہوئے سوچا۔ گلاس سامنے والے میز پہ رکھ کر ان کے گھٹنے پہ ہاتھ رکھا' اسے ہولے سے دباتے ہوئے ان کو اپنی طرف متوجہ کرنے لگی۔ انھوں نے ایک نظر اسے دیکھا تو رمشا نے دیکھا ان کی آنکھوں میں کرب تھا اور یہ کرب کس کی بدولت تھا وہ یہ اچھی طرح جانتی تھی۔

باہر ہارن کی آواز نے انھیں اطلاع دی کہ ابو اور ان کے دوست کی آمد ہو چکی ہے۔ رمشا نے انھیں دیکھا جو ایک دم تیزی سے اُٹھی اور اسے اوپر جانے اور تیار ہونے کا اشارہ کرنے لگی۔ رمشا نے گہری سانس لیتے ہوئے اُٹھی (ایک تو امی کو بھی اتنی جلدی یاد آتی اطلاع دینے کی' خیر ویسے بھی کون سا میں نے مہمان کے سامنے بیٹھے رہنا ہے' جیسے ان کے شکلوں پر بوریت کے آثار آئے گے میں وہاں سے غائب ہو جاوں گی۔) اس نے پانی کا گلاس اُٹھایا اور اوپر کی طرف بڑھ گئی۔ کمرے میں آکر اس نے دروازہ بند کیا۔ واڈروب کھولی کچھ اچھا سا لباس منتخب کرنے لگی ایک دم رُک گئی۔

"یہ پیک کروادیں پلیز۔"

"سر آپ جب بھی بخت بی بی کے لئے کچھ لیتے ہیں' ہمیشہ وہ رنگ کالا کیوں ہوتا ہے۔" کوئی اسے پوچھ رہا تھا مگر نگاہوں میں اتنی دقّت نہیں تھی کہ وہ آس پاس دیکھتی وہ بس وہی دیکھ رہی تھی' جو چیز دیکھنے کے لئے بنی تھی۔

"او یار تم نے سمجھو گے کالا رنگ میں ایک عجیب سی طاقت محسوس ہوتی ہے' یہ رنگ کوئی بھی زیب تن کرے' دیکھنے والی کی نظروں کو بڑا کھینچتا ہے۔ مقدس رنگ بھی ہے' انسان چاہیے جتنا بدمعاش ہو اسے پہنتے ہوئے پُر وقار بھی لگتا۔ خیر مجھے بڑا پسند ہے۔"

"اچھا سر اس لئے آپ یہ رنگ پہنتے ہیں۔"

کسی نے مزاحیہ طور پہ کہا تھا مگر سکندر کی نگاہوں کو دیکھ کر بولتی بند ہو گی۔

وہ اور بھی کچھ کہہ رہا تھا مگر مشی کی کانوں میں ایک آواز گونج رہی تھی۔

"مجھے سیاہ رنگ بڑا پسند ہے۔"

اس کی پسند کا رنگ ہے تو اس کی بھی پسند ہو گیا تھا۔ پھر پھر اس کی آنکھیں بھی تو گھور سیاہ کالی تھیں۔ بس وہ آج کے دن کالا پہنے گی۔

اس نے اپنے سارے جوڑے میں سے مختلف قسم کے بلیک کلرز ڈھونڈے! جی ہاں آدھے سے زیادہ اس کی کپڑے کالے اور کالے رنگ کے بالکل قریب تھے' کبھی پولکہ ڈاٹ ڈیزائن' کبھی بازو اور دوپٹہ کالا ہوتا' کبھی پوری قمیض تو کبھی صرف شلوار کالی ہوتی مطلب ہر جوڑے کے ساتھ کالا رنگ ضرور شامل تھا۔ یہ اس کی تبدیلی بدلتے ہوئے سالوں میں ساروں نے بڑی محسوس کی تھی مگر اس نے کبھی غور نہیں کیا تھا۔

میجنٹا پنک شیفون کا دوپٹہ' شلوار اور سیاہ کالی سادہ قمیض اُٹھا کر وہ واش روم کی طرف بڑھی۔ اور اس کا فون بستر پڑا مسلسل بجا جا رہا تھا۔

※※※※※※※※※

حداد تیزی سے سڑھیوں سے اُترا' جبکہ پیچھے سے عینہ کی اونچی پکارتی ہوئی آواز نے دروازے پہ کھڑی شرینہ کو الرٹ کر دیا۔

"چاچو پلیز رُک جائے۔ چاچو کوئی کنفیوژن ہو گئی ہو گی انھیں۔ پلیز چاچو بات تو سُن لیں۔"

اس کی بھیگی آواز پہ شرینہ کو خطرے کی گھنٹی لگی۔ وہ کچھ سوچتے ہوئے تیزی سے باہر آئی حداد اب نیچے والی سڑھیوں کی طرف بڑھ رہا تھا۔ جب بیچ راستے میں شرینہ حائل ہو گی۔

حداد نے اپنی بڑھتی ہوئی سپیڈ کو پھرتی سے روکا۔ اس نے اسے غور سے دیکھا۔ شرینہ ایک دم اس کے دیکھنے پر کنفیوزڈ ہو گی' اتنی ہونہار سائیکٹریسٹ اسے دیکھ کر گھبرا گئی تھی۔ پتا نہیں ایسا کیوں تھا۔

"محترمہ راستہ دیجیے۔"

وہ سرد لہجے میں اس سوچ کی دُنیا سے نکالتے ہوئے بولا۔

"جی۔"

اس نے اتنی معصومیت سے جی کہا تھا کہ حداد نے خود کو قابو پاتے ہوئے ایک بار پھر اپنی بات دُہرائی۔عینہ تیزی سے آتے ہوئے ان کو دیکھتے ہوئے رُک گئی۔شرینہ نے اسے دیکھ کر اشارہ کیا۔عینہ سمجھ گئی۔

"وہ مجھے آپ سے بات کرنی تھی حداد۔۔۔ مم میرا مطلب ہے حداد سر۔"

اُف اللہ مجھے کیا ہو رہا ہے۔

"مگر میں اس وقت کسی سے بات کرنا نہیں چاہتا راستہ دیجیے۔"

وہ سارے اخلاق کو سائڈ کرتے ہوئے تند لہجے میں اس کے سائڈ سے گزرنے لگا کہ عینہ کو موقعہ مل گیا۔

"چاچو یہ کیا طریقہ' ایسے بات کرتے ہیں مہمانوں سے' چلیئے ہم تو گھر والے ہیں مگر یہ تو ہماری گھر آئی ہیں۔آپ اگر ایسے سلوک کریں گے تو میری شادی پہ کوئی نہیں آئے گا اور لائے دیں اسے فساد کی جڑ کو۔"

اس نے غصے سے کہتے ہوئے حداد سے فائل لی۔دُرینہ کے اشارے پر شرینہ بولی۔

"نہیں درینہ کوئی بات نہیں مجھے بالکل بُرا نہیں لگا۔"

واقعی میں اسے بُرا نہیں لگا تھا۔حداد نے ان دونوں کو ایک نظر دیکھا پھر مٹھیاں بھینچے خود پہ قابو کرتے ہوئے تیزی سے مڑا۔

دونوں نے یک بیک گہری سانس لیں۔

"شکر ہے۔اس ذیفی کے بچے سے پوچھوں اس کی جرات کیسے ہوئی فائل چاچو کو دینے کی۔"

"یہ میں نے بھیجا تھا۔"

شرینہ نے اس کی بات کاٹی تو عینہ نے حیرت سے اسے دیکھا' وہ شرمندگی سے سر جھکائے کہنے لگی۔

"آئیم سوری عینہ مجھے واقعی نہیں پتا تھا کہ تمھارے چاچو کافی وائلنٹ ہو جائے گے۔ آئی تھنک کے وہ ایکس ڈاکٹر رہ چکے ہیں کافی سُنا تھا اتنے انٹیلیجنٹ ہیں تو میں نے کیس پڑھنے کے لئے دے دیا ایسے جا کر بھی دے سکتی تھی لیکن اچھا نہیں لگا۔"

وہ اس کی بات سُننے کے بعد فائل ماتھے پہ ہولے سے مارتے ہوئے بولی۔

"یار مجھ سے ایک بار تو پوچھ لیتی تمھیں پتا ہے اگر تم بیچ میں نہ آتی تو کیا کرنا تھا انھوں نے ایک تو وہ بدتمیزی کی حد کر دیتے' پھر توڑ پھوڑ ہوتی پھر خود بے ہوش ہو کر ہم سب کو رو ہنسا کر دینا تھا۔ تم سوچ نہیں سکتی کہ چاچو اس چیز سے خود کو دور رکھتے ہوئے لٹریچر کی دُنیا میں گھس گئے۔ جس شخص کو ایسی کتابوں سے نفرت تھی۔ وہ خود کو پُر سکون کرنے کے لئے ایسی کتابیں پڑھتے ہیں اور ڈاکٹر کے لفظ تک سے ہر ممکن کوشش کرتے ہیں دور رہیں۔"

"اچھا تب ہی جب جب میں ہسپتال کا ذکر کرتی تم ہمیشہ ان کے آنے پر ٹوک دیتی۔"

"بالکل! "وہ اب دونوں کمرے میں آ گئے تھے۔ سدا شکر نیچے والے اوپر کے شور سے متوجہ نہیں ہوئے تھے۔

"عینہ یہ کب سے ہو رہا ہے ان کے ساتھ۔"

"جب سے ان کا ایکسیڈنٹ ہوا! جب سے ان کی ایک آنکھ ضائع ہو گئی۔ جب سے ان کی کوور کرنے انھیں ریجیکیٹ کر کے ان کے میٹ سے شادی کر لیں۔ جب سے انھیں جاب کے لئے ناکارہ ثابت کر دیا۔ جب سے مشی کے ابو نے اپنی بیٹی کی محرومی کا ذمہ دار ٹھہرا دیا۔ تب سے ایسے ہیں۔ بہت سی چیزیں ہیں جو ان کو بُری طرح اندر سے کھا رہی ہیں۔ جو ہمیں بھی نہیں معلوم کو انھوں نے اور کیا کیا کھویا ہے مگر جو پتا ہے وہ تو بہت گہرا زخم ہے جو مندمل ہو ہی نہیں سکتا۔"

"ایک آنکھ کھونے سے وہ اس شخص کی قابلیت کو کیسے نظر انداز کر سکتے ہیں۔ ایک آنکھ تو محفوظ ہے نا ان کی۔ کہی سے بھی وہ معذور لگتے ہیں۔ دا ٹس ریڈیکلس۔ رمشا کے ابو کیسے الزام دے سکتے ہیں ان پر حداد نے بھی میرا مطلب ہے سر نے بھی تو بہت کچھ کھویا ہے۔"

"کہہ تو تم بالکل ٹھیک رہی ہو' مگر یار وہ یہ کہتے ہیں ایک آنکھ سے کیا فرق پڑتا ہے' دوسرا لڑکے اور لڑکی کی زندگی میں فرق ہے۔اگر لڑکے کی متاثر ہو تو اتنا فرق نہیں پڑتا اسے کوئی نہ کوئی مل جاتی ہے مگر لڑکی۔لڑکی کی خامی لوگ کبھی نظر انداز نہیں کرتے بیشک جتنا پیسہ' جتنی جائیداد کیوں نہ ہو اور پھر وہ ان کی اکلوتی اولاد بھی تو ہے تکلیف تو پھر زیادہ ہوتی ہے۔"

اس کی بات پر وہ خاموش ہو گئی۔

"ان کو ڈاکٹر سے کبھی دکھایا؟" وہ کچھ سوچتے ہوئے آئینے میں کھڑی عینہ کو دیکھتے ہوئے بولی جو بالوں کو اب جوڑا بنا رہی تھی۔

"ہاں اور تین کے تین ڈاکٹرز زخمی حالت میں اپنے گھر کی طرف گئے تھے۔ہمیں بھی ڈاکٹروں کی زندگی پیاری تھی۔اس لئے ان کو انھیں کے حال پر چھوڑ کر اپنی اپنی روٹین پہ آ گئے۔تم اسے بے حسی کہہ سکتی ہو مگر ہماری مجبوری تھی۔ان کا علاج صرف رب کے پاس تھا لیکن وہ تو رب سے بھی ناراض ہو گئے تھے۔"

"زخمی اس لئے ہوئے تھے کیونکہ وہ میل ڈاکٹر تھے' کبھی کبھار میل ڈاکٹرز ایسے سوال کر جاتے ہیں جو کہ پیشنٹ کے لئے سوٹیبل نہیں ہوتا اور وہ جس انداز میں پوچھتے ہیں وہ بھی قابل قبول نہیں ہوتا۔ایک تو جذباتی بھی سدا کے ہوتے ہیں نہیں اسے فیمل کنسلٹنٹ کے ضرورت تھی۔"

"شرین میڈم ہم وہ بھی کوشش کر چکے ہیں مگر بھائی لڑکیوں سے بدکتے ہیں صحیح لفظوں میں نفرت کرتے ہیں۔کمرے میں لاک کر دیا تھا اپنے آپ کو نانو نے قسمیں دیں دیں کر بامشکل کھلوایا۔اس لئے فیمل بھی لاعلاج ہے۔"

"شادی کروانے کا کبھی سوچا؟" اس نے یہ بات کہی دروازہ کھلا۔عینہ کی ممی مسکراتے ہوئے آئی۔

"آو لڑکیوں نیچے کھانا لگ گیا ہے۔"

"آنٹی آپ بلا لیتی مجھے آپ تو کہہ رہی تھی بہت ٹائیم ہے۔"

ان کی بات پر شرینہ خفگی سے بولی۔وہ مسکرا پڑی۔

"پیاری سے لڑکی سے تھوڑی کام کرواوں گی ویسے بھی بیٹا صبح سے کام کر کے تھکی ہوئی آئی ہو۔

جمال سے ڈانٹ تھوڑی پڑوانی تھی۔"

ان کے کہنے پر عینا اور شرینہ دونوں ہنس پڑی۔

"چلو آو۔"

"ماما بھی چاچو کو کھانا مت بھجوایئے گا۔"

وہ مڑنے لگی جب عینہ نے انھیں روک کر بتایا۔ مسز جمال نے حیرت سے مڑ کر دیکھا۔

"کیوں پھر سے تو طبیعت نہیں خراب ہو گئی؟"

ان کے لہجے میں خوف کے ساتھ تفتیش بھی شامل تھی۔ شرینہ کو ان کا انداز بہت محسوس ہوا تھا۔

"بس یہی سمجھ لیں' لیکن فکر کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ بس تھوڑا سا گرم ہوئے تھے۔"

"کیوں خریت تھی نا' تم کیوں گئی تھی اس کے کمرے میں؟"

امی کے ڈپٹنے پر شرینہ نے بے اختیار انھیں دیکھا۔ ایسا خوف کیوں تھا۔ حد ادا یسے بھی نہیں ہے۔ اسے کچھ ناگوار لگ رہا تھا۔

"اُف چاچو ہیں میرے۔ کیوں نہ جاوں ویسے بھی دن کم رہ گئے ہیں میرے۔"

"ام لگتا ہے کھانے پہ سب ہمارا انتظار کر رہے ہیں میرے خیال ہمیں چلنا چاہیے۔"

شرینہ مزید یہ سب نہیں دیکھ سکتی تھی' تب بول پڑی۔

"ہاں ہاں چلو۔"

ان کا دھیان بٹا تو وہ بھی تیزی سے کہتے ہوئے مڑی۔

※※※※※※※※※

"یہ میں کیا دیکھ رہا ہوں۔"

اس نے سامنے ٹکٹس کی امفورمیشن ٹیبل پہ پھینکتے ہوئے پوچھا۔ بخت پہلے نا سمجھی سے دیکھتی رہی پھر انھیں دیکھا' جو جھکے اسے گھور رہے تھے۔

"ماما یہ۔۔۔۔"

"ہاں بتاو مجھے یہ کیا ہے۔" ماما کی گھوری عروج پر تھی۔اس کی تو بولتی ہی بند ہو گی پھر خفگی سے انھیں دیکھا۔

"ٹکٹس کی انفورمیشن ہیں۔" سکندر کے چہرے پہ اچانک دبی ہوئی مسکراہٹ آگئی۔

"وہ تو مجھے بھی معلوم ہے کہ یہ ٹکٹس کی انفورمیشن ہے۔"

"تو پھر آپ پوچھ کیوں رہے ہیں؟" اس نے اپنا جنرل سائڈ پہ کیا۔

"شہزادی پوچھنا چارہا ہوں' کس خوشی میں میری بغیر اجازت آپ نے ٹکٹ بُک کروائے' وجہ جان سکتا ہوں میں؟"

اس نے سینے پہ ہاتھ باندھے بڑے پیار سے کیا۔

"وہ بس میری مرضی' آپ نے خود کہا تھا جو بخت چاہئے گی وہی ہو گا۔"

"تو میرا ایجنڈا میں اس سے تھوڑی انکاری ہوں' مگر میری اجازت بہت ضروری ہے۔"

"اُف اچھا سُنے آپ کی برتھ ڈے آرہی ہے عنقریب آپ تینتیس کے ہونے والے ہیں تو میں نے سوچا کیوں نہ آپ کی برتھ ڈے پیرس منائے۔اللہ ماما جب سے میں نے' پیار کا پہلا شہر' پڑھا ہے نا۔تب سے میرا دل چاہتا ہے کہ پوری دُنیا دیکھوں اس کے بعد پیرس میں قیام کروں۔سنان اور پاسکل جہاں جہاں گئے وہاں وہاں دیکھو اور شاید وہاں کوئی پاسکل آپ کو مل جائے اور اس کو چھوڑنے کے بجائے اس آپ ساتھ لے آئے۔"

سکندر نے اس کی بات سُنی تو قہقہ لگائے بغیر نہ رہ سکا۔

"اُف اتنی فینٹسی بھئی تم تو بہت خطرناک ہوتی جارہی ہو' تمھارے لئے تو شہزادہ ڈھونڈنا بڑا مشکل ہو جائے گا۔"

وہ سامنے والے راکنگ چیر پہ بیٹھتا ہوا بولا۔بختاور نے کہنی ٹیبل پہ ٹکا کر ہاتھ گالوں پہ ٹکائے انھیں دیکھتے ہوے کہنے لگی۔

"مجھے کوئی شہزادہ نہیں چاہئے ماما' میں ساری زندگی آپ کے ساتھ رہوں گی اور تب تک جب تک آپ شادی نہیں کر لیتے۔"

"ارے ایک تو تمھاری ساری بات میری شادی سے شروع ہو کر میری شادی پہ آکر ختم ہوتی ہے کیا مسئلہ ہے لڑکی۔"

وہ اب جھنجھلا گیا۔

"تو آپ کر کیوں نہیں لیتے! 'میں پھر شور نہیں کروں گی۔"

"ہاں جب شادی ہو گی تو پھر کزن ہونے کا رولا ڈالو گی۔" ایک دم تیزی سے وہ بولتے ہوئے رُک گیا' یہ بات اس کے سامنے نہیں کہنی چاہئیے تھی۔لاکھ بے باک کمینہ سہی بھانجی کے سامنے وہ ایک اچھا ماموں تھا۔

"لڑکی کہاں میں نے اب تمھاری عمر ہو گئی ہے۔"

"اُف سترہ سال کوئی عمر ہوتی ہے تینتیس کے مقابلے میں۔"

"بالکل! میری عمر تو گزر گئی ہے اگر تمھارے جتنا ہوتا تو ضرور کر لیتا۔"وہ جھولتے ہوئے بولا۔

"سریسلی ماما! آپ بچے تھے۔"اس نے آنکھیں نکالی۔

"تو اب میں بوڑھا ہو گیا ہوں۔بس بات ختم خیر اب اس ٹکٹ کو میں کینسل کرنے والا تھا اب بتاو کیا کرنا ہے۔"

"کچھ نہیں کرنا جائے آپ۔"

وہ اب خفگی سے کُرسی مڑتے ہوئے بولی۔ سکندر مسکرا پڑا۔

"پیار کے پہلے میں شہر نہیں جانا تم نے؟"

نفی میں سر ہلایا گیا۔

"اوہو پھر تو مجھے میری پاسکل کیسے ملے گی۔میں اپنے برتھ ڈے بھی لگتا ہے جیل میں یا اِدھر مناؤں گا۔"

"اللہ نہ کریں ماما کیسے باتیں کرتے ہیں آپ! کوئی آپ کو اب جیل میں بند کر کے دکھائے' میں اس ساری نانی یاد دلا دوں گی۔"

اُف! یہ لڑکی۔

"بس ڈرامے باز چلے گے میں بس اپنے کچھ کام نپٹا لوں۔ سنگاپور چلو گی میرے ساتھ؟"

"وہاں کے کھانے اچھے نہیں ہوتے۔" ناک چڑاتی ہوئے وہ اب جرنل کھول چکی تھی۔

"تو لڑکی پیرس میں بڑے من سلوے ملے گے۔"

"اس کی فکر مت کرے' وہ دیکھ لوں گی۔ چلے اب بخت بزی ہے۔"

"ہاں کہانی کا تبصرہ لکھ رہی ہو گی' بزی کی بچی جانتی ہو نا میڈیکل میں داخلہ لینا ہے۔ اتنا پھیلے بھی مت۔"

"جیسے آپ شادی کر لیں گے' ویسے ہی میں ڈاکٹر بن جاوں گی۔"

"بات سُنو تم میری' میں تمھیں یہ لکھاری اور مصنفہ جیسا فضول پیشہ نہیں اپنانے دوں گا۔ سمجھی۔"

ہلکہ سی چپیٹ اس کے سر پہ لگا کر نرمی سے ڈپٹا ہوا وہ مڑ گیا۔

"اُف ان کی آنکھ ہے یا سکیورٹی کیمرہ۔" اس نے جلدی سے اپنا سر مزید جرنل میں گھسا دیا۔

وہ باہر آیا تو سونے رنگ کی ریلنگ کو تھامتے ہوئے' سامنے لگے ہوئے دہیو کل فانوس کو دیکھ رہا تھا جو' اس کے کہنے پر بجھا ہوا تھا اور نیچے کی ارد گرد کے روشنی سے وہ نوکروں کی ہلچل باخوبی دیکھ پا رہا تھا۔ گولائی سے

بنے ہوئے سڑھیوں کی طرف دیکھا جو پورا گھوم کر

اس کی طرف آتا تھا' وہ نیچے نہیں جانا چاہتا تھا۔ اسے معلوم تھا

جیسے نیچے جائے گا' کوئی نہ کوئی مسئلہ آن پڑے گا۔

اور آج اس میں مزید مسئلے سُنے کی سکت نہیں تھی پھر بھی

وہ سکندر تھا اور سکندر کبھی کبھار اپنے دل کے بھی نہیں مانا کرتا تھا

۔میرون رنگ کے کُرتے کو جھاڑتا ہوا۔وہ نیچے اُترنے لگا۔چلتے ہوئے اچانک اس کی نظر وکیل اسلم پر گئی' اس کا عکس سامنے دراز آئینے میں باخوبی دکھائی دے رہا تھا مگر وہ اس سے بے خبر اپنی کہی جار ہا تھا۔اس کے چہرے پہ گہرا اضطراب تھا جبکہ ہونٹ تیزی سے ہل رہے تھے وہ جس سے بات کر رہا تھا۔وہ نظر نہیں آرہا تھا۔سکندر اپنے قدموں کو دباتے ہوئے چلنے لگا تاکہ دیکھ سکے آخر معاملہ کیا ہے۔آواز سرگوشی میں تھی۔اوپر سے ان ملازموں کا شور۔اس سے پہلے وہ آگے بڑھتا ملازم نے اسے پکارا۔

"بھا آپ کے لئے کچھ لاوں؟ وہ آپ کے چائے کا وقت ہو گیا ہے۔"

سکندر نے مڑ کر اپنی غضیلی نگاہیں اس پر مرکوز کی۔

وکیل اسلم ایک دم متوجہ ہو گیا اس طرف پھر جلدی سے خود کو سنبھالتا اس طرف آیا۔

"بھا!۔"

سکندر نے گردن موڑ کر اسے دیکھا تو اس کے تاثرات دیکھ کر وہ ڈر گیا۔

اس کو دیکھنے کے بعد سکندر نے سرد آواز میں کہا۔

"وسکی لانا' جمشید سے کہہ کر اور ہاں بلیک بوتل۔"

کہتے ساتھ ہی وہ اپنے تاثرات کو قابو پا چکا تھا۔

"اب بتاو کیا خبر ہے اسلم ؟" وہ چلتے ہوے آگے آیا اور اس دیکھتے ہوے بڑی نرمی سے کہا ساتھ میں وہ آئینے کو دیکھ رہا تھا جہاں سے ماجد اب پچھلے لان کی طرف چلا گیا تھا
۔

"بھا ایک خبر آئی ہے' خبر اچھی نہیں ہے۔"

"اچھی ہے یا بُری ہے کا نہیں پوچھا خبر کا پوچھا ہے۔"

اس نے اب بھی اپنے آپ کو قابو کیا تھا مگر وہ سمجھ گیا تھا معاملہ کیا ہے۔

"وہی زارق چوہدری والا مسئلہ وہ آفسر آپ کے کام میں پھڈے بہت ڈال ہے۔"

"شک تو پڑ گیا تھا مجھے مگر اتنا رازدانہ انداز کیوں اپنایا ہوا ہے تم نے؟"

"کیونکہ سر پتا نہیں اسے لگتا ہے کہ کوئی آپ کے گھر میں موجود ہے اور آپ پہ نظر رکھے یہ ساری خبر پولیس کو دے رہا ہے۔"

وہ چلتے ہوے اب ڈرائینگ روم کی طرف آ گئے تھے۔
سکندر عموماً یہاں بہت کم جاتا مگر اس کی بات سُنے کے بعد وہ چلتے ہوے بات کرتے ہوے اس طرف آ گئے تھے کیونکہ یہ کمرہ ساونڈ پروف تھا۔ انداز نارمل تھا مگر سوچ الرٹ۔

"ہمم شک ہے کسی پہ؟" داڑھی پہ ہاتھ پھیرتے ہوے سفید

صوفے پہ بیٹھتے ہوئے بولا۔

"ابھی نہیں مگر فکر نہیں کریں سر میں پتا لگاتا ہوں۔"

"ٹھیک ہے اور زرا اسے آفسر کی قیمتی شہہ تو لاؤ زرا میں بھی تو دیکھوں کیسے پھڑ پھڑا کر میرے قدموں میں نہ آئے تو میرا نام بھی سکندر نہیں۔"

اس نے گھٹنے پہ پاؤں رکھتے ہوئے جیب سے سگریٹ نکالتے ہوئے کہا۔

"خیر میں کمرے میں جارہا ہوں' سنگاپور کی فلائٹ کو چینج کردو لگتا ہے اسے یہ خبر ضرور ہو گی اس کے بجائے ملیشیا رکھو ٹائیمنگ رات کے ہو۔"

"جو حکم بھا۔"

※※※※※※※※※※

مہمان آئے' گپ شپ لگائی' کھانا کھایا مگر رہے نہیں وجہ پتا نہیں کیا تھا پہلے تو ان کا کہنا تھا ان کے یہاں کوئی بھی نہیں پھر اچانک رمشا کو گویائی سے محروم پا کر انھیں دور کی پھوپھی کا گھر یاد آگیا تو انھوں نے وہاں رہنے کا فیصلہ کیا تھا۔ رؤف صاحب کا کھلا ہوا چہرہ ایک دم مرجھا گیا تھا جبکہ رمشا ویسے ہی تھی جیسے پہلے۔

اسے اس چیز سے کوئی فرق نہیں پڑتا تھا بات سکندر سے محبت کی بھی نہیں تھی۔ بیشک محبت اپنی جگہ اگر اس کے بابا اپنی مرضی سے جہاں بھی شادی کرنے کو کہتے

وہ خاموشی سے اپنے خاموش محبت کو دل میں دفنا کر شادی کر لیتی مگر' قسمت اس وقت اس پر
مہربان تھی وہ کسی
کی زندگی میں زبردستی نہیں داخل ہونا چاہتی تھی۔اچھا تھا
آج کل کے نوجوان اپنی مرضی کرتے تھے ورنہ اگر کوئی
ماں باپ یا دولت کے باعث انڈر پریشر ہو کر کرلے تو
زندگی مکمل ہونے کے باوجود بڑی بے رنگ سے ہو جاتی
ہے۔وہ کسی کے لئے سراپا محبت بنا چاہتی تھی سراپا مجبوری نہیں۔
امی کا اتنا دھیان نہیں تھا اس بات پر انھیں تو پہلے سے پتا
تھا اور وہ اب سب کی عادی ہوگئی تھی۔رمشا نے سوچا
کیوں نہ اس موقعے پہ بابا کو اموشنل کر کے اپنا مدعا بیان
کیا جائے پھر ٹھہر جاتی کہ کہی بابا اس کو سوکالڈر یجکشن
پر یہ بات سُنتے ہی بھڑک نہ جائے۔ابھی نہیں مشی صبح
بات کر کے دیکھتے ہیں۔خود سے کہتے ہوے
اس نے عینہ کا میسج چیک کیا تو اس
کے بعد سے تو کوئی میسج نہیں آیا البتہ ایک مسڈ کال آئی
تھی وہ بھی انون نمبر سے۔اس ٹائیم جب وہ تیار ہو رہی تھی
۔یہ کس کا نمبر ہو سکتا ہے۔اس نے بے اختیار سوچا۔کوئی
رانگ نمبر ہو گا اگر کوئی اسے جانتا تھا تو صرف واٹس
ایپ پہ ویڈیو کال اور میسج کر دیا کرتا تھا اور اگر کوئی
ضروری ہدائیت کرنی ہوتی چاہیے وہ گھر ہو یا باہر ہو تو
صرف امی یا ابو اسے مسیج یا کال کیا کرتے تھے۔وہ بس کان سے لگا کران

کی بات سُن کر بند کر دیا کرتی تھی۔عینہ کے مسیج کا وہ
انتظار کر رہی تھی مگر یہاں کوئی آثار نہیں لگ
رہے تھے۔اُف کیا مصیبت ہے نہ نیند آ رہی ہے' نہ عینہ کا
مسیج۔نہ ہی وہ بابا سے ابھی بات کر سکتی تھی۔
لاہور جانے کی آج کل اسے بے چینی کیوں ہو رہی تھی بستر
پہ چت لیٹے وہ سوچی جا رہی تھی پھر اسے خیال آیا وہ
تیزی سے اُٹھی دراز کھولا۔
اس نے دیکھا تو اس کی آنکھیں اچانک ہی نم ہو گئیں۔یہ
اس کی بچپن کی تصویر تھی۔ جس میں یونی فورم میں
ملبوس دو سالار مشا کو اپنے گود میں اُٹھائے کھڑا تھا۔اس
دن ماموں کتنے خوش تھے۔اتنی کم عمری میں وہ بڑے
عہدے پہ فائز ہو گئے تھے۔سب کتنے خوش تھے ان کی
کامیابی پر۔اس کے پیارے 'خوبصورت' ہونہار ماموں کی
زندگی کیسے ایک سیکنڈ میں تباہ ہو گئی۔ان کا سب کچھ
چھین لیا گیا۔وہ کیسے رہتے ہو گے۔بابا کیوں نہیں
سمجھتے اگر میں نے کچھ کھویا تو کم انھوں نے بھی نہیں
کھویا بلکہ وہ آدھی زندگی سے محروم ہو گئے ہیں۔میں تو
پھر بھی کچھ بن رہی ہوں لیکن ماموں' ماموں کا تو کریر
تباہ ہو گیا۔مجھے کوئی الزام دینے والا نہیں ہے لیکن ماموں۔۔۔۔۔۔۔۔۔ان بیچارے کو تو میرا مجرم ہی
قرار دے دیا میرے ہونہار ماموں
۔آنکھوں سے میٹھا بوند پھسل کر تصویر پہ جا گرا۔

"نہیں مجھے ماموں کو اس گلٹ سے نکلانا ہوگا' چودہ سال وہ اس تکلیف میں رہے' چودہ سال وہ اپنی ساری خوشیوں سے محروم رہیں۔ میں ایسا ہونے نہیں دوں گی میرا وعدہ ہے ماموں آپ سے۔"

اس نے حداد کے روشن چہرے پہ ہاتھ پھیرا۔ صبح کے دن کے انتظار میں لیٹ گئی۔ اسے اپنے لئے نہیں ماموں کے لئے لڑنا تھا کیونکہ اتنے سالوں بعد بھی حداد ماموں چاہتے ہیں کہ وہ آئے تو وہ ضرور آئے گی۔

※※※※※※※※※

رمشا کے گھر سے اب سید حاحدید عالم کے گھر کی طرف چلتے ہیں' جہاں وہ ڈرائینگ روم میں بیٹھے اپنی فیملی کے ساتھ ڈنر کر رہے تھے۔

ٹیبل میں ان کے بیگم کے ان کے دائیں جانب بیٹھی ان کی بیٹی عنیقہ اور مسز حدید کے ساتھ بیٹھا ان کا لندن سے لا کر کے آیا ہوا ہونہار بیٹا فاروق۔

اس کی آمد صبح ہی ہوئی تھی۔ حدید صاحب اپنے کام کے وجہ سے لیٹ آئے تھے اس لئے کھانا بھی دیر سے لگایا گیا تاکہ ساتھ کھا سکے۔ بات کا آغاز حدید صاحب نے کیا تھا۔

" اور ینگ مین کیا ارادے ہیں اب آگے' ڈگری تو لے لی پریکٹس یہاں ہی کروگے؟" پاستا منہ میں ڈالتے ہوئے فاروق نے انھیں دیکھا پھر ہولے سے مسکرایا۔ خوش شکل

فاروق عالم کی شکل تھوڑی سی سکندر سے ملتی تھی بس اس
کی کلین شیو اور عمر کی وجہ سے فرق نظر آتا تھا۔
" ڈیڈا بھی تو آیا ہوں۔ابھی سے ہء آپ نے کام پہ لگانے کا ارادہ
رکھ لیا۔دیکھ رہی ہیں ممی۔"
اس نے لاڈ سے اپنی ماں کو دیکھا تو مسز حدید جوس کا
گلاس لبوں سے لگاتے ہوئے خفگی سے حدید عالم کو
دیکھنے لگی۔
"حدید آپ بھی میرے بیٹے کے پیچھے پڑ گئے' ابھی تو اس
نے وکالت کی ڈگری لی ہے۔ تھوڑا آرام تو کرنے دیں'
دیکھیں نا کیسے کمزور ہو کر آیا ہے تھوڑا یہاں کی ہوا کا
عادی ہو جائے پھر آپ کے ساتھ ہی ہو گا۔"
" آپ تو ہر وقت اس کی حمایت کرتی ہیں بیگم۔"
"آپ سے تو کم ہی کرتی ہوں' سب سے زیادہ تو آپ کا لاڈلا
ہے۔"
"مجھے لگتا ہے میں بزنس ڈگری چھوڑ کر لا کر لوں کیونکہ یہاں تو صرف
وکیلوں کی ہی اہمیت ہے۔"
خاموشی سی کھانا کھاتی عنیقہ شرارت سے بولی۔
"تم بیرسٹر ہی کیوں نہ بن جاو نیقی' پاپا ہمیشہ مجھ
سے زیادہ ہی پیار کریں گئیے۔"
"بابا دیکھ رہیں آپ؟"
"فاروق میری بیٹی کو تنگ نہ کرو۔"

انھوں نے شرارتی انداز میں تنبیہ کی' فاروق نے اپنی
مسکراہٹ دبائی۔
مزید وہ بات کرتے کہ ایک دن ملازم آیا اور جھک کر ان
کے کانوں میں کچھ کہا۔ایک دم ہی حدید عالم کے رنگت
تبدیل ہوگئی۔ مسز حدید نے انھیں دیکھا اس سے پہلے وہ
کہتی' فاروق بولا اُٹھا۔
"کیا بات ہے' اتنی رازدانہ انداز بشیر کاکا۔"
بشیر نے انھیں دیکھا پھر حدید عالم صاحب کو جو نیپکن
ٹیبل پہ پٹھک کر اُٹھے۔
"کس نے آنے دیا اسے؟"
"پتا نہیں صاحب! میں تو خود حیران ہوں جب وہ لان کی
کُرسی میں بیٹھے آپ کو بلانے کے لئے کہا۔ مجھے تو
انھوں نے بولنے کا موقع ہی نہیں دیا۔"
"کیا ہوا؟ حدید یہ کس کی آمد کی بات کر رہا ہے۔" مسز
حدید کی بات کو ان سُنی کرتے ہوے وہ اُٹھے اور باہر کی
طرف بڑھے۔ فاروق اور عنیقہ نے انھیں جاتا دیکھ کر تیزی
سے اُٹھے' فاروق نے بشیر کو دیکھ کر پوچھا۔
"چھوٹے عالم صاحب آئے ہیں۔" وہ اس کے کہنے پر الجھ
گیا پھر مڑا۔
سکندر باہر وسیع لان کے کُرسی پہ بیٹھا ٹانگ کے اوپر
ٹانگ رکھے' پیر مسلسل ہلائے جارہا تھا۔ وہ اس وقت نیوی

بلیو شلوار قمیض میں ملبوس تھا۔ ہونٹوں میں دبا جلا ہوا
سگریٹ' ہاتھوں کی گھڑی کو ٹھیک کرتا۔ وہ اوپر چمکتے
چاند کو تک رہا تھا جس کا نور پورے شہر میں پھیلا ہوا
تھا۔ حدید عالم کے یک دم آتی گرج پر اس کے چہرے پر
ایک دم مسکراہٹ آئی۔ اس نے گردن نہیں موڑی بس ایسی
پوزیشن میں بیٹھا رہا کیونکہ سکندر کبھی کسی کے لئے
نہیں مڑا تھا۔

"تمھاری! تمھاری جرات بھی کیسی ہوئی اپنے ناپاک قدم
میرے گھر پر جمانے کی۔ یہ گارڈ یہ گارڈ سب کہاں مر
گئے' بتاؤ مجھے کیسے آئے ہو اندر؟"

"سکندر اعظم کو اگر عزت سے نہ آنے دیا جائے تو وہ ایک
ہی چیز کرتے ہیں حملہ سو میں نے بھی یہی کیا۔ رہی بات
کیوں آنے کی تو میرے باپ کا گھر ہے جب دل کرے میں
آوں کسی کو اس پر اعتراض تو نہیں ہونا چاہیے۔"

اس نے گہرا کش لیتے ہوے فضا میں اُڑایا۔ اس کی بات پر
حدید عالم کو آگ لگ گئی۔

"کون سا باپ' میں کسی گندی نالی کے کیڑے کا باپ نہیں
ہو سکتا۔ اس لئے ہوش میں رہ کر بات کرو۔ دو منٹ کے
اندر اندر یہاں سے دفع ہو جاو۔"

انھوں نے اتنا ہی کہا اور سکندر نے بھاری پاؤں سے پورا
ٹیبل ہی الٹ دیا' کام تو خاصا تیش والا کیا تھا مگر چہرے

پہ ابھی بھی پُر سکون سا تاثر تھا جیسے یہ کام اس نے نہ کیا ہو
۔حدید عالم نے سرُخ چہرے سے اسے دیکھا پھر مڑنے لگے
کہ سکندر کی گھمبیر آواز نے روک دیا۔

"پولیس کو کال کرنے کا کوئی فائدہ نہیں ہے ڈیڈی ڈیرسٹ۔کیوں نوجوان بیٹے کی جان لینا چاہتے ہو جو ابھی پڑھ
کر باپ کا سہارا بنے کے لئے یہاں آیا۔بڑھاپے کا سہارا
ہے وہ یار۔"

"بکواس بند کرو اپنی خبردار!! خبردار تم نے اپنی گندی
زبان سے اس کا نام لیا' جیسی گھٹیا ماں تھی ویسا ہی اس
کا غلیظ عکس۔"

یہ آواز مسز حدید کی ہی تھی جو اپنے جوان بیٹے کے
متعلق سُنے ہی چیخ کر اس کے سامنے آئی۔سکندر نے
جتنے ضبط سے یہ بات سُنی تھی وہی بہتر جانتا تھا۔اس
کی ماں کے بارے میں' اس کی ماں کے بارے میں وہ یہ
کیسے کہہ سکتی تھی۔

وہ اُٹھا اپنی سُرخ نگاہیں باپ کی طرف مرکوز کی تاکہ دیکھ
سکے انھیں کچھ تو ہوا ہو' اپنی سابقہ نیک بیوی کو غلیظ کہنے
پر مگر نہیں وہاں تو صرف نفرت تھی اس کی ماں کے لئے
سکندر کے لئے' اور اس کے لئے بھی جو اس دُنیا میں ہی
نہیں رہی تھی۔مٹھیوں کو سختی سے بھینچے' اس نے
گہرا سانس لینے کی کوشش کی تھی مگر وہ صحیح سے لے

نہیں پایا تھا۔ خود کو مضبوط کرنے کے لئے اس نے فاروق کو دیکھا جو بہت ہی سنجیدگی سے اسے دیکھتا ماں کو گھیرے میں لے رہا تھا۔ اس کے آنگ آنگ میں ایک ہونہار اور قابل فخر بیٹے کا عکس تھا۔ آئیڈیلسٹک سن۔ اس کے چہرے پہ بڑی خطرناک طنزیا مسکراہٹ آئی۔

"کیسے ہو چھوٹے عالم! واہ خاصے خوبصورت نوجوان ہو گئے ہو۔" وہ توقع کر رہے تھے کہ وہ بہت بڑا ایکشن لے گا اپنی ماں کی بات پر مگر وہ بڑے پُرسکون انداز میں چلتا ہوا فاروق کے سامنے آیا جو ماں کو تھامے بڑی ہی الجھن آمیز نظروں سے سکندر کو دیکھ رہا تھا۔

"دور رہو میرے بیٹے سے۔"

"ارے!"

وہ مُڑ کا مسز حدید کو دیکھا جو شیرنی بنی اپنے بچے کے سامنے ڈھال بنی ہوئی تھی۔ بالکل ویسے جب اس کی ماں بنی تھی مگر مقابل کو نہ پہلے رحم آیا تھا اور نہ اب آئے گا۔ وہ طنزیا ہنستے ہوئے اس کو انگلی سے پوائنٹ کرتے ہوئے بولا۔

"کہی اس کو چھوت کی بیماری تو نہیں ہو گئی جو مجھے اسے دور رہنے کے لئے کہہ رہی ہو ڈیرسٹ سٹیپ مام۔"

"آپ چاہتے کیا ہیں' میرے ممی ڈیڈی کو پریشان کر کے کیا ملتا ہے آپ کو؟۔" عقب سے آتی عنیقہ کی آواز پر سب نے

اسے دیکھا جو چلتے ہوئے بڑی بے خوفی سے اس کے سامنے آئی تھی۔ حدید عالم ایک دم گھبرا کر سختی سے بولے ورنہ سکندر کا کوئی بھید نہیں تھا کہ اس کی بدزبانی پہ کیا کر ڈالے۔

"عنیقہ اپنے کمرے میں جاوں۔"

"نوڈیڈ' یہ ہر وقت آکر تماشہ لگاتے رہیں گے اور ہم چُپ چاپ اپنے گھر میں اس تماشے کو دیکھتے رہیں گے اور آپ کیا چاہتے ہیں مارنا چاہتے ہیں تو ابھی آپ کی جیب میں موجود گن چلائے' ہم آپ کے سامنے کھڑے ہیں۔"

"عنیقہ! کیا بکواس کر رہی ہو؟"

مسز حدید چیخ پڑی اور اس کے پاس آنے والی تھی کہ عنیقہ نے ایک ہاتھ سے روک دیا۔

"نہیں ممی میں بھی تو دیکھوں اس کھو کھلے غنڈے میں کتنا زعم ہے' پتا تو چلے میں پانچ سال سے یہ سب دیکھ رہی ہوں' مگر میرا صبر اب ختم ہو چکا ہے۔ میں اس روز روز کے تماشے سے تنگ آگئی ہوں۔"

اس کی بات پر فاروق عالم کا منہ حیرت سے کھل گیا۔

"کیا مطلب یہ پہلی بار نہیں آرہا۔ میری غیر موجودگی میں یہ سب ہمیشہ سے ہوتا آرہا ہے۔"

سب ذی روح ایک دم خاموش ہو گئے سکندر تو بڑی عجیب نظروں سے اپنی سوتیلی بہن کو دیکھ رہا تھا۔ جو آج بالکل

ماں کی طرح اس کے سامنے بنا کسی خوف کے سامنے کھڑی تھی۔

"عنیقہ' فاروق تم دونوں اس وقت اپنے کمرے میں جاو' اس سے میں نپٹوں گا۔"

"خیر جیسے کی سٹیپ سسٹر کا کہنا ہے کہ میں بار بار آکر ان کی پرائیوسی میں دخل اندازی کرتا ہوں تو ڈیر سسٹر اس میں میرا کوئی قصور نہیں ہے۔ مجھے جنم دینے والے کا قصور ہے۔ خود ہی مصیبت کو پیدا کرتا ہے پھر خود ہی مصیبت سے جان چڑھوانا چاہتا ہے لیکن ایسا کیسے ہو سکتا ہے جو مصیبت آپ کی تخلیق کی ہوں وہ آپ کو پیچھا کیسے چھوڑ سکتی ہے خیر وقت شاید مناسب نہیں تھا اس لئے گڑیا کو بُرا لگا۔"

جتنے پیار سے بولا تھا اتنے ہی اس کے الفاظ چُبتے ہوے تھے عنیقہ نے انگلی اُٹھا کر اسے کہا۔

"آئندہ آپ اس گھر میں قدم نہیں رکھے گے ورنہ آپ بہت پچھتائیں گے۔"

سکندر نے بڑی نرمی سے اس کے ہاتھ نیچے کیے اور ہاتھ بڑھا کر اس کا گال تھپ تھپایا وہ ایک دم تڑپ کر پیچھے ہوئی مسز حدید بڑھنے لگی کہ سکندر نے ایک ہاتھ سے روک دیا' مگر اپنی نظریں اس کی طرف گاڑتے ہوے کھلی مسکراہٹ سے بولا۔

"گڑیا' تمھاری عمر گڑیا کھیلنے کی عمر ہے۔ شیروں سے
پنگا نہیں لیتے ورنہ شیر گڑیوں کو بھی نہیں بخشتے۔"
اتنی واضع دھمکی دے کر وہ چلنے لگا کہ اس نے فاروق
کو دیکھا جس کی نظروں میں اب حقارت آگئی تھی۔
"یار ایسے مت دیکھ مجھے' یہ نہ ہو سینے سے لگا لوں
تجھے۔"
کندھے کو تھپ تھپا کر چلنے لگا مگر پیچھے سے ہانک
لگانا نہیں بولا۔
"پھر آوں گا حدید عالم صاحب۔ بیوی بچوں کی بدولت
اصل بات ہو نہیں پائی۔"
وہ بے بسی سے مٹھیاں بھینچے اسے جاتا ہوا دیکھنے لگے
' انھیں معلوم تھا کہ اگر وہ گارڈ کو بلوا لیتے تو بھی اس کا
کوئی فائدہ نہیں تھا کیونکہ سکندر کی طاقت نے ان کی
طاقت کو مفلوج کر دیا تھا۔
※※※※※※※※※
وہ بچہ ابھی ماں باپ سے اجازت لے کر اپنے کمرے میں
گیا تھا تاکہ وہ اپنا ہوم ورک مکمل کر لے' مگر درحقیقت
ایسا نہ تھا۔ چلتے ہوئے جیسے ہی اپنے کمرے میں پہنچا
اس نے بڑے ہی خوف زدہ انداز میں اِدھر اُدھر دیکھا کہ
کوئی اس کو دیکھ تو نہیں رہا تھا پر وہاں کوئی نہیں تھا۔ یہ
اس کے اندر کا خوف تھا جو بار بار اسے چونکانے پر

مجبور کر رہا تھا۔

دروازے کو بند کرتے ہوئے وہ اپنے بیڈ کے پاس آیا بیٹھتے ساتھ اس نے دراز کھولا ایک چھوٹا سا سیاہ رنگ کا ڈبہ نکالا۔اس کو کھولتے ہی اس میں وہی نیلے رنگ کا پیکٹ تھا۔جو اس نے آئیسکریم والے سے لیا تھا۔

اس پیکٹ کو بار بار استعمال کرنے کی وجہ سے وہ اب تھوڑے مقدار میں رہ گیا تھا۔اس نے پیکٹ کھولا تو سفید چونے جیسا کوکین بس ایک چٹکی کے مانند نکلا تھا۔چہرے پہ خاصی مایوسی آئی تھی پر اسی سے کام چلا لیتے ہیں'

ہتھیلی کو ناک کے قریب لے کر جاتے ہوئے اس کو اپنے اندر اتارتے ہوئے اس نے گہری سانس لی۔اثر کم تھا مگر جو بھی تھا ایک پل کے لئے تو دماغ دوسرے جہاں میں چلا گیا تھا۔اور یہ دوسرا جہاں کسی جنت سے کم نہیں تھا۔

ایسی مضنوعی جنت عنقریب جہنم لے کر جانے والی تھی۔

اور تھوڑی ہی دیر میں چند بار سونگھنے سے وہ ہوش و خرو سے بیگانہ ہو گیا تھا۔

※※※※※※※※

" اب کیسے ہیں وہ؟"

وہ اپنے کام سے واپس آتے ہوئے جیسے ہی کمرے میں جانے لگی اس نے دیکھا اوپری منزل سے نیچے آتی دُرینہ کا چہرہ اُترا ہوا تھا۔تو اس نے بے ساختہ حداد کے

بارے میں پوچھا۔

"دروازہ ہی نہیں کھولا' بابا آج کراچی چلئے گئے ہیں ماما کے ساتھ۔

میں نے کہا اگر وہ مشی سے بات کر لیں تو شاید رمشا اپنے بابا کو کسی طرح کنوینس کر لے۔بٹ۔"

"آئیم سوری میری وجہ سے وہ اتنے اپ سیٹ ہو گئے۔ مجھے اگر پتا ہوتا تو ایسا کبھی نہ کرتی۔"

شرینہ شرمندگی سے بولی۔

"ارے پاگل ایسے مت کہو ان کو کچھ نہیں پتا ہوتا ابھی دیکھنا جیسے پتا چلے گا رمشا آ رہی ہے تو جلدی سے کمرے سے باہر ہو گے۔ ہم سے زیادہ اس سے پیار کرتے ہیں' بہت فیورٹ تھی ان کی ہم تو بچپن میں جیلس ہوا کرتے تھے مگر اب! اب کہتے ہیں کہ مشی ان کے لئے آ جائے۔"

شرینہ نے اپنا بیگ دوسرے بازو پہ رکھا' پھر آگے بڑھ کر اس نے عینہ کے کندھے پہ ہاتھ رکھا۔

"فکر کیوں کرتی ہو' ان شاءاللہ مشی ہمارے سامنے ہو گی اور تمھارے چاچو اپنے خول سے باہر آ جائے گے' جہاں تک مجھے پتا ہے یہ گلٹ کے علاوہ کچھ نہیں کم سے کم یہ بات میں نے کل جانی ہے وہ بہت مضبوط اعصاب کے مالک ہیں۔ان کی جگہ کوئی اور ہوتا تو کب کی اپنی جان لے لیتا۔"

اس کی بات پر دُرینہ کو جھٹکا لگا۔

"کیا مطلب؟" اس کی بات پر شرینہ کے چہرے پہ بے ساختہ مسکراہٹ آئی۔

"تم اپنے چاچو کے پاس اتنی دفعہ جاتی ہو ایک بار غور کر لیا کرو ان پر سب سمجھ جاو گی۔"

اتنا کہہ کر وہ کمرے کی طرف جانے لگی کہ دُرینہ اس کے پیچھے آتے ہوے بولی۔

" کیا مطلب میں بالکل بھی نہیں سمجھی؟" اس کے چہرے پر واقعی ہی نا سمجھی والے تاثرات تھے۔

"آپ سب لوگ انھیں ہمدرد، ترحم بھری نظروں سے دیکھتے ہیں جو کہ یہ بالکل غلط ہے اور یہ آپ لوگ اب سے نہیں بہت پہلے سے کر رہے ہیں تو کیسے اُمید کرتے ہیں کہ وہ بالکل نارمل زندگی گزارنے لگ جائے گے۔ بار بار احساس ان کو دلایا جاتا ہے کہ وہ اس قابل نہیں ہے کہ وہ اب کچھ کر سکیں۔ دوسری غلطی آپ کی دادی سے ہوئی انھوں نے کیوں ان کی شادی نہیں کروائی۔"

وہ اب بیگ' دوپٹہ' کی چین اپنی اپنی جگہ رکھ کر بتا رہی تھی۔ عینہ دروازے کے ساتھ لگی اس کو سُن رہی تھی اس شادی والی بات پر بولی۔

"تمھیں کیا لگتا ہے شرین ہم نے کچھ نہیں کیا؟ دادی نے ہر ممکن کوشش کی کہ ماموں مان جائے لیکن ماموں اتنے

ہسٹرک ہو جاتے تھے اس بات پر کہ اکثر توڑ پھوڑ شروع کر دیتے ان کی اس حرکتوں سے حسن چاچو اور چچی گھر چھوڑ گئے تھے اور وہ اب کینیڈا میں مقید ان کی وجہ سے میری شادی میں بھی نہیں آ رہے کیونکہ یہ ان کے بچوں پر بُرا اثر پڑے گا۔

"یہی چیز یہی چیز ان کو باور کرائی جاتی ہے کہ وہ بیمار ہیں حالانکہ ایسا نہیں کل جب وہ میرے سامنے آئے۔"

اس کے بات ہمیشہ آدھی آدھوری رہ گئی کیونکہ سلوا ان کی کام والی نے دُرینہ کو بلایا کہ بڑی بی بی جی یعنی کے رمشا کی نانی اس کو نیچے آنے کا کہہ رہی ہیں۔ دُرینہ نے شرینہ کو دیکھا تو اسے جانے کا اشارہ کیا کہ بعد میں اسے بارے میں بات کرتے ہیں۔ دُرینہ نے سر ہلایا اور سلوا کے پیچھے ہی چل پڑی۔ شرینہ نے گہرا سانس لیا اور اپنی چیزیں سنبھال کر رکھتی ہی اس نے الماری کھولی اس کی نظریں بے اختیار الماری کے ساتھ لگی حداد کی تصویر کی طرف گئیں۔ جس میں وہ آرمی یونی فورم میں ملبوس تھا۔ اس کا مسکراتا خوبصورت چہرے جس میں اس کی چمکتی ہوئی بھوری' سُنہری آنکھیں اسی کو دیکھ رہی تھیں۔ بہت طاقت تھی ان آنکھوں میں جبھی تو وہ ان پر حجاب رکھتا تھا ۔ وہ اپنی سوچ پر مسکرا پڑی۔ کوئی بھی فرد حداد کے تصویر خاص کر وہ جو اس کی ماضی کے ساتھ جڑی

ہوئی نہیں رکھتا تھا کیونکہ یہی تصویریں دیکھنے سے
وہ ہسٹرک ہو جاتا تھا۔اس لئے سب لوگوں نے اس کی
تصویریں چھپا دی تھی مگر عینہ کی یہ فیورٹ تصویر تھی۔
اس لئے اس نے الماری میں ٹیپ سے لگا دی تھی۔ینگ سا
حداد شرینہ کے دل میں اُتر رہا۔ہینڈسم تو وہ اب بھی تھا
بلکہ اس تصویر سے زیادہ تھا مگر اب اس چہرے پہ وہ
کھلا ہوا رنگ نہیں تھا۔اس میں بس درد ہی درد تھا اور
شرینہ اس کے درد کو مٹا دینا چاہتی تھی۔ہاتھ اس کی
تصویر کی طرف بڑھانے کی وہ گستاخی کر چکی تھی۔
انگلی کی پوروں سے وہ اس کی آنکھوں کو چھونے لگی
پھر اس لے لبوں سے ایک آہ نکلی۔
"آپ ٹھیک ہو جائے گے حداد۔ان شااللہ آپ کی آنکھوں
میں وہی چمک ہو گی جو چودہ سال پہلے آپ کی ان چشم
میں ہوا کرتی تھی۔"
بولتے ہوے نجانے اس مضبوط لڑکی کی آنکھیں نم ہو گئ
تھیں۔

※※※※※※※※

وہ نیچے آئی تو حسیب ناشتے کی ٹیبل سجا رہا تھا جبکہ
امی دور سے کچن میں پراٹھے بناتے ہوے دکھائی دے رہی
تھی۔بابا بھی یقیناً لاونج میں موجود ہو گے۔اس لئے وہ چلتے
ہوے نیچے پہنچی حسیب نے اسے دیکھا تو سلام کیا۔اس

نے ہولے سے سر ہلایا اور کچن میں جانے کے بجائے لاونج میں گئی مگر وہ وہاں پر بابا موجود نہیں تھے۔اسے تھوڑی مایوسی ہوئی۔کیا بابا ابھی تک نہیں اُٹھے۔وہ مڑنے لگی وہ اس کے بابا جو باہر سے آرہے تھے اس کو دیکھتے ہوئے مسکرائے۔

" اسلام و علکیم میرا بچہ اُٹھ گیا۔" وہ مسکراتے ہوئے ان کے ساتھ لگ گئی تو انھوں نے اس کی پیشانی چومی۔وہ ان سے الگ ہوئی تو ان کا گھر والے حلیے میں دیکھ کر سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگی۔وہ اس کی نظروں کا مفہوم سمجھ کر مسکرائے۔

"آج میں آفس زرا دیر سے جاوں گا' اچھا ہے نا دونوں باپ بیٹی آرام سے ناشتہ کریں گے پھر اگر ٹائیم ہوا تو بیڈ منٹن بھی کھیل لے گے۔کافی عرصہ ہو گیا ہے۔"

"سچ بابا۔" اس کی مسکراہٹ سب کہہ رہی تھی۔

"ہاں آو۔بیگم جی کتنی دیر لگے گی ناشتے میں؟" وہ رمشا کے ساتھ آتے ہوئے اپنی بیوی کو آواز دینا نہیں بھولے تھے۔

"آرہی ہوں آج آپ نے فرمائش ہی ایسی کی ہے کہ ٹائیم تو لگ ہی گیا۔ارے تم اُٹھ گئی پتا ہی نہیں چلا؟"

وہ باہر پلیٹ پکڑے ٹیبل کی طرف آئی تو رمشا کو دیکھ کر چونکی پھر مسکراتے ہوئے اسے بولی۔

"میں ابھی تھوڑی دیر پہلے آئی تھی مجھے لگا آپ کو پتا چل گیا ہو گا۔"

اس نے انگلیاں اُٹھا کر انھیں سمجھایا۔

"اچھا اچھا اب اندر سے جوس کا ڈبہ لے آؤ اور بٹر بھی فریج سے نکال لینا یہ حسیب اِدھر ہی تھا کہاں چلا گیا؟"

"باہر گیا ہے میں نے گاڑی صاف کرنے کا کہا ہے۔"

"ابھی میرے کام کے وقت اپنے کام نہ کرواؤ نا کریں نا۔"

وہ انھیں ہولے سے گھورتے ہوئے بولی جبکہ وہ خوشگوار انداز میں ہنس پڑے۔

"اچھا جی اس بار معاف کر دیں آیندہ ایسی گستاخی نہیں ہو گی۔"

ان کے اچھے موڈ کو دیکھ کر رمشا اور اس کی امی کو حیرت ہوئی تھی۔رمشا تو خوشی سے انھیں دیکھنے لگی۔

دل میں کہا اس سے اچھا موقعہ ہو نہیں سکتا اپنی خواہش کا اظہار کرنا مگر بڑے دھیان سے ورنہ ان کے موڈ میں بدلتے ہوئے وقت نہیں لگتا تھا۔اس نے خاموشی سے ماں کو اشارہ کیا۔ماں نے بڑی نا سمجھی سے دیکھا۔

اس نے پھر سے کیا اور کچن میں چلی گئی' فریج سے جوس کا ڈبے کے ساتھ بٹر نکال کر مڑی تو ماں اندر داخل ہوئی۔

"کیا ہوا کوئی بات کرنی ہے؟"

"جی بات کرنی ہے اور وہ بھی آپ نے۔"

"کیا کہہ رہی ہو۔"

اُف کبھی کبھار اہم بات مشکل کیوں ہو جاتی ہے اپنوں کو سمجھانا جو آپ کی ہر رگ رگ سے واقف ہوتے ہیں۔

اس نے آنکھیں گھماتے ہوئے سوچا۔اس کا آنکھیں گھمانا ہی کافی تھا اور اس کی امی سمجھ گئی تھی۔

"مشی تم پاگل ہو دیکھا نہیں کل کی وجہ سے ان کا موڈ اتنا خراب تھا تو آج شکر نہیں کرتی کہ کافی اچھے موڈ میں ہیں "۔

"ممی پلیز نا اس سے اچھا موقعہ پھر کبھی نہیں ملے گا۔" اس نے اشارے سے انھیں بتایا۔

"سوری مشی میں ایسا نہیں کر سکتی۔یہ عینہ کو میں سمجھاتی خود بھی پاگل ہو رہی ہے تمھیں بھی کر رہی ہے تم دونوں ضرور کوئی طوفان کھڑا کرنا ہے اب چلو تمھارے بابا آوازیں نہ دینا شروع کر دیں۔"

"اُف امی۔"

اس نے آنکھیں زور سے میچ کر آگے جانے لگی جب باہر آئی تو بابا کو فون بج اُٹھا تھا جسے دیکھ کر ان کے ماتھے پہ بل آ گئے تھے مگر مزید سوچتے ہوئے انھوں نے فون اُٹھا لیا۔

"اسلام و علیکم جمال! "

انھوں نے اتنا کہا اور رمشا اور اس کی امی ان کی بات

سُنتے ہوئے اچھل پڑی۔

تو اس سے پہلے یہ کام جمال ماموں نے کر لیا چلو اچھا ہے

۔

رمشا پہلے خوف زدہ ہوگئی تھی' لیکن بابا کے نارمل تاثرات دیکھ کر اس نے شکر ادا کیا۔

※※※※※※

جمال عظیم کی نظریں ان کے سنیجدے چہرے کی طرف تھی۔ جو فائل پہ جھکے بڑے غور سے کیس کو پڑھ رہے تھے۔ انھوں نے آتے ساتھ ہی یہ کہا کھانا بعد میں پہلے ضروری بات کر لی جائے تاکہ ان کی غلط فہمی بھی دور ہو جائے کہ وہ آخر کس مقصد کے لئے آئے ہیں۔ مقصد تو بہن اور بھانجی کو بھی ساتھ لانا تھا مگر یہ سکندر والا معاملہ ہر معاملے سے بھی زیادہ سنگین تھا۔ جس کا حل ہونا بہت ضروری تھا۔

"کیا کہتے ہو پھر؟"

کافی طویل خاموشی کے بعد رؤف امجد نے نگاہیں ان کے چہرے کی طرف اُٹھائیں اور ان کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"میں نے کیا کہنا ہے یار! "

"معاملہ واقعی سنگین ہے۔"

"یہ تم اب کہہ رہے ہو۔ یہ پانچ سال سے سنگین تھا اب تو مجھے لگتا ہے پانی اوپر سے گزر چکا ہے۔"

جمال عظیم کی تلخ لہجے پر رؤف نے نفی میں سر ہلایا۔

"اللہ نہ کرے ایسا کیوں سوچتے ہوا بھی وقت ہے۔کچھ پلان کیا؟"

"کیا ہے مگر تمھاری اس وقت ساتھ بیحد ضروری ہے۔"

"میرا؟"

انجھنبے سے پوچھا گیا۔

"دیکھو رؤف ساری رنجشیں' دوری کو سائڈ پہ کر کے مجھے صرف اپنا کولیک جانو' ایک ٹیم! مجھے اپنے اس ملک اور اس کی نوجوان نسل کے بارے میں سوچنا ہے میں اس طرح اس کو تباہ و برباد ہوتے ہوئے نہیں دیکھ سکتا۔ ایک کو دیکھ چکا ہوں اور اس تباہی کی کیفیت مجھ سے بہتر کوئی نہیں جان سکتا۔"

رؤف صاحب کے چہرے پہ اس بار اضطراب آ گیا۔پہلو بدلے' چہرے پہ ہاتھ ٹکائے وہ نظریں اِدھر اُدھر کرنے لگیں۔

"سکندر ایک بیماری ہے اور اس بیماری کو اوکھاڑ کر پھینکنا ہے۔یہ پورے پاکستان سمیت آدھی دُنیا کو اپنے بیماری سے تباہ کر دے گا۔"

"تو میں کیا کر سکتا ہوں یار کسی نیر کو ٹکس آفسر کو ہائر کرو اس سے بہتر کام تو وہی کر سکتا ہے۔مجھے پکا یقین ہے ایک اچھے پلان' ٹیم اور انٹیلجنٹ آفسر سے ایسی

بیماری کا خاتمہ کر سکتا ہے نامیر ااس سے کیا تعلق ؟۔"

"وہی تو اس لئے تو یہاں آیا ہوں تمھاری کافی جان پہچان ہے ایسے آفسروں سے دوسرا یار ہیڈ نام بھی کوئی چیز ہوتی ہے تم کیا ڈی آیس پی بن کر چنے بیچ رہے ہو؟" اس کی بات پر وہ ہنسے اور روف صاحب نے انھیں ہلکہ سا گھورا۔"تم کافی شارپ آفسر تھے یار اس لئے اتنی جلدی پورومشنز بھی ہوئی۔ماشااللہ مجرموں کی ہٹلر بھی مشہور ہو گئے ہو تو اتنی سی بیماری کو ختم کروانے میں ہماری مدد نہیں کر سکتے۔ایسا بالکل مت سوچنا یار میں کسی اور مقصد سے یہاں آیا ہوں میں یہاں اپنے ملک کے لئے آیا ہوں بیشک اکیلے آجاو میرا ایک فلیٹ ہے بالکل فرنیشڈ۔"

"جمال! بات اگر ملک کی ہے تو میں انکار ہرگز نہیں کروں گا مگر۔۔۔۔"

"مگر کیا؟"

وہ کچھ کہنا چاہتے تھے پھر گہرا سانس لے کر بات بدلی۔

"شادی کی تیاریاں کیسی چل رہی ہیں؟"

"جیسی بھی چل رہی ہیں تمھارا اس سے کیا لینا دینا۔"

ان کے پوچھنے پر جمال عظیم کو اتنی خوشی ہوئی کہ وہ لفظوں میں اس خوشی کو بیان نہیں کر سکتے رؤف امجد ان کے بہنوئی سے پہلے بچپن کے دوست تھے اور انھوں نے

نہ صرف اپنی بہن کو کھویا تھا بلکہ اپنے جگری دوست سے بھی دور ہو چکے تھے۔ خوشی کا اظہار البتہ انھوں نے نہیں کیا تھا۔ چہرے پہ نروٹھا پن لا کر شکوہ کر بیٹھے۔

"درینہ کی شادی کس سے کروا رہے ہو؟ میں نے سُنا ہے جسٹس صاحب کا بھتیجا ہے۔ کیا لڑکا اچھا ہے؟"

انھوں نے ان کے شکوے کو نظر انداز کے کر دوسرا سوال کیا۔ جمال عظیم نے دل ہی دل میں خود کو کوسا پھر مسکرا کر بولے۔

"نہیں بُرا ہے کافی زیادہ۔ ظاہر ہے یار اپنی بیٹی کی شادی کسی ہونہار بندے سے ہی کرواوں گا۔ وہ بھی ہمارے پلان میں شامل ہے نیرو کو ٹکس سے اس کا تعلق ہے۔ شادی کی تیاریوں سے اس کا کوئی لینا دینا نہیں ہے بس کہتا ہے اس سکندر کا کسی طرح سے خاتمہ کروں۔"

یہاں رمشا کے ابو اور ماموں سکندر کے خاتمے کا پلان بنا رہے تھے جبکہ اوپری منزلہ پر' آخری کمرے کے بتی کو مدھم کیے' رمشا کمرے میں اضطرابی انداز میں ٹہل رہی تھی۔ ماما نے اسے کمرے میں بھیج دیا اور خود بھی اپنے کمرے میں چلی گئی۔ ایسے کیسے کمرے میں جا سکتا ہے۔ بندا وہ بھی ماموں اور بابا کو تنہا بات کرنے کے لئے چھوڑ کر۔ کیا کیا ہو سکتا ہے۔ ماموں نے کیا بات کی ہو گی ؟ بابا کا کیا ردعمل ہو گا؟ سوچ سوچ کر تو دل کانپ رہا تھا۔

ہائے کہیں رات کو ہی تماشہ نہ ہو جائے۔دل کر رہا تھا عینہ کو چھٹی کا دودھ یاد دلا دیں۔یہ کیا کر دیا۔اوپر سے حداد ماموں کو شامل کر لیا' اگر وہ نہ آسکی تو کتنے اپ سیٹ ہونگے۔

رُک کر اس نے لمبا' گہرا سانس لیا۔ریلکس مشی کچھ نہیں ہو گا۔بابا سارا دن ٹھیک رہے ہیں اب بھی ٹھیک ہی رہے گے اور ماموں کام یقیناً خراب نہیں کروائے گے۔

موبائل سے ٹائم دیکھا تو رات کے گیارہ بج رہے تھے مگر اس کا دھیان ٹائم کے بجائے مسڈ کال پر گیا تھا۔یہ کس کی کال ہے؟اور کوئی اسے بار بار کیوں کر رہا ہے؟ چکر کیا ہے؟پتا تو کرے کہیں کوئی جان پہچان والا نہ ہو اور اسے تنگ کر رہا ہو۔ہاں یونی میں تو سب اسے ایسے ہی تنگ کرتے ہیں مگر وہ کیا جو ایسے چھوٹے موٹے ہتھکنڈوں سے گھبرا جائے۔

اس نے پتا کروانے کے لئے سوچا ابھی کال کر دیکھے۔

کون سا وہ اگلے بندے کو جواب دے گی۔ہاں چیک کرنے میں کیا جاتا ہے۔اس چکر کو پتا کرنے کے لئے سیدھا بخت ولا چلتے ہیں جہاں بخت میڈم' رات کے پہر ٹیرس پہ کھڑی ایک ہاتھ سے فون کان پہ لگائے' دوسرے ہاتھ سے فون کو چیک کرتی وہ کسی سے مکمل بحث وتکرار میں ملوث تھی۔البتہ اس کی آواز خاصی دبی ہوئی تھی کہ کوئی

سُن نہ لے۔

"یار تم نے مجھے کس کا نمبر دے دیا ہے یہ تو اُٹھا ہی نہیں رہی جب ہی کال کرو یا تو بجتا رہتا ہے یا تو کاٹ دیا جاتا ہے۔ایسے تھوڑی ہی چلے گا۔میں اپنے ماموں کی سیٹنگ کروانا چاہتی ہوں وہ بھی جلد از جلد۔"

"یار اتنی جلدی کیا تھوڑا صبر کر جاو ہو سکتا ہے۔وہ کوئی انون نمبر نہ اُٹھاتی ہو۔کچھ لڑکیاں کافی محتاط ہوتی ہیں ایسے معاملے میں۔"

"ٹھیک ہے یار میں جانتی ہوں مگر بندہ کال تو اُٹھا لیتا ہے میں بس اس لڑکی کی آواز سُنا چاہتی ہوں۔ تمھاری کزن بہت تعریف کر رہی تھی۔ماموں کو سُنانے سے پہلے میں سُنا چاہتی ہوں' مگر یہ محترمہ فون اُچک ہی نہیں رہی۔"

"یار بات تو کرو زرا اپنی کزن سے تصویر تو بھیج دے اس لڑکی کی۔چلو اس طرح تو میرے دل کو تسلی ہو جائے ایویں نہ سیٹنگ کروا دوں۔"

"بھروسہ رکھو۔بہت پیاری ہے۔زینی ایسے کسی کی تعریف نہیں کرتی۔لیکن عجیب بات ہے جب بھی بات کرو بہت ہنستی ہے پھر کہتے اس کے ماما کے لئے وہ لڑکی بالکل پرفیکٹ ہے۔اگر ماما کو نہیں پسند آتی ہے تو پھر وہ کسی لڑکے کے نمبر بھیج دے گی۔مجھے اس کی یہ والی بات کافی عجیب اور نا سمجھ لگی۔"

"کیا مطلب؟"

بختاور نے پہلے تو سوچا اور جب سوچنے پر اس کی بات سمجھ آئی تو دماغ بھک سے اُڑ گیا۔ آنکھوں میں شرارے پھوٹنے لگے۔

"کیا مطلب ہے! منہ نہ توڑ دوں گی اس کا ایسا سمجھتی ہی میرے ماما کو۔ اُف اُف گردن اُڑادو نگی اس کی میں۔ میرے ماما شریف ہیں۔ وہ لڑکیوں کی عزت کرتے۔ اگر ان کو نہیں دیکھتے تو اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ انھوں نا مرد کا خطاب دیا جائے۔ اُف میں بتاوں گی اس کو زرا اور تم پاگل لڑکی اپنی کزن کو ایسے بولنے دیا ٹھہر و زرا صبح ہونے دو۔ اور میرے ماما کو لڑکیوں کی کمی نہیں ہے بتاوں گی۔ ورنہ میرا نام بھی بختاور عالم نہیں۔"

بنا کچھ سوچے سمجھے اس نے اونچی آواز میں بولنا شروع کر دیا اور ٹھک سے فون بند یہ بھی نہیں دیکھا کہ سکندر پیچھے کھڑا ہوا ہے اور بخت کے ہاتھ میں سکندر کا ہی فون تھا۔ سکندر کے تین فون تھے۔ اور تینوں فون کو ہاتھ لگانے کی کسی کی جرأت نہیں ہوتی تھی۔ سوائے بخت کے جس کو صرف ایک والی کی اجازت تھی۔ جو اس کی فیملی کے استعمال والا تھا۔ اس ٹائم بھی وہ سکندر کے کمرے سے چھپ کر اُٹھا کر لائی تھی کیونکہ سکندر لان میں تھا اور جلد از جلد فون کر کے اس نے واپس کمرے میں رکھ آنا تھا۔ اس کی چھوٹی سی معصوم سی خواہش تھی

کہ اس کے ماما شادی کر لیں۔جواب اس کو ٹوٹتی ہوئی نظر

آ رہی تھی جب اس نے سکندر کی پیچھے سے آواز سُنی۔

"بخت گڑیا؟"

بخت ایک دم فریز ہو گی اگر ماما نے اس کی ساری باتیں

سُن لی تو وہ کیا کریں گی۔یااللہ پلیز وہ یہ باتیں کم سے کم

نہ سُنے پلیز پلیز۔دھڑکتے دل سے اسے مڑنا پڑا کیونکہ

سکندر نے اسے ایک بار

پکارا تھا۔

سکندر نے اسے سر تا پا دیکھا تو چلتا ہوا اس کے پاس آیا۔

"کیا ہوا گڑیا اتنی ٹھنڈ میں اس وقت باہر کیوں ٹہل رہی ہو؟"

اس کا اتنا کہنا ہوا اور بخت نے شکر کا سانس لیا۔

"نہیں وہ۔۔۔۔میرا مطلب ہے اصل میں اندر گھبراہٹ ہو رہی

تھی نا ماما اس لئے۔"

اس نے اتنا کہا اور سکندر کے چہرے پر تفکر کے سائے آ گئے۔

"کیا ہوا طبیعت تو ٹھیک ہے نا تمھاری؟"

بخت نے سکندر کے کہنے پر اپنی آنکھیں گھمائیں۔

"جی ماما گھبراہٹ سے مراد گرمی ہے طبیعت کو کیا ہونا

آئیم پر فیکٹلی ال رائٹ۔"

"ہاں تو اے سی لگا دیتی میں بھی حیران آج بند کیوں کیا ہے

آو۔"

ایک تو ماما کا اس کے لئے حساس ہونا! توبہ!! ۔

"نہیں میں ٹھیک ہوں آپ بھی سو جائے جب سے آئے ہیں
مجال ہے ایک منٹ کی نیند لی ہو۔"
سکندر ہنس پڑا اور اس کے سر پہ چپیٹ مار کر اپنے بازو
اس کے کندھے پہ پھیلا کر اسے اندر لے کر آیا۔
"ایک منٹ کی نیند تو لی ہے میں نے بس جب بھی یہ میرے
دوست اپنے پاس بلا لیتے ہیں سارے کام الٹ پلٹ ہو جاتے
ہیں مگر وہ سکندر ہی کیا جو کوئی گڑ بڑ ہونے دے اپنی
ویزیہ میرا موبائل آپ کے پاس کیا کر رہا ہے؟"
بس سکندر نے بات گھما پھیرا کر اصل بات کی اور بخت
میڈم کا سر چکڑا اُٹھا۔وہ سکندر ہی کیا جس کو کوئی سمجھ
سکے۔
"آآ۔۔۔۔وہ میرا بیلنس ختم ہو گیا تھا۔۔۔۔۔" تیزی سے بولو بے وقوف لڑکی!! اس نے خود کو
ڈپٹا۔
"ہاں تو پی ٹی سی ایل استعمال کر لیتی اور صدیق سے کارڈ
منگوا لیتی۔ایسی بھی کیا امر جینسی۔"
"ہاں پی ٹی سی ایل ذہن میں نہیں آیا وہ اصل میں آپ کے
آفس آئی تھی ساتھ میں دوست کو ایک ضروری پیغام
بھجوانا تھا پتا چلا کہ بیلنس ختم اور آپ کا فون بھی پڑا ہوا
تھا وہاں تو سوچا اُدھر سے بات کر کے اسے کہوں کہ
میرے فون پر کال کرے یار ماما آپ اتنا سوال کیوں پوچھتے
ہیں کیا آپ کو لگتا ہے میں آپ کی دشمن ہوں آپ کے فون

یہ میرا کوئی حق نہیں ہے۔"

سکندر کی آنکھیں مضنوعی حیرت سے پھیل گئیں۔

"ایزی ایزی بچہ۔۔۔۔آف کورس کوئی نہیں ایک ایک چیز کا حق ہے اچھا چلو لاؤ دو اور آپ سوجاواب میں مزید تمھارے سکول کی چھٹی آفورڈ نہیں کر سکتا۔"

"یہ رکھیں اپنا فون!" ویسے بھی اس چڑیل نے کون سا فون کرنا ہے۔اس نے ان اس کا فون تھمایا۔

"شب بخیر!"

سکندر نے اس کا سر تھپکا اور مڑ کر کمرے سے غائب۔

وہ جیسے غائب ہوا بخت نے اپنا سر تھام لیا۔

"اُف بچت ہو گئی!! کبھی کبھار تو لگتا ہے ماما کوئی ڈیٹیکٹیو ہیں۔"

سکندر نے فون کھول کر سکرول کیا تو چار انون نمبر پر اس نے کال ملایا تھا۔اس کی دوست کا ہی نمبر ہو گا۔چلتے ہوئے فون بند کرنے لگا تو سیم نمبر کی کال آنے لگی۔

سکندر نے مڑ کر بخت کا کمرہ دیکھا۔اس کی دوست اس کے فون پر بھی کال کر سکتی ہے۔اس پر کیوں؟ چکر کیا ہے۔پتا لگانے کے لئے اس نے فون اُٹھا کر کانوں سے لگاتے ہوئے' دلکش مگر سنجیدہ آواز میں۔"ہیلو" کہا اور اُدھر ہی رمشا رؤف امجد کی دُنیا ہی گھوم اُٹھی۔ نہیں یہ آواز نہیں ہو سکتی۔یہ آواز بھلا وہ اسے کیوں کال کرے گا۔

"ہیلو! " اس بار پھر سکندر نے یہی بات دہرائی۔ رمشا کا
دل اچھل کر حلق میں آ گیا۔ وہ آگے سے بولنا چاہتی تھی کہ
آپ وہی ہیں؟ وہی جس کی وہ دیوانی تھی۔ جس کی ایک
ادا پہ وہ مر مٹتی تھی۔

وہ سکندر حدید ہی ہے نا۔

"جب آگے سے کچھ کہنا ہی نہیں ہے تو کال کیوں کیا پاگل
نہ ہو تو۔"

کھٹک سے فون بند۔ رمشا کو تو ہوش نہیں تھا۔

یہ سکندر حدید تھا کیا سکندر حدید نے اسے کال کیا ہے
۔ قسمت اچانک کیسے اس پہ مہربان ہو گئی تھی۔

فون کو گھورتے ہوئے اسے پتا نہیں کتنا لمحہ ہو گیا تھا۔ جب اچانک کال بیل کی آواز پہ وہ ایک دم
چونک پڑی۔ ہاتھوں میں موجود موبائل کو اس نے دیکھا عینہ واٹس ایپ وڈیو کال کر رہی تھی۔ نا سمجھی
سے عینہ کی پروفائل پکچر کو دیکھتے ہوئے اسے یاد آیا کہ اس نے سکندر سے پہلے عینہ کو کال کی تھی
اور وہ تھی کہ فون اُٹھا نہیں رہی تھی۔ گہرا سانس لیتے ہوئے بنا کسی کشمکش میں پڑنے کے بجائے اس
نے فون اُٹھا لیا ایک دم فون پہ درینہ کا چہرہ نمودار ہوا۔ رمشا کے چہرے پہ مسکراہٹ پھیل گئی کیونکہ
عینہ نے چارکول ماسک لگایا تھا(یونو شادی کی تیاریاں) اور وہ کسی بھوتنی سے کم نہیں لگ رہی تھی
۔

"کہاں تھی تم؟ میں کب سے فون کر رہی تھی تمھیں۔ اچھا چھوڑو یہ بتاؤ سب ٹھیک رہا بابا نے کچھ
کہا؟ انکل کا موڈ تو ٹھیک تھا؟ ماما کا بی پی تو نہیں لو ہو گیا تھا؟ ارے کچھ تو بولو ایسے ٹکر ٹکر کر
مجھے کیا دیکھ رہی ہو۔"

عینا کی فراٹے سے چلتی زبان کو بریک تب لگی جب اس نے رمشا کا خاموش مگر کھویا کھویا چہرہ دیکھا۔
رمشا نے ایک بار پھر چونک کر اسے دیکھا پھر نفی میں سر ہلاتے ہوئے' ہولے سے مسکرا کر انگلیوں کو اپنے چہرے پہ گھما کر کہنا چاہا کہ کیا بات ہے !! مطلب بڑا ماسک واسک لگایا ہے تیاریاں شیاریاں ۔

عینہ نے اسے گھورا۔
"کیا ہوا نہیں مانے انکل؟ یہ کیا بات ہوئی بابا تو ان کے دوست تھے یار مشی تو اس کا مطلب ہے "۔
رمشا نے تاسف سے سر ہلاتے ہوئے جلدی سے میسج ٹائپ کرتے ہوئے اسے بھیجا۔
"بیوقوف لڑکی ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ہاں مگر مجھے یہ نہیں پتا بابا نے کیا جواب دیا۔کیونکہ کھانے کے دوران ایسی کوئی بات نہیں ہوئی تمھاری شادی کی گفتگو کرتے رہے پھر ڈرائینگ روم میں چلے گئے سوری مگر ماما نے بھیج دیا اور ممانی کے ساتھ کمرے میں چلی گئی۔"
میسج ملتے ہی عینہ نے فوراً چہرہ جھکا کر فون پہ آتا رمشا کا میسج پڑھا۔پھر منہ بنا کر وہ ہولے سے بڑبڑائی۔
"رام کہانی لکھنے کے بجائے سیدھا سیدھا لکھ دیتی۔ابھی کچھ نہیں پتا۔"
رمشا اسے کو تسلی دینے کے لئے ہولے سے کچھ بولنا چاہتی تھی مگر چُپ چاپ کر کے اسے دیکھنے لگی ۔

پھر اس نے عینہ کو اپنی طرف اشارہ کیا مگر وہ دیکھ نہیں رہی تھی تو اسے ٹایپ کرنا پڑا۔
"فکر مت کرو یار اگر نہ آسکی تو تم اور بھائی یہاں آنا ہاکس بے چلے گے' خوب انجوائے کریں گے "۔
"نہیں آوں گی میں بھاڑ میں جاوں تم۔اتنا سا بھی نہیں کر سکتی تم۔اپنے باپ کی لاڈلی ہونے کا کیا فائدہ۔تم سے بات کرنا ہی فضول ہے۔میوٹ مغرور کوین نہ ہو تو۔"

نروٹھے پن سے کہتے ہوئے اسے نے کھٹک سے فون بند کر دیا۔ رمشا لب دبائے بند ہوتے فون کو دیکھنے لگی پھر گردن موڑ کر اس نے آئینے میں اپنا عکس دیکھا۔

"مممم م سس اووا وو۔"

"تمھیں پتا ہے رمشا کو بولنا نہیں آتا الفاظ کو توڑ توڑ کر بولتی ہے جوڑنا بیچاری مس کو ہوتا ہے ہاہاہا۔"

"رم مم شا شا شاتت تم کلک کیسے ہو۔ ہاہاہاہا یار کیسے بول لیتی ہو ہم سے تو بولا نہیں جاتا۔"

"یار تم بولتے ہوئے روتی کیوں ہو۔ اس سے اچھا مت بولا کرو ہاہا۔"

بہت سے آنسو آنکھوں میں جمع ہو چکے تھے مگر اس نے ان آنسو کو کبھی باہر لانے کی غلطی نہیں کی تھی۔ آنکھوں کو زور سے سختی سے بند کیے وہ اپنے آنسو پیچھے دھکیلنے لگی۔

"اے گونگی۔"

"میوٹ سپیکر۔"

"یار کوئی گانا ہی سُنا دو ارے تم تو بول نہیں سکتی ہاہا۔"

فون کو مٹھی میں سختی سے پکڑے اس نے اپنی ارد گرد آتی آوازوں کو اپنے گرد ہٹانے کی کوشش کی۔ ہٹاتے ہٹاتے ایک گھمبیر آواز پہ ٹھہر گئی۔

"تمھیں پتا ہے اس طرح جنگل میں اکیلے نکلنے کا کیا انجام ہوتا ہے؟ پتا بھی ہے آپ کو؟ ہلیو میں آپ سے مخاطب ہوں۔"

اس تلخ غضیلے لہجے میں اس نے عجیب سی اپنائیت محسوس کی تھی۔ جو اپنائیت اسے اپنے ماں باپ کے علاوہ کسی کے زبان پہ نہیں ملی تھی۔

"رُکو کہاں جا رہی ہو ایک تو منہ بند کر کے کھڑی ہو۔ راستے کا پوچھنے لگا تو چل دی پھر مصیبت میں پھنسنے کا ارادہ ہے۔"

کلائی کو اُٹھا کر اس نے اپنی نظروں کے سامنے کیا۔ جھلملاتی آنکھوں میں اس کا عکس ابھر کر آیا تھا۔ لبوں پہ مسکراہٹ پھیل گئی تھی پھر بامشکل ہلتے ہوئے دھیرے سے اس کی آواز آئی تھی۔

"سس سکن سکندر۔"

نمی ٹوٹ کر کلائی پہ آکر گری تھی۔

کمرے کا سکوت اس کی ہلکی آواز سے ٹوٹ گیا تھا۔

••••••••••••••••••••••

"سکندر ربھا مجھے یہاں کیوں لائے ہو!!"

سیاہ مائع کو اپنے اندر انڈیلتے ہوئے سکندر نے سر اُٹھایا پھر ہولے سے مسکرا کر گلاس کے کونے پہ انگلی پھیرتے پوے بولا۔

"یار جب سوال کا جواب تمھیں خود پتا ہے تو مجھ سے کیوں پوچھ رہے ہو؟ میرے انداز کے جواب لینے کا سب کو کیوں شوق ہوتا ہے۔"

"دیکھو میرے تم سے کوئی تعلق واسطہ نہیں ہے۔ سارے ڈیوز کلیر کروا چکا تھا۔ جانے سے پہلے کہا تھا اب ہم تم سے ڈیل نہیں کریں گے۔"

"کیونکہ تم لوگوں نے کہا تھا کہ اب ہم یہ کام کبھی نہیں کریں گے۔ ہم نے توبہ کرلی ہے۔ یہ کہا تھا تمھارے اس جنتی یار نے۔"

"اس کا نام تم اپنی گندی زبان سے مت لو بھا۔"

سکندر کا بوڈی گارڈ جو اس کے ساتھ کھڑا تھا فوراً سے گن باہر نکالنے لگا کہ سکندر نے انگلی کے اشارے سے اسے روکا۔

وسیم کے چہرے پہ تلخ مسکراہٹ آئی۔

"رُک کیوں گئے تم کب سے میری باتیں سُنے لگے میں تو کب سے منتظر تھا کہ ابھی بولوں گا اور ابھی یہ گولی میرے سر پہ آکر لگے گی اور میری بولتی بند ہو جائے گی۔"

"کیا کروں آج میرا موڈ کچھ زیادہ ہی زبردست ہے۔"

تمسخر انداز میں کہتے ہوئے وہ گلاس کو سائڈ پہ رکھنے لگا پھر جیب سے سگریٹ کا پیکٹ نکال کر اسے نے سگریٹ جلایا اور گہرا کش لیا۔

"خیر تمھارے دوست کا میں نے نام بھی نہیں لیا تھا خوامخواہ بھڑک گئے تم۔ اپنی ویز بیک ٹو دی ٹوپک میں نے چلو مان لیا۔ کسی سے زبردستی کروانے والا بندہ تھوڑی ہوں اگر وہ نشے کی لت چھوڑنا چاہتا تو اس کا رائٹ ہے میں کسی کا اس سے رائٹ نہیں چھینتا مگر تم لوگوں نے (ایک اور کش لیتے ہوئے اس نے دھوا اس کے منہ پہ پھینکا وسیم ایک دم پیچھے ہوا)

"لمبا ہاتھ مارنے کا سوچا۔ بہت بول رہے ہو نا جانتا ہوں کس کا ہاتھ ہے تمھارے سر پہ۔ جبھی تو سکندر بھا کے سامنے یہ فراٹے بھر زبان چل رہی ہے۔"

وسیم چونکہ۔

ایش ٹرے پہ سگریٹ کو مسل کر اس نے اپنی داڑھی پہ ہاتھ پھیرا۔

"میری مانو بچے اس کھیل میں مت کودو ورنہ۔۔۔"

"ورنہ کیا یہی کہ برباد ہو جاوں گا۔ میری فیملی کو کچھ ہو جائے گا۔ میرا زندہ وجود قبر میں اُتار دو گے۔ بہت سُن لی تمھارے دھمکی مجھے کچھ ہوئے گا تو پولیس کا شک سیدھا تم پر جائے گا۔"

ایک دم سکندر قہقہ لگا کر ہنس پڑا۔

"او تو یہ وجہ ہے نڈر پن کی کہ میں پولیس کے ڈر سے تمھیں ہاتھ بھی نہیں لگاوں گا۔ ہائے اللہ سُن رہو خان رفیق۔ یہ کل کا بچہ ہمیں بتا رہا ہے کہ ہم اس کا کچھ بگاڑ نہیں سکتے۔ او ہو یار میں تو ڈر گیا۔"

اس کے ہنسی سے عجیب سا خوف وسیم کو آیا تھا مگر اپنے آپ کو قابو کرتے ہوتے ہوئے اس نے نفرت سے سر جھٹکا۔

"جاو بچے کیا یاد کرو گے تمھیں چھوڑ دیا۔ یہ عظیم احسان ہے سکندر حدید عالم کا تم پر۔"

وسیم نے حیرت سے سر اُٹھا کر سکندر کو دیکھا۔ وہ اب کھڑے ہو چکا تھا۔ اس کے چہرے پہ مسکراہٹ تھی۔ عجیب شیطانی مسکراہٹ۔

"کیوں ڈر گئے ہو پولیس سے؟"

بے خوفی سے بولتے ہوئے وہ بھی کھڑا ہو گیا۔

سکندر نے ابرو اُٹھا کر اسے دیکھا پھر ہولے سے ہنس کر کہتے ہوئے اس کی طرف آیا وسیم یک دم پیچھے ہوا۔ سکندر ایک بار پھر ہنس پڑا۔

"مجھے کہتے ہو کہ میں ڈر گیا جبکہ ہوائیاں تو تمھاری اُڑی ہوئی ہیں۔"

وہ اسے ایک لمحے دیکھتے رہا پھر دوسرے لمحے شیطان کا روپ باہر آیا اور اس کی گردن دبوچتے ہوئے دیوار کے ساتھ لگائے وہ دھیمی آواز میں غرایا۔

یہ تھا سکندر کا روپ پل میں تولا پل میں ماشہ۔

"وسیم بچے ہم آپ کے باپ ہیں۔ اس کھیل میں آپ نئے نئے ہیں جبکہ ہم اس کے کھیل کے بادشاہ ہیں۔ جیت بھی ہماری مرضی سے ہو گی اور ہار۔ (اس نے گرفت مضبوط کی وسیم سے سانس لینا مشکل ہو گیا)

"بھی ہماری مرضی سے ہو گی۔"

اس نے اس کی گردن کو چھوڑ دیا۔ وسیم نے تڑپ کر اپنی گردن پکڑی اور کھانسنے لگا۔

"نذیر!! چھوڑو آؤ اسے اور اسے بتا دینا ہماری ملاقات کی اگر زراسی بھنک پولیس والوں کو پڑی تو۔ کسی کا نہیں تو کم سے کم اس کے سگے بھائی ٹکڑے کر کے کتوں کو کھلا دوں گا۔"

سکندر دکھتی رگ پہ ہاتھ رکھنا خوب جانتا تھا۔

قمیض کے کالر کو درست کر کے اس نے چہرے کے تاثرات نارمل کیے تھے اور کمرے سے چلا گیا تھا۔

••••••••••••••••••••••••••••••••

" آپ نے مجھے پہلے کیوں نہیں بتایا ڈیڈ! وہ شخص اتنے سالوں سے آپ سب کو ٹارچر کر رہا تھا اور آپ بس چُپ چاپ سہتے رہے۔ اس کے خلاف کوئی ایکشن کیوں نہیں لیا آپ نے ؟"

بیٹے کی بات سُنتے ہی حدید صاحب پہلو بدل کر رہ گئے۔

اخبار کو پکڑے وہ کسی اہم نیوز کے بجائے بڑے سے ایڈ کو گھورنے لگے۔

"ڈیڈ آپ میری بات سُن رہے ہیں کل بھی آپ نے مجھے کہا میں اس بارے میں کوئی بات نہیں کرنا چاہتے۔ میں کل چُپ اس لئے تھا کیونکہ آپ اس وقت مجھے ٹھیک نہیں لگ رہے تھے۔"

"ج ب ت ک س ک ن در ن ام ی ب ل ا اس دُن ی ا م ی ں ہ ے ۔ م ی ں ٹ ھ ی ک ک ھ ب ی ن ہ ی ں رہ

انھوں نے کہتے ہوئے گہرا سانس لیا اور اخبار کو فولڈ کر کے ٹیبل کے سامنے پھینکی۔ انھیں پتا تھا ان کا بیٹا ان پر گیا ہے۔ وہ مکمل بات کیے بغیر یہاں سے ہٹے گا بھی نہیں۔

اس کی طرف دیکھا جو ہاتھوں کی انگلیوں کو باہم ملائے۔ ایک ٹانگ گھٹنے پہ رکھے' وہ اپنے پیروں کو غیر محسوس انداز میں ہلا رہا تھا۔(اس کی اضطرابی کیفیت ظاہر کرتی تھی)

"تو اس بلا کو ختم کیوں نہیں کر دیتے آپ؟"

اس کی سرد آواز پر حدید عالم ساکت ہو گئے۔ حیرت اور بے یقینی سے تکتے ہوئے انھیں سمجھ نہیں آئی اس بات کا کیا جواب دیں۔

"ڈیڈ آپ تو جسٹس ہیں۔ آپ نے خود کہا تھا انصاف پہلے باقی چیزیں بعد میں اور آپ نے یہ بھی کہا تھا کہ اگر جرم کرنے والا آپ کی اپنی اولاد بھی ہوئی تو آپ اسے سزا دینے میں ایک منٹ نہیں لگائے گے۔"

وہ تو لاجواب ہو کر رہ گئے۔ یہ نہیں تھا کہ وہ اپنی باتیں بھول گئے تھے بلکہ انھیں اپنے بیٹے کے انداز اور باتوں نے دنگ کر دیا تھا۔

"تمھاری بات سو فیصد درست ہے فاروق مگر میں اس معاملے میں بہت بے بس ہوں۔ یہ نہیں کہ وہ بد قسمتی سے میرا خون ہے بلکہ اس لئے کہ اسے سزا دلانے پر نہ صرف میری زندگی میں بھونچال

آئے گا بلکہ تم لوگوں کی جان خطرے میں آجائے گی اور کسی صورت افورڈ نہیں کر سکتا۔ اس کی ڈور بہت مضبوط ہے۔ اسے سزا دلانا اتنا آسان اور جرم کا خاتمہ ہوتا نا تو کب کا دلا چکا ہوتا۔"

"وہی بات ایک طرف آپ کہہ رہے ہیں انصاف کے رو میں آپ کچھ نہیں دیکھے گے بس فیصلہ کر دیں گے آپ اس وقت اپنے آنکھیں اور کان بند کر لیں گے جبکہ دوسری طرف آپ ڈر رہے ہیں اگر آپ نے ایکشن لیا تو ہم برباد ہو جائے گے۔"

"مجھے اس کے خلاف کوئی مضبوط ثبوت ملتا بھی تو نہیں ہے یار۔ ایسے منہ اُٹھا کر فیصلہ کیسے سُنا دوں۔ پوری دُنیا اسے بدمعاش کہہ رہی ہے مگر ڈرگ مافیا ابھی تک کنسیڈر نہیں ہو رہا کیونکہ ہمارے پاس اس کے خلاف کوئی ثبوت نہیں ہے۔ بدمعاش کو جیل کی زینت کچھ دن کے لئے بنا سکتے ہیں وہ بھی تب جب وہ کوئی جرم کرے چھوٹا موٹا جرم اور سکندر بھا اس سے بھی کلیر ہو جاتے ہیں۔ اوپر سے وہ سٹوپڑ سوشل سروس میں ملوث ہو گیا کہ جہاں آدھی قوم اس سے نفرت کرتی ہے تو آدھی قوم اس پر جان بھی لٹاتی ہے۔"

فاروق انھیں دیکھتا رہا پھر پر سوچ انداز میں گردن موڑ کر دیکھا جہاں مسز حدید عالم اور اس کی بہن گاڑی میں بیٹھ کر کہی جا رہی تھی۔ گارڈ گیٹ کو دھکیل کر اسے کھول چکا تھا۔ سورج کی روشنی سے گاڑی کے شیشے چمک رہے تھے۔ بہن کی شکل کو دیکھتے اچانک اس کے دماغ میں کچھ ایسا آیا جب اس نے اپ سیٹ سے بیٹھے باپ کو دیکھ کر کہا۔

" بابا سکندر کی کوئی کمزوری ہے؟"

حدید عالم نے بیٹے کی عجیب سی بات پر چونک کر اسے دیکھا۔

"کمزوری؟"

"جی بابا کمزوری ایسا تو ہو نہیں سکتا اس کی کمزوری نہ ہو۔ جہاں تک مجھے معلوم ہے اس کی کمزوری اس کی ماں تھی (اس کی ماں کہنے پر حدید عالم کے تاثرات مزید عجیب ہو گئے تھے) مگر وہ زندہ نہیں ہو گی ہیں نا؟۔"

"کہنا کیا چاہتے ہو؟"

حدید عالم کی آواز سپاٹ تھی۔

"اگر ہم سکندر کی کوئی کمزوری پکڑلیں ڈیڈ تو وہ خود کو سرینڈر کردے گا۔ آئی ایم ہنڈریڈ پرسنٹ شیور نہ صرف سرینڈر کردے گا بلکہ اپنے جرم کا اعتراف بھی کرے گا۔ اس طرح نہ صرف ہم سب اس بلا سے ٹل جائے گے بلکہ آپ کے لئے بھی فیصلہ کرنا آسان ہو جائے گا۔"

"سکندر کی کمزوری صرف اس کی ماں اور بہن تھیں مگر وہ اسے دُنیا میں اب نہیں ہیں اگر ہوتی بھی تو میں ایسا کوئی کام نہیں کر سکتا تھا جیسے تم سوچ رہے ہو لہذا اسے معاملے کو کچھ دیر کے لئے چھوڑ ہی دو۔"

ٹانگ کو گھٹنے سے ہٹا کر وہ نفی میں سر ہلاتے ہوئے جھکا۔

"نہیں ڈیڈ اب نہیں تو پھر کبھی نہیں خیر میں زرا اپنے کچھ کام نپٹالوں آپ سے شام کو ملاقات ہوتی ہے۔"

حدید عالم نے سر ہلا کر اخبار سے مطالعہ کرنے کا ارادہ ترک کے بیٹے کے ساتھ ہی اُٹھ کھڑے ہوئے اور اندر کی راہ لی۔

•••••••••••••••••••••••••••قربونت برم

قسط: چار

باب: مَن رقصم۔

رقص کرو ایسے جیسے کوئی دیکھے نا

عشق کرو ایسے جس میں ٹوٹنے کا خوف نہ ہو

گاو ایسے جیسے کہ کوئی سُن نہ رہا ہو

اور جیو تو ایسے کہ زمین ہی گویا جنت بن گئی ہو۔

(william w. pukey)

فون کو گھورتے ہوئے اسے پتا نہیں کتنا لمحہ ہو گیا تھا۔جب اچانک کال بیل کی آواز پہ وہ ایک دم چونک پڑی۔ہاتھوں میں پڑے موبائل کو اس نے دیکھا عینا واٹس ایپ وڈیو کال کر رہی تھی۔نا سمجھی سے عینا کی پروفائل پکچر کو دیکھتے ہوئے اسے یاد آیا کہ اس نے سکندر سے پہلے عینا کو کال کی تھی۔۔۔اور وہ تھی کہ فون اُٹھا نہیں رہی تھی۔گہرا سانس لیتے ہوئے بنا کسی کشمکش میں پڑنے کے بجائے اس نے فون اُٹھا لیا ایک دم فون پہ عینا کا چہرہ نمودار ہوا۔۔۔رمشا کے چہرے پہ مسکراہٹ پھیل گئی کیونکہ عینا نے چارکول ماسک لگایا تھا(یونو شادی کی تیاریاں) اور وہ کسی بھوتنی سے کم نہیں لگ رہی تھی۔

"کہاں تھی تم؟میں کب سے فون کر رہی تھی تمہیں۔۔اچھا چھوڑو یہ بتاؤ سب ٹھیک رہا بابا نے کچھ کہا۔۔۔انکل کا موڈ تو ٹھیک تھا۔ماما کا بی پی تو نہیں لو ہو گیا تھا۔ارے کچھ تو بولو ایسے ٹکر ٹکر کر مجھے کیا دیکھ رہی ہو۔"

عینا کی فراٹے سے چلتی زبان کو بریک تب لگی جب اس نے رمشا کا خاموش مگر کھویا کھویا چہرہ دیکھا۔

رمشا نے ایک بار پھر چونک کر اسے دیکھا پھر نفی میں سر ہلاتے ہوئے' ہولے سے مسکرا کر انگلیوں کو اپنے چہرے پہ گھما کر۔۔۔پھر اس نے کیا بات ہے !! کا اشارہ دیا۔۔۔مطلب بڑا ماسک واسک لگایا ہے تیاریاں شیاریاں۔

عینا نے اسے گھورا۔

"کیا ہوا نہیں مانے انکل۔۔۔یہ کیا بات ہوئی بابا تو ان کے دوست تھے یار مشی تو اس کا مطلب ہے"۔

رمشا نے تاسف سے سر ہلاتے ہوئے جلدی سے میسج ٹائپ کرتے ہوئے اسے بھیجا۔

"بیوقوف لڑکی ایسی کوئی بات نہیں ہے۔۔۔ہاں مگر مجھے یہ نہیں پتا بابا نے کیا جواب دیا۔کیونکہ کھانے کے دوران ایسی کوئی بات نہیں ہوئی تمھاری شادی کی گفتگو کرتے رہے پھر ڈرائینگ روم میں چلے گئے۔۔۔سوری مگر ماما نے بھیج دیا اور ممانی کے ساتھ کمرے میں چلی گئی۔"

مسیج ملتے ہی فوراً عینا نے چہرہ جھکا کر فون پہ آتا رمشا کا مسیج پڑھا۔۔۔ پھر منہ بنا کر وہ ہولے سے بڑبڑائی۔

"رام کہانی لکھنے کے بجائے سیدھا سیدھا لکھ دیتی۔۔۔ ابھی کچھ نہیں پتا۔"

رمشا اسے کو تسلی دینے کے لئے ہولے سے کچھ بولنا چاہتی تھی مگر چُپ چاپ کر کے اسے دیکھنے لگی ۔

پھر اس نے عینا کو اپنی طرف اشارہ کیا۔۔

"فکر مت کرو یار اگر نہ آسکی تو تم اور بھائی یہاں آنا ہاکس بے چلے گے' خوب انجوائے کریں گے ۔۔۔"

"نہیں آوں گی میں بھاڑ میں جاوں تم۔۔۔ اتنا سا بھی نہیں کر سکتی تم۔۔ اپنے باپ کی لاڈلی ہونے کا کیا فائدہ۔۔ تم سے بات کرنا ہی فضول ہے۔۔ میوٹ مغرور کوین نہ ہو تو۔"

نروٹھے پن سے کہتے ہوئے اسے نے کھٹک سے فون بند کر دیا۔ رمشا لب دبائے بند ہوتے فون کو دیکھنے لگی پھر گردن موڑ کر اس نے آئینے میں اپنا عکس دیکھا۔

"مممم م سس اوواوو۔"

"تمھیں پتا ہے رمشا کو بولنا نہیں آتا الفاظ کو توڑ توڑ کر بولتی ہے جوڑنا بیچاری مس کو ہوتا ہے ہاہاہا۔"

"رم مم شاشاشاتت تم ککک کیسے ہو۔۔۔ ہاہاہاہا یار کیسے بول لیتی ہو ہم سے تو بولا نہیں جاتا۔"

"یار تم بولتے ہوئے روتی کیوں ہو۔۔۔ اس سے اچھا مت بولا کرو ہاہا۔"

بہت سے آنسو آنکھوں میں جمع ہو چکے تھے مگر اس نے ان آنسو کو کبھی باہر لانے کی غلطی نہیں کی تھی۔ آنکھوں کو زور سے سختی سے بند کیے وہ اپنے آنسو پیچھے دھکیلنے لگی۔

"اے گونگی۔۔۔۔"

"میوٹ سپکیر۔"

"یار کوئی گانا ہی سُنادو ارے تم تو بول نہیں سکتی ہاہا۔"

فون کو مٹھی میں سختی سے پکڑے اس نے اپنی ارد گرد آتی آوازوں کو اپنے گرد ہٹانے کی کوشش کی۔

ہٹاتے ہٹاتے ایک گھمبیر آواز پہ ٹھہر گئی۔

"تمھیں پتا ہے اس طرح جنگل میں اکیلے نکلنے کا کیا انجام ہوتا ہے۔۔۔پتا بھی ہے آپ کو۔۔۔ہلیو میں آپ سے مخاطب ہوں۔"

اس تلخ غضیلے لہجے میں اس نے عجیب سی اپنائیت محسوس کی تھی۔جو اپنائیت اسے اپنے ماں باپ کے علاوہ کسی کے زبان پہ نہیں ملی تھی۔

"رُکو کہاں جا رہی ہو ایک تو منہ بند کر کے کھڑی ہو۔۔۔راستے کا پوچھنے لگا تو چل دی۔۔۔پھر مصیبت میں پھنسنے کا ارادہ ہے۔"

کلائی کو اُٹھا کر اس نے اپنی نظروں کے سامنے کیا۔ جھلملاتی آنکھوں میں اس کا عکس ابھر کر آیا تھا۔

لبوں پہ مسکراہٹ پھیل گئی تھی۔ پھر بامشکل ہلتے ہوئے دھیرے سے اس کی آواز آئی تھی۔

"سس سکن سکندر۔"

نمی ٹوٹ کر کلائی پہ آکر گری تھی۔

کمرے کا سکوت اس کی ہلکی آواز سے ٹوٹ گیا تھا۔

••••••••••••••••••••

"سکندر بھا مجھے یہاں کیوں لائے ہو!!"

سیاہ مائع کو اپنے اندر انڈیلتے ہوئے سکندر نے سر اُٹھایا پھر ہولے سے مسکرا کر۔۔گلاس کے کونے پہ انگلی پھیرتے ہوئے بولا۔

"یار جب سوال کا جواب تمھیں خود پتا ہے تو مجھ سے کیوں پوچھ رہے ہو؟میرے انداز کے جواب لینے کا سب کو کیوں شوق ہوتا ہے۔"

"دیکھو میرے تم سے کوئی تعلق واسطہ نہیں ہے۔۔۔سارے ڈیوز کلیئر کروا چکا تھا۔۔جانے سے پہلے کہا تھا اب ہم تم سے ڈیل نہیں کریں گے۔"

"کیونکہ تم لوگوں نے کہا تھا کہ اب ہم یہ کام کبھی نہیں کریں گے۔۔۔ہم نے توبہ کرلی ہیں۔۔۔یہ کہا تھا تمھارے اس جنتی یار نے۔۔"

"اس کا نام تم اپنی گندی زبان سے مت لو بھا۔"

سکندر کا بوڈی گارڈ جو اس کے ساتھ کھڑا تھا فوراً سے گن باہر نکالنے لگا کہ سکندر نے انگلی کے اشارے سے اسے روکا۔

وسیم کے چہرے پہ تلخ مسکراہٹ آئی۔

"رُک کیوں گئے تم کب سے میری باتیں سُننے لگے میں تو کب سے منتظر تھا کہ ابھی بولوں گا اور ابھی یہ گولی میرے سر پہ آکر لگے گی اور میری بولتی بند ہو جائے گی۔"

"کیا کروں آج میرا موڈ کچھ زیادہ ہی زبردست ہے۔"

تمسخر انداز میں کہتے ہوئے وہ گلاس کو سائڈ پہ رکھنے لگا پھر جیب سے سگریٹ کا پیکٹ نکال کر اسے نے سگریٹ جلایا اور گہرا کش لیا۔

"خیر تمھارے دوست کا میں نے نام بھی نہیں لیا تھا خو مخواہ بھڑک گئے تم۔۔۔اپنی ویز بیک ٹو دی ٹوپک میں نے چلو مان لیا۔۔کسی سے زبردستی کروانے والا بندہ تھوڑی ہوں۔۔اگر وہ نشے کی لت چھوڑنا چاہتا تو اس کا رائٹ ہے میں کسی کا اس سے رائٹ نہیں چھینتا مگر تم لوگوں نے (ایک اور کش لیتے ہوئے اس نے دھوا اس کے منہ پہ پھینکا وسیم ایک دم پیچھے ہوا)

"لمبا ہاتھ مارنے کا سوچا۔۔۔بہت بول رہے ہو نا جانتا ہوں کس کا ہاتھ ہے تمھارے سر پہ۔۔۔جبھی تو سکندر بھا کے سامنے یہ فراٹے بھر زبان چل رہی ہے۔"

وسیم چونکہ۔

ایش ٹرے پہ سگریٹ کو مسل کر اس نے اپنی داڑھی پہ ہاتھ پھیرا۔

"میری مانو بچے اس کھیل میں مت کو دو ورنہ۔۔۔"

"ورنہ کیا یہی کہ برباد ہو جاؤں گا۔۔۔ میری فیملی کو کچھ ہو جائے گا۔۔۔ میرا زندہ وجود قبر میں اُتار دو گے۔ بہت سُن لی تمھارے دھمکی مجھے کچھ ہوئے گا تو پولیس کا شک سیدھا تم پر جائے گا۔"

ایک دم سکندر قہقہ لگا کر ہنس پڑا۔

"او تو یہ وجہ ہے نڈر پن کی کہ میں پولیس کے ڈر سے تمھیں ہاتھ بھی نہیں لگاؤں گا۔۔۔ ہائے اللہ سُن رہو خان رفیق۔۔۔ یہ کل کا بچہ ہمیں بتا رہا ہے کہ ہم اس کا کچھ بگاڑ نہیں سکتے۔۔۔ او ہو یار میں تو ڈر گیا۔"

اس کے ہنسی سے عجیب سا خوف وسیم کو آیا تھا مگر اپنے آپ کو قابو کرتے ہوتے ہوے اس نے نفرت سے سر جھٹکا۔

"جاو بچے کیا یاد کرو گے تمھیں چھوڑ دیا۔۔۔ یہ عزیم احسان ہے سکندر حدید عالم کا تم پر۔"

وسیم نے حیرت سے سر اُٹھا کر سکندر کو دیکھا۔۔۔ وہ اب کھڑے ہو چکا تھا۔۔ اس کے چہرے پہ مسکراہٹ تھی۔ عجیب شیطانی مسکراہٹ۔

"کیوں ڈر گئے ہو پولیس سے۔"

بے خوفی سے بولتے ہوے وہ بھی کھڑا ہو گیا۔

سکندر نے ابرو اُٹھا کر اسے دیکھا پھر ہولے سے ہنس کر کہتے ہوے اس کی طرف آیا وسیم یک دم پیچھے ہوا۔ سکندر ایک بار پھر ہنس پڑا۔

"مجھے کہتے ہو کہ میں ڈر گیا جبکہ ہوائیاں تو تمھاری اُڑی ہوئی ہیں۔"

وہ اسے ایک لمحے دیکھتے رہا پھر دوسرے لمحے شیطان کا روپ باہر آیا اور اس کی گردن دبوچتے ہوے دیوار کے ساتھ لگائے وہ دھیمی آواز میں غرایا۔

یہ تھا سکندر کا روپ پل میں تولا پل میں ماشہ۔

"وسیم بچے ہم آپ کے باپ ہیں۔۔۔اس کھیل میں آپ نئے نئے ہیں جبکہ ہم اس کے کھیل کے بادشاہ ہیں۔۔۔جیت بھی ہماری مرضی سے ہو گی اور ہار۔۔۔۔(اس نے گرفت مضبوط کی وسیم سے سانس لینا مشکل ہو گیا)

"بھی ہماری مرضی سے ہو گی۔"

اس نے اس کی گردن کو چھوڑ دیا۔وسیم نے تڑپ کر اپنی گردن پکڑی اور کھانسنے لگا۔

"عمان!! چھوڑ وآو اسے۔۔۔اور اسے بتا دینا ہماری ملاقات کی اگر زرا سی بھنک پولیس والوں کو پڑی تو۔۔کسی کا نہیں تو کم سے کم اس کے فیانسی کے ٹکڑے کر کے کتُوں کو کھلا دوں گا۔۔۔"

سکندر دکھتی رگ پہ ہاتھ رکھنا خوب جانتا تھا۔

قمیض کے کالر کو درست کر کے اس نے چہرے کے تاثرات نارمل کیے تھے اور کمرے سے چلا گیا تھا۔

••••••••••••••••••••••••••••••••••••

" آپ نے مجھے پہلے کیوں نہیں بتایا ڈیڈ! وہ شخص اتنے سالوں سے آپ سب کو ٹارچر کر رہا تھا اور آپ بس چُپ چاپ سہتے رہے۔۔۔اس کے خلاف کوئی ایکشن کیوں نہیں لیا آپ نے۔"

بیٹے کی بات سُنتے ہی حدید صاحب پہلو بدل کر رہ گئے۔

اخبار کو پکڑے وہ کسی اہم نیوز کے بجائے بڑے سے ایڈ کو گھورنے لگے۔

"ڈیڈ آپ میری بات سُن رہے ہیں کل بھی آپ نے مجھے کہا میں اس بارے میں کوئی بات نہیں کرنا چاہتا۔۔۔ہم کل چُپ اس لئے تھا کیونکہ آپ اس وقت مجھے ٹھیک نہیں لگ رہے تھے۔"

"ج ب ت ک س ک ن در ن ام ی ب ل ا اس دُن ی ا م ی ں ٹ ھ ی ک ھ ب ی ن ہ ی ں رہ س ک ت ا ۔"

انھوں نے کہتے ہوئے گہرا سانس لیا اور اخبار کو فولڈ کر کے ٹیبل کے سامنے پھینکی۔انھیں پتا تھا ان کا بیٹا ان پر گیا ہے۔۔۔وہ مکمل بات کیے بغیر یہاں سے ہٹا گا بھی نہیں۔

اس کی طرف دیکھا جو ہاتھوں کی انگلیوں کو باہم ملائے۔۔۔ایک ٹانگ گھٹنے پہ رکھے' وہ اپنے پیروں کو غیر محسوس انداز میں ہلا رہا تھا۔(اس کی اضطرابی کیفیت ظاہر کرتی تھی)

"تو اس بلا کو ختم کیوں نہیں کر دیتے آپ۔"

اس کی سرد آواز پر حدید عالم ساکت ہو گئے۔ حیرت اور بے یقینی سے تکتے ہوئے انھیں سمجھ نہیں آئی اس بات کا کیا جواب دیں۔

"ڈیڈ آپ تو جسٹس ہیں۔۔۔آپ نے خود کہا تھا انصاف پہلے باقی چیزیں بعد میں۔۔۔۔اور آپ نے یہ بھی کہا تھا کہ اگر جرم کرنے والا۔۔۔آپ کی اپنی اولاد بھی ہوی تو آپ اسے سزا دینے میں ایک منٹ نہیں لگائے گے۔۔"

وہ تو لاجواب ہو کر رہ گئے۔ یہ نہیں تھا کہ وہ اپنی باتیں بھول گئے تھے بلکہ انھیں اپنے بیٹے کے انداز اور باتوں نے دنگ کر دیا تھا۔

"تمھاری بات سو فیصد درست ہے فاروق مگر میں اس معاملے میں بہت بے بس ہوں۔ یہ نہیں کہ وہ بد قسمتی سے میرا خون ہے بلکہ اس لئے کہ اسے سزا دلانے پر نہ صرف میری زندگی میں بھونچال آئے گا بلکہ تم لوگوں کی جان خطرے میں آجائے گی اور کسی صورت افورڈ نہیں کر سکتا۔ اس کی ڈور بہت مضبوط ہے۔۔۔اسے سزا دلانا اتنا آسان اور جرم کا خاتمہ ہوتا ناتو کب کا دلا چکا ہوتا۔۔۔۔"

"وہی بات ایک طرف آپ کہہ رہے ہیں انصاف کے رو میں آپ کچھ نہیں دیکھیں گے بس فیصلہ کر دیں گے آپ اس وقت اپنے آنکھیں اور کان بند کر لیں گے۔۔۔۔ جبکہ دوسری طرف آپ ڈر رہے ہیں اگر آپ نے ایکشن لیا تو ہم برباد ہو جائے گے۔"

"مجھے اس کے خلاف کوئی مضبوط ثبوت ملتا بھی تو نہیں ہے یار۔ ایسے منہ اُٹھا کر فیصلہ کیسے سُنا دوں۔ پوری دُنیا اسے بدمعاش کہہ رہی ہے مگر ڈرگ مافیا ابھی تک کنسیڈر نہیں ہو رہا۔۔۔کیونکہ ہمارے پاس اس کے خلاف کوئی سورس نہیں ہے۔ بدمعاش کو جیل کی زینت کچھ دن کے لئے بنا سکتے ہیں ۔۔۔وہ بھی تب جب وہ کوئی جرم کرے چھوٹا موٹا جرم۔۔اور سکندر بھا اس سے بھی کلیر ہو جاتے ہیں

۔۔۔اوپر سے وہ سٹوپڈ سوشل سروس میں ملوث ہو گیا کہ جہاں آدھی قوم اس سے نفرت کرتی ہے تو آدھی قوم اس پر جان بھی لٹاتی ہے۔"

فاروق انھیں دیکھتا رہا پھر پر سوچ انداز میں گردن موڑ کر دیکھا جہاں مسز حدید عالم اور اس کی بہن گاڑی میں بیٹھ کر کہی جا رہی تھی۔ گارڈ گیٹ کو دھکیل کر اسے کھول چکا تھا۔ سورج کی روشنی سے گاڑی کے شیشے چمک رہے تھے۔۔۔ بہن کی شکل کو دیکھتے اچانک اس کے دماغ میں کچھ ایسا آیا جب اس نے آپ سیٹ سے بیٹھے باپ کو دیکھ کر کہا۔

" بابا سکندر کی کوئی کمزوری ہے ؟"

حدید عالم نے بیٹے کی عجیب سی بات پر چونک کر اسے دیکھا۔

"کمزوری؟"

"جی بابا کمزوری ایسا تو ہو نہیں سکتا اس کی کمزوری نہ ہو۔ جہاں تک مجھے معلوم ہے اس کی کمزوری اس کی ماں تھی(اس کی ماں کہنے پر حدید عالم کے تاثرات مزید عجیب ہو گئے تھے) مگر وہ زندہ نہیں ہے۔"

"کہنا کیا چاہتے ہو؟"

حدید عالم کی آواز سپاٹ تھی۔

"اگر ہم سکندر کی کوئی کمزوری پکڑ لیں ڈیڈ تو وہ خود کو سرینڈر کر دے گا۔ آئی ایم ہنڈریڈ پرسنٹ شیور نہ صرف سرینڈر کر دے گا بلکہ اپنے جرم کا اعتراف بھی کرے گا۔ اس طرح نہ صرف ہم سب اس بلا سے ٹل جائے گے بلکہ آپ کے لئے بھی فیصلہ کرنا آسان ہو جائے گا۔"

"سکندر کی کمزوریاں صرف اس کی ماں اور بہن تھیں مگر وہ اسے دُنیا میں اب نہیں ہیں۔ اگر ہوتی بھی تو میں ایسا کوئی کام نہیں کر سکتا تھا جیسے تم سوچ رہے ہو لہذا اسے معاملے کو کچھ دیر کے لئے چھوڑ ہی دو۔"

ٹانگ کو گھٹنے سے ہٹا کر وہ نفی میں سر ہلاتے ہوئے جھکا۔

"نہیں ڈیڈ اب نہیں تو پھر کبھی نہیں خیر میں زرا اپنے کچھ کام نپٹا لوں آپ سے شام کو ملاقات ہوتی ہے۔"

حدید عالم نے سر ہلا کر اخبار سے مطلع کرنے کا ارادہ ترک کے بیٹے کے ساتھ ہی اُٹھ کھڑے ہوے اور اندر کی راہ لی۔

•••••••••••••••••••••••••••••••••

حداد کی آنکھ دروازے کے تیز دستک سی کھلی تھی۔دروازہ کو دستک دینے کے بجائے کوئی اسے پیٹ رہا تھا۔انداز میں عجلت محسوس ہوئی تھی۔نیم تاریک کمرے کو وہ کچھ دیر کے لئے گھورنے لگا پھر ہمت کر کے وہ اُٹھا۔دستک دینے والے کے ہاتھ رُکنے کا نام نہیں لے رہے تھے۔وہ سمجھ گیا کہ کون ہے۔ کمبل اپنے گرد سے ہٹا کر اس نے اپنے سر پہ ہاتھ پھیرا اور بستر سے اُتر کر چپل پہنی۔ قیمض کے اوپری بٹن کو بند کرتا اس نے آگے بڑھ کر لائٹ جلائی۔پورا کمرہ روشن ہو گیا۔کمرے کی روشنی سیدھا اس کی سرُخ آنکھوں میں پڑی تو اس نے درد سے آنکھیں بند کیں پھر اسے عینہ کی آواز سُنائی دی۔

"ہانی چاچو! ہانی چاچو دروازہ کھولیں۔"

سر تاسف سے ہلاتے ہوے اس نے جا کر دروازہ کھولا تو عینہ تیزی سے اندر داخل ہوتے ہوے حداد سے ٹکرائی۔اس کا تو سر ہی چکرا اُٹھا اگر حداد اسے بروقت نہ سنبھلتا تو اس نے گر جانا تھا۔

"کیا ہوا ہے ایسی کیا آفت آگئی تھی کہ تمہیں اسے طرح آنا پڑا؟"

حسبِ معمول حداد سرد لہجے میں بولا تھا۔

"اُف ایک تو آپ کا جسم پتھر کا ہے چاچو میرا تو سر ہی گھوم گیا۔"

وہ اپنے چاچو کو گھور کر اپنا سر کو ہولے سے دباتے ہوے بولی۔

حداد مڑ گیا آگے بڑھ کر سائڈ ٹیبل سے اس نے گلاسس اُٹھائی اور پہنی۔

"بولو کس وجہ سے آئی ہو؟"

حداد نے اتنا کہا اور عینہ کو یاد آیا کہ وہ کس مقصد کی وجہ سے یہاں آئی تھی۔ ہنس کر کہتے ہوئے وہ سیدھا حداد کے ساتھ لگ گئی۔

"چاچو آو چاچو آپ بلیو نہیں کریں گے میں کیا خبر لائی ہوں۔ اُف آپ سُنیے گے تو خوشی سے پاگل ہو جائے گے۔"

حداد نے چونک کر اسے دیکھا پھر اسے الگ کیا۔

"کیا ہوا ہے؟"

"مشی آ رہی ہے چاچو اُف آئی کانٹ بلیواٹ اور یہ جو کچھ بھی ہوا ہے یہ سب آپ کی وجہ سے ورنہ تو بابا کی ہمت نہیں تھی کہ وہ وہاں جا کر انھیں کنوینس کرے۔"

حداد اس کی بات سُنتے ہوئے خاصا خوش ہوا تھا مگر اس نے ظاہر نہیں کیا تھا۔ گہرا سانس لیتے ہوئے اس نے دھیمی آواز میں کہا۔

"چلو کچھ تو اچھا کام کیا میں نے زندگی میں۔"

اس کا لہجہ خاصا تلخ تھا۔

عینہ حداد کو دیکھتی رہی پھر اپنے چاچو کو دونوں بازوں تھام کر بولی۔

"چاچو آپ بہت بیسٹ ہیں۔ آپ کو نہیں پتا آپ ہم سب کے لئے کیا ہیں۔ خود کو انڈر ایسٹیمیٹ کرنا چھوڑ دیں۔

آج آپ کی وجہ سے دیکھیں مشی آ رہی ہے۔ پھوپھو آ رہی ہیں جنھوں نے سالوں میں اس گھر پہ قدم نہیں رکھا تھا۔ جس میں ہماری ملاقات نہ ہونے کے برابر ہوتی تھی۔ آج وہ ایک ہفتے کے لیے آ رہی ہے تو کس کی وجہ سے؟ آپ کی وجہ سے! اپنے اہمیت جانے آپ۔"

حداد اسے سپاٹ نظروں سے دیکھتا رہا پھر اس کا ہاتھ ہٹا کر بولا۔

"ہو گیا تمھارا آج تو میں نے تمہاری یہ ساری باتیں سُن لی۔آئیندہ میں لحاظ نہیں کروں گا۔"

عینہ اس کی سخت لہجے پہ منہ بسور کے رہ گئی۔کیا بنے گا اس کے چاچو کا؟کب وہ نرم ہونگے۔انھیں اپنی تعریفے کیوں نہیں اچھی لگتی۔

"چلیں نہیں بولتی خیر آپ جلدی سے تیار ہو جائے نا؟"

"کیوں تیار کس خوشی میں ہونا ہے؟"

اس نے پردے ہٹائے۔کھڑکی سے صبح کی روشنی کمرے میں آنے لگی۔

"وہ اس بات کی چکروں میں اصل بات بھول گئی میں۔"

"بولو!"

کھڑکی کو اس نے کھول لیا۔

"اصل میں گھر میں گاڑی ہے پر چھوڑنے والا بندہ بھی نہیں ہے تو کیا آپ شرینہ کو ہاسپٹل چھوڑ سکتے ہیں؟"

حداد تیزی سے مڑا۔ایک دم عینہ گڑبڑا گئی۔

"چاچو بس پندرہ منٹ کا فاصلہ ہے۔"

"تمھیں کس لئے سکھائی ہے بڑا بھیا نے۔تم کیوں نہیں چھوڑ کر آتی۔"

"میں نے کہا تھا پر امی عجیب کہتی ہیں اب میں مایوں میں بیٹھ گئی ہوں دس دن گھر سے باہر نکلنا میرا ممنوع ہے۔"

حداد اس کی بات پر جھنجھلا گیا۔

"عینہ تمھیں پتا ہے میں گاڑی ڈرائیو نہیں کر سکتا اس لئے مجھے پش مت کرو جاؤ یہاں سے۔"

"چاچو۔"

"عینا جاؤ اسے چھوڑ کر آؤ بھابی کی عجیب باتوں کو اگنور کرو جاؤ بولنا میں نے کہا ہے۔"

"مگر چاچو۔"

"آئی سیڈ عینہ گو فرام ہیر جاو چھوڑ کر آ وہ ہماری مہمان ہیں دیر کروانا اچھی بات نہیں ہے۔"

اونچی' سخت آواز میں کہتا سید ھاواش روم میں چلا گیا تھا۔

عینہ نے گہرا سانس لیا۔

"آپ کبھی نہیں ٹھیک ہونگے چاچو اگر ایسا چلتا رہا۔"

وہ مڑ گئی اور نیچے آئی جہاں فائل کو پڑھتی' لاونج میں اس کا انتظار کرتی۔ شرینہ نے ایک دم اس کے قدموں کی آواز پر سر اُٹھایا تھا۔ اس کے چہرے کی اُتار چڑھاؤ پڑھ کے وہ سمجھ گئی کہ بات نہ بن سکی۔

"سوری یار۔ وہ بہت غصے میں تھے گو کہ میری وجہ سے لحاظ کر رہی تھے ورنہ اس بات پر تو کب کا ہنگامہ ہو جانا تھا۔"

شرینہ نے سر اثبات میں ہلایا۔

"کوئی بات نہیں ان کو بس نارمل ٹریٹمنٹ کی ضرورت ہے اور مجھے ان کا سلف کنڑول تمہارے لئے اچھا لگا اب یہ سب پہ اپلائی ہونا چاہیے خیر چلو تم چھوڑو اب مجھے پہلے دیر ہو رہی ہے۔ بعد میں اس بارے میں سوچتے ہیں۔"

"شرین مجھے نہیں لگتا چاچو کبھی نارمل زندگی میں آسکے گے۔"

شرینہ نے اپنا بیگ اُٹھایا اور کندھے سے لگا کر اس نے ایک لمحے کے لئے عینہ کو پھر اوپر دیکھا۔

"کوشش کرنے میں کیا حرج ہے اور مایوسی کفر ہوتی ہے۔ ناو چیر اپ یہ بھی تو سوچو ان کی وجہ سے رمشا آرہی ہے۔ ویسے اس خبر سے ان کے چلرے کے اُتار چڑھاو دیکھے تم نے؟"

عینہ کا اور منہ لٹک گیا۔

"کوئی رسپونس نہیں دیا۔ مجھے سخت میں غصہ آیا دل کیا انھیں سُنا ڈالوں بے حسی کی بھی کوئی حد ہوتی ہے۔"

"اچھا چھوڑو رمشا آئے گی تو دیکھنا خود اس کمرے سے باہر نکلے گے بلکہ خوش بھی ہونگے۔ چلو بہن کیوں میرے باس سے ڈانٹ پڑوانا چاہتی ہو۔"

※※※※※※※※※※※※※※※※※

کمرے میں چھٹی بار دستک دینے کے بعد ماں نے فیصلہ کیا اب دروازہ کو چیک کرے آخر معاملہ کیا ہے عموماً وہ تیسری دستک پہ اُٹھ جایا کرتا تھا۔اس کی نیند کچی تھی مگر اس کے نو رسپونس نے انھیں پریشان کر دیا تھا۔ذہن میں آئی سوچ کو بار بار جھٹکتے وہ ڈوپلیکیٹ چابی لائی اور دروازہ کھولا۔کمرے میں اندھیرا چھایا ہوا تھا۔ماں نے بیٹے کا نام اونچی آواز میں لیتے ہوئے اندر داخل ہوئی اور آگے بڑھ کر کمرے کے پردے ہٹائے۔پردے ہٹانے کے بعد وہ کمبل میں دبکے وجود کو دیکھتے ہوئے آگے آئی اور اسے ایک بار پھر پکارا۔

"آج طبیعت تو ٹھیک ہے سیرت نے بتایا کہ تم سکول نہیں گئے وہ کمرے میں دستک دیتی رہیں۔"

"زارون ! "

انھوں نے بیٹے کے چہرے سے کمبل ہٹایا۔

"تمہارے بابا نے کہا ضرور تمہاری طبیعت خراب ہو گی ورنہ سکول سے چھٹی نہیں کرتے۔کچھ دن سے چپ چپ بھی ہو اُٹھو چندا۔"

ماں نے بیٹے کی پیشانی سے بال ہٹائے ایک دم بچے کا وجود کانپنے لگا۔۔ جیسے اسے سخت ٹھنڈ لگ رہی تھی۔

"زونی۔جان زیادہ طبیعت خراب ہے آنکھیں کھولو۔"

بیٹے نے کمبل کو بھینچ کر اپنا منہ چھپا لیا وہ پہلے بھی کانپ رہا تھا مگر کمبل ہٹانے سے تو اس کی اور حالت غیر ہو گئی تھی پھر اس نے کانپتی آواز میں کہا۔

"امی پنکھا بند کر دیں۔"

"تمہاری تو طبیعت زیادہ خراب لگ رہی ہے میں ڈاکٹر کو کال کرتی ہوں۔"

ایک دم بچے کی کانوں میں آواز گونجی۔

"ڈاکٹر کے پاس جاؤ گے تو جیل چلے جاو گے کیونکہ انھیں پتا چل جائے گا تم نے سب سے قیمتی چیز استعمال کی ہے۔ پھر وہ تم کو مار مار کر تم سے وہ شہہ لیں گے مگر تمہارے پاس تو وہ نہیں ہو گا پھر وہ تمھیں تب تک نہیں چھوڑے گے جب تک تم انھیں وہ حوالے نہیں کروں گے۔"

تڑپ کر کمبل ہٹا کر اس نے ماں کو روکا۔

"امی۔ مم میں بابا بالکل ٹھیک ہوں۔"

ماں نے مڑ کر دیکھا تو بیٹے کی آنکھوں نے انھیں خوفزدہ کر دیا۔اس کی آنکھوں سُرخ ترین ہوئی وی تھی اور آنکھوں کے پٹھے سوجے ہوئے تھے جیسے وہ رویا ہوا تھا۔

"زونی تمہاری طبیعت۔۔۔"

اس ایک دم سے سردی لگنے لگی بنا ظاہر کیے اس نے کمبل اپنے گرد پھیلایا۔

"امی ڈاکٹر کو نہ بلائے۔۔ مم بالکل ٹھیک ہو بس ت تھوڑی سس۔۔"

"زونی تمہاری آنکھیں۔"

"کچ کچھ نہیں ہوا۔"

"میں بابا کو کال کرتی ہوں۔"

"امی بولا نا میں ٹھیک ہوں۔"

اب کی بار وہ چلایا۔ماں بیٹے کے انداز سے دنگ ہو کر رہ گئی۔ یہ زارون ہی تھا۔انھیں سمجھ نہیں آئی اسے ہوا کیا ہے۔وہ خاموشی سے اسے دیکھنے لگی پھر اس کے پاس آئی۔

"مجھے سونے دیں ممی میں ٹھیک ہو جاؤں گا شش شام تک۔"

اتنا کہہ کر وہ کمبل میں اپنا منہ گھسا کر لیٹ چکا تھا۔

ماں پہلے بیٹے کو دیکھتی رہی پھر آگے بڑھ کر اس کی سر کو چومتے ہوئے سیدھا اس کے باپ کو کال کرنے لگی اس کے منع کرنے کے باوجود۔

"ماما کہاں جارہے ہیں آپ؟"

سکندرایک دم کال ختم کر کے مین دروازے کی طرف بڑھنے لگا جب پیچھے سے آتی بخت کی آواز پر چونکہ اور بے اختیار مڑا۔ بختاور نیلی شلوار قمیض میں عام سے حلیے میں تیزی سے سیڑھیوں سے نیچے اُترتی اسے پکار رہی تھی۔

"بخت آرام سے سلپ ہو جاؤ گی۔"

سکندر اونچی آواز میں بولا۔ بخت سُنے بغیر تیزی سے اُتری اور بھاگتے ہوئے اس کے پاس آئی۔

"آرام سے بچے۔"

"توبہ مسٹر کیرنگ فریک کہاں جارہے ہیں؟"

اس کی بات پر سکندر نے آنکھیں بے اختیار گھمائیں۔

"یہ پوچھنے کے لئے پاگلوں کی طرح نیچے آئی۔"

"آپ جینز شرٹ کے حلیے میں کسی سپیشل جگہ پہ جاتے ہیں تو کہاں جارہے ہیں اور ماما آپ شاید بھول گئے آج دوپہر کو آپ نے میرے ساتھ ٹائیم سپینڈ کرنا تھا۔"

سکندر نے اپنے حلیے کو دیکھا بلیو فیڈڈ جینز' بلیک ٹی شرٹ جس کے لانگ سلیوز کو پیچھے کئے گریبان میں سن گلاسس ٹکائے وہ اپنے معمولی حلیے سے ہٹ کر چارمنگ لگ رہا تھا۔ اپنی شیو کو انگلی سے کھروچ کر اس نے بخت کی بات پہ گہرا سانس لیا۔

"آئی نو سیوٹی پائی مگر ڈیر ایک امپورٹنٹ میٹنگ اٹینڈ کرنی ہے۔ ایک میری گولف کورس میں ہے اور دوسرا باکسنگ سینٹر۔ بس میں یہ کام نپٹالوں دوپہر تک کوشش کروں گا آنے کی اگر نہ آسکا تو شام کو چلیں گے۔"

بخت کا منہ بن گیا۔

"سوری بچے میٹنگ۔۔۔"

"مگر ماما رات کو آپ نے پارٹی میں جانا ہے اور کل کل تو آپ سنگاپور کے لئے نکل جائے گے۔"

"اچھا ٹھیک ہے رات کی پارٹی کینسل خوش! اپنے بچے کے لئے تو اتنا کر سکتا ہوں میں۔"

"رات تو اتنی بورنگ ہوتی ہے۔"

"خوش نہ ہونا ناشکری لڑکی۔"

سکندر نے مصنوعی غصے سے کہتے ہوئے اس کے سر پہ چپیٹ لگائی۔

"تیار رہنا شام کو اور ہاں آج باہر کہی جانے کی ضرورت نہیں ہے۔"

"جانتی ہوں ملک کے حالت بلا بلا ایک تو ماما اپنے میرے لئے حد سے زیادہ پوزیسو ہیں۔ آپ کی بیوی نے تو جل کر خاک ہو جانا ہے۔"

"تمہارے علاوہ تو میرا ہے ہی کون خیر چلتا ہوں مجھے دیر ہو رہی ہے۔"

اس کے گال تھپ تھپا کر وہ چل پڑا۔ بخت نے وال کلاک کو دیکھا جہاں صبح کے گیارہ بج رہے تھے۔ وہی ٹائم رؤف ہاوس کے اندرونی لاونج کی گھڑی میں بج رہے تھے۔ امی ابو ماموں ممانی کو سیو آف کرنے ایرپورٹ گئے تھے۔ اسے تو یقین نہیں آیا تھا کہ اس کے ابو مان گئے تھے۔۔ ایسے کیسے ایک دم سے انھوں نے ہامی بھر لی تھی۔ حیرت کا مقام تھا ابو بہت مشکل سے راضی ہوتے تھے اور ان ایکسپیکٹڈ چیزوں پہ تو جلد ہی راضی ہو جاتے تھے۔ جیسے اس کا اسلام آباد کا ٹرپ۔ اُف بابا تو سُن کر آگ بگولہ ہو گئے تھے ٹھیک ٹھاک سُنا بھی ڈالا تھا امی کو۔ ان کی اونچی آواز پہ رمشا کی جان نکل گئ تھی مگر جب انھوں نے چھپ کر روتے ہوئے رمشا کو دیکھا۔ تو اچانک بن کہے ممی کا پیغام آیا کہ وہ جاسکتی ہے مگر وہ ایک ایک منٹ کی خبر دیتے رہی گی۔ وہ اللہ کی اس مہربانی پہ ہمیشہ رنگ رہ جاتی تھی۔ بن کہے اس کی ہر مراد پوری ہو جاتی تھی کاش جو وہ چاہتی ہے وہ بھی اس کا اللہ بن کہے پورا کر دے اور اس کا نام لینے کی ضرورت ہی نہیں تھی دل کی ایک ایک دھڑکن اسی کا تو نام لیتی ہے

۔

"سکندر حدید۔"

اس کا نام سوچتے اچانک لبوں میں تبسم سے بکھیر جاتا تھا۔وہ بھی تو لاہور میں مقیم ہے۔ایک بار پھر وہ ان کالی' سرد آنکھوں کو دیکھنا چاہتی ہے جو اس کی طرف سوائے غصہ کے علاوہ اُٹھی نہیں تھی۔

عجیب سا شخص تھا بدنام ترین مگر صفت شریفوں والی۔

سر اُٹھا کر اس نے اپنی کلائی کو ایک نظر دیکھا۔

نظروں میں وہی سائے لہرانے لگا۔وہ کالی شلوار قمیض میں ملبوس مردانہ وجاہت سے بھرپور اس کے اوپر جھکا اسے جھنجھوڑنے کی بھرپور کوشش کر رہا تھا۔

"آنکھیں کھولو لڑکی ہلیو۔"

"آواز آرہی ہے میری۔"

"اے اُف یار کیا کروں میں۔"

"مشی!!"

ایک دم رمشا ڈر کر اچھلی جیسے کسی نے اس کی سوچ کو رنگے ہاتھوں پکڑ لیا ہو۔شزا کا حیرت زدہ چہرہ دیکھ کر اس کی جان میں جان آئی۔

"میں کب سے دروازہ بجا رہی ہوں اور میڈم کسی اور دنیا میں گم ہے۔کہاں کھوئی وی تھی۔"

رمشا کا دل کیا اسے ڈھیر ساری گالیوں سے نوازے۔ڈرا کے رکھ دیا تھا۔

اس نے کشن اُٹھایا اور زور سے اس کی کمر پہ مارا۔

"ارے کیا ہوا اتنا غصہ کس بات کا؟"

"جان نکال دی تھی میری۔"

اس نے ہاتھوں کو دل پہ رکھتے ہوئے آنکھوں سے باوار کروایا۔دل تو بہت کر رہا تھا منہ توڑ دے۔

"جان تو تمھاری اس بھا میں آٹکی ہوئی ہے سُنا ہے مزید کارنامے انجام دیے ہیں محترم نے۔"

رمشا نے آنکھیں گھمائیں اور ایک بار پھر کشن اس کے منہ پہ مارا۔

"ضرور تمھارے اس صحافی بھائی نے کچھ بکواس کی ہو گی۔"

اشارے سے سمجھاتی شزا کو وہ زہر لگی تھی۔

"توبہ توبہ شرم نہیں آتی راحیل کو میرا بھائی کہتے ہوے۔ مر جاؤ بلکہ تمہارا وہ بھاڈ وب کے مر جائے "۔

رمشا سے برداشت نہیں ہوا تو وہ پیر چپلوں میں گھساتی اُٹھ پڑی۔

"ارے ارے بریکنگ نیوز سُنانے آئی ہوں اور میڈم اُٹھ کر جا رہی ہیں۔" رمشا آن سُنی کچن میں آ گئی۔

"ویسے کل تمھارے ماموں آئے تھے کہی دکھائی نہیں دے رہے۔ کہی تمھارے ابو نے ٹاٹا بائی تو نہیں کر دیا انھیں۔"

رمشا نے فریج کھولا۔اسے دیکھا پھر دوبارہ فریج میں جھک گئی۔

"اچھا بتاؤ نا!! یار سوری تمھارے بھا کی شان میں گستاخی کی۔بولو بھی۔"

رمشا نے فریج بند کیا پھر مڑ کر اس نے بڑا سا پاستا باول نکالا اور ساتھ میں اورنج جوس کا ڈبہ۔

"واہ رات کا بنا تھا کیا؟؟ آنٹی کے تو پاستا کی میں دیوانی ہوں۔اب منہ زرا کم پھیلاؤ اور مجھے ساری سی اپ ڈیٹس دو۔"

رمشا نے پلیٹس رکھی اور اسے دیکھا۔

....

"گریٹ شاٹ سِکی !! "

بال سیدھا ہول کے قریب گئی تو پیچھے سے آذر صدیق کی آواز پر سکندر بے اختیار گھوما گلاسس میں اس کی آنکھیں چھپی ہوئی تھیں۔اس لئے وہ اس کی طنزیہ نگاہوں کو نہیں دیکھ سکا۔کھل کر مسکراتے ہوے سکندر بولا۔

"تمھیں کوئی شک تھا سکندر پہ؟"

آذر اس کی بات پر ہنسا۔

"ارے نہیں یار میں تو ویسے ہی تنگ کر رہا تھا۔ تمھارے صلاحیتوں پہ مجھے بالکل بھی شک نہیں ہے۔
"

"ہونا بھی نہیں چاہیے۔"

گولف سٹک کو تھامے وہ کیسی شان بے نیازی سے آگے چلنے لگا۔ آزر نے تاسف سے سر ہلا کر اس کے پیچھے چل دیا۔

"ویسے تم نے اتنی دور نعمان کے کلب میں میٹنگ کیوں رکھی؟ اور بھی بہت سے کلب تھے۔ ہمارے گھروں کے قریب تمھارا وقت بچ جاتا۔"

سپاٹ پہ پہنچ کر اس نے سکندر کو کہا تھا جو سٹک کو تھامے بال کو' پھر اس کے تھوڑے سے فاصلے پر ہول کو بڑے غور سے دیکھ رہا تھا۔ اس کا چہرہ ہر احساسات سے عاری تھا۔ اس کی بات سُنتے ہوئے بولا۔

"تمھیں میری فکر نہیں کرنی چاہیے بلکہ اپنی کرنی چاہیے۔"

اس کی بات پر نعمان چونکہ۔

"مطلب؟"

سکندر نے گردن موڑ کر اسے دیکھا جو اس سے دو انچ کے فاصلے پہ کھڑا اسے چونکتے ہوئے دیکھ رہا تھا۔

"سُنا ہے بڑی پارٹی تمھارے ہاتھ لگی ہے۔"

اس کی اتنی کہنے کی دیر تھی کہ نعمان کا چہرہ سفید ہو گیا اوپر سے سورج کی تپتی روشنی نے الگ کمال دکھایا تھا۔ اس کے تو پسینے ہی چھوٹ گئے تھے۔

سکندر نے بلا آخر بال ہول کے اندر ڈال دی تو وہ مڑ کر اس کے لاجواب چہرے کو مسکرا کر دیکھنے لگا۔ وہ سکندر کی نظروں کو دیکھ نہیں سکتا تھا مگر اس کے انداز سے پتا تھا وہ کس نظروں سے اسے

تک رہا ہے اور وہ اندر ہی اندر ان نظروں سے خائف ہو رہا تھا بہر حال اسے خود پہ قابو تو پانا تھا۔ خود کو سنبھالتے ہوئے اس نے گلا کنکھارتے ہوئے کہا۔

"کون سی پارٹی؟"

سکندر نے اسے ایسے دیکھا کہ بس بھی کر ڈرامے شہزادے۔

"مم میرا مطلب کون سی والی پارٹی کی بات کر رہے ہو سیکی؟"

"جس پارٹی سے تمھاری جیب زیادہ گرم ہو رہی ہے اس والی کی بات کر رہا ہوں۔"

"یار کیا اِدھر اُدھر کی بات کر رہے ہو سکندر یہ بتاؤ بخت۔۔۔۔۔"

اس سے پہلے آذر آگے سے کچھ کہتا سکندر نے سٹک اُٹھا کر سیدھا اس کے منہ پہ ماری وہ ایک دم لڑکھڑا کر نیچے گر گیا۔ سر ایسے گھوما تھا کہ دماغ ہی ہل کر رہ گیا تھا۔ آنکھوں میں تو اندھیرا ہی چھا گیا۔ زبان کہرانے یا چلانے کے بجائے گم ہو گئی تھی کیونکہ کہ سکندر نے اس کے منہ پہ جو مارا تھا۔

"اوسوسوری یار۔ مجھے مکھی تمھارے چہرے پہ دکھائی دی تھی۔ ہائے زیادہ تو نہیں لگی۔"

وہ سٹک کو پکڑے نیچے جھک کر اس کے زخمی چہرے کو دیکھتے ہوئے بولا۔ اس نے گلاسس اُتاری تو اس کی سُرخ آنکھیں دکھائیں دی۔ اس کے انداز سے لگ رہا تھا وہ اسے کچا چبا جائے گا۔ آذر کے گارڈز دور کھڑے سکندر کے بندوں سے گفتگو کر رہے تھے انھیں اگر علم ہوتا کہ کس طرح کی میٹنگ ہو رہی ہے تو وہ فوراً اس طرف آتے مگر آنے سے کیا ہونا تھا سکندر کے آگے وہ سب چیونٹی کے برابر تھے۔

"اپنی گندی زبان سے میری بچی کا نام بھی مت لینا۔"

سرد' دھیمی آواز میں وہ بولتا اس کا بازو پکڑ کر اُٹھانے لگا جو تقریباً بے ہوش ہونے کا تھا۔ منہ سے نکلتے خون نے اس کے کوٹ کو گندا کر دیا تھا۔ آنکھیں تھوڑی سی کھلتی پھر بند ہو جاتی۔

بازو چھوڑ کر اس نے اس کا کوٹ پکڑا اور اس کی بند ہوتی آنکھوں کو دیکھتے ہوئے بولا۔

"میری بات بیچ میں کاٹنے والے کو تو میں کاٹ کے رکھ دیتا ہوں یہ تو تم اچھی طرح جانتے ہو مگر تم میرے یار ہو لیکن جو کچھ تم نے میرے ساتھ کیا ہے میں چاہوں تو ابھی تمھارے ٹکڑے کر کے ان سوراخوں میں گھسادوں کسی کو پتا بھی نہیں چلے گا۔میرا مال اس کتے کو بیچتا ہے۔اتنا سستا سمجھا ہے میرے مال کو بول کمینے ؟۔"

اب کی بار وہ دھیمی آواز میں غرایا۔اسے تو بولا نہیں جارہا تھا درد نے تو پہلے سے کمال کیا تھا اوپر سے سکندر کے دبوچنے نے تو مزید رنگ میں بھنگ ڈال دیے تھے۔بچی کچی ہمت تو رفو گر ہو گئی تھی۔

"سس سکندر۔۔"

"چُپ ! آگے سے کوئی بھی صفائی پیش کی تو سارے لحاظ بھول جاؤں گا اوپر سے (اس نے اس کا جبڑا پکڑا) تم لڑکیوں کو مال بیچ رہے ہو۔میرے اصولوں کے خلاف جاوگے تم !!!! "

اس نے گرفت سخت کرتے ہوئے تیز آواز میں کہا۔

"تم سالو پہ بھروسہ نہیں کرنا چاہیے۔"

اس نے اس کو جھٹکے سے دھکا دیتے ہوئے چھوڑا۔وہ توازن نہ رکھ سکا سیدھا نیچے گر گیا۔

"وارن کر رہا ہوں میں تمھیں۔وہ بھی اس لیے کہ تم سے مجھے بد قسمتی سے بہت فائدے ہیں اور سکندر کبھی اپنے فائدے سے آنکھ نہیں پھیرتا۔سدھر جاو ورنہ اپنے پورے خاندان کا کفن تیار کروالینا ۔"

اس نے فون اپنی جینز سے نکالا اور نمبر ملا کر کانوں سے لگاتے ہوئے بولا۔

"ہاں بات سُنو جلدی سے اِدھر آو آذر کو ایک دم چکر آ گئے تھے وہ سیدھا منہ کے بل گرا ہے ہاں فوراً ! جو کہہ رہا ہوں وہ کرو۔"

سیدھا فون بند کر اس نے جیب میں رکھا اور اسے حقارت سے دیکھتا اپنی نظروں کے زاویے بدل کر ان کے آنے کا انتظار کرنے لگا۔یہ تھی سکندر حدید عالم کی پہلی میٹنگ۔

....

"تو یہ اچھی خبر ہے نا اتنا منہ کیوں اُتارا ہوا ہے؟"

رمشا نے سر اُٹھایا پھر سر جھکا کر اپنے باول میں بے مقصد کانٹا ہلانے لگی۔

"کیا سوچ رہی ہو مشی۔ کوئی بات ہے جو تمھیں پریشان کر رہی ہے؟"

شزا نے آگے بڑھ کر اس کا ہاتھ تھاما اور اسے ہولے سے دبایا۔

"مجھے کچھ ٹھیک نہیں لگ رہا؟"

اس نے دوسرے ہاتھ کے اشارے سے سمجھایا۔

"کیوں تمھارے ابو مان گئے۔ تم ایک ہفتے کے لئے جا رہی ہو لاہور اپنی کزنز سے ملنے کے ساتھ ساتھ تم اپنے حدادماموں سے بھی ملو گی یار اور تمھیں یہ سب ٹھیک نہیں لگ رہا۔"

رمشا نے بے چینی سے ہاتھ ہٹائے۔ شزا اسے نا سمجھی سے دیکھتی رہی پھر گہرا سانس لے کر اس نے بات بدلتے ہوئے بڑی شوخی سے کہا۔

"اچھا چھوڑو ویسے تمھارا بھا رہتے ہیں وہاں ہائے ہائے ملنے نہیں جاو گی ان سے۔"

رمشا نے اسے آنکھیں دکھائی۔

"ویسے یار تمھیں محبت بھی ہونی تھی تو پورے پاکستان میں ہوئی بھی غنڈے سے۔"

رمشا نے اسے سنجیدگی سے دیکھا۔

"یار ویسے بندہ کمال کا ہے بولتا بڑا زبردست ہے مگر اس کا بولنا آپ کے سارے خاندان کا خون جلا کر رکھ دیتی ہے۔ تم پتا نہیں کس پر گئی اس کو دیکھتے ہی فدا ہو گئی۔"

بات اس کی دیکھنے کی نہیں تھی۔ اس کی شخصیت اور دل کی تھی۔ اگر کوئی بھی اتنے قریب سے دیکھ لے تو اس کی محبت میں گرفتار ہو جائے۔ یا شاید یہ صرف میری نظریں ہیں جس میں صرف اس کی اچھائیاں ہی نظر آتی ہیں۔

خود سے بولتے ہوئے وہ اسے دیکھنے لگی اور تاسف سے سر ہلانے لگی۔

"یار اب تو بتادو ایسی کون سی بات تھی جسے دیکھ کر تمھیں اس بھا سے محبت ہو گئی۔"

کیا کیا بات نہیں تھی اس میں۔

ایک پنچ اس نے بڑی سی بوری نما باکسنگ بیگ کو مارا۔اس میں سے کہرانے کی آواز نکلی۔اس کے ہاتھ پٹیوں میں بندھے ہوئے تھے اور مسلسل پاگلوں کی طرح اس پنچنگ بیگ کو مار رہا تھا۔پسینے سے شرابو بنا شرٹ کے 'گیلے بال ماتھے پہ آئے' سرخ آنکھوں سمیت۔ جسم میں کہی ان گنت زخموں کے نیشان سے وہ کوئی درندہ ہی دکھائی دے رہا تھا۔

ایک جنون تھا جو اس کی سر پہ سوار ہوا تھا۔بیگ پہ جگہ جگہ خون کے دھبے دکھائی دینے لگے تھے۔

ابھی تھوڑی دیر پہلے آیا تھا خاموشی سے پٹیوں کو اپنے ہاتھوں میں لپیٹتے وہ سپاٹ نظروں اور تمسخر مسکراہٹ سے اسے بڑے سے بیگ کو دیکھ رہا تھا۔اس کے لب بھینچے ہوئے۔زیر لب کچھ کہتے ہوئے وہ آگے بڑھا اور اس نے زوردار پنچ مارا اس کے پنچ میں طاقت تھی مگر پنچنگ بیگ بھاری تھا اور وہ تب سے مارا جارہا تھا یہاں تک کہ کہرانے کی آوازیں جو اس کی مسلسل مار سے اسے بیگ سے نکل رہی تھی وہ بھی بند ہو گئیں۔خون اب کھردری زمین پہ بوند کی صورت ٹپکنے لگا۔کہ پیچھے کھڑا ارحم کو بلا آخر بولنا پڑا۔

"بھا بس کرو اتنا کافی ہے وہ مر جائے گا۔"

سکندر نے جیسے سُنا نہیں وہ مارتا چلا گیا۔اس وقت سکندر کی حالت کسی بھوکے شیر کی مانند تھی۔ اور اسے چھیڑنا اس وقت مناسب نہیں تھا۔ارحم نے ایک بار اسے روکنے کی ہمت تھی اسے پتا تھا دوسری بار بولے گا تو یہی پنچ اس کے منہ پہ آئے گا۔

جب وہ اپنے کام سے فارغ ہوا تو اپنے چہرے پہ ہاتھ پھیرتا اپنے بالوں کو پیچھے کرتے ہوئے اس نے اپنے ہاتھ زور سے جھٹکے۔بائیں جانب کے ٹیبل پہ پڑی بڑی سے پانی کی بوتل کو اس نے اُٹھایا اور کیپ کو ہٹاتے ہوئے بولا۔

"لے جاؤ اسے۔مارا نہیں ہے اسے میں نے بیچارا باکسنگ سیشن سے تھک گیا ہو گا اس کی خوب خاطر تواضع کرو پھر کچھ دنوں بعد چھوڑ دینا اور یاد رہے سب کچھ اس کا سلامت رہے سوائے اس کی زبان کے کیونکہ اگر یہ آگے سے کچھ پھوٹا نا تو تم سب کی خیر نہیں۔"

اتنا کہہ کر اس نے پانی کی بوتل پینے کے بجائے اپنے اوپر انڈیلی۔ارحم خاموشی سے سر کو خم دیتے ہوئے سامنے کھڑے گارڈز کو اشارہ کرنے لگا۔

"کون سی بات پر اس کو دیکھ کر محبت نہیں ہوئی تھی مجھے۔۔"

رمشا نے دل میں کہتے ہوئے اپنی اس کلائی کو دیکھا تھا۔

شزا نے اسے پھر اس کی کلائی کو دیکھا۔

"یہ میں نے غور کیا ہے جب جب ان صاحب کا ذکر ہوتا ہے تم اس کلائی کو دیکھنے لگ جاتی ہو۔ایک منٹ یک تو وہی کلائی ہے جہاں تمھیں سانپ نے کاٹا تھا۔مگر اس چیز کا اس سے کیا کنیکشن۔"

رمشا نے سر اُٹھایا۔تو اس نے بتانے کا فیصلہ کیا آکر کو شزا اس کی بیسٹ فرینڈ تھی جب سب کچھ پتا تھا تو چھپانے کا کیا فائدہ تھا۔آہستگی سے اس نے زبان کھولی۔

"سس سک۔۔۔۔"

"مش تمھیں بولنے کی ضرورت نہیں ہے تمھیں تکلیف ہوتی ہے۔"

رمشا نے نفی میں سر ہلایا۔۔۔

"سکن۔۔۔(آنکھوں میں پانی آنے لگا) در۔۔۔۔نے بچایا تھ تھا۔"

"واٹ!!! یو مین سکندر رہا نے اس دن تمھاری جان بچائی تھی اور وہ وہ چار پانچ یونی کے بد تمیز لڑکوں کو بھی سبق ان نے سکھایا تھا؟"

رمشا نے سر اثبات میں ہلایا۔

"او مائی او مائی گاڈ تو یہ وہ شخص تھا سکندر رہا تبھی میں کہوں رمشا تمھیں اس سے طوفانی قسم کی محبت کیسے ہوئی تھی کیونکہ اس نے ویران اندھیرے جنگل میں تمھیں با حفاظت ہوٹل پہنچایا تھا۔"

رمشا وہ پل سوچ کر مسکرا پڑی تھی۔

"اور بی بی آئندہ اکیلے باہر نکلنے کی غلطی مت کیجئے گا یہ دُنیا درندوں سے بھری ہے۔ ہر کوئی سکندر جیسا نہیں ہوتا اور صبح جا کر ٹیکے لگوا لینا احتیاط کے طور پر اور ہاں یہ جیکٹ رکھ بلکہ دے دو کوئی تم سے سوال بھی کر سکتا ہے۔"

"او میڈم اب پھر اس کے خوابوں میں چلی نہ جانا۔"

مجھے اس کے خوابوں میں نہیں اس کی زندگی میں جانا ہے مگر ایسا کبھی نہیں ہو سکے گا وہ پیارا سا شخص میرے نصیب میں مر کر بھی نہیں آ سکتا (دل نے کہا تھا) لب اور دماغ اس معاملے میں خاموش تھے۔ دل عجیب ہوتا ہے۔ عجیب چیزوں کی تمنا کرتا ہے۔ بعض تمنا ناقبل قبول ہوتی ہیں معاشرے کے لئے اور انھیں تمناؤں میں سے ایک تمنا تھی۔ رمشا کا سکندر کا ہونا۔

••

"یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں فاروق بیٹا۔"

جمال عظیم نے جیسے اس کی بات سُنی تو ایک دم حیرت زدہ رہ گئے۔

"انکل آپ نے خود بتایا کہ سکندر کی کمزوری صرف اور صرف اس کی بھانجی ہے بختاور عالم۔ تو میں نے کہا اس کی کمزوری پکڑ لیتے ہیں۔ ایسی کون سی بات کہہ دی میں نے۔ سکندر ہمارے قابو میں تب آئے گا انکل جب ہم بختاور کو قابو میں کریں گے۔ وہ اس کے خاطر اپنا آپ سرینڈر کر سکتا ہے۔"

وہ خاموشی سے اسے تکنے لگے پھر گلا کنکھارتے ہوئے بولے۔

"سکندر نے آگ لگا دینی ہے بیٹا وہ بہت طاقتور آدمی ہے۔"

"قانون سے زیادہ طاقتور نہیں ہو گا انکل۔"

فاروق تیزی سے بولا۔

اس نے تین پتے ٹیبل پہ رکھے اور مسکرایا۔

"قانون سے بڑھ کر کوئی طاقت نہیں مگر قانون کی ایسی تیسی کرنے والا بھی سکندر ہے۔ کیوں جاوید میاں۔"

"جی سر۔"

مودب انداز میں کھڑے ہوئے اس نے ہولے سے مسکراتے ہوئے سکندر کو کہا۔

"سکندر نے کسی بھی کھیل میں مات نہیں کھائی تو یہ قانون کے رکھوالے کیا چیز ہیں۔ چیونٹی ہے بس چلے تو مسل کے رکھ دوں۔" لال رنگ مائع سے بھرے گلاس کو اُٹھاتے ہوئے اس نے لبوں سے لگاتے ہوئے کہا۔

سامنے بیٹھے ایس پی حنان اس گیم چار پتے پکڑے گہری کشمکش میں سکندر کے گرے ہوئے پتوں کو دیکھ رہا تھا۔

پھر ہار مان والے انداز میں اس نے چھینک پتے ٹیبل پہ پھینک دیے۔ تین جوکر اور ایک کوین۔ سکندر نے افسوس سے سر ہلاتے ہوئے خالص برٹش ایکسنٹ میں کہا۔

Oh You poor thing !

"خیر چھوڑو ریڈ وائن پیو ندیم بھائی خاص ہمارے لئے پیرس سے لائے تھے۔"

"کس سلسلے میں بلایا ہے بھا؟"

حنان نے خاصی سنجید گی سے کہا۔

"بھائی جوا کھیلنے کے لئے اور خود کو احساس دلانے کے لئے کہ میں کبھی نہیں ہار سکتا۔" کیالا جک

"بنا پیسے کے گیم کو جوا نہیں کہتے سکندر۔"

سکندر نے سگریٹ اپنے لبوں سے لگا کر لائٹر آن کیا۔ ہولے سے مسکرا کر اس نے سگریٹ جلائی۔

"تم سے کس نے کہا کہ جوا صرف پیسوں سے کھیلا جاتا ہے۔"

"مطلب؟"

"مطلب کے میرے بھائی۔(ٹانگوں کو ٹیبل پہ رکھتے ہوئے۔اس نے گہرا کش لیا) بنا مقصد کے تو میں کبھی نہیں کھیلتا۔میرا ٹائیم تو تم جانتے ہو بہت قیمتی ہے۔"

"یہ جو اس کی آکڑ ہے نا انکل یو دو منٹ میں دو منٹ میں ہوا میں اُڑھ جائے گی۔جب ہمارے ہاتھ وہ بختاور لگے گی۔"

"اسے اپنے سگے باپ کا نہیں لحاظ بیٹا تو وہ کہاں پر وا کرے گا۔"

"یہ کیا بات ہوئی ابھی آپ نے کہا بھانجی میں اس کی جان ہے کسی کی نگاہ اس کی طرف اُٹھانے نہیں دیتا۔ہر وقت سکیورٹی گارڈ اس بچی کے سر پہ ہوتے ہیں۔باپ سے وہ نفرت کرتا مگر اپنی ماں اور اپنی ماں جائی سے تو نہیں کرتا۔وہ اس کے بہن کی بیٹی ہے۔مجھے بہن نہیں یاد مگر اسی بہن کی خاطر سکندر نے بابا سے بغاوت کی تھی۔"

"سکندر تمھارا قتل بھی کر سکتا ہے فاروق! "

"آئی ڈونٹ کیرا اگر میرے قتل سے وہ جیل کی سلاخوں میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے بند رہتا ہے تو میں مرنے کے لئے تیار ہوں۔"

"جیل!!!" ایک زبردست قہقہ لگاتے ہوئے اس نے حنان کو دیکھا۔جس نے ہارنے کے بدلے میں اس نے اسے انفورنیشن فراہم کی تھی اور اطلاع سُن کر تو اس کی ہنسی چھوٹ گئی۔

"ہنسومت سکندر سنجیدہ معاملہ ہے۔وہ تمھیں برباد کرنے پہ تلے ہیں اور تم یہاں ہنس رہے ہو۔پوری پلیننگ ہے اور اس میں تمھارا سوتیلا بھائی فاروق بھی شامل ہے۔ جسٹس کو چیلنج نہیں دینا تھا تم نے۔" وہ ہنستے ہوئے رُکا۔

"ہائے ہم تو کب کے برباد تھے اور کتنا برباد کرو گے ہمیں۔"

"کیا بگاڑ سکتے میرا زیادہ سے زیادہ کوئی سٹوپڑ سا کیس سر پہ تھوپ کر جیل کی سلاخوں میں ڈال دیں گے مگر کتنے دنوں تک پیشی آنے سے پہلے ہم آوٹ ہو جائے گے کتنی بار ان بچوں کو ٹریلر دکھا چکا ہوں۔پوری فلم کے لئے مرے کیوں جا رہے ہیں۔"

"کیونکہ سکندر کوئی بھی شخص ٹریلر دیکھنے میں دلچسپی نہیں لیتا اسے پوری فلم چاہیے ہوتی ہے اور تم انھیں پوری پکچر مفت میں فراہم کر رہے ہو اپنی اس حرکتوں سے۔"

"اگر سکندر نے تمھاری بہن کو اُٹھا لیا تو پھر کیا کرو گے؟"

ایک منٹ کے لئے تو فاروق دنگ رہ گیا۔ اس نے تو اس بارے میں سوچا نہیں۔

"میں اپنی بہن کو پوری سکیورٹی پرووائڈ کروں گا۔"

"سکندر کو چیلنج کرو گے تو اس کے لئے ہر ناممکن چیز ممکن ہو جاتی اس نے خود کہا تھا ناممکن لفظ اس کی ڈکشنری میں نہیں ہے۔"

"خیر فلم تو دکھائیں گے بہت شوق ہے انھیں۔ مگر مفت میں نہیں۔ ساری زندگی اس فلم کو یاد کریں گے۔ خون کے آنسو روئے گے۔ دیکھنا تم۔"

سگریٹ کو ایش ٹرے میں مسلتے وہ ٹھنڈے لہجے میں بولا۔

"اب چاہیے ڈی ایس پی رؤف آجائے یا انٹیلیجنس آفیسر سکندر کا تو وہ کچھ نہیں بگاڑ سکے گے اور اسے روک نہیں سکے مزید تباہیاں پھیلانے میں۔ جاوید میری کراچی کی فلائٹ بک کروا وُسنا ہے وہاں سے مال آرہا ہے دیکھ آؤں اور حنان چیکنگ سپاٹ سے تمھارے جانے والا! کیا نام ہے اس کا؟"

"رضا!"

"ہاں اسے کہنا کہ ہماری گاڑی آرام سے پاس کراوئی جائے ایک دو بندے اور مال کو ٹھکانے لگانا ہے۔ بہت مہنگا مال ہے پورے دو کڑور کا۔"

"ٹھیک ہے۔"

"مجھے پتا چلا ہے آپ گھر سے باہر گئی تھی وہ بھی اکیلے!! کس سے پوچھ کر؟"

سکندر کی تیز آواز پر بخت کا منہ پھول گیا۔

"ماما آپ اوور ری ایکٹ کر رہے ہیں۔"

"چپ!! "

ایک دم اس کی اونچی آواز پر بخت اچھل پڑی۔

"تمھیں پتا ہے میری جان نکل گئی تھی جب مجھے خبر ملی کہ تم گھر پہ نہیں ہو اور تم سب سٹاف کو بیوقوف بنا کر یہاں سے نکل پڑی۔"

ٹہلتے ہوئے وہ ایک نظر بخت کے جھکے ہوئے سر کو دیکھ کر کہہ رہا تھا۔

"ماما غلطی ہو گئی۔ سوری نا آئیندہ نہیں کروں گی۔"

"بخت اس بار کی سوری میں قبول نہیں کروں گا۔"

سکندر نے انگلی اُٹھا کر سخت لہجے میں کہا۔

"آپ اتنی پابندی کیوں لگاتے ہیں مجھ پر۔" وہ کہنا چاہتی تھی مگر ماما اتنے اپ سیٹ تھے اوپر سے ان کا جلال سے بھرپور روپ دیکھ کر اس کی کہنے کی ہمت نہیں پڑی۔ لاڈ کا تو کوئی سین نہیں تھا۔

"اب بتاؤ مجھے کیوں گئی تھی تم باہر۔ گول گپے کھانے تھے نا۔ منع جو کرتا ہوں میں۔ تمھیں پتا ہے املی سے الرجی ہے تمھیں۔ سانس کا مسئلہ ہو جاتا ہے۔ بھلے کے لئے منع کرتا ہوں مگر نہیں محترمہ نے وہی کام کرنا جس سے ماما کو دکھ ہو۔"

"ماما ایسی بات۔۔" سکندر نے غصے اس کی بات کاٹی۔

"بختاور! اس وقت بیچ میں مت بولو۔ تمھیں احساس بھی نہیں ہے کے مجھے تمھاری اتنی فکر ہے۔ میں تو ایک بھی فیصلہ کرنے والا تھا تمھاری سکیورٹی کے لیے تمھیں باہر پڑھنے کے لئے بھیج دوں مگر تمھیں اپنے آپ سے ایک پل بھی دور کرنے کا سوچتا ہوں تو ایسا لگتا ہے کہ۔۔۔۔"

وہ رُک گیا وہ اس کا نام لینا چاہتا تھا مگر کسی سوچ کے تحت وہ ایک دم چُپ ہو گیا تھا۔ ایک دم خود کو کمپوز کر کے گلا کنکھارتے ہوئے اس کے ساتھ بیٹھا۔

بختاور کی آنکھیں بھیگ گئیں۔ سکندر نے اسے دیکھا تو انگلیوں کی پوروں سے اس کے آنسو صاف کیے۔

"اتنے سی بات تھی آپ مجھے ڈانٹنے لگے۔ بندہ پیار سے سمجھاتا ہے ماما۔ جب سے جیل سے واپس آئے ہیں آپ سخت ہو گئے ہیں۔" وہ ہچکی لیتے ہوئے کہنے لگی اور اپنے گال رگڑنے لگی۔

سکندر نے سر تاسف میں ہلاتے ہوئے اس کے کندھے کے گرد بازو پھیلائے اور اس کے سر پہ پیار کیا۔

"میرا بچہ میں ڈانٹوں نہیں تو پھر کیا کروں میری پوری دُنیا ہو تم۔ میری بیٹی' میری بہن' میری دوست میری کمزوری سب کچھ تو تم ہو۔ تمھارے علاوہ ماما کا کون ہے۔ تم ہی تو ہو جو تمام تر خامیوں سمیت مجھے قبول کرتی ہو مجھ سے پیار کرتی ہو وہ بھی بنا کسی غرض کے۔ میری عزت کرتی ہو اور میرا خیال کرتی ہو۔ تمھیں ایک کھروچ بھی آجائے تو میں برداشت نہ کروں۔ سب سے قیمتی شہ ہو تم۔"

"ایسی کہہ رہے ہیں جب بیوی آجائے گی۔ اپنے بچے ہونگے تو کہیے گے کون بخت؟ بس آپ کو حکم چلانے کے لئے میں ملی ہونا اس لئے ایسا کہہ رہے ہیں۔"

وہ نروٹھے پن سے کہتے ہوئے سامنے پڑے باکس سے ٹیشو پیپر اُٹھا کر اپنی آنکھیں صاف کرنے لگی۔ سکندر ہولے سے ہنس پڑا۔

"توبہ ایک تو بیوی والی رٹ کب ختم ہو گی۔ تمھاری وجہ سے نہیں کر رہا میں شادی اس لئے نہیں کہ ساری توجہ بیوی کی طرف ہو جائے گی بلکہ اس لئے کہ مجھے یقین ہے جتنی اچھی لڑکی سے شادی کر لوں وہ تمھارے معاملہ میں ضرور کوتاہی کرے گی اور میں یہ ہر گز برداشت نہیں کروں گا۔"

"اللہ اللہ ماما آپ کا کچھ نہیں ہو سکتا آپ کی اس بات پر لوگوں نے کہنا شروع کر دینا ہے میں آپ کی اولاد ہوں۔ بھلا کوئی بھانجی سے اتنا پیار کرتا ہے۔"

"میں کرتا ہوں اور تم سگی اولاد سے بھی بڑھ کر ہو میرے لئے اب خبردار تم نے باہر اس گھر سے اکیلے قدم اُٹھانے کی کوشش کی جو چیز چاہیے منہ سے بولو تمھارے سامنے حاضر ہو جائے گی۔ یہ میں نے پوری فوج ڈیکوریشن پیس کے لئے نہیں رکھی۔"

"بڑا!! جو بولتی ہوں سر نے منع کیا ہے' سر کو پسند نہیں ہے۔ میڈم پہلے سر سے پوچھ لیں۔ آپ کے لئے ٹھیک نہیں ہے۔ آپ بیمار ہو جاوٴ گی بلابلا۔ ایسی فوج سے اچھا ہے کہ میں خود نکل جاوٴں۔"

"بولو کیا چاہیے؟ جو بولو گی تمھارے سامنے حاضر کر دوں گا اپنی بچی پہ خرچ نہیں کروں گا تو کس پر کروں گا۔"

"رہنے دیں ماما ایک بھی بات پوری نہیں کر پائے گے۔"

"بختاور جو میں نے کہا ہے وہ بتائیں۔"

سکندر کی سنجیدہ لہجے پر بختاور نے اپنا فون اُٹھایا اور گیلری سے پکچر سکرول کر کے اس کے سامنے دکھایا۔

"یہ لہنگا چولی مجھے چاہیے۔ سبیکا کی شادی آرہی ہے مجھے اس کی مہندی پہ پہنا ہے سب ڈیزائنر کے پہن کر آرہے ہیں مجھے جبکہ انٹرنیشل ڈیزائنر کا چاہیے۔"

سکندر نے تصویر دیکھی ایک فیمس ڈیزائنر کے خوبصورت کلیکشن میں سے بیسٹ پیس بخت کو پسند آیا تھا۔ پنک لہنگا چولی تھی اور سکندر کو قیمت کا اچھی طرح اندازہ تھا نظریں گھما کر اس نے فون بند کر کے اسے دیا اور اپنی جیب سے فون نکالا تو رُک گیا کسی انون نمبر پہ آیا میسج کو کھول کر اس نے پڑھا تو اس نے لب بھینچ لیے پھر اگنور کر کے اس نے کال ملائی۔

"ہاں جاوید بات سُنا بختاور کا سائز لے لینا نین تارا سے اور جو تصویر بھیج رہا ہوں اس کمپنی سے اس کا لہنگا بُک کروا دینا دوبئ برانچ سے او کے۔ پیسے ٹرانسفر کروا دوں گا او کے اللہ حافظ۔"

اس نے فون بند کیا تو نظر گھما کر بخت کے کھلے منہ کو دیکھا۔

"کیا ہوا؟"

"ماما یو کانٹ بی سریس۔ میں نے تو ایسے کہا تھا اور آپ۔۔۔"

سکندر اُٹھ کھڑا ہوا اس نے اس کا سر کو ہولے سے تھپک کر کہا۔

"میری محبت پہ تمھیں زرا سا بھی doubt نہیں ہونا چاہیے بخت! میں جو کہتا ہوں وہ کرتا ہوں چلو اب تیار ہو جاو۔ باہر چلتے پھر میں نے کل چلے جانا اور وعدہ کرو مجھ سے ایک اچھی لڑکی بن کر رہو گی۔"

بخت کی آنکھیں ایک بار پھر گیلی ہو گئیں۔ بے ساختہ اُٹھ کر ماما کے ساتھ لگتے ہوئے بولی۔

"ماما آپ بہت اچھے ہیں۔ آئیم سوری میں نے آپ کو تنگ کیا۔ میرا وعدہ ہے آپ کو کبھی تنگ نہیں کروں گی۔ آپ تھکے ہوئے آئے ہیں اس لئے جب واپس آئے گے پھر ہم اچھے سے فل ڈے سپینڈ کریں گے۔ آپ اپنی اہم پارٹی بھی مس نہ کریں۔"

"آر یو شیور بچے؟"

سکندر عموماً انکار کر دیتا فوراً مگر جب سے وہ میسج آیا تھا اسے پیغام بھیجنے والے کو سیٹ کرنا تھا اس لئے اسے کہا۔ بختاور نے سر اثبات میں ہلایا۔

"میں پرسوں کے ٹیسٹ کی تیاری کروں گی ایک دن پہلے پڑھنا بہت مشکل ہو جاتا ہے میرے لئے۔"

"چلو دل لگا کر پڑھنا چلتا ہوں اور ہاں وقت پر کھانا کھا لینا او کے۔"

"او کے مسٹر فریک۔"

••

"یہ منیر کی فائل ڈیڈ اس کا کیس مجھے دلچسپ لگ رہا ہے میں نے سوچا آپ سے ڈسکس کر لوں پھر لڑن۔۔۔۔"

ایک دم دروازے کی دستک پر فاروق نے اپنی بات ادھوری چھوڑی۔ حدید صاحب نے اپنی گلاسس پیچھے دھکیلی اور دستک دینے والے کو اندر بلایا۔

اچانک دروازہ کھولا توان کا حیرت سے منہ کھل گیا ان کا چہرہ دیکھ کر فاروق کو گردن موڑنی پڑی۔ دیکھا تو خوبصورت چہرے پہ پھیلتی شیطانی مسکراہٹ نے ان دونوں کا استقبال کیا۔

"کیسے ہیں جسٹس صاحب لگ رہا ہوں نا میں جینٹل مین۔ دستک دے کر اجازت لے کر اندر داخل ہونے والا۔"

نیوی شلوار قمیض کے اوپر کالی لیدر کی جیکٹ پہنے وہ شان سے اندر داخل ہوتا اور کوئی نہیں سکندر ربھا ہی تھا۔

فاروق کے اعصاب تن گئے جبکہ حدید صاحب کے چہرے کے زاویے ہی بگڑ گئے۔

"تم اندر کیسے آئے؟"

فاروق کے سپاٹ لہجے پر سکندر رُک گیا۔

"دروازے سے آیا ہوں اور ویسے حدید صاحب شریفوں کے گھروں میں کوئی سلام دعا کا رواج نہیں ہے۔ ویری سیڈ میرے گھر میں تو ہر ایک فرد کو سلام کیا جاتا ہے ارے آپ تو میرے گھر آئے نہیں۔ مجھ بیچارے کو اپنے باپ کا دیدار کرنا پڑتا ہے۔"

وہ چلتا ہوا سامنے والے صوفے پہ بڑے آرام سے ٹانگ پر ٹانگ رکھتے ہوئے بیٹھ گیا۔فاروق کا چہرہ سرُخ ہو گیا اس نے مٹھیاں بھینچ لی۔

"ارے چھوٹے میاں آپ اتنے لال بھبھوکا ہو رہے ہیں خیریت تو ہے نا؟"

داڑھی پہ ہاتھ پھیرتے ہوئے وہ اسے پھر باپ کے سنجیدہ چہرے کو دیکھنے لگا۔

"فاروق باہر جاو تم۔"

حدید صاحب نے اسے پھر بیٹے کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"نہیں بابا میں آپ کو اکیلے نہیں چھوڑ سکتا اور تمھیں جو کہنا ہے جلدی کہو اور یہاں سے جاو۔"

فاروق کا بس نہیں چل رہا تھا سکندر کو یہاں سے نکالنے میں ایک سیکنڈ نہ لگائے۔ سکندر ہنس پڑا اور پھر جیب سے سگریٹ کی ڈبی نکال کر اس نے دوسرے جیب میں چیک کیا مگر کچھ ہاتھ نہ آیا تو اُٹھا۔فاروق کے پاس آیا۔فاروق اسے سخت نظروں سے تکتے ایک منٹ ٹھٹکا۔سکندر نے اس کے جیکٹ میں ہاتھ ڈال کر لائٹر نکالا۔فاروق کو جھٹکا لگا۔جھٹکا تو حدید صاحب کو بھی لگا تھا فاروق اور سگریٹ نوشی۔

"تھینکس یار۔"

اس نے سگریٹ نکال کر منہ میں رکھی اور لائٹر سے سگریٹ جلایا اور پھر واپس مڑ کر اُدھر بیٹھ گیا۔

"ہاں تو ہم کہاں تھے۔اوّل تو یار میں نے ایسا کہا کہ مجھے اکیلے میں جسٹس صاحب سے بات کرنی ہے۔نہیں نا؟اور دوسرا یار میں بات تھوڑی کرنے آیا ہوں میں تو چائے پینے کا پروگرام بنا کر آیا ہوں۔رات کو پھر میں نے پارٹی میں جانا ہے۔یو نو شراب' لڑکیاں 'ڈرگ مافیاز کے سنگ موج مستی۔تم نے چلنا ہے چھوٹے۔"

شرارتی مسکان لبوں پہ سجائے اس نے کہتے ہوئے فاروق کو آنکھ ماری۔فاروق تیزی سے اُٹھا۔

"سکندر! میرا بیٹا تمھاری طرح غلیظ نہیں ہے اس لئے ایسی بکواس اس کے سامنے مت کرو ورنہ۔۔۔۔"

حدید صاحب اب کی بار غصے سے چلا اُٹھے۔سکندر نے گہرا کش لیا۔

"اوکے اوکے بھلا سکندر سے زیادہ کوئی غلیظ بھی کوئی ہو سکتا ہے۔آپ شریف لوگوں کے آگے تو میں کچڑے کا ڈھیر ہوں"۔

دھواآہستہ آہستہ فضہ میں گھولتا جارہا تھا۔

"شرافت بھی کیسا عجیب لفظ ہے پاپا اس میں شر بھی ہے اور آفت بھی اور یہ شرافت مجھے راس نہیں آئی۔اسی بات کا غم ہے نا آپ کو"

سامنے موجود ان سب کی مکمل تصویر کو دیکھتے ہوئے وہ کھوئے لہجے میں بولا۔حدید صاحب کے ساتھ ساتھ فاروق بھی ایک دم خاموش ہو گیا۔

"خیر کہاں سے کہاں پہنچ گیا۔کام کی بات تو بھول ہی گیا۔"

اس نے سگریٹ ایش ٹرے نہ ملنے پر سامنے شیشے والے ٹیبل پہ مسلی۔

"مال آرہا ہے میرا۔دو کڑور کا۔"

اب کی بار ان دونوں کو اس کی بات پر جھٹکا لگا تھا۔

اس نے مسکرا کر ان کے دنگ چہروں کو دیکھا۔

"ارے ایسے چہرے کیوں ہو گئے۔آپ کو تو پتا ہے کوئی بھی کام اپنے گھر والوں کو بتائے بغیر نہیں کرتا۔اتنا ہانسٹ ہوں میں۔جرم کرتا ہوں تو ڈھنکے کی چوٹ پر کرتا ہوں۔ڈر کر چھپ کے بھیگی بلی کی طرح نہیں۔"

"اور یہ مال کراچی سے آئے گا اور سیدھا لاہور کے ہر چپے پر بڑے پیمانے میں بیچا جائے گا۔اب میرا کام تھا بتانا آپ نے جو کرنا ہے کر لو۔میں نے آپ لوگوں کا ٹائیم بچا لیا جو آپ لوگ میری پلاننگ کا پتا کروانے میں ضائع کرنے والے تھے۔اب میری کارکردگی انجوئی کر کے دیکھیے گا چلتا ہوں مجھے دعامیں یاد رکھیے گا۔سُنا ہے باپ کی دعا بڑی لگتی ہے۔"

لائٹر فاروق کے اوپری جیب میں رکھ کر کہتا وہ چل پڑا اور فاروق جو غصے سے اس کے پیچھے جانے لگا کہ حدید صاحب کی آواز نے اسے روک دیا۔

"رُک جاو فاروق وہ ہمارا خون جلانے آیا تھا اور وہ اپنا کام کر کے چلا گیا۔"

فاروق نے مٹھیاں بھینچ لی۔دل میں خود کو کہتے اس نے تہہ کیا کہ خون تو اب سکندر کا جلے گا۔

••••••••••••••••••••••••••••••••

"ہائے تمھارے ساتھ شاپنگ کر کے میرا ابھی بڑا دل کر رہا ہے کہ میں بھی شادی اٹینڈ کروں یا میرے بھی کسی کزنز کی شادی ہو۔ مشی یہ دیکھو یہ میجنٹا کلر یہ تو تم پر خوب جچے گا۔"

شزا کپڑے کو دیکھتی اچانک ایک ڈریس کلکشن میں سے نکالتے ہوئے رمشا سے مخاطب ہوئی جو دوسری سائڈ پہ کھڑی آئینے میں بلیک ڈریس دیکھ رہی تھی۔

"اُف کالا ہی دیکھتی رہنا دو ڈریس ابھی کالے خریدے ہیں۔ شادی ہو رہی ہے محترمہ کوئی ماتم نہیں۔"

رمشا نے دہل کر اسے دیکھا اور آگے بڑھ کر زور سے اس کے بازو پہ ہاتھ مارا۔

"شرم کرو۔"

اس کی آنکھیں سب کہہ رہی تھیں۔

"کالا کالا یار اتنے سارے رنگ ہیں ایک تمھیں پتا نہیں اس کالے رنگ میں کیا دکھائی دیتا ہے۔"

"سکندر۔"

دل نے بے ساختہ کہا تھا۔ زبان اسے اظہار سے پابند تھی۔ خاموشی سے اسے تکتے وہ ڈریس ہینگ کر کے اس کا پکڑا ہوا ڈریس دیکھنے لگی۔

"ہمم اچھا ہے۔" اس نے کندھے اچکاتے ہوئے اسے اشارے سے بتایا۔

"پلیز رمشا ایسے چہرے نہ بناؤ ٹھیک ہے میں مانتی ہوں آپ محترمہ کو کالا رنگ بہت پسند ہے مگر ہر فنکشن میں یہ رنگ پہنو گی تو لوگ کہیں گے کے بے بی کو کوئی بہت ہی روگ لگا ہوا ہے۔"

اس کی بات پر رمشا نے آنکھیں گھمائیں۔

"مال کے اندر ہی ہے ناوہ۔ ہمم اوکے کس فلور پر؟ ٹھیک ہے۔ بندے اِدھر اُدھر پھیر رہے ہیں تاکہ کسی کو شک نہ ہو۔ ہاں واپس آ گیا ہوں ایک گھنٹے کی میٹنگ تھی۔ تمھیں پتا ہے اس سے زیادہ میں اپنا وقت برباد نہیں کرتا۔ بس ایرپورٹ سے سیدھا یہاں آ رہا ہوں۔ کہی سے خبر آئی کہ میری گاڑی کا پیچھا کیا گیا ہے کون ہو گا وہی کتے۔ اچھا اب رکھتا ہوں اور ہاں جہانگیر کو بتا دینا۔ آج شام کے بجائے کل صبح مال آئے گا۔ ٹھیک ہے اوکے۔"

فون جیب میں رکھ کر وہ اطراف میں نگاہیں دورانے لگا۔ وہ اس وقت اوشن مال میں تھا۔ صبح کا وقت تھا اور ورکنگ ڈے میں لوگوں کی تعداد کافی کم تھی۔ سکندر کو زرا فکر ہو گئی کیونکہ وہ چاہتا تھا کے میٹنگ

کراوڈ ایریا میں ہوتا کہ کسی کو شک نہ ہو اور کوئی اس پہ نظر بھی نہ رکھ سکے۔ اب وہ سوچ رہا تھا کہ کہی اور میٹنگ رکھ لے مگر پھر سوچا کہ یہ ایک چیلنج ہے اس کے لئے اور چیلنج سے وہ کبھی گھبرایا نہیں تو اب کیوں گھبرائے گا۔

مسکرا کر وہ انگلی کے اشارے سے دور کھڑے اس کے بندوں کو اشارہ کرنے لگا اور پھر لفٹ کی طرف بڑھا۔

"اللہ کتنی کنجوس ہو پولیس والے کنجوس ہوتے تھے مگر تمھارے بابا کے بجائے تم کنجوس ہو۔ بھئی اتنا پیسے کا کیا کرو گی؟ اپنا سر پیٹوں سات ہزار سے اوپر کے کپڑے دیکھ کر بدک کیوں رہی ہو۔ اِدھر چلتے ہیں اور بارات کا ڈریس تم یہی سے لو گی اور خبردار کالے رنگ کے کسی بھی شہ کی طرف آنکھ اُٹھائی۔"

شزا اس کا بازو پکڑے سے بڑے سے ڈیزائنر اوٹلیٹ کی طرف اشارہ کر رہی تھی۔ رمشا منہ بنائے اِدھر اُدھر دیکھ رہی تھی جب اس کی نگاہیں ٹھہر گیئں۔

رمشا نے اپنا ہاتھ ہٹایا اور آگے چل کر بائیں جانب دیکھنے لگی۔

"ارے کہاں جا رہی ہو مش؟" سزا نے رمشا کو دوسری طرف جاتے ہوے حیرت سے اسے پکارا۔

"آ گیا ہوں اس فلور پر کہاں ہو؟ اب پندرہ منٹ ہو گئے ہیں اور میں ایک گھنٹے سے زیادہ کہی نہیں ٹھہرتا میرے اور بھی بہت سے کام ہیں۔"

بلوٹوتھ کانوں میں لگائے وہ بازوں پیچھے کیے اِدھر اُدھر نگاہیں دہرائے آہستہ آواز میں بات کر رہا تھا۔

"مجھے دیکھ کر فوراً مت بھاگ جانا مجھے شک۔۔ بلکہ یقین ہے کہ کوئی مجھے دیکھ رہا ہے۔"

بازو اُٹھا کر اس نے حسبِ معمول اپنی داڑھی پہ ہاتھ پھیرا۔

"مش!! ۔"

رمشا ایک دم اُچھلی!! اسے لگا جیسے اس کی چوڑی پکڑی گئی ہو۔ دل پہ ہاتھ رکھ کر اس نے شزا کو گھورا۔

"وہاں کیا ہے؟ کسے دیکھی جا رہی ہو؟ ڈونٹ ٹیل می اب تمھیں اپنے ارد گرد بھا تو نہیں نظر آنے لگا۔"

رمشا نے حیرت سے آنکھیں پھیلائے۔

انداز تھا کہ تمھیں کیسے پتا؟

"بی بی ہوش میں آؤ چلو اب پہلے ہی دیر ہو رہی ہے پھر مجھے بھوک لگ جاتی ہے اور جب مجھے بھوک لگتی ہے تو شاپنگ کو میں بھاڑ میں جھونکتی ہوں۔"

رمشا نے ایک بار پھر چہرہ موڑ کر دیکھا اس نے ضرور اسے دیکھا تھا یا وہ اس کی سوچ تھا۔

"بہن وہ لاہور میں ہے اُدھر جا کر دیکھ لینا اب چلو۔ یا اللہ کوئی مشہور سٹار ہوتا تو میں سمجھ جاتی مگر یہ محترمہ! چلو۔"

وہ اسے شاپ کے اندر لے جانے میں کامیاب ہو گئی۔ مگر رمشا کی نگاہیں بار بار اسی طرف جا رہی تھیں جہاں اس نے اسے کھڑے ہوئے دیکھا تھا۔

"پانچ سے کم نہیں کروں گا میں۔"

اس کی بات پر سکندر نے اپنے دانت زور سے پیسے۔

"مجھے اپنی بات دہرانا پسند نہیں ہے مگر تین سے اوپر میں نہیں دوں گا لینے ہے تو لو نہیں تو اسی وقت دفع ہو جاؤ تا کہ تمھارا خون کرنے میں ایک سیکنڈ نہیں لگاؤں۔"

"سکندر یہ مال بینک کاک سے۔۔۔۔" سکندر نے لفٹ سے نکل کر اسے خونخوار نظروں سے دیکھا آگے سے ردعمل دکھانے والا تھا جب اس کی نظر سامنے سفید شرٹ والے شخص پر گئی جو ایک دو بیگ پکڑے اسی طرف آ گیا تھا۔ دیکھنے میں تو عام سے آدمی تھا جو یہاں شاید شاپنگ کرنے آیا تھا مگر سکندر کی تیزی نظروں نے فوراً پہچان لیا تھا کہ یہ پولیس والا ہے کیونکہ اس کی چال اس کی طرف اشارہ کر رہی تھی دوسرا بائیں ہاتھ پہ اس نے بیگ کو ہینڈل کے بجائے کونے سے پکڑا ہوا تھا اس کے اندر لازمی گن تھی اور وہ ضرور سکندر کی ٹانگوں پہ مار کر اسے رنگے ہاتھوں پکڑنے آیا تھا۔

"چلو نا رک کیوں گئے تم؟"

سبحان نے اس کو رُکتے ہوئے پا کر کہا تھا۔

سکندر اسے اگنور کیے آگے بڑھا اور اسی کی طرف آیا اس سفید شرٹ والے شخص کے تاثرات سپاٹ تھے مگر آنکھیں چونکانے والی ہو گئیں۔ سکندر اس کو پاس کر کے ہولے سے دھکا دے کر تیزی سے قدم اُٹھانے لگا اس بندے کا بیگ گر

گیااس کے ہاتھ سے گن چھوٹ گئی۔ سبحان سمجھ گیا کہ یہ پولیس والا ہے تیزی سے بھاگنے لگا اس کا بھاگنا سکندر کے لئے غنیمت ثابت ہوا۔

"شٹ۔"

آفیسر ریحان نے تیزی سے واکی ٹاکی اپنی جیب سے نکال کر گن اُٹھائی۔

"سکندر دائیں جانب گیا ہے اس کا پیچھا کرو۔ میں اس بندے کو فولو کر رہا ہوں۔ جلدی مال سے بھاگنا نہیں چاہیے۔"

"اب جلدی سے محترمہ اس ڈریس کو ٹرائی کرو۔"

رمشا نے بھاری بھر کم کام والی میکیسی دیکھی تو بولے بغیر نہ رہ سکی۔

"ب بھاری۔"

آواز سرگوشی نما صورت میں نکلے تھے۔

"چُپ بھاری کی کچھ لگتی۔امیر الڈ کلر پہنا کر ہی رہوں گی اتنا سوٹ کرے گا تمھیں دیکھنا رشتوں کی لائن نہ لگی تو بتانا۔"

اور وہی لائن بس دیکھ کر واپس چلی جائے گی۔

رمشا نے دل میں سوچتے ہوئے تمسخر انداز میں مسکراتے ہوئے سوٹ لیا۔

"اب ایسی گندی والی مسکراہٹ نہ دو آئے گا اور دیکھنا نہ صرف ہاں کرے گا بلکہ تمھیں اُٹھوا بھی لے گا اتنی خوبصورت جو ہو تم۔"

رمشا اس کی بونگی پہ صرف آنکھیں گھما سکتی تھیں اور چینجگ روم میں چلی گئی۔

سکندر نے گلاس ڈور کو ہولے سے پُش کر کے اندر داخل ہوا کیونکہ یہ واحد شاپ تھی جس پہ سکیورٹی بیپ موجود نہیں تھی ۔آرام سے متوازن چال چلتا وہ اِدھر اُدھر دیکھنے لگا۔

"اسلام وعلیکم سر۔"

اس نے مڑ کر دیکھا ایک ویل ڈریس لڑکی اس کے سامنے کھڑی۔اسے پیشہ ور مسکراہٹ اچھالتے ہوئے بولی۔ سکندر نے اسے دیکھا تو اس لڑکی کا چہرہ سفید ہو گیا۔ سکندر نے ہولے سے خم دے کر آگے بڑھ گیا۔ وہ سمجھ گیا تھا وہ اسے پہچان گئی تھی۔عام شخص تھوڑی تھا وہ۔

کپڑوں کی طرف نگاہیں دوراتے ہوئے اس نے دیکھا وہ پولیس آفیسر اسی طرف آرہا تھا۔

"ڈیم اِٹ!"

اس نے بڑبڑا کر کہتے ہوئے نگاہیں دوسری جانب پھیری اور اس طرف تیزی سے بڑھا۔

اس شاپ میں شکر تھا کہ لوگ زیادہ تھے اس لیے اس کو چینجنگ روم کی طرف جاتے ہوئے کسی نے نہیں دیکھا۔

•••••••••••••••••••••••••••••••••••••

آئینے میں دیکھتے وہ گھوم کر اپنے آپ کو دیکھنے لگی بلاشبہ اس کو یہ رنگ بیحد جچا تھا مگر وہ کس لئے اتنا تیار ہوئے وہ؟ ایک نئ ذلت کے لئے جو اس کے بیچارے ماں باپ کو سامنا کرنا پڑے گا۔ اس کے لئے پسندیدہ نگاہیں بے معانی تھیں مگر اس کے ماں باپ کے لئے ایک امید تھی۔ وہی اُمید جس نے بلاآخر ٹوٹنا ہی تھا۔

گلے کے کونے کو تھوڑا سا کھینچتے ہوئے اسے اچانک سکندر کا خیال آیا تھا۔ وہ گمان تھا مگر وہ اتنے قریب اتنا اصلی کیوں محسوس ہو رہا تھا۔ شاید وہ اسے زیادہ سوچنے لگی تھی۔ اس لئے اسے ہر طرف دکھائی دینے لگا تھا مگر یہ تو سب افسانوی باتیں ہیں۔ ایسے کیسے ہو سکتا ہے ضرور وہی ہوگا لیکن کراچی میں کیا کر رہا ہے؟۔ سوچتے ہوئے اس نے اپنے ویلوٹ کپڑے کو چھوا اور گہرا سانس لے کر باہر نکلنے لگی جب اس کے دروازہ کھولنے پر کوئی پھرتی اور بڑی تیزی سے داخل ہوا۔

رمشا بدک کے پیچھے ہوئی آنے والے نے تیزی سے دروازہ بند کر کنڈی لگائی اور مڑ کر دیکھا تو رمشا ایک دم اسے ساکت نظروں سے اسے دیکھنے لگی۔ اسے لگا وہ بے ہوش ہو جائے گی اندر آنے والا شخص اور کوئی نہیں بلاشبہ سکندر حدید ہی تھا۔ سکندر نے تیزی سے جیب سے گن نکالی جبکہ دوسرے ہاتھ سے اس کا منہ بند کر کے اسے آئینے کے ساتھ لگایا۔

"آواز مت نکالنا نہیں تو چھ کی چھ گولیاں تمھارے اندر اُتار دوں گا۔"

چہرہ جھکا کر اسے کے کانوں میں سرگوشی نما انداز سے کہتا وہ اسے وارن کر رہا تھا۔ رمشا کا پورا وجود ٹھہر گیا۔ ہاتھ اس کے لبوں سے ہٹاتا۔ اس نے اتنے دھیان سے اس لڑکی کو نہیں دیکھا تھا۔ رمشا نے اسے سرتاپا دیکھا آنکھیں کیا دل کو یقین نہیں آرہا تھا دشمن جاں اس کے سامنے موجود تھا۔

سکندر تھوڑا سا پیچھے ہوا کہ رمشا کا کام والے سوٹ میں اس کے بٹن الجھ گئے تھے اس نے دھیان نہیں دیا تھا کیونکہ کال آنے پر اس نے جلدی فون کانوں سے لگا کر دھیمی آواز میں غرایا تھا۔

"کمینوں کہاں دفعان ہو گئے ہو؟ کب سے نمبر ملا رہا ہوں۔ مجھے خبر کرنا کہ وہ اس فلور سے غائب ہو گئے ہیں کہ نہیں۔ نہیں ہوتے تو فوراً اُن کی دم پکڑ کر یہاں سے گھسیٹو ان کو۔ وہ بھی جلدی۔۔"

تیزی سے فون بند کر کے اس نے رمشا کا سفید پسینے سے بھرا چہرہ کے بجائے صرف اسے ٹکٹکی باندھے ہوئے دیکھتے ہوئے پایا تھا۔ اس کا دیکھنا سکندر کا نجانے کیوں عجیب لگا۔

"سُنو لڑکی میں جب تک یہاں سے نکل نہیں جاتا تم ایک انچ بھی نہیں ہلو گی اگر زرا سی بھی ہوشیاری کی تو اپنے انجام کی ذمہ دار صرف تم ہو گی۔"

وہ جھک کر اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے غرایا تھا۔ رمشا کا چہرہ سُرخ ہو گیا تھا وہ سوچ نہیں سکتی تھی سکندر اس کے اتنے قریب ہو گا۔ جس کا تصور کچھ دیر پہلے اتنا ناممکن لگ رہا تھا ابھی وہ اس کے سانسوں کو اپنے چہرے پہ محسوس کر سکتی تھی

۔

اسے پتا نہیں کیوں ڈر کے بجائے گھبراہٹ ہو رہی تھی۔ گھبراہٹ بھی شرم کے حوالے سی تھی ورنہ اسے پتا تھا وہ اسے کوئی نقصان نہیں پہنچائے گا۔ وہ ایک دم چونک گئی۔ نقصان نہ پہنچانے سے یاد آیا اس نے اسے پہچانا نہیں؟ کچھ تو یاد ہو گا مگر وہ سمجھ سکتی تھی وہ اس وقت شاید کسی مصیبت میں ہے۔ اس لئے زیادہ دھیان نہیں گیا ہو گا اس بات پر۔

دروازے پہ ہوتی دستک سے رمشا اور سکندر دونوں اچھلے تھے اور رمشا تو ایسے اچھلی کہ اس کا سر زور سے سکندر کی ٹھوڑی پہ جا کر لگا تھا۔

"اُف!۔"

مگر خود پہ قابو پاتے ہوئے اس نے تیزی سے رمشا کے لبوں پہ ہاتھ رکھے۔

"مش کپڑے پہنے گئی ہو نا؟ اس منحوس بھا کے سپنے میں تو نہیں چلی گئی باہر آو یار۔"

بیڑا غرق کرے تیرا شزا۔ سکندر نے زیادہ دھیان نہیں دیا تھا مگر رمشا کا دل کیا سکندر کی گن کھینچ کر شزا کو اُڑا دے۔ یا اللہ پلیز اس نے دھیان نہ دیا ہو پلیز پلیز پلیز۔

"اس کو بولو میں تھوڑی دیر میں باہر آتی ہوں۔ ڈریس کا مسئلہ کچھ بھی بولو۔ ہوشیاری نہیں۔"

اس کو کہتے ہی سکندر نے اس کو آگے کرنے لگا مگر پھر بٹن کا خیال آیا۔لو جی اب ایک اور امتحان اب کیا کیا ہونا باقی رہتا ہے ۔بٹن سے نمٹنے کے بعد وہ بولے گی کیسے ؟

"کیا مصیبت ہے کہاں پھنس گیا ہوں !"

غصے سے بڑبڑا کر اس نے گیر بان کو زور سے جھٹکا۔اس سے رمشا اس کے اور قریب ہوئی خوف سے تو اس کی سانسیں رُک گئیں۔وہ ایک بار پھر ایسا کرنے لگا کہ رمشا نے اس کے ہاتھ کے اوپر اپنا ہاتھ رکھا۔سکندر نے ایک دم اسے دیکھا اور چونک گیا اسے لگا اس نے یہ چہرہ بہت پہلے کہیں دیکھا تھا۔کانپتے ہاتھوں سے اس نے ہاتھ بڑی دلیری سے ہٹایا۔بڑی ہمت کی تھی ۔اب ایسی ہمت سے اس کے چھکے چھوٹ گئے تھے۔دھاگے کو بٹن کے سائڈ سے نکالنے لگی۔اس نے لب بہت زور سے دبا لیے۔سکندر اس کے ایک ایک نقش کو غور سے دیکھنے لگا۔دل اور دماغ نے کچھ کہا تھا۔فون کی بیل پہ وہ ایک دم چونکہ ۔دیکھا تو میسج آیا تھا سب کچھ کلیر ہونے کا سگنل دے دیا تھا۔سکندر نے گہرا سانس لیا اور پھر اسے دیکھا۔

"تم جا سکتی ہو! مگر میرے جانے کے بعد فوراً اس ڈریس کو تبدیل کرو گی۔"

رمشا شکر کا سانس لے کر جانے لگی کہ سکندر نے اس کا بازو تھام کر بڑے عجیب سے لہجے میں کہا تھا۔

"فوراً کا مطلب فوراً۔"

اتنا کہہ کر اس نے کنڈی کھول دی۔

اس بات کا کیا مطلب تھا مگر یہ سوچنے کا وقت نہیں تھا وہ تیزی سے نکل پڑی۔

"لو اب آ رہی ہو مجھے لگا محترمہ بے ہوش تو نہیں ہو گی ابھی سٹاف کو بلانے لگی تھی۔ہائے اللہ میں مر گئی تم اتنی پیاری لگ رہی ہو اور یہ بھاری بھی کتنا ہے تمھیں کافی مشکل ہوئی ہو گی۔مجھے تمھاری نظر اتارنے پڑی گی۔توبہ ہر کسی کی نظر تم پر اُٹھے گی تم دیکھنا۔"

رمشا نے خود کو بڑا کمپوز کیا مگر دل ایسے لگا تھا کہ پھٹ کر باہر آ جائے گا سب بہت عجیب تھا مگر ہو رہا تھا۔

"ارے تم اتنا سُرخ کیوں ہو گی ہو؟ سانس بھی کیوں پھول رہا ہے؟ عموماً تو میڈم آنکھیں گھماتی ہیں۔"

ایک دم رمشا کو سکندر کا خیال آیا وہ کیسے یہاں سے نکلے گا۔

مڑ کر دیکھا تو حیرت کی انتہا تھی گلاس ڈور کھول کر باہر نکل رہا تھا کسی کا دھیان اس کی طرف نہیں تھا۔وہ کیسے کر لیتا ہے آرام سے اندر آ باہر جانا۔

الجھ کر ارد گرد دیکھ کر پھر وہ اس طرف دیکھنے لگی جہاں سے وہ غائب ہو چکا تھا۔

"فوراً کا مطلب فوراً۔"

ایک دم اس کی بات پہ وہ تیزی سے چینجگ روم گئی تھی۔

"ارے بھاگ گئی یہ لڑکی۔دوسرا سوٹ تو لے جاتی۔"

※※※※※※※※※※※※※※※※※※※※※※※※

"این فائیف ہائے وے میں پکڑے جانے والی منشیات کی مالیت پوری دو کڑور کی ہے۔جی ہاں ناظرین پوری دو کڑور کی۔ بینک کاک سے سمگل کی گئی ڈر گز بڑے پیمانے پہ لاہور میں بیجی جانے والی تھی مگر ہماری بہادر فورس۔۔۔۔"

والیوم کو کم کرتے ہوئے سکندر نے سب کو دیکھا تھا۔اس کی نظریں بڑی عجیب تھیں۔سب کو اس کی نظروں سے خوف آ رہا تھا۔ٹانگوں کو ٹیبل سے ہٹائے وہ کرسی سے اُٹھا۔سارے ایک دم الرٹ ہو گئے۔چلتے ہوئے وہ ٹی وی کی طرف آیا۔ٹی وی پہ ڈر گز کی تصویر کے ساتھ ساتھ پکڑے جانے والی شخص کی شکل دکھائی دی۔اس کے ساتھ ہیڈ لائنز میں یہ لکھا جا رہا تھا کہ زرائع کے مطابق اس سمگلنگ کے پیچھے سکندر بھا کا ہاتھ تھا مگر تفتیش سے معلوم ہوا کہ سکندر حدید کا اس میں کوئی ہاتھ نہیں ہے۔"

ایک دم سب کے جھکے ہوئے چہرے سکندر کے قہقہے سے اُٹھے اور وہ حیرت سے سکندر کو تکنے لگے جو کھل کر ہنستے ہوئے تالی بجا رہا تھا پھر مڑ کر انھیں دیکھا تو بولا۔

"کیا ہوا؟تم لوگ سب اتنے چُپ کیوں ہو ہنس کیوں نہیں رہے۔اس بات پر تو جشن ہونا چاہیے۔"

اب انھیں سمجھ نہیں آئی کہ آیا سکندر نے طنزیہ طور پہ کہا یا سچ مچ اس اپنی ناکامی کی اتنی خوشی ہے۔کچھ بعید نہیں تھا اس بھا کا۔اس سے پہلے کوئی کہتا دروازے کھولے ایس پی حنان اندر داخل ہوا۔وہ اس وقت عام حلیے کے بجائے یونی فورم میں ملبوس تھا لگتا تھا سیدھا تھانے سے یہاں آیا ہے۔

"سکندر یہ کیا؟تم نے اینڈ ٹائیم پہ جہانگیر کو کیوں کہا کہ وہ اس ٹرک کو روکوائے اور انھیں پکڑے۔"

اب کی بار سب کو اس بات پر جھٹکا لگا سوائے سکندر کے جو اطمینان سے مسکراتے ہوئے سیٹے بجا کر ٹی وی کو دیکھ رہا تھا۔

"کیونکہ مجھے یہی تو کرنا تھا۔"

"تو پھر۔۔۔۔"

اسے سے پہلے حنان اپنی بات مکمل کر پاتا سکندر فون بیل کی آواز پر چونکہ جاوید نے اس کا فون پکڑایا۔

سکندر نے فون کو دیکھا تو کھل کر مسکراتا ہوا فون اُٹھاتے ہوئے بولا۔

"اسلام و علکیم بڑی دیر کر دی آپ نے میں تو انتظار کر رہا تھا آپ کی کال کا۔"

"مجھے برباد کر کے میرے اوپر سلامتی بھیج رہے ہو یہ سب تمھارا کیا دھرا تھا۔ بولو۔" کال کرنے والا سکندر کی آواز سُن کر پھٹ پڑا۔

"ارے شفقت بھائی میں آپ کو ایسا لگتا ہوں کیا؟ سکندر آپ کو برباد کر سکتا ہے۔ نانا آپ کے لئے میں بینک کا ک گیا وہاں میٹنگ کی۔ آپ نے مجھے کہا آدھا حصہ مجھے دیں گے بھلا میں اپنا کیوں نقصان کرواوں گا۔"

کیا معصومیت تھی اس کے لہجے میں جیسے اسے تو کچھ پتا ہی نہیں تھا۔

"دیکھو سکندر۔ مجھے پتا ہے تم نے مجھے پھنسانے کے لئے کیا تھا میرے مال کی ڈیمانڈ زیادہ ہو رہی تھی۔ اس لیے تمھیں آگ لگی بولو ہاں بولو۔"

"سکندر کو کبھی آگ نہیں لگتی شفقت بھائی سکندر آگ لگاتا ہے اور بڑے پیمانے پہ لگاتا ہے۔ آپ اپنا کام کر رہے تھے میں اپنا کام کر رہا تھا۔ بس بات ختم۔"

"سکندر بہت پچھتاؤ گے۔"

"پچھتانا سکندر کو آتا نہیں۔ رکھتا ہوں تھوڑا سا گھونٹ کوک کا پی لیجیئے گا پتا نہیں جیل میں وہ دستیاب ہو یا نہیں کیونکہ آپ سکندر ربھا تھوڑی ہیں۔"

ہنس کر کہتے ہوئے اس نے فون بند کیا اور سب کی الجھی نظروں کو دیکھا۔

"میرا سب منہ کیا دیکھ رہے ہو جشن کی تیاری کرو جاو۔"

سب اس کے کہنے پر فوراً بوتل کی جن کی طرح غائب ہوئے۔ سوائے حنان کے جس نے گہرا سانس لیتے ہوئے کہا۔

"تو وہ تمھارا مال نہیں تھا۔ شفقت سے بدلہ لینے کے لئے تم ایسا کیا۔"

"تمھیں تو پتا ہے میں اپنا نقصان کروانے کا قائل نہیں ہوں۔ دوسرا جو ریس میں مجھ سے آگے بڑھتا ہے اسے پیچھے کرنے میں کچھ بھی کرنے کو تیار ہوں۔ خواہ تھوڑا سا نقصان برداشت کرنا سہی۔ نقصان سے زیادہ مجھے ہارنے سے نفرت ہے۔"

"تم عجیب آدمی ہو۔ مجھے پہلے بول دیتا اتنا ڈرامہ کرنے کی کیا ضرورت تھی۔"

"وفادار لوگ اس دُنیا میں بہت کم ہیں بھائی۔ اپنے آپ کو دیکھ لے پولیس والا ہو کر میرے لئے کام کر رہا ہے تو میرے ساتھ رہنے والا بھی مجھے دغا دے سکتا ہے۔ اس لیے اپنے پلان اپنے تک رکھتا ہوں۔"

"آگ لگی ہو گی اس چیمے کو۔"

"لگنے دو۔ ابھی تو بہت سے لوگوں کو آگ لگانی ہے جسٹس کا تو بی پی ہائی ہو گیا ہو گا اور وہ فاروقی خون کے گھونٹ پی رہا ہو گا۔"

"کم آن سکندر تھوڑا سا تو لحاظ کرو مت بھولو وہ تمھارا باپ ہے۔"

"دھندے میں کوئی باپ' بھائی نہیں ہوتا اور وہ مجھے اپنا بیٹا نہیں مانتا تو میں کیوں اس کا بیٹا بنوں۔ رشتہ میرا اگر کسی سے ہے تو بخت سے ورنہ سب مر گئے۔"

"اچھا اب کیا کرنا ہے؟"

"کرنا کیا ہے دو پیگ لگائے گے۔ دفع کرو باقی سب کو۔"

اس کی بات پر حنان ہنس پڑا۔

....

"رمشا اور پھوپھو آگئی۔"

عینہ کی آواز پر سب ایک دم متوجہ ہوئے جبکہ وہ میڈم تیزی سے دروازہ کھولے باہر آئی جہاں گاڑی کا دروازہ کھولتی رمشا اور اس کی امی گاڑی سے باہر نکل رہی تھیں۔ ان کو لینے حذیفہ گیا تھا جو اب گاڑی کی ڈگی سے سامان نکال رہا تھا۔

عینہ جھٹ پھوپھو کے ساتھ لگی اور انھیں زور سے بھینچ لیا بھینچتے ساتھ ہی اس کی آنکھیں بھی نم ہو گئیں تھیں۔ آج کل تو وہ بہت ہی ایموشنل ہوئی وی تھی۔

"بس بس مجھے بھی آتے ساتھ رُلا دیا۔" پھوپھو نے اپنی آنکھیں صاف کر کے اسے الگ کیا اور اس کی پیشانی چومی۔

"خدا تمھارے نصیب اچھے کرے بہت سے خوشیاں آگے لائے۔"

'آمین' رمشا دل میں کہتے ہوئے آگے بڑھی۔

عینا نے اسے دیکھا تو جھٹ اس سے ملنے لگی۔

"تھینک یو تھینک یو آنے کے لئے مجھے اب کچھ بھی نہیں چاہیے میں بہت خوش ہوں۔"

"یہاں ہی میلو سین چلانا ہے عینہ کہ انھیں اندر بھی لے کر چلو گی اس سے پہلے دادو اپنے کمزور ٹانگیں گھسیٹ کر آجائیں اور وہ بھی رونے لگ جائے۔ آپ سب اندر آئے۔"

"ذیفی تمھارا تو دل نہیں ہے تمھیں کیا پتا مجھ سے رہا نہیں گیا۔"

"ہاں ہاں پتا ہے۔"

ہنس کر چلتے ہوئے سب اندر جانے لگے اور ٹیرس پہ کھڑا احداد ایک دم پیچھے ہو گیا۔

••

"دروازہ توڑنے کا ارادہ ہے تمھارا عینہ بولا نا۔۔۔۔" دروازہ کھولتے ہوئے تیزی سے بولتے ایک دم حداد ٹھہر گیا جب اس نے عینہ کے بجائے رمشا کو اپنے سامنے دیکھا۔ کافی ٹائیم ہو گیا تھا رمشا اور آپی کو آئے ہوئے مگر اس نے نیچے جانے اور ان سے ملنے کی ہمت نہیں کی۔ گو کہ رؤف بھائی نہیں آئے تھے مگر دل نہیں مان رہا تھا نیچے جانے کو۔ اس معصوم بچی کو دیکھا تو پھر سے اپنی غلطی یاد آئے گی اور غلطی یاد آنے کا مطلب تھا کہ وہ ہسٹرک ہوئے گا اور وہ کسی کے سامنے تماشہ نہیں بن سکتا تھا۔ رمشا نے انھیں سرتاپا دیکھا تو اس کی آنکھیں اچانک نم ہو گئیں۔ دیکھ تو حداد بھی رہا تھا اسے بڑے غور سے وہ بہت بڑی ہو گئی تھی اور زیادہ خوبصورت ہو گئی تھی۔ اتنے چھوٹی لڑکی جو اس کی گود میں کھیلا کرتی اتنی جلدی بڑی کیسے ہو گئی؟

رمشا نے انگلی سے اندر آنے کا اشارہ کیا۔

حداد اصل زندگی میں آیا تو اس کے انداز نے اسے بہت تکلیف پہنچائی اپنی بے بسی بھی اس کے آگے کچھ نہیں لگی۔

"ام ام رمشا تم رمشا ہو نا؟"

اسے سمجھ نہیں آئی آگے سے کیا کہے اس لئے نا سمجھتے انداز میں کہتے ہوئے سائیڈ پہ ہوا۔

رمشا نے سر اثبات میں ہلایا اور اندر بڑھی۔

"کافی بڑی ہو گئی ہو آؤ بیٹھو سوری کام کر رہا تھا۔اس لئے نیچے نہیں آ سکا سو بھی رہا تھا طبیعت بھی کچھ ٹھیک نہیں تھی۔آپی کہاں ہیں؟"

وہ اتنا کنفیوز کبھی زندگی میں نہیں ہوا تھا جتنا اب ہو گیا تھا۔

"ماموں۔"

بڑی ہمت کر کے اس نے بہت ہی مدھم آواز میں کہا حداد نے تیزی سے مڑ کر اسے دیکھا۔اسے لگا جیسے اس نے رمشا کو سُنا ہے۔غلط فہمی ہو گی۔اپنا سر جھٹک کر اس نے اپنا تولیہ اُٹھایا اور سٹینڈ پہ لگایا اور مڑ کر بولا۔

"ارے تم کھڑی کیوں ہو بیٹھو نا عینا کہاں ہے؟تم سفر سے تھکی ہوئی تھی آرام کر لیتی۔"

نروس سا ہنستے ہوئے بولا وہ کرسی پہ بیٹھا۔

"آپ کیسے ہیں؟"

اس نے ہاتھوں کے اشارے سے ان سے پوچھا۔

"مم میرا پوچھ رہی ہو ہاں تمھارے سامنے ہوں الحمد للہ ٹھیک ہوں۔"

مگر رمشا کو وہ ٹھیک نہیں لگ رہے تھے جیسے وہ اسے اپنے سامنے برداشت نہیں کر پا رہے تھے۔جیسے انھیں پرانا وقت بار بار یاد آ رہا تھا۔

"اور کیا کر رہی ہو آج کل؟"رمشا مصنوعی سا مسکرا کر سمجھانے لگی۔

"او انٹیریر ڈیزائنر بتایا تھا عینہ نے۔"

رمشا نے نفی میں سر ہلایا۔

"ڈیزائن گارفکس۔۔۔۔(اس نے سامنے موجود کمپیوٹر کی طرف اشارہ کیا) "

"او اچھا چلو خدا تمھیں کامیاب کرے۔" حداد نے اپنے لمبے بالوں پہ ہاتھ پھیرا اور ناک کی نوک کو ہولے سے دبائی۔

اسے سمجھ نہیں آیا کہ کیا بولے اتنی اکورڈنیس تھی ان کے درمیان۔اس نے سوچا بھی نہیں تھا کہ یہ دن بھی آئے گا۔

"پاپا نہیں آئے آپ کے؟"

رمشا نے نفی میں سر ہلایا۔حداد نے لب دباتے ہوئے سر ہلایا۔

"چلو اچھا ہے آپ لوگوں کو بھیج دیا۔عینہ تو بہت خوش ہو گی کب سے کہہ رہی تھی رمشا کب آئے گی پھوپھو کیوں نہیں کوئی اطلاع دے رہی۔ کبھی غصہ ہوتی تو کبھی رورو کر بُرا حال کر دیتی۔مجھے خوشی ہے کہ آپ سب اس کی خوشی میں شرکت کر رہے ہیں۔ویسے وہ شیطان کی خالا ہیں کہاں؟"

"شیطان کا نام لیا اور شیطان حاضر کیا بات ہو رہی ہے ماموں بھانجی میں۔ہاے چاچو آپ نے مجھ سے اتنی طویل گفتگو نہیں کی آئیم گیٹنگ جیلس اور یہ میڈم آپ کو سمجھا سمجھا کر تھک تو نہیں گئی ہو گی۔"

عینہ جھٹ سے کمرے کے اندر داخل ہوتے ہوئے بولی اور رمشا کے ساتھ صوفے پہ بیٹھی۔

رمشا نے آنکھیں دکھائیں اور انھیں دیکھا جنہوں نے اب بلیک سن گلاسس پہن لی تھی۔اس نے الجھ کر حداد کو دیکھا تھا ۔حداد نے اس سے پہلے آئی ماسک پہنا ہوا تھا تو اس کے اوپر سن گلاسس پہنے کی کیا ضرورت تھی۔

"ناٹ فیر چاچو میں آئی تو چُپ ہو گئے۔ارے بولے نا میری صحیح برائیاں کر رہے ہونگے کیوں مشی؟"

رمشا نے اسے کہنی ماری۔حداد کے تاثرات سنجیدہ ہو گئے۔

"میں بھلا کیوں تمھاری برائیاں کروں گا عینہ؟اب تو تم چند دن کی مہمان ہو پھر تو تم چلی جاو گی جو پہلے چاچو چاچو کرتی رہو گی پھر ہانی ہانی۔"

ان کے کہنے کی دیر تھی اور عینہ کی آنکھیں نم ہو گئیں۔

رمشا نے بیچارگی سے ان دونوں کو دیکھا پھر عینہ کو اپنے ساتھ لگایا۔

"میرے لیے ہانی آپ ہی ہیں ہانی چاچو۔اس نام کو کوئی نہیں لے سکتا۔چاہیے جتنے بھی ایچ سے نام والے رشتے آجائے۔"

وہ رونے لگی۔حداد تو بوکھلا گیا۔

رمشا نے اس کا سر تھپکا۔

"ارے پاگل رو تو نہیں اس سے پہلے بھابی آجائے۔وہ بھی رونے لگ جائے عینہ"

وہ اُٹھا اور اس کے پاس بیٹھا۔اسے اپنے ساتھ لگا کر اس کے سر پہ پیار کیا۔

"بس یار مت رو ورنہ پھر تمھاری ناک پھیل جائے گا اور تم کو جی لگو گی۔ دلہے نے ڈر کر بھاگ جانا ہے۔"

رمشانم آنکھوں سے ہنس پڑی۔ ہنس تو عینہ بھی پڑی تھی۔

"دیکھو تم نے مشی کو بھی رُلا دیا۔ چلو چیر اپ۔ مجھے چُپ کروانے کا ایکسپرینس نہیں ہے یار کچھ تو عزت رکھ لو اپنی ہانی چاچو کی۔"

"آپ بھی نا چاچو قسم سے واقعی بہت بُرے ہیں تسلی دینے نہیں آتی۔"

عینہ ان کے کندھے سے الگ ہوتی دوپٹے سے آنسو پونچھنے لگی۔

"اب جاو دونوں باقی سب انتظار کر رہے ہونگے کہاں چلی گئی آج رات ڈھولک ہے تیار نہیں ہونا۔۔ بھیا آ گئے؟"

"نہیں پاپا نہیں آئے مگر یو آر رائٹ مجھے بھی تیار ہونا اور مش میں نے تمھارا ڈریس بنایا ہے وہ بھی دکھانا ہے۔ چلو ۔شرینہ بھی آ گئی ہو گی اس سے بھی ملواتی ہوں۔"

اسے پتا چل گیا تھا چاچو اس سے زیادہ رمشا کو برداشت نہیں کر سکتے تھے۔ اسے ان کی طبیعت کا بھی ڈر تھا کم سے کم آج کے دن وہ بھی رمشا کی موجودگی میں رسک نہیں لے سکتی تھی۔ اس لئے چاچو کا اشارہ سمجھ کر وہ رمشا کا ہاتھ پکڑ کر چل پڑی اور رمشا حیرت سے یہ سب دیکھتی رہ گئی۔

••••••••••••••••••••••••••••••••••

"یار سرحد! کب تک آئے گا وہ نشہ کب سے لارے لگا رہے ہو ہمیں۔ اس کی چکر میں سستا مزا بھی چھوڑنا پڑا قسم سے اب دل اتنا خراب ہو رہا ہے کہ کیا بتاؤں خالی سگریٹ پہ گزارا کر رہا ہوں۔ باقی تو میرے سے بھی زیادہ جنگلی ہوئے وے ہیں۔"

سوٹے کا کش لگاتے ہوئے سرحد سے مخاطب ہوا جو پیسے گن کر جیب میں رکھ رہا تھا۔

"یار میں کیا کروں وہ اتنا مہنگا مال ہے اوپر سے ڈیلر بھی خبیث ہے۔ لوٹ لیتا سالا میرے کو۔ میں سٹیٹس بھی بتاتا ہوں کہ میں کس باپ کا بیٹا ہوں مگر اسے کوئی غرض نہیں ہوتی بس کہتا ہے مال خرید او رروکڑا دینے کے ساتھ ساتھ سب کو بھی اس کی طرف متوجہ کرو۔ یہ کام میں کر دیتا ہوں مگر وہ ہے کہ ٹال رہا ہے کہتا جمعہ تک مل جائے گا۔"

"اب یار جمعے تک مر جاناہیں ہم نے یار سولہ سال کے لڑکے ہیں ہم کچھ تو رحم کریں ہم معصوموں پر۔"

"اس کا کہنا ہے کہ کوئی نہیں مرتا اور کہتا ہے یہ سب سستے نشے کا نتیجہ ہے جو ہم دو سالوں سے استعمال کر رہے ہیں۔ مہنگا پیس کرے گا تو سب کچھ بھول جائے گا۔"

"ہائے بھول ہی نہ جائے ہم سرحد میاں۔ دریز صاحب کو تو کلاس میں الٹیا لگ گئی تھی۔ اتنی گرمی میں سالا جیکٹ بھی پہن کر آیا تھا۔ ہم سب تو ڈر گئے تھے۔ کہی پکڑے نہ جائے بھائی جب تک مال نہیں مل جاتا گھر پہ بیٹھ کوئی ڈرامہ کر مگر نہیں تماشہ تو کرنا تھا۔"

"ابے چھوڑ اسے وہ تو ہے ہی نازک کلی مرد نہ ہونے کا طعنہ کیا دے دیا۔ خود کو تیس مار خان سمجھ کر نشہ کرنے لگا۔"

"ویسے یار پیسے والا بھی بہت ہے وہ۔ بیچارا احساسِ کمتری کا مارا بھی بہت ہے۔"

"ارے چھوڑ وہ ایک اکیلا نہیں ہے جو احساس کمتری کا مارا ہے۔"

"چل یار چلتا ہوں ابا آج کل بڑی نظر رکھ رہا میرے پر اب دیکھنا گھر جاؤں گا تو سُنانے لگ جائے گا ایک تو یہ پابوں کی وجہ سے ہم بیچارے نشے میں رُل رہے ہیں خیر چلتا ہوں اور ہاں بات کر لینا اس ڈیلر سے میں پیسے کا بندوبست بھی کر لوں گا۔"

سرحد نے سگریٹ زمین پہ پھینکی اور جوتی سے مسلی۔

"ہاں کر لینا اب ماں کی پرس پہ ہاتھ مارنے کے بجائے سیدھا باپ کے پرس پہ ہاتھ مار لینا اس دفعہ کوئی عام مال نہیں ہے۔"

"میری توبہ جو شیر کی منہ میں ہاتھ ڈالوں۔"

اتنا کہہ کر وہ خالی پلاٹ سے نکل گیا جبکہ سرحد وہی کھڑا رہا پھر گہرا سانس لے کر مڑتے ہوے اپنے ہیوی بائیک کی طرف مڑنے لگا کے اسے کسی کا ہیولہ نظر آیا۔ ایک دم تیزی سے مڑ کر اسے نے ارد گرد دیکھا۔ اسے بہت دن سے لگ رہا تھا جیسے اس کا کوئی پیچھا کر رہا ہے۔ باپ نے وارنگ بھی کی تھی آج کل کم ہی شہر سے باہر نکلنا خاص کر ویران علاقے مگر وہ آج کل کی اولاد ہی کیا جو ماں باپ کی سُن لے۔

اس نے سر جھٹک کر بائیک سٹارٹ کی اور زن سے بھگا ئی۔

•••••••••••••••••••••••••••••

"ہمم چلو ٹھیک ہے فی الحال تو تم ہی ہینڈل کر و یہ سب دار صل میری بچی کی خواہش تھی پیرس جانے کی ہاں تمھیں تو پتا ہے انکار نہیں کر سکتا اسے تین دن کا ٹرپ ہے واپس آجاوں گا۔ ایور تھنگ انڈر کنڑول ہونی چاہیے۔ مجھے وہاں خبر ملتی

رہے گی ہمم اس کی فکر مت کرو میں سنبھال لوں گا ابھی اس وقت میں orphanage آیا ہوں اپنا کام کر کے بات کرتا ہوں اسے تم فکر نہ کرو جو کہا ہے وہ کرو اور ڈیلرز کو سمجھاو زرا بہت کمپلین آرہی ہیں مجھے ان کو ہلکا نہیں لینا چاہیے چلو رکھتا او کے او کے اللہ حافظ۔"

سکندر رکھ کر کلاس کے اندر جانے لگا جب نذیر کی آواز نے اسے رُکا۔

"سر سر۔۔۔"

اس کی گھبراہٹ پر وہ تیزی سے مڑا۔

"سر وہ۔۔وہ بخت بی بی۔"

ایک دم سکندر کے دل کو کچھ ہوا۔

"کیا ہوا بخت کو!!!! بولو۔"

وہ کمزور نہیں پڑنا چاہتا تھا اس لئے دھاڑتے ہوئے بولا۔

"سر چوک پہ جو فائرنگ ہوئی تھی وہاں پر بخت بی بی بھی تھی انھیں گولی لگ گئی۔"

سکندر کو اپنے پیروں سے زمین نکلتی ہوں محسوس ہوئی۔ایک وجود خون سے لت پت اس کے سامنے آیا تھا۔جو کہرا کر اس کا بازو تھام کر کہہ رہی تھی۔

"شیر و بختاور تمھاری بیٹی ہے اس کی مرتے دم تک حفاظت کرنا۔تم اس کے محافظ ہو۔تم اس کے سب کچھ ہو سُن رہے ہونا شیر و۔"

سکندر کی آنکھیں سُرخ ہو گئیں۔مٹھیاں بھینچے وہ تیزی سے یہاں سے نکلا۔

"میری بچی کا جلد از جلد علاج کرواو نہیں تو اس سارے ہسپتال کو آگ لگادوں گا میں! فوراًسے کچھ کرو۔"

دھاڑ کر کہتے ہوئے اس نے ڈاکٹر کا کالر زور سے جھٹکا۔ڈاکڑ وحشت سے دیوار کے ساتھ لگا اپنی سانسوں کو ہموار کر رہا تھا۔

"سر دیکھیے میرا یہ کام نہیں ہے اور دوسرا ساری ڈاکٹرز ہڑتال پر ہیں۔۔۔"

سکندر نے آگے بڑھ کر اسے درپہ در تھپڑ لگائے۔

"کسی بھی سرجن ڈاکٹر کو فوراً بلاؤ۔۔۔منہ مانگی قیمت دوں گا۔۔اگر میری بچی کو کچھ ہوا تو پوری ملک میں ایک ڈاکٹر بھی زندہ نہیں رہے گا۔ سمجھے تم!"

اس کا جبڑا پکڑے وہ کسی بیسٹ سے کم نہیں لگ رہا تھا۔حنان دوڑتے ہوئے اسے دیکھ چکا تھا اور چلتے ہوئے اس کی طرف آیا تھا۔ڈاکٹر نے دور سے پولیس آفیسر کو دیکھ لیا تھا اس نے غنیمت جانا کہ اس طرح سکندر سے جان بچ جائے مگر اس کی غلط فہمی تھی۔

"سکندر بخت کیسی ہے؟" سکندر نے مڑ کر سرُخ آنکھوں سے اسے دیکھا تو غصے سے اس کے جبڑے پہ مکا مارا اسے اس وقت کسی چیز کے بارے میں ہوش نہیں تھا یاد تھا تو صرف اس کی بخت اور کچھ نہیں۔

"تم سالو نے فائرنگ کراوئی تھی بولو تم حرام خوروں کی وجہ سے میری بخت زندگی اور موت کی جنگ لڑ رہی ہے۔کیا کروں میں تم سب لوگوں کا۔"

ڈاکٹر حیرت سے یہ سب منظر دیکھ رہا تھا۔

حنان نے زور سے اپنا جبڑا پکڑا اور کہرایا مگر سنبھلتے ہوئے تیزی سے اُٹھا۔

"اس میں میرا قصور نہیں ہے۔ساری روڈز بلاکڈ کی ہوئی تھی ڈاکٹرز نے۔۔۔دنگا فساد پھیلا رہے تھے۔۔۔۔پتھراؤں ہو رہے تھے۔پولیس نے بس کنٹرول کرنے کے لئے فائرنگ کروائی تھیں۔۔۔اور ہمارا اسٹیشن نہیں تھا۔۔۔یہ میں آفس سے آڈر آئے ہوئے تھے۔۔۔کہ اس طرح انھیں روکا جائے۔۔۔قصور تو تمھارے ڈرائیور کا ہے مت اس راستے پر لے کر جاتا۔"

"اس کا تو میں حشر کروا چکا ہوں مگر مجھے اس وقت ڈاکٹر چاہیے ورنہ میں نے سب کو چیر پھاڑ کے رکھ دینا ہے۔"

وہ زور سے چلایا کر حنان سے بولا تھا۔اس کے چلانے پر آس پاس کے تماشائی بھی کانپ اُٹھے کہی ان کا وہ حشر نہ کردے۔

"سُنو تم ڈاکٹر ہو تو علاج کیوں نہیں کرتے پیشنٹ کی جان خطرے میں ہے اور یہاں کھڑے بحث کر رہے ہو اس سے۔"

حنان سکندر کو ہٹاتا ڈاکٹر سے سنجیدگی سے بولا۔ڈاکٹر اسے سمجھانے لگا اور سکندر اندر وارڈ میں داخل ہوا تھا جہاں بخت کو شفٹ کیا گیا تھا۔آکسیجن ماسک لگے' وہ بامشکل سانسیں لے پا رہی تھیں۔ایک گولی اس کے کندھے کو چھو کر گزری تھی اور دوسری بغل کے کونے میں جا کر لگی تھی۔سکندر کو تو اس کو دیکھ دیکھ کر وحشت ہو رہی تھی۔گولی تو اتنی زیادہ گہرائی میں نہیں گئی تھی' بروقت نکلوا دی گئی تھی۔سکندر کی دہشت کی بدولت سب کچھ ہو گیا تھا مگر سٹیچز صحیح سے نہیں لگے تھے' بخت ابھی تک بے ہوش تھی۔سانسیں بھی اس کی بار بار اکھڑ رہی تھیں۔اب جس ڈاکٹر کی ضرورت تھی وہ ہڑتال پر تھا۔سکندر نے سر تھام کر اسے بڑی بے بسی سے دیکھا۔وہ اس کی حفاظت صحیح سے نہیں کر سکا۔اس سے بہت بڑی غلطی ہو گئی۔

"سکندر!! نذیر ڈاکٹر ہمدان کو لے آیا ہے۔وہ بخت کو ٹریٹ کریں گے اس نے تسلی دی ہے گولی نکل گئی تو ٹینشن کی کوئی بات نہیں۔"

دروازہ کھولے تیزی سے حنان اندر داخل ہوا اور سکندر کا اطلاع دی۔سکندر نے شکر کا سانس لیا۔

"تو بلاؤ اسے جلدی۔اسے بولنا کوئی کوتاہی نہیں ہونے چاہیے۔۔۔جلد سے میری بخت آنکھیں کھولیں۔۔۔تم میرے ساتھ باہر آؤ مجھے ان پولیس والوں کے ناموں کی لسٹ دو اور کمینے ڈاکٹروں کی بھی۔ان کی کفن کا بندوبست کروں میں۔"

حنان آگے سے بولنا چاہتا تھا مگر سکندر کی حالت بھوکے شیر جیسی تھی اور اسے اس وقت چھیڑنا مناسب نہیں تھا۔

....

....

"ہمم یہ تو بہت بُرا ہوا بچی کو گولی نہیں لگنی چاہیے تھی۔تم سے کہا تھا کہ بس گاڑی پہ فائرنگ کرنا اور ڈرائیور کو زخمی کر دینا۔سکندر کے لیے اتنا اشارہ کافی تھا۔خیر کچھ اطلاع ہے اس بچی کے بارے میں ٹھیک ہے چلو اچھا ہے۔فاروق کو نہیں بتایا۔وہ تو بہت غصے میں ہو گا بیشک اسے سکندر سے نفرت ضرور ہے مگر بچی سے اس کی کوئی دشمنی نہیں ہے۔اب دیکھو میرا ابھی قیمہ نہ بنائے۔سکندر سے ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے۔فاروق نے وعدہ کیا ہے کہ اوّل تو پتا لگنے نہیں دے گا اور اگر پتا چل بھی گیا تو وہ مکمل حفاظتی اقدامات کرے گا تمھارے حوالے سے۔بالکل بے فکر ہو جاو نہیں جسٹس صاحب کو

نہیں پتا انھوں نے تو اس بات پر فاروق کو بھی نہیں بخشا فاروق نے سختی سے تائید کی تھی۔ یہ بات کسی بھی طرح ابو کو نہیں پتا لگنی چاہیے۔ ہاں گڑبڑ ہو جائے گی۔ سکندر سے کیوں ڈر رہے ہو کچھ نہیں کرے گا۔"

"سکندر تو بیٹا تیرا ابھی بہت کچھ کرے گا۔"

ایک دم کسی کی آواز پر نوید تیزی سے مڑا۔ اس نے دیکھا بلیو شلوار قمیض کے اوپر کالی جیکٹ پہنے خطرناک تاثرات لئے سکندر آگے بڑھا۔ ایک دم نوید کو لگا اس کے سامنے جیسے موت کا فرشتہ آگیا ہو۔

سکندر اس پر جھپٹا تھا۔

"تو وہ تھا جس نے میری بچی کو گولی ماری تھی۔ بول بول نہیں تو تیری زبان کاٹ کر کتوں کو کھلا دوں گا۔"

سکندر نے اس کی گردن کو پکڑے زور سے دباتے ہوئے اس کو دوسرے ہاتھ سے تھپڑ مارتے ہوئے دھیمی مگر خطرناک لہجے میں کہا تھا۔

"مم سک سکندر ب ب بھا۔۔۔"

"ت م ن ے ج ر اَت ب ھ ی ک ی س ے ک ی آ گ م ی ں ک و د ن ے ک ی ا ت ن ی ہ م ت ک س ک ُ ت۔

ایک مکا اس کے ناک پہ مارا۔

"سکندر میں۔۔۔"

"سکندر نے دور زور سے پھینکا۔ وہ شیشے کے ٹیبل پہ جا کر گرا۔ وہ اس وقت کلب میں موجود تھا۔ اپنی موج مستی گم تھا جب اچانک کال پر وہ اُٹھ کر کونے میں چلا گیا اور بات کرنے لگا۔ ابھی اس کا کال بند کر کے فاروق کو اطلاع دینے کا ارادہ ہی تھا کہ سکندر کی آواز نے اس کے ہوش ہی اُڑا دیے وہ سوچ نہیں سکتا کہ سکندر اتنی جلدی اس تک پہنچ جائے گا۔ اب تو اسے اپنی موت کچھ فاصلے پہ ہی نظر آ رہی تھی۔

شیشے کا ٹیبل ٹوٹ گیا۔ اس کے سر میں کانچ کے چند ٹکڑے جا گھسے تھے۔ وہ تکلیف سے کہرایا۔

"مجھ سے پنگا لیا ہے تو نے۔ تجھے لگا تو بچ جائے گا بیٹا تو جس ملک کے کونے میں چھپا ہوگا میں نے تجھے ڈھونڈ لینا تھا۔ تیری تو میں چمڑی اُدھیر کے رکھ دوں گا مگر اس سے پہلے۔ بتا کس کے کہنے پر تو نے یہ سب کیا ہے بول !!! اتنی تجھ جیسے انگریز

اولاد میں اتنی ہمت تو پیدا نہیں ہو گی کہ اپنے سے خود فیصلہ کر سکے نہ ہی میرے سے کوئی دشمن تھی تیری تو بتا کون ہے وہ کمینہ بول نہیں تو تیرا سارا خاندان ختم کر دوں گا۔" گن نکالے اس کی نال کنپٹی بھی تھامے اس کا جبڑا پکڑتے ہوئے بولا۔

"مم مجھے....."

"بول!!! "

"یہ سب میں نے جمال عزیم کے کہنے پر کیا تھا۔"

ایک دم سکندر کے ہاتھ ساکت ہو گئے۔اس نے حیرت سے اسے دیکھا۔فاروق نے بتایا تھا کہ اگر وہ کچھ اگلوانے کی کوشش کرے تو جمال عزیم کا نام لے لینا۔جمال عزیم کا سٹیٹس اور سکیورٹی الریڈی سٹرانگ تھی۔دوسرا ان کی بیٹی کی شادی بھی سب سے شارپ اور ٹیلنٹڈ آفسر سے ہو رہی تھی تو ان کو اتنا مسئلہ نہیں ہونا تھا۔اسے اپنی بہن کی فکر میں پر یہ سب کہنا پڑا۔

"جمال عزیم۔۔۔۔۔۔"

سکندر نے مٹھیاں بھینچ لی۔

"جمال عزیم نے بہت بڑے میدان میں قدم رکھا ہے۔اب پچھتاوے کے سوا ان کے ہاتھ کچھ نہیں آئے گا۔لیکن تم بھی اپنے کام کا انعام لو وہ بھی میری طرف سے۔"

اس نے گن نکال کر ٹریگر دبا کر سیدھا اس کو دونوں بازو پہ گولی ماری۔

"کیپ دا چینج مائی بوئی"

اتنا کہہ کر وہ مڑ کر تیزی سے چل پڑا۔

••••※※※※※••••••••※※※※※※※••••

"ارے تم کہاں چل دیے محترمہ مہمان چلے گئے مگر رات پوری ہنگاموں کا سین ہے رُک جاو۔"

رمشا کا ہاتھ پکڑے شرینہ نے رمشا کو گھورتے ہوئے کہا۔عینہ مایوں کے پیلے جوڑے میں کوئی مونی گڑیا ہی لگ رہی تھی ناک چڑا کر ان سب کے گرد آرام دے انداز میں بیٹھتے ہوئے بولی۔

"اس بیزار روح کو تو جانے دو زرا اس نے انجوئی کیا ہو۔بس تالی بجا کر تو گویا احسان کر رہی تھی۔"

"نہیں تو اور کیا کرتی تم پاگلوں کی طرح تھوڑی ہے وہ جو مہمان کو سامنے کوئی شرم اور لحاظ نہیں مایوں میں بیٹھے منہ پھاڑے قہقہ لگا کر ناچنے لگ گئی تھی۔ شکر کروا با نہیں تھے۔ نہیں تو سہی جوتے پڑنے تھے۔"

حذیفہ ڈھولک کو ہلکہ سا بجاتے ہوئے بولا تھا۔

"واہ جی واہ جو خود صاحب مراسیوں کو پیچھا چھوڑ رہے تھے ان کے منہ سے یہ بات کچھ اچھی نہیں لگتی۔"

رابیل نے ٹکر لگایا۔

"یہ اپنا جیسا تم سب کو کیوں سمجھنے لگتی ہو بیلا۔"

"اوہو تم لوگ نہ شروع ہو جانا آور مشا ابھی تو صرف ایک بجے ہیں چار بجے تک محفل لگی رہے گی۔ ابھی تو تم نے اپنے خاندان کے کارنامے دیکھنے ہیں ڈیک سے گانے لگاو اور شروع ہو جاو بھئی ہماری مہارانیوں۔"

"توبہ استغفار! ہماری مراد نگی کو گالی دے رہی ہیں تمھارے منہ میں خاک ہمارے ٹیلنٹ سے جیلس ہو رہی ہو۔"

اورہان نے صدمے سے کہتے ہوئے ساری لڑکیوں کو گھورا جن سب کی ہنسی چھوٹ گئی تھی۔ رمشا کے چہرے سے بھی مسکراہٹ ہٹ نہیں رہی تھی۔

"تم اُدھر دور کیوں بیٹھی ہو اِدھر آو میرے پاس فوراً مت بھولو تم واحد ڈی ایس پی کی بیٹی نہیں ہو بلکہ میں تم سے اس معاملے میں اوپر ہوں۔ میرا شوہر ایس پی ہے اور میرے بابا ڈی آئی جی ہیں۔ ہونہہ آئی وڈی مغرور۔"

"عینہ وہ بیچاری کچھ کہہ نہیں رہی اوپر سے تم بولی جا رہی ہو۔ حنان بھائی پتا نہیں کیسے تمھیں برداشت کریں گے۔" رمشا اس کے ساتھ بیٹھی تو جھٹ نمرہ نے درینہ کو کہا۔

"کیوں نہیں کرے گا مت بھولو میرے بے تکان بولنے پر جھٹ صاحب نے اگلے دن رشتہ بھیج دیا تھا۔ آئی وڈی۔"

عینہ نے دوپٹہ درست کرتے ہوئے گردن اکڑا کر کہا۔

"شادی کے بعد کان نہ پکڑے انھوں نے تو میرا نام بدل دینا۔ کانوں میں روئی ٹھونس کر تمھیں برداشت کریں گے۔"

"اچھا اچھا کڑیوں اب کچھ لگاؤ بھی اِدھر کی بحث کبھی ختم نہیں ہونی۔"

حذیفہ نے ڈھول کو پیٹتے ہوئے اونچی آواز میں کہا تھا۔

"آہستہ بو نگے بابا اور دادی آگئی نا تو سونے کے لئے بھیج دیں گے با مشکل میری بات مانے ہیں۔"

اسی طرح ہنگاموں کا دور اچلتا رہا اور باہر سکندر کے بندوں کی گاڑی زرا فاصلے پہ کھڑی سکندر سے فون پہ مخاطب تھے۔

"دو ہی گارڈ کھڑے ہیں ان کے تم لوگ نگرانی کرو زرا بھی گڑ بڑ محسوس ہوتی ہے اٹیک کر کے فوراً رفو چکر ہو جانا میری فکر مت کرنا۔"

"یس سر! مگر سر آپ کو جانے کی کیا ضرورت تھی ہم کر۔۔۔۔

"جیسا کہا ہے ویسا کرو اور جس کو اُٹھانے جا رہا ہوں وہ تمھاری بھابی ہے حنان کی ہونے والی بیوی اگر اسے پتا چلا کہ تم لوگ نے اسے اُٹھوایا ہے تو تم لوگ کی چمڑی اِدھیر دے گا۔"

سکندر کے سخت لہجے پر حماد خائف ہو گیا۔

"رکھتا ہوں اچھا ہاں کلوروفوم ہے اگر ہے تو ایک کام کرو ان کو بے ہوش کر دو۔۔۔ پیچھے کے بجائے میں آگے سے آؤں گا ٹھیک ہے او کے اللہ حافظ۔"

"تم پھر بھاگ رہی ہو۔"

عینہ نے اس کا ہاتھ پکڑ کر گھورا جو یہاں سے اُٹھنے لگی تھی۔رمشا نے منہ بنایا پھر اسے سمجھایا۔

"واش روم سے ہو آؤں۔"

عینا نے آنکھیں سکیڑ کر اسے دیکھا۔

"یقین نہیں آتا تو چلو میرے ساتھ۔"

رمشا نے آنکھیں گھماتے ہوئے سمجھایا۔

"اچھا چلتی ہوں ایک بار پھر منہ دھوں لو میرا چہرہ کچھ زیادہ پیلا لگ رہا ہے یہ ابٹن وبٹن مجھے سوٹ نہیں کرتا چلو۔"

چھت کے دروازے کو آہستگی سے بند کر کے وہ دبے قدموں سے نیچے آیا کہ ایک دم اسے رُکنا پڑا۔نیچے گانوں کی آوازیں آرہی تھیں۔سکندر نے لب دبالئے۔

"تقریباً سارے جاگے ہونگے۔"

بڑبڑا کر کہتا وہ آہستگی سے چلتے ہوئے نیچے سیڑھیوں پہ پہنچا اس نے دیکھا اوپر والا فلور باقیوں کے بانسبت خاصا ویران تھا ۔دو کمرے کے پورشن کا لاؤنج خالی تھا۔

گہری سانس لیتا ہوا۔ وہ چل کر سیڑھیوں کی طرف بڑھا ہی تھا کہ اسے ایک لڑکی کی آواز اور دو قدموں کی چاپ سُنائی دی
۔
"یار میرا دل کرتا ہے اوپر ڈھول بجا بجا کر اپنے بے حس چاچو کو اُٹھاوں کہہ رہے تھے وہ ہمیں جوائن کریں گے مگر نہیں ہمیشہ کی طرح خول میں بند کمرے میں لیٹے رہے ہونگے یار قسم سے مشی دُکھ ہوتا ہے۔ کم سے کم سیدھے منہ کہہ دیں کہ نہیں شامل ہونا چاہتے میرے کسی بھی تقریب میں۔ دادو اور بابا کا بھرم رکھنے کی خاطر ہمارے ساتھ رہ رہیں ہیں ہو نہہ اس سے اچھا تھا بڑے بھیا اور چاچو کی طرح چلے جاتے یہاں سے۔"
اس لڑکی کے لہجے میں دکھ کے ساتھ تیش بھی شامل تھا۔
سکندر نے گن اُٹھائی۔ ایک دم جیسے سوچ میں پر گیا۔
"کیا میں یہ ٹھیک کر رہا ہوں۔۔ کیا حنان جانے کے باوجود بھی اسے قبول کر پائے گا اگر میں اس کی جگہ ہوتا تو میں واقعی مار دیتا۔ یہ ٹھیک نہیں ہے مگر اس ڈی آئی جی نے میری بخت کو۔۔ بخت کے آگے کوئی نہیں۔"
نیچے وہ دبے قدموں سے پہنچ گیا تھا اب وہ لڑکیاں بائیں جانب کمرے میں گھسی تھی۔ کمرے کی لائٹ آن کی تھی۔ کسی لڑکی نے اپنا دوپٹہ بیڈ پہ پھینکا تھا۔ گلابی آنچل سکندر کو دکھائی دیا تھا۔ وہ دیوار کے ساتھ تیزی سے لگا جب اس نے فون بیل کی آواز سُنی۔
"لو حنان صاحب کو یہ وقت ملا مجھے کال کرنے کا۔ اب تم جاو میں زرا اوپر والے کمرے میں جا کر ہی بات کروں ورنہ بڑوں نے مجھے رنگے ہاتھوں پکڑ لینا ہے۔"
سکندر نے گن پہ گرفت مضبوط کرلی۔۔۔ وہ لڑکی سیدھا باہر نکلی مگر اس نے اندھیرے کے باعث سکندر کو دیکھا نہیں اور فون کانوں سے لگائے آہستگی سے ہلیو بولتے ہوئے سیڑھیوں کی طرف بڑھی۔ سکندر نے گہرا سانس لیا۔۔۔ پھر سوچ کر حیران ہوا کہ عینا اس کے سامنے سے گزر گئی مگر پھر بھی اسے پکڑ کیوں نہیں سکا شاید اندر چھپا ضمیر اسے بار بار روک رہا تھا کہ وہ ایسا نہیں کر سکتا اس کا دوست اسے زیادہ عزیز تھا مگر بخت سے۔۔۔۔
سوچ کی دُنیا سے فوراً نکلا تھا جب دراز اور الماری کی کھٹ پھٹ سے اسے چونکانے پہ مجبور کر دیا۔ اندر تھوڑا سا چہرہ کر کے اس نے دیکھا۔ آنچل بستر پہ تھا۔ سامنے الماری میں گرین شلوار قمیض میں 'سٹریٹ بال کیے ہوئے وہ لڑکی اپنے بال باندھ

رہی تھی بال باندھ کر وہ مڑی تھی اور اسے کو دیکھتی ہی سکندر چونک گیا اور پھر جب احساس ہوا تو دل اور دماغ نے بیک وقت کچھ کہا تھا۔

Mine !!!

بلاشبہ وہ تو چینجنگ روم میں ہی فیصلہ کر چکا تھا کہ سارے کام نپٹا کر کراچی اس کو لینے جائے گا مگر شاید قدرت کو کچھ اور منظور تھا۔ ایسا ہی ہے تو ایسا ہی صحیح۔

رمشا جواب جھک کر دوپٹہ اُٹھا رہی تھی اسے لگا کوئی اس کے پیچھے ہے۔ وہ ایک دم تیزی سے مڑی تھی کہ سکندر نے گلوز پہنے ہاتھ اس کے لبوں پہ رکھے۔ اور دوسرا بازو اس کے گرد پھیلا کر گرفت مضبوط کر دی۔

"شش سو جاؤ سپلینگ بیوی۔ اب تم صرف سکندر کی ہو۔"

اتنا کہہ کر وہ رمشا کو بے ہوش کر چکا تھا اور اس بیچاری کو تو پھڑ پھڑانے اور مزاحمت کرنے کا موقع ہی نہیں ملا تھا اور وہ سکندر کی بازوں میں جھول گئی تھی۔

••••••••••••••••••••••••••••••

"صاحب جی اس لڑکی نے کمرے کا حشر بگاڑ دیا ہے۔ اوپر سے جب ان کے لئے ناشتہ لے کر گئی تو ٹرے اُٹھا کر سیدھا دیوار پہ پھینک دی۔ آپ نے کہا ناشتہ کھلا کر ہی میرے پاس آنا مگر صاحب جی تیسری بار گئی ہوں منہ سے بولی کچھ نہیں مگر بار بار کھانا پھینکی جا رہی ہے وہ۔"

"بھا کے پاس مسئلے مت لے کر آیا کرو تم کتنی دفعہ کہا ہے میں نے۔ نہیں کھاتی تو تھپڑ جھاڑ دو کیوں بھا۔"

"تم سے کسی نے مشورہ مانگا ہے۔"

سکندر پیلے گوگلز اور ہیڈ سیٹ ٹیبل پہ پھینکتا تیز لہجے میں بولا۔ ناصر نے سر جھکا لیا۔

"سوری سر۔"

"اور بات سُنو تم سب لوگ میری وہ تم لوگوں کی نئی مالکن یعنی کے میری بیوی۔ اس کی عزت اور احترام میں کوئی کوتاہی کرو گے تو سمجھو میری عزت میں کوتاہی کرو گے سمجھے۔"

سب لوگوں کے منہ اس بات پر حیرت سے کھل گئے کہاں بھا لڑکیوں کو دیکھنا تو دور نام سُنتے ہی بھاگتے تھے اور اب۔

"اورہاں کیا کہہ رہی تھی لڑکی !! وہ مالکن ہیں بڑی بی بی بولو۔ٹرے تیار کرواو میں وہاں پر جارہا ہوں۔"

"جی صاحب۔"

وہ سر کو خم دیتے ہوئے واپس مڑ گئی۔

دروازہ آہستگی سے کھولتا ہوا وہ اندر داخل ہوا۔جیسا سوچ کر آیا تھا ویسی ہی کمرے کی حالت تھی اور وہ لڑکی زمین پہ بیٹھی گھٹنی پہ سر رکھے شاید رو رہی تھی کیونکہ اس کا جسم جھٹکے کھا رہا تھا مگر آواز سُنائی نہیں دے رہی تھی۔سکندر کو سمجھ نہیں آئی آگے کیا کرے۔آیا دھاڑ کر اسے ڈرائے یا نرمی سے اس کے پاس جا کر اس کا دل صاف کرے۔اسے یہ دونوں کام اس وقت ناممکن لگ رہے تھے۔داڑھی پہ ہاتھ پھیرتے ہوئے اس نے فی الحال گلا کنکھارنا ہی بہتر سمجھا۔جس پر رمشا چونکی مگر اس نے سر نہیں اُٹھایا۔

"اپنے گھر کو ایسے سنوارو گی لڑکی۔کمرے کا تو نقشہ ہی بدل دیا ہے محترمہ آپ نے۔"

کانچ کے ٹکڑے کو بھاری بوٹوں سے روندتا ہوا وہ اس طرف آیا جہاں وہ اس کے قدموں کی چاپ سُنتے ہی دور ہٹنے کے بجائے وہی بیٹھی رہی۔اس نے اپنے بازو کو سختی سے تھام لیا تھا۔وہ نہیں ڈرے گی اس سے اگر ڈرے گی تو وہ شیر ہو جائے گا۔اسے کمزور سمجھ کر اس کے ساتھ کھیلے گا۔اس نے کبھی سوچا نہیں تھا کہ اس کار کھوالا۔اس کی عزت کا جنازہ نکالے گا۔اس کے امی ابو تو جیتے جی مر گئے ہونگے۔وہ اس کے سامنے گھٹنے کے بل جھکا۔اس وقت وائٹ ٹی شرٹ اور بلیو فیڈڈ جینز میں ہمیشہ کی طرح چارمنگ بیسٹ لگ رہا تھا۔

"میں جانتا ہوں کہ تمھیں میرے سے اس وقت سخت نفرت ہو رہی ہو گی۔ظاہر ہے ایسے بھلا کوئی اُٹھا کر لاتا ہے کیا؟ شریفوں کی طرح عزت سے ہاتھ نہیں مانگ سکتا مگر پرنسس شرافت میری صفت میں نہیں ہے۔۔۔اس لئے(اس نے رمشا کے بالوں کی لٹوں کو اپنی انگلی کی لپیٹ میں لیا) رمشا کا دل کر رہا تھا ایک مکا اس کے خوبصورت چہرے پہ دے مارے۔بہت سے آنسو اس کی آنکھوں میں جمع ہو گئے تھے۔اسے سکندر سے زیادہ خود سے۔اپنے دل سے نفرت ہو رہی تھی۔

"اس لئے ایسا کرنا پڑا مگر تم فکر نہ کرو ہر کوئی تمھاری عزت کرے گا۔پورا شہر کیا پورا ملک تم پر آنکھ اُٹھانے کی جرأت نہیں کرے گا کیونکہ تم اب میری ہو اور ایک بار سکندر دل سے فیصلہ کرلیتا ہے تو وہ مرتے دم تک نبھاتا ہے۔"

رمشا نے اس کی بات پر تیزی سے سر اُٹھایا۔ سرُخ' عنصیلی نظروں سے اسے تکتے ہوئے اس نے اپنے بہتے ہوئے آنسو کو زور سے رگڑ کر صاف کئے۔ سکندر ایک بار پھر اس کو چہرے کو دیکھ کر ٹھہر گیا پھر دل ہی دل میں جھنجھلا رہا تھا۔ ایسی بے اختیاری اسے اچھی نہیں لگ رہی تھی اس سے وہ بار بار کمزور پر جائے گا اور کمزوری سے سکندر کو سخت نفرت تھی لیکن کچھ تھا اس لڑکی کے چہرے پہ جس پر وہ بڑا فیصلہ کرنے کے لئے تیار ہو گیا تھا۔ جو فیصلہ وہ زندگی کے کسی پہ موڑ پر کرنے کو تیار نہیں تھا۔ اچانک ہی اس لڑکی کے چہرے' نڈر انداز نے اس سے کروا دیا۔ یہ لڑکی بہت خاص تھی۔ سکندر کے دل جیتنے والی کوئی عام تھوڑی ہی ہو گی۔ سکندر نے خود پہ قابو پاتے ہوئے سنجیدگی سے کہا تھا۔

"تمھارا نام کیا ہے؟ درینہ عزیم کی کیا لگتی ہو۔"

اب کی بار رمشا کے آنکھوں میں الجھن در آئی۔

"ایسے کیا دیکھ رہی ہو کیا فارسی میں بات کی ہے۔"

فارسی رمشا کو آتی تھی مگر وہ اس وقت یہ کہنے کی پوزیشن میں نہیں تھی۔ اس کے کچھ نہ کہنے پر سکندر نے گہرا سانس لیا۔

"نام بتاؤ؟ ورنہ بنا نام کے نکاح تو نہیں ہو سکے گا اور ہاں اپنے ابو کا بھی بتانا۔"

اب کی بار رمشا کے سر پہ بم گرا نکاح؟ وہ بھی سکندر سے۔

"حیران کیوں ہو رہی ہو اپنی عزت بنا رہوں بولا تھا نا میں نے تمھاری عزت میں کوتاہی نہیں آنے دوں گا۔"

اُف یہ الفاظ اگر پہلے کہے ہوتے تو وہ خود کو ہواؤں میں اُڑتا محسوس کرتی مگر اب یہ لفظ کوڑے کی طرح لگ رہے تھے۔ بابا کا جھکا سر بار بار آنکھوں کے سامنے سے گزر رہا تھا۔ کسی کے سخت ہاتھ نے اس کی ٹھوڑی کو پکڑا اس نے دیکھا تو سیاہ کالی آنکھیں اس کی طرف دیکھ رہی تھیں اور ان آنکھوں میں جنون کے سوا کچھ دکھائی نہیں دیا تھا۔

"مجھے اپنی بات دہرانا پسند نہیں ہے مگر تم لگی ہو کیونکہ تم میری ہو۔ (آخری لفظ پہ اس نے خاصا زور دیا تھا کہ رمشا کی ریڑھ کی ہڈی میں سنسنی پیدا ہوئی) اس لئے پوچھ رہا ہوں اس خوبصورت چہرے کا نام کیا ہے جس نے تیر سیدھا سکندر کے دل پہ مارا تھا۔ خاص ہو تم۔" انگلی اس کے گال پہ بڑی آہستگی سے پھیرے رمشا کی برداشت ختم ہو گئی اس نے اس کا ہاتھ اپنی ٹھوڑی سے بڑی زور سے ہٹائے۔ سکندر آ گئے سے کچھ کہتا کہ ملازمہ کی انٹری پر اس نے اپنے اعصاب پر کنڑول کیا۔

"صاحب!! "

"آجاؤ اور ٹرے سامنے بستر پہ رکھ دو اور صفائی کرنے والی کو فوراً بھیجو۔"

"صاحب آپ کا دوست آیا ہے۔"

"کون؟"

"پولیس والا۔۔۔۔"

وہ آگئے سے نام لینے لگی کہ سکندر ٹوک دیا۔

"ٹھیک ہے جاؤ آرہا ہوں۔"

سخت لہجے میں کہتا وہ اس کی طرف مڑا جو کہ اُٹھ کھڑی ہوئی تھی اور اپنے گرا ہوا دوپٹہ اُٹھا کر اپنے گرد لپیٹ رہی تھی۔ وہ آگے بڑھا اور اس کی طرف آیا۔

اسے سر تا پا دیکھنے کے بعد اس نے اس کا بازو تھاما کہ رمشا ایک دم پیچھے ہوئی۔

"مجھے ضدی لوگ زہر لگتے ہیں اور تم حد سے زیادہ ضدی اور ڈھیٹ ہو مگر وہی بات آکر ختم ہو جاتی ہے کہ تم میری ہو۔ میری اس بات کا فائدہ مت اُٹھاؤ نقصان اُٹھاؤ گی۔"

اس نے رمشا کا بازو ایک بار پھر سختی سے تھام کر اپنے سامنے کرتے ہوئے سرد لہجے میں کہا۔ رمشا نے بڑی دلیری سے آنکھیں اُٹھا کر دیکھا۔ آنکھوں سے باوار کروایا کہ وہ اس نقصان کے لئے تیار ہے جو کرنا ہے کرلو۔ سکندر مسکرایا۔ اس کا گال تھام کر بولا۔

"بہت بڑا نقصان کرنے والی ہو میرا مجھے اب اندازہ ہو گیا ہے مگر تمھارے لئے یہ کھیل بھی کھیل لیں گے۔ ویسے جاتے ہوئے اپنی خوبصورت آواز سے کچھ دو بول نواز دو نام ہی بتا دو۔ ویسے جس طرح کی تم ہو تمھیں تو شیرنی کہنا چاہیے مگر تب تک کے لئے تم میرے لئے سیوٹ ہارٹ ہو! چلتا ہوں کھانے کی ٹرے خالی ہو جانی چاہیے ورنہ تمھاری فیملی کے لئے اچھا نہیں ہو گا اوکے۔"

اس نے اس کے گال تھپکائے اور چل پڑا۔ جبکہ رمشا کا دل کر رہا تھا اس کی جینز کی پوکٹ سے گولی نکال کر اسے مار دیتی مگر وہ ہمت پتا نہیں کہاں سے لاتی۔ فیملی کا اب کیا نقصان کرے گا۔ اس سے زیادہ نقصان کیا ہو گا۔

••

"تم نے رمشا کو کیڈنیپ کیا ہے؟"

سکندر جیسے ہی کمرے کے اندر داخل ہوا حنان غصے سے اُٹھتا اس کا گیر بان پکڑتے ہوئے دھاڑا۔ سکندر پہلے تو حیران ہوا پھر مسکرایا۔

"اچھا تو میری سویٹ ہارٹ کا نام رمشا ہے تھینکس ورنہ وہ محترمہ تو بتانے کو تیار نہیں تھی۔"

اس نے اس کا کالر جھٹک کر مزے سے کہا تھا۔

"سکندر!!! تم گھٹیا تو تھے ہی تھے مگر تم نے جو بھی کیا وہ نا قابل برداشت ہے کسی لڑکی کو اُٹھالیا وہ بھی اس خاندان سے جہاں میرا رشتہ جڑنے والا ہے۔"

"تمھاری بیوی کو تو نہیں اُٹھایا نا میں نے جس کو اُٹھایا وہ ازل سے سکندر کی تھی میں نے کسی کو نہیں اُٹھوایا بلکہ اس کو اس کی اصل گھر لایا ہوں۔" حنان نے غصے سے اس کے منہ پہ مکا مارا۔ گارڈز نے فوراً اپنی گن نکال کر حنان کی طرف تانی۔ سکندر نے جبڑے کو پکڑ کر انھیں ہاتھ کے اشارے سے روکا۔

"میری بیوی کا تو نام بھی مت لینا۔ ڈی ایس پی رؤف امجد کی بیٹی ہے جس کو تم اپنی سمجھ کر اُٹھا کر لائے ہو۔"

"او یہ تو اور اچھا ہو گیا کم سے کم میرا بدلہ بھی پورا ہو گا تجھ جیسے کمینے نے تو کچھ کرنا ہی نہیں تھا میری بچی ہے ہسپتال میں ہوش و خرو سے بیگانہ بستر پہ پڑی ہے اور کس کی وجہ سے پڑی ہے تمھاری اس عینہ کے باپ کی وجہ سے۔"

"عینا مجھے عزیز ہے تمھاری وجہ سے ورنہ رمشا کی۔۔۔۔"

"سکندر آ گئے سے تو نے بکواس کی تو چار چار گولیاں تمھارے سینے پہ وار کر دوں گا۔"

"باس۔"

"دفع ہو جاو تم سب باہر نکل جاو۔ دوست ہے میرا۔"

سکندر مڑ کر دھاڑتے ہوئے بولا تھا۔

"سکندر جلدی سے رمشا مجھے دے دو اس کی امی ہو سپٹل میں ہے۔ درینہ کا رو رو کر بُرا حال ہو گیا ہے۔ جمال انکل اور رؤف انکل اس وقت بھوکے شیر بنے ہوئے ہیں ان کا شک ابھی تمھاری طرف نہیں گیا مگر وہ وقت دور نہیں ہے اور کچھ اس لڑکی بھی رحم کرو اس بے زبان لڑکی پہ تمھیں زرا سا بھی رحم نہیں آیا۔ سکندر ایک دم ساکت ہو گیا

"بے زبان۔"

حدید عالم فوراً اندر داخل ہوئے تھے۔ فاروق جو آفس میں بیٹھا لیپ ٹاپ پہ مصروف تھا' ایک دم باپ کی آمد پر فوراً اٹھا۔

"ابو آپ! اسلام و علیکم آئے۔ کیسے آنا ہوا؟" وہ چلتے ہوئے ان کی طرف آیا کہ حدید عالم کے چہرے پہ پھیلے اضطراب نے اسے ٹھٹکنے پہ مجبور کر دیا۔

"کیا ہوا ڈیڈ سب خیریت ہے نا؟ آپ پریشان کیوں لگ رہے ہیں۔ بتائیں سب ٹھیک تو ہے ناما ما اور۔۔۔" حداد عالم نے اس کی بات کاٹی۔

"وہ ٹھیک ہیں فاروق مگر ابھی جمال کا فون آیا تھا۔"

وہ ایک دم کہتے ہوئے کرسی گھسیٹ کر بیٹھ گئے۔

"ڈیڈ اتنا سسپنس کیوں پھیلا رہے ہیں بتائیں نا سب ٹھیک ہے؟"

"جمال کی بھانجی کراچی سے آئی تھی۔ درینہ بیٹی کی شادی اٹینڈ کرنے۔ جس دن آئی اسی رات کو ڈھولکی تھی۔ تقریباً رات کے ڈیڑھ بجے رمشا کو کسی نے کیڈ نیپ کر لیا۔ اور باہر کے دو گارڈز بھی بے ہوش پڑے ملے۔ بچے جاگے ہوئے تھے مگر جس طریقہ سے وہ اسے کیڈ نیپ کر کے لے کر گیا ہے۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے وہ کوئی عام آدمی نہیں ہے۔ بیچارے اس کے بہنوئی کا تو بُرا حال ہوا ہے۔ وہ تو بیچارے جمال پر سارا الزام لگا رہے ہیں۔ کل درینہ کی شادی ہے پتا نہیں اس بچی کے لئے مسئلے نہ بن جائے۔"

فاروق ایک دم چونکہ۔

"یہ تو بہت بُرا ہوا ڈیڈ۔"

"اوپر سے وہ بچی بے زبان ہے۔ پتا نہیں کیا کیا ہو گا اس کمینے نے بہت خوف آتا ہے اور خون کھولتا ہے ایسی بات سُن کر۔"

"تو کچھ پتا کروایا کہ اس کے پیچھے کون ہے؟"

"پتا نہیں مگر پولیس والے خاص کر ایمان دار پولیس والوں کے دشمن بننے میں دیر ہی کتنی لگتی ہے۔ مگر اس بچی کے حوالے سے یا رؤف کی فیملی کے حوالے سے کبھی کسی کو دھمکی ہی نہیں ملی تو کسی پہ شک کرنا بہت مشکل ہو رہا ہے۔"

فاروق کو پتا نہیں کیوں لگ رہا تھا جس شخص نے اس لڑکی کو کیڈنیپ کیا ہے وہ اس شخص کو اچھی طرح جانتا ہے مگر ایک دم اس پہ حملہ کرنا صحیح نہیں ہے لیکن پہلے اسی کا پتا کروانا پڑے گا۔

"آپ فکر نہ کریں ڈیڈ۔ ان کا داماد حنان ہے نا۔ وہ تو لازمی کچھ کرے گا۔ میں بھی کچھ لوگوں سے بات کرتا ہوں۔ بیشک ایک وکیل ہوں مجھے ہائر کیا جاتا ہے کہ لوگوں کے حق کے لیے لڑوں مگر انصاف کے لئے میں آواز ضرور اُٹھاوں گا۔ ایک کام کرتے ہیں ان کے گھر چلتے ہیں تب تک میں اپنے بندوں کو بھی بلاتا ہوں۔ واقعی شادی والا گھر ہے جلد از جلد مسلے کا حل نکالتے ہیں۔"

حدید عالم سوچ میں گُم تھے جب فاروق کی آواز سے اپنی دُنیا میں آئے۔

"چلو لیکن فاروق کہی اس سب کے پیچھے وہ تو نہیں ہے جو میں سوچ رہا ہوں۔"

فاروق کہ فون پہ ٹائپ کرتی انگلیاں رُک گئیں۔ گردن موڑ کر اس نے باپ کے پر سوچ' سنجیدہ چہرے کو دیکھا۔

"میرے خیال سے اس پہ شک کرنا مناسب نہیں ہے کیونکہ لڑکیوں کے معاملے میں اس کی رپورٹ صاف رہی ہے مگر کچھ کہہ نہیں سکتے' اگر وہی ہوا جو آپ سوچ رہے ہیں تو واقعی میں وہ اپنے بُرے دن کی تیاری شروع کر دے۔"

●●●

"ہاں بے زبان سکندر! وہ بیچاری لڑکی بول نہیں سکتی۔"

حنان نے تھکے ہوئے انداز میں کہتے ہوئے کرسی پہ بیٹھا۔

سکندر نے اسے ایسے دیکھا کہ اس کے ساتھ اتنا گھٹیا مذاق نہ کیا جائے نہیں تو وہ پاگل ہو جائے گا۔

بے زبان ایک بے زبان لڑکی کو اُٹھالیا۔ اسے وہ سارے پل یاد آرہے تھے جس میں لڑکی نے بولنے کی زرا سا بھی کوشش نہیں کی تھی۔ بہت بار وہ مصیبت میں آئی۔ اس کو چوٹ لگی۔ اس کو سانپ نے کاٹا ہاں وہ کیسے بھول سکتا تھا یہ وہی تو لڑکی تھی جس کی جان بچا کر وہ اس صحیح سلامت ہوٹل چھوڑ کر آیا تھا اور اس لڑکی نے اسے شکریہ بھی نہیں کہا تھا۔ اب جب

Do not copy without Author's permission

اسے کیڈنیپ بھی کر چکا تھا تو زبان کے بجائے اس نے اپنی آنکھوں سے سکندر کو اپنی نفرت دکھائی تھی۔ سر تھام کر اس نے گہرا سانس لیا۔

یہ کیا ہو گیا اس سے۔ اسے کسی طرح اپنی اندر ہسٹرک ہوئے وے بیسٹ کو روکنا تھا۔ مڑ کر کیبنیٹ کو دیکھا تو اُدھر جانے لگا تو اسے روک دیا گیا۔

"سکندر اس وقت شراب پینا مسئلے کا حل نہیں ہے میری بات مان جا ور مشا مجھے دے دو۔ تم نے تو کبھی لڑکیوں میں دلچسپی نہیں لی۔ تمھارا ہی تو کہنا تھا کوئی عورت تمھیں خوشی نہیں دے سکتی سوائے بخت کے یہ تو پھر بھی بے زبان لڑکی ہے یہ تمھیں کیا دے سکتی ہے۔"

اس کی بات سُن کر سکندر پھٹ پڑا' ٹیبل کو زور سے ٹھوکر مارتے ہوئے اس نے دھاڑ کر کہا تھا۔

"مت کہو اسے بے زبان 'نہیں دوں گا اب میں کسی کو وہ میری ہے صرف میری۔ حنان یہاں سے چلے جاو تمھیں یہ تب ہی مل سکتی ہے جب تم اِدھر اس سینے پہ گولیوں کی بوچھاڑ کرو گے۔ (اس نے زور سے اپنے سینے پہ ہاتھ مارا) مجھے ختم کرو گے تب ہی وہ تمھیں مل سکے گی سمجھے !!! وہ اب اس گھر کی مالکن ہے۔ بے زبان ہے تو کیا ہوا۔ مجھے پیاری ہے اور سکندر کو جو چیز پیاری ہو جائے وہ عام نہیں رہتی۔ کیا کروں گا میں اس کا۔ تا عمر اس کی عزت اور احترام کے ساتھ۔ اس کی حفاظت کروں گا اس سے محبت کروں گا۔ نذیر نذیر !!!! "

نذیر تو سکندر کے بلاوے کا ہی منتظر تھا جھٹ دروازہ کھول کر اندر آیا۔

"جی سر! "

"مولوی صاحب کو فوراً بلاؤ اور صدیقہ کو بولو عروسی جوڑا کا انتظام کرے اور کچھ تیاری کر و آج تمھارے بھا کا نکاح ہے۔"

حنان نے غصے سے مٹھیاں بھینچ لی۔

"سکندر تم پاگل ہو گئے ہو۔" سکندر نے سُرخ نگاہوں سے اسے تکتے ہوئے گہرا سانس لے کر خود کو جلد ہی نارمل کیا وہ ایسا ہی تھا تھوڑے دیر وہ کسی بڑھکتے ہوئے جانور سے کم نہیں لگ رہا تھا اور اب ٹھنڈے مزاج کے آدمی کے روپ میں بدلتا وہ نرم لہجے میں بولا۔

"اس کے لئے کہہ رہے ہو تو ہاں میں پاگل ہوں۔ میرے نکاح کا گواہ بنا ہے تو مجھے خوشی ہو گی نہیں تو چلے جاو یہاں سے فیملی کو ٹھنڈا کرو اور خود بھی شادی کر کے اپنی زندگی میں آگے بڑھو رمشا کی واپسی کا کوئی چانس نہیں ہے۔"

"تم غلطی کر رہے ہو؟" حنان کو آخر میں دھاڑنا پڑا۔

"میں جو بھی کر رہا ہوں زندگی میں پہلی دفعہ اپنی دل کی کر رہا ہوں۔"

اب کی بار حنان ایک دم ٹھنڈا پڑ گیا یہ چودہ لفظ اس کے لئے ٹھنڈے پانی کی طرح ثابت ہوئے تھے۔

"زندگی میں پہلی دفعہ تو نہیں دوسری دفعہ بھی کہہ سکتے ہیں مگر مجھے پتا ہے اس دل کے فیصلے میں پچھتاؤں گا نہیں جس طرح تیرہ سال پہلے پچھتایا تھا۔ یہ لڑکی مجھے ٹھوکر نہیں مارے گی جس طرح اس ملک کے رکھوالو سمیت پوری قوم نے مجھ پر ٹھوکر ماری تھی۔ اور ایسی ماری تھی کہ اس دن شیر و مر گیا تھا اور سکندر حدید پیدا ہوا تھا۔"

"سکندر پلیز ماضی کو بھول جاو اس میں تمھارا قصور۔۔۔۔" مگر سکندر نے اس کی بات کاٹی۔

"میں بھول نہیں سکتا۔ بہتر ہے مجھے بھولنے کا نہ ہی کہو۔ خیر میری سیوٹ ہارٹ میرا انتظار کر رہی ہو گی چلتا ہوں۔"

اتنا کہہ کر وہ اپنی داڑھی پہ ہاتھ پھیرتا ہوا وہ چل پڑا۔

"شیرو دُنیا کے لئے بیشک مر گیا ہے مگر میرے لئے وہی شیر و اور اس کی اچھائیاں ابھی بھی زندہ ہیں۔"

دل میں حنان کہتے ہوئے وہاں سے چل پڑا تھا۔

●●

کمرے اس کے مطابق صاف ستھرا ملا ہوا تھا' کمرے کی کھڑکیاں بھی کھلی ہوئی تھیں۔ سورج کی روشنی کمرے میں آ رہی تھی۔ ٹرے ویسے کی ویسے ٹھنڈی پڑ رہی اور رمشا وہ شاید اس وقت واش روم میں تھی۔

سکندر کمرے میں ٹہلتے ہوئے اس کے باہر آنے کا انتظار کرنے لگا۔ چل کر اس نے انٹر کام اُٹھایا۔ ملازم کو نئی ٹرے لانے کو کہا اور دوسرے واپس لے کر جانے کو۔

اتنا کہہ کر اس نے اپنا فون نکالا اور کسی کا نمبر ملا کر کانوں سے لگایا۔

"بھابول رہاہوں بخت کیسی ہے؟(خبر سن کر اس نے دل میں شکر الحمد اللہ کہا) ہوسپیٹل کا ماحول میں اس کو کسی قسم کا سٹریس نہیں ملنا چاہیے۔مجھے بلا رہی ہے اس کو کہنا میں شام تک آجاوں گا تب تک آرام کرے۔ڈسچارج میری مرضی پہ کروایا جائے گا۔زیادہ دن تو اسے ہوسپیٹل رکھوں گا نہیں آتا ہوں تو بتاتا ہوں او کے او کے اللہ حافظ۔"

واش روم کا دروازہ ایک دم کھلا تو وہ لڑکی باہر آئی۔اس کا چہرہ دھلا ہوا' آنکھیں حسب توقع سُرخ' دوپٹہ نماز کے سٹائل میں باندھا ہوا تھا۔

سکندر نے سرتاپا دیکھنے پر اس کی طرف سے نظریں پھیر لیں۔

"کہا تھا کہ ٹرے خالی ملنی چاہیے مگر واقعی ڈھیٹ ہڈی ہیں آپ۔میری طرح اپنے دل کی کرو گی ہمیشہ۔"

رمشا خاموشی سے اسے دیکھتے ہوے سامنے ٹیبل پہ پڑے کاغذ کی طرف اشارہ کرنے لگی۔

سکندر نے اس کے اشارے پہ کاغذ کی طرف دیکھا۔

"پڑھ چکا ہوں کمرے میں آنے سے پہلے ہی مجھے پتا چل گیا تھا کہ تم بول نہیں سکتی اور تمھارا نام رمشا ہے۔ڈی ایس پی رؤف امجد کی بیٹی ہو۔رمشا خوبصورت نام ہے بالکل تمھارے چہرے کی طرح۔"

رمشا نے مٹھیاں بھینچ لی اور غصے سے اس نے نگاہیں ہی موڑ لیں۔غصہ ہی آسکتا تھا مگر سکندر کی نظروں میں ایک چیز اس نے واضع چیز محسوس کی تھیں اس میں بے باکی ہر گز نہیں تھی۔ایک احترام تھا نرمی تھی' جنون بھی کہہ سکتے ہیں مگر غلاظت نہ تھی۔

"آئیم سوری۔"

اب کی بار رمشا ساکت ہو گئی۔

"میں نے تمھیں کیڈنیپ اس لئے نہیں کیا کہ میں نے تمھارے گھر والوں سے بدلہ لینا تھا یا مجھے کسی قسم کی حوس تھی۔ ایسا کبھی مر کر بھی نہیں سوچنا۔ہاں یہ کہہ سکتے ہیں بدلہ ضرور لینا تھا اور تمھارے بجائے میں تمھاری کزن عینہ کو کیڈنیپ کرنے والا تھا۔(اب کی بار رمشا کو لگا اس کا دل بند ہو جائے گا) مگر پھر وہی اندر کا بچے کچے ضمیر نے روکا کہ میں چاہے قاتل ہوں' شرابی ہوں' ڈرگ مافیا ہوں' گنڈا ہوں' ظالم ہوں جو بھی ہوں مگر میں عورت کی عزت کے ساتھ کھیلنے

والا نہیں ہوں۔ جانے ہی والا تھا کہ میری نظر تم پر پڑ گئی تیسری بار تمھیں دیکھا تھا۔ دل نے دغا بازی کر دی۔ تمھیں خود سے دستبردار نہیں کر سکتا تھا اور تمھیں اُٹھا لے آیا مجھے نہیں پتا تھا تم بے زبان ہو۔"

رمشا نے اپنی آنکھیں روز سے بھینچ لیں۔

"مگر اس سے مجھے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ میں تم سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔"

رمشا کو لگا اب تو اس کا سانس لینا مشکل ہو گیا اس نے مڑ کر سکندر کو نہیں دیکھا تھا۔

"اور تمھیں حاصل کرنے سے مجھے کوئی روک نہیں سکتا۔ اس لئے بہتر ہے تم اپنے سب گھر والوں کو بھول جاو۔ اب تمھاری زندگی میں میں ہوں اور میری بھانجی بخت۔"

کسی خواب سے کھینچ کے بے رحم دُنیا میں پھٹکنا کوئی سکندر سے سیکھے۔

"آئی ہوپ تم نے میری معذرت قبول کر لی ہو گی اور اپنا دل میرے لئے صاف کر لیا ہو گا۔ اس سے آگے آسانی ہو گی۔"

سکندر بیشک چالاک اور مکار سہی مگر اندر سے سادے دل کا مالک تھا۔ دل تو خیر اس نے کسی کو ظاہر نہیں کیا تھا سوائے اس لڑکی کے اور اپنی سادگی میں اس نے یہی سمجھا اس سے شاید رمشا کا دل صاف ہو جائے گا۔ دل کیا خاک صاف ہونا تھا الٹا رمشا کو شدید رنج و غم سے دوچار کروا دیا۔ اس کی عزت کا جنازہ نکال کر۔ اس سے زبردستی نکاح کرنے کا کہہ کر یہ کہہ رہا ہے 'سوری میں ایسا نہیں ہوں۔ گھر والوں کو بھول جاو اور آگے بڑھو۔' آگے وہ کیسے بڑھ سکتی تھی؟ اور وہ بھی اس کے ساتھ جس نے بدنامی کا کالک اس کے ماں باپ کے چہرے پہ مل دیا۔

غصے سے رمشا نے واز اُٹھایا اور سیدھا سکندر کی طرف پھینکا۔ سکندر کے سیدھا ٹانگوں پہ جا کر واز گر کر نیچے زمین بوس ہوا۔ لگی تو سکندر کو بڑی زور سے تھی مگر اس کا دھیان رمشا کی طرف تھا جو کہ آگے بڑھ کر سامنے ٹیبل پہ پڑا بلیک مار کر اُٹھانے لگی۔ تیزی سے مڑ کر اس نے دیوار پہ بڑی نفرت اور بڑی سے ہینڈ رائیٹنگ میں لکھا تھا۔

"میں ایک گنڈے سے شادی کرنے کے بجائے مرنا بہتر سمجھوں گی۔"

سکندر نے اسے روکا نہیں تھا نہیں ہی کچھ کہا تھا۔ وہاں کھڑا بس ساکت اس لفظوں کو پڑھ رہا تھا۔

اس کی آنکھیں تیزی سے سُرخ انگارہ ہو گئیں تھیں۔

لب کو اس نے زور سے کاٹے تھے۔ دل میں اُٹھتے اشتعال کو اس نے بڑی مشکل سے قابو کیا تھا۔

رمشا نے مار کر سامنے پھینکنا تھا جو سیدھا سکندر کے بوٹ پہ آ کر گرا تھا۔

"مجھے تمھارا سوری' تمھارا احترام کچھ بھی نہیں چاہیے۔ کچھ بھی نہیں نفرت ہے مجھے تم سے۔"

ہاتھوں کے اشاروں سے وہ اپنی نفرت بیان کر رہی تھی۔ سکندر اسے دیکھتا رہا پھر چل کر اس کے سامنے آیا۔ رمشا ڈٹ کر وہی کھڑی رہی۔ سکندر نے اس کی دلیر آنکھوں کو دیکھا پھر سامنے دیوار پہ لکھے الفاظ کو۔

"انسان کی بہت سے خواہشیں اِس دُنیا میں کبھی پوری نہیں ہوتی سیوٹ ہارٹ۔ جیسے کہ تمھارا مرنا مگر قسمت آپ پر مہربان بھی ہو جاتی ہے اور وہ ہوتا ہے جو آپ چاہتے ہیں جیسے میرا اور تمھارا نکاح ہونا جو کہ شام کے بجائے اسی وقت ہو گا۔ جشن تو خیر میری بچی کی آمد پر ہی ہو گا۔ اس کے ماما بلا آخر اس کی خواہش پوری کر رہے ہیں۔ اب میں دل کی نہیں اپنی بھانجی کی محبت میں تم سے شادی کروں گا خیر کھانا تو اب میں تمھیں کھلاؤں گا تمھارا شوہر بن کر۔ اس طرح کھلانا نہ تمھیں زیب دے گا نہ ہی اس کمبخت ضمیر کو۔ چلتا ہوں تیار رہنا!! ۔"

رمشا نے چہرہ تھام کر جو خود پر ضبط کیا تھا وہی ضبط کو توڑتے ہوئے وہ پھوٹ پھوٹ کر رو پڑی تھی۔ اس کی سسکیاں کمرے میں باخوبی سُنائی دے رہی تھیں۔

"مم میں نے بہت بب بڑا گگ گناہ کیا اللہ۔۔۔ سکندر سے محبت کک کر کے بب بہت بڑا گگ گناہ۔۔۔ م میں نے کِک کیوں آپ سے اس اس کو مانگا۔۔۔"

وہ روتے ہوئے کہے جا رہی تھی گلے میں تکلیف بڑھ رہی تھی مگر دل کی تکلیف سے زیادہ نہیں ہے کہ وہ بولتی نہ۔

"اللہ!! "

وہ اتنا کہہ کر زمین کے بل بیٹھ گئی۔

"اسے میں میری نن نظروں میں بب بُ بُرا کیوں کر نا تھا۔ وہ تو مم میرا محافظ تھا۔"

روتے ہوئے اسے سمجھ نہیں آئی کہ اس نے الفاظ کی آدائیگی بڑے آرام اور آسانی سے کی تھی۔

"امی ااا ابو مج ھے۔۔۔۔۔ معاف کر دیں۔"

اس نے دل پہ ہاتھ رکھتے ہوئے روتے ہوئے کہا تھا۔

"آپ ک کی رم رمشا۔۔۔ نے آپ کو ہمیشہ تنگ ک ک کیا ہے۔"

اس نے ہچکی لیتے ہوئے کہا۔

"ک کیا کرر روں گی میں۔"

آخر کیا کرے گی وہ۔مان جائے گی یا بھاگنے کا راستہ تلاش کرے گی۔ہاں وہ بھاگ سکتی ہے۔کوشش اور اللہ پر بھروسہ رکھے تو کچھ بھی ہو سکتا۔آنسو پونچھتے ہوئے اس نے کھلی کھڑکی کو دیکھا جہاں ٹیرس کا راستہ تھا۔

••

"جس جس پہ آپ کو شک ہے اس کی لسٹ مجھے فوراً تھمائیں بھیا۔میں ان سب کی جان لے لوں گا۔"

"تمھارا دماغ خراب ہو گیا ہے حداد۔کیا کرو گے تم رات کے ٹائیم سب کے جاگنے کے باوجود' گارڈ کی موجودگی کے باوجود وہ خبیث بڑے آرام سے ہماری بچی اُٹھا کر لے گیا۔تم بھی کمرے میں بند تھے لیکن اُٹھے ہوئے تھے نا کچھ کر سکے ؟ نہیں نا تو کیا اب کیا کرو گے ہمیشہ کی طرح کمرے میں بند رہو۔رؤف سارا ابلیم مجھ پر اور تم پر لگا کر چلا گیا۔اور اب آپ صاحب بہادر کو جوش چڑھ گیا۔"

جمال عزیم سٹک کو ٹیبل پہ پھینکتے ہوئے خاصے جلال میں لگ رہے تھے۔

"جمال بس کرو کیوں اسے کچھ کہہ رہے ہو اس بیچارے کا کیا قصور ہے۔یہ بیمار تھا۔"

"امی بس کر دیں بیماری بیماری کا کہہ کر ان صاحب بہادر کو سر پہ چڑھا دیا ہے۔اگر اتنا بیمار تھا تو ہوسپیٹل میں مستقل طور پہ رکھ دیتے اس کو یا مینٹلی مسئلہ تھا تو پاگل خانہ بھی تھا یہی پاس میں مگر آپ نے کہا نظروں کے سامنے رہے گا۔ان چودہ سالوں میں اس نے کوئی ڈھنگ کی شکل بھی دکھائی ہے۔"

"بھیا!! مجھے ڈسکس کرنے سے بہتر ہے آپ سب رمشا کی فکر کریں۔" وہ غصے سے چلایا تھا کہ جمال عزیم نے اس کی بات کاٹی۔

"ہم کر رہے ہیں اس کی فکر!! تم جو اپنا کام کر رہے ہو وہ کرو۔کمرے میں بند ہو جاو۔اپنا غم بیٹھ کر مناؤ۔امی اس کی وجہ سے اس کی وجہ سے وہ بچی بے زبان ہوئی۔"

حداد کو لگا کسی نے کوڑے بڑے زور سے اس کے دل پہ مارے ہو۔

"اور اسی کی وجہ وہ وہ معصوم بچی اغوا ہو گئی جو ہماری منتوں ترلوں کرنے کے بعد آئی تھی مگر ان صاحب کو تو اس بچی کی خوشیاں راس نہیں ہیں۔"

"جمال بس کر دو حداد میرے پاس یہاں آو۔"

ماں تڑپ کر اُٹھتے ہوے بڑے بیٹے کو روکتی چھوٹے کے پاس آئی۔

"نہیں بولنے دیں امی انھیں صحیح تو کہہ رہے ہیں یہ۔"

سرُخ' نمی سے بھری آنکھوں میں دیکھتے ہوے وہ کرب سے بولا تھا۔

"حداد اس کی بات سریس نہیں لینا ابھی بیٹا پریشان ہیں نا بھائی چلو میرے ساتھ۔"

"امی میں پاگل نہیں ہوں جو اس بات پر سب کا حشر کر دوں گا۔اسی بات نے تو میری آنکھیں کھولی ہیں۔رمشا کا مجرم میں ہوں اور رمشا کو لاؤں گا بھی میں۔ تھینکس بھیا اب جب تک رمشا اس گھر می۔ باحفظت نہیں آجاتی تب تک اس گھر کے دروازے میرے لئے بند ہیں چلتا ہوں۔"

جمال عزیم کو اس بات پر جھٹکا لگا۔ماں تو گویا پاگل ہو اُٹھی۔

"حداد میری بات سُنو۔۔۔۔حداد!!! ارے کوئی میرے بچے کو روکو۔جمال!! بھائی کو روکو۔" حداد تیز تیز قدم اُٹھاتا مین دروازے کی طرف آیا۔اس نے دیوار کی ساتھ لگی کی چین سیٹ پہ لگی گاڑیوں کی چابیوں کو بڑی عجیب نظروں سے دیکھا تھا۔ نظروں کے سامنے وہ کلابازی کھاتی گاڑی اس کے سامنے گزر رہی تھی۔رمشا کی معصوم سسکیاں اس کی کانوں میں گونج رہی تھیں۔اس نے تیزی دماغ کو جھٹکا اور جھٹ سے چابی سٹینڈ سے نکالی اور نکل پڑا۔

"گیٹ کھولو!!! "

سامنے کھڑے گارڈ کو کہہ کر اس نے سفید گاڑی کا دروازہ کھولا۔

"حداد میرے بات سُنو حداد۔۔۔"

"چاچو رُک جائے۔"

عینہ باپ کے سائڈ سے گزرتی اس کے پاس آئی جو گاڑی میں بیٹھ چکا تھا۔عینہ نے شیشے پہ ہاتھ مارتے ہوے کہا۔

"چاچو جذباتی مت ہوے باہر نکلے۔چاچو ہمیں آپ کی ضرورت ہے۔"

حداد نے بے بسی سے اسے ایک نظر دیکھا پھر اس نے گاڑی سٹارٹ کر دی۔

"چاچو پلیز!! نکلے گاڑی سے۔"

گارڈز نے گیٹ نہیں کھولا تھا۔ حداد کو گاڑی کا ہارن زور سے بجانا پڑا۔

"چاچو پھوپھو ہسپتال میں ہیں' مشی غائب ہے۔

۔سارے پریشان ہیں' دادو بیمار ہیں آپ ایسے نہیں کر سکتے۔۔۔۔ ہمیں۔۔"

حداد نے گاڑی کا سٹیرنگ تھام کر گاڑی پیچھے کی۔

جمال عزیم نے تھکے ہوئے انداز میں کہا۔

"کھول دو گیٹ!!! "

انھیں پتا چل گیا تھا کہ وہ ابھی کسی کی بات نہیں سُنے گا۔

"عینہ پیچھے ہو جاو!!! "

"چاچو!! "

حداد نے گاڑی تیزی سے پیچھے موڑتے ہوئے انھیں دیکھا نہیں تھا اگر وہ انھیں دیکھتا تو وہ کمزور پڑ جاتا۔ لمبی گہری سانس لیتا وہ گاڑی سٹریٹ میں لے آیا تھا اور ہمت کر کے اس نے گاڑی آگے بڑھائی۔

••※※••※※•※※※••※※•••※※※※••

"بھا چار ریسٹورنٹ تو کمال کے چل رہے ہیں آپ کے کوئی گڑ بڑ نہیں۔ بس ایک میں مسئلہ یہ ہو رہا ہے کہ وہاں بار بار پولیس کا چکر آئے دن لگ رہا ہے۔ دوسرا سُنا ہے کہ آپ کے ہوٹل اور پلازے کی سٹاف آئے دن چھوٹی سی چھوٹی بات پر فساد پھیلا رہی ہے۔ آپ کی دھمکی بھی دی گئی مگر پتا نہیں ان سب کو کیا ہو گیا ہے۔" اس کی بات سُن کر سکندر نے تیزی سے کہا۔

"میرا اس وقت دماغ مت خراب کرو یہ سب کچھ اپنے کالے دھندے کو چھپانے کے لئے کھولے تھے تو اس کی ذمہ داری بھی میں نے کسی پہ تھوپی تھی کہاں دفعان ہے وہ؟ ایم ڈی صاحب سے میری ملاقات کرواو۔ کام صحیح سے کر رہا ہے تو

ٹھیک نہیں تو اشعر بھی ہے آج نوکری کے لئے مارا مارا گھوم رہا ہے خیر ریسٹورنٹ کی تفصیل بتاؤ اور کون سا پولیس والا چیکنگ کر رہا ہے۔"

سگریٹ کا آخری کش لے کر اس نے سامنے پڑی ایش ٹرے میں سگریٹ مسلی پھر مڑ کر وہ اپنی بات جاری کرنے لگا کہ اسے دور ہی وہ گلابی آنچل نظر آیا۔ پتا نہیں شاید اسے لگ رہا تھا۔

"جی سر۔"

رمشا نے زور سے دوپٹے کو کس کے ریلنگ کے کونے سے باندھا پھر اس نے نیچے دیکھا تو اس کا سر چکرا گیا۔ دوپٹہ تو بہت چھوٹا تھا اوپر سے شیفون کا تھا اس نے تو لازمی پھٹ جانا تھا کیا کرے۔ بے وقوفی کی بھی حد ہے رمشا۔ اس نے خود کو بے اختیار کوسا اور اس کے دماغ میں آئیڈیا آیا بیڈ شیٹس۔

"بات سُنو زرا اس کونے میں راکی' ڈیمی کو چھوڑنا۔"

نذیر کو اشارہ کر کے اس نے کہا۔

"خیریت بھا کوئی گھسا تو نہیں ہے؟ چور وغیرہ۔"

سکندر مسکرایا۔

"ہاں چور ہی ہے وہ میرا دل ہی تو چرایا اس نے۔"

اتنا کہہ کر وہ گھر کے اندر کی طرف بڑھا۔

کنڈی تو وہ لگا چکی تھی۔ جتنی دیر میں وہ یہاں پہنچے گے اور سکندر دروازہ کھولنے کے لئے ٹیم بلائے گا وہ یہاں سے بھاگ جائے گی ہاں مگر اس کا دل دھڑک رہا تھا جتنا آسان اسے یہ سب دکھائی دے رہا تھا۔ اتنا ہی خطرناک اور مشکل تھا۔

دوسری بیڈ شیٹ کی تلاش میں وہ تیزی سے ڈریسنگ روم گھسی وہاں موجود الماری سے اس نے دوسری بیڈ شیٹ ڈھونڈی جو اسے کافی اوپر والے شیلف پہ دکھائی دی۔

رمشا کو غصہ آیا بھلا اتنی اوپر بیڈ شیٹ کون رکھتا ہے۔ کچھ سوچ کر اس نے ایک پاؤں شیلف پہ رکھے اور دوسرا اسی شیلف کے اوپری حصے میں رکھنے ہی والی تھی جب دو مضبوط' کھردرے سخت ہاتھوں نے اس کی کمر پکڑ کر اسے اونچا کیا۔ رمشا کا دماغ بھک سے اُڑ گیا۔

"کوئی بات نہیں سویٹ ہارٹ اب آپ کا ہاتھ پہنچ جائے گا لو جلدی سے پھر بھاگنا بھی ہے نا آپ نے۔"

سکندر کی شرارت سے بھری آواز پر وہ بس ساکت کے علاوہ کچھ نہیں ہو سکتا تھی۔ سکندر نے اسے نیچے کیا اور اسے سر تا پا دیکھا پھر اس نے بے اختیار تالی بجاتے ہوئے 'واو' کہا۔

"کیا بات ہے محترمہ آپ کی۔ مطلب کیا کہنے آپ کے رمشا رؤف دوپٹہ باندھ کر نیچے اُترنے کی کوشش کر رہی تھی جس طرف میرے ہزار بندے کھڑے ہوئے تھے!"

وہ کہتے ہوئے ایک دم چُپ ہو گیا ورنہ اس نے کہتے ہی غصے سے پاگل ہو جانا تھا اپنے مزاج کا اچھی طرح پتا تھا۔

رمشا نے سر اُٹھایا نہیں تھا بس مٹھیاں بھینچ لی تھی۔ اتنی زور سے کہ انگلیاں اور ہاتھ یک دم سفید ہونا شروع ہو گئے تھے۔

"میں الریڈی بہت سے لوگوں کو مار چکا ہوں مگر تم کیوں چاہتی تھی میں اپنی ہی بندوں کو مار دوں۔ یہ۔۔۔"

اس نے رمشا کی سراپے کی طرف اشارہ کیا۔

"میری نظروں کے لئے ہے۔ انگلش میں فور مائی ائیز اونلی۔"

اب کی بار رمشا نے غصے سے سر اُٹھا کر اسے دیکھا۔ سکندر اس طرف چلتا ٹیرس کی طرف آیا کتے کھول دیے گئے تھے اور وہ بھوکنے کے بجائے چُپ چاپ اس جگہ ارد گرد منڈلا رہے تھے۔

سکندر نے آنچل ریلنگ سے نکالا اور ٹیرس کا دروازہ بند کر کے اس طرف آیا جہاں رمشا دروازہ کھول کر باہر کی طرف بھاگ رہی تھی سکندر پھرتی سے اس کے پاس آیا اور اس کا بازو پکڑا۔ اب کی بار رمشا اپنا بازو اس کی گرفت سے نکالنے کی بھرپور کوشش کرنے لگی۔ اسے نہیں کرنا نکاح۔ اسے سکندر کے ساتھ نہیں رہنا بھاڑ میں گئی ایسی فینٹسی لعنت ہو ایسی فینٹسی پر جس نے اس کے ماں باپ کا سکھ چین چھین لیا ہو ان کی عزت کو روند دیا ہو۔ چھڑواتے ہوئے اس کی آنکھوں سے چھلکتے آنسو بے قابو ہو گئے تھے۔

"پیچھے مڑنا لا حاصل ہے رمشا ساری کشتیاں جل چکی ہیں اب آگے دیکھو آگے تمھارا سکندر ہے۔"

سکندر نے اس کو بازوں میں لے کر اس کو کنٹرول کرنے کی بھرپور کوشش کی۔ رمشا نے اس کی بات پر زوردار تھپڑ سکندر کے منہ پہ مارا۔ سکندر ایک دم ٹھہر گیا مگر اس نے رمشا کی گرد گرفت ڈھیلی نہیں کی تھی۔

"یہ کشتیاں تم نے جلائی ہے سکندر تم نے۔ کیوں آخر کیا بگاڑا تھا میں نے تمھارا۔"

وہ بے زبان لڑکی اس کا گیر بان پکڑے آنکھوں سے کہہ رہی تھی کہ کیوں کیا ایسا کیوں؟

سکندر نے دوپٹہ اس کے سر پہ اوڑھ کر اسے سنبھالا اور اسے بستر پہ بٹھایا۔

"تھوڑی دیر کے لئے آرام کر لو پھر اس بارے میں بات کرتے ہیں۔" اتنا کہہ کر وہ اُٹھ کھڑا ہوا اور کمرے سے نکل گیا۔

....

"سائن کرو اس پہ۔"

سکندر نے گن ٹیبل پہ رکھتے ہوئے' سامنے پڑے نکاح نامے کی طرف اشارہ کیا۔

رمشا جس نے اپنے گرد بازو لپیٹے ہوئے تھے' سُرخ نظروں سے اس کے خوبصورت چہرے کو دیکھتے ہوئے نفی میں سر ہلایا۔

"بہت شوق ہے تمھیں مرنے کا جو کہہ رہا ہوں وہ کرو۔"

وہ دھاڑتے ہوئے ٹیبل پہ ہاتھ مارتے ہوئے بولا۔ مقصد اسے ڈرانے کا تھا ورنہ شروع میں وہ اس کے ساتھ سرد لہجہ استعمال کر رہا تھا۔

اب کی بار رمشا نے سر اثبات میں ہلایا اور گن اُٹھا کر اسے دی۔ مطلب کہ کہہ رہی تھی کہ چلاو گولی وہ نہیں کرے گی سائن ۔

سکندر اسے دیکھتا رہا پھر اس کے چہرے پہ مسکراہٹ آئی۔ عجیب مسکراہٹ۔

"ڈیرنگ ہو خاصی!! موت سے خوف نہیں آتا نائس۔ ویری نائس ماننا پڑے گا ڈی ایس پی کی جو بیٹی ہو۔"

اس کی تیز نظروں کی تاب نہ لا سکی اور نظریں پھیر چکی۔

اس سے گن لینے کے بجائے اس کی کلائی پکڑ کر گھسیٹا اس کا چہرہ اپنے قریب کرتے ہوئے گن اس سے لی اور اس کے گال پہ تانی۔ رمشا کا دل رُک گیا۔ وہ کیا اسے مار دے گا؟ ہاں اس ذلت سے اچھا ہے وہ اسے مار دے۔

سکندر اس کے غصے سے سُرخ چہرے کو دیکھتے ہوئے بولا۔

"کیا ہوا ڈر لگ رہا ہے تتنت بیچاری ایک تو بے بس ہوا اوپر سے گونگی۔ دل میں تو خوب گالیاں دے رہی ہو گی۔ ہائے تمھاری اس (نال سیدھا گردن پہ لے کر گیا) خوبصورت آواز سے تو میں محروم رہ گیا۔"

رمشا نے اپنی کلائی جھٹکنے کی بھرپور کوشش کی مگر سکندر کے فولادی شکنجے سے نکلنا آسان کہاں تھا۔

"آخری بار کہہ رہا ہوں لڑکی سائن کرو ورنہ ساری زندگی کا رونا ہوگا۔اپنے آپ سے نگاہ ملانے کے قابل نہیں چھوڑوں گا تمھیں۔"

اس کی سرد آواز نے رمشا کو ساکت چھوڑ دیا۔

سکندر اس کے چہرے کے مزید قریب ہو گیا کہ رمشا تیزی سے آنکھ کھول کر اُٹھی۔ تیزی سے سانس لیتے ہوئے اس نے اطراف کا جائزہ لیا۔ کمرے میں اندھیرا تھا۔اس کا چہرہ پسینے سے بھرا ہوا تھا۔

چہرے کو ہاتھ لگاتے ہوئے اس نے خود کو یقین دلایا جو ابھی دیکھ رہی تھی وہ خواب تھا ہاں خواب سکندر اتنا گر نہیں سکتا وہ ایسا نہیں کرے گا ہاں مگر وہ ہے کہاں وہ تو کہہ رہا تھا نکاح ہو گا۔ وہ اپنے گرد کمبل ہٹا کر اُٹھی اس نے پیر وڈن فلور پہ رکھے بالوں کو پیچھے کر کے اس نے محسوس کیا دوپٹہ اس کے گلے میں تھا۔ہاتھ بڑھا کر سائیڈ ٹیبل سے لمپ کا بٹن تلاش کیا اور دو منٹ میں بٹن مل گیا۔ ہلکی سی روشنی کمرے میں آئی تو اس نے سامنے وال کلاک کی طرف دیکھا۔ جہاں رات کی آٹھ بج رہے تھے۔اس کا منہ حیرت سے کھل گیا۔ وہ اتنی دیر سوتی رہی اسے یقین نہیں آ رہا تھا۔ بستر سے اُٹھ کر وہ دروازے کی طرف آئی ہینڈل کو آہستگی سے پکڑ کر اس نے دورازے کو احتیاط سے کھولا۔

"تم کمینوں نے کیوں اسے بتایا۔اب دیکھ لو مجھ سے پوچھ پوچھ کر مجھے ہلکان کر دیا ہے کہ وہ اس لڑکی سے ملنا چاہتی ہے اور وہ محترمہ ابھی مان نہیں رہی اور تم لوگوں کو پہلے ہی شوق تھا ڈنڈھورا پِٹنے کا۔"

"بھا ہمیں معاف کر دیں۔ بخت بی بی نے مالکن کا لہنگا دیکھ لیا تھا تو وہ سمجھی ان کا لہنگا ہے جب انھوں نے دیکھا کہ وہ لہنگا ان کا نہیں ہے تو۔۔۔" سکندر نے اس کی بات دُرشتی سے کاٹی۔

"بس بس کوئی صفائی مت دو مجھے۔اپنی شکلیں گُم کرو سب۔ صبح سے سر گھمایا ہوا ہے میرا۔"

"صاحب جی بخت بی بی آپ کو بلا رہی ہیں کہتی ہیں ماما سوپ پلائے گے۔"

"ایک تو یہ بخت پتا نہیں کب بڑی ہو گی اس کو بولو میں آ رہا ہوں۔"

رمشا کو اس کی آوازیں نیچے کی طرف سُنائی دے رہی تھیں۔

گولائی کی سیڑھیوں کی طرف آتے اس نے محسوس کیا کہ سکندر اس طرف آرہا ہے پہلے تو اس نے سوچا کہ اندر بھاگ جائے مگر ہمت کر کے وہی کھڑی رہی یہاں تک کہ سکندر اوپر پہنچ گیا اور اسے دیکھ کر رُک گیا۔ وہ اس وقت بالکل تیار کالی جینز کے اوپر سفید کُرتا پہنے ہینڈسم لگ رہا تھا۔ بڑھی ہوے داڑھی شاید اس نے ٹرم کروائی ہوئی تھی۔ اسے دیکھ کر سکندر کے چہرے پہ ہلکی سی مسکراہٹ آئی۔

"اُٹھ گئی فریش فیل کر رہی ہو نا؟ کپڑے ابھی کچھ دیر میں تمھاری الماری میں سیٹ کر دیے جائے گے تو تیار ہو جانا۔"

رمشا نے آگے سے کوئی رد عمل نہیں دکھایا بس خاموشی سے اسے دیکھتے نظر گھمالی۔

"دل ہی دل میں کتنی دفعہ کوس چکی ہو؟

خیر آؤ تمھیں اپنی بھانجی سے ملواتا ہوں سمجھو تمھاری نند ہی ہے۔ نندوں والا سلوک کرے تو مائینڈ مت کرنا۔"

اس نے اس کا ہاتھ پکڑنا چاہا کہ رمشا ہاتھ پیچھے کر چکی تھی۔

"اوکے یار نہیں پکڑتا ہاتھ یہ دیکھو ہاتھ اوپر کر چکا ہوں۔"

اس نے ہاتھ سرینڈر کرنے کے انداز میں اُٹھائے رمشا نے آنکھیں بند کی۔

"ویسے لکی ہو ایک تم ہو اور دوسری بخت جس سے میں نرمی سے پیش آیا ہوں۔ آؤ وہ سامنے اسی کا کمرہ ہے۔"

وہ چل پڑا تو رمشا نا چاہتے ہوے اس کے پیچھے آئی کیا پتا اس بھانجی سے کوئی بات کر کے دیکھے تو سکندر اسے واپس بھیج سکتا ہے مگر اس کی یہ سب سے بڑی غلط فہمی تھی کہ ایسا ہو جانا تھا۔

•••

"شکر ہے آپ آئے ماما ورنہ میں نے ہنگامہ کرنے میں سکی۔۔۔۔۔۔"

ماما کا چہرہ جیسے اس نے دیکھا بس پھر بخت میڈم شروع ہو گئی مگر ان کی بات اس وقت ادھوری چھوٹ گئی جب اس نے ماما کے پیچھے ایک بڑی پیاری' معصوم اس سے کچھ بڑی لڑکی کو دیکھا۔

"ہاں ہنگامہ کرنے میں تو آپ ماسٹر ہیں مجھے اب کوئی کام کرنے دیں گی بھلا۔"

رمشا نے بستر پہ نیم دراز' اس چھوٹی سے مگر بیحد خوبصورت لڑکی کو دیکھا جس کا چہرہ زردی مائل ہوا تھا اور ایک ہاتھ میں ڈرپ بھی لگی تھی۔ بولتے ہوئے تو کہی سے نہیں لگ رہی تھی کہ وہ بیمار ہے مگر جیسے اس کی نظر رمشا بھی پڑی تو اس کی بات ادھوری چھوٹ گئی۔

"منہ بند کرو مکھی چلی جائے گی اور یہ لو لے آیا دلہن میری شادی کا بہت شوق چڑھا ہوا تھا تمھیں اور رمشا یہ ہے میری بیٹی میرا مطلب ہے میری بھانجی بختاور عالم۔"

بختاور ماما کو ایسے دیکھتی رہی جیسے ان کی دماغی حالت پر شبہ ہوا ہو۔ سکندر سمجھ گیا تو آنکھیں گھماتے ہوئے بولا۔

"میں سچ کہہ رہا ہوں بخت مجھے ایسی لڑکی بلا آخر مل گئی ہے۔ زیادہ محنت نہیں کرنی پڑی۔ اللہ تعالی نے میری مدد کر دی۔"

رمشا کا دل کیا اس کا سر پھاڑ دے۔

"ماما آپ کی طبیعت تو ٹھیک ہے نا آپ اور لڑکی؟"

"کیوں میں لڑکی پسند نہیں کر سکتا۔ اتنا بھی میں پاگل نہیں ہوں۔" سکندر نے خفگی سے کہا۔

"مجھے یہاں گولی لگی ہے اور آپ نے پیچھے سے لڑکی ڈھونڈ لی۔"

اب کی بار رمشا کو جھٹکا لگا۔ اس نے بختاور کو دیکھا جس کے جسم چادر میں ڈھکا ہوا تھا تو گولی کہاں لگی۔

"بختاور فضول مت بولا کرو میں نے مارنا ہے!!! "

بختاور کا منہ بن گیا۔

وہ چل کر بخت کے پاس آیا اور سامنے پڑی ٹیبل پہ ٹرے دیکھی کھانا ٹھنڈا ہو چکا تھا۔

"ایک تم اور ایک یہ ملازم دونوں نے میرا سر گھمایا ہوا ہے اب دوسرا کھانا منگوانا پڑے گا۔"

"بات سُنیں"

اس نے پہلے ماما پھر رمشا کو دیکھا پھر اس نے رمشا کو مخاطب کیا۔

رمشا نے اسے نرمی سے دیکھا۔

"ماما سے آپ نے شادی کر لی؟"

ماما؟

"ماموں ہوں اس کا مگر چونکہ ایک ماں کی طرح اس کا خیال رکھتا ہوں تو یہ مجھے ماما بلاتی ہے۔"

سکندر نے انٹر کام سے بات کر کے مڑتے ہوئے اس کی الجھی آنکھوں کو دیکھ کر کہا۔

"اور نہیں بخت ہم نے شادی نہیں کی۔ شادی اب تم کرواو گی ہماری۔"

"ہیں سچ میں ! مگر ماما ابھی تو میں بہت بیمار ہوں۔ ابھی تو فنکشن ڈیسائڈ کرنے ہیں پھر تیاریاں' شاپنگ کارڈ اور۔۔۔" بیمار ہونے کے باوجود بخت میڈم جھٹ جلد باز ہوگئی۔ سکندر اس نے ٹوکا۔

"وہ سب بعد میں جب تم ٹھیک ہو جاو گی ابھی صرف ان محترمہ کو کہو کہ پیپرز پہ سائن کر دیں۔"

"پیپرز؟ کون سے پیپرز؟ آپ کوئی ان سے جائیداد تو نہیں لینے والے۔ اگر ایسا ہے تو میں بالکل ایسا نہیں ہونے دوں گی ۔دس از رانگ۔"

اس بات پر رمشا کے چہرے پہ نجانے کیوں مسکراہٹ آگئی۔ سکندر بھی ہنس پڑا تھا۔

"لڑکی جائیداد مانگتا تو یہ اس محترمہ نے سائن کر کے دے بھی دینا تھا مگر میں جو مانگ رہا ہوں وہ نہیں دے رہی۔"

"آپ انھیں ایسا کیا نہیں دے رہی جو یہ مانگ رہے ہیں؟" اب وہ سیدھا رمشا کو بولی۔

"یہ تمھیں جواب نہیں دے سکتی بخت مگر انھیں پلیز کہو میری بات مان جائے۔"

"کیوں نہیں دے سکتی جواب؟"

"یہ اسی سے پوچھو۔"

"اُف آپ تو میرا سر گھما رہے ہیں سیدھی بات کریں ماما اچھا اِدھر کان لائے۔"

"کیوں؟" سکندر نے اچھنبے سے اسے دیکھا۔

"جو بولا ہے وہ کریں نا۔"

وہ کان قریب لایا تو بولی۔

"آپ کو یہ اچھی لگتی ہے؟"

"اگر نہ لگتی تو محترمہ کو اُٹھوا کر لاتا۔"

"کیا!!!! "

"میرا مطلب شادی کے لئے کہتا۔"

بخت نے مشکوک نظروں سے دیکھا۔

"سچ بتائیں ماما کہی کیڈنیپ تو نہیں کیا؟ میں نے ایک ناول پڑھا تھا اس میں لڑکا جب لڑکی کو۔۔۔۔۔۔" اس کی سپیڈ کو سکندر نے پھر بریک لگایا۔

"نہیں کیا میں نے کیڈنیپ!! بس ان محترمہ کو بولو مجھ سے شادی کر لے ورنہ میں۔۔۔۔"

"کیا میں؟ ماما آپ انھیں ڈانٹے گے۔ کیوں اتنی پیاری لڑکی کو ڈانٹے کے لئے شادی کر رہے ہیں۔"

"نہیں اسے ماروں گا وہ بھی گولی سے۔"

"رہنے دے مکھی نہیں ماری جاتی آپ سے گولی مارے گے۔"

اس کی بات پر نجانے کیوں رمشا کو ہنسی آئی ہاں یہ لڑکی اس کی مدد کر سکتی ہے۔ وہ اس کے پاس آکر سمجھانے کا ارادہ کرنے کے لئے آگے بڑھی تھی کہ ملازم نے دستک دی۔ سکندر نے گھوم کر دیکھا تو نکاح کے پیپر زنذیر لے آیا تھا۔ سکندر چلتے ہوے اس طرف آیا کہ رمشا نذیر کی نظروں سے اوجھل ہو جائے۔

"دو مجھے اور جاو ملازمہ کو جلدی بھیجو کب سے کہا ہے کدھر ہے کھانا!"

"جی سر آرہا ہے۔" سکندر پیپرز لے کر صوفے پہ آ بیٹھا۔ اوران کو ایک نظر دیکھ کر دستخط کرنے لگا اور جب اپنے کام سے فارغ ہو گیا تو رمشا کی طرف آیا۔

"زبردستی نہیں کروں گا مگر یہاں سے جانے نہیں دوں گا۔ میری نہیں ہوئی تو کسی کا نہیں ہونے دوں گا۔ اس لئے اچھا ہے کہ میری بن جاو۔"

"واو یہ ڈائیلوگ ماما کے منہ سے نکل رہے ہیں بڑا ہی کوئی فلمی سین لگ رہا ہے مجھے۔"

سکندر بخت کی بات پہ صرف مسکرا ہی سکتا تھا اس نے رمشا کے سامنے پیپرز اور پین رکھ دیے اور پیچھے ہو گیا۔ رمشا نے نکاح نامے کے اوپر ایک کاغذ کو دیکھا اور اسے میں بڑی خوبصورت ہینڈ رائیٹنگ میں کچھ لکھا ہوا تھا اس نے سکندر کو دیکھا جو خاموشی سے اسے ہی دیکھ رہا تھا۔ رمشا آگے بڑھی اور بڑی ہمت کر کے اس نے کاغذ اُٹھایا۔

"تمھارے ماموں جمال عظیم نے میری بخت پہ گولی چلائی تھی۔ زندگی اور موت کی جنگ لڑ کر میری بچی زندگی کی طرف آئی ہے بروقت میں نہ پہنچتا تو پتا نہیں کیا ہو جاتا۔ میرا ہمیشہ سے یہی اصول رہا ہے کہ دھندے کے معاملے میں عورتوں کو کبھی بیچ میں نہیں لایا جاے اور آگے بھی ایسا کوئی ارادہ نہیں تھا لیکن آپ کے ماموں جان کو چین نہیں تھا۔ میری بچی کو گولی مار کر جب میں نے اسے دھمکی دی تھی کہ تمھاری بچی کے ساتھ ایسا کروں گا تو اس نے میرا فون کاٹ دیا اس نے سمجھا میری دھمکی دھمکی ہی ہے مگر میں اپنی زبان پہ قائم رہا ہوں اور اسی نیت سے اس کے گھر گیا مگر قدرت کو شاید کچھ اور ہی منظور تھا خیر تمھاری پوری فیملی کو پتا چل گیا ہے انھوں نے کوئی کروائی نہیں کی تمھارے ماں باپ کے لئے تم مر چکی ہو۔ یہ نہیں تھا کہ تم کیڈنیپ ہو گئی ہو بلکہ تمھارے ماموں اور تمھاری کزن کا کہنا ہے کہ تم کسی کے ساتھ بھاگ چکی ہو۔"

سچ سے لے کر جھوٹ تک اس نے اس کاغذ میں لکھ دیا تھا۔ رمشا کو حاصل کرنے کے لئے اگر جھوٹ بھی بولنا پڑے تو جھوٹ ہی سہی۔

رمشا کے ہاتھ اس کاغذ کو پڑھتے ہوے کانپ گئے۔ اسے یقین نہیں آرہا تھا۔ نہیں ماموں اور عینہ ایسا نہیں کر سکتے۔

"اپنی عزت بچانے کے لئے وہ کسی کی عزت داو پہ لگانے کے لئے تیار ہیں۔"

سکندر اس کا انداز سمجھ گیا تھا اس لیے بولے بغیر نہ رہ سکا۔

رمشا کو لگا وہ سانس نہیں لے سکے گی۔ نہیں وہ لوگ اتنے بُرے نہیں ہو سکتے۔

"یقین نہیں آتا تو یہ لو فون اور بات کر لو اگر تمھیں بلا لیا تو ٹھیک ہے چلی جانا نہیں تو پھر سامنے پڑے کاغذ ہیں اپنے ہاتھ مجھے تھما دو۔"

"ماما کیا ہوا یہ سب کیا ہو رہا ہے؟ آپی بتائیں کیا لکھا ہے اس میں۔"

"رمشا وہ لوگ اچھے نہیں ہیں۔ تم مت بات کیا کرو ان سے۔"

"آپ کو میری بات سمجھ نہیں آتی۔ باپ ہوں کہ دشمن۔ جو کہہ رہا ہوں بھلے کے لئے کہہ رہا ہوں ان سے دور رہو۔"

"پہلے آپ سے آپ کی آواز چھین لی تھی اب یہ چاہتی ہیں کہ آپ کو ہم سے چھین لیں نہیں رمشا ہم نے بہت غم برداشت کر لئے اب نہیں۔"

"سب حداد کی وجہ سے ہوا ہے ورنہ آج میری بچی اپنے گھر کی ہو جاتی۔"

پتا نہیں کیوں بابا کی آواز بار بار کانوں میں گونج رہی تھیں۔عینہ اس لئے اصرار کر رہی تھی کہ وہ لاہور آئے ورنہ بڑے بھیا کی شادی ہوئی تھی اس میں بھی اس نے اتنا نہیں کہا تھا کہ اس کی خاطر اٹینڈ کر لو۔"

"آپی آپ رو کیوں رہی ہیں ماما بتائیں نا؟ مجھے ٹینشن ہو رہی ہے۔"

"بخت کچھ نہیں ہوا یہ لو کھانا آگیا اِدھر رکھ دو۔"

سکندر نے بخت کی توجہ دوسری طرف کرنی چاہی۔

رمشا نے اپنی آنسو تیزی سے صاف کیے اور پین اُٹھا کر بنے سوچ سمجھے ان کاغذوں کو اُٹھا کر دیکھا پڑھا پھر دستخط کرنے شروع کر دیے اگر اللہ تعالی ایسا ہی چاہتے ہیں تو ایسا ہی سہی اگر اس نے سکندر کی زندگی میں ایسے ہے آنا تھا تو ایسا ہی سہی ۔اس کا دل بہت بُری طرح ٹوٹا تھا اور ایسے ٹوٹا تھا کہ ساری عقل کھا گی تھی۔ سکندر نے کن آنکھوں سے دیکھا تو ایک منٹ کے لئے تو دنگ رہ گیا۔

اس لڑکی نے اتنی آسانی سے اس کی بات پر یقین کر لیا تھا۔

سکندر کمینہ ضرور ہے مگر جھوٹا نہیں ہو سکتا ہاں وہ واقعی جھوٹ نہیں بول سکتا کم سے کم اس بچی کے حوالے سے تو بالکل بھی نہیں جو اس بہت عزیز لگ رہی ہے ورنہ تم واقعی ایسا نہ کرتے۔ تم عورتوں کی عزت کرتے ہو۔حالات نے تمھیں مجبور کر دیا اور مجھے بھی مگر میرے دل سے شاید ہی تم کبھی رسائی حاصل کر سکو۔"

اس نے دل میں خود کو کہتے ہوئے سکندر کو دیکھا جو فاتحانہ نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا تو بلا آخر سکندر کامیاب ہو گیا تھا ۔رمشا کو اس کی منکوحہ بنانے میں۔

"ایسے کیا دیکھ رہی ہو؟"

رمشا سائن کرنے کے بعد رُکی نہیں تھی یہاں سے فوراََ چلی گئی تھی۔ سکندر مڑ کر اس کی پشت کو غائب ہوتا دیکھ کر گہرا سانس لے کے رہ گیا۔چہرہ واپس موڑ کر اس نے سوپ کا پیالہ اُٹھایا اور بخت کو سوپ پلانے لگا۔بخت نجانے کیوں اس کے بعد سے خاموش تھی مگر کھوجتی ہوئی عجیب نظروں سے سکندر کو تک رہی تھی۔ یہاں تک کے سکندر کو بیچ میں بولنا پڑا۔

"سچ سچ بتائیں ماما آپ نے کہی آپی کو کیڈ نیپ تو نہیں کیا اور میری وجہ سے یہ سب ڈرامہ کرنا پڑا۔"

سکندر نے اپنے ہاتھ روک دیے۔ بخت بالکل اپنی ماں پر گئی تھی۔

یہ بات تو اسے پتا تھی اب تو اس بات پر پختہ یقین ہو گیا تھا۔

"اگر میں ہاں کہوں تو کیا ری ایکشن ہو گا تمھارا؟"

"ماما آپ مذاق کر رہے ہیں نا واقعی میں آپ نے ایسا نہیں کیا؟"

سکندر کے سنجیدہ تاثرات نے اسے نروس کر دیا۔ نہیں ماما لاکھ غصے والے ' سخت سہی مگر ماما کسی لڑکی کو کیڈ نیپ نہیں کر سکتے۔

"مجھے کرنا پڑا بخت ورنہ وہ میری زندگی میں کسی۔۔۔۔۔"

بخت نے ایک دم منہ پہ ہاتھ رکھا۔اس کے تاثرات نے سکندر کو بے اختیار شرمندہ کر دیا۔

"ماما آپ ! ہاو کڈ یو ماما۔"

"بختاور یار سمجھو آئی۔۔۔"

"ماموں ! (سکندر کی آنکھیں پھیل گئیں وہ جب سخت ناراض ہوتی تھی تب وہ سکندر کو ماموں بولتی تھی) آپ ایسا کیسے کر سکتے ہیں آپ نے میرے کہنے پر کسی لڑکی کو کیڈ نیپ کر لیا۔اس سے زبردستی کر لی دس از رانگ ماما۔"

سکندر نے پیالہ سائڈ ٹیبل پہ رکھا اور بختاور کا ہاتھ تھاما۔

"میری بات سُنو بچے۔"

"آپ کو احساس نہیں ہے ماموں ان کی فیملی پر کیا گزری ہو گی۔ آپی کی فیملی کتنی پریشان ہو گی۔ ماما آپ کو کیا ہو گیا ہے آپ نے ایک لڑکی کی عزت چھین لی۔"اس کی آخری بات سکندر کو بڑی زور سے لگی۔

"سٹاپ اِٹ بخت !! میں نے ایسا کچھ نہیں کیا۔ میں نے شادی کی ہے عزت سے رکھوں گا۔"

بھانجی سے اس قسم کی بات نے اس کا خون کھول کے رکھ دیا تھا۔

"ماما اگر کوئی مجھے زبردستی اُٹھا کر لے جاتا ہے اور میرے سے نکاح کر لیتا ہے جیسے آپ نے کیا تو آپ اس کی عزت کریں گے ؟ سچ سچ بتائیے گا کیونکہ اس نے میرے سے شادی کی ہے۔ عزت سے بھی رکھے گا یہ بات آپ کی نظروں میں جسٹی فائیڈ ہے۔"

بالکل اپنی ماں کی زبان بول رہی تھی۔ وہ بھی تو تقریباً اس کی جتنی تھی جب وہ سکندر کو سمجھاتی تھی۔

"فضول مت بولو!! اوّل تو کوئی تمھیں اُٹھانے کی تو کیا تمھاری طرف دیکھنے کی بھی جرأت نہیں کرے گا اور اگر کوئی ایسا کرے گا تو وہ اپنا کفن تیار کروا لے۔"

"واہ ماما واہ آپ کریں تو حق پر۔ کوئی دوسرا کرے تو وہ غلطی پر۔ بہت غلط کیا آپ نے کتنا ہرٹ ہوئی ہو گی۔ ماما یہ آپ نے کیا کر دیا۔"

ابھی تو بخت کو یہ بھی نہیں پتا تھا کہ وہ بے زبان ہے اگر اسے معلوم ہو جاتا تو تھا تو بس پھر اس نے سکندر کا منہ ہی نہیں دیکھنا تھا۔

"بخت بچے۔۔" مگر بخت اس کی سُن ہی نہیں رہی تھی۔

" You just broke her dreams , you just took her life , her family , her everything . How could you be so satisfied mama?

سکندر نے نظریں جھکا لیں۔

"بخت میں نے اس سے کچھ نہیں چھینا وہ ڈی ایس پی کی بیٹی ہے۔ تم جانتی ہو پولیس والے میرے دشمن ہیں۔ میں اسے کبھی بھی سیدھے طریقے سے حاصل نہ کر پاتا۔

"تو آپ نے ان سے بدلہ لینے کے لئے شادی کی ہے؟"

بخت نے شاکی انداز میں اسے دیکھا۔

"نہیں!! میں۔۔۔۔۔"

وہ جھجک گیا۔

"میں کیا ماما؟ کس لئے شادی کی ہے؟۔"

پیار کا اظہار سکندر کو آتا نہیں تھا اور نہ ہی اعتراف کرنا اور یہ دونوں چیزیں کرنے کا دور دور تک کوئی امکان نہیں تھا حالانکہ ابھی صبح ہی وہ حنان کے سامنے اعتراف کر چکا تھا کہ وہ اس لڑکی کو محبت اور عزت سے رکھے گا مگر محبت کرنے میں اور محبت دینے میں بہت فرق تھا۔

"میں اس سے شاپنگ سینٹر میں ملا تھا تو وہ تو کپڑے چیک کر رہی تھی۔ میز کپڑے ٹرائی کر رہی تھی۔ اس نے بیش قیمت ' بھاری مگر خوبصورت سبز رنگ کا ڈریس پہنا تھا۔"

"اچھا!! تو پھر آپ کو اس محبت ہو گئی۔"

بخت نے سنجیدگی سے کہتے ہوئے اس کے چہرے کو دیکھا حالانکہ بڑا دل تھا شوخی سے ان سے مزید سوال پوچھے مگر حالات کے مطابق اس کی شوخیاں مناسب نہیں تھی۔

"نہیں!! "

اس نے ایک دم نفی میں سر ہلایا محبت۔ محبت پہ تو وہ بھروسہ نہیں کرتا تھا بس جو آنکھ کو بھا جاتی تھی اسے اپنے پاس ہمیشہ کے لئے رکھتا تھا بھلے وہ سرے سے اسے استعمال ہی نہ کرے۔

"تو پھر؟"

"بس اسے دیکھا مجھے اچھی لگی۔ میں نہیں چاہتا تھا جو چیز مجھے اچھی لگی ہے وہ کسی اور کو بھی اچھی لگے اور اسے دیکھے۔"

بخت کا دل کیا اپنا سر پیٹ لے۔

Bravo !!

"تو اس لئے اُٹھا لائے کہ کوئی انھیں پسند نہ کر لے وہ کوئی شو پیس ہیں کیا؟ ماما جیل سے آنے کے بعد آپ واقعی پاگل ہو گئے ہیں۔"

سکندر نے سر جھٹکتے ہوئے خفگی سے کہا۔

"وہ شو پیس نہیں ہے آئندہ اس کے بارے میں فضول لفظ مت استعمال کرنا۔"

"یہ آپ ہی ہیں ناماما اور میں نے فضول لفظ استعمال کیا ہے؟؟ کیا سچ میں ماما آپ نے تو بیچاری کے ساتھ زیادتی کی ہے۔ وہ بھی بہت بڑی والی زیادتی۔"

"بخت اس کے چہرے پہ لکھا تھا۔"

بخت نے اس کی بات کاٹی۔

"کہ آؤ میں تمھاری ہوں مجھے کیڈنیپ کر لو۔"

اب کی بار سکندر اپنے قہقہے کو روک نہ سکا۔بخت نے خفگی سے اُٹھنے کی کوشش کی کہ ہاتھوں میں لگی ڈرپ کی سوئی بے اختیار چُبھی تو وہ سسک پڑی۔

"آرام سے بخت تم ناجذ باتی ہو اس وقت میری دل کی کیفیت نہیں سمجھ سکتی۔وہ مجھے چیلنجنگ سی لگی جیسے اس کے چہرے پہ لکھا ہوا تھا کہ کوئی بھی شخص اس پری پیکر کو حاصل نہیں کر سکتا حالانکہ اتنی خوبصورت نہیں ہے مگر کچھ تھا جو سب کو اس کی طرف متوجہ کرتا تھا۔یہ مجھے ابھی تک نہیں پتا مجھے وہ لڑکی مسٹری سے لگی جسے صرف میں سولو کرنا چاہتا ہوں۔مجھے ساری لڑکیاں ایک جیسی ہی لگتی تھیں مگر اس نے میری یہ سوچ ایک لمحے میں بدلی تھی۔"

"ایک دن میں ! "

"تیسری بار دیکھا تھا اسے۔زندگی میں پہلی بار کسی لڑکی کو غور سے دیکھا۔پچھتایا بھی نہیں ہوں جس پر نظریں اُٹھائیں ٹھیک ہی اُٹھائیں۔ صحیح کہتی ہو اس کے چہرے پہ صاف لکھا ہے وہ سکندر کی ہے۔"

"اپنا تو بنا لیا انھیں مگر کیا آپ کو لگتا ہے وہ آپ سے محبت کرے گی۔"

سکندر نے حسب توقع گہرا سانس لے کر اپنے بالوں میں ہاتھ پھیرا۔

"محبت کا تو نہیں پتا مجھے' مگر اسے میری عادت ضرور ہو جائے گی۔"

"عادت مجبوری کی علامت ہوتی ہے محبت کی نہیں۔"

اب کی بار سکندر لاجواب ہو گیا۔خاموشی سے تکتے اس نے بخت کے سر پہ ہاتھ رکھا اور پھر آرام کرنے کی تلقید کرتا وہ اُٹھ پڑا۔

※※※※※※※※※※※※※※※※※※※※※※※※

"بھاشفقت تو سائڈ پر ہو گیا اب کیا کرنا ہے نئی میٹنگ رکھیں۔"

سکندر صادق کی بات پر بے اختیار مڑا تھا اور اس نے گردن نفی میں ہلائی تھی۔

"ابھی میٹنگ والے چکروں کو فی الحال رہنے دو زرائع کے مطابق مال اتنا خالص نہیں مل رہا اور یہ کمبخت بیچتے بھی بڑے داموں میں ہیں جن کا اثر نہ ہونے کا برابر ہوتا ہے۔"

"وہ تو ٹھیک ہے بھا مگر۔۔۔"

"صادق میں ابھی اس بارے میں بات نہیں کرنا چاہتا کل صبح آنا۔"

سکندر تھکے ہوئے لہجے میں بولا۔

"جی بھا آپ آرام کریں۔آپ جیسے بلائے گے آپ کا خادم حاضر۔"

سکندر نے سر کے اشارے سے ٹھیک ہے کہا پھر اپنی داڑھی پہ ہاتھ پھیرتا وہ کھڑکی کی طرف آیا جہاں بادل کی گرجنے کی آواز سے شیشے لرزے رہے تھے۔ابھی تھوڑی دیر میں بارش شروع ہو جانی تھی۔

"جاوید!! "

"جی سر؟"

"رمشا بی بی کے کپڑے سیٹ تو کروا دیے تھے نا؟" "جی سر میڈم کے روم میں ہم ٹرالی لے گئے تھے مگر میڈم نے ڈریسنگ روم کا دروازہ بند کیا ہوا تھا شاید وہ اندر موجود تھی۔"

"ٹھیک ہے! کھانے کا ایک نوالہ اس نے صبح سے اپنے حلق کے اندر نہیں اُتارا۔رحمان بابا کو بولو کہ کھانا ٹیبل پہ لگوائے۔"

"جی سر۔میں یہی کہنے والا تھا کیونکہ صبح سے آپ نے کچھ بھی نہیں کھایا۔"

"ٹھیک ہے تم جاو۔"

کمرے کا دروازہ کھلا ہوا تھا۔بند بھی ہوتا تو اس نے بڑے آرام سے داخل ہو جانا تھا۔خالی کمرہ اس کا منہ چڑا رہا تھا۔اندر داخل ہوتے ہوئے وہ ڈریسنگ روم کے دروازے کی طرف آیا۔پہلے سوچا دستک دے مگر اسے پتا تھا وہ دروازہ نہیں کھولے گی۔

جیب سے ڈریسنگ کی چابی نکال کر اس نے دروازہ کھولا۔دروازہ کھول کر وہ اندر داخل ہوا تو دیکھا وہ سامنے ڈریسنگ ٹیبل کے کونے میں بیٹھی۔گھٹنے میں سر دیے رونے کے شغل میں مصروف تھی۔

سکندر سینے پہ بازو لپیٹے الماری کے ساتھ لگتے ہوئے اسے دیکھتا رہا۔

"رونے کے شغل سے اگر فارغ ہو گئی ہو تو نیچے کھانا کھانے چلیں؟"

رمشا اس کی بات پر جھٹکے سے اُٹھی۔ گال زور سے رگڑ کر وہ سکندر کی سائڈ سے گزرنے لگی کہ سکندر نے اس کا راستہ روکا۔

"واؤ محترمہ تو کافی فرمانبردار ہو گئی ہیں لیکن ڈیر اتنے غصے میں نہیں پیار سے میرے ہم قدم چلو۔"

رمشا نے اسے سخت نظروں سے دیکھا۔ سکندر اس کے چہرے کے ایک ایک نقش کو اپنے آنکھوں سے میں بسانے لگا۔

رمشا نے خود سے یہی اکیلے بند کمرے میں وعدہ کیا تھا کہ وہ سکندر کا جینا حرام کر دے گی۔ اس سے بدلہ ضرور لے گی۔ اس کے ماں باپ کو تکلیف پہنچا کر اگر وہ یہ سمجھ رہا تھا کہ رمشا کو حاصل کر کے وہ سُکھ میں رہے گا تو اس کی غلط فہمی ہے۔ بیشک اس نے جو قدم اُٹھایا تھا اس پر بر حق تھا مگر ماما بابا کا شرم سے جھکا ہوا سر اس کی آنکھوں کے سامنے لہراتا کسی نوکیلے تیر سے کم نہیں تھا جو اس کے دل پہ بے اختیار لگا تھا۔ کاش وہ اپنی زبان کھول کر سکندر کے لئے آگ اُگلتی مگر وہ یہ بھی نہیں کر سکتی تھی لہذا سکندر کو سخت نظروں سے تکتے اس نے باوار کروایا تھا کہ اگر تم یہ سمجھتے ہو کہ نکاح کے پیپرز پہ سائن کرنے پر اگر تم مجھے حاصل کر چکے ہو تو تمھاری سب سے بڑی غلط فہمی ہے۔ سکندر حیرانگی سے دیکھتا رہا پھر کھل کر مسکراتے ہوئے ہلکہ سا جھکا۔

"ویسے بولتی نہیں ہو مگر اچھی طرح سمجھانے کی صلاحیت ہے تم میں۔ غلط فہمی؟ نہیں میری جان حقیقت ہے یہ کہ اب تم میرے دسترس میں ہو۔ خود کو خوش قسمت تصور کرو کہ اتنا بڑا رتبہ سکندر نے تمھیں دیا ہے۔"

اتنے خوبصورت رشتے کی توہین کی ہے اور مجھے زبردستی حاصل کر کے کہتا ہے کہ رتبہ دیا ہے۔ دو دن بعد یہی رتبہ اس کے لئے بیکار ہو جائے گا۔

محبت نجانے کہاں چھپ گئی تھی جو اسے ایک دن پہلے سکندر سے بے انتہا تھی۔ اتنی کہ وہ اس کے لئے جان دینے کے لئے بھی تیار تھی مگر اب۔

"چلو آنکھوں سے تیر بعد میں چلانا ابھی کھانا مل کر کھاتے ہیں شادی تو خیر بعد میں ہو گی بخت کے مطابق رسم ورواج کا بھی کوئی نام ہے اور تمھارے بھی کوئی ارمان ہونگے ورنہ اتنا دل کر رہا ہے کہ تمھیں اپنے کمرے میں آج کے آج شفٹ کرواوں مگر ایسے نہیں جب تمھارا دل میرے لئے صاف ہو جائے گا تب پہلی فہرست میں یہ کام کروں گا۔"

'قیامت تک انتظار کرتے رہو پھر تم سکندر'

خود سے کہتے ہوئے وہ ڈریسنگ روم سے باہر آگئی۔

تو سکندر کو اس کے پیچھے آنا پڑا اسے رمشا کا انداز نجانے کیوں بے چین کر رہا تھا۔ اسے لگا اسے اتنا کوئی فرق نہیں پڑے گا مگر اندر ہی اندر اسے غصہ آرہا تھا۔

"چلو نیچے۔"

رمشا نے اس کی بات اگنور کر کے بستر پہ بیٹھ گئی۔

"رمشا مجھے اپنی بات دہرانا پسند نہیں ہے جو کہا ہے وہ کرو۔"

آج تک بخت کے علاوہ کسی نے سکندر کو انکار کرنے کی جرات نہیں کی اور یہ پانچ فٹ پانچ انچ کی لڑکی کا انداز دیکھو۔

"ٹھیک ہے بھوکی بیٹھی رہو خود عقل ٹھکانے آئے گی جب پیٹ احتجاج کرے گا اور قسم سے سارے باورچی جو تالے لگے ہونگے پھر سمجھ آئے گی تم نے کس سے پنگا لیا ہے۔"

غصہ تو محترم کی صفت میں تھا اس لیے جلد ہی غالب آگیا۔ غصے سے کہتا وہ جانے لگا جب دیوار پہ سکندر کے لئے نفرت کے اظہار کے ساتھ کسی اور لفظ کا اضافہ ہو چکا تھا اور وہ تھا بڑے سے ہارٹ شیپ کے اندر لکھے ہوئے شخص کا نام اور اس کا شخص کا نام پڑھ کر نجانے کیوں سکندر کی دل کی دھڑکن رُک گئی۔

پیچھے مڑ کر اس نے رمشا کے سپاٹ چہرے کو دیکھا۔

اس نے پھر دیوار پہ لکھے ہوئے نام کو دیکھا۔ رمشا کو کسی اور سے محبت؟ آگ اس کے پورے وجود میں لگ چکی تھی۔ اسے رمشا سے کوئی طوفانی سے محبت نہیں ہوئی تھی نہ ہی اس نے فی الوقت اعتراف کیا تھا۔ ہاں وہ اس کی ملکیت تھی۔ اسے اچھی لگی تھی۔

"داؤد کون ہے؟"

بامشکل خود کو کنٹرول کر کے اس نے بڑے عجیب لہجے میں داد و کو نام لیا تھا۔ داؤد اس کمینے شخص کا نام داؤد ہونا تھا سر یسلی داؤد۔

رمشا کو اس کے عجیب لہجے پہ خوب ہنسی آئی تو پھر کھیل کا آغاز ہو چکا ہے بھا۔ اب دیکھنا داؤد کے نام سے میں تمھیں کیسے تڑپاؤں گی۔

"میں نے پوچھا ہے داؤد کون ہے!!!" سرد لہجے میں کہتا وہ اس کی طرف آیا۔ بڑی آہستہ چال تھی جیسے شیر اپنا شکار پہ جھپٹنے پر ایسے کرتا ہے۔ رمشا کا خوف سے دل رُکتا ہوا محسوس ہوا۔

آنکھوں میں تو ویسے ہی رونے کے باعث سُرخی پھیلی ہوئی تھی۔ آنکھوں میں سختی لا کر اس نے سکندر کو دیکھا پھر سامنے دیوار پہ لکھے نام کو پھر اس نے اپنے دل پہ ہاتھ رکھ کے اسے بتایا کہ وہ شخص اس کا دل ہے۔ سکندر کی کالی آنکھیں مزید کالی ہو گئیں۔

"اگر مجھے تڑپانے کا پلان ہے نا تو بہت بڑی غلط فہمی ہے تمھاری۔"

"غلط فہمی تو تمھیں ہے سکندر۔" رمشا نے اشارے سے کہا۔

"داؤد دل ہے' جان ہے' زندگی ہے اور تم میری خوشیوں کے قاتل۔"

اتنا غصہ اسے شاید کبھی نہیں آیا تھا سامنے پڑا لیمپ کو اس نے زور سے پھینکا اس کے انداز پر رمشا کو توقع تھی اس لیے کوئی رد عمل نہیں دیا بس اس بھیپڑے ہوئے بیسٹ کو دیکھتی رہی جو اس کے دونوں کندھے تھامے اسے اُٹھاتے ہوئے اپنے قریب کرتے ہوئے بولا۔

"تم نے اس بیچارے داود کی موت لکھ دی ہے وہ بھی میرے ہاتھوں۔ تمھاری زندگی' تمھارے دل' تمھارا دماغ اور تمھاری روح میں سکندر کا نام ہے صرف اور صرف سکندر کا نام۔"

رمشا نے اس کے سخت ہاتھ اپنے کندھے سے ہٹانا چاہا مگر سکندر نے مزید گرفت مضبوط کر دی۔

"اپنے ان ہونٹوں سے میرے نام لو کہو صرف اور صرف سکندر اور کوئی نہیں۔ قسم ہے رمشا دُنیا تہس نہس کر دوں گا۔"

رمشا کا دل رُک گیا سکندر کے اتنا جنونی انداز نے اس کے دل کو بے چین کر دیا تھا۔ نہیں اتنا پاگل تو نہیں ہو سکتا۔ دل کی بے چینی کو جھٹک کر اس نے نفی میں سر ہلاتے ہوئے ہونٹوں کو جنبش دیتے ہوئے داؤد کا نام پکارا۔ سکندر کا دل کیا اس

کے خوبصورت گالوں پہ تھپڑوں کی بارش کر دے اس نے کیوں سمجھ لیا۔اس کے چہرے سے کیوں سمجھ بیٹھا۔یہ سادہ لڑکی کسی سے محبت نہیں کر سکتی سوائے اپنے شوہر کے۔آخر کیوں اسے اتنی بڑی خوش فہمی تھی۔

اس کے جبڑے کو پکڑ کر اس نے غرا کر کہا تھا۔

"تم اگر کسی کی ہو تو سکندر کی ہو سمجھیں یو آر مائن یو انڈر سٹینڈ۔"

اس کو چھوڑ کر وہ تیزی سے کمرے سے نکلا ورنہ اسے پتا تھا کہ وہ کچھ غلط کر جائے گا۔

رمشا بستر پہ بیٹھ گئی۔گہرا سانس لیتے ہوئے اس نے چہرے پہ ہاتھ پھیرا۔اس نے جان بوجھ کر یہ نام لیا تھا اس کے پیچھے ایک بڑی وجہ تھی۔

وہ جب بخت کے کمرے سے نکل کر کمرے کی طرف بڑھ رہی تھی تب اس نے دو ملازموں کی آواز سُنی جو شاید سامنے والا کمرہ صاف کرتے ہوئے باتیں کر رہی تھیں۔

"صاحب جی تو بڑے غصے والی ہیں جی مجھے تو ان کے سامنے جانے سے بھی ڈر لگتا ہے اور آج کے دن تو ملازموں پر خوب چلائے ہیں۔"

"ارے نہیں ہر بات پہ غصہ نہیں کرتے دل کے بڑے اچھے ہیں۔بہت مدد کرتے ہیں ہماری بس چند باتوں پہ بیحد بے قابو ہو جاتے ہیں اس طرح کا غصہ تو کچھ بھی نہیں ہے یہ تو ڈانٹ ہوتی پر اگر کوئی بات ان کی دکھتی رگ پہ ہاتھ رکھی جانے والی ہو تو کسی ببر شیر ' بھیڑیے سے کم نہیں ہوتے یہاں تک کے بخت بی بی بھی اس وقت ڈر کر کمرے میں بند ہو جاتی ہیں۔"

"ہاں مجھے یاد آیا جاوید صاحب نے جب انٹرویو لیا تھا تو انھوں نے کہا تھا کہ تین باتیں سکندر صاحب کے سامنے نہیں کرنے کی کبھی جرآت مت کیجیے گا۔ایک ان کی بہن کا دوسرا اے سا آئی کا تیسرا داؤد کا ورنہ پھر اپنے موت کے لئے وہ تیار رہے میں تو حیران چلو بہن داذ کر تو سمجھ میں آتا اے آئے سا آئی کی ہو تا اور اگر خدانخواستہ داؤد نام لے لیا تو۔"

"آئی ایس آئی ہوتا ہے اس کا مجھے بھی نہیں پتا تھا وہ تو میرے میاں نے بتایا جاسوسوں کا محکمہ ہوتا ہے۔جاسوس وہی نا جو دشمنوں کی معلومات اکھٹی کرتا ہے۔"

"ارے ہاں۔ لگتا ہے بھا کا بڑا نقصان کروایا ہو گا انھوں نے خیر میری توبہ کہ میں یہ لفظ کبھی زبان سے نکالوں۔" رمشا وہاں کھڑی رہی پھر ایک دم اس کے ذہن میں خیال آیا۔ سکندر کی بہن کا ذکر کرنا اتنا مناسب نہیں ہو گا مگر اپنی جھوٹی سٹوری میں وہ ایک دادو نامی سپئائی کی محبت میں سکندر کو تڑپا سکتی ہے۔ جس طرح وہ سارا دن تڑپتی رہی ایسے سکندر بھی تڑپے گا پھر دل میں عہد کر کے وہ اندر آئی کیونکہ سامنے سیڑھیوں کی طرف جاوید اور اس کے پیچھے سٹاف آتی دکھائی دے رہی تھی تیزی سے ڈریسنگ روم میں گھس کر اس نے دروازہ بند کیا جب وہ لوگ یہاں سے چلے گئے تو باہر آئی زمین پہ گرا ہوا مار کر اُٹھایا اور دوبارہ ڈریسنگ روم میں گھس گئی کیونکہ اسے پتا تھا تھوڑی دیر میں بھا آ جائے گا۔

•••

"کیا بات کرنی تھی میرے سے۔"

اس کا ہاتھ پکڑ کے وہ عینہ کو اس کے کمرے میں لے کر گیا تھا اور دروازہ بند کرتے ہوئے عینہ نے تیز لہجے میں کہا۔

"رمشا کے بارے میں بات بتانی ہے۔" اس کی بات پر عینہ اچھل پڑی۔

"حنان بتائیں مشی کہاں ہے؟ کچھ پتا چلا؟ حداد چاچو بھی اس کی کھوج میں پتا نہیں صبح سے غائب ہو گئے ہیں۔ ان کا بھی کچھ اتا پتا نہیں۔"

"حداد بھائی میرے گھر میں ہیں اس وقت اس لیے فکر مت کرو اور رہی رمشا کی بات تو وہ اس وقت سکندر بھا کے گھر میں ہے۔"

اسی پل عینہ کے سر پہ پہاڑ ٹوٹ پڑا۔ رمشا سکندر بھا کے گھر میں؟

"وہ گینگسٹر سکندر بھا! حنان کیا سکندر بھا نے رمشا کو کڈنیپ کیا ہے۔"

"تمھیں کیا وہ لگتا ہے کسی لڑکی کو اغوا کرنے والا نہیں اس نے نہیں کیا رمشا کو کڈنیپ۔"

حنان نے اسے ڈپٹا جو بھی تھا سکندر لاکھ کمینہ سہی اس کا جگر تھا اس کے خلاف کسی کے بھی منہ سے غلط بات نہیں سُن سکتا تھا۔

"تو پھر وہ سکندر بھا کے گھر کیا کر رہی ہے۔ بولیے میرا دل بیٹھ جائے گا حنان اگر آپ کو پتا چلا تھا تو آپ کیوں نہیں گئے۔"

"سید ھا وہی گیا تھا۔ سکندر پہ حملہ بھی کیا تھا' بعد میں معلوم ہوا کہ سکندر نے اس کی جان اور عزت دونوں بچائی تھی۔"

"کیا کیسے؟"اس کی بات پہ درینہ حیران ہو گئی۔

"بیٹھو بتاتا ہوں۔" اس نے درینہ کا ہاتھ پکڑا تو درینہ نے سر نفی میں ہلایا۔

"نہیں آپ بتائیں۔پوری کی پوری بات ورنہ آپ کے ساتھ بہت بُری طرح سے پیش آؤں گی۔"حنان نے گہرا سانس لیا۔

"رمشا کو کیڈنیپ کرنے والے سکندر بھا کے بہت بڑے دشمن تھے۔سکندر نے ابھی اس پارٹی کے سربراہ کو پھنسوادیا تھا وہ جیل میں سڑ رہا ہے۔انھوں نے سیدھا فاروق، جسٹس صاحب کے بیٹے سے بات کی جو کہ وکیل ہے کہ ان کا کیس لڑے اس سب میں بھا کا ہاتھ ہے۔وہ فاروق ٹھہرا سکندر کا سوتیلا بھائی۔سکندر باپ کے گھر مہینہ تین چار دفعہ آکر ہنگامہ کرتا تھا تو اسے بدلہ لینے کے لئے ہامی بھر دی اور سکندر کو پھنسوانے کے لئے اس نے کہا کہ بخت سکندر کی بھانجی کی گاڑی پہ فائرنگ کر دیں مگر فائرنگ سے نقصان نہیں ہونا چاہیے سکندر بس الرٹ ہو جائے پر اس میں بیچاری بچی کو گولی لگ گئی۔" اس نے آدھی سچی اور آدھی جھوٹ بات اس کہانی کے صورت سُنائی۔

"تو پھر اس سب میں رمشا کہاں سے آگئی؟"

اسے کہانی خاص سمجھ میں نہیں آئی۔

"بتاتا ہوں۔سکندر کو جب پتا چلا تو وہ غصہ سے پاگل ہو گیا۔اس نے پتا کروایا تو فاروق کے کسی دوست نے یہ کروائی کی تھی جو کہ سمجھو ایک گنڈا ہی تھا۔اسے صحیح پیٹا تو اس کا مائی باپ نے سکندر سے بدلہ لینے کے لئے رمشا کو کیڈنیپ کر لیا۔"

"کہانی کہاں سے کہاں لے کر جا رہے ہیں آپ!!! اس سب میں رمشا کا کیا تعلق؟۔"

درینہ کو یہ کہانی ہضم نہیں ہوئی۔

"پوری بات سُنو۔وہ مائی باپ رؤف انکل کا بھی دشمن تھا۔اسے اپنی سورسز سے معلوم ہوا کہ وہ یہاں آرہے ہیں بہت سے مافیا کو پکڑنے جو کہ بچوں کے ڈرگز مہیا کرتے ہیں اس مشن میں بھی شامل ہوں (جھوٹ) تو اسے پتا چلا اس کی کمزوری بھی لاہور آئی ہوئی ہے تو وہ ایک تیر سے دو شکار کرنے والا تھا۔سکندر اڈے پہ اپنے کوئی کام نبٹا کر جانے والا تھا جب اس کے خاص بندے نے بتایا کہ اسے پھسایا جا رہا ہے۔بس کیا فوراً وہاں پہنچا جہاں بیچاری رمشا تھی خدا کا شکر وہ پہنچ گیا ورنہ کیا سے کیا ہو جاتا۔سکندر اسے لے کر جانے والا تھا کہ پولیس کا چھاپا پڑا۔اب آگے تم خود سیچویشن سمجھ سکتی ہو۔سکندر بہن

تو بنانے سے رہا۔ دوسرا وہ جیل جائے اسے کوئی فرق نہیں پڑ سکتا تھا مگر وہ لڑکی ذات تھی اور سکندر لڑکی ذات کے معاملے میں حساس ہے۔ جھٹ نکاح کر لیتا تاکہ اس کی عزت پر کوئی آنچ نہ آئے۔"

درینہ اسے دیکھتی رہی جیسے اسے سمجھ نہ آئے کہ وہ اسے زور سے مکا مارے یا رمشا کی سلامتی پر اس کے کندھے پہ سر رکھ کر سکون کا گہرا سانس لے۔

"کچھ بولو گی نہیں؟"

حنان نے اس کا ہاتھ تھاما۔

"کیا کہوں یہی کہ رمشا کی شادی ہو گئی یا رمشا کی غنڈے سے شادی ہو گئی۔"

"درینہ میں اسے نہیں لا سکتا میں سکندر سے پھر بھی لڑا تھا۔"

"مگر اس نے رمشا آپ کو نہیں دی اور آپ چُپ چاپ کر کے آ گئے یا آپ سرے سے رمشا کو لے کر آنا نہیں چاہتے تھے سریسلی حنان!!!! وہ میری بہن ہے۔"

"عینہ!! تم پاگل ہو۔ کیسی باتیں کر رہی ہو۔" حنان نے اسے غصے سے دیکھا۔

"آپ نے بابا سے بات کی وہ پریشانی سے پاگل ہو رہے ہیں کہ رمشا پتا نہیں زندہ بھی ہے کہ مر گئی۔ پھوپھو کی حالت بگڑی ہوئی ہے اور آپ کو پتا ہے وہ کہاں ہے اور کس کے پاس ہے اور آپ چُپ ہیں وہ بھی مجھے بڑے آرام سے سکندر کا دفاع کرتے ہوئے یہ بات بتا رہے ہیں۔"

حنان بُری طرح پھنس چکا تھا۔ اس کی بیوی تو اس سے بھی بڑی چالاک نکلی۔

"کیسی دفاع؟ زرا اچھی طرح سے بیان کرو گی" حنان نے سینے پہ بازو لپیٹتے ہوئے طنزیا انداز میں کہا۔

"آپ نے کہا سکندر مجبور تھا۔ دوسرا وہ بہن بنانے سے تو رہا' تیسرا وہ لڑکیوں کی عزت کرتا ہے۔ ان تین بنیادوں کی وجہ سے آپ نے واویلہ مچانے کے بجائے سیدھا اچھا کہہ کر واپس آ گئے۔ اس سے اچھا تھا آپ نہ ہی بتاتے۔" اس نے تیز لہجے میں حنان کو کہہ کر جانے والی تھی کہ حنان نے اس کا بازو پکڑ لیا۔

"میں ایس پی ہوں درینہ مجھے مجرم کی ایک ایک حرکت کا پتا لگ جاتا ہے۔ مجرم بیشک گناہوں سے غلیظ کیوں نہ ہو۔ کوئی نہ کوئی اچھائی ان کے اندر ضرور ہوتی ہے جو بعض اوقات ہمیں نہیں ہمارے رب کو دکھائی دیتی ہے اور وہ انھیں اس بات پر

معاف بھی کر دیتا ہے جبکہ ہم بظاہر کتنے ہی نیک کیوں نہ ہو مگر ہمارے اندر بھی ایک شیطان ہوتا ہے اور یہ شیطان ہمیں اپنے اعمال پر ہمیں مغرور کر دیتا ہے اور ہر کوئی شخص ہماری نظروں میں بُرا بن جاتا ہے تب ہزار نیکیوں کے باوجود ہمیں ہمارا رب بھی نہیں بخشتا۔"

اس کے سنجیدگی سے کہنے پر درینہ تھوڑی نرم ہوئی۔

"آئیم سوری ساروں کی وجہ سے میں اتنی اپ سیٹ ہوں کہ کچھ بھی بکواس کیے جا رہی ہوں۔ پتا نہیں وہ غنڈا مشی کے ساتھ کیا سلوک کر رہا ہو گا۔"

"میں کوشش کروں گا کہ کسی طرح رمشا کی اس سے جان چھڑواؤں تب تک ہمیں مسئلے کا حل نکالنا ہو گا شادی کا مسئلہ نہیں ہے وہ ڈیلے بھی ہو گئی تو کوئی فرق نہیں پڑتا نکاح تو الریڈی ہو چکا ہے ہمارا مگر یہ جو گھر والے پاگل ہوئے وے ہیں ان کا کچھ کرنا پڑے گا۔"

"آپ ابو کو بتا کیوں نہیں دیتے۔"

کیا بتاؤں میری جان بہت سے باتیں تو میں نے تمھارے باپ سے چھپائی ہوئی ہیں۔

حنان نے دل میں کہتے ہوئے آگے سے اسے جواب دیا۔

"کیونکہ جو بندہ بڑے آرام سے اپنے جرائم صاف کر کے بری ہو جاتا ہے۔ تمھیں لگتا ہے کہ وہ بڑی آسانی سے رمشا کو دے دیگا اگر میں بتاؤں گا تو پھر بس بھول جاؤ رمشا کو۔ دُنیا کے کسی کونے میں بھی اسے ڈھونڈو گے وہ تمھیں نہیں ملی گی۔" درینہ نے اپنے چہرے پہ ہاتھ پھیرا اور بے اختیار اس کی آنکھیں گیلی ہو گئیں۔

"اس بیچاری کا کیا قصور ہے وہ جان کیوں نہیں چھوڑ دیتا وہ تو بول بھی نہیں سکتی حنان۔"

کیا کہہ سکتا ہوں میں شیرو کے دل میں وہ پہلی لڑکی ہے جو بس چکی ہے۔ اس نے کچھ نہیں بس درینہ کے کندھے کے گرد بازو پھیلا کر اسے تسلی دینے لگا۔

••••••••••••••••••••••••••••••••••

اس نے اپنے پاؤں کا دباو کاڈالا۔ تو وہ کہرا اُٹھا۔

"بتاؤ مجھے کس نے جرآت کی تھی آخر اس گھر میں یہ نام لینے کی۔ مجھے بتاؤ۔"

وہ اس کے کندھے پہ ٹھو کر مارتا چلایا تھا۔

"بھا ہم سے قسم اُٹھوالیں ہماری توبہ جو ہم نے یہ نام لیا ہو۔"

"اتنے تو بھولے نہیں ہو تم سالوں میرے پیٹھ پیچھے تو خوب لگے ہوتے ہو تو اس بات کا ذکر نہ ہونا ممکن !! بولو میرے سامنے بولو میرے زخموں کو چھیڑو بڑی جرات آ گئی ہے تم سب میں۔"

وہ دھاڑ کر کہتے ہوئے سیدھا پنچنگ بیگ کی طرف گیا تھا اور اور اس پر اپنی بھڑاس نکال رہا تھا۔ کالی بنیان اور کالی پینٹ میں وہ اس وقت دیوانہ لگ رہا تھا۔ ایسا تو ہو نہیں سکتا تھا کہ رمشا کے دل میں کوئی شخص ہوا گر کوئی ہے تو داؤد نامی شخص؟ ایسا تو کبھی نہیں ہو سکتا تھا ضرور اسے کہی سے معلوم ہو گیا ہو گا تبھی اس سے بدلہ لینے کے لیے ایسا کر رہی ہو گی۔ دماغ بڑی عقلمندی سے ہزار تسلیاں دے رہا تھا مگر یہ جو کمبخت دل تھا اس کے اندر جو آگ لگی ہوئی تھی اسے کون بجھاتا۔ اس نے کسی عورت کی طرف کبھی آنکھ نہیں اُٹھائی اور اس کی بیوی اس کی بیوی کسی اور شخص سے محبت کرتی ہے اور وہ بھی داؤد نامی شخص سے۔

اس نے آخری پنچ مارا اور اپنے ماتھے پہ آئے پسینے کو صاف کر کے جاوید کو بلایا۔ جاوید بوتل کی جن کی طرح فوراً حاضر ہوا۔

"اس داؤد نامی شخص کا پتا کرواؤ زرا۔ کراچی کا ہو گا اور دیکھنا کہی ڈی ایس پی رؤف امجد سے کوئی تعلق تو نہیں ہے اور ہاں خانسامہ سے پوچھو کہ اس لڑکی نے کھانا کھایا کہ نہیں اگر نہیں کھایا تو میری دھمکی دو۔ "

"جی سر۔"

وہ جانے والا جب نذیر بھاگتا ہوا آیا۔

"سر ایک بُری خبر ہے۔"

"بکو !! اب تو لگتا ہے بُری خبر ہی ملتی رہے گی۔"

سخت لہجے میں کہتے ہوئے اس نے زخمی ہوئے وے ہاتھوں کو دیکھا۔ اپنے پاگل پن کا یہ پہلا کارنامہ تھا۔

"سر وہ سلیمان والے اڈے میں آپ کا مال دو گنی قیمت میں بک رہا ہے۔ اس کمینے نے کم دام میں آپ سے مال خرید کر دُگنی قیمت پر کالج کے لڑکوں کو بیچا۔"

سکندر نے اس بار غصے پہ قابو نہیں کیا سیدھا نذیر کے منہ پہ مکا مارا۔

"مجھے بس تم منحوس خبریں ہی دیتے رہنا کچھ خود سے کرنا نہیں۔ تم لوگوں کو چوڑیاں پہنے کے لئے رکھا ہے میں نے بولو۔"

"بھا آپ نے۔۔۔" نذیر نے اپنا جبڑا پکڑ کر خود کو سنبھال کر کہراتے ہوئے کہا۔

"بکواس بند کرو!!! اس کھوتے کو دو جوتے لگاؤ اور اڈے پہ ہنگامہ کر دو۔ ابھی کے ابھی جاو۔"

"جی بھا۔"

زیر لب گالی نکالتے ہوئے اس نے تیزی سے بوتل کا ڈھکن کھولا اور چہرے پہ پانی گرایا۔ جب پھر سے چین نہ آیا تو کمرے سے نکل کر وہ دشمن جاں کے کمرے کی طرف چل دیا۔

••••••••••••••••••••••••••••••••••••

"نہیں کھاتی تو نہ کھائے زیادہ زبردستی کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ لے جاو اسے۔"

رمشا نے جھٹکے سے اسے دیکھا ملازمہ کو سکندر بھا کی طبیعت کا پتا تھا۔ اس لیے بنا کچھ کہے ٹرے لے گئی۔ سکندر نے اس وقت وائٹ ٹی شرٹ اور بلیک ٹریک ٹراوزر میں ملبوس سنجیدگی سے اسے دیکھتا چلتا ہوا اس کی طرف آیا جو اپنے پیر سمیٹ کر چہرہ دوسری طرف موڑ چکی تھی۔

"داؤد کون ہے؟"

رمشا نے گہرا سانس لیا اسے پتا تھا وہ یہی پوچھنے آیا ہے۔ سکندر جیبوں میں ہاتھ ڈالے اس کے سامنے آیا۔

"جب اس کا ذکر چھیڑا ہے آپ نے تو بتانا پسند فرمائے گی کہ وہ کون ہے؟۔" رمشا نے اپنے جسم کو ہلکی سی بھی جنبش نہیں دی۔

"او سوری میں تو بھول گیا کہ آپ گویائی سے محروم ہیں۔"

طنزیہ انداز میں کہتے ہوئے وہ اس کے سامنے بیٹھا۔ رمشا نے اپنے ہاتھوں پر گرفت مضبوط کر لی۔

"کیا شکل سے گوڈزیلا لگتا ہوں جو میری طرف دیکھنے سے پرہیز کر رہی ہو؟"

اس کے چباچبا کے کہنے پر وہ صرف لب دبا کر رہ گئی۔ سکندر ایک لمحے اسے عجیب نظروں سے دیکھتا رہا پھر اس کے لمبی سے لٹ جو اس کے گالوں کے گرد اسے تنگ کر رہی تھی۔ ہاتھ بڑھا کر اس نے رمشا کی شرارتی لٹوں کو ہٹائے۔ رمشا اس کی

انگلیوں کی لمس اپنے گالوں پہ محسوس کر کے تیزی سے چہرہ موڑا گھبراہٹ میں اس نے تیزی سے اس کا ہاتھ جھٹکا۔ سکندر کے چہرے پہ مسکراہٹ رینگی۔

"ویسے پتا ہے ایسے نخرے لڑکیاں اپنے محبوب سے ہی کرتی ہیں کیونکہ انھیں پتا ہوتا ہے کہ وہ بعد میں انھیں منائے گے۔ کہی تم بھی ایسے تو نہیں کر رہی ہو۔"

"کیسا آدمی ہے اسے مجھ سے غصہ اور نفرت کیوں نہیں محسوس ہو رہی"

رمشا دل میں کہتے ہوئے اسے کن آنکھوں سے دیکھنے لگی۔ اس کی آنچ دیتی ہوئی نظریں اسے اندر ہی اندر خائف کر رہی تھیں۔

"کیا میں تمھاری خاموشی کو ہاں سمجھوں؟ ویسے تم تو ہو ہی خاموش میوزک جس بات پر راضی بھی نہیں ہو گی اس کو بھی سب ہاں تصور کر لیتے ہونگے۔"

رمشا کو مزید اس کے سامنے بیٹھنا برداشت سے باہر لگ رہا تھا اس لئے تیزی سے اُٹھ کر یہاں سے جانے لگی کہ سکندر نے اس کا بازو تھام کر جھٹکے سے اسے بیٹھایا۔

"کہاں بھاگ رہیں ہیں بیگم! خاوند کو چھوڑ کر محبوب کی یاد میں رونے جا رہی ہیں۔"

اس کے کٹیلے لہجے پہ رمشا کی آنکھوں میں مرچے لگنے لگیں۔ جو بھی تھا یہ آگ تو اس نے ہی جلائی تھی اب سہنا تو تھا۔ اس شخص کو کیا پتا تھا اس کے دل کی پہلی بیٹ مس اسی کی بدولت ہوئی تھی۔ زندگی اچھی سکندر کے وجود سے لگی تھی اور آج اسی وجود سے اس کے اندر وحشت پھیل گئی تھی۔

سکندر نے اس کی ٹھوڑی پکڑی اور اس کا چہرہ اپنی طرف کیا۔ اس کے آنسو دیکھ کر وہ اندر ہی اندر پاگل ہو گیا۔ کچھ کہنے سے اس بڑی مشکل سے خود کو روکا۔ اس کے آنسو میں ایسی کوئی طاقت تھی کے اس کے دل موم ہو گیا۔ ہاتھ ہٹا کر اس نے مٹھیاں زور سے بھینچی پھر گہرا سانس لے کر آہستہ لہجے میں بولا۔

"تمھارے ساتھ زور زبردستی کرنا میرے لئے مشکل ہو رہا ہے۔ کیا ہو تم؟ ایسی کون سی طاقت ہے تم میں جو میرے اندر کو ہلا کر رکھ رہی ہے۔ خطرناک ہو تم۔ بہت مشکل پیدا ہونے والی ہے۔"

اس نے ہولے سے بڑبڑا کر کہتے ہوئے اسے دیکھا جس کے آنسو بہنا شروع ہو چکے تھے۔ آنکھیں اس کی شکوہ کرتی نظروں سے دیکھ رہی تھیں۔

وہ اسے دیکھ کر اُٹھ گیا پھر دروازے کی طرف بڑھ کر اس نے دیکھا داؤد کا نام دیوار پر ابھی تک لکھا ہوا تھا۔ اسے نام کو بے خیالی میں تکنے کے بعد وہ اس طرف گیا اور دیوار پہ اس نے زوردار مکا اس کے نام پر مارا۔

رمشا نے تیزی سے سر اُٹھا کر اسے دیکھا اور اپنے منہ پہ ہاتھ رکھتے ہوئے اُٹھی۔ یہ کیا کیا اس نے اپنے زخمی ہاتھوں سے اس نے سامنے گرا ہوا مارکر اُٹھایا اور اس کا نام کاٹ کر اپنا نام لکھ دیا۔

دونوں کی یہ حرکت بیحد بچکانہ تھی۔

رمشا اس کے زخمی ہاتھوں کو دیکھ کر تڑپ گئی مگر اس کی پاس آنے کی وہ ہمت نہیں کر سکی۔ اس نے مڑ کر رمشا کو زخمی نظروں سے دیکھا پھر غرا کر کہا۔

You are mine !!!! You understand only mine

پھر وہ ساکت کھڑی رمشا کو چھوڑ کر چلا گیا۔

....

"پھوپھو تھوڑا سا کھالیں آپ کو جب سے ہوش آیا ہے۔ آپ نے اپنے حلق کے اندر ایک نوالہ بھی نہ اُتارا۔"

درینہ پریشانی سے بولتی سوپ سے بھرا سپون ان کی طرف بڑھاتی کہ وہ اپنے ہاتھ بے دلی سے اُٹھا کر سپون اپنے سے دور کر دیتی۔

"میری مشی نجانے کب سے بھوکی بیٹھی ہوگی اور تمھیں میرے کھانے کی پڑی ہے۔ ہائے میری مشی اللہ میری بچی کا کیا قصور تھا جو اس کو اتنی بڑی سی بڑی آزمائش سے گزرنا پڑ رہا۔ قہر نازل ہو اس کمبخت پر میری معصوم بے زبان بچی۔"

پھوپھو کا تو رو رو کر بُرا حال ہو چکا تھا۔ درینہ کا دل ان کی حالت دیکھ کر بیٹھ گیا تھا۔ بیچاری پھوپھو کو وہ رمشا کی سلامتی کی تسلی بھی نہیں دے سکتی تھی حنان کے سختی سے منع کرنے پر وہ اپنے آپ کو سخت بے بس محسوس کر رہی تھی۔

"پھوپھو اللہ پر بھروسہ رکھیں۔ ہماری مشی ان شاءاللہ صحیح سلامت ہمیں ملے گی۔ آپ دعا کریں اور تھوڑا سا تو کھالیں۔ آپ کو ہمت کرنی ہوگی پھوپھو اس وقت مشی کو آپ کی دعاوں کی سخت ضرورت ہے۔"

"درینہ نہیں کھایا جائے گا میرے سے پلیز اسے لے جاو اپنے انکل کو بلاؤ ان سے پوچھو کچھ تو خبر ہو گی انھیں۔وہ تو میرے پاس آ بھی نہیں رہے۔وہ ٹھیک کہہ رہے تھے مشی کو نہیں لیکر جانا چاہیے تھا۔ان کی بات نہ مان کر میں نے بہت بڑی غلطی کی ہے بہت بڑی غلطی۔رمشا میری بچی۔"

درینہ کو خود بہت سارا رونا آ گیا اس نے ٹرے سائڈ پہ رکھ کر پھوپھو کو اپنے ساتھ لگا کر ان کے کندھے کو ہولے سے تھپکا۔

"میری جان پھوپھو سنبھالیں بہت جلد مشی آپ کے پاس ہو گی میں نے حنان سے بات کی ہے وہ جلد ہمیں اچھی خبر سنائے گا۔پلیز پھوپھو مت روئے میں بھی رو دوں گی۔"

....

"اچھا"

"بس اچھا آگے سے کچھ کہو گے نہیں اور بات بتاؤ آج اتنا چُپ کیوں ہو ظاہر ہے دوسرے کی خوشیاں چھین کر تم کیسے خوش رہ سکتے ہو یہ تو میں بھول ہی گیا تھا۔"

بال کو گول کی طرف کِک مارتے ہوئے سکندر نے مڑ کر اسے گھورتے ہوئے دیکھا۔

"نہیں تو اچھا کہہ دیا ہے آگے سے کیا کہوں اس سٹوری پہ کوئی ایوارڈ سر منی رکھوں کہ بیسٹ سٹوری میکر گوز ٹو حنان علوی۔"

"بھا بڑے غصے میں لگ رہے ہو اور کسی کی پٹائی کی ہے یہ ہاتھ زخمی کیسے کیا؟ کہی رمشا کی تو پٹائی نہیں کی۔"

فٹ بال کو نیٹ سے نکالتے ہوئے وہ سکندر کے زخمی ہاتھ کی طرف اشارہ کرنے لگا۔

"من تو کرتا ہے یہی کروں مگر۔"

"مگر پیاری جو ہے تمھیں ایسی پیاری ہے کہ (اس نے فٹ بال کو کِک ماری اور سکندر نے بال اپنی طرف پا کر دوسری طرف لے کر گیا) ہم سب کو سولی پہ لٹکا دیا۔"

سکندر ہولے سے مسکرایا۔

"بھا کا یہی تو کام ہے۔لوگوں کو سولی پہ چڑھانا۔"

"سیدھے راستے پہ آ جا نہیں تو بہت بُری طرح گرے گا"

سکندر ایک بار پھر گول کر چکا تھا۔

"سکندر سیدھے راستے پہ بُری طرح گر گر کر آج یہاں پہنچا ہے اور کہاں پہنچا ہے یہ تمھیں بھی پتا ہے اور تم مجھے کہہ رہے ہو بُرائی کو چھوڑ دو ورنہ بُری طرح گرو گے اچھا مذاق کر لیتے ہو۔"

"سکندر آخر کب تک۔۔۔۔"

"جب تک ہے جان میری جان!! جب تک ہے جان تب تک سکندر بُرے کام کرتا ہوا ہی پائے جائیگا۔ سکندر کے خون میں بس چکی ہے غلاظت 'بُرائی اور انتقام جو مجھے تم سب سالوں سے لینا ہے۔"

"مجھے تو بخش دو یار بچپن سے ہی تم سے مار کھا رہا ہوں اپنے ابے کا غصہ بھی مجھ پر اُتارتے تھے اور منانا بھی مجھے ہی ہوتا تھا۔"

"سر آپ کی کال؟"

سکندر آگے سے کچھ کہتا سامنے آتے جاوید کی اطلاع پر اس نے فون پکڑا۔

"ہیلو واٹ۔" حنان نے چونک کر اسے دیکھا پھر اس نے جاوید کی طرف اشارہ کیا کہ کس کی کال ہے۔ اس سے پہلے جاوید کچھ کہتا سکندر نے فون بند کر کے جاوید کی طرف اچھالا۔

"کیا ہوا؟"

سکندر بنا کچھ کہے تیزی سے بھاگا۔

"سکندر کیا ہوا جاوید کس کی کال تھی۔"

"سر وہ رمشا بی بی واش روم میں بے ہوش ہو کر گر گئی تھی ان کے سر پہ چوٹ آئی ہے۔"

"او شٹ۔"

سکندر ڈرائیور کو نکالتا ہوا خود ڈرائیونگ سیٹ پہ بیٹھ چکا تھا اور کسی کا ویٹ کیا بنا گاڑی بھاگا گیا۔

"لو!! یہ تو پاگل ہی ہو گیا ہے۔"

حنان بڑبڑا کر اپنی گاڑی کی طرف بڑھا

••••••••••••••••••••••••••••

"ان کو میں نے انجیکشن دے دیا ہے۔ڈائٹ کا خیال رکھنا ہو گا اور۔۔۔۔۔"

ڈاکٹر کام کرنے والی کو ہدایت دے رہے تھا اور رمشا کا ہاتھ پکڑ کر اس کی نبض ٹوٹل رہے تھا کہ اچانک کسی نے غصے سے اس کی ہاتھ ہٹایا اور اس کو ایک تھپڑ جھاڑ دیا۔

"ہاو ڈیر یو ٹچ ہر کون لایا ہے میل ڈاکٹر کو بتاؤ مجھے۔"

سکندر کی دھاڑ پر ماسی ایک دم پیچھے ہوے تھی۔

"صص صاحب!!! "

"میرے پوچھے بغیر کس نے میل ڈاکٹر کو بلایا۔بتاؤ!! اور تم نکلو فوراً یہاں سے اس سے پہلے تمھارا قیمہ بنا دوں۔"

"واٹ دا ہیل!!! "

ڈاکٹر نے خود کو سنبھال کر جب اس بھپیرے ہوے شیر کو دیکھا تو غصے سے اس سے بولا۔

"یہ کیا بد تمیزی ہے؟"

"بد تمیزی بتاؤں میں تمھیں تم نے میری بیوی کو ہاتھ بھی لگانے کی بھی جرأت کیسی کی۔"

? Excuse me are you a psycho

"میں ڈاکٹر ہوں اور یہ میری پیشینٹ ہیں جب آپ جیسے شوہر اپنی بیوی کا خیال نہیں رکھتے تو پھر ہم ڈاکٹرز کی انھیں ضرورت ہوتی ہے۔"

"اویو میں تجھے بتاتا ہوں اور اپنی سائیکی کا خوب ثبوت بھی دوں گا۔"

سکندر اسے پیٹنے لگ گیا۔ملازمہ تو ڈر کر باہر کی طرف بھاگی تھی۔

گاڑی کا دروازہ بند کر وہ گھوم کر گھر کے اندر انٹر ہوا تھا۔حنان کو اندر بھاگتا ہوا دیکھ کر نذیر چونک پڑا۔

وہ سیڑھیوں پہ پہنچا ہی تھا کہ ہنپتی کانپتی ملازمہ سے وہ بے اختیار ٹکرایا تھا۔

"اُف سوری۔"

"صاحب شکر ہے صاحب آپ آئے وہ بڑے صاحب۔" پھولی ہوئی سانسوں سے اسے بولا ہی نہیں جا رہا تھا۔

"پتا ہے ضرور کچھ گڑبڑ کی ہو گی۔ کس کمرے میں ہے وہ؟" حنان سمجھ گیا اس لیے خشک لہجے میں اسے بولا۔

"وہ جی سب س سس سے پہلے وہ ڈاکٹر بیچارے کو۔۔۔"

اس سے پہلے ملازمہ اپنی بات مکمل کرتی۔ حنان سیڑھیاں پھلانگتا ہوا کمرے کے طرف پہنچا۔

"سٹوپڈ آدمی چھوڑ اسے۔"

اس نے گھتم گھتا ہوتے دونوں پاگل ہوئے وجود کو ایک دوسرے سے علیحدہ کیا۔

"ہٹ جا حنان اس کی جرأت دیکھو اوپر سے اس کی زبان!! یہ لگتا ہے مجھے نہیں جانتا۔"

"میں اچھی طرح جانتا ہوں تجھ جیسے غنڈے کو۔ میں اوروں کی طرح ڈرپوک نہیں ہوں۔ جب میں نے کچھ غلط نہیں کیا تو میں کیوں چُپ رہوں۔"

ڈاکٹر صدیق تو کٹ کھانے پہ اور پاگل ہو گیا تھا۔

"سٹاپ اِٹ اگر دونوں نے کوئی بکواس کی تو حوالات کے اندر کر دوں گا۔"

جب حنان سے دونوں سنبھل نہیں پا رہے تھے تو ناچار حنان کو غصے سے دھاڑ کر اپنی اصلیت بتانی پڑی۔

"او تو تم اس غنڈے کے ساتھ ملے ہو۔ ظاہر ہے سونے میں نہلاتا ہو گا تم جیسے رشوت خوروں نے تو انھیں کی بوچا کرنی ہیں۔"

ڈاکٹر کچھ حد سے زیادہ ہی بہادر تھا۔ حنان کا تو خون کھول کے رہ گیا مگر وہ بے وقوف نہیں تھا۔ سکندر نے حنان کو سائڈ پہ کیا اور اس کو مکا جبڑے پہ دے مارا۔

"سٹاپ اِٹ سکندر!!! نظر نہیں آ رہا ایک کمرے میں دوسرا وجود بھی موجود ہے۔ رمشا کی حالت ٹھیک نہیں ہے اور تو کتے کے طرح لڑ رہا ہے اور بھائی صاحب معذرت خواہ ہوں آپ کو اس کی وجہ سے تکلیف ہوئی آئے میں آپ کو نیچے تک چھوڑ دوں۔"

"واہ ڈر گئے تم لوگ مجھ سے تو آپ معذرت کر رہے ہو اب دیکھنا یہ معاملہ میں جسٹس تک لے کر جاؤں گا۔"

"جاو میری طرف سے تم چیف جسٹس کی پاس چلے جاو۔ میرا وہ کچھ بگاڑ نہیں سکتے۔ اپنی بیوی کی وجہ سے چھوڑ رہا ہوں ورنہ تیرا مردہ وجود جاتا جسٹس کے پاس انصاف مانگنے۔"

حنان نے سکندر کے ایک دم نارمل ہو جانے پہ عافیت جانی اور ڈاکٹر کو باہر کی طرف اشارہ کیا۔ باہر جا کر وہ سمجھالے گا اسے۔ سکندر نے اپنے چہرے پہ ہاتھ پھیرا اور گردن پہ ہاتھ رکھ کر اس نے مڑ کر دیکھا تو ہوش و خرد سے بیگانہ وجود نے اسے اپنے طرف کھینچا تھا۔ وہ لمبی گہری سانس لے کر اس کے پاس آیا۔

"میں کتنا خبیث ہوں ایک بار بھی خیال نہیں آیا مجھے یہ لڑکی بے ہوش ہو گئی تھی۔ وہ بھی میری وجہ سے۔ گاڈ اسے آرام کی سخت ضرورت تھی۔ پتا نہیں کیا ہوا تھا اسے؟"

وہ جھک کر اس کے ماتھے پہ ہاتھ رکھ کر چیک کرنے لگا اس کا وجود برف کی طرح ٹھنڈا تھا۔ سکندر کے اندر بے چینی پھیلی۔ اب اسے اپنی بے وقوفی پہ غصہ آ رہا تھا مگر وہ کیا کرتا اندر پہلے ہی داود نامی شخص نے تباہی مچائی ہوئی تھی اوپر سے ڈاکٹر کا رمشا کی کلائی چھونا تو اور پاگل کر گیا۔ ایک دفعہ سکندر کا سر پھیر جاتا تھا تو دُنیا کا اسے کوئی ہوش نہیں رہتا تھا۔ جلدی سے اُٹھ کر وہ الماری کی طرف گیا اور اسے کھول کر وہ موٹا کمبل تلاش کرنے لگا ایک کمبل رمشا کے لئے کافی نہیں تھا۔ اس نے اوپر والے شیلف پہ پڑا کمبل نکالا اور بیڈ روم میں آیا۔ اس نے دیکھا رمشا کا وجود ہلکہ سا کسمایا تھا۔ چل کر وہ اس کے پاس آیا اور اس کے اوپر کمبل اوڑھ کر اچھی طرح اسے کور کیا اور صحیح طرح سے سیٹ کرنے کے بعد اس نے اس کے چہرے کو چھوا۔

"اسے کہا بھی تھا کہ کھانا کھالے مگر یہ انتہائی ضدی لڑکی ہے۔ پتا نہیں آگے آگے کیا کرتی ہے میرے ساتھ۔ ڈیم سکندر!!! کاش کاش اسے میں نہ دیکھتا۔"

خود سے مخاطب ہوتا وہ اپنے سر پہ ہاتھ پھیر رہا تھا۔ رمشا ایک بار پھر کسمائی تھی۔ اس کے چہرے کے ایک ایک نقش بے اختیار کھینچے گئے تھے۔ وہ سوتے ہوئے کوئی ننھی سی معصوم بچی لگ رہی تھی۔ اس کو دیکھ کر سکندر کے لبوں پہ اچانک مسکراہٹ پھیل گئی تھی۔ بخت بھی تو ایسے ہی کرتی تھی۔ سارا واقعہ وہ ایک دم ہی رمشا کی مسکراہٹ دیکھنے کے بعد بھول گیا تھا۔ ہاتھ بڑھا کر اس نے رمشا کے بال اس کے گالوں سے ہٹائے تھے پھر اس نے اس کے گال چھو کر چیک کیا کہ نارمل ٹیمپریچر پہ اس کا جسم آیا ہے کہ نہیں۔

"پتا نہیں کیا کر کے گیا ہے اُٹھاوں اسے کے نہیں ہاں کھانا کھا کر بیشک یہ سو جائے مگر پھر یہ نہ مانی تو؟ نہیں مانے گی تو اسے ایک تھپڑ جھاڑ دوں گا۔ پاگل ہے سکندر وہ معصوم سی لڑکی پھر تیرے تھپڑ سے بے ہوش ہو جائے گی۔"

خود سے بولتا ہوا۔ وہ اسے پھر دیکھنے لگا۔ اس کا نیلا چہرہ کافی حد تک نارمل ہو گیا تھا مگر پھر بھی وہ اندر سے کافی فکر مند تھا۔

"باہر آو تم سے بات کرنی ہے اگر میں نے اس بیچاری کو دیکھ لیا تو کہی عینہ کا غصہ تم پر نہ اُتار دوں۔"

حنان کی سپاٹ آواز نے سکندر کو فوراً نکالا تھا۔ وہ بے اختیار مڑا تھا۔ اس نے دیکھا حنان اب دروازے سے غائب ہو چکا تھا۔

سکندر پھر مڑ کر رمشا کو دیکھنے لگا۔ پھر خاموشی سے اُٹھ کر دروازہ بند کرتا ہوا باہر آیا۔

"تو نا ایک نمبر کا۔۔۔۔۔۔"

"کتنا انسان ہوں یہ بولنا چا رہا ہے تو۔"

"نہیں آپ اس کیٹگری میں بھی نہیں آتے۔ تو جانتا ہے میں کتنی بُری طرح سے پھنس چکا ہوں اگر زرا سا بھی بھنک اس بارے میں میرے سسر کو لگ گئی میں تو نوکری سے نکالا جاؤں گا ساتھ میں غداری کا کالک کے ساتھ ساتھ طلاق بھی میرے ماتھے پہ تھوپ دی جائے گی جو کہ بالکل میری برداشت سے باہر ہو گا۔"

"اچھا ہے صحیح طرح سے میری ٹیم میں گھس جائی پارٹی کریں گے۔ میں تو کب سے یہی چا رہا ہوں۔"

سکندر سگریٹ کا کش لیتا مزے سے بولا۔

"سوری ٹو سے میرا ابھی بھی تھوڑا بہت ضمیر باقی ہے جو مجھے یہ کرنے نہیں دے گا۔ اس لئے خواب دیکھتے رہو۔"

"تیرا جیسا دوست خدا کسی دشمن کو بھی نہ دے۔"

"تیرے بارے میں میرے بھی یہی خیالات ہیں۔"

جوس کا سپ لیتا وہ کڑوے لہجے میں بولا۔

"کیا ہوا تھا رمشا کو؟"

"بیچاری بس فینٹ ہوئی تھی اور مجھے ڈر تھا اگر میں نے زرا سی بھی دیر کر دینی تھی تو اس نے آئی سی یو میں پہنچ جانا تھا۔"

"فینٹ ہوئی تھی تو اس کمینے نے اسے چھوا کیوں تھا؟"

"سکندر! وہ ڈاکٹر ہے!!! "

"اور وہ میری بیوی ہے جسے اس ڈاکٹر نے بلاوجہ چھوا تھا۔"

"میں اپنا سر پیٹ لوں گا سکندر گاڈ ڈیم اِٹ!! ڈاکٹر اگر پیشینٹ کو چھوے گا نہیں تو اس کی بیماری کا کیسے پتا چلے گا مجھے تو آگے کے لئے بڑا ہی خوف آرہا ہے۔"

سکندر نے سر جھٹک کر وائن کا ہلکہ سا سپ لیا تھا۔

"بخت کیسی ہے؟ کدھر ہے اس وقت؟"

"کمرے میں سو رہی ہے۔"

"ایک بات بتاو بخت کو ٹریٹ کرنے والا بھی میل ڈاکٹر تھا اس وقت تو اتنا پاگل نہیں ہوا مگر رمشا کے ٹائیم۔۔۔۔فرض کر اگر یہی سچویشن رمشا کے ساتھ ہوتی تو کیا کرتا۔"

"حنان میرے سامنے اس وقت فضول بکواس مت کرو۔"

سکندر تنگ آگیا اور پھر اُٹھنے لگا تو حنان نے روکا۔

"تو اس وقت میرے گھر سے دفع ہو جا میں اسے دیکھنے جا رہا ہوں۔"

"سکندر اگر تو نے میرے ساتھ بدتمیزی کی نا آئندہ میں نے رمشا کو لے جانا ہے اس کے گھر والوں کے پاس۔"

سکندر تیزی سے مڑا اور اس کا گیر بان پکڑا۔

"آج تو نے یہ بات کہہ دی دوبارہ کہنے کی کبھی غلطی نہ کرنا۔"

اس کا گیر بان غصے سے چھوڑتا ہوا وہ چل پڑا۔ حنان غصے سے آگے کچھ کہتا فون بیل نے اس کے ارادوں کو روک دیا۔

"امی!!"

کمرے میں اندھیرا پا کر رمشا پریشانی سے کہتے ہوئے اُٹھی تھی۔ اس کا دل تیزی سے دھڑک رہا۔ دو بھاری کمبلوں نے اسے پر گھبراہٹ طاری کر دی تھی۔ چہرے پہ آئے پسینے کو محسوس کر کے اس نے تیزی سے اپنے گرد کمبل کو ہٹایا۔ سکندر دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا تو رمشا کی ہلکی سی آواز پر چونکہ۔ اس نے لائٹ آن کر کے اسے دیکھا جو پریشانی سے سر تھامے لمبے لمبے سانس لے رہی تھی۔ سکندر کو دیکھ کر تو اس نے لب سختی سے بھینچ لیے تھے۔ سکندر چل کر اس کے پاس آیا۔

"تم ٹھیک ہو؟رمشا میری طرف دیکھو ریلکیس سویٹ ہارٹ گرمی لگ رہی تھی کیا؟"

اس کا ہاتھ چہرے کے گرد سے ہٹاتا بڑی نرمی سے کہہ رہا تھا۔

رمشا کی آنکھوں میں پانی جمع ہو رہا تھا۔اسے امی اور ابو کی اس وقت بڑی شدت سے ضرورت محسوس ہو رہی تھی۔اس کے کانپتے وجود پہ سکندر کو لگا اسے سردی لگ رہی ہے۔

"کمبل کو کیوں ہٹایا سردی لگ رہی نا چلو اندر گھسو چلو شاباش۔"

رمشا اس کی بات پر تیزی سے نفی میں سر ہلانے لگی اور ایسا کرتی ہوئے اچانک بے بسی کے مارے اس کے لبوں سے سسکی نکل گئی۔اس کے سسکنے پر سکندر ٹھٹھک گیا۔

"بھوک لگ رہی ہے میں ابھی کچھ منگواتا ہوں کیا کھاؤ گی؟"

اس کے کندھے کے گرد بازو پھیلتا وہ اپنے نرم لہجے پہ حیران ہو رہا تھا مگر ابھی اپنے حیرانگی پہ سوچنے کا وقت نہیں تھا۔

رمشا اسے ہٹانا چاہتی تھی۔اسے دکھادے کر اسے پرے چلانا چاہتی تھی مگر ابھی جو اس نے خواب دیکھا تھا اس پر ایک وحشت سی طاری ہو گئی تھی۔امی کا ٹھنڈا وجود بار بار نظروں کے سامنے لہرا رہا تھا۔وہ ایک دم سکندر کے سینے پہ سر رکھ کر رونے لگی۔سکندر ایک دم سے بے چین ہو گیا۔

"طبیعت زیادہ خراب ہو رہی ہے ایک تو مسئلہ ہے تم بولتی نہیں ہو کچھ پتا بھی چلے۔"

وہ آگے سے کہتا رمشا مزید پھوٹ پھوٹ کر اس کے سینے میں منہ دے کر رونے لگی۔وہ اس وقت دھرے مار مار کر رونا چاہتی تھی۔سکندر کے لئے اپنی بھڑاس نکالنا چاہتی تھی مگر وہ یہ سب نہیں کر سکتی تھی۔سکندر کو چُپ ہونا پڑا اس نے رمشا کے گرد بازو پھیلا کر اس کا سر تھپکا پھر اس نے ہاتھ بڑھا کر رمشا کی پیشانی پہ رکھا۔

"بس بس!! ممی پاپا یاد آرہے ہیں؟"

رمشا ایک دم فریز ہو گئی۔اسے کیسے پتا چلا؟

سکندر نے ایک دم سے اپنا حق استعمال کرتے ہوئے اپنے لب اس کی روئی ہوئی سوجی آنکھوں میں رکھ دیے۔

"مجھے پتا ہے مگر ابھی مت سوچو طبیعت ویسے بھی ٹھیک نہیں ہے تمھاری۔اب خاموش ہو جاو۔"

رمشا کا دل کر رہا تھا اس کا منہ نوچ لے۔کتنا بے رحم ہے یہ شخص یہ اسے آج پتا چل رہا تھا۔

"تم لیٹو میں ابھی کھانا لے کر آتا ہوں اُمید کروں گا تم ضد نہیں کروں گی۔میں پہلے ہی بختاور کی وجہ سے پریشان ہوں میں نہیں چاہتا کہ میں تمھاری وجہ سے بھی بے چین ہوں۔"

"اور جو میری فیملی کانٹوں پہ وقت گزار رہی ہے اس کا کیا سکندر۔ان کی بے چینی ان کی تکلیف کا تمھیں کوئی احساس نہیں ہے۔ہاں کیسے ہوگا اگر ہوتا تو تم آج غنڈے نہ ہوتے۔"

اس نے دل میں کہتے اپنی سوجی آنکھوں کو جبراً صاف کیا۔

سکندر نے انگلی کی پوروں سے اس کے پھسلتے ہوئے آنسو کو صاف کیا پھر اس کا چہرہ اُٹھا کر اس کی سُرخ آنکھوں میں دیکھا۔

"دوبارہ ان آنکھوں کو تکلیف میں پڑتا ہوا نہ دیکھوں۔"

اسے خود بھی سمجھ نہیں آئی تھی کہ یہ بات کیسے اس کے لبوں سے پھسلی رمشا کی آنکھیں حیرت سے پھیلیں۔

"آتا ہوں میں ابھی۔"

اس کے سر کو چومتا وہ اُٹھ کھڑا ہوا جبکہ وہ حیران پریشان آگے سے کچھ کر ہی نہیں سکی۔

•••••••••••••••••••••••••••••••••••

"آپ میری بات سُنیں حداد بھائی۔"

"کیا سُنوں میں تمھارے کہنے پر میں چوبیں گھنٹے سے چُپ بیٹھا ہوں' تمھارے کہنے پر میں تمھارے گھر پہ موجود ہوں اور تمھارے ہی کہنے پہ میں ٹھنڈے دماغ سے سوچ بھی چکا ہوں لیکن اس چوبیں گھنٹے میں مجھے سوائے وحشت کے اور کچھ حاصل نہیں ہوا اب بتاؤ جب میں کچھ کرنے جا رہا ہوں تو مجھے روکا کیوں جا رہا ہے؟"

حداد کے تیز لہجے پر حنان کو گہرا سانس لینا پڑا۔

"دیکھیں سر!! ٹرائی ٹو انڈرسٹینڈ رمشا کو جس کسی نے بھی کیڈنیپ کیا وہ شخص کافی خطرناک معلوم ہو رہا ہے جو شخص بڑے آرام سے گھر میں گھس کر ایک لڑکی کو اُٹھا کر لے گیا ہے وہ بھی اس گھر میں جہاں ٹرینڈ محافظ موجود تھے۔وہ شخص کیا سے کیا کر سکتا ہے۔میں نے اپنی ٹیم کو بھیجا ہوا ہے کوئی سوراخ نکالے گا میں آپ کو فوری اطلاع کروں گا وہ بھی انکل سے پہلے۔تناؤ تو یقین رکھیں مجھ پر۔"

حداد نے تھکے ہوئے انداز میں اپنی آنکھیں بند کی اور اپنا سر تھام کر بولا۔

"مجھے ایسے اپنی بچی کی سسرال میں رہنا ٹھیک نہیں لگ رہا جب میں نے کہا تھا میں اپنا انتظام کر لوں گا تو میرے فکر کیوں کر رہے ہو تم۔"

"دیکھیں بھائی آپ میری بیوی کے چاچو ہیں سمجھے میرے چاچو تو بھلا میں اپنے چاچو کو کسی ہوٹل میں رہنے دوں گا نہیں۔ اس لئے یہاں اطمینان سے رہیں یہ میرا اپنا گھر ہے یہاں ویسے بھی ملازموں کے سوا کوئی نہیں رہتا۔"

"عینہ کو تو نہیں بتایا نا تم نے کہ میں یہاں پر ہوں۔"

"سیڈلی مجھے بتانا پڑا کیونکہ وہ پہلے سے ہی بہت اپ سیٹ تھی مگر فکر مت کریں جب تک آپ نہیں کہیں گے میں اسے آپ سے ملنے نہیں دوں گا۔ اچھا اب چلیے مل کر کھانا کھاتے ہیں۔ گھر نہ جانے کی قسم کھائی تھی کھانے نہ کھانے کی تو نہیں۔"

"پتا نہیں مشی نے کچھ کھایا بھی ہو گا کہ نہیں۔"

خود سے بڑبڑا کر کہتے ہوئے وہ بنا بحث کیے اُٹھ کھڑا ہوا۔

****

"تمھاری طبیعت کیسی ہے؟"

"سخت بوریت ہو رہی ہے مجھے اور آپ!! جب سے آپ کی بیوی آئی ہے آپ غائب ہی ہو گئے۔"

سکندر اس کی بات پہ بے ساختہ مسکرایا۔

"ارے ابھی سے جیلسی کی بو آنے لگی اور مجھے کہہ کون رہا تھا شادی کر لیں شادی کر لیں اب غریب نے شادی کر لی تو اس پہ بھی اعتراض؟"

"اوہو ماما!! حد ہو گئی خیر آپی کہاں ہیں؟ بیچاری کو کہی آپ نے قید خانے میں بند تو نہیں کر دیا۔ صبح سے ان کی کوئی خبر ہی نہیں ملی مجھے۔ آپ بھی آج کہی نکلے ہوئے تھے۔"

"پاگل میں بھلا ایسا کیوں کروں گا۔ ویسے بھی تم بیمار تھی اس کی بھی کچھ طبیعت ٹھیک نہیں تھی۔"

"کیا ہوا انھیں کہی آپ نے تو کچھ نہیں کیا اگر ایسا ہے ماما تو سخت مار پڑے گی آپ کو۔"

بختاور کی بات پر سکندر نے گھورتے ہوئے آگے بڑھ کر اس کے بال بگاڑے۔

"اب میں تمھیں اُٹھانے آیا ہوں ہم تمھاری آپی کے کمرے میں جا کر ڈنر کریں گے۔"

"اچھا!! میری دھمکی کا آپ نے بہت زیادہ اثر لے لیا۔"

"ایسا ویسا۔سب سے زیادہ ڈرتا بھی میں تم سے ہوں۔"

سکندر شرارت سے بولا کہ بخت نا چاہتے ہوئے مسکرا پڑی۔اس کو احتیاط سے اُٹھاتے ہوئے سکندر نے اسے ویل چیر پہ بٹھایا اور سیدھا رمشا کے کمرے میں لے گیا۔کمرے کو دروازہ کھول کر وہ اندر داخل ہوا تو اس کی توقع کے عین مطابق رمشا سامنے صوفے پہ بیٹھی' جوس کا سپ لے رہی تھی جب اس کی آمد پہ اس نے فوراً اپنا جھکی' پر سوچ نگاہیں اُٹھا ہیں۔سکندر نے اس کے جوس پینے پر بے ساختہ شکر ادا کیا۔

"ارے آپی میرے آنے سے پہلے ہی آپ شروع ہو گئی۔ چلو کوئی نہیں آپ کو معاف کیا اب اتنے بھی ظالم سسرال والے نہیں ہیں ہم مگر اتنا لائٹلی مجھے مت لیجیے گا بہت سخت ہوں یہاں تک کہ ماما بھی مجھ سے ڈر جاتے ہیں کیوں ماما؟"

بخت نے جیسے رمشا کا چہرہ دیکھا تو بس اس کی فراٹے بھر زبان شروع ہو گئی۔سکندر ہولے سے مسکرایا۔

پھر سامنے میڈیسن پڑی ہوئی دیکھی تو ایک دم اس نے اپنی آنکھوں کو سکیڑا۔

"تم نے بنا کچھ کھائے میڈسن لی؟"

اس کے سنجیدہ لہجے پر بخت کچھ کہتے ہوئے رُکی تھی۔

رمشا نے اسے ایک نظر اسے دیکھا اور پھر اپنی نظریں گلاس پہ مرکوز کر لی تھیں۔

"رمشا؟"

سکندر کے کہنے پر بھی اس نے سر نہیں اُٹھایا۔

"اوہو ماما کیا ہو گیا ہے دوائی کھالی ان کی طبیعت آپ نے خود بتایا تھا کہ ٹھیک نہیں ہیں۔"

سکندر بخت کی بات کو اگنور کرتا آگے بڑھا۔رمشا نے گلاس پہ اپنی گرفت مضبوط کر لی تھی۔

"مجھے تنگ کرنے کی تو گویا قسم ٹھان لی ہے۔ایک دن میں یہ حال ہے تو آگے جا کر اُف کنڑول شیر و کنڑول۔"

تیز لہجے میں اسے کہتے ہوئے اس نے خود کو بڑی مشکل سے کچھ غلط کہنے سے روکا۔

رمشا بالکل سپاٹ چہرہ لئے سامنے کھانے کی پڑی اشیا کو دیکھتی رہی۔

"بخت تم لوگ شروع کرو میں ابھی آیا۔"

کچھ سوچ کر وہ یہاں سے نکل پڑا۔اسے پتا تھا کہ اس کی موجودگی میں تو رمشا اپنے حلق سے ایک نوالہ بھی نہیں اُتارے گی یہ اس کی غیر موجودگی کا اثر تھا جو اس نے جوس کا سپ لیا تھا۔۔۔شاید بخت کے منانے پہ کچھ نہ کچھ کھالے گی حالانکہ سکندر کا دل کر رہا تھا اس کو خود اپنے ہاتھوں سے کھلائے۔پتا نہیں بخت کی خود طبیعت ٹھیک نہیں ہے وہ رمشا کا کیا خیال رکھے گی۔اب رمشا کو دیکھ کر اس کے پیٹ میں خود چوہے دوڑتے ہوئے محسوس ہو رہے تھے مشروب کے علاوہ اس نے کل سے اب تک کچھ نہیں کھایا تھا۔دل اس بات سے جان کر بھی انجان تھا کہ اس نے ایسا کیوں کیا۔چل کر وہ نیچے آیا۔ سارے لوگ اپنے کام میں اس وقت مصروف تھے اور اس ٹائیم تو اس کا نوڈسٹرب پیرڈ تھا مطلب کے اس اوقات اسے کوئی چھیڑے نہ۔اس نے ارد گرد دیکھنے کے بعد لان میں جانے کا ارادہ کیا۔کوریڈور کی طرف جاتا وہ پچھلے لان کی طرف آیا۔وہاں بڑُے سے پلر کے پاس جھولے والی کرسی پہ بیٹھ گیا اور پھر چمکتے دمکتے فرش کو گھورنے لگا کہ اچانک وہ اپنے خیالوں میں گُم ہو گیا تھا۔

"سر کدھر جا رہے ہیں؟" سکندر کو گن نکالتا ہوا اور خطرناک رستے سمیت بڑھتا ہوا دیکھ کر حفیظ کو بے اختیار بولنا پڑا۔

"مجھے لگا جیسے کوئی نسوانی آواز وہاں سے آئی ہو اور اس کی آواز میں تڑپ تھی۔"

سکندر کہتا ہوا آگے بڑھا تھا کہ حفیظ نے اسے روکا۔

"سر یہ راستہ خطرناک ہے اور مجھے لگتا ہے آپ کو کوئی غلط فہمی ہوئی ہیں اس پہر کوئی لڑکی کیا کر رہی ہو گی وہ بھی جنگل میں۔"

"تم جاو میں دیکھ لوں گا۔مجھے پتا ہے میری سُننے کی حس بڑی تیز ہے تو غلط فہمی کا سوال پیدا نہیں ہوتا۔"

"سر مگر۔۔۔۔۔"

"میں نے کہا نا اتنا بھی کوئی اندھیرا نہیں چھایا ہوا شام صرف ہوئی ہے میں آجاوں گا۔"

سکندر کہہ کر رُکا نہیں تیزی سے اس طرف بڑھا تھا۔

ٹارچ تو اس نے پہلے سے موبائل کی آن کر لی تھی۔ویسے بھی بہت بار وہ بڑے سے بڑے غیر ملکوں کے جنگلوں میں رات گزار چکا تھا اور یہ تو اپنے ملک کا چھوٹا سا جنگل تھا۔اِدھر کیا پریشانی ہونی تھی۔

اسے لگا تھا جیسے کسی ہنستی ہوئی آواز اسے سُنائی دی تھی اور ایک نہیں تین چار شرارتی ہنسی اس میں شامل تھی۔ سکندر کو کچھ گڑبڑ ضرور لگ رہی تھی ایک طرف نسوانی تڑپتی چیخ دوسری طرف شرارتی مردانہ قہقے۔ اسے کسی سخت گڑبڑ کا احساس ہوا

۔

گن پہ گرفت مضبوط کر کے اس نے لب کو سختی سے بھینچا اور بڑی دھیمے دھیمے قدم سے اس طرف بڑھنے لگا۔ ایک دم ذہن میں ایک زہریلا قہقہ اور تڑپتی آہ اس کے کانوں میں گونجی۔ وہ پرانی آوازیں سُن کر تو وہ خود کو بڑا بے قابو ہوتا محسوس کر رہا تھا۔ اگر ایسا ہوا جو وہ سوچ رہا تو قسم ہے ان کی چمڑی اُدھیڑ دے گا۔ چلتے ہوئے اسے پاؤں پہ کچھ رینگتا ہوا محسوس ہوا تھا مگر اس نے پروا نہیں جانی بڑی آرام سے نیچے دیکھا تو سانپ کے سیدھا منہ کے اوپر اس نے اپنا پاؤں رکھ دیا تھا اور بڑی بے رحمی سے اسے کچل دیا تھا۔ ایسے ہی تو وہ انسانوں کے ساتھ کرتا تھا منٹوں میں انھیں کچل دیتا ان کی فریاد' ان کا پھڑ پھڑانے' سیلف ڈیفنس دیکھے اور سُنے بغیر انھیں لمبی نیند سلا دیتا تھا۔ جیسے ابھی اس نے سانپ کے ساتھ کیا تھا۔ نیچے دیکھے بنا وہ پھر اس طرف متوجہ ہوا تھا۔

"یار اس کے ساتھ کیا کریں! "

"پہلے یہ چھوڑو یہ بتاو سٹارٹ کون کرے گا۔"

"مل کر نہ کر لیں۔"

"یہ لمبی ڈِش تھوڑی ہے جو سٹارٹ کر لیں۔"

"بھئی مجھے سے رہا نہیں جاتا ابھی یہ میری تم سب دفع ہو جاو۔"

"تھوڑا ہوش تو آنے دو بیچاری کو۔"

"ہوش تو میں تمھیں دلاؤں گا کمینوں۔"

سکندر فوراً اس طرف آیا تھا تو اس کے چہرے پہ وحشت پھیل گئی تھی جو وہ سوچ رہا تھا وہی چیز اس کے سامنے ہوئی تھی ایک بیچاری بے ہوش لڑکی سامنے گری ہوئی تھی اور چار لڑکے کسی بھوکے شیر کی طرح سے نگلنے کا پلان بنا رہے تھے۔ چاروں کے چاروں شیروں جیسی دھاڑ پر اچھل پڑے تھے۔

"کِک کون؟"

"تیرا باپ (گالی) " ایک کے بازو پہ گولی مارتا وہ پاگلوں ہوتا آگے بڑھا دونوں لڑکے توڑ کر تیزی سے بھاگے تھے اور دو کو تو سکندر نے پکڑ لیا تھا۔ بس پھر ان کا ایسے حشر کیا کہ انھیں پتا چل گیا کہ اسلام آباد میں سکندر بھا کی آمد ہوئی تھی جن سے وہ بے خبر تھے اگر زرا سی بھی بھنک انھیں لگ جاتی ان کی توبہ کسی لڑکی کو آنکھ اُٹھا کر بھی دیکھتے۔ بہت سے واقع لوگوں نے سُن رکھے تھے کہ سکندر نے بہت دفعہ پبلک میں لڑکوں کی پٹائی کی جو عورتوں اور لڑکیوں سے بد تمیزی کرتے ہوئے پائے گئے ہیں۔ عورتوں کے معاملے وہ خاصا حساس تھا۔ کسی بھی عورت کی عزت پر وہ آنچ نہیں آنے دیتا تھا۔ کام والیوں کا کہنا تھا کہ وہ خود کو سب سے زیادہ سکندر ولا میں محفوظ سمجھتی اور ان کا ماننا تھا کہ کوئی بھی اجنبی لڑکی اس گھر میں رہ بھی لے تب بھی محفوظ رہے گی۔

سکندر نے کا حشر نشر کرنے کے بعد فون تیزی سے نکالا اور کال ملائی۔

"ہاں نذیر بچوں کو اس طرف بھیجو بائیں جانب دو لڑکے بھاگے ہیں ان کو زرا پکڑو وہاں ہاں سر کٹوانے ہیں دو تو میرے پاس ہیں۔ بس مجھے جلدی سے خبر دو ٹھیک ہے اوکے اوکے اللہ حافظ۔"

"صاحب معاف کر دیں ہم سے بہت بڑی غلطی ہو گئی۔"

ایک تو بے ہوش گرا ہوا تھا جبکہ دوسرے کی حس ابھی بھی بیدار تھی اس لئے تیزی سے اُٹھا۔ موت کا ذکر سُن کر ویسے دل کانپ جاتا یہ تو پھر بھی موت کی خبر تھی توانائی تو آنی ہی تھی۔ وہ سکندر کے پیر پکڑ کر گڑگڑانے لگا۔ سکندر نے اسے زوردار ٹھوکر ماری۔

"تم لوگوں کو تو میں بتاؤں گا۔"

سکندر غصے سے کہہ کر اس طرف آیا تو ٹھہر گیا۔ اس نے زندگی میں کبھی چاند کو غور سے نہیں دیکھا تھا۔ حقیقت میں ایسا ہی تھا سرسری سی نظر بھی شاید نہ ہو مگر اسے لگ رہا تھا اب وہ دیکھ رہا تھا۔ آسمان کا نہیں۔ زمین کا چاند اور اس زمین کے چاند نے اسے اپنے طرف کھینچا۔ اس کا خیال آ کر وہ اس طرف آیا۔

رمشا کو شور کی اور پیٹنے کی تھوڑی بہت آوازیں آئی تھیں۔ اسے لگا تھا اس کی جان بچ گئی تھی۔ ہاں اس کے بابا کی اور اس کی عزت بچ گئی تھی مگر جب بھاری مردانہ ہاتھوں نے اس کے چہرے کو چھوا تھا۔ اس کا دل ایک دم سے رُک گیا تھا۔ اس کی غلط فہمی تھی بہت بڑی غلط فہمی۔ سکندر کو محسوس ہوا ایک بڑی ہمت کر کے اُٹھا ہے اور دوسرے سیمت بھاگ نکلا ہے۔

سکندر آگے سے کچھ کر نہیں سکا۔ان کو وہ بعد میں دیکھ لے گا پہلے اسے لڑکی کا کچھ کرنا۔اس کی کشش کو بڑی زور سے اپنے ذہن میں جھٹک کر اس نے اس کا چہرہ تھپ تھپایا۔شام کے سائے کب کے ڈھل چکے تھے مگر اس ڈھلتے شام پہ وہ اس کے ایک ایک نقش کو باخوبی دیکھ سکتا تھا۔اس کو دیکھ کر واقعی ہر مرد کا ایمان خراب ہو سکتا تھا مگر وہ بہت مضبوط اعصاب کا مالک تھا۔اس کو اپنا موٹو یاد آیا۔

Respect women ! Women are precious, they are meant to be respected , cherished and loved . Earn your respect for them don't lose it !

"لڑکی آنکھیں کھولو!!! میری آواز آرہی ہے۔"

اس کے گال تھپ تھپانے لگا۔رمشا کو لگا جیسے یہ آواز کسی کی فرشتے کی ہے۔

"تم بالکل محفوظ ہو اگر ہوش میں ہو تو اُٹھ جاو۔"

سکندر سمجھ گیا تھا وہ ہوش میں ہے مگر ڈر کے مارے اس نے آنکھیں بند کی ہے۔ہاتھ بڑھا کر اس نے اس کی کلائی تھامی۔رمشا فریز ہوگئی۔وہ اس کی نبض ٹوٹل کر چیک کر رہا تھا۔اس لگا جیسے یہ ہاتھ کسی فرشتے کے ہیں۔جس نے اس کی جان' عزت بچائی ہے۔اس کے جسم پہلے سے تکلیف میں تھا مگر اس آواز نے ساری احساسات گُم کر دیں تھے۔

"آنکھیں کھول لو لڑکی تم بالکل سیف ہو ٹرسٹ می۔"

نبض ٹوٹلنے پر اسے احساس ہوا کہ کوئی چیز ان دونوں کے بیچ سے گزری ہے اور رمشا کی نبض بالکل رُک رُک کر چل رہی ہے۔سکندر کو سمجھ آگئی اس لڑکی کو سانپ نے کاٹا ہے تبھی تو اس کا جسم ٹھنڈا محسوس ہو رہا تھا۔تیزی سے ٹارچ کھول کر اس نے چیک کر پھر ایک دم نظر سانپ کی اس کے بازو سے گزرتے ہوئے گئی سکندر نے اس کا ہاتھ چھوڑ کر تیزی سے اس کا پکڑ کر دور پھینکا اور اس طرف بڑھ کر اس نے ایک ہی شاٹ سے اس کا سر علیحدہ کر دیا۔

سانپ کو گولی سے اُڑا کر سکندر نے بے ہوش پڑی رمشا کو دیکھا۔تو تیزی سے اس کی طرف آیا۔

رمشا کا چہرہ نیلا ہو رہا تھا۔سکندر نے اس کی کلائی کو دیکھا جہاں سے سانپ نے اسے کاٹا تھا۔

اس کی نبض کو ٹٹول کر دیکھا جو بہت مدھم انداز میں چل رہی تھی۔

"لڑکی !! سُنو تمھیں میری آواز آرہی ہے۔"

اس نے آگے بڑھ کر رمشا کا چہرہ تھپ تھپایا۔

"کیا کروں اس کا زہر فوراً نکالنا پڑے گا۔ کیا مصیبت ہے۔ اس وقت جنگل میں کیا کرنے گئی تھی۔"

غصے سے بڑبڑا کر اس نے بنا سوچے اس کا زخم لبوں سے لگایا اور زہر چوس کر نکالنے کا فیصلہ کیا۔ جب اپنے کام سے فارغ ہوا

۔

اس پل رمشا کی آنکھیں پٹ سے کھلیں۔ اسے ٹھنڈے پسینے چھوٹے۔ تیزی سے منہ پہ ہاتھ رکھ کر اس نے سکندر کو دیکھا پھر رُخ موڑ کر اسے ابکائی آئی۔

سکندر ایک دم پیچھے ہوا۔

نذیر نے ٹارچ کر کے اس طرف دیکھا تو اسے اپنے بھا نظر آئے۔

"بھابھا۔"

سکندر نذیر کی آواز پر بے اختیار مڑا پھر اس نے رمشا کو دوپٹّے کے بغیر دیکھا گہرا سانس لے کر اس نے جیکٹ اُتاری۔ رمشا نے گہرا سانس لے کر سر جھکایا اس کا دل بُری طرح خراب ہو رہا تھا۔ سر بھی بُری طرح دکھ رہا تھا اور ہاتھ سُن ہوتے ہوئے محسوس ہو رہے تھے۔ کسی نے کے گرد کچھ رکھا تھا۔ رمشا نے مڑ کر دیکھا۔ سکندر نے جیکٹ سے اس کا جسم ڈھانپ لیا۔ حیرت سے وہ اس فرشتہ نما انسان کو غور سے مشکور ہوتے دیکھتی کہ وہ رُخ موڑ کر اُٹھ چکا تھا۔

"ملے تمھیں وہ لوگ؟"

"سر ایک تو زخمی والا پکڑا گیا جبکہ ایک کو ڈھونڈنے نکلے ہیں کیا ہوا صاحب اور یہ کون ہے؟"

"اس کمینے کو لے کر جاو اور اسے بتاو کہ اس کی دہلائی کرنے والا کون ہے۔ ایسا حشر کرو کہ کسی عورت کی طرف آنکھ اُٹھانے کی جرآت نہ کرے اور لاؤ اپنی شال دو۔"

"آپ کا حکم سر آنکھوں پر بھا یہ لیں۔"

اس نے شال تیزی سے اُتار کر سکندر کو دی سکندر نے اس کا کونا پھاڑا اور اس طرف آیا جہاں وہ لمبے لمبے سانس لے رہی تھی۔

"نذیر جلدی سے پانی کا بندوبست کرو۔"

اس کی حالت کو دیکھ سکندر نے ایک دم تیز لہجے میں کہا تھا اور اس کی طرف آیا۔ رمشا حیران ہو رہی تھی کہ اس پہر بھی بڑی مہارت سے اتنے کام کر لیے تھے جیسے ابھی ٹارچ کے بنا اس کی کلائی تھام کر پھٹی ہوئی شال کا کپڑا اس کی کلائی کے گرد باندھنے لگا۔

"پوچھ سکتا ہوں آپ سے کہ آپ شام کے اوقات اکیلے اس جنگل میں کیا کر رہی تھی؟"

جب رمشا نے خود کو سنبھال کر کر لمبے لمبے سانس لے کر کانپتے ہوئے سکندر کو دیکھا تو سکندر طنز کرنے سے باز نہ آیا اس سے پہلے وہ کچھ کرتی۔ اسے تھوڑا گھسیٹ کر اس کے گرد شال پھیلائی تاکہ اسے مزید سردی نہ لگے وہ اب اس کی کلائی پہ پٹی باندھ رہا تھا۔

"فکر مت کرو سانپ نے کاٹا ضرور تھا مگر میں نے زہر نکال دیا ہے۔"

رمشا ایک دم نیم اندھیرے میں اس کا چہرہ دیکھنے لگا۔ وہ اس سے پوچھنا چاہتی تھی کون ہو تم؟ کہاں سے آئے ہو؟ میری مدد کے لئے تم نے اتنا بڑا خطرہ مول لیا۔ کیا لگتے تھے تم میرے۔

نذیر جیسے منٹوں میں غائب ہوا تھا۔ اتنے ہی منٹ میں نمودار ہوا تھا۔ پانی کی بوتل کے ساتھ اس نے پلاسٹک بیگ میں کچھ کھانے پینے کی اشیا لے آیا تھا۔

"شکر ہے تمھارا دماغ کام کیا ورنہ میں پھر تمھیں دوبارہ کچھ لانے کے لئے بھیجتا۔"

سکندر نے بوتل کا کیپ کھولا۔

"بھابھا!!! "

سکندر ایک دم خیالوں سے باہر آیا تھا۔ اس نے دیکھا سامنے جاوید کھڑا ہوا تھا۔ سکندر کا موڈ آف ہو گیا۔

"سوری سر آپ کو ڈسٹرب کیا میں جانتا ہوں آپ کو اس وقت۔"

"بتاو اب اس وقت کیا ہوا؟ دو گھڑی سکون کا پل کسی نے دیا ہو۔"

غصے سے کہہ کر اس نے اپنی داڑھی پہ ہاتھ پھیرا۔

"آئیم سوری سر مگر بات ہی کچھ ایسی ہے۔"

"اب بول بھی دو۔" سکندر کے لہجے میں صاف بیزاری تھی۔

"سر جو آپ نے میٹنگ رکھوائی تھی موجو اینڈ راجو گروہ والوں سے جن کا مال افغانستان کے تھرو آنا تھا۔ وہاں پہ چھیپا نے مخالفین کو خبر کردی۔ اب یہ مال تو آپ کا ہے اسی مال کو تو آپ نے مختلف یونی ورسٹیز میں بیچنا ہیں۔"

"اس چھیپا کا آڈریس دینا۔"

سکندر مزے سے مسکراتا ہوا اُٹھا۔ جاوید کو سمجھ آگئی اب تو چھیپا گیا۔

※※※※※※※※※※※※※※※※※※

"ارے آپ فکر مت کریں سر آپ کا خادم حاضر ہے۔ وہ تو چوہا ہے آپ کے سامنے اویں شو خا بنا رہتا ہے میں تو حیران ہوتا اس سے لوگ ڈرتے کیوں ہیں بھلا ہیں۔ ہاں پرسنالٹی تو آپ کی۔ دم تو آپ میں ہے وہ۔۔۔"

"ہاں یار تم بتاؤ کہ تم کیوں نہیں ڈرتے مجھ سے چھیپے؟"

سکندر کی مزے دیتی ہوئی آواز پر چھیپا صاحب کے پسینے چھوٹ گئے۔ نہیں وہ یہاں پہ کیسے پہنچ سکتا۔

"ارے چھیپا سر سی گردن ترچھی کر لیجیے دقّت تو ہو گی مگر دیکھیں بھا خود چل کر آپ کے پاس آیا ہے۔"

فون پہ کیا کہنا تھا۔ کس سے بات کر رہا تھا۔ کہاں پہ موجود تھا اسے تو جیسے بھول گیا تھا۔ گردن کو موڑ کر اس نے دیکھا سامنے کُرسی پہ بیٹھا ٹانگ پہ ٹانگ رکھے۔ بادام ہاتھ میں لئے ان کے مزے لیتا وہ شرارتی نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ یہ شخص آخر اندر کیسے آرام سے گھس جاتا ہے۔ کوئی اس کا تو پتا کروائے۔

"زیادہ مشکل نہیں ہوئی چھیپا صاحب ایک دو کی گردنوں کو گھما کر' ایک کو ٹھپڑ پیار سے جھاڑ کر' کھڑکی کے بجائے سامنے دروازے سے آیا ہوں وہ دیکھیں آپ کے پیارے کتنے مزے سے لیٹے ہیں۔ ویسے چھیپڑے اتنے پیسہ میں نہاتے ہو تو اتنا ان بیچارے کو بھی دے دیا کر دیکھ کیسے زمین پہ لیٹے ہیں۔ ترس آتا یار میرے ملازموں کو دیکھا کر کسے علیشان کمرے میں لیٹتے ہیں اوپس تو کبھی میرے گھر آیا نہیں ویسے آتا کیوں نہیں ہے تو تو مجھ سے ڈرتا بھی نہیں ہے۔"

"بب بھا آپ!!"

"ارے میں تیرے سامنے بھا کہاں؟ تیرے لئے تو چوہا تھا نا تو وہ بول۔" بادام کا پیس منہ میں ڈالتا وہ چیر کو ہلکے سے گھماتے ہوئے بولا۔

"نہیں بھا آپ۔"

"اب میں ہوں تیرے سامنے تو تو یہ ہی بولے گا کہ آپ کا کیا مقابلہ دوسروں کے سامنے! دوسرے غنڈوں کی بُرائی کرے گا اور میری تعریف میں کوئی حد نہیں چھوڑے گا۔ بھئی تیرا کوئی دین ایمان بھی ہے۔ کسی ایک بھی ٹکتا کیوں نہیں ہے۔"

"بھا مم مجھے معاف کر دیں"

چھپا سپرنگ کر طرح اچھل کر اس کے پیروں میں آ گرا۔

"ارے یار تو نے کون سا غلط کام کیا ہے تیرا ہی تو کہنا ہوتا ہے جو غلط ہے وہ غلط۔ جو صحیح ہے وہ صحیح۔ اب بولو نا حق اور سچ کا ساتھ دو تم بھئی۔"

"معاف کر دیں بھا آپ جو کہے گے میں وہ کرنے کو تیار ہوں بس مجھے معاف کر دیں۔ میں بے وقوف ہوں' غلط ہوں۔"

"نا نا میرے سے نہ ڈر بچے جو دل میں ہوتا ہے بول دے۔"

"بھا قسم ہے جو آپ کے ساتھ دغا بازی کروں۔"

"میرے بچوں زرا اندر آنا کسی کو دغا بازی کا مطلب سمجھانا ہے۔"

سکندر کے کہنے پہ اس کے محافظ تیزی سے اندر داخل ہوئے تھے۔

"اور خاص کر سکندر سے دغا بازی کا مطلب سمجھانا ہے اچھی طرح سمجھاؤں کیونکہ اکثر بچے بڑوں کی بات نہیں سمجھتے۔" کُرسی مزے سے گھماتے وہ شوا نجوائی کرنے لگا۔

※※※※※※※※※※※※※※※※※※※※※

"بڑی مشکل سے لایا ہوں میں یہ۔"

"ابے دیکھانا!! کب سے انتظار کر رہا تھا میں اس چیز کا۔"

وہ تو بیگ چھیننے کے درپہ تھے۔

"اوئے ایک ہی ہے میرے پاس وہ بھی ٹیسٹنگ پیس۔ سب کو چیک کروانا تاکہ وہ اس کی ڈیمانڈ کرے۔"

"تو پاگل ہے میں ہفتوں سے پاگل ہو رہا ہوں اور تو یہ سب کو دے گا؟"

"بیٹا اسی کو تو کہتے ہیں بزنس۔ یہ سینیرز مجھے کیا سمجھتے تھے اب دیکھنا میرے پیروں کو پکڑ کر مجھ سے مال مانگے گے۔"

"تجھے کچھ زیادہ نہیں چڑھی ہوئی کیا بول رہا ہے سینیرز کو تو سب سے بہترین مال ملتا ہے۔"

"مگر کبھی انھوں نے کوکین کے علاوہ کوئی اور چیز سونگھی ہے ہو نہہ۔ یہ جو میرے پاس مال ہے اس کی مالیت کڑوروں کی ہے۔"

"کلک کڑوروں کی! ۔"

"ابے آہستہ بڑے بڑے کان ہیں اس طرف۔"

"تیرے پاس آیا کیسے؟"

"جدھر سے بھی آیا تجھے اس سے کیا ہے۔ تو آم کھا گھٹلیاں مت گن۔ اب دیکھ تجھ یہ مال مفت کا مل سکتا ہے۔"

"کیسے کیسے بتا مجھے۔"

وہ تو جیسے خوشی سے بے قرار ہو گیا تھا۔

"آہستہ مرا وئے گا کیا۔ تجھے میرا کام کرنا ہوگا۔"

"کیا بول بھی؟"

"کان لا۔"

دور کھڑا شخص دوربین سے دیکھتا ایک دم فون نکال کر کسی کو میسج کرنے لگا۔

"کڑوروں کا مال اس کے پاس کیسے آیا ہے؟" میسج کا رپلائی بھی فوراً آ گیا۔

"مجھے کیسے پتا؟ پتا لگانا تو تمھارا کام ہے۔ وہ کیوں نہیں کرتے۔"

لمبے بالوں والے شخص نے فوراً اس کی بات پر دانت پیسے۔

"کس مقصد کے لئے بھیجا ہے مجھے کوئی وجہ بھی تو پتا لگے۔"

"جو کہا وہ کرو ورنہ۔۔۔" اس ورنہ میں بہت کچھ تھا۔ لمبے والوں شخص بے بسی سے لب دبا کر رہ گیا۔ یہ کس چکر میں اسے پھنسا دیا ہے مگر اسے کرنا تھا اس کی خاطر وہ کچھ بھی کرنے کو تیار تھا۔

اس لئے بنا بحث کیے وہ آگے بڑھا۔

•••••••••••••••••••••••••••••••••••

"ام آپی۔"

رمشا روٹی کے نوالے کو پکڑے کشمکش میں تھی کہ آیا یہ حرام کا نوالہ اپنے حلق میں اُتارے کہ نہیں جب بخت کی نرم آواز پہ اس نے اپنی نگاہیں بے ساختہ اُٹھائیں۔

"آیئم سوری میں نے ماما کو آپ کے ساتھ زیادتی کرنے سے نہیں روکا اگر مجھے پہلے پتا ہوتا تو آئی سویر میں نے بہت ہنگامہ کرنا تھا۔ مجھے لگا ماما مجھ سے جھوٹ نہیں بولتے مگر دیکھیں کتنا بڑا گیم کھیلا انھوں نے میرے ساتھ پہلے میرے دل کیا کہ ان کو کہوں کہ آپ فوراً انھیں ان کے گھر والوں کے پاس بھیج دیں مگر آپ اتنی پیاری ہیں اوپر سے میرے تقریباً جتنی ہیں تو میرا دل بے ایمان ہو گیا سوری آپی مجھے آپ بہت اچھی لگتی ہیں۔ سچ میں ماما کی وجہ سے نہیں کہہ رہی بلکہ میں ماما کی چوائس پہ حیران ہوں۔ آپ فکر نہ کریں میں آپ کے فیملی کے پاس جاؤں گی انھیں اچھی طرح سمجھاؤں گی اور ماما کو بھی کہوں گی ان سے معافی مانگے پھر دیکھنا سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا آپ مجھ پہ بھروسہ رکھیے گا آپی۔"

رمشا اس کے نان سٹاپ بولنے پر اداسی سے مسکرائی یہ بیچاری اسی کی طرح تنہائی کا شکار تھی جبھی کسی کو پا کر بہت بول رہی تھی۔

"آپ ماما سے ناراض ہیں؟ ہونا بھی چاہیے انھوں نے اچھا کام بھی تو نہیں کیا حالانکہ ماما بہت اچھے ہیں آپی۔ وہ شاید مجبور ہو گئے ہو اس معاملے میں ایمج بھی تو بُرا بنایا ہے ان پولیس اور میڈیا والوں نے۔ آپ یہ مت سمجھیے گا میں انھیں ڈیفینڈ کر رہی ہوں میں پکا لر معاملے میں آپ کا ہی ساتھ دوں گی۔ پلیز میرے سے ناراض مت ہوئے گا۔"

اس چھوٹی سی معصوم سی لڑکی کی بات پر رمشا ہولے سے مسکرا کر نفی میں سر ہلانے لگی مطلب کہ وہ اس سے ناراض نہیں ہے۔ اب سکندر کی وجہ سے وہ اپنے اخلاقیات سے رُخ نہیں پھیر سکتی تھی۔

"مطلب کہ آپ میری بات نہیں مانے گی؟"

وہ اس کے نفی میں سر ہلانے پر کچھ اور سمجھی تھی۔رمشا کا منہ کھل گیا۔روٹی کے نوالے کو پلیٹ میں رکھ کر اس نے ہاتھوں سے سمجھایا کہ نہیں میں نہیں ناراض۔بخت نے قدرے الجھ کر اس کے انداز کو دیکھا تھا۔

"آپ ایسے کیوں بتا رہی ہیں مانا کہ آپ ماما سے بات نہ کرنے کی قسم کھائی ہو گی مگر مجھ سے تو ایسے بات نہ کریں۔"

رمشا نے ٹھہر کر اسے دیکھا۔کیا اسے نہیں پتا کہ میں۔۔۔

ایک دم دروازہ کھلا اور ملازمہ پانی کا جگ پکڑ کر ان کی طرف آئی تھی۔

"ہاں آپی بولیے۔"

ملازمہ نے رُک کر بخت کو دیکھا پھر رمشا کو۔کمرے میں ایک عجیب سی خاموشی چھا گئی جس کا بخت نے نوٹس لئے بغیر کہا۔

"بانو!"

"جی بی بی۔"

"آپی کو بتاو نا میں کس طرح کی ہوں کہیں یہ مجھے ماما کی طرح بیڈ بوئی نہ سمجھ رہی ہوں اکثر لوگوں کو دوسرے کی زبان پہ یقین آتا ہے۔بتاو نا انھیں۔"

رمشا اس کی سمجھداری کو دل ہی دل میں سراہے بغیر نہ رہ سکی۔

"بی بی جی مجھے کہنے کی کیا ضرورت ہے آپ کو ایک نظر دیکھ کہ ہی لوگ جان جاتے ہیں کہ آپ کتنی اچھی ہیں۔"

ملازمہ کی بات پر بخت جھینپ گئی۔

"زیادہ مسکا مت لگائیں آپ سچ سچ بتائیں تاکہ یہ میرے سے بات کریں۔"

اب کی بار ملازمہ نے چونک کر رمشا کو دیکھا جس نے گہرا سانس لے کر بخت کے سامنے چٹکی بجائی۔بخت نے اسے دیکھا جس نے صاف صاف انداز میں بتایا کہ وہ بول نہیں سکتی۔بخت نے ناسمجھی سے رمشا کو دیکھا پھر ملازمہ کو۔ملازمہ کو پہلے ہی پتا تھا اس لیے دھیمی آواز میں کہا۔

"بی بی یہ بول نہیں سکتی گویائی سے محروم ہیں۔"

بخت کو لگا جیسے بہت بڑا مذاق اس کے ساتھ کیا ہوا۔پھٹی ہوئی آنکھوں سے کبھی ملازمہ کو تو کبھی سر جھکاتی رمشا کو دیکھا جو کہ اب اسی پلیٹ میں پڑے ہوئے روٹی کے نوالے کو دیکھنے لگی تھی۔

•••••••••••••••••••••••••••••

"کچھ آتا پتا لگا بچی کا۔"

حدید عالم کافی کا کپ ٹیبل پہ رکھتے' بے چین مگر سنجیدہ بیٹھے جمال عظیم سے رمشا کے بارے میں پوچھنے لگے۔فاروق ساتھ والی کرسی پہ بیٹھا' ٹیکسٹنگ کرنے میں مصروف تھا۔وہ کبھی اپنے باپ کے ساتھ جمال عزیم سے ملنے نہ آتا مگر پتا نہیں کیوں اس کی چھٹی حس کہہ رہی تھی کہ اس میں کہی نہ کہی کنیکشن سکندر کا ضرور تھا اور وہ سکندر کو ہرانے کے لئے کچھ بھی کرنے کو تیار تھا۔کیس بھی انٹرسٹنگ تھا بیچاری لڑکی سی تھوڑی بہت ہمدردی بھی تھی اس لئے وہ ابھی سامنے موجود تھا مگر ابھی تک سلام کے بعد اس نے باپ اور جمال عظیم کی رسمی گفتگو میں کسی قسم کا حصہ نہیں لیا تھا۔اصل بات شروع ہو گی تو اس طرح کا کچھ آئیڈیا نکال کر ان کی توجہ سکندر کی طرف کرے گا۔

"کیا بتاؤں اپنی بہن والی بات کروں گا کہ زمین نگل گئی کہ آسمان کھا گیا اسے۔ سمجھ نہیں آ رہی وہ گئی تو گئی کہاں ؟ابھی تک پورا لاہور انویسٹیگیٹ کروا لیا کہی نام و نیشان نہیں مل رہا۔اس چکر میں نئے نئے کیس سامنے آئے جا رہے ہے مگر رمشا کے حوالے سے ایک بات بھی معلوم نہیں ہو رہی۔"

"معاملہ تو بہت گھمبیر ہوتا جا رہا ہے۔کال شال تو کسی کی نہیں آئی جو تم لوگوں نے مس کر دی ہو ؟"

حدید عالم کے چہرے پہ مزید سنجیدگی چھا گئی جبکہ فاروق اب جا کر ان کی طرف متوجہ ہوا۔

"ہم ریکارڈ کر رہے ہیں سب کی کالز مگر کیڈنیپر کا کوئی نام پتا نہیں مل رہا۔رؤف کا تو بُرا حال ہو رہا ہے۔اوپر سے شمائلہ کی کنڈیشن سریس ہوتی جا رہی ہے۔رؤف کو بڑی مشکل سے کنڑول کیا ورنہ اس کا بس چلے تو ہمیں سمیت پورے لاہور کو آگ لگا دے۔اکلوتی بیٹی ہے ان کی۔ان کے کیفیت کو میں بیان بھی نہیں کر سکتا۔"

بے بسی ان کے ہر زاویے سے چھلک رہی تھی۔

"انکل آر یو شیور آپ نے ہر طرف سے چیکنگ کروالی۔"فاروق ٹھوڑی پہ ہاتھ رکھے ہموار لہجے میں ان سے مخاطب ہوا۔

"اب تک تو مین مین جگہ سے چیکنگ ہو چکی باقی گیا ہوا حنان ٹیم لے کر دعا کرو تم کوئی سرا ہاتھ آ جائے۔"

"انکل آپ نے لاہور سے باہر کے ایریے خاص کر بڑے بڑے فارم ہاوسز وغیرہ میں چیکنگ کروائی ؟"

فاروق کی بات پر جمال عظیم کے ساتھ ساتھ کافی کا سپ لیتے ہوئے حدید عالم بھی چونک پڑے۔

"مطلب؟"

"دیکھیں نا انکل صاف سی بات ہے آپ کو نہیں لگتا اس سب میں کسی بڑے غنڈے کا ہاتھ ہو سکتا ہے۔"

اس کی بات پر جہاں حدید عالم کے اندر بے چینی پھیلی تھی وہاں جمال عظیم نے اس کی بات سُن کر عام سے لہجے میں کہا۔

"بڑے غنڈے کا بیچاری رمشا سے کیا تعلق واسطہ خدا نخواستہ عینہ کی بات ہوتی تو سمجھ میں آتی۔ رؤف بھی پتا کروا چکا ہے۔ اس کا بھی جن بڑے بڑے بدمعاشوں سے پالا پڑا تھا ان کا بھی اس کیڈنیپنگ میں ہاتھ نہیں ہے تو ان کا سوال پیدا نہیں ہوتا بہر حال ہم چیکنگ ضرور کروائے گے۔"

"مگر میں نے جہاں تک سُنا تھا کہ سکندر بھا سے آپ کے بڑے مسئلے چل رہے ہیں کہی۔۔۔"

حدید عالم کے اندر سناٹے پھیل گئے تھے۔ اپنے خون کا اس طرح کا ذکر جمال عظیم کے سامنے نجانے کیوں انھیں شرمندہ کروا رہا تھا۔ جمال عظیم نے فاروق کو بڑے تعجب سے دیکھا۔

"اس پہ شک تب کرتا اگر اس نے حذیفہ کو کیڈنیپ کیا ہوتا یا سامنے آکر وار کرتا۔ سکندر عورتوں کے معاملے بڑا عجیب سا آدمی ہے مطلب کہ اس کی فائل ان کے معاملوں میں کلیر ہے دوسرا وہ کب کا ہمیں خود اطلاع دے چکا ہوتا کہ اس نے اگر کیڈنیپ کیا ہوتا۔ سکندر کو تو پہلے ہی ہم نے لسٹ سے کٹا دیا۔"

ان کے بڑے آرام سے کہنے پر جہاں حدید عالم کے بے چین دل میں سکون پھیلا تھا وہاں فاروق حیرت میں مبتلا ہو گیا۔

"مطلب انکل ایک مجرم کی چند باتوں پر بنا تفتیش کیے ہم ایسے ہی اسے کٹا دیں گے۔"

اس نے ہاتھوں کو باہم ملائے اپنے ہلتے پیروں کو زرا سا روک کر انھیں کہا تھا۔

"سکندر کبھی ایسا نہیں کر سکتا فاروق میں بیشک چیکنگ بھی کروالوں تب بھی ہنڈرڈ پرسینٹ شیور ہوں کہ رمشا کی کیڈنیپنگ میں سکندر ملوث نہیں تھا۔"

ان کی یہ والی بات فاروق کو ہضم نہیں ہوئی عجیب ہے بھئی ایک طرف بھا کو کچا چبانا چاہتے ہیں یہ لوگ جبکہ دوسری طرف اس کی اچھائی بیان کر رہے ہیں۔ چکر کیا ہے آخر؟

"آپ کیسے اتنا شیور ہیں۔"

اپنے وکیل موڈ سے اس کا نکلانا کافی الحال کوئی ارادہ نہیں لگ رہا تھا۔

"کیونکہ اس کی لاڈلی بھانجی ہے جس کی وجہ سے وہ ہر قسم کی احتیاط کرتا دوسرا اس کی بہن کے ساتھ۔۔۔"

"ہم کوئی اور بات نہیں کر سکتے کیا اس کا ذکر کرنا ضروری ہے۔"

حدید عالم کی جیسی برداشت بیٹی کے ذکر پہ ختم ہو گئی تھی۔ قدرے تیز لہجے میں اس نے جمال عظیم کو ٹوکا تھا۔ جمال عظیم نے نا سمجھی سے حدید عالم کو دیکھا۔ انھوں نے آنکھوں ہی آنکھوں سے اشارہ کیا۔

اسے نہیں پتا بہتر ہے نہ پتا ہو۔ جمال عظیم سمجھ گئے مگر فاروق الجھ گیا۔ ڈیڈ اپنی بیٹی کے ذکر پہ ایک دم ایسے کیوں ری ایکٹ کرنے لگے وہ پوچھنا چاہتا تھا مگر اسے صحیح وقت نہیں لگا تھا اس لیے چپ ہو گیا۔

••

سیڑھیوں پہ اوپر چڑھتا ایک دم اپنے جیب میں بز ہوتے فون کو نکال کر اس نے کالر کا نام دیکھا تو فون کان سے لگا یا۔

"ہاں ہیلو کوئی نئی تازی؟"

"تو عنقریب مرنے والا ہے۔"

اس کی بات پر وہ ہنسے بغیر نہیں رہ سکا تھا' آہستگی سے اوپر چلتے ہوئے بولا تھا۔

"یار کوئی نئی بات کرا کر یہ بات تو مجھے پہلے سے پتا ایک نہ ایک دن میں نے مرنا ہے۔"

"بے غیرت انسان کوئی تو بات ڈھنگ کی کر لیا کر یہ مجنوروپ رات کے پہر کیوں اپنا لیتا ہے اب تو تجھے پسند کی بیوی بھی مل گئی۔"

"ہائے میرے غم نہ چھیڑ ویسے بھی کام کی بات میں نے کی نہیں یہ میرا طورِ زندگی ہی نہیں۔ اب بول فون کس لئے کیا کون مجھے مارنے کی پلاننگ کر رہا ہے۔"

"امیدوار تو بہت سارے ہیں کہوں تو سلیکٹ کر لوں؟"

"اوہو ایک تو دُنیا کے سارے مسئلے چھوڑ کر میری کیوں فکر لاحق ہوئی وی ہیں لوگوں کو۔ یہی تو مسئلہ ہے اپنے بھائیوں کا کہ دوسروں کے ٹانگ اُڑانے میں وہ کچھ بھی کرنے کو تیار ہیں خیر یہ بتا و مجھے مارنے کا لوگوں کو کتنا ملنا ہے ابھی دُگنی قیمت ان کے منہ پہ ماروں گا۔"

"سکندر سریس ہو جا یہ جو تیرا سوتیلا بھائی ہے نافاروقی !! یہ بار بار میرے سسر کی توجہ تمھاری طرف کر رہا وہ تو بھلا چنگا آدمی ہے تھوڑا بہت اس لیے تھوڑی بچت ہو گئی مگر یہ مت بھول کے تیرے گھر پہ بھی چیکنگ ہو گی پھر میں بھی قانون کے ہاتھوں مجبور ہو جاوں گا۔"

"قانون کا ماما تجھے زیادہ پیارا ہے سالے !! " سکندر رمشا کے دروازے کے قریب آیا اور ہلکہ سا کھول کر اس نے اندر جھانکا۔ کمرے میں تاریکی چھائی ہوئی تھی۔ وہ ابھی گھر رات کے تین بجے واپس آیا تھا یہ تو اس کا معمول تھا مگر چونکہ اب سچویشن میں نئے موڑ آئے تھے اور اس موڑ میں وہ باہر ہو کر بھی باہر موجود نہیں تھا۔ پتا نہیں اس نے کھانا کھایا ہو گا بھی نہیں اور پھر بخت سے کیا بات کی ہو گی ؟ طبیعت پھر سے اس کی نہ خراب ہو گئی ہو ؟ وہ تو بتا بھی نہیں سکتی۔ یہ مجھے کیا ہو رہا میں اس کی فکر میں اتنا پاگل کیوں ہو رہا ہوں۔

"کہاں مر گیا اوے سُن رہا نا کہی رمشا تو سامنے نے نہیں بیٹھی۔"

سکندر دروازہ پورا کھول کے اندر داخل ہوا اور ساتھ لگے تیسرے نمبر کے بٹن کو آن کر کے اس نے کونے والی لائٹ کو آن کیا جس سے رمشا کی آنکھ نہ کھل جائے۔

ایک دم نیم اندھیرے میں وہ اس کا کمبل میں دبکا ہوا وجود دیکھ سکتا تھا۔

"سُن تو کل صبح کال کری میں رکھتا ہوں۔"

سکندر نے دھیمے آواز میں کہتے بستر پہ لیٹے وجود کو دیکھا۔

"کیوں اس ٹائیم کیا تکلیف ہے روز تو اسی اوقات بات ہوتی ہے۔"

"تو جا کر اپنی بیوی سے بات کر میرا سر اس وقت مت کھا۔"

"سیدھا سیدھا بول بیوی کے پاس جانا ہے۔"

سکندر نے ٹھنڈی آہ لے کر رہ گیا۔

"ہائے ایسی قسمت کہاں وہ بیوی ہو کر بھی میری نہیں ہے۔"

"کیا بول رہا ہے۔"

وہ بڑبڑ رہا تھا اس لیے اس کی بات صحیح طرح سے سُن نہیں سکا۔

"کچھ نہیں اب دفع ہو۔"

"ٹھیک ہے کل سیدھا چھاپا ماروں گا تیار رہی۔"

سکندر نے جھٹ فون بند کر دیا اور اسے دیکھا اور چلتا ہوا اس کی طرف آیا۔

اور اسے دیکھا جس کا چہرہ کا رُخ دوسری طرف ہوا تھا اور کالے کرلی بالوں نے اس کا آدھا چہرہ چھپا دیا تھا جیسے کوئی چاند بادلوں میں چھپ جاتا ہے۔ نہیں چاند بھی اس کے آگے کچھ نہیں ہے سکندر نے دل میں سوچا۔ ہاتھ بار بار گستاخی کرنے بھی آمادہ ہو رہے تھے مگر دماغ کہہ رہا تھا ابھی اسے ڈسٹرب نہ کرے مگر زبان کہہ رہی تھی کہ وہ اس کی طبیعت پوچھنا چاہتا ہے' آیا اس نے کھانا کھایا یا نہیں۔ ڈیم اِٹ ملازم سے کیوں نہیں پوچھا میں نے۔ پھر چونک کر خود سے بولا۔

"اس کو میری زندگی میں آئے ہوئے چوبیس گھنٹے سے زیادہ نہیں ہوئے ہوں گے اور میں بھی اس کی زبان میں بات کرنے لگا ہوں کیا ہوں میں بھی کبھی بھی خود سے زندگی میں مخاطب نہیں ہوا۔ آج کل شروع ہی ہوئے جا رہا ہوں کیا کرنے والی ہے یہ لڑکی میرا۔

گردن کھجا کر کہتے ہوئے اس نے جھک کر دماغ کے احتجاج کو سر سے جھٹک کر اس کے بالوں کے پردے میں چھپے ہوئے چہرے کو دیکھا جہاں وہ پر سکون انداز میں ہر چیز سے بے نیاز سو رہی تھی۔ اس کے اتنے سکون سے سونے پر سکندر کو بڑی حیرت ہوئی پھر سمجھ میں آئی کہ وہ گھر میں شامل نہیں تھا اس لئے سکون ہی سکون تھا یا پھر خیالوں میں کسی اور۔۔۔۔

یہ بات سوچ کر ہی سکندر آگ بگھولہ کر گئی۔

سائڈ پہ بیٹھ کر بس اسے دیکھنے لگا اور ساتھ ہی ساتھ اپنے غصے کو کنڑول بھی کر رہا تھا۔ تھکی آنکھوں کو انگلیوں سے مسلتا وہ ہولے سے بڑبڑایا تھا۔

"غلطی میری ہے مجھے ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا۔"

رمشا کو کسی کی موجودگی کا احساس ہوا تھا مگر نیند اس قدر غالب ہوئی وی تھی بنا سمجھے بغیر اس نے آنکھیں بند کر لیں۔

"میں نے زبردستی کی ہے تمھارے ساتھ مگر کیا کرتا میں بھی مجبور تھا دل کے ہاتھوں۔"

اس نے رمشا کے چہرے کو مڑ کر دیکھا۔

"بخت نے تو مجھے بخش دیا مگر میں جانتا ہوں گڑیا تم نے بہت ناراض ہونا تھا مجھ سے بلکہ میرے سے قطع تعلق کر لینا تھا ۔امی بھی خفا ہوتی میری اس حرکت سے خیر اگر تم زندہ ہوتی تو میں آج یہاں نہ ہوتا۔"

پتا نہیں وہ کس سے بات کر رہا تھا مگر دیکھ رمشا کو رہا تھا۔

اس نے ہاتھ بڑھا کر رمشا کے گال کو ہلکہ سا چھوا پھر اسے سہلانے لگا۔

"میں اب تمھیں خود سے دور نہیں کروں گا۔ تم میں پتا نہیں کیا ایسی بات کہ تم سے الگ ہونے کا سوچ کر دماغ خراب ہونے لگتا ہے۔ تم پوچھتی ہو تمھارا قصور کیا ہے میں بتاتا ہوں میرے دل پہ دستک دی ہے۔ اسے پہ لگے تالے کو بڑی زور سے توڑ کر اندر داخل ہوئی ہو۔ اب یہاں سے واپسی ناممکن ہے سویٹ ہارٹ۔ میں سب کو کھوں چکا ہوں لیکن تمھیں تمھیں نہیں کھوں گا چاہیے اس میں میری جان کیوں نہ چلی جائے۔"

اتنا کہہ کر وہ اسے دیکھنے لگا پھر جھک کر اس کے گالوں پہ اپنی پیار کی مہر ثبت کرتا وہاں سے اُٹھ گیا۔

•••

"آپ کے گھر میں ہیں وہ اور بالکل پر سکون؟"

حنان موڑ کاٹتے ہوئے ایک لمحے میں اسے دیکھتا دوبارہ روڈ کی طرف نظریں فوکس کرتا بولا۔

"کیوں کیا کرنا تھا انھوں نے؟"

"حنان ہانی چاچو نکلے کس وجہ سے؟؟ رمشا کو لینے اور جب وہ نکل پڑتے ہیں تو کام کرا کر ہی دم لیتے ہیں مگر جو آپ بتا رہے ہیں اس میں وہ بالکل ریلیکسڈ معلوم ہو رہے ہیں۔"

"ریلکیس نہیں ہیں مگر میری تسلی دینے پر مطمئن ہیں رہی بات ان کی کام کروانی کی تو وہ واقعی کام کروا کر ہی دم لے گے ۔جبھی تو گھر واپس نہیں گئے۔"

اس کے کہنے پر وہ الجھ کر حنان کو دیکھنے لگی۔ اس نے حنان سے ضروری بات کرنی تھی۔ اس لیے گھر میں کسی ضروری کام کا کہہ کر حنان کے ساتھ نکل پڑی تھی۔ در حقیقت وہ حنان سے تفصیل سے بات کرنا چاہتی تھی۔

"رمشا کی کوئی نیوز آپ سکندر بھا کے گھر کی طرف گئے؟"

"نہیں۔"

اس کے کہنے پر اسے سخت تاؤ آیا مگر خود پہ قابو پاتے ہوئے بولی۔

"تو پھر کیا کرنا ہے۔ایسی سب گھر والوں کو پریشان کرتے رہیں گے۔"

"عینہ یہ میرا درد سر ہے تم ریلکیس رہو نا میں کہہ رہا ہوں جلد رمشا ہمارے پاس ہو گی۔"

"یہ آپ کا نہیں ہم سب کا درد سر ہے پھوپھو کی حالت دیکھی ہے آپ نے اور انکل تو ہم سب کو کچا چبا جانے کے لئے تیار ہیں۔ہم بے قصور ہوتے ہوئے بھی شرمندہ ہو رہے ہیں۔وہ تو ہمیں برداشت بھی شاید رمشا کی وجہ سے کر رہے ہیں ورنہ چاچو نے گھر چھوڑ دیا بابا اور دادو اپ سیٹ ہیں اور آپ کہتے ہیں ریلکیس رہو۔"

حنان نے آنکھیں گھما کر دل ہی دل میں سکندر کو گالی دی جس نے اس کی میرڈ لائف میں ایک بھونچال لے آیا تھا

۔دوسرے بازو کو اس کے کندھے کے گرد پھیلا کر کہنے شروع کیا۔

"مجھے پتا ہے تم اپ سیٹ ہو مگر سچویشن کو سمجھو

میں اس معاملے میں خود کو بے بس محسوس کر رہا ہوں اور یہ سارا قصور تمھاری بہن کا ہے۔ایک دفعہ وہ مجھے کہہ دے کہ اسے ہیلپ چاہیے میں سچ میں پھر اپنی فورس وہاں بھیج کر اسے وہاں سے نکال لوں گا۔"

"خاک بات کی ہو گی آپ نے (اس نے حنان کا بازو اپنے گرد سے ہٹایا) اوّل تو وہ بیچاری بولتی نہیں ہے۔دوسرا آپ نے پوچھ بھی لیا ہوتا تو بھی اس نے کچھ نہیں کہنا تھا بیچاری مشرقی لڑکی ہے۔خاندان کی بدنامی مزید نہ ہو۔یہ سوچ کر چُپ ساد لی ہو گی۔بُرا کرے اس بھا کا۔"

"واقعی بُرا کرے اس کا اشاروں پہ صحیح نچائے وہ لڑکی۔"

دل میں کہہ کر اس نے گلا کنکھارتے ہوئے بات جاری کی۔

"کیوں بُرا کرے اس کا اس نے تو اس کی عزت بچائی ہے۔یو شڈ بی تھینکفل ٹو ہم ورنہ رمشا کا کیا ہونا تھا؟"

"آپ اس کو اتنا ڈیفینڈ کیوں کرتے ہیں۔بھول کیوں جاتے ہیں آپ پولیس ہیں اور وہ مجرم۔مجھے تو کبھی کبھار لگتا بہت جگری دوست ہے آپ کا۔"

حنان کبھی کبھار اس کی اکوریٹ بات پر بوکھلا جاتا تھا۔

"کاش کیسی باتیں کرتی ہو جو چیز صحیح ہے میں اسے اس کے مجرم ہونے کی بدولت غلط تو نہیں بولوں گا۔جو کام اس نے ٹھیک کیا میں اسے اپریشٹ کر رہا ہوں۔جو وہ غلط کرتا ہے اس پہ میرا خون کھولتا ہے جیسے ابھی کھول رہا ہے۔" عینہ نے اس کی بات پر اپنا سر جھٹکا اور باہر کی طرف دیکھنے لگی ایک دم پولیس سٹیشن کی طرف سے گزرتے ہوئے ایک دم اسے کسی بات کا خیال آیا۔

"حنان؟ بابا تو سکندر کے گھر میں بھی چیکنگ کروائے گے؟"

حنان سمجھ گیا کہ وہ پوچھنا کیا چاہتی ہے۔

"ہاں تو؟"

"تو کا کیا مطلب اگر سکندر کے گھر پہ چیکنگ ہوئی تو وہ پکڑے جائے گے پھر کیا ہو گا۔"

"ہونا کیا ہے تم لوگوں کو رمشا مل جائے گی اور ہمیں سکندر جیل کا مہمان۔"

"اُف کبھی سریس ہو کر بات بھی کر لیا کریں۔"

"تم نے کبھی سریس بات کی ہے جو میں کروں۔"

وہ اب اسے چھیڑ رہا تھا۔

"ہم لوگ سکندر بھا کے گھر کی طرف چلیں"

اب کی بار اس کے کہنے پر حنان نے جھٹکے سے گردن موڑ کر اسے دیکھا۔

"اچھا مذاق کر لیتی ہو تم۔"

اتنا کہہ کر وہ ڈرائیونگ میں مصروف ہو گیا۔

"میں مذاق نہیں کر رہی مجھے مشی سے ملنا ہے۔اس بیچاری کو تھوڑی بہت تسلی تو دے دوں۔"

"تمھارے کہنے پر بڑا وہ پر سکون ہو جائے گی بلکہ فیملی کی حالت جان کر اس نے اور پریشان ہو جانا ہے اور رمشا میرے دوست کے گھر نہیں رہتی جو بڑے سے وہاں چلی جائے بلکہ گینگسٹر سکندر حدید کے گھر میں موجود ہے تمھیں لگتا ہے وہ ہماری آمد پر ہمیں ہار پہنائے گا۔پاگلوں والی بات کرتی ہو تم بھی۔"

"ہاں میں پاگل ہوں جو اپنوں کی فکر میں پاگل ہو رہی ہوں اور آپ سمجھدار جو اس غنڈے کی طرفداری کر رہے ہیں۔"

"کب کی ہے میں نے اس کی طرفداری درینہ میں حقیقت بتا رہا ہوں۔"

"گھر چھوڑے کوئی فائدہ نہیں تھا آپ کے ساتھ آکر۔"

اس نے حنان کے سُرخ سفید رنگت سے نظریں پھیرتے ہوئے چڑ کر کہا تھا۔ حنان نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔

"اتنی مشکل سے ہاتھ لگی ہو اتنی آسانی سے گھر جانے نہیں دوں گا پورا دن سپینڈ کروں گا تمھارے ساتھ۔"

"وہاں میرے گھر والے پریشان ہیں اور آپ کو میرے ساتھ وقت بتانی کی پڑی ہے۔" حنان کا دل کیا اپنا سر پیٹ لے ایک سکندر کم تھا جواب درینہ بھی۔

"گھر والا تو میں ہوں تمھارا۔ فکر مند تو تمھیں میرا ہونا چاہیے اور ٹھیک ہے میں ملوا دوں گا کوشش کر کے مگر کسی کو بھی بھنک نہیں پڑنی چاہیے۔ گھر والوں کو میں تسلی دے کر ہی آج گھر جاؤں گا چلو موڈ چیر اپ کرو ہم اب لنچ کرنے جا رہے ہیں۔"

وہ آگے سے کچھ کہنا چاہتی تھی مگر حداد کے مضبوط مگر تسلی بخش جواب نے اسے تھوڑا بہت پر سکون کر دیا۔

••

نشانے پہ گن شوٹ کرتا وہ مڑ کر کرسی پہ خاموش مگر ناراض بیٹھی بخت کو دیکھنے لگا جو اسے دیکھنے کے بجائے سیب کو بڑے غور سے دیکھی جا رہی تھی۔

"سیب کیا بہت مزیدار ہے؟"

بخت خاموش رہی۔ وہ نظرانداز کی مار دے رہی تھی سکندر کو صبح ہی پتا چل گیا تھا کہ رمشا نے بخت کو بتا دیا تھا کہ وہ گونگی ہے اور بخت تب سے سکندر سے بائی کوٹ کر رہی تھی۔

"ناشتہ کے لئے آپی کو بھی اپنے ساتھ بلا لیتی۔ اوپر اکیلے بور ہو رہی ہو گی۔"

پھر خاموشی۔ سکندر نے لب دبا لیے ایک دو باتوں کے بعد وہ بالکل ٹھیک ہو جاتی تھی۔ اس بار کچھ زیادہ ہی ناراض ہو گئی تھی۔

"مجھے اس وقت تنہائی چاہیے۔"

جتنے بھی سٹاف اس کے گرد کھڑے ہوئے تھے فوراً اس کے کہنے پر غائب ہو گئے تھے۔

آنکھوں سے پیلی گو گلز اُتارتا' گن ٹیبل پہ رکھتے ہوئے وہ اس کے ساتھ والی کرسی پہ بیٹھا۔ اسے دیکھتا رہا اپنے گھنی داڑھی پہ ہاتھ پھیرتا وہ اسے گھور کر دیکھنے لگا۔ بخت ویل چیر کو دوسرے بازو سے تھوڑا سا گھما کر سکندر کی طرف سے رُخ موڑ چکی تھی۔

سکندر اُٹھ کر دوسری کرسی کی طرف آگیا۔ بخت نے جھنجھلا کر اسے دیکھا۔

اور چہرہ دوسری طرف کر لیا۔

"ماما کی خوشی میں خوش کیوں نہیں ہو بخت میں سچ میں اس کی بے بسی سے فائدہ نہیں اُٹھا رہا۔ مجھے اچھی لگتی ہے وہ۔"

"آپ کا آپی سے دل کب بھرے گا؟"

اب کی بار بخت براہ راست اس سے بولی۔ سکندر نے جھٹکے سے اسے دیکھا۔

"مطلب؟ پلیز کوئی فضول بات اپنے منہ سے مت نکلانا بخت۔ آج کے دن تو بالکل بھی نہیں۔"

سکندر نے زندگی میں پہلی بار غصے سے کہا۔

"پسند تو کچھ پلو کی ہوتی ہے ماما تو کب تک ہے آپ کی پسند مطلب آپ اتنے سریس تھے کہ آپ کو گونگی بیوی چاہیے مجھے لگا تھا کہ آپ مذاق کر رہے ہیں۔"

"تو کیا گونگی لڑکی کا کوئی حق نہیں ہے۔ اسے نہ اپنایا جائے اسے نہ چنا جائے۔ اسے سب سے بڑا مقام نہ دیا جائے۔ اس کو میں اس بات پر ریجیکٹ کر دیتا کہ وہ گونگی ہے۔"

"پلیز ریجیکشن اور سیلیکشن والا معاملہ آپ رہنے دیں آپ ان کو اُٹھا کر لائے ہیں۔ وہ تو وہ شور بھی نہیں کر سکتی تھی وہ کتنی لاچار اور بے بس محسوس کر رہی ہو گی مجھے تو لگتا ہے ماما جو لوگ آپ کے بارے میں بات کرتے ہیں وہ بالکل سچ ہیں آپ ایک غنڈے ہی ہیں۔"

"بخت!!! "

سکندر غصے سے اُٹھ پڑا۔ کرسی اس کے پیچھے اچانک گر گئی تھی۔ سکندر کی آنکھوں میں غصے کی ساتھ بے یقینی تھی۔

"سوری ماما مجھے آپ سے پیار بہت ہے مگر دس از ٹو مچ آپ نے بہت زیادتی کی ہے۔ آپ تو کہتے تھے کہ اس طرح کہ مردوں کو آپ مرد نہیں مانتے تو پھر آپ کیا ہیں؟"

سکندر کا دل لگ رہا تھا جیسے کسی نے مٹھیاں میں لے لیا ہو۔ سکندر نے دکھ بھری نظروں سے اسے دیکھنے کے بعد وہاں سے جانا ہی بہتر سمجھا ورنہ پھر اس کا پاگل پن کے دورے پر جانے تھے اور وہ یہ نہیں چاہتا تھا کہ بخت کا دل مزید اس سے خراب ہوے پہلے تو وہ اس لڑکی کو دیکھے جس نے اس کی پھول جیسے بھانجی کو اس سے متنفر کرنے کی کوشش کی ہے۔ گویائی سے محروم بیشک تھی مگر باقیوں صلاحیتوں سے مالا مال تھی پر وہ سکندر کو نہیں ہرا سکتی تھی۔

وہ اس وقت لان کو کراس کرتا مین دروازے کی طرف بڑھنے لگا تھا جب ایک دم پلر کے ساتھ کھڑے وجود نے اسے ٹھٹھکنے پہ مجبور کیا۔ یہ نیچے کیا کر رہی ہے۔ چل کر وہ اس طرف آیا تو دیکھا وہی تھی جو جو پلر کے ساتھ ٹیک لگائے سامنے برآمدے کو صاف کرتی ملازمہ کو دیکھ رہی تھی۔

"یہاں کیا کر رہی ہو؟"

کسی کی گھمبیر آواز کے ساتھ Dior sauvage کی پاگل کر دینے والی خشبو نے اسے تیزی سے مڑنے پہ مجبور کیا۔ اس نے دیکھا آف وائٹ شرٹ اور بلیک پینٹ میں ملبوس وہ ہینڈسم گینگسٹر لگ رہا تھا۔ اب گینگسٹر کو گینگسٹر نہ کہتی تو کیا بھلا کہتی کاش یہ پیارا شخص شریف آدمی ہوتا۔ سکندر نے اسے سر تا پاد یکھا اسی کے دیے ہوے جوڑے میں سے ایک میں ملبوس تھی۔ بلیک پاجامہ اور لیس کی لمبی کالی قمیض کے ساتھ لال آنچل اوڑھے اس کے دل کو بے ایمان کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔ سکندر کو حیرت ہوئی تھی۔ وہ تو اس کی شکل دیکھنے کے قائل نہیں تھی کل آرام سے کھانا بھی کھا چکی تھی' سو بھی گئی تھی اور اب اس کے کپڑے میں ملبوس تھی۔ کچھ تو گڑبڑ تھی۔ مشکوک نظروں سے گھورتے اس کے سپاٹ مگر ہلکے سے نروس چہرے کو دیکھنے لگا۔

"کیا کر رہی ہو یہاں؟" رمشا نے اپنا چہرہ اُٹھایا۔ تو اس کو دیکھا جس کا چہرہ خطرناک حد تک سنجیدہ تھا۔

"اور اسے لباس میں کیا کر رہی ہو؟"

"کھڑی ہوں۔"

اس نے بے اختیار اشارے سے اسے بتایا۔ پھر گھبرا اُٹھی پتا نہیں خود سے اور بخت سے تو وعدہ کر آئی تھی کہ وہ سکندر سے ڈرے گی نہیں۔ اسے چیلنج کرے گی۔ اسے سبق سکھائی گی۔ اس کی سارے آکڑ ختم کر کے رہے گی۔ دل اور دماغ پتا نہیں جیسے اسے بتا رہا تھا کہ وہ کسی خاص مقصد کے لئے آئی ہے اور شاید یہی مقصد تھا سکندر کے اندر غنڈے کو باہر پھینکنا مگر جب

جب اسے دیکھتی اسے اپنی زیادتی' اپنی محبت کا بے رحمی سے قتل ہونا یاد آجاتا پھر غم اور غصہ ہر چیز پہ غالب آجاتا اس کا دل کرتا اس کا حشر نشر کر دے۔اور ابھی بھی یہی دل کر رہا تھا۔

"وہ تو مجھے بھی دیکھ رہا ہے۔کس کی اجازت سے یہاں کھڑی ہو۔"

سکندر خود طنزیا انداز میں اسی کی طرح اشارہ کر کے اسے بتانے لگا۔

رمشا نے انگلی اپنی طرف کی۔مطلب اپنی مرضی سے یہاں کھڑی ہے۔سکندر نے اپنے آنکھیں سکیڑ کر اسے سر تا پا دیکھتے ہوئے اس کے قریب آیا رمشا ایک دم پیچھے ہونا چاہتی تھی مگر وہی ڈٹ کر اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے کھڑی رہی۔

"یہ ایک دن میں میڈم کو بہادری کس نے دی زرا مجھے بھی پتا چلے۔۔(وہ کہتا ایک سٹیپ اس کی قریب ہوا) ۔او میں تو بھول گیا میڈم تو پہلے سے ہی بہادر تھی بڑی دلیری سے اپنی نفرت کا اظہار کیا تھا آپ نے ساتھ میں اپنے عاشق کا بھی ذکر کیا تھا۔ایسی دلیری تو کسی مشرقی لڑکی میں بھی پائی نہیں جاتی۔"

"تو پھر کیوں کی آپ نے اس لڑکی سے شادی جس میں مشرق کے گُن نہیں پائے گے۔"

رمشا کو سمجھانے کا طریقہ آتا تھا اور مزے کی بات ہے سکندر اس کے ایک ایک اشارے سمجھ لیتا تھا پتا نہیں کیسے مگر بہر حال سمجھ جاتا تھا۔

"کوئی نہیں اگر مشرق کے گُن نہیں ہیں تو مشرق کے گُن ڈال دیں گے سکندر کو سب کچھ کرنا آتا ہے۔کوئی ایسا کام ہو جو سکندر کو نہ آتا ہو۔" وہ جھک کر کھل کر مسکراتے ہوئے اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر خاصی بے باکی سے بولا تھا۔

رمشا کے چہرے پہ بھی مسکراہٹ آئی تمسخر سے بھری مسکراہٹ نمودار ہوئی۔

"افسوس اس بار سکندر اعظم کو ناکامی ہو گی۔"

اس کی آنکھیں سب کہہ رہی تھیں اور اس کی آنکھوں میں مچلتا انتقام نے سکندر کو چونکنے پہ مجبور کر دیا تھا۔اس نے رمشا کا بازو پکڑ کر اس کا چہرہ اپنے چہرے کے قریب کیا تھا۔اب کی بار رمشا بوکھلا گئی تھی۔

"کیا زہر دو گی مجھے ؟اگر ایسا ارادہ ہے تو ابھی دے دو خوشی خوشی کھا لوں گا مگر میرے پیٹھ پیچھے چھرا گھونپنے کا ارادہ ہے' میری بھانجی کو میرے خلاف کرنے کا ارادہ ہے تو میری جان (اس نے شہادت کی انگلی سے رمشا کے گال کے ساتھ اسے کے ہونٹوں کو چھوا) بہت بُری طرح پچھتاؤ گی سُنا ہے تمھارا ابھی ایک ماما ہے کیا نام ہے اس کا حداد عظیم ؟جو صرف ایک

آنکھ سے دیکھ سکتا ہے۔" (انگلی سے اس نے رمشا کی نرم پلکوں کو چھوا) رمشا بالکل ٹھنڈی پڑ گئی تھی۔۔۔ابھی تو کھیل سٹارٹ نہیں کیا تھا اور اس نے تڑپ کا پتا پھینک دیا۔

"تم چاہتی ہو سیوٹ ہارٹ کہ ان کی دوسری آنکھ بھی چلی جائے ہیں کیا یہی چاہتی ہو؟"

رمشا اس کی بات پر سر تا پا کانپ اُٹھی۔ سکندر مسکرایا۔

"تم بھی بخت کی طرح یقیناً اپنے ماموں سے پیار کرتی ہو اور مجھے جان کر خوشی ہوئی چلو اب اچھے بچوں کی طرح میرے ساتھ ڈائننگ ٹیبل کی طرف چلیں ایک اچھی بیوی کی طرح اپنے شوہر کو ناشتہ کرواو۔"

رمشا نے ایک دم اپنا بازو چھڑوانا چاہا کہ سکندر اس پہ گرفت مضبوط کرتا اسے ساتھ اندر لے کر گیا۔

"ویسے بائی داوے بلیک کلر گرین سے زیادہ تم پر سوٹ کرتا ہے چلو نکاح پہ گرین جبکہ ولیمے پہ بلیک ڈریس پہن لینا بس ایک دفعہ بخت ٹھیک ہو جائے پھر تیاریاں شروع کریں گے کیا خیال ہے۔"

رمشا زور سے اپنا بازو اس کی گرفت سے نکالنے کی کوشش کر رہی تھی اور سکندر اس کی کوششِ ناکام کر رہا تھا۔ وہ اب ڈائننگ ٹیبل کی طرف آئے تھے اور سکندر مسکرا کر اسے دیکھتے ہوئے بولا تھا۔

"ویسے میں سوچ رہا تھا شادی کا کارڈ چھپوا لیتے ہیں اور لوگوں کے گھر انویٹیشن دینے چلتے ہیں۔ تمھارے گھر والوں کے پاس چلے کیا خیال ہے۔"

وہ واقعی بے رحمی سے لوگوں کو مارتا تھا نہ صرف فیزکلی بلکہ مینٹلی بھی۔

رمشا کی آنکھوں میں پانی آنے لگا جسے اس نے سختی سے روکا ہوا تھا۔ سکندر نے انجانے میں اس کے بازو پہ اپنی گرفت نرم کر دی جس پہ رمشا نے تیزی سے بازو نکال کر آگے بڑھتے ہوئے پانی کا جگ اُٹھا کر گلاس میں پانی انڈیل کر ایک ہی سانس میں سارا پانی پی گئی۔

"تکلیف ہو رہی ہے؟ بُرا لگ رہا ہے؟ غصہ آ رہا ہے؟"

سکندر کی بات پہ اس نے بامشکل خود پہ کنڑول کیا تھا۔ زندگی میں اس بہت کم موقع پر غصہ آتا تھا اور جب آتا تھا تو غصے کی کوئی حد نہیں ہوتی اور ان دنوں اسے سکندر کی باعث غصہ چڑھ رہا تھا۔

سکندر چیر گھسیٹ کر بیٹھا اور اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے بھی سامنے والی کرسی پہ بیٹھایا۔

"مجھے بھی آیا تھا ابھی جب میری بچی نے کہا کہ میں نے تمھاری ساتھ زیادتی کی ہے۔اس کی نظروں میں تم نے مجھے بُرا بنایا ۔صرف وہی مجھے ایک اچھا آدمی سمجھتی تھی مگر تم نے۔"

اس نے دھیمے مگر سخت لہجے میں کہتے ہوئے جوس کا ڈبا اُٹھایا اور پہلے اس کے گلاس میں پھر اپنے گلاس میں مشروب ڈالنے لگا۔رمشا نے سکندر کو زخمی نظروں سے دیکھا خود سب کچھ کر کے سارا الزام اس کے سر پہ تھوپ رہا تھا۔

"وہ مجھے اپنا آئیڈیل ہیرو سمجھتی تھی اور تم نے مجھے اس کی نظروں میں ولن بنا دیا۔"

"آئیڈیل ہیرو تو تمھیں اور کوئی بھی سمجھتا تھا سکندر۔"

رمشا میں دل میں کہتے ہوئے اسے دیکھا جو غصے سے سرُخ ہوا دھیمے لہجے میں کہتا اب بریڈ پہ جیم لگا کر اس کے پلیٹ میں رکھ رہا تھا۔ کہہ تو رہا تھا کہ وہ اچھی بیوی بن کر اسے ناشتہ کروائے مگر یہاں الٹا ہی سین تھا۔

" سمجھاو نا اپنی زبان میں مجھے کیا داؤد والی بات پہ دم نہیں لگا تو جو میری بھانجی کو استعمال کیا۔"

اب کی بار رمشا ایک دم فریز ہو گئی۔

سکندر بوئیل انڈا چھیل کر اس کے پلیٹ میں سامنے رکھتے ہوئے اسے دیکھنے لگا۔

"داؤد کا نام تم نے جان بوجھ کر استعمال کیا تھا تمھیں پتا چلا تھا کہ مجھے اس نام سے نفرت ہے۔ ہیں نا؟"

یااللہ رمشا یہ آدمی ہے ہے کہ جن۔اس نے سر زور سے نفی میں ہلایا اور بتایا کہ داؤد ہے۔سکندر عجیب انداز میں مسکرایا۔

"اچھا ذرا بتانا پسند فرماؤں گی کہاں ہے تمھارا داؤد؟ جہاں تک میری ناقص عقل سے کو معلوم ہے کے تمھاری فیملی ممبرز تک تمھیں بھول چکی ہیں تو باہر والے کا تو سوال پیدا نہیں ہوتا اور ایک بھی کمپلین پولیس سٹیشن درج نہیں کروائی کسی داود نامی شخص نے نہ کراچی نہ لاہور تو بتاو یہ تمھارا خیالی بندہ ہے؟"

رمشا سخت کشمکش میں پڑ گئی۔ نہیں وہ اس کے ہاتھوں کبھی پکڑی نہیں جائے گی کبھی نہیں۔اگر اس جھوٹ قائم کرنے سے اگر سکندر کا خون جلتا ہے تو اس جھوٹ کے لئے وہ دس جھوٹ بولنے کے لیے بھی تیار ہے۔ نفی میں سر ہلا کر بتایا۔

"وہ مر گیا ہے مگر میرے دل میں زندہ ہے۔"

دکھ تو پہلے سے ہی تھا آنسو تو پہلے سے ہے نکلنے کو تیار تھے بس یہ سمجھانے کی بات تھی اور سب کچھ ریڈی۔ سکندر جو جوس کا سپ لے رہا ایک دم جیسے اس کے ہاتھ اس کے اشارہ کرنے پہ ساکت ہو گئے تھے۔

"کیا؟"

"وہ نہیں ہے۔"

رمشا نے قدرے زور دے کر اسے سمجھایا۔

•••

سکندر نے اسے ایک پل دیکھتا رہا پھر خاموشی سے جوس کا گلاس اُٹھا کر اسے پینے لگا۔ رمشا اس کے اس طرح کی ری ایکشن کی توقع نہیں کر رہی تھی۔ آیا اسے اس کی بات سمجھ بھی آئے ہے کہ نہیں۔ رمشا نے گلاس اُٹھا کر اسے دیکھا جو خاموشی سے ناشتہ کرنے میں مصروف ہو چکا تھا۔ اسے دیکھ نہیں رہا تھا۔ اب ہوئی نا بات۔ رمشا اندر ہی اندر مسکراتے ہوئے اسے دیکھنے لگی جس پہ واقعی یہ بات اثر کر چکی تھی کانٹے سے ٹوسٹ کو الگ کرتے ہوئے اس نے اچانک ٹھہر کر رمشا کو دیکھا جو خود اب اپنی پلیٹ کی طرف متوجہ ہو گی تھی۔

"وہ کون تھا؟ کیا لگتا تھا تمھارا؟"

اب کی بات رمشا رُک گئی۔ سکندر کا لہجہ نہ عام تھا نہ ہی سخت بس عجیب سا بیحد عجیب۔

وہ ایک دم کنفیوزڈ ہو گئی۔ اب کیا بتائیں اُف کاش وہ اپنی زبان کھولتی تو کوئی سٹوری بنا لیتی مگر چُپ کر کے سمجھانا تو بہت مشکل تھا۔

"بتائیں نا ڈیر وائف وہ لکی شخص کون تھا جس کو آپ کی محبت حاصل ہوئی ویسے خیر اچھا ہوا چلا گیا بعد میں اس نے میرے مرڈر کی لسٹ ایک سو ایک میں آ جانا تھا۔"

اب کی بار رمشا کے ہاتھ سے کانٹا چھوٹ گیا۔

ایک سو ایک مرڈرز۔ اس کا منہ کھلا دیکھا کر سکندر مسکرایا اور ہاتھ بڑھا کر اس نے رمشا کی ٹھوڑی کو اوپر کر کے اس کا منہ بند کیا۔

"حیران کیوں ہو کیا میری کارکردگی سے واقف نہیں ہو سویٹ ہارٹ۔"

رمشا ایک دم اسے اجنبی نظروں سے دیکھنے لگی تھی۔ اندر ہی اندر اپنے اس دل کو کوس رہی تھی جس نے سکندر سے محبت کی تھی۔

"خیر اب تم میرے پاس ہو' دیکھتی جاؤ گی کہ سکندر کیا چیز ہے۔"

دروازے کی ناک پہ سکندر اور رمشا دونوں نے اپنے سر اُٹھائے تھے۔دیکھا تو نذیر کھڑا ہوا تھا۔

"سر پولیس آئی ہے وہ آپ کے گھر چیکنگ کرنا چاہتی ہے۔"

اس کی بات پہ جہاں رمشا کے چہرے پہ مسکراہٹ دوڑ پڑی تھی وہاں سکندر کے چہرے پہ پریشانی عیاں ہو چکی تھی۔

ایک دم اُٹھ کر اس نے رمشا کا بازو پکڑا اور اسے اُٹھایا۔رمشا سمجھ گئی وہ اب اسے چھپائے گا۔اس نے بازو اس کے سخت گرفت سے نکالنی کی بھرپور کوشش کی تھی۔

سکندر نے اسے گھسیٹا ساتھ میں نذیر کو اشارہ کروایا کہ انھیں بتاؤ کہ وہ تیار ہو کر آرہا تب تک انھیں اندر داخل نہ ہونے نہ دینا۔فون جیب سے نکال کر اس نے جلدی سے حنان کا نمبر ملایا اور دوسرے بازو سے مچلتی ہوئی رمشا کو پکڑا جس کی بھرپور کوشش تھی کہ وہ یہاں سے بھاگ کر پولیس والوں کے سامنے آجائے۔

"ہیلو ایس پی حنان علوی سپیکنگ۔"

"سالے سپیکنگ مجھے اطلاع کیوں نہیں دی کہ صبح ہی صبح میرے گھر میں چیکنگ کروائی جائے گی۔"

رمشا کو پکڑے وہ بائیں جانب کی طرف بڑھا تھا جہاں سامنے ایک دیوہیکل سٹیل کا دروازہ تھا۔

"میں نے تو تجھے بتایا تھا کہ تو مرنے والا ہے تو بڑا چل تھا مجھے لگا انتظام کر لیا ہو گا مگر کیا نہیں کیا؟" رمشا نے اس کے بازو کو اپنے دانتوں سے جب کاٹا تو سکندر کی گرفت ایک دم ڈھیلی ہو گئی۔

"اُف۔" رمشا فوراً پیچھے کی طرف بھاگی۔

"کیا ہوا!!"

"ایک جنگلی بلی نے وار کیا تو فوراً میرے ہاں پہنچ اگر زرا بھی پولیس کے ہاتھوں لگ گئی نا میں نے سب کو گولی سے اُڑا دینا ہے And I mean it hanan"

فون پہ حنان کو دھمکی دیتا وہ رمشا کی طرف فوراً بھاگا تھا۔

رمشا بھاگتے ہوئے اس طرف آئی تھی جہاں بخت اسے کچن سے نکلتی ہوئی نظر آئی۔ہاں بخت اس کے ماما کو روک سکتی تھی۔وہ سکندر کی کمزوری ہے۔

وہ اس کی طرف بڑھنے لگی جب دو مضبوط ہاتھوں نے اس کے بازو کو تھام کر اپنی طرف بڑی زور سے گھمایا تھا۔ سکندر کے شکل کو وہ دیکھتی اس نے رمشا کو اپنے بازو میں اُٹھا کر فوراً اس سمیت بڑھا تھا۔ رمشا ایک دم اس کے کندھے پہ مکے برسانے لگی۔ اس کا دل کُر رہا تھا زور زور سے چلا کر سب کو اپنی طرف متوجہ کرے مگر پتا نہیں وہ آواز جو اس نے اتنے برسوں چھپائی تھی واقعی گُم ہو گئی تھی۔ اتنے احتجاج کے باوجود اس کے اندر اسے بار بار روک رہا تھا۔

"تمھارا تو میں اچھی طرح بندوبست کرتا ہوں۔"

سکندر خطرناک لہجے میں کہتا اُسے کے مار کو اگنور کرتا دروازے کی طرف پہنچ گیا۔

اس نے رمشا کو نیچے اُتار کر اسے پکڑے رکھا جبکہ دروازہ کھول کر وہ گھپ اندھیرے والے کمرے میں اسے لایا اور دروازہ بند کیا۔

"یہ تمھارا بھا کتنی دیر لگائے گا ہمیں فوراً سے تلاشی لینی ہیں۔ ہمیں کسی صورت بھی روک نہیں سکتے ہمارے پاس تلاشی لینے کا وارنٹ ہے۔"

پولیس انسپیکٹر کرخت لہجے میں سامنے کھڑے نذیر سے مخاطب ہوا جو ان کو اندر آنے سے روک رہا تھا۔

"آپ کو کہا نا آپ تلاشی لے سکتے ہیں مگر بھا جب تک نہیں آجاتے میں کسی بھی صورت اب کو اندر جانے نہیں دے سکتا۔"

"ارے نذیر میاں ان کو کیوں روک رہے ہو بڑے بڑے لوگ آئے ہیں میرے گھر کہیے کیسے آنا ہوا۔"

سکندر کی ایک دم آواز پہ نذیر کے ساتھ ساتھ باقی پولیس آفیسر نے نظریں سامنے کے جانب موڑی۔

وہ چلتا اپنے کالر کو ٹھیک کرتا ان کی جانب بڑھ رہا تھا۔

"ہمیں تلاشی لینے ہیں آپ کے گھر۔"

"سلام کرنے کا کوئی رواج نہیں ہے آپ کے ہاں خیر ضرور آئے میرے غریب خانے۔"

اس نے بازو وا کرتے ہوئے ان کو اندر آنے کا اشارہ کیا۔

"ویسے کس کی چیکنگ کروانی ہے آپ نے!"

ایک دم حنان اپنی جیب سائڈ پہ کھڑی کرتا ٹوپی کو سر پہ پہنتا اندر کی طرف بڑھا۔

اس نے دیکھا سکندر کے ساتھ ایس ایچ او کے ساتھ باقی سب انسپیکٹرز کھڑے اس علیشان محل کا جائزہ لے رہے تھے۔
سکندر کے ورکرز نے جب حنان کو دیکھا تو وہ پرسکون ہو گئے کہ اب سب کچھ ٹھیک رہے گا۔

....

وہ اپنا چشمے کو صاف کرتا اسے دوبارہ پہن کر اپنی گھڑی کو دیکھ کر دوبارہ باہر کے ہنگاموں کی طرف متوجہ ہوا تھا۔ جہاں لوگ گاڑیوں سے اُتر رہے تھے تو کچھ بیٹھ رہے تھے۔ گاڑیوں اور موٹر سائیکلوں کے ہارن بار بار بجے جا رہے تھے۔ ہر طرف گہما گہمی۔ مقرر وقت پہ وہ پہنچ چکا تھا مگر اطلاع دینے والے نے کہا تھا جب تک اس کا میسج نہیں آئے گا وہ یہاں سے ایک انچ بھی نہیں ہلے گا۔ لمبے بالوں میں ہاتھ پھیرتا وہ کافی ٹینز لگ رہا تھا۔ فون کو اس نے اپنی گود میں رکھا ہوا تھا اور بار بار کبھی سر اُٹھائے تو کبھی سر جھکائے جا رہا تھا۔

اچانک ساتھ والے ونڈو پہ کسی نے دستک دی اسے لگا کہ مانگنے والے ہوں گے۔ اس نے ان کی طرف نہیں دیکھا ورنہ اسے پتا تھا انھوں نے اس کے پیچھے پڑ جانا تھا اگنور کرنا ضروری تھا۔ جب دستک کے ساتھ کال بیل کی ٹون بجی تو اس نے جلدی سے فون اُٹھایا۔

" دروازہ کھولو۔"

کرخت لہجے میں اجنبی کہتا کال کاٹ چکا تھا۔ لمبے بالوں والے شخص نے گردن موڑ کر دیکھا تو کسی نے کالی لمبی جیکٹ پہنی ہوئی تھی اس کا چہرہ وہ دیکھ نہیں سکتا تھا۔ اس نے ماسک لگایا ہوا تھا اور یہ کوئی عام ماسک نہیں تھا vendetta mask تھا۔ اسے سمجھ نہیں آئی آیا دروازہ کھولے یا نہ کھولے۔ عجیب سا خوف اس کے دل کے اندر آیا تھا مگر وہ بھی کیا کرتا اسے یہ کام تو کرنا تھا۔ کسی کی زندگی کے لئے انسان کو کیا کیا کرنا پڑتا۔

اجنبی نے دوبارہ کھڑکی پہ دستک دی۔ اس بار اس کی دستک اس کے لہجے کی طرح تیز تھی۔ اس نے ناچار گاڑی کا لاک کھولا اور ماسک مین جلدی سے دروازہ کھولتا اندر داخل ہوا۔

"دروازہ کھول کیوں نہیں رہے تھے۔"

اس کے کرخت لہجے پہ وہ اسے دیکھنے لگا جو دروازہ زور سے بند کرتا جیب سے گن نکال کر ڈیش بورڈ میں رکھ رہا تھا۔ پتا نہیں اس کو ڈرانے کے لئے دکھائی تھی مگر وہ ایسے چیزوں سے زندگی میں کبھی نہیں ڈرا تھا اب کہاں جا کر ڈرنا تھا وہ بس بے چین تھا آیا وہ یہ رسک جس چیز کے لئے لے رہا ہے۔ وہ اسے حاصل ہو گا کہ نہیں۔

"گاڑی یہاں سے نکالو۔"

"مگر تم ہو کون ؟"

"جو کہہ رہا ہوں وہ کرو ورنہ نقصان کے ذمہ دار صرف تم ہو گے۔"

اس کی بات پہ اس نے اس ماسک والے کو عجیب نظروں سے دیکھنے کے بعد گہرا سانس لیا۔

"کہاں جانا ہے ؟"

"پہلے یہاں سے گاڑی نکالو۔"

مختصر سا جواب دیتا وہ اِدھر اُدھر دیکھنے لگا۔

اس نے آگے سے چُپ رہنا بہتر سمجھا تھا۔

گاڑی سٹارٹ کر کے اس نے موڑا اور اس ایریا سے نکلا۔

جب وہ روڈ کی طرف بڑھ چکے تب وہ جا کر بولا۔

"تم کون ہو؟"

کوئی جواب نہیں۔

"کیا تم وہی ہو جس نے مجھے یہاں بلایا یا اس کے کوئی آدمی۔"

پھر کوئی جواب نہیں۔ اب لمبے بالوں والے کو جھنجھلاہٹ ہوئی۔

"اگر تم مجھے جواب نہیں دو گے تو مجھے کیسے پتا چلے گا تم وہی شخص ہو کیا پتا اس کے مخالفین بھی ہو سکتے ہو۔ اس لئے پوچھ رہا ہوں۔"

ماسک مین سیدھے گردن کرتے ہوئے چند لمحے ایسے ہی پوزیشن میں بیٹھا رہا جب اس نے اس کی طرف گردن موڑتے ہوئے دیکھا تو عجیب سے لہجے میں بولا

لمبے بالوں والا شخص چند لمحے کے لئے چُپ ہو گیا۔

"یہ تمھارا نام ہے؟ یہ کیسا نام ہوا بھلا۔"

"تمھیں بس نام چاہیے تھا مل گیا اب روڈ پہ فوکس کرو۔"

"اس نام کے شخص کو میں جانتا تک نہیں اور میرے خیال ہے مجھے کال کرنے والے کا نام تو کچھ اور تھا اور جانا کہاں ہیں۔"

وہ اس شخص کی باتوں پہ حیران ہو رہا تھا۔اسے کسی گڑ بڑ کا بھی احساس ہو رہا تھا۔

"یہ کیسے نام ہیں پہلے بلیک بیرڈ تھا اب بُروٹس یہ کوئی بہت بڑا کھیل کھیل رہے ہیں میرے ساتھ۔"

"بلیک بیرڈ نے ہی تمھیں فون کیا تھا اور میں اسی کا بندہ ہوں۔"

بُروٹس اس کے اندرونی کیفیت اور ڈھیر سارے پلتے سوالات کو بھانپ چکا تھا اس لئے بولے بغیر نہ رہ سکا تھا۔عام سی بات تھی مگر اس کا لہجہ ہنوز کرخت تھا۔

"تم لوگوں کہ اصلی میں یہ نام ہیں؟"

نہ تو وہ بے وقوف تھا نہ ہی اکیسٹرا قسم کا معصوم۔اسے پتا تھا ان کے یہ اصلی نام نہیں مگر اس طرح پوچھنے سے وہ جاننا چا رہا تھا ان ناموں کے پیچھے مقصد کیا۔

"ایم ایم عالم روڈ کی طرف گاڑی موڑو۔" اسے پتا چل گیا بس اس سے کام کروانا تھا۔اپنی ضروری تفصیل نہیں بتانی تھی۔

گاڑی بڑھا کر اس نے ایف ایم کے اوپر سامنے چمکتے ہوئے ٹائیم کو دیکھا جہاں سات بج رہے تھے۔

ٹائم سے نظریں پھیرتے اس نے فوکس روڈ پہ رکھا۔وہ جلد از جلد ان کا کام ختم کر کے گھر جانا تھا۔وہ کسی صورت بھی گھر کے باہر دیر سے نہیں رہ سکتا تھا ورنہ اس کے کرتوتوں کا پول گھر والوں کے سامنے کھل جانا تھا اور اس بلیک بیرڈ والے نے بھی دھمکی دی کہ کسی کو بھی اس کام کے بارے میں پتا نہ چلے۔

••••••••••••••••••••••••••••••

"تم کچھ لے کیوں نہیں رہے۔ تمھاری پسند کی ڈِش بنائی ہے۔"

ماں نے بیٹے کو چمچ سے چاول کے ساتھ دیکھتا پاکر 'بے ساختہ کہا تھا۔ماں کے کہنے پر بیٹے نے سر اُٹھایا۔آج وہ بہت دنوں بعد خود کو بہتر محسوس کر رہا تھا۔اس نے ماں کے ساتھ آج بیٹھ کر کھانا کھانے کا فیصلہ کیا ویسے بھی ماں کچھ دن سے اس کی حرکتوں پہ مشکوک ہو رہی تھی اور اس کی توجہ اس کے باپ کی طرف بھی دلا رہی تھی۔اس کے بے چینی بھی وہ چیز پانے سے ختم ہو گئی تھی لہذا بڑا نارمل ایکٹ کرتا ماں سے بولا۔

"جی اچھا ہے ممی مگر آج لگتا ہے اس میں ٹیسٹ نہیں ہے۔"

ماں اس کی بات پر ایک دم چونک کر اسے اور پھر کھانے کی ڈِش کو دیکھنے لگی۔

"ٹیسٹ کیوں نہیں آرہا میں نے تو آج بہت زیادہ مرچے ڈالی ہیں اور مجھ لگ بھی بہت رہی ہیں اور تم کہہ رہے ہو ٹیسٹ نہیں ہے۔"

بیٹا بھی ان کی بات پہ تھوڑا بہت چونکہ تھا مگر کندھے اچکا کر بولا۔

"شاید مجھے آج ویسے ہی ہر چیز ٹیسٹ لیس لگ رہی ہے۔جوس بھی پھیکا تھا۔آج دوستوں کے ساتھ آئس کریم بھی کھائی وہ بھی فضول اور اب کھانا؟'

"زونی تمہاری طبیعت مجھے ٹھیک نہیں لگ رہی بتاو مجھے کیا بات ہے اور تم ڈاکٹر کے پاس جانے کو تیار کیوں نہیں ہوتے۔"

ماں تھی بچے کی ایک ایک حرکتوں کو نوٹ کرتی تھی مگر بد قسمتی سے ایک حرکت سے وہ محروم تھی کہ اس کا بیٹا ڈر گز لیتا ہے۔

"کیونکہ مام آئیم فائن آپ خوا مخواہ پریشان ہو رہی اِٹ واز جسٹ نارمل سکنس۔"

اس نے کھانے سے ہاتھ اُٹھا لیا تھا اور پانی کا گلاس اُٹھا کر اس نے ہلکہ سا پانی کا گھونٹ پیا۔

"نارمل سکنس نہیں ہے زونی کیونکہ نارمل میں تم اتنا ہنگامہ کرتے ہو مگر اس بار۔"

"وہ تو چھوٹا تھا ممی اب میں گرون آپ مین ہوں۔اس لئے ان چھوٹی موٹی بیماری کو سریس نہیں لیتا۔"

"پندرہ سال کے بچے ہو ابھی تم گرون آپ مین۔اب بتاو کیا لے کر آؤں تم نے کھانے سے بھی ہاتھ اُٹھا لیا۔"

اکلوتا بیٹا تھا۔لاڈ اُٹھانے کا حق بنتا تھا۔

"نہیں ممی میں اب سونے جارہا ہوں۔اسے واقعی سخت نیند آرہی تھی۔ سر اور انکھیں بوجھل ہوتی جارہی تھیں یہ فریشنس کچھ دیر کے لئے ہوتی بعد میں وبالِ جان ثابت ہوتی تھی۔ماں خاموشی سے اسے اُٹھتا ہوا دیکھنے لگی پھر اُٹھ کر اس نے موبائل اُٹھایا اور بہت سوچ کر اس نے نمبر کسی کو ملایا۔اس کے ہاتھ کپکپا رہے تھے۔چہرے پہ اندیشے درست ہونے کا ڈر اور غم تھا۔آنکھوں میں نمی ابھر رہی تھی۔

"ہیلو۔"

"ڈی اس کو تو کسی چیز کا ٹیسٹ نہیں آرہا اب ایک دم اسے نیند بھی آگئی۔اس کی آنکھیں بہت لال اور بوجھل ہوتی جارہی تھیں۔میرا دل پھٹ رہا ہے کیا واقعی میں ایسا ہی ہے۔"

"دیکھو میں تو پہلے ہی بتا دیا تھا کہ تمھارا بیٹا ڈرگز لے رہا اب دیکھ لو اس کے رزلٹ۔اس کے ٹیسٹ بڈ سینس کو بھی مفلوج کر رہا ہے۔اس کا دماغ آہستہ آہستہ سُن ہوتا جارہا ہے۔"

اس کی بات ہادیہ نے کاٹی۔

"میں نے گھر کی پوری چیکنگ کروائی مجھے کہی بھی وہ بلا نہیں ملی۔مجھے اب ہمدان کو بتانا ہے کہ ہمارا بیٹا آہستہ آہستہ بربادی کی طرف بڑھ رہا ہے میں مزید تمھاری بات پہ ایسے نہیں بن سکتی جیسے کچھ ہوا نہ ہو ڈی۔"

ڈی ایک پل کے لئے خاموش رہا پھر گلا کنکھار کر بولا۔

"مطلب کہ ڈیلرز پروفیشنل ہیں اسے سخت تاقید کی ہو گی جبھی تو وہ شہہ مہارت سے چھپا رہا ہے تاکید بھی نہیں دھمکی لگتی ہے۔تاقید تو آج کل کوئی بچہ نہیں سُنتا۔ تمھیں کوئی شک ہے کہ اس میں کس کا ہاتھ ہے۔"

"کس کا ہو گا وہی اس بھا کا ڈرگ مافیا ہمدان کو بھی تو پتا چلے اس کا جانے والا کیسے اس کے پیٹھ پیچھے چھرا گھونپ رہا ہے۔وہ تو منہ نہیں لگاتا اسے اور یہ اس کے پیچھے پاگل ہے۔"

وہ نفرت سے بولتی اپنے آنکھوں سے نکلتے آنسو کو زور سے صاف کرتی بولی۔

"سکندر کے کاموں پر میں آج سے نظر رکھتا ہوں تم پریشان مت ہو اور زونی کی فکر مت کرو آج سے میں نے ایک بندہ اس کے پیچھے لگا دینا ہے وہ اس بیماری سے اس کو نکلوا کر رہے گا۔اب مجھ بھی بھروسہ کر لیا ہے تو اپنے اعتماد پہ قائم رہو۔ہمدان

کو بتانے کی ضرورت نہیں ہے وہ پیسے کا اندھا آدمی کبھی تمھاری باتوں پہ یقین نہیں کرے گا۔ نہ تم زونی کے لئے اکیلے کچھ کر سکو گی اور اگر اس چیز میں واقعی سکندر کا ہاتھ ہوا تو میں تم سے وعدہ کرتا ہوں کہ میں اس کو ختم کر دوں گا۔"

اتنا کہہ کر اس نے فون بند کر دیا تھا۔

....

"آپی کدھر ہیں ماما؟"

بخت کی آواز پر جہاں سکندر نے اپنی آنکھیں زور سے میچ کر زیر لب شٹ کہا تھا وہی حنان کے ساتھ پولیس والے بھی الرٹ دکھنے لگے۔ سکندر نے چہرہ موڑا تو بخت کو اپنے پیروں پہ کھڑا ہوتا دیکھ کر ایک دم حیران ہوا پھر اس کی طرف بڑھا۔

"تم کھڑی کیوں ہوں تم جانتی ہو تمھیں گولی لگی ہے اور تم چل رہی ہو کیوں اُٹھی ہو تمھیں تکلیف تو نہیں ہو رہی؟"

بھانجی کو ایک دم بازو پکڑ کر اس سے غصے کے ساتھ فکر مندی سے پوچھنے لگا تو بخت نے آہستگی سے اپنا بازو ہٹایا۔

"ماما مجھے گولی بغل میں لگی ہے ٹانگوں میں نہیں میں چل سکتی ہوں۔ آپاہج مت بنائے مجھے۔"

سکندر ایک دم تڑپ اُٹھا۔

"اللہ نہ کرے!! تمھیں چلنے میں تکلیف نہ ہو تو اس لئے کہا تھا کہ" بخت نے اس کی بات کاٹی۔

"ماما مجھے گھسیٹنے میں مسئلہ ہوتا ہے تکلیف ہوتی ہے۔"

"تو تمھیں کون کہہ رہا ہے کہ ویل چیر گھسیٹو ملازم کہاں دفعان ہوئے ہیں۔"

اس ایک دم اونچا بولنے پر حنان نے سب انسپیکٹرز کو اشارہ کیا کہ اب چیکنگ کریں اِدھر دھیان مت دے۔ وہ سر ہلا کر آگے بڑھ گئے۔ بخت نے آنکھیں گھمائیں۔

"میں ٹھیک ہوں اب یہ بتائیں آپی کہاں ہیں اور ہانی ماما آپ؟"

ایک دم سکندر کے ساتھ حنان کا دل کیا اپنا سر پیٹ لے۔ سکندر نے بخت کو نہیں بتایا کہ وہ پولیس آفیسر کے سامنے اسے اجنبی تصور کرے۔

حنان نے رُخ پھیر لیا اور چلنے لگا جب بختاور سکندر کے پار سے گزرتی اس کے طرف آئی کہ سکندر نے اسے روکا۔

"بخت تمھیں۔۔۔"

"آپ یہاں کیا کر رہے ہیں ماما اور یہ آپ کی ٹیم کیوں آئی ہے۔ کہیں ماما کو تو پھر سے پکڑنے نہیں۔"

بخت نے حنان کو دیکھا پھر سامنے ڈرائینگ روم سے نکلتے ہوئے دو آفیسرز کو۔ ایک دم بولتے ہوئے اس کو اچانک در آنے والے اندیشے نے گھیر لیا۔ سب انسپیکٹرز اس گھر کی بچی کو حنان کے ساتھ بے تکلفی سے مخاطب ہوتا دیکھ کر چونک پڑے۔

حنان کنفیوز ڈ ہو گا۔ کنفیوز ڈ تو سکندر بھی ہو گیا تھا۔

"بولیے ناماما کہیں ماما کو تو پکڑنے نہیں آئے سچ میں ماما نے کچھ نہیں کیا۔"

اب بھانجی اپنے ماما سے اس کی زیادتیوں پہ ناراض تھی۔ اس سے لڑ رہی تھی۔ دُنیا کے سامنے اسی زیادتیوں کو چھپائے اسے ڈیفینڈ کر رہی تھی۔ آفیسرز نے بڑی الجھن سے پریشان کھڑی ہوئی بخت کو تو کبھی خاموش مگر بے چین سے اپنے سر کو دیکھا۔

"ارے بخت تم ایس پی کو جانتی ہو؟ کب سے اور تم انھیں ماما کیوں کہہ رہی ہو۔"

اپنے روپ میں تیزی سے آ کر وہ بڑے سخت لہجے میں بولتا حنان کو گھورنے لگا۔ بدلے میں حنان نے اسے ڈبل گھورا اور گلا کنکھارتے ہوئے ہولے سے مسکرایا اور تھوڑا سا سپرائزڈ دیکھنے لگا۔

"ارے بخت بچے آپ یہاں رہتی ہیں مجھے تو نہیں بتایا آپ ان بھائی بھانجی ہیں۔"

اس نے بھائی بھانجی بولتے ہوئے دانت پیسے تھے۔ سکندر کا دل کر رہا تھا اس کا جبڑا توڑ دے۔ دل تو حنان کا بھی بڑا کر رہا تھا۔

"ماما یہ آپ۔۔۔"

"میڈم آپ کی فرینڈ آئی ہیں آپ سے ملنے میں نے انھیں لان میں بیٹھایا ہے۔" جاوید کی ایک دم آمد پر جہاں سکندر نے شکر کا سانس لیا تھا وہاں حنان بھی پر سکون ہو گیا۔

"ہاں بخت تمھارا پوچھنے آئی ہو گی جاو۔"

"جاو بچے میں ابھی چیکنگ کروا کر تم سے بعد میں بات کروں گا او کے۔" حنان نے پیار سے اس کے گال تھپ تھپا کر آفیسر کی طرف بڑھا۔

"کچھ ملا تم لوگوں کو؟"

"نہیں سر۔۔۔وہ۔"

"تو ایسے کیوں کھڑے ہو گئے جاو باقی طرف بھی دیکھو۔"

سخت لہجے میں بولتا وہ سکندر کی طرف مڑا۔

"تم میری بھانجی کو کیسے جانتی ہو۔"

اکیٹنگ تو کرنی تھی ویسے بھی دو انسپیکٹر اور اس طرف آرہے تھے۔

"مجھے نہیں پتا تھا وہ آپ جیسے مافیا کی بھانجی ہیں بہر حال سکول سر منی میں میری اس بچی سے ملاقات ہوئی تھی۔پیاری بچی ہے شارپ اینڈ انٹیلجنٹ۔"

حنان بھی کم نہیں تھا۔

"اگر وہ تمھیں انکل بلاتی تو سمجھ آتی مگر اس نے تمھیں ماما کہا یعنی کے بہت بے تکلفی لگتی ہے ایس پی صاحب۔"

"ایسی ویسی خیر رفیق' شعیب کچھ پتا چلا؟"

"سر اوپر سارا چیک کروالیا روف ٹاپ پہ ابھی چیکنگ ہو رہی ہے مگر سر ایک روم لاکڈ ہے۔"

"وہ روم کیوں لاکڈ ہے بھا؟"

حنان نے تیز لہجے میں کھڑے سکندر سے پوچھا۔

"میرے زیر استعمال نہیں ہے اس لئے بند ہے۔"

"پھر بھی ہمیں ہر ایک جگہ کی چیکنگ کرنی ہیں تو لاک کھلاوائے میں چیک کروں تم لوگ سڑونٹ کوائٹر چیک کرو۔"

وہ سر ہلا کر تیزی سے وہاں سے غائب ہوے تھے تو ان دونوں کو تنہائی ملی۔

"چلو اوپر!!! اور رمشا کو کہاں چھپایا تو نے کنویں میں تو نہیں پھینک دیا یا اس کمرے میں ہے۔"

"اس کمرے میں نہیں ہے اس دیوار پہ اس نے میرے خلاف کچھ غلط باتیں لکھی تھی۔ساتھ میں اس کے کپڑے بھی تھے ۔شک کیا انھیں یقین ہو جاتا کہ اس گھر میں ہے وہ۔"

سکندر نے تیز لہجے میں بولتا اوپر آیا اس لے کرتا کہ کام نپٹا کر فوراً انھیں چلتا کریں۔

"کہاں ہے وہ؟ یہ پوچھ رہا ہوں مار وار تو نہیں دیا۔اور تو ڈیش انسان ہر چیز میں پری پیر رہتا ہے۔بخت کو کیوں نہیں بتایا۔"

"اس جنگلی بلی کا قصور ہے اور تہہ خانے میں ہے وہ۔"

"ڈیش انسان وہاں تو چیکنگ ہو رہی ہے۔"اس نے سکندر کو لتاڑا۔

"وہ والا تہہ خانہ نہیں اتنا پاگل دکھتا ہوں جم کے اندر سیکرٹ تہہ خانہ جہاں سب مال جمع ہے۔"

"تو نے اسے بھی اپنا مال سمجھ کر وہاں پھینک دیا کیا بات ہے بھاآپ کی میرا دل کر رہا ہے تجھے گرفتار کر لوں۔"

"تم کمینوں کا تو ابھی بندوبست کرتا ہوں جاتا ہوں اپنے باپ کے گھر اور تیرے اسے سسر کے آج کے آج۔"

"تو کوئی فضول حرکت نہیں کرے گا۔"

سکندر نے دروازہ کھولا اور اندر داخل ہوا۔

"واو یہ۔۔۔۔"

حنان نے اندر آتے ہی رمشا کے سکندر کے لئے سخت لفظ پڑھتے بے ساختہ بولے ہی تھے کہ اچانک اس کے ساتھ قدرے کونے میں لکھے لفظ نے اس کی بات کو ادھورا چھوڑ دیا۔اس کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔داؤد کے نام پہ بڑا سا کراس ہوا تھا اور اس کے ساتھ ہی نیچے سکندر کا نام لکھا ہوا تھا۔ایک منٹ کے لئے حنان کو سمجھ ہی نہیں آئی کہ آگے سے کیا ری ایکشن دے۔

"یہ رمشا نے لکھا؟اسے کیسے پتا چلا کہ۔۔۔۔۔"

"اسے کچھ نہیں پتا اور نہ میں چاہتا ہوں اسے پتا چلے اسے کہی سے معلوم ہو گیا ہو گا کہ مجھے اس نام سے کتنی نفرت ہے تو مجھے جلانے کے لئے اس نے یہ ڈرامہ کیا ہو گا ورنہ داؤد نامی شخص سے محبت۔"اس کی بات سکندر کاٹتے ہوئے ٹیرس کا دروازہ کھولنے لگا۔

حنان نے اسے عجیب نظروں سے اس کی چوڑی پشت کو دیکھا پھر سپاٹ لہجے میں بولا۔

"سکندر زندگی میں صرف ایک داؤد تو نہیں ہے جو تم اس طرح کی بات کر رہے ہو۔"اس کی بات پر سکندر کے ہاتھ ٹھہر گئے تھے تیزی سے اس نے گردن موڑی تھی اور اپنے لب کو سختی سے بھینچ لئے تو حنان نے بات جاری کی۔

"اُنّیس بیس سال کی ہے وہ کم سے کم تمھیں لگتا ہے اسی داؤد سے محبت ہوئی ہو گی اس کو؟"

"وہ کہتی ہے وہ مر گیا ہے۔"

اب کی بار حنان کے چہرے پہ الجھن آئی۔

"سکندر ایسا ہو نہیں سکتا ابھی تم کہہ رہے تھے کہ وہ تمھیں ٹرک کر رہی تھی تو کنفیوشن کیسی!!! بہر حال میں نے دیکھ لیا ہے اب چلو اس سے پہلے وہ سب آجائے اور رمشا کو جلد از جلد وہاں سے نکالو بیچاری ڈر نہ رہی ہو۔"

کوڈ کا بٹن دبا کر سٹیل دروازے کا لاک کھل چکا تھا۔ ہینڈل کو گھما کر وہ نیم اندھیرے کمرے میں داخل ہوا۔

اس نے دیکھا رمشا سامنے بیٹھی ہوئی تھی۔ اس نے اپنا سر سامنے پڑی کرسی پہ رکھا ہوا تھا۔ وہ بالکل نڈھال لگ رہی تھی۔ لگا ہے بہت روئی تھی۔ سکندر نے سائڈ بٹن سے کمرے کو روشن کیا۔ ایک دم رمشا کی آنکھوں میں چُبھن ہوئی۔ اس نے اپنی آنکھوں پہ ہاتھ رکھا۔ سکندر نے اس کا گرا ہوا دوپٹہ اس کے سامنے پڑے دیکھا پھر اسے' جو کہ سنبھل کر اب اسے دیکھ رہی تھی اور اس کی نظروں میں سکندر کے لئے حقارت ہی تھی مگر چہرہ سپاٹ تھا۔

"اُٹھو!۔"

سکندر کے کہنے پہ اس نے اپنا رُخ دوسری طرف کر لیا تھا۔ اب کچھ بھی کر لے وہ یہاں سے ایک انچ نہیں ہلے گی۔ وہ ہر معاملے پہ ضد کرے گی۔ بہت شوق تھا اس کو مجھ سے شادی کرنے کا اب بھگتے مجھے۔ خود سے سوچتے وہ ارد گرد سامان پہ نظریں جمائے اس کے رد عمل کی منتظر تھی۔ جب پانچ منٹ بعد ایسا کچھ نہیں ہوا تو اس نے زرا سا چہرہ گھما کر اسے دیکھا جو آنکھیں سکیڑ کر اسے دیکھ رہا تھا پھر لب کو قدرے بھینچ کر گہرا سانس لینے کے بعد بولا۔

"اُٹھو رمشا مجھے تمھارے ساتھ زبردستی کرنا بالکل اچھا نہیں لگ رہا مگر تم مجھے بار بار مجبور کر رہی ہو۔"

اس کا لہجہ بالکل عام سا تھا نہ سخت نہ نرم۔ بس نارمل تھا۔

"ہر معاملے میں زبردستی کی ہے اس شخص نے اور کہتا ہے اچھا نہیں لگ رہا ہو نہہ پتا نہیں میری مت ماری گئی تھی سکندر جو میں نے تم سے محبت کی۔"

"میں بند کر دوں گا تمھیں پکا پکا پھر عقل ٹھکانے آئے گی تمھارے۔ چلو اُٹھو بخت تمھارا پوچھ رہی تھی۔"

رمشا نے باقاعدہ اپنا سر زور سے جھٹکا۔ اسے اس کی بات پر رتی برابر کوئی فرق نہیں پڑنا۔

سکندر نے اسے دیکھنے کے بعد اسے اُٹھانا ہی بہتر سمجھا۔آگے بڑھا ہی تھا رمشا اس کا ارادہ بھانپ کر جھٹ اُٹھی تھی اور آگے بڑھی۔

ارد گرد بڑے بڑے باکسز پڑے ہوے تھے۔لمبے لمبے سٹیل کے ریکس میں مختلف فائلز اور بیگز موجود تھے۔

"آرام سے میرے ساتھ باہر چلو رمشا نہیں تو بہت بُرا ہو گا۔"

سکندر بڑھا ہی تھا کہ رمشا اس بڑے سے ہال نما تہہ خانے کو اپنے ارد گرد دیکھ کر دائیں جانب بڑھی تھی۔بڑے سے سٹیل نما ریکس بالکل لائبریری کی طرح ارینج ہوئے وے تھے۔سکندر تیزی سے اس کی طرف آیا تھا۔اس کے چہرے پہ پھیلتا اضطراب بتا رہا تھا کہ اس نے رمشا کو یہاں قید کر کے غلطی کی تھی۔زرا سا بھی ماضی کی یادوں کا چھوٹا سا ٹکڑا بھی اس کے ہاتھ لگ گیا تو وہ بکھر جائے گا۔ہاں وہ اس لڑکی کے سامنے بے قابو ہو جائے گا اور وہ یہ ہر گز نہیں چاہتا تھا۔اپنے دل تک کو وہ پتھر کر چکا تھا۔ضمیر تو کب کا مانو مٹی تلے جا سویا تھا مگر اس کے زخموں کے نیشان ابھی بھی تازہ تھے اور وہ روح کو تڑپانے کے لئے کافی تھی۔

"رمشا اگر تم زرا سا بھی آگے بڑھی تو میں نے گولی سے تم کو اُڑا دینا ہے۔"

رمشا اس کی دھمکی پہ بھی نہ رُکتی مگر جو اس کے لہجے میں وحشت تھی۔اس کے قدموں کو جھکڑ لیا تھا۔

سکندر تیزی سے اس کی طرف آیا اور رمشا الریڈی اس کے ہاتھ لگانے سے پہلے پیچھے ہو گئی۔

"کیوں کر رہی ہو تم ایسا نارمل زندگی گزار نہیں سکتی میرے ساتھ۔آخر یہ بات تم قبول کیوں نہیں کر لیتی کہ اب تم میری بیوی ہو۔"

رمشا نے اپنا چہرہ اُٹھایا ڈھیر سارے آنسو اس کی بات پر اس کی آنکھوں میں جمع ہو چکے تھے۔اس کی بات پر رمشا نے بے ساختہ تالی بجائی۔

تم نارمل ہو جو میں تمھارے ساتھ لائف نارمل گزاروں؟نہیں سکندر ہماری زندگی نارمل نہیں ہو سکتی تم نے میرے سے سارے رشتے چھین لیے' میرا گھر' میری فیملی' میری پڑھائی اور سب سے بڑھ کر میری محبت اور تم کہتے ہو میں تمھیں قبول کر لوں۔"

آدھی بات سکندر کو سمجھ آئی تھی اور آدھی نہیں سمجھنے والی صرف ایک بات تھی اور وہی بات سکندر کو آگ لگا گئی تھی۔

مٹھیاں بھینچتا وہ اس طرف آیا تھا رمشا پیچھے ہو کر ایک دم سٹیل ریک کے ساتھ جا کر لگی تھی۔

"محبت تم نے ابھی دیکھی ہی نہیں ہے اور اس کے چھین جانے کا غم منا رہی ہو۔ واو سیوٹ ہارٹ سم ٹائمز یو امیز می۔"

اس کی بات پر رمشا نے اپنی زخمی نظریں اُٹھائیں۔ وہ اسے ہی دیکھ رہا تھا اس کی بھی نگاہیں اسی کی طرح زخمی اور حسد کی آگ سے بھرپور تھیں۔

تم کیا جانو محبت اور اس کے چھین جانے کے غم کو۔

سکندر نے ایک بات نوٹ کی تھی وہ بولتی نہیں تھی مگر اس کی آنکھیں سب بول دیتی تھیں۔ سارے جواب ' ساری بھڑاس اس کے سامنے نکال دیتی تھیں۔ عجیب سے تھے یہ کالے نین مگر سکندر کے لئے فائدے مند ثابت ہوئے تھے۔

سکندر نے شیلف پہ اپنا ہاتھ رکھ کر اس کی طرف جھکا تھا اور چہرے پہ شرارتی مسکان سجائے جھک کر گھمبیر لہجے میں بولا۔

"تو بتاؤ محبت اور اس کے غم زرا ہم بھی تو جانے یہ کون سی محبت ہے جس سے ہم لاعلم ہیں۔"

رمشا کا دل کیا ایک تھپڑ اس کے خوبصورت چہرے پہ دے مارے۔

دور ہو کے بات کریں مجھ سے۔ رمشا نے انگلی اُٹھا کر سکندر کو وارن کیا۔ سکندر نے اس کی انگلی کو ہونٹوں سے چھو لیا تو رمشا نے تیزی سے ہاتھ پیچھے کیے۔

"وہ کیا ہے نا مسز سکندر حدید ایک تو آپ گویائی سے محروم ہیں۔ اوپر سے دور کی نظر بھی میری خاصی کمزور ہے جس کے باعث آپ کے اشاروں کو میں سمجھنے سے قاصر ہوں سو مجھے قریب ہو کر (وہ رمشا کے اور قریب ہوا) آپ سے بات کرنی پڑے گی منکوحہ ڈیر۔"

رمشا کے گال اس کی بات دہک اُٹھے۔ اس نے خود پہ قابو پا کر دل سے عہد کیا وہ انسان کو ہارا کر رہے گی۔ چاہیے کچھ بھی ہو جائے۔ یہ اس کی کمزوری سے بہت فائدہ اُٹھا رہا اور اب وہ اس کی کمزوری کے ساتھ ساتھ اس کی طاقت کا بھی فائدہ اُٹھائے گی۔

وہ سکندر کا بازو ہٹا کر جانے والی تھی سکندر نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا کہ اچانک موبائل کی بیل نے جہاں رمشا کو پر سکون کر دیا وہاں سکندر کا موڈ آف کر دیا۔

"ایک تو جس نے بھی منحوس موبائل ایجاد کیا وہ کوئی بہت ہی شدید قسم کا سنگل (کنوارہ) تھا۔"

اس کی بات پہ رمشا کے چہرے پہ اچانک مسکراہٹ آگئی پھر ایک دم ٹھٹھک پڑی۔ موبائل فون ہاں اسے موبائل فون چاہیے۔ اس کے دماغ میں جو آئیڈیا آیا تھا اس سے وہ سکندر کو ضرور سبق سکھا سکتی تھی۔ کیسے؟ یہ تو آگے چل کر پتا چلے گا۔ ابھی تو مس میوٹ کا کردار ادا کرنا تھا جس نے سکندر کی زندگی میں بھونچال لانے کا ارادہ کر لیا تھا۔

فون اُٹھا کر اس نے رمشا کا ہاتھ پکڑا۔

"سلام!! بھاہی بول رہا ہوں۔"

رمشا اپنا ہاتھ ہٹانے کا ارادہ کرنے لگی کہ سکندر نے اپنی گرفت مضبوط کر لی۔

"بکواس کر رہا ہے وہ ایک ٹانگ پہ گولی مار دو سیدھا ہو جائے گا۔"

اس کے سرد لہجے پہ رمشا بھی فریز ہو گئی۔ اسے دیکھنے لگی جو اس کی طرف متوجہ نہیں تھا۔ یہاں اس ہال سے نکل کر اسے نے رمشا کو ہاتھ چھوڑ کر دروازے پہ کوڈ لگایا۔

"کہہ رہا ہوں میں کیا پہلی بار کسی کو گولی مار رہے ہو جو کہا ہے وہ کیا کرو۔ اتنا آسان کام پہ بھی ایسے جھجک جاتے ہو کہ مجھے کال کرتے ہو۔"

کہہ تو یہ ایسے رہا جیسے گولی کے بجائے بنٹا مارنا ہے۔ ویسے وہ بھی مارنے پہ انسان ہزار دفعہ سوچے اور یہ ایک ایک سیکنڈ میں لاشیں اکھٹی کر لیتا ہے۔ میں نے آخر کیا دیکھا تھا اس میں یا اللہ جی آپ نے میری یہ دعا کیوں قبول کی۔

"ٹھیک ہے میں آجاوں گا شام تک رکھو فون۔"

اس نے فون جیب میں رکھا اور اسے دیکھا جو خود ہی سوچوں میں گُم شاید دل ہی دل میں خود سے مخاطب تھی۔

"تمھیں کھانا بنانا آتا ہے؟"

اس کی بات پر رمشا بے اختیار چونکی تھی گردن موڑ کر اسے دیکھا تھا جو اس کے الجھن امیز تاثرات دیکھ کر ہولے سے مسکرایا تھا۔

"مانتا ہوں میں تم اس گھر کی نئی نویلی دلہن ہو بلکہ ابھی تو شادی بھی نہیں ہوئی ہماری مگر میں چاہتا ہوں تم میرے لئے آج کچھ بناؤ سارے شیف' کِک خانسامے کے کھانے کھا کھا کر دل اُٹھ سا گیا ہے میرا۔ بتاو بناؤ گی میرے لئے؟"

رمشا کچھ کہنے والی تھی جب ایک دم ٹھہر گئی۔

اچانک ہی شیطانی دماغ نے اس کو سر ہلانے پہ مجبور کر دیا۔ سکندر کی آنکھوں میں الجھن کے ساتھ حیرت در آئی پھر اچانک ہی فاتحانہ مسکراہٹ ہونٹوں پہ پھیلنے میں زرا دیر نہ لگائی۔

"یہ تم نے سر اثبات میں ہلایا ہے یا طنز مارنے کی کوشش کی وائیفی۔"

رمشا نے اپنی آنکھیں گھمائیں اور اپنا ہاتھ اس کی گرفت سے نکالا۔

"ارے کچن تو د کھادوں تم جب سے میرے محل بلکہ ہمارے محل آئی ہو تم نے کچن دیکھا ہی نہیں۔"

"ہاں دیکھنا کیا خاک تھا میں نے صاحب بہادر نے سیدھا تہہ خانے ہی پھینک ڈالا تھا مجھے۔"

دل میں سوچتے ہوئے تیزی سے چلنے لگی تھی اور وہ گھور کر اس کے پیچھے آ رہا تھا۔ زرا سا اظہار کیا کر لیا یہ تو نخرے دکھانے لگی۔ سکندر نے اپنا سر جھٹکا۔

"پہلے تو میں کہہ رہا تھا کہ میری پسند کا تم کچھ بناؤ مگر چونکہ تم ابھی ابھی آئی ہو تو بھا تم پر ظلم نہیں کرے گا بلکہ بھا تو ظالم ہے ہی نہیں خیر جو تمھارا دل ہے تمھیں پسند ہے وہ بناؤ۔"

"بالکل سکندر اب تم نے کہہ دیا تو تمھارا حکم سر آنکھوں پر۔"

چلتے ہوئے وہ دل کے ساتھ ساتھ اشاروں میں بھی بولی تھی۔

سکندر نے کن آنکھوں سے اسے بڑا چونک کر اسے دیکھا تھا۔

"وہ سامنے ہے کچن ملازموں سے جو پوچھنا ہے پوچھ لو اگر سمجھ میں نہ آئے تو وہ سامنے ڈرائینگ روم ہے وہاں بخت بیٹھی ہے اس سے پوچھ لینا میں اب زرا ضروری کام سے جا رہا ہوں واپس آؤں تو اچھی طرح تیار ہوئی وی لنچ ریڈی ملنا چاہیے۔"

"ضروری کام یعنی کہ کسی کا قتل کرنا۔ میں تمھارا قتل کر کے سو جانوں کو تو بچا لوں گی۔" کاش وہ اپنی زبان کھول پاتی کاش۔ تو شاید سکندر خود اس کے گھر والوں کو اس کے پاس بھیج دیتا مگر یہ بھی اس کی سب سے بڑی غلط فہمی تھی۔

※※※※※※※※※※※※※※※※※※※※※※※※※※

"گاڑی روک دو! "

اس کے کہنے کی دیر تھی اور لمبے والے نے شکر مناتے ہوئے بریک پہ پاؤں رکھتا گاڑی روک چکا تھا۔اس نے دیکھا وہ کسی پوش علاقے کی سٹریٹ میں گھسے ہوئے تھے اور بڑے بڑے بنگلے کچھ روشنیوں میں نہائے ہوئے تھے اور کچھ اندھیرے میں اپنی مکینوں کی طرح ہوتے ہوئے بھی یہاں کا حصہ نہیں لگ رہے تھے۔

"ہم یہاں کیا کر رہے ہیں؟"

اس نے اپنے ساتھ بیٹھے بُروٹس کو کہا جو بالکل سیدھی خالی گلی کو دیکھ رہا تھا۔بس گاڑی روکنے کے بعد وہ خاموش ہو گیا تھا۔آخر چکر کیا تھا۔لمبے بالوں والے کے کہنے پر بُروٹس نے گردن موڑی پھر سامنے چمکتی ہوئے ٹائیم کو دیکھا جہاں آٹھ بج رہے تھے۔

"یہ سامنے گھر دیکھ رہے ہو!! (اس کے کہنے پر اس نے اپنی گردن اس سمیت موڑی جہاں بُروٹس نے اشارہ کیا تھا) ۔تمھیں اس گھر کے اندر گھسنا ہے اور کیسے گھسنا ہے یہ تم پر ہے۔"

اس کی بات پر لمبے بالوں والا اچانک بوکھلا گیا تھا۔

"کیا مطلب؟میں اس گھر میں کیوں گھسوں تم لوگ مجھ سے چوری کروانے لگے ہوا گر ایسا ہے تو میں یہ ہرگز نہیں کرنے والا۔"

اس کی بات پر بُروٹس نے اس کو دیکھا لمبے بالوں والا اس کے ماسک میں چھپے تاثرات سے سمجھ چکا تھا اس کی بات اسے کچھ پسند نہیں آئی۔

"تو اس ٹائیم بڑے بڑے ڈائیلوگ کیوں مار رہے تھے کہ میں کچھ بھی کرنے کو تیار ہوں۔اب ایک دم سے شیر بن گئے پتا ہے نا وہ ہمارے پاس ہے کیا کیا کر سکتے ہیں ہم اس کے ساتھ!"

اس کی بات پر لمبے بالوں والے شخص نے بے بسی سے لب کاٹ لئے۔

"ہم نے تمھارا آخر کیا بگاڑا ہے جو تم ایسا کر رہے ہو؟"

"مجھے یہاں تم سے بات کرنے کے لئے نہیں بھیجا(اس نے زور سے ڈیش بورڈ پہ ہاتھ مارتے ہوئے سخت لہجے میں کہا) مجھے یہاں اپنا کام پورا ہوتا ہوا دیکھنا ہے جو کہ تم نے بنا چوں چراں کے کرنا ہے اب چلو شاباش یہ پکڑو گن اس میں پوری چھ کی چھ گولیاں ہیں۔(اس نے کہتے ساتھ اسے گن اس کے ہاتھ میں زبردستی تھمائی) اس گھر کے سیدھا اوپری منزل کی طرف

تم نے جانا ہے وہاں پہ جو کچھ بھی ہو رہا ہے اسے تم نے روکنا ہے چاہے کچھ بھی ہو جائے پھر تم نے اس نمبر پہ اطلاع دینی ہے اس کے بعد فوراً تم نے یہاں سے غائب ہونا ہے اور تمھارے پاس یہ سب کرنے کے پورے بیس منٹ ہیں اگر بیس منٹ کے اندر تم یہ سب نہ کر سکے تو تیار رہنا بُرے انجام کے لئے۔"

اپنی بات کہہ کر وہ گاڑی سے اُتر چکا تھا اور پیچھے کی سمیت چل دیا تھا جبکہ وہ گن کو تھامے گہرے کشمکش میں تھا۔ یہ اس سے کیا کروانے جا رہے ہیں۔

....

کافی کی چمچ کو ہلاتے ہوئے شرینہ نے سامنے بیٹھی درینہ کو دیکھا جو کہ صوفے پہ آرام دے انداز میں بیٹھی فون استعمال کر رہی تھی۔ اس نے چمچ کو نکال کر سامنے پڑی پرچ میں رکھی۔ اور کپ کو تھامے اسے دیکھ کر اپنا گلا کنکھارتے ہوئے درینہ کو اپنی طرف متوجہ کیا۔

"سوری وہ دراصل حنان کا میسج آیا تھا باقی سب سو گئے ؟"

وہ سیدھے ہوتے ہوئے شرینہ سے باقی سب کا پوچھنے لگی۔ شرینہ نے کافی کا سپ لیتے ہوئے کہا تھا۔

"جمال انکل رؤف انکل کے ساتھ ہیں۔ تمھاری امی کچن میں ہیں۔ رمشا کی امی دوائی کھا کر تمھاری دادو کے کمرے میں سو رہی ہیں میں ابھی ان کا بی پی چیک کر آئی ہوں۔ اللہ کا شکر ہے صبح کی بانسبت ان کا بی پی نارمل ہے۔ تمھاری دادو نفل پڑھ رہی ہیں اور حذیفہ تمھارا پوچھ رہا تھا۔ کہتا ہے تم بہت چُپ چُپ رہنے لگی ہو۔ اس پریشانی میں اس تمھاری فکر بھی تھی تم رمشا کے ساتھ کلوز بھی تو بہت تھی بلکہ تمھاری ضد پہ وہ یہاں آئی تھی۔"

اس کی بات پہ درینہ نے سر جھکا کر اپنے چہرے پہ ہاتھ پھیرتے ہوئے گہرا سانس لیا۔

"کاش میں اسے نہ بلاتی تو آج وہ صحیح سلامت اپنے ماں باپ کی آنکھوں کے سامنے ہوتی۔ یہ سب میری وجہ سے ہوا ہے۔ پھوپھو اور انکل کے سامنے جانے کی تو ہمت ہی نہیں ہے میری۔ دل کٹ جاتا ہے جب پھوپھو کی حالت دیکھتی ہوں۔"

اس کی آنکھوں میں نمی دیکھ کر شرینہ کو افسوس ہوا جو اس کے سامنے بات چھیڑ دی۔ اس نے آگے بڑھ کر شرینہ کا ہاتھ تھاما ۔

Do not copy without Author's permission

"خود کو مجرم سمجھنا چھوڑ دو تمھارا اس میں کوئی قصور نہیں تھا۔ مجھے سمجھ نہیں آتی قصور اس کیڈ نیپر کا ہے۔ مجرم کا کارڈ یہاں سب کھیل رہے ہیں تم کہتی ہو تمھارا قصور ہے۔ جمال انکل کہتے ہیں میرا قصور ہے۔ آنٹی کہتی ہیں میری غلطی تھی اور سب سے بڑھ کر تمھارے وہ چاچو جو فیملی کو مشکل وقت میں چھوڑ کر پتا نہیں کہاں چلے گئے ایسا تھوڑی کرتا ہے بندہ۔"

جب سے حداد اس گھر کو چھوڑ کر گیا تھا تب سے شرینہ کی نیندیں ہے اُڑھ گئی تھی۔ جس طرح کی مینٹل کنڈیشن سے وہ گزر رہا تھا۔ پتا نہیں اس وقت کس حال میں ہو گا۔ جب جب اس کے بارے میں سوچتی تھی۔ اس کا دل خون کے آنسو رونے کا چاہتا تھا۔ محبت کتنی بُری بلا ہے اور جس کے ساتھ بھی ہوتی ہے وہ بھی کسی بلا سے کم نہیں ہوتی۔

"چاچو اپنی جگہ ٹھیک ہیں شرینہ تم ہی تو کہتی ہو ہم انجانے میں ہی انھیں رمشا کا مجرم قرار دیتے ہیں اور انھیں ہر پل احساس دلاتے ہیں کہ رمشا کے ساتھ جو کچھ بھی ہو رہا ہے وہ ان کی وجہ سے ہی تو ہو رہا ہے۔ بات ان کی آنکھ جانے کی نہیں ہے۔ وہ اپنی محرومی کو اللہ کی مرضی سمجھ کر کب کا قبول کر چکے ہوتے۔ وہ نارمل بھی ہو جاتے' شادی بھی کر لیتے اگر اس حادثے میں رمشا شامل نہ ہوتی مگر وہ تھی۔ اس کی وکول کارڈ ڈیمج ہوئے وہ ایک ڈاکٹر ہوتے ہوئے بھی اس کے لئے کچھ نہ کر سکے۔ انھیں اپنا پروفیشن بیکار لگنے لگا۔ اس لئے خود کو بیکار تصور کرتے ہوئے وہ ایک کمرے میں بند ہو گئے۔" وہ کہتے ہوئے سوچ میں چلی گئی۔ سوچ میں تو شرینہ بھی چلی گئی تھی۔ آنکھوں میں بار بار اسی کا چہرہ نظر آتا غصہ اور بے بسی سے بھرپور خوبصورت پیارا سا شخص جسے درینہ اور اس کے علاوہ کوئی نہ سمجھ سکا۔

"خیر کافی اکیلے اکیلے مجھ غریب سے پوچھنا تک گوارا نہیں کیا مانا کہ میں اب مسز حنان علوی ہوں مگر ابھی میری رُخصتی نہیں ہوئی یہ غیروں جیسا سلوک مجھے بالکل نہیں پسند آیا۔"

شرینہ شرمندگی سے ہولے سے مسکرا کر بولی۔

"سوری یار میں ابھی بنا دیتی ہوں اصل میں مجھے رات کو پینے کی عادت ہوتی ہے اور۔۔۔"

اس کی بات کاٹتے ہوئے بولی۔

"اچھا بس بس اب کچن میں میرے ساتھ چلو وہ صبح میں نے دیکھا کہ فریج پہ چاکلیٹ کیک بھی پڑا تھا اس سے پہلے ذیفی اٹیک کرلے آو کھاتے ہیں۔"

"ارے چپل تو پہنے دو۔"

"اس کے گھر میں تمھیں کچھ نہیں ملا؟ مطلب کچھ بھی نہیں۔"

فاروق کے کہنے پر حنان نے بے ساختہ کندھے اچکا کر نوڈلز کھاتے ہوے کہا۔

"رمشا نے وہاں ہونا بھی نہیں تھا فاروق ویسے تمھاری تسلی کے لئے میں اور انکل نے بھی کہا چلو دیکھ لیتے ہیں اور ہمارا اندازہ درست نکلا("کمینہ "اس سالے کا میں کیوں دفاع کر رہا ہوں) سکندر میرے حساب سے کبھی لڑکیوں کے چکر میں ملوث نہیں ہو سکتا وہ اس معاملے میں بہت حساس آدمی ہے۔"

فاروق نے خاموشی سے کھانا کھاتے باپ کو دیکھا پھر حنان کو۔

"مجھے لگتا ہے جیسے ہم ڈرگ مافیا کے بجائے کسی خالا کے بیٹے کے بارے میں بات کر رہے ہیں کہ نہیں وہ ایسا نہیں ہے۔ دل کا اچھا وغیرہ وغیرہ اچھا چلو لڑکی نہیں ملی تو اس ڈرگ مافیا کے گھر کچھ اور چیز نہیں ملی جسے ہم اس گرفتار کر لیتے۔"

اس کی بات پر حنان ہنس پڑا جبکہ حدید عالم پہلو بدل کے رہ گئے۔ یہ فاروق کچھ زیادہ ہی سکندر کے پیچھے نہیں پڑ گیا۔ ان کے دل نے بے اختیار کہا مگر وہ خاموش رہے۔

"اوّل تو وہ تمھارا خالا کے بیٹے کے بجائے تمھارا بڑا بھائی ہے(فاروق نے اسے گھورا)۔ میرے سے زیادہ تو تمھیں اس کے بارے میں پتا ہونا چاہیے خیر جو آرام سے جیل سے نکل جاتا ہے۔ ایف آئی آر میں اپنے نام کو ایسے مٹاتا جیسے اس کے نام و نیشان نہ ہو۔ تمھارے گھر میں دبے پاؤں داخل ہو کر واپس بھی چلے جاتا ہے۔kill and clean والا فورملا استعمال کرنے والے شخص کے گھر میں ہمیں بڑے آرام سے ڈرگز ملے گے تو کیا ہی بات ہے آپ کی عالم صاحب۔ ہم بلاوجہ منہ اُٹھا کر بنا ثبوت کے اسے جیل میں تمھاری اور ہماری ذاتی دشمن کی بدولت نہیں اندر کر سکتے۔ وہ مجبور اور لاچار لوگوں کی بربادی کا ذمہ دار ہے وہاں انھیں لوگوں کا دل عزیز بھی ہے۔"

" نکلے کرنٹ میرے یار کو۔ مجھے کتنے ثواب مل چکے ہیں سلام ڈیڈی جی تعریف کا بہت بہت شکریہ ایس پی صاحب میں بالکل بھی اس قابل نہیں ہوں خیر کھانے میں کیا بنایا ہے ہمارے سوتیلی ممی او سوری انھیں پارٹیوں سے فہرست ملے تو کیا بنایا ہے خانسامے نے غیروں کو بلا لیتے ہیں(کیوکمبر کا پیس میں منہ ڈالتے وہ بات جاری کرتے ہوے بولا) بیٹے کو جھوٹے منہ بھی نہیں پوچھتے۔"

ابھی فاروق کچھ کہنے والا کہ سکندر نے اس کے کندھے پہ تھپکی دے کر چیر گھسیٹ کر بولتے بڑے نارمل انداز میں کھانا ڈالنے لگا جبکہ فاروق اور حدید عالم منہ کھولے حیرت سے تکتے رہے جبکہ حنان نے ہنسی چھپانے کے لئے کوک کا سپ لیا تھا۔

"تم اندر کیسے آئے؟"

فاروق نے کانٹا پلیٹ پہ پٹھک کر تیز لہجے میں کہا۔

حدید عالم گہرا سانس لے کر پلیٹ کی طرف متوجہ ہوگئے اب یہ اپنی بات کہہ کر جائے گا۔کہنے کا کوئی فائدہ نہیں ہے ۔سکندر نے روسٹ کا پیس کھاتے ہوئے معصومیت سے اپنی آنکھیں اُٹھائیں اور پھر نوالہ نگل کر کھاتا اس سے بھی انتہا کے معصومانہ لہجے میں بولا۔

"دروازے سے۔اب اپنے گھر بندروں کی طرح دیوار پھلانگتا اچھا لگتا میں۔"

حنان کے لئے چہرے پہ سنجیدگی قائم کرنا مشکل ہو رہا تھا۔کسی دن پٹوائے گا مجھ یہ کمینہ۔

"میں نے کہا بھی تھا سکیورٹی والوں کو اور۔۔"

"چھوٹے بھیا غصہ کس بات کا آرہا ہے آپ کو آخر اتنے آگ کس بات کی لگی ہے اور انھوں نے مجھے آنے دیا کیونکہ وہ میری عزت کرتے ہیں۔"

"عزت اور تمھاری میرا منہ مت کھلواو سکندر۔"

"کم سے کم آپ سے تو زیادہ ہی ہے وکیل صاحب کوئی جانتا ہے کہ فاروق عالم کون ہے؟ نہیں نیوز چینل سے لے کر سڑک پہ بیٹھے مانگنے والے کو پتا ہے کہ سکندر بھا کون ہے! جسٹس' پرائیم منسٹر' منسٹرز کو معلوم ہے کہ میں کون ہوں تم صرف جسٹس حدید عالم کے بیٹے ہو جبکہ میں بھا ہوں سب کا سکندر بھا۔"

فاروق ہنس پڑا جبکہ حنان نے اپنے ہونٹوں پہ ہاتھ رکھ کر اسے دیکھا حدید عالم نے کھانے سے ہاتھ اُٹھالیا۔

"تم بہت overconfident نہیں ہو' تمھارا فیم مجھے چاہیے بھی نہیں۔میں جہاں ہوں کم سے کم عزت دار ضرور کہلاتا ہوں۔"

"میرا فیم دے بھی کون رہا ہے تمھیں۔اور کنفیڈنس نہیں برادر اسے فیکٹ کہتے ہیں۔عزت دار' شرافت کیا ہے یہ لفظ بس گناہوں' زیادتیوں کو ڈھانپ لیتا ہے یہ لفظ اور بدنامی کا لفظ اچھائیوں' نیکیوں کو ڈھانپ لیتا ہے۔بس اپنے اپنے پردے بنائے ہوئے سب نے جس کا دل کرتا صحیح غلط موقعے پہ اُٹھا کر اپنی اپنی ججمنٹ دیتا ہے خیر میں پوچھنے آیا ہوں کیا سوچ کر میرے گھر میں پولیس والے بھیجے یہی کہ میں نے کسی لڑکی کو اُٹھایا اگر ہاں تو کیا کرتے ؟۔اچھا میں کہوں میں نے اس لڑکی کو اُٹھایا تھا اس کے ساتھ نکاح کیا اور وہ میری بیوی کے روپ میں اس وقت میرے گھر میں موجود میرے لئے کھانا بنا رہی ہے تو کیا کرتے ؟ بولیں۔"

حنان کا دل کیا اس کمینے کا سر پیٹے۔کیا بک رہا ہے یہ۔

"دیکھو سکندر ! ہم نے بس کنفرمیشن کے طور پہ کچھ فار میلیٹز نبھانی تھی جو کہ ہم نے کر لی معذرت کہ تم اور تمھاری بھانجی ڈسٹرب ہوئے مگر یہ ضروری تھا۔" حنان کی بات پر فاروق کو اچانک آگ لگ گئی۔

"اس کی ڈسٹربنس پر معذرت اور ہماری ڈسٹربنس کا کیا؟جو آئے روز یہ ہمیں کرتا ہے اور ڈیڈ آپ چُپ کیوں ہیں ! "

"یہ کیا بولے گے جب جب کسی لڑکی کے ساتھ زیادتی اور ناانصافی ہوئی یہ ہمیشہ خاموش ہی تو رہے ہیں سب سے بڑا واقعہ تو بھول ہی گئے ہونگے آٹھارہ تاریخ یاد ہے آپ کو عالم صاحب۔"

ایک دم حدید عالم کا چہرہ پیلا ہو گیا۔فاروق نے سکندر کے سخت تاثرات کو دیکھتے ایک دم انھیں دیکھا تو ایک دم ٹھٹھک گیا ۔سکندر نے انھیں پھر حنان کو دیکھا جو آنکھوں کے اشارے سے اسے منع کر رہا تھا۔

"مانا کہ میں کمینہ ہوں' ذلیل ہوں مجھ جیسے بے غیرت کسی ماں نے جما بھی نہیں ہو گا مگر اس کا کیا جو آپ سے پیار کرتی تھی۔آپ کی عزت کرتی تھی۔آپ کی گئی زیادتیوں پہ اُف تک نہیں کرتی تھی۔آپ کی بدقسمت بیوی کی نہیں آپ کی خون کی بات کر رہا ہوں۔وہ خون تو تھی نا کم سے کم اگر بیٹی نہیں تھی۔اس کا صرف اتنا قصور تھا کہ وہ محبت کر بیٹھی تھی ۔اس کی سزا اسے مل بھی چکے ہے۔" حدید عالم کے ہاتھ کانپنے لگے' انھیں لگا جیسے انھیں سانس لینا مشکل ہو گیا ہو۔

" مگر میں چاہتا ہوں اس کی مچلتی روح کو سکون مل جائے اور یہ تب ہو گا اگر قبرستان پانچ منٹ اس سے مل آئے۔وہ میرے خواب میں کل آئی تھی مجھ سے فریاد کر رہی تھی۔میں اس کی یہ خواہش نہیں ٹھکرا سکتا تھا۔اس لئے انا کو مارتے

ہوئے آپ سے کہہ رہا ہوں کہ اس سے مل آئے۔" سکندر کے ساتھ انھیں بھی ڈھیر سارا رونا آیا۔ سکندر نے اپنے آپ پر بڑی مشکل سے قابو کیا اور چہرے پہ ایک بار پھر سختی لا کر اُٹھ پڑا۔

"چلتا ہوں اسلام و علیکم۔"

وہ وہاں سے کیا غائب ہوا تو حدید عالم بھی اُٹھ پڑے مگر زیادہ دور نہیں گئے تھے کہ ایک دھڑم کر کے گر بھی پڑے تھے۔

"پاپا!!!۔" فاروق تیزی سے ان کی طرف آیا تھا جبکہ حنان بھی اس کی تقلید میں انھیں اُٹھانے آگے بڑھا تھا۔

•••••••••••••••••••••••••••••••••••••

"واو یہ سب آپ نے بنایا ہے وہ بھی میرے لئے۔"

بخت تو کھانوں کی دیوانی تھی کھانوں کی سمیل کچن تک کھینچ لائی تھی اسے اور رمشا جو ڈشز کو بڑی احتیاط سے سیٹ کر کے ٹیبل پہ رکھ رہی تھی۔ اسے دیکھتے ہوئے مسکرائی۔ اس نے اشارے سے بخت کو یہاں آنے کو کہا کہ بیٹھو۔

"کہی ماما کے ساتھ اتنی جلدی صلح تو نہیں کر لی۔"

رمشا اس کی بات پہ چونکی اس نے کھانوں کو اور بخت کو دیکھا۔

"آدھی ڈشز ماما کی پسند کی ہیں تو میں اس لئے کہہ رہی تھی۔ ویسے ایک بات بتاؤں ماما لاکھ زیادتی کر جائے لیکن ان کا کوئی معصوم پیارا سا چہرہ دیکھ لیتا ہے نا بندے کا دل ہی پگھل جاتا ہے مگر آپ نے انھیں بالکل بھی معاف نہیں کرنا میں بتا رہی ہوں اور یہ کھانا میں کھاؤں گی باقی ہم غریبوں میں بانٹ دیں گے۔ اتنی آسانی سی بھلا(اس نے جیسے ہی بریانی کا چمچ لیا ایک دم اسے لگا جیسے سارے دُنیا جہاں کے مرچے اس میں آ گئی ہوں۔۔۔)

"ہائے اللہ!!"

کہتے ہوئے اس نے ایک دم ہاتھ ہلانا شروع کیا۔ اس کی زبان پہ جلن ہونے لگی رمشا نے پانی کا گلاس اسے پکڑایا اور بخت کی پلیٹ اُٹھا کر تیار شدہ پلیٹ اس کے سامنے رکھی۔ بخت نے پانی کا گھونٹ لیا اور لمبی سانس لے کر اسے دیکھا پھر سامنے پڑی پلیٹ کو پھر اسے ساری بات سمجھ میں آئی۔ شرارتی مسکان سجاتے ہوئے اس نے رمشا کو دیکھا جس کی چہرے پہ خود مسکراہٹ پھیل گئی تھی۔

"آپ شاید ٹیوٹی کی طرح لوسیفر کا حشر کرنے لگی ہیں یقیناً۔"

اس نے ہنس کر کہتے ہوئے رمشا کو کہا جو نا سمجھی سے بیٹھتے ہوئے اسے دیکھنے لگی۔

"ویسے آپ نے ماما کا کوئی فنی نیم نہیں رکھا۔"

"سکندر بھا سے زیادہ کوئی فنی نیم ہو سکتا۔"

اس نے آنکھیں گھماتے ہوئے سوچا اور سر نفی میں ہلایا۔

"ارے آپی کوئی تو ہو گا نا نام بتائیں ایسا ہو نہیں سکتا کہ دل ہی دل میں غصے میں انھیں سکندر کے نام سے ہی مخاطب کرتی ہوں۔"

اس نے کھانا کھاتے ہوئے بڑے مزے سے کہا۔ رمشا ہولے سے مسکرا کر اشارے سے بتانی لگی وہ اسے سکندر ہی مخاطب کرتی تھی۔

"ارے لگتا ہے بہت ٹرینگ کرنے پڑے گی آپ کی کاش آپ بول سکتی تو ایسے ڈائیلوگ رٹواتی۔ آپ کو ماما کا سر کھانے کا کہتی کہ ماما باقائدہ اپنے کانوں کو ہاتھ لگاتے مگر۔۔۔"

رمشا کچھ سوچ کر چونکی پھر اپنی سوچ کو جھٹکتے ہوئے اسے بتانے لگی۔

"کانوں کو ہاتھ لگانے کے بجائے ان کی آنکھیں' زبان' ناک توبہ کرے گی کہ کس سے پنگا لیا انھوں نے۔"

"آپ نے یہ بات کہہ دی تو مجھے اب ڈر لگنے لگا ہے ماما کی تو اب خیر نہیں۔"

"کیا خیر نہیں ارے میرے آمد سے پہلے ہی تم دونوں شروع ہو گئی خوشبو سے پتا چل رہا ہے میری ڈیر وائف نے بڑی محنت کی ہے۔ ارے ایک ڈِش کا کہا تھا اتنی محبت۔"

سکندر کی آمد پہ رمشا نے اس کو بے اختیار گھورا تھا اور بخت نے بامشکل چیچ کو منہ میں ڈالتے ہوئے اپنی ہنسی کو روکنے کی کوشش کی تھی۔

"ابھی ایک گھر کھانا سٹارٹ کیا تھا کہ اچانک مجھے یاد آیا کہ میں تو بھول گیا کہ میرے گھر میں ایک عدد بیوی بھی موجود ہے تو بھاگا چلا آیا شکرانے کے نفل پڑھا کرو لڑکی ایسا شوہر صرف تمھیں ہی ملا ہے۔"

کھانا تھوڑا سا پلیٹ میں ڈال کر اسے دیکھا جو ناک چڑا کر اپنے کھانے کی طرف متوجہ ہو گئی تھی۔ سکندر نے شروع کرنے سے پہلے بخت کو دیکھا پھر اپنا پیر زرا سے اس کے پیروں پہ مارا بخت ایک دم اسے دیکھنے لگی۔ سکندر نے ہاتھ اُٹھا کر اپنے

ایک کان کو پکڑا۔ وہ بخت کو زیادہ دیر ناراض نہیں کر سکتا ویسے بھی جہاں سے واپس آیا تھا تب سے اپ سیٹ تھا کافی مگر ظاہر ہے کسی بھی طور پہ نہیں کر رہا تھا۔ بخت نے انھیں دیکھا تو اس کا دل نرم ہو گیا مگر گھوری دکھا کر وہ دوبارہ اپنے پلیٹ پہ متوجہ ہو گئی۔ سکندر نے منہ پھیلاتے ہوئے ہاتھ چھوڑ کر کھانا کھانے لگا رمشا نے ڈرتے ڈرتے کن آنکھیوں سے اسے دیکھا جہاں سکندر پہلا نوالہ لے چکا تھا۔ ایک دم کچھ محسوس کر کے اس نے رمشا کو دیکھا جو ڈر کر تیزی سے نگاہیں گرا چکی تھیں۔

"اب چلائے گا پکا۔ پلیٹ تو پھٹکے گا سہی کہی سالن میرے منہ پہ نہ گرا دے سالن تو لیا نہیں اس نے۔ کیا کروں اس کے ری ایکشن سے پہلے ہی بھاگ جاوں نہیں میں ڈروں گی نہیں اس سے بزدل تھوڑی ہوں بھلا اس غنڈے سے ڈروں گی ہونہہ۔"

اس نے سکندر کو دیکھا تو حیرت سے اس کا منہ کھل گیا نہ صرف وہ تین چار نوالے لے چکا تھا بلکہ اس نے پانی کا گھونٹ بھی نہیں لیا تھا۔ ہیں بخت کا ری ایکشن تو فوری طور پہ آیا تھا مگر اس کی احساسات کیا ڈھیلے ہیں یا اسے اتنی مرچے پسند ہیں۔ چلو قورمہ کھا کر پتا چل جائے گا بھلا کسی کو میٹھا قورمہ پسند ہے بھلا۔ چاول سے فارغ ہو کر وہ اب قورمہ ڈال رہا تھا بخت نے بھی کافی حیرت سے ماما کو دیکھا جن کا چہرہ آہستہ آہستہ سُرخ ہوتا جا رہا تھا مگر وہ خاموش تھا۔ اللہ یہ محبت کیا سارے احساسات ختم کر دیتی ہے۔ پیار میں اندھا ہونا دیکھا تھا مگر پیار میں ٹیسٹ تک بھی لوگ بھول جاتے ہیں یہ آج پہلی بار دیکھ رہی تھی۔

سکندر نے قورمہ کھاتے ہوئے ایک دم ان دونوں کو دیکھا جو کھانا روکے حیرت سے اسے دیکھ رہی تھی۔ اچھا تو دونوں اس پلاننگ میں شامل تھی ضرور بخت نے آئیڈیا دیا ہو گا ورنہ اس معصوم بلی کو کیا پتا۔ سکندر کو ایک دم ابکائی سے محسوس ہوئی بھلا سالن میں میٹھا کون ڈالتا ہے میں تو نمک ایکسپیکٹ کر رہا تھا اس نے تو ساری شوگر ڈال دی معیدہ خراب کرے گے یہ لڑکی میرا کیا کروں چلاوں دو تین تھپڑ تو بنتے ہیں توبہ مجھ سے نہیں کھایا جائے گا۔

خود سے کہتے ہوئے وہ پلیٹ اپنے سے دور کرنے والا تھا جب اس نے دوبارہ رمشا کو دیکھا تو اس کے معصوم حیرت سے بھری چہرے کو دیکھ کر اس نے اپنے ہاتھ اور دل کو روک دیا۔۔ جو بھی تھا اس کے کہنے پہ اس نے کھانا بنایا تھا جیسا بنایا تھا مگر بنایا تو تھا اور اس کے لئے بنایا تھا۔ اس کے کہنے پر بنایا تھا۔ تو یہ بہت تھا اس کے لیے تین چار نوالے کھا سکتا تھا۔

اس نے کھانا شروع کر دیا رمشا پہ حیرتوں کے پہاڑ ٹوٹ رہے تھے۔ بخت کو بھی ڈر لگنے لگا اکثر ماما کو غصہ چڑھتا تھا تو خود پہ قابو کرتے کرتے اچانک کسی لاوے کی طرح پھٹ جاتے تھے۔ ضرور ایسا ہی ہو گا بھاگ جا بخت تو بھی نہیں بچے گی۔

"آپی مجھے یاد آیا میں نے اپنی دوست کو ایمیل کرنی تھی میر اتو ہو گیا۔ آپ دونوں کو بھی الون مومنٹ دیتی ہوں چلتی ہوں "۔

اور وہ غائب۔

رمشا نے بخت کو جاتے ہوئے دیکھا اپنے آواز سے اسے روک بھی نہیں سکتی تھی۔ کہاں چھوڑ گئی اس شیر کے پاس جو اسے کچھ دیر میں اسے نگل جائے گا۔ دل کی دھڑکنیں بے ساختہ تیز ہو گئیں۔

سکندر کھانا مکمل کر کے پانی کا سپ لیتے ہوئے اسے دیکھا جو کھانا تک چھوڑ کر گھبرائی ہوئی لگ رہی تھی۔ سکندر کے چہرے پہ تبسم پھیلا۔

" کھانا اچھا تھا مگر بریانی میں آئندہ سے اور مرچ ڈالنا اور قورمے میں میٹھا بہت کم تھا وہ بھی زیادہ ہونا چاہیے۔"

کہہ کر وہ اُٹھا اور اس کے سامنے چیر گھسیٹ کر بیٹھا۔ رمشا ڈر کر اُٹھ جانا چاہتی تھی مگر بیٹھی رہی۔

سکندر اسے دیکھتا رہا پھر اس کا ہاتھ تھام کر اسے دیکھا۔

"میں تو سمجھا تھا کہ لوگ مجھ سے نہیں ڈرتے مگر یہاں اتنے پسینے کیوں چھوٹ گئے۔"

رمشا نے سر اُٹھا کر دیکھا تو ایک دم چونک گئی نہ اس کے چہرے پہ تمسخر تھا' نہ غصہ تھا' نہ سنیجدگی بس نرمی ہی نرمی تھی ۔یہ اتنی نرمی سے کیوں دیکھ رہا ہے مجھے۔

سکندر نے جیب سے چھوٹا سا لکڑی کا ڈبہ نکالا تھا اور سامنے ٹیبل پہ رکھ کر اسے دیکھا تھا جو کبھی اسے اور سامنے پرانے طرز کا لکڑی سے بنے ڈبے کو دیکھ رہی تھی۔

"میں جانتا ہوں میری دی ہوئی کوئی بھی چیز کو تم کبھی دل سے قبول نہیں کرو گی کیونکہ تمھارے لئے یہ ساری شے حرام ہیں۔ مجبوری کے طور پہ یا میری زبردستی کرنے پہ تم انھیں اپنا تو سکتی ہو مگر اس میں تمھاری دل کی رضا شامل نہیں ہو گی ۔میں تمھیں ایسی چیز دینا چاہتا تھا جس سے تم نہ صرف دلی طور پہ قبول کرو بلکہ خود کو سپیشل فیل کرو کیونکہ تم سپیشل ہو۔"

اس نے اس کا ہاتھ چوم کر ہاتھ چھوڑ دیا رمشا نے تیزی سے اپنے ہاتھ پیچھے کیے۔ سکندر نے ڈبے کو کھولا تو اس میں ننھی مگر قدرے خوبصورت اوول شیپ کی انٹیق ٹرکش ڈیزائن کی انگھوٹی تھی۔ جس کے بیچوں بیچ چھوٹا سا ننھا سا ہیرا تھوڑا سا چمک رہا تھا مگر جو بھی تھا یہ انٹیق ڈیزائن بہت انھوکا تھا وہ پہلی بار ایسا ڈیزائن دیکھ رہی تھی۔

"میرے نانا ٹرکش تھے۔" سکندر کی بات پہ اس نے اس کی طرف رُخ موڑا تھا۔" اور میری نانو پاکستانی۔ نانو بہت امیر گھرانے سے تعلق رکھتی تھی فیملی ٹرپ پہ وہ ترکی گئی تھی۔ اس وقت ترکی اتنا ائڈوانس نہیں تھا بہت قدیم یونو اولڈ ٹاون ٹائپ ملک تھا۔" اس کے لب ولہجے پہ چونک گئی کیا سکندر پڑھا لکھا ہے مگر اس نے کہا تھا کہ وہ میٹرک پاس ہے ضرور طنز نہ کیا ہو۔" میرے نانا بیچارے غریب سے تھے ان کی چھوٹی سی مٹھائی کی دکان تھی۔ وہاں پہ نانو آئی تھی لانگ سٹوری کو شارٹ ہی بتاؤں گا کیونکہ میں نے ابھی پھر کہی جانا ہے۔ ان دونوں کو محبت ہو گئی۔ نانا نے بڑے رومناٹیک طریقے سے نانو کو اس انگوٹھی سے پرو پوز کیا۔ یہ رنگ ان کے لئے بہت مہنگی تھی پتا ہے کیونکہ انھوں نے دن رات محنت مزدوری کر کے یہاں تک اپنی کچھ چیزیں بیچ کر اسے خریدا تھا۔ سُنے میں آیا تھا کہ ادھار بھی لیا تھا جسے ساری زندگی بیچارے چکاتے رہے ہاے یہ محبت۔ (رمشا نے اپنی مسکراہٹ کو روکا) خیر نانو نے بڑے پیار سے سنبھال کر مرنے سے پہلے ممی کو دی تھی اور ممی نے مجھے اور مجھے کہا تھا کہ میں نانا کی سٹائل میں پرو پوز کر کے اس لڑکی کو پہناوں جس نے میرے دل کو خوش کیا۔ سکندر کو بہت کم لوگ خوش کر سکتے ہیں تم لکی ہو۔ ویسے حلال کی کمائی کا بھی اپنا مزہ ہوتا ہے اس کی چیز چاہے کم مالیت کی ہو مگر حرام کے پلرے میں ہمیشہ بھاری اور بیش قیمتی ہوتی ہے۔"

"تو تم حق حلال کی کمائی کیوں نہیں کمانے کی کوشش کرتے۔ ایسا کیا ہے جو حرام نے تمھیں مکمل طور پہ جھکڑ لیا ہے۔"

رمشا دل ہی دل میں اس سے مخاطب ہوئی تھی۔ سکندر نے انگوٹھی اُٹھائیں اور اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے دیکھا۔

"اب نانا کی سٹائل میں پرو پوز کرنے سے تو میں رہا کیونکہ لاہور میں باسفورس ہونے سے تو رہا۔ نانا جیسا کنفیڈنس مجھ جیسے غنڈے میں تو ہے ہی نہیں۔ ٹرسٹ می بہت شائے قسم کا بندہ ہوں (" بالکل " رمشا نے آنکھیں گھماتے ہوئے سوچا) اور لوگوں کے ہجوم میں تو بالکل بھی نہیں میں نہیں چاہتا کوئی تم ایک منٹ تو کیا ایک سیکنڈ کے لئے بھی دیکھے تو اس لئے ایک جینٹل مین بندے کے طور پہ پوچھوں گا May I? مجھے پتا ہے آپ نے کچھ کہنا نہیں ہیں تو میں بس پہنارہا ہوں ۔"

اس نے کہتے ساتھ ہی رمشا کو انگوٹھی پہنادی۔

"تمھیں بالکل فٹ ہیں نانو کی طرح تمھاری بھی انگلیاں خاصی موٹی ہیں(شرارت سے اسے دیکھا جو آنکھیں پھیلا کر اسے دیکھ رہی تھی) ممی کو تو بہت لوز تھی چلو اچھا ہے۔اب اسے اُتار نا مت سمجھی۔

"ماما نے کچھ کہا آپ کو؟"

رمشا جیسے ہی اوپر آئی تھی۔بخت جھٹ سے نمودار ہوئی۔اس کی ایک دم آمد پر رمشا ایک دم گھبرا کر اپنے دل پہ ہاتھ رکھ کر آنکھیں بند کر چکی تھیں۔شکر ہے اس کے منہ سے چیخ نہیں نکلی۔یہ اس کا اندرونی کنٹرول تھا کہ ایسی سچویشن میں اس کی چیخ نہیں نکلتی تھی۔

"بتائیں نا آپی مجھے ویسے ان کی اونچی آوازیں تو نہیں سُنائی دی تھی ہائے کہی مارا تو نہیں آپ کو اگر ایسا ہے تو سچ سچ بتایئے گا میں ماما کی اچھی خاصی کلاس لوں گی مگر مجھے آپ کے چہرے پہ بھی کوئی نیشان نہیں نظر آئے تو کیا کیا انھوں نے؟"

وہ مزید اپنی سپیڈ کو فل سپیڈ میں تبدیل کرتی رمشا نے اپنی انگھوٹی والا ہاتھ اوپر کر کے اسے فل سٹاپ کیا۔

بخت نے پہلے نا سمجھی سے رمشا کی انگلی میں موجود انٹیق انگوٹھی کو دیکھا پھر رمشا کے نارمل تاثرات کو پھر اس کے منہ سے سیٹی نکلی۔

"اوے ہوے کھانا اتنا پسند آیا کہ تحفہ دے دیا ویسے دیا کہ پہنایا بھی۔ماما کتنے مین ہیں بیچارے ملازموں پہ چلا چلا کر ان کے خون ہی نچوڑ کے رکھ دیتے ہیں اگر ان کے کھانے میں زرا سی بھی کمی بیشی ہو مگر واو پیار تو واقعی اندھا ہوتا ہے یہ مجھے آج یقین ہو گیا۔"

رمشا نے نگاہیں گھما کر بستر پہ جا کر گرنے والے انداز میں بیٹھی۔

محبت اور انھیں مجھ سے ہو نہہ اس انسان کو مجھ سے محبت نہیں ہے بالکل بھی نہیں۔میں بس اس کے لئے کھلونا ہوں اور اب شاید ضد بھی بنتی جا رہی ہوں۔

اس نے انگھوٹی کو دیکھا اور اسے چھو کر سوچا۔

"یہ بس باور کروانا تھا کہ وہ اسے چیلنج نہ کرے وہ اس کے ہر چیلنج پہ پورا اُترے گا۔ وہ ہار جائے گی۔"

"آپی کیا سوچ رہے ہیں آپ دیکھیں ماناماما نے جو کیا آپ کے ساتھ بہت غلط کیا مگر وہ نادم ہیں (جیسے رمشا نے اپنی نگاہیں اُٹھائیں بخت کا لب و لہجہ بدلہ) مگر آپ نے انھیں بالکل بھی نہیں بخشا ابھی تو یہ پہلا راؤنڈ تھا ابھی تو بہت سے مقابلوں کو انھوں نے سامنا کرنا ہے۔ دیکھنا ایک دن خود آپ کے سامنے ہاتھ جوڑ کر معافی مانگے گے۔"

"خیر چھوڑیں ویسے بتائیں ماما سے پہلے دفعہ آپ کی کب ملاقات ہوئی تھی ماما نے بتایا تھا کہ انھوں نے آپ کو تین دفعہ دیکھا تھا اور اس تیسری دفعہ ان سے رہا نہیں گیا۔ کیا آپ کو پتا ہے۔"

رمشا نے الجھ کر اسے دیکھا۔

تیسری دفعہ؟ سکندر نے وہ بھی مجھے۔

"پلیز نا بتائیں نا کہاں پہلی ملاقات آپ کہی بھول تو نہیں گئی؟"

رمشا سوچ کہ رہ گئی بھلا وہ دن بھی بھولا جا سکتا تھا اسی دن تو اسے احساس ہوا تھا کہ اس دنیا میں عورت کی عزت کرنے والے مرد بھی موجود ہیں۔ اس دن احساس ہوا تھا کہ مرد عورت کا مضبوط سائبان ہے۔ اس کے بناؤ دنیا بے رحم کانٹوں کا سفر ہے۔

"تم چل سکتی ہو؟"

سکندر کی بات پہ اس نے اپنا سر اُٹھایا تھا پھر ہمت نہیں ہوئی تھی کیونکہ سر اچانک سے گھوم رہا تھا اس نے سر جھکا کر اپنی آنکھیں بند کر لیں تھیں۔

سکندر نے پانی کی بوتل پکڑ کر گھٹنے کے بل اس کے سامنے بیٹھا تھا۔

"یہ لو۔ تمھاری زبان میرے خیال سے خشک ہو رہی ہو گی۔"

رمشا نے اپنی آنکھیں اُٹھائیں پھر اسے سکندر کا دھندلا چہرہ نظر آیا ایک دم اس کی آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا گیا تھا۔

پھر ایک دم اس کی آنکھ کھلی تھی تو اس نے دیکھا تھا کہ وہ لیٹے لیٹے کہی چل رہی ہے۔ ہیں یہ کیسے۔ اس نے اپنی مندی مندی آنکھوں کو دوبارہ کھولا تو اسے احساس ہوا کہ کسی نے اسے اپنے بازوں میں اُٹھایا ہوا۔ ایک دم وہ فریز ہو گئی۔۔ ڈرتے

ڈرتے چہرہ اُٹھا کر اس نے دیکھا تو اسے اندھیرے کے باوجود اسے پتا چل گیا تھا کہ اسے اُٹھا کر لیکر جانے والا شخص کون تھا
۔
سکندر کو احساس ہوا کہ یہ لڑکی اُٹھ گئی ہے تو اس نے شکر کا سانس لیتے ہوئے ایک جگہ رُکا اور اسے احتیاط سے اُتارا۔
"شکر ہے تمھیں ہوش آیا ورنہ میں ایسی اُٹھایا اُٹھایا تمھیں پھرتا رہتا مجھے ویسے معلوم تو ہو گیا تھا کہ تم جہاں کہی سے بھی آئی ہو آس پاس کے ہوٹل میں ضرور تمھارا سٹے ہو گا مگر ویسے بتادو کہی کسی نے تمھیں ٹھکانے لگانے کے لیے یہاں اس جنگل میں تو نہیں پھینکا؟"
رمشا نے سر اُٹھا کر اسے دیکھا پھر نفی میں سر ہلایا۔
"تم بول سکتی ہو۔دیکھو گھبرانے کی ضرورت نہیں ہے تم بالکل سیف ہینڈز میں ہو۔اچھا بتاو کہاں رہتی ہو۔کیا ہوٹل سویز میں رہ رہی ہو کیونکہ اس جنگل کے قریب وہی ایک ہوٹل ہے۔"
رمشا بولنا چاہتی تھی مگر ہمت نہیں پڑ رہی تھی اسے لگ رہا تھا جیسے یہ رحم دل انسان اس کے بولنے پر اس کا مذاق اُڑائے گا ۔ایک اجنبی شخص اس کا مذاق اُڑا بھی لے تو اس سے کیا۔بیوقوفانہ سوچ تھی مگر ہمیشہ اسی سوچ نے اس کے زبان پہ تالا لگائے رکھا۔
رمشا نے ہولے سے سر کو ہلایا۔سکندر اسے دیکھتا رہا۔وہ سمجھ گیا لڑکی ابھی شاک کی کیفیت میں ہے تو اس کا اس وقت بولنے کا ارادہ نہیں لگتا۔اس وقت اس پہ اس کی نا نرمی چلی گی نا سختی۔بات اسی میں تھی کہ وہ خاموشی سے اب اسے صحیح سلامت چھوڑ کر آئے۔گہرا سانس لیتا وہ اُٹھ کھڑا ہوا۔
"تم چل سکتی ہو یہ میں اُٹھا کر لے جاوں اُس وقت تم بیہوش تھی تو پوچھ نہیں سکا۔"
رمشا نے تیزی سے نفی میں سر ہلایا اور کانپتے ٹانگوں سے ہمت کرتے ہوئے اُٹھ پڑی۔سکندر نے ٹارچ آن کر دی۔اور پھر اپنا مضبوط بھاری ہاتھ رمشا کے آگے کیا۔
"میرا ہاتھ پکڑ سکتی ہو ٹرسٹ می اس ہاتھ کو ایسے سمجھو جیسے کوئی سٹک ہے جس کی سہارے تم آرام سے چل سکتی ہو۔"
اس کی بات پہ رمشا ایک دم ساکت ہو گئی۔اس کا دل ایک لمحے میں رُک سا گیا تھا۔کیا تھا یہ شخص۔ایک بار بھی اس کی بے بسی کا اس نے فائدہ نہیں اُٹھایا اور جو وہ تھے۔جو لڑکی کی ایک جھلک دیکھ کر انسان سے بھیڑیا بن گئے تھے۔

رمشا نے مزید بنا سوچے سمجھے اس کے ہاتھوں میں اپنا ہاتھ دے دیا تھا اور ایسے اسے تھاما تھا کہ ساری زندگی کے لئے یہ ہاتھ اس کے لئے بنے تھے۔

سارے راستے وہ خاموش تھا کوئی بات اس نے نہیں کی تھی۔ وہ واقعی ایک سوٹی یا چھڑی کی طرح بن گیا تھا۔ جو بس رمشا کو آرام سے چلنے میں مدد دے رہا تھا۔ ناک کی سیدھ میں چلتا وہ رمشا کو اتنا اچھا لگا تھا۔ اتنا اپنا اپنا سا لگا تھا کہ وہ لفظوں میں کیا دل تک کو بیان نہیں کر سکتی تھی کہ ایک عمل کی بدولت یہ شخص اس کے دل کا بادشاہ بن گیا تھا۔

بالآخر جب وہ ہوٹل پہنچ گئے تو سکندر نے اس کا ہاتھ چھوڑ دیا۔

"یہ جیکٹ تم رکھ سکتی ہو بلکہ نہیں کیا کہہ رہا ہوں میں اس بات پہ سوال بھی اُٹھ سکتا ہے۔ میں نہیں چاہتا تم پر سوال اُٹھے دیکھنے میں شریف زادی لگتی ہو۔ لاؤ دو اور بی پی آئیندہ باہر ایسے اکیلے خاص کر اس وقت نکلنے کی غلطی مت کرنا۔ یہ دُنیا درندوں سے بھری ہے۔ ہر کوئی سکندر ربھا نہیں ہوتا۔ جس نے تمھیں باحفاظت پہنچا دیا۔ احتیاط کیجئے گا۔ چلتا ہوں۔"

جیکٹ رمشا سے لیتا وہ اسے سمجھانے لگا اس کے لہجے میں نرمی بھی تھی اور سختی بھی۔ ہوٹل کی روشنیوں کے باعث وہ اس کا چہرہ دیکھ سکتی تھی مگر اس کی ہمت نہیں پڑی تھی تو سر جھکا کر اس کو سُن رہی تھی۔

وہ اسے تھینکس کہنا چاہتی تھی بڑی کوشش کر کے اس نے اپنی زبان کھولنے چاہی تھی کہ سکندر مڑ کر تیزی سے جنگل کے بجائے مین پارکنگ ایریا کی طرف چل پڑا تھا اور رمشا کے الفاظ سرگوشی نما انداز میں نکلے تھے۔

"تت تھینک یو۔"

"کیا میڈم نے تیز مرچوں والی بریانی کھلائی وہ تو ٹھیک تھا مگر میٹھا قورمہ سویٹ ڈِش بنانا بھول گئی ہوں گی بھابی جی جبھی ایسا کیا۔"

"بکواس مت کر یہاں میرا دل خراب ہو رہا ہے (اپنی سینے کو مسلتا وہ چکر کاٹ کر فون دوسرے کان سے لگاتا قابل رحم لگ رہا تھا) اور تجھے مذاق کی پڑی ہے۔"

"تو کس نے کہا تھا پلیٹ صاف کرنے کو سیدھا پلیٹ کو جھٹک کر چلا جاتا جس طرح تو ہمیشہ کرتا ہے۔"

"پہلی دفعہ کھانا بنایا تھا میرے لیے اس نے۔ کیا کرتا میں !! "

سکندر نے میڈسن کا ڈبہ نکالا۔اسے ڈر تھا کہ لازمی اسے فوڈ پوئزننگ ہو جانی ہے۔وہ بیچارا اوورری ایکٹ نہیں کر رہا تھا ۔کھانا سچ مچ ایسا بنا تھا کل ایک نوالے پہ ہی انسان دم توڑ دے(ویسے زیادہ ہو گیا)

"نہیں نہیں اسے کھانے بنانے کی خوشی میں بیش قیمت تحفہ دیتا۔اس کے ہاتھوں پہ پیار کرتے تعریفی جملے بولتے۔اپنے بزرگوں کی پریم کہانی کی قصے سُناتے خاموشی سے کھا کر تو اس کے ساتھ ساتھ اپنے ساتھ بھی زیادتی کی تم نے بھا۔"

اس کی بات پہ میڈسن چیک کرتا سکندر چونک پڑا۔

"تجھے کیسے پتا چلا؟"

حنان کو اس کی بات پہ جھٹکا لگا پھر اس کے قہقے نے سکندر کا دل مزید خراب کیا۔

"مطلب کے تم بھا یعنی سکندر بھا نے یہ سب کیا تھا۔۔۔I can't even imagine thatاُف اللہ تم تو صحیح غلام نکلے۔میں تو بیچاری کے لئے دعائیں کر رہا تھا کہ تم جیسے شیر سے بچی رہے مگر اب تو بے فکری ہی فکری ہے۔خیر چھوڑ اس سب کو میری بات سُن دیکھ آ نھیں میں نے فون اس لئے کیا تھا مطلب تجھ جیسا بے حس انسان مجھے بھی بے حس بنا کر ہنسی مذاق میں ملوث کر رہا ہے یار سُن لیں۔"

"میں ان کے بارے میں پہلے ہی بتا چکا ہوں کہ ان کے حوالے سے کوئی بات نہیں کرنا چاہتا۔بی پی شوٹ ہوا ہے ان کا ۔مرے نہیں ہیں وہ۔زیادہ ہی اوور اکزجیریٹ مت کرو تم۔"

"لاحولا کیسی بکواس کر رہے تم سکندر بھول کیوں جاتے ہو تمھارے ابو ہیں وہ۔ جتنی بھی ناراضگی سہی مگر ایسی بات کرنا شرم کرو۔"

"نہیں کرتا شرم پلیز ان کی وکالت کرنی ہے تو میں فون رکھ رہا ہوں۔"

"شیر و! بات سُنو میری اس وقت سکندر نہیں شیر و بن کے سوچو اس وقت تمھارا باپ ہوسپٹل میں ہے تو کیا کیفیت ہو گی تمھاری۔"

سکندر نے اس کے شیر و کہنے پہ اپنی فون پہ گرفت مضبوط کر لی۔آنکھ سیاہ کالی ہو گئی۔ہونٹ سختی سے بھینچے گئے۔

"میں تمھیں کبھی نہ بتاتا سکندر مگر میرا ہاتھ تھام کر انھوں نے شیر و کو پکارا تھا۔کسی کو نہیں شیر و کو۔وہ سمجھے تم آئے ہو ۔مجھے دکھ ہوا۔بیشک لاکھ بُرے سہی سکندر مگر وہ باپ ہیں۔"

سکندر نے مزید گرفت سخت کی۔اس کا چہرہ آہستہ آہستہ سُرخ ہوتا جارہا تھا۔جب بولا تھا تو آواز دھیمی مگر سرد تھی۔

"حنان آج تو تم نے شیرو کہہ دیا مگر دوبارہ مت کہنا یہ ساری باتیں اگر کوئی اور کرتا تو اس کی گردن تک اُڑا چکا ہوتا۔"

"میں ڈرتا نہیں ہوں تمھاری اس دھمکی سے تم میرے لیے کبھی سکندر تھے ہی نہیں تم میرے لئے شیرِ۔۔"

"شٹ آپ!! آگے سے کچھ بھی کہا ناحنان تو میں تمھاری چمڑی اُدھیڑ دوں گا۔"

"اب یہی کرنا رہتا ہے خیر کوئی فائدہ نہیں تم اپنے مرضی کے مالک ہو وہی کرنا جو تمھارا دل کہتا ہے۔رکھتا ہوں خواہ مخواہ تمھارے اویں پیچھے پڑا رہتا ہوں۔"

اس نے فون بند کیا تو بند ہوتے فون کی ٹوٹو آواز سکندر کے پھٹنے کا باعث بن گیا۔سیدھا جا کر اس نے فون دیوار پہ دے مارا اور فون اس کے دل کی طرح ٹکڑے میں ہو گیا۔

سرُخ آنکھوں پہ ہاتھ رکھتا وہ ایک دم بستر پہ گر گیا۔

"تمھارے اس بیٹے نے مجھے ہمیشہ ڈس آپوینٹکیا ہے علوی کا بیٹا دیکھا ہے کتنا تمیز دار لگتا ہے کہ بڑے ہو کر آفیسر بنے گا ۔پڑھائی میں تیز' ڈیبیٹنگ میں ٹاپر۔بولتا تو مجھ جیسا وکیل بھی حیران رہ جاتا ہے اور یہ ہیں جنھیں لوگوں کے منہ توڑنے سے فہرست ملے تو کچھ کرنے کا سوچیں۔"

"بچہ ہے وہ اور ان لڑکوں نے آپ کے بارے میں غلط بات کی تھی تو اس سے برداشت نہیں ہوا۔آئیندہ نہیں کرے گا ۔کیوں شیرو نہیں کرو گے نا۔"

ماں نے بیٹے کے سر پہ سنی پلاسٹ لگاتے ہوئے سامنے بیٹھے شوہر کو کہا جو اخبار پڑھنے میں مصروف تھے۔بیوی کی بات پر شوہر محض سر جھٹک ہونہہ کہتے رہ گئے اور بیٹا نے اپنی سرُخ آنکھیں جھکا لی تھیں۔

"ہیپی برتھ ڈے پاپا۔"

تیرہ سالا بچہ سیدھا بھاگتا ہوا باپ کے پاس آیا۔سوٹ بوٹ' ڈیشنگ پرسنالٹی کے حامل حدید عالم نے گھڑی پہنتے بیٹے کو ایک نظر دیکھا۔جو فٹ بال کے کپڑوں میں ملبوس پسینے سے شرابو۔مٹی سے لدا ہوا مگر صاف ہاتھوں سے ایک چھوٹا سا گفٹ پکڑے ان کے سامنے کھڑا ان کی توجہ کا منتظر تھا۔

"یہ کس حلیے میں آئے ہو!! تمھیں پتا ہے مجھے گندگی سے کتنی نفرت ہے اور مٹی والے جوتے کمرے میں لے آئے دفع ہو جاو!!! ۔" باپ نے جیسے جوتے دیکھے تو دھاڑ ہی اُٹھا۔

"مگر پاپا۔۔" وہ گفٹ دے کر جانے ہی والا تھا کہ باپ ایک بار پھر دھاڑ اُٹھا

"آئی سیڈ گیٹ لاسٹ !!! "

دروازے پہ کسی اور کی آمد پہ شیر و نے سر اُٹھا تو ریڈ شرٹ اور بلیو جینز میں سات سالا فاروق چلتا ہوا آیا اسے حقارت زدہ نظروں سے تکتا وہ باپ کا ہاتھ تھام کر بولا۔

"ڈیڈی آپ چلا کیوں رہے تھے ؟"

شیر و چل پڑا تھا۔

"نتھنگ بیٹے یو نو آئی ہیٹ ڈرٹ۔۔ خیر آپ کیوں آئے۔"

"وہ میں آپ کے لئے گفٹ لایا تھا میرے روم پڑا ہے۔ آئیں میں آپ کو دکھاؤں۔"

"او مائی سویٹ بوئی۔ چلو۔"

سکندر نے اپنے چہرہ پہ ہاتھ پھیرا اور اپنی آنکھیں صاف کرتا ہوا اُٹھا۔

اسے نے حیرانگی سے سامنے شیشے میں دیکھا جہاں تیرہ سالا سکندر گھٹنے میں سر دیے ہچکیاں لیتا ہوا رو رہا تھا۔

"میں سب سے اچھا ڈیڈ بنوں گا ڈیڈی۔ اپنے بیٹے سے بہت پیار کروں گا وہ مجھے گفٹ بھی نہیں دے گا تب بھی اسے بہت پیار کروں گا۔ آئی ول بی دا بیسٹ ڈیڈ۔ آپ دیکھنا۔ آپ بہت بُرے ہیں بہت زیادہ بُرے۔"

وہ رو رہا تھا ساتھ میں اس کا پیک ہوا گفٹ بھی اس کے غم میں شریک تھا۔

"فاروق ہیں نا ان کا بیٹا میرے انھیں کیا ضرورت۔ ذلیل ہی ہونا اُدھر جا کر۔ بھاڑ میں گئے سب۔"

دانت پیس کے خود سے کہتا ہوا اُٹھ پڑا۔

••••••••••••••••••••••••••••••••••••

"یہ میرا اسویمنگ پول ہے۔ ماما نے میرے لئے بنایا تھا خاص کیونکہ جو نیچے والا ہے وہاں تو سب موجود ہوتے ہیں میں نے ماما سے کہا تھا کہ میرا اسیمونگ کاسٹیوم تو کوئی پرابلم نہیں مگر جھاڑ ہی پڑ گئی۔ خیر یہاں والا پول کافی ڈیب ہے۔ ایک

دن تو میں سچ مچ ڈوبنے والی تھی آپی مگر اللہ کا شکر میں نے اس سٹینڈ کو پکڑ لیا ورنہ گئی تھی بخت۔ماما نے تو پابندی لگادی کہ اکیلے پول میں کبھی نہ جاوں ساتھ میں مائی فاخرہ موجود ہو میں نے کہا وہ بھلا بے واچ ہیں۔"

رمشا کو ہنسی آئی۔اس بڑے سے ہال کو دیکھا جہاں اوپر ٹرانسپرنٹ شیڈ لگا ہوا تھا جہاں آسمان کا نظارہ پول میں عکس کی صورت دکھائی دیتا تھا آس پاس بڑی بڑی کھڑکیوں پر پردے گرے ہوئے تھے اس کے نیچے ہی سُرخ رنگ اور خاکی رنگ کے گملوں میں پودے لگے ہوئے تھے۔اس کے ساتھ ہی چار لمبی سفید بیچ چیرز پڑی ہوئی تھی اور اس کے ساتھ چھوٹا سا ٹیبل بھی چیر کے ساتھ جڑا ہوا تھا۔ کھانے پینے کی اشیا رکھنے کے لئے۔

"آپی آپ کو سیمونگ آتی ہے؟"

بختاور کی بات پہ رمشا نے اپنا چہرہ گھما کر اسے دیکھا تھا اور مسکرا کر سر نفی میں ہلایا تھا۔

"چلیں کوئی بات نہیں۔اب تو آپ ہمیشہ کے لئے یہاں پر ہے میں لازمی سکھادوں گی۔آئیں جوتے اُتارے اپنے پیر رکھتے ہیں بڑا مزہ آئے گا۔"

اس نے رمشا کا ہاتھ پکڑ کر کہتے ہوئے آگے بڑھی تھی کہ رمشا نفی میں سر ہلاتی اسے روک کر اشارے سے بتانے لگی کہ آج کل ٹھنڈ ہوتی جارہی ہے اس بدلتے موسم میں بیمار بھی ہوسکتا ہے۔

"اوہو یہ ماما والی روح آپ میں کہاں سے سماگئی۔پانی گرم ہے۔شام کے ٹائیم ہیٹنگ سسٹم آن کردیتے ہیں چلیں۔"

اس کے اس طرح کہنے پر اچانک رمشا کو شزا کی یاد آئی۔ہاں شزا اس کی بیسٹ فرینڈ اس سارے چکروں میں تو وہ اسے بھول ہی گئی تھی۔وہ بیچاری کتنی پریشان ہوگی اس وقت جو بھی تھا عینہ کے بعد وہی تو واحد دوست تھی اس کی جو اس کی راز جانتی تھی۔جو اس کو سمجھتی۔جسے اس کے گونگے یا ہکلا کر بولنے سے بھی کوئی فرق نہیں پڑتا تھا۔

"کسی طرح شزا سے رابطہ کرنا پڑے گا مگر کیسے؟بخت اس سب میں میری مدد ضرور کرسکتی مگر ایک دم مطلب پہ آجانا اچھا نہیں ہے مائینڈ بھی کرسکتی ہے۔جو بھی ہے۔ہے تو سکندر کی لاڈلی بھانجی۔"

رمشا نے اپنے پیروں کو جیسے نیم گرم پانی میں ڈبویا اس کی بے چین روح کو تھوڑا سا سکون بخش احساس ملا۔اس کے ساتھ بیٹھتی ہوئی بخت نے اس کے چہرے کے بدلتے تاثرات کو نوٹ کیا تو مسکرا کر بولی۔

"دیکھا نا کتنا سکون ملتا ہے جب کبھی میں دُکھی ہوتی ہوں یہاں اکیلے اس جگہ آکر اپنے پاؤں پانی میں رکھ کر سوچ میں گُم ہو جاتی ہوں۔ کبھی کبھی یہ قدرت کے مخلوق آپ کو وہ تسلی نہیں دے سکتی جتنا کہ یہ قدرت کے نظارے' یہ رنگ' یہ موسم' یہ اشیا آپ کو دیتی ہیں۔ پانی آپ کو زندگی دیتی ہے۔ بارش کی صورت میں آپ کی روح کو تازگی بخشتی ہے۔ جلتے سڑتے دل بھی ٹھنڈے ہو جاتے ہیں۔ ٹھنڈے موسم میں گرم گرم ہلکی ہلکی پڑتی دھوپ آپ کی کانپتی روح کو کسی کمبل کی طرح اپنے گرد لپیٹ لیتی ہے اور آپ پر سکون ہو جاتے ہو۔۔۔ بہار کے موسم میں کھلتے رنگ برنگے پھولوں کے نظارے آپ کے اُترے ہوئے چہرے کو بھی مسکرانے پہ مجبور کر دیتی ہے۔ ویسے اللہ از گریٹ آپی یو نو انسان کا کوئی نہیں ہوتا نا تو یہ قدرت کے رنگ کو قریب سے جانو تو یہ آپ کو احساس دلاتے ہیں کہ اللہ آپ کے پاس ہے۔ آپ کے قریب ہے ۔آپ اکیلے نہیں ہو۔ اُف میں بھی نا اتنی گہری باتیں کرتی ہوں آپ یقیناً بور ہو رہی ہو گی یہ اپنے ذہن میں پلتی باتیں زندگی میں پہلی دفعہ آپ سے کر رہی ہوں ورنہ خود سے بڑبڑاتے رہتی تھی۔"

رمشا نے شاکڈ ہو کر اسے چھوٹی سی لڑکی کو دیکھا جو اتنی بڑی اور گہری باتیں کر رہی تھی۔ بخت کی سوچ اس سے کتنی ملتی تھی شاید تنہائی میں قدرت کے رنگوں کو ان دونوں نے اپنا دوست بنا لیا تھا تبھی اس کی صحیح معنی انھیں معلوم تھے۔ رمشا نے اس کا ہاتھ پکڑ کر ہولے سے دبا کر اس کے ممی' پاپا کے بارے میں پوچھا۔ بخت سمجھ گئی اور اسی بات پہ اس کا کھلتا چہرہ یک دم اُداس ہو گیا۔

"پاپا تو کبھی زندگی میں دیکھے ہی نہیں۔ ماما کو اچھے نہیں لگتے تھے تو اس لئے ان کا ذکر اس گھر میں نہیں ہوتا۔ نہ ہی کوئی بھی تصویر مجھے اس گھر میں مل سکی۔ ایک دفعہ پوچھنے کی جراَت کی تھی اور اس دن پچھتائی بھی تھی کہ کاش مجھے پتا نہ چلتا۔"

رمشا کے تاثرات ایک دم سمجھتی سے الجھن میں تبدیل ہوئے تھے۔

"ڈیڈی نے مجھے اور ممی کو چھوڑ دیا اور وہ بھی صرف اس لئے کہ آئیم آ گرل اور انھیں بیٹا چاہیے تھا۔"

رمشا کے دل کو کچھ ہوا تھا۔ باپ ایسے بھی ہوتے ہیں بھلا۔ اس نے بخت کے گرد بازوں پھیلائے اور اسے اپنے ساتھ لگا یا ۔بخت کسی کا سہارا پا کر ایک دم پگھل گئی تھی۔

"تب سے ماما ہی میرے لئے فادر فیگر ہیں انھوں نے جتنا مجھے پیار کیا ہے شاید ہی کوئی باپ نے اپنی سگی اولاد سے پیار کیا ہو۔ آپ کو پتا ہے آپی زرا سی کھروچ کیا لگ جائے پورے گھر میں سب کی شامت آئی ہوتی ہے۔ ممی بس اتنا پتا تھا کہ ڈیڈ

کے جانے کے تین سال بعد ان کی ڈیتھ ہوئی تھی ماما ان سے بہت پیار کرتے تھے اس لئے ان کا ذکر کافی کم ہوتا ہے کیونکہ ان کے ذکر پر ماما آپ سیٹ ہو جاتے ہیں۔ خیر چھوڑے ماما کسی بھی وقت آجائے گے اور اگر وہ نہیں آئے تو ان کے چیلو نے ان کو خبر کر دینی ہے تو وہ مجھ سے ناراض ہو جائے گے (رمشا نے آنکھیں گھما کر اس کے بال سہلائے) اپنی ویز فاخرہ مائی نے مجھے بڑی مزے کی بات بتائی تھی کہ میں نے زندگی میں پہلا لفظ ماماہی کہا تھا اور اپنے ماماہی کو کہا تھا۔ میں تین سال کی عمر تک زندگی میں ایک لفظ نہیں بول سکی ساروں کو ڈر تھا آیا بول بھی پاؤں گی کہ نہیں مگر فائینلی جیسے ہی ماما نے مجھے اُٹھا کر گھمایا تھا پہلا لفظ میں نے یہی کہا تھا انھیں اور اس دن وہ روئے بھی بہت تھے۔ میں نے کہالو بھلا اس میں رونے کی کون سی بات تھی تو انھوں نے کچھ نہیں کہا۔"

"کیا باتیں ہو رہی ہیں یہ اتنی جلدی اپنی آپی سے کلوز نیس نہیں ہوتی جا رہی لوگ اپنے پیارے ماما کو بھولتے جا رہے ہیں۔"

بنا آواز کے چلتا وہ بخت کے سائڈ پہ بیٹھتے ہوئے بولا ایک دم دونوں گھبرا گئی۔ رمشا کو اس کی مداخلت اس ٹائیم بالکل بھی نہیں پسند آئی۔

"یہ لیں پہنچ گئے نا یہ ایسا ہی کرتے ہیں۔ آپ یہاں کیا کر رہے ہیں؟"

"میں یہاں کیا کر رہا ہوں یہ تو مس میوٹ پلس تیز مرچ ہی بتائیں گی بتاو زوجہ کیا کر رہا ہوں؟"

"فی الحال تو میرا موڈ برباد کر رہے ہو۔"

اس نے دل میں سوچتے ہوئے سکندر کی گرم نظروں کو نظرانداز کرتے ہوئے پانی کو گھورا۔

"فی الحال تو آپ کباب میں ہڈی بن رہے ہیں جائے آپ کو آج کل کام نہیں ہے پہلی تو گھر میں ٹکتے نہیں تھے آپ تو ہر جگہ نظر آنے لگیں ہیں۔"

اس کے نروٹھے پن سے کہنے پر جہاں رمشا نے اپنی مسکراہٹ کو تیزی سے دبایا تھا وہاں سکندر نے دل پہ ہاتھ رکھ کر ہولے سے ہنسا تھا۔

I'm wounded sweetie

ماما اب آہستہ آہستہ بُرے لگنے لگیں ہیں۔ یہ مس میوٹ خود تو میوٹ ہیں ہی ہیں دوسرے کو زبان لمبی کرنے کا درس دیں رہی ہیں۔

وہ مزید کچھ کہتا اور رمشا جوابی کاروائی میں کچھ کرتی بخت رمشا سے الگ ہوتے سکندر کی طرف گھومتی ہوئی انھیں گھور کر بولی تھی۔

"ماما آپ اگر ایسا ہی کرتے رہیں نا تو سچ مچ بُرے نہیں بلکہ ولن لگیں گے مجھے۔آپی بیچاری کچھ کہہ نہیں رہی اور آپ خوامخواہ ان کے پیچھے پڑ گئے ہیں۔"

"کچھ کہہ نہیں رہی یہی تو سب سے بڑا فساد ہے۔ویسے محترمہ بولنے کے بجائے عمل کرنے پہ یقین رکھتی ہیں۔اچھے خاصے بیچارے شریف آدمی کو کتنی آسانی سے اپنے پیاروں کے سامنے ولن بنا دیتی ہیں۔"رمشا نے چہرہ اس کی طرف موڑ کر اسے سخت نظروں سے دیکھا جہاں شرارتی مگر تھکن سے بھرپور آنکھیں اسے دیکھ رہی تھیں رمشا ایک دم اس کی آنکھوں کے تاثرات کو دیکھ کر چونکی۔

"ماما مت بھولیں آپ نے انھیں اُٹھایا تھا۔"

"تم کہتی ہو تو اب بٹھا دیتا ہوں انھیں پھر تو کوئی مسئلہ نہیں ہو گا نا۔"

"ہاہا میرے پھیپھڑے پھٹ گئے ماما آپ کے اس ٹھنڈے جوک سے۔"

"یہ تم نے کیا جادو کیا ہے ایک لمحے کے لئے بھی میری بھانجی مجھ سے خفا نہیں ہوتی اور اب مجھ سے لڑ رہی ہے۔"

اس کی بات پر رمشا نے شانے اچکائے تم جانو اور تمھارے مسئلے مسائل جانے۔

"انھیں مت ڈسٹرب کریں جائیں آپ۔بہت سُن لی ہم نے آپ کی باتیں۔"

"ہم نے واو اس ہم میں یہ مس میوٹ بھی شامل ہیں جنھوں نے بہت اچھی طرح میرا حکم مانا ہے نکاح کر کے محترمہ نے احسان کیا ہے اور کھانا بنا کر تو اس سے بھی بڑا احسان۔"

سکندر ویسے بھی چڑا ہوا تھا اب تو اپنی بھڑاس نکالنے کا موقعہ مل گیا تھا۔

رمشا نے یہاں سے اُٹھ جانا بہتر سمجھا ان ماما بھانجی کے لڑائی میں وہ خواہ مخواہ خود کو ٹارگٹ ہوتا نہیں دیکھ سکتی تھی۔

اپنے پیر نکال کر وہ اُٹھنے والی تھی جب پیچھے سے سکندر نے اپنے ہاتھ بڑھا کر اس کا ہاتھ پکڑ کر روک لیا تھا۔

•••••••••••••••••••••••••••••••••••••••

وہ خاموشی سے بستر پہ بیٹھا اپنی سوچ میں گُم تھا۔ اسے سوچتے ہوئے آڑھائی گھنٹے سے زیادہ ہو چکے تھے۔ پھر اس نے گہرا سانس لیا تھا۔ بیٹھے بیٹھے جسم بھی سُن ہو چکا تھا مگر اسے پرواہ نہیں تھی۔ اپنے پیروں کی طرف جھک کر جوتوں کے تسمے کھولنے لگا تھا جوتے کے تسمے کھول کر وہ سیدھا ہی ہوا تھا جب اسے اپنے بستر کے پیچھے کسی کی موجودگی کا احساس ہوا تھا۔ اسے اپنا وہم لگا مگر اس کا وہم یقین میں تب بدلا جب کسی کے بازو نے اس کے گردن کو بڑی زور سے دبوچا۔

ایک دم سے اسے جھٹکا لگا اور اس نے اپنے پیروں کو زور سے ہلایا۔

"چھ چھوڑو مم مجھے۔۔۔"

"کیوں چھوڑوں!!! (یہ سخت آواز تو بُروٹس کی تھی یہ اندر کیسے آیا) سارا گام بگاڑ کر کہتا ہے چھوڑ دوں ایک کام بھی تم ڈھنگ سے نہیں کر سکے۔ کیا کہا تھا میں نے بھول گئے کیا حشر کر سکتا ہوں میں اس کا۔ اس کا حشر کا ثبوت اپنے آنکھوں سے دیکھنا چاہو گے لائیو یا ریکارڈڈ (یہ جو کوئی بھی شخص تھا بہت ہی بے رحم تھا اس نے کرب سے سوچا) "

"میں نے وہی کیا جو۔۔۔۔ اُف تم نے کہا۔" اس نے اپنا ہاتھ اس کے بازو پہ رکھ کر الگ کرنا چاہا مگر وہ اپنی گرفت مضبوط کر چکا تھا تو اس سے سانس لینا دشوار ہو گیا۔

"کیا خاک کام کیا ہمارے سارے بندوں کو ہسپتال پہنچا دیا۔ اس کے بعد پولیس والوں کو کال کر کے وہاں سے بھاگ نکلے کا کا سمجھا ہوا ہمیں ہیں۔" اس کی بات پر وہ بھونچکا گیا۔

"مم مجھے چچ چھوڑو میں سس سب بتاتا ہوں۔"

"ہاں تا کے تم شور کر کے سب گھر والوں کو اکھٹا کر دو بیوقوف سمجھا ہے مجھے۔"

"نہیں مم میں سچ کہہ رہا ہوں۔ قسم لے لو۔"

بُروٹس شاید اس کی بات پہ یقین کر چکا تھا اس لئے بازو اس کی گردن سے ہٹا کر پیچھے ہوا۔ لمبے بالوں والا شخص نے گردن پکڑ کر ہلکہ سا کھانس کر لمبی سانس لے کر اس کی طرف مڑا تو۔۔ بُروٹس نے وہی ماسک پہنا ہوا تھا۔

"اب بکو بھی۔" وہ چونکہ پھر اس نے سر اثبات میں ہلا کر گلا کنکھارتے ہوئے کہا۔

"تم نے مجھے خاص کسی قسم کی ہدائیت نہیں دی۔ (خشک ہونٹوں پہ زبان پھیرتے ہوئے پھر بولا) تم نے اتنا کہا جیسے ہی وہاں میں جاوں گا مجھے خود سمجھ میں آجائے گی اور میں وہی کروں گا جو مجھے ٹھیک لگے گا۔"

بُروٹس نے اس کی بات ہاتھ اُٹھا کر کاٹی۔

"میں نے یہ آخری بات کی بھی نہیں تھی۔"

"مگر تم نے خاص ہدائیت بھی نہیں دی تھی اور میری آنکھوں کے سامنے جو مناظر گزرے تھے (اس نے تکلیف سے اپنی آنکھیں بند کی پھر کھولی) میرے اندر کے ضمیر نے مجھے یہی کہا کہ یہ کام ٹھیک ہے اور یہی کام مجھے کرنا ہے۔"

"اوہیلو!! یہ ڈیل تمھارے اور ہمارے باس کی ہوئی تھی تم اور تمھارے ضمیر کی نہیں! "

"تو مجھے وہاں کس لئے بھیجا تھا۔ جو کام چل رہا تھا وہ چلنے دیتے۔ میرے وہاں جانے کا کیا مقصد تھا کیا میں بھی ان لڑکوں کی طرح۔۔۔ (ایک لمحے کے لئے رُکا) نوجوان اور چھوٹی لڑکیوں کو زبردستی ڈرگ کرتا پھر ان کی عزت۔۔۔ (اب کی بار وہ چُپ ہو گیا۔ چُپ تو بُروٹس بھی ہو گیا تھا مگر پھر وہ بولا تو اس کا لہجہ حسب عادت سخت ہی تھا)

"تو پولیس والوں کو کس خوشی میں کال کی ویسے باس نے بہت بیوقوف بندے سے ڈیلنگ کی ہے۔ انھیں لگا تم بے بس ہو اور انسان بے بسی کے حالت میں کچھ بھی کرنے کو تیار ہوتا ہے"

"اور میں نے کسی نمبر پہ کال نہیں ملائی مجھے جو نمبر دیا تھا اس میں۔۔۔نے صرف اتنا کہا تھا کہ کام ہو گیا ہے۔ پولیس والوں کو شاید کسی لڑکی نے کال کی ہو گی جن کو میں نے بچایا تھا۔ اگر یقین نہیں آتا تو میرا فون چیک کر لو۔"

"لڑکیوں کو تمھارا چہرہ یاد ہے یا کسی نے تمھارا چہرہ صحیح طرح سے دیکھا۔"

"پتا نہیں۔"

"اب میں تمھیں بتاتا ہوں یہ جو ہمارے لڑکے ہیں یہ انت نمبر کے بیوقوف پڑ جاتے ہیں لڑکیوں کے چکروں میں اور یہ لڑکیاں عام بیچاری نہیں تھی یہ ہماری مخالفین کی پارٹی کا حصہ تھی انھوں نے ہمارے لڑکوں کو پھنسانے کے لیے یہ سارا ڈھونگ رچایا تھا۔ انھیں اکسپوز کرنے کے لئے وہ ایسے کام کر رہی تھی۔ (لمبے بالوں کو اس کی بات پہ اوّل تو یقین نہ آیا دوسرا اس کا دل کیا اس کا اس بات پر منہ توڑ دے بھلا کوئی لڑکی ایسا کیوں کریں گی اور وہ معصوم' بے وقوف ٹین ایجر لڑکیاں ایسا ہو نہیں سکتا ضرور بات کچھ اور تھی) تمھیں بھیجا تھا کہ ان سالوں کو کٹ لگا کر ہمیں اطلاع دو کہ یہ تمھیں بیوقوف بنا رہی ہیں۔ اور پولیس کے آنے سے پہلے یہاں سے نکلو اور ان سالیوں کا بھی دماغ سیدھا کرو کہ کس سے انھوں نے پنگا لیا ہے۔"

"تو یہ کام تم نے اپنی آدمیوں سے کیوں نہیں کروایا۔ میں بچہ نہیں ہوں جسے تم بہلا سکتے ہو۔ یہ سب میں بے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے ان کی حالت' ان کی بے بسی جھوٹ نہیں بول سکتی اور مجھے بھی یہی لگا کہ تم لوگوں نے مجھے انھیں بچانے کے لئے بھیجا ہے۔"

بُروٹس نے اس کی اس بات پر مکا اس کے جبڑے پہ دے مارا وہ پیچھے کو جا کر گرا۔

"لگتا ہے باس کے پاس لیکر جانا پڑے گا ایک تو غلطی کرتے ہو اوپر سے ہمیں ہی سُنا رہے ہو۔ وہ تو باس نے اس لئے تمھیں کچھ نہیں کہا کہ ان کے بندوں کو ان کی پرواہ نہیں تھی تو وہ کیا خاک کرتے۔ جو ہوا ٹھیک ہوا ان کے ساتھ مگر مخالفین کے ہاتھ میں پاور آ گئی نا اور یہ سب تمھاری وجہ سے ہوا۔ اب تم نے ان سے ان کی پاور چھینی ہے ورنہ اس کی فریاد سُنے کے لئے تیار ہو جاو۔"

وہ اس کا جبڑا پکڑ کر اسے وارنگ دیتا چلا گیا تھا جبکہ وہ اپنا جبڑا پکڑے کھڑا اُٹھا تھا۔

زندگی اس سے کتنے امتحان لے گی۔ وہ سوچ کر رہ گیا۔

••

"بختاور مجھے یاد آیا تھا ابھی تمھارے ہانی ماموں کا فون آیا تھا تم سے انھوں نے بات کرنی تھی۔"

رمشا ایک دم اس کے ہانی ماموں کہنے پر جھٹکے سے اسے دیکھنے لگی تھی۔ چونک تو بخت بھی گئی تھی۔

"حنان ماموں کا فون آیا تھا ہیں؟ کیوں۔"

"پتا نہیں جاو کال کرو میں نے بھی پوچھا تھا تو کہہ رہا تھا کہ بخت کو دو۔ شاید صبح جو آیا تھا۔ اسکے حوالے سے بات کرنی ہو گی۔"

"اچھا میں دیکھ کر آتی ہوں۔ آپی آپ بھی آ جائیں اگر آپ ریلکیس ہونا چاہتی ہیں تو بیٹھ بھی سکتی ہیں۔"

"نہیں یہ بیٹھی رہے گی ان کے ساتھ میں بھی بیٹھوں گا۔ ہماری نئی نئی شادی ہوئی ہے ایک دوسرے کو انڈرسٹینڈ کرنے کا موقعہ ملے گا کیوں مشی" (رمشا نے اپنی آنکھیں اس کی طرف گھمائیں۔ اس کی جرآت کیسے ہوئی مجھے مشی بلانے کی) ہاتھ اس کی گرفت سے نکالا۔

"کوئی شادی نہیں ہوئی!! آپی کو آپ تنگ کریں گے وہ آپ سیٹ ہونگے اور یہ میں بالکل نہیں چاہتی۔"

"تم جاتی ہو کہ نہیں؟"

سکندر نے تیزی سے کہا۔

رمشا اُٹھنے لگی کہ سکندر نے اس کا بازو پکڑ کر روکا تھا مگر اس کا پیر سلپ ہو گیا تھا اور وہ سیدھا پیچھے پول میں جا کر گری تھی ۔بخت نے ایک دم منہ پہ ہاتھ رکھا تھا جبکہ سکندر کی ہنسی چھوٹنے میں دیر نہیں لگی تھی۔رمشا ایک دم اپنے بازو اور پیر ہلانے لگی تھی۔اس کے انداز میں تڑپ تھی۔اسے تیراکی بالکل بھی نہیں آتی تھی۔

سکندر نے دھیان دیے بنا ہنسنا شروع کر دیا تھا۔

"اب آیا نا مزہ دیکھا بخت مجھے کیسے تنگ کرتی تھی۔ہو گئی نا میڈم گیلی۔"

"ماما آپی ڈوب رہی ہیں۔"

"کم آن بخت پانی اتنا بھی ڈیپ نہیں ہے کہ ننھی بچی ڈوب جائے.بخت نے انھیں دیکھا پھر رمشا کو جو سچ میں کہہ رہی تھی کہ اسے سیمونگ نہیں آتی۔

"ماما آپی کو بالکل بھی تیراکی نہیں آتی۔وہ دیکھیں آپی!! ہاتھ دیں۔"سکندر نے اس کا ہاتھ پیچھے کیا۔

رمشا وہاں پہنچنے کی کوشش کر رہی تھی لیکن وہ ایک دم پانی کے گہرائی میں ڈوبتی جا رہی تھی۔خوف سے اس کی سانسیں رُک گئی تھیں۔

"آپی!!!! " سکندر نے گھوم کر دیکھا تو واقعی رمشا غائب ہو گئی تھی۔ایک دم اس کے دل کو کچھ ہوا۔پانی کی ڈیپت واقعی زیادہ تھی۔یہ خاص اس نے اپنی لئے بنوایا تھا تا کہ وہ پریکٹس کر سکے کہ اگر اسے سمندر میں جمپ لگانی پڑے تو اس کے باوجود گہرائی میں بھی وہ بڑے آرام سے تیراکی کر سکے۔اس نے آٹو میٹک سسٹم سے چیک کیا تو تیس فٹ گہرا تھا۔

"یہ تیس فٹ کس نے کیا پول تو پندرہ فٹ پہ ہوتا ہے۔"

اس نے کہتے ہوئے فوراً بنا سوچے سمجھے جمپ لگائی۔

بخت کو بھی خیال آیا کہ وہ بٹن سے پول فلور کو اوپر کر سکتی تھی۔وہ جلدی سے بھاگتے ہوئے دوسرے جانب گھومی تھی اور پول کو تیزی سے پندرہ فٹ پہ لائی تھی۔

سکندر ایک دم باہر آیا تھا۔

"رمشا!!!! بخت !! پول میں نہیں ہے وہ۔"

سکندر اس کو دوپٹہ پکڑے دوسری طرف تیر کر کے آیا۔

"آپی تو۔۔۔"

وہ کچھ کہنے والی تھی جب پول کے دوسرے کونے میں بخت کے بالکل سامنے کھڑی رمشا گیلی ہوئی اپنے منہ پہ ہاتھ رکھتی ہنسی کو روکے اسے خاموش ہونے کا کہہ رہی تھی۔ بخت نے پہلے حیرت سے رمشا کو دیکھا پھر اس کی شرارت سمجھ میں آئی تو آپی کو سیمونگ آتی تھی۔ ایسے ماما کو گرانا تھا بس۔

سکندر پھر اوپر آیا اور اس نے اپنے سر پہ ہاتھ پھیر کر اس طرف دیکھا۔ جہاں محترمہ باہر کھڑی مسکراتے ہوئے چڑانے والے انداز میں اسے دیکھ رہی تھی۔ پہلے تو وہ بس اسے دیکھتا رہا پھر ایک دم اسے غصہ آیا۔ ظاہر ہے جب میڈم اسے نیچے نہیں ملی تو انھوں نے باہر ہی ہونا تھا۔ کتنا جلدی اور آسانی سے اس کے ہاتھوں بے وقوف بنا تھا۔

بخت کی بھی ہنسی ایک دم چھوٹ گئی تھی۔

"تمھیں تو میں بتاتا ہوں۔"

سکندر جلدی سے پول سے باہر نکلا اور رمشا تیزی سے باہر کی طرف بھاگی۔

••

دروازے کے ساتھ ٹیک لگائے۔ وہ اپنے سوئے ہوئے باپ کو دیکھ رہا تھا۔ جن کو نیند نہ آنے کے باعث نیند کا انجیکشن لگادیا تھا کہ وہ بنا کیس بے چینی یا پریشانی کے آرام سے سو سکے۔ ڈاکٹرز نے انھیں

ایک دن ہسپتال میں رہنے کا کہا تھا حالانکہ حدید عالم نے کہا تھا کہ آج ہی آج انھیں ڈسچارج کر دیں وہ بالکل ٹھیک ہیں مگر فاروق اور ان کے بیگم کے کہنے پر وہ خاموش ہو گئے۔ بیہوشی کے دوران وہ بار بار شیر و شیر و کا نام لے رہے تھے۔ اسے سمجھ نہیں آئی کہ شیر و کون ہے؟ اس نے بعد میں ماں سے پوچھا تو ماں پہلے حیرت سے اسے دیکھتی رہی پھر حقارت سے بولی

"انھوں نے اس کا نام لیا وہ کمینہ اس سب کا زمہ دار ہے اس کی وجہ سے ان کی یہ حالت ہوئی تو وہ اس کا نام لے رہے تھے"

"مگر ممی اس کا نام سکندر ہے بھلا وہ شیر و کیسے ہو سکتا ہے۔"

"تم بھول کیوں گئے فاروق جب وہ ہمارے گھر میں ہوتا تھا تو اس کا منحوس ماری ماں اور بہن اسے شیر و بلاتی تھی۔ سکندر تو اس کے بہنوئی نے نام رکھا تھا وہ غنڈہ اسے بھی غنڈہ بنا کر اس دُنیا سے رُخصت ہو گیا۔"

"تو سکندر کا اصلی نام کیا ہے؟"

سکندر اس کا بھائی ضرور تھا ایک عرصے کے لئے دونوں ساتھ رہے تھے مگر فاروق نے کبھی اس کی زندگی میں دلچسپی نہیں لی تھی۔ اسے اس کا نام بھی صحیح سے معلوم نہیں تھا۔ سکندر اس گھر کا فرد ہوتے ہوئے بھی وہاں موجود نہیں تھا اور وہ بہت چھوٹا تھا جب سکندر اس گھر کو چھوڑ کر چلا گیا تھا پھر وہ بھی چھوٹی عمر میں ہی لندن میں جانے کے بعد تو وہ بالکل اسے بھول ہی گیا تھا۔

ماں اس کا نام لینے ہی والی تھی جب ڈاکٹرز کی اطلاع پر دونوں کی توجہ ہٹ گئی تھی پھر ماں گھر چلی گئی تھی اور اسے بھی بھول گیا تھا۔ اب باپ کو دیکھ کر اسے اچانک خیال آیا تھا اسے جاننا تھا کہ پاسٹ میں کیا ہوا تھا؟ سکندر نے گھر کیوں چھوڑا تھا ۔ غنڈہ کیسے بنا تھا۔ سب سے بڑھ کر اس کا اصلی نام کیا تھا پھر اُس سے بھی بڑھ کر اس سے بدلہ بھی لینا تھا۔

دروازے پہ اچانک پڑنے والی دستک پر بستر پہ بیٹھی' سوچ میں گم رمشا ایک دم چونک گئی۔ دستک دینے والے پہ حیران ہوئی تھی کہ اندر اجازت لینے والے بندے کو نہیں پتا کہ وہ بول نہیں سکتی۔ اب دروازہ کھولنے کے لئے اُٹھنا پڑے گا۔ بیزاری سے کمبل اپنے گرد ہٹاتے ہوئے۔ وہ دروازہ کھولنے کے لئے بڑھی۔ جیسے ہی اس نے دروازہ کھولا ایک دم چونکی پھر گھبراتی نظروں سے اسے دیکھنے کے بعد دروازہ بند کرنے لگی کہ سکندر نے دروازے کے بیچ میں بازو رکھ کر اسے دروازہ بند کرنے سے روک دیا۔

"میں یہاں تم سے بدلہ لینے نہیں آیا۔ میں بس تمہارے ساتھ تھوڑی دیر بیٹھنا چاہتا ہوں۔"

وہ اس کی بات کو اگنور کر کے دروازے پہ زور لگاتی مگر اس کی تھکی ہوئی آواز پہ وہ ناچاہتے ہوئے بھی پیچھے ہو گئی اور سکندر نے دروازہ پورا کھول کر اندر داخل ہوتے دروازہ بند کیا۔

رمشا نے حیرت سے اس کو دیکھا۔ اسے جیسے کچھ عجیب سا محسوس ہو رہا تھا۔ دل میں ہزاروں اندیشے نے جنم لیے تھے۔

"ایسے کھڑی کیا دیکھ رہی ہو میں سچ میں بدلہ لینے کے موڈ میں نہیں ہوں رمشا آئی جسٹ وانٹ سم ٹائم ٹو سپینڈ ود یو۔"

اس کی بات پر رمشا کے ماتھے پہ سلوٹیں ابھر آئیں جس کی توقع سکندر کو بالکل تھی اس لئے گہرا سانس لیتا اس کا ہاتھ پکڑ کے بیڈ کے سامنے موجود صوفے پہ خود بیٹھا اور اسے اپنے ساتھ بٹھا کر اس کا ہاتھ چھوڑ دیا۔ وہ پہلے خاموشی سے اسے تکنے کے بعد اپنی نظریں پھیر چکا تھا۔

رمشا کو اس کے انداز سے بے چینی ہوئی یہ ایسے ری ایکٹ کیوں کر رہا ہے۔ کوئی بات ضرور ہوئی ہے۔ میرے ممی پاپا۔ ان کے بارے میں سوچتے ہوئے اچانک اسے گھبراہٹ نہ آن لیا۔ ریفلکس ایکشن نے اسے سکندر کا بازو پکڑنے پہ مجبور کیا۔

سکندر نے ایک دم سر اُٹھا کر اسے دیکھا۔ اس کا چہرے پہ پریشانی رقم تھی اور وہ سمجھ گیا تھا کہ اس کے چہرہ کس وجہ کے تحت اتنا پیلا ہو گیا تھا۔

آنکھیں گھماتے ہوئے اس نے ہولے سے ہنس کر اس کا ہاتھ تھپکا۔

"کم آن اگر میں شانت ہوں اور خاموش خاموش سا ایک جینٹل مین بن کر تمھارے پاس بنا تنگ کیے بیٹھا ہوں تو اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ میں کوئی بُری خبر سُنانے آیا ہوں۔"

اس کی بات پر اچانک رمشا کا دل پر سکون ہو گیا اس نے اسے گھور کر ایک دم اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ سے نکالا۔ سکندر نے اس بار اس کا ہاتھ زبردستی پکڑ کر اسے تنگ نہیں کیا۔ اسے دیکھنے کے بعد وہ دوبارہ اپنی نظریں پھیر کر وڈن فرش کو دیکھنے لگا۔

اسے ہوا کیا ہے ابھی کچھ گھنٹے پہلے مجھے جان سے مار دینے کے درپہ تھا۔ اب رات کے اس وقت اتنا خاموش کیوں ہے۔

سکندر خاموش اور سیڈ عجیب لگ رہا تھا۔۔

"تم نے کبھی کسی کا قتل کیا رمشا ہے؟"

اس کے عجیب سوال پہ رمشا نے جھٹکے سے سر اُٹھا کر اسے دیکھا تھا وہ۔ فرش کو ہی گھور رہا تھا۔

وہ اس وقت سفید شلوار قمیض میں ملبوس تھا۔ بال اس کے انگلی بار بار پھیرنے کے باعث قدرے الجھے ہوئے تھے ۔چہرے پہ تھکن۔ آنکھوں میں اُداسی۔۔۔ کچھ تو عجیب تھا۔

"بتاؤ تم نے کبھی قتل کیا ہے؟"

یہ کیسا سوال تھا؟

"کیا تو نہیں ہے مگر ارادہ ہے کہ بہت جلد کروں اور وہ بھی تمھارا۔"

سکندر نے کن آنکھوں سے اس کے انداز کو دیکھا تو اداسی کے باوجود مسکرائے بغیر نہ رہ سکا اب پورا گھوم کر اس کی طرف متوجہ ہوا اور بازو صوفے کی پشت پہ رکھ کر بولا۔

"کب ہے ارادہ آپ کا۔ زرا ہمیں تو پتا چلے ویسے ایک راز کی بات بتاؤں تم الریڈی قتل کر چکی ہوں میرا۔ اس دُنیا کی سارے عورتوں کے لئے تو میں بھئی ڈیڈ ہو چکا ہوں سوائے تمھارے۔"

رمشا نے اپنی آنکھیں گھمائیں۔ اُف یہ آدمی۔

"تم اپنی آنکھیں کچھ زیادہ نہیں گھماتیں؟"

اس کی بات پر وہ سوچ کے رہ گئی کہ وہ اس سے زیادہ اور کر بھی کیا سکتی ہے۔۔ اسے زنجیروں میں قید کر کے اب اس کی آنکھوں اور ایکسپریشن کو بھی اپنے قابو میں کرنا چاہتا ہے۔ سکندر اسے دیکھتا رہا جبکہ وہ سامنے دیوار کو۔ ان دونوں کے درمیان عجیب سی خاموشی آگئی تھی۔ رمشا چاہتی تھی وہ اب یہاں سے جائے جبکہ سکندر چاہتا تھا وہ اس کو دیکھتا رہے۔ کاش وہ بولتی تو کتنا اچھا ہوتا۔ اسے تنگ کرنے میں دُگنا مزا آتا۔ وہ عورتوں کے بحث اور ان کے بولنے سے سخت چڑ محسوس کرتا تھا۔۔ وہ تو اس گیدرنگ سے کوسوں دور رہتا تھا جہاں عورتیں بولتی ہوئی نظر آتی تھیں۔ اس کا کہنا تھا اگر اسے بیس کروڑ بھی دے جائے ان کے آس پاس بیٹھنا کیا کھڑا ہونا بھی گوارا نہیں کرے گا مگر اب اس کا دل کر رہا تھا یہ لڑکی اس کے ساتھ بولے' اسے لڑے' اسے اپنی تیز باتوں سے اتنا پاگل کر دے کہ وہ ہر پل اس کی باتوں کو سوچ کر اپنی بُرے موڈ کو جھٹک کر اس کو سوچتے ہوئے مسکرائے۔

"تم پیدائشی ہی ایسی ہو کہ کسی حادثے کی وجہ سے تم بولنے سے محروم ہو۔"

اس کے بے ساختہ کہنے پر رمشا ایک دم ساکت ہو گئی گردن موڑ کر اسے دیکھا جو اسے ہی دیکھ رہا تھا۔

"ڈاکٹرز سے کبھی ملی ہو کہ اس کا علاج ہو سکتا ہے کہ نہیں۔"

اس نے اپنی گردن پہ انگلی رکھتے ہوئے بڑے عام سے لہجے میں کہا مگر رمشا کو اس وقت اس کی بات کسی تازیانے کی طرح لگی۔ چار دن نہیں ہوئے اسے اپنی اصلی اوقات پہ آتے ہوئے مرد کو جتنی بھی خوبصورت' خاموش طبعیت کی بیوی چاہیے ہوتی ہے مگر منہ میں زبان بھی ضرور ہو جو صرف اس کے ہی گُن گاتی رہے اب اسے گُن گانے کے لیے میری آواز چاہیے تھی۔

دوپٹے کو مٹھی میں لیتے اس نے اپنی نگاہوں کو پھیر لیا۔۔اس کی آنکھوں میں ایک دم سے جلن محسوس ہونے لگی تھی۔

اسے بھی میرا گو نگا ہونا چُبھنے لگا۔وہ بھی اتنی جلدی۔

"ہلیو میں تم سے بات کر رہا ہوں اُدھر کیا دیکھ رہی ہو۔۔"

میں جدھر بھی دیکھوں اسے کیا نکل کیوں نہیں جاتا میرے کمرے سے اس پہلے اس کا قیمہ بنا دوں میں۔

"داؤد کا ہی بتا دو مجھے پتا ہے کہ وہ ایک امیجینیٹو بندہ ہے مگر اسے بہانے تمھاری دل کی فیلنگز ہی پتا لگی گی کم سے کم میری آنکھوں میں آنکھیں ڈالے بولو گی تو سہی۔"

رمشا کی برداشت اس بات پہ ختم ہو گئی۔۔ تیزی سے اُٹھ کر وہ کمرے کا دروازہ کھول کر نکل پڑی۔

سکندر ہکا بکا رہ گیا۔

تیزی سے اُٹھ کر اس کے پیچھے گیا جو اپنے آنسو تیزی سے صاف کرتی نیچے سیڑھیوں سے اُتر رہی تھی۔

"کہاں جا رہی ہو؟ایسا کیا کہہ دیا میں نے۔۔بہت نخرے ہیں اس لڑکی کے۔"

وہ بولتے ہوئے اس کے پیچھے آرہا تھا مگر اس نے اپنی رفتار بڑی آہستہ رکھی تھی۔زیادہ سے زیادہ لان میں جائے گی۔۔اسے آگے تو کتے گھوم رہے تھے خود ہی واپس آجائے گی۔ڈرپوک لڑکی!

"اگر اس نے مجھے روکنے کی زرا سی بھی کوشش کی اس کو گویائی سے محروم کر دوں گی سمجھتا کیا خود کو اللہ تعالی نے اگر اسے مکمل انسان بنایا ہے تو اس میں اس کا کون سا کمال ہے۔۔مغرور آدمی۔۔ جہنم میں ہی جلے۔"

اس نے تیزی سے چلتے ہوئے سامنے لٹکی بندوق دیکھی تو رُک کر اسے دیکھنے کے بعد فوراً اس طرف بڑھی۔سکندر نے حیرت سے اسے دیکھا جو اب بندوق اُتار رہی تھی۔ایک دم مسکراہٹ اس کے چہرے پہ دوڑی۔

"سویٹ ہارٹ بھاری ہے گر جاو گی۔اسے پکڑ کر لاؤ دو۔"

رمشا نے پکڑ تو لی تھی مگر سکندر نے سہی کہا تھا واقعی بندوق بھاری تھی مگر بغل میں گھسا کر کر اس دونوں ہاتھوں سے سختی سے پکڑے باہر کی طرف بڑھی۔۔سکندر کو جانے سے پہلے آنکھیں دکھا کر گئی تھیں کہ میرے قریب مت آنا۔سکندر نے ہاتھ اوپر کر لیے تھے میری مجال۔اب خود بھاگ کر میڈم بندوق پھینک کر نہ آئی تو میرا نام بھی سکندر حدید نہیں۔

داخلی دروازے سے نکل کر وہ ارد گرد دیکھنے لگی۔ پھر دور سامنے گیٹ پہ کھڑے دو گارڈز کے ساتھ گھومتے کالے کتوں کو دیکھا تو اسے سانپ سونگھ گیا۔ ہتھیلی پسینے سے بھر گئی۔ تبھی سکندر بڑے آرام سے اس کے پیچھے آرہا تھا اور بالکل چل تھا۔ رمشا نے دانت پیستے ہوئے سوچا اگر وہ غنڈہ ہے تو وہ بھی اسے کی بیوی کے ساتھ ایک پولیس والی بیٹی ہے۔اس کا ثبوت اسے اچھی طرح دے گی۔

"کیا ہوا رکی کیوں تم ابھی تک گئی نہیں میں نے سوچا میری بیگم سہی ابھی میرے بندوں کو دھمکی دے کر گیٹ بھی کھلوا چکی ہو گی مگر محترمہ نے مجھے مایوس کیا تتت۔"

سکندر کے بات وہ گھوم کر بندوق کی نال اس کے سینے پی تان کر اسے پیچھے کیا۔

"میرے سے دور رہ کر بات کرو۔اور گیٹ کھلواو۔"

اب ہاتھوں سے بیچاری تھوڑی سمجھا سکتی تھی۔آنکھوں سے کام چلنا تھا۔سکندر کو اس کی بات سمجھ آگئی تھی مگر معصومیت سے تکتے ہوئے بولا۔

"مجھے آپ کی بات بالکل سمجھ نہیں آئی زوجہ آپ کیا کہہ رہی تھیں؟"

رمشا کا دل کیا ٹریگر دبا کر اس میں موجود ساری گولیاں اس کے سینے کے اندر اُتار دے۔وہ ابھی کچھ کہنے والی تھی کہ کتے کے ایک دم بھوکنے پر وہ اچھلی اور اس کے ہاتھ سے بندوق چھوٹ کر سیدھا اس کے پیروں پہ جا کر لگی۔ایک دم اس کے منہ سے چیخ نکلی۔سکندر نے حیرت سے اس کی نکلتی چیخ کو دیکھا مگر رمشا کو اس وقت ہوش نہیں تھا۔اس کی آنکھوں میں بے ساختہ پانی نکلا تھا اور اس نے اپنے پیروں کی طرف جھک کر ہلکہ سا کہرائی بھی تھی۔۔سکندر مزید اس کی آواز پہ غور کرتا اس نے تیزی سے رمشا کو اپنے بازوں میں اُٹھالیا۔اس کی چیخ پر فوراً کتے بھونکتے ہوئے اس طرف آئے تھے۔مختلف کتوں کی بھوکنے کی آواز پر رمشا درد بھلا کر فوراڈر کر سکندر کا گیربان تھام چکی تھی۔اور اپنی آنکھیں زور سے بند کر لی تھیں۔

سکندر کو ایک دم اس کے انداز پہ ہنسی آئی۔

"یار بہت ہی زیادہ مایوس کیا آپ نے مجھے!!! اتنی ڈرپوک اتنی نازک خیر قسم سے مذاق نہیں اُڑاوں گی تمھیں دیکھ کر مجھے ایک گانا یاد آیا تو میں وہی گاوں گا۔۔۔

"جانم دیکھ لو

مٹ گئی دوریاں

میں یہاں ہوں

یہاں ہوں

یہاں ہوں

یہاں!!

کیسی سرحدیں

کیسی مجبوریاں

میں یہاں ہوں

یہاں ہوں

یہاں ہوں۔۔۔

یہاں۔۔۔"

جتناوہ دلکش تھااس کی آواز میں اتنی ہی دلکشی تھی۔رمشاایک دم ٹھہر سی گئی تھی۔اس کا گیر بان تھامے اس نے اپنی نگاہیں اس کی طرف اُٹھائیں تھیں جو ناک کی سیدھ میں چلتے ہوئے اوپر اسے لے کر جارہا تھا۔وہ اب سیٹی پہ دھن بجاتے ہوئے دروازہ ہینڈل سے کھول رہا تھا۔اس نے گانا بیچ میں کیوں چھوڑ دیا۔۔اتنا اچھا تو گارہا تھا۔رمشا درد' ڈر سب بھول گئی تھی ۔وہ اب کمرے میں داخل ہو چکے تھے اور سکندر نے اسے بستر پہ بٹھا کر اس کے پیروں کا جائزہ لیا جبکہ وہ ایک ٹرانس کی کیفیت میں اسے تک رہی تھی۔اس کے پاؤں صرف سُرخ ہوئے تھے۔چوٹ نہیں لگی تھی۔

"نیل کل صبح تک پڑے جائیں گے۔اس کا تو کچھ نہیں کر سکتا ہاں البتہ گرم کپڑا تمھارے پیر پہ باندھ دوں۔تاکہ درد نہ ہو تمھیں ٹھیک ہے؟"

اس نے کہتے ہوئے رمشا سے پوچھا جو اسے دیکھ رہی تھی مگر وہ کسی اور دُنیا میں پہنچی ہوئی تھی۔سکندر نے انٹر کام سائڈ ٹیبل پہ پڑا اُٹھا کر ملازمہ کو چند ہدائیت دی پھر بند کر کے اسے دیکھا۔جو ابھی تک خاموشی سے اس کے ہاتھ تک رہی تھی۔

"آئی نو میرے ہاتھ بڑے پیارے ہیں۔تمھارے ہی ہیں پکڑ سکتی ہو انھیں۔"

اس کے شرارت سے کہنے پر رمشا کا ٹرانس ٹوٹا تھا اور اس کی بات پہ غور کرتے اس نے اسے گھور کر اپنے پاؤں پیچھے کیے۔

"تیس مار خان بنے چلی تھی اب کیسی بھیگی بلی بنی ہو کس نے کہا تھا اتنی بھاری بندوق پکڑنے کو مجھے کہہ دیتی مجھے اپنے گن دو۔ میں خاموشی سے دے دیتا تمھیں۔"

"بالکل کتنی خاموشی سے دیتے تم اس بات کا اچھی طرح اندازہ تھا مجھے۔"

"بی پی تو نہیں لو ہو رہا اکثر اس طرح بڑی زور سے لگنے سے چکر آ جاتے ہیں۔"

"ہاں اس طرح تم میرے سامنے بیٹھے رہے تو ضرور ہو جائے گا بی پی میرا لو۔"

خود سے کہتے وہ اس کی طرف سے رُخ موڑ چکی تھی۔

"ایک تو بندے نے مدد کی میڈم تھینک یو کہنے کے بجائے ایسے نخرے دکھا کر رُخ موڑ رہی ہیں۔ بھلائی کا تو زمانہ ہی نہیں ہے بھئی۔"

بھلائی کرے وہ بھی سکندر حدید عالم واٹ آ جوک۔

"اوپر سے میں نے گانا بھی ایک پتھر لڑکی پہ ضائع کیا۔ مجال ہے جو میری طرف دیکھ کر تعریف ہی کر دیتی چلو وہ نہیں کر سکتی تھی تو پیار ہی کر دیتی۔ اس وقت حنان مجھے یہ سب کرتے ہوئے دیکھتا تو لازمی اس نے بیہوش ہو جانا تھا۔ دیکھو کیا کیا مجھ سے کروا رہی ہو تم۔"

رمشا نے تیزی سے حیرت سے منہ کھولے اپنا سر اس کی طرف گھمایا۔ جو بالکل ایک شکایتی بچے کی طرح منہ بسورے اسے دیکھ رہا تھا۔

"میں کروا رہی ہوں!!! یہ سب ہاں سارا الزام مجھے پر لگا دو۔ مجھے کیڈنیپ بھی تم نے میرے کہنے پہ کیا تھا۔ یہ بھی بول دو ساری کسر پوری کر لی یہ بات کیوں رہنے دی۔"

اس نے تیزی سے ہاتھ ہلاتے ہوئے اپنے بھڑاس نکالی سکندر کو بالکل اس کی بات پلے نہیں پڑی۔ اس سے پہلے وہ کچھ کہتا دروازے پہ پڑنی والی دستک پہ اس نے رمشا کو گھورتے ہوئے دستک دینے والے کو اندر آنے کا کہا۔ ملازمہ نے ٹرے سائڈ ٹیبل پہ رکھی۔ جس میں صاف سا کپڑا پلیٹ میں پڑا ہوا تھا۔ اس کے ساتھ دودھ کا گلاس اور فروٹ کی پلیٹ بھی موجود تھی۔

"ٹھیک ہے جاو۔"

ملازمہ سر کو خم کرتے ہوئے دروازہ بند کر کے چلی گئی۔

"اب لڑنا بعد میں یہ دودھ پیو تب تک میں کپڑا تمھارے پیروں میں باندھنے لگا ہوں۔"

اس نے گلاس رمشا کو تھما کر کپڑا اُٹھانے لگا کہ رمشا نے تیزی سے اس کی کلائی پکڑ کر اسے روکا۔ جو بھی تھا وہ کبھی مر کر سکندر سے یہ کام نہیں کروا سکتی تھی۔

"کیا ہوا؟ پلیز رمشا بعد میں لڑنا۔۔۔"

اس نے اس کی بات پر سر زور سے نفی میں ہلاتے ہوئے سمجھایا کہ وہ خود باندھ لے گی۔

"دماغ خراب ہے اس لڑکی کا۔۔۔"

وہ اتنا کہہ کر اس کی بات ان سنی کرتا کپڑا اُٹھا کر اس کا پیر کھینچ کر تیزی سے کپڑا باندھنے لگا۔

رمشا نے ہلکہ سا سسک پڑی مگر اندر اُٹھاتے درد کو اس نے اپنے اندر ہی دبا لیا تھا۔

"تم سے بحث کے چکروں میں آدھا گھنٹہ اسی کاموں میں لگ جانا تھا اب دودھ ختم کرتی ہو یا میں زبردستی پلاؤں۔"

"میں بچی نہیں ہوں۔" اس کے اشارے پہ وہ آنکھیں سکیڑتے ہوئے بولا۔

"حرکتیں تو بچوں والی ہیں آپ کی۔"

رمشا نے جان چھڑانے والے انداز میں پورا دودھ پی کر ٹرے پہ پھٹک کر منہ صاف کرتے ہوئے ہاتھ جوڑے کے اب اس کی جان چھوڑ دی جائے کا اشارہ صاف صاف دیا۔ وہ کہنے بستر پہ رکھ کر تھوڑا سا پھیل کر بیٹھتے ہوئے بولا۔

"میرا کمرہ کافی ٹھنڈا ہے۔"

"تو جلا ڈالو گرم ہو جائے گا۔" اس کے انداز پر سکندر اپنے قہقے پہ قابو نہ رکھ سکا تھا۔

"اُف یار تم بولتی کیوں نہیں ہو ویسے بولنے لگ گئی تو میرے معیدے نے فوت ہو جانا تھا۔"

اسے دیکھا تو مسکرا کر بولا۔

"مطلب ہنس ہنس کے۔۔۔ بڑے مزے کی چیز ہو تم فل انٹرٹینمنٹ پیکج۔۔۔"

"میں سوچتا ہوں کسی ایک ڈاکٹر سے بات کروں تم ویسے چیخی تھی۔ مطلب کے پیدائشی معاملہ نہیں لگ رہا۔"

اس کی بات رمشا فریز ہو گئی۔۔ یہ کیا کہہ رہا ہے کہی اسے پتا تو نہیں کہ میں بول سکتی ہوں۔ بس مجھ سے اگلوانے کے لئے بن رہا ہو۔

"حادثہ ہوا تھا؟ یا کسی ٹروما کی وجہ سے بول نہیں سکتی تم؟"

وہ کیوں اس کے زخموں کو چھیڑ رہا ہے۔ یہ بات ضرور آج ہی کرنی تھی اس نے۔

"کیونکہ جہاں تک مجھے لگتا ہے کہ یہ ٹروما والا سین لگ رہا۔ تم بول سکتی ہو مگر بول نہیں سکتی۔۔۔ ایسا۔۔۔۔"

ایک دم بولتے بولتے اسے بھی کوئی بات یاد آئی تھی اور وہ بھی ایک دم چُپ ہو گیا تھا۔ چہرہ اس بات کو سوچ کر عجیب سا ہو گیا تھا۔

"خیر دیکھتے ہیں تو میں کیا کہہ رہا تھا۔"

"تم کیا کیا نہیں کہتے پلیز میں سونا چاہتی ہوں جاؤں تم یہاں۔"

رمشا اسے سمجھا کر بیڈ کے دوسرے سائڈ پہ ہوتی کمبل اُٹھا کر لیٹ گئی۔

سکندر نے اسے دیکھا تو گہرا سانس کے کر اُٹھ گیا اور اس کی طرف آ کر کمبل اچھی طرح درست کیا۔ رمشا نے کمبل جھٹک کر اپنے منہ تک تان لیا۔

"میں یہاں نہ سو جاوں؟"

اس کے شرارت سے کہنے پر رمشا نے کوئی رسپونس نہیں دیا تھا۔

"تمھاری اس خاموشی کو میں ہاں سمجھوں؟"

جب اس نے اس بار بھی کوئی رسپانس نہیں دیا تو سکندر ہنس کر جھک کر اس کر سر چوم کر لائٹ آف کر کے باہر چلا گیا۔

"واو یہ تو بہت پیارا ہے!! اُف اُف ساری لڑکیوں نے جیلس ہو جانا ہے۔ فاخرہ مائی یہ رنگ تو تصویر سے بھی زیادہ کھلا ہوا ہے۔" بخت لہنگے کو پکڑے اپنے آپ کو آئینے میں دیکھتی تو کبھی مسکرا رہی تھی' ' کبھی گھوم کر اپنے آپ کو دیکھ رہی تھی۔ تو کبھی شرم سے آنکھیں جھکا کر خود کو دیکھتی۔ اسے سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ آخر کیسے ردعمل دکھائی۔

"ہونہہ ہماری بخت ہے ہی سوہنی اسے پہ تو عام سے کپڑے بھی ایسے جچتے ہیں جس طرح یہ مہنگے مونگے کپڑے چار چاند لگا رہے ہیں۔ ویسے پُتر سکندر بچے کا خرچہ کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ میں ایسا بالکل ڈٹو بنا وا دیتی۔"

وہ بخت کے کپڑوں کو استری کرتے ہوئے' اسے دیکھ کر بڑی نرمی سے بولی تھی۔ بخت نے ان کی بات پر بے ساختہ آنکھیں گھمائیں۔

"ڈٹو تو بنا لیتی مائی مگر ہاتھوں کی صفائی جو اس کام میں ہوئی ہے اس میں مار کھا جاتی آپ۔ اوپر سے آپ نے میرا بلاوز کھلا کر دینا تھا۔ دوپٹہ کو نیٹ کے بجائے شیفون کا کر دینا تھا کہ نیٹ میں گرمی زیادہ لگے گی نہ بابا نہ آزما کے دیکھ چکی ہوں جو بات اصلی میں ہے وہ کاپی میں نہیں ہے اللہ یہ تو بہت ہی زیادہ پیارا ہے کہیں مجھے نظر نہ لگ جائے۔"

دوپٹے کو اپنے پورے جسم میں لپیٹ کر اپنے آپ سے بولتے اسے اچانک رمشا کا خیال آیا۔ اسے سوچ کر اس نے فوراً اپنے سر پہ ہاتھ مارا۔

"لو اپنے پارسل کی خوشی میں تو آج آپی کو بھی بھول گئی میں۔ ویسے عجیب بات ہے بارہ بج رہے ہیں اور وہ ابھی تک میرے کمرے میں نہیں آئی۔ کہیں پھر سے منہ سر باندھ کے کمرے میں لیٹ کر ماما سے بائی کاٹ نہ کر رہی ہو! یار ناٹ آگین۔ میں بھی اتنی معصوم سی لڑکی سے کیا کروا رہی ہوں فاخرہ مائی کہیں وہ بیچاری ایک دن بھاگ ہی نہ جائے۔"

"پتّر ایک بات کہوں۔" فاخرہ مائی نے استری سٹینڈ پہ رکھتے ہوئے اسے سنجیدگی سے دیکھا جس پر بخت نے گردن ان کی طرف موڑ کر سر اثبات میں ہلایا۔ "تمھارے ماما نے ٹھیک نہیں کیا۔ مجھے سمجھ نہیں آتی وہ ایسا نہیں تھا بلکہ اس طرح کے کام کرنے والے لوگوں سے نفرت کرتا تھا تو یہ اتنی بڑی خطا جسے وہ سمجھتا تھا کیسے سرزد ہو گئی اور وہ اس پر کہیں سے بھی شرمندہ نہیں دکھائی دے رہا۔"

"ماما نے غلطی کی ہے مائی مگر (لہنگے کو ڈبے میں رکھتے ہوئے بستر پہ بیٹھ کر اپنی پونی کھولتے ہوئے پھر سے بال باندھتے ہوئے بولی) انھوں نے اس غلطی کو گناہ میں تبدیل ہونے نہیں دیا۔ وہ مانتے ہیں انھوں نے صحیح نہیں کیا مگر وہ بے بس ہو گئے تھے میرے سامنے تو کیا اپنے آپ کے سامنے بھی نہیں مانے گے کہ انھیں رمشا سے عشق ہو گیا ہے۔ وہ کہتے رہے گے انھیں وہ اچھی لگتی ہے۔ دل کو بھاتی ہے۔ کبھی کبھی بُری لگتی ہے مگر اسے چھوڑ نہیں سکتے۔

کسی کو ماما کیڈ نیپ نہیں کر سکتے اور جس کیا ہے وہ ان کی پہلی اور آخری واردات تھی اور وہ ان کی پسند نہیں تھی وہ ان کی بے بسی تھی۔"

"بخت یہ تو ہی ہے نا؟ توبہ توبہ اتنی وڈی وڈی باتیں کرنے لگ جاتی ہے میرے دل میں ہول اُٹھتے ہیں نہ کیا کر پُتر ایسی باتیں۔"

فاخرہ مائی کو جھری جھری آئی۔

"توبہ مائی آپ ایسے بات کر رہی ہیں جیسے میں مرنے مرانے کی بات کی ہو اپنی ویز میں چلی یہ آپی کو دکھانے آپ اب بس کریں پورے سال کے کپڑے استری کریں گی کیا؟"

"یااللہ اس لڑکی کو کم بولنے کی توفیق دے کچھ بھی بولتی ہے فضول بولتی ہے۔"

بخت مزے سے مسکراتے باہر کی طرف نکل پڑی۔

....

"وہ لوگ مال دینے سے انکار کر رہے ہیں بھا! میں نے انھیں سمجھایا کہ ڈیل کرنے سے پہلے بھانے کہا تھا کہ ہزار دفعہ سوچ لو اگر ایک دفعہ یہ ڈیل سائن ہو گئی تو پیچھے ہٹنے کے راستے بند ہو جائے گے مگر تم لوگ فوراً مان گئے تھے اور اب کیوں اپنی جان سولی پہ لٹکانا چاہتے ہو۔"

سکندر گھوڑے کی پشت پہ ہاتھ پھیر کر اس کی بات پہ مڑا تھا اور اپنے دونوں بازوں پشت پہ لے کر جا کے مسکرایا تھا۔

"بیچاروں کو موت سے زیادہ عزت خراب ہو جانے کا خوف آ گیا ہے سیٹھ صاحب انھیں پتا ہے کہ میں انھیں مار سکتا ہوں مگر ان کی عزت میں ذرا سی آنچ نہیں آنے دوں گا۔ آپ کو تو پتا ہے کہ میں kill اینڈ ریسپیکٹ پہ کتنا یقین رکھتا ہوں۔ وہ کہتے ہے نا دیکھ مگر پیار سے مگر میں کہتا ہوں مار مگر عزت سے۔" مزے سے بولتے ہوئے ساتھ ہی اس نے قہقہ لگایا اور کالے گھوڑے کو دیکھ کر اس کی پشت تھپکتے ہوئے بولا۔" ہمیں یہ پسند آیا ہم نے تحفہ قبول کیا آپ کا۔" کیا لہجہ تھا۔ واقعی اسے لوگ سکندر اعظم کہتے تھے تو غلط نہیں کہتے تھے۔

"میں مان نہیں سکتا بھا موت کے آگے تو کوئی چیز اہم نہیں ہوتی۔"

سیٹھ نفی میں سر ہلاتے ہوئے کہہ کر اپنی گھنی مونچھوں پہ ہاتھ پھیرنے لگا پھر اپنی خشک لبوں پہ زبان پھیرتا وہ سکندر کو دیکھنے لگا جو مسکرائے جا رہا تھا وہ مسکرا کیوں رہا تھا؟

"سیٹھ میرے بھائی ماں' بہن بھی کوئی نام کی چیز ہوتی ہے دی ہو گی کسی مائی کی لال نے انھیں۔انھیں کی دھمکی۔انھوں نے کہا بھانے تو مار دینا مگر انھوں نے ذلیل کر کے مارنا ہے۔انھوں نے صرف مرنے کو ترجیع دی۔"

"پھر آپ کیا کریں گے ؟"

"میں کیا کروں گا؟ہمم سوچنے والی بات ہے۔"

اس نے اپنی داڑھی پہ ہاتھ پھیرتے ہوئے تھوڑا سا رُک کر کہا۔

"میں کچھ نہیں کروں گا۔اچھی سی چائے پیوں گا یار سیٹھ جب سے آیا ہوں کچھ پوچھا نہیں تم نے۔"

اس کی بات سیٹھ جنید بوکھلا گیا۔

"بھا آتے ساتھ ہی پوچھا تھا۔۔"اس کی بات پہ سکندر نے ہاتھ اُٹھا لیا۔

"بس گھبراؤ نہیں تمھارا کام ہو جائے گا۔"

اب کی بات سیٹھ پر سکون ہو گیا۔

"جی آئے بھا۔"

وہ اس کے ساتھ چلنے لگا کہ اس کی جیب میں موجود فون بز ہونے لگا۔سکندر نے فون جیب سے نکال کر دیکھا تو کھل کر مسکراتے ہوئے فون اُٹھایا۔

"کیسے ہیں بھائی صاحب گزار لی چھٹیاں واپسی کا کوئی ارادہ بھی ہے کہ نہیں؟"

"اپنی یہ بدتمیزیاں کم کریں آپ اور کام پہ آئے میں تو ان چھوٹی موٹی میٹنگ سے تنگ آگیا ہوں تم آو یار۔"

"ہاں ہاں کر لینا اب آو جلدی تمھیں کسی سے ملوانا ہے ابے نہیں اب بحث مت کرو فوراً ٹکٹ بک کرواو اور یہاں پہنچو اوکے اوکے اللہ حافظ۔"

ایک دم وہ جانے لگا جب اس کے خیال نے اس کے قدم روک دیے۔کچھ سوچ کر اس نے گھر فون ملایا۔

"ہیلو! بھا بول رہا ہوں بیگم صاحبہ کمرے میں ہیں؟"

"باہر لان میں کیا کر رہی ہے ؟(ایک دم اس کے ماتھے پہ اس کی بات پہ بل آئے) نہیں اسے اُٹھاو مت بیٹھی رہی ایک کام کرو اس طرف کسی بندے کو آنے مت دینا میں بتارہا ہوں جاوید وہ ڈسٹرب نہ ہو۔ کھانے کا پوچھو طبیعت ٹھیک نہیں ہے اس کی۔ پونسٹون فورٹ دینا لگی تھی اس کے پیروں میں۔ شام تک آوں گا او کے او کے اللہ حافظ۔"

oooooooooooooooooo

"لو پورا گھر چھان مارا اور آپ یہاں بیٹھی ہیں۔ ہائے اللہ آپ کے پیروں کو کیا ہوا ہے ؟"

رمشا سوچ میں گُم ایک دم اس کی بات پہ گردن موڑ کر دیکھنے لگی جو تیزی سے ڈبہ سامنے ٹیبل پہ رکھ کر اس کے پیر کی طرف جھکی ہوئی تھی جہاں ابھی تک پٹی لگی ہوئی تھی۔

"آپ کو لگی کیسے گاڈ اگر ماما کو پتا چلنا ہے تو سب کے ساتھ ساتھ میری شامت بھی آئے گی۔"

اسی کی وجہ سے تو سب کچھ ہوا ہے۔ وہ کیا سب کی شامت دلائے گا۔

آنکھیں مخصوص انداز میں گھماتے ہوئے 'وہ اس کا ہاتھ پکڑتے ہوئے اسے اُٹھایا اور اس کے گال کو پیار سے چھو کر اسے اپنے ساتھ بیٹھنے کا کہا بتانے کا مقصد تھا وہ بالکل ٹھیک ہے۔

"لگی کیسے بتائیں مجھے ؟ آپ نے جس طرح کپڑا باندھا ہے لگتا ہے بہت گہری چوٹ آئی ہے۔"

نہیں لگی چوٹ چندار یلکیس !!!

رمشا نے اس کے ہاتھوں کو ہولے سے تھپک کر اشارہ کیا کہ وہ ٹھیک ہے۔

"پھر ایسی شو قیا باندھا ہے۔ دودھ لاوں آپ کے لئے ! میڈسن وغیرہ آپ تو کسی کو کہہ بھی نہیں سکتی دیکھنا ابھی سب کی میں شامت لاتی ہوں۔"

"میم آپ کے لئے میڈسن ! سر نے کہا کچھ کھا کر میڈسن لیں۔"

ایک دم جاوید کی آمد پر بخت کی بات ادھوری رہ گئی۔

"جاوید بھائی کہاں تھے آپ ؟ اور مجھے بتائیں یہ آپی کو کیسے پاوں پہ لگی۔ آپ سب غائب دماغی میں گھر میں گھومتے رہتے ہیں۔ خدانخواستہ انھیں کچھ ہو جاتا پھر ہمارا کیا ہوتا سر یعنی ماما کو پتا ہے کہ انھیں لگی ہے کہاں ہیں زرا یہ آرام سے باہر گھوم رہے ہیں اور انھیں آپی کا خیال نہیں نکاح کی پڑی تھی بس وہ ہو گیا اب کوئی پرواہ نہیں۔"

خفگی سے کہتے ہوئے اس نے اُٹھ کر چھوٹی سی ٹرے جاوید سے لی۔ رمشا کو مسرت امیز اُداسی نے آگھیر لیا۔

"ہاے یہ صرف جوس کا گلاس اور دوائی لے آئے آپ زرا جوس پیے دوائی کو ہاتھ مت لگائیے گا میں کچھ کھانے کو لے کر آتی ہوں۔"

رمشا سر نفی میں ہلا کر اس کا ہاتھ پکڑ کر روکنے لگی کہ بخت اس کو نظر انداز کرتی تیزی سے گھر کے اندرونی حصے کی طرف بڑھی۔ جاوید زیادہ دیر رمشا کے پاس کھڑا ہو نہیں سکتا تھا۔ اسے بھی رمشا کے ارد گرد موجود ہونے کی اجازت نہیں تھی (یونو پوزیسو فریک ہسبنڈ)۔ خاموشی سے مڑ گیا اور رمشا نے جوس کو دیکھا اور پھر پرچ میں موجود گولی کو۔

"رمشا کوئی بحث نہیں۔"

"چلو شاباش۔ جلدی سے دودھ پیو۔"

"تم فل انٹرٹینمنٹ پیکج ہو۔"

"سیوٹ ہارٹ گر جائے گا۔"

"تمھیں دیکھ کے مجھے ایک گانا میرے ذہن میں آیا ہے۔"

پچھلے رات کے گزرتے ہوے واقعے بار بار آنکھوں اور کانوں کو بالکل اس کے وجود کی طرح اسے تنگ کر رہے تھے۔ وہ اس وقت گھر میں موجود نہ ہوتے ہوے بھی موجود تھا۔ ایک عجیب سی بے کلی اس کے دل میں پیدا ہوتی جا رہی تھی۔ وہ سکندر سے چڑنا چاہتی تھی۔ اس سے نفرت کرنا چاہتی تھی مگر جو دل کی ایک ایک دھڑکن اس کے نام پہ دھڑکتی تھی اسے کیسے سمجھاتی۔ وہ بہت ضدی تھا اتنا کہ سکندر کا ہی رشتیدار معلوم ہو رہا تھا۔ وہ اچھا تھا اور بُرا بھی۔ اسے جینٹل مین سنر بولا جائے تو غلط نہ ہو گا۔ جینٹل طریقے سے سب اپنے مطلب کے کام کر لیتا تھا جائز بھی اور ناجائز بھی۔ اسے کی بُرائی سے زیادہ رمشا کو اس کی اچھائی تپا رہی تھی۔ وہ اتنا اچھا کیوں ہے اس کے ساتھ پھر اسی پل وہ اتنا بُرا کیوں ہیں اس کے ساتھ۔ اسی کو سوچتے سوچتے نجانے کتنے پل بیت گئے تھے کہ کسی نے چٹکی بجائی رمشا نے دیکھا سکندر کالی شلوار قیمض میں ملبوس آنکھوں میں سُن گلاسس لگائے' بیرڈ ہینڈ سمنس لگ رہا تھا۔ دماغ میں اس وقت یہی الفاظ سوجے تھے اسے۔

"کیا ہوا اتنی محبت سے کیوں دیکھ رہی ہو؟ مجھے غلط فہمی میں مبتلا کرتی ہیں یہ آنکھیں۔ لڑکی جلد وضاحت دیا کرو ورنہ ایک دن ان نگاہوں نے بُری طرح گاہل کر کے مار دینا ہے۔"

"اللہ نہ کرے۔"

منہ سے بے ساختہ نکلا تھا مگر شاید سکندر کو سُنائی نہیں دیا تھا وہ اسے دیکھتا رہا پھر گھٹنے کے بل بیٹھتا اس کا ہاتھ تھامنے لگا۔

آنکھوں سے چشمہ اس نے نہیں اُتارا تھا۔

"ایک بات مانو گی میری۔"

اس کی انگھوٹی والے ہاتھ کو اپنے ہاتھوں میں لیتے وہ بیحد سنیجدگی سے بولا تھا۔ رمشا کو اس کی آنکھوں کی گرمی محسوس کرنی تھی۔ اس کی نظریں خود پہ محسوس کرنی تھی۔ ہاتھ بار بار اس چشمے کی دیوار کو ہٹانے کے لئے بیتاب تھے مگر وہ سوائے سر جھکانے کے کچھ کر نہیں سکی۔ ہاتھ اس کی گرفت سے نکالنے کی تھوڑی سی کوشش کی تھی پھر اچانک ہی ہمت ہار کر اس کے کچھ کہنے کی منتظر بیٹھی تھی۔

"بولتی نہیں ہو تو پاگل کرتی ہو بولو گی تو کیا کرو گی اکثر یہ سوچتا ہوں"

اس کے گھمبیر لہجے پہ وہ بلش کر گئی۔ (بیچاری کو خود نہیں پتا تھا وہ رتی لال ہو چکی ہے) آنکھیں جھکی ہوئی تھیں مگر وہ اسے اپنے بالکل قریب محسوس کر رہی تھی۔ اب تو دل حد سے بے قابو ہوتا جا رہا تھا۔ کیا کرے گا زیادہ قریب آیا تو تھپڑ لگا دے گی اب زیادہ بھی فری نہیں کرنا بھئی۔

"اپنے ان خوبصورت ہونٹوں کو زرا سی جنبش دے کر میری نام پکارنے کی کوشش کرو۔ چھوٹی سی آخری خواہش میری پوری کرو گی نا؟"

وہ اس کے کانوں میں سر گوشی کرتا بولا۔ اس کی اس بات پر رمشا اپنا ہاتھ چھڑوا کر ایک تھپڑ زور لگا دیتی مگر آخری خواہش پر اس کا دل کانپ گیا۔ آخری خواہش یہ کیا کہہ رہا ہے؟

رمشا نے اب کی بار سر اُٹھایا تھا اور اسے دیکھا تھا جو بالکل سنجیدگی سے اس کی طرف دیکھ رہا تھا۔ اس نے چشمہ ابھی بھی پہنا تھا مگر اسے پتا چل گیا تھا کہ وہ کن نظروں سے اسے تک رہا تھا۔ سکندر اس کے تاثرات بھانپ گیا تھا چہرے پہ دھیمی مسکراہٹ لاتے ہوئے انگلی سے اس کے ہونٹوں کو چھوا۔ پھر گال پھر آنکھیں۔

"لگتا ہے تمھاری آواز کا دیدار نہیں کر سکوں گا۔"

اس کے دل نے کہا کیوں نہیں کر سکو گے۔ کہاں جا رہے ہو؟

"چاہتا ہوں جانے سے پہلے تمھاری منہ سے اپنا نام سُن لوں اس کے بعد کچھ نہیں چاہیے۔"

یہ کیا کہہ رہا تھا اتنی سی بات۔ وہ بولے تو ہزار دفعہ ہر ایک بیٹ پہ اس کا نام لے گی مگر تھوڑے عرصے کے لئے سزا کا تو حق دار تھا ناوہ۔ اتنی جلدی ہمت کیوں ہار گیا۔ رمشا سے رہا نہیں گیا اس نے سکندر کا ہاتھ تھام لیا۔

"واو میڈم آپ کے پاس ہوتا ہوں تو بھاگتی ہیں اب جا رہا ہوں تم سے دور تو ہاتھ پکڑ لیا۔"

اس کی بہکی بہکی باتوں سے رمشا کا سر چکرا رہا تھا۔

"کدھر جا رہے ہو؟(نگاہوں نے کہا)

"تم سے بہت دور تمھارے لئے اس دُنیا کو چھوڑنے کو تیار ہوں بلکہ اب تو تمھارے بھلے کے لئے جا بھی رہا ہوں۔"

"سکندر!! "

ایک دم چیختے ہوئے اس کی آنکھ کھلی اور وہ تیزی سے بستر سے اُٹھی۔ لمبی لمبی سانس لے کر اس نے اپنے پسینے سے بھرے ہاتھ سے اپنا سر تھاما۔ اس کا دل بہت تیزی سے دھڑک رہا تھا۔ دھڑک کہاں رہا تھا بلکہ کانپ رہا تھا۔ سکندر سکندر کہاں ہیں کہی وہ واقعی نہیں چلا گیا۔ ایک منٹ ابھی تو وہ لان کی چیر پہ بیٹھی ہوئی تھی بستر پہ کیسے آ گئی۔ ابھی تو سکندر آیا تھا اچھا بھلا چھیڑ رہا تھا اسے پھر موت کی باتیں چھوڑنے کی باتیں۔

دروازہ کھول کر کوئی اندر آیا تھا اور اسے دیکھ کر سکون بھرا سانس لیتا بولا۔

"تھینک گاڈ میری تو جان نکل گئی تھی سویٹ ہارٹ تم نے تو میری جان نکال دی تھی۔ ٹھیک ہو؟"

وہ اپنی خوف میں گم تھی کہ کسی کے پریشانی زدہ الفاظ اور دو مضبوط بازوں نے اسے اپنے حلقے میں لیتے ہوئے بھی اس کے خوف اور سکت کو نہ توڑ سکا۔

"رمشا ٹھیک ہو؟ تمھارا جسم کیوں ٹھنڈا لگ رہا ہے اِدھر دیکھو میری طرف۔"

مگر وہ دیکھ نہیں رہی تھی آنکھوں میں بار بار اس کا مردہ جسم آ رہا تھا حالانکہ خواب میں نہیں آیا تھا شاید خواب تھا یا حقیقت پتا نہیں کیا تھا مگر اب آ رہا تھا آنکھوں کے سامنے ہر طرف پھولوں کے پتے' اگربتیاں' تسبی کے دانوں کو چھوتے ہزاروں ہاتھ' سفید کفن بے رنگ کپڑے پھر جو اس کی چیخ نکلی کہ کوئی حد نہیں۔ چیخ کے علاوہ تو زبان نے باقی لفظ توڑ

کے رکھ دیے تھے وہ بس سکندر کے سینے میں منہ دیے پھوٹ پھوٹ کے رونا شروع ہو گئی تھی۔ سکندر ایک دم اس کی اس حالت پہ پریشان ہو گیا۔

"رمشا میری طرف دیکھو ہوا کیا ہے اِدھر میری طرف آنکھیں اُٹھاؤ کیا ہوا درد ہو رہے ہیں پاؤں میں یا زبان کا مسئلہ بتاؤ تو سہی ہوا کیا ہے ایک تو سر نہیں اُٹھا رہی (وہ اس کا سر اُٹھا رہا تھا مگر اس نے قسم کھائی ہوئی تھی اس کے سینے سے ایک انچ بھی ہٹے)

رمشا بے بی گرل بتاؤ یار کسی نے تنگ کیا ہے بتاؤ مجھے سب کو آگ لگا دوں گا۔ چھوڑوں گا نہیں آئی پرامس۔ اچھا چُپ تو ہو۔ فاخرہ مائی!!!! زوہیر!! جاوید!!! "

ایک ایک کو دھاڑ کر پکارنے لگا اور اس کی دھاڑ پر رمشا کا روتا مچلتا وجود ساکت ہو گیا وہ زندہ ہے؟ اس کا سکندر زندہ مگر وہ تو چلا گیا تھا بنا اپنی زیادتیوں کی معافی مانگے وہ مغرور سا شخص اس دُنیا سے رُخصت ہو گیا تھا۔ اس کا سر بُری طرح دکھ رہا تھا وہ ایک بار پھر رونا شروع ہو گئی تھی امی ابو بھی کہی دکھائی نہیں دے رہے تھے۔ عینہ' حداد ماموں' شزا' نانو۔ کوئی بھی نہیں تھا تو یہ کون تھا جو اسے کو رونے کے لئے اپنا سینہ فراہم کر رہا تھا۔

"امی ابو میرے پاس آجائے پلیز کیوں مجھے بھول گئے ہیں پلیز آجائے۔"

اس کا دل سسک رہا تھا۔ وہ خود کو بالکل اکیلا محسوس کر رہی تھی۔

"کیا ہوا ہے کیوں رو رہی ہے یہ مجھے اس کی بیہوشگی کی اطلاع دے کر کہاں سے سب دفعان ہو گئے کوئی عام بندی نہیں ہے بیوی ہے میری!!! میری بیوی کا خیال نہیں رکھ سکتے!! اور بتاؤ ایک دم سے کیوں بے ہوش ہو گئی ٹھیک ٹھاک تھی اور جاوید تم تو تسلی دے رہے تھے۔"

"سر آپ نے۔۔۔۔" مگر سکندر نے درشتی سے اس کی بات کاٹی۔

"خاموش!! مجھے وجہ بتاؤ اس کو کسی نے کچھ کہا تو نہیں اگر جھوٹ کسی نے بھی بولا تو سر کاٹ کے کچرے میں پھینک دوں گا۔"

"پپپ پتا نہیں سر مم میں نے دیکھا وہ کِک کرسی پہ لڑھک۔"

"میں نے جو پوچھا ہے اس کا جواب چاہیے یہ سب سُن چکا ہوں۔ مجھے بتاؤ کوئی آیا تھا کیا اس کے پاس۔"

اب کی بار وہ چیخا تھا اس کے چیخنے سے رمشا ڈر کر چُپ ہو گئی تھی۔

"سکندر پُتر قسم سے بخت بی بی ساتھ تھی ان کے ٹھیک ٹھاک چنگی تھی اچانک چہرہ سفید ہو گیا ان کا پھر بس آپ کو فوراً کال کی اگر ایسی بات ہوتی تو قسم سے میرا رب گواہ ہے ہم سب جھوٹ نہ بولتے۔"

سکندر خاموشی سے ان کی بات سُن کر رمشا کے بال سہلانے لگا جو اپنی آنکھیں بند کر چکی تھیں۔

"ٹھیک ہے مائی جائے رمشا کے کھانے کے لئے کچھ لائے اور تم دونوں دفع ہو جاو یہاں سے نہ ڈاکٹر کو بلایا 'نہ اس کا دھیان رکھوایا کسی کام کے نہیں ہو تم لوگ۔ نکل جاو اس وقت۔"

فاخرہ مائی سے نرمی سے بات کر کے اس نے زوہیر اور جاوید کو سخت سُنائی وہ تو جیسے منتظر تھے کہ وہ انھیں دفعان ہونے کا سندیسہ دے جو کہ مل چکا تھا اور وہ غائب!

فاخرہ مائی سر ہلا کر چل پڑی تھی۔

سکندر نے اسے دیکھا پھر اسے اُٹھا کر اپنے ایک ٹانگ پہ بیٹھا کر اس کی پشت پہ ہلکی سی تھپکی دی۔

"وائفی ال گُڈ اب سر اُٹھاو اور مجھے بتاو کیا ممی پاپا یاد آ رہے ہیں؟"

رمشا نے کوئی رسپونس نہیں دیا وہ بار بار اس کی خوشبو محسوس کر کے اپنے اسے دل کو سمجھا رہی تھی۔ وہ اس کے پاس ہے صحیح سلامت اسے تسلیاں دے رہا ہے۔ اس کی پشت تھپک رہا ہے۔

اس کی تیز ہوتی غصہ سے بھرپور دھڑکن کو بھی وہ محسوس کر سکتی تھی۔ وہ ٹھیک ہے زندہ ہے اور اس کے پاس ہے بُرا ہے تو کیا ہوا۔ وہ اس کا ہے اور اسی کا رہے گا۔ اس نے اسی سکندر سے محبت کی تھی۔ اسی سکندر سے نفرت کرنے کا سوال پیدا نہیں ہوتا۔ وہ اس کی دعاوں کی ذریعے اسے ملا ہے اسے رونا پٹنا نہیں چاہیے جو ہوا اسی کی وجہ سے ہوا ہے (محبوب کے موت کے خوف نے کیسے سوچ پل میں بدلی تھی) وہ ہار گئی تھی اسے سمجھ نہیں آئی اتنی جلدی وہ کیسے ہار سکتی تھی چند ہفتوں میں ہار گئی۔

"میں تمھیں تمھارے امی ابو سے ملوانے لے کر جاوں گا واٹ ایورِاٹ ٹیکس اب تو سر اُٹھاو۔"

اس کی بات پہ رمشا ایک دم ساکت ہو گئی۔ یہ کیا کہہ رہا ہے۔ یہ سکندر ہی ہے نا؟

اب کی بار اسے الگ ہوتے ہوئے اس نے سکندر کو دیکھا تھا جس کا چہرے پہ سکون کی لہر چھائی تھی۔

"کتنی مطلبی ہو اپنی مطلب کی بات پہ کیسے اپنا سر اُٹھالیا اور میرے بار بار کہنے پہ ڈٹی رہی۔ کیا حالت بنالی ہے تم نے اپنی (اس نے اس کے سوجی ہوئی آنکھوں کو چھوا) میرے ساتھ سے میں سمجھتا تھا تم گلاب کی طرح کھل جاوگی مگر تم۔۔۔(سکندر مایوس نظر آنے لگا یہ لڑکی اس کے جذبات کو بے نقاب کر رہی تھی 'بہت خطرناک تھی یہ لڑکی) رمشا اسے بے یقینی سے جیسے دیکھ رہی تھی۔ اس نے تو کبھی زندگی میں بھی نہیں سوچا تھا یہ شخص اس سے محبت کرے گا خواب میں وہ اس سے اظہار کرنے کا تصور نہیں کر سکتی تھی تو حقیقت تو بہت دور کی بات ہے۔

"خیر میں نے وعدہ کیا ہے اب میں اپنے وعدے سے نہیں ہٹوں گا۔ میں بہت جلد لے کر جاوں گا۔"

یہ کیا کہہ رہا ہے۔ وہ سوچ کر رہ گئی۔ وہ اس کو دیکھ رہی تھی جو کہ اس کے بہت قریب ہو چکا تھا اتنے قریب کے رمشا کو اس کے سینے پہ اپنا ہاتھ رکھنا پڑا تا کہ وہ اسے پیچھے دھکیل سکے مگر عین دل پہ اس کا ہاتھ گیا جہاں اس کی بھی اسی کی طرح ہارٹ بیٹ تیز تھی۔

"تم مجھ سے کیا کیا کرواتی ہو؟ (وہ ہنساتھا) تم باہر کرسی پہ بے ہوش ہو گئی تھی۔ تمھیں اُٹھانے کی کسی کی ہمت نہیں ہوئی سب مجھے کال کر رہے تھے۔ ڈرے ایسے ہوئے تھے کہ میں ان سب کو جلا ڈالوں گا واقعی ایسے ہی کر دینا تھا اگر تمھیں کچھ ہو جاتا بخت نے ایک بات بتائی تھی مجھے یہ ہیروین پہلے بالکل فرسٹ کلاس بالکل سٹرانگ ہوتی ہیں اچانک ان کی زندگی میں ہیرو آتا ہے تو بالکل نازک سی ہو جاتی ہیں بار بار بے ہوش ہوتی ہیں بار بار ان کو کچھ ہوتا ہے مجھے تو سمجھ نہیں آتی یہ جان بوجھ کر ہیرو کو تنگ کرنے کے لئے ایسا کرتی ہیں یا ہیرو اتنے کوئی ڈریکولا ہوتے ہیں ان کا خون چوس کر انھیں کمزور کر دیتے ہیں اب میں تمھیں دوبارہ ایسے نہ دیکھوں نہیں تو سچ مچ مارنے لگ جانا ہے میں نے (بولتے بولتے وہ اس کی اور قریب ہو گیا یہاں تک ان دونوں کی ناک آپس میں ہولے سے ٹکرائی تھی)۔

وہ مزید قریب ہونے لگا کہ بخت کی آواز پہ ایک دم رمشا پیچھے ہوئی تھی سکندر مسکرایا تھا۔

"بخت تمھیں بھی اب آنا تھا۔"

آہستگی سے بڑبڑاتے ہوئے وہ بھی کافی حد تک رمشا سے فاصلے پہ ہو کر بیٹھ گیا۔ بخت اندر داخل ہوئی تھی۔

"مجھے ابھی بتایا فاخرہ مائی نے کہ آپ کو ہوش آگیا۔ تھینک گڈنس کیا ہوا تھا آپ کو؟ آپ دن بادن کمزور ہوتی جا رہی ہیں۔ ماما انھیں چیک آپ کروانا پڑے گا۔"

"تمھاری تو مجھے خبر لینی چاہیے جب یہ بے ہوش تو کیوں غائب تھی اوپر سے تم نے جاوید کے بجائے نذیر کو کہا تھا اسے اُٹھاو "؟

"ہاں بیچارے کا منہ سوجا دیا آپی آپ کو پتا ہے آپ کو اُٹھانے میں نذیر بھائی نے مدد کی وہ بھی میرے زور دینے پر بیچارے کو ماما نے اتنا مارا۔ ماما اب جائے ان کے پاس سوری کریں۔"

سکندر نے سر جھٹکا۔

"ماما انھوں نے آپی کی مدد کی تھی۔ اتنے بے حس مت بنے۔"

"ہی ٹچڈ ہر بخت آئی کانٹ ٹیک دس۔"

رمشا نے گردن موڑ کر اسے دیکھا تھا جو اسے نہیں بخت کو دیکھ رہا تھا۔

"زیادہ ہیرو بنے کی ضرورت نہیں ہے آپ کو سکندر رہیں سکندر بن کے رہیں۔"

"ہیرو نہیں بن رہا میں؟(ماتھے پہ بل لاتے ہوئے اس نے گلا کنکھارتے ہوئے تیزی سے کہا) بہر حال زیادہ نہیں مارا ایسے چھوٹی موٹی مار کھاتے رہتے ہیں عادی ہیں وہ سب۔"

"بالکل! خیر چھوڑو انھیں یہ تو ہو گئے ہیں سائیکو۔ ماما فوراً گاڑی نکالے آپی کو لے کر چلتے ہیں کہی۔"

"ہاں تاکہ فوراً میں پکڑا جاوں اور ان محترمہ کو لے جائے یہ لوگ۔ بہت اچھی بات کہی تم نے۔"

سکندر کے تیز لہجے پہ رمشا نے اسے گھور کر دیکھا پھر سنبھل کر اپنا دوپٹہ اُٹھاتے ہوئے بخت سے کچھ پوچھا جس کی بخت کو سمجھ نہیں آئی البتہ سکندر سمجھ گیا۔

"کیا آپ نے مکا مارنا ہے کسی کو؟ ماما کو؟ میری طرف سے آجازت ہے آپ لگایئے انھیں کیسے آپ کے ساتھ ساتھ سب کو تنگ کرتے ہیں۔"

"خاموشی سے بیٹھی رہو محترمہ اگر پیار سے بات کی ہے تو اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ آپ میڈم ٹریسا بنے۔"

"ماما!! دَاٹس روڈ۔"

رمشا آنکھیں گھماتے ہوئے دوسری طرف بستر سے اُٹھی۔ سکندر تیزی سے اُٹھا۔

"آپی کہاں جا رہی ہیں؟"

"جا رہی اس کے پاس جس کی میں ابھی کٹ لگا کر آیا ہوں۔"

"کیوں آپی؟"

راستے سے ہٹیے سکندر۔

رمشا نے اشارے سے سکندر کو کہا۔

"مجھے بالکل آپ کی بات سمجھ نہیں آ رہی اس وقت آرام کریں آپ۔"

سکندر اس کی راستے میں حائل ہو گیا۔ رمشا دوسری طرف ہونے لگی سکندر پھر اس کی راہ میں آ گیا۔ سکندر کو سائڈ پہ کرتے ہوئے وہ جانے لگی کہ سکندر نے اس کا بازو پکڑ لیا۔

"اچھے بچوں کی طرح بیٹھو یہی میں نہیں جانے دوں گا اس کے پاس۔"

میں جاوں گی چھوڑیں میرا ہاتھ بلکہ آپ بھی چلیں۔

اس نے سکندر کا ہاتھ پکڑ لیا اور اسے ساتھ گھسیٹ کر باہر کی طرف لے کر چلنے لگی۔

"ارے مجھے یہ لوگ تو بھول گئے۔"

"میری بات سُنو یہ رونے کے ڈرامے سے فائدہ مت اُٹھاو میں بہت غصیلا بندہ ہوں۔"

بہت نئی بات ہے مجھے ابھی پتا چلا۔

اس نے آنکھیں اس سے پھیرتے ہوئے سوچا۔ سیڑھیوں سے اُتر کر اسے جاوید نظر آیا۔

"جاوید جاو یہاں سے۔"

سکندر کی اونچی آواز پر جاوید نے سر گھما کر دیکھا جہاں رمشا سکندر کا ہاتھ پکڑے نیچے آ رہی تھی اس کی بات پہ رمشا نے سر نفی میں زور سے ہلایا اور دوسرے ہاتھ سے اسے رُکنے کا کہا۔

"میں نے کہا نا جاو۔"

رمشا سکندر کا ہاتھ چھوڑ کر تیزی سے اُتر کر اس کی طرف آئی اس سے پہلے سکندر اسے پکڑتا وہ اس تک پہنچ گئی۔ جاوید تو حیران پریشان ہو گیا کہ ہوا کیا ہے!

وہ سکندر نے جس کو مارا تھا وہ کہاں ہیں؟

"سوری میم؟" اسے اس کی بات سمجھ نہیں آئی۔

رمشا نے چڑ کر اسے ایک بار پھر سمجھایا۔

"کچھ نہیں کہہ رہی تم جاو۔"

"جاوید بھائی نذیر بھائی کا پوچھ رہی ہیں آپی آپ انھیں بتادیں اور ماما کو بالکل اگنور کردیں اس گھر کی مالکن ہیں یہ۔ڈرنا ہے تو آپی سے ڈرے۔"

"بختاور تم میری بھانجی ہو یا اس کی اپنا منہ کھولنا ضروری ہے۔"

سکندر گھوم کر اسے دیکھ کر غصے سے بولا جو ریکنگ کی طرف جھکی مزے سے شرارتی نظروں سے تکتے بولی۔

"ماما مجھے آپ کی آواز نہیں آرہی زرا زور سے بولیں۔"

"اوپر آوں میں؟" دھمکی دیتا وہ مڑا تھا تو رمشا غائب۔

"یہ کہاں گئی؟"

※※※※※※※※※※※※※※※※※※※※※※※

"ہاں وہاں فورسس بھیجو۔ڈی آئی جی پہنچ جائے گے میں زرا عدالت جا رہا ہوں ایک کیس کا مسئلہ ہوا ہے تب تک کام ہو جانا چاہیے میں سیدھا وہاں آجاوں گا اگر جلدی فارغ ہو گیا ٹھیک ہے بسم اللہ کرو خدا حافظ۔"

فون رکھ کر حنان مڑا تھا کہ سامنے حداد کھڑا اسے دیکھ کر آہستگی سے چلتا ہوا آیا۔

"ارے بھائی آپ اُٹھ گئے آج تو آپ کافی دیر سے اُٹھے طبعیت تو ٹھیک ہے آپ کی؟"

"ہاں ٹھیک ہوں! رمشا کی کوئی خبر دو ہفتے ہو گئے ہیں اب تک کوئی خبر ملنی چاہیے تھی اگر نہیں تو پڑھ لیں اپنی بچی پہ فاتحہ۔(وہ کافی مایوس دکھائی دے رہے تھے)

"اللہ نہ کرے بھائی کیسی باتیں کر رہے ہیں بالکل صحیح سلامت ہے وہ۔" ایک دم بولتے ہوئے گڑبڑا گیا پھر سنبھل کر اس کی نظروں کو نظرانداز کر کے بولا۔

"اللہ پہ بھروسہ رکھے اس پہ چھوڑا ہے میں نے تو مجھے دل میں تسلی ہے کہ وہ بالکل ٹھیک ہے خیر چھوڑے یہ آپ کے ہاتھ کو کیا ہوا ہے؟"

اس کے ہاتھوں پہ اچانک اس کا دھیان گیا تھا جہاں چھوٹی انگلی اور شہادت کی انگلی کی درمیان چوٹ لگی ہوئی تھی۔ حداد نے اپنے ہاتھوں کو دیکھا تو ایک دم ہاتھ پیچھے کمر پہ لے گیا۔

"بس ایسی دروازے پہ لگ گئی تھی مجھے تمھاری گاڑی چاہیے؟" حنان کو ایسے لگا جیسے انھوں نے بات بدلی ہے۔

"کیوں نہیں آپ کی گاڑی ہے لیکن آپ نے جانا کہاں ہے۔ میں ڈراپ کر دوں؟"

"نہیں بس ایک دوست سے ملاقات کرنی ہے پھر بھیا کے پاس جانا ہے۔"

ایک دم وہ چونک پڑا۔

"انکل کے پاس؟ آپ ناراض۔۔۔۔۔" حداد نے اس کی بات کاٹی۔

"نہیں کچھ ضروری بات کرنی ہے عینہ کا کل میسج آیا تھا آپی کی طبیعت کچھ ٹھیک نہیں ہے اور سُنا ہے کہ وہ کراچی واپس چلی گئی ہیں۔"

"ہاں کل ہی گئی ہیں کچھ اُدھر پتا کروانے گئے ہیں رؤف انکل! کہ شاید وہاں سے کچھ پتا چلے لاہور میں تو کوئی دشمن ہے ہی نہیں سب ریکارڈز چیک کر چکے ہیں اب دعا کریں کوئی آسرا ملے۔"

"چابی؟"

"آئے میں آپ کو چھوڑ دیتا ہوں ابھی کورٹ کے لئے نکلنا ہیں ایک کیس پھنسا ہوا ہے کسی جانے والے کا اُدھر سامنے ہی انکل کا پولیس سٹیشن ہے۔ آپ تیار ہو جائے میں ابھی یونی فورم پہن کہ آیا۔"

اتنا کہہ کر وہ مڑ گیا جبکہ حداد نے اسے مشکوک نظروں سے مڑتے ہوئے دیکھا تھا۔ اسے جیسے کچھ ٹھیک نہیں لگ رہا تھا۔ دل میں پلتے اندیشوں کو بار بار جھٹکنے کی کوشش کر رہا تھا مگر دماغ کہہ رہا تھا کہ یہ اتنا پُر سکون کیوں ہے۔ ہاں رمشا جو کچھ لگتی بھی نہیں ہے اس کی ہمارا تو خون ہے وہ۔ پتا نہیں کس حالت میں ہو گی۔

•••••••••••••••••

"میں کان نہیں پکڑوں گا اور سوری بھی نہیں کہوں گا۔"

وہ غصے سے اسے دیکھتے ہوئے تیز لہجے میں بولا تھا جو اسے نذیر سے سوری کرنے کا کہہ رہی تھی جو ڈرا سہما ایک طرف رمشا سے کوسوں دور کھڑا تھا اور بار بار یہی کہہ رہا تھا بھا قسم لے لیں یہ خود آئی ہیں۔ بھا میں نے کچھ نہیں کیا۔ وہ پچیس سال کا

آدمی اس وقت سکندر کے سامنے بچہ معلوم ہو رہا تھا۔ رمشا نے اپنی طرف سے معافی مانگ کر اس کی خیریت پوچھی تھی بیچارے کو تو اس کی بات سمجھ نہیں آئی۔(سکندر بھا کا ڈر جو حاوی تھا) ۔

"کس بات کی سوری روزانہ میرے سے ایسی چپیٹ پڑ جاتی ہیں ان کو اور سارے ڈرامے کر رہے دو مکوں اور تین لاتوں کے علاوہ کچھ نہیں کہا میں نے اسے۔"

رمشا نے آنکھیں دکھائیں۔۔۔(کچھ نہیں کیا ایسے کہہ رہا ہے جیسے واقعی کچھ نہیں کیا آیا وڈا معصوم)

"ہو گیا تمھارا معافی نامہ اب چلو۔"

اس نے رمشا کا ہاتھ پکڑنا چاہا اس نے تیزی سے سر نفی میں ہلاتے ہوئے اسے باور کروایا کہ وہ یہاں سے تب تک نہیں جائے گی جب تک سکندر سوری نہیں کرے گا۔

"دیکھ رہو تم سب مجھے اس سے معافی مانگنے کا کہہ رہی ہے کیا میں معافی مانگوں؟" اس نے سخت نظروں سے نذیر کو دیکھا۔

"ننن توبہ بھا آپ تو ہمارے مائی باپ ہیں آپ ہم سے معافی مانگے۔ ہم تو آپ کی جوتی کی برابر ہیں۔"

رمشا نے غصے سے سکندر کو دیکھا پھر اس ڈرپوک بلے کو۔

"سُن لیا تم نے جب یہ خود نہیں چاہتے تو پھر اتنا پاگل ہونے کا فائدہ؟"

'سب برابر ہیں کوئی کسی کا نہ مائی باپ ہے نہ شاپ معافی مانگے' رمشا نے اسے اشارے سے بتایا۔

سکندر نے دانت پیستے ہوئے اس کے انداز کو دیکھا پھر ہاتھوں کو زور سے مارتے ہوئے ہاتھ جوڑے۔

"یہ لو اب خوش!!! اب چلیں مالکن۔"

معافی ایسے مانگی ہے جیسے احسان کیا ہوا۔ رمشا نے دل میں کہتے ہوئے اسے سمجھایا۔

'تمھیں کوئی ضرورت نہیں ان سے ڈرنے کی۔ کسی کو بھی ان سے پرابلم ہو میرے پاس آئے۔'

بیچاری کوشش تو کر آئی تھی اپنی بات سمجھا اور تسلی دے سکے مگر سکندر کے علاوہ کسی کو کچھ پلے نہیں پڑا تھا۔

"ہو گیا آپ کا باشن چلیں۔"

رمشا اسے گھور کر یہاں سے چل پڑی اور وہ سب کو دیکھنے لگا جو سر جھکا کر اس کی جھاڑ سُنے کے منتظر تھے۔

"جب کہہ رہا تھا مت اس کی بات سُنو تو بہرے ہو گے تھے سب۔ جاوید تم سے تو میں بعد میں نمٹوں گا میری بکواس کو تو تم نے بڑی آسانی سی اگنور کیا ہے۔"

"سر میں میڈم کو انکار۔۔۔" سکندر نے اس کی بات کاٹی۔

"چُپ وہ باس ہے یا میں؟"

"سر آپ۔" اس کا سر ہنوز جھکا ہوا تھا۔

"تم لوگ آج اس مقام پر ہو تو میری وجہ سے اس کی وجہ سے نہیں۔ آئے بڑے میڈم کو انکار نہ کرنے والے۔"

اتنا کہہ کر وہ چل پڑا۔

•••••••••••••••••••••••••••••••

"سر آپ سے کوئی ملنے آیا ہے؟"

جمال عظیم اس وقت سٹیشن میں موجود تھے۔ اپنے آفس میں بیٹھے کوئی فائل چیک کر رہے تھے جب اچانک کانسٹیبل رشید کے کہنے انھوں نے تعجب سے اسے دیکھا۔

"ایسے کیوں بول رہے ہو جیسے ملنے والے کو جانتے ہو مگر میرے سامنے اس کا نام نہیں لینا چاہتے۔"

ایک دم رشید بوکھلا گیا۔

"وہ سر اصل میں نا۔"

"ارے یار شیدے تعارف کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ تو میرا دوسرا گھر ہے سلام جمالی کیسا ہے میرا یار!"

بس جی بیچارے شیدے کو تو بولنے کا موقع ہی نہیں دیا۔ شان سے نیلی شلوار قمیض اور بلیک واسکٹ میں ہمیشہ کی طرح چھایا ہوا اندر داخل ہوا ساتھ میں ایک چھوٹا سا باکس تھا۔ جسے پکڑے وہ سامنے والی کرسی پہ بڑے آرام سے بیٹھ کر کھل کر مسکراتے ہوئے انھیں دیکھنے لگا جن کے ماتھے پہ لاتعداد شکنوں نے اس کا استقبال کیا۔

"زیادہ جلدی اپنے گھر نہیں آگئے تھوڑا انتظار کر لیتے عمر قید والا سین تھا پھر۔"

وہ ہولے سے ہنسا تھا۔

"یار اس محبت کا بہت شکریہ مگر دنیاداری بھی کچھ ہوتی ہے یار بڑے کام والا آدمی ہوں مجھے اندر کر دیا تو پھر اس ملک کا کیا ہو گا۔"

"دُنیا بہت بڑی تباہی سے بچ جائے گی بیٹا اس میں ہم سب کا بھلا ہے۔"

"میرے اندر جانے سے ہی تو تباہیاں ہو گی خیر باتیں ہوتی رہی گی اور بتائیں سُنا ہے کہ آپ کی لاڈلی بھانجی لاپتا ہو گئی۔ بہت آفسوس ہوا سُن کر کیسے ہوا سب؟"

وہ افسوس تو ایسے کر رہے تھا جیسے اس میں تو اس کا ایک پر سینٹ بھی ہاتھ نہیں تھا۔ معصومیت اور سنجیدگی تو کوٹ کوٹ کر بھری تھی اس میں۔

"تماشا کرنے آئے ہو؟"

جمال عظیم کے تاثرات سخت ہو گئے لہجہ البتہ سپاٹ تھا۔

ابرو کو اوپر کرتے ہوئے وہ بولا۔

"تماشے والا کام تو آپ جیسے لوگ کرتے ہیں ہم تو بس جی اپنا کام کرتے ہیں بہر حال سچ میں مجھے افسوس ہوا لڑکی کا معاملہ سُن کر اچھا نہیں لگا(انھوں نے ایسے دیکھا سر یسلی یہ تم ہو یعنی سکندر بھا) میری بھی بھانجی ہے جو مجھے جان سی پیاری ہے ۔اس پہ ہلکی سے آنچ آجائے تو تکلیف ہوتی ہے خیر اس کے گھر والوں کا کیا خیال ہے کوئی لڑکی کی خیر خبر؟"

"تمھیں اس سے کیا؟اور بڑی ہمدردی نہیں ہو رہی اس کے گھر والوں سے۔"

واقعی جمالی مجھے اس سے کیا نکاح کے کاغذ' دو بول' تین سائن کے علاوہ ہمارے درمیان کیا ہے۔

"میں نے صرف فار میلیٹی نبھائی ہے۔ مجھے واقعی اس سے کیا ویسے مجھے بالکل نہیں اچھا لگا کہ میرے گھر میں تلاشی لے گئی میں ایسا دکھتا ہوں؟"

"یہاں آنے کی وجہ پوچھ سکتا ہوں سکندر کوئی کام تھا میرے سے یا ایسے بکواس کرنے آئے ہو؟"

ان کے پاس اس کی بات کا کوئی جواب نہیں تھا تو بہتر یہی سمجھا کہ یہاں اس کی آنے کی وجہ پوچھ سکے۔

"اواصل مقصد تو بھول گیا جمالی تیرا یار شادی کر رہا ہے۔یہ آج کے آج کارڈ کا سیمپل پسند کر کے آیا ہوں ایک لے آیا سوچا کسی عزیز کو دوں گا سید ھاذ ہن میں تمھارا نام آیا تو سوچا یہی پہنچ کر دے دوں چیف گیسٹ ہیں آپ ہمارے سارے فنکشنز میں۔۔۔"

"کچھ عمر کا لحاظ ہی کر لو مگر میں بھی کس سے کہہ رہا ہوں بہر حال مبارک ہو کس بیچاری نے اپنے پیروں میں کہلاڑی مار کر تمھارے ساتھ نصیب پھوڑنے کا فیصلہ کیا۔"

"اگر میں کہوں تمھاری بھانجی نے تو کیا کہو گے ؟۔"

وہ بڑی ہی سنیجدگی سے سچائی بیان کرتے ہوئے بولا۔

"زبان سنبھال کے بات کرو!! "

وہ دھاڑ ہی اُٹھے اور زور سے ٹیبل پہ ہاتھ مارتے ہوئے سختی سے بولے۔سکندر نے ڈفینس کے طور پہ ہاتھ اُٹھالیا۔

"اوٹیک اِٹ ایزی برادر! میرا یہ مطلب تھا کہ وہ لڑکی تمھاری بھانجی جیسی ہوئی تم تو پتا نہیں کیا سمجھ لیتے ہو۔میرا مقصد تمھاری دکھتی رگ پہ ہاتھ رکھنے کا نہیں تھا۔"

وہ ایک دم سر جھٹک کر رہ گئے۔

"میری بھانجی کا تمھاری ہونے والی بیوی سے کوئی مقابلہ نہیں ہے تم جیسے ہو تو ظاہر ہے تمھاری بیوی بھی ایسی ہو گی۔"

ان کی بات سُن کر سکندر کے چہرے پہ زخمی مسکراہٹ پھیلی۔

"یہ تو وقت ہی بتائے گا کہ میری بیوی کیسے ہے ویسے آپ بڑے خوش قسمت ہیں کہ اس وقت پولیس سٹیشن میں موجود ہیں۔"

اس نے ادھوری بات چھوڑ کر انھیں دیکھا جو مسکرا کر بولے تھے۔

"دھمکی دے رہے ہو؟"

"دھمکی بزدل لوگ دیتے ہیں۔میں عمل کرتا ہوں۔بس عمل کرنے کے لئے موقع چاہیے ہوتا یہ آپ پر ہے کہ آپ جلد یا بدیر کرتے ہیں۔" اس نے انھیں سخت نظروں سے دیکھتے ہوئے یہ بات کی پھر گہرا سانس لے کر بولا۔

"خیر چائے شائے کا نہیں پوچھے گے۔"

"تم اندر چلو بیٹا چائے شائے کے ساتھ اچھا کھانا بھی کھلائے گے۔"

وہ تمسخر مسکراہٹ سے بولے۔

"فی الحال تو معاف ہی رکھو مجھے ابھی شادی ہونے والی ہے پھر کبھی سوچ کر آوں گا خیر یہاں ہر کسی کو مہمان نوازی کا زبردستی کہنا ہوتا ہے یہ رکھو کارڈ پڑھ لینا۔"

اپنے کالر کو ٹھیک کرتا وہ اُٹھ کھڑا ہوا۔ وہ بس اسے دیکھتے رہے پھر گلا کنکھارتے ہوئے بولے۔

"دن گنا شروع کردو۔"

سکندر سمجھ گیا مگر شرارتی نظروں سے انھیں دیکھتا ہوا بولا۔

"کس چیز کے شادی کی؟ ارے یار جمالی وہ تو پہلے سے کرنے لگا ہوں ویسے شرموں والی لالی چہرے پہ آئے کہ نہیں؟"

وہ اس کی بات پر صرف ہونہہ کرتے رہ گئے۔

"چلتا ہوں۔"

ان کو سلوٹ مارتا وہ چل پڑا۔

....

وہ اس وقت سکندر کے سٹڈی روم میں موجود تھی۔ بخت کا کالج تھا۔ دو ہفتے سے چھٹیاں کی تھی۔ اس حادثے کے بعد سکندر کا کہنا تھا وہ ایک مہینہ نہ جائے مگر بخت کی ضد تھی کہ آگے اس کے پیپرز ہیں وہ اپنا سلیبس مس نہیں کر سکتی تو ناچار سکندر کو ماناپڑا۔ سکندر تو بخت کے ساتھ ہی نکل پڑا تھا تو اس نے کیا کرنا تھا بس ناشتہ کر کے گھر کا صحیح طرح سے جائزہ لینے لگی۔ سب ملازمین اپنے کاموں میں مصروف تھے۔ جاوید بھی اس کو روکنے کے لیے بھی موجود نہیں تھا تو وہ بڑے آرام سے سٹڈی روم میں پہنچ گئی جو کہ کھلا ہوا تھا۔

گھر کا انٹیریئر اٹالین ڈیزائن پہ مبنی تھا۔ اوپر چھوٹا سا فانوس لگا ہوا تھا' نیچے آف وائٹ رنگ کا کارپٹ جس پہ عجیب سی پیٹرن بنے ہوئے تھے (مورت کی شکلیں اور ڈرگنز بنے ہوئے تھے رمشا کو تو بیحد عجیب لگے) ' بڑے سے دیوار گیر شیشے کے الماریاں تھیں جو چھت کو چھو رہی تھی جہاں متخلف قسم کی کتابیں' ڈیکوریشن پیسسز' گلاسس' شراب کی بوتلیں اور کچھ باہر کے دیے گئے تحائف جو کہ مورت ہی تھے وہ بھی مختلف ممالک سے منسلک۔ یہ تھا اطراف کا جائزہ

۔اب بالکل سامنے پولش ہوئی وی لکڑی کا بڑا سا ڈیسک اور لیدر کی چیر موجود تھی اس کے ساتھ ہی دو فرانسی کرسیاں پڑی ہوئی تھی۔

لیدر کے کرسی کے اوپر ہی وال پیپر والے دیوار پہ سکندر اور شاید بخت کی تصویر لگی ہوئی تھی(سکندر کافی ینگ لگ رہا تھا وہ اس وقت کلین شیو میں بائیس تیس کا لگ رہا تھا اور اس کی گود میں پانچ چھ سال کی بخت اس کی گود میں بیٹھی افغانی بلی کو پکڑے کھلا رہی تھی۔ سکندر کے چہرے پہ بھی مسکراہٹ تھی۔(اصل مسکراہٹ) اسے جیسے لگا تھا۔

اس کے عین نیچے قدرے کونے میں چار شیشے کے شیلف جس میں ان دونوں کی ہی تصویریں تھیں۔۔

اس میں ایک خوبصورت لڑکی کی بھی تو جو بالکل بخت کا آئینہ تھا۔اس تصویر پہ رمشا ٹھہر گئی۔ سامنے آہستگی سے چلتے ہوئے اس تصویر کے پاس آئی۔ وہ بالکل بختاور کی طرح دکھتی تھی مگر اس کی آنکھیں سکندر پہ گئی تھیں شاید ناک بھی۔

اس فریم کو اُٹھا کر اسے دیکھنے لگی جو سفید کپڑوں میں لان کے گھاس پہ بیٹھی تتلیوں کو چھو رہی تھی۔اس کے چہرے پہ ہاتھ پھیرتے ہوئے رمشا کو پتا چل گیا یہ سکندر کی بہن اور بخت کی امی تھی۔ دکھ بھری مسکراہٹ اس کے چہرے پہ پھیلی۔اس نے تصویر رکھ دی اور مڑ کر ساری طرف دیکھتے ہوئے اس نے گہرا سانس لیا۔ سامنے پڑے انٹر کام کے ساتھ بیل بھی پڑی ہوئی تھی۔لال رنگ کے بٹن کو دبا کر وہ آنے والے کی منتظر تھی۔

تھوڑی دیر میں ایک چھوٹے عمر کا لڑکا تیزی بھاگتے ہوئے اندر آیا مگر سکندر کے بجائے رمشا کو دیکھ کر بوکھلا گیا۔

"بب بی جی آپ یہاں ؟"

رمشا نے دل میں اپنے ماتھے پہ ہاتھ مارا۔اللہ یہ سکندر کی دہشت۔اس نے سر ہلا کر اشارہ کیا کہ آو۔وہ بیچارا تو کشمکش میں پڑ گیا کہ جائے اندر کے نہیں۔

"یا اللہ کہاں پھنس گئی میں۔اگر تکلیف نہ ہوتی بولتے ہوئے تو ان سب کی حرکتوں کی وجہ سے میں نے واقعی چلانا شروع کر دینا تھا۔"

خود سے کہتے ہوئے اس نے دوبارہ اندر آنے کو کہا۔

اس کو میڈم کی آنکھیں دکھانا ہی کافی تھیں جھٹ آگیا۔

"جی میم صاحب ؟"

'تمھیں سمجھانے کے لئے لکھنا پڑے گا یا ایسی اشاروں سے سمجھاوں۔' رمشا نے اشاروں سے اسے کہا۔

"جی میم آپ کیا کہہ رہی ہیں؟"

'لو جی لکھنا پڑے گا۔' خود سے سوچتے ہوئے اس نے مڑ کر دیکھا سامنے پینسل باکس میں مختلف پیپنز وغیرہ پڑے ہوئے تھے ۔ پیپرز اس کے نیچے پڑے ہوئے تھے۔ چل کر پیج اور پین نکالتے ہوئے اس نے اُردو اور انگریزی میں ساری بات لکھ دی ۔اسے یہ سب کرتے ہوئے پورے دس منٹ لگے تھے۔ سب کچھ چیک کر اس نے پیپر اس لڑکے کو پکڑا دیا جو پڑھنے کے بعد بڑی بے یقینی سے کبھی پیپر کو پھر اپنی میم صاحب کو دیکھنے لگا۔

"مم شراب کی بوتلوں کے ساتھ یہ مورت بھی پھینکنی ہیں؟"

'بالکل۔' سر اثبات ہلاتے ہوئے اس نے کہا۔

"میم سر نے کہا ہے؟" رمشا نے اس کے کہنے پر اسے گھورا پھر شانے اچکائے جیسے بتانا چارہی ہو کہ 'ہاں ایسا ہی ہے'۔

ایک دم وہ لڑکا اس کے کہنے پر پر سکون ہو گیا۔ سر نے کہا تو پھر ٹھیک ہے لیکن سر نے اپنی پسندیدہ مہنگی فیورٹ کلیکشن کو پھینکنے کا کیوں کہا ہو ضرور بیگم صاحبہ کو زور ہو گا یہ بیویاں مٹھی میں کر لیتی ہیں بڑے سے بڑے غنڈے بھی ان کے آگے بلی بن جاتے ہیں۔

رمشا نے تالی بجاتے ہے اس کو سوچ سے نکالا کہ بندے بلاو اور شروع ہو جاو۔

وہ جی میم کرتا ہوا مڑ گیا۔

....

"کیا میڈم نے؟ بھا نے اجازت دے دی؟ ایسا کیسے ہو سکتا ہے مورتیاں بھی؟ رُکو میں ان سے پوچھتا ہوں ٹریڈ میل پہ ہیں۔ ساتھ میں فون پہ کسی سے بات بھی کر رہے ہیں۔ تم لوگ کچھ بھی کرنے سے پہلے۔۔۔ کیا!! پھینک دی؟۔الو کے پٹھو صبر تو کر جاتے اب قیمہ بنانے کے لئے تیار ہو جاو۔"

فون بند کرتے ہوئے وہ لب دبا کے رہ گیا۔ چلتے ہوئے سامنے کی طرف گیا جہاں سامنے ٹریڈ میل میں بھاگتے ہوئے ' کانوں پہ ہیڈ فون لگائے سکندر کسی سے گفت وشنید میں مصروف تھا۔

"اس چیز کی فکر مت کرو بائے ایر والے رسک تو میں بالکل نہیں لیتا ایک دفعہ لیا تھا بال بال بچا تھا اور تمھیں پتا ہے کہ کیسے بچا تھا خیر سامان کی تصدیق کرنے آوں گا کل شب۔ آج رات کو دوبئی والی پارٹی سے میٹنگ ہے میری۔

ہوں۔۔۔ڈھائی کڑور کا مال مانگ رہے ہیں میں نے کہا ڈھائی کا تو ہم چار میں بیچتے ہیں کیا بات کر رہے ہو۔ شفقت نکل گیا اتنی جلدی؟ اچھا اچھا ابھی صرف نکلا ہے پیشی ہونی ہے۔ کب تک؟ چلو ملاقات کرتے ہیں اس سے بھی۔ ٹھیک ہے تم جاو جیسے ہی ٹرک آئے میسج کر دینا نہیں تو جاوید کو کال کر لینا اوکے اوکے بائے۔"

ہیڈ فون اُتار کر وہ اپنی دور میں مصروف ہو گیا جب آئینے میں اس نے اپنے پیچھے جاوید کو بڑی کشمکش میں کھڑے دیکھا۔

"کیا ہوا ویدے منہ پہ بارہ کیوں بجے ہیں سب خیریت؟"

حسبِ معمول وہ نرمی سے بولتا اس سے پوچھنے لگا جو ایک دم چونک گیا پھر اپنی خشک ہونٹوں پہ زبان پھیرتے ہوئے بولا۔

"وہ سر آپ نے میڈم سے کچھ پھینکنے کو کہا تھا؟"

"بخت سے؟"

اس نے سر نفی میں ہلایا۔

"بڑی میڈم سے؟"

"رمشا سے میں نے کیا کہنا تھا کیوں کیا ہوا ہے؟" ۔اس نے ٹریڈ میل کی رفتار کم کرتے ہوئے تعجب سے دیکھا۔

" اب کیا کیا ہے اس لڑکی نے؟"

"سر آئی مین آپ کی چیزیں۔۔۔"اس سے کہا نہیں جا رہا تھا۔

"کیا پھینکوایا ہے اس نے؟"

اب کی بار اس کے لہجے میں سنجیدگی آگئی۔

"سر آپ کی ساری شراب کی بوتلیں اور آپ کے تحائف میں سے مورتیاں بھی۔"

سکندر نے جیسے سُنا ایک دم ٹھہر گیا۔

"کیا؟"

"سر میم نے آپ کا نام لے کر۔۔۔" سکندر اس کی ساری بات سمجھ گیا تو اسے کاٹتے ہوئے بولا۔

"سب نوکروں نے پھینک دی کہ یا ابھی حکم دیا ہے؟"

اس کی خاموشی نے سب جواب دے دیے۔ سکندر نے زور سے بٹن کو مارتے ہوئے ٹریڈ میل کو روکا اور تولیے کو اُٹھا کر اپنا چہرہ صاف کرتا آہستگی مگر خطرناک لہجے میں بولا کہ گاڑی نکالو۔

••

گاڑی کو روک کر اس نے سٹیرنگ کو تھام کر چند گہرے گہرے سانس لئے کہ وہ بد دماغ لڑکی حساس بھی ہے' اگر اس پہ اپنی ساری فرسٹیشن اُتار دی تو نقصان اسی کا ہی ہوگا۔

"کام ڈاؤن سکندر جسٹ کام تم اسے غصے سے بھری آنکھیں دکھاؤ گے مگر نرمی سے سمجھاو گے۔ نرمی سختی نہیں! اوکے کول۔" خود سے کہتے ہوئے اس نے لمبی سانس کھینچ کر چھوڑی تھی' پھر سٹیرنگ کو چھوڑ کر اس نے دروازہ کھولا اور گاڑی کی چابی سامنے کھڑے نوید کی طرف اچھالی جس نے تیزی سے بنا تنگ دو کہ کیچ کر کے سکندر کو سلام کیا۔ وہ سر کو ہولے سے خم دیتا داخلی دروازے کی طرف بڑھا۔ سارے ملازمین تو اس کی آمد پر فوراً چوکس ہو گئے۔ سیڑھیاں چڑھتے ہوئے اس نے دل میں بار بار خود کو باور کروایا نرمی! اس سے نرمی سے پیش آنا ہے' مگر کنپٹی پہ اس کی غصے سے کھولتی نیلی رگیں تو کچھ اور ہی کہہ رہی تھیں۔ رمشا کے کمرے میں پہنچ کر اس نے اسے تیز اور اونچی آواز میں اسے پکارا مگر خالی کمرے نے اس کا منہ چڑایا۔ کمرے کے اندرونی ڈریسنگ روم اور واش روم چیک کرنے کے بعد اس نے باہر آکر رمشا کو پکارا۔ اب ڈر کے چھپ گئی۔ اس کو تو میں بتاؤں گا۔ آخر ہمت کیسے ہوئی میری چیزوں کو ہاتھ لگانے کی۔ وہ بخت کے کمرے کی طرف بڑھنے لگا تھا جب کونے سے نکلتی ملازمہ کالے رنگ کا بیگ (جو کہ اسی کا تھا) بامشکل اُٹھائے نیچے کی طرف بڑھ رہی تھی۔

"یہ تم کیا کر رہی ہو؟"

سرد لہجے میں بولتا وہ ملازمہ کے قدموں کو روک چکا تھا بلکہ روکنا کیا تھا کانپنے پہ بھی مجبور کر گیا تھا۔

"صص حاب آآپ۔۔۔" آنکھیں ہی صاحب کی طرف اُٹھائیں نہیں جاتی تھیں بولنا بیچاری نے کیا خاک تھا۔

"میرا بیگ اُٹھا کر نیچے کیوں جا رہی ہو؟ کیا یہ بھی تمھاری بی بی کا حکم تھا؟"

اس کی بات پہ میں طنز شامل تھا۔ جب وہ عورتوں کے سامنے ہوتا تھا تو وہ اونچی آواز بہت کم استعمال کرتا تھا۔ اس کا لہجہ سرد ہو جاتا تھا اور الفاظ برف سے بھی زیادہ ٹھنڈے۔

"جی بی بی۔۔"

"ارے تم ابھی تک یہاں کھڑی ہو بی بی انتظار کر رہی ہیں۔ مجھے تمھیں بلوانے کے لئے بھیجا اتنی دیر کیوں ہو گئی آ۔۔۔(وہ اپنی دھیان میں اوپر آئی تھی اس نے دیکھا ہی نہیں سکندر سائڈ پہ کھڑا ہوا ہے) صاحب آپ؟"

"رمشا کہاں ہیں؟"

سکندر ایک سکینڈ میں ساری بات سمجھ گیا تھا کہ اس کی بیوی نے دوسرا کارنامہ بھی انجام دے دیا تھا۔ اس کے کپڑے نکال کر ضرور اس کو آگ لگانے کے درپہ ہو گی اور اس کے کپڑوں اور دیگر اشیا کا بھلاوہ کیا کرے گی؟

"وہ لان میں صاحب۔"

بس صاحب نے چیتے کی سپیڈ لگا کر لان میں پہنچے جہاں محترمہ لان کے جھولے پہ بیٹھی۔ جھولتے ہوئے سامنے دو بیگز کو دیکھ رہی تھی جو کہ کھلے ہوئے تھے۔ جس میں سکندر کا شک بالکل صحیح نکلا تھا اس کے برانڈڈ کپڑے موجود تھے۔ سوٹ' واسکٹ' جینز' شرٹ۔ اس نے ضرور اس کی ساری الماری خالی کروائی ہو گی۔ یہ کرنا کیا چاہتی ہے آخر اگر اس کی سوچ ہے کہ وہ یہ سب کر کے وہ اسے چھوڑ دے گا تو اس کی سب سے بڑی بھول بلکہ دُنیا کی سب سے بڑی غلط فہمی تھی۔ وہ سکندر حدید تھا کوئی عام مرد نہیں جو کہ اتنی چھوٹی یا بڑی بات پہ اسے چھوڑ دے جسے تا عمر اپنا بنانے کا وعدہ کیا تھا۔ وہ پر سوچ نظروں سے کپڑوں کو تک رہی تھی پھر جھک کر اس کی سفید شرٹ نکالی اور اسے دیکھنے لگی سکندر آگے بڑھنے والا تھا مگر وہ رُک گیا دیکھنا چاہتا تھا یہ کرے گی کیا ان کپڑوں کا؟ وہ اپنی انگلی کی پوروں سے اس کے شرٹ کو چھو رہی تھی اور شاید کسی اور دُنیا میں بھی چلی گئی تھی' پھر خود بخود ٹرانس سے نکل کر' وہ شرٹ کو نیٹلی فورڈ کرنے لگی۔ اس کا کھلتا چہرہ یک دم اُداس ہو گیا تھا۔ سکندر تیزی سے قدم اُٹھائے اس طرف آیا۔ وہ کب کا شرٹ فولڈ کر کے اپنے ساتھ رکھ کر اب اُٹھ کر بیگ کے زپ بند کرنے لگی جب سکندر کی آواز پر وہ فریز ہو گئی۔

"یہ کپڑے ڈونیٹ کرنے لگی ہو تم؟ ہے نا؟"

وہ مڑی تھی اس نے دیکھا بازو سینے پہ فولڈ کیے وہ اسے تیز نظروں سے تک رہا تھا۔ شرارتی مسکان فوراً اس کے لبوں پہ پھیلی تھی۔ تو صاحب جی کو خبر مل گئی تھی۔ لبوں کو دباتے ہوئے وہ اُٹھی اور ہاتھ جھاڑتے ہوئے سر اثبات میں ہلانے لگی۔

"کس خوشی میں میڈم ٹریسا؟ یہ تنگ دل اتنا کھلا اتنا بڑا کیسے ہو گیا آخر؟"

جب سے تم میری زندگی میں آئے ہو تب سے۔

وہ بھی کہاں پیچھے رہنے والی تھی۔بیوی بھی کس کی تھی۔

"بولتی نہیں ہو تو پاگل کرتی ہو بولو گی تو کیا کرو گی اکثر سوچتا ہوں۔ بہر حال یہ بیگ سیدھا میرے کمرے میں جائے گا اور میری ڈیر وائف خود سب کچھ سیٹ کر کے آئی گی۔"

خواب میں بولے ہوئے الفاظ جب حقیقت میں سکندر کے منہ سے سُنے تو ایک لمحے کے لئے تو رمشا سُن ہو گئی۔دل کی بیٹ اس بات پہ رُک سی گئی تھی۔جب یہ بات کہہ گیا ہے تو بعد میں تو۔۔۔۔ نہیں وہ کہی نہیں جائے گا۔دل کو ڈپٹ کر وہ سکندر کی طرح بازو فولڈ کیے بڑی دلیری سے اس کے سامنے آ کھڑی ہوئی اور اس کی سیاہ گھور آنکھوں میں تکتے ہوئے سر نفی میں ہلانے لگی ۔سکندر کا جبڑا اس کے انداز پر تنگ ہو گیا۔

"بی بی یہ بیگ لے جاوں۔"

شعیب یہاں کا گاڑی صاف کرنے والا سولہ سال کا لڑکا تھا۔ تھوڑے فاصلے پہ کھڑا رمشا سے پوچھنے لگا۔رمشا نے گھوم کر سر اثبات میں ہلایا۔

"بی بی کے بچے!!! اس بیگ کو اُٹھاو اور فوراً میرے کمرے میں لے کر جاو۔"

اس کی دھاڑ پہ شعیب اچھل پڑا۔

"اور تم! تمھیں تو ابھی میں سبق سکھاتا ہوں بہت زیادہ اوور ہو رہی ہو میری نرمی کا بہت جائز فائدہ اُٹھالیا تم نے۔"

بس وہ اب پھٹ پڑا تھا۔سیدھا رمشا کا بازو پکڑا وہ حکم دیتا اسے اندر کی طرف لے کر چلنے لگا۔رمشا نے اس بار اپنا بازو نکالنے کی کوشش نہیں کی بس مڑ کر اسے اشارہ کیا لے جاو۔وہ بیچارا کشمکش میں کھڑا رہا کیا کرے ایک تو بی بی بولتی نہیں اوپر سے صاحب بولنے نہیں دیتے۔کیا کرے وہ اب۔

"جاو میں سنبھال لوں گی انھیں۔"

وہ بھی سمجھانے کی کوشش تو کر آئی تھی مگر اس اُمید تو کوئی نہیں تھی کہ وہ سُن لے گا سکندر بس گھر میں آگیا تھا تو اس کا ہی اب حکم چلنا تھا۔

سکندر اسے اپنے سٹڈی میں لے گیا تھا اور اس کا بازو چھوڑ کر اس نے دروازے کو لاک کیا۔اب رمشا الرٹ ہو گئی تھی۔

سکندر نے مڑ کر اپنے سٹڈی روم دیکھا تو آدھی سے زیادہ چیزیں ناپا کر تو اسے اور غصہ چڑھ گیا۔سائڈ ٹیبل کو بنا سوچے سمجھے اس نے بڑی زور سے ٹھوکر ماری تھی۔

"پتا بھی ہے تمھیں کیامالیت تھی ان کی کڑوروں کی !! یو من !! میں گھر پہ نہیں ہو نگاتو تم ایسی حرکتیں کرو گی ! میں تمھارے پکائے ہوئے بیکار کھانے بھی کھا سکتا ہوں (رمشانے سر اُٹھا کر اسے بڑی غصے سے دیکھا تھا مگر ان کالی آنکھوں میں زیادہ غصہ تھا) تمھاری فضول سٹوری سُن سکتا ہوں۔ تمھاری مار' تمھارا غصہ سب کچھ سہہ سکتا ہوں بٹ دس از ٹو مچ میں گھر پہ نہیں ہو گا تو تم تو میرا نام لے کر ڈیل کروا کر اس گھر کو بھی بھیج دو گی او گاڈ او گاڈ!!! تم نے سفید ڈریگن بیچ دیا۔" اس نے اپنے ماتھے پہ مکا مار کر خود کو کنڑول کیا۔ دل کر رہا تھا اس حرکت پہ رمشا کو ایک عدد مکا لگا دے۔ دل ایک طرف اس کے لئے پاگل ہوتا بے قرار ہوتا تھا دیوانہ ہوتا دوسری طرف اس لڑکی پہ غصہ چڑھتا تھا' مایوس ہوتا تھا' بے بس بھی کچھ حد تک اس کو مارنے کا بھی کرتا تھا۔ وہ اس کے لئے دوہری شخصیت کا مالک بنتا جا رہا تھا۔

"اس سٹیچو میں قیمتی منشیات تھے۔ جو بڑی مشکل سے میں بینک کاک سے لایا تھا۔ وہ بھی جان پر کھیل کر اور تم نے میری پورے مہینے کی محنت کو ایک منٹ میں بیکار کر دیا۔" رمشا جو تھوڑی بہت گلٹی فیل کرنے لگی تھی 'اب اسے سکندر کی اس بات پہ خود پہ فخر اور اس پہ غصہ آیا تھا۔ اسے لوگوں کی زندگی تباہ کرنے کے ساتھ خود کی بھی زندگی تباہ کرنے کا کیوں شوق ہے۔ کیا ہے یہ شخص ۔وہ چل کر اس کے سامنے آئی سکندر نے اسے دیکھا اور زور سے آنکھیں بند کر لیں۔ رمشا نے چٹکی بجائی تا کہ وہ اسے دیکھے۔

"دور رہو رمشا مجھ سے ورنہ میں نے تمھارا گلا دبا دینا ہے۔" اس نے سر پہ ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔

تو دباو کھڑی ہوں تمھارے سامنے مجھے اپنایا تو مجھے اپنانے کا خمیازہ بھگتو سکندر۔ ایک شریف لڑکی سے یہ کیوں توقع کرتے ہو کہ وہ تمھیں قبول کر کے تمھاری لائف سٹائل کو بھی اپنا لے گی۔ بڑے آرام سے وہ تمھاری حرکتوں کو اگنور کرتے رہے گی۔ حرام نوالہ اپنے حلق کے اندر اُتارتی رہے گی اپنی آنکھوں کو کھولتے ہوئے بھی بند کر لے گی کہ اس کا شوہر باہر لوگوں کو مارنے جاتا ہے ۔بچوں اور لوگوں کو موت کا انویٹیشن دیتا ہے۔ موت کو ان کے لئے جنت بناتا ہے۔ مجبور ہوں سکندر تمھارے ساتھ رہنا میری مجبوری ہے مگر میں اپنی اس مجبوری کو بے بسی میں نہیں تبدیل کروں گی اگر مجھے تمھارے ہی ساتھ رہنا ہے تو میں اس سب کو قبول نہیں کروں گی لکھوا کے رکھ لو تم رمشا سے سب کچھ کروا سکتے ہو مگر وہ نہیں جو تم جیسے گینگسٹر ایک شریف زادی سے ایکسپیکٹ کرتے ہو۔

اپنی انگلی اس کے سینے پہ رکھتے ہوئے اسے باور کروانے کی کوشش کی۔ سکندر کو آدھی بات سمجھ میں آئی تھی آدھی نہیں جو بات سمجھ میں بھی آئی تھی وہ سمجھنا نہیں چاہتا تھا۔ اس لئے اس کی انگلی جھٹک کر مڑ کر اس نے جھک کر سائڈ کیبنیٹ کھولی رمشا نے وہ چیک نہیں کی تھی ورنہ اس کی بھی اب تک صفائی ہو چکی ہوتی۔ سکندر نے لال رنگ کی بڑی سی بوتل نکالی۔ اس بوتل کو دیکھ کر رمشا ساکت ہو گئی۔

وہ اب اس کے سامنے شراب پیے گا۔ وہ اس کے انداز کو بھانپ گیا تھا اس لئے گلاس کو اُٹھا کر گلا کنکھارتے ہوئے بولا۔
"تم جب ایسی حرکتیں کروگی تو مجھے بھی ایسی حرکتیں کرنے پڑی گی۔"
اس نے بوتل کو کھولتے ہوئے 'اس میں شیمپین انڈیلا 'سُنہرے رنگ سے بھرا گلاس رمشا کو کسی زہر سے کم نہیں لگا تھا۔
گلاس لے کر وہ خاکی رنگ کے چیس لاونج پہ بیٹھا اور اس کا سپ لینے لگا اور وہ بس کھڑی اسے دیکھتی رہی۔ وہ اس کا ضبط آزما رہی تھی تو وہ بھی کہاں پیچھے رہنے والا تھا۔
"اب کیا کروگی کل سے میرے ملازمین کو فارغ کروگی !!! یہ سب کر کے تو تمھیں مزا نہیں آیا ہوگا۔" وہ پی کر خود کو بہتر محسوس کر رہا تھا مگر اس سٹیچو کے نقصان پر وہ ابھی تک اپ سیٹ تھا۔ اس میں موجود وہ نایاب شہ اب ملنا تو کافی ناممکن تھا ۔ واقعی درست کہا تھا اس نے یہ لڑکی خطرناک ہے۔ اس کا نقصان کروائے گی۔ اس کا غصہ اس کی کچھ باتوں پر اب تک ٹھنڈا ہو چکا ہوتا مگر سٹیچو کے غائب ہونے پر نئے سرے سے چڑھ گیا تھا۔ اس نے ایک اور سپ لیا اس وقت اسے سوچ چاہیے تھا اسے شیمپین بھی نہیں اچھا لگ رہا تھا اسے کڑواہٹ چاہیے تھی۔ جو اس کے زبان کی کڑواہٹ کو زائل کر سکے۔ رمشا نے دکھ بھری نظروں کو تبدیل کیا اور سیدھا جا کر اس سے زرا فاصلے پہ جا کر بیٹھ گئی۔
"ہاں کروں گی اگر تم یہ سب کرتے رہوگے۔" اس نے اشارے سے اسے بتایا۔ وہ ہنسا۔ شراب اپنا اثر دکھا رہا تھا۔ اسے چڑی ہوئی نہیں تھی بس غصہ کم ہو رہا تھا۔ اس کا غصہ بہت تھوڑا ہوتا تھا مگر بیحد خطرناک ہوتا تھا یہ رمشا کی موجودگی میں سلف کنٹرول نے اپنا کمال دکھایا تھا ورنہ کسی نہ کسی کی بڑی شامت آنی تھی۔
"تم سے پیار کرتا رہوں گا تو یہ سب کرتی رہوگی۔ تم تو بہت جلد مجھے سڑکوں پہ لانے والی ہو(ایک اور سپ) ۔ کچھ نہ کچھ کرنا پڑے گا اور تم نے کیا میرے بندوں پہ تعویز تو نہیں کروایا؟ بڑی باتیں سُن رہے ہیں اور بی واو(ایک اور سپ) ۔" وہ بات بدل رہا تھا اپنا غصہ اپنی فرسٹیشن وہ اپنی اس سویٹ ہارٹ پہ نہیں اُتار سکتا تھا۔ (دماغ تو ابھی کہہ رہا تھا گلا دبا دے نہیں تو بہت نقصان اُٹھائے گا) ۔
رمشا نے اپنی قمیض مٹھی میں لیتے ہوئے خود کو رونے اور پھٹنے سے بڑا روکا۔ یہ اس کی زبان ضرور کھولے گا۔ لمبی سانس کھینچ کر چھوڑتے ہوئے اس نے ہاتھ اشارہ کرنے کے لئے اُٹھائے تھے پھر گرا دیے۔ کوئی فائدہ نہیں اس شخص سے بحث کرنے کا اور اس وقت تو بالکل بھی نہیں جب وہ پی رہا تھا۔
"یہ اثر نہیں کرتی ٹرسٹ می سویٹ ہارٹ آپ بولیں آپ کیا کہہ رہی تھی۔"

ایک ایک انداز کو سمجھتا تھا اس کے۔ وہ سوچتا تھا شاید اللہ نے بنایا ہی اسے اس کے لئے کیونکہ وہ بیشک گویائی سے محروم تھی مگر وہ اس کی دل سے لے کر دماغ میں ہزاروں باتیں بھی جان جاتا تھا اور سمجھ جاتا تھا اور اسے سمجھنے میں ایک سکینڈ بھی نہیں لگتے تھے جتنا وہ گھنٹہ کسی سے سر کھپا کھپا کر سمجھاتے ہوئے ہلکان ہو جاتی تھی۔

رکھو اسے !!! ۔اس نے گلاس کی طرف اشارہ کیا۔

"کیا رکھوں اپنا دل؟ وہ تو آپ کے پاس ہے؟؟؟"

اسے ہوا کیا ہے ابھی گلا دبانے کا کہہ رہا تھا اور ابھی پٹری سے اُتر رہا ہے واقعی دوہری شخصیت کا مالک ہے یہ آدمی۔

کپڑے ڈونیٹ کرنے تھے میں نے اور تم کسی کو کچھ نہیں کہو گے مورتیاں کی جگہ اگر تم کچھ اچھی چیزوں کی تصویر لگالو تو کوئی بُرائی نہیں ہے پلیز سٹاپ دس۔(اس نے بُرا منہ بنایا)

وہ گلاس رکھ کر بے انتہا معصومیت سے تکتا رہا۔

"آج تو بہت دلیر ہوئی وی ہیں میڈم کل تو بچی بنی ہوئی تھی۔ یہ بہادری ضرور اپنی بخت نے دی ہو گی اور کون ہو گا پٹیاں پڑھوانے والا۔ ویسے یہ بھی کچھ کم نہیں نکاح سے پہلے والی حرکات بھی کچھ ایسے ہی تھیں۔ بس اس میں تحمل مزاجی کی کافی کمی تھی۔

"مجھے آپ کی ایک بات بھی سمجھ نہیں آئی۔"

رمشا نے فرسٹیٹ نظروں سے اسے تکنے کے بعد غصے سے اُٹھی اور سیدھا اس کے ڈیسک کی طرف گئی۔ کاغذ اور پین اُٹھا کر اپنے سامنے کیا پھر اس پہ کچھ لکھنے جھکی اس کے جوڑے میں لپیٹے بال آدھے کھل کر اس کے چہرے پہ اٹھکیلیاں کرنے لگیں ۔سکندر نے اپنی تھکی نگاہیں اس کی طرف کی تو وہ آنکھیں ایک دم کھلی کی کھلی رہ گئیں۔ ماتھے پہ شکنوں کا جال بچھائے 'ہونٹوں کو بھینچے 'گالوں پہ سرخی اوپر سے پڑتی سورج کی کرن نے تو کمال کر دیا تھا۔ وہ چلتی پھرتی کسی مصور کا شکار لگ رہی تھی۔ سکندر کا دل کیا کہ یہ شکار ایک انچ بھی نہ ہلے۔ اس کی انگلیاں تیزی سے کاغذ کو سیاہ کرنے میں مصروف تھی۔

سکندر نے فون نکال کر تیزی سے کیمرہ آن کر اسے کہ دو کلک لئے تھے۔ کلک کی آواز پر رمشا نے اپنا سر اُٹھایا تو غصے سے اسے گھورتے ہوئے چل کر اس کے پاس آئی اور اسے دیا۔

اور ایک بار پھر بازو لپیٹے اس کے سامنے کھڑی اس کے جواب کی منتظر تھی۔

"بڑے آرام سے سمجھاتی تو سمجھا لینا تھا میں نے یہ میرا پین اور کاغذ ضرور ضائع کرنا تھا۔"

اب آگے سے اس نے کچھ کہا تو یہی اس کی محبوب بوتل اس کی سر پہ دے ماروں گی۔

دانت پیس کر وہ اس کے پڑھنے کی منتظر تھی۔ جس نے نگاہیں پیج پہ زرا سی گھمانے کے بعد کہا۔
"بہت ہی گندی رائیٹنگ ہے بھئی ایک میرے پاپا کو دُنیا میں سب سے بُری رائیٹنگ میری ہی لگتی تھی انھیں بتاوں گا ان کی بہو نے میرا ریکارڈ توڑ دیا۔"
سکندر کے منہ سے پاپا کا لفظ سُن کر وہ چونک گئی۔ سکندر کے پاپا؟ ارے جسٹس حدید عالم وہی تو سکندر کے پاپا ہیں۔ وہ اس سب میں بھول ہی گئی تھی انھیں۔
"اچھا میڈم ٹریسا نے اپنے کپڑے نہیں میرے کپڑے ڈونیٹ کرنے کا سوچا(وہ ہولے سے مسکرایا) مسز سکندر حدید عالم آپ کا شوہر یہ کام ہر ہفتے کرواتا ہے بلکہ اپنے پرانے کپڑے نہیں نئے کپڑے خرید کر انھیں بھیجواتا ہے۔ آپ سے بڑا ہے میرا دل(اس نے فخر سے کالر کو چھوا پھر چھوڑ کر بولا) یہ کیا لکھا ہے زرا سمجھانا۔"
رمشا نے چڑ کر اسے دیکھا۔
"مجھے واقعی نہیں سمجھ آرہا ایک تو کتنا ٹیڑھا لکھتی ہو۔"
اس نے اشارے سے ایک الفاظ پہ اشارہ کیا رمشا جھک کر دیکھنے لگی جب سکندر نے اس کے بازو کو پکڑا اور کھینچ کر اپنے اوپر گرایا۔
"ہاں اب سمجھ آگئی۔ یہ سب چیزوں کی جگہ اچھی چیز لگاؤں یعنی کے تمھاری تصویر۔ یار پہلے بتانا تھا میں خوامخواہ اپنی بیوی پہ غصہ ہوا۔"
اس نے رمشا کو سیدھے کرتے ہوئے کہا جو غصے سے ہٹنے لگی تھی اس نے رمشا کے گرد بازو حمائل کرتے ہوئے اس کی کوششوں کو ناکام کر دیا۔
"مگر وہ کیا ہے ناپر نسس یہاں کافی بندے آتے ہیں مجھ سے ملنے۔ ملازموں کا بھی آنا جانا لگا رہتا ہے تو میں نہیں چاہتا کسی کی بھی نظر اس سیپ میں چھپے موتے بلکہ موتی نہیں نایاب ہیرے پہ پڑے جو کہ صرف(اس نے اپنی ناک رمشا کے گال سے ٹکرائی) میرا ہے۔"
رمشا نے اس کے سینے پہ دباو ڈال کر پیچھے ہونا چاہا مگر سکندر کا اس وقت چھوڑنے کا کوئی سین نہیں لگ رہا تھا۔ اس کے بالوں کو پیچھے کرتے ہوئے بولا۔
"تم جیسی ہو میں نے تمھیں ویسا قبول کیا تمھیں بدلنے کے لئے ایک بار بھی کہا؟ بتاو نہیں نا تو مجھے ویسا کیوں قبول نہیں کرتی جیسا کہ میں ہوں۔ تینتیس کا ہونے والا ہوں یار۔ سفیدی کی طرف گامزن ہیں۔ اس بندے سے کہہ رہی ہو بدلنے کو! کچا مٹی نہیں

ہوں جو توڑ کر پھر سے صحیح بن جاوں گا۔ صحیح بنے کے چکروں میں مکمل طور پہ ٹوٹ جاوں گا پھر سوائے ٹوٹے کانچ کے تمھارے ہاتھ(اس نے اس کا ہاتھ اُٹھا کر بڑے نرمی اور احترام سے چوما) کچھ نہیں آئے گا۔"

اب کی بار رمشا نے اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے کر دیکھا۔

"لڑنا چھوڑ دو مجھ سے۔ نہیں تو بہت دیر ہو جائے گی۔"

اس کی آنکھیں کہہ رہی تھیں خود وہ چُپ ہو گیا تھا۔

جھک کر اس پہ پیار کی مہر چھوڑتا وہ گلا کنکھار کر اسے اُٹھا کر خود بھی اُٹھ گیا تھا۔

رمشا بالکل سٹل ہو گئی تھی۔اسے سکندر کی حرکت پہ یقین نہیں آیا تھا۔

"بختاور کو لینے جا رہا ہوں اسے چھوڑ کر شام کو آوں گا۔"

وہ کہہ کر جانے لگا تھا جب رُک گیا پھر مڑا۔

"تم نے کہاں تک پڑھا ہے؟؟"

اس کی اس بات پر رمشا چونک گئی یہ بات کہاں سے آگئی۔

"کالج تو کر چکی ہو گی۔یونی گئی ہو؟"

رمشا نے دو انگلی نکالی۔دو سال گئی تھی صرف۔وہ اسے دیکھتا رہا پھر سر کر ہلا کر بولا۔

"نائس چلتا ہوں۔" رمشا اسے روکنے لگی تو سکندر ایک دم مڑا۔

وہ بیگ کے لئے مت روکنا پلیز۔

سکندر ایک لمحے اسے دیکھتا رہا پھر ہنس پڑا۔

"سب کچھ دے دو گی تو میں کیا پہنوں گا۔میں دن میں تین بار کپڑے تبدیل کرتا ہوں لڑکی۔"

ام ہم نئے لے لیں گے میں تمھیں شاپنگ پر لے جاوں گی۔

وہ دلچسپی سے اسے دیکھتے ہوے اس کے پاس آیا۔

وہ ایک دم پیچھے ہوئی۔وہ پھر ہنسا۔

"اپنے پیسوں سے شاپنگ کرواو گی؟"

رمشا نے اسے گھورا پھر نفی میں سر ہلاتے ہوے اسے باور کروایا۔

سکندر رھا کے پاس پیسوں کی کمی تھوڑی ہے۔

سکندر مسکرا کر اس کی ناک کو دباتے ہوئے بولا۔

"چالاک ہو بڑی تا کہ تمھیں باہر نکالوں خوشی سے اپنے ساتھ شاپنگ پہ لے کر جاوں اور پھر میں پکڑا جاوں۔ دماغ تو بہت تیز ہے آپ کا۔"

"خیر آپ کی پہلی آرزو پوری کرنے کا سوچتے ہیں یہاں نہیں تو بیرونِ ملک شاپنگ کریں گے چلتا ہوں بھا کی ٹائیمنگز خراب کر رہی ہو تم۔"

سب کی ٹائیمنگ خراب کرنے والے کے منہ سے یہ بات کچھ اچھی نہیں لگی مجھے۔

دل میں کہتے ہوئے بس گہرا سانس لے کر رہ گئی۔

وہ چلا گیا اور وہ اس کی پشت کو جاتا ہوا دیکھتے ہوئے بولی۔

"تم۔۔۔سے۔۔۔کہ کہا تھا۔۔۔کہ میں مجبور ہوں سکندر بے بس نہیں مگر مجھ سے۔۔۔۔۔۔۔پوچھو سکندر کہ تمھارے معاملے۔۔۔۔۔۔۔میں کتنی بے بس ہوں تم دور جاتے ہو تو دل۔۔۔۔۔۔ویران سا ہو جاتا ہے تم۔۔۔۔۔۔۔پاس ہوتے ہو تو (اسے تکلیف سے ہو رہی تھی گردن میں) دل کرتا ساری بھڑاس تم پہ نکالوں تم کیا ہو سس سکندر؟"

****

"یہ لو بھا تمھاری چائے ویسے کھانا لگوایا ہوا تھا میں نے مگر تمھارے چہرے سے لگ رہا ہے کہ بھابی میوٹ نے صحیح پیٹ بھرا ہے "۔

سکندر نے اسے ایک نظر اسے دیکھا پھر خاموشی سے کپ لے کر گھاس کو گھورنے لگا۔

"آج بڑے بڑے لوگ چُپ لگ رہے ہیں۔ انرجی بھی کافی کم لگ رہی ہے باپ کے پاس سے تو نہیں آ رہا؟"

حنان کی بات پہ اس نے سر اُٹھا کر اسے دیکھا اور نفی میں سر ہلایا۔

"تو پھر اتنے خاموش کیوں ہو؟"

"نہیں ہوں میں خاموش یار۔" اس نے تنگ کر کہتے ہوئے سامنے ٹیبل پہ کپ رکھا۔

حنان اسے سر تا پا دیکھا پھر بڑا سوچ کر بولا۔

"اتنے خاموش کیوں ہو؟"

سکندر نے حنان کی بات پہ بے اختیار سر اُٹھایا تھا پھر سر جھکا کر نرم' گیلی گھاس کو گھورنے لگا تھا۔

"ایسے گھوڑے کی طرح اس گھاس کو اتنی لالچی نظروں سے کیوں دیکھ رہے ہو؟۔"

سکندر نے جھنجھلا کر سر اُٹھایا۔

"میں اس وقت مذاق کے موڈ میں نہیں ہوں حنان۔"

"تیرا کوئی موڈ بھی ہے بھلا!!"

"یہ مس میوٹ نے تو کہی آپ کی آواز چھیننے کی ٹھان تو نہیں لی۔ جب سے تو آیا ہے چُپ بیٹھا ہے۔"

سکندر نے جھٹکے سے سر اُٹھایا۔

"یار میں نے غلطی کر دی۔"

"کون سی غلطی تو نے غلطی نہیں بلکہ غلطیاں بول جو تم نے کی ہیں۔"

"یار یہ لڑکی بہت خطرناک ہے یہ میری جگہ چھین لے گی اور خود بھا بن جائے گی۔"

"کیا؟"

ایک دم حنان جو چائے پی رہا تھا اسے یک دم اس کی بات پہ اچھو لگا۔

"کیا بک رہا ہے دن میں کب سے پینا شروع کر دیا۔"

"یار یہ میرا قتل کر کے میری ٹیریٹری سنبھال لے گی میں بتا رہا ہوں تم کو میرے نوکر تک اب اس کا حکم مان رہے ہیں۔"

"تو مس میوٹ سے ڈر رہا ہے اور بیٹا وہ حکم تیری وجہ سے مان رہے ہیں ورنہ ان بیچاروں نے اپنا سر تھوڑی کٹوانے ہیں۔"

سکندر نے فرسٹیشن سے سر پہ دونوں ہاتھ پھیرے پھر انگلیوں کو آپس میں ملائے اپنے پیر ہلاتے ہوئے بولا۔

"بہت بڑا نقصان کروا کر بیٹھ گئی ہے اور دیکھو میں اسے کچھ کہہ بھی نہیں سکتا۔"

"سوچنا بھی نا۔ مت بھولو وہ میری بیوی کی سب سے فیورٹ کزن ہے اس کو تکلیف دو گے تو سمجھو عینہ کو دو گے اور اسے دو گے تو سمجھو مجھے دو گے۔"

سکندر نے چڑ کر اسے دیکھا جو ٹیشو اُٹھا کر اپنے ہونٹ اور ٹھوڑی صاف کر رہا تھا۔

"وہ سب سے پہلے میری کچھ لگتی ہے اسے تکلیف دینے سے پہلے میں خود کو گولی مار لوں گا مگر اس نے حرکت ایسی کی ہے کہ میں کیا کروں۔"

"کیا کر دیا ہے آخر اس بیچاری نے زرا مجھے پتا بھی چلے کیا اس بار کھانا نوکروں کو کھلا کر مار تو نہیں دیا۔"

"میں یہاں سے جا رہا ہوں تو کرتا رہ ہی بکواس۔ اس سے پہلے اس کا ماما آجائے اور تیرا پول کھل جائے۔"

اس کا اشارہ حداد کی طرف تھا۔

"ارے ارے بیٹھو آج تو بالکل آوٹ آف کنڑول لگ رہے ہو۔بیوی کا غصہ مجھ پہ کیوں اُتار رہے ہو اور حداد بھیا ابھی نہیں آئے گے یہ تو تمھیں اچھی طرح پتا ہے۔"

وہ ایک دم چونک پڑا پھر سیدھے ہو کر بیٹھتے ہوے اسے دیکھتے ہوے بولا۔

"کیا گھر واپس چلے گئے ہیں؟ اتنی جلدی کیا جمالی کا ہاتھ ہے اس میں۔" اس کی بات پہ حنان نے اسے گھورا۔

"ایک تو میرے سسر کو جمالی مت بول میں ان کی عزت کرتا ہوں تو میں چاہتا ہوں تم بھی ان کی عزت کرو۔"

"تو کرتا ہے نا اس کی عزت بس کافی ہے مجھ سے کسی عزت وزت کی توقع مت رکھو ہاں بتاو۔"

بسکٹ پلیٹ سے اُٹھا کر کھاتے ہوے اس کے بولنے کا منتظر تھا۔وہ اس وقت ڈارک میرون شلوار قمیض میں ملبوس تھکا ہوا مگر ہینڈسم لگ رہا تھا۔

حنان ہونہہ کرتا رہ گیا۔

"جمال انکل سے بات کرنے گئے ہیں کیونکہ رمشا کی امی' ابو دونوں کراچی چلے گئے ہیں۔"

اس کی بات پہ سکندر چوکس ہو گیا۔

"کیا مطلب کراچی چلے گئے؟ اتنی جلدی؟"

"تجھے تو خوش ہونا چاہیے۔" حنان نے اسے سرد مہری سے دیکھا۔

"میں نے بھلا کیا خاک خوش ہونا ہے اگر رمشا کو کہی سے بھی پتا لگ گیا تو اس نے پاگل ہو جانا ہے۔"

"کام ڈاون سکندر کراچی گئے ہیں خدا نخواستہ انھیں کچھ ہوا نہیں بس ان کا جانا بنتا تھا اِدھر بیٹھ کر ان کی بیٹی ویسے بھی نہیں ملنی تھی ".

سکندر نے لب دبا لئے پھر خود کو کمپوز کرتے ہوے بولا۔

"ایک بات کہوں گا غصہ تو نہیں ہو گے۔"اس کی بات پہ حنان نے حیرت اور تعجب سے اسے دیکھا تھا۔

"اگر ہو بھی گیا تو تجھے کون سا فرق پڑنا ہے کرنی تو تو نے اپنی ہے۔" سکندر نے اس کی بات پر اپنی آنکھیں گھمائیں۔

"میں اپنی شادی اناونس کرنے جا رہا ہوں۔"

حنان اسے سنجیدگی سے تکتا رہا پھر ہنسا۔

"اچھا مذاق ہے۔"

"میں مذاق بالکل نہیں کر رہا حنان۔"

"تو پھر تو جا یہاں سے۔ میں تو آپ کو جانتا ہی نہیں چلیں بھائی صاحب فوراً یہاں سے نکلے۔"

"حنان میں شادی کا کارڈ جمالی کو دے آیا ہوں۔"

اب کی بار حنان ساکت ہو گیا۔

"تو جھوٹ بول رہا نا یار اگر یہ مذاق ہے تو بتا دے میں تیری بتیسی توڑ دوں گا۔"

سکندر نے اسے لکھ دی کہ میں مذاق بالکل نہیں کر رہا۔ حنان اُٹھا اور اس کا کالر پکڑ کر اُٹھایا۔

"کمینے یہ تو نے کیا کیا" (اس نے ایک مکا اس کے منہ پہ مارا) تو انسان ہے کہ ایلین کس نے یہ بات تیرے دماغ میں ڈالی تھی ۔" ایک اور مکا۔

سکندر نے اپنا جبڑا پکڑا۔

"تو نے کہا تھا اگر میں مذاق کروں گا تو پھر مجھے مارے گا جبکہ میں نے کوئی مذاق نہیں کیا۔"

"اتنا بڑا جوک ہی تو کیا تو نے میرے ساتھ بنا مجھ سے پوچھے' مجھ سے مشورہ کیا بھا صاحب چل نکلے انویٹیشن دینے پتا بھی ہے کہ کیا کونسیکینوسس ہو سکتے ہیں اس کے۔"

"مجھے پتا ہے یار مگر وہ رو رہی تھی۔" سکندر بے بسی سے اونچی آواز میں بولا۔

"وہ تو تمھارے ساتھ پر رو رہی تھی اسے چھوڑ دیتے۔ خوش ہو جاتی اصل خوشی تو وہ تھی۔ یہ نئی خوشی دیکھی ہے کہ آ بیل مجھے مار کیونکہ میری بیوی رو رہی ہے اس کی خوشی کی خاطر میں سولی چڑھنے پہ تیار ہوں اب کیا ہو گا کیسے بچاؤں گا تجھے۔ اچھا ہے مر سر بلکہ پھانسی ہو جائے تو عقل ٹھکانے آئے تیرے۔" سکندر ہنس پڑا۔

"بہت ہنسی آرہی ہے دفع ہو جا اس وقت اس سے پہلے میں اپنی اندر سے گن لاؤں اور تجھے شوٹ کر دوں۔"

"میں جیل نہیں جا رہا!! سمجھے۔ جیل تو تب جاوں گا اگر رمشا کہیے گی کہ میں نے اس کیڈ نیپ کر کے زبردستی نکاح کیا ہے۔ سو چل وہ شادی پہ خوش ہو گی تو گھر والے بھی خوش ہوں گے۔"

حنان نے تالی بجا کر تمسخر ہنسی سے کہا تھا۔

"واواس پہ تو سارے گھر والے تم دونوں کو ہار پہنائے گے پھولوں کی بارش کریں گے۔ سکندر کتابی دُنیا میں کب سے گھس گئے ۔ ویک اپ بڈی۔ اس کے گھر والے جو کریں گے اس پہ جو آنسو رمشا کی آنکھوں سے نکلے گے وہ سیدھا تمھارے دل پہ جا کر گرے گے۔ اس لئے اب بھگتنے کے لئے تیار ہو جاو میں تو چلا۔"

"حنان میری بات سُنو یار وہ۔"

"نہ بھئی تونے خود پرابلم کریٹ کی ہے اب خود ہی اسے فیس کرو مجھ سے مشورہ نہیں کیا تم نے ویسے پہلے بھی رمشا کو کڈ نیپ کیا تھا تو مجھے نہیں بتایا تھا پھر بھی تمھیں اس بیس پہ بخش دیا تھا کہ تم اس سے پیار کرتے ہو اس کی ذات تمھیں بے بس کرتی اب ایسی بھی کیا بے بسی کہ بندہ اپنے گلے میں رسی ڈال لے نہ بھئی جاؤ تم۔"

"رُک تو سہی عینہ کو فون کرو میں ڈیم شیور ہوں جمالی نے کارڈ نہیں دیکھا ہوگا۔"

"دیکھا نہیں ہوگا تو دیکھ لے گا وہ وقت دور نہیں بلکہ چند گھنٹوں میں ہمیں خبر مل جائے گی کہ رمشا کو کسی اور نے نہیں اپنے بھانے اُٹھا لیا تھا۔ بلکہ اُٹھایا نہیں اسے اپنی عزت بھی بنایا۔ اسے کوئی جوتی نہ مارے کوئی کچھ نہ کہے۔"

وہ اس کے پیچھے چلتے ہوئے اندر آیا۔

....

سید ھا حدید عالم کے گھر کی طرف چلتے ہیں جہاں حدید عالم کے کمرے سے فاروق نکلا تھا تو سامنے سے آتی ماں کو دیکھ کر رُک گیا تھا

۔

"وہ سو گئے؟"

ماں نے بیٹے سے پوچھا۔

"آپ کہاں گئی تھیں؟ پاپا پوچھ رہے تھے آپ کا؟"

فاروق نے ماں کو سر تا پا دیکھا تھا جو بالکل تیار تیور ہوئی وی کہی سے ہو کر آئی تھی۔ لائم رنگ کے شلوار قمیض میں ملبوس وہ حدید عالم سے کافی چھوٹی لگتی تھی۔

"سکینہ (ان کی بہن کی بیٹی) کی بات پکی ہو گی تھی تو وہاں گئی ہوئی تھی تمھارے ابو کو بتا کر گئی تھی کیوں طبیعت ٹھیک تھی ان کی

۔"

"ابھی دوائی کھا کر لیٹے ہیں پوچھ رہے تھے آپ کہاں رہ گئی ہیں بتایا نہیں تھا کہ خالا کی سکینہ کی بات پکی والا سین ہے تو کیسا رہا لڑکا کون ہے؟"

وہ ماں کے ساتھ چلتے اوپری لاونج کی طرف آیا۔ ماں اسے وہاں کے سارے واقعہ بتانے لگی تھی۔ وہ چُپ کر کے سُنتا رہا تھا۔ سُنے کے بعد ادھر اُدھر کی باتوں کے بعد اس نے ایک دم پوچھ لیا۔

"ماما یاد ہے آپ کو صوفی؟ وہ جو ہمارے گھر کا کام کرتی تھی وہ کہاں ہیں؟"

اس کے کہنے پہ ماں نے بڑی حیرت سے اسے دیکھا تھا۔

"کیا ہو گیا ہے فاروق اس کا نہیں پتا تمھیں وہی تو سکندر کی بہن تھی۔اسی فساد کی جڑ نے بیچارے کو بھی کنویں میں پھینکا تھا۔ تمھیں اتنی جلدی بھول گیا۔"

"آہاں مگر سلوک تو سکندر سے بھی زیادہ بد تر ہوتا تھا مجھے اتنا یاد ہے اور ممی کہاں یاد رہتا اتنی چھوٹی عمر میں تو آپ نے مجھے باہر پڑھنے بھیج دیا تھا۔اور اس سے پہلے بھی آپ ہم سب سے کو ان سے ہزار فٹ دور رکھتی تھی پھر وہ چلے گئے تھے۔میں جاننا چاہتا ہوں وہ گئے کیسے تھے۔"

"تمھیں جان کر کیا کرنا ہے فاروق میں زارا کا بتا رہی تھی اور تم نے ان لوگوں کا ذکر چھیڑ دیا۔دفع کرو انھیں۔"ماں تو بگڑ گئی۔یہ کوئی وقت تھا ان کا ذکر چھیڑنے کا۔

"مگر میں جاننا چاہتا ہوں۔"

"کیوں ہمدردی جاگ اُٹھی ہے تو سُن لو مر گئی ہے صوفی!! مر گئی ہے سکندر کی ماں۔خوش۔اب کوئی اور بات کر لیں۔"

"مام آئی نو آپ ان کے ذکر سے ہرٹ ہوتی ہیں مگر بتانے میں کیا حرج ہے مجھے لگتا ہے کہ ایک راز ہے جو پردے میں چھپا ہے اور یہ راز تو مجھ سے بالکل چھپائے جا رہا ہے۔"ماں اسے دیکھتی رہی پھر گہرا سانس لے کر اپنی کانوں سے ایر رنگز اُتارتے ہوئے بولی۔

"سکندر اور اس کی بہن گھر چھوڑ کر چلے گئے تھے کیونکہ صوفی کو ایک غنڈے سے عشق ہو گیا تھا چھپ کر نکاح کر لیا تھا۔حدید کو دُکھ ہوا تھا کافی مارا بھی خوب انھوں نے مگر سکندر نے بہن کو ڈیفینڈ کیا اور کہا کہ وہ یہ سب جانتا تھا پھر حدید سے برداشت نہیں ہوا اور ان کا نکال دیا۔"

"ان کی مدر کہاں تھیں؟"

"اتنی عزت اس عورت کو مت دو چلتی پھرتی ڈائن تھی وہ تو مر گئی تھی اس واقعے کے تین سال پہلے جب وہ نکالے گئے تھے۔"ایر رنگز ہاتھوں میں لیتے ہوئے وہ بڑی نخوت سے بولیں۔

"پھر کیا ہوا تھا؟"

"آج وکیل موڈ کیوں آن ہے میرے بیٹے کا کوئی ثبوت ان کے خلاف استعمال کرنا ہے۔"

"اسے کہانی سے لگ تو نہیں رہا آپ ڈیٹیلز کیوں نہیں بتا رہیں ماما؟"

کانوں کے لو کو مسلتے ہوئے اس نے نگاہیں ان کی طرف کی جنھوں نے آنکھوں کو گھماتے ہوئے اس کے ہاتھ پہ اپنا ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

"مائی ڈیر سن کیونکہ بتانے کو کچھ ہے ہی نہیں۔ سکندر لے گیا تھا بہن کو اس غنڈے کے پاس۔اس غنڈے کے ساتھ وہ بھی غنڈہ بن گیا تھا سمپل اور میں نے سُنا تھا کہ کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ اس کے بہن کے شوہر کو بھی سکندر نے ہی مارا تھا۔ تبھی تو آج وہ سکندر اعظم بنا بیٹھا ہے۔اس کو کرسی سے ہٹا کر خود راج کر رہا ہے۔"

"اگر راج کر رہا ہے تو جس شخص کو کرسی سے ہٹایا تھا اس کی بیٹی پہ جان نچھاور کیوں کر رہا ہے؟"

"کون؟"

"سکندر کی بھانجی سارے تو یہ کہتے ہیں اس کی زندگی کی سب سے قیمتی متاع اس کی بھانجی ہے۔اس کو زرا سی تکلیف ہوتی ہے تو سمجھو سکندر کو تکلیف ہوتی ہے۔"

"اچھا اس کی بیٹی بھی ہے میں نے دھیان نہیں دیا بہن کی بیٹی تو مجھے یاد ہے ماں کے ساتھ مر گئی تھی یہ کس کو بھانجی بنا دیا ضرور اس کی ناجائز اولاد ہو گی دنیاد کھاوے کے لئے بھانجی بنا دیا ہو گا۔"

"امی کیسی باتیں کر رہی ہیں وہ بچی کالج جاتی ہے اور سکندر اکتیس بتیس کا ہے۔وہ بھانجی ہی ہو گی۔"

وہ ہولے سے ہنسا تھا۔ماں سر جھٹک کر رہ گئی۔

"ہمیں کیا اس سے بیٹے چھوڑو ناہول اُٹھتے ہیں میرے جب جب ان کا ذکر چھیڑا جاتا میں نے حدید سے کہا بھی تھا کہ چھوڑ دیں اس ملک کو ویسے بھی ریٹائرڈ ہونے والے ہیں مگر انھوں نے تو تمھیں ہی وہاں سے بلوا کر بھیج دیا۔"

"کیوں چھوڑ دیں اس بھاکے ڈر سے بھلا وہ سمجھتا کیا خود کو اچھا چھوڑیں چائے پیے گی آپ؟ اپنے ہاتھوں سے بناؤں گا۔"

"میں ابھی چینج کر کے آتی ہوں اور ہماری عنیقہ صاحبہ کہاں ہیں؟"

"دوست کے گھر۔"

"چلو تم زرا سگھڑپن دکھاؤ میں ابھی آئی۔"

وہ کہہ کر اُٹھ گئی جبکہ وہ سوچ میں پڑ گیا۔ سکندر کی کمزوری صرف اور صرف بخت ہے اور وہ سارے کام ایک ہی بندے کی تھڑو بڑے آسانی سے کروا سکتا ہے اور وہ تھی بختاور۔

....

وہ اس آڈریس پہ پہنچا تھا۔علاقہ خاصا ویران تھا۔

بس سامنے درمیانے سائز کے فلیٹ کے علاوہ دور دور تک کچھ دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ بُروٹس نے کہا تھا کہ وہ مطلوبہ جگہ پہ پہنچ جائے پھر وہ بتائے گا کہ اس نے کیا کرنا ہے۔اس نے اسے میسج تو کر دیا تھا مگر دس منٹ ہو چکے تھے ابھی تک اس کا رپلائی نہیں آیا

تھا۔خالی سڑک پہ ٹہلتے ٹہلتے وہ اس کا انتظار کر رہا تھا۔شام کے سائے کب کے ڈھل چکے تھے۔سدا شکر سامنے بڑی سی سٹریٹ لائٹ نے علاقے کو مزید حولناک نہیں بنایا تھا۔زمین کے کھردرے حصے کو اپنے جوتی کی نوک سے رگڑتے' وہ کافی ٹینز معلوم ہو رہا تھا۔گھر اس نے آٹھ بجے پہلے پہلے تک پہنچنا تھا۔بُروٹس نے بھی کہا تھا کام صرف چند منٹ یا آدھے گھنٹہ کا ہی ہے مگر اس کے تو کوئی آثار نہیں دکھائی دے رہے تھے۔فون کرنے سے بھی اس نے سختی سے منع کیا تھا۔

"یہاں کیوں کھڑے ہو بلڈ نگ کے اندر کیوں نہیں گھسے!"

ایک دم کسی کی سخت و سپاٹ آواز پر اس نے گھوم کر دیکھا۔وہ بُروٹس ہی تھا۔اس نے ماسک پہنا ہوا تھا۔بلیک جیکٹ' بلیک پینٹ کی جیبوں میں ہاتھ ڈالے وہ اسے سرتاپا دیکھ رہا تھا' شاید گھور بھی رہا تھا۔

"تم نے مجھے گھسنے کا نہیں کہا تھا اور میں یہاں بیس منٹ سے کھڑا ہوں۔"

"اپنی یہ کمپلین بعد میں کرتے رہنا وقت بہت کم ہے چلو میرے ساتھ۔"

وہ اس کی بات کو جھڑک کر بولتے ہوئے چل پڑا۔وہ دانت پیس کے رہ گیا۔اگر وہ بے بس نہ ہوتا تو اس ماسک مین جو اپنا چہرہ چھپاتا رہتا اس کو ہمیشہ کے لئے چہرہ نہ دکھانے کے قابل ہی چھوڑ دیتا تھا۔

وہ اس کے پیچھے چل پڑا جو ناک کی سیدھ میں چلتا اس بلڈ نگ میں داخل ہوا۔اندر داخل ہوتے ہوئے وہ جھجھک رہا تھا کہ کہی بلڈ نگ کے اندر کوئی گارڈ وغیرہ نہ بیٹھا ہو۔علاقہ کافی ویران تھا۔وارداتوں کے موقعے زیادہ ہوتے ہیں ایسی جگوں پر جس پہ سکیورٹی یہاں کے رہائشی کے لئے لازم تھی مگر یہاں کے رہائشی کافی لاپرواہ معلوم ہو رہے تھے۔

وہ اس کے ساتھ مین لابی میں پہنچا جو کہ خالی تھا۔یہاں کوئی رہتا بھی ہے کہ نہیں؟۔بُروٹس اس کی سوچ بھانپ گیا تھا تبھی ارد گرد دیکھتے ہوئے اپنی جیب سے گن نکالتے ہوئے بولا۔

"یہاں کوئی نہیں رہتا بس جو چند شیطان ہماری بلڈ نگ میں بنا اجازت گھس کر غیر قانونی کاموں میں ملوث ہوتے ہیں سالے!! صرف ہمارا نام خراب کرنے کے لئے ان کو سبق سکھانے جا رہے ہیں۔یہ پکڑو۔"

اس کی بات پر لمبے بالوں والا شخص چونک گیا۔

"یہ بلڈ نگ تمھاری ہے؟"

"نہیں ہمارے باس کی یہ زیر استعمال نہیں ہوتی بس خالی پڑا رہتا زرائع سے معلوم ہوا کہ کچھ گڑ بڑ ہے۔فی الحال صرف میں اور تم چیکنگ کے لئے جا رہے ہیں پکڑو!!" اس نے گن اس کے سامنے زبردستی تھمائی۔پستول کو گرنے سے روکنے کے لئے اس نے دوسرا ہاتھوں کا استعمال کیا۔

"مگر مجھے ایسی چیزوں کا تجربہ نہیں ہے مجھے کیوں یہاں لے کر آئے ہو تمھاری ٹیم کیوں نہیں آتی۔"

ماسک مین چلنے لگا تھا اس کی بات پہ رُک گیا۔

"ہمارے بندے اور بھی بہت سے کام کرتے ہیں۔ ہر ایک کام کے لئے مخصوص کر رکھیں ہیں۔ تمھیں تجربہ نہیں ہے اچھا مذاق ہے باس نے تمھیں پھران کے مساج کروانے کے لئے رکھا ہے؟ نہیں نا یہی کام کرنے کے لیے جس پہ تم راضی ہو گئے تھے۔ تم نے کہا تھا میں کچھ بھی کرنے کو تیار ہوں۔"

اس کی بات پہ وہ صرف دانت پیس کے رہ گیا۔ کاش اس کا کمینہ باس اس سے مساج ہی کروالیتا۔

وہ گن کو سختی سے تھامے اس کے پیچھے سیڑھیوں کی طرف چل دیا کیونکہ اسی کا کہنا تھا کہ لفٹ کام نہیں کرتی۔

••

"میں اب کیا پہنوں تمھاری آپی نے میری ساری واڈروب خالی کر دی ہے۔ مجھے اس عورت کی سمجھ نہیں آتی میں اس کا کیا کروں؟"

"توبہ ماما اتنی پیاری لڑکی کو آپ عورت تو نہ کہیے اور یہ جتنے دیر آپ گھومتے رہے ہیں اس میں شاپنگ نہیں کر سکتے تھے۔"

بخت نے چپس کا پیس کھاتے ہوئے سامنے کھڑے فرسٹیشن سے ٹہلتے اپنے ماما کو دیکھا۔ جن کی شکل سے لگ رہا تھا وہ رمشا کو گولی سے اُڑانا چاہتے ہیں۔

"تمھاری جو آپی نے کیا اس میں بندے کو کہاں ہوش رہنا تھا سارا نقصان کروادیا وہ بھی ایک دن میں اس لڑکی نے۔"

بالوں کو کھینچ کر اسے چھوڑتے ہوئے وہ بستر پہ دھڑم کر بیٹھتے ہوئے بولا۔

"یہ آپ کا جبڑا کیوں سوجا ہوا ہے کیا ہوا ہے کہی میری غیر موجودگی میں کیٹ اینڈ ماوس والی فائیٹ تو نہیں ہوئی تھی آپی سے؟"

سکندر چونک پڑا پھر اس نے اپنے کونے سے جبڑے کو چیک کیا تو اسے تھوڑا بہت درد ہوا(حنان کا بچہ !!) اس نے آنکھیں گھماتے ہوئے اس دل میں ایک گالی دی اور بولا۔

"مارا ہے تمھاری آپی نے اور بڑی زور کا۔"

"واٹ !!! "

بخت کو چپس حلق میں پھنس گیا۔ تیزی سے کھانستے ہوئے بولی۔

"ہائے مارنا تو نہیں چاہیے تھا کیا بہت زور کا لگا ہے ماما؟"

وہ صوفے سے اُٹھ کر اپنے ماما کا جبڑا دیکھنے لگی۔ سکندر تو پھیل ہی گیا شرارتی مسکان کو لبوں سے دباتے ہوئے بولا۔

"مت پوچھو بچے! بڑا درد ہوا ایک تو میرا نقصان کیا اوپر سے آکڑ رہی تھی محترمہ زرا سا کیا ڈانٹ دیا میڈم نے مکا دے مارا۔"

"مگر آپی کے ہاتھ تو کافی نازک سے ہیں یہ تو ایسے لگتا ہے کہ کسی باکسر نے مارا ہے۔"

بخت ابھی بھی مطمئن نہیں ہوئی۔ سکندر نے منہ بنایا۔

"ہاں تمھیں تو وہ ہر طرح سے فیر ہی لگی گی۔ ایک دن مجھے مار بھی دے گی تب بھی کہو گی آپی نے جان بوجھ کر تھوڑی کیا۔ آپی ایسا کر نہیں سکتی بلا بلا۔"

"آپ نے بھی تو انھیں تنگ کیا ہے ماما ابھی ان کی فیملی سے ملوا دیتے تو کتنا پر سکون ہو جاتے کوئی ٹینشن نہ ہوتی۔ آپ خوش' آپی خوش اور آپ دونوں کو دیکھ کر میں خوش۔"

"بالکل اس خوشی کے چکروں میں یہ پھل کھا کر آرہا ہوں۔"

اس نے جبڑے کو ہلکہ سا دباتے ہوئے آہستگی سے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔

"کیا؟"

"کچھ نہیں اور تم بیٹھی رہنا کوئی خبر نہ لینا اپنی آپی کی۔"

وہ نروٹھے پن سے بولا۔

"ماما آپ بے بی بنتے جارہے ہیں اچھا میں ان کو جا کر سمجھاتی ہوں کہ اس لڑائی میں ور بل تک ٹھیک ہے فیز کل وائلنس بالکل بھی قابلِ قبول نہیں ہے۔ او کے آپ بیٹھے میں ابھی انھیں سمجھا کر آتی ہوں تب تک لگائے اس پہ کچھ۔"

اتنا کہہ کر وہ چل پڑی.

"اب کیا کروں میں اس کپڑوں میں تو پاگل ہو جانا ہے میں نے۔"

وہ اسی طرح بستر پہ لیٹا کچھ سوچتا رہا کہ اچانک بخت آئی۔

"ماما کیا آپ نے آپی کو کہی بھیجا تھا؟"

اس کی بات پر سکندر رسٹل ہو گیا۔ نو نو نو وہ کہی جا نہیں سکتی۔ اس نے سر اُٹھایا۔ بخت دروازے کے ساتھ لگی تھوڑی پریشانی سے اسے دیکھ رہی تھی۔ جیسے وہ اپنی بات کر کے اس کی غصہ کی توقع کر رہی تھی۔ کرنی بھی چاہیے تھی بھاکی جان لٹکا چکی تھی۔

"بخت مجھے بُری خبر مت سنانا! ڈیم اِٹ رمشا میں اس کو گولی سے اُڑا دوں گا۔"

کہتے ہوئے تیزی سے اُٹھا اور اس نے دراز سے گن نکالی۔

"ماما کیا کر رہے ہیں؟"

بختاور کا چہرہ ایک دم سفید ہو گیا۔

"پہلے تو ایک ایک کو ختم کروں گا جس کو اس نے باہر جانے دیا میں نے منع بھی کیا تھا۔(اس نے پستول کھول کر دیکھا اس میں ساری گولیاں تھیں اسے بند کر کے وہ مڑا) تبھی سب اس لڑکی کی باتوں سے اندھے ہو گئے لگتا ہے انھیں اپنی زندگی پیاری نہیں ۔"وہ تیزی سے بڑھا کہ بخت نے اس کا بازو تھاما۔

"ماماڑک جائے وہ جاوید بھائی کے ساتھ گئی ہیں آپ کے کپڑے لینے اگر وہ ان کے ساتھ ہیں تو وہ سیف ہیں ٹرسٹ می وہ آپ کو چھوڑ کر نہیں جائے گی۔"

سکندر نے غصے سے بخت کا بازو جھٹکا اور گولی پکڑے ہاتھوں سے زور سے اپنا ہاتھ دروازے پہ مارا۔ بخت اچھل پڑی۔

"شٹ اپ بختاور!!! (وہ دھاڑا تھا) وہ صرف میرے ساتھ محفوظ ہے میں اب سب کو ختم کر دوں گا ان لوگوں نے میرے سے پوچھنا تک گوارا نہیں کیا۔"

اس نے اتنا کہہ کر بختاور کو وہی چھوڑا اور تیزی سے نکلا۔

نیچے آکر سب کو پاگلوں کی طرح پکارنے لگا سب تو ڈر گئے اب بھا کو کیا ہوا ہے۔ انھیں اپنی خیر نہیں لگ رہی تھی سارے لوگ اس کی آواز پہ بالکل ٹھہر سے گئے تھے۔ انھیں کچھ ٹھیک نہیں لگ رہا تھا۔

سکندر سیڑھیاں تیزی سے اُترتا نیچے آیا تھا کہ سامنے کھڑی بازو لپیٹے پیروں کو ٹیپ کرتی رمشا کو دیکھ کر رُک گیا۔ وہ اس وقت آسمانی شیفون کی سادہ شلوار قمیض میں ملبوس تھی۔ بال کھولے ہوے تھے۔ گھنگرالے بال اس وقت سیدھے 'سلکی لگ رہے تھے۔

کانوں میں اس نے شاید بخت کے ہی ٹاپس پہنے ہوے تھے۔ وہ لگ تو بیحد پیاری تھی مگر اس وقت سکندر کا غصہ ہر چیز پہ حاوی ہوا وا تھا۔

"کہاں گئی تھی تم؟ بغیر میری اجازت کے کدھر گئی تھی؟"

وہ چل کر اس کے سامنے آیا تھا اور اس کا بازو دوسرے ہاتھ سے سختی سے پکڑے اپنے قریب کرتے ہوے اس سے سختی پوچھا تھا ۔رمشا خاموشی سے اسے دیکھتی رہی۔

"میں کچھ پوچھ رہا ہوں تم سے رمشا کیوں گئی تم میری اجازت کے بغیر کیا اپنے ساتھ ساتھ دوسروں کی زندگی تمھیں پیاری نہیں تھیں؟(اس نے گن اس کے سامنے کرتے ہوے کہا) بولو جواب دو نہیں تو ساری گولیاں تمھارے اندر اُتار دوں گا سمجھتی کیا ہو خود کو میرا صبر آزماتی رہو گی اور ایک دن میں تنگ آکر تمھیں چھوڑ دوں گا۔(وہ ہنسا تھا جبکہ اس کا چہرہ ابھی تک سپاٹ تھا) کس

خوش فہمی میں ہو تم ؟(اس کا بازو چھوڑ کر اس کا جبڑا پکڑتے ہوئے اس کا چہرہ مزید اپنے قریب کرتے ہوئے بولا) سکندر مر جائے گا مگر قیامت تک تمھیں نہیں چھوڑے گا یہ اپنے اس دل (گن کی نال سیدھا اس کے دل پہ رکھتے ہوئے بولا) پہ یہ بات نقش کروالو۔"

رمشا نے اس زخمی مسکراہٹ سے دیکھا اس سے پہلے وہ سمجھاتی لاونج کے مین دروازے سے جاوید کی آواز آئی۔

"میم ارے میم اِدھر تھی وہ گئی کہاں ؟"

سکندر نے بھی اس کی آواز سُن لی تھی وہ اس کو چھوڑ کی اس کی طرف بڑھنے لگا تھا کہ رمشا نے اس کا بازو پکڑ کر اسے روک لیا تھا۔

"بھا ابھی چلا رہے تھے پتا نہیں ابھی آوازیں آ رہی تھی پھر ایک دم چُپ۔۔۔۔۔"

ان میں سے خانسامے کی آواز تھی۔ سکندر پہچان گیا۔

"کیوں ؟ کیا ہوا؟ کیا بہت غصے میں تھے ؟"

"ابھی دیکھا نہیں سامنے سیڑھیاں اُترنے کی آواز آئی تھی۔"

"اچھا تم جاو میں دیکھتا ہوں۔"

اتنا کہہ کر اس کی قدموں کی آواز اس طرف آئی آج لاونج اور سیڑھیوں کے درمیان کا دروازہ بند تھا اس لئے جہاں رمشا اور سکندر کھڑے ہوئے وے تھے وہ حصہ دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ اتنے میں جاوید نے دروازہ کھولا اور اسے دیکھا۔ دونوں کو دیکھ کر اس نے رمشا کو کہا۔

"میم آپ کا سامان آگیا آکر دیکھ لیں اور سر آل گڈ؟"

سکندر کچھ کہنے والا تھا کہ رمشا نے اپنے ناخن بہت زور سے اس کے بازو پہ دبائے۔ اس نے مڑ کر تیز نظروں سے رمشا کو دیکھا تھا جو اسے نہیں جاوید کو دیکھ کر اس کی بات پر سر اثبات میں ہلانے لگی۔

"اس کو کہاں لے کر گئے تھے تم ؟"

اس نے بے انتہا سرد اور خطرناک لہجے سے جاوید سے پوچھا تھا۔ وہ شکار کرنے سے پہلے ہمیشہ سرد اور خطرناک لہجہ استعمال کر کے ویسے پوچھ گچھ کرتا رہتا تھا۔ یہ اس کی عادت تھی۔ جاوید کو خطرے کی بو آئی وہ ایک دم چوکس ہو کر رہ گیا۔

"سس سر میں ان کو کہاں لے کر جاوں گا وہ تو ادھر تھی۔" اس کی بات سکندر نے گن سیدھا اس طرف اُٹھا کر ٹریگر کو دبایا تھا جس پر رمشا کی تیزی نظروں اور ہاتھوں نے فوراً کام کیا تھا اور سکندر کا بازو دوسری طرف کر دیا تھا جس سے جاوید کی بچت ہو گئی تھی اور گولی سامنے بائیں دروازے کے پیچھے پہ لگی تھی۔ سائلنسر کی بدولت شوٹ کی آواز نہیں ہوئی تھی۔

رمشا نے غصے سے سکندر کو دیکھا جو خود اسے سب ایکشن کو دیکھ کر پھٹ پڑا۔

"تم چاہتی کیا ہو آخر ؟؟؟ تمھیں پتا بھی اس حرکت سے تمھیں یا کسی اور کو بھی لگ سکتی تھی۔"

رمشا سٹل ہو کر اسے دیکھنے لگی پھر زور سے اس کے سینے پہ ہاتھ مار کر اشارے سے بولی۔

اس کو لگ جاتی !!! تم سینس میں ہو؟ اس گن کو کھلونا سمجھا ہے تم انسانی جان کو اتنا بے حقیر اتنا معمولی کیوں سمجھتے ہو !!!!

اس کا کوئی قصور نہیں ہے وہ نہیں لے کر گیا مجھے۔ میں گھر پر تھی۔ اسے میں نے کہا تھا تمھارے نئے کپڑے لانے کو۔ میں مانتی ہوں میں نے غلط کیا۔

اس کے ہاتھ تھک گئے تھے' وہ خود بھی تھک گئی تھی۔ وہ سکندر کو قبول کر کے موو آن کرنا چاہتی تھی۔ اسے ٹھیک کرنا چاہتی تھی مگر کوئی فائدہ نہیں تھا۔ سچ تو یہ تھا سکندر کو وہ بدل نہیں سکتی تھی کیونکہ خود سکندر نہیں بدلنا چاہتا تھا۔

وہ نہیں کر سکتی۔ اس سے نہیں ہو گا۔

"سر بی بی نے آپ کے کپڑے اس لئے نکالے تھے کیونکہ انھوں نے مائی فاخرہ کی سُندس والی بات سُن لی تھی کہ وہ جہیز میں لڑکے کے کپڑوں کا کچھ بندوبست کر دیں کہیں سے بھی انتظام نہیں ہو رہا ہم نے وعدہ کیا تھا مگر ہمیں بھول گیا۔ بی بی آپ کے پیسے نہیں لینا چاہتی تھی تو انھوں نے سوچا آپ کے پاس حرا۔۔ آئی مین پیسے کی کمی تھوڑی ہے بعد میں لیں لے گے اس لئے انھوں نے سب کپڑے نکال کر دے دیے کہ وہ پسند کر لیں کیونکہ انھیں نہیں پتا تھا کہ وہ کیا لیں گی انھوں نے اپنے اور بخت بی بی کے کپڑے بھی نکالے تھے۔ یہ س باتیں انھوں نے مجھ لکھ کر دی تھی۔"

جاوید کو لگا رمشا کی موجودگی میں سکندر اسے کچھ نہیں کہیے گا اس لئے جلدی سے وضاحت دیتے ہوئے چُپ ہو گیا۔ رمشا نے اسے سکندر کو ایک بار پھر زخمی نظروں سے تکا پھر سر افسوس میں ہلا کر چل پڑی

سکندر اسے جاتا ہوا دیکھنے لگا پھر گہرا سانس لے کر خود کو ایک کوستا ہوا وہ اسے دیکھنے لگا۔ جو کہ مودب سا کھڑا اس کے کچھ کہنے کا منتظر تھا۔

"تمھیں کیا کہوں میں !!! تم سب لوگوں نے دماغ کی دہی بنا دی ہے۔ مجھے انفورم نہیں کر سکتے مطلب جب سے بی بی آئی ہیں میں کسی کام کا نہیں ہوں۔"

وہ چُپ رہا کچھ کہنے والا تھا کہ سکندر نے ہاتھ اُٹھا کر بولا۔

Forget about it

وہ سر ہلا کر چلا گیا جبکہ سکندر لب دبا کر سوچ رہا تھا کہ اس کے پاس جائے یا نہ جائے۔اس نے گن اپنے سر پہ ہولے سے ماری اُفف بلاوجہ اس کو ڈانٹ دیا میں نے۔

•••••••••••••••••••••••••••••••••••••

سیڑھیاں چڑھتا' وہ سوچ میں تھا کہ وہ پہلے کس کو منائے بخت کو یا رمشا کو؟ جب دماغ اور دل ٹھنڈا ہوا تھا تو اس کو خیال آیا تھا کہ اس نے بخت سے بھی کافی بدتمیزی سے بات کی تھی۔اسے شٹ آپ کہہ کر' اسے جھٹک کر چلا گیا تھا۔بخت سے تو اس کا رویہ برداشت نہیں ہوا ہو گا۔رو رہی ہو گی جبکہ رمشا وہ کیا کر رہی ہو گی؟اُف سوچ سوچ کے دماغ کو بھی کچھ ہونے لگا تھا۔

"بخت کو پہلے منا لیتا ہوں وہ جلدی راضی ہو جاتی ہے مجھ سے۔وہ محترمہ تو بہت ضدی ہے' غصہ بھی ان کا تھوڑا بہت ٹھنڈا ہو جائے گا ہاں یہ ٹھیک رہے گا۔"

اتنا کہہ کر وہ اوپر پہنچا تھا کہ سامنے بخت کھڑی تھی۔نرمی سے دیکھتے ہوئے سکندر کو بولی۔

"آئیم سوری ماما میں نے فاخرہ مائی سے پوچھا تھا تو انھوں نے کہا تھا کہ جاوید بھائی سامان لینے گئے ہیں تو آپی بھی ان کے ساتھ ہیں شاید ان کے کہنے کا مطلب تھا کہ وہ گاڑی سے سامان نکالنے گئی ہیں تو آپی بھی وہی موجود تھی۔غلطی میری ہے مجھے آپ کا پتا تھا۔ آپ کے مزاج کو سمجھ کر مجھے بات کرنی چاہیے تھی۔

بالکل اپنی ماں کی طرح جلدی معاف کر دینے والی۔بے قصور ہوتے ہوئے بھی سارا قصور اپنے اوپر ڈال دیتی تھی۔صوفی کیا چھوڑ گئی ہو تم؟

سکندر گہرا سانس لیتے ہوئے پستول کو جیب میں ڈال کر اس کے پاس آیا اور اسے اپنے ساتھ لگا کر اس کے سر پہ پیار کیا۔

"سوری چندا غلطی میری بھی ہے مجھے اتنا اوور ری ایکٹ نہیں کرنا چاہیے تھا۔مجھے پتا تھا کہ وہ سب کچھ کر سکتی ہے مگر باہر نہیں جا سکتی مجھے چھوڑ نہیں سکتی۔باہر جائے گی تو بھی کس کے پاس۔۔۔(وہ ہنسا تھا مگر اس کی ہنسی میں اُداسی تھی اس نے صحیح نہیں کیا اس کی ساتھ) آج سارے دن کے واقعہ نے مجھے پاگل کر کے رکھ دیا اور سب میں غلطی میری ہے۔"

بخت اس سے الگ ہوئی۔

"ماما میرے ساتھ سمپھتی کارڈ مت کھیلے آئی نو یو آپ کب سے ایکسپلنیشن دینے لگیں۔جائے ان کے پاس شی از ہرٹ بائے یور ایکشن۔شی نیڈز یو۔"

"اگر اس نے دوسرا مکا میرے جبڑے دے مارا۔"

اس کی اس بات پر بخت نے اسے گھورا۔

"مجھے تو لگتا ہے یہ کارنامہ ہانی ماما کا ہوگا کیونکہ آپ کو مکا صرف وہی بڑے آرام سے مار سکتے ہیں۔ ورنہ کسی اور کی تو جرأت ہو نہیں سکتی۔ ڈرامے نہ کریں آپ اور جائے آپی کے پاس۔"

"توبہ دماغ ہے تمھارا کہ ایکسرے سب کچھ اندر سے جان لیتی ہو۔ اب جاو کھانا لگ چکا ہوگا۔"

اس کے بال بگاڑتے ہوئے وہ اسے بولا۔

"آپ نہیں آئے گے؟"

"بھوک اُڑادی محترمہ نے اب جب تک وہ مان نہیں جاتی کھانے کا سوال پیدا نہیں ہوتا۔"

"چلیں پھر بیسٹ آف لک۔"

وہ کہہ کر چلی گئی جبکہ سکندر نے چہرے پہ ہاتھ پھیرا اور اس کے کمرے کی طرف بڑھا۔ پہلا کمرہ ہی ان محترمہ کا تھا۔

دروازے پہ ہلکی سی ناک دینے والا ہی تھا کہ خود کو بولا۔

"یہ مجھے کیا ہوتا جا رہا ہے میں کب سے اتنا جینٹل مین بن گیا۔ دروازہ کھولو اس لڑکی کے آگے اب اتنا بھی اچھا نہیں بنا زیادہ پھیل جائے گی۔ اُف ابھی بھی اپنی انا کی پڑی ہے تمھیں سکندر۔ ایگویسٹک انسان ناک کر۔"

دل اور دماغ کی جنگ کو جھٹکتا اس نے دروازہ کے ہینڈل کو گھما کر آہستگی سے کھولا۔ اندر داخل ہوا تو کمرہ خالی تھا۔ ارد گرد نظریں دہرا کر اس نے دیکھا ٹیرس کا دروازہ کھلا ہوا تھا۔ دروازہ کو بند کرتا۔ اس نے لمبی سانس کھینچ کر پھر چھوڑی۔

"ریلیکس!!! اینڈ کنٹرول یور سیلف۔" مٹھیاں کبھی کھولتا تو کبھی بند کرتا وہ آہستگی سے بڑے بڑے قدم اُٹھاتا۔ ٹیرس کی طرف آیا جہاں وہ دشمن جاں کھڑی' سینے پہ بازو لپیٹے اوپر آسمان میں چاند کو دیکھ رہی تھی۔ جو بادلوں کی درمیان بالکل چھپ کے رہ گیا تھا ۔ صرف اس کی چھوٹی سی جھلک دکھائی دے رہی تھی۔ آسمان صاف نہیں لگ رہا تھا مطلب کے بارش کا امکان تھا۔

سکندر اسے تو کبھی آسمان کو دیکھتا اس کے پشت تک آیا۔ رمشا شاید اس کی موجودگی سے واقف تھی یا وہ اس چاند میں اتنا گُم تھی کہ اسے سکندر کا احساس نہیں تھا۔ سکندر نے بنا سوچے سمجھے اس کے گرد بازو پیچھے سے حمائل کیے اور اپنی ٹھوڑی اس کے سر پہ رکھ دی۔

"لگتا ہے بارش ہونے لگی ہے۔" اس نے بڑے نارمل لہجے میں اسے بتایا۔

رمشا ایک دم چونک پڑی تھی مگر اس نے اس کی اس حرکت پر کوئی رد عمل نہیں دکھایا۔

"تمھیں بارش اچھی لگتی ہے سیوٹ ہارٹ؟"

وہ اس کے بالوں میں منہ دیے اس سے پوچھ رہا تھا۔

بارش کا پوچھ رہا تھا۔اس کا نہیں پوچھ رہا تھا۔انا پرست انسان سوری نہیں کر سکتا تھا۔ سوری کیسے کرے گا۔وہ تو یہ سب حرکت کو جائز سمجھ رہا تھا ہاں وہ اپنے آپ کو بر حق سمجھ رہا ہو گا۔

رمشا کا دل کیا اسے کھینچ کر سیدھا اس بالکنی سے نیچے گرا دے۔لبوں کو سختی سی دبائے وہ اپنے آپ کو کنٹرول کر رہی تھی۔

"تمھارا انداز بتا رہا ہے کہ تمھیں بارش نہیں اچھی لگتی ہے نا؟ پسند تو مجھے بھی نہیں ہے سارے کام ڈسٹرب ہو جاتے ہیں۔" کہتے ہوئے وہ جھکا اور اس کے بال سائڈ پہ کر کے اپنی ٹھوڑی اس کے کندھے پہ رکھی۔

رمشا نے دوپٹے کو سختی سے اپنی مٹھی میں لے لیا۔سکندر کی گرم سانسیں اس کی گردن پر اسے الجھن دے رہی تھیں۔

"یار تم نے کبھی کسی کو سوری کیا ہے؟"

سوال جتنا بچکانہ تھا' لہجہ اتنا ہی سنجیدہ اور معصوم۔رمشا نا چاہتے ہوئے بھی مسکرائی تھی مگر اس نے اپنی مسکراہٹ کو تیزی سے روکا تھا۔اب معافی مانگے گا مجھ سے گڈ مگر میں اس کی معافی قبول نہیں کروں گی۔

"میں نے بچپن میں بہت بار کیا تھا اور یقین جانو کوئی فائدہ نہیں تھا معافی مانگنے کا۔کبھی قبول ہی نہیں کی جاتی تھی میرا معافی نامہ تب سے ڈیسائڈ کر لیا تھا مر جاوں گا مگر کسی سے معافی نہیں مانگوں گا۔"

اُف ایک تو اس کا جذباتی پن۔

"آج بہت اچھی لگ رہی ہو! کیا میرے لئے تیار ہوئی تھی؟" اس انسان نے تعریف کر لینی ہے مگر معافی نہیں مانگنی۔ جھکنا تو پسند نہیں ہے اسے۔

دل تو کر رہا ہے کہ کہہ دوں نہیں جاوید کے لئے مگر اس انسان نے وحشی جانور بنے میں ایک منٹ بھی نہیں لگانا لڑکیاں آخر کیسے مر سکتی ہے اس طرح کی پوزیسونس سے میرا تو دم گھٹ رہا ہے۔

پیار سے اس کی گردن کو چھوتا وہ بولا۔

"آف کورس میرے لئے ہوئی ہو گی تمھیں پتا تھا کہ آج کے دن تم نے مجھے کتنا آپ سیٹ کیا تھا(گرفت مضبوط کی) ظاہر ہے میرا اتنا نقصان کروایا تھا مگر تمھاری اس تیاری پہ تو یو میک می ہیپیسٹ پرسن آئیو تم پر سات خون بھی معاف کر سکتا ہوں ۔(اس کے کان کو چھوا) ۔

اس کی بے خودی بڑھتی جا رہی تھی۔ شاید شراب کا اثر ہو رہا تھا کیا پتا پھر پی کر آیا ہو۔ رمشا کی اس سوچ پر اسے سکندر سے الگ ہونے پہ مجبور کیا اور وہ گھوم کر جانے لگی کہ سکندر نے اس کا بازو پکڑ لیا۔

"آئیم سوری۔۔۔"

اس بات پہ وہ رُک گئی۔اس کی سماعتوں پہ یقین نہیں آیا سکندر نے سوری کہا ہے؟

"مجھے پتا ہے میری اس حرکت سے تمھیں بہت تکلیف پہنچی ہے بلکہ میں نے جو کچھ بھی کیا ہے معافی کا لفظ تو بہت چھوٹا ہے اس سب کے آگے۔۔"

رمشا نے اپنی آنکھیں اُٹھائیں' وہ اسے ہی دیکھ رہا تھا' نرمی سے اس کا بازو پکڑے وہ گلا کنکھار کر بات جاری کرتے ہوئے بولا ۔"مجھے معلوم تھا کہ تم کہی نہیں جاوگی تم سب کچھ کر سکتی ہو مگر تم شیرو کو نہیں چھوڑ سکتی۔"

اس کے منہ سے غلطی سے اس کا نام سلپ ہو گیا۔رمشا نے چونک کر دیکھا' شیرو؟ سکندر ایک لمحے کے لئے چُپ ہو گیا۔

"میں تمھیں کبھی کیڈنیپ نہیں کرتا رمشا اگر تم تیسری بار میرے سامنے نہ آتی۔"

اس نے اب کی بار رمشا کا بازو چھوڑ دیا۔اسے پتا تھا وہ اب نہیں جائے گی۔ بازو اپنی کمر پہ لے کر جاتے ہوئے اس نے بے اختیار گہرا سانس لیا۔

"چاہتا تو اس دن تمھیں تمھارے ٹھکانے پہ نہ چھوڑتا بلکہ اپنے ساتھ لے جاتا مگر دل کو روکا مجھے لگا ایسی عجیب فیلنگز ہیں تم میری دی ون نہیں ہو سکتی پھر دوسری بار مال کے چینجنگ روم میں سامنا ہوا۔تب دل نے کہا اب بتاو یہ تمھاری دی ون ہے کہ نہیں ۔دل ہاں کہہ چکا تھا مگر دماغ نے کہا یہ موقع صحیح نہیں ہے اس وقت میں ڈینجر زون میں تھا تمھیں اس ڈینجر زون میں لانا کسی بے وقوفی سے کم نہیں تھا یہی سوچ کر میں تمھیں پھر چھوڑ کر چلا گیا تو پھر تیسری بار(وہ ہنسا تھا)

"مجھے ایسے لگتا ہے کہ ایسی کوئی چیز تھی جو بار بار مجھے تم تک لا رہی تھی۔ جیسے کہہ رہی ہو کہ سکندر اسے اگنور مت کرو یہ تمھاری ہے یہ کسی اور کی نہیں صرف اور صرف تمھاری ہے۔ تیسری دفعہ مجھ سے راہ نہیں گیا ٹرسٹ می دیوانگی کا عالم تھا مگر حقیقت پسند بن کر بھی لمحوں میں سوچا تھا کہ کیا میں اسے عزت سے سب کی رضامندی سے اسے اپنا نہیں بنا سکتا مگر معاشرے نے مجھے آئینہ دکھایا کہ تم میری پہنچ سے بہت دور ہو اس لئے میں نے تو کہا بھاڑ میں جائے معاشرہ جب میں نے پہلے بھی کسی چیز کی پرواہ نہیں کی تو اب کیوں کروں تو میں نے وہی کیا جو مجھے صحیح لگا لیکن وہ ایک چیز ہے جو میں ہمیشہ سوچتا ہوں وہ کیا ہے کہ مجھے تم تک لائی تم کراچی میں اور میں لاہور۔ سمجھ میں نہیں آتی۔"

میری دعائیں۔

رمشا کی بائیں آنکھوں سے ایک ننھا سا چمکتا موتی ٹوٹ کر گرا تھا۔

داڑھی پہ ہاتھ پھیرتے ہوئے اس نے اسے دیکھا

جو کہ سر جھکا کر گالوں کو صاف کر رہی تھی۔

"تم رو رہی ہو؟"

وہ کہتے ہوئے اس کے قریب آیا۔

رمشا نے تیزی سے سر نفی میں ہلایا۔

"اے اِدھر دیکھو کہا تھا میں نے کہ ان آنکھوں میں کبھی آنسو نہ دیکھوں مانتا ہوں کہ یہ آنسو میری وجہ سے۔۔۔۔"

"سکندر! "

اس کے لبوں سے اس کا نام پہلی بار نکلا۔اس کے گالوں کو تھامتے ہوئے سکندر کے ہاتھ کے ساتھ پورا وجود فریز ہو گیا۔

رمشا کو ایک دم پسینے چھوٹ گئے۔اسے سکندر کے ہاتھ اپنے چہرے پہ فریز ہوتے ہوئے محسوس ہوئے تھے۔اس کی طرف دیکھنے کی ہمت نہیں ہوئی تھی۔آنکھوں کو زور سے میچے اس نے اپنے ہاتھ سکندر کے ہاتھ پہ رکھے اور ایک بار پھر ہمت کرتے ہوئے بولی ۔

"سکن سکندر۔"

درد سے اس کی آنکھیں بھیگ گئی تھیں۔درد سے وہ کہرانا چاہتی تھی مگر اپنی سسکی کا گلا اسے نے بڑی تیزی سے گھونٹا تھا۔

سکندر نے اپنے بے جان ہاتھوں کو اس کے ہاتھوں سے نکالا۔

جب سکندر کچھ نہیں بولا تو رمشا کو اپنا سر تیزی سے اُٹھانا پڑا اسے جھٹکا لگا۔سکندر کی جو آنکھیں اس کے لیے ابھی تھوڑی دیر پہلے اپنی دیوانگی اور بے بسی دکھا رہی تھیں اس وقت بالکل اجنبی اور خالی تھیں۔اس کی ایک بول سے سارا ماحول اجنبی ہو گیا تھا۔

"سک ندر میری ببب بات سُنے۔"

وہ آگے بڑھ کر اسے ہاتھ لگانے لگی تھی کہ سکندر ایک دم پیچھے ہو گیا۔رمشا کا ہاتھ ایک دم گر گیا۔اس نے دیکھا سکندر کی آنکھیں سُرخ انگارہ ہو گئیں تھیں۔دُکھ سے' آنکھیں کہہ رہی تھی رمشا نے اسے دھوکا دیا ہے۔

مٹھیاں بھینچے' لبوں کو دانتوں میں لیتے اس نے اپنی آنکھیں بند کیں پھر کھولیں۔

"تو تم نے مجھے دھوکہ دیا۔"

اس کی ایک بات پہ رمشا کا کانچ کے مانند دل ایک دم ٹوٹ گیا' بکھر گیا۔

"تم بول سکتی ہو آئی سی۔۔۔"

کرختگی لہجے میں لانے میں اس نے ایک سکینڈ نہیں لگایا تھا اور یہی اس لہجے کی کرختگی کسی کوڑے کے مانند ثابت ہوئی تھی۔

"سکندر میری بب۔۔۔"

"شٹ اپ!"

وہ دھاڑا جبکہ اس نے اپنی تھکی ہوئی آنکھیں بند کر لیں۔ دیکھا اس کے بولنے پر اس نے اس سے نفرت کرنی تھی۔ اس کی زبان تھی ہی منحوس۔ دکھا دیا اس نے اپنا جلوہ۔

"خبردار خبردار تم نے اپنی اس زبان سے اس دھوکے باز زبان سے میرا نام لیا سمجھی۔"

وہ چیخا تھا۔ آنسو کسی ندی کی طرح اس کی آنکھوں سے بہتا جا رہا تھا۔ اس نے نہیں رُکنا تھا۔ یہ تو اب ساری زندگی کا رونا تھا۔ کیا کر دیا اس نے۔

سکندر نے آگے بڑھ کر اس کے کندھوں کا تھاما اور زور سے جھنجھوڑا۔

"کیا سوچ کر تم نے مجھے دھوکہ دیا مجھے یعنی سکندر حدید عالم کو سکندر ربھا کو۔ تمھاری اتنی جرأت۔"

اس نے اپنی انگلیاں زور سے رمشا کے بازو کے اندر دُھنس دی۔ رمشا درد سے چیخنا چاہتی تھی مگر اسے پتا تھا اگر وہ بولی گی تو وہ اسے مارے گا ہاں۔ اس کا چہرہ بتا رہا تھا کہ وہ اسے مارنا چاہتا ہے۔ بہت بُری طرح۔ اس کے اندر کا وحشی جانور کسی بھی وقت باہر آ جائے گا۔ اس کا جبڑا سختی سی پہلے جب پکڑا تھا تو اس کی گرفت کافی نرم تھی مگر اب ان میں اجنبیت ہی اجنبیت تھی۔

"کون ہو تم اور کیوں کیا تم نے ایسا بولو جواب دو!!! "

"سکندر میری بات۔"

ایک زوردار تھپڑ سکندر نے رمشا کے منہ پہ دے مارا۔

"میں نے تم سے محبت کی تھی رمشا۔ میں جو بھی ہوں تمھارے سامنے ہوں میں بُرا ہوں مگر ایک فریب نہیں ہوں اور تم نے تم نے مجھے اتنا بڑا دھوکہ دیا۔"

رمشا نے تڑپ کر آنکھیں اُٹھائیں۔ اپنے جلتے گال کو ہاتھ بھی نہیں لگایا تھا بلکہ پرواہ بھی نہیں کی تھی بس سکندر کو دیکھا تھا جس کی زخمی مگر شیر نظروں کی وہ تاب نہ لا سکی تھی تو اپنا روتا ہوا چہرہ جھکا لیا تھا۔

"اتنی تو مجھے کبھی تکلیف نہیں ہوئی تھی جتنی اب ہو رہی ہے۔" اس نے اپنے دل پہ زور سے مکا مارا۔

"سس سکندر مم میر۔۔۔

رمشا کو جتنی بولنے میں تکلیف ہو رہی تھی وہ لفظوں میں بیان نہیں کر سکتی تھی مگر اسے بولنا تھا اپنے صفائی دینے تھی۔ وہ اپنے ماموں حداد کے لئے تو کچھ نہیں بول سکی مگر سکندر سکندر تو اس کی زندگی تھا۔

"میں تمھارے علاج کے لئے زمین آسمان ایک کرنے کو تیار تھا بلکہ ولیمے کے بعد سوچ رہا تھا کہ باہر سے تمھارا چیک آپ کرواوں اور مجھے پتا تھا تم وہی انکار کا ڈرامہ کرنا تھا مجھے۔ حرام کے کمائی کا طعنہ دینا تھا کہ تم میری حرام کی کمائی سے اپنا علاج نہیں نہیں کرواو گی اور کیا کہا تھا اب تک کہ میں نے تمھارے ساتھ زیادتی کی ہے۔ میں نے تمھیں کیڈنیپ کیا ہے۔ میں نے تمھیں رسوا کیا ہے۔ کیا کیا لکھا تھا تم نے میرے بارے ارے مجھے تو اپنے باپ کے منہ سے یہ لفظ بُرے نہیں لگے تھے جتنے تمھارے منہ سے۔ کسی تیر کی طرح محسوس ہوے تھے۔ حقیقت میں تو تم بالکل ٹھیک تھی۔"

وہ اسے کیا بتاتی وہ مکمل طور پہ ٹھیک نہیں تھی اسے بولنے سے تکلیف ہوتی تھی۔ وہ ہکلا ہکلا کر بولتی تھی۔ لوگوں کی نظروں میں وہ کامیڈی تھی' انٹرٹینمنٹ پیکج۔ اس کی بے بسی لوگوں کے لئے مذاق تھیں۔ وہ سکندر اس کی محبت کی نظروں میں ایک جوک نہیں بن سکتی تھی مگر اس کہ تھپڑ' تیر کی طرح الفاظ نے سب کچھ ختم کر دیا۔

"س سس سکندر۔۔۔"

"شٹ اپ یو چیٹر۔۔"

ایک اور تھپڑ۔

"رمشا!! "

"رمشا۔۔۔"

کسی نے اپنے ہاتھ اس کے گالوں پہ رکھے ہوے تھے اور اس کا چہرہ ہلکہ سا جھنجھوڑا تھا۔

"سویٹ ہارٹ؟"

رمشا نے ایک دم ہوش کی دنیا میں آئی اسے دیکھا سکندر اس کا گال تھامے بڑی پریشانی سے دیکھ رہا تھا۔

"آر یو اوکے؟۔"

اس نے ابھی اپنی بات کہہ کر رمشا کو اپنے ساتھ لگایا تھا۔ رمشا نے چُپ کر کے اس کے سینے پہ اپنا سر رکھ دیا تھا۔ دونوں کے درمیان خاموشی تھی۔ سکندر کچھ پلوں کے لئے اس کے ساتھ وہی کھڑا رہ کر خود کو پر سکون محسوس کر رہا تھا۔ اس نے رمشا سے کچھ نہیں کہا تھا۔ تب رمشا کسی ٹرانس میں چلی گئی تھی اور اسے علیحدہ کرتے ہوے سکندر کو کچھ ٹھیک نہیں لگا تھا۔ رمشا کو ٹھنڈے پسینے چھوٹ گئے تھے تو سکندر کو پریشانی ہو گئی کہ کہی پھر سے تو اس کی طبیعت نہیں خراب ہو گئی جبکہ وہ بالکل ٹھیک تھی نجانے کیسے ڈے ڈریمنگ میں چلی گئی اور اسے خیال نہ رہ کہ اس ڈے ڈریم نے ڈرا کر رکھ دیا اور اب اس کو پسینے چھوٹ رہے تھے ۔

رمشا نے دیکھا سکندر بڑی فکر مندی سے اس سے پوچھ رہا تھا اُف کتنا خوفناک لگ رہا تھا' اسے مار بھی رہا تھا۔

اس نے سر تیزی سے اثبات میں ہلایا۔ سکندر کے چہرے پہ سکون کی لہر دوڑی۔

"تھینک گاڈ مجھے لگا اب تو بھئی ہمیشہ کے لئے ڈرپ لگا کر رکھنی پڑے گی یہ محترمہ پھر سے بے ہوش نہ ہو جائے۔"

اس کے شرارت سے کہنے پر رمشا نے اسے گھورا۔اس سے الگ ہوئی۔ سکندر نے اس کے بال ٹھیک کیے۔

"چلو بہت دیر ہو گئی ہے بخت سوچ رہی ہو گی میں ابھی تک تمھاری منتے کر رہا ہونگا جبکہ محترمہ تو جلدی مان گئی تھیں۔"

اپنے بال کانوں کے پیچھے کرتے ہوئے وہ آنکھیں گھما کر چل پڑی۔

"تم جاو میں زرا تیار ہو کر آوں فریش ہوئے بنا میں کھانا کھا نہیں سکتا۔"

وہ ان سُنی کرتے ہوئے کمرے سے نکل گئی اور بار بار اپنے خیالات کو سوچ رہی تھی۔ جب سکندر نہیں تھا تو اس کے سپنے ہمیشہ خوبصورت' رنگوں سے بھرے ہوتے ہیں۔اب جب سکندر اس کی زندگی میں آچکا ہے تو خیالات نے رُخ بدل دیا تھا۔اس کے خواب زیادہ بھیانک اور ڈراونے ہو گئے تھے۔ یااللہ خوبصورت خواب اگر سچ ہوئے ہیں تو ایسے خواب کبھی پورے نہ ہو۔

••

وہ اس سے اپنی مطلوبہ چیز لے کر جانے لگا۔ جب اسے لگا کوئی اس کا پیچھا کر رہا ہے۔ابھی اس کا میسج آیا تھا کہ وہ گھر کے سٹریٹ کے کونے میں موجود ہے اگر اسے ہیروئین چاہیے تو دس ہزار لیتے آنا۔ میسج سُن کر وہ بیتاب ہو گیا۔اس نے چیک کیا تھا اب تھوڑی سی شہہ بچی ہوئی تھی مگر کچھ دنوں میں اس کے استعمال سے ختم ہو جانی تھی۔ وہ اپنے کمرے کے بجائے اوپر ممٹی میں' کسی شو باکس میں کوکین رکھا کرتا تھا۔اس کی حرکتوں سے وہ ماں کے سامنے مشکوک بنتا جا رہا تھا تو کمرے میں اس نے وہ شہہ رکھنے کا رسک نہیں لیا۔۔اب تو وہ نارمل بھی ایکٹ کرتا تھا کیوں کہ ماں کے کہنے پہ اس کا مصروف باپ بھی اس کا نوٹس لینے لگا تھا۔ شروع میں تو وہ کافی اناڑی تھا' جذباتی تھا۔ سچویشن کو ہینڈل کرنا نہیں آتا تھا' مگر جب سے اس کی دوستی ثاقب سے ہوئی تھی۔ سارے کام آسان ہو گئے تھے۔اب تو وہ گھر والوں کو بھی بے وقوف بنا لیتا تھا اور اپنی عیاشی کے سامان کو چھپانے میں بھی ماہر ہو گیا تھا۔اس شہہ کو اس نے اپنے اوپر حاوی بھی نہیں ہونے دیا جب ہونے دیتا تھا تو ان دنوں چھٹی کا دن ہوتا تھا۔ثاقب نے ہی جمیل سے ملاقات کروائی جو ایسی چھوٹی موٹی ڈیل سکولوں اور کالجز میں کرتا تھا۔ گو وہ پہلے والوں سے اب بھی کچھ نہ کچھ ڈرگز خرید لیا کرتا تھا مگر ثاقب کا کہنا تھا جمیل مال سستے داموں میں بیچتا ہے۔ابھی جمیل کے میسج پہ وہ تیزی سے گھر سے نکل کر آیا تھا جہاں وہ سٹریٹ بورڈ کے کونے میں کھڑا اس کا انتظار کر رہا تھا۔

پانچ دس منٹ کے باتوں میں انھوں نے اسی دوران اپنی مطلوبہ چیز کا تبادلہ کیا اور خدا حافظ کہہ کر مڑ گئے۔ دوپہر کا وقت تھا 'وہ لوگ کسی قسم کا رسک نہیں لے سکتے تھے۔

وہ گھر کے قریب آیا تھا جب اسے احساس ہوا کہ کوئی اس کے پیچھے آرہا ہے۔ تیزی سے مڑ کر اس نے دیکھا اس کا شک صحیح نکلا تھا ۔ کوئی انجان آدمی سفید شلوار قمیض میں سر پہ پی کیپ پہنے اسے دیکھتے ہی رُک گیا تھا۔ اس کے رُکنے پہ زارون فوراً گھبرا گیا۔

"کِک کون ہو تم ؟"

وہ شخص اسے عجیب نظروں سے دیکھتا رہا پھر بے انتہا عام سے لہجہ میں بولا۔

"جی آپ نے مجھ سے کچھ کہا؟"

"تم میرا پیچھا کر رہے تھے ہیں نا؟"

اس نے انگلی اُٹھا کر کہا۔ اس کے اُٹھی انگلی واضع طور پہ کانپ رہی تھی بظاہر تو چہرہ کافی نارمل تھا۔

"نہیں بچے میں اس گھر کی طرف جا رہا ہوں۔"

اس نے اسی کے گھر کی طرف اشارہ کیا تو وہ اور بوکھلا گیا تو وہ تیزی سے بنا کچھ کہے اپنے گھر کی طرف بھاگا تھا۔ اس نے گھر کے دروازے بند کر دیے تھے اور دور لگا کر اس نے گھر کی بیل کے پلگ کو اُتار دیا۔ وہ کچھ منٹوں میں ہی پورا کا پورا بھیگ گیا تھا پسینے سے۔ آنکھیں وحشت سے پھیلی ہوئی تھیں۔ اس نے آگے بڑھ کر ڈرائینگ روم کی کھڑکی سے جھانک کر دروازے کی سیمت دیکھا تو وہاں کوئی موجود نہیں تھا۔ گہرا سانس لے کر وہ کھڑکی کے ساتھ پڑے صوفے پہ ڈھے گیا۔ اس نے اپنے جیب پہ بے اختیار ہاتھ رکھا تھا۔

....

"شکر ہے آج فرائے ڈے ہے۔ جلدی چھٹی اور لانگ ویکنڈ کا جو مزا ہوتا ہے نا آپی وہ مجھ سے پوچھے۔ کالج جب سے جانا شروع کیا ہے اُف بور ہونے لگی ہوں سچ پوچھے تو آپ آئی ہیں تو کالج میں تو دل نہیں لگتا خیر آپ کیا بنا رہی ہیں ؟"

اس کے کہنے پر سوچ میں گم رمشا چونکی تھی تو اس نے دیکھا وہ سبزی کو ٹرے کے سائڈ پہ رکھتی اس پہ سرسو کا تیل برش کی مدد سے لگا رہی تھی۔

"اچھا آپ بیکڈ وجیز بنانے لگی ہیں ماما کے لئے ؟ ویسے ماما کو سبزیاں زہر لگتی ہیں پر آیئم ڈیم شیور وہ آپ کے لئے بڑی خاموشی سے کھالیں گے پیار بھی تو بے انتہا کرتے ہیں آپ سے۔"

بخت یہ پیار کب تک رہے گا۔ مجھے تو یہ محبت بڑی نازک لگتی ہے۔ میرے بس بولنے کی دیر ہے اور اس کانچ نے ٹوٹ جانا ہے۔

رمشا نے سر نفی میں ہلایا اور اسے بتایا کہ ایسی ٹائیم پاس کی وجہ بنا رہی ہوں۔ بخت کو سمجھ تو نہیں آئی مگر اس نے سر اثبات میں ہلا دیا۔

"میں تو اب ٹھیک ہوتی جا رہی ہوں تو میں سوچ رہی تھی کیوں نہ ہم ماما اور آپ کی شادی کی تیاریاں سٹارٹ کر دیں(رمشا نے گردن موڑ کر اسے دیکھا وہ گڑ بڑا گئی) ام کوئی جلدی نہیں ہے جب تک آپ راضی ہو نہیں جاتی۔ ہم کوئی تیاریاں نہیں کرے گے سچی۔"

اُف بخت کیسے ڈر جاتی تھی۔

"میں نے ماما کو ڈھیر سارے فنکشنز کا کہا تھا مگر انھوں نے کہا صرف ولیمہ ہو گا اس دن تم سارے ارمان پورے کر لینا لو بھلا یہ کوئی بات ہوئی تو کہتے ہیں تمھاری آپی جس طرح کی ہیں اس دن ولیمہ بھی خیر و عافیت سے ہو جائے تو بڑی بات ہے۔"

اس نے مرینیٹ چکن کو وجیز کے بیچ میں ترتیب سے رکھ کر اسے پہ فوئیل چڑھایا۔

"آپی آپ اتنی بجھی بجھی سے کیوں لگ رہی ہیں؟"

رمشا نے ہاتھ چھوٹے ٹاول سے صاف کرتے ہوئے اسے دیکھا اور اپنی بھنوئیں اوپر کی۔

"مطلب آپ کی انرجی کافی لو لگ رہی ہے؟ آر یو اوکے۔"

رمشا نے ہولے سے مسکرا کر سر نفی میں ہلایا۔

"اچھا اتنے سارے چکروں میں تو ایک چیز بھول گئی میں۔ میری ایک چیز آئی تھی وہ تو دیکھانا تھا میں نے جلدی سے میرے ساتھ چلیں۔"

اس نے آگے بڑھ کر رمشا کا ہاتھ پکڑا جو سفید شلوار قمیض میں اور قوسِ قزح رنگ کے دوپٹّے میں ملبوس بے انتہا معصوم مگر بجھی بجھی سی ہی لگ رہی تھی۔

بختاور اسے اس کے کمرے میں لائی تو رمشا خاموشی سے اس کے کمرے کو دیکھنے لگی جسے ملازموں نے ابھی تک ٹھیک نہیں کیا تھا۔ بختاور کو وہ اپنا کمرہ صاف کرنے کا کہہ نہیں سکتی تھی۔ چھوٹی بچی تھی سکندر کی لاڈلی تھی اور اس پیاری سے لڑکی سے وہ چھوٹے موٹے کام کا بھی کہنا اسے اچھا نہیں لگتا تھا اس لئے خاموشی سے اس کی بیڈ شیٹ ٹھیک کرنے لگی۔ کمبل اس نے اُٹھا کر صوفے پہ رکھ دیا

اور تکیہ درست کر رہی تھی جب الماری سے بڑا سا لال باکس نکال کر اس نے دیکھا رمشا اس کا کمرہ درست کرنے میں لگی ہوئی تھی۔

"ارے آپی یہ کیا کر رہی ہیں فاخرہ مائی ٹھیک کر لیں گی چھوڑے۔۔۔"
اس نے رمشا کو ٹوکا جس نے اسے کہا بس ہو گیا ہے تم دکھاؤ۔
"یہ دیکھیں بہت بڑے ڈیزائنر سے مامانے میرے لئے لہنگا منگوایا۔اتنا پیارا ہے کہ میں نے تو ڈیسائڈ کر لیا تھا کہ ماما کی جب شادی ہو گی تو یہی پہنوں گی بیشک ڈیزائن اولڈ فیشن ہو جائے پہنا تو یہی ہے اس لئے ماما سے کسی دوست کے بہن کی شادی کا بہانا کر کے منگوا لیا ورنہ تو ماما اپنے شادی کے ذکر بھی بھاگتے تھے مجھے کیا پتا تھا کہ یہ خواب اتنا جلدی پورا ہو جائے گا۔"
اس نے ڈبہ کھولتے ہوئے بلش پنک کلر کی خوبصورت سی لہنگا چولی دکھائی جس پہ زردوزی اور مکیش کا خوبصورت سا کام ہوا وا تھا۔چاندی اور سونے کے دھاگے سے مور کی شکل کا باڈر بنا ہوا تھا۔
رمشا اتنی صفائی سے کام ہوے لہنگے کو دل میں بنانے والے کو داد دیے بغیر نہ رہ سکی۔
"خوبصورت ہے۔۔"
اس نے اپنے ہونٹوں کو جنبش دے کر اسے بتایا تھا۔
"اچھا ہیں نا؟میں نے تو سوچ لیا ہے اسی ڈیزائنر سے آپ کا ولیمہ کا ڈریس آڈر کروں گی کلر آپ کی مرضی پہ چھوڑ رہی ہوں مگر مجھے لگتا ہے سلور تو آپ کو خوب جچے گا اُف ایک تو مامانے ایک فنکشن رکھا ہے نہیں تو ڈھیر سارے ڈریسز بناتے۔"اتنا قیمتی جوڑا پانچ چھ لاکھ سے کم نہیں ہو گا۔آف کورس سکندر کی بہترین کمائی کا کمال تھا۔
"اس کی قیمت کیا ہے؟"
اس نے ویسے ہی بخت سے سرسری سا پوچھا۔معلوم تھا کہ بخت کو اس کی بات سمجھ نہیں آنی۔
"آپ اس کی پرائس پوچھ رہی ہیں کہی مجھے فاخرہ مائی کی طرح لیکچر تو نہیں دیں گی ان کو قیمت تو نہیں پتا تو اتنا سُنا چکی ہیں اگر انھیں پتا لگ جائے اس کی قیمت نو لاکھ ہے تو انھوں نے وہی بے ہوش ہو جانا تھا۔"رمشا کا منہ حیرت سے کھل گیا۔
اس نے بے یقین نظروں سے کبھی بخت کو کبھی اس جوڑے کو دیکھا۔
"آپی ایسے منہ نہ بنائیں میں تو ماما کو کہا ہے آپ کا جوڑا بیس لاکھ سے کم نہیں ہو گا۔"اس کی بات پر رمشا نے اپنی آنکھیں گھمائیں کیا کہیے وہ اسے۔سارا قصور سکندر کا ہی تھا۔
"مجھے لگتا ہے آپ کو یہ پورا ہو گا ویسے آپ کے اور میرے فگر میں اتنا کوئی فرق نہیں ہے۔ایک کام کریں اسے ٹرائی کریں اور مجھے دکھائے تاکہ اس ناپ کا میں آڈر ابھی سے کر دوں۔"

بخت کی بات پر رمشا نے تیزی سے ہاتھ اُٹھا کر اس کی بات پر نفی میں سر ہلایا۔ بخت کی باتوں پر اس کا دل اُٹھ سا گیا تھا۔ اتنے پیسے وہ اُڑا دیتا تھا وہ بھی اس چیز پر جس نے ایک دن بعد کبھی کام نہیں آنا تھا۔ بخت نے منہ بنایا۔

"پلیز اچھی آپی ہیں نا بس ٹرائی کرنا ہے نا میں بس ابھی کسی برائڈل ڈریس میں آپ کو دیکھنا چاہتی ہوں۔ آئی پرامس بس دیکھ کر بیشک جلدی سے چینج کر لینا۔"

"نہیں بخت مجھے کام ہے۔"

وہ کہہ کر اُٹھنے لگی تو بخت نے اس کا ہاتھ تھاما۔

"چھوٹی بہن سمجھتی نہیں ہیں آپ مجھے اگر سمجھتی تو ایسے روڈ ہو کر نہ جاتی۔"

یااللہ۔ سکندر صحیح اس کے ہاتھوں بلیک میل ہوتا تھا اب اسے اندازہ ہو رہا تھا۔ اس نے اسے دوسرے باتوں میں لگانے کا سوچا تھا۔ بیٹھ کر اس کا ہاتھ تھامتے ہوئے پوچھا۔

"تمھارے ماما کا مزاج عورتوں کے ساتھ کیسا ہوتا ہے؟"

بخت نے نا سمجھی سے اسے دیکھا۔

"کیا کہہ رہی ہیں آپ؟"

رمشا نے گہرا سانس لیا کیا سکندر کی طرح کوئی اس کی بعد بنا لکھے نہیں سمجھ سکتا تھا پھر چونکہ سکندر کیوں اس کی ہر باتیں سمجھ لیتا تھا۔

"میں سمجھتا ہوں کہ اللہ نے مجھے تمھارے لئے ہی بنایا ہے کیونکہ میں تمھارے دل سے لے کر تمھارے دماغ میں پلتی ہوئی ایک ایک بات جان لیتا ہوں۔ تم جو کچھ کہنا چاہتی ہو اور نہیں بھی چاہتی میں سب سمجھ لیتا ہوں۔"

اس نے کل رات بھی ایسی بات کی تھی اور جاتے ہوئے بھی یہی بات کہہ کر گیا تھا۔ پتا نہیں کیا تھا وہ شخص۔

"تمھارے پاس لکھنے کے لئے کچھ ہے؟"

"اچھا آپ اس لئے کہہ رہی ہیں تاکہ میں آپ کی بات سمجھ سکوں۔ اوہو آپ مجھے پہلے بتاتی میں ایک کام تو کر لیتی۔۔ ایک سکینڈ۔۔۔"

وہ کہتے ہوئے اُٹھی اور اپنے لاکڈ ہوئی الماری کو کھول کر اس نے دراز سے کچھ تلاش کیا۔ ڈھونڈ کر اس سفید ڈبہ ملا اور اسے اُٹھا کر اس کے پاس آئی یہ آئی فون سکس کا ڈبہ تھا۔

"پچھلے سال ماما نے مجھے لے کر دیا تھا پھر نیا فون جیسے ریلیز ہوا تو ماما نے پھر مجھے سالگرہ بھی لے دیا یہ ایسی پڑا رہتا تھا۔آج یہ کام آئے گا آپ کے اور ہم سب کے۔آپ چاہیے تو میرا نیا والا فون لے سکتی ہیں مجھے پتا ہے ماما کو کہوں گی تو وہ بالکل راضی نہیں ہوں گے ان کو ڈر کے کہ آپ اپنے گھر والوں کو کال نہ کرنے لگ جائے۔اس لئے مجھے یہی لگا کہ یہ آپ ہم سب سے کنیکٹ رہنے کے لئے کام آئے گا۔ سم کارڈ تو ہے ہی نہیں اس میں تو میں ایک کام کرتی ہوں کسی سوشل میڈیا کے ایپ ڈوان لوڈ کر کے دے دیتی ہوں۔اس میں ساری باتیں آپ مجھ سے کر سکتی ہیں۔میرا کام بھی آسان آپ کا بھی۔"

تیزی سے ساری بات کہہ کر اس نے فون ڈبے سے نکال کر آن کیا۔فون دیکھنے میں برانڈ نیو لگ رہا تھا لگتا تھا کہ بخت نے اسے بہت کم استعمال کیا ہے۔رمشا سوچ کے رہ گئی۔

"اس میں جو چاہے آپ ڈاونلوڈ کر سکتی ہیں۔پتا تو ہے اوہو آج کل کے دور میں کس کے پاس سمارٹ فون نہیں ہوتا آپ کا تو ماما نے گھر پہ چھوڑ دیا ہو گا۔"

"ہاں جیسے وہ کہتا میں تمھیں کیڈ نیپ کر رہا ہوں تو اپنا ضروری سامان لے کر جانا ہے تو لے چلو۔"

دل میں خود سے کہتے اسے ہنسی اور غصہ بیک وقت آیا تھا۔

"ابھی آپ کا اکاونٹ بناتی ہوں سنیپ چیٹ کیسا رہے گا۔۔" رمشا نے کیا کہنا تھا بس خاموشی سے اسے دیکھتی رہی۔

"وہ ٹھیک رہے گا ماما کو اعتراض بھی نہیں ہو گا' آپ اپ ڈیٹس دیتی رہے گا جب آپ کا دل کرے اور اس میں چیٹ بھی کر سکتی ہیں آپ۔ماما کا اکاونٹ میں نے زبردستی بنایا تھا پتا ہے کیا سٹوری تھی ان کی گولیاں' بندوق۔توبہ ایسا آدمی کبھی آپ نے دیکھا پھر میں کبھی کبھی ان کے کینڈڈ شاٹس لیتی تھی۔یہ لیجیے بن گیا آپ کا اکاونٹ یہ آپ کا فون۔"

رمشا کو فون تھما کر وہ سائڈ ٹیبل سے اپنا فون اُٹھانے لگی۔

"چلیں اپنی بات ٹیکسٹ میں لکھ کر دیں یا ایک کام کریں آپ نوٹ میں اپنی لکھ کر مجھے بتا دیں۔"

رمشا نے ناچار اپنی دل کی بات لکھ دی۔۔ جسے پڑھ کر بختاور نے اسے دیکھا۔

"کیا ماما نے آپ سے کچھ ہے؟"

رمشا نے اس کی بات پہ نفی میں سر ہلایا۔

"تو یہ خیال آپ کے ذہن میں کیوں آیا کہ ماما کے ساتھ عورتوں کے مزاج کیسا ہوا کرتا ہے؟"اس نے کوئی رد عمل اس کی بات پہ نہیں دیا۔

بخت سمجھ گئی کچھ تو بات ہے۔اس نے رمشا کا ہاتھ پکڑ لیا اور اس کو پیار کرتے ہوئے بولی۔

"ماما کی زندگی میں آنے والی آپ پہلی اور آخری لڑکی ہیں اور اس چیز کی میں آپ کو ہنڈرڈ پرسینٹ گرینٹی دیتی ہوں۔ ماما کا مزاج 'ماما عورت ذات کی بہت عزت کرتے ہیں۔ نہ صرف عزت کرتے ہیں بلکہ سب سے کرواتے بھی ہیں۔ یہ ان کی میڈنس جو آج کل آپ دیکھ رہی ہیں یہ صرف آپ کی وجہ سے ورنہ غصہ والے بیشک تھے مگر براش اینڈ کریزی ہرگز نہ تھے جو آج کل ہوے وے ہیں۔ جیسی ہی آپ ان سے ٹھیک ہونگی تو وہ خود بخود پُر سکون ہو جائے گے۔"

رمشا مسکرا پڑی اس کی بات پر وہ یہ بات تو جانتی تھی۔ اسے سکندر کی پرسنالٹی پہ کوئی شک نہیں تھا کہ وہ اس کے علاوہ کسی کو بھی نہیں چاہتا۔ اس کی دیوانگی' اس کا جنون بتاتا تھا کہ رمشا نہیں تو کوئی بھی نہیں مگر اگر اس کا اعتماد' بھروسہ جو اسے رمشا پہ تھا اگر ٹوٹ گیا تو وہ کیا سلوک کرے گا۔ اسے چھوڑ دیا تو۔ کل تک جو اس الگ ہونے کے لئے پاگل ہو رہی تھی' اسے زچ کرنے کی بے انتہا کوشش کر رہی تھی۔ آج دل گھبرا رہا تھا۔ وہ چاہ کر بھی اسے چھوڑ نہیں سکتی تھی۔ اس سے الگ نہیں ہو سکتی تھی۔

رمشا نے ایک بات پھر کانپتی انگلیوں سے دوسرا سوال لکھا۔ جسے بخت نے پڑھا۔

"کچھ تو کیا ماما نے جبھی جتنی بے چین ہیں آپ۔ اتنے بے چین آپ کے سوال ماما کو اگر کوئی چیز کسی لڑکی کی بیحد بُری لگتی ہے مطلب کے اس کی بات سے ان کا دل دکھتا ہے وہ کیا کرے گے وہ لڑکی یعنی کے آپ؟"

رمشا خاموشی سے سر جھکا چکی تھی۔ بخت ہنسی۔ اس کی ہنسی میں شرارت شامل تھی۔

"آپ کو کب سے فرق پڑنے لگا؟ دل میں کچھ ہونے تو نہیں لگا آپ کو؟

رمشا نے سر اُٹھا کر غصے سے اسے گھورا اور ہلکی سے کہنی اسے ماری۔

"اُف آپی ماما کیا کہیے گے۔ انھوں نے کچھ کہا ہے آپ کو اب تک اتنے معصوم سے تو ہیں آپ کے معاملے میں۔ اتنا کچھ کر چکی ہیں آپ زرا سا ڈانٹا تو ہے۔ کہی آپ کو لگ رہا ہے کہ اگر زیادہ تنگ کیا تو گردن الگ نہ کر دیں آپ کی۔"

یار میں یہاں سنجیدہ بات کر رہی ہوں اور اسے مذاق سوج رہا ہے۔ بالکل سکندر پہ گئی ہے۔

"ہائے میری پیاری آپی آپ ماما کو مار بھی دے گی تو بھی انھوں نے آپ کو کچھ نہیں کہنا چل کریں وہ آپ سے بہت پیار کرتے ہیں ان کو آپ کی کوئی بات بُری نہیں لگے گی۔ آپ چھوڑے ان باتوں کا بہت چالاک مجھے اُدھر اِدھر کی بات کر کے دوسری طرف متوجہ کرنا۔ چاہتی ہیں ڈریس تو آپ کو پہنا کر رہوں گی چلیے اُٹھیے۔"

"سکندر کچھ کرے نہ کرے بخت نے ایک دن میری زبان ضرور کھولنی ہے۔"

"

پیکٹ کو جھٹک کر اس نے ٹانگ پہ ٹانگ رکھی۔ سگریٹ منہ میں ڈالی اور جاوید کو اشارہ کیا جس نے لائٹر فوراً جیب سے نکال کر اس کا سگریٹ جلایا۔ سگریٹ کا دھواں اس نے چھوڑتے ہوئے سامنے بیٹھے جلال خان کو کہا۔

"تو تم کہہ رہے ہو میں یہ بیکار شے اپنا کمال دکھا رہی ہے اور میں اسے خرید لوں؟"

ایک اور کش لیتے ہوئے اس نے اسے دیکھا جو دیکھ تو بڑی سنجیدگی سے رہا تھا مگر سکندر کو پتا تھا وہ اس کی بات پر اندر ہی اندر دانت پیس رہا ہوگا۔

"اس کو سونگھ کر ہی پتا چل گیا ہے مجھے کہ کتنا کمال کر رہی ہے (وہ طنزیہ ہنسی ہنستا ایک اور کش لے کر اس کے جواب کے منتظر تھا) "۔

"دیکھو بھا ایسا مال تمھیں پورے پاکستان میں نہیں ملے گا شفقت وغیرہ بھی ہم سے یہی لیتے تھے۔" وہ ایک بار پھر ہنسا تھا۔ اس کی بات ادھوری رہ گئی تھی۔۔۔ وہ بولنے نہیں دے رہا تھا یا تو ہنستا تھا یا تو اپنی ہی کہیے جا رہا تھا۔

"ہاں کیا مال دیا ہے اسے بیچارے کو سیدھا جیل کی راہ دکھا دی۔" وہ اب اسے تنگ کر رہا تھا۔ اس نے چڑ کر سب کو دیکھا جو سکندر کی موجودگی میں بالکل بے نیاز بن چکے تھے۔

"کہاں کی بات کو کہاں لے کر جا رہے ہو سکندر وہ تو اس کی غلطی تھی کہ اس نے احتیاط نہیں کی اس کا مال سے کیا تعلق؟"

"تعلق ہے سب سے بڑا تعلق ہے اور میں۔۔۔۔"

اس کی بات ایک میسج پہ کٹ گئی اس نے دیکھا بخت کا واٹس ایپ پہ میسج آیا ہوا تھا۔ چونک کر اس نے میسج کھولا تو کوئی تصویر بھیجی ہوئی تھی اس نے جسے اسے ڈاؤنلوڈ کرنا تھا تیزی سے ڈاؤنلوڈ بٹن کو دبا کر اس نے چند سیکنڈ انتظار کیا اور پھر اس تصویر پہ اسے لگا کہ اس نے کسی پری کی تصویر بھیج دی ہے۔ اس تصویر کو غور سے دیکھتے نجانے کیوں گھور سیاہ آنکھیں بالکل جامد ہو گئیں تھیں پنک دوپٹے کو صحیح کرتی وہ زرا سی جھکی ہوئی تھی۔ یہ تو بخت کا ڈریس تھا۔ اس نے کیوں بھلا پہنا۔ آف کورس بخت کی ضد ہوگی۔ بلش پنک لہنگے میں وہ بھی گلابی سی گڑیا لگ رہی تھی۔ یہ سکندر کی آنکھیں کہہ رہی تھیں۔ خود تو بالکل چُپ ہو گیا۔ ڈیم بخت اس نے بھی ابھی یہ سینڈ کرنا تھا۔ اب وہ اپنا کام کیسے کر پائے گا۔

"سر آل اوکے؟" جاوید کو سکندر کا انداز کچھ ٹھیک نہیں لگا۔ سکندر چُپ تھا۔

"سر؟"

اس نے اس کے کندھے پہ ہاتھ رکھا تو وہ چونکا پھر اس نے سکرین کو دیکھا جو تاریک ہو چکی تھی۔

"کِک کہاں تھا میں؟"

اس نے سر جھٹک کر اپنی بات کہی۔ جلال کا ضبط بس ٹوٹنے کو تھا پھر اس نے جلال اور سامنے پڑے مال کو دیکھا پھر نظروں کے سامنے وہ پری پیکر گھومی

"میٹنگ بعد میں رکھتے ہیں!"

"مگر بھا۔۔۔"

جلال بولنے لگا کہ سکندر نے ہاتھ اُٹھالیا۔

"بعد میں جاوید گاڑی نکالو۔۔۔"

وہ کہہ کر سگریٹ ایش ٹرے میں مسلتا اُٹھ پڑا۔

"ڈیم یو بخت!! "

خود سے کہتے ہوئے وہ اُٹھا تھا۔

"سر کوئی پرابلم تو نہیں ہے؟"

ڈرائیونگ کرتے جاوید نے فون میں گُم سکندر سے پوچھا جو بار بار اسے تصویر کو دیکھے جا رہا تھا۔

"ہوں۔۔۔"

"سر آپ کچھ ٹھیک نہیں لگ رہے گھر میں تو سب کچھ ٹھیک ہے ابھی پتا کیا تو کیا بات ہے۔"

"گھر چلو جاوید۔۔۔"

سکندر نے اس کی بات اگنور کی اور بختاور کو فون ملایا۔

....

"ہائے اتنی جلدی اُتار دیا میں خانسامے کو کہہ دیتی کہ اوون میں رکھ دیں پتا نہیں کیا جلدی تھی آپ کو۔"

رمشا گلوز پہن کر ٹرے اوون سے نکال رہی تھی۔

اس کی بات پر بس ہولے ہولے مسکرا رہی تھی۔ ابھی اس نے کپڑے بدلے تھے تو خیال آیا کہ اس نے وجیز اور چکن کو بیک نہیں کیا۔ سر پہ ہاتھ مار کر وہ جلدی جلدی اوپن کچن میں آئی تھی۔ اوپن کچن زیادہ تر وہ ہی استعمال کرتی تھی اندرونی کچن تو خانسامے کے زیرِ استعمال ہوتا تھا اور وہ نیچے والے پورشن میں تھا جبکہ یہ کچن سیکنڈ فلور پہ تھا۔

"میں۔۔۔(ایک دم رنگ ٹون کی آواز پہ اس نے اپنا فون دیکھا تو بولی) اوہو کس کی کال ہے یہ نسا کو ابھی کال کرنا یاد آیا تھا ہاں جی بولو کیا من ڈے کو ٹیسٹ ہے کلاس میں تو میم نے کوئی نہیں بتایا۔ ایک بات بتاؤ۔۔۔"

وہ اپنی بات شروع کرتے ہوئے باہر نکل پڑی جبکہ رمشا اسے جاتا ہوا دیکھ کر فوئیل کھولنے لگی۔

"مجھے مارنے کے کون کون سے ہتھیار استعمال کر رہی ہو؟"

گھمبیر شرارتی آواز پہ اس نے اپنا سر اُٹھا کر دیکھا تو دروازے کے ساتھ ٹیک لگائے بلیک پینٹ اور نیوی بلیو شرٹ میں ملبوس شرٹ کے بازو فولڈ کئے وہ چارمنگ بیسٹ لگ رہا تھا۔ وہ اسے ناسمجھی سے دیکھتی رہی پھر اس نے اپنی ٹرے کو دیکھا پھر گہرا سانس لیا شاید وہ پچھلے کھانے کی بات کر رہا تھا مگر سکندر کا اشارہ تو صاف اس تصویر کی طرف تھا جو بخت نے اسے بھیجی تھی۔

"میں نے تو سوچا تھا کہ ہر ا رنگ تم پر جچتا ہے پکا سوچا ہوا تھا ویسے پہ ڈارک گرین ڈریس بنواؤں گا تمھارے لئے مگر تم نے تو مجھے کشمکش میں ڈال دیا۔ ہرے رنگ نے تو مجھے کریزی کر دیا تھا مگر بلش پنک نے تو (وہ چلتے ہوئے اس تک آیا بازو جیب سے نکال کر کہنی آئی لینڈ کاؤنٹر ٹاپ پہ رکھتے ہوئے' ہاتھوں کو مٹھی میں کر کے گال پہ ٹکا کر اسے کسی فسینیٹ بچے کی طرح جو کسی انھو کی چیز کو دیکھ کر ایکٹ کرتا ہے ویسے ہی ایکٹ کرتے ہوئے بولا)

مجھے سپیچلیس کر دیا۔ یار تم تو بندے کو لاجواب کر دیتی ہو سویٹ ہارٹ تو بہت معمولی لفظ ہے تمھارے لئے۔۔۔ (رمشا نے اسے تعجب سے دیکھا اسے کیا ہوا ہے کہی اس نے مجھے لہنگے میں تو نہیں دیکھ لیا یا کہی بخت نے مگر اس نے تو کوئی تصویر۔۔۔ اس نے سکندر کو دیکھا) میں تو سوچ رہا ہوں تمھیں میجیکل کہوں' ساحرہ کہوں' جادو گرنی کہوں

what on earth are you doing to me ray ?

ہاں یو آر مائی رے آف سُن شائن' مائی رے آف ہوپ۔"

رمشا کے ہاتھ ٹھہر سے گئے تھے۔ وہ اس کی کالی آنکھوں کو دیکھنے لگی تھی جہاں اسے اپنا عکس ہی دکھائی دے رہا تھا اور اس کا چہرہ اس کی آنکھوں میں کسی سورج کی کرن پڑنے سے چمک رہا تھا۔ وہ اسے ڈرا رہا تھا۔ ہاں اس کی دیوانگی اسے ڈرا رہی تھی اگر یہ آنکھوں کی چمک مانند پڑ گئی اگر اس میں سے اس کا عکس دھندلانے لگا تو۔

رمشا نے تیزی سے گھوم کر الماری کھول کر بڑی سی ڈِش ڈھونڈنے لگی۔ اسے سکندر کو اگنور کرنا تھا۔ چھپی ہوئی محبت جو واقعی اسے حادثے کے بعد چھپ گئی تھی ان دو دنوں میں ابھر کر باہر آنے کی کوشش کر رہی تھی۔ وہ نہیں چاہتی تھی اس کی دل کا حال اس پر عیاں ہو جائے۔ وہ اسے پڑھ لیتا تھا وہ جان لیتا تھا۔

سکندر اس کے گھومنے پر مسکرایا۔

"میٹنگ چھوڑ کر آیا ہوں بلکہ چھوڑ کر کیا منہ پر مار کے آیا ہوں۔ مجھے اپنا اسیر کرتی جا رہی ہو ایک لمحہ بھی برداشت نہ کر سکا کپڑے کیوں تبدیل کئے؟"

وہی اسے دیکھتا اس سے پوچھ رہا تھا۔اس کے پاس نہیں آیا تھا۔رمشا کے ہاتھ کانپنے لگ گئے تھے۔

"نقصان پہ نقصان ہوتا جا رہا ہے میرا اور میڈم کو دیکھو منہ پھیر چکی ہیں ہائے رے سکندر تیرے نصیب۔ تم لڑکیوں سے محبت نہیں سختی کرنی چاہیے تب کوئی عقل آئے کوئی قدر ہی نہیں بھئی۔"

ٹھنڈی سانس بھر کے رہ گیا۔

"خوشبو تو اچھی آ رہی ہے کیا پکایا ہے آپ نے میرے لئے تو ہرگز نہیں ہوگا۔"

وہ مڑی اب کی بار اس نے سکندر کو نہیں دیکھا تھا۔

نظریں جھکائے وہ فوئیل ہٹا چکی تھی۔ گرم بھاپ فضا میں اُڑنے لگی۔ سکندر تھوڑا سا پیچھے ہوا۔

"واو تو کچھ لوگوں کو سبزی پسند ہے۔۔۔"

رمشا اسے پھر بھی نہیں دیکھ رہی تھی۔وہ چونک پڑا۔

"کیا ہوا رے آج ہاتھ اتنے خاموش کیوں ہیں اوپر سے یہ غصے والی کالی نین بھی چُپ چُپ اور خفا سی لگ رہی ہیں خیریت تو ہے؟"

رمشا نے ٹرے سائڈ پہ کی ڈِش کو سامنے کرتے ہوئے منی ٹاول اُٹھا کر کاؤنٹر صاف کرنے لگی۔ سکندر کو وہ بالکل نظرانداز کر رہی تھی۔ سکندر اسے غور سے دیکھتا رہا پھر چل کر اس کے ساتھ آ کھڑا ہوا۔وہ کچھ کہہ نہیں رہا تھا بس اسے دیکھ رہا تھا۔اس کے دیکھنے سے رمشا نے پھر اسے چڑ کر دیکھا۔اس کے چڑ کر دیکھنے پہ مسکرایا۔

"دیٹس بیٹر۔موڈ کیوں آف تھا یہی کہ جلدی چلا گیا تھا میں

نہیں کہ تم جلدی چلے آئے۔

اس نے انگلی سے اسے بتایا۔

"یار اتنا کوجاترین بندہ آپ کے پیچھے پاگل ہو رہا ہے اور آپ ہیں کہ اپنا یہ نخرہ ختم ہونے نہیں دے رہی۔"

وہ مڑ کر پلیٹس نکالنے لگی جب اس کی بات پہ چونکی کوجاترین بندہ؟اس نے سکندر کو دیکھا۔اس کی نظروں کا مفہوم دیکھ کر بولا۔

"جلا جلا کر تو کالا ہی کر دیا ہے مجھے اور اس بھاگ دوڑ میں تو بھرے بھرے گال بھی اندر کو دُھنس گئے ہیں۔"

اس کی بات پہ رمشا کی ہنسی ہولے سے چھوٹی۔ ہلکی سی نکلی ہنسی کی آواز پہ سکندر ٹھہر گیا۔رمشا بھی بھول گئی اور اسے دیکھنے لگی۔

"تمھاری آواز زرا سی نکلتی ہے زرا پھر سے ہنسنا۔۔۔۔"

وہ ایک دم چلتے ہوئے اس کے پاس آیا رمشا ایک دم چُپ ہوگئی۔ یہ کیا کر دیا اس نے۔

"چیختی ہو تب بھی آواز نکلتی ہے تم نے کوشش کی بولنے کی۔"

اس نے ہاتھ اُٹھا کر اس کی ٹھوڑی پکڑتے ہوے کہا۔ رمشا ایک دم فریز ہو گئی نہیں یہ بات حقیقت میں اس سمیت کی طرف بڑھ رہی تھی جہاں بڑھنی نہیں چاہیے تھی۔

"یہ پیدائشی ہو نہیں سکتا کیوں کہ (اس نے رمشا کا دوپٹہ زرا سا انگلی کی مدد سے نیچے کیا' وہ اس کے ہاتھوں کی حرکت کو روکنا چاہتی تھی مگر کچھ کر ہی نہیں سکی) میں نے کل دیکھا تھا تمھارے گردن کے بائیں جانب ایک داغ تھا' داغ بھی نہیں نیشان کسی حادثے کا نیشان (کہتے ہوے اس نے دوپٹے کو مزید کھسکا تھا اور بالوں کو سائڈ پہ کیا' رمشا نے آنکھیں بند کر لیں۔۔۔) کیا ہوا تھا رے؟ کیا کسی بھیانک حادثے نے تمھاری آواز چھین لی؟" وہ بیحد آہستگی اور نرمی سے اس سے پوچھ رہا تھا رمشا نے سختی سے آنکھیں میچ لی پلیز سکندر آگے کچھ مت کہنا پلیز میں نے ٹوٹ جانا ہے۔ اس کا دل کہہ رہا تھا۔ سکندر نے اپنا انگھوٹا اس کے اس نیشان پہ ہولے سے پھیرا

کہ رمشا نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے روکا۔ آنکھیں ہنوز بند تھیں۔ لب سختی سے بھینچے گئے تھے۔

سکندر نے اپنی پیشانی اس کے پیشانی کے ساتھ ٹکا دی۔ گہرا سانس لیتے ہوے اس نے ہاتھ گردن سے ہٹا کر اپنی پشت سے اس کے گال سہلائے۔

"میں نہیں پوچھوں گا مجھے پتا ہے تمھیں تکلیف ہو رہی ہے۔ اندر ہی اندر تمھارا دل کر رہا ہے تم چیخ چیخ کے رونا شروع کر دو میں جانتا ہوں اچھی طرح تمھارے احساسات سمجھ سکتا ہوں جس چیز جس ذکر سے تمھیں تکلیف ہوتی ہے میں ہمیشہ تمھیں اس سے دور رکھوں گا۔" اس نے اس کی پیشانی ہولے سے چومتے ہوے کہہ کر الگ ہوا۔ رمشا نے شکر کا سانس لیتے ہوے آنکھی کھولی تو ضبط سے اس کی آنکھیں سُرخ ہو گئیں تھیں۔ اسے اس وقت سکندر پہ اتنا پیار آیا تھا کہ کوئی حد نہیں۔ کتنا سمجھتا ہے اس کہ احساس کو اس کے جذبات کو۔

"ہاں جی آپی تو اہم اہم۔۔۔ میں غلط ٹائم پہ تو نہیں آ گئی؟"

بخت کسی رو میں چلتے اور کہتے ہوے اندر داخل ہوئی تھی کہ ان دونوں کو ایک دوسرے کے قریب کھڑا دیکھ کر رُک گئی اور مضنوعی کھانسنے شروع ہو گئی۔ سکندر اور رمشا نے تیزی سے گردن موڑ کر اسے دیکھا تھا۔ رمشا نے تو بخت کو گھورا تھا البتہ سکندر مسکرایا تھا۔ اس کی مسکراہٹ میں خطرے کی بو واضع طور پہ آ رہی تھی۔

"نہیں نہیں بالکل صحیح وقت پہ آئی ہیں میڈم۔۔۔"

وہ چلتے ہوے ہاتھوں کو ضرور سے رگڑتا ہوا اس کے پاس آیا۔ بخت ایک دم چوکس ہو گئی۔

"وہ فوٹو یقیناً آپ نے بھیجی تھا نا۔۔" اس کے کہنے پہ بخت پیچھے ہوئی۔ اسے سکندر کے تیور ٹھیک نہیں لگ رہے تھے۔

"ہاں تو؟ کیا اچھی نہیں کھینچی تھی۔۔۔"

رمشا کا منہ کھل گیا تو یہ بخت کی شرارت تھی۔

"بختاور باجی چلے تو صحیح میرے آفس بتاتا ہوں کہ کتنی زبردست فوٹو کھینچی تھی۔۔۔"

اس نے جھٹ سے بخت کی گردن نرمی سے دبوچی۔

"ارے ارے دیکھ رہی ہیں آپی تشدد۔۔۔"

"آپی کی بچی ماما کا سو نقصان کروانے پہ تُلی ابھی بندوبست کرتا ہوں تمھارا چلو۔۔۔"

وہ اس کی سر پہ ہلکی سی چپیٹ لگاتا ہوا بولا۔

"آپی دیکھ رہی ہیں وائلنس ہو رہا ہے میں نے خواہ مخواہ آپ کی تعریف کی یور آبیڈ گائے۔"

"ہاں دیکھنا میری بیڈ نس چلو۔"

وہ اسے زبردستی باہر لے گیا اور رمشا ان دونوں کو جاتا ہوا دیکھ کر ایک دم سر پہ ہاتھ مار کر ہولے سے ہنسنے لگی۔اُف سکندر تم کیا ہو؟

"سلام صاحب۔"

کانسٹیبل رشید نے جیسے حنان کو اس طرف آتے ہوئے دیکھا تو جھٹ سلوٹ مار کر سلام کیا۔حنان نے اسے دیکھا تو اپنی سپیڈ کو تیزی سے روکا۔

"وعلیکم سلام رشید کیسے ہو؟انکل اندر موجود ہیں کہ نکل پڑے۔"

"سر جی ابھی ابھی نکلے تھے آپ تھوڑی جلدی آجاتے کوئی کام تھا آپ کو؟"

"تھینک گاڈ(وہ بڑبڑاتے ہوئے بولا پھر اپنے سر کو ہولے سے خم دیتا کہنے لگا) ٹھیک ہے میں زرا فائل لے آوں ان کے آفس سے۔"

کہتا ہوا اس نے رشید کے جواب کا انتظار بھی نہیں کیا تھا اور ان کے آفس میں داخل ہو گیا تھا۔

آفس کو پورا چھان مارنے میں اس نے دس منٹ بھی نہیں لگائے تھے کہ اسے یقین ہو گیا تھا سکندر کا دیا ہوا شادی کا کارڈ اس آفس میں موجود نہیں تھا مطلب وہ اپنے ساتھ لے کر گئے تھے۔اونہہ اب کیا کیا جائے۔(وہ تو گھبرا گیا۔دل ہی دل میں سکندر بھا صاحب کو گالیوں سے بھی نواز رہے تھے)انکل جمال سے سیدھی بات کی تو فوراً مشکوک ہو جائے گے۔کیا پتا انھوں نے پڑھ لیا ہو اور انھوں نے حنان کو اس قابل نہ سمجھا ہو بتانے کے لئے اُف اُف سوچ سوچ کے دماغ ماؤف ہونے لگا۔ہاں دُرینہ! دُرینہ اس کی

مدد کر سکتی ہے۔ان کی آفس کی کرسی پہ بیٹھتے ہوئے اس نے لمبی سانس کھینچی اور فون نکال کر عینہ کو نمبر ڈال کیا۔لب دبا کر اس کے کال اُٹھانے کا انتظار کرتا رہا۔وہ اپنے پیر ہلا رہا تھا۔اس کے انداز میں اضطراب ہی اضطراب تھا۔ایک منٹ بعد ہی عینہ نے کال اُٹھالیا

"ہلیو یاد آگئی آپ کو میری۔۔۔"

"دُرے میری بات سُنو!"جب وہ سنجیدہ ہوتا تھا تو درینہ کو عینہ کے بجائے دُرے بلاتا تھا عینہ ایک دم چونک گئی۔

"ہاں سب ٹھیک تو ہے نا کہی مشی۔۔۔"لیکن حنان نے اس کی بات کاٹ دی۔

"دھیان سے میری بات سُنو سکندر کے بچے نے ایک گڑبڑ کر دی ہے۔"

"کیا کیا ہے اس نے رمشا تو ٹھیک ہے نا؟بتائیں حنان میرا دل گھبرا رہا ہے۔"

عینہ کی گھبراتی آواز پہ وہ صرف آنکھیں گھمائیں رہ سکا۔

"دُرے بالکل ٹھیک ہے وہ مگر آگے سے تم نے مدد نہ کی ہماری تو پھر کچھ ٹھیک نہیں رہے گا۔"

"اب بتاتے کیوں نہیں ہیں خدا کی قسم حنان مجھے کچھ ہو جائے گا اگر آپ نے کچھ نہ بتایا۔"

"اُف سکندر نے اپنی شادی کا کارڈ انکل کو دے دیا ہے۔اور اس میں رمشا کے ساتھ سارے رشتے داروں کا نام بھی لکھ ڈالا ہے۔"

"واٹ کیوں یہ کیوں کیا اس نے اور آپ کو پتا کیسے لگا۔۔۔کیا پاپا نے۔۔۔"

وہ تو بوکھلا اور الجھ ہی گئی اس کی بات پر۔سمجھ ہی نہیں آئی اس بات پر خوش ہوئے یا پریشان۔اگر رمشا کی شادی کسی عام سے لڑکے سے ہوتی تو پھر کوئی مسئلہ ہی نہیں تھا مگر اس کی شادی سکندر ربھا سے ہوئی تھی اور وہ کم سے کم عام بندوں کی لسٹ میں شمار نہیں ہوتا تھا۔

"مجھے نہیں پتا مگر اب یہ تم نے پتا کروانا ہے کہ انھیں پتا چلا ہے کہ نہیں۔"

"میں!! میں مگر کیسے۔"اس کی بات پہ وہ چڑ گیا۔

"مجھے نہیں پتا کیسے بھی تم یہ کام کرو گی اگر وہ گھر آچکے ہیں عینہ تو پہلے ان کو زرا نوٹس لو اگر غلط سگنل ملتا ہے تو مجھے کال کر وا گر سب او کے ہے تو ان کی گاڑی چھان مارو نہیں تو جوان کے ہاتھوں میں بیگ اور فائل ہے اسے کسی بھی طرح چیک کرو اور تم یہ کرو گی۔"

"پاپا اور باقی ساری فیملی کو حذیفہ ابھی حدید انکل کے گھر لے کر گیا ہے۔ان کی طبیعت ٹھیک نہیں تھی ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔"اس کی بات آدھی سُن کر حنان نے شکر کا سانس لیتے ہوئے اُٹھا اور اپنے بالوں پہ ہاتھ پھیرتے ہوئے بولا۔

"چلو یہ تو اچھی بات ہے میں پھر ابھی آرہا ہوں اگر انکل کی گاڑی کھڑی ہے تو اسے چیک کرو نہیں تو ان کے بیگ فائل جو بھی اپنے ساتھ لائے تھے اسے پلیز چیک کرو۔" اس کی آواز میں التجا تھی۔ عینہ سمجھ گئی کہ حنان نہیں چاہتا کہ یہ کارڈ کسی کے ہاتھ لگے مگر سوچنے والی بات تھی سکندر نے ایسا کیوں کیا۔

"اچھا آپ پریشان نہ ہو میں ڈھونڈتی ہوں۔"

اس نے اسے تسلی دے کر فون بند کر دیا۔

....

فون چیک کرنے میں وہ اتنی مصروف تھی کہ اسے دھیان نہیں رہا کہ سکندر اس کے ساتھ ہی آ بیٹھا۔ وہ اس وقت اوپر والے پول میں آئی تھی۔ اس نے اپنا پیر پانیوں کے اندر ڈال رکھا تھا۔ ٹھنڈے پانی میں ہولے ہولے پیر ہلاتی وہ عجیب سا سکون اپنے اندر محسوس کر رہی تھی۔ سکندر نے اس کے ہاتھ میں بخت کا فون دیکھا تھا تو اس کے ماتھے پہ بل آ گئے۔ گو کہ بختاور بتا چکی تھی کہ اس میں سم کارڈ نہیں ہے مگر پھر بھی وہ کسی طرح اپنے گھر والوں سے سوشل میڈیا کے ذریعے رابطہ کر سکتی تھی۔ اسے بخت پہ غصہ تو بہت آیا تھا مگر دل میں ایک یقین سا بن گیا تھا کہ رمشا کچھ نہیں کرے گی۔ اس کے اندر پھیلتے ہوئے ٹھہراو پر سکندر کو لگ رہا تھا وہ اسے آہستہ آہستہ قبول کر رہی ہے۔۔ کل بھی اس کی گستاخیوں پہ وہ محض خاموش رہی۔ اس سے بڑی بات کیا ہو سکتی ہے۔ آج بھی وہ کافی نرم مگر کمزور دکھائی دے رہی تھی۔ جیسے وہ اپنا چھپا دل آہستہ آہستہ سکندر کے سامنے کھول رہی تھی۔ بس تسلی کے لئے اس کو ڈھونڈتا یہاں آیا تھا جو فون میں گم اس کی موجودگی کا احساس نہ کر سکی۔

"اچھا فون ہے۔"

اس کی ہولے سے کہنے پر سوچ میں گُم رمشا نے چونک کر اسے دیکھا جو اسے ہی دیکھ رہا تھا۔ رمشا کے دیکھنے پر وہ نرمی سے مسکرایا۔ آج وہ کافی اچھے موڈ میں لگ رہا تھا۔ پُر سکون بھی تھا ورنہ بیشک اس کی آنکھوں میں رمشا کے لئے محبت ہی محبت ہوتی مگر غصہ کی لہر ہمیشہ ان آنکھوں میں پائی جاتی تھی۔

"ایسے کیا دیکھ رہی ہو رے؟ کیا کر رہی تھی میں نے تو سوچا ابھی کھانے کے لئے بلاؤ گی یہاں کیوں آ گئی۔؟"

وہ بھی اپنے پاؤں پانیوں میں ڈال چکا تھا۔ پینٹ کو بھی بیٹھنے سے پہلے فولڈ کر چکا تھا۔

رمشا اس کے دائیں پیر کو دیکھنے لگی جو کہ اس کی بائیں پیر سے زرا سا ٹکرایا تھا۔ اس نے اپنے پاؤں سکندر کی پہنچ سے دور کر دیے تھے۔

کھانا لگ چکا ہے' آپ کو ملازمہ بلا رہی ہو گی جائے۔

"ہوں بختاور صاحبہ تو جھٹ آپ کے بنائے ہوئے وجیز کی چکروں میں نیچے بھاگ گئی تھی مگر تم نہیں تھی۔ آو کیا بھوک نہیں لگ رہی۔"

اس کا نرم رویہ رمشا کو کچھ اچھا نہیں لگ رہا تھا۔ بُرا رویہ دیکھنا نہیں چاہتی تھی اور اس کا اچھا رویہ اسے ہضم نہیں ہو رہا تھا۔ پتا نہیں کیا چاہتی تھی وہ اس سے۔ وہ اس کی بات پر نفی میں سر ہلانے لگی۔ اس بار سکندر نے بھی ضد نہیں کی۔

"اوکے! باتیں کرتے ہیں مجھے بھی بھوک نہیں ہے۔ جمعے والے دن ویسے بھی مجھے بھوک لگتی نہیں ہے حالانکہ بخت کا کہنا ہے اس دن تو سہی دل کرتا ہے رج کے کھانے کو' عیش کرنے کو اور آرام کرنے کو کرنا تو میں بھی چاہتا ہوں مگر جب جمعے کی نماز پڑھ کے آتا ہوں دل اُٹھ سا جاتا ہے۔"

اس کی بات پر رمشا نے اسے بے یقینی سے دیکھا۔۔۔ جمعے کے نماز سکندر کے منہ سے سُنا حیرت کی بات تھی حیرت کی بھی نہیں شاکنگ بات تھی۔ سکندر اس کی نظروں کا مفہوم سمجھ گیا تھا مگر وہ اُداس نہیں ہونا چاہتا تھا اس لئے اس نے یہ موضوع چھیڑا نہیں بلکہ شرارت سے مسکراتے ہوئے کہا۔

"تھوڑا بہت مسلمان تو ہوں میں۔ اتنا تو بنتا ہے۔"

اسے 'تھوڑا بہت' پہ رمشا محض گہری سانس لے سکی۔ چلو اچھا ہے۔ ہفتے میں ایک بار تو اللہ کے سامنے یہ مغرور آدمی جھکتا تو ہے۔

"اتنا مغرور نہیں ہوں جتنا میری رے مجھے سمجھ بیٹھی ہے ٹرسٹ می جان مجھ جیسے ہنبل آدمی اس دُنیا میں ہے ہی نہیں۔"

اس کی دل اور دماغ میں گھومتی باتوں کو نجانے وہ کیسے پڑھ لیتا تھا۔ وہ یہ بات سمجھنے سے قاصر تھی۔ سکندر بہت ہی مشکل انسان تھا۔

رمشا اس کی بات پر صرف مسکرا سکی اور اس کی مسکراہٹ تمسخر سے بھری تھی۔

سکندر حدید اور ہنبل؟ ناممکن

"ایک تو میری بیوی میرے قریب نہیں ہوتی تو اس کیسے پتا چلے گا کہ میں کیسا آدمی ہوں ولیمہ کو چھوڑو تم آج ہی میرے کمرے میں شفٹ ہو جاو۔"

اس کی بات پر رمشا اس سے دو انچ کے فاصلے پہ ہو گئی۔ اس کی نرمی پہ وہ زیادہ پھیل گیا تھا۔ سکندر نے ہلکی سی مضنوعی گھورئی دکھائی پھر اس نے اس دو انچ کے فاصلے کو بھی مٹا دیا۔

'مجھے تو کچھ صاحب نے بتایا تھا کہ ان کے کمرے میں ٹھنڈ ہے۔'

اس کی بات کے انداز کو تھوڑا بہت سمجھتے ہوئے مسکرایا تھا۔ اپنے کندھے سے اس کا بازو ٹکراتے ہوئے بولا۔

"تم کہتی ہو تو جلا ڈالتا ہوں پھر ٹھیک رہے گا۔"

اس کی بات پہ اس کے چہرے پہ مسکراہٹ پھیل گئی۔کچھ تو تھا اس شخص میں جس کے پیچھے وہ ایک سال دیوانی رہی تھی۔وہ سوچ کے رہ گئی۔

"میری آنکھیں پھٹ نہ جائیں یہ میری منکوحہ ہی ہے نا جو مسکرائی تھی۔"

اس کی بات پہ وہ اور کر کیا سکتی تھی بس آنکھیں گھمانے کے علاوہ کاش وہ اپنی زبان اس کے سامنے کھولتی اس سے نوک جھونک کرتی' اسے تنگ کرتی' اس سُناتی مگر بار بار وہ دکھ سے بھری آنکھیں اور اشتعال سے بھرپور سکندر کو دیکھتی تو ایک دم ساری ہمت ٹوٹ جاتی۔

••••••••••••••••••••••••••••••••••

"گاڑی بھی چیک کر لی میں نے پاپا کی فائل بھی تلاش کر لی۔آئی سویر حنان میرا دل گھبرا رہا ہے کہی پاپا نے۔۔۔"

اس کی بات پوری ہونے سے پہلے ہی غصے سے حنان نے بات کاٹتے ہوئے کہا۔

"فضول مت بولو۔تم نے دھیان سے نہیں دیکھا ہو گا لاؤ چابی دو پہلے گاڑی چیک کرتے ہیں پھر انکل کے روم کو بھی۔دل تو اس وقت کر رہا ہے سب کچھ چھوڑ کر سیدھا سکندر کے پاس جاوں اور اس پہ گولیوں کی بارش کر دوں اور اُٹھا کر لے آوں تمھاری رمشا کو۔"

درینہ نے حیرت سے منہ کھولے اسے دیکھا پھر اسے گھورا۔

"شرم کریں کیسی باتیں کر رہے ہیں آپ۔وہ جیسا بھی ہے اب ہے تو مشی کا شوہر اور وہ شاید مشی کی خاطر یہ سب کچھ کر رہا ہے تاکہ فیملی وغیرہ فساد کرنے کے بجائے ایک دوسرے کو معاف کر کے انھیں دعائیں دیں۔"

اس کی بات پر حنان ہنسا۔

"دعائیں!!! ہونہہ جوتیاں دیں گے تمھیں لگتا ہے اس کی بات پر کوئی یقین کرے گا۔نہیں میں تو ٹنس تھا اس بات کا اور تم نے تو اپنے شوہر کا آنکھ بند کر کے یقین کر لیا تھا جبکہ باقی سارے یہ سب نہیں کریں گے۔"

وہ گاڑی کے سامنے والی کیبنیٹ دیکھ چکا تھا۔آگے والا حصہ بھی سارا چھان مارا تھا کہی نہیں ملا اسے مایوسی ہوئی تو عینہ کی بات پر جو دل میں آیا بولتا گیا۔غصے میں کبھی کبھی حنان کا بھی سکندر کی طرح دماغ کام نہیں کرتا تھا۔درینہ نے منہ کھولے اسے دیکھا تھا وہ بس بے یقینی سے حنان کو دیکھے جا رہی تھی۔اسے کچھ گڑبڑ لگ رہی تھی۔وہ گاڑی سے باہر نکل آیا تھا تو اس نے خاموش کھڑی درینہ پہ غور نہیں کیا تھا۔

"گاڑی میں تو ہے ہی نہیں اب ان کے آفس یا کمرے میں چیک کرنا ہے مجھے لگ رہا ہے انھوں نے پڑھ لیا ہے۔"

وہ چل پڑا جب اس نے محسوس کیا درینہ وہی کھڑی رہی مڑ کر دیکھا تو الجھ کر اس نے درینہ کے چہرے کے عجیب اُتار چڑھاؤ دیکھے۔

"کیا ہوا؟"

اس کی بات پر وہ اسے عجیب نظروں سے دیکھنے لگی' اپنے خشک پڑتے لبوں پہ زبان پھیر کر وہ آگے آئی۔

"آپ نے مجھے بتایا نہیں کہ آپ اس چیز کے وٹنس تھے اور آپ کہہ رہے ہیں میں نے آپ کی بات پہ آنکھ بند کر یقین کر لیا تھا نہیں حنان آپ نے جس طرح ریزننگ کی تھی' میرے سے ضد لگائی تھی۔ دلائل پہ دلائل دیے تب جا کر میں مانی تھی اور سب سے بڑھ کر مجھے مشی سے پیار ہے اس کی خوشی میری خوشی ہے تو مجھے لگتا ہے سب مشی سے پیار کرتے ہیں اگر اسے خوش دیکھیں گے تو یقیناً وہ اسے اور سکندر کو معاف کر دیں گے مگر مجھے وٹنس والی بات آپ نے نہیں بتائی۔"

وہ سینے پہ بازو لپیٹ چکی تھی اس کی پہلی بات پر حنان گڑبڑا گیا جبکہ دوسری بات پہ چڑ گیا یہی بات سکندر نے کی تھی۔

"عینہ وٹنس سے مراد اس نے مجھے ثبوت دکھائے تھے مگر اس کی ثبوت پہ جمال انکل اور رؤف انکل یقین نہیں کریں گے وہ میری طرح خاموشی سے اس کی بات نہیں سُنیں گے بلکہ جنونی ہو جائیں گے۔ غصے سے پاگل ہو کر سکندر کی درگت بنائیں گے اور اسے پھانسی میں ڈال کر رمشا کو اپنے پاس لے آئیں گے اور میں کبھی یہ مر کر نہیں چاہوں گا کہ ایسا کبھی ہو۔"

"کیونکہ سکندر آپ کا بچپن کا دوست ہے نا؟"

عینہ کی بات پر حنان ساکت ہو گیا۔

....

"تم گھر میں ہوتی تھی تو کیا کرتی تھی ویسے تمھارے پیرینٹس نے تمھیں اتنی دور اسلام آباد جانے کیوں دیا یا کیا وہ تمھارے ساتھ تھے اس دن۔"

سکندر اس بات کرنا چارہا تھا مگر وہ صرف ہاتھ ہلانے کے علاوہ کیا کر سکتی تھی۔ اگر بولتی بھی تو بھی سکندر نے جلد بیزار ہو جانا تھا۔ رمشا نے اس کی بات پہ کوئی ردعمل نہ دکھایا تو سکندر کو کچھ سوچنا پڑا پھر اس کا ہاتھ پکڑ کے بولا۔

"آؤ میرے ساتھ۔۔۔"

رمشا نے اسے نا سمجھی سے دیکھا۔

وہ اب کھڑا ہو چکا تھا اور اس کا ہاتھ کھینچ رہا تھا۔

"کہاں؟"

اس کی آنکھوں نے کہا۔

"بتاتا ہوں تم چلو تو سہی۔" رمشا بنا چوچراں کیے اُٹھ کھڑی ہوئی

••••••••••••••••••••

حنان سفید چہرہ لئے اسے دیکھتا گیا

"آپ کو کیا لگا حنان آپ مجھ سے اتنی بڑی بات چھپاتے رہیں گے اور مجھے پتا نہیں لگے گا حنان میں آپ کی بیوی ہوں اور بیوی سے کوئی بھی بات کبھی چھپ کے نہیں رہتی۔"

حنان نے تھک کر وہی مین ڈور کے سیڑھیوں پہ بیٹھ گیا اور اس نے اپنے بالوں پہ ہاتھ پھیرا اسے لگ رہا تھا۔ سب ختم ہو گیا ہے اس کا اور سکندر کا پول بس کچھ ہی پلوں میں کھل جانا ہے۔

"تمھیں کیسے پتا چلا؟"

"وہ میٹر نہیں کرتا حنان آپ ایک پولیس آفس ہو کر ایک غنڈے سے دوستی بلکہ دوستی نہیں گہری دوستی؟ اس کے سارے غلط کاموں میں تو آپ یقیناً ملوث ہوتے ہونگے۔ وہ جیل سے راہ بھی شاید آپ کی وجہ سے ہوتا ہے لائیک ہاو گڈ یو بیٹر آس۔"

نہیں اسے اپنے غلط کاموں کا پتا نہیں لگانا تھا۔ اسے کچھ کہنا پڑے گا۔ کوئی اور بہانہ ڈھونڈنا ہو گا۔

"درینہ وہ میرا بیسٹ فرینڈ ہے مجھے جان سے پیارا اگر ٹرسٹ می سیوٹ ہارٹ میں کسی بھی غلط کاموں میں ملوث نہیں ہوتا تم مجھے ایسا کیوں سمجھتی ہو کیا تمھیں لگتا ہے تمھارے پاپا کا انتخاب بُرا ہے؟"

وہ اسے زیر کر رہا تھا۔ تھکا ہوا بھی دِکھ رہا تھا۔ درینہ جذباتی تھی مگر دل بہت کمزور تھا بہت جلد موم کی طرح پگھل جاتی تھی۔ اس سے زیادہ سر نہیں توڑنا پڑتا تھا رمشا کی طرح جو سکندر کیا کرتا تھا۔

"وہ آپ کا بیسٹ فرینڈ کیسے تھا؟ غنڈے تو پڑھے لکھے نہیں ہوتے اور آپ اس کے غلط کام کو روکنے کے بجائے اس کا ساتھ دیتے رہے یہ کیسی دوستی ہوئی؟"

وہ ابھی بھی سمجھنے سے قاصر تھی اگر وہ ایمان دار پولیس آفیسر تھا تو ایک غنڈے کے لئے اتنی بھاگ دور کیوں کر رہا تھا۔ حنان نے اپنے لبوں کو ہولے سے دبایا۔

"اندر بات کرتے ہیں۔۔۔"

وہ کہہ کر اُٹھ گیا اور اندر داخل ہوا اور وہ بے چینی سے اس کے پیچھے آئی تھی۔

"ہماری دوستی فائیو کلاس سے تھی۔میں جتنا بچپن میں شائے تھا وہ اتنا ہی گُم گو تھا مگر بہادر انتہا کا کسی سے ڈرتا نہیں تھا۔مار کٹائی میں تو سب سے آگے تھا۔ٹیچر زاسے ناپسند کرتے تھے مگر چونکہ پڑھائی میں تیز تھا سمجھو فرسٹ پوزیشن اس کی آتی تھی تو وہ اسے کچھ نہیں کہتے تھے۔میں چونکہ ایک شرمیلا بچہ تھا تو ایک خرگوش بھی بن جاتا تھا اپنے سنگرز کے سامنے اوہ وہ وقت مجھے کبھی بھولتا نہیں تھا جس دن سنیرز سے مجھے پلے گراونڈ میں گرایا تھا اور وہ شیر و ہی تھا جس نے مجھے بچایا تھا۔"

"اُف۔۔۔"

"ارے ہانی بے بی گر گیا ہانی بے بی دودو پی کر نہیں آیا تھا ہاہاہاہا۔۔۔۔"

"ابھی کاکا روئے گا لے الے۔۔۔"

سکس گریڈرزاسے کو گرتا ہوا دیکھ کر ہنس رہے تھے اور اس کا مذاق اُڑا رہے تھے۔وہ ذرا سا اُٹھنے والا تھا جب کسی نے اس کا بازو پکڑ کر اُٹھایا تھا۔اس نے اپنے مٹی ہوے وے چہرے کو اُٹھا کر گھما کے دیکھا تھا تو وہ شیر تھا اس کا کلاس فیلو سب اسے یا تو شیر بلاتے تھے یا شیر و۔اس کے چہرے پہ بڑوں والی سنیجد گی تھی۔باقیوں کی طرح کسی بھی قسم کی نہ معصومیت تھی نہ شیطانی پن بس سنیجد گی۔

"اُٹھو یہ تمھارا مذاق اُڑا رہے ہیں اور تم ایسے زمین پہ لیٹے ہو۔شرم کرو۔"

وہ اسے ڈانٹ رہا تھا اس کے چہرے پہ غصہ کی لہر شامل تھی مگر اس کی ڈانٹ میں حنان کو اپنائیت محسوس ہوئی۔

"ارے شیر و صاحب آئے ہیں شیر جی مرغا بنے گے۔۔۔ہاہاہا۔"

اس نے حنان کو اُٹھایا اور اس کی شرٹ جھاڑ کر مڑا تھا۔اپنے چھوٹے چھوٹے ہاتھوں کی اس نے مٹھیاں بھینچ لی تھی۔سدا کا جذباتی شیر و نے جب سنیرز کے منہ سے یہ بات سنی تو گھوم کر انھیں تیز نظروں سے دیکھا۔

"اوے چھوٹے شیر کو جگامت نہیں تو چھپٹ لے گا تجھے۔"

سمیر نے کھی کھی کرتے ہوے اپنے ساتھی کو کہا۔

"چھوٹے شیر۔" ۔وہ آگے سے کچھ کہتے کہ شیر نے زمین پہ دو تین بڑے اور قدرے موٹے کنکر اُٹھائے اور سیدھا ان کے منہ پہ مارے۔

ایک کی تو ناک پہ جا کر لگا' ایک کے ہونٹ پہ اور ایک کی آنکھ پہ پھر وہاں طوفان مچ گیا ایک طرف شیر و تھا دوسری طرف تین سنیرز اور سامنے کھڑا حنان ہونق بنا یہ سب دیکھتا گیا کہ کہاں سنیرز اسے بُلی کر رہے تھے اور اب کہاں وہ اور شیر گلی کی کتے کی طرح لڑ رہے تھے پھر ان سب کو حنان سمیت پرنسپل آفس لے کر گئے تھے۔یہ تو ضرور ہوتا تھا جو بے قصور تھا اسے بھی گھسیٹ

کر پرنسپل آفس لے جاتے تھے درگت بنانے ساروں کی ڈر کے مارے بولتی ہی بند ہوئی وی تھی مگر وہ بہادر شیر گھور کر پرنسپل کی بات سنتا رہا پھر ان کی بات ختم ہونے کے بعد بولا

"سر میں سوری نہیں کہوں گا کیونکہ انھوں نے حنان کو بُلی کیا تھا اور ایک کلاس فیلو ہونے کے حیثیت سے اِٹ واز مائی رائٹ ٹو پروٹیکٹ ہم۔"

پرنسپل بھی حیرت سے اس باغی بچے کو دیکھنے لگے جو شاید کسی سے ڈرتا نہیں تھا اور نہ ہی کسی چیز' موقع' بندے کا لحاظ کرتا تھا۔ بس کرنی تو اس نے اپنی تھی۔ پرنسپل نے تو باقی ساروں کو بھیج دیا بس سکندر کو روکے رکھا۔ اس کے بعد کیا ہوا یہ حنان کو پتا نہیں چلا۔ اگلے دن اس نے دیکھا تھا سکول سے شیر لیٹ آیا تھا۔۔۔ ٹیچرز سے ڈانٹ پڑی اسے پوری کلاس کے سامنے مگر شیر ایسے بنا رہا جیسے اس نے کچھ سُنا نہ ہو۔ خاموشی سے گردن اُٹھائے بس سُن کر چُپ چاپ حنان کی ساتھ والی سیٹ پہ بیٹھ گیا۔ اس کے ابرو اور ہونٹ کے سائڈ پہ بینڈج لگی ہوئی تھی۔ آنکھوں کے گرد ہلکہ سا نیل بھی پڑا ہوا تھا۔ بازو پہ جگہ جگہ خراشیں بھی تھیں مگر وہ بے نیاز تھا۔ ٹیچر تھوڑی دیر کے لئے باہر گئی تھی تو حنان نے آہستہ آواز میں پوچھا کہ وہ لیٹ کیوں آیا تھا تو اس نے کہا تھا پاپا نے اسے سکول کچھ دن نہ جانے کی سزا دی تھی جبکہ وہ چھپ کے پیدل چل کر آگیا۔ وہ عموماً کسی کو جواب دینا پسند نہیں کرتا تھا مگر اس نے حنان کو بڑے آرام سے جواب دے دیا تھا۔۔ حنان حیرت سے اسے دیکھتا رہا۔

"تم ٹھیک ہو؟"

شیر نے مڑ کر اس سے پوچھا جبکہ وہ بالکل ٹھیک تھا۔ خیریت پوچھنے والی حالت تو شیر کی تھی۔

"ہوں۔۔۔"

وہ بس اتنا کہہ سکا۔

"ان سنیئرز سے ڈرا مت کرو۔ ان کا مقابلہ کیا کرو سچ میں پہلے میں بھی ان سے ڈرتا تھا مگر مجھے احساس ہوا کہ یہ مجھ سے بھی زیادہ کمزور ہیں تو میں نے ڈرنا چھوڑ دیا۔"

اس کی بات مجھے کبھی نہیں بھولتی ہم دونوں ہم عمر تھے مگر مجھے لگتا تھا وہ مجھ سے بڑا ہے۔ میرے بڑے بھائی کی طرح ہے مجھے پروٹیکٹ کرتا ہے۔ اچھا لگنے لگا وہ مجھے۔ دوستی ہو گئی تھی نامحسوس طریقے سے ہمارے درمیان۔ مزے کی بات ہے کہ ہم دونوں کے پاپا ایک دوسرے کے اچھے دوست اور سکینڈ کزن نکل آئے تھے اس کے پاپا بھی لائر تھے میرا پاپا بھی۔ سکندر کو سب کے ساتھ ساتھ اس کے پاپا بھی اسے ناپسند کرتے تھے یہ مجھے چند مہینوں یا کہہ لو سال بعد معلوم ہوا تھا۔ وہ اس کی جگہ مجھے آڈمائر کرتے تھے اس کو میری مثال دیا کرتے تھے۔ میں حیران ہوتا تھا کہاں وہ لائیک طرین بچہ' بہادر' منہ پھٹ' کسی سے نہ ڈرنے

والااور کہاں میں اوریج سا' شرمیلا بس چند کاپیٹیشن وغیرہ جیت جانے والا بچہ وہ مجھے سکندر کے اوپر ترجیع دیا کرتے تھے۔ لگتا تھا کہ سکندر کو اس بات پہ کانوں میں جوتک نہ رینگتی ہو گی مگر اس فرق پڑتا تھا اور اس نے کچھ دنوں میں ثابت کر دیا تھا فیل ہو کر ۔وہ اب وہی کام کرنے لگ گیا تھا جس سے اس کے فادر کو غصہ چڑھتا تھا مجھے لگا ایسی ڈیسٹریکٹ ہو گیا ہے اس لئے شاید پڑھائی پہ دھیان نہیں دے پارہا ہم دونوں سیون میں تھے میں اس کے گھر آیا تھا۔

"تم ریپیٹ کرو گے یہ کلاس؟ بتاؤ مجھے لڑکے اگر تمھارا ایسا ارادہ ہے تو میں تمھیں سکول سے ہی نکال دیتا ہوں۔میں اپنی حلال کی کمائی تم پر آخر کیوں ضائع کر رہا ہوں علوی کے بیٹے کے دوست ہو تو اس سے کچھ کیوں نہیں سیکھتے اس کی طرح بنے کی کیوں نہیں کوشش کرتے؟"

"آپ کو تو اوریج لڑکے ہی پسند ہیں ڈیڈ اس لیے میں اوریج ہی بنے کی کوشش کر رہا ہوں مگر مجھے اب لگتا ہے کہ میں چاہے کچھ بھی کر لوں آپ نے مجھ سے خوش نہیں ہونا۔"

مجھے تھپڑوں کی' دھاڑ کی آوازیں آئی تھیں مگر میں بت بنا کھڑا رہا۔مجھے دکھ ہوا اس لئے نہیں کہ اس نے مجھے عام کہا۔مجھے پتا تھا کہ میں عام ہوں۔ دُکھ تو اس بات کا تھا کہ وہ باپ کی توجہ حاصل کرنے کے لئے وہ یہ سب کام کر رہا تھا جو کم سے کم وہ دل سے نہیں کر رہا تھا۔میرے سامنے وہ اپنے باپ کو بُرا بھلا کہتا رہتا تھا کبھی تو حد سے ہی بڑھ جاتا تھا میں اسے کچھ نہیں کہتا تھا کیونکہ ڈیپ ڈاؤن مجھے پتا تھا وہ اگر سب سے زیادہ پیار کرتا بھی ہے تو اپنے باپ سے۔فاروق ان کا چھوٹا بیٹا ان سے ان کی اٹیچمنٹ بہت تھی حالانکہ وہ بڑا ہی کوجا بچہ تھا جبکہ سکندر کو دیکھتی تو شاید ہی اس جیسا کوئی خوبصورت لڑکا تم نے دیکھا ہو تا مجھے سمجھ ہی نہیں آئی کہ انھیں سکندر آخر بُرا کیوں لگتا تھا۔ایک دن باتوں ہی باتوں میں کہنے لگا کہ وہ شاید ان کا اصلی بیٹا نہیں ہے میں بھی یقین کر لیتا اگر اس کی امی اسے دن اسے سُن کر تھپڑ نہ مارتی۔ خیر میں اس کی پرسنل لائف پہ کیوں شروع ہو گیا۔بس میں اکلوتا بیٹا تھا اور وہ اکیلا ۔بن گئے ایک دوسرے کے دکھ' درد'خوشی غمی کے ساتھی۔ایک دوسرے کے بغیر رہ نہیں سکتے تھے ہم۔عینہ میں اس کی بُرائی کے بیس پہ اسے چھوڑ دیتا ہاں جب وہ غنڈہ بن گیا تھا۔جب اس نے پہلا قتل کیا تھا۔جب وہ شیر و سے سکندر رہا بن گیا تھا اسے چھوڑ دیتا مگر نہیں چھوڑ سکا۔خونی کشش سے بھی بڑھ کر کچھ تھا جو مجھے اس سے الگ ہونے نہیں دیتا تھا۔(کہتے ہوئے اس نے دروازے کی پٹ کو تھاما) کہتے ہیں اس دُنیا میں اچھے اور بُرے انسان ہوتے ہیں۔اچھے انسان کے قریب ہو جاو اور بُرے انسان سے دور مگر شیر و میرے لئے نہ بُرا تھا نہ اچھا بس ایک انسان تھا جس سے اچھائی اور برائی دونوں ہی سرزد ہو جاتی تھیں۔میری نظروں میں اللہ کے علاوہ کوئی بھی پرفیکٹ نہیں ہے اور واقعی ایسا ہی ہے مگر معاشرہ کہاں مانتا سب اپنے آپ کو اچھا اور دوسرے کو بُرا مانتے ہیں۔سکندر کہتا تھا بدنام ہوئے شخص کی اچھائیاں بے معانی سے ہیں۔وہ جتنا نیک بن جائے اچھا بنے کی کوشش کرے مگر

رہتا تو وہ بدنام ہی ہے۔اس نے تو اس تقدیر کے کھیل کو قبول کر لیا مگر میں نہ کر سکا۔مجھے اچھا نہیں لگتا تھا جب میں اسے بُرائی میں ملوث ہوتے وے دیکھتا تھا مگر کیا کرتا اس کمینے نے مجھے باندھ لیا تھا خود سے دور ہونے نہیں دیا۔

درینہ نے اس کے کندھے پہ اپنا ہاتھ رکھا تھا۔اس کے چہرے ہی دکھ اور نرمی بیک وقت پائی گئی تھی۔

"وہ کیسے حنان؟"

"ہلیو ہاں ماجد بولو۔۔۔۔۔(ایک دم ماجد کی بات پہ سکندر جو اپنی گن صاف کر رہا تھا اس کے ہاتھ سے بے ساختہ گن چھوٹ گئی اور اس کا چہرہ سفید ہو گیا پھر اس کے دل کو کچھ ہوا تو چیخ پڑا)

کون سے ہسپتال میں بتاو مجھے۔"

اپنی جیپ اس نے ہسپتال کے پارکنگ لاٹ میں پارک کرنے کے بجائے سامنے ہی کھڑی کر کے کھلی چھوڑ کر تیزی سے اندر بھاگا تھا۔اس کے چہرے پہ وحشت تھی اگر ایک سکینڈ بھی لیٹ ہو جاتا تو ساری دُنیا نے پلٹ جانا تھا۔رسیپشن ایریا پہنچ کر اس نے حنان کے بارے میں پوچھا تھا جو اس وقت آپریشن تھیٹر میں موجود تھا پتا کر کے اس نے لفٹ کے بجائے سیڑھیاں پر فیر کی وہ ایک سکینڈ بھی ضائع نہیں کرنا چاہتا تھا۔اسے خبر ملی تھی کہ اے ایس پی حنان علوی پہ حملہ ہوا تھا۔وہ ایک کیس میں ملوث تھا جس میں اس کی جان کو سو فیصد خطرہ تھا۔سکندر نے اسے منع کیا تھا کہ وہ اس کیس میں مت گھسے وہ کچھ نہ کچھ اس کی مدد کر دے گا مگر اس نے سُنا ہی نہیں اس کی بات وہ جانتا تھا کہ معاملہ عورت کا تھا اور کافی سنگین تھا جس پہ سکندر جیسے جذباتی بندے نے خود مصیبت میں پھنسنا تھا تو اس نے خود ہی مسئلے کو سولو کرنے کا فیصلہ کیا مگر بیچارا اماں کے ساتھ بازار ہی گیا تھا کہ وہاں سے واپسی پر اس کی گاڑی پہ فائرنگ کی گئی۔ماں کو بچانے کی چکر میں اس کو کافی گولیاں لگ گئیں جس سے اس کی جان خطرے میں پڑ گئی۔خون بھی کافی بہہ گیا تھا۔جس میں خون کی اشد ضرورت تھی۔اور ڈونر کا دور دور تک کوئی سین نہیں تھا۔سکندر کو یہ بات پتا لگی اس نے ڈاکٹر کو گھسیٹ کر اپنے ساتھ کونے میں لے کر گیا تھا وہ نہیں چاہتا تھا کہ حدید عالم جو حنان کے ابو اور امی کے ساتھ موجود تھے اسے دیکھتے وہ تو اپنے غم میں اتنے ڈوبے تھے کہ انھیں سکندر دکھائی بھی نہیں دیا تھا۔

"سُنو ڈاکٹر حنان کو میں خون دوں گا دو بوتلوں کے بجائے اگر پورے جسم میں موجود خون کی ضرورت پڑے گی تو بھی دینے کو تیار ہوں اور تو کچھ نہیں کہے گا کسی کو سمجھے۔"

بس بھانے دھمکی دے دی وہ بیچارا کیا کرتا۔اس نے کہا وہ ہاف لیٹر خون دے کیونکہ ڈونیٹ کرتے ہوئے ایک انسان سے اتنا خون ہی مانگا جاتا ہے مگر سکندر نے پوچھا کہ حنان کو کتنا چاہیے دو لیٹر اور وہ لیٹر دینے پہ تیار ہو گیا ڈاکٹرز بوکھلا گئے جب اس نے یہ کہا اگر اس تین لیٹر بھی چاہیے وہ بھی دے دیگا وہ سب اسے پاگل یار کو دیکھتے رہے گئے۔انھوں نے سکندر کی شور پہ صرف دو لیٹر

خون سکندر کے جسم سے نکال دیا۔ گو کہ وہ کافی نڈھال ہو گیا تھا مگر اسے حنان کی زندگی عزیز تھی۔اس کے مرنے پہ ویسے بھی بخت کے علاوہ کسی نے بھی نہیں رونا تھا۔

"عجیب بات ہے ڈاکٹرز مان گئے ؟یہ تو رولز کے خلاف تھا آخر کیسے یہ سب کرنے دیا۔"

ایک طرف سکندر کو عظمت کو سلام کر رہی تھی جو حنان کے لئے اپنی جان دینے پہ تیار تھا مگر وہ اس کی دیوانگی کے ساتھ ہسپتال والوں کے پاگل پن پہ حیران ہو رہی تھی۔حنان ہنس پڑا۔

"اس نے کبھی رولز کے مطابق کوئی کام کیا ہے بھلا اگر میرے جسم کا کوئی حصہ ناکارہ ہو جاتا اس نے خود کو مار کر اپنا سارا وجود بھی مجھے ڈونیٹ کر دینا تھا اور ہسپتال والوں نے اس کا بھرپور ساتھ دینا تھا آخر کو وہ سکندر بھا ہے۔اسے انکار کرنے والے اپنی جان کو جاتے ہیں۔"

"آپ کو کیسے پتا چلا؟"

"کمینے نے تو پوری کوشش کی تھی پتا نہ لگ سکے مگر اپنی بھانجی زندہ باد بتا دیا صحیح درگت بنائی میں نے اس کی اس دن۔پیار بھی بڑا آیا۔خیر اب یقین ہو گیا کہ میں اس کا ساتھ کیوں دیتا ہوں اب خدارا میرے اس بھائی کی مدد کر دو لاکھ نفرت کے قابل سہی مگر ہے تو میرا بھائی ہی۔"

درینہ نے اپنے لب دبا لئے اور مڑ کر دراز کھولا اور اس میں سے کارڈ نکال کر اس کے سامنے آئی۔حنان پہلے نا سمجھی سے یہ سب دیکھتا رہا پھر اسے سب سمجھ آگیا اس نے درینہ کو ایسے دیکھا جیسے دو سکینڈ میں اس کا گلا دبا دے گا

"سوری حنان اگر میں یہ سب نہ کرتی آپ مجھے حقیقت نہ بتاتے۔"

اس نے شرمندگی سے سر جھکا کر کارڈ اسے پکڑایا۔جب حنان نے کوئی رسپانس نہ دیا۔تو اسے اپنا سر اُٹھانا پڑا وہ سخت تپا ہوا لگ رہا تھا ۔تو اسے بھی ہلکہ سا گھورنا پڑا۔

"غلطی آپ کی بھی ہے آپ نے مجھے اپنا نہیں سمجھا کہ مجھے ساری بات بتاتے۔"

اس نے دروازہ بند کر کے اسے لاک لگایا کہ ایک دم درینہ کی بولتی بند ہو گئی۔اسے حنان کے تیور ٹھیک نہیں لگے وہ دروازے کے ساتھ ٹیک لگا کر بازو لپیٹے اسے تیز نظروں سے دیکھتا ہوا بولا۔

"چُپ کیوں ہو گئی بولو بتاو میری غلطی پھر میں بھی بتاوں گا تمھاری غلطی اور اس کے کرنے کا انجام۔"

وہ تو صحیح معنوں میں ڈر گئی۔بیچارا صبح سے اتنا گھنچکر بنا ہوا تھا اور ساری فساد کی جڑ اس کے پاس تھی۔سزا بھگتنی تو تھی اس نے۔

....

"ایسے حیرانگی سے ان سڑکوں کو کیوں دیکھ رہی ہو کم آن رے تمھیں گھر میں قید صرف دو دو تین ہفتے ہی کیا تھا۔ایکٹ تو ایسے کررہی ہو جیسے سالوں سال گھر میں بند رکھا ہو اب نکال رہا ہوں اتنا بھی ظالم نہیں ہوں۔"

وہ ڈرائیو کرتے ہوئے بڑے مزے سے بول رہا تھا۔ سر پہ دوپٹے کو ٹھیک کرتی رمشا نے اسے بڑی تیز نظروں سے گھورا تھا۔اسے اس پاگل بندے کی کچھ سمجھ نہیں آرہی تھی کل ویسے ہی اس کے نکلنے کا سُنا تھا تو کیسے پاگل ہو گیا تھا اب ویسے دماغ پھیر گیا اور اسے اپنے ساتھ لئے لاہور کے سڑکوں پہ مزے سے اسے گھمار ہا تھا۔گاڑی کے شیشے سائڈ سے بلیک ٹنٹ تھے۔اس لئے سکندر ریلیکس تھا مگر اس نے رمشا کو کہہ دیا تھا کہ سر پہ دوپٹہ لے لے اگر جہاں کہی منہ چھپانے کی ضرورت ہوئی تو وہ اسے بتادے گا وہ بس کلس کر رہ گئی۔وہ اس معاملے میں اس ضد نہیں کر سکتی تھی ورنہ اسے پتا تھا کہ غصے میں وہ پھر شاید کبھی اسے باہر نہیں نکالے گا۔اتنا غنیمت تھا اس کے لئے ویسے بھی ساری زندگی بھی اس آدمی کے ساتھ ہی گزرانی تھی۔

ایک تو تم ہمیشہ اپنی تعریف کیوں کرتے ہو؟ سکندر نے ایک نظر دیکھا۔

"کیا میں اپنا منہ کیوں دیکھتا ہوں؟ یہ کہہ رہی ہو۔"

اس بار سکندر کو اس کی بات سمجھ نہیں آئی۔رمشا نے اسے دیکھا پھر دوبارہ ہاتھ چلا کر اپنی زبان میں سمجھایا۔

"تعریف وہ بھی میں اپنی؟ مطلب کہ میں اپنی تعریف کیوں کرتا ہوں یہ پوچھ رہی ہو؟"

روڈ پہ نظریں جمائے وہ دس منٹ بعد اس کی بات سمجھ سکا تھا پتا نہیں سمجھ پہلے گیا ہو گا شاید تنگ کر رہا تھا

"یار دُنیا نہیں کرتی نا پھر اپنی خود کرنی پر جاتی ہے۔یہ نہیں کہ میں اپنے منہ میاں مٹھوں ہوں مگر یہ خود پسندی ایسی ہے کہ یہ آپ کو اکیلے محسوس نہیں ہونے دیتی۔خیر بور تو نہیں ہو رہی؟"

جس طرح تم خالی چکر کاٹ رہے ہو اسے میں کیا کہوں۔

وہ دل میں سوچ کر رہ گئی۔

"کبھی ملک سے باہر گئی ہو؟"

سکندر کی بات پہ وہ جو شیشے سے اپنا سر ٹکا چکی تھی اس کی بات پہ چونکی۔اس نے سکندر کو دیکھا جو اب اطراف میں دیکھتے ہوئے جگہ کوئی تلاش کر رہا تھا اس نے سامنے سکندر کو دیکھتے ہوئے سر نفی میں ہلایا۔سکندر کن آنکھوں سے دیکھتے ہوئے بولا۔

"ہوں۔۔۔(اس نے بس اتنا کہا اور فون شاید کسی کو ملایا پھر کانوں سے لگایا)

"بھا بول رہا ہوں۔جلدی سے جگہ خالی کرواوو کے۔"

اتنے میں اس نے فون بند کر دیا اور گاڑی ایک طرف روک دی پھر اس نے گھوم کر اسے دیکھا جو اب سامنے دیکھ رہی تھی جہاں ہر طرف ہریالی ہی ہریالی تھی۔ دیکھنے میں تو یہ ایریا کسی کنٹری کلب یا گولف سٹی کا لگ رہا تھا۔

تمھاری دنیا بائیں جانب ہیں تو تم آگے کیا دیکھ رہی ہو؟"

ہم یہاں کیا کر رہے ہیں؟ اس نے انگلی اُٹھا کر اس سے پوچھا۔ اس کی بات سکندر نے کندھے اچکائے

"مجھے کیا پتا کیا کر رہے ہیں؟ تم بتاو۔" اس نے اس ویران سی جگہ کو دیکھا پھر سکندر کو۔

تم کیا مجھ سے جلدی بیزار تو نہیں ہو گئے کہ مجھے مار کر یہاں پھینک دو گے۔

اس کی بات پر وہ ہنس پڑا۔

"میں غنڈہ ہوں رے سیریل کلر نہیں۔" اس نے ہاتھ بڑھا کر انگلی سے رمشا کے ریشمی دوپٹے کو چھوا۔

ان دونوں میں کیا فرق ہوتا ہے۔

"فرق پوچھ رہی ہو ان کے بارے میں؟"

وہ بس اسے دیکھتی رہی۔

"غنڈہ سب کے سامنے قتل کرتا ہے ' بدمعاشی دکھتا ہے جبکہ سیریل کلر چھپ کے وار کرتا ہے۔ اس کی شناخت کسی کے بھی علم میں نہیں ہوتی" ۔ بولتے بولتے انجانے میں اس کا لہجہ بوجھل ہو گیا۔

پھر گلا کنکھارتے ہوئے اسے ایسے دیکھنے لگا اسے زرا سا دیکھنے کے بعد اس نے سامنے چمکتے ہوئے ٹائم کو دیکھا پھر پاور کا بٹن دبا کر اس نے گاڑی آف کر دی۔

اور بولا۔

"چلو محترمہ اُتر جائیں۔"

وہ سکندر کو گاڑی سے نکلتے ہوئے دیکھنے لگی پھر خود بھی سوچ کر گاڑی سے اُتری۔

یہاں پہنچتے ہوئے تقریباً ایک گھنٹہ لگ گیا تھا۔ دوپہر کی دھوپ آہستہ آہستہ ڈھلتی ہوئی نظر آ رہی تھی۔

پرندوں کی آوازیں بھی اسے اپنے آس پاس سُنائی دے رہی تھی شاید کوئی آس پاس زو تھا۔ سامنے ایک چھوٹا سا مگر قدرے خوبصورت ساہٹ تھا جس پہ صوفی گولف اینڈ کنٹری کلب لکھا ہوا تھا۔ وہ مزید اس جگہ پہ غور کرتی جب سکندر نے اس کا ہاتھ تھام لیا۔

"آو۔۔۔" وہ اسے اپنے ساتھ سامنے لے کر جانے کے بجائے بائیں جانب لے کر گیا۔ جہاں خوبصورت سا مگر قدرے چھوٹا سا لیک تھا اس کے درمیان چھوٹا سا لکڑی کا بنا برتج تھا مگر برتج بھی جانے سے پہلے بڑے بڑے پتھر سے بنے سٹیپس بنے ہوئے تھے جن سے تھوڑی دیر اسے پانچ چھ ہنس تیرتی ہوئی نظر آئیں۔

"ہاتھ زرا کس کے پکڑنا اور احتیاط سے قدم اُٹھانا ان کو دیکھ کر ڈر مت جانا۔"

زرا سا مڑ کر اس نے رمشا کو دیکھتے ہوئے کہا جو بڑی اشتیاق سے سفید' کالی اور کاپر کلر کی ہنس کو دیکھ رہی تھی۔ اس کی بات پر اسے محض گھور ہی سکی۔

زرا سے کتے سے کیا ڈر گئی یہ مجھے ڈرپوک ہی سمجھ بیٹھا۔ ہونہہ۔ بہرحال اس نے سکندر کا ہاتھ نہیں چھوڑا اور بڑی احتیاط سے قدم اُٹھاتے وہ برتج کے پاس پہنچے۔

"ابھی یہاں کا راستہ بنا ہے باہر کے آرکیٹیکچر نے آنا تھا مگر چونکہ اس کا بھائی کی ڈیتھ ہوگئی تو سارے کام ڈیلے ہوگئے اس لئے ان پتھروں سے کام چلا رہے ہی ہیں۔"

وہ چلتے ہوئے اسے ان پتھر کی موجودگی کی وجہ بتا رہا تھا۔

یہ جگہ تمھاری ہے۔

اس نے سکندر کا ہاتھ ہولے سے کھینچ کر اسے پوچھا تھا۔ سکندر مسکرایا تھا۔

"ہاں کہہ بھی سکتے ہیں اور نہیں بھی اب اتنا بھی کوئی امیر آدمی نہیں ہوں۔"

"بالکل! "اس نے سر جھٹک کر ہونٹوں کو زرا سی جنبش دی تھی۔

"اتنی محنت میرے نام پہ بولتے ہوئے کر دیتی۔ نہیں بس مجھ سے ہاتھ ہلا ہلا کر مخاطب ہونا ہے۔"

تم یہاں شو آف کرنے کے لئے مجھے یہاں لائے ہو۔

وہ دوپٹے کو کندھے پہ ٹھیک کرنے لگی جو کب کا سر سے پھسل چکا تھا۔ آدھے بال ویسے بھی اس نے کیچر میں مقید کیے ہوئے تھے۔ گنگھرالے بال کل کی طرح آج بھی سیدھے ہوئے وے تھے۔

"یہی سوچ رہی ہو کہ میں یہاں کیوں لایا ہوں تمھیں۔ سمپل سی بات ہے ہم چائے ڈیٹ پہ آئے ہیں چاہو تو کافی ڈیٹ بھی کہہ سکتی ہو اس کے بعد ہم گولف کھیلے گے۔"

اس کی بات پہ اس نے تعجب سے سکندر کو دیکھا جبکہ وہ اس کو دیکھنے کے بجائے بس چلتے ہوئے بول رہا تھا۔

"تمھیں بھی کھلی فضا مل جائے گی تو دماغ زرا صحیح طریقے سے کام کرے گا مجھے اچھے طریقے سے جان بھی لو گی ہمارا کچھ دن میں ولیمہ ہونا والا ہے۔ ہم اپنی نئ زندگی شروع کرے گے اور میں نہیں چاہتا ہماری ازواجی زندگی میں کوئی جھگڑے' لڑائی ہو میں پہلے ہی باہر لوگوں سے نمٹاتا ہوں گھر آ کر بیوی سے بھی یہی کام کروں ہو نہ ہ خیر گولف کھیلنا آتا ہے کہ وہ بھی بندوق کی طرح ہاتھوں سے پکڑ نہیں سکو گی۔"

اب تو یہ حد سے بڑھ گیا تھا سمجھتا کیا ہے خود کو میری خاموشی اور نرمی کا بہت زیادہ فائدہ اُٹھا رہا ہے۔اس نے تیزی سے اپنا ہاتھ سکندر کے ہاتھ سے نکالا۔

سکندر نے گھوم کر اسے دیکھا تو وہ اسے گھورے جا رہی تھی۔ بس گھورتی رہے گی یہ لڑکی اور کوئی کام کرنے کی کوشش نہیں کرے گی۔

"اب کیا ہوا ایک تو ناراض کیوں ہو جاتی ہو اتنی جلدی؟"

اس نے سوچا تھا بولنے والی بیوی مشکل ہو گی اسے کیا پتا تھا نہ بولنے والی اس سے زیادہ مشکل ثابت ہوئی تھی۔

تم ہر بات پہ میرا مذاق کیوں اُڑاتے ہو سمجھتے کیا ہو خود کو مجھے کیڈنیپ کر کے' زبردستی نکاح کروا کے مجھے راضی کر سمجھتے ہو تم سکندر ہو۔ تم سکندر نہیں بلکہ تم بندر ہو۔

اس نے جس طرح بندر کا اشارہ کیا تھا۔ سکندر اپنے فلک شگاف قہقہے کو روک نہیں سکا تھا۔

"بندروں والی حرکتیں کیوں کر رہی ہو ڈیٹ پہ آئے ہیں سرکس میں نہیں اُف اللہ کیا ہو تم۔"

وہ پیٹ پکڑ کر ہنسا۔ رمشا نے اسے دھکا دیا اور جانے لگی۔

"بڑی بڑی باتیں کر رہا تھا میں تمھارے آنکھوں کو پڑھ لیتا ہوں ساری باتیں سمجھ لیتا ہوں کوئی نہیں بس بے وقوف بنانا تھا اور کچھ نہیں۔" خود سے بولتے ہوئے وہ قدم بڑھا رہی تھی۔

"ارے وہاں کہاں جا رہی ہو پرائیٹ ہٹ تو اُدھر ہے۔"

سکندر نے وہی کھڑے اسے آواز دی۔ وہی کھڑا رہا اس کے پیچھے نہیں آیا۔اس سے اچھا تو وہ گھر میں تھی پیچھے پیچھے تو آتا تھا کہی اس طرف کتے تو نہیں ہے۔ نہیں بھلا یہاں کتوں کا کیا کام سر جھٹک کر چلتے ہوئے اس نے ہاتھوں سے اشارہ کیا اکیلے مناؤ تم ڈیٹ۔

"ارے رے کہاں جا رہی ہو وہاں تو کتے ہیں۔"

اس کے شرارت سے کہنے پر رمشا بالکل رُک گئی۔ سکندر کو گھوم کر دیکھنے لگی جو اپنی ہنسی ضبط کیے منہ پہ ہاتھ رکھ اسے دیکھ رہا تھا۔

رمشانے گہرا سانس لیا اور چل کر اس کی طرف آئی۔ ہنسی ضبط کرتے ہوئے اس کا چہرہ سُرخ ہو گیا تھا۔

"کیا ہوا وہاں کیوں نہیں جا رہی؟"

اس نے کھانس کر بامشکل اسے بولا تھا جو اس کے قریب آ رہی تھی۔ اس نے زور سے مکا سکندر کے بازو پہ مارا۔

"واو مجھے بہت زیادہ زور سے لگی۔" وہ خشک لہجے میں بولا۔

مجھے ایسے ہی بھوکا چھوڑ کر گھسیٹ کر لائے ہو تم۔

رمشانے اشارہ کرتے ہوئے اسے کہا۔

"تو اس میں مارنے کی کیا ضرورت تھی اُف تمہارے ہاتھ بہت زیادہ بھاری ہے اور بھوکا!!!! خود ہی کہہ رہی تھی بھوک نہیں لگ رہی۔" وہ اس کی گلے کرنے پہ زرا ساتپ گیا۔

'مجھے یہاں بحث کرنے کے لئے لائے ہو؟'

اس کے انداز پہ وہ بولا۔

"بحث میں کر رہا ہوں؟ ابھی ناراض ہو کر کون۔۔۔" وہ اس کی سنجیدہ نظروں کو دیکھ کر اپنی بات مکمل نہیں کر سکا۔

"یا اللہ دعا ہے کہ تم بولنے لگ جاو ایسا لگتا ہے کہ دیوار سے سر مار رہا ہوں چلو۔"

حسب عادت وہ چڑ کر بولتے ہوئے رمشا کا ہاتھ پکڑ چکا تھا۔ جس پہ وہ اپنی مسکراہٹ دبا کر اس کے ساتھ چلنے لگی۔

••••••••••••••••••••••••••••••••••••

سکندر ولا کا گیٹ کھلا تو سیدھا بلیک مسرڈیز اندر داخل ہوئی۔ وہ بلیک مرسڈیز سکندر کی گاڑی کی طرح سیدھا برآمدے میں جانے کے بجائے پورچ کی طرف گئی تھی۔ ڈرائیونگ سے تو لگ رہا تھا کہ یہاں کا میکن ہے مگر انداز بتا رہا تھا کہ گھر کا مکین ہونے کے باوجود اسے اتنے فری ہونے کی اجازت نہیں تھی۔ گیٹ بند کرتا چوکیدار دوڑتا ہوا آیا اس کا دروازہ کھولنے کے لئے مگر اس کے پہنچنے سے پہلے وہ دروازہ کھول چکا تھا اور نکلا بلیک جیز' بلیک شرٹ کے ساتھ بلیک ہوڈ پہنے وہ آنکھوں سے پراڈا کی گلاسس اُتارتا 'ببل گم چباتے ہوئے بولا۔

"ارے حکیم اتنا بھاگنے کی کیا ضرورت تھی اب میں چھوٹا بچہ تھوڑے ہی ہوں جو میرے لئے دروازہ کھولو گے۔"

چوکیدار کو لگا وہ طنز کر رہا ہے مگر حازق کا لہجہ بالکل عام تھا۔

"معاف کیجیے گا چھوٹے بھا۔ دروازہ آج کل بھاری ہو گیا ہے بند کرتے ہوئے وقت لگ گیا اور باقی سب سکندر بھا کے ساتھ اوپر چھت پہ میٹنگ کر رہے ہیں۔"

"ہاں میں بھی حیران تھا کہ ایک دم سے سویا ہوا محل کیوں لگنے لگا۔ معافی کی ضرورت نہیں ہے جاو گیٹ پہ کھڑے ہو تمھارے ساتھ بھا میری بھی درگت بنائے گے۔"

"جی بھا۔"

سُن گلاسس اُتار کر وہ شرٹ کی گیر بان پہ لگاتا اپنی ہوڈ درست کرتا پچھلے سائڈ سے اوپر کی طرف گیا تھا۔

"ہوں۔۔۔ چھٹیاں خیر تم نے پورے سال میں نہیں لی ٹھیک ہے جاو جاوید سے اپنے تنخواہ لیتے جانا اور کسی چیز کی ضرورت ہو تو جاوید کو کال کر کے بتانا۔"

"بہت بہت شکریہ صاحب۔"

حمید اس کا ڈرائیور مشکور نظر سے بھا کو دیکھتے ہوئے بولا جو اوپری چھت کے جھولے پہ بیٹھا' پہلے متوجہ مگر پھر کافی بے نیاز دکھائی دے رہا تھا۔ مطلب اب بات ختم ہو گئی تو اب اس سے کوئی سروکار نہیں تھا۔

"جھجک کر مجھ سے تم سب بات مت کیا کرو میں بڑا مصروف دن میں یہ وقت نکالتا ہوں تا کہ تم لوگوں کے مسئلے سُنوں اور اسے کافی حد تک حل بھی کر سکوں تم لوگ یہ نہ سمجھو کہ اتنی دولت ہونے کے باوجود بھی ہمارا دل تنگ اور چھوٹا ہے۔ نہیں!! میں اپنے اصولوں پہ سخت ضرور ہوں' ظالم بھی کہہ سکتے ہو مگر سنگ دل نہیں ہوں کہ کسی کو اس کا حق نہ دلوا سکوں یا کسی کے ساتھ بڑے آرام سے آنکھ بند کئے زیادتی ہونے دوں خیر اُمید کرتا ہوں کہ تم لوگوں کی شکایتیں دور ہوئی ہو گی۔"

وہ ٹانگ پہ ٹانگ رکھ کر سنیجدگی' سرد لہجے میں ان سب سے مخاطب تھا اور وہ سب مودب کھڑے اس کے کہنے پر سر کو خم دیتے ہوئے بولے تھے۔

"جی بھا۔"

"گڈ اب تم لوگ جا سکتے ہو۔"

وہ سب ایک ہی لائن میں یہاں سے نکل پڑے۔ اسی کے ساتھ خانسامہ اندر داخل ہوا تھا اس کے پیشی پہلے ہو چکی تھی اس لئے وہ سکندر کے کہنے پہ اس کے لئے پانی لینے گیا تھا اور اب آ رہا تھا۔

"بڑی جلدی یاد آ گئی کہ آپ نے ہمیں پانی دینا تھا۔"

وہ استہزائیہ لہجے میں بولا جو شرمندگی سے سر جھکا کر ٹرے میں موجود پانی کا گلاس ان کے سامنے پیش کرتے ہوئے بولا۔

"معاف کیجیے گا بھا مگر بڑی بیگم صاحبہ نے روک دیا تھا۔"

گلاس اُٹھاتے ہوئے وہ ایک دم اس کی بات پر چونکہ تھا۔

"کیوں بڑی بیگم صاحبہ نے اس دفعہ کچن کا سامان بانٹنا تھا۔"

پانی کا گھونٹ لیتے ہوئے وہ عام سے لہجے میں بولا تھا۔

"نہیں بی بی جی پوچھ رہی تھی کہ آپ رات کے کھانے میں کیا کھاتے ہیں۔"

پانی پیتے ہوئے ایک دم سکندر کو اچھو لگا۔

"کیا؟"

"وہ آپ کے سارے کھانے' پینے کے اوقات پوچھ رہی تھی کہہ رہی تھی کہ ملازم کے بجائے وہ یہ سب دیکھے گی اور وہ تہہ کریں گی کہ اب سے آپ کیا کھائے گے۔"

سامنے کرسی پہ بیٹھے فائل پہ جھکے جاوید کو انجانے میں بڑی ہنسی آئی مگر اس نے پٹنا نہیں تھا بھاسے اس لئے سر جھکائے ہنسی کو ضبط کرنے لگا۔

"یہ اس نے تم سے کہا اور تم اس کی بات سمجھ کیسے گئے؟"

"بی بی نے کاغذ پہ لکھ کر دیا تھا۔"

جس طریقے سے سکندر نے اس سے پوچھا تھا اتنی معصومیت سے خانسامہ نے اس کی بات کا جواب دیا تھا۔اب تو جاوید کو کھانسنے لگا۔ضبط کرنا کافی مشکل تھا۔

"بڑی کھانسی آرہی ہے کیا دوائی دوں تمھیں۔"

سکندر گلاس ٹرے میں پھٹک کر تیز لہجے میں جاوید سے بولا جو ایک دم اس کی بات پر بوکھلا گیا۔

"نہیں بھا ٹھیک ہوں۔"

جلدی جلدی بولتے ہوئے وہ فائل پہ مزید جھک گیا۔

"اس لڑکی کے ساتھ زرا سی اچھائی کیا کر لو یہ تو الٹا گلے کو پڑ جاتی ہے۔بخت نے ہی دی ہو گی شہہ۔یا اللہ یہ دن بھی دیکھنے تھے کہ اپنی ہاتھوں سے پلی بھانجی آپ کو آگے جا کر اس کے بیوی کے ہاتھوں ذلیل کروائی گی۔پہلے کل کے واقعہ جتنا خوشگوار تھے اس میں گولف سٹک نے جو اس کے ٹانگ کا حشر کیا تھا وہ بھی جانتا تھا۔رمشا نے معافی بھی نہیں مانگی تھی مطلب کہ غلطی سے لگ گئی تو بندہ سوری تو کرتا ہے بول تو نہیں سکتی تو کیا ہوا پیار سے اپنا کان پکڑ لیتی۔رہ رہ کر اس پر تپ چڑھ رہی تھی مگر چونکہ ان کی پہلی ڈیٹ تھی اس لئے بیچارے کو خود پہ بڑا جبر کرنا پڑا۔اس کے بعد سے رمشا خاصی خوش دکھائی دے رہی تھی یہ نہیں تھا کہ سکندر اسے ڈیٹ پہ لے کر گیا تھا بلکہ جو گولف سٹک اس کے ٹانگوں پہ لگی تھی یہ بات اس کے لئے باعثِ مسرت تھی خیر۔۔۔۔۔

"ٹھیک ہے تم جاؤ۔" (اس کو تو میں بعد میں دیکھ لوں گا بس آنسو بہاتی رہے گی ڈرامے باز لڑکی اور دل میں تو ہمیشہ مجھے جھکا کر بھنگڑے ڈالے گی۔)

"بھیا میں آ گیا۔"

وہ ایک دم کسی غیر مری نقطے پہ غور کر رہا تھا جب جھولے پہ اس کے ساتھ دھب سے کوئی بیٹھا تھا اس کو ہگ کرتے ہوئے بولا پھر اس سے الگ ہوا۔ سکندر نے چونک کر اسے دیکھا تو حازق کو دیکھ کر اس کا الجھا ہوا دماغ یک دم اسے دیکھ کر خوش ہو گیا۔

"تم کب آئے؟"

وہ پورا کا پورا اس کی طرف گھوم کر اس کے کندھے کو دھپ لگاتے ہوئے مسکراتے ہوئے بولا۔

"بس جب آپ کسی ہاٹ چک کو اپنے خوابوں میں سوچ رہے تھے اسی وقت آیا۔"

وہ شرارت سے سکندر کو چھیڑتے ہوئے بولا۔ اسے پتا تھا سکندر کو عورت کے نام سے الرجی تھی اس لئے ہمیشہ جب بھی ملتا تو عورتوں کے حوالے سے سکندر کو چھیڑتا تھا۔ اس بار بھی سکندر کا منہ بن گیا۔ اب واقعی اس کے سوچ میں رمشا روف آ بسی تھی اور اس کو ہاٹ چیک کا حوالہ سکندر کو کافی حد تک ناگوار گزرا تھا گو کہ ابھی حازق کو رمشا کا پتا بھی نہیں تھا۔

"بکواس مت کرو۔" وہ سختی سے بولا۔

"اچھا اچھا سوری ایک تو آپ نا عورتوں کے ذکر سے ایسے بھاگتے ہیں جیسے وہ کوئی موذی مرض ہو اور ان کے پاس جائے گے تو اس موذی مرض میں مبتلا ہو جائے گے۔"

وہ اسے کیا بتاتا کہ وہ دو ہفتے پہلے اس موذی مرض میں مبتلا ہو چکا تھا۔ عشق کے مرض میں۔ وہ بھی دُنیا کی سب سے مشکل ترین لڑکی سے۔

"خیر تم بتاؤ کیسے ہو' یونی جاتے بھی ہو کہ وہ بھی اوارہ گردی والا سین ہے۔ دیکھو اگر مجھے دوسرے کے منہ سے تمہارے حرکتوں کا پتا چلا تو جوتے کھاؤ گے۔"

"ارے بھا جی جاتا ہوں یہ تو چھٹیاں ہوئی ہیں تو ہی آپ کے پاس آیا ہوں کیونکہ آپ نے کسی بزنس میں مجھے بھیجنا تھا کیا کہی باہر میٹنگ ہے؟" سکندر نے اسے گھورا۔

"مطلب کے باہر کے لالچ میں یہاں آئے ہو بیٹا میٹنگ اِدھر ہی ہے مہینہ دو مہینہ تم میری جگہ میٹنگ میں جاؤ گے۔ بخت کی زمہ داری بھی تم پر۔"

وہ بل ٹیشو کے مدد سے نکال کر سائڈ پہ پڑی ڈسٹ بن پہ پھینکتے ہوئے ٹھہرا۔

"کیوں آپ باہر جا رہے ہیں؟"اس نے پر سوچ نظروں سے سکندر کے سپاٹ مگر سنجیدہ چہرے کو دیکھا۔

جو اس کی بات پہ ہولے سے سر ہلا کر بولا۔

"ہاں۔"

"کہاں؟اور یہ بھی کوئی کہنے کی بات ہے بخت اپنی بہن ہے(حازق بختاور کا چچازاد بھائی تھا)

"تمھیں بتانے کا پابند نہیں ہوں۔"

"بھا کبھی کبھی آپ ایسی حرکتیں کرتے جیسے میں آپ کا کچھ لگتا نہیں ہوں۔"

"پھر بھی میں بہت سے باتیں اپنے اپنوں کو بتانے کا پابند نہیں ہوں۔" سگریٹ کی طلب محسوس کرتے ہوئے اس نے اپنی جیب سے سگریٹ کا ڈبہ' لائٹر نکالا اور سگریٹ جلاتے ہوئے بولا۔

"بخت کی حفاظت کی ذمہ داری میں تمھیں دیتا ہوں۔کوئی کوتاہی نہیں ہونی چاہیے۔"

اس نے لاپروائی سے سر جھٹک کر اس کے ڈبے سے سگریٹ نکال کر لبوں میں ڈالنے لگا کہ سکندر نے اس کے لبوں سے سگریٹ نکال کر اسے سرد نظروں سے وارننگ دی گو کہ اس معلوم تھا کہ حازق بھی سگریٹ پیتا ہے مگر وہ کسی بھی طور پہ اسے اپنے سامنے پینے کی اجازت نہیں دیتا تھا۔۔حازق نے بے اختیار گردن کھجاتے ہوئے منہ بسورتے ہوئے کہا۔

"آپ میرے سامنے پیے گے تو مجھے طالب ہو گی دس از ناٹ فیر بھا۔"

"چلو اس وقت اپنی شکل گم کرو رات کو میرے ساتھ ڈنر پہ چلنا سُنا ہے فاروقی بھی آ رہا ہے۔سُنے میں آیا ہے کہ بڑی پلاننگ ولاننگ کر رہا ہے زرا غور کرنا اس پر میں تو بڑے بڑے لوگوں میں مصروف ہونگا۔"وہ بے زاری سے سگریٹ کے گہرے کش لیتا راکھ کو کونے میں جھڑکنے لگا۔۔

"کون فاروقی؟(وہ چونکہ اور سکندر نے اسے ایسے دیکھا یاد دلاؤں) اچھا اچھا آ گیا آپ کا بھائی۔"

اس کا منہ کا زاویے بگڑے۔

"پلیز اس گدھے کو میرا بھائی مت بلاؤ زہر لگتا ہے اور جو آج کل میرے معاملوں میں ٹانگ اُڑا رہا ہے تو اور دماغ گھوم رہا ہے باپ کا لحاظ کر رہا ہوں ورنہ ابھی تک قبر میں اُتار دیتا۔"

"اچھا اچھا ریلکیس اس کو سرکس کا بندر سمجھے تماشہ کرتا ہے تو انجوائی کرے اسے پتا نہیں کہ وہ آپ کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔"

وہ اس کی بات پہ مسکرایا۔

"اچھا لگا کہ تم آئے ہو تمھارے علاوہ تو یہاں کوئی دل سے تعریف ہی نہیں کرتا۔گن پوائنٹ سے اپنی اہمیت بتانی پڑتی تھی۔"

"خیر میں سخت تھکا ہوا ہوں فریش ہو کر آرام کروں گا رات کو ملتے ہیں۔"

"ٹھیک۔"

وہ کہہ کر نیچے آیا تھا۔اس کا کمرہ سکندر کے عین سامنے تھا گو کہ اسے اعتراض تھا مگر سُنی اس کی کس نے تھی۔جب وہ یہاں ہوتا تھا تو سمجھو قید ہو جاتا تھا کراچی کی طرح یہاں کوئی آزادی نہیں تھی۔ہر وقت سکندر کی نظروں میں رہتا تھا۔اس لئے لاہور آنے پہ اسے کوئی خاص خوشی نہیں ہوتی تھی مگر مجبوری تھی۔سکندر پہ اس نے کئی احسان کیے تھے تو اس سے زیادہ سکندر نے بھی اسے اپنے چھوٹے بھائی سے کم نہیں سمجھا تھا۔اس نے دیکھا نیچے والے پورشن میں زرا سی ہل چل محسوس ہوئی تھی۔جیسے ایک بندہ شاید آپس میں لگا ہوا تھا مگر یہ بھی تھا اس کے ساتھ کوئی اور بھی موجود تھا۔وہ چل کر اس طرف آیا تھا جہاں فاخرہ مائی کھڑی نظر آئی تو اس کے ساتھ ہی اسے سرمئی آنچل میں کوئی کھڑا دکھائی دیا کیا پتا بخت ہو ان کے ساتھ مگر بخت تھی تو اس کی بولنے کی آواز دور دور تک آیا کرتی تھی۔

"جی باجی صاحب کے کپڑے استری ہو گئے۔۔جی جی آپ کو کوئی اور کام تھا جی بی وہ بھی ہو گیا اچھا جی۔"

وہ بھی مڑ گئی اور سرمئی آنچل بھی غائب ہو گیا۔اس نے تعجب سے زرا سے جھک کر دیکھا۔

"فاخرہ مائی!!!"

اس نے وہی کھڑے اس نے انھیں پکارا۔فاخرہ مائی نے گردن گھما کر اسے دیکھا تو حازق کو دیکھ کر مسکرائی۔

"ارے چھوٹے بابا آپ۔"

"کس کے ساتھ لگی ہوئی وی تھیں۔"

وہ ریلنگ کے ساتھ ٹیک لگائے ان سے پوچھ رہا تھا۔

"بی بی جی تھیں وہ بھا کے کپڑے اور استری کا پوچھ رہی تھی۔"

وہ سمجھا بخت تھی پھر چونکہ فاخرہ مائی تو بخت کا نام لیتی تھی۔یہ بی بی کہاں سے ہو گئی؟

"بڑی عزت کروائی جا رہی ہیں۔"

ملازمہ سمجھی وہ طنز کر رہا ہے۔بھا نے اسے بتا دیا تھا کہ انھوں نے شادی کر لی ہے۔

"ظاہر ہے بچے سکندر پتر کو عزیز ہے وہ اس کی عزت نہیں کرے گے تو سمجھو سکندر پُتر کی نہیں کرے گے۔آپ کو کچھ چاہیے کچھ منگواؤں؟"

اس نے نفی میں سر ہلایا۔

"نہیں آرام کروں گا ہو سکے تو کافی بھیج دیں میرے کمرے میں۔"

"اچھا۔"

••••••••••••••••••••••••••••••••••••

"آجاو۔"

دروازے پہ ہونے والی دستک پہ وہ جو شیشے کے سامنے کھڑا اپنے اوپر سپرے کر رہا تھا۔گھمبیر لہجے میں بولا۔

دروازے کا ہینڈل گھما کر' وہ ٹرے تھامے اندر داخل ہونے والی اور کوئی نہیں رمشا تھی۔

اس وسیع کمرے کو اطراف میں دیکھتے وہ سامنے کھڑے اس شاندار شخص کو دیکھنے لگی جو اس کا تھا۔ایک دم ٹھہر کر اسے دیکھنے لگی اس کے وجاہت میں اسی منقاطیسی قوت تھی جس پہ وہ ایک دم کسی سپیل کی بدولت ہل ہی نہیں سکی تھی۔یہاں تک کے سر جھکا کر دراز کھولے گھڑی نکالتے ہوئے سکندر کو بھی عجیب سا احساس ہوا مڑ کر اس نے دیکھا تو ٹرے تھامے بالکل ساکت کھڑی رمشا اسے دیکھ رہی تھی۔اس کے چہرے پہ بڑی دلکش مسکراہٹ پھیلی تھی۔

"آج یہ چاند صبح ہی صبح کہاں سے نکل آیا

What a pleasant surprise ray !

رمشا ایک دم چونکی پھر اس نے ٹرے سختی سے تھام کر سامنے ٹیبل پہ رکھی۔

"اور کچھ لوگ میرے لیے چائے بھی لائے ہیں یہ میں کیا دیکھ رہا ہوں۔۔کیا تم میرے لیے میرے سامنے چائے بنا کر دو گی۔مجھے ہضم نہیں ہو رہی یہ بات۔"

رمشا نے خود کو سنبھال کر اسے تیز نظروں سے دیکھا۔پھر ٹرے سامنے رکھ کر بازو لپیٹ کر اسے دیکھا جو گرے شرٹ (جس کی سلیوز کہنی تک مروڑی گئی تھی) اور بلیک پینٹ میں ملبوس' کہی جانے کے لئے تیار تھا۔رمشا نے اس کی واڈروب میں شلوار قمیض کم منگوائی تھی۔یہ نہیں تھا کہ وہ اس میں اسے اچھا نہیں لگتا تھا بلکہ نظر لگ تک جانے والا ہینڈ سم لگتا تھا۔اسے ڈر ہوتا کہ وہ شلوار قمیض میں بہت بُری نظر کا شکار ہو گا اس لئے اس نے اس کے لئے پینٹ شرٹ منگوائی جس کی وجہ سے معمول کے مطابق یہی لباس پہن رہا تھا مگر اس کی غلط فہمی تھی کہ وہ صرف شلوار قمیض میں جچتا تھا۔نہیں ہر عام لباس اس پہ زیب تن ہو کر خاص بن جاتا تھا۔اس کے چہرے سے نظریں پھیر کر اس نے اپنا فون اُٹھایا اور اسے دکھایا۔سکندر نا سمجھی سے اس کے قریب آیا اور آنکھیں سکیڑ کر اس نے نوٹ سیکشن میں رومن اردو میں اس کی بات پڑھی۔

"میں کہاں تھا کل رات؟"

رمشانے گھور کر سر اثبات میں ہلایا۔

"میں ! کام پہ تھا۔" عام سے لہجے میں اسے جواب دیا۔

رمشانے تین انگلیاں نکال کر اسے باور کروایا کہ رات کے تین بجے ایسا کون سا کام تھا جو مکمل کر کے تم واپس آئے تھے۔ سکندر نے حیرت سے دیکھا پھر صوفے پہ بیٹھ کر مزے سے مسکرایا۔

"یہ اتنا بڑا محل میں نے کیسے کھڑا کیا ہے بھلا اپنے کام سے۔ اپنے خون پسینے سے اپنے انتھک محنت سے۔ دن رات ایک کر کے اب مزید ترقی کرنی ہے ایسے تو نہیں بیٹھ سکتا۔"

'اچھا' رمشانے سر ہلایا۔ ہونٹوں کے جنبش کرتے ہوئے وہ اس سے پوچھنے لگی کس کو مار کر آئے ہو۔ داڑھی پہ ہاتھ پھیرتے ہوئے ہنس پڑا۔

"بیویاں پوچھتی ہیں کس گرل فرینڈ کے ساتھ تھے مگر تم انھوکی ہو پوچھتی ہو کس کو مار کر آیا ہوں۔"

ایک بیوی نہیں سنبھالی جاتی ان سے رکھیں گے یہ گرل فرینڈ۔

"ارے یار پارٹی میں گیا تھا میں۔ ساتھ ساتھ بتاتا جاوں گا اب چائے تو بناؤ۔"

رمشا مسکرائی۔ چلتے ہوئے اس کے ساتھ بیٹھی اور ٹرے اس کے قریب کرتے ہوئے ہاتھوں سے اشارہ کیا۔

"لیجیے خود بنائیں۔"

سکندر نے اسے پھر ٹرے کو دیکھا پھر ہنسا۔

"میں نے آج تک ایک چیز اِدھر سے اُدھر اُٹھا کر نہیں رکھی اور تم کہہ رہی ہو خود چائے بناؤں۔"

رمشانے تاسف سے سر ہلا کر پھر انگلیاں تیزی تیزی سے چلا کر ٹائپ کی۔ سکندر نے اس سے فون لیا۔

"یہ والی گیم میں تم سے ہر گز نہیں کھیلنے والا سارے انداز سمجھ جاتا ہوں۔(اس نے فون سامنے ٹیبل پہ رکھا) چائے بناؤ اور بولو۔"

'تم چائے بناؤ گے۔ بے بی نہیں ہو۔ پہلے نہیں کرتے تھے تو سارے کام اب کرنے ہوں گے۔'

سکندر کو آدھی بات سمجھ میں آئی اس نے آبرو نا سمجھی میں اوپر کیے۔

"مطلب میں اب سارے کام اپنے خود کیا کروں گا میں یعنی سکندر رہا۔"

اس کی بات پہ رمشانے سر اثبات میں ہلایا۔

"شٹ مین!! میں سمجھا میری پیاری بیوی اب سے میری خدمت کرے گی مگر میں بھول گیا تھا کہ میں نے مس میوٹ سے شادی کی ہے۔سائلنٹ بھوت بلکہ خاموش چڑیل۔"

"چائے نہ تم نے بنانی ہیں نہ میں نے اس لئے چھوڑو باہر چلتے ہیں۔"

اس کا ہاتھ پکڑنے لگا کہ رمشا نے تیزی سے ہاتھ چھڑوا کر کہا کہ وہ بھی چائے پینا چاہتی ہے۔سکندر اب کی بات ٹھہر گیا۔

"مطلب تم میرے ہاتھ کی چائے پینا چاہتی ہو۔"

اب کی بات رمشا نے ہولے سے مسکرا کر سر اثبات میں ہلایا۔مسکرانا تو سکندر بھی چاہتا تھا مگر سختی سے خود کو روکے بولا۔

"بھا کے ہاتھ کی چائے پینا چاہتی ہو؟"

اس نے نفی میں سر ہلایا۔سکندر چونکہ۔

"تم میرے بھا نہیں ہو!!"

"لاحول ولا کیسی باتیں کر رہی ہو میں نے پوچھا خیر چھوڑو۔"اس نے جھرجھری لیتے ہوئے مینی کیٹل اُٹھایا۔

رمشا اس کو اپنے ہاتھوں سے پہلا کام کرتے ہوئے دیکھ کر فاتحانہ نظروں سے تکتے مسکرائی تھی۔

"ویسے سکندر کی چائے تم نہیں پی سکو گی۔"

بھلا کیوں؟اس کی نظروں نے پوچھا۔

"مر جاو گی؟؟"

ہیں!!اس نے کپ رمشا کو دیا رمشا نے تھام کر مشکوک نظروں سے دیکھا۔سکندر اپنا کپ بنانے لگا تھا۔

"زہر نہیں ہے تم ہی لائی ہو چائے"

مگر تم نے ہی کہا کہ۔۔۔۔۔۔(اسے پھر سمجھ آگئی کہ سکندر چائے میں پانچ چینی کہ چمچ ڈال رہا تھا۔اس کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں)

اس آدمی نے کیا اپنے آپ کو شوگر سے مارنا ہے پورے چوبیس گھنٹے میں وہ تین مرتبہ تو چائے پیتا ہے اس کا مطلب پورے دن میں پندرہ چینی کی چمچ انٹیک کرتا یہ کیا ذہنی مریض ہے۔

"مجھے چائے اچھی نہیں لگتی پیتا ہوں تو کم سے کم پانچ چمچ چینی چاہیے ہوتی ہے۔"

وہ اس کے نظروں کا مفہوم سمجھ کر چائے کا پہلا سپ لیتے ہوئے بولا۔

'یہ بھی بہت کم تھا تھوڑا اور کیوں نہیں ڈال لیتے۔'

اس نے چینی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے خفگی سے کہا۔ بخت نے صحیح کہا تھا ماما سے کام کروانے کا انجام دیکھ لیجیے گا اور اس نے دیکھ لیا تھا۔

"یار یہ بیوی والا روپ کہی مجھے مار ہی نہ ڈالے آج ہوا کیا ہے محترمہ کو؟"

وہ اس کی طرف دیکھ کر اس سے پوچھ رہا تھا رمشا نے چائے کو ہاتھ نہیں لگایا۔ اس نے مرنا نہیں تھا اتنا میٹھا زہر پی کر۔

"کیا ہوا ناٹ فیر اتنے پیار سے بنائی ہے چائے اور تم بیچارے کو ریجیکٹ کر رہی ہو۔"

'مرنا نہیں ہے میں نے۔'

اس نے دل میں کہتے ہوئے اسے دیکھا جو خود اپنی چائے رکھ چکا تھا۔ آدھی تو صاحب شو گرانٹیک کر چکے تھے۔ خود ہی بنانی پڑے گی یہ ملازم بھی پاگل ہے۔

"کیا پوچھنے آئی ہو مجھ سے؟"

اب کی بار وہ سنجیدہ ہو چکا تھا۔ اس کی بے چینی بھانپ کر اپنے ہونٹوں پہ انگلی رکھے اسے دیکھ رہا تھا۔

'کہاں تھے رات کو؟'

اس نے اب کے بار اپنے ہاتھ نہیں اُٹھائے تھے۔ بس ہونٹوں کو زرا سی جنبش دی تھی۔

"بس پرانے زخم اُدھیڑنے گیا تھا (یہ کہتے ہوئے اس کے چہرے پہ بڑی زخمی مسکراہٹ پھیلی تھی) تم نے مجھے کبھی کسی کو شوٹ کرتے ہوئے دیکھا ہے رے؟"

اس کی بات پہ رمشا کی گردن میں گلٹی ڈوب کے ابھری تھی۔ اس کو نجانے کیوں سکندر کی بات پہ خوف آیا تھا۔ یہ کیا کہہ رہا ہے۔

سکندر اس کے نزدیک ہوا تو رمشا اس دور ہوئی۔

سکندر عجیب نظروں سے تکتے عجیب انداز میں مسکرا رہا تھا۔

"نہیں دیکھا نا چلو آو دیکھاتا ہوں۔"

اس نے رمشا کا ہاتھ پکڑتے ہوئے کہا۔ کالی آنکھوں نے پہلی بار خوف نے جگہ لی تھی۔

....

سگریٹ کی راکھ کو ٹیرس کی ریلنگ سے جھاڑ کر وہ دوسرے ہاتھ سے کافی کا سپ لینے لگا اور سامنے درخت کی شاخ پہ بیٹھے گیلری کی حرکات پہ نظر جمائے وہ کسی اور دُنیا میں تھا۔ جب اسے فائر کی آواز سُنائی دی۔ ایک لمحے کے لئے وہ چونک گیا مگر پھر اس نے اپنی کلائی پہ موجود رسٹ واچ میں نو بجتے دیکھا۔ وہ سمجھ گیا بھاکے شغل کا ٹائم ہے۔

رمشا نے اپنے کانوں میں ہاتھ رکھ کر اسے دیکھا جو مسکرا کر سامنے لھڑک جانے والے ڈمی کو دیکھ رہا تھا پھر مڑ کر پیلی گوگلز سے رمشا کو دیکھا جو اسے گھور رہی تھی کہ یہ دکھانا تھا اسے۔

"تمھیں اصلی بندے کو مرتا ہوا دیکھنا چاہتی تھی(اس نے مضنوعی بے یقینی سے اسے تکتے ہوے افسوس سے سر ہلایا) کتنی ظالم ہوا ایسا دکھتا ہوں میں تمھیں۔"

رمشا نے اسے دیکھا جو اپنے کانوں سے ہیڈ سیٹ کانوں سے اُتار کر گردن پہ رکھتا بولا۔

"کام سے جانے سے پہلے ہمیشہ نشانے کی ضرور پریکٹس کرتا ہوں کہ ایک لمحے بھی میرے سے کوتاہی نہ ہوے۔"

وہ جانا نہیں بھی چاہتی تھی تو بھی وہ اسے بتا رہا تھا۔ملازم جو اس کے اس شغل کی بدولت اس کے ارد گرد وقت موجود ہوتے تھے ۔رمشا کی موجودگی میں غائب تھے(بھاکی دہشت یونو) ۔رمشا سینے پہ بازو لپیٹے لائٹ گرین شلوار دوپٹہ اور ڈارک گرین قمیض میں ملبوس تازی' مہکتی صبح کا حصہ لگ رہی تھی۔ بال آج اس نے دھوئے تھے جس کے باعث گھنگرالے بال عد کھلے ہوے تھے ۔

"اچھا شاٹ تھا نا۔دیکھا گولف بھی تم سے اچھا کھیلتا ہوں۔"

ناک چڑھا کر اس نے سکندر سے کہا کہ کیا وہ گن چلائے تو سکندر نے گوگلز اُتار کر کہا۔

"بچوں کا کھیل نہیں ہے مس میوٹ۔کھلونے والی گن نہیں اصلی والی ہے۔"

اس نے استہزائیہ انداز میں کہہ کر گن سامنے ٹیبل پہ رکھی تھی۔

"تو مجھے سکھاو نا؟"

اس نے اسے سمجھاتے ہوے بتایا۔

"میں تمھیں سکھاوں مگر کس لئے ؟"

وہ اس دیکھ کر اب گوگلز ٹیبل پہ رکھ رہا تھا۔اس نے زرا سا سر اُٹھا کر پر سوچ بنی کی کوشش کی پھر سر نیچے کرتے ہوے بولی۔

میری حفاظت کے لئے۔

"کیا میری عزت کے لئے ؟"(رمشا نے دل ہی دل میں اپنا سر پیٹا) وہ ہنسا۔

"گن چلا کر کون سی عزت بڑھتی ہے یہ تم لڑکیوں کے دماغ میں کیا چل رہا ہوتا ہے۔" وہ ایک بار پھر ہنسا۔

ہنسو مت(رمشا نے آنکھیں دکھائیں۔کہتا ہے سب سمجھتا ہوں کیا خاک سمجھتا ہے یہ آدمی)

"اچھا اچھا زوجہ غصہ کیوں ہو رہی ہو اسے پکڑو۔سکھاتا ہوں میری بیوی کی عزت بڑھنی چاہیے بالکل۔"

اس نے رمشا کی ہتھیلی کھول کر اسے ریوالور تھمایا جسے رمشا نے جلدی سے دونوں ہاتھوں سے پکڑا۔

"گھبرانا نہیں ہے ایسی میں تو تم نے صحیح عزت بناؤ گی۔"

وہ اسے چھیڑتے ہوئے بولا۔رمشا نے ریوالور کی نال اس کی طرف کی تو اسے چُپ ہونا پڑا۔

دور کھڑے دائیں طرف کی بالکنی میں موجود حازق حیرت سے منہ کھولے یہ سب مناظر دیکھ رہا تھا۔جھٹکے اس دو بات کے لگے تھے کہ بھا کسی لڑکی کے ساتھ کھڑا ہنستے ہوئے اسے گن تھما رہا تھا(جیسے اس کے ساتھ بر سو سے بے تکلفی ہو دوسرا جس لڑکی کے ساتھ وہ بے تکلف ہو کر کھڑے تھے وہ اور کوئی نہیں اس کی کلاس فیلو رمشا رؤف تھی) رمشا رؤف گویائی سے محروم وہ تیز تیوروں والی لڑکی۔یہ یہاں کیا کر رہی ہے۔

"جب شوٹ کرتا ہے نابندہ تو اس کا بازو اور کندھا دونوں جھٹکے کھاتے ہیں۔اس لئے میں پیچھے کھڑا ذرا سا پکڑوں گا اور ہیڈ سیٹ اس لئے کے ٹھا کی آواز سے کان کچھ دیر کے لئے ڈسٹرب ہو جاتے ہیں۔اس کے بغیر بھی تم چلا سکتی ہو مگر میں نہیں چاہتا کہ تمھارے کانوں میں الجھن پیدا ہو۔"

وہ اب اس کے کانوں میں ہیڈ سیٹ پہنا رہا تھا۔یہ ہو کیا رہا تھا بھا ایک لڑکی کے ساتھ آئی کانٹ بلیواٹ۔تیزی سے کپ رکھتے ہوئے باہر نکلا تھا۔

"نظروں کو اِدھر اُدھر مت ہونے دو بس ایک نشانے پہ فوکس رکھو ہاتھ نہیں کانپنے چاہیے۔(اس نے اس کے ہاتھوں کی لرزش محسوس کی) ریلیکس رہو لمبی سانس اندر کھینچو اور اسے چھوڑو۔"

سیڑھیاں تیری سے اُترتے ہوئے وہ گراونڈ فلور پہ آیا۔اس نے دیکھا نذیر کچن سے نکل رہا تھا۔حازق کو تیزی سے آتا دیکھ کر وہ رُک گیا۔

"چھوٹے بھا آپ!!"

"نذیر باہر بھا کے ساتھ وہ لڑکی کون ہے؟"

تیزی سے اُترنے کے باعث پھولی سانسوں سمیت اس نے نذیر سے پوچھا تھا۔

"بھا کے ساتھ آپ کو نہیں پتا؟"

"ہو گیا فوکس اب ٹریگر پہ ایک انگلی رکھنی ہے ہولے سے رکھو۔"

"نہیں کون ہے؟ بھا کسی غیر لڑکی کے ساتھ۔بتاو کون ہے؟"

"اب اسے لائٹلی پُش کرو پھر۔۔۔"

"وہ توہماری بڑی بیگم صاحبہ ہیں۔" اس نے حیرت سے دیکھتے ہوئے حازق کو بتایا۔

"مطلب؟"

"سکندر بھا کی بیوی ہیں بھا نے آپ کو نہیں بتایا؟"

اور ٹھا کی آواز پوری فضا میں گونجنے کے ساتھ حازق کے کانوں میں بھی گونجی تھی۔ایسا کیسے ہو سکتا ہے بھا نے شادی کرلی وہ بھی اس گونگی لڑکی سے مگر کیوں اور کیسے۔

رمشا کے ہاتھوں نے زرا سا جھٹکا کھایا تھا مگر سکندر کی سپورٹ سے وہ سنبھل گئی تھی۔زرا سا مسکرا کر اس نے مڑ کر دیکھا تھا جو خود بھی مسکرا رہا تھا۔کہانی نئے موڑ کی طرف روانہ ہو رہی تھی۔

••••••••••••••••••••••••••••••••••••

"ڈی ایس پی کی بیٹی بھا کی بیوی یہ کیسے؟ چکر کیا ہے کہاں وہ کراچی۔کہاں بھا یہاں لاہور میں ہاں بھا کراچی آئے تھے اسی لڑکی کے ساتھ کیا پتا اُف کیسے پتا کروں مجھے یہ معاملہ گھمبیر لگتا ہے ورنہ بھا مجھے اپنی شادی کا بتاتے ضرور اس کے پیچھے کوئی وجہ ہے۔انھوں نے تو کچھ نہیں بتانا اور وہ مغرور لڑکی جو کسی بھی شخص کو گھاس نہیں ڈالتی تھی۔کسی کو انسان نہیں سمجھتی تھی اور آج ایک لاہور کے مشہور غنڈے کی بیوی ہے۔یار آخر کیسے۔

سر کو تھام کر وہ سوچ میں تھا کہ آخر یہ ماجرہ کیسے حل کرے۔سدا کا جذباتی حازق نے فیصلہ کیا کہ وہ اس لڑکی سے براہ راست پوچھے گا کہی وہ باپ کے کہنے پہ تو سکندر کو پھنسانے تو نہیں آئی بہت سے ایسے کیسس اس کے سامنے گزرے تھے جہاں بہت سے باپ کسی بھی حد تک جا کر ایسے غنڈوں کو عبرت ناک سزا دلواتے تھے تو کہی رمشا بھی اس مقصد کے لئے نہیں ہاں۔بھا جو عورت کے ذکر سے جنجھلاہٹ کا شکار ہوتے تھے ایک دم سے کسی لڑکی سے شادی بھی کرلی۔

تیزی سے دروازہ کھول کر وہ سوچتے ہوئے نیچے آیا تھا۔

سکندر کی گاڑی گیٹ سے باہر نکل گئی تھی اور وہ پلر کے ساتھ ٹیک لگائے بند ہوتے دروازے کو دیکھنے لگی پھر اس نے گہرا سانس لیا تو مڑی تھی کہ ایک دم اچھل پڑی پھر اس کی آنکھیں حیرت سے پھیلی یہ یہاں کیا کر رہا ہے۔حازق کے چہرے پہ مسکراہٹ پھیلی۔

"او مجھے لگا تھا کہ خاموش فلم مجھے دیکھ کر نہیں پہچانے گی مگر حیرت کی انتہا ہے کہ اس نے اپنے کلاس فیلو کو پہچان لیا۔"

رمشا اس کے کٹیلے لہجے پہ بالکل ٹھہر گئی۔

"کیا ہوا ایسے کیا دیکھ رہی ہو!!! ڈر گئی کہ تمھارا اس طرح پول کھل جائے گا۔"

وہ ایک قدم آگے بڑھا تھا اور رمشا دو قدم پیچھے۔

یہ لڑکا آخر یہاں کیا کر رہا تھا اور اس کے اتنے حقارت سے دیکھنے کی کیا وجہ تھی۔ کون سا پول کیسا پول؟ مگر وہ بول ہی نہیں سکی۔

حازق نے بنالحاظ کئے اس کی گردن دبوچی اور اسے پلر کے ساتھ لگایا۔ وہ خوف سے بالکل ساکت ہو گئی۔

"تم یہاں کیا کر رہی ہو ڈی ایس پی کی بیٹی اور تم میرے بھا کے بیوی کیسے بنی!! بولو جواب دو۔"

وہ غرا کر اس سے پوچھ رہا تھا جبکہ وہ بالکل ٹھنڈی پڑ گئی تھی۔ لبوں میں ہولے سے جنبش ہوئی تھی۔

سکندر۔

"اوشٹ!!! یہ لڑکی میرے حواسوں پہ اتنی چھا گئی ہے کہ میں فون ہی بھول گیا۔ کیا ہو تم رے پاگل کر دو گی۔"

وہ بولتے ہوئے دلکشی سے مسکرا کر ریورس کر رہا تھا شکر تھا وہ اتنا آگے نہیں پہنچا تھا گھر سے نکلے اسے صرف چھ سات منٹ ہوئے تھے۔

"تم اسے پکڑنے آئی ہو اسے عبرت ناک سزا دینے آئی ہو تنت تمھارے باپ کو تم پر ترس نہیں آیا کہ کس جہنم میں اس نے دھکیل دیا۔"

وہ اس کا ہاتھ اپنی گردن سے نکالنے کی ہر ممکن کوشش کر رہی تھی مگر وہ ناکام ہو رہی تھی۔ مصیبت سے بچنے کے لئے وہ بولنا بھی چاہے تب بھی نہیں بول سکتی تھی۔ اس کی گردن میں بے تحاشہ تکلیف ہو رہی تھی۔ آنکھوں سے ڈھیر سارا پانی نکلنے لگا تھا۔ اس نے پوچھنے کے بجائے سیدھا اس پہ اٹیک کیا تھا ایسا کوئی کرتا ہے۔ آنکھیں تکلیف کی شدت سے بند کر دیں۔ کدھر چلے گئے سب چوبیس گھنٹے ارد گرد منڈلاتے ملازم ایک دم اس کی مصیبت کے وقت غائب ہو گئے۔ سب سے بڑھ کر بخت تھی نہ سکندر چوکیدار بھی باہر اسی وقت چھوٹے دروازے سے نکلا تھا۔

"بول گونگی بتا مجھے کیا بہری ہو گئی ہے۔"

اسی پل ہاتھ اس کے گردن سے ہٹے تھے۔ سانس جو اسے لگ رہا تھا لمحہ لمحہ دور ہوتی جا رہی تھی۔ ایسا لگ رہا تھا اس کے وجود سے ناراض ہو گئی ہو ایک دم اسے آخری موقع دیتے ہوئے دوبارہ سے چلنے لگی تھی۔ کھانستے ہوئے اس نے کسی کی دلخراش چیخوں پر اپنی سُرخ پانیوں سے لبریز آنکھیں اُٹھائی تھی تو اس کی آنکھیں پھٹ گئی۔ چھوٹا سا چاقو حازق کے ہاتھ میں گھسا تھا اور وہ ہاتھ پکڑے شدت سے چلایا تھا کہ در و دیوار کانپ گئی تھی۔ کانپ تو رمشا بھی گئی تھی پھر اس نے دیکھا سکندر نہیں وہ کوئی وحشی درندہ لگ رہا تھا جو اس کہ ایک منٹ میں کئی ٹکڑے کرنے کے لئے آگے بڑھا اور اس کا گیریبان تھام کر زوردار تھپڑ اس کے منہ پہ مارا۔

"میری بیوی کو ہاتھ لگانے کی جرآت کیسے ہوئی تمھاری اور تم اس کی گردن کیوں دبا رہے تھے اس معصوم نے کیا کیا تھا۔"

مکا سیدھا اس کی ناک پہ مارا خون کے فوارے دیکھ کر رمشا نے اپنے منہ پہ ہاتھ رکھا اس کی ٹانگیں بالکل شل ہو گئی۔ وہ بالکل ٹھنڈی ہو گئی۔

"بب بھامم میری۔۔۔" اب کی بار سکندر نے چاقو بے رحمی سے اس کے ہاتھ سے نکالا اور اس کے گال پہ کٹ لگایا۔ وہ پھر چیخا۔

"خبردار اپنی گندی زبان سے میرا نام لیا۔ میری بیوی کو کیا سمجھا تھا تم نے آخر کیا۔"

رمشا اس کے ارادے بھانپ گئی تھی کہ وہ اس کی آنکھیں نکالنے والا تھا ہاں اس کی آنکھیں بتا رہی تھیں۔ تیزی سے بھاگ کر اس نے سکندر کا بازو کو پکڑ کر کھینچا تھا۔

سکندر نے گھوم کر اسے دیکھا تھا اس کی نظریں خنخوار لگ رہا تھا خواب سے بھی زیادہ خطرناک۔

"چھوڑو میرا بازو رمشا میں اسے جان سے مار دوں گا۔"

گیلے آنکھوں سے اس نے آنکھیں زور سے میچ کر اس کی بات پہ سر زور سے ہلایا تھا اور اس کا ہاتھ اپنے سر پہ رکھ کر گویا ساری بات ختم کر دی۔ وہ گویائی سے محروم لڑکی اس کو اپنی قسم دے رہی تھی۔ وہ لاکھ بُرا لاکھ نفرت کے قابل سہی مگر وہ اپنی آنکھوں کے سامنے اپنے محبوب کو اس کی وجہ سے کسی کو قتل کرتے ہوئے نہیں دیکھ سکتی تھی۔

یہ ایک خاموش لڑکی کہ خاموش سی فریاد تھی۔ اس کا جسم روم روم کانپ رہا تھا۔ سکندر کے ہاتھ کے اوپر اس کا ہاتھ بالکل ٹھنڈا اور پسینے سے بھر گیا تھا۔ سکندر نے تکلیف سے آنکھیں بند کر کے اپنا ہاتھ ہٹا کر چاقو پھینکا۔

"دفع ہو جاو یہاں سے !!!!! شکل گم کر دو تم سے مجھے کوئی اُمید نہیں رکھنی چاہیے تھی آخر ہو بھی تم اس (گندی سی گالی) کا خون۔ رحم تم لوگوں کی رگوں میں نہیں دوڑتا۔ اس لڑکی کی قسم تم آج زندہ ہو جسے کی تم جان لینے والے تھے۔"

اس کی آنکھوں سے آنسو نکلے تھے جسے رمشا نے نہیں دیکھے تھے۔ وہ اس کا ہاتھ پکڑے اسے گھسیٹ کر اندر لے کر گیا۔ اس وقت اس کا ذہن کام نہیں کر رہا تھا ورنہ ابھی ملازموں کو دھاڑ کر پکارتے حازق کو یہاں سے نکالتا۔

وہ رمشا کو اسی کے کمرے میں لایا تھا اس کا ہاتھ چھوڑ کر اس نے دروازہ بند کیا اور تھکے ہوئے انداز میں اس نے آنکھیں موند گہرا سانس لیا۔ وہ خود کو کمپوز کر رہا تھا۔ رمشا نے اسے دیکھا جو اسے کافی قابلِ رحم لگ رہا تھا۔ وہ اس کے قریب آنے لگی کہ ایک دم ڈر کے پیچھے ہوئی کیونکہ سکندر نے زوردار مکا دروازے پہ مارا تھا۔

اس سے کھڑا ہونا محال ہو گیا تو وہ نیچے بیٹھتی چلی گئی۔ سکندر نے اس سے مڑ کر نہیں دیکھا تھا۔

بس زخمی آواز میں بولا تھا۔

"تم نے یہ ٹھیک نہیں کیا میرے ساتھ رمشا!!! نہیں ٹھیک کیا۔"

کہتے ہوئے وہ دروازہ کھول کر باہر چلا گیا اور ٹھاکر کے دروازہ بند کیا جبکہ رمشا وہی چہرہ تھامے بس گہرے گہرے سانس لیتی گئی۔ سکندر کو اس نے قتل کرنے سے روک دیا تھا یا اللہ اس نے سکندر کو روک دیا تھا۔ ہاں اس نے روک دیا تھا۔ ہاں اس نے روک دیا تھا۔ دل بار بار یہی بات دہرایا جا رہا تھا۔

※※※※※※※※※※※※※※※※※※※※※※

"سر میرے خیال ہے اس ٹائیم ان کے پاس جانا بہتر نہیں ہے وہ اس سٹیٹ میں کہ اس وقت کسی کا لحاظ نہیں کر رہے بخت نے بھی جانے کی ہمت کی تو باہر روتے ہوئے نکلی۔" جاوید کی بات پہ حنان نے پیشانی مسلتے ہوئے کہا۔

"ایسا کیا ہوا تھا کہ اس نے حازق کو اتنا پیٹا کہ یہاں تک کی اس کی جان لینے لگا تھا حالت دیکھ رہے تھے ہاتھ کے اندر چاقو گھسا دیا تھا ۔وہ خود بھی نہیں بتا رہا بس چُپ ہے اگر بولتا ہے تو صرف کہتا ہے 'اس نے کچھ نہیں کیا کچھ نہیں کیا۔ وہ اس کا ہمدرد ہے اسے نہیں پتا تھا وہ کتنی عزیز تھی اسے '۔ رمشا کہاں ہے ؟ مجھے اسی سے متعلق معاملہ لگتا ہے۔"

"صاحب نے اوپر جانے سے منع کیا سختی سے۔ بخت بی بی کو بھی میڈم کے کمرے میں جانے کی اجازت نہیں ہے۔"

"یا اللہ ایسا ایک دن میں کیا ہوا جو وہ اتنا پاگل ہو گیا۔ میں جاوں گا دیکھتا ہوں کیا کرتا ہے۔"

وہ جانے لگا کہ جاوید کچھ کہتے کہتے رہ گیا تو ناچار حنان کو رُک کر بولنا پڑا۔

"دیکھو وہ مجھے کچھ نہیں کہے گا اگر کہہ بھی دیا تو بھائی ہے میرا سنبھال لوں گا اسے بے فکر رہو۔"

کندھے تھپک کر اس نے جم کا دروازہ کھولا۔

دیکھا تو وہی سامنے اسے نظر گلاس ڈور کے اندرونی کمرے میں پنچنگ بیگ کو دیوانوں اور پاگلوں کی طرح مارا جا رہا تھا۔ جس حالت میں رمشا کو چھوڑ کر آیا تھا بالکل ویسے ہی حلیے میں تھا البتہ اب شرٹ کے بغیر تھا۔ ماتھے پہ گھنے کالے بال پسینے سے چپک گئے تھے ۔ہونٹ سختی سے بھینچے گئے تھے۔

اور آنکھوں میں آنکھوں اس وقت جنون اور نفرت کے سوا کچھ بھی نہیں تھا۔ حنان اس کی حالت دیکھ کر تڑپ گیا۔

تیز قدم اُٹھا کر اس نے جا کر گلاس ڈور کا دروازہ کھولا اور اسے دیکھا جو آج کی شب میں کسی بھی حال میں میں رُکنے والا نہیں تھا۔ یہ اس کے ارادے اسے اچھی طرح بتا رہے تھے۔

"شیرو۔"

سکندر کے ہاتھ ایک دم ساکت ہو گئے تھے مگر وہ ایک بار پھر شروع ہو گیا تھا۔

"شیرو یار بس کر دو کیوں خود پہ ظلم کر رہے ہو۔"

"دفع ہو جاؤ حنان یہاں سے میں اس وقت کسی کی شکل نہیں دیکھنا چاہتا۔"
اس کے لہجے میں ایسا طوفان تھا۔ایسی وحشت تھی ایسی تڑپ تھی کہ ایک لمحے کے لئے حنان کی بولتی بند ہو گئی پھر گلا کھنکھار کر اس نے بڑی ہمت کر کے کہا۔
"سکندر تم نے اس کے ہاتھ کیوں کاٹے تھے۔مجھے اب تک یقین نہیں آرہا وہ تو حازق تھا۔تمھارے بچوں کی طرح۔۔۔"سکندر نے اس کی بات کاٹی۔
"نہیں ہے وہ میرے لئے بچوں کی طرح اس نے جو حرکت کی ہے حنان وہ میرے لئے مر چکا ہے۔"
وہ جو پنچنگ بیگ کو پاگلوں کی طرح مارے جا رہا تھا اس کی بات پہ چیختے ہوئے بیگ کو چھوڑتے ہوئے بولا۔اس کے انداز میں ایک عجیب سا جنون اور پاگل پن تھا۔
"وہ کہہ رہا ہے بھا نے اوور ری ایکٹ کیا تھا وہ صرف اس سے بات کر رہا تھا اسے کیا پتا تھا وہ بھا کی بیوی ہے۔"حازق نے اسے سب بتا دیا تھا بس اس نے جاوید کے سامنے اظہار نہیں کیا تھا۔
وہ ہنسا۔اس کی ہنسی کافی زہریلی تھی۔
"تم پولیس والے کتنی آسانی سے بے وقوف بن جاتے ہو ہم غنڈوں کے ہاتھوں تنت اس لڑکی کے واسطے میں صرف اس کا ہاتھ کاٹ سکا ورنہ جو اس نے کیا تھا اس پر تو اس کی زبان' آنکھ اس کے وجود سے نکال دینا چاہیے تھا اور اب تک کیا کر رہا یہاں دفع نہیں ہوا؟"
وہ پوچھنا چاہتا تھا مگر سکندر اس وقت جنونی لگ رہا تھا۔پاگل ہوا ہوا تھا منہ تڑوانے سے بہتر تھا کہ بندہ منہ بند رکھے۔
"اس نے اسے ہیرس کیا تھا اس کی گردن دبوچی ہوئی تھی۔اسے گونگی کہہ رہا تھا وہ بیچاری کس کو پکارتی اگر میں وقت پہ نہ آتا تو کیا ہو جاتا اس کے ساتھ کیا ہو جاتا۔کیا گزری ہو گی رے پر اس وقت۔وہ نُلی ہو رہی تھی اور میں موجود نہیں تھا بلکہ اس کو مار رہا تھا ختم کرنے والا تھا جیسے اس ذلیل نے میری صوفی۔۔۔۔۔۔۔۔۔کو۔۔۔" نہیں حنان بیشک میں نے اسے پالا ہے۔میری بخت کے لئے اس نے بہت کچھ کیا ہے مگر میری رمشا کے آگے کچھ نہیں۔۔۔"(اس نے سامنے پڑی سکوچ کی بوتل اُٹھائی اور گلاس میں انڈیلنے کے بجائے ایسی پینے لگا)
"کوئی اسے دیکھے گا تو اس کی آنکھیں نکال دوں گا' کوئی اس کی تعریف کرے گا' یا اس کے لئے بُرے الفاظ استعمال کرے گا تو اس کی زبان کاٹ دوں گا۔کوئی اسے تکلیف دے گا تو اس کی جسم اور روح کو تڑپاوں گا۔سکندر حدید کا حق ہے اس پر اور کسی کا نہیں۔اور سکندر کی رے کو تنگ کرے گا(وہ ایک اور گھونٹ لینے لگا)

وہ اپنے انجام کے لئے تیار رہے گا۔"
اس نے زور سے شیشے کی بوتل زمین پہ دے ماری تھی۔
کانچ کے ٹکڑے بالکل اس کے وجود کی طرح تھے۔ جس پہ شراب کی چھینٹے' خون کی بوندیں' زرا سے آنسو اور جوتا کا بے رحمی اور بے دردی سے روندنا بس یہ تھا سکندر حدید۔ یہ حیثیت تھی جسے اس نے خود تک رکھا تھا۔

••

"سوری میم آپ اندر نہیں جا سکتی سر نے سختی سے منع کیا ہے۔"
رمشا نے اسے تیز نظروں سے دیکھا اور پھر آگے بڑھنے لگی کہ دروازے کے آگے گارڈ نے ہاتھ رکھ دیا۔ اس کے چہرے پہ بے بسی تھی۔ وہ بے بسی رمشا کی وجہ سے تھی۔ ایک تو وہ اسے روک نہیں سکتا تھا دوسرا وہ اس اندر جانے نہیں دے سکتا تھا۔ دونوں صورت میں اس کی بھاسے پٹائی ہونی تھی۔ ہاتھ تو کیا دیکھنے کی بھی اجازت نہیں تھی اسے۔ حازق کی مثال سامنے تھی۔ وہ اس کا رشتیدار تھا' اس کا جانے والا اس کو اس ساتھ یہ سلوک ہوا ہے تو سوچو ایک عام سے رکھوالے کا کیا ہو گا۔
رمشا نے لب دبا کر خود کو کچھ کہنے سے بڑا روکا اور فون اُٹھا کر اس نے جلدی سے کچھ ٹائپ کرتے ہوئے۔ فون اس کے سامنے کیا ۔ گارڈ پہلے نا سمجھی سے دیکھتا رہا پھر ٹھنڈی سانس لیتا۔ وہ سائڈ پہ ہو گیا۔
رمشا طنزیا مسکراہٹ اچھالتی دروازہ کھول کر اندر داخل ہوئی۔ تاریک کمرے نے اس کا استقبال کیا۔ اسے پتا چلا تھا کہ سکندر صبح سے لے کر اب تک جم روم میں بند ہے۔ کیا کر رہا ہے کچھ پتا نہیں ہے۔ کھانا تو دور پانی کا گھونٹ بھی اس نے اپنے حلق کے اندر نہیں اُتارا۔ البتہ کسی چیز کی بو نے اسے بتا دیا تھا کہ کیا چیز پی کر وہ اپنا سینہ جلا تا رہا ہے۔ تلخی سے رمشا نے اپنا سر جھٹکا اور فون کے ٹارچ آن کر کے اس نے سوئچ بورڈ تلاش کیا۔ زرا سا لائٹ مارنے کے بعد اسے بلا آخر سوئچ بورڈ نظر آیا جو دروازے کے بالکل ساتھ تھا۔ ہاتھ بڑھا کر اس نے بٹن دبایا تو پورا کمرہ روشنی میں نہا گیا۔ اس نے دیکھا سارا جم روم خالی تھا البتہ نیچے الکحل کی بوتلوں کا ڈھیر پڑا تھا۔ رمشا کی آنکھیں حیرت سے پھٹ گئیں۔ اپنے اشتعال کو بامشکل قابو کرتے ہوئے اس نے دیکھا کہ ایک چھوٹا سا روم تھا جہاں شیشے کے ذریعے وہ اسے بے سُد صوفے پہ پڑا دیکھ سکتی تھی۔
مٹھیاں بھینچے وہ بوتلوں کو پیروں سے ٹھوکر مارتی۔ اس کی طرف آئی اور اس نے گلاس ڈور کو دھکیلا۔ دیکھا تو مزید بوتلوں نے اس کا استقبال کیا تھا۔ ہر قسم کی شراب کی بوتلوں کی دیکھ کر رمشا کا دل کیا اس انسان پہ تھپڑوں کی بارش کر دے۔ دکھ اور غصے سے آنکھیں اُٹھا کر اسے دیکھا جو تقریباً صوفے پہ جھول رہا تھا۔ ہاتھ میں ووڈکا کی بوتل تھی۔ اس کی آنکھیں بند تھیں۔ منہ ہلکہ سا کھولا ہوا تھا اور بنا شرٹ کے بجائے کالی بنیان میں ملبوس نفرت کے باوجود اسے قابل رحم لگ رہا تھا۔

سکندر ایک دم دروازہ زور سے بند ہونے پر اپنی تھکی ہوئی نگاہیں اُٹھانے لگا مگر دھندلا پن کے باعث اسے صحیح سے کچھ دکھائی نہیں دے رہا تھا۔

"کون ہے؟"

اس کی آواز ایسے نکلی تھی جیسے اس کا گلا سخت خراب ہو۔ رمشا آگے بڑھ کر اس کی طرف آئی تھی تو سکندر کو سفید آنچل لہراتا نظر آیا۔

"کم آن صوفی میں۔۔۔۔ کوئی لیکچر۔۔۔۔ نہیں سُنا چاہتا۔۔۔"

اس کے ہاتھ سے بوتل چھوٹ گئی تھی۔ بوتل چونکہ کانچ کے بجائے۔ سٹیل کی بنی تھی اس لئے نہیں ٹوٹی۔

البتہ تھوڑا بہت بچا مائع بوتل سے نکل کر سُرخ کارپٹ پہ جذب ہوتا گیا۔

رمشا کو اس بو سے کراہت ہوئی مگر سکندر سے؟ کیا اس سے بھی اسے کراہت ہوئی تھی؟

"میں اس سے۔۔(وہ ہنسا تھا) محبت کرتا ہوں محبت بھی نہیں بلکہ بلکہ عشق نہیں وہ بھی نہیں پتا نہیں وہ لفظ ابھی دل میں ہے مگر زبان تک نہیں آرہا۔۔ آئے گا تو بتاوں گا۔۔"

عجیب بہکا بہکا انداز تھا۔۔ اس کا رمشا اسے دیکھتی رہی۔۔۔

"مجھے پتا ہے تم ناراض ہو مگر میں اس دفعہ تمھاری ناراضگی کی کوئی پرواہ نہیں کروں گا۔۔۔ میں وہ بیس سالا شیر و نہیں رہا سمجھی !!!"

وہ خفگی سے کہتے ہوئے ہاتھ اِدھر اُدھر مارنے لگا جیسے کسی چیز کو تلاش کر رہا ہو۔

"تینتیس سالا مرد ہوں۔۔۔ طاقتور' مضبوط' مجھے پیروں میں روندنے والے لوگ اب میرے ہی پیروں پہ گرتے ہیں۔ ہاہا میرے محبوب چیز کو چھونا تو دور کی بات اسے دیکھنے یا سوچنے کی بھی کوشش کرے گا۔۔۔ اس کا کفن تیار کرواوں گا۔۔۔ میں شیرو نہیں ہوں سکندر حدید ہوں دُنیا ڈرتی ہے مجھ سے۔۔۔۔۔ صوفی۔۔۔ تم دیکھتی تو آج تمھیں اپنے بھائی پہ فخر ہوتا۔۔۔۔"

رمشا نے اب کی بار اس کا ہاتھ پکڑ لیا اور جھک کر اسے دیکھنے لگی۔ اس کی آنکھوں میں غصہ پل بھر کو غائب ہو گیا تھا۔ اب ان میں ہمدردی ہی ہمدردی تھی۔ وہ بس اسے دیکھ رہی تھی جو پتا نہیں اسے صوفی سمجھ کر اپنا دل کھول رہا تھا۔ وہ سُنا چاہتی تھی آخر وہ کیوں ایسا بنا۔

"بختاور خوش ہے مجھ سے آئی پرامس۔۔۔ بس آج زرا سا ڈانٹ دیا میں نے اسے۔۔ مجھ سے ناراض مت ہونا۔۔"

"رمشا نے ٹھیک نہیں کیا صوفی۔۔۔"

رمشا نے اسے دیکھا وہ سمجھ گئی وہ کیا کہنا چاہتا ہے۔ ہاتھ بڑھا کر اسے تھوڑا سا سیدھا کرنے لگی مگر اس کو وجود بھاری تھا۔ سکندر نے اس کا ہاتھ جھٹکا۔

"میں ٹھیک ہوں۔"

وہ چڑ کر بولا۔

"میں بتا رہا تھا رے نے ٹھیک نہیں کیا اس کمینے کو بچانے کے لئے اس نے اپنی قسم دے دی کوئی ایسا کرتا ہے بھلا۔ تم نے بھی دی تھی اور پھر تم زندہ نہیں رہی تھی تو کیا رے بھی مجھے چھوڑ کر چلی جائے گی؟"

آخری بات پہ سکندر کا لہجہ بالکل ٹوٹا ہوا تھا۔ رمشا ٹھہر گئی تھی۔

"اس نے آخر قسم کیوں دی کیوں دی اس نے۔۔۔" بالوں کو وحشت سے پکڑے وہ چیخا تھا۔ رمشا نے سنبھل کر اس کے سیدھے ہاتھ پکڑ کر اس کے بال چھڑوائے تھے۔

"بیس تاریخ کو تم نے قسم دی تھی کہ شیر و بھول جاو' چھوڑ دو اللہ انصاف کرے گا مگر کہاں انصاف ہوا اس کے پانچ دن بعد تم مجھے چھوڑ کر چلی گئی۔ یہ تھا انصاف۔۔۔۔ یہ ہوتا ہے انصاف۔۔۔۔۔؟

وہ اب جھک گیا تھا۔ اس کی حالت عجیب ہو رہی تھی۔ رمشا کا دل ڈوب گیا۔ وہ سخت تکلیف میں لگ رہا تھا اور اسے تکلیف میں دیکھ کر رمشا کا دل بھی کانپ اُٹھا۔

"اگر میری رے کو مجھ سے چھین لیا گیا تو میں خود کو مار ڈالوں گا۔"

وہ کھڑا ہوا تھا۔ اس کی چال میں لڑکھڑاہٹ تھی۔ رمشا نے اسے پکڑا مگر اس کی لڑکھڑانے پر وہ خود پہ اپنا توازن کھو رہی تھی بڑی مشکل سے ہمت کرتے ہوئے اسے نے سکندر کی کمر پکڑی۔

اور اسے دوبارہ صوفے پہ بٹھایا۔

"صوفی مجھے مت بیٹھاو تم تو چلی۔۔۔۔۔۔۔ گئی مگر رے ابھی میرے پاس۔۔۔۔۔۔۔۔ ہے مجھے۔۔۔۔۔۔۔ اس کے پاس جانا ہے۔۔۔۔۔۔۔ اسے ساری رات بیٹھ کر دیکھنا ہے۔۔۔ اس کی رکھوالی۔۔۔۔۔ کرنی ہے۔۔۔ اس کی حفاظت کرنی ہے وہ پھر آئے گا اور اسے اب کی بار مجھ سے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے چھین۔۔۔۔۔۔۔۔۔ کر لے جج جائے گگ۔۔۔"

"شش۔۔۔"

رمشا نے اس کے بال ٹھیک کر کے اس کانوں میں سرگوشی کی۔ سکندر نے چونک کر دیکھا تو رمشا جھکی اس کے گال کو تھپا تھپا کر اسے چُپ کروا رہی تھی۔

"تتت تم رے یہاں۔۔۔؟

رمشانے سر اثبات میں ہلایا۔

"تم صوفی کی جگہ مطلب تم۔۔"

رمشا صوفے کے سائڈ پہ بیٹھ کر اس کا سر اُٹھا کر زور سے نفی میں ہلانے لگی۔ کہنے کا مقصد تھا وہ بالکل ٹھیک ہے۔ وہ اس کے پاس ہے۔

سکندر سرُخ نشیلی آنکھوں سے اسے دیکھتا رہا پھر سخت لہجے میں بولا۔

"کِک کیا کر رہی ہو یہاں۔۔۔ کِک کیوں آئی ہو۔۔۔؟"

وہ رُخ موڑ چکا تھا البتہ آواز سخت تھی اس بار۔

نشے کی حالت میں یہ مغرور انسان زرا بھی نرم نہیں ہو گا۔

رمشا اب کی بار اُٹھی اور اس کے دونوں ہاتھ پکڑ کر کھینچا مقصد اسے دوبارہ اُٹھانے کا تھا جس کے لئے وہ اب تیار تھی۔ سکندر نے اپنے ہاتھ چھڑوائے۔

"جاو یہاں سے میں اس وقت سخت گندا ہوں بلکہ غلیظ ہوں میں نہیں چاہتا اس پاکیزہ وجود پہ میں میری گندگی کی چھینٹے پڑے۔"

رمشا نے گھورا دل کیا تھپڑ اس کے چہرے پہ دے مارے تب جا کر اس کا نشہ اُترے۔

اس نے اب کی بار سکندر کا ہاتھ کے بجائے اس کا بازو تھاما اور زور لگایا۔

"میں ٹھیک ہوں رے۔۔۔۔ جاو۔۔۔ تم۔۔۔"

وہ کہہ بھی رہا تھا مگر ہمت سے وہ اُٹھ بھی گیا تھا۔ رمشا ہانپنے لگی مگر ہمت بڑھا کر اس کی کمر کو پکڑا اور سکندر کا بازو اُٹھا کر اپنے کندھے پہ رکھا۔

سکندر نے اپنا سر اس کے سر پہ رکھا دیا سمجھو اپنا آدھا بوجھ اسے پہ گرا دیا۔ رمشا یو کین ڈو دِس اس نے خود کو باور کرواتے ہوئے بڑی ہمت سے چلنے لگی۔

"تمھارے بالوں سے اتنی ہوش رُبا خوشبو آ رہی ہے یہ کسی کو بھی پاگل کر سکتی ہے۔" ہنس کر کہتے ہوئے اس نے گہری سانس لے کر اس کی خشبو اپنے اندر اُتاری تھی پھر چونک کر کہتے ہوئے بولا تھا۔

"تم یہ شیمپو یا خوشبو نہیں استعمال کرو گی سُنا تم نے۔۔۔ جس دن کیا اس دن کمرے میں بند رہو گی یا میں ہر وقت تمھارے ساتھ موجود رہوں گا۔"

"لو جی اب شیمپو کو ٹرامپل (روندے) کرے گا یہ آدمی۔"

"تم میرے ملازموں سے بات کرتی ہوں تو مجھے زہر لگتی ہو اوپر سے تمھارا نہ بولنا۔۔۔۔۔۔اور غصہ دلاتا ہے کیونکہ وہ تمھاری باتوں کو سمجھتے رہتے ہیں' تمھیں۔۔۔۔دیکھتے ہیں' تمھارے چہرے کے تاثرات' تمھارے ہاتھوں کے اشارے۔۔۔ تمھاری ہونٹوں کی جنبش۔۔۔۔۔"

اس نے رمشا کو بازو میں لے کر بھینچ لیا تھا۔ رمشا کا توازن برقرار رکھنا محال ہو گیا۔ یہ آدمی ایک قدم بھی نہیں چلنے دے رہا۔

"میں تمھیں یہاں سے بہت دور لے جاوں گا۔ جزیرے میں ہاں مجھے شوکت نے تحفہ میں ایک جزیرے میں گھر دیا تھا۔۔ بورا بورا اس جگہ کا نام بہت خوبصورت گھر ہے وہاں لے جاوں گا۔"

وہ باہر لے آئی تھی اسے بڑی ہمت کی تھی یا شاید اس وقت اللہ نے اس کے اندر ہمت ڈال دی تھی جو اتنے مضبوط مرد کو سنبھالتی وہ جم روم سے باہر آئی تھی۔ ساتھ کھڑا گارڈ حیرت سے دیکھنے لگا۔

"سر۔۔۔"

وہ آگے بڑھ کر سکندر کو تھامنے لگا۔ رمشا کو بھی تھوڑا سا سہارا چاہیے تھا مگر سکندر کے بازو کو تھاما تھا تو سکندر ہتھے سے اکھڑ گیا۔

"ہاتھ مت لگاو دیکھ نہیں رہے ہو اپنی رے سے بات کر رہا ہوں۔"

وہ چیخا۔ رمشا نے اس کے بازو کو پکڑا اور اپنے کندھے پہ رکھا۔

رمشا نے گارڈ آنکھوں سے اشارہ کیا کہ 'جاو'۔

"مگر مس۔۔۔۔"

"کیا کہہ رہی تمھاری بی بی جاو تو مطلب جاو۔۔۔"

وہ کہتے ہوئے اپنا سر رمشا کے کندھے پہ رکھ چکا تھا۔ رمشا کو وہ ایک بچے سے کم نہیں لگا۔

چلو رمشا بی بی ہمت کرو اور چلو اوپر۔

"تم مجھ سے کتنا پیار کرتی ہو رے؟"

وہ اس کے بالوں میں منہ دیے اسے سے پوچھ رہا تھا۔ رمشا کیا جواب دیتی سیڑھیوں پہ پہلا قدم رکھا اور ایک ہاتھ سے ریلنگ کو تھاما ۔ سکندر نے سر اُٹھالیا۔ اسے پھر سیڑھیوں کے سٹیپس کو دیکھا۔

"سپر ویمن۔۔۔۔(پھر وہ ہنسا) گرو گی اور مجھے بھی گراو گی پھر ہم دونوں مر جائے گے۔۔۔(وہ پھر ہنسا) ۔۔۔۔"

اس نے نشہ کیا ہے یا ذہنی مریض بن گیا ہے اسے سمجھ نہیں آئی۔

"میں ریلنگ کو تھماتا ہوں! تم ایسا کرو میری کمر پکڑ لو۔۔۔پھر رے گرے گی نہیں۔۔۔"

وہ اس کی اتنی سمجھداری پر صرف منہ کھولے رہ سکی پھر اس نے ایسا کیا اس کی کمر پکڑی اور سکندر نے ایک ہاتھ ریلنگ پہ رکھا دوسرا اس کے گردن پہ گرا کر بولا۔

"میں گانا سُناو تمھیں!!!! "

"سُنو گی۔۔"

"بولو بھی میوٹ چڑیل۔۔۔"

رمشا نے اب کی بار زور سے مکا اس کی پیٹ پہ مارا۔

"اوکے سُنو چل دل میرے چھوڑ دے یہ پھیرے

یہ دُنیا جھوٹی لوگ لٹیرے۔۔۔۔"

وہ بس شروع ہو گیا تو اسے روکنا کس نے تھا رمشا اس کے لبوں پہ ہاتھ رکھ کے اسے روکنے لگی کیونکہ سامنے کمرہ بخت کا تھا اور وہ نہیں چاہتی تھی اپنے ماما کو اس حالت میں دیکھے جبکہ سکندر ہاتھ جھٹک دیے کر پھر شروع ہو گیا۔

"دولت پجاری حسن بیوپاری

وعدوں کے کچے ہوس حواری

جھوٹی ادائیں کھوٹی انائیں

اتنے فخر سے میک اپ سجائیں

اپنی کہانی رو رو سُنائی

ہم سے نہ ہو ایسی نادانی۔

چل دل میرے۔۔۔۔"

اس نے اس دفعہ اپنا روم پر فیر کیا کیونکہ سکندر کا روم اوپر والے پورشن میں تھا وہ مزید نہیں اسے گھسیٹ سکتی تھی۔روم کا دروازہ کھول اور پھر ہمت کر کے اسے بستر پہ لٹایا۔اس نے گھٹنے پہ دونوں ہاتھ رکھ کر جھک کر گہرا سانس لیا۔اس کا چہرہ سُرخ اور پسینے سے بھر گیا۔اُف اتنے بڑے بیسٹ کو گھسیٹ کر اکیلے لانا آسان تھا کیا۔

وہ تیزی سے کمرے سے نکلی تھی اور اوپر چل کر اس کے کمرے تک آئی تھی۔اس کے ڈریسنگ روم سے اس کی گرے ٹی شرٹ نکالی پھر باہر آئی ڈریسنگ ٹیبل سے اس نے کی پرفیوم کی بوٹل اُٹھائی۔منہ تو وہ اپنا دھلوائے گا نہیں۔اسے یاد آیا بخت کے پاس

میک آپ وائپس ہیں دونوں چیزیں اُٹھا کر۔وہ بخت کے کمرے کو احتیاط سے کھولنے لگی اس نے دیکھا وہ کمبل میں دبکے سو رہی تھی ۔وہ دبے پاؤں چلتی ڈریسنگ روم تک آئی اس نے دیکھا وائپس کا ڈبہ سامنے پڑا تھا شکر۔

اسے اُٹھا کر چلتی وہ کمرے سے باہر آئی پھر اپنے کمرے تک آئی جہاں وہ صاحب گائے جا رہے تھے۔پتا نہیں کون سا ایوارڈ ملنا تھا انھیں۔

دروازہ بند کر کے آئی اسے اُٹھایا۔

"تم کہاں چچ۔۔۔۔"

رمشا نے اس کی شرٹ چینج کی۔اس کی ویسٹ کو اس نے سامنے زمین پہ پھینکا۔وہ بولے جا رہا تھا مگر وہ اسے بالکل اگنور کر رہی تھی ۔ابھی اس کا مشن تھا سکندر کا مکمل حد تک حلیہ درست کرنا۔

باڈی سپرے اُٹھا کر سپرے کیا۔

"کیا کر رہی ہو میں مچھر نہیں ہوں۔۔۔"

اس نے نروٹھے پن سے کہتے اس کا ہاتھ جھٹکا۔

واپس اُٹھا کر اس کا چہرہ صاف کیا۔وہ بار بار اس کا ہاتھ جھٹک رہا تھا مگر رمشا نے اس کا ایک ہاتھ پکڑ لیا تھا اور اپنی کام میں لگ گئی اس کا چہرے اور گردن کو صاف کرنے کے بعد وہ مڑی۔سکندر نے اس کا دوپٹہ پکڑا یا۔

"تم امی کی بعد پپ پہلی لڑکی ہو جو میرا خیال رکھ۔۔۔۔"

آدھی ادھوری بات چھوڑ کر اس کے دوپٹے میں منہ دیے وہ چُپ ہو گیا۔

رمشا نے اپنا دوپٹہ چھڑوایا باقی ساری چیزیں ڈسٹ بن میں پھینک کر ہاتھ صاف کرتی باہر آئی وہ اب لیٹ کر دوپٹہ منہ پہ پھینکے سو گیا تھا شاید۔رمشا نے اسے تھوڑا اوپر کیا۔کمبل بیچ سے نکال کر اس اوڑھا اور دوپٹہ اُٹھانے لگی جب سکندر نے اس کا ہاتھ تھام لیا۔

"رے آج سو جاو میرا کمرہ بہت ٹھنڈا ہے تم ہو گی تو مجھے ٹھنڈ نہیں لگے گی۔"

اس نے کہتے ہوئے تکیے میں منہ دے دیا مگر رمشا کا ہاتھ نہیں چھوڑا۔رمشا نے اپنا ہاتھ چھڑوا لیا۔

"شیر و سے کوئی پیار نہیں کرتا چلی جاو تم۔۔۔"

اُف رمشا مسکرائی چل کر بستر کے دوسرے جانب آئی۔کمبل اُٹھا کر لیٹی اور اس کا ہاتھ تھام لیا۔رمشا کا ہاتھ جھٹک کر وہ بڑبڑایا۔

"ہاتھ دے کر تسلی دے رہی ہے۔"

اس کی خفگی پر وہ اس کے قریب آئی اس کے گرد بازو پھیلا کر اپنا سر اس کے سینے پہ رکھ دیا۔

اب کی بار اس نے کچھ نہیں کیا تھا بس خاموش ہو گیا تھا یا اب واقعی سو گیا تھا۔

••

"اُف میرا سر۔"

اس نے اپنا سر تھام کر اُٹھا تو ایسا لگ رہا تھا جیسے اندر لاوا پھٹ گیا ہو اور اس کا دماغ کا ایک حصہ آنکھوں سمیت جل رہا تھا۔ آنکھیں زور سے میچے اس نے ہیڈ بورڈ سے اپنا سر ٹکایا اور سر پکڑے گہرے گہرے سانس لیتا رہا۔ اُف ہتھوڑے برس رہے تھے۔ جلتی آنکھوں کو کھول کر وہ بستر سے اُٹھا تو اس نے دیکھا تو اسے عجیب سا احساس ہوا یہ کمرہ تو اس کا نہیں تھا۔ گھوم کے دیکھا تو اسے سمجھ آئی یہ تو رمشا کا کمرہ ہے۔ وہ تو جم میں تھا یہاں کیا کر رہا ہے مگر ہینگ اوور نے اسے اتنا زیادہ سوچنے نہیں دیا۔

"اُف جاوید!!! نذیر۔۔۔۔۔"

کہتے ہوئے وہ ہمت کر کے باہر آیا۔ اس نے دیکھا ابھی بھی گھر نیم تاریک تھا مطلب صبح نہیں ہوئی تھی۔ سکندر کے گھر کے اوپر روشندان تھا جس سے صبح کی روشنی کی وجہ سے لائٹ کی ضرورت نہیں پڑتی تھی۔

"رمشا کہاں ہیں رے رے!!! "

اس نے ارد گرد دیکھا اور چل کر نیچے آیا۔ سر کا درد اسے پاگل کر رہا تھا۔ نا سمجھی سے بس سب کو پکارتا رہا اور ارد گرد دیکھتا رہا۔ اتنا کہ وہ پچھلے سائڈ سے چلتا پچھلے لان کی طرف آ گیا جو کچن کے راستے کے ساتھ ساتھ اس کے ساتھ والے کھلے برآمدے کی طرف بھی جاتا تھا۔

سکندر کو کھلی' ٹھنڈا ہوا نے زرا سا سکون بخشا نہیں تو اندر دم گٹ رہا تھا۔

اس نے دیکھا تو سورج کا کہی نام و نیشان نہیں تھا۔ ہلکہ ہلکہ سا اندھیرا اور ہلکی سی روشنی' مرغے کی بانگ' چڑیوں کی آوازوں نے اسے بتا دیا تھا کہ صبح کے چھ بج رہے ہیں۔

ہاتھ پلر پہ رکھ کر اس نے آنکھیں بند کی۔

"اُف کبھی مر کر بھی ووڈکا نہیں پیوں گا۔"

کہتے ساتھ وہ ننگے پیر گیلے گھاس پہ چلنے لگا۔ مالی فجر کی نماز کے بعد گھاس کو پانی دے دیتا تھا شاید ابھی بھی دے کر سامنے والے لان میں مصروف ہو۔ چلتے ہوئے وہ رُکا آنکھیں سکیڑ کر اس نے دیکھا تو کالی لمبی سی چادر میں کوئی سجدے سے اُٹھ کر اپنے ہاتھ اُٹھا رہی تھی۔

"یہ کون تھی؟"

آگے چلتا وہ اس تک آیا تو وہ حیران ہوا وہ رمشا تھی جو آنکھیں بند کیے دعائیں کر رہی تھی اور جتنی وہ اسے خوبصورت اس وقت لگی تھی شاید ہی اسے کوئی چیز آج تک لگی ہوئی مگر اس حسین چہرے پہ ایک اور چیز تھی جو اسے سکندر سے بہت دور کر رہی تھی یا بہت اونچائی پہ دکھائی دے رہی تھی۔اس اونچائی پہ پہنچنے کے لئے سکندر نیچے کو جھک کر بیٹھ کس کا احساس پا کر رمشا نے گردن گھما کر اسے دیکھا جو اسے دیکھنے کے بعد اپنا چہرہ جھکا لیا تھا۔

"یہاں کیا کر رہی ہو نماز پڑھنی تھی تو کمرے میں بھی پڑھ سکتی تھی۔"

رمشا نے اسے دیکھنے کے بعد گردن کا رُخ موڑ دیا تھا اور ہاتھوں سے تسبی پڑھنے لگی تھی۔

"مجھے تم لائی تھی اوپر۔آف کورس تمھارے علاوہ کون ہمت کر سکتا ہے۔"اس نے کہتے ہوئے اپنا سر بے اختیار اس کے کندھے پہ رکھ دیا۔رمشا نے کوئی رد عمل نہیں دکھایا۔

"پاگل ہو رہا ہے سر بہت زیادہ۔ایسا لگ رہا ہے کسی نے بہت بڑا پتھر سر پہ دے مارا ہو۔"

وہ تکلیف سے اسے بتا رہا تھا اور رمشا نے گردن موڑ کر کچھ پڑھتے ہوئے اس کے سر پہ کچھ پھونکا پھر گردن موڑ دی۔

"تمھیں نہیں آنا چاہیے تھا رے میں نے بد تمیزی تو نہیں کی تمھارے ساتھ اور میں تمھارے کمرے میں کیا کر رہا تھا۔"

وہ بولا جا رہا تھا جبکہ وہ ہمیشہ کی طرح خاموش تھی پھر اپنا کام ختم کرنے کے بعد مڑی تو سکندر کو سر اُٹھانا پڑا۔رمشا کے نرم تاثرات غائب ہو گئے تھے اور اب کی بار وہ بڑے غصے سے اسے دیکھ رہی تھی۔

سکندر نے جلتی آنکھوں سمیت اس س صبیح چہرے کو دیکھا۔

تھوڑی اور پینی تھی کافی کم انٹیک کی آپ نے لے کر آوں تا کہ دُنیا کی تمام بوتلوں کو آج کے آج خالی کر دے۔

سکندر مسکرایا پھر اس نے اپنا سر ہاتھوں میں رکھ دیا۔تکلیف سے آنکھیں کھولنا مشکل ہو رہا تھا۔

"نماز پڑھی ہے تم نے ابھی ! ایسے تو نہ کہو۔"

وہ بڑبڑایا تھا۔رمشا نے اس کا ہاتھ ہٹایا تھا۔

بڑی نمازیوں کی قدر ہے آپ کو۔

اس نے ہنٹوں کو زور سے جنبش دیتے ہوئے کہا تھا۔

"تمھاری تو ہے۔"

اس نے پھر چہرہ نیچے کر دیا۔رمشا نے اس کا سر ٹھوڑی کی مدد سے اوپر کیا۔

زرا سا خوفِ خدا دل میں ہے کہ نہیں (اس نے دل پہ ہاتھ رکھ کر کہا) اگر پیتے ہوئے کچھ ہو جاتا تو کیا کرتے آپ۔

"مطلب یہ کہہ رہی ہو کہ میں پیتے پیتے مر جاتا تو کیا ہوتا۔" اس نے انگلی سے زور سے اپنی پیشانی مسلی۔

"کیا ہونا تھا غسل ہوتا' نمازِ جنازہ ہوتا' پھر دفنا دیا جاتا۔ پھر حسابِ کتاب' پھر غذاب پھر پتا نہیں۔" رمشا نے اپنے ہاتھ اس کو تھپڑ لگانے کے لئے اُٹھائے تھے پھر ہاتھ بے بسی سے گرا دیے۔

"خوفِ خدا!! مشی تم بہت پیاری ہو تمھاری باتیں بھی بہت پیاری ہیں مگر تمھاری باتیں مجھ جیسے بندے پہ اپلائی نہیں ہوتی۔ ہاں دل میں زرا سا اطمینان سا ہے۔ (آنکھیں اُٹھا کر اس نے دیکھا' شرارت سے مسکرایا وہ اسے تیز نظروں سے گھور رہی تھی) مجھے لگتا ہے اللہ مجھے معاف کر دے گا' میں اس کا بڑا پیارا شخص ہوں کوئی نہ کوئی اسے میری ادا بھا جائے گی اور وہ میرے لیے جنت کے دروازے کھول دے گا۔ اس لیے بے فکر رہو میرا کچھ نہ کچھ بن جائے گا۔"

رمشا نے استہزائیہ نظروں سے تکتے ہوئے اسے خوش فہم انسان کو دیکھا پھر افسوس سے سر ہلاتے ہوئے پوچھا۔

کون سے ادا ہو گی بھلا؟

"شاید تم سے شادی کرنے کی۔ اچھا چھوڑو یار کچھ کرو میرا سر بہت پھٹ رہا ہے پلیز ہلیپ می۔ دیکھو تمھاری کل جان بچائی تھی ۔" رمشا اُٹھی جائے نماز کو وہی پڑے رہنے دیا اور جوتے پہن کر چل پڑی۔

"ارے مجھے کیوں چھوڑ گئی مجھے تو ساتھ لے کر چلو۔"

وہ اُٹھا اور چلتے ہوئے اس کے پیچھے آیا۔ رمشا کچن میں آئی تھی۔ فریج کھول کر اس نے سائڈ میں پڑے چار' پانچ نمبوں اُٹھائے پھر مڑی تو اسے دیکھا جو سنک کے کچن پہ جھکا ہوا تھا۔ ضرور اسے متلی آئی تھی۔ قے کی آواز پر رمشا نے نمبوں سامنے پڑے چاقو سے دو حصوں میں کیا اور پھر پانی کی بوتل فریج سے نکال کر اسے میں نمو نچھوڑ کر ڈالا۔

سکندر ابھی بھی جھکا ہوا تھا۔

"اُف خدایا آج تو واقعی مر جانا ہے میں نے۔" وہ اُٹھا اور اس نے ٹیپ آن کر کے قلی کرتے ہوئے منہ پہ چھینٹے مارے۔ رمشا گلاس اُٹھا کر اس کی طرف آئی اور اسے دیکھا جو سامنے پڑا ٹاول اُٹھا کر کافی پیلا زرد ہو چکا تھا۔

رمشا نے پانی کا گلاس اس کے لبوں کے قریب لے کر جانا چاہا سکندر نے نفی میں سر ہلایا۔

"مجھے نمبوں پانی زہر لگتا ہے پلیز اس کی جگہ کچھ اور دے دو۔"

رمشا ہاتھ پیچھے کرتے ہوئے اسے گھورنے لگی (شراب کا ٹیسٹ زبردست ہے اور نمبوں پانی بُرا)

اس نے زبردستی گلاس آگے کیا اور سکندر نے اس کی آنکھوں کو دیکھا۔ ٹاول سے چہرہ صاف کر کے اس نے سنک پہ رکھا۔ گہرا سانس لے کر بولا۔

"ہاتھوں سے زہر بھی پلاؤں گی تو انکار نہیں کروں گا یہ تو پھر بھی نمبوں پانی ہے۔"

اس نے اپنا چہرہ جھکایا تو رمشا نے اس کی لبوں سے گلاس لگا کر اسے پانی پلانے لگی۔

گلاس رکھ کر اسے فکر مندی سے دیکھا۔جواب اسے دیکھ رہا تھا۔

I know I'm such a mess but thank you

وہ تھینک یو کس چیز کے لئے کر رہا تھا وہ سمجھ گئی تھی۔

رمشا نے اس کا ہاتھ تھاما اور اسے لے کر سیدھا کاؤنٹر کے ساتھ لگی کرسی پہ لے کر آئی۔دونوں بیٹھے تو رمشا نے اس کا ہاتھ نہیں چھوڑا بس اسے دیکھتے ہوئے ایک دم کل کا واقعہ گزرا۔

"کیا دیکھ رہی ہو رے؟"

سکندر نے اپنا ہاتھ زرا سا کھینچ کر اسے متوجہ کیا۔

رمشا نے گہرا سانس لے کر اسے بتانا چاہا کہ۔حازق کو غلط فہمی ہوئی تھی تم نے ٹھیک نہیں کیا۔

سکندر کے ماتھے پہ بل آئے۔

"تم کہنا چارہی ہو کہ وہ تمھیں جان سے مارنے کی کوشش کرنے لگا تھا تو اس نے ٹھیک کیا میں نے جو تمھاری جان بچائی وہ میں نے ٹھیک نہیں کیا۔واو رے یو امیز می۔"

طنزیہ لب و لہجے پر رمشا کا منہ اُتر گیا۔

تم اسے مار سکتے تھے' چار تھپڑ تین لاتوں گھسے مگر ٹارچر سکندر ٹارچر کرنا صحیح نہیں ہے۔

اب کی بار سکندر نے کاؤنٹر پہ زور سے ہاتھ مارا۔

"ایک تو مجھے قسم دے کر اسے مارنے سے روک دیا اب اس کی وکالت کر رہی ہو۔کیا ہو تم مدر ٹریسا سمتھنگ!!! تم یہ کام کر سکتی ہو مگر میں سکندر حدید کی بس کی بات نہیں ہے یو بیٹر انڈر سٹینڈ۔"

چٹکیوں میں کہتا وہ اُٹھ کھڑا ہوا تھا۔

"ہے کہاں وہ تمھیں تو پتا ہوگا۔جبھی اس کی دو آنسو بہانے کے بعد یہ سب بول رہی ہو۔۔"

سکندر کی بات پہ رمشا کو صحیح تپ چڑھی۔پیشانی پہ زور سے ہاتھ مار کر اس نے سوچا آخر کیا کرے نہ بولنا اس کے لئے سب سے زیادہ مشکل کام لگ رہا تھا۔دیکھتے دیکھتے اسے سامنے پڑے چاقو کا خیال آیا پھر اس نے سکندر کو دیکھا جو اسے ہی گھورے جا رہا تھا ۔اس نے ہاتھ بڑھا کر چاقو اُٹھایا تو اسے دیکھ کر سکندر مسکرایا۔

"رے اگر تم مجھے مار بھی دو تب بھی اس سے جا کر معافی نہیں مانگوں گا ناو سٹاپ ود دس بُل شٹ۔۔"

رمشا نے اسے بیسٹ کو مڑ کر دیکھا کہ کیا وہ اسے مار سکتی ہے نہیں اس نے چاقو اوپر اُٹھایا اور سیدھا اپنا ہاتھ آگے کیا۔ سکندر نے تیزی سے اس سے چاقو اس سے کھینچا تو رمشا نے بھی ضدی ہو کر گرفت سخت کی۔

"پاگل مت بنو لڑکی لگ جائے گی تمھیں۔ رمشا چھوڑو اسے ورنہ تمھیں تھپڑ مارنے پہ مجبور ہو جاوں گا۔"

اگر تم اسے سوری نہیں کرو گے میں اپنا ہاتھ کاٹ دوں گی بالکل اسی طرح جس طرح تم نے اس کا کاٹا تھا۔

سکندر نے اس کے دوسرے ہاتھ سے اشارہ کرنے پہ تیزی اور احتیاط سے چاقو نکالا اور دور پھینکا۔

اس کو دونوں بازو سختی سے تھام کر اس کا چہرہ اپنے قریب کرتے ہوئے وہ اس وقت خطرناک تیوروں سے اسے دیکھ رہا تھا۔ رمشا دلیری سے اس کی آنکھوں میں دیکھتی رہی۔ وہ جبڑے بھینچے کہنے لگا۔

"دل تو کر رہا تمھارے اس خوبصورت گال کو تھپڑوں سے لال کر دوں مگر یہ دل ہے نا(اس نے سینے پہ مکا مارتے ہوئے کہا) تمھیں زرا سی خراش آنے پر تڑپ جاتا ہے تڑپتا کیا ہے ایسا لگتا ہے اسے آگ میں جھونک دیا ہو مگر تمھاری باتوں اور حرکتوں نے اسے پہلے ہی حسد کی آگ میں دھکیل دیا۔ مجھے اس بندے سے حسد محسوس ہو رہا ہے تم اس کے لئے اپنا ہاتھ زخمی کرنے والی تھی ۔۔(وہ دانت پیسنے لگا اور اتنی زور سے کے رمشا کو ڈر تھا کہ اس کے سفید موتی جیسے دانت لمحے میں ٹوٹ جائے گے اسے سکندر کو ٹھنڈا کرنا تھا) وہ جو تمھاری سانسیں چھین والا تھا اس کے لیے تم یہ سب کر رہی تھی۔"

وہ اس کا بازو چھوڑ چکا تھا مڑ کر اپنے اندر کے ابھرتے ہوئے وحشی جانور کو بامشکل ہی روک پایا تھا۔ سکندر کی بات پہ اس نے گہرا سانس لیا۔ چلتے ہوئے اس کی طرف آئی۔

جس نے اسے دیکھنے کے بجائے دوسری طرف گردن موڑلی تھی۔ رمشا سینے پہ بازو لپیٹ کر اسے دیکھا۔ سکندر اسے اگنور کر کے مڑ گیا اور فریج کی طرف بڑھا۔ انار کے جوس کا ڈبہ نکال کر اس فریج بند کیا وہ فریج کے ساتھ لگی اسے دیکھ رہی تھی۔ سکندر بڑھنے لگا وہ اس کے پھر سامنے آگئی۔

"چاہتی کیا ہو۔۔۔"وہ دھاڑا۔

"چاقو اتنا ڈیپ نہیں گیا۔ سٹیچیز میں نے لگا دیے تھے بس انفیکشن ہو سکتا ہے جس کے لئے انھیں احتیاط کرنی ہو گی مطلب کے روزانہ پٹی چینج کرنی ہو گی۔ دوائیاں میں نے لکھ دی ہیں۔ باقی سب ٹھیک ہے!"

"بہت شکریہ ڈاکٹر صاحب۔۔۔"

ہاتھ ملانے والا اور کوئی نہیں سکندر رہا تھا۔

"جاوید انھیں باہر تک چھوڑ آو۔"

کہہ کر وہ اسے دیکھنے لگا جو بستر پہ ٹیک لگائے بازو لپیٹے سامنے کھڑکی پہ باہر ٹیرس کو گھور رہا تھا۔اس کے گال پہ بینڈ ایج کے علاوہ جگہ جگہ نیل پڑے ہوئے تھے۔ہاتھ زخمی تھا باقی وہ بالکل ٹھیک تھا۔ایسی مار کے وہ عادی تھا۔وہ کمزور نہیں تھا بھا نے اسے کافی ٹریننگ کروائی تھی اس کی جگہ کوئی عام بندہ ہوتا تو ہسپتال لازمی شفٹ ہو جاتا۔

"بتاؤ مجھے تم نے کیوں کیا ایسا؟"

انتہا نرم لہجے میں بولتا وہ بازو کمر کے پیچھے کیے اس سے پوچھ رہا تھا۔چہرے پہ سنیجد گی ہی سنیجد گی تھی۔حازق نے حیرت سے گردن موڑ کر دیکھا تھا پھر گلا کنکھار کر بولا۔

"بھا وہ میری کلاس فیلو تھی۔سب سے بڑھ کر ڈی ایس پی کی بیٹی۔وہ کراچی میں اور آپ لاہور میں سب سے بڑھ کر آپ نے مجھے نہیں بتایا تو مجھے ٹھیک نہیں لگا اور یہ نہیں تھا بھا میں صرف ڈرا کر اس سے اصل مقصد اگلوانا چاہتا تھا۔"

سکندر کے ماتھے پہ بل آئے۔

"کون سا مقصد؟اگلوانے کا ایسا طریقہ اپناتے ہو تم میں باہر لوگوں کے منہ اس بات پہ تڑواتا ہوں کہ وہ عورت ذات سے تمیز سے بات نہیں کرتے اور میرے گھر میں میرا ہی آدمی میری ہی بیوی کا گلا دبا رہا ہے۔"

وہ اب کی بار دھاڑا تھا۔

"مطلب تم کہہ رہے ہو کہ رمشا کسی چال کے تحت میری زندگی میں آئی ہے اگر آئی بھی ہوتی تو تب بھی میں اس کی عزت میں کوتاہی برداشت نہ کرتا مگر ایسا نہیں ہے اس بیچاری کو میں اُٹھا کر لایا تھا۔"

"تو بھا آپ نے مجھے بتایا کیوں نہیں جو شخص شادی تو کیا عورت ذات کے لفظ سے بھاگتا تھا اچانک سے شادی کر بیٹھا وہ بھی مجھے بتائے بغیر۔مجھے آپ کی فکر تھی۔مجھے آپ عزیز تھے اور آپ نے میں مانتا ہوں میں جذباتی ہو گیا تھا مجھے بھا بھی کہ ساتھ ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا مگر آپ نے انھیں اُٹھایا کیوں کوئی بدلہ تھا جو آپ نے لینا تھا۔"

اس نے ہاتھ ہلا کر مکھی سائڈ پہ کرتے ہوئے کہا۔

"شادی سے بھاگتا ہوں تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ میرے اندر کوئی جذبات نہیں ہے یا میرا دل نہیں ہے۔میں معاف تمھیں کبھی نہ کرتا مگر وہ لڑکی جس کا تم گلا دبا رہے تھے اس کہ منت کرنے پہ آیا ہوں۔میں چاہتا ہوں تم اس سے معافی مانگو اور اس کو دگنی عزت دو جس کی وہ حقدار ہے اور ہاں اب جب کبھی اس سے سامنا ہوئے اسے دو فٹ دور رہنا اور اپنی نظروں کو نیچے رکھنا۔"

کہہ کر وہ مڑ گیا اور اوپر آ کر کچن کی طرف آیا جہاں وہ کیک کا مسکیچر بنانے میں مصروف تھی۔اس کی آہٹ پر اس نے ہلکہ سا سر اُٹھایا۔۔پھر جھکا لیا۔

"کر آیا ہوں معاف اسے' ڈاکٹر کو بھی دکھا دیا۔اب مجھے اپنا انعام چاہیے۔"

نروٹھے پن سے بولتا ہوا وہ رمشا کو پیارا لگا تھا چلو معافی تو نہیں مانگی مگر رعایت تو دے دی اتنا کافی ہے۔لب کو سختی سے دبا کر اس نے اپنی مسکراہٹ کو روکا۔

"انعام!!!"

وہ پھر زور دے کر بولا۔

رمشا نے کیک کا مسکیچر اُٹھا کر اسے سامنے کیا۔سکندر نے اسے گھور کر دیکھا۔

نہیں اچھا ہے دیکھو۔

سکندر چلتا ہوا اس کے پاس آیا۔اب کی بار وہ زرا سا مسکرایا تھا مگر خود کو وہ بھی روک رہا تھا۔جھک کر آنکھیں بند کرتے ہوئے بولا۔

"انعام۔۔۔"

گال رمشا کے ہنٹوں کے بالکل قریب کر دیا تھا۔رمشا کھل کر مسکراتے ہوئے آگے ہوئی اور اس نے اس کی گال پہ انگلی سے کیک کا میکیسچر لگاتے ہوئے بھاگی۔سکندر کی آنکھیں پٹ سے کھلیں مڑ کر دیکھا جو دروازے کی پٹ کو تھامے اسے کھل کر مسکراتے ہوئے دیکھ رہی تھی جبکہ وہ گال کو ہاتھ لگا کر اسے بے یقینی سے دیکھنے لگا وہ اسے آنکھ مار کر مسکراتے ہوئے بھاگ گئی وہ ہاتھ سے مسکیچر صاف کر اسے جاتا ہوا دیکھنے لگا پھر خود بھی مسکرا پڑا۔

....

ایر فون کانوں میں لگاتے ہوئے اس نے ایکسلیٹر پہ پاؤں دبایا۔اور لب دبا کر اطراف کا جائزہ لینے لگا۔ہلکہ سا سٹیرنگ موڑ کر اس نے پیچھے اور آگے کی طرف دیکھا پھر کسی کے فون اُٹھانے پر وہ ایک دم بولا۔

"یہی کالج ہے آڑیو شیور۔۔۔(سامنے بلڈنگ کی طرف دیکھتے ہوئے بولا) ہاں گاڑی دوسری لایا ہوں تمھیں تو پتا ہے اس دفعہ سکندر نے زمہ داری لی ہوئی ہے اس کو چھوڑنے اور لینے کی۔ہمم ڈیڈ کو اس بارے میں نہیں پتا اور میں نہیں چاہتا انھیں پتا لگے۔وہ مجھے سپورٹ کرنے کے بجائے ڈانٹے گے!! (ہاتھ ہلکہ سا اُٹھا کر اس نے گہرا سانس لیا) کم آن یار میں کوئی نقصان نہیں پہنچاؤں گا اسے میں صرف اس سے ملنا چاہتا ہوں۔آفٹر آل وہ میری بھی بھانجی ہے۔"ہنس کر کہتے ہوئے اس نے دیکھا بلیک جی

ویگن بالکل سکول کے گیٹ کے عین سامنے اُرکی تھی۔ مختلف وین' گاڑیاں آمنے سامنے کھڑی ہوئی تھی۔چند ایک ڈرائیور' بچیوں کے ماں باپ بھی نظر آتے دکھائی دے رہے تھے مگر اس جی ویگن سے کافی فاصلے پہ کھڑے تھے انھیں پتا تھا کہ یہ گاڑی کس کی ہے اور جسے نہیں پتا تھا وہ دروازہ کھولتے ہوئے ڈراک براون ڈریس شرٹ اور بلیک پینٹ میں ملبوس آنکھوں میں سُن گلاسس پہنے ہینڈسم جینٹل مین سنر سکندر بھا نے اپنی موجودگی گویا خاموشی سے اعلان کروادی تھی۔ چھٹی ہونے میں پانچ منٹ رہتے تھے اور وہ گھڑی کو دیکھتا پھر دروازے کی طرف دیکھ رہا تھا۔

گارڈ نے سکندر کو دیکھ کر جھٹ سلام کیا تھا جس پہ سکندر نے محض سر کو خم دیا تھا۔۔فاروق نے یہ منظر باخوبی دیکھا تھا اور اسے دیکھ کر اس کے لبوں پہ بڑی تلخ مسکراہٹ پھیلی تھی۔(ایسے سلام کر رہے ہیں جیسے کوئی بڑا آفیسر آیا ہو)

اس نے پی کیپ پہنی ہوئی تھی آنکھوں پہ بڑا اساراونڈ شیپ والا چشمہ کہ کسی طرح اگر سکندر کی نظر اس پہ پڑ جائے ویسے تو پڑنی نہیں تھی اگر پڑ جائے تو بھی وہ اسے پہچان نہ سکے۔

تھوڑی دیر میں گیٹ کھل چکا تھا۔ باہر آہستہ آہستہ سکول یونی فورم میں ملبوس بچیاں نکلتی ہوئی دکھائی دینے لگی۔ سکندر بازو لپیٹے ۔سنیجدگی ان بچیوں میں سے اپنی بخت کو تلاش کرنے لگا تھوڑی دیر میں ڈھیلی پونی والی' بڑے سے کالے بیگ کو شولڈر کے بجائے بازو میں جھلاتے ہوئے کافی بیزار' تھکی اور قدرے ناراض دکھائی دے رہی تھی۔ سکندر نے اسے دیکھا تو اس کے چہرے پہ بڑی سی مسکراہٹ آگئی۔(وہ اس کی مسکراہٹ کو دیکھتا رہ گیا۔کیا وہ سچ میں اتنی محبت کرتا ہے اپنی بھانجی سے) اس نے پھر اپنے دونوں کان پکڑے تھے۔بخت نروٹھے پن سے بیگ اسے تھامتی'تیزی سے فرنٹ سیٹ پہ بیٹھی۔ سکندر ہنس کر گھوم کر اپنی سیٹ کی طرف آیا اور پھر تھوڑی دیر میں گاڑی منظر سے غائب ہو گئی۔فاروق گاڑی کو سٹارٹ کرتے ہوئے آگے بڑھنے لگا جب سکندر کے پیچھے ہی ایک بڑی سے جیپ جس میں اس کے لاڈلے گن تھامے نظر آئے زن سے آگے بڑھ گئے پہلے تو نظر نہیں آئے تھے یہ (او تو صاحب اکیلے نہیں آئے تھے ساتھ میں اپنے باڈی گارڈ بھی لائے تھے) ۔

اس نے سامنے پڑا فون پہ کسی کا نمبر ملایا۔ تھوڑی دیر بعد گاڑی ریورس کرتا وہ بولا۔

"ہاں کہاں ہو؟ مجھے تم سے ملنا ہے۔ نتھنگ سریس حنان بس سکندر سے متعلق کچھ بات کرنی ہے۔اوکے ملتے ہیں۔"

"آپی ان سے کہہ دیں مجھ سے فری نہ ہوئے ورنہ بہت بُرا ہو گا۔"

وہ جو آئیس کافی بنانے میں مصروف تھی۔ایک دم بخت کی آمد بلکہ دھماکے دار آمد پہ اس کے ہاتھ سے چیچ چھوٹ کر نیچے گر گیا۔(بیچاری کو فراغت میں صرف بڑا سا کچن مل گیا تھا۔ جس میں وہ نت نئے چیزیں ٹرائی کر رہی تھی لیکن اس ٹرائی میں اس کا فائدہ بھی خوب ہوا تھا) ۔

رمشانے اسے دیکھا جو فریج کھول کر پانی کی بوتل نکال کر سامنے لگے سٹینڈ سے گلاس اُٹھا کر کاؤنٹر والی کرسی پہ بیٹھی اور پانی ڈالنے لگی۔ رمشانے اسے دیکھا پھر نظر دروازے کی طرف جہاں وہ نہیں تھا۔ رمشانے جھک کر چمچ اُٹھائی تو سکندر کو بالکل عین اپنے سامنے دیکھ کر وہ اچھل پڑی ایک بار پھر اس کے ہاتھ سے چمچ چھوٹ گئی۔ بخت ناراضگی سے پانی پیتی رہی مکمل سکندر کو اگنور کیے ہوے۔

"رے بھلا بتاؤ ہزار دفعہ سوری کر چکا ہوں اس سے مگر یہ ہے کہ مان نہیں رہی۔" اس نے رمشا کو کہا جو اسے ہلکی سے گھور نواز رہی تھی اور پھر گردن موڑ کر بخت کو دیکھا جو اسے بھی بڑی سی گھوری نواز رہی تھی۔

"پلیز دس کو ہزار مت بنائیں اور آپ نے جو کیا اس بار تو دس ہزار دفعہ بھی معافیاں بھی مانگے گے تو بھی معاف نہیں کروں گی۔"

"میرے سے بہت بار جھاڑ پڑ جاتی تھی بخت یہ جب سے مسز میوٹ آئی ہیں تب سے آپ کے تیور بدلتے ہوے دیکھ رہا ہوں۔"

ہاں سارا الزام مجھ پہ لگا دو تم۔

اس نے پھر چمچ اُٹھایا اور گھوم کر سنک پہ رکھا۔

"آپی کو کچھ مت کہیے ایک تو مجھے ان بیچاری کی قسمت پہ ترس آتا جن کو آپ جیسے شوہر ملے۔ بات آپ کی جھاڑ کی نہیں وہ میں آپ کو کب کا معاف کر چکی ہوتی آپ نے آپ نے حازق بھائی۔ حازق بھائی کے ہاتھ کاٹے۔"

اس کی بات پہ جہاں رمشا کے چہرے پہ مسکراہٹ پھیلی وہاں سکندر کے ماتھے پہ ڈھیروں بل آ گئے۔

"ایک تو مجھے سمجھ نہیں آتی ہاتھ میں نے کیسے کاٹ دیے۔ بالکل صحیح سلامت موجود ہے اس کے پاس جا کر دیکھ آو زرا سا زخمی کیا کر دیا سب ایسے ایکٹ کر رہے جیسے معذور کر دیا ہو۔ اگر مجھے ایسے تنگ کیا سچ میں اس کمینے کو معذور کر دوں گا۔"

لو غصہ چڑھا دیا نا۔

رمشانے تاسف سے سر ہلا کر چینی کا ڈبہ اُٹھایا۔

"مامانتی ہوں کہ انھوں نے غلطی نہیں بلکہ گناہ کیا تھا آپی کے ساتھ انھیں ایسا بہیو نہیں کرنا چاہیے تھا مگر آپ نے۔ میں آپ سے اس قدر وائلنس کی توقع نہیں کر رہی تھی۔" (اس کے لہجے میں شاک اور دکھ بیک وقت آیا تھا)

سکندر نے ہاتھ کاؤنٹر پہ مارا۔ رمشا اگنور کر کے اپنے کام میں لگی رہی یہ سب تو چلتا رہنا تھا۔

"چُپ!! اب دوبارہ مجھے اس کی وکالت کرتا نظر آیا حشر کر دوں گا ایک تو اس کو ڈاکٹر سے چیک آپ کروایا بخش بھی دیا پھر بھی مجھے لن طعن ہی کرنا ہے۔" بخت نے سکندر کو پھر رمشا کو دیکھا جو اسے نظروں ہی نظروں میں اشارہ دے رہی تھی کہ خاموش رہو۔ میری خاطر۔

بخت نے لب دبا کر سر ہلایا۔

"میں کپڑے چینج کر کے آتی ہوں۔" آہستہ آواز میں کہتی وہ چل پڑی سکندر نے مڑ کر اسے دیکھا پھر گہرا سانس لے کر سر کاؤنٹر پہ ٹکا دیا۔

رمشا نے چمچ ہلا کر آئیس کیوبز ڈالے پھر گلاس اس کے سامنے کیا۔

سکندر نے ہلکہ سا چہرہ اُٹھایا اور پھر بولا۔

"بس کھلاتی رہنا انعام نہ دینا۔۔۔"

رمشا اس کی بات پہ مسکرائی۔ سکندر نے اب کی بار سر اُٹھا لیا تھا۔

"ایسے کیا دیکھ رہی ہو؟"

اس کی نظروں میں عجیب سی چمک کو دیکھ کر سکندر چونکتے ہوئے بولا۔ رمشا نے نفی میں تیزی سے سر ہلایا اور ٹاول اُٹھا کر کاؤنٹر صاف کرنے لگی۔

"بس کرو ملازمہ نہیں ہو تم جو ہر وقت کچن میں لگی رہتی ہو۔" رمشا نے اسے دیکھا وہ گلاس اُٹھا کر جوس کا سپ لے رہا تھا پھر اس نے عجیب سا منہ بنایا۔

"اُف تم نے ٹھیکہ اُٹھایا سارے کھانوں کو برباد کرنا ہے تم نے یہ کون سی بلا ہے ٹھنڈی کافی۔ اُف!!"

اس نے گلاس رکھا اور ہاتھوں کی پشت سے ہنٹوں کو صاف کیا۔

"آج پھر کہی باہر لے جاوں؟"

رمشا نے چونک کر اسے دیکھا پھر کندھے اچکا کر چیزیں سنبھالنے لگی۔

"اِدھر آو میں اتنا مصروف وقت نکال کر گھر آیا ہوں اور میوٹ صاحبہ ہیں کہ کام زیادہ ضروری لگ رہا ہے انھیں۔"

اس نے رمشا کے اس کی طرف آتے ہوئے فوراً اس کا ہاتھ پکڑ لیا تھا اور ہاتھ سے جار پکڑ کر سامنے کاؤنٹر پہ رکھتے' اسے اپنی طرف کھینچا۔

"ڈریس پسند کرنے چلنا ہے لایا تو دس جوڑے تھا تمھارے لئے لگتا ہے اب ریپیٹ موڈ چل رہا ہے۔ میں نہیں چاہتا میری بیوی کوئی بھی ڈریس ریپیٹ کرے۔"

رمشا نے ہاتھ چھڑوایا نشے سے زیادہ اس کا یہ روپ اس کنفیوز کر رہا تھا۔

"اور میں نے غور کیا کہ لال رنگ کا کوئی سوٹ تو ہے نہیں تمھارے پاس۔ کم سے کم چھ سات تو لال ہی لوں گا میں۔"

وہ مزید کچھ کہتا کہ اس جیب میں موجود فون بز ہونے لگا۔ تو اس کا موڈ ایک دم بگڑ گیا۔ ماتھے پہ بل لئے اس نے رمشا کو دیکھا جو اپنی مسکراہٹ چھپائے اپنا ہاتھ چھڑوا چکی تھی۔ غصہ کو قابو کرتے ہوئے اس نے فون اُٹھایا اور دیکھا کہ اس کا دشمن اور کوئی نہیں اس کا بڑی بلکہ کھوتا حنان تھا۔

"کیا ہے؟" جتنا وہ بگڑا ہوا تھا اس کا لہجہ بھی اس کی موڈ کی عکاسی کر رہا تھا۔

"ابھی تک سڑے ہوئے ہو جبکہ خبر ملی ہے کہ بھا صاحب نے کسی کو بلا آخر پہلی دفعہ بخش دیا۔ کیا میں اس تبدیلی کی وجہ جان سکتا ہوں۔"

"بس یہی جاننا تھا تم نے۔"

وہ اتنا کہتا اُٹھ پڑا اور باہر پچھلے لان کی طرف آ گیا۔ صبح کی دھوپ برآمدے کے اس حصے میں پڑی رہی تو جو کافی بھلی لگ رہی تھی۔

"یہ مس میوٹ تو بڑی فائدے مند ثابت ہوئی یار۔"

"خاک فائدے مند نقصان پہ نقصان کروا رہی ہے میرا کہی یہ دل ضائع نہ ہو جائے۔"

"کیا؟"

"کچھ نہیں بتاؤ کوئی نئی خبر؟"

"تیرے مامے کو رہا کر دیا ہے۔"

اس کی بات پر سکندر کے ماتھے پہ بل مزید گہرے ہو گئے۔۔۔

"کون؟ ڈونٹ ٹیل می شفقت کو بیل کر دیا ہے۔"

"بالکل! مگر فی الحال صرف رہا کیا ہے۔ ابھی کورٹ میں پیشی ہے اس کے بعد فیصلہ کیا جائے گا۔"

"ڈیم اِٹ!!!" اس نے زور سے مکا پلر کو مارا۔

"اتنی مشکلوں سے اسے پھنسایا تھا میں نے اب کیا ہو گا۔"

"بے فکر رہو ابھی اس پر نظر ہے وہ کچھ نہیں کرے گا۔"

"وکیل کون ہے اس کا؟"

"سکندر اپنی زندگی کو مشکل مت بناؤ اب تم اکیلے نہیں ہو۔ رمشا ہے جسے تم نے اپنی زندگی میں زبردستی داخل کیا ہے۔ اس کا ہی کچھ خیال کرو۔"

"میں نے تم سے صرف وکیل کا نام پوچھا ہے تم اپنے مشورے اپنے پاس ہی رکھا کرو۔"

وہ سخت لہجے میں بولا۔

"سوری تجھے اس لڑکی کا خیال نہیں ہے مگر مجھے۔۔۔۔"

"مجھ سے زیادہ اس کا خیال اس کی فکر اس دُنیا میں کسی کو بھی نہیں ہے سمجھے!" پوزیسونس کی بو حنان کو دور تک محسوس ہو رہی تھی۔

"جج کون ہے؟"

اسے پتا تھا وکیل کا بتائے گا نہیں تو جج کا ہی پوچھ لے۔

"تمھارا باپ!"

تھوڑی طویل خاموشی کی بعد حنان نے سنجیدگی سے کہا۔ سکندر اس کی بات پہ خود خاموش ہو گیا۔

"او تو جسٹس حدید عالم اس کیس پہ نظر ثانی کر رہے ہیں۔ انٹرسٹنگ۔ خیر رکھتا ہوں۔ اچھا سُنو ان کی کوئی خبر؟"

وہ جس کا پوچھ رہا تھا حنان فوراً سمجھ گیا۔

"سب کچھ ٹھیک ہے۔"

اتنا کہہ کر اس نے فون بند کر دیا۔ فون بند کر کے وہ پلر سے ٹیک لگا کر سامنے گھاس کو گھورنے لگا۔

گہرا سانس لے کر وہ مڑا تو وہ کھڑی اسے دیکھ رہی تھی۔ سکندر نے خود کو سنبھالا پھر مسکرایا۔

"کوئی گرل فرینڈ نہیں ہے۔ آئیم ون ویمن مین۔" وہ شرارت سے کہتے ہوئے اس کے پاس آیا جو اس کے کہنے پہ چونک گئی۔

پھر آبرو اوپر کر کے اس سے کہا

۔"میں نے ایسا تو نہیں سوچا۔۔۔"

سکندر نے ہاتھ بڑھا کر اس کی لٹ کو کانوں کے پیچھے کرتے ہوئے کہا۔

"تو محترمہ میرے پیچھے کیوں آئی بھلا۔" رمشا نے اسے گھور کر مڑنے لگی تو سکندر نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔

"میں زرا رات کو دیر سے آوں گا اور سچ میں کام پر جا رہا ہوں کسی کو مارنے نہیں۔"

اسے بتا کر اس کے ماتھے پہ پیار کر تا وہ چل پڑا۔ جبکہ وہ اسے حیرت سے جاتا ہوا دیکھنے لگی۔ ابھی تو آیا تھا ایک دم چلا گیا اور وہ بھی دیر سے آئے گا۔

اُف مجھے کیا ہوتا جا رہا ہے۔

....

ایک ہفتہ ہو گیا تھا مگر اس دن کے بعد سے کوئی فون نہیں آیا تھا۔ جس پہ اس نے شکر منایا چلو کچھ دن کے لیے جان چھوٹی۔ جس طرح اسے جس وقت پہ کام دیا جاتا تھا وہ سب کے سامنے کافی مشکوک ہوتا جا رہا تھا گو کہ کسی نے اتنا ظاہر نہیں کیا تھا مگر اِدھر اُدھر کی باتوں سے ایسی باتیں پوچھ لیتے تھے جس کا اس کے پاس کوئی جواب نہیں ہوتا تو وہ ان کی توجہ دوسری طرف کر دیتا تھا تاکہ مزید اس طرف ان کا دھیان نہ جائے۔ ہفتہ سکون سے گزر گیا مگر وہ ہفتہ منتظر رہا تھا کہ اب اس کا بلوا آئے گا۔ اب آئے گا مگر کوئی امکان نظر نہیں آرہے تھے۔ اس دن کے واقعے کے بعد اسے کچھ ٹھیک نہیں لگ رہا تھا۔ پہلے وہ خوفزدہ رہتا تھا اس ساری سچویشن پر مگر تین بار جانے سے اس کا خوف کافی حد تک کام ہو گیا البتہ وہ اب اضطرابی کیفیت میں مبتلا رہتا تھا۔ بُروٹس جتنا سخت دکھائی دیتا تھا اتنا تھا نہیں اسے لگتا تھا شاید۔ وہ ہفتے سے گھر پہ تھا بس تین چار بار نکل پڑتا تاکہ وہ اس طرح بھی مشکوک نہ ہو۔ ابھی وہ کتاب پکڑے اس سب کے بارے میں سوچ رہا تھا جب اس کی کال بیل بجنے پہ وہ ایک دم سوچ کی دُنیا سے نکلا اور سامنے ٹیبل پہ پڑے بز ہوتے موبائل کو اُٹھا کر دیکھا تو بُروٹس کے بجائے ان نون نمبر تھا۔ چمکتے سکرین کو وہ دیکھتا رہا پھر اس نے فون اُٹھالیا۔

"ہلیو۔۔۔"

آگے خاموشی تھی۔

"ہلیو؟"

اس نے ایک بار پھر پوچھا۔

کسی کی سسکتی ہوئی آواز اسے سُنائی دی پھر فون بند ہو گیا۔ ایک دم جیسے وہ ڈر گیا۔ اس نے فون دوبارہ سے ملایا مگر فون بند جا رہا تھا ۔ایک دم سے پریشانی نے اسے اپنے گھیرے میں لے لیا۔ اس نے بے اختیار بُروٹس کا نمبر ملایا۔ بیل جاتی رہی مگر لگتا تھا شاید بُروٹس فون رکھ کر کہی بھول گیا تھا یا پھر اسے بھول گیا تھا۔

"پک آپ دا فون!!! ایک تو سارے کام کر کے دیتا ہوں پھر بھی ٹارچر کرنے سے باز نہیں آتے۔ کیسے بے رحم لوگ ہیں پتا نہیں کیا گیا ہو گا اس کے ساتھ۔" بلا آخر فون اُٹھا لیا تھا۔

"ہلیو!!! (آواز بُروٹس کی تھی مگر اس بار سخت کے بجائے خمار آلود لگ رہی تھی۔ شاید جیسے سو کر اُٹھا تھا) ۔"

"بولو کیا کیا اس کے ساتھ مجھے بتاو! دیکھو میں تم لوگوں کے راز جانتا ہوں اگر زرا سی بھی خراش اسے آئی تو میں ساری انفورمیشن پولیس کو فراہم کر دوں گا سمجھے۔" پہلے خاموشی رہی پھر ایک دم اسے اس کے تیزی آواز سُنائی دی۔

"کیا بکواس کر رہے ہو تم جانتے ہو تم اس وقت کس سے مخاطب ہو؟"

"ارے ہاں جانتا ہوں میں اس وقت بے رحم بادشاہ کے الٹرا بے غیرت غلام سے مخاطب ہوں۔ بولو کیا کیا اس کے ساتھ وہ کیوں رو رہی تھی۔"

"رات کے ٹائیم پی وی تو نہیں ہے تم نے کس کی بات کر رہے ہو کون رو رہی تھی؟"

وہ اب کی بار جھلا کر بولا تھا۔

"کس کی بات کروں گا میں۔ اسی کی بات کر رہا ہوں جس کی وجہ سے مجھ سے تم خبیث لوگ غلط کام کروا رہے ہو۔"

"اپنی زبان کو لگام دو نہیں تو انجام بہت بُرا ہو گا۔ (تیش میں آکر وہ دھاڑا تھا) اور تم سے کس نے کہا وہ رو رہی تھی۔ وہ بالکل ٹھیک ہے یقین نہیں آتا تو ابھی فوٹیج سینڈ کر دوں۔"

وہ سمجھ گیا اسے غلط فہمی ہوئی ہے مگر وہ جاننا چاہتا تھا کہ اسے غلط فہمی کیسے ہوئی۔ ایک دم وہ ٹھہر گیا۔

"تو ابھی ایک فون آیا تھا اس میں لڑکی کی سسکیاں۔۔۔"

"واہ!!! ایک ان نون نمبر کال پہ لڑکیوں کی سسکیاں سُن کر تم جذباتی ہو گئے۔ تمھیں لگا وہ ہم ہیں۔ دیکھو تم نے تین دفعہ میں صرف ایک بار گڑبڑ کی ہے۔ جس کی وجہ سے ہمارے باس نے بخش دیا کہ تمھارے لئے یہ کھیل نیا ہے ابھی تم اناڑی ہو مگر اس طرح کی زرا سی بکواس جو تم نے کی ان تک پہنچی تو سچ مچ اس کی سسکیاں تم لائیو اپنی آنکھوں سے دیکھو گے اب رکھو! اور احتیاط بھی کرو مخالفین کی کوئی چال بھی ہو سکتی ہے۔"

وہ آگے سے کچھ کہنا چاہتا تھا کہ اس نے وارننگ دے کر کھٹک سے فون بند کر دیا۔ وہ پہلے دیکھتا رہا پھر مٹھیاں بھینچے اسے زیرِ لب گالی دی پھر اپنے لمبے بالوں میں ہاتھ پھیر کر سوچا آخر وہ تھی کون۔

....

"اسلام وعلکیم!!"

عینہ ایک دم فریز ہو گئی۔ وہ حنان سے ملنے آئی تھی وجہ یہ تھی کہ حنان اس کی کال نہیں اُٹھا رہا تھا۔ وہ اس سے ناراض تھا حالانکہ وہ اس کی سزا بھگتنے کے بعد اس سے زیادہ ناراض تھی اور اسے لگا حنان کو موڈ ٹھیک ہو گیا تھا مگر وہ تو جیسے اسے بھول ہی گیا تھا۔ اس کو شدید دکھ ہوا وہ تو بس جاننا چاہ رہی تھی کہ حنان اتنا ریلکیس آخر کیوں ہے اور وہ جس طرح سکندر کا ذکر کرتا تھا اس سے تو لگتا تھا وہ اس کا بہت قریبی ساتھی ہے۔ بس بات اگلوانی تھی اس نے تھوڑا ہی کس کو بتانا تھا۔ وہ اس کا شوہر تھا۔ اسے عزیز تھا اور حنان کو سکندر عزیز تھا۔ سکندر کے لئے عینہ نے اپنا دل نرم کر لیا تھا ایک تو اس نے مشی کی عزت اور جان بچائی اور اس کو اپنا بنا لیا۔ اسے پتا تھا اس زندگی اور تلخ معاشرے میں رمشا کو کسی نے نہیں اپنانا تھا اگر اپنا بھی لیتا تو کم سے کم دل سے نہیں۔ اور دوسرا حنان کے

لئے سکندر نے بہت کچھ کیا تھا۔اس نے اپنی جان کی بھی پرواہ نہیں کی تھی مطلب وہ بُرا ضرور تھا مگر اس کے دل سے قریب رشتوں کے لئے جان لٹانے کے لئے بھی تیار تھا۔اب وہ حنان سے ملنے اس کے گھر آئی تھی۔دادی کو امی ہسپتال لے کر گئی تھیں' چیک آپ کروانے۔شرینہ اپنے گھر گئی تھی وہ یہاں کافی ڈسٹرب تھی تو عینہ نے مشورہ دیا کہ وہ کچھ دنوں اپنے گھر ہو آئے ماحول کی تبدیلی اثر کرے گی جس پہ وہ راضی ہو گئی۔ڈیڈ اور حذیفہ اپنے اپنے آفس تھے تو اسے اس سے زیادہ اچھا موقعہ نہیں ملا۔وہ ابھی اس کے گھر آئی تھی اس کا دل تھا کہ وہ اوپر والے پورشن میں جائے اپنے چاچو سے ملے مگر اس کی ہمت نہیں پڑی ورنہ وہ یہاں سے بھی چلے جائے گے۔اس زیادہ محفوظ اور تسلی بخش جگہ ان کے لئے کوئی اور تھی ہی نہیں۔

وہ دیوار کو تھامے بے بسی سے اوپر دیکھ کر گہرا سانس لے کر مڑنے لگی جب کسی کے گھمبیر آواز پہ وہ اچھل پڑی۔گردن گھما کر دیکھا تو آنکھیں حیرت سے پھیلنے میں زرا بھی دیر نہیں لگی۔سامنے بلیو ٹی شرٹ اور جینز میں سکندر بھا تھا۔جو عینہ کی نظریں اس پہ پڑنے پہ جھکا چکا تھا۔وہ اس شاندار سے شخص کو ٹی وی پہ دیکھا کرتی آج اپنے سامنے دیکھ کر اندازہ ہوا کہ یہ تو اصل میں اس کہی زیادہ شاندار تھا۔سکندر اس کی محوت محسوس کر چکا تھا تو مسکرائے بغیر نہ رہ سکا حنان دیکھتا تو آگ بگولہ ہو جاتا۔گلا کنکھارتے ہوے بولا۔

"حنان واش روم گیا ہے ابھی تھوڑی دیر میں آتا ہو گا۔"

وہ ایک دم تیزی سے خود کو سنبھالتی خفت سے سر ہلانے لگی۔

"وہ آپ یہاں۔۔۔۔"اسے سمجھ ہی نہیں آئی کہ وہ کیا کہیے۔

"آپ کو میری موجودگی سے خوفزدہ نہیں ہونا چاہیے بھابی جہاں تک مجھے پتا ہے ہماری دوستی کا رازافشاں آپ تک ہو چکا ہے ۔مجھے سے گھبرائے مت! میں جتنا ڈروانا دکھتا ہوں اتنا ہوں نہیں۔"نرمی اور احترام سے مخاطب ہوتا وہ عینہ کو اچھا لگا تھا وہ اپنی بہن کے لئے پر سکون ہو گئی تھی۔مشی جس کے ہاتھ آئی وہ ہاتھ کم سے کم سخت نہیں تھے۔

"آئے بیٹھیے کیا لیں گی آپ میں ملازم کو کہتا ہوں۔۔"

وہ ایسے بول رہا تھا جیسے حنان کا نہیں اس کا گھر ہو۔اس سے پتا لگتا ہے کہ وہ دونوں واقعی ایک دوسرے کے بھائی ہیں۔

"نو تھینکس۔"

وہ سامنے صوفے پہ بیٹھ گیا تھا۔عینہ کی وجہ سے بالکل سیدھا بیٹھا تھا ورنہ اس کی عادت تھی ٹانگ کے اوپر ٹانگ رکھنے کی۔

"بیٹھیے اگر آپ میری موجودگی سے کمفرٹیبل نہیں ہے تو میں چلا جاتا ہوں میں حنان کو بلواتا ہوں۔"وہ اس کے نروس ہونے پہ بولا۔

"ام مشی کیسی ہے؟"

اب اس سے رہا نہیں گیا وہ سکندر سے رمشا کے بارے میں پوچھے بغیر نہ رہ سکی۔ایک تو وجہ سکندر کی نرمی تھی دوسرا اگر وہ اپنا گریز دکھاتی تو سکندر نے اُٹھ جانا تھا۔ سکندر رمشا کی ذکر پہ ہولے سے مسکرایا۔

"رے اللہ کا شکر ٹھیک ہے۔میں اسی کے حوالے سے آپ سے بات کرنا چارہا تھا۔ مگر۔۔۔" وہ آگے کچھ بول نہیں سکا۔

"وہ کیسی ہے ؟مطلب کہ وہ پریشانی تو نہیں رہتی یا روتی تو نہیں ہے اس کی طبیعت تو نہیں خراب ہوئی دیکھیں بھائی آئی نو آپ نے اس کن حالات کے بنا پر اسے اپنایا مگر وہ دل کی بہت اچھی ہے۔اس کو سمجھیے گا ضرور۔" ۔سکندر ایک دم اس کے پریشانی اور تیزی سے بولنے پر ہنس پڑا۔

"آپ کی بہن روتی کم رلاتی ہے بندے کو۔"آنکھوں کے سامنے اس کا گھورتا ہوا عکس آیا تو دل کو کچھ ہوا۔کچھ میٹھا میٹھا سا احساس ہوا۔جب سے رمشا نے اس کو نشے کی حالت میں سُنبھالا تھا۔اسے رمشا کا ہی نشہ ہو گیا تھا۔عجیب سا سرور تھا اس کی ذرا سی جھلک دیکھنے پر۔اس کے بعد سے اسے باقی سارے نشے بے معانی سے لگ رہے تھے۔عینہ اس کی بات پر چونک گئی۔وہ کچھ کہنے لگی جب گیلے بالوں میں ہاتھ پھیرتا ریڈ ٹی شرٹ ' بلیو جینز میں حنان اس طرف آیا تو عینہ کو دیکھ کر حیران ہو گیا اور پھر گھوم کر اسے دیکھا جو کمینہ مسکرا کر اسے سُن رہا تھا۔گلا زور سے کنکھار کر بولا۔

"یہاں کیا کر رہی ہو دُرے ؟"عینہ نے گردن موڑ کر اسے دیکھا تو ناراضگی سے منہ پھیر کر بولی۔

"اپنے بہنوئی سے ملنے آئی ہوں کسی خوش فہمی میں مت رہیے گا آپ۔"

اس کی بات سکندر ہنس پڑا۔حنان چلتا ہوا اس کے ساتھ بیٹھا۔

"اچھا توکل کا غنڈہ آج بہنوئی ہو گیا۔"

سکندر نے اسے گھورا۔

"کم سے کم غنڈے میں پولیس والوں سے زیادہ تمیز ہے۔۔۔ نخرے نہیں آکڑ نہیں۔۔۔"عینہ نروٹھے پن سے بولی۔

سکندر کو بے تحاشا ہنسی آئی۔منہ پہ ہاتھ رکھ کر اس نے خود کو روکا۔حنان نے شاک سے اسے پھر سکندر کو دیکھا جس نے کندھے اچکا لئے تھے۔

"یہ تمیز دار ہنبل انسان ہے ؟"

"کوئی شک ہے۔"

سکندر نے خود کو کہنے سے نہ روکا۔

"اگر یہ منبل انسان ہے تو میں بدتمیز ہی ٹھیک ہوں۔اب بتاو یہاں کیا کر رہی ہو اگر حداد بھائی نے تمھیں دیکھ لیا تو وہ یہاں سے بھاگ جائے گے منع کیا تھا نا۔"

"ایک بات بتائیں چاچو کو نہیں پتا تو وہ۔۔۔۔"

"میں جب بھی آتا ہوں تو وہ اس وقت کمرے میں بند ہوتے بس ایک دفعہ سامنا ہوا تو انھیں لگا کہ میں حنان کو دھمکانے آتا ہوں یو نو غنڈہ گردی۔" سکندر نے اس کے ادھورے سوال کا مکمل جواب دیا تھا۔

"سکندر بہتر ہے تو ابھی چلا جا میں ان محترمہ سے نمٹ لوں گھر والوں کو چکما دے کر ڈرینگ بن کر یہاں آئی ہیں۔" اس عینہ کی آمد یہاں پہ اچھی نہیں لگی تھی۔لاکھ بھروسہ اپنی بیوی پر مگر ہے تو عورت۔ زرا سا ایموشنل ہو گئی تو پھر گیا وہ کام سے۔

"آپ چاہو تو رے کے گھر بھی آ سکتی ہو یور موسٹ ولیکم۔" اس کی بات پر حنان نے اسے ایسے دیکھا(بیٹا زبان کو فوراً لگام دے ورنہ اب کی بار میں نے وہی حشر کرنا ہے جیسے تو نے حازق کا کیا تھا) سکندر اس کے نظروں کا مفہوم سمجھ گیا تھا مگر وہ اگنور کر گیا۔

"سچی میں۔۔۔ام ابھی۔۔۔"

"درینہ تم میرے ساتھ چلو مجھے کچھ تمھیں بتانا ہے۔" اسے سکندر اور درینہ دونوں کا پتا تھا اور وہ اس وقت نہیں چاہتا تھا کہ رمشا اور عینہ کا سامنا ہو سکندر کا کچھ نہیں جائے گا مگر اگر اس کا جھوٹ پکڑا گیا تو وہ درینہ کے سامنے نظر ملانے کے قابل نہیں رہے گا۔اور وہ یہ مر کر بھی نہیں چاہتا تھا۔

"مگر۔۔۔"

حنان نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔

"ایکس کیوزمی۔۔" اس نے سکندر کو کہا جو مسکرا کر اُٹھ پڑا تھا۔

"تمھیں کہی جانے کی ضرورت نہیں ہے مجھے بس وہ فائل دے دو ویسے بھی مجھے دیر ہو رہی ہے۔"اس کی بات پہ حنان چونکہ عینہ کا ہاتھ چھوڑ کر بولا۔

"کہاں؟"

"کام دھندے پہ اب تمھاری طرح سرکار کا نوکر تھوڑی ہوں جو وقت پہ آوں جاوں۔"

اس کے طنز پہ وہ خون کے گھونٹ پی کر رہ گیا۔

"آو میرے ساتھ۔۔۔"

غصے سے کہتے ہوئے وہ چل پڑا جبکہ سکندر سمجھ گیا اب اس کی جان نہیں بخشے گا جب تک اپنا لیکچر نہ سُنا دے۔

"پھر ملاقات ہو گی بھابی اللہ حافظ۔"

نرمی سے عینہ کو کہتا وہ اس کے پیچھے چل پڑا جبکہ درینہ ان دونوں کو جاتا ہوا دیکھنے لگی پھر گہرا سانس لے کر اس نے اپنا پرس اُٹھا کر فون نکالا۔

....

•

"آپی ماما آئے ہیں تو آپ ان کے پاس کیوں نہیں جا رہی۔ اب تو آپ دونوں کے درمیان تو کوئی ناراضگی تو نہیں ہے تو پھر؟"

پارپ کارن کے پیس کو منہ میں ڈالتے ہوئے 'رمشا نے اسے دیکھا پھر وہ دوبارہ سامنے لگی فلم کی طرف متوجہ ہو گئی۔ جیسے اس کی بات کو اگنور کیا ہو۔ ابھی وہ دونوں بلیک پھینتر دیکھ رہے تھے جب اچانک فاخرہ مائی اور انھوں نے سکندر کی آمد کا بتایا۔ بخت نے اچھا کہہ کر پھر فلم کی طرف متوجہ ہو گئی جبکہ رمشا ایسی بنی رہی جیسے اس نے سُنا نہ ہو رات دیر سے آنے کا کہہ کر گیا تھا اور پورے ایک دن باہر گزار کر آیا تھا۔ ساری رات اسے نیند نہیں آئی اسے لگا رات کے تین بجے آئے گا پر انتظار کرتے کرتے فجر ہو گئی۔ ان صاحب کا تو کوئی دور دور تک امکان نہیں تھا۔ دل تو کر رہا تھا اس آدمی کو جھنجھوڑ کر پوچھے اس کو اتنی اذیت آخر کیوں دیتے ہو ہمیشہ اس شخص کو اپنی دل کی کیوں کرنی ہوتی ہے۔ بس اس نے فیصلہ کر لیا وہ آئے گا تو وہ بھی اسے چوبیس گھنٹے اپنا منہ نہیں دکھائے گی۔

"ام بی بی سکندر پُتر نے آپ کو بلایا اپنے کمرے میں۔"

اچھا یاد ہے کہ اس کی زندگی میں کوئی رمشا بھی ہے ورنہ مجھے تو لگا تھا وہ تو بھول ہی گیا تھا۔ طنزیہ سوچ کو جھٹک کر اس نے محض ان سے جان چھڑوانے کے لئے سر کو ہولے سے خم دے دیا تھا۔ فاخرہ مائی اس کے بعد رُکی نہیں چل پڑی۔ اسی طرح پندرہ منٹ گزر گئے کہ ایک بار پھر بلوا آیا جس پہ اس نے دوبارہ سر ہلا کر اشارہ کیا کہ وہ آ رہی ہے۔ (آتی ہے میری جوتی بلکہ میری جوتی بھی نہیں آئے گی ہونہہ)

دوسری بار بخت نے غور کیا تھا کہ وہ ایسی کہہ رہی تھی اس کا جانے کا کوئی ارادہ نہیں لگ رہا تھا۔ اس نے ویسے ہی پوچھ لیا۔ جس پہ رمشا نے اسے اگنور کیا۔۔۔

"ہو کیا انھوں نے مجھے غصہ کیا اس لئے آپ ان سے ناراض ہیں مگر آپی دل پہ زیادہ نہ لیں ایسے کر جاتے ہیں وہ پھر بدلہ میں مجھے بڑے فائدے مل جاتے ہیں۔ مطلب ایک دن غصہ کریں گے اگلے مزید دس دن ایکسٹرا نرم رہتے ہیں۔ مطلب منہ سے کچھ بھی

کہو وہ پورا کرنے کو تیار ہیں اب دیکھنا کیسے کھانے پینے کی اشیا' نیٹفلکس کی سبکپرشن' کبھی کبھار مویز کا پلان۔اُف دیکھتی جائے گا کیا پتا آپ کو کوئی سپرائز دیں اس لئے بلا رہے ہو۔" بخت تو ایسے پاگل ہو رہی تھی جیسے اسے سب کچھ ملے گا۔

"بالکل کیا ہو گا سپرائز غصہ' ڈانٹ پھر نرمی' پھر پیار یہ بدلتے موسم دیکھتی رہوں گی میں پھر کہیے گا میں جا رہا ہوں آجاوں گا جلدی اس کی بعد تین دن بعد آئے گا۔میں اب اس کے ساتھ ہر گز نرم رویے سے پیش نہیں آوں گی۔بہت ہو گیا۔"

دل میں کہتے ہوئے اس نے سر نفی میں ہلایا کہ وہ نہیں جائے گی اس کے پاس۔

"ٹھیک ہے خود آجائے گے۔"

وہ منتظر تھی کے ابھی دروازہ دھاڑ سے کھلے گا اور واقعی کھلا تھا مگر اس کے بجائے اندر تیزی سے آتا حازق اور جاوید پھر فائرنگ کی آتی آوازوں نے بستر پہ دونوں نیم دراز لڑکیوں کو ساکت کر دیا۔

"میڈم اُٹھیے۔۔۔" حازق نے تو رمشا کی طرف دیکھنے کی جرأت نہیں کی۔بس تیر کی طرح بخت کے پاس آیا اور اس کا ہاتھ تھام کر اسے گھسیٹا۔

"بخت چلو میرے ساتھ۔"

"مگر ہوا کیا ہے اچانک سے۔۔۔"

لیکن حازق نے اسے موقعہ نہیں دیا اور تیزی سے کھینچ کر باہر لے کر گیا۔رمشا نے جلدی سے دوپٹہ اُٹھایا اور جاوید پریشانی سے کبھی پیچھے گردن گھماتا کبھی رمشا کو جو چپل پہن کر اسے دیکھنے لگی ہوا کیا ہے۔اس نے بائیں ہاتھ میں گن تھامی ہوئی تھی اور وہ کافی گھبرایا ہوا الگ رہا تھا۔وجہ رمشا ہی تھی۔وہ اسے کسی بھی طرح نقصان نہیں پہنچا سکتا تھا۔اس کو نقصان پہنچایا سمجھو سکندر کو پہنچایا۔

"میم پلیز جلدی۔"

حازق جیسے ہمت اس میں نہیں تھی۔اس لیے وہ تیزی سے بولا۔رمشا بھی گھبرا کر باہر کی طرف بھاگی وہ بھی اس کے پیچھے آیا۔وہ ابھی نیچے جانے والی تھی کہ ایک دم رُکی۔اس کے ایک دم رُکنے پر جاوید بھی رُک گیا۔فائرنگ کی آواز اوپر سے آ رہی تھی اوپر تو سکندر کا کمرہ۔

"میم سر باہر ہیں آپ پلیز جلدی چلیے۔۔۔"

وہ اتنی مشکل ٹائیم میں اس کی سوچ کو باآسانی سے پڑھ چکا تھا اور تیز لہجے میں بولتا اس کو نیچے جانے کا اشارہ کرنے لگا۔رمشا کے اندر سکون پھیل گیا اور وہ تیزی سے بھاگتے ہوئے باہر آئی۔جہاں حازق بخت کو اپنی جیپ میں بیٹھا رہا تھا اور گاڑی کو ریورس کر رہا تھا۔بخت کے چہرے پہ پریشانی تھی یا شاید وہ رو بھی رہی تھی۔

"میم جلدی سے گاڑی میں بیٹھیے۔ہمارا یہاں سے نکلنا بیحد ضروری ہے۔"

ایک دم سامنے سے ڈرائیور سکندر کی ہی گاڑی لے کر آیا تو جاوید نے دروازہ کھولتے ہوئے اسے کہا۔دوپہر شام کے وقت ڈھلنے لگا تھا مگر رمشا کے دل کو کچھ ہوا ایسا لگا یہ شام جیسے آخری شام تھی سر جھٹک کر اس نے اِدھر اُدھر سکندر کو تلاش کیا دل ایک دم پاگل ہو اُٹھا اسے سکندر کہی دکھائی نہیں دیا۔اسے تو لگا تھا کہ وہ باہر آئے گی تو ایک دم اس کا بیسٹ بھاگتا ہوا آئے گا اور اسے سینے سے لگا کر تیزی سے گاڑی میں بٹھائے گا مگر وہ ہے کہاں؟

"میڈم!!! "

جاوید اب کی بار اونچی آواز میں بولا۔رمشا نے اسے دیکھا پھر اس نے سکندر کا پوچھا۔

"وہ وہ باہر ہیں آپ گاڑی میں بیٹھیے۔۔۔"وہ آگے بڑھا مجبوری میں وہ رمشا کا ہاتھ پکڑ کر گاڑی میں گھسانے والا تھا جب ایک دم رمشا پیچھے ہوئی وہ سمجھ گئی سکندر اندر ہے۔شاید ان کا مقابلہ کر رہا تھا۔ساروں کو نکال کر وہ ان سے خود نمٹنا چاہتا ہے وہ اسے جانتی ہے۔ہاں وہ اکیلا ہے کوئی نہیں ہے اس کی رے بھی نہیں۔وہ سلفش ہو کر نہیں جا سکتی تھی۔اس کا سکندر۔دل کو کسی نے مٹھی میں لے لیا تھا۔وہ مڑی اور گھوم کر جانے لگی جب جاوید نے اس کا بازو پکڑ لیا۔چہرے پہ بے بسی اور لہجے میں تیزی تھی۔

"میم چلے سر نکل جائے گے میں آپ کو اشیورٹی دیتا ہوں پلیز ہمارے لئے مشکل نہ بنائیں۔سر کو پتا چلا تو وہ ہم سب کو مار دے گے۔"جاوید کی بات پہ رمشا دیکھتی رہی وہ بچے گا تو ہی سب کو مار سکے گا نہیں۔سکندر اس سے جدا نہیں ہو گا۔دل درد سے تڑپ اُٹھا دل کا درد زبان پہ آٹھہرا اس کا ضبط بلا آخر ٹوٹ گیا۔

"سکندر!!! (اس کی آنکھوں سے پانی نکلا) وہ اکیلا ہے۔۔۔۔۔۔۔میں۔۔۔۔۔نہیں جاوں گی۔۔۔۔مجھے۔۔۔۔۔پتا ہے وہ مار۔۔۔۔دے گے اسے۔۔۔۔۔سکندر۔۔۔۔"

جاوید کو جھٹکا لگا۔رمشا نے ساری ہمت جمع کرتے ہوئے چلا کر کہا تھا اور تیزی سے فائرنگ کی پرواہ کئے بغیر اندر کی طرف بھاگی تھی۔وہ بُت بنا کھڑا رہا۔اس کا بولنا اس کے لئے کسی شاکڈ سے کم نہیں تھا۔

"سکندر!!! "

وہ ایک بار پھر چیخی تھی۔دل کا درد باقی سب تکلیف پہ دب گیا تھا۔بولتے ہوئے جب اسے بے تحاشا تکلیف ہوتی تھی۔آج وہ درد پسِ منظر سے کافی پیچھے چلا گیا تھا۔

وہ سیڑھیوں کی طرف بھاگی تھی۔فائرنگ اوپر سے ہو رہی تھی اور ابھی تک جاری تھی۔اس کا دل رُک سا گیا تھا یا اللہ اس سے سب کچھ لے لے مگر سکندر نہیں۔وہ ایک بار پھر روتے ہوئے چیخی تھی۔اسے پتا تھا سکندر نے سارے ملازموں کو نکلوا دیا تھا ۔بس وہ دونوں رہ گئی تھی اور وہ اکیلا۔وہ اکیلا کیوں تھا وہ کیوں نہیں تھی۔وہ اسے بلا رہا تھا تو کیوں نہیں گئی وہ اس کے پاس۔

"سکندر!!!"

دوپٹہ چلتے چلتے پیروں میں آیا تو وہ بے اختیار پھسل کر نیچے گرنے لگی۔اس نے ریلنگ کو تھام کر دیکھا تو اسے سکندر نظر آیا ۔بالکل صحیح سلامت مگر وہ کافی چوکس لگ رہا تھا۔وہ دیوار کے ساتھ لگا' پستول تھامے شاید کسی اٹیکر کے منتظر تھا۔وہ اسے بائیں جانب لگے آئینے سے دیکھ سکتی تھی۔وہ بھاگ کر اس کی طرف آئی تو سکندر اس کی قدموں کی چاپ پر فوراً اس طرف شوٹ کرنے لگا تھا جب رمشا کو دیکھ کر اس کے ہاتھ ساکت ہو گئے۔

"Ray ? تم یہاں کیا کر رہی ہو"

وہ اسے دیکھ کر پہلے تو ٹھہر گیا پھر ایک دم غصے سے غرایا۔

وہ کھڑی رہی نم آنکھوں سے اسے دیکھتی رہی جو تیزی سے اس کی طرف بڑھتے ہوئے اس کا بازو پکڑ کر پھر بولا۔

"دماغ خراب ہے تمھارا اِدھر کیا کر رہی ہو اور تمھیں یہ لے کر گئے نہیں جاوید نے مجھ سے جھوٹ بولا تھا یا تم میڈم ٹریسا مجھے بچانے کے لئے آئی ہو۔بخت بخت تو باہر چلی گئی ہے نا۔"

اس کی بات پہ رمشا نے زور سے نفی میں سر ہلایا اور اس کا بازو تھام کر نیچے گھسیٹا۔

"رمشا پاگل مت بنو!! جاو بھاگو نیچے اس سے پہلے کچھ غلط ہو جائے جاو۔"

وہ اب کی بار دبا دبا سا چلایا تھا۔گولیوں کی آوازیں ابھی تک اوپر سے جاری تھیں۔وہ اسے گھسیٹ کر جلدی سے نیچے لے کر جانے والا جب رمشا بول اُٹھی۔

"میں نہیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔جاوں گی تمھیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔اکیلا چھوڑ کر۔۔۔۔سُنا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔تم نے میں موت کی دلدل میں تمھیں۔۔۔۔۔۔۔۔اکیلے نہیں دھکیلوں گی۔۔۔۔۔سکندر۔۔۔۔سکندر نہیں جاوں گی۔۔۔" وہ بولتے ہوئے ہانپنے لگا جبکہ سکندر بالکل فریز ہو گیا۔وہ کھول چکی تھی اپنے آپ کو بلا آخر جس زبان کو اس نے پوری دُنیا سے چھپایا ہوا تھا آج اس نے سکندر کے سامنے اپنا ضبط توڑ کر اسے کھول دیا۔یہ خواب نہیں تھا یہ حقیقت تھی۔رمشا بول سکتی تھی۔وہ بالکل

ساکت ہو گیا جبکہ وہ روتے ہوئے اس کے بازو کو پکڑ کر کھینچنے لگی جبکہ جاوید تیزی سے بھاگتا ہوا اس طرف دکھائی دیا۔ سکندر کو دیکھ کر اس کے چہرے پہ ایک دم سے خوف آگیا مگر سکندر تو بالکل گم سم ہو گیا تھا۔

"سکندر خدا۔۔ کِی کا۔۔۔ واسطہ۔۔۔۔۔ پلیز چلو پلیز۔۔"

وہ کھینچ رہی تھی اسے مگر وہ تو بالکل سٹیچو بن گیا تھا پھر اس نے اپنا ہاتھ چھڑوایا اور سرد لہجے میں کہا۔

"جاوید اسے کو لے کر جاوں یہاں سے ناو!!!!!"

ناو کہتے ہوئے اس کی آواز عجیب ہو گئی تھی۔ رمشا تو ٹھنڈی پڑ گئی پھر ایک دم سکندر مڑنے لگا کہ رمشا نے اس کا دوبارہ بازو پکڑنے والی تھی کہ سکندر نے دھاڑ کر کہا۔

"جاوید اس کو لے کر جاو۔"

وحشت تھی ہاں وحشت اس کے لہجے میں اس نے دیکھا ایک دم سے سیڑھیوں کے سائڈ سے کوئی بندے دکھائی دیے تھے غیر ارادی طور پہ اس کی نگاہ آئینے کی طرف گئی تھی تو وہ بنا سوچ سمجھے ایک بار پھر جاوید سے اپنا بازو چھڑواتی بھاگی اتنی میں ایک فائر اس طرف ہوا۔ رمشا نے سکندر کو پکڑ کر سائڈ پہ کیا تھا اور اسی وقت گولی اس کے بازو کو چھو کر گزری تھی پھر بھی ایسا لگا تھا جیسے کسی نے تیزاب اس کے بازو میں پھینک دیا ہو۔ چیرتے درد اور جلن سے وہ چیخ پڑی۔ سکندر نے جھٹکے سے اسے پکڑا۔ وہ اپنی آنکھیں بند کر کے اپنی بازو کو تھام چکی تھی۔

"رمشا!!!! "

اس نے اسے پکڑا۔ وہ ایک اور فائر کرنے والے تھے کہ جاوید نے پھرتی سے تیزی سے آگے بڑھ کر دو فائر کی تھی ایک کے سر پہ جا کر لگی دوسرے کے ناک پہ۔ وہ دونوں دھڑم کر کے گرے۔

"سسکندر۔۔۔"

وہ سسکی لیتے ہوئے اس کے بازو میں جھول گئی۔ آنکھیں بند ہوتی جا رہی تھی۔ پہلے ہی وہ کمزور تھی۔ چھوتی گولی نے تو الگ کمال دکھایا تھا۔ ہوش و خرد سے بیگانہ ہونے سے پہلے وہ سکندر کا نام لیتی رہی اور سکندر اسے بازو میں اُٹھائے شاید چیخا تھا۔ ہاں اس کے لیے چیخا تھا۔

....

ڈاکٹر کی اطلاع پر وہ جو دیوار کے ساتھ ٹیک لگائے کھڑا۔ بالکل گُم سم لگ رہا تھا ایک دم چونک گیا۔ ڈاکٹر نے بتایا کہ بس بازو زخمی باقی خطرے والی کوئی بات نہیں گولی چھو کر گزری تھی۔

سب کی جان میں جان آئی ورنہ انھیں اپنے بھا کی حالت کااندازہ تھا اگر رمشا کو کچھ ہوا تو وہ سب کو ختم کر کے اپنے آپ کو ختم کر چکا ہوتا۔ سکندر بہت چُپ تھا۔ سب کو اس کی خاموشی عجیب لگ رہی تھی۔ جیسے کھٹک رہی تھی۔ گہرا سانس لیتا وہ چل کر وہ کمرے میں آیا۔ وہ اس وقت اس کے کنٹری کلب کے ایک کمرے میں موجود تھے۔ وہ کبھی بھی خاص کر اس وقت پبلک ایریا جانے کا رسک نہیں لے سکتا تھا۔ دروازہ کھولا جہاں وہ بستر پہ نیم دراز آنکھوں کو بند کیے۔ پر سکون لگ رہی تھی۔ اس نے ہاف سلیوز سکندر کی شرٹ پہنی تھی۔ جو اس کے وی آئی پی روم میں پہلے سے موجود تھی۔ وہ جب کبھی آتا تھا یہاں تو بنا پیکنگ کے آتا تھا کیونکہ کے اس کے کپڑے پہلے سے موجود ہوتے تھے۔ اس کے دائیں بازو پہ پٹی لگی ہوئی تھی۔ اس کے بازو کو دیکھتے اس نے نظریں اس کی پیلے زرد چہرے کی طرف گئی۔ جہاں سارا رنگ اس کے چہرے سے نچوڑ دیا گیا ہو۔

خاموشی سے چلتا وہ سامنے صوفے پہ بیٹھا اور اسے دیکھنے لگا۔ دیکھتے دیکھتے کتنا لمحہ بیت گیا یہ اسے پتا نہیں چلا۔

آنکھیں کھولیں تو اسے عجیب سا احساس ہوا۔ کیا اس نے پھر سے کوئی خواب دیکھا تھا یا اللہ خواب ہی ہو اس نے دیکھا تھا اس کے گھر فائرنگ ہوئی تھی' وہ سب لوگ افراتفری میں بھاگے تھے۔ بخت نکل چکی تھی جبکہ وہ بھی جانے لگی تھی تو اسے پتا چلا تھا کہ سکندر اکیلا ہے تو ہر کسی چیز کی پرواہ کیے بغیر اندر بھاگی تھی۔ سوچتے سوچتے ایک دم اسے بازو میں جلن محسوس ہوئی تو اسے مزید سوچنے کا موقعہ نہیں ملا۔ مطلب کہ جو کچھ ہوا تھا وہ خواب نہیں حقیقت تھی جس راز کو اس نے پوری دُنیا سے چھپایا ہوا تھا۔ آج اس راز کو اپنے شوہر کے سامنے اس نے کھول دیا تھا۔ گردن موڑ کر دیکھا' سکندر بالکل سٹل بیٹھا اسے دیکھ رہا۔ اس کو دیکھتی وہ بالکل ساکت ہو گئیں پھر اس کو صحیح سلامت دیکھتے اس کے دل میں سکون پھیل گیا۔ بامشکل اُٹھتے ہوے اس نے دیکھا سکندر بالکل ہلا نہیں۔ یا اللہ یہ ایسے کیوں کر رہا ہے۔ اسے ہزار خوفناک اندیشوں نے گھیر لیا۔ اُٹھ کر اس نے بائیں ہاتھوں سے تکیہ کو اونچا کیا اور ایک کو تو اپنے گود میں رکھ کر وہ ٹیک لگاتے ہوے بیٹھی اور اسے دیکھا جس میں زرا سی بھی حرکت پیدا نہیں ہوئی۔ ایک دم اس مضبوط لڑکی کا دل بھر آیا۔

آنکھوں میں نمی آنے میں زرا بھی دیر نہیں لگی۔

"آئیم۔۔۔۔ سوری۔۔۔"

گلوگیر لہجے میں کہتے اس نے سر جھکا لیا تھا۔ سکندر خاموش تھا۔

آنکھیں اوپر کر کے اس نے روم کا جائزہ لیا تو اسے پتا چل گیا وہ کہاں ہیں۔

"بہختاور؟"

آہستہ سے اس نے بخت کو پوچھا وہ پھر بھی کچھ نہیں بولا۔ رمشا کو اب کی بار گردن موڑنے پڑی۔ ایک دم اس کے بے تاثر انداز کو دیکھ کر اس کا دل کٹ سا گیا تھا۔ ایک دم وہ پھوٹ پھوٹ کے رو پڑی۔ اسے پہلے والا سکندر چاہیے تھا جو غصہ بھی کرتا تھا' دھاڑتا بھی تھا' کریزی بھی ہو جاتا تھا۔ ڈرنگ بھی ہو جاتا تھا۔۔۔ اس کی محبت میں اپنی دیوانگی لٹاتا تھا مگر یہ یہ تو اس کا سکندر نہیں تھا اتنا ٹھنڈا' اتنا پتھریلا۔ جیسے کوئی مردہ ہو جاتا ہے۔

"مم مجھے معاف کر دیں سس سکندر۔۔۔"

درد کا احساس ایک دم بولتے ہوئے جاگا تھا۔ ایک تو وہ ہچکی لے رہی تھی اوپر سے بول رہی تھی تو تکلیف ہو رہی تھی۔ آہستہ اگر بولتی تو اسے اتنی تکلیف نہ ہوتی مگر اسے اونچا بولنا تھا اپنا درد بتانا تھا کیونکہ یہ درد دل نہ سہہ سکا' بالکل برداشت سے باہر تھا۔ یہ زبان پہ آٹھہرا تھا۔ تکیے کو مٹھی میں لیتے ہوئے اس نے روتے ہوئے کہا۔

"نہ بب بولنا مم میرے لئے (آنکھیں زور سے میچی) مجبوری تت تھی۔۔(لب کو دبا کر اس نے اپنی سسکتے درد کو دبایا۔۔۔۔)

میرا بولنا نن نہ صرف مم میرے لئے تنگ تکلیف ددے تھا بلکہ دُنننیا کے لئے بباعث تتفریح کا مقام تھا۔"

"میں پہلے بولا کک کرتی تھی۔" اس نے آنکھیں کھولیں۔ اپنی تکلیف بتانے کا وقت نہیں تھا۔ وہ اس سے ہمدردی نہیں لینا چاہتی تھی وہ اس کی محبت چاہتی تھی جو لگ رہا تھا اس سے لمحہ لمحہ دور ہوتی جا رہی تھی۔ ابھی تو اس نے جی بڑھ کر اس کی محبت کو صحیح سے محسوس نہیں کیا تھا' اس کی حرکتوں سے وہ اپنے سارے جذبات کو دبا کر سخت ہو جاتی تھی مگر اب اسے اپنی سختی پہ پچھتاوا ہو رہا تھا۔ وہ جو ایک بُرا آدمی تھا۔ معاشرے کے لیے قابل نفرت تھا۔ سب کی جان کی پرواکرتا وہ اکیلا ان سے مقابلہ کر رہا تھا۔ وہ آخر بُرا کیسے ہو سکتا ہے۔ ایک سال پہلے اس نے اس شخص سے محبت کی تھی تو کوئی تو بات تھی اس میں۔

سکندر کھڑا ہو گیا مگر اس کی طرف نہیں آیا بس اسے دیکھ کر وہ چلتا کھڑکی کی طرف آیا پردے کو ہلکہ سا ہٹایا اور باہر کے نظارے کو گھورنے لگا۔

"میری زبان سے۔۔۔۔ نکلا ہر لفظ تمھارے نام سکندر۔۔ ہاں
تمھارے نام یہ تم ہو۔۔۔ جج جس نن نے مجھے بولنے کے
لئے مجبور کیا۔۔۔ کِک کچھ بولو مم میرا دل بند ہو جائے
گا سس سکندر۔ رمشا کے ہر بول سکندر۔۔۔۔۔۔۔ سے شروع ہو کر سکندر پہ آ کر ختم ہوتے ہیں۔۔۔ رمشا سکندر کے بنا مم
محروم ہے گویائی سے محروم۔۔۔"

سکندر نے اب کی بار گردن موڑ کر رمشا کی بات پہ اسے دیکھا تھا۔ وہ آنسو بہا رہی تھی۔ اس کے لئے رو رہی تھی۔ اپنی تکلیف کی پرواہ کیے بغیر بولے جا رہی تھی۔ اس کی سُرخ پڑتے چہرے اور آنکھوں میں رقم اذیت کے سوا کچھ نہیں دیکھ سکتا تھا۔ وہ بالکل ٹھنڈا تھا' بالکل خاموش اور اس کی خاموشی رمشا کو اندر تک کاٹے جا رہی تھی۔ آنکھیں زور سے میچے بولی۔

"سکندر تم تو اپنے (اُف درد بڑھتا جا رہا تھا) اپنی رے کی آنکھوں۔۔۔۔۔۔۔ میں آنسو نہیں۔۔۔۔۔۔۔ دیکھنا چاہتے۔۔۔۔۔۔۔۔ تھے (تکیے کو زور سے بھینچے وہ سانس لیتے بولی۔۔۔۔۔۔۔۔ اب وہ کسی طور چُپ۔۔۔۔۔۔۔۔۔ نہیں ہو گی چاہے یہ درد اس کی جان ہی کیوں نہ لے لے) تو۔۔۔ اب اتن اتنے بب بے رحم کِک کیوں ہو گئے ہو۔۔۔۔"

سکندر سپاٹ آنکھوں سے اسے دیکھتا رہا پھر وہ اس کے سامنے آیا پھر بیٹھا۔ اسے بنا تاثر کے دیکھتا رہا۔ رمشا منتظر تھی کہ وہ اسے تھپڑ مارے گا ہاں وہ اس کی دھاڑ اس کے غصے اس کی فرسٹیشن کی منتظر تھی مگر وہ بالکل فریز ہی تھا اس حادثے کے بعد پھر ایک دم سکندر نے کھینچ کر اسے اپنے سینے سے لگایا اور خاموشی سے اپنا سر اس کے کندھے پہ رکھ کر آنکھیں بند کر دیں۔ رمشا حیرت زدہ ہو کر اس کے بازو کو تھامے خاموش ہو گئی تھی پھر ایک دم اسے گیلا پن اپنے کندھے پہ محسوس ہوا تو ایک دم اسے جھٹکا لگا۔ وہ چھ فٹ کا مضبوط' پتھر دل گینگسٹر اس کے کندھے پہ سر رکھے خاموشی سے رو رہا تھا۔ آج رمشا بول رہی تھی جبکہ سکندر چُپ تھا۔

"سسکندر۔۔"

وہ اسے الگ کرنا چاہتی تھی۔ اس کے دل کو کچھ ہوا۔ اسے کیا ہوا۔ وہ دُنیا میں ہر چیز سکندر سے توقع کر سکتی تھی مگر رونا۔ اس کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ وہ روئے گا۔ اس نے سکندر کو الگ کرنا چاہا مگر سکندر نے اپنی گرفت مضبوط کر لی۔ وہ جیسے اپنے آنسو اسے نہیں دکھانا چاہتا تھا۔ وہ بالکل خاموش تھا۔ کچھ کہہ نہیں رہا تھا۔

اس کی خاموشی اور اپنے بڑھتے ہوئے گیلے کندھے اسے پاگل کر رہے تھے۔

"سسکندر پلیز سسکندر۔۔"

اسے اس مرد کے آنسو نے گویا کہرام مچا دیا تھا۔ وہ زور دے رہی تھی۔ بازو میں جلن ہو رہی تھی مگر اسے کوئی پرواہ نہیں تھی اسے پرواہ تھی تو اب بھی سکندر کی۔ پھر اس نے ہلکہ سا بڑبڑاتے ہوئے سکندر کو سُنا۔

"کیا اللہ اس قدر مہربان ہو سکتا ہے۔" بس یہ جملہ تھا اور اس ایک جملے نے رمشا کی ساری تکلیفیں دور کر دیں۔

رمشا نے اسے الگ کیا تو دکھ سے دیکھنے لگی اس کی آنکھیں بیحد سرُخ تھیں۔ جیسے جسم میں سارا خون سمٹ کر ان آنکھوں میں سما گیا ہو۔ اُف اتنی تکلیف اس کے پورے جسم میں نہیں تھی جتنی ان سیاہ گھور آنکھوں میں تھی۔

اس نے سکندر کے دونوں گال تھامے اور اس کے گلابی پڑتی ناک کو دیکھا تو رونے کے ساتھ اسے ہنسی آئی۔ بالکل بچہ ہے یہ۔ کتنا معصوم' کتنا صاف دل ہے اس کا۔ باہر سے چٹانوں جیسا سخت انسان اندر سے کتنا نرم ہے یہ اسے آج معلوم ہوا۔ سکندر نے اپنی پیشانی اس کے ساتھ ٹکا دی۔ طویل خاموشی کے بعد وہ بولا۔

"مجھے آج بلا آخر معلوم ہو ہی گیا۔" وہ چونک پڑی اس کی بات سے۔

"بھلا کیا؟"

"بولتی نہیں تھی تو پاگل کرتی تھی بولی ہو تو۔۔(وہ ہنس پڑا) رونگٹے کھڑے کر دیے۔" اس کی بات پہ رمشا کا منہ کھل گیا مگر وہ مذاق کو سائڈ پہ کر کے جاننا چاہتی تھی کہ اس کے اٹک اٹک کر بولنے سے وہ اسے آگے جا کر تنگ یا بیزار تو نہیں ہو گا۔

"سکندر(وہ اس سے الگ ہوئی) آپ میرے۔۔۔۔سے بیزار تت تو نہیں ہوں گے۔" سکندر اسے دیکھتا رہا۔ وہ سمجھ گیا کہ وہ کہنا کیا چا رہی ہے۔ وہ یہ سمجھ رہی کہ اس کے اٹک اٹک کے بولنے پر اسے چھوڑ دے گا' اس سے تنگ آ جائے گا۔

"بیزار ہونا ہوتا تو اسی دن ہو جاتا جس دن مجھے پتا چلا تھا کہ تم بول نہیں سکتی۔ پہلی فرصت میں تمھیں واپس پھینک آتا نا کہ تم سے نکاح کرتا اور سکندر نے پہلی اور آخری بار کسی لڑکی کو اپنایا ہے اور وہ لڑکی ہر گز عام نہیں ہو سکتی۔"

یہ لڑکی اپنی بولنے پہ سمجھ رہی ہے کہ وہ disgust فیل کرے گا اسے کیا پتا تھا اس کے ایک بول نے مجھے خدا کے سامنے سجدہ ریز ہو جانے پہ مجبور کر دیا ہے۔ آج میرے اندر کا سنر کچھ پل کے لئے اس کے بول سے دب گیا ہے۔ دل میں سوچتے وہ اس کی روئی ہوئے آنکھوں کو دیکھ رہا تھا۔

"سوری تمھیں کھینچا تھا درد تو نہیں ہو رہا؟" اس کے بازو کو دیکھ کر وہ فکر مندی سے پوچھ رہا تھا۔ رمشا کو اس شخص پہ ٹوٹ کر پیار وہ شخص جو اس کے لئے رویا تھا کیا اس زمانے میں بھی کوئی شخص آپ کے لئے رو سکتا ہے۔ نہیں۔ اتنا معصوم کوئی نہیں ہو سکتا۔ رمشا نے نفی میں سر ہلایا۔

تکیہ اس کا پیچھے سے درست کرنے لگا مگر وہ بہت چُپ لگ رہا تھا زیادہ نہیں بول رہا تھا جیسے وہ اب تک اس بات پہ بے یقین اس کی خدا کے اس رحم پہ بے یقین تھا۔

کمبل درست کر کے وہ مطمئن ہوا اسے دیکھا جو آنکھیں بند کر چکی تھیں۔ تھکن اس کے پورے چہرے پہ لکھی ہوئی تھی۔ وہ پتا نہیں آج اس کو ہاتھ نہیں لگا نا چا رہا تھا۔ پتا نہیں اس کنفیشن کے بات بار بار اسے اپنے ہاتھوں میں خون ہی خون دکھائی دے رہا تھا اور اس خون سے رنگے ہاتھوں کو دیکھ کر وہ خوف زدہ ہو رہا تھا۔ سکندر بھاوہ بھی خوفزدہ!!

جس کا نام سُن کر شخص بدک جاتا تھا۔ جس کا وجود ارد گرد دہشت پھیلا دیتا تھا۔ نڈر' بے خوف غنڈہ آج گھبرا رہا تھا۔ عجیب سی گھٹن اپنے اندر پھیلتی ہوئی محسوس ہو رہی تھی۔ رمشا نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا تو وہ چونکہ۔

"بجختاور سکندر۔۔۔"

وہ بختاور کے بارے میں پوچھ رہی تھی۔ آنکھیں ہنوز بند تھیں۔

"ہوں ٹھیک ہے تھوڑا سا شاکڈ تھی۔ ابھی پہلے حادثے کو بھی کتنا وقت ہوا تھا۔ نیند کا انجیکشن دیا ہے۔ کل تک اُٹھ جائے گی۔"

"آآپ مم مجھ سے پوچ چھے گے نن نہیں۔۔۔۔

"سکندر نے اس کے لبوں پہ انگلی رکھ دی۔ گویا اسے بولنے سے روک دیا پھر اس کے سر کو تھپک کر بولا۔

"میں کچھ نہیں پوچھوں گا رمشا ہر بندے کی کوئی نہ مجبوری یا وجوہات ہوتی ہیں جو وہ کام کرنے میں مجبور ہو جاتے ہیں جسے وہ در حقیقت کرنا نہیں چاہتے۔ اپنے دل کو صاف کر لو کہ تم نے مجھے چیٹ کیا ہے۔ زیادتی میں نے کی ہے تمھارے ساتھ تم نے نہیں اور ہاں خبردار دوبارہ مدر ٹریسا بننے کی آگر کوشش بھی کی تو۔"

"آآپ اککیلے کیوں مم مقابلہ کِک کررر ہے تھے۔۔۔"

آنکھیں کھولتے ہوئے اسے ایک دم یہ بات یاد آئی تو پوچھے بغیر نہ رہ سکی۔ وہ اسے چند لمحے دیکھتا رہا پھر اس کا ہاتھ اُٹھا کر اسے چوم کر اپنے گال پہ رکھ کر بولا۔

"کیونکہ انسان اپنی جنگ اکیلے لڑتا ہے۔ اپنی غلطیوں کی سزا دوسرا کیوں آخر بھگتے۔ اگر اسے بھگتنے کے لئے بلا لیا جائے اپنے ساتھ شامل کر لیا جائے ہاں جی میرے لئے لڑو چاہے تمھاری جان کیوں نہ چلے جائے تو اس جیسا بزدل بندہ کوئی ہے ہی نہیں نہ صرف بزدل بلکہ تھرڈ کلاس' گھٹیا خیر چھوڑو اب خاموش ہو کر سو جاو"

وہ باتوں کو بہت گھما پھیرا کر آخر میں جھڑک دیتا تھا۔ گو کہ اس بار اس کا جھڑکنا کافی مختلف تھا۔ اس میں نرمی شامل تھی۔ رمشا خاموشی سے اسے دیکھتی رہی پھر اپنی بھاری ہوتی پلکوں کو گراتے ہوئے وہ پر سکون سے سانس لیتی نیند کی آغوش میں چلی گئی ۔ جبکہ وہ اسے دیکھتا رہا مگر دماغی طور پہ وہ کسی اور دُنیا میں چلا گیا تھا۔

"پیچھے سے وہ لوگ کیسے آئے؟ تم سب کہاں مرے ہوئے تھے! ایسا تو ہو نہیں سکتا کہ وہ کسی بھی طور پہ پیچھے کے راستے سے آئے پھر یہ کیسے؟"

حنان بالکل سکندر کی طرح ان سب کو غضیلی نظروں سے تکتا دھاڑ رہا تھا۔ باقی جتنا وہ سکندر کی عزت کرتے تھے' اس سے ڈرتے تھے۔ اتنا ہی وہ حنان سے ڈرتے تھے۔

"اوراسے چھوڑوا گراس کمینے نے کہا کہ اس گھر سے دفع ہو جاو تو آنکھ بند کر کے کسی چیز کی پرواہ کیے بغیر نکل پڑے اور اسے اکیلے مرنے چھوڑ دیا۔اسے تو رہ رہ کر سکندر پہ غصہ آرہا تھا۔جب دل کیا ولن بن گیا جب دل کیا ہیرو بن گیا۔ سمجھتا کیا ہے وہ خود کو۔

"اگر سکندر کو کچھ ہو جاتا تو میں سب کا نام و نیشان مٹا دیتا۔" جاوید کرسی پہ بیٹھا تھا۔باقی سب مودب بنے سر جھکائے کھڑے ہوے تھے۔

"سر۔۔۔"

"تم تو چُپ ہی کر جاو کوئی کسی کا اتنا چمچہ نہیں ہوتا جتنا تم سکندر کے ہو۔مانا کہ اس کی بیوی کو لے کر جانا تمھاری زمہ داری تھی مگر اتنا بھی کیا پوری بات ہی سُن لینی تھی۔ تم سب کو فارغ کرتا ہوں میں اتنا غیر زمہ دارانہ رویے پہ میرا خون کھول رہا ہے۔" کہہ کر اس نے سگریٹ کا پیکٹ جیب سے نکالا۔جب بھی وہ ٹینز' یا غصہ ہوتا تو سگریٹ پیتا تھا۔البتہ سکندر کی طرح اسے شراب کی لت نہیں لگی ہوئی تھی۔ سگریٹ سلگا کر' اس نے بختاور کے کمرے کے بارے میں پوچھا اور پھر فون پر اس نے سکندر کو کال ملائی ۔جس کو اس نے اُٹھانا اپنا فرض نہیں سمجھا۔اسے اور تیش آیا

"سر بھا ٹھیک نہیں لگ رہے مجھے۔"

جاوید نے اس کو غصہ زرا سا ٹھنڈی کرنے کی کوشش کی اور بھا کی پریشانی بیان کرنا ضروری سمجھا۔

"ظاہر ہے کمینے کی بیوی کو گولی چھو کر گزری ہے۔ٹھیک تو ویسے بھی نہیں ہو گا۔"

"نہیں سر یہ وجہ نہیں ہے آج اس واقعہ کے ساتھ ایک اور چیز ہم پہ بم کی صورت گری ہے"

اب کی بار وہ چونک گیا۔ ٹہلتے ٹہلتے وہ ٹھہر گیا تھا۔

"ایسا کیا ہوا؟"

اندیشوں نے اسے گھیرے میں لیا۔جاوید کافی شاکڈ دکھائی دے رہا تھا۔اس نے یہ غور ہی نہیں کیا کہ وہ بالکل گُم سم لگ رہا تھا حالانکہ بڑے سے بڑے پرابلمز میں اتنا ٹینز نہیں ہوتا تھا۔

"میم بول سکتی ہیں سر۔"

پہلے تو اسے سمجھ میں نہیں آئی اس نے کیا کہا ہے پھر ایک دم سگریٹ کو پکڑے اس کے ہاتھ ایک دم اس کے ہنٹوں تک جانے سے رُک گئے' ساکت ہو گئے۔آنکھوں میں الجھن کے بجائے بے یقینی نے لے لی۔

....

کسی آواز پہ ایک وہ چونکہ۔ وہ وہی رمشا کے بازو پہ سر رکھے سو چکا تھا۔ پہلے تو اسے سمجھ نہیں آئی کہ وہ کہاں ہے پھر جب سر اُٹھا کر اپنی مندی مندی آنکھوں سے سامنے سوئے ہوئے چہرے کو دیکھا تو پھر اسے ہوش آیا اُٹھا تو دیکھا وہ بیٹھے بیٹھے ہی بیٹھے رمشا کے بازو پہ سر رکھے سو گیا تھا۔ وہ اسے دیکھتا ہوا اپنے ماضی میں چلا گیا اور جاتے ہوئے اسے نیند نے اپنے لپیٹ میں لیا اسے پتا ہی نہ چل سکا۔ احتیاط سے اُٹھ کر اس نے اپنے رولیکس میں ٹائیم دیکھا تو رات کے نو بج رہے تھے۔ اس نے اپنی کمر سیدھی کی پھر اسے دیکھا جو زرا سا بھی کسمائی نہیں تھی سکندر کو تشویش ہوئی ہاتھ سے اس کا ماتھا چیک کیا تو ٹیمپریچر بالکل نارمل تھا۔ دل کو تسلی ہوئی تو احتیاط سے اُٹھ پڑا۔ فون سامنے پڑے ٹیبل پہ تھا اور اسے اُٹھا کر اس نے آن کیا کیونکہ اس حادثے کے بعد وہ یہاں پہنچ کر اپنا فون بند کر چکا تھا ۔ وہ اس وقت تو کسی کی مداخلت نہیں چاہتا تھا۔ فون آن کر کے اس نے دیکھا۔ اس کا موبائل بار بار زور سے بز ہونے لگا جس میں حنان کی چار مسڈ کالز' دوانون نمبر کی مسڈ کالز اور ماجد کا میسج۔ اس نے ماجد کے میسج کو پڑھنا ضروری سمجھا۔ پڑھنے کے بعد اس نے انگلی سے اپنی پیشانی مسلی اور گہرا سانس لے کر اندر کے دروازے سے باہر کی طرف جانا بہتر سمجھا کیونکہ اس وقت حنان کو فیس نہیں کرنا چاہتا تھا۔ فون ملا کر اس نے کانوں سے لگایا۔

"ہلیو بھا بول رہا ہوں۔"

"ہوں۔۔۔"

"کلب میں موجود ہوں بیسمنٹ کی طرف آجاو فی الحال وہاں کوئی نہیں موجود۔ تیمور کو ایمیل سینڈ کرو۔ فون مت کرنا۔ ٹریک ہو رہی ہیں اس کی کالز۔ سمجھ تو آگئی تھی کہ اکیلا شفقت کا ہاتھ نہیں ہے۔ وہ تو میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ جیل سے بیل بھی اس سالے کی وجہ سے ہوا تھا۔ لگتا ہے اس نے بھا کا اصلی روپ نہیں دیکھا۔ رکھو اور فوراً آو اور یہاں احتیاط کرنا مجھے لگتا ہے کوئی ہماری حرکتوں کا نوٹس لے رہا ہے۔" فون بند کر کے اس نے اپنی آنکھیں زور سے میچیں۔ ٹھنڈی سانس لیتا' وہ اپنے قمیض کی بازو فولڈ کرنے لگا اور چلتا اس کمرے کے دروازے کے ساتھ والے دروازے کو اپنی جیب میں موجود چابی سے کھولتا اندر داخل ہوا تو لائٹ آن کر کے وہ دروازہ بند کرتا سیڑھیوں سے اُترنے لگا۔

"وہ فون نہیں اُٹھا رہے۔ پتا نہیں وہ شخص مدد کر سکے گا کہ نہیں۔" شنزا نے فون کو مایوسی سے پکڑے سائڈ پہ رکھا۔

"تم بہت بڑا رسک لی رہی ہو شنزا۔ وہ پولیس والا ہوتا' وکیل ہوتا' جج ہوتا تو سمجھ میں آتی کہ تم جو کچھ کر رہی ہو ٹھیک کر رہی ہو مگر وہ ایک غنڈہ ہے۔ غنڈے کا مطلب بھی سمجھتی ہو وہ کیا مدد کرے گا الٹا تم خود مصیبت میں پھنس جاو گی۔"

اس کی کزن نین تارا نے میگزین رکھتے ہوئے اس ایک بار پھر سمجھایا۔

"پتا ہے مگر مجھے لگتا ہے اس ملک کے غنڈے ہی کچھ کر سکتے ہیں۔ پولیس والے' وکیل' جج اور ڈاکٹر تو کسی کام کے نہیں ہے ۔رمشا کو کیڈنیپ ہوئے وے ایک مہینہ ہونے والا ہے اور کوئی کچھ نہیں کر پا رہا۔ مجھے اس شخص کی شکل یا باتوں سے لگتا ہے وہ میری ضرور مدد کرے گا۔ وہ عورتوں کی بہت عزت کرتا ہے اور ان کے عزت کے لئے کچھ بھی کرنے کو تیار ہے۔ بہت سے واقعہ ہم نے خود ٹی وی میں دیکھے ہیں اور نیٹ پہ تو اسی کا ذکر ہوتا ہے۔ مجھے پتا وہ ضرور میری مدد کرے گا اور جب میں اسے بتاوں گی یہ لڑکی آپ سے بہت محبت کرتی ہے تو وہ تب تو ضرور کچھ کرے گا۔"

"تم لڑکیاں نہ پاگل ہو گئی ہوں فینٹسی کی دُنیا سے نکلو ریل لائف بہت تلخ ہے میں تمھارے بھلے کے لئے کہہ رہی ہوں۔ رمشا کو اللہ کے حوالے کر کے پر سکون ہو جاو وہ جہاں کہی بھی ہو گی صحیح سلامت ہو گی۔" اس نے سامنے پڑا گلاس اُٹھا کر پانی کا ہلکہ سا سپ لے کر رکھا۔

"فینٹسی نہیں ہے نین!! وہ شخص میری مدد کرے گا۔"

"اتنا یقین کیسے ہے تمھیں؟"

"کیونکہ اس شخص نے مشی کی جان اور عزت دونوں بچائی تھی اور اسے باحفاظت ہوٹل چھوڑا تھا۔ تب سے تو وہ پگلی اس کی محبت میں مبتلا ہو چکی تھی۔"

اب کی بار نین تارا ٹھٹھک گئی اور اسے ایسے دیکھا کہ مذاق تو نہیں کر رہی مگر شزا کے چہرے پہ سنیجد گی تھی۔

"تم نے مجھے۔۔۔"

"کیونکہ اس کی بات پہ میرے علاوہ کسی نے یقین نہیں کرنا تھا اور آج دیکھ بھی لیا میں نے (اس کا اشارہ نین کی بے یقینی پہ تھا) اور مشی کا سب سے بڑا راز کو میں نہیں چاہتی تھی کہ سب کو پتا لگے اور اس کے جذبات اور بات کا لوگ مذاق اُڑائیں۔"

"میں نے بھلا کیوں اُڑانا تھا تمھاری ساری بات تحمل سے سُنی تمھیں مشورہ دیا بلکہ تمھاری اس سٹوپڈ حرکت پہ ساتھ بھی دیا اور کسی کو بھنک بھی نہیں لگنی دی۔" وہ ناراض ہو گئی اس کی بات سُن کر پھر اسے تجسس نے گھیر لیا۔

"ویسے ملاقات کیسے ہوئی زرا بتاو نا مشی نے بتایا۔۔"

"خاک بتانا تھا وہ تو فون میں ان صاحب بہادر کا نمبر اور نوٹس میں اپنی محبت کے جذبات اور داستان لکھی ہوئی تھی تب میں نے جانا کہ میں اس کی بیسٹ فرینڈ ہو کر اتنی بڑی بات نہیں جان سکی۔ حتاکہ اس کی محبت بھی اس کی آنکھوں سے دیکھ کر معلوم ہوئی جہاں ہر طرف سکندر ہی سکندر چھایا ہوا تھا۔"

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

"سر کمرے میں نہیں ہیں۔ میڈم سو رہی ہیں۔" حنان چونک کیا۔

"بختاور کے روم میں نہیں ہے اب بیوی کے روم میں نہیں ہے تو پھر ہے کہاں؟

"سر اٹیک شفقت نے نہیں کروایا تھا۔" ایک دم نذیر نے آ کر حنان کو اطلاع دی۔ حنان نے خفگی سے اسے دیکھا۔

"بہت شکریہ جلدی بتانے کا مجھے پہلے سے پتا چل گیا۔ اب کمینہ اس کا کفن تیار کروانے نہ گیا ہو۔"

"نہیں سر بھا کی گاڑی اِدھر ہی ہے۔"

نذیر کی بات پہ چونک گیا اسے سمجھ آ گئی۔ اس کا مطلب سکندر کو پتا چل گیا کہ اس سب کے پیچھے کس کا ہاتھ ہے۔

"Blood and bone تو نہیں کھلا ہوا

وہ کہہ رہا تھا جبکہ باقی سب بھی چونک پڑے۔ انھوں نے سوچا نہیں۔

"میرے ہاتھوں سے خون ہو جائے گا ایک دن۔"

مٹھیاں بھینچتا۔ وہ تیزی سے لمبے لمبے ڈگ بھرتا ہوا بیسمنٹ کی طرف بڑھا۔

****

"رات کے تین بجے کا مقابلہ لگوا دو۔ میں نہیں لڑوں گا تیمور لڑے گا۔ سب ٹائیم پہ آ جانے چاہیے۔ رکھو اوکے اللہ حافظ۔"

بڑے سے کیج کو نیچے آتا ہوا دیکھ کر وہ بازو پشت پہ لے کر جا کے اس طرف آیا۔

باقی سب کام میں لگ چکے تھے۔ مقابلہ سکندر نے کل رات تین بجے کا لگوایا ہوا تھا۔ ابھی تو صرف میٹنگ رکھی ہوئی تھی اور کلب جو کچھ ہفتوں کے لئے سکندر نے بند کیا تھا پھر سے کھول رہا تھا۔ وہ اپنے سمگلنگ کے کیس میں اتنا انولوڈ ہو چکا تھا کہ بلڈ اینڈ بون کی طرف اس کی توجہ ہٹتی جا رہی تھی۔ اسی سے تو سکندر کی ابتدا ہوئی تھی۔ اسی الیگل فائیٹس کی بدولت وہ آج شیر و سے سکندر بھا بنا تھا ورنہ تو اس کے پاس کچھ نہیں تھا۔

یہ تو بعد میں عامر بھا کر مرنے کے بعد اس نے ان کی جگہ لی تھی تو کاروبار اور پاور کے لحاظ سے وہ مزید مضبوط ہو گیا تھا۔

خیر کل اس نے مقابلہ منعقد کیا تھا۔ آج ظاہر ہے نہیں کر سکتا تھا۔ ایک تو وہ خود ٹھیک نہیں تھا دوسرا اس کام نمٹانے کے بعد اپنی رے کے پاس جانا تھا۔

کیج پہ ہاتھ رکھ وہ دیو ہیکل فائیٹنگ سٹیج گراونڈ کو دیکھنے لگا جس کو دو آدمی صاف کرنے میں مصروف تھے۔

اس مٹی اور گرد و غبار کو صاف ہوتا دیکھ کر وہ سوچ رہا تھا کیا ایسے دل بھی صاف نہیں ہو سکتے۔ جس طرح ایک جھاڑو کا زوردار سٹروک سے گند نکلتا ہے بلکہ زبردستی نکالا جاتا ہے۔ ڈسٹر سارے گند کو اپنے اندر جذب کر کے اس بے جان وجود سے مزید چپکے

ہوے گند کو ہٹادیتا ہے۔ گلنٹ سے ان میں چمک ڈالی جاتی ہے۔ جیسے ان جیسی چمکتی ہوئی چیز کوئی ہو ہی نہ تو ایسے دل کے ساتھ بھی کیوں نہیں کیا جاتا۔ دل صاف ہو کر بھی چمک جائے جیسے یہ بے جان شہ چمک جاتی ہیں۔

بے تاثر نگاہوں سے دیکھتے اس نے گہری سانس لی پھر مڑ کر بار کی طرف آیا جو اس کے آمد پہ کھول دیا گیا تھا۔ بار ٹینڈر اپنے یونی فورم کے بجائے عام سے حلیے میں پھرتی سے گلاس صاف کر رہا تھا۔ سکندر سے پہلے بات چیت ہو چکی تھی اس لیے خاموشی سے اپنے کام میں لگا رہا۔۔۔ سکندر بار سٹول پہ بیٹھ کر بولا۔

"Quicky دو مجھے۔"

وہ سپاٹ لہجے میں بولا اور انگلیاں پھنسائے۔ اپنی ٹانگیں ہلانے لگا۔

"جی سر۔" وہ اپنا کام چھوڑ کر سکندر کا ڈرنک بنانے لگا۔

اپنی داڑھی پہ ہاتھ پھیرتے اسے محسوس ہوا کوئی تیزی سے چلتا ہوا نیچے آ رہا تھا۔ اس کی قدموں کی چاپ سے اسے معلوم ہو گیا تھا کہ کمینہ آ رہا ہے۔ سر پہ ہاتھ رکھے کہ اس نے خود کو کمپوز کیا وہ بالکل اس کو سُنے کے موڈ میں نہیں تھا۔ وہ جانتا تھا کہ مقابلہ کا سلسلہ شروع ہونے پر وہ کس قدر پاگل ہو گا مگر اس نے بدلہ لینا تھا اس شخص نے سکندر بھا کی کمزوری کا فائدہ اُٹھایا تھا اس کی کمزوری رمشا اور بخت ہی تو تھی اور اس کا اندر کا بیسٹ' اس کی مردانگی پہ یہ بات تازیانے کی طرح لگی تھی۔ اگر بخت اور رے کو کچھ ہو جاتا تو اس کی رے کو تو گولی چھو کر بھی گزری تھی۔ کس قدر تکلیف میں تھی وہ کیسے چیختے ہوے اس کی باہوں میں جھول گئی تھی۔ سکندر کو لگا اس کے زمین پیروں تلے سے حقیقت میں کھینچ لی گئی ہو۔ اُف کیا قیامت تھی ابھی تو اس نے اس کہ بولنے پر خوشی سے پاگل ہونا تھا' جھگڑے ڈالنے تھے 'اس سے لڑنا تھا' ناراض ہونا تھا اور اسے چھیڑنا تھا مگر وہ رونے کے علاوہ کچھ نہ کر سکا۔

"سر۔۔۔"

سوچ کی دُنیا سے باہر نکل کر اس نے سامنے پڑے گلاس کو پکڑا اور پینے لگا تھا کہ ایک آواز نے اسے روک دیا۔

"سکندر۔۔۔"

"میں نہیں تمھیں مرنے دے سکتی۔۔۔ میں تمھیں اکیلا نہیں چھوڑ سکتی۔۔۔۔"

"سکندر چلو۔۔۔"

"آئیم سوری۔۔"

"میرا ہر بول تمھارے نام سکندر۔۔۔"

سکندر سے پینے کی ہمت نہیں ہوئی اس نے گلاس رکھ دیا۔وہ نہیں پی سکتا تھا آج تو بالکل بھی نہیں۔ بالوں کو مٹھیوں میں لیتے اس نے اپنی سُرخ آنکھیں بند کیں

"اوواو یہاں پینے کا سیشن چل رہا ہے۔زرا میرے لئے بھی لانا۔"حنان کی طنزیہ آواز پہ اس نے اپنا سر بازو پہ رکھ دیا۔

"کیا ہوا میرے سامنے کب سے شرمانے لگے پیو نا بلکہ میں بھی ساتھ دیتا ہوں تمھارا۔"

سکندر نے کوئی جواب نہیں دیا۔

"شیرِ داود صاحب میں آپ سے مخاطب ہوں۔"

اس نے سکندر کے پہلے نام سے اسے مخاطب کیا۔

"پلیز ڈونٹ کال می داٹ!! "

سکندر کے لہجے میں سختی تھی البتہ وہ اس نام سے اس دفعہ پاگل نہیں ہوا تھا۔

"کیوں؟داود صاحب کل آپ لڑنے والی ہیں تو میں آپ کو سکندر کیوں بھلا مخاطب کروں؟"

سکندر نے مٹھیاں زور سے بھینچ لی۔

"آئی سیڈ ڈونٹ کال می داٹ۔۔"

وہ بڑی مشکل سے خود پہ ضبط کر رہا تھا۔حنان بہت غلط ٹائیم پہ اس کی دُکھتی رگ پہ ہاتھ کے بجائے خنجر گھونپ رہا تھا مگر وہ ضبط کر رہا تھا۔اس ٹائیم وہ کسی کا منہ توڑنے کے بالکل موڈ میں نہیں تھا۔

"اس نام سے اتنی نفرت کیوں کہ جو مقام تمھیں سکندر بھا نے دیا وہ شیرِ داود نہ دے سکا یا سکندر بھا سب کچھ کر سکا مگر شیرِ داود بے بس تھا۔تمھیں اس نام سے نفرت نہیں تمھیں شیرِ داود کی بزدلی سے نفرت ہے۔"

سکندر اب اُٹھ پڑا اور اس نے حنان کا گیربان تھام کر اس کے جبڑے میں مکا دے مارا بلکہ ایک نہیں دو' تین چار۔سب حال میں موجود گھبرا گئے۔

"مجھے اس نام سے مت بلاؤ نہیں ہوں میں شیرِ داود!!!! نہیں ہوں میں۔"

وہ چلا اُٹھا۔حنان نے بھی اپنا گیربان چھڑوا کر اس کے ناک پہ مکا مارا۔

"تم ہو!!!! شیرِ داود آج میں تمھارے سامنے کہہ رہا ہوں کل میں دُنیا کے سامنے بھی کہوں گا۔کیا کر لو گے۔"دونوں میں اس وقت وحشت بھری ہوئی تھی۔فرسٹیشن تھی ان دونوں کے اندر جو دونوں ایک دوسرے کو مار کر نکال رہے تھے۔

"دُنیا بیشک اسے مرا ہوا سمجھ چکی ہے مگر میرے لئے آج بھی شیرِ داود زندہ ہے۔"

"شٹ آپ حنان!!! "

کیج کی طرف اسے پھینکتا اسے مارنے لگا کہ حنان نے اس کا مکے کو پکڑا اور زور سے جھٹک کر اس کو تھپڑ مارا۔

"نو یو شٹ آپ!!! جتنی تمھیں اس نام سے تکلیف ہوتی ہے۔ اپنے بے بسی یاد آتی ہے اتنا مجھے آج تکلیف ہوئی اپنے آپ سے محبت نہیں کرتے تو کچھ میرا ہی خیال کر لیتے' بخت کا خیال کر لیتے اور اپنی اس رمشا کا جس کو زبردستی اپنی زندگی میں شامل کیا۔" وہ اس کا گیریبان تھامے' اپنے ناک اور ہونٹ سے بہتے ہوئے خون سمیت دھاڑ رہا تھا۔ سکندر اب کی بار رک گیا۔ اس کی بھی حالت حنان نے بگاڑ دی تھی۔

"خود کو اذیت دیتے دیتے تم ہم سب کو اذیت دے جاتے ہو شیر و!!!! کیوں کھولا فائیٹ کلب اللہ کا شکر ادا کیا تھا کہ تم نے بند کر دیا اسے منحوس جگہ کو۔ جہاں جوئے کی موت لکھی ہوتی ہے۔ تنگ آگیا ہوں میں اب میرا ضمیر بھی اب مجھ پہ کوڑے برسانے لگا ہے اپنی حرکتوں سے باز آ جاو میرے لئے نہیں تو اس لڑکی کے لئے جس نے تمھارے لئے گولی کھائی۔" اس نے سکندر کو چھوڑ دیا۔

"تم سمگلنگ کرتے ہو' تم نے مرڈرز کیے' تم ہیر پھیر والے کام کرتے ہو' شراب پیتے ہو لوگوں کو اپنی جوتے تلے مسلتے ہو۔ الیگل فائیٹس کرواتے ہو کون سے کام تم نے نہیں کیے مگر اس کے سائڈ ایفیکٹس جانتے ہو جانتے ہو کیا ہیں جتنا بو گے اتنا کاٹو گے۔ بخت پہ حملہ ہوا' تمھارے گھر پہ حملہ ہوا جس کی وجہ سے رمشا کو گولی لگی تو ان کو ختم کر کے تمھیں لگتا ہے سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا نہیں تمھیں اپنی پرواہ نہیں ہے مگر بیوی اور بھانجی کی کر لو۔ وہ کہاں جائے گی اگر تمھیں کچھ ہو گیا معاشرہ انھیں نگل لے گا۔ کوئی ان سے ہمدردی نہیں کرے گا شیرو کوئی نہیں کرے گا۔ یہاں تک ان کے اپنے بھی نہیں۔" شیرِ داود سکندر سُنتا رہا اس کی بات پھر سر پہ ہاتھ رکھ کر اس نے کیج پہ مکا مارا۔

"تو کیا چھوڑ دوں سب کچھ اور چھپ جاوں' بھاگ جاوں نہیں حنان شیر داود کو مارنا آسان نہیں تھا۔ میں چاہ کر بھی ایک اچھا انسان' ایک اچھی زندگی نہیں گزار سکتا۔ یہ میرے مقدر میں نہیں ہے۔ جتنا بو گے اتنا کاٹو گے(وہ تمسخر انداز میں ہنستے اپنا سر کیج سے ٹکا چکا تھا) تو سترہ سال کی عمر میں شیرِ داود نے کیا کیا تھا آخر کس کا بُرا چاہ تھا۔ اس نے تو کچھ بویا ہی نہیں تھا تو اسے اتنا کچھ کاٹنا کیوں پڑا!!! آخر کیوں۔ مانتا ہوں میں شروع سے اتنا نیک' اتنا پرہیزگار نہیں تھا میرے اندر کے Saint اور sinner دونوں موجود تھے دونوں میں روزانہ ایک جنگ چھیڑی رہتی تھی۔ کبھی میرے اندر کا سینٹ جیت جاتا تھا تو کبھی سنر مگر اس واقعہ نے تو میرے اندر کے سنر میں ایک آگ دہکا دی جس نے میرے اندر کے سینٹ کو جلا ڈالا بسم کر ڈالا۔

میں اگر شروع سے اچھا ہوتا تو کبھی شیرِ داود سکندر سے سکندر حدید علم نہیں بنتا یہ سب واقعہ یا تو مجھے جیتے جی یا حقیقت میں مار دیتا یا پھر پاگل کر ڈالتا لیکن سکندر بہانہ بنتا یہ شروع سے بُرائی کا عنصر میرے خون میں شامل تھا رگوں میں دوڑتا' لہو بن کر پھیلتا گیا مگر رُک سا گیا۔ بس اسے تو موقعہ چاہیے تھا کہ ایک دھکا لگے اور جسم میں پھیلتے پھیلتے ہر اعضا کو اپنے گناہ سے الود کر دے اور اسے وہ موقعہ مل گیا۔ (ایک بار پھر وہ ہنسا) ۔

وہ جو کہتے ہیں میں بڑا پرہیز گار تھا تو مجھے حالات نے ایسا بنا دیا نہیں!!! میں بہک گیا۔ اب مجھے اچھا بنا ہے۔ مگر کیسے بنوں معاشرہ نہیں بنے دیتا سُنتے ہو نہ حوالات میں اپنے جیسوں کی کہانی ان کی زبانی۔ مجھے ہنسی آتی ہے میں پہلے اچھا تھا اب بُرا بن گیا۔۔ سارا الزام حالات پر مگر حالات تو آزمائش ہوتی ہے وہ تو آپ کے نفس کو آزماتی ہے۔ سینٹ یا تو آپ کے نفس کو لگام ہونے سے روکتا ہے یا سنر اسے لگام ہونے دیتا ہے۔ اس کو کنڑول آپ کا دل' آپ کا ضمیر آپ کا دماغ کرتا ہے۔ صحیح راستہ تو ہمارے خدا نے دکھا دیا اب یہ ہم پر ہے کہ کون سا چنتے ہیں۔ یہ ہمیں پہ ہوتا ہے کہ ہم سینٹ کو جیتاتے ہیں یا سنر کو۔ غلطیاں تو سب انسان سے ہوتی ہیں' گناہ بھی ہوتے ہیں ایسا تو ہو نہیں سکتا کہ کوئی انسان پرفیکٹ ہو اللہ کے سوا مگر جو دل سے شرمندہ ہوتے ہیں' گلٹی ہو وہ عہد کرتا کہ دوبارہ ایسا نہیں کرونگا تو سمجھ لو ان کا دل' دماغ اور ضمیر زندہ ہے مگر اندر کے سینٹ اور سنر دونوں موجود ہے اور اپنی اپنی جنگ لڑ رہے ہیں مگر ان کا کچھ نہیں ہو سکتا جن کا نہ دل ہوں' نہ دماغ نہ ہی ضمیر اور میرا ان میں سے کچھ نہیں رہا۔ اندر سوائے اپنے گناہوں کی سیاہی کے کچھ نہیں ہے۔ میں نہیں چھوڑ سکتا۔ یہ سب میں چاہ کر بھی نہیں چھوڑ سکتا۔"

سفاکی سے بولتا ہوا وہ بالکل تھک گیا تھا۔ حنان ساکت کھڑے اسے دیکھتا رہا پھر گہرا سانس لیتے ہوئے بولا۔

"تمھاری باتیں سو فیصد درست ہیں مگر یہ کہنا کہ تمھارے اندر کا دل' ضمیر اور دماغ مر چکا ہے بالکل غلط!!! اگر مر چکا ہوتا تو تم رمشا کو کیڈنیپ کرنے کے بعد اس سے محبت نہ کرتے۔ اس کی محرومی جان کر تو اسے بالکل نہ اپناتے۔ دیوانگی تمھارے اندر کوٹ کوٹ کے نہ بھری ہوتی جو تم اس لڑکی کے لیے دکھاتے ہو تم اداروں میں ڈونیشن نہ دیتے۔ کم سے کم میری نظروں میں یہ دکھاوے والا کام نہیں ہے۔ تم عورتوں کی عزت نہ کرتے۔ ان کے لئے آواز نہ اُٹھاتے' ان کے لیے بلاوجہ کسی کا منہ نہ تڑواتے۔ رمشا کے لئے تمھیں اپنے جگر حازق کا ہاتھ نہ کاٹتے' اس کے بعد تم حازق کو معاف نہ کرتے۔ اور سب گھر کے فرد' نوکروں' باڈی گارڈ سمیت کو نکال کر اکیلے نہ مقابلہ کرتے تو یہ مت کہو کہ تمھارے اندر کا سینٹ مر چکا ہے بلکہ اسے تمھارے سنر نے قید میں ڈال دیا ہے اور وہ کسی طرح باہر آنے کی کوشش کر رہا ہے یہ تو تمھارے دل نے پردہ ڈالا ہے۔ اس لئے تم سمجھ نہیں رہے ہو میں چاہتا ہوں کہ تم اپنے سنر کو آزاد کرو اور ایک بار پھر اس جنگ کو شروع کرو۔ پہلے ان دونوں کا مقابلہ لگاو بعد میں یہ دنیاوی مقابلہ لگاتے رہنا۔"

وہ لاجواب ہو گیا وہ گھوم کر اسے دیکھنے لگا جو وہاں سے چلا گیا تھا۔

※※※※※※※※※※※※※※※※※※

"صاحب بی بی کچھ کھا نہیں رہی۔ وہ نہانے گھس گئی۔۔۔ میں نے روکا بھی کہ آپ کو تکلیف ہو گی مگر انھوں نے کہا کہ وہ ٹھیک ہیں زرا سی چوٹ لگی ہے۔۔ میں نے آپ کو بھی حوالہ دیا تو انھوں نے کہا کہ وہ آپ سے ڈرتے نہیں ہیں۔

سکندر کے لبوں پہ مسکراہٹ پھیلی 'اخبار رکھ کر وہ اُٹھا۔ وہ اس وقت وائٹ شرٹ' بلیو پینٹ میں ملبوس لائٹ بلیو ٹائے پہنے چارمنگ لگ رہا تھا البتہ چہرے پہ زرا زرا سے نیل پڑتے ہوئے تھے اور تو اور نیا چینج یہ تھا کہ وہ کلین شیو میں تھا۔ اس کا کوٹ سامنے چیر پہ پڑا تھا یہ تبدیلی سمجھ سے باہر تھی مگر جو بھی تھا نظروں کو بڑی بھلی لگ رہی تھی۔

"ضدی ہے تمھاری میڈم مگر ہم ان سے ڈبل ضدی ہیں جاو دوسرا سوپ کا پیالہ' اور اورنج جوس لاؤ۔ وہ اورنج جوس پیتی ہے بخت کو ناشتہ دے دیا؟"

"جی چھوٹی بی بی آپ کا اور بڑی بی بی کا پوچھ رہی ہیں۔"

"آتا ہوں اس کو بولو فریش ہو جائے۔ میں پہلے اپنی رے کو دیکھ آوں۔" کہہ کر اس نے کوٹ اُٹھایا اور پہن کر سیدھا اس کے روم کی طرف آیا۔ ابھی انھوں نے سکندر ولا میں رہنے کا رسک نہیں لیا جب تک انویسٹگیشن ہو نہیں جاتی تب تک وہ پرانے گھر میں نہیں جائے گے۔ حنان نے وارنگ دی تھی۔

"ایک بات بتاو بھا نے حلیہ کیوں بدلہ ہے۔۔۔۔"

اس کو جاتا ہوا دیکھ کر تجسس کی ماری شکیلہ نے ڈرائینگ روم میں آتے جاوید کو دیکھ کر پوچھا۔ جاوید پہلے چونک گیا مگر سکندر کا رائیٹ ہینڈ ہونے کی وجہ سے وہ اس کا جواب دے نہیں تھا اس لئے سختی سے بولا۔

"اپنے کام سے کام رکھو۔۔۔۔"

"لو بھلا میں نے اس تبدیلی کہ وجہ پوچھی ہے۔ ہاں شاید بڑی بی بی کی وجہ سے ہو خیر سانو کی بھا ویسے شہزادے لگ رہے ہیں۔"

دروازہ کھول کر وہ اندر داخل ہوا۔ اسے دیکھا جو بالوں کو تولیے سے خشک کرتی جھکی ہوئی تھی۔ اس نے کالی لمبی ہاف سلیوز جدید پرنٹڈ قمیض پہنی ہوئی تھی۔ اس کا چہرہ دوسری طرف تھا مگر سکندر نے اس کے زخمی ہوئے بازو پہ نظریں گھمائیں۔ تو بدرنگ پٹی پہ اسے غصہ آگیا۔ یہ خیال کرے گی اپنا۔ دروازہ بند ہونے کی آواز رمشا نے گردن گھما کر دیکھا تو اچھل پڑی۔ پھر غور کرنے پہ احساس ہوا تو اس کی آنکھیں بے یقینی سے پھیل گئیں۔ سکندر کلین شیو میں۔

"تمھارا کیا کروں میں۔ مجھے کہتی ہو کہ میں ہمیشہ اپنی کرتا ہوں اپنے بارے میں تمھارے رائے کیا ہے۔ کاش مانا بھی کیا تھا زخم پہ پانی نہ پڑے۔ زیادہ ہلنے سے تکلیف ہو گی۔۔"

وہ اس طرف آیا اور اس کے بازو پکڑ کر دیکھنے لگا جبکہ رمشا اس کے چمکتے ہوئے چہرے کو دیکھ رہی تھی۔ وہ داڑھی کے بنا اس سے کہی زیادہ ہنڈسم لگ رہا تھا مگر اس کی رفنس' اس کا رف ٹف لک تو اس کی کمزوری تھی یہ کیا کیا اس نے۔ غصہ رمشا کو بہت آیا۔

"آ آپ نے شیو۔۔۔۔۔ کیوں کی۔۔؟"

ٹھہر ٹھہر کر بولتی وہ کچھ لفظ بالکل صحیح سے ادا کر پا رہی تھی۔ سکندر نے سر اُٹھا کر اسے دیکھا۔ وہ اسے غصے سے دیکھ رہی تھی۔

"مرضی میری جیسے تم اپنی مرضی کرتی ہو اور محترمہ نے کھڑکی بھی کھولی ہے زکام بخار ہو گیا تو میں بالکل علاج نہیں کروانے والا"۔

اس کو چھوڑ کر تیزی سے کھڑکی کو سلائیڈ کر کے بند کیا۔ وہ مڑا تو وہ اسے دیکھ رہی تھی۔

"آپ نے۔۔۔ کس۔۔۔ سے پوچھ کر۔۔۔۔ شیو کی۔۔۔"

سکندر کو ہنسی آئی مگر خود پی سنیجدگی طاری کرتا ہوا بولا۔

"اب میں اتنا بُرا بھی نہیں لگ رہا۔ ویسے شرافت نہیں ٹپک رہی۔ تمھارا آئیڈیل ہزبنڈ بنے کی کوشش کر رہا ہوں۔"

ہونہہ آئیڈیل ہزبنڈ۔ اسے کیا پتا اس کا آئیڈیل وہی پرانا والا حلیہ تھا۔

"مجھے۔۔۔ داڑھی والا۔۔۔۔ سکندر لا۔۔۔۔ کر دیں۔۔۔"

آہستگی اور غصے سے کہتی وہ ٹاول رکھ چکی تھی۔ سکندر ہنس پڑا۔

"آ جائے گا وہ بھی ابھی اس کلین شیو والے سکندر سے کام چلاو تم۔ ویسے رے بندہ جھوٹے منہ تعریف کر دیتا ہے ابھی میری فارنر کلائنٹس آئیں
گئیں میری تعریف کرے گی وہ بھی سچے دل سے مگر مجھے۔۔۔۔۔۔"

اس نے اس کی بات مکمل نہیں ہونے دی کہ رمشا دہل کر اسے ٹاول پھینکتے ہوئے بولی۔

"تو۔۔۔ وووہ فارنر لڑکیوں۔۔۔۔۔۔ کے لئے تیار ہوئے آپ۔۔۔"

اس کو درد ہو رہا تھا مگر پھر بھی وہ تیزی سے بولی۔

"توبہ میری!! کیسی بات کر رہی ہو زبان آئی تو زیادہ شک کرنے لگی ہو۔ روس سے میرے مہمان آ رہے ہیں تو ان سے میٹنگ کے لئے جا رہا ہوں باہر والوں کے ساتھ میں ایسے سوٹ میں ہی جاتا ہوں امپریشن اچھا پڑتا ہے۔"

"مجھے امپریس۔۔۔۔ کِک کرنے کے لئے تو نن۔۔۔"

سکندر اس کے پاس آیا اسے باہوں میں لیے اس کے بال ہٹانے لگا کہ رمشا نے جھٹکا۔

"ابھی تو کہہ رہی تھی کہ داڑھی والا سکندر چاہیے۔"

وہ شرارت سے بولا۔۔۔۔

" چھچھچھوڑے مجھے۔۔۔۔۔" اس کی آنکھوں میں نمی آنے لگی سکندر اس کی زبان کی وجہ سے اس سے بیزار ہو جائے گا وہ بھی اتنی جلدی۔

اپنی گرفت مضبوط کرتا اسے زرا سا اُٹھا کر اپنا چہرہ اس کے چہرے کے قریب لاتے ہوئے بولا۔

"چھوڑنے کے لئے نہیں اپنایا تمھیں اور یہ کیا یہ شیمپو۔۔۔۔۔(اس نے زرا سے سونگھ کے کہا) مجھے یہ شیمپو نہیں پسند اچھا نہیں ہے۔۔"

حالانکہ بہت اچھا تھا مگر سکندر نہیں چاہتا تھا اس کی مہک سے کوئی متوجہ ہو اور اس کی طرف دیکھے۔رمشا ایک دم ٹھہر گئی۔اسے یاد آیا سکندر نشے کی حالت میں کہا تھا اسے اس شیمپو سے نفرت ہے۔وہ اسے ٹرامپل کرنا چاہتا تھا۔

"ببب بہت۔۔۔۔۔اچھا ہے۔۔۔۔۔۔مم میں یہی لگا۔۔۔وں گی۔۔"

رمشا اس کے کندھے پہ ہاتھ رکھے بولی۔

سکندر نے اسے گھورا اور اسے چھوڑ کر واش روم کی طرف بڑھا۔رمشا نے اسے دیکھا جو باہر شیمپو کی باٹل کو پکڑے سلائڈنگ کھڑکی کھول کر باہر نکلا رمشا چلتے ہوئے اس کے پیچھے آئی اسے پتا تھا وہ اسے پھینک دے گا مگر اس نے لائٹر سے اس شیمپو کی بوٹل کو جلانے لگا

"سکندر!!!! "

وہ حیران ہو گئی۔سکندر سے جب باٹل صحیح سے نہ جلا تو سامنے پڑی ڈسٹ بن میں پھینک کر جھکتے بن میں پڑے ہوئے ریپر کو جلایا اور اُٹھ گیا۔

"مجھے نہیں اچھا لگتا تو تمھیں بھی نہیں لگنا چاہیے اتنی تیز خوشبو ہے اور یہ خوشبو۔"

وہ آگے سے کچھ بھی کہیے بغیر اس کا ہاتھ پکڑ کر اندر لایا۔

"آپ۔۔۔۔پاگل۔۔۔۔۔۔ہیں۔۔۔۔"

وہ حیرت سے باہر ڈسٹ بن کو دیکھتی۔بڑبڑا کر بولی۔سکندر خفگی سے اسے دیکھتے ہوئے بولا۔

"یہ آپ کو چھ سوارتالیس گھنٹے بعد پتا چلا کہ میں پاگل ہوں۔"

"شیمپو۔۔۔۔۔۔۔کو۔۔۔۔۔کون ٹرامپل کرتا ہے۔۔۔"

نرمی سے کہتے ہوئے اس نے سکندر کو دیکھا۔

"آؤ تمھیں تو بال سھو کانے نہیں آتے اور پٹی چینج کروں۔ بختاور بھی کچھ دیر میں آجائے گی۔"اس کا ہاتھ پکڑے وہ بولا۔ جو نروٹھے پن سے ہاتھ چھڑوا کر بولی۔

"جائے ان فف فارنر کے۔۔۔۔۔پاس۔۔۔۔۔ان کو۔۔۔امپریس کریں۔۔۔"سکندر نے کچھ بھی کہے بغیر اسے اُٹھالیا۔

"میں اس وقت اپنی بیوی کو امپریس کرنے کے موڈ میں ہوں۔"

••

بستر پہ اسے بٹھا کر وہ سامنے دراز سے ایڈ باکس نکالنے لگا۔

رمشا اسے گھورتے ہوئے دیکھی جارہی تھی۔اسے بالکل نہیں اچھا لگ رہا تھا اس کا نیا روپ۔اب تو وہ اس کے چہرے کو چھو بھی نہیں سکے گی۔داڑھی کی چُبن جو اسے اچھی لگتی تھی۔اب اس کے ہاتھ ترستے رہیں گے۔دل عجیب سی خواہش کررہا تھا۔

"داڑھی آجائے گی یار پھر محسوس کرلینا ان کی چبن۔اب تو مجھے بھی گلٹی کررہی ہو کہ میں نے آخر شیو کیوں کی۔"

وہ اس کے ساتھ بیٹھ کر باکس کھولتے ہوئے بولا تو اس نے جھٹکے سے اسے دیکھا وہ مسکرارہا تھا۔

"تت تمھیں۔۔۔"

"رے جب تم بولتی نہیں تھی تو میں تمھاری آنکھیں' تمھاری باڈی لینگویج پڑھ لیتا تھا کہ اس وقت تمھارے دل میں کیا چل رہا ہے(بولتے ہوئے ہاتھ بڑھا کر اس کی بازو پہ لگی پٹی کھولنے لگا) اب اس کا یہ مطلب تھوڑی ہے کہ تم بولنے لگ گئی ہو تو تمھارے اندر کیا چل رہا ہے وہ میں بھانپ نہیں سکوں گا۔"

رمشا نے اسے پھر اپنے بازو کو دیکھا پھر بات بدلنے کے لئے بولی۔

"تم ڈرگ۔۔۔۔۔سمگلنگ کرنے۔۔۔۔۔جارہے۔۔۔۔۔ہو۔۔۔؟"

سکندر نے اب کی بار سر اُٹھا کر اسے نہیں دیکھا۔بس احتیاط سے پٹی کھول کر اس کے زخم کو دیکھنے لگا۔بازو کا حصہ جہاں پہ چوٹ لگی تھی اس کے گرد کافی سُرخی پھیلی ہوئی تھی۔زخمی جلد پہ دو سٹچیس لگے ہوئے تھے۔باقی رمشا کو کوئی نقصان نہیں ہوا تھا مگر اس کے باوجود یہ دیکھنے سے سکندر کو بہت تکلیف پہنچی۔جھک کر سُرخ حصے کو چومتے ہوئے بولا۔

"آئیم سوری میری وجہ سے تمھیں اتنی تکلیف ہوئی(پھر دوبارہ اسے چھو کر وہ سیدھا ہوا) میری زندگی میں جب سے آئی ہو تب سے تمھیں بہت سی تکالیف کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔"

کریم کو احتیاط سے لگاتے ہوئے وہ پھر بولا۔

"مگر میرا اب وعدہ ہے سوری وعدہ نہیں کر سکتا کیونکہ یہ قسمت میری سب سے بڑی دشمن ہے بار بار مجھے چیلنج کرتی ہے۔میرے کئے گئے وعدوں کو بے معانی بنانے کی کوشش کرتی ہے مگر تمھارے لئے تم سے کیے گئے وعدوں سے لڑوں گا اس لڑائی میں مر بھی گیا تو خوشی خوشی مر جاوں گا۔"رمشا اس کی باتوں سے دہل گئی۔ہونٹ' ٹھوڑی کانپنے لگی۔ہاتھوں کو مٹھیوں میں بھینچے اس نے کوشش کی اس کی آواز بھر نہ آئی ہو۔

"تم مجھے سے کتنا۔۔۔۔۔۔پپ پیار کرتے ہو؟"

وہ اس کے زخموں کی ڈریسنگ کر چکا تھا جب رمشا کی بات پہ چونک گیا۔

اتنے میں دستک ہوئی تو رمشا نے ایک دم چونک کر سامنے بیڈ پہ پڑا دوپٹہ اُٹھایا۔

"یس!!"

سکندر نے اسے دیکھا پھر گھمبیر آواز میں بولا۔

دروازہ کھول کر ملازمہ ٹرے تھامے اس کا سوپ اور جوس لائی اور سامنے پڑا لکڑی کا خوبصورت ٹیبل پہ رکھ کر بنا کچھ کہیے واپس مڑ کر چل پڑی۔وہ دونوں اسے دوران خاموش تھے۔جب دروازہ بند ہوا تو سکندر نے اس کے جھکے سر کو دیکھا۔

"تم بتاوں کہ میں تم سے کتنی محبت کرتا ہوں؟"

اس کے سوال پہ رمشا نے اپنا جھکا ہوا سر اُٹھا کر اسے دیکھا۔وہ سنیجدگی سے اسے دیکھ رہا تھا۔

"میں تم سے محبت نہیں کرتا رمشا۔۔۔۔"

جب اتنی طویل خاموشی کے بعد بھی رمشا کچھ نہ کہہ سکی تو سکندر گھمبیر لہجے میں بولتا اسے ساکت کر گیا۔تو کیا سکندر اس سے محبت نہیں کرتا۔

"نہ ہی تم سے عشق کرتا ہوں۔"

ایک اور جھٹکا تو پھر یہ سب اتنی محبت' اتنی کیرنگ' اتنی دیوانگی یہ کیا تھی۔

"میں تم سے محبت اور عشق بھلا کیوں کروں جبکہ تم نے مجھے ایک بیماری میں مبتلا کر دیا ہے۔"

رمشا نے جھٹکے سے دیکھا یہ کیا کہہ رہا ہے۔کون سی بیماری۔اس کا دماغ تو نہیں ٹھیک۔

"دماغ نے کیا خاک ٹھیک ہونا ہے؟ مریض بنادیا تم نے۔"

"کس۔۔۔۔۔چیز کا۔۔۔مریض؟ یہ کیا۔۔۔بول رہے ہو سکندر۔۔۔"

آہستگی سے اس نے شکوہ کیا۔اس نے تو کچھ نہیں کیا اب تو جو کچھ کیا ہے وہ سکندر نے کیا ہے۔

"کس چیز کا مریض؟"

وہ تمسخرا ہنسا۔

"مجھے او ایل ڈی ہو چکا ہے رمشا وہ بھی تمھارا؟ اور تم کہتی ہو کس چیز کا مریض؟ بیمار ہو چکا ہوں ہمیشہ کے لئے۔لاعلاج بیماری میں مبتلا ہوں چکا ہوں۔"

رمشا نے نا سمجھی سے دیکھا او ایل ڈی۔

"اوبسیسو لوڈس آڈر!! سمجھ میں آئی!! اتنا تم میرے دماغ میں حاوی ہو چکی ہو کہ تمھارے علاوہ میری سوچ کہی جاتی نہیں لے کر جانے کی کوشش بھی کرتا ہوں تو تم اپنا یہ چہرہ' اپنی حرکتوں کو سامنے لے آتی ہو اب تو بولنے لگی ہو تو میرے کانوں کو بھی تنگ کر کے رکھ دیا ہے۔وائی کیوں کیا تم نے ایسا کیڈنیپ کرنے کی اتنی بڑی سزا۔" وہ ہکابکا رہ گئی۔

"مجھے بڑی سے لے کر چھوٹی سی چھوٹی جان بے جان شہ بھی زہر لگنے لگی ہے جو میرے بیچ میں آئے۔تم سے دور کرے 'دوسرے کو تمھاری طرف متوجہ کرے۔اس کو وجود مٹادینا چاہتا ہوں۔اتنا بے رحم اور اتنا ظالم کیوں بنادیا۔"

"سائیکو' پاگل آدمی' نشئی' دیوانہ کے خطاب مجھے اب جا کر ملے ہیں حالانکہ میں پہلے سے ایسا تھا مگر تم نے مجھے اتنا ظاہر کر دیا لوگوں کے سامنے کہ لوگ یہ کہنے پہ مجبور ہو گئے۔"

یہ اتنے گلے کیوں کر رہا ہے' آخر اس نے تھوڑی یہ سب کیا ہے' مگر وہ خاموشی سے سُنتی رہی۔

"میرا جیسا مضبوط پتھر دل' برف سے زیادہ سرد آدمی ایک لمحے میں پگھل گیا۔ تمھارے سامنے رونے پہ مجبور ہو گیا۔پتا چلا تمھارے سامنے میں کچھ بھی نہیں ہوں راکھ کی مانند اوقات ہے میری۔تم سے خوف آنے لگا کہ تم اتنی طاقتور ہو کہ میرے دل میں چھپی ہر بار تالے توڑ کر تمھارے سامنے آنے لگی ہے۔میں چاہ کر بھی ہر مرد کی طرح تم سے اپنی فیلنگز' اپنی بات نہ چھپا سکا۔مجھے لگتا ہے تم نے مجھے ہپنوٹائز کر دیا ہے بھلا کیوں نہیں یہ نہیں بتاوں گا دیکھا منہ سے کیا کیا نکلتا جارہا ہے۔تم مجھ سے پوچھو گی کہ میں تم سے کتنی محبت کرتا ہوں تو اس بات پہ میں بولنے لگ گیا تو رُک نہیں سکوں گا۔

آئی نو سُننے والے کو یہ بیحد چیزی لگے گا مگر میں اپنی بے بسی اپنی بیماری بیان کر رہا ہوں۔دل گرنے لگتا ہے جب عجیب سی سوچیں میرے دماغ میں آتی ہیں اگر تم کسی اور کی ہو گئی۔لائیک مجھے کچھ ہو جاتا ہے ظاہر مجھ جیسے بندے کی زندگی کا بھروسہ تھوڑی ہے

آج ہوں ایک سکینڈ بعد نہیں ہوں گا(رمشا کو اس کی باتیں ڈرا رہی تھیں' سفید چہرہ لئے اس کو سُنتی رہی) تو کسی نے تمھیں حاصل کر لیا۔ تمھیں اپنا بنا لیا۔۔۔اُف۔۔۔۔۔" ۔اس نے آنکھیں لمحے کے لئے بند کرنے کے بعد اسے دیکھا وہ بت بنی اسے سُن رہی تھی۔اس کے قریب ہوتے ہوئے اس نے اس کے کندھے کے گرد بازو پھیلائے اور ایک ہاتھ اس کے گال پہ رکھ کر بولا ۔

"تم سے کچھ نہیں مانگوں گا سوائے ایک چیز کے رمشا بولو اسے گنہگار آدمی کو وہ دو گی۔"

رمشا نے ہمت کر کے ڈرتے ہوئے اسے دیکھا۔اسے پورے مہینے میں پہلی بار اسے سکندر سے خوف آیا تھا۔اس کی باتیں ڈرا رہی تھی۔وہ کہنا چاہتی تھی کہ چُپ ہو جاو مگر اس کے لب ہلے تو وہ اتنا کہہ سکی۔

"کیا۔۔"

"اپنے نام کے ساتھ لگا میرا نام کبھی الگ نہیں کرو گی چاہے میں رہوں یا نہ رہوں۔"

اس کا پورا جسم اس کی بات سے کانپ اُٹھا۔

"میرے مرنے کے بعد اگر تم کوئی بھی کہیے اسے بھول جاو!! وہ تمھارے لائیق نہیں تھا۔تم اس سے اچھا لڑکا ملے گا تم خوش رکھے گا شادی کر لو تو تم۔۔۔۔۔"

"رمشا نے اس کی کوٹ کو سختی سے تھام لیا۔

"چُپ ہو جاو!!!"

وہ اذیت سے بولی۔

"سلفیش ہوں۔دُنیا میں ہر چیز دینے کو تیار ہوں مگر تمھیں نہیں تم اس نام کو الگ نہیں کرو گی۔"

"چُپ کر جاو۔۔۔"

گلے میں درد شروع ہو چکا تھا۔آنکھوں میں پانی آنے لگا۔

"ٹرسٹ می رمشا یہ مت سمجھو کہ (اس نے اس کا ہاتھ پکڑا اور دل پہ رکھا) میں اس طرح کا آدمی ہوں جو تمھارے ہونے یا نہ ہونے پر کسی اور عورت کو اپنی زندگی میں لاؤں گا اس کی تمنا کروں گا بالکل بھی نہیں اگر اللہ تعالی مجھے تمھارے علاوہ کوئی حور بھی دے گے تو میں ان سے کہوں گا مجھے اپنی رے کے علاوہ کچھ نہیں چاہیے۔"

یا اللہ کون سی نیکی اس نے کی تھی۔ایسی کون سے نیکی جو اسے یہ الفاظ سُنا نصیب ہوئے۔اسے سکندر جیسا شخص ملا۔اس نے ایسا کون سا کام کیا جس سے اس کا اللہ خوش ہو گیا اس کی محبت جھولی میں ڈال دی۔۔۔

پانی آنکھوں سے نکلنا شروع ہو گیا۔درد کم ہونے لگا۔

وہ اس کے سینے پہ سر رکھے۔بنا آواز کے روتے ہوئے بولی۔

"مم میرا۔۔۔وعدہ ہے۔۔۔۔سکندر۔۔۔۔۔۔۔نہیں۔۔۔تو کچھ بھی نہیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔کوئی۔۔۔نہیں۔۔۔۔"

سکندر کے دل سکون پھیل گیا اس نے رمشا کے گرد بازو پھیلا کر اس کا سر چوما۔

"تھینک یو رے۔تھینک یو سو مچ رے۔"

••••••••••••••••••••••••••••••••••

"گن ری لوڈ کر دی ہے؟"

اس کی بات پہ وہ جو سامنے پڑے سامان پر غور کر رہا تھا۔اس کی بات پہ چونک اُٹھا' سر اُٹھا کر اسے دیکھا جو بیگ کی زپ بند کرتے ہوئے گھمبیر آواز میں بولا۔پورے بارہ دن کشمکش میں گزرانے کے بعد اس کا بلوا آیا تھا اگر کچھ دن مزید نہ بلاتے تو اسے یقین ہو جاتا کہ اب انھیں اس کی ضرورت نہیں۔وہ خوش ہوتا اگر اس کا کام ہو جاتا تو بیشک وہ انھیں بھاڑ میں جھونک دیتا مگر ان کی حرکتوں سے لگ رہا تھا انھوں نے بس اسے استعمال کیا ہے۔بہر حال اس کی یہ غلط فہمی بارہ دن بعد دور ہوئی جب بُروٹس نے اسے میسج کیا اور وہ اب اس کے سامنے موجود تھا۔

"گن کو میں نے استعمال ہی کتنا کیا جو اس کی ری لوڈ کرواوں۔"

"مگر پھر بھی جتنی کی ہیں ہوسٹلر کے اندر چھ کی چھ گولیاں موجود ہونی چاہیے۔ساتھ میں چھ مزید اپنی جیب میں رکھو اگر اس وقت ختم ہو جائے تو فوراً ری لوڈ کرو۔"

وہ اب اُٹھ کر اپنے ہاتھ جھاڑ رہا تھا۔

"آج کہاں جانا ہے؟اور یہ اتنے سارے بیگ میں کیا ہے۔"

اس نے ہاتھ سے اس بیگ کی طرف اشارے کرتے ہوئے کہا۔

"جو کچھ بھی ہے تمھارا جاننا ضروری نہیں ہے۔بس اسے پکڑو اور جیب کی ڈگی میں میرے ساتھ رکھتے جاو۔"

اس نے پھر آگے سے جواب نہیں دیا اور کام پہ لگ گیا جب سارے بیگ ڈگی میں رکھ دیے تو بولا۔

"اب۔"

"ہوں اب تم نے یہ کرنا کہ تم یہ گاڑی ڈرائیو کر کے اس آڈریس پہ جاو اور یہ سارا سامان پہنچا کر آو گے۔وہ لوگ تمھاری آنکھوں میں پٹی باندھے گے تو تم نے کچھ نہیں کہنا جب ان کو مطلوبہ سامان مل کر انھیں تسلی ہو جائے گی تو وہ تمھیں چھوڑ دے گے۔تم

نے کچھ نہیں کہنا آگے سے بس یہ (اس نے اسے چھوٹا سا کارڈ تھمایا جس پہ لال کور لگا ہوا تھا) اور اگر وہ کچھ پوچھتے ہیں تم نے صرف ہاں میں جواب دینا۔"

وہ کارڈ کو پکڑتے ہوئے اس کی چھٹی حس اچھے سگنل نہیں دے رہی تھی۔

"مجھے پھنسانے تو نہیں لگے ہو؟ اگر ایسا ہے تو بتا دو۔"

بُروٹس اس کی بات پہ چونک پڑا پھر بے اختیار ہنسا۔

"میں نے بھلا تمھیں کیوں پھنسانا ہے؟ تم ہمارے بندے ہو۔ بے فکر رہو اور جس کو پھنسانا ہوتا اسے کبھی بتایا نہیں کرتے اور نہ ہی بھنک لگنے دیتے ہیں۔ اس لئے ریلکیس رہو۔"

"مجھے تو کوئی مسئلہ نہیں ہو گا نا؟" وہ تسلی چارہا تھا بظاہر تو بڑے عام سے لہجے میں بولا تھا مگر دل اندر سے بڑی تیزی سے دھڑک رہا تھا۔

"بالکل بھی نہیں بس وہ سختی سے پوچھ گچھ کریے گے اور تم نے بس ریلکیس ہو کر ہاں کہنا ہے سمجھو جیسے میں وہاں موجود ہوں"۔

دل میں زرا سی تسلی ہوئی اسے مگر اسے ساری صورتحال کی سمجھ نہیں آرہی تھی۔ آخر یہ لوگ کیا کام کرتے ہیں۔

خاموشی سے اس سے ہاتھ ملا کر وہ جیپ میں آبیٹھا اور گاڑی سٹارٹ کرتا گیراج سے گاڑی باہر نکالنے لگا۔

گاڑی جب گیراج سے چلی گئی تو بُروٹس نے اپنا ماسک اُتار کر مڑا اور فون نکال کر کال ملائی تھوڑی دیر بعد بولا۔

"ہاں کام ہو گیا ہے۔ کنیوزڈ تھے! شک زرا سا ہوا تھا مگر میں نے تسلی دی۔ اب میں نکل رہا ہوں۔ وہاں پہنچنا ہے اوکے اوکے۔"

فون بند کر کے اس نے اپنے سر پہ ہاتھ پھیر کر اپنی گاڑی کی طرف بڑھا۔

....

"انھیں ڈرنکس سرو کرواو' انٹرٹین کیا جائے کوئی کسی کو بھی شکایت نہ ہو میٹنگ سے پہلے کھانا ہو گا اور جہانگیر صدیق آیا کہ نہیں؟"

جیبوں میں ہاتھ ڈالے وہ جاوید کو ہدایات دے رہا تھا اور وہ فون کان سے لگائے بولا۔

"جی سر میں نے ویٹرز کو بول دیا ہے۔ وہ ریلکیس ہو جائے گے تو کھانا کھلوادے گے اور جہانگیر کو انویٹیشن بھیج دیا ہے مگر فون ملا رہا ہوں تو اُٹھا نہیں رہا۔"

سکندر نے لب دبائے۔

"تمھیں پتا ہے اس کا آنا بہت ضروری ہے ورنہ ان لوگوں کو بلوانا وقت کا ضائع ہے۔"

"بے فکر رہے ہیں سر وہ ضرور آئے گا نہیں تو ہم اس کے گھر پہنچ جائے گے۔"

"اوکے!!"

"سیکی!!"

دلکش اور گھٹے پہ گرنے والی آواز پہ سکندر نے اپنی آنکھیں بند کی اور بُرا سا منہ بنا کر بولا۔

"میں نے براڈ کو بولا تھا کہ اپنی بیٹی کو نہ لانا مگر۔"

چڑ کر کہتے وہ مڑا تو بلیک ٹائیٹ ٹاپ جس پہ گوچی لکھا ہوا تھا' سفید کیپری میں ملبوس 'گوری چٹی' اٹالین نین نقش' سُنہرے بالوں اور لال گہری لپ سٹک وہ براڈ کی بیٹی میگھن تھی۔

وہ اس کو سرتاپا دیکھتی ہوئی بولی۔

"مائی گڈنس یو ور ہاٹ ان ہیر ڈبٹ ان دس لک یو لک ماوتھ وٹرنگ۔"

اس کے بے باکی سے کمنٹ کرنے پر سکندر کے ماتھے پہ بے اختیار بل آ گئے۔

وہ اس کے قریب آنے لگی تو سکندر دو قدم پیچھے ہوا۔ سختی سے دھاڑا۔

"بیک آف میگھن۔" میگھن بُرا منائے بغیر مسکرائی۔

"اف تمھارا یہ ایٹی ٹیوڈ ہی تو مجھے تمھاری طرف کھینچتا ہے۔ ہر مرد سے الگ ہو تم ساری دُنیا دیکھ لی تم جیسا کوئی نہیں پایا۔"

سکندر نے اپنے پیچھے کھڑے جاوید کو اُردو میں کہا۔

"اسے بول حد میں رہے یہ دُنیا کی پہلی عورت ہو گی جس پہ ہاتھ اُٹھانے میں کوئی عار محسوس نہیں کروں گا۔ بلکہ گولی سے ماردوں گا یہ بات کس سے کر رہی ہے۔"

"میگھن میم آپ اندر کیوں نہیں جاتی ریفرش ہو جائیں ہمیں اپنی مہمان نوازی کو موقعہ دے۔"

جاوید مسکرا کر ایک مکمل میزبان کے روپ میں آتا میگھن سے بولا۔

"مگر میرے ریفرشمنٹ کا سامان تو سامنے ہیں۔"

سکندر نے مٹھیاں بھینچ لی۔ اب بس پسٹل جیب میں نکلنے میں دیر نہیں لگے گی۔

"آپ نے ہماری سپیشلٹی نہیں ٹرائی کی پلیز آئیں۔"

"سکی بھی آئے نا۔" سکندر بنا کچھ کہے مڑ گیا اسے بیحد غصہ آ رہا تھا۔ سمجھتی کیا خود کو اس کو میرے چہرے میری آنکھوں میں رے کا عکس نہیں نظر آیا ہو نہ ان کو کیا فرق پڑتا ہے۔

چلتے ہوئے وہ کوریڈور کی طرف آیا جہاں اس دور ہی رے کھڑی نظر آئی۔ وہ سر ہلا رہی تھی شاید کچھ کہہ بھی رہی تھی۔ کوئی اس کے ساتھ موجود بھی تھا' مگر پلر کے باعث اسے دوسرا شخص نظر نہیں آیا۔ رے کے چہرے کو دیکھتے ہوئے وہ بالکل ٹھنڈا ہو گیا۔ اس کے چہرے پہ مسکراہٹ پھیل گئی۔ چل کر اس طرف آیا۔ تب تک رمشا اپنی بات کہہ کر مڑی۔

تو کسی نے اس کا ہاتھ پکڑا اور پلر کے ساتھ لگایا۔ رمشا پہلے تو ڈر گئی پھر سامنے سکندر کو دیکھ کر بولی۔

"آپ!! "

"جی میں گاش رے تمھیں مس بہت کیا۔"

اس کو بازوں میں لیتے اس کی گردن میں منہ دیے وہ بولا۔

رمشا حیرت سے اس کو دیکھنے لگی۔

"چار۔۔گھنٹے ہوئے آپ کو گئے۔۔۔ ہوے سیدھا مس۔۔۔"

"چار سکینڈ بھی دور ہوتا ہوں میری جان تو لگتا ہے کہ چار صدیاں بیت گئی۔"

وہ اس کی گردن چھوتے ہوئے بولا پھر الگ ہوا۔

"میٹنگ۔۔ ختم؟" اس نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"کہاں یار ابھی مہمان آئے ہیں۔ کھانے کے بعد ہو گی۔"

"یہاں ہیں۔۔۔سب؟"

"آف کورس اس طرف مت آنا اور طبیعت تو ٹھیک ہے کھانا کھالیا۔۔" اس کی بات پہ رمشا چونکی۔

"وہاں کیوں۔۔۔ نہیں۔۔۔آنا؟" رمشا نے مشکوک نظروں سے دیکھا۔

"کیونکہ۔۔"

"فارنر لڑکیاں آئیں۔۔۔۔۔ ہیں اس لئے۔"

گھور کر بولتے ہوئے سکندر کو بڑی پیاری لگی۔

"وہ یہاں۔۔۔ کیا کر رہی ہیں!" وہ سختی سے بولی اور سکندر کو زرا فاصلے پہ کیا۔

"ان کے فادر' شوہر' بوئی فرینڈ میرے بزنس پارٹنر ہیں یار۔"

رمشا اسے دیکھنے لگی۔

"رے میری باتیں کیوں بھول جاتی ہو۔"

"سِکی !! "

نسوانی آواز پہ رمشا نے گردن موڑی تھی۔ سکندر کو جاوید پہ غصہ آیا۔

"سِکی ؟"

رمشا نے کہہ کر اس بے باک سی فارنر کو دیکھ پھر سکندر کو جس نے اپنی گردن نہیں موڑی تھی۔

"سِکی؟"

رمشا نے ایک بار پھر کہا۔

"رے یہ۔۔"

"یہ تمھاری بھانجی ہے ؟ام کیا نام تھا بخت واو یہ تو کافی بڑی ہو گئی ہے۔"

چونکہ رمشا اور بخت کی عمر میں اتنا فرق نہیں تھا تو میگھن یہی سمجھی کہ یہ بختاور ہے۔ ویسے بھی اسے اتنا پتا تھا کہ سکندر اپنی بھانجی کے علاوہ کسی عورت کے قریب نہیں کھڑا ہوتا۔

رمشا کو اس کی آنکھوں سے چُبن ہوئی وہ سکندر کو دیکھ رہی تھی۔ اس کے سکندر کو اور سکندر نے اجازت بھی دی کیسے کہ وہ اس کی ٹیریٹری میں آئے۔

"وائف !! مم میں۔۔۔۔ان کی وائف ہوں اور۔۔۔۔ان کا نام۔۔۔۔۔ سکندر۔۔۔۔۔۔۔۔ہے سِکی نہیں۔"

بڑی ہمت کی کہ وہ ہکلا کر نہ بولے مگر وہ چاہ کر مکمل الفاظ صحیح سے ادا نہیں کر پائی البتہ اس کا لہجہ سخت تھا۔ اس کی بات پہ میگھن کو جھٹکا لگا۔ شاکڈ سے منہ کھولے اس نے سر تا پا اس لڑکی کو دیکھا جو سکندر کی بھانجی کی عمر کی تھی۔

"آنکھیں۔۔۔۔اس۔۔۔۔۔۔۔۔طرف۔"

رمشا کے سختی سے کہنے پر سکندر کو ہنسی آئی۔

دا ٹس مائی گرل۔

"تمھاری بیوی مگر تم تو کسی لڑکی کو دیکھتے نہیں تھے۔"

وہ سکندر کو ایسے دیکھ رہی تھی جیسے سکندر نے اس سے کوئی وعدہ کیے ہوئے ہو۔ سکندر کچھ کہتا کہ رمشا بولی۔

"مگر وہ اپنی۔۔۔۔ررے کو۔۔۔دیکھتے۔۔۔دیکھتے ہیں۔۔ کِک کیونکہ۔۔۔۔یہ آنکھیں ررے۔۔۔کی دیکھنے کے لئے بنی ہیں۔"

سکندر چُپ تھا۔ اسے رمشا کا بولنا حیران کر گیا۔ میگھن کو اس کی اٹک اٹک بولنے پر چونکہ پھر ہنسنے لگی۔

"سٹمیر نگ لیڈی!!! او یور تھنگ پہلے صحیح سے بولنا تو سیکھ کے آجائیں پھر خود کو مسز سکندر کہلوائے گا۔ سو دس از مسز سکندر جنھیں آپ نے نہ صرف ہم سے بلکہ پوری دُنیا سے چھپایا کیونکہ یہ معذور ہیں وہ بھی بولنے سے۔"

رمشا کو لگا اس لڑکی نے سکندر کے سامنے اسے تھپڑ مارا ہو۔ سکندر کو رمشا کی انسلٹ برداشت نہ ہوئی تو وہ آگے بڑھ کر اسے مارنے لگا کہ رمشا نے اس کا بازو پکڑ لیا۔

"شٹ آپ!! "

وہ دھاڑ ہی اُٹھا۔

"اس میں ایسا کیا تھا سکندر جو مجھ میں نہیں تھا۔"

وہ اس سے اونچا چیخی۔

"یو پریفر دس سٹمیر نگ ریڈیو اوورمی۔"

رمشا سے ضبط کرنا مشکل ہو گیا۔

"اویو۔۔۔"

"سکندر۔"

اس نے تیزی سے کہا۔ گردن میں درد ایک بار پھر شروع ہو چکا تھا۔ آنکھوں میں مرچے لگنے لگی۔

اس نے سکندر کے گرد گرفت مضبوط کر دی۔

"میں تمھاری زبان کاٹ دوں گا چھوڑو مجھے رمشا۔۔"

"یور تھنگ ہی از مائین اور میں ابھی تمھیں پروف کر کے دکھاؤں گی۔"

وہ سمجھی اس دفعہ اپنی ڈیڈ کے زریعے وہ سکندر کو حاصل کر لے گی۔ آج ہی اس کے ڈیڈ کا کہنا تھا کہ میچ سے پہلے ان دونوں کی انیگج منٹ رکھ لیں گے نہیں تو کل۔ اس کا تو خوشی کا ٹھکانہ نہیں تھا۔ دو سالوں سے جس شخص کی آرزو تھی وہ آج اسے مل جائے گا مگر سارے خواب اس لڑکی کو دیکھ کے چکنا چور ہوے تو وہ زخمی ناگن بن گئی۔

"سکندر پلیز۔۔۔ میرے لئے۔۔۔"

"وہ تمھاری انسلٹ کر چلی گئے ہے اور میں بے غیرتوں کی طرح سُنتارہ گیا چھوڑو مجھے اور اس کا ابھی بندوبست کرتا ہوں۔" وہ تو پاگل ہو گیا وہ جانے لگا رمشا نے سختی سے ہاتھ پکڑ لیا اور لب دبائے اس نے ہاتھوں سے اشارہ کر کے کچھ کہنا چاہا تو سکندر نے شاکڈ سے اسے دیکھا۔

"نہیں رے تم ایسا نہیں کرو گی۔ تم میں کوئی پرابلم نہیں ہے پرابلم ساری دُنیا میں ہے بولو نہیں تو میں ساری دُنیا کی زبان کاٹ دوں گا اس بول کی خاطر۔ جس سے تم مجھے دور کرنا چاہتی ہو۔"

رمشا نے نفی میں سر ہلایا۔

"رے آئیم سوری اگر مجھے پتا ہوتا تو کبھی بلکہ میں ابھی ان کو دفع کرتا ہوں جو میری بیوی کی عزت نہیں کرے گا میری جوتی بھی نہ پوچھے انھیں۔"

"نن نہیں سکندر۔۔۔۔۔وہ مہمان ہے۔۔۔۔۔میں بولوں گی مگر۔۔۔۔تم کچھ۔۔۔۔۔نہیں کرو گے۔۔۔۔۔"

"میں اس کا غرور ختم کر دوں گا۔ سمجھتی کیا خود کو آخر میں رُک کیوں گیا۔"

وہ خطرناک لہجے میں بولا۔

"کیونکہ۔۔۔۔تم عورت۔۔۔۔۔ذات کی عزت۔۔۔۔۔کرتے ہو۔۔۔پلیز میری۔۔۔خاطر تم کچھ نہیں کرو گے۔۔۔۔"

"انھیں شوق ہے نا میری بیوی دیکھنے کا۔ آؤ بتاؤں گا فخر سے بتاؤں گا جو میرے پاس ہے وہ کسی کے پاس نہیں ہے اور نہ کبھی ان کے پاس کبھی ہو گا پھر ان کی اتنی جرأت پر ان کو ابھی یہاں سے نکالتا ہوں بلکہ بنا ٹانگوں کے بھیجوں گا۔"

وہ اس کا ہاتھ پکڑ چکا تھا۔ رمشا بوکھلا گئی۔ وہ اب سنبھل نہیں سکی تھی کہ جذباتی آدمی اسے ساروں کے پاس لے کر جا رہا تھا۔ سکندر اتنا پاگل نہیں تھا کہ اسے میل گیسٹ کے پاس لے کر جاتا۔ وہ بس ان عورتوں کے بتانا چاہتا تھا کہ سکندر کی نظروں میں جو رے کا مقام ہے۔ جو بات رے کی ہے وہ کسی میں نہیں ہے ورنہ یہ پاگل لڑکی ایک بار پھر خاموش ہو جائے گی۔

وہ ہال میں آیا۔ جہاں کافی ساری لیڈیز موجود تھی۔ گلاس تھامے اپنی اپنی گوسپ میں مشغول تھی۔

"لیڈیز۔"

سکندر سخت لہجے میں ان کی توجہ اپنی طرف کرنے لگا۔

رمشا گھبرا گئی۔

اس نے سکندر کا ہاتھ سختی سے تھام لیا۔

"اوسیکی۔۔۔" ایک دم سکندر کو دیکھنے کے بعد انھوں نے جب رمشا کو دیکھا تو ساری بات ادھوری رہ گئی۔

"اِٹس سکندر میں اپنی وائف سے آپ سب کا تعارف کروانا چاہتا ہوں شی از مائی لو آف لائف۔مائی رے آف سن شائن مسز رمشا سکندر۔"

ساروں کو اس کی بات پہ جھٹکے لگے۔اس سے پہلے سکندر مزید کچھ کہتا کہ میگھن بول پڑی۔

"سکندر پورا تعارف کرواو نا لیڈیز یہ سکندر کی لو تو ہیں مگر ساتھ میں سٹیمیر نگ کوین بھی ہیں یو نو ایسے بولتی۔ٹٹٹت ففففف للالالا ہی ہی ہی۔شی از انٹر ٹیمینٹ پیکج مسز سکندر بولیے نا آخر ہم آپ کے مہمان ہیں۔"

سکندر جیب سے گن نکالنے لگا کہ رمشا سمجھ گئی۔اس نے سکندر کا ہاتھ سختی سے روک دبایا۔

"سکندر۔۔۔۔ باہر۔۔۔ پلیز۔۔۔" اس نے سکندر کو باہر بھیجنا چاہا مگر سکندر کھڑا رہا۔۔۔

"او کیا یہ سچ ہے۔"مسز براڈ تمسخر انداز میں بولتی کو کٹیل کا سپ لیا۔

"یس ممی۔ابھی تھوڑی دیر پہلے ملی ان سے شی از انٹر سٹنگ۔"

میگھن بیر کی بوٹل پکڑے صوفے پہ بیٹھی۔

"سر میٹنگ۔۔۔"

جاوید نے سکندر کی پشت دیکھ کر اس طرف گھوم کے آیا تھا مگر اسے جھٹکا لگا کے اس کے ساتھ رمشا بھی تھی۔سکندر کی ساری حد ختم ہو گی اس نے گن نکال دی تو رمشا بول پڑی۔

"جی یہ سچ ہے۔۔۔۔ کہ میں اٹک اٹک کر بولتی ہوں۔۔۔"

تکلیف تو بیحد ہوئی تھی مگر ان اگر ثابت کرنا ہے تو وہ سارے درد سہنے کو تیار ہے بہت ہو گیا اپنے آپ کو کمزور دکھا دکھا کر چُپ رہ رہ کر۔

سکندر کا ہاتھ چھوڑتے ہوے بولی۔سکندر نے جھٹکے سے اسے دیکھا۔

"مگر مجھے اس میں (اس نے سارے ناخن اپنے بازو میں دھنسا کر خود پہ کنڑول کیا) کوئی شرم محسوس نہیں ہوتی۔"

اتنے صحیح طرح بولنے پر تو سکندر بالکل شاکڈ ہو گیا۔

البتہ رمشا کا چہرہ سُرخ ہو گیا۔

"میں آپ لوگوں کی۔۔۔۔ طرح احساس کمتری۔۔۔ کا شکار نہیں ہوں۔۔۔۔ میں جیسے بھی ہوں۔۔۔ مجھے خود پہ فکر ہے۔۔۔۔

جاوید!!!

"جج جی میم۔"

"ان سے یہ گلاس۔۔۔لئے جائے اور اُٹھائے جائے ان کو فریش جوس دیجیے میرے علاقے میں یہ سب نہیں چلے گا۔۔رائٹ ہزبنڈ۔۔۔" سکندر کی تو بولتی بند ہو گئی۔

"معذرت میں۔۔۔۔۔اپنا قیمتی وقت۔۔۔۔۔۔۔آپ کے ساتھ ضائع نہیں کروں گی۔۔۔۔چلتی ہوں۔۔۔اور ہاں خوش آمدید۔۔۔لاہور گھومے پھیرے۔۔۔۔"

مسکرا کر اعتماد سے کہتی وہ چل پڑی لیکن جانے سے پہلے بولی۔

"شکر کرے آپ میرے تھپڑ سے بچ گئی مس میگھن ورنہ سکندر حدید سے زیادہ بھاری ہے۔"

باہر آکر اس نے آنکھیں زور سے بند کر دیں۔تکلیف بیشک تھی مگر دل میں سکون تھا۔وہ اب کسی کو اپنا مذاق اُڑانے نہیں دے گی۔وہ اپنے لئے سٹینڈ لے گی۔

آنکھوں سے نکلتا پانی صاف کرتی وہ بختاور کے کمرے کی طرف بڑھی۔

※※※※※※※※※※※※※※※※※※※※※※

"بختاور شاکڈ سے نکل آو۔۔۔۔۔۔۔میں بول۔۔۔۔سکتی ہوں۔۔"

بختاور جب اس کے کمرے میں آئی تھی تو وہ بہت سہمی ہوئی تھی۔رمشا کو دیکھ کر اس سے لپٹ کر رونا شروع ہو گئی۔اس نے خواب میں دیکھا کہ رمشا اور سکندر کو کچھ ہو گیا ہے۔اور وہ بالکل اکیلے رہ گئی ہے۔رمشا نے اسے تسلی دی۔خاموشی سے مگر جب بخت زیادہ رونے لگی تو رمشا کو بولنا پڑا۔جس پہ بخت ایک دم ساکت ہو گئی حیرت سے اس سے الگ ہوتے ہوئے دیکھا تو رمشا نے پھر اسے تسلی دیتے ہوئے کہا کہ وہ بالکل ٹھیک ہے۔ صحیح سلامت ہے سکندر کو کام سے جانا پڑا جلدی۔وہ بخت سے مل نہ سکا مگر بخت نے کچھ سُنا ہی نہیں سپاٹ نظروں سے دیکھنے کے بعد وہ اُٹھ کر چل پڑی۔کمرہ بھی لاکڈ کر دیا۔ابھی وہ ماسی سے بات کر رہی تھی کہ کھانے کا پوچھے اور سکندر کو فون کرنے کا ارادہ بھی تھا جب مڑی تو سکندر نے اسے پکڑ لیا پھر میگھن والا معاملہ۔اب وہ بختاور کے کمرے میں آگئی تو وہ خاموشی سے بستر پہ بیٹھی۔اس کی بات کو اگنور کر رہی تھی۔رمشا کو لگ رہا تھا وہ بہت ناراض ہے اس سے مگر وہ ناراض نہیں تھی بیچاری کو جھٹکا لگا تھا۔یہ حملے سے بڑا واقعہ تھا اس کے لئے اس کی آپی بول سکتی ہیں تو وہ گونگی کیوں بنی رہتی تھی۔

"آپی آپ سچ میں بول سکتی ہیں یا میرا دماغی توازن خراب ہو گیا ہے۔" رمشا ہنس پڑی اسے بازوں میں لیتے ہوئے اپنی ٹھوڑی اس کے سر پہ ٹکا کر بولی۔

"ہاں میری۔۔۔۔جان۔۔۔۔۔بول۔۔۔۔۔سکتی ہوں"

آہستگی سے کہہ کر اس نے بخت کے بازو تھپکے۔

"کیا گولی کی وجہ سے مگر گولی تو بازو میں لگی آپ کو یہ سب کیا ہو رہا ہے۔"

"ریلکیس۔۔۔سب۔۔۔۔۔بتاتی۔۔۔۔۔۔۔ہوں۔۔۔۔"

"سکندر بھا آپ نے مجھ غریب کو یہاں آنے کا اعزاز بخشا میری آنکھوں کو اب تک یقین نہیں آ رہا۔"

جہانگیر کی بات پہ سکندر نے سپاٹ نظروں سے دیکھا پھر گلا کنکھار کر بولا۔

"اپنی بے یقینی بعد میں بتانا پہلے ہی دیر کر دی اور مجھے لیٹ ہونے والے لوگوں سے سخت نفرت ہے۔"

اپنے پرانے لب و لہجے میں اس سے کہتا سامنے بورڈ روم کی طرف اشارہ کرتا چل پڑا۔

"ہوں یہ کبھی نہیں بدلے گا۔"

انھوں نے سامنے کھڑے جاوید کو کہا پھر سر جھٹک کر اس کے پیچھے چل پڑے' وہ پاور سیٹ پہ کوٹ کے بٹن کھولتا بیٹھ چکا تھا۔

تقریباً سارے ممبرز موجود تھے سوائے اس کے۔

سکندر کے ساتھ والی کرسی جہنا گیر کے لئے خالی چھوڑی ہوئی وی تھی۔

سکندر ہاتھ ٹھوڑی پہ رکھے بنا اس کے بیٹھے شروع ہو چکا تھا۔وہ پہلے تو ان سب کا آنے کا شکریہ ادا کر رہا تھا پھر یہاں آنے کا مقصد بتانے لگا' پھر بلڈ بون کی ابتدا کے بارے میں بتانے لگا۔اس کا نافع اور نقصان۔اس کے بعد ایک دم اس کو بند کرنے کا فیصلہ جو اس نے بہت پہلے کیا تھا اس کا بھی ذکر کیا۔

"میں اب چاہتا ہوں کہ اسے دوبارہ کھولا جائے مگر اس کے چند شرائط ہوں گے۔"

سب ایک دم حیرت سے دیکھنے لگے۔

"میرے خیال سے کسی کو کوئی اعتراض نہیں ہو گا کیونکہ یہ کلب نہ صرف میرا ہے بلکہ سارے انویسٹر جو اس وقت یہاں موجود ہیں۔وہ میری وجہ سے ہیں۔ان کو جتنا منافع ہوا ہے اس کی وجہ بھی میں ہوں۔کوئی سوال یا اعتراض ہیں اگر میں رولز چینج کروں "؟

کسی کی کیا مجال تھی' جو وہ یہ سوال یا اعتراضات کرتے۔اس نے کہنے سے پہلے ان سب کے منہ بند کر دیے وہ لاکھ اس سے زیادہ دولت مند اور طاقتور تھے مگر سکندر جیسے ماسٹر مائینڈ سے پنگا لینا ان کے لئے نقصان دے تھا۔

....

"لوگ آپ کا مذاق اُڑاتے تھے تو آپ اس لئے خاموش ہو گئی وائے کیا لوگ آپ سے زیادہ اہمیت رکھتے تھے۔ان کی رائے 'ان کی سوچ آپ کے دل سے زیادہ ضروری تھی۔آپی آپ تو اتنی مضبوط ہیں لوگوں کی وجہ سے اتنی کمزوری ظاہر کر گئی کیوں۔"

اس نے رمشا سے الگ ہو کر اس کا بازو تھامے بے یقینی سے کہا۔

"اتنی پیاری کوئیل جیسی آواز کو چھپا کر رکھا۔درد ہوتا تھا تو ڈاکٹر سے علاج کرواتی آپ اس جدید دور میں ہر چیز کا حل ہے۔آپ اتنے سالوں تک درد سہتی رہی۔ایسا ہو نہیں سکتا کہ ڈاکٹر کہیے اس درد کا علاج نہیں ہے کم سے کم وقتی آرام دے گولیاں تو دے سکتے تھے۔اتنی لاپرواہ تھی آپ سے زیادہ تو آپ کی فیملی لاپرواہ نکلی انھیں آپ کا گونگا ہونا قبول تھا مگر آپ کی تکلیف اس کی کوئی پرواہ نہیں تھی۔"

"بختاور!! جج جذباتی۔۔۔۔۔۔۔ہونے کی۔۔۔ضرورت نہیں ہے۔۔"

رمشا نے نرمی سے اسے ٹوکا۔

•••••••••••••••

"مگر اس میں ریفری نہیں ہوتا۔لڑائی کے دوران اگر دوسرا فریق آپ کو مار بھی دے تو اس پر کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔یہی تو مین چیز ہے فائیٹ کی۔"

جہانگیر نے اعتراض کیا تھا۔اس کی بات سُنتے ہی فوراً اعتراض کیا تھا۔۔

سکندر مسکرایا ٹانگ پہ ٹانگ رکھ کر سگریٹ سلگا کر بولا۔۔

"مجھے پتا تھا آپ یہی کہیے گے مگر اس رول میں لڑنے کا ایک ٹائیم ہوگا' ایک لمٹ ہو گی اور کسی کو مارنے کی اجازت نہیں دی جائے گے جب تک میں اجازت نہ دوں۔"

"پھر تو یہ الیگل فائیٹ نہ ہوئی اسے باکسنگ' ریسٹلنگ کہہ لو تم۔"

انھوں نے اس کی طرف دیکھ کر تیزی سے کہا۔

"یس سکندر جہانگیر بالکل ٹھیک کہہ رہا ہے یہ تو پھر الیگل فائیٹ نہ ہوئی۔نمبرون رول ہے کہ اس میں ریفری نہیں ہوتا۔"

جیمز جو جہانگیر کے ساتھ بیٹھا اس نے اس کی بات سے اتفاق کیا۔

سکندر خاموش رہا۔ویٹر نے سب کے لئے شیمپین کا گلاس رکھا۔جب سکندر کی طرف آیا تو سکندر نے گہرا کش لیتے ہوئے اسے رکھتے ہوئے دیکھا۔

"یہ سب میرے علاقے میں نہیں چلے گا رائٹ ہزبنڈ۔" رمشا کی آواز اس کی کانوں میں گونجی۔

"اُٹھالو اسے مجھے نہیں پینا۔"

سنجیدگی سے کہہ کر وہ ان کی طرف متوجہ ہوا۔ ویٹر نے اس کا گلاس اُٹھالیا اور مڑ گیا۔

"مگر اب سے ہو گا۔ میں چاہتا ہوں میرا کام اب انٹر نیشنل لیول پہ آئے۔ کب تک میں چھپ کر باہر سے آپ سب لوگوں کو بلواتا رہوں گا مجھے میڈیا کی اٹنشین بھی چاہیے یو نو۔"

ایک اور گہرا کش لے کر اس نے سامنے پڑی ایش ٹرے میں سگریٹ مسلی۔

"آپ کو میڈیا اٹینشن بہت مل رہی ہے بھا مگر اتنی اٹنشین نہ پھیلائے جس سے دنگا فساد ہو۔"

سکندر نے سیٹ ہلکی سی گھما کر جہانگیر کو دیکھا۔

"جہانگیر فساد کا دوسرا نام سکندر ہے۔ ایسے تو ہو نہیں سکتا کہ سکندر ہو اور فساد نہ ہو چلو مان لی آپ کی بات مگر میری پھر آپ کو شرط ماننی ہو گی اگر آپ نے مان لی تو رولز کا حق میں آپ کو دیتا ہوں۔"

جہانگیر نے حیرت سے سکندر کو دیکھا اتنی آسانی سے بات ماننے والا شخص تو تھا نہیں وہ۔ سب نے بھی حیران کن نظروں سے سکندر کو دیکھا۔

"کیسی شرط؟"

"بس سمپل آپ نے اپنے بھائی روحیل صدیق کو مارنا ہے۔ جس نے میرے گھر پہ حملہ کیا۔ جس نے مجھے نیچا دکھانے کے لئے اس شفقت کو رہا کیا اور اب سارا الزام مجھ پر لگانے والا ہے عنقریب' اس نے میرے گھر پہ موجود میرا مال چوری کیا اور وہ بھی اپنے مطلبی یار شفقت کے حوالے کر دیا تو میں چاہتا ہوں کہ تم میرے سے ہاتھ ملا کر اپنے بھائی کو ختم کر دو ایک تیر سے دو شکار ہوں گے۔ بھائی کی جائیداد کے ساتھ نہ صرف اس کی کارندے تمھارے ہوں گے بلکہ کلب کا فیصلہ کرنے کا حق بھی تمھیں ملے گا بولو کیا کہتے ہو۔"

سفید چہرہ لیے وہ اسے سُنتا گیا اور پھر کھوکھلی ہنسی سے اس نے کہا۔

"مجھے پاگل سمجھا ہے ایک فیصلے کی خاطر اپنے بھائی کو مار دوں۔"

"تو پھر اعتراض کس بات کا بلکہ اعتراض کو چھوڑو میں تو چاہتا ہوں تم ریزائن کرو اپنے شیئر زلو اور چلتے بنو۔" وہ تو ہکا بکا رہ گیا۔ اسے ہوا کیا ہے۔

"میرے سے کیا دشمنی سکندر۔ میرے بھائی نے کیا ہے میں نے تھوڑی اور تم تو خود مار سکتے ہو اسے۔"

"میں کم سے کم اس کمینے کا خون اپنے ہاتھوں میں لینا نہیں چاہتا میں چاہتا ہوں اس کا بھائی اسے مارے جو اذیت اسے ملے جب اسے پتا چلے گا کہ اس کے بھائی نے اسے میرے کہنے پہ مارا تو اس کے بعد کسی کی جرأت نہیں ہو گی کہ وہ سکندر حدید سے پنگا لے۔"

اپنی بات کہہ کر وہ براڈ کی طرف متوجہ ہوا جو سگار کے کش لیتے ہوئے خاموشی سے اسے سُن رہا تھا۔ براڈ اصل میں سکندر کا بڑا ساتھ دیتا تھا۔ وہ بہت خوشامد کرتا تھا اس کی' اس پہ کبھی ایک بار بھی اعتراض نہیں کرتا تھا بن کہے اس پہ پیسے لٹاتا تھا۔ سکندر پہلے اس کے اصل مقصد سے واقف نہیں تھا مگر جب سے میگھن کی حرکتیں اس کی سختی کی باوجود دن بادن بڑھنے لگی اسے سمجھ آ گئی اس کا باپ اسے بولڈ ہونے کی اجازت دے رہے اور بیٹی باپ کی تسلی پر ایسی اوچھی حرکت کرنے پہ مجبور ہو گئی۔

"میں نے سوچا تھا کہ بہت کچھ تہہ ہو گا ہمارے درمیان مگر چونکہ تم نے اپنی بیٹی کو میرے حوالے سے جھوٹی خواب دکھائیں' اسے مجھ سے فلرٹ کرنے کی اجازت دی یہاں تک کہ وہ اتنی بولڈ ہو گئے کہ مجھے اپنا کہنا لگی۔ میری بیوی کی بے عزتی کی۔ جو میں ہر گز برداشت نہیں کروں گا میں اس لڑکی کو تھپڑ بھی نہیں مار سکتا کیونکہ میں اسے چھونا بھی نہیں چاہتا۔ ہاں گولی مار سکتا تھا اور میں نے کسی کی پرواہ نہیں کرنی تھی مگر میری بیوی کی وجہ سے تمھاری بیٹی زندہ ہے۔ اپنے شیر زلو اور یہاں سے دفع ہو جاو۔ نہیں تو تمھاری بیوی اور بیٹی کی ٹانگیں سلامت نہیں رہیں گئیں۔"

اُف اس کو ہوا کیا تھا۔ ایک تو سکندر کی بیوی کا جھٹکا کم تھا جو اس نے جہانگیر اور براڈ کو کیا حکم دے دیا تھا۔ اب باقی کو کیا فیصلہ سُنانا تھا اس نے۔

وہ میٹنگ کر کے باہر نکلا۔ جانے سے پہلے براڈ نے کہا تھا اس نے سکندر پہ بہت پیسے لگائے ہیں۔ آج سکندر جہاں موجود ہے وہ براڈ کی وجہ سے ہے۔ براڈ بیشک سکندر کی عزت کرتا تھا۔ اسے اپنے سے سپیریر سمجھتا تھا مگر وہ پھر بھی سکندر سے زیادہ مالی طور پہ طاقتور تھا۔ وہ اس کی جائز ناجائز بات اپنی بیٹی کی وجہ سے مانتا تھا۔ اسے اپنا مطلب تھا مگر نہ اپنا مطلب پورا کر سکتا اور نہ ہی اتنے پیسے لگانے کا کوئی فائدہ۔ اس نے شرط رکھی یا تو سکندر اسے اس کے سارے پیسے واپس کرے جو اس نے سکندر پہ اس کے فائٹنگ ٹائمز میں خرچ کیے تھے یا وہ روس کے خطرناک فائیٹر سے جیت کے دکھائے جس کا دوسرا نام موت تھا۔ سکندر پہلے تو بالکل خاموش ہو گیا وہ چاہتا تو اس کو ٹھنڈا کر سکتا تھا۔ اسے سمجھا سکتا تھا مگر اب معاملہ اس کی بیوی کی عزت کا تھا۔ براڈ کے فیصلے کو سُن کر جہاں جہانگیر کے چہرے پہ مسکراہٹ رینگی تھی۔ وہاں سب کے چہروں پہ حیرتوں کا سما تھا۔ طویل خاموش کے بعد سکندر نے گلا کنکھارتے فائیٹ کی ہامی بھر لی۔ جتنے تیزی سے براڈ کے فیصلے پہ وہاں موجود لوگوں کے تاثرات بدلے تھے۔ اتنے ہی تیزی سی سکندر کے ہامی بھرنے پہ سب کو سانپ سونگھ گیا۔ سکندر بنا کچھ کہیے وہاں سے اُٹھ پڑا وہ پہلے اس براڈ کا قصہ تمام کرنا چاہتا تھا بعد میں وہ باقی چیزیں دیکھ لے گا۔ آخر سکندر حدید تھا سب مسلوں کو ہینڈل کر لینا اس کے بائیں ہاتھ کا کھیل تھا۔ رمشا کے پاس جانے

کی ہمت نہیں تھی۔ایک تو اسے اس پر غصہ تھا کہ اس نے سکندر کو کیوں روکا۔دوسرا وہ بظاہر جتنی مضبوط لگ رہی تھی اندر سے وہ بالکل رونے والی اور ٹوٹنے والی ہوئی تھی مگر وہ اسے چھوڑ کر بھاگ گئی زرا بھی اس کے کندھے کی اس کو ضرورت محسوس نہیں ہوئی۔زرا بھی اپنے دل کی بات اسے کھل کر بتا نہیں سکتی۔

اپنے آفس کی طرف وہ بڑھ رہا تھا جب پینٹ کی جیب میں موجود فون بز ہونے لگا۔

دل نہیں کر رہا تھا کہ فون اُٹھا کر اس وقت کسی کو سُنے۔موڈ اس قدر آف تھا مگر اسے ناچار فون اُٹھانا ہی پڑا۔

"ہیلو۔"

"ام ہیلو۔یہ سکندر حدید بات کر رہے ہیں؟"

نسوانی گھبرائی ہوئی آواز نے تیزی سے کہا۔سکندر ٹھہر گیا۔

"یس!" اس نے بے انتہا سپاٹ لہجے میں کہا۔

"او تھینک گاڈ!! دیکھیے سر پلیز فون مت کاٹیے گا۔مجھے آپ کی مدد چاہیے۔ایک آپ ہی ہیں جو میرے ہیلپ کر سکتے ہیں۔"

اس کی بات پر سکندر بے اختیار چونکہ۔مدد؟ کس چیز کی اور میرا فون نمبر وہ بھی پرسنل اسے بھلا ملا کیسے۔

"کون ہیں آپ؟"

اب کی بار وہ اپنے لہجے کی سختی کو روک نہیں سکا۔

"میں شزا افتخار ہوں کراچی سے بول رہی ہوں۔میں اپنی بیسٹ فرینڈ رمشا رؤف کے حوالے سے آپ سے بات کرنا چاہتی ہوں۔"

سکندر اس سے قبل اسے کاٹتا کہ ایک دم رمشا رؤف کہنے پہ اس کے چلتے قدم اور فون کو کانوں سے لگائے ہاتھ بالکل ساکت ہو گئے۔اس کی آنکھیں حیرت سے پھٹ کے رہ گئیں۔

"ارے۔۔۔میری۔۔۔ماں۔۔۔۔بس کر دو۔۔۔لیکچر۔"

رمشا نے بخت کے تیز چلتی زبان پر باقاعدہ کانوں کو ہاتھ لگا لئے۔

"آپ نے اسے پہلی فہرست میں تھپڑ کیوں نہیں مارا۔ہاؤ ڈیر شی!! ماما آپ کے ہیں اور کسی کو کوئی حق نہیں انھیں اپنا کہنے کا جو بھی کہیے تو اس کی ہڈی پسلی توڑ دی جائے' اگر اس میگھن کی جگہ مارک ہوتا پھر دیکھتی وہ زندہ سلامت اپنے پیروں پہ کیسے چلتا مطلب صرف ہزبنڈ پوزیسو ہوں بیویاں بس چُپ چاپ جوس پلاتی رہیں خاطر داریاں کر کے ان کا دل صاف کرے گاش آپی اس

وقت میگھن سے زیادہ آپ کا گلا دبانے کا دل کر رہا ہے مجھے پہلے ہی زہر لگتی ہے اب تو قتل کرنے سے پہلے اسے صحیح تڑپاؤں۔ ماما نے سیدھا گولی سے کیوں نہیں اُڑا دیا۔"

ٹہلتے ٹہلتے وہ رُک کر سر اور کبھی کان پہ ہاتھ رکھے رمشا کو تیز نظروں سے دیکھتی پھر دوبارہ چل کر بولنے لگ جاتی ابھی رمشا نے زرا سی بات کیا بتائی وہ تو بستر سے سپرنگ کی طرح اچھلی۔

"میرے ماما کو سب مغرور کہتی تھیں' پتھر دل' ' ظالم' بدمعاش ایون کہ یہ تک کہہ دیا کے وہ۔۔۔اُف اب انھیں اپنی سول میٹ مل گئی ہے تو کیسے دل جل اُٹھے سب کے سب ہو نہہ آپ کو بھلا غصہ کیوں نہیں آرہا تنار یلکیس بندہ کیسے بیٹھ سکتا ہے۔"

رمشا نے حسب توقع آنکھیں گھمائیں (عادت سے مجبور بیچاری)

"پلیز آنکھیں گھمانا بند کریں اور شوہر کو ایسے کھلے نہ چھوڑیں۔ شہد کی مکھیوں کی طرح چھوڑ دیا کلب میں۔ نکالا کیوں نہیں میں حیران ہوں اب تک۔"

"بختاور۔۔۔۔۔مم۔۔۔میری جان ریلکیس۔۔"

رمشا نے بلا آخر اُٹھ کر اس کا ہاتھ پکڑا۔ اس نے خفگی سے چھڑوایا۔

"ماما نے جس طرح حازق بھیا کے ہاتھ میں چاقو گھسا دیا تھا تو آپ ایسے نہیں کر سکتی تھی۔ اس نے نہ صرف ماما کو اپنا کہا' بلکہ آپ کی بے عزتی کی۔"

"پھر۔۔۔ممیرے اور اس اس میں۔۔۔فرق کیا رہ جاتا۔"

"آپی آپ کو پتا ہے ماما کے سامنے کوئی بھی حرکت یا بات کرنے سے پہلے بندہ دس ہزار بات سوچتا ہے کہ کہی ان کو یہ بات بُری نہ لگ جائے جس کا انجام انھیں بھگتنا پڑے گا تو آپ بھلا ایسے کیوں نہیں کرتی کسی کی جرات نہیں ہو گی آپ کے سامنے ایسی بات کرنی کی۔"

"اچھا۔۔۔ریلیکس۔۔۔تھوڑا۔۔۔ساغصہ اپنے۔۔ماما کے لئے بچا لو۔۔۔"اس نے مسکراہٹ دباتے ہوے کہا' جس پہ بخت نے اپنا سر بے اختیار جھٹکا۔

"ان کو تو دیکھ کر غصہ نئے سرے سے چڑھے گا۔"

....

"سر وہ بارہ تاریخ کو رات کے گیارہ بجے ڈی آئی جی جمال عزیم کے گھر سے اُٹھائی گئی تھی۔ اس کی دشمنی کسی سے بھی نہیں تھی سر۔ وہ بول ہی نہیں سکتی تو بھلا وہ کسی کا کیا دل جلائے گی۔"

"تو ایک پولیس والی کی بیٹی اور پولیس والی کی بھانجی ہونے کے باوجود آپ نے مجھ سے کیوں مدد مانگی۔آپ جناتی بھی ہیں کہ میں کون ہوں؟"

اس نے بیحد سپاٹ لہجے میں اس سے پوچھا مگر اندر عجیب سے جھگڑے چل رہے تھے۔

"آپ اس لڑکی کو جانتے ہیں سر! آپ نے اسلام آباد میں اس لڑکی کی مدد کی تھی۔پاکستان کی پولیس کا آپ کو اچھی طرح پتا ہے سر سوری ٹو سے دس مگر ان جیسا بے بس مجھے آج تک نہیں لگا اگر ان میں طاقت ہوتی تو آج مشی گھر اور آپ اندر ہوتے۔"

وہ تو ایک دم اس کی بات پہ سپٹا گیا اس بات کا کیا مطلب۔ماتھے پہ بے اختیار بل آ گئے۔اسے کچھ ٹھیک نہیں لگ رہا کہیں یہ ٹریپ سین تو نہیں ہے۔

"سوری میں کسی لڑکی کو نہیں جانتا اور نہ ہی میں نے کسی لڑکی کی مدد کی۔بہرائے کرم مجھے دوبارہ فون مت کیجیے گا۔"

ٹھنڈے لہجے میں کہتا وہ فون بند کر چکا تھا۔وہ مزید اس سے بولتا تو وہ کچھ بھی اس کے حوالے سے انفورمیشن اکھٹی کر سکتی تھی مگر رمشا کی دوست۔؟اس کے پاس اس کا نمبر کیسے آیا؟ یہ تو رے ہی بتائے گی۔خود سے کہتا وہ باہر کی طرف بڑھا۔اسے ابھی کسی ضروری کام سے باہر جانا تھا۔

••••••••••••••••••••••••••

"سکندر۔۔۔کہاں۔۔۔ہیں؟"

"میم وہ ضروری کام سے باہر گئے ہیں۔"

"اچھا۔۔۔وہ۔۔۔اپنے۔۔۔خاص مہمانوں۔۔۔۔کو۔۔۔۔چھوڑ کر۔۔۔ضروری۔۔کام سے گیا ہوا۔۔ہے؟"

وہ کیا کہتا سر کو اثبات میں ہلا کر بولا۔

"جی میم۔"

"رات۔۔۔۔کے۔۔بارہ بج۔۔۔۔رہے ہیں۔۔۔وہ دوپہر۔۔۔سے اب۔۔۔۔تک۔۔نہیں آیا۔"

اسے پریشانی تھی اس کے لئے مگر وہ مضبوطی سے بولتی جاننا چارہی تھی کہ وہ آخر ہے کہاں۔

"میم آپ بے فکر رہے ہیں وہ آ جائے گے۔"

"مجھے۔۔۔اپنا۔۔۔فون دیجیے۔"

ہاتھ آگے کر کے اس نے نرمی مگر تحکمانہ لہجے میں کہا۔وہ تو بھوکلا گیا۔

"میں۔۔۔کہہ۔۔۔رہی ہوں۔۔۔اپنا فون۔۔۔۔دیجیے۔"

"مگر میم۔۔"

"آپ کا۔۔۔۔فون۔۔پکا پکا۔۔۔۔۔ نہیں لے رہی۔۔میں۔"

اس کے کہنے پر بیچارے نذیر نے فون دے دیا ڈرتے ڈرتے۔بھا کی اس کٹائی کے بعد وہ بہت ڈرتا تھا رمشا سے۔

"شکریہ۔۔۔" اس نے کال لاگ سے سکندر کا نمبر تلاش کیا جہاں کال لاگ پہ پہلا نام بھا کا ہی لکھا تھا۔اس کو فون ملا کر اس نے کانوں سے لگایا۔اگر اس بار وہ پہلے کی طرح پوری رات باہر گزار کے آیا تو وہ اسے چھوڑے گی نہیں۔فون بند جا رہا تھا۔اس نے فون کو گھور کر دیکھا۔اس کا فون بند کیوں جا رہا ہے۔اس نے دوبارہ ملایا مگر دوسری بار ملانا بھی بیکار تھا کیونکہ فون جو بند تھا۔

"سکندر۔۔۔کا دوسرا۔۔۔نمبر ہے؟"

"میم پتا نہیں ہو گا مگر ہم سب کے پاس ایک ہی نمبر ہے ان کا۔"

اس نے چونک کے اس کے انداز کو دیکھا۔

"اوہ! " اس نے فون پکڑا کر اسے دیا۔

"ٹھیک۔۔۔ہے جائے۔"

اتنا کہہ کر وہ اپنے کمرے کی طرف بڑھی' پھر ایک دم رُک گئی۔یہ مہمان کس لئے آئے تھے یہ بھی کلب میں کہی موجود نہیں ہیں ۔شام تک تو نظر آرہے تھے' مگر نو بجے سے پہلے غائب ہو گئے تھے۔ میگھن کی تو شکل اس نے اس کے بعد سے دیکھی نہیں تھی اور نہ ہی رمشا دیکھنا چاہتی تھی پر کچھ تو تھا جو اس کی چھٹی حس بتا رہی تھی کہ کچھ اچھا نہیں ہونے والا۔جب سے سکندر نے اسے کہا تھا کہ اس کی زندگی کا کوئی بھروسہ نہیں ہے تب سے رمشا کا دل عجیب سے وسوسوں اور اندیشوں کا شکار رہنے لگا تھا۔سکندر نے جتنی زندگی گناہ کے سائے میں گزار لی اس کا کیا اب غم کرنا بات اسی میں ہے کہ اسے ہمت' بہادری سے اسے راہِ راست پر لانا ہے' اگرچہ یہ کام انتہائی مشکل تھا مگر نا ممکن نہیں اور اب وہ اس کی سرگرمیوں کو اگنور کر کے آرام سے بستر پہ سو نہیں سکتی تھی۔ کمرے کی کھڑکی کو ہٹاتے اس نے سلائیڈنگ ڈور کھولا۔اور باہر کی طرف آئی۔

اسے کچھ آوازیں ارد گرد سُنائی دی جیسے کوئی دبی دبی آواز میں کسی کو ہدائیت کر رہا ہو۔

اس نے قدرے آگے ہو کر جھانکا کے کوئی آس پاس ہے مگر اسے باہر لگی لائٹ کی روشنی میں بھی کوئی دکھائی نہیں دیا۔یہ ہو کیا رہا ہے یہ سب مجھے اتنا مشکوک کیوں لگ رہا ہے۔وہ کچھ سوچ کر اندر آئی اور اس نے ارادہ کیا وہ سکندر کے کمرے میں جائے گی۔

سکندر کے کمرے میں پہنچی تو وہ بند تھا۔یار یہ کیا۔

اس نے ہینڈل کو زور سے گھما کر اسے غصے سے چھوڑا۔انگلیاں مروڑتی اس نے سوچا ضرور اس کے کلب کے آفس میں چیکنگ کر کے آئے۔

پھر اسے کسی کی آوازیں اور قدموں کی آواز سُنائی دی جو دوسری کوریڈور سیمت آ رہی تھی۔دوسرے کوریڈور کی طرف اس کا جانا ہوا ہی نہیں تھا۔اسے لگا شاید سکندر واپس آ گیا ہو۔وہ اس آوازوں کا تعاقب کرتی دوسرے کوریڈور کی طرف آئی۔یہ جگہ قدرے خاموش اور ویران تھا۔خوف کے بجائے اس نے الجھ کر اس خالی اور نیم اندھیرے جگہ کو دیکھا۔وہ واپس اپنے قدم موڑنا چاہتی تھی مگر بے اختیار اس کے قدم اُٹھتے گئے۔جیسے جیسے آگے بڑھ رہی تھی اس لفٹ جیسی آواز سُنائی دی۔یہاں پہ لفٹ بھی ہے۔اب کی بار وہ تیزی سے چلتی بائیں جانب موڑی کیونکہ اس کوریڈور کا راستہ باہیں جانب کی طرف جاتا تھا۔

یہ بھی خاصا ویران تھا۔دل بار بار کہہ رہا تھا واپس چلی جائے مگر دماغ نے زور سے نفی میں سر ہلایا۔راستہ رُک گیا اس کے عین سامنے لفٹ تھی۔اس کے اوپر ہی بڑی سی پرانے گھڑی لگی ہوئی تھی جو ایک طرف سے ٹوٹی بھی تھی۔ٹوٹی ہوئی گھڑی کون لگاتا ہے۔بنا سوچ سمجھے اس نے لفٹ کا بٹن دبایا۔جو اس کے دبانے پہ فوراً کُھل گئی۔حیرت سے اندر خوبصورت سے شیشے اور پلش ریڈ لیدر کے لفٹ کے اندر داخل ہو کر اس نے سوچا باہر سے اتنا ویران اور خوفناک منظر اندر سے خیر۔اس نے دیکھا لفٹ میں امرجینسی بٹن اور تین فلور نمبر کے بٹن کے علاوہ کچھ نہیں تھا۔مطلب یہ بیسمنٹ کی لفٹ ہے۔کیونکہ اس میں بی ون' بی ٹو اور گراونڈ فلور کے علاوہ کوئی دوسرا نمبر موجود نہیں تھا۔اس نے بنا سوچے سمجھے بی ٹو دبا دیا اور لفٹ نیچے کے سیمت بڑھنے لگی۔

"پتا نہیں نیچے کیا ہے؟ کیا پتا سکندر وہاں موجود ہو جہاں وہ ضرور پی رہا ہو گا اس وقت یا کیا پتا واقعی یہاں نہ ہو۔اگر اسے پتا چلا تو اسے بہت غصہ چڑھے گا۔ہو نہہ میں ڈرتی تھوڑا ہوں اس سے۔اس کی وجہ سے تو میں یہاں نیچے آنے پہ مجبور ہوئی ہوں۔سمجھتا کیا ہے خود کو اتنا پیار کرتا ہے' بیچارا بنتا ہے تو ایسے حرکتیں کرنے سے آخر باز کیوں نہیں آ جاتا۔

ایک دم لفٹ کُھلنے پہ وہ سوچوں کی دُنیا سے نکلی۔سامنے بڑا سا دروازہ تھا۔جسے دھکیلتی' وہ اندر داخل ہوئی تو ایک دم ٹھہر گئی بلکہ ٹھہرنا کیا تھا۔فریز ہی ہو گئی۔زوردار دھاکی آواز' کیج کو پیٹنے کی آواز اور پھر لوگوں کے شور نے اسے ہوش دلایا تھا کہ وہ اس وقت کہاں تھی۔اس کے لبوں سے قیامت خیز منظر کو دیکھ کر بے اختیار نکلا تھا۔

"میرے اللہ۔"

خوف سے اس نے سامنے کیج کے اندر موجود اپنے شوہر کو دیکھا جو کہیں سے بھی اس کا سکندر نہیں لگ رہا تھا بلکہ ایک وحشی جانور معلوم ہو رہا تھا۔آنکھوں پہ زخم 'منہ سے خون اور بنا شرٹ کے وہ ہاتھوں میں بینڈ باندھے سامنے تقریباً سات فٹ آدمی پہ مکے برسا رہا تھا۔

اس نے ارد گرد دیکھا جہاں سامنے مہنگے لیدر' ویلوٹ کے صوفے پہ سارے وہ صبح کے مہمان موجود تھے۔اوران کے ہاتھوں میں ان کا من پسند مشروب کے گلاس تھے۔ کسی کے چہرے پہ مسکراہٹ تھی تو کسی کے چہرے پہ تلخی' کسی کے چہرے پہ تمسخر تھا تو کسی کے چہرے پہ ہمدردی۔ جوش سے بلندی ہوتی ان کے پیچھے اور کیج کے ارد گرد کھڑے ہجوم کی شکل میں دیکھے' ان دیکھے لوگ پھٹی ہوئی آواز میں نعارے لگا رہے تھے۔

وہ سب یہ منظر اوپر کھڑی سیڑھیوں سے دیکھ سکتی تھی۔ سارے لوگ نیچے موجود اس تماشے کو خوب انجوائی کر رہے تھے۔

سکندر ایک پنچ اس کے سینے پہ مارنے لگا تھا کہ وہ روسی آدمی بلکہ روسی گینڈا اس کا مکا پکڑ کر اسے مروڑتے اس کے کے جبڑے پہ مکا دے مارا۔ سکندر بل کھا کر پیچھے گرا۔

رمشا کا دل بند ہو گیا۔ جاوید جو کیج کے زرا فاصلے پہ کھڑا' کانوں میں مائیکروفون لگائے یہ سب سپاٹ نظروں سے دیکھ رہا تھا ایک دم سکندر کے پیچھے گرنے پہ تیزی سے اس طرف آیا۔

"سر!!"

شور میں اس کی تیز آواز کہیں دب گئی تھی۔ سکندر اپنے جبڑے کو پکڑ کر ہلکہ سا کہرایا پھر کیج کو تھام کر سنبھل کر اُٹھا۔اس کے منہ اور خونوں خون اور سوج گیا۔

رمشا تو ایک دم ٹھنڈی پڑ گئی تھی تو یہ تھا اس کا بزنس۔ سمگلنگ کے ساتھ الیگل فائیٹنگ۔ اس نے تو یہ سب فلموں میں دیکھا تھا اسے کیا پتا تھا اصل زندگی میں اس کا شوہر اس پروفیشن سے منسلک ہو گا۔ ریلنگ کو تھامے وہ خود میں ہمت پیدا کر رہی تھی کہ وہ نیچے اس رش میں جا کر اس کیج کو توڑ کر اس ظالم' بے رحم آدمی کو نکال کر جھنجھوڑنے کے یہ محبت کرتے ہو اس سے' یہ پرواہ کرتے ہو اس کی۔

سوچتے ہوئے دماغ پھٹنے لگا۔ آنکھیں غصے سے لال ہو گئیں۔ سکندر اب سنبھل کر اسے وحشت بھری نظروں سے دیکھتا آگے بڑھا جس پہ روسی گینڈے نے اسے آگے بڑھ کر چھپٹنے کی کوشش کی۔ سکندر اسی وقت نیچے ہو گیا اور اپنی کہنی زور سے اس کی کمر پہ مارتا اس کا دائیں بازو کو پیچھے سے مروڑتا اسے نیچے گرا چکا تھا۔

"یس!!!!! "

بھا کے چمچوں نے تو بے اختیار اچھلنا اور چلانا شروع کر دیا۔ براڈ جو سگار کا کش لے رہا تھا بظاہر تو بڑا مطمن نظر آ رہا تھا مگر آنکھوں میں اضطراب اور سُرخی وقت کے ساتھ بڑھتی ہوئی نظر آ رہی تھی۔ یہ سین دیکھنے کے بعد اس نے فوراً وسکی کا گلاس اُٹھایا تھا اور گھٹا گھٹ پینے شروع ہو گیا۔

رمشا نے نیچے جانے کا فیصلہ کیا مگر رُک گئی۔ وہ اتنے رش میں ان مردوں کے بیچ سے گزرنا۔ اسے جھر جھری آئی۔ کچھ سوچ کر اس نے دیکھا جاوید بالکل اس کی ڈریکشن میں کھڑا ہوا تھا۔ وہ اسے اشارے کر سکتی تھی' پکار بھی سکتی تھی مگر اس شور میں جتنا بھی چیخ پکار لو بے معانی تھا۔

"کیا کروں۔۔۔۔۔ میں فون بھی۔۔۔۔ نہیں لائی۔۔۔ سکندر میرے ہاتھ۔۔۔۔ سے بچ جاؤ تم۔۔۔"

بے بسی سے آنکھوں میں پانی آنے لگا۔ کیا کرے وہ جس سے یہ تماشے کو روک سکے۔ اگر سکندر کو کچھ ہو گیا تو وہ سب کو آگ لگا کر خود کو بھی ختم کر دے گی۔ ایک دم اس نے کسی کے چیخنے کی آواز پر دیکھا' سکندر کے اوپر اس گینڈے نے اپنا پاؤں رکھا تھا اور اس پہ زور ڈال رہا تھا وہ تو تڑپ گئی۔

"سکندر۔۔۔۔"

وہ چیخی!!! مگر وہی کوئی فائدہ نہیں تھا۔ اس کے چیخنے کا۔ وہ بنا سوچے سمجھے سیڑھیوں کی طرف بڑھی جب اس نے امیر جینسی الارم دیکھا۔ اس کے ساتھ ہی شیشے کے چھوٹی سی الماری میں کلہاڑی پڑی ہوئی تھی۔ اس نے بنا سوچے سمجھے اس الماری کو کھولا اور اس میں اسے کلہاڑی نکال کر اس امر جینسی الارم پہ زور سے مارا۔

ایک دم پورے بیسمنٹ کی ہال میں شور اُٹھ پڑا۔

اور پورے ہجوم میں مچتا شور ایک دم خاموش ہو گیا۔

سب سے پہلی نظر جاوید کی اوپر کے سیمت بڑھی اور ایک دم وہ بالکل برف کی طرح ٹھنڈا ہو گیا۔ رمشا ایکس کو پکڑے اس سیمت ہی اب دیکھ رہی تھی۔

یہ یہاں کیسے آئی؟ سیکنڈ کوریڈور پہ تو انڈر کنسٹرکشن کا بینر لگا ہوا تھا اور ان کے ساتھ والا دروازہ بھی بند تھا تو کیسے آئی؟

سکندر ایک دم اس شور کا فائدہ اُٹھا کر اس گینڈے کی پیروں کو دھکیلتا اُٹھا اور اسے گرا کر اس نے شور پہ گھوم کر اوپر دیکھا کہ شور امیر جینسی الارم کو توڑنے سے بجا تھا اور وہ بھی جاوید کی طرح پتھر کا ہو کر رہ گیا۔ جاوید نے پھرتی سے رولز کو توڑتے ہوئے کیج کا دروازہ کھولا ورنہ اس سکندر نے خود کو لہولہان کرتے ہوئے کیج کو توڑ کر اپنی رے تک آجانا تھا۔

"سر۔" براڈ اور باقی سب انویسٹر' گیسٹ صوفے سے اُٹھ کھڑے ہوئے تھے۔

سارے شور کے ڈر سے خاموش ہو گئے تھے ایک دم چلانے لگے تھے۔ اس سے پہلے دھکم پیل ہوتی۔ جاوید نے مائیک اُٹھا کر سب کو کہا۔

"پلیز ریلیکس رہیں۔آپ کے شور سے نقصان ہو سکتا ہے۔اپنی اپنی نشست میں بیٹھ جائے اور جو کھڑے ہیں وہ وہی کھڑے رہیں ورنہ آپ کو گولی لگ سکتی ہے۔"

اپنی طرف سے اس نے پوری کوشش کی کہ کوئی نقصان نہ ہو ورنہ کوئی بھی پاگلوں کی طرح اوپر شیشے کا بڑا سا گلاس ڈور جسے رمشا دیکھ نہ سکی تھی' اسے توڑ کر چھلانگ لگا کر اوپر کے سمیت دوڑ لگا سکتا تھا۔یہاں سے صرف سکندر اور جاوید ہی آ سکتے تھے یا ان کا کوئی پروائیٹ سٹاف ورکر۔

اس شیشے کے دروازے پہ کوڈ لگا ہوا تھا۔اس کوڈ کو کھول کر وہ دروازہ کھول کر اوپر جا سکتے تھے۔

سکندر اوپر دیکھتا رہا پھر ایک دم مڑ کر باہر کی طرف نکلا۔

"سکندر!" براڈ نے اسے پکارا۔

"رواونڈ وان اوور۔رزلٹ ڈرا بیک۔" جاوید نے سامنے کھڑے جج سے جلدی سے کہلوایا کہ وہ اعلان کرے جس پہ اس نے اونچی آواز میں کہہ کر گویا بات ہی ختم کر دی۔روسی گینڈے نے گھوم کر زخمی اور تیز نظروں سے براڈ کو دیکھ' براڈ نے گھوم کر اسے۔

"واٹ از دس مین۔"

اس نے روسی زبان میں اسے چیخ کر کہا۔

"بے فکر رہو دوبارہ میچ ہو گا نہیں ہوا تو میرے سے ڈبل پیسے لے لینا۔"

اتنی ہی اونچی آواز میں اپنے زبان میں کہہ کر اسے گویا اسے تسلی دی پھر اس سمیت نگاہ اُٹھائیں۔جس پہ ساروں کی نگاہیں اس سمیت اُٹھ پڑی۔سکندر کوڈ کو دباتا' دروازہ کھول کر اوپر آیا۔رمشا ابھی تک ایکس تھامے' شل ٹانگوں سے جارحانہ انداز میں سکندر کو اس کی طرف بڑھتا ہوا دیکھ رہی تھی۔اس کی طرف جیسے ہی وہ پہنچا اسے اپنے گھیرے میں فٹافٹ لیتا اپنی چوڑے پشت سے اسے تقریباً سب کی نظروں سے چھپا چکا تھا پھر گھوم کر دیکھا تو جلدی سے گردن موڑ لی۔اس کا خون کھول اُٹھا تھا بس فقط ایک نظر دیکھنے سے وہ ان ہوس زدہ نظروں کو پہچان گیا تھا جو اس کی معصوم سے رے کو دیکھ کر تیزی سے بدلی تھیں۔

I'm gonna kill you women

خطرناک لہجے میں اس کے کانوں میں غراتا اس کو گھسیٹ کر لفٹ کے سمیت لے کر گیا۔

لفٹ میں جیسے داخل ہوئے اس نے رمشا سے ایکس کھینچ کر سیدھا پیچھے پھینکا جو ایک دم زور سے لیدر سے ٹکراتی نیچے گر گئی۔رمشا ایک دم چُپ تھی' اس کا سر جھکا ہوا تھا۔دل میں تو بہت کچھ سوچ کر آئی تھی کہ وہ اس کا یہ حشر کرے گی' اس کو اتنی

سُنائے گی مگراس کے خطرناک تیوروں نے تواس کی بولتی بند کردی۔ سکندر نے مکا سیدھا لفٹ کے دروازے پہ ماراا س نے لفٹ کوروکنے والا بٹن دبایا۔ جوچلتے ہوئے ایک دم رُک پڑی پھراس کی طرف گھوم کراسے دیکھتے ہوئے بولا۔

"یہاں کیا کررہی تھی تم ؟اور یہاں کیسے آئی ؟"اس کا لہجہ سخت تھا۔

خاموش !!

"میں تم سے کچھ پوچھ رہا ہوں رمشا!!!!"

اس نے اونچی آواز میں اسے اچھلنے پہ مجبور کردیا۔ وہ خاموش رہی جیسے خود کواور اسے ٹھنڈا کررہی تھی۔ ابھی وہ غصے میں تھا اس صورت میں جواب دینا اچھا نہیں تھا۔

"اب بہری بھی ہوگئی ہو تم ؟"

اس کی کوئی بات بُری نہیں لگ رہی تھی وہ جانتی تھی اسے نہیں پسند تھا کہ وہ کسی ایک مرد کی نگاہوں کے زد میں آئے وہاں توسو سے زاہد گندی نگاہیں اس کی سیمت اُٹھی تھیں پاگل کیسے نہ ہوتا وہ۔

"کوئی سرکس چل رہی تھی وہاں جو تم سے رہا نہیں گیا اور بھاگی چلی آئی۔"

اپنے منہ سے بہتے ہوئے خون کی بھی اس نے پرواہ نہیں کی تھی۔ اپنے

زخموں پہ رستے خون سے اسے تکلیف توہورہی تھی مگر غصہ ہر احساس پہ حاوی ہوا اوا تھا۔ آدھا خون رمشا کے کپڑے' ماتھے اور بالوں پہ لگ چکا تھا۔

"اکیلی کیوں آئی مدر ٹریسا ساتھ میں بختاور کو بھی لاتی اپنے ماما کے کارنامے دکھاتی پھراس کو مرتا ہوا دیکھتی پھر تالیاں اور جوش سے نعرے لگاتی۔"جو منہ میں آیا وہ بولتا چلا گیا اب رمشا سے رہا نہیں گیا بنا سوچے سمجھے اس کے منہ پہ تھپڑ دے مارا۔ سکندر بولتے ہوئے ایک دم چُپ ہو گیا۔

"مرنا' مرنا۔۔۔۔۔بہت شوق ہے مرنے کا تو سیدھا سولی۔ پہ کیوں نہیں چڑھ۔۔۔۔ جاتے۔۔۔ یہ زندگی تمھاری نہیں ہے ۔۔۔۔یہ زندگی میری ہے۔۔۔اتنی نفرت مجھ سے۔۔۔۔کہ مجھے مارنے پہ تُلے ہو۔"

آنکھوں میں آنسو اور انداز میں تپیش تھی۔ سکندر تو دیکھتا رہ گیا۔ تھپڑ نہیں اس لڑکی نے اپنا دل مزید کھولا تھا۔ غصے کا سوال پیدا نہیں ہوتا تھا۔اس تھپڑ کا وہ حق دار تھا۔

"یہ موت کے کھیل کیوں۔۔۔کھیلتے ہو۔۔۔۔زندگی پیاری نن ن نہیں ہے تو سیدھا خودکشی کیوں نہیں ک۔۔۔۔۔کرلیتے۔۔۔ ہاں !!! یا خود کو پولیس کے حوالے کیوں۔۔۔۔۔نہیں نہیں کردیتے۔۔۔ کیا کررہے ہو سکندر تم۔۔۔؟"

اس نے اپنے سر کو پکڑا اور بچوں کی طرح ہچکیوں سے رونے لگی۔ وہ ضبط کر رہی تھی۔ وہ کمزور نہیں پڑنا چاہتی تھی مگر یہ مشکل ' بے رحم آدمی اس کو توڑ رہا تھا۔ وہ بار بار خود کو جوڑ کر کھڑی ہوتی تھی کہ وہ ایک دم اپنی حرکتوں سے اسے توڑ کے رکھ دیتا تھا۔ رمشا نے اسے سائڈ پہ کر کے سٹاپ کا بٹن پھر دبایا کہ وہ لفٹ پھر سے چلنے شروع ہو گئی۔

"میری۔۔۔زندگی مت۔۔۔مشکل بناؤ کہ میں۔۔۔خود کو مارنے پہ مجبور۔۔۔مجبور۔۔۔ہو جاوں۔۔۔یا تمھیں چھوڑ کر چلی جاوں۔۔۔اس خوش فہمی میں مت رہنا تم ککلک اللہ (یہ درد) کے میں۔۔۔ تمھیں چھوڑ۔۔۔۔۔کر نہیں۔ جاوں گی۔ میرا ابھی بھی بس ہے۔ مجھے۔ کمزور مت سمجھو۔"

سکندر نے دہل کر اسے دیکھا۔ لفٹ کھل چکی تھی اور وہ نکل پڑی۔ سکندر بھی لپک کر اس کے پیچھے آیا اور اس پکڑ کر بولا۔

"تم نے ایسا سوچا بھی کیسے رے؟"

اس کی آواز شاکی تھی۔

"چھوڑیے میرا۔۔۔۔ہاتھ سکندر۔"

"اور تمھیں لگتا ہے کہ میں ایسا کروں گا۔" اس کی آواز سخت تھی۔

"میرے۔۔سے زیادہ۔۔تو آپ کو۔۔۔کو موت سے۔۔۔ عشق ہے۔۔میرے۔۔۔سے زیادہ یہ لفظ آپ۔۔کے منہ۔۔۔سے نکلتا ہے۔۔۔میرے سے پہلے نکلتا۔۔۔۔۔ہے۔۔یہ لفظ موت۔"

سکندر نے سر پہ ہاتھ پھیرا اور خود کو کافی حد تک ٹھنڈا کیا۔ یہ جو سامنے لڑکی تھی اس کی زندگی تھی' اس کا دل تھی' اس کا چین تھی۔ اگر یہ روٹھ گئی تھی تو سمجھو سب کچھ روٹھ جانا تھا اس سے۔

رمشا چہرے صاف کرتی اسے دیکھنے لگی۔

"رُکے کیوں۔۔۔ہو۔۔جاونا۔۔۔نیچے۔۔۔پھر بھیج۔۔۔دینا جاوید۔۔۔کو میرے پاس۔۔۔کہ چلا گیا۔۔۔لوگوں کا بھا۔۔۔" وہ کہہ کر رُکی نہیں چل پڑی۔

سکندر چل کر اس کے پیچھے آیا۔

....

"رے یار دروازہ کھولو رے!!! "

اس نے دروازے کو پچاس دفعہ پیٹ کر تھکے ہوئے انداز میں آنکھیں موند کر اپنا سر دروازے پہ ٹکا کر گہرا سانس لیا۔

"دیکھو رے یہ سب سے بڑا ٹارچر ہے پلیز دروازہ کھولو۔"

آہستگی سے کہہ کر اس نے دروازہ کھلنے کا انتظار کیا مگر لگتا تھا کہ مس میوٹ اب کی بار بہری ہو چکی تھی۔ گھوم کر وہ نیچے سلائیڈ ہوتا بیٹھ گیا اور اپنے زخم سے اُٹھتے درد کی پرواہ کیے بنا اپنا سر تھامے گہرے سانس لینے لگا۔ وقت کتنا بیت چکا تھا اسے پتا نہیں چلا اور وہ آنکھیں موندیں اس کے دروازہ کھلنے کا انتظار کرتے کرتے سو ہی گیا تھا کہ ایک دم دروازہ کھلا اور ٹھا کر کے اس کا سر نیچے فرش پہ جا کر لگا۔

"اُف اللہ!!!"

آنکھیں پٹ سے کھلی اور سامنے الٹا چہرہ لئے وہ اسے غضیلی نظروں سے تک رہی تھی۔ اس کی آنکھیں کافی سُرخ ہوئی تھیں۔ جیسے میڈم فل رونے کے سیشن سے ابھی ابھی فارغ ہوئی تھی۔

"کیا ہوا لڑنے۔ نہیں۔ گئے تم!! (سینے پہ بازو لپیٹے وہ دانت پیستے ہوئے بولی) میں تو جاوید۔۔۔کے۔۔۔۔خبر کا انتظار کر رہی تھی۔"

سکندر نے سر تھامے دل میں سوچا بیچارے شوہر کا سر اتنی زور سے لگا ہے بجائے اس کو اُٹھانے کے اس کے مرنے کی خبر کا انتظار کر رہی ہے۔

"بدقسمتی سے آپ کو یہ خبر نہیں مل سکتی کم سے کم اتنی جلدی تو نہیں خیر ایک زخمی آدمی تمھارے سامنے گرا ہوا ہے بجائے اس کو ایڈ دینے کے اس پہ طنز کے تیر پھینکے جا رہے ہیں۔" سینے پہ ہاتھ رکھے وہ اب کی بار تکلیف سے کہرایا(لڑکی ہے دل ایسے تو لازمی پگھل جائے گا)

"اچھا! مجھے تو۔۔۔یہاں۔۔کوئی طنز کرنے۔۔۔والا۔۔۔دکھائی نہیں دے رہا۔۔اوآپ تو میرے سامنے۔۔۔ہیں۔۔اپنی بات کر رہے تھے کیا آپ؟"

مشکل لڑکی!!!

"رمشا جی میں ایک کمینہ شخص ہوں جس نے آپ کی احساسات کو ٹھیس پہنچایا برائے مہربانی میری مدد کر دیجیے میرے سے اُٹھنا محال ہو رہا ہے۔"

"اس گینڈے۔۔۔کے پاؤں ہٹا سکتے تھے۔۔۔اپنے سینے سے مگر اُٹھ نہیں سکتے۔۔ابھی کوئی۔۔۔۔۔۔۔یہاں پہ آجائے مثلاً وہی۔۔۔۔۔۔گینڈا تو دیکھنا۔۔۔کیسے یہ لاچار جسم سپرنگ کی طرح۔۔۔۔۔اچھلے گا۔"

سکندر نے چونک کر اس کے جملے میں کافی کم رکاوٹ محسوس کی تھی۔ وہ غصے میں کم اٹکتی تھی یا شاید اس کا وہم تھا ظاہر ہے اسے بولتے ہوئے تکلیف ہوتی تھی۔

"نیور مائینڈ!! "

اس نے سکندر کا بازو پکڑا اور اسے کھینچا۔ سکندر نے اپنا جسم ڈھیلا چھوڑ دیا تھا۔

"دیکھیے آپ اس وقت نشے۔۔۔۔ میں نہیں۔۔۔ ہیں بہرائے کرم۔۔۔ جسم ڈھیلا کرنے۔۔۔ کی کوشش مت کریں۔۔۔۔ ورنہ ساری۔۔۔ زندگی کے لئے اُٹھنے کے قابل نہیں رہے گے۔۔۔"

سکندر نے گھور کر اس کے غصے سے بھرے لال چہرے کو دیکھا اور اپنا بازو چھڑوا کر اُٹھا اور دروازبند کر کے سیدھا جا کر بستر پہ بیٹھ گیا۔

رمشا نے اسے سر تا پا دیکھنے کے بعد تاسف سے سر ہلایا پھر چل کر اس نے بیڈ سائڈ ٹیبل کے دراز کو کھولا اور اس میں سے ایڈ باکس نکالا' دراز کو بند کر کے اس کے پاس آئی۔ سکندر نے اپنے نظریں زرا سی اس کی طرف اُٹھائی پھر جھکا دی۔

"بیچارے زخمی بندے کو تھپڑ دے مارا مجال ہے جو شرمندگی ہو محترمہ کو۔"

رمشا باکس میں سے پٹی اور ڈیٹول نکال کر چیک کر رہی تھی کہ سکندر کی بات پہ ایک دم رُک کر اسے دیکھا۔

"زخمی بندہ۔۔۔ اسی کے قابل ہے۔۔۔۔۔ اگر وہ دس ہزار دفعہ یہی بات۔۔ کرے گا۔۔۔ تو اسے اتنی دفعہ۔۔۔۔ مار پڑے گی۔۔۔"

سکندر نے سر اُٹھایا پھر مسکرا کر بولا۔(اس کی مسکراہٹ اس وقت قطعاً محبت بھری نہیں ہو سکتی تھی سو سمجھ جائے کس قسم کی مسکراہٹ تھی۔)

"بندہ اگر شرمندہ نہ بھی ہو تو بھی زرا بن جاتا ہے کہ اگلے بندے کا خون جو مزید بہہ چکا ہے وہ نہ جلے۔ مضنوعی' جھوٹی تسلی وغیرہ دے دیتا ہے۔انسان کو اتنا سٹریٹ فارورڈ نہیں ہونا چاہیے۔"

"خود اپنے۔۔ کیے پر۔۔۔ کبھی نہ شرمندہ ہونے والا۔۔۔۔۔ مجھے مضنوعی تسلی' شرمندگی کے درس دے رہیں ہیں۔"

بڑبڑا کر اس نے بڑی آہستگی سے دو پین کلرز نکالی اور اپنے پڑے ہوئے پانی کے گلاس کے اوپر رکھی چھوٹی سی پلیٹ پہ فی الحال کے لئے رکھی۔ سکندر اس کی بات سُن چکا تھا اور اس کے نئے انداز کو دیکھ کر رہ گیا۔

"کوریڈور کے سائڈ پہ ایک بورڈ پڑا تھا اس پہ لکھا تھا انڈر کنسٹریکشن تو اس کو دیکھنے کے باوجود بھی تم وہاں پہ کیا ڈھونڈنے گئی تھی؟"

رمشا اب اس کی طرف آ کر اس کے چہرے کا جائزہ لینے لگی پھر واش روم گئی اور ایک چھوٹا سا ٹاول کو گیلا کر کے اس کے پاس آئی اور اس کے جمے ہوئے خون کو صاف کرنے لگی۔ سکندر نے اسے ٹوکا نہیں تھا۔

"تم سے کچھ پوچھا ہے ؟۔"

جب رمشا نے طویل خاموش کے بعد بھی کچھ نہ کہا تو سکندر کو جھلا کر کہنا پڑا۔

"جس کا۔۔جواب۔۔دینا میں۔۔ضروری نہیں سمجھتی۔"

وہ اپنے کام میں مصروف آہستگی سے بولی۔جب سکندر کو لگا کہ وہ اس کی بات سُنے کو تیار نہیں ہے تو اپنے دبے ہوئے غصے کو بلا آخر بے قابو کرتے ہوئے وہ پھٹ پڑنے والے انداز میں بولا۔

"وہاں آنے کی کیا ضرورت تھی تمھیں جانتی بھی ہو وہاں کا ماحول کیسا ہے !! مردوں کی کیسے نظریں اُٹھی تھی تم پر۔مت پوچھو کیسے خون کھول اُٹھا تھا میرا۔"غصے سے اس کا چہرہ پورا سُرخ ہو گیا تھا۔رمشا نے اسے دیکھا اور ایک بار پھر بنا سوچے سمجھے زور سے اس کے زخمی سینے پہ ہاتھ مارا وہ سی کرتا رہ گیا۔

"مم میرا۔۔خون بھی۔۔۔کھول اُٹھاتا تھا۔۔۔تم الیگل فائیٹس۔۔۔۔کرتے ہو۔۔۔۔حالت دیکھی۔۔۔۔۔۔ہے ۔۔۔۔چہرہ چچ چہرہ دیکھو۔۔۔۔اس وحشی درندے کو دددیکھ کے خوف خخوف آگگ گیا تھا۔۔۔۔اور تم اس سے لڑ رہے۔۔تھے ۔۔۔۔ایک تو تم۔۔نے کلین۔۔۔۔۔شیو کروالی۔۔۔۔اس پہ اور۔۔زہر لگنے ہو۔۔۔۔اور اگر تم دوبارہ ایسے۔۔۔۔۔کروگے تو میں رسیٹلنگ شروع کردوں گی۔۔۔۔۔۔ایسے تو۔۔۔تم نہیں رُکنے والے۔۔۔۔نہیں ہو۔۔۔۔۔"

سکندر نے اسے ایسے دیکھا جیسے اس کا دماغی توازن خراب ہو گیا ہو۔

"تم !! نے ایسا سوچا۔۔۔۔۔"

"آواز نیچے !!! ۔۔۔(اس نے گھور کر کہا) مجھے اپنا کام کرنے دیں۔"

اس نے انگلی اُٹھا کر کہہ کے سکندر کی گردن پہ زخم صاف کرنے لگی۔سکندر نے مٹھیاں بھینچ لی پھر اس کی بازو کو پکڑ کر بولا۔

"تم جانتی ہو کس سے بات کر رہی ہو ؟"

رمشا نے اسے کی آنکھوں میں دیکھا پھر بازو نکال کر بولی۔

"جج جانتی ہوں میں رے۔۔۔۔۔۔۔۔کے ہزبنڈ۔۔۔۔۔۔۔۔سے بات کر رہی ہوں آ کچلی۔۔۔۔۔میں چھیلے ہوئے آلو سے ۔۔۔۔۔مخاطب ہوں۔۔۔"

سکندر کا منہ کھل گیا۔یہ لڑکی کچھ زیادہ ہی فری ہو رہی ہے۔

"کس اینگل سے میں تمھیں چھیلا ہوا آلو لگتا ہوں ؟اور ویسے بھی میری یہ لک رکھنا مجبوری تھی۔"

"ہر۔۔اینگل سے (اینٹی سیپٹک لیکوڈ کو کاٹن میں بھگو کر بولی) لگتے ہیں۔۔۔اور یہ لک ,نہ اپناتے تو وہ چڑیل۔۔۔۔آپ کو اپنا نہ کہتی۔۔۔۔اس سے۔۔زیادہ آپ کا قصور ہے۔"

"ہاں سارے قصور تو میرے ہیں باقی ساری دُنیا تم سمیت بیچاری ہے' معصوم ہے' مظلوم ہے بس جلاد' فرعون تو میں ہوں۔"

رمشانے بامشکل اپنی مسکراہٹ دبائی اور اس کے زخم پہ اینٹی سیپٹک لگائی۔وہ جلن سے ہلکہ سا چیخ پڑا۔

"ہاں یہ بات تو۔۔۔ صحیح کہی ہے۔۔ویسے۔"

"اُف ہٹاؤ اسے!!! "اس نے کاٹن والا ہاتھ پیچھے کیا۔

"اب یہ۔۔بالکل نہیں ہٹے گا۔۔۔سزا یہی رکھی۔۔ہے میں نے آپ کی۔"

"عمر قید کی سزا دینے والی جج مزید سزا دینے کی بات کر رہی ہے۔"

اس کی بات پہ رمشانے اسے ٹھہر کر دیکھا پھر بنا کچھ کہیے اپنے کام کو مکمل کرنے لگی۔

•••

"براڈ کیا مطلب تم فی الحال ری میچ ڈیلے کیوں کر رہے ہو اور دوسرا اسکندر سے کمپنسیٹ کرنے کو کیوں تیار ہو گئے۔کل تک تو تم تو اسے برباد کرنے پہ تُلے تھے آج تمھارا ایک دم موسموں کی طرح تمھارے بدلتے فیصلوں کو دیکھ کر میں پریشان ہو گیا ہوں۔"

جیڈ سگار کا گہرا کش لیتے۔کلب کے پروائیٹ سویٹ کے لاونج میں سامنے بیٹھے سوچ میں گُم براڈ سے کہا۔

"جلد بازی میں کیے جانے والے فیصلے کبھی ٹھیک نہیں ہوتے جیڈ۔اپنی بیٹی کی وجہ سے میں اپنے برسوں کی محنت سے بنائی گئی ریاست کو تباہ و برباد نہیں کر سکتا اور سکندر کو برباد کرنا سمجھو اپنے پیر پہ کلہاڑی مارنے والی بات ہے۔ایک برباد ہوئے وے شخص کو کتنا برباد کرنا۔وہ ہار بھی جائے' اس کا کتنا مالی نقصان کیوں نہ ہو مگر وہ اب بھی طاقت ور ہے۔وہ ایک انسان کے روپ میں درندہ ہے جو ساری دُنیا الٹ کر رکھ سکتا ہے۔پہلے اس کو اپنی طاقت کا اندازہ نہیں تھا مگر مجھے کل لڑائی میں معلوم ہو گیا تھا کہ اس بندے سے پنگا لینا شیر کے منہ میں ہاتھ ڈالنے والی بات ہے۔میں اس سے بات کروں گا' میگھن اور ڈیمی اس کی بیوی سے معافی بھی مانگے گی۔"

"میگھن اور ڈیمی معافی مانگے گی؟ مگر۔۔۔"

"اگر میری وجہ سے انھیں اتنی کھلی آزادی ملی ہے تو میری وجہ سے ہی وہ اس کی بیوی اور سکندر سے معافی مانگے گے!! "

"لیکن اس کا تمھیں فائدہ کیا ہو گا۔ میگھن سے شادی کرنے سے تو رہا سکندر کل ہم نے دیکھ لیا تھا وہ تو اپنی بیوی کا اتنا دیوانہ دکھائی دے رہا تھا کہ اس کے لئے' اس کی عزت کے لئے وہ اپنے آپ کو برباد کرنے پہ تیار ہو گیا تھا۔"

جیڈ کو اس کی سٹریٹیجی سمجھ سے باہر لگی۔

باہر کھڑکی سے آتی سورج کی کرن پہ نظر جمائے وہ گہری سانس لیتے ہوئے بولا۔

"فائدہ نہیں تو نقصان بھی نہیں ہوگا۔بس تم خاموشی سے دیکھتے جاو۔اس وقت کا انتظار کرو جب سکندر اپنی کرنے کے بجائے ہماری سُنے گا' ہمارے اشاروں پہ چلے گا۔"

جیڈ نے دل میں سوچا وہ بندہ مر جائے گا مگر کرے گا آخری دم اپنی ہی اگر اس کا نام سکندر حدید تھا۔

•••••••••••••••••••••••••

"واو کتنے خوبصورت لگ رہے ہو قسم سے اتنا پیار ہے آرہا ہے تم دیکھ کر دل کر رہا مزید تمھیں اپنے مکوں سے خوبصورت بنادوں ۔"

"بھئی اب اتنا پیار مت دینا مجھے پہلے ہی بیوی سے پیار وصول کر کے آیا ہوں اب تیرا پیار مجھے جینے میں مبتلا کردے گا۔"

"او تو گویا مس میوٹ نے چھوڑا نہیں آپ کو۔"

"مس میوٹ توبہ کرو!!! اب سمجھ میں آئی کہ وہ خاموش کیوں رہتی تھی جب بولنے پہ آتی ہے بندہ باقائدہ کانوں کو ہاتھ لگاتا ہے ۔تحمکانہ لہجے میں اس نے فائیٹنگ کلب بند کروایا ہے میرے بندوں کے ذریعے۔ سیل لگ چکا ہے وہاں۔چلتا کیا ہے میرے مہمانوں کو۔جب سے اسے پتا چلا یہ سب میرے موت کے فرشتے ہیں تب سے جلاد بنی ہوئی ہے محترمہ پتا نہیں کیا ہوا اسے ۔"کافی کا سپ لیتے ہوئے اس نے ٹھنڈی آہ بھری جواب میں حنان نے باقائدہ ہاتھ اُٹھ کر اوپر آسمان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"او میرے مالک تیرا شکر تو نے میری دعا سُن لی۔بس ایک اور درخواست ہے میری اس آدمی کو ہدائیت دے دیں اور اسی لڑکی کی ذریعے جس بیچاری کو بڑے زعم میں لایا تھا کہ اس کی زندگی میں سکون ہی سکون ہوگا۔ہونہہ تیرا ساتھ تو یہی ہونا چاہیے بلکہ میں تو کہتا ہوں اس لڑکی کو اب تم پر کیس کرنا چاہیے۔کیڈنیپنگ کا' زبردستی نکاح کا' الیگل فائیٹ کلب کھولنے کا' نوکروں پہ ظلم' حازق پر اٹیک اور سب سے بڑی چیز بھول گیا سمگلنگ ٹین ایج بچوں کو منشیات فراہم کرنا تجھ جیسے کمینے کو عمر قید ہونی چاہیے اور اس دفعہ تو میں بھی رمشا کے ساتھ کیس کروں گا تم پر اور جج تیرا باپ ہوگا۔کامیابی ہوگی ان شاءاللہ۔"

سکندر اسے دیکھتا رہ گیا پھر مسکرایا۔

"سکندر کو عمر قید ہو ہی نہ جائے۔ جیل میرے لئے گیسٹ ہاوس کی طرح ہے۔یہ میرے پہ ہے کہ میں کتنے دن وہاں ٹھہرتا ہوں ۔چاہے ایک ہفتہ یا ایک گھنٹہ۔یہ دُنیا سکندر کا کچھ نہیں بگاڑ سکتی۔مائینڈاِٹ اس لئے سوچ سمجھ کر بولا کرو۔"

وہ اپنی بات سنجیدگی سے کہہ کر کافی کا سپ لینے لگا۔ حنان اسے دیکھتا رہا پھر اس کے مطمئن مگر زخمی چہرے کو دیکھ کر اس نے گہرا سانس لیا پھر ایک دم ہنس پڑا۔ (اس کا انداز مذاق اُڑانے والا تھا۔ سکندر کے غرور پہ اسے ہنسی آئی)

"لیکن خدا تو یہ کر سکتا ہے نا سکندر۔ میں بھی بے وقوف تمھاری محبت میں تمھیں ہی کنویں میں دھکیل رہا ہوں کیسا دوست ہوں میں آخر۔ میرا جیسا دوست خدا کسی کو نہ دے۔ یہ لڑکی جب سے تمھاری زندگی میں آئی ہے مجھے احساس ہونے لگا کہ میں غلط ہوں ۔ تم تو منفیکچر ڈیفالٹ پیس ہو تم سے کیا کہنا مگر میں تمھاری ہمدردی کی چکر میں تمھیں کھائی میں دھکیل رہا ہوں اور اس شکنجے میں نہ صرف تم آہستہ آہستہ دھنستے جارہے ہو بلکہ میں بھی اس شامل ہوتا جارہا ہوں اور اسی طرح آہستہ آہستہ ہمارے پیارے بھی اس دلدل کی لپیٹ میں آتے رہیں گے۔"

سکندر کو اس کے دماغی توازن پہ شعبہ ہوا تو قدرے اچھنبے میں اس نے سنجیدگی سے پوچھا۔

"طبیعت تو ٹھیک ہے کیسی بہکی بہکی بات کر رہے ہو۔ پینا تو نہیں شروع کر دیا۔" حنان نے اسے گھور کر دیکھا۔ یہ آدمی سُدھرے گا کبھی نہیں۔

"سکندر میں۔۔۔۔" مگر سکندر نے ہاتھ اُٹھا کر اسے ٹوک کر اپنی بات جاری کرتے ہوئے بولا۔

"سُننے کے لئے اچھی ہیں یہ باتیں!!! اور زندگی کے تینتیس سال گزرانے کے بعد یہ باتیں تینتیس ہزار بار سُنی بھی ہیں۔ عمل کرنے کی بھی کوشش کی ہیں مگر تینتس ہزار بار کوششوں کے کامیابی نہیں بلکہ ناکامی ہوئی ہیں۔ ایک کامیابی مجھ ان عمل کے ذریعے تم ڈھونڈ کے بتا دو اگر تم مجھے ثابت کر کے دے دیتے ہو میں یہ سارے کام چھوڑ دیتا ہوں اینڈ آئی سویر جو میں بولتا ہوں اس پر بھی عمل کرتا ہوں اور آج تک کیا بھی ہے میں نے۔"

"یہ کامیابی دُنیا میں نہ سہی مگر آخرت میں۔۔۔"

کپ کو اس نے ٹیبل پہ رکھا۔

"آخرت میں میرا ٹھکانہ کہاں ہے یہ مجھے اچھی طرح پتا ہے حنان سو مجھے بار یاد مت دلاؤ۔ ایک شرابی' خونی' زندگی تباہ و برباد کرنے والے انسان کو اپنی اصلیت اور اپنے انجام کا اچھی طرح پتا ہوتا ہے بظاہر تو وہ دُنیا کے سامنے' اپنے سامنے اس بات سے مکر جاتا ہے۔ ہر شروعات کا اختتام ہوتا ہے اور ہر کیے گئے عمل کا انجام۔ وہ الگ بات ہے ہم اس انجام سے بے نیاز ہو جاتے ہیں' آنکھیں بند کر لیتے ہیں یا پھر بے حس ہو جاتے ہیں وہ ایک بیماری ہیں یاد ہے بائیولیجی کی کلاس میں میم نے اس بیماری کا نام بتایا تھا کیا نام ہے اس کا وہی جو انسان ہر قسم کے احساس سے عاری ہو جاتا ہے اپنے جسم کے کسی حصے کو محسوس نہیں کر پاتا۔"

"سی آئی پی۔"

حنان نے آہستگی سے کہا۔

"ہاں کو جینٹل اینسینسیٹوٹی ٹو پین۔ یہی حال ہم مجرموں کا ہے ہر جرائیم کے انجام سے بے حس ہو جاتے ہیں۔ اس لئے اب میں یہ آخری دفعہ یہ ڈسکشن کر رہا ہوں جو ہم دونوں کو کہی نہیں لے کر جاتا اس لئے اپنا اور میرا وقت برباد مت کرو۔"

قطعاً لہجے میں گویا اس نے بات ہی ختم کر دی۔ حنان نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔

"کام ہو چکا ہے۔"

سکندر چونکہ پھر اسے سمجھ آئی کہ وہ کس حوالے سے بات کر رہا ہے۔

"سر یسلی کوئی مسئلہ تو نہیں ہوا؟" وہ اب بالکل سیدھے ہو کر اس کی طرف متوجہ ہوا۔

"نہیں ڈر تو لگ رہا تھا کہ کہی پکڑے نہ جائے مگر تھینک گُڈنس ایور تنگ وینٹ ٹو دی پلان۔"

"ہوں۔ اب آگے۔"

"یہ تو تم ہی بتاؤ گے۔"

"فی الحال تو میں یہ کام تم پر سنو پتا ہوں جو جی میں آئے کرو۔ میں تو اس ملک سے فرار ہونے لگا ہوں تو بختاور بھی تمھارے حوالے۔"

اس کی بات پہ ایک دم حنان کے چھکے چھوٹ گئے۔ یہ آدمی ایک دن میں دس دس فیصلہ کرتا تھا مگر اس کی تین فیصلوں کو ایک ساتھ سُن کر اس کا تو سر چکرا گیا۔ فرار' بختاور کو اس کے حوالے کرنا اور اپنا کام اسے سونپنا۔

"کہاں جا رہے ہو؟"

اس نے سنبھل کر سپاٹ لہجے میں کہہ کر اسے بے تاثر نگاہوں سے دیکھا۔ (ورنہ دل کر رہا تھا اپنے پاس موجود پستول کو نکال کر چھ کی چھ گولیوں اس کے دماغ میں گھسا دے۔)

"ابھی نہیں بتاؤں گا بہت اہم کام ہے ساروں سے پہلے مجھے وہی کرنا۔"

"تو نے کبھی کوئی کام غیر ضروری کیا ہے شیر داؤد۔"

"پلیز!!! مجھے اس نام سے مت پکارو!!"

اس کا سارا موڈ اس ایک نام سے خراب ہو گیا۔

"تمھارا نام تو یہی ہے اس میں میرا کیا قصور۔"

"میں ہمیشہ کے لئے فرار نہیں ہو رہا یار واپس آ جاوں گا اس لئے اتنا سڑنے کی ضرورت نہیں اور بختاور تمھاری بھی کچھ لگتی ہے نہیں رکھ سکتے۔"

"شٹ آپ! داود جب اپنی بیوی کے چاچو کو رکھ سکتا ہوں تو اپنی بھانجی کی بھی ساری زمہ داری سنبھال سکتا ہوں یہ بات تمھیں کہنے کی ضرورت نہیں ہے تو کیا بیوی کو کہاں چھوڑو گے اس کے گھر والوں کے پاس۔"

سکندر نے چہرہ پہ ہاتھ پھیرا۔

"ساتھ لے کر جا رہا ہوں اسے۔"

"او تو سیدھے سیدھے کہو موصوف ہنی مون منانے جا رہے ہیں۔"

"جو سمجھنا ہے سمجھو۔"

"بنا پاسپورٹ کے اسے لے کر جاوگے؟ یہ کیا کوئی نیا رول لاگو ہوا ہے۔"

سکندر کے چہرے پہ شرارتی مسکان رینگی۔ حنان کا چہرہ غصے سے سُرخ ہو گیا۔

"میں ایسا کوئی گھٹیا کام نہیں کرنے والا اور عینہ اس چیز میں بالکل انولوڈ نہیں ہو گی۔"

سکندر ہنس پڑا۔

"بھابی کا نام ہی نہیں لیا میں نے تم نے خود ہی کہا۔ چلو اچھا ہے اب فٹا فٹ بھابی کو فون ملاو۔"

"بھابی کے بچے!!!! "دانت پیستے ہوئے حنان نے کہا۔

"جملے کو درست کیا جائے برخوردار بھابی کا دیور ہوں میں۔"

"اس وقت فوراً بھابی کا ذلیل دیور میری نظروں سے اوجھل ہو جائے ورنہ میرے یہ ہاتھ کچھ کر بیٹھے گے۔"

"میرے کارناموں کو صاف کرنے کے سوا یہ ہاتھ کچھ نہیں کرتے۔" اس نے حنان پر چوٹ کی۔

"مگر اب یہ ہاتھ سکندر حدید کو اس دُنیا سے صاف کر دے گے۔"

وہ اُٹھا تو سکندر حدید مزید اپنے چہرے کو خوبصورت بنانا نہیں چاہتے تھے لہذا اسپرنگ کی طرح اچھل کر اس نے دوڑ لگائی۔

....

"دیکھو سکندر بھول جاو یار میگھن نے معافی تو مانگ لی ہے تمھاری بیوی سے۔ میں بھی سب کچھ بھلا کر تم سے دوبارہ ہاتھ ملانا چاہتا ہوں۔ ہماری ایکشن ایک فطری عمل کے طور پہ تھا کیونکہ اچانک تمھاری شادی کی خبر سُننا ہمارے لئے کسی شاک سے کم

نہیں تھا۔ کہاں تم صنف نازک سے بھاگنے والے' ایک دم کسی کے اتنے دیوانے ہو گئے۔ اسے اپنی بیوی کا درجہ دے دیا جو کہ بہت بڑی بات ہے۔"

بلیک شرٹ' گرے پینٹ میں ملبوس وہ بلیک سُن گلاسس پہنے۔ گولف سٹک تھامے کبھی اپنے بال کو یا پھر اپنے نشانے کو دیکھ رہا تھا۔ اس کی توجہ گولف کھیلنے کی طرف تھی۔ براڈ جو کل تک اس کے لئے اہم پارٹنر تھا آج ایک مکھی کی طرح اس کی اوقات رہ گئی تھی۔ سکندر ایسا ہی تھا ایک منٹ کسی کو عرش تک لے جاتا تو ایک منٹ کسی کو عرش سے نیچے لا پٹھکتا۔ اسے کبھی اپنی حرکت کا نہ تو کبھی افسوس ہوا تھا نہ ہی کبھی خیال آیا تھا کہ اس نے ایسی حرکت بھی کی تھی۔ براڈ وغیرہ کو میچ کے بعد اس نے فوراً حکم دیا تھا چلتا ہو جانے کو جس پہ انھوں نے احتجاج کرنے کے بجائے اپنے کسی جاننے والے کے گیسٹ ہاوس میں چلے گئے تھے۔ براڈ نے سکندر کی بات پہ کسی چیز کا اظہار نہیں کیا تھا۔ یہ بات سکندر کے لئے حیران کن تھی مگر بہر حال اس نے کوئی توجہ نہیں دی تھی۔ ابھی سکندر کلب کے گولف ایریا میں گولف کھیل رہا تھا کہ اچانک جاوید نے براڈ کی آمد کا بتایا۔ جس پہ سکندر نے سرد آواز میں کہا کہ اسے چلتا کرے۔ وہ اسے ملنا نہیں چاہتا۔ پیسے وہ اس کے روس پہنچتے ہی اسے بھجوا دے گا' بلکہ منہ پہ مار دے گا۔ جاوید نے خاموشی سے اس کی بات سنُنے کے بعد کہا۔

"سر وہ آپ سے اپنی اور اپنی بیٹی کی حرکت پہ معذرت کرنا چاہتا ہے۔"

جس پہ سکندر کے شاٹ مارتے ہوئے ہاتھ ہوا میں لہرائے تھے وہی ٹھہر گئے تھے۔۔۔ پھر آہستگی سے ہاتھ نیچے کرتے ہوئے وہ زرا سا گھوما پھر تھوڑی دیر بعد سرد لہجے میں بولا۔

"معذرت اور براڈ یہ بات زرا مجھے ہضم نہیں ہوئی جاوید میاں! چکر کیا ہے؟"

"مجھے بھی ہضم نہیں ہوئی سر مگر وہ کافی سریس دکھائی دے رہا تھا۔ چکر کا تو مجھے نہیں معلوم بس اتنا لگتا ہے کہ وہ آپ کے ساتھ بگاڑنا نہیں چاہتا۔"

جس پہ سکندر کی زہریلی ہنسی چھوٹی۔

"تم بگڑنے کی بات کرتے ہو۔ میں اب اس کی شکل دیکھنا نہیں چاہتا۔ سکندر کے فیصلے کو بدلنے میں ایک لمحہ چاہیے ہوتا ہے اور میں فیصلہ کر چکا ہوں کہ میں اس کی کوئی بات نہیں سُنوں گا پیسے اس کی اکاونٹ میں ٹرانسفر ہو جائے گے۔"

مگر اس نے کافی زور دیا اور سکندر نے پتا نہیں کیا سوچ کر اسے بلا لیا اس پہ بنا دھیان دیے اپنے کھیل میں لگا رہا۔ براڈ کی بات سُن کر وہ ٹھنڈے لہجے میں بولا۔

"صنف نازک کی طرف توجہ نہیں دیتا تھا تو اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ میرے اندر جذبات نہیں ہے۔ہیں ضرور ہیں مگر تم لوگوں کی طرح میرے جذبات اتنے منہ زور نہیں ہیں کہ ہر کسی پہ اتنی آسانی سے دل آجائے میرا۔"

اس کی بات پہ براڈ کیا کہہ سکتا تھا۔

"ارے یار چھوڑو نہ پرانی باتوں کو ہمیں تمھارا نہیں پتا تھا کہ تم ون ویمن مین نکلو گے وہ تمھاری پرسنل لائف ہے جس سے ہمارا کوئی سروکار نہیں ہے۔ہم تو بزنس۔۔۔"

سکندر گولف سٹک کو چھوڑ کر گھوما اور اسے جھپٹ کر اس کا گیربان تھام کر بولا تو دھیمے مگر خطرناک لہجے میں اسے کہا۔

"سکندر جب ایک بار کہہ دیتا ہے کہ دفع ہو جاو تو اس کا صاف مطلب ہوتا کہ شرافت سے دفع ہو جاو نہیں تو دوسری بار وہ شخص اپنے ٹانگوں کے بجائے سٹریچر کے ذریعے اس کی نظروں سے اوجھل ہوتا ہے۔مجھے گدھا سمجھا ہوا ہے۔کیا تمھیں الو کا پٹھا دکھائی دیتا ہوں تمھارا پلان نہیں سمجھوں گا۔"

زور سے اسے جھٹک کر اس نے براڈ کا جبڑا پکڑا۔

"جس سکول کے تم پرنسپل ہو براڈ لیور اس سکول کا میں اوونر ہوں شاگرد نہیں۔تمھارے سامنے بیس سالا شیر نہیں بلکہ تینتیس سالا سکندر حدید موجود ہے۔"

وہ تو بالکل ٹھنڈا ہو گیا تھا اس کے باڈی گارڈز بھی ارد گرد موجود نہیں تھے اور اگر ہوتے بھی تو بھی سکندر ان کے لئے کافی تھا ان کے ہڈی پھسلیاں توڑنے کے لئے۔اب چھوڑ کر وہ بالکل نارمل ہو چکا تھا۔مسکرا کر بولا۔

"تم لکی ہو کہ دوسری وارنگ کے بعد اپنے پیروں پہ چل کر جاوگے یہ سکندر کا احسان ہے تم پر جاو معاف کیا۔اب تمھارے پاس چوبیس گھنٹے ہیں اس ملک میں رہنے کے 'ورنہ میں تیسری وارنگ نہیں دوں گا۔اکاونٹ میں تمھارے پیسے جمع ہو جائے گے ۔اوکے ہیو گڈ ڈے۔"

وہ اپنی بات کہہ کر مڑ گیا تھا جبکہ وہ کچھ سوچ کر اسے سخت نظروں سے دیکھتا رہا۔بچ جانے کی وجہ سے وہ کافی حد تک سنبھل گیا تھا مگر اس کے اندر آگ بھڑک چکی تھی۔۔دل ہی دل میں بول رہا تھا کہ سکندر کو پے بیک کرنا ہوگا 'جبکہ سکندر بڑی بے فکری سے اپنے کھیل میں مصروف ہو گیا تھا۔

....

"بختاور!! کالج جانا۔۔چاہتی ہے۔۔۔تم۔۔۔اسے بھیج کیوں نہیں۔۔۔۔رہے۔۔"

رمشا سینے پہ بازو لپیٹے اس کے آفس میں موجود تھی جو لیپ ٹاپ پہ خاصا مصروف دکھائی دے رہا تھا۔اس کے ہنٹوں پہ دبی سگریٹ رمشا کو الجھن دے رہی تھی' مگر کیونکہ بہت دنوں سے وہ اس کے سامنے ڈرنک کرتا ہوا دکھائی نہیں دے رہا تھا تو اتنا بہت تھا اس کے لئے۔ سکندر نے ذرا سی نظریں اس کے چہرے کی طرف اُٹھائیں' پھر سگریٹ لبوں سے نکالتا بولا تو لہجہ خاصا سپاٹ تھا۔

"بس میری مرضی تم اس کی وکیل مت بنو۔"

اس کی عجیب بات پر رمشا کا منہ کھلا کا کھلا رہ گیا اسے کیا ہوا۔

"وکیل!! ۔۔۔ سکندر میں۔۔۔ بات کرنے۔۔۔۔ آئی ہوں۔۔اس کی وکالت کرنے۔۔۔ نہیں اس۔۔۔ کا ٹائیم ضائع ہو رہا ہے ۔۔۔اس کے پیپرز۔۔۔"

سکندر نے سگریٹ ایش ٹرے میں مسل کر کہا۔

"حالات ہیں اس کے کالج جانے کے ایک مہینے پہلے اسے گولی لگی تھی تین ہفتے بعد بامشکل راضی ہوا تھا کہ اس کے پیپرز قریب تھے'۔ مگر گھر پہ حملہ ہوا سوچو کہ کوئی کیسے ہمارے جان دھو کر پیچھے پڑا ہے ایسے حالات میں اسے کالج بھیج دوں؟ میں اسے اتنی دفعہ بتا چکا ہوں کہ اسے میری بات سمجھ کیوں نہیں آرہی ویسے یہ نخرے بھی تمھاری وجہ سے کر رہی ہے ورنہ وہ ہر بات میری مان جاتی تھی۔"

رمشا کو سکندر خاصا ٹینز دکھائی دیا مگر وہ اس کی بات پہ حیرت اور غصے سے بنا کچھ کہیے سامنے کرسی پہ بیٹھی پھر اس کو کام پہ ایک دم مصروف پا کر گہری سانس لیتی نارمل لہجے میں بولی۔

"میں جانتی۔۔۔ ہوں۔۔۔ تم۔۔۔اس کے۔۔۔ لئے فکرمند ہو مگر۔۔ایسے کام ہی نہ کرتے کہ یہ نوبت آتی۔"

اُف کیا کروں میں اس لڑکی کا۔

"اور رہی۔۔۔۔ بات۔۔۔۔ میری۔۔۔ موجودگی کی تو اسے حوصلہ ملا ہے اپنے لئے۔۔ سٹینڈ۔۔ لینے کا۔۔اس کا فیوچر تو مت۔۔۔ خراب کرو سکندر۔۔۔۔"

سکندر نے غصے سے لیپ ٹاپ بند کیا۔۔رمشا ایک دم چُپ ہو گئی۔

"تمھیں لگتا ہے میں اس کا فیوچر تباہ کر رہا ہوں۔"

اس کا لہجہ کافی سخت تھا۔ رمشا ہکا بکا رہ گئی۔ غصہ کس بات پہ اتنا آیا تھا اسے آج وہ اس کے تیور دیکھ رہی تھی۔ بالکل ٹھیک تھا ناشتے کرتے ہوئے خوش باش پھر کال پر وہ باہر لان کی طرف چلا گیا تھا جب واپس آیا تھا تو کافی چڑا ہوا تھا۔ سب کو جھاڑ کے رکھ رہا تھا۔ بخت نے جب کالج کا کہا تو اسے بھی ٹھیک ٹھاک سُنا دی۔ بخت بھی آنکھوں میں آنسو لئے پیر پٹختی اپنے کمرے کی طرف چلی گئی

'آور رمشا سے بنا بات کیے وہ آفس میں چلا گیا تھا۔ رمشا دوپہر تک اس کے پاس نہیں گئی بخت کے پاس رہی۔ اس کے بعد جب کھانے کے ٹیبل پہ رمشا نے سب کو بلایا تو نہ بخت آئی نہ سکندر۔ معاملہ آخر کیا تھا؟ سمجھ سے باہر! ۔ایک تو سکندر کے بدلتے جذبات بالکل سمجھ سے باہر تھے۔ کچھ سوچ کر وہ اس کے آفس آئی تھی تو وہ بہت غصے میں دکھائی دے رہا تھا البتہ اس کی موجودگی میں وہ خود کو کنٹرول کر رہا تھا۔ رمشا نے کھانے کا پوچھا تو انکار کر دیا کہ بھوک نہیں ہے بعد میں کھا لے گا تو وہ اس کی قطعی لہجے کو دیکھتی رہ گئی پھر کچھ سوچ کر اس نے بخت کا ذکر چھیڑا۔ کیا پتا اس کی وجہ سے وہ ٹھنڈا ہو جائے کھانا کھا لے۔ اس کے پاس جائے۔ بخت وہ اپنے ماما کے رویے پہ ہرٹ تھی اور رمشا نہیں چاہتی تھی کہ بخت سمجھے کہ جب سے رمشا کی آمد ہوئی ہے سکندر کی زندگی میں بخت کی کوئی اہمیت نہیں رہی۔ بخت اس کی خیر خواں تھی وہ اسے اپنے لئے بدگمان کرنا نہیں چاہتی تھی۔

"میں نے۔۔۔ ایسا نہیں کہا۔۔" اس کی بات پر سکندر نے تیزی سے کہا۔

"لیکن تمھارا مطلب تو یہی تھا یہی کہ میں ظالم ہوں میری حرکتوں کی وجہ سے اس کا فیوچر تباہ ہو رہا ہے۔"

تمھیں ہوا کیا ہے۔۔۔ کس کی کال تھی۔۔ وہ اس سے پوچھنا چاہتی تھی مگر چُپ رہی۔

فون بز ہونے پر سکندر اور رمشا دونوں چونکے۔ سکندر اپنے بھینچے ہوئے جبڑے کو زرا سا ریلکیس کرتا فون اُٹھا کر کان سے لگاتا ہوا بولا۔

"بھا سپیکنگ۔"

"ہوں ٹھیک ٹھیک۔۔۔ آر یو شیور فیصلہ یہی سنایا گیا ہے۔۔۔" بات سُنتے ہوئے اس کا چہرہ سُرخ اور فون پہ گرفت مضبوط سے مضبوط تر ہوتی جا رہی تھی۔ رمشا کو اس کے چہرے کے بدلتے تاثرات ٹھیک نہیں لگے۔

"حدید عالم کے گھر پہ فائرنگ کرواو۔"

طویل خاموشی کے بعد اس نے سرد لہجے میں کہا اور فون بند کیا۔ اس کی آنکھیں عجیب سُرخ ہو رہی تھیں۔ رمشا اس کی بات سُن کر ساکت رہ گئی۔ فائرنگ؟ وہ بھی اپنے باپ کے گھر۔ سکندر فون کو دیکھتا رہا پھر غصے سے اس نے دیوار پہ فون مارا۔

پھر اس کے لبوں سے انگریزی گالی نکلی۔

پتا نہیں کیا بات تھی جس پہ وہ بالکل پرانا والا سکندر دکھائی دے رہا تھا۔ آہستہ آہستہ ٹھیک ہو رہا تھا کہ ایک دم سے۔۔۔

"سکندر!!"

"ناٹ آ ورڈ رمشا!! ناٹ آ سنگل ورڈ۔۔"

وہ دھاڑ کر کہتے ہوئے اُٹھا۔تب تک دروازہ بھی دھاڑ سے کھلا تھا اور یونی فورم میں ملبوس کھڑا احنان کے چہرے پہ سکون کی لہر پھیلی
۔

"تھینک گاڈ تو یہاں ہے۔۔۔شٹ!!!"

رمشا نے گھوم کر اسے دیکھا تو ایک دم کسی پولیس آفسر کو دیکھ کر وہ تیزی سے اُٹھی اس کے چہرے پہ ہوائیاں اُڑ گئی۔پولیس یہاں پر پھر زرا سا غور کرنے پہ اسے احساس ہوا یہ تو عینہ کے منگیتر ہیں۔حنان علوی۔اس نے ناسمجھی سے اسے پھر چہرہ گھما کر سکندر کو دیکھا جو خود گھوم کر خود مکا اپنے ماتھے پہ مارتا شٹ بولنے لگا۔

"آپ!! آپ۔۔۔۔۔تو عینہ۔۔۔کے۔۔۔"

اس نے انگلی اُٹھا کر رُکتے ہوئے بولی' پھر الجھ کر دیکھا حنان کے قدم تو بالکل فریز ہو گئے تھے۔جو بات کرنی تھی' جس وجہ کی بدولت وہ یہاں تھا۔اسے ایک دم بھول گیا تھا یاد تھا کہ وہ دونوں پکڑے گئے تھے۔اب ہینڈل اسی کرنا تھا جس نے فساد کھڑا کیا تھا ۔یہ سوچ تو حنان کی تھی اور جو بنا پوچھے' بنا سوچے سمجھے منہ اُٹھا کر آیا تو وہی اس مصیبت کو ٹلنے سے روکے گا۔یہ سوچ تو ہمارے بھاکی تھی جبکہ رمشا کو سمجھ نہیں آئی کہ دونوں کے چہرے پہ ہوائیاں کیوں اُڑ گئی تھی' پھر اسے سمجھنے میں وقت نہیں لگا تھا کہ چکر کیا ہے۔عینہ کا منگیتر یعنی سکندر کا دوست۔ایک غنڈے کا دوست پولیس آفسر۔

"ناظرین سکندر بھارہا ہو چکے ہیں۔"

"ان کو جس الزام پہ پکڑا گیا تھا وہ الزام ایک بار پھر جھوٹا قرار ہو گیا ہے۔"

"سکندر بھا کی ضمانت ہو چکی ہے۔وکیل کا کہنا ہے۔۔"

"سکندر بھا جیل میں ایک دن گزارنے کے بعد رہا۔"

"سکندر بھا ڈی این سکول کے کیس میں ملوث نہیں

زرائع کے مطابق۔۔۔"

کتنی نیوز چینل کی آوازیں اس کے کانوں میں گونج رہی تھیں۔اسے سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ اپنے شوہر کی خوش قسمتی پہ ہنسے یا عینہ کے بد قسمتی پہ روئے۔

"بابا کا کہنا ہے ہی از وان آف دی بیسٹ' بریو آفسر جن سے وہ ملے ہیں۔کتنے ہی مجرموں کو جان پہ کھیل کر پکڑا ہے۔کسی چیز کی پرواہ نہیں بس ملک' ملک اور ملک۔ملک کے لئے کچھ بھی کرنے کو تیار ہیں مشی۔آئی کانٹ بلیواٹ آئیم سو لکی۔"

"مشی مجھے بہت ڈر لگ رہا ہے وہ مشن پر گئے ہیں۔پلیز یار سلامتی کی دعا کرنا' اگر انھیں کچھ ہو گیا تو میں مر جاوں گی۔"

"یار اتنا بھی کوئی ایماندار اور محبِ وطن بھی ہو سکتا مشی۔ میں تو پولیس والوں کو آج کل کے زمانے میں بہت بے ایمان سمجھتی تھی مگر ہانی نے میری ساری غلط فہمی دور کر دی۔ مجھے بابا کی چوائس پہ فخر ہے۔"

"تو آپ ہیں۔۔۔ ایس۔۔۔۔۔ پی حنان۔۔۔۔۔ علوی نیر کو ٹکس آفسر۔۔۔" زخمی نظروں سے حنان کو تکتے ہوئے اس نے بڑے عام سے لہجے میں کہا پھر سکندر کو دیکھا جس نے چہرہ گھما کر حیرت سے رمشا کو دیکھا۔ اسے کیسے پتا چلا کہ حنان انسداد منشیات پولیس سے منسلک ہے۔ یہ بات تو حنان کی بیوی کو پتا ہی نہیں ہے۔ گھبرا تو حنان بھی گیا تھا۔ عینہ کے لئے تو وہ عام سا ایس پی تھا۔ صرف انکل اور رؤف انکل کو پتا تھا کہ وہ کس ادارے سے منسلک ہے۔ رمشا کو کیسے پتا چلا۔۔۔۔

"رے۔۔۔" سکندر نے کچھ کہنا چاہا تو رمشا نے ہاتھ اُٹھا کر اسے بولنے سے روکا۔

"غنڈے سے۔۔۔۔ تو زیادہ۔۔۔۔۔ خطرناک' دھوکے۔۔۔۔۔۔ باز تو وردی میں ملبوس والے غنڈے ہوتے۔۔۔۔۔ ہیں یہ تو مجھے آج پتا چلا۔۔۔ ملک کی۔۔۔ تو سب سے بڑی بربادی۔۔۔۔ ہمارے غنڈوں سے۔۔۔ زیادہ تو ہمارے رکھ والوں نے ۔۔۔۔۔۔۔"

اس سے آگے کہا نہیں گیا۔ حنان کو سمجھ نہیں آئی وہ یہاں ٹھہر کر اس کی ملامت بھری نظروں کا سامنا کرے یا یہاں سے بھاگ جائے۔ عجیب سی کیفیت تھی جو اس کمینے سکندر نے اسے پھنسا دیا اب گونگے کی طرح چُپ کھڑا تھا۔ دل تو کر رہا تھا جوتا اُٹھا کر اس کا سر گنجا کر دے۔ زندگی میں کبھی خود کو اتنا ذلیل محسوس نہیں کیا تھا جتنا رمشا کی نظروں اور الفاظ نے کرا دیا تھا۔

"وہ آپ تھے!! ۔۔۔۔ آپ نے۔۔۔۔ اس کی مدد کی تھی۔۔۔ کہ جاو۔۔۔ میرے سسرال کی عزت۔۔۔ پہ نقب لگاو۔۔۔"

رمشا کی بات پہ دونوں کے سر جھٹکے سے اُٹھے۔

"شٹ اپ رے!!!! "

اب کی بار سکندر سے قابو نہیں ہوا تو غصے سے دھاڑا۔ حنان کا چہرہ سُرخ ہو گیا۔ دکھ' غصہ اور شکوے بھری نظروں سے سکندر کو تکا۔ سکندر کو اس کی نظروں سے تکلیف ہوئی۔

"نہیں!!! میں۔۔۔۔۔ شٹ اپ۔ نہیں کروں۔۔۔ گی"

وہ اس سے زیادہ تیزی سے بولی۔

"میری۔۔۔۔ زندگی ملی تھی۔۔۔ آپ سب۔۔۔ کو برباد۔۔۔ کرنے کے لئے۔۔۔ میرے ماں باپ کا زرا۔۔۔ خیال نہیں۔۔۔ تھا آپ کو۔۔۔"

اس نے سکندر کو غصے سے کہتے ہوئے گھوم کر حنان کی ناچاہتے ہوئے بھی شرمندہ آنکھوں میں براہِ راست دیکھ کر کہا۔

"ابو اور۔۔۔امی کے جھکے ہوئے سر۔۔۔پہ آپ کو۔۔۔زرا بھی تکلیف نہیں۔۔۔ہوئی زرا۔۔سی بھی پشیمانی نہیں ہوئی۔۔۔۔۔ خاندان والوں کی نظروں۔۔۔کے سامنے۔۔۔مجھے بدکردار بنادیا۔۔۔میرے ماموں اور عینہ نے۔۔۔۔۔یہی کہا تھا۔۔تم نے سکندر میرے۔۔۔غائب ہونے پہ کہ ماموں اور۔۔۔عینہ نے یہ کہا ہے میرے بارے میں۔۔۔سب بھول گئے مجھے۔۔۔"

سکندر اپنے جھوٹ میں زندگی میں پہلی دفعہ شرمندہ ہوا تھا' مگر اس کے الفاظ کسی تازیانے کی طرح اسے لگے تھی غصے سے بھڑک کر کہا۔

"خاموش ہو جاو رمشا!!! ورنہ میرے ہاتھوں سے کچھ غلط ہو جائے گا۔"

رمشا نے اپنی زخمی' سرُخ نگاہیں اُٹھائیں۔

"کیا ہو گا زیادہ۔۔۔۔سے زیادہ۔۔۔۔کیا ہو گا۔۔۔مار دوں گے مجھے ہاں یہی تو کرو گے جو۔۔۔۔۔۔۔ شخص اپنے باپ کے گھر پہ فائرنگ ک۔۔۔۔۔۔۔روا سکتا ہے۔۔۔۔۔۔۔تو وہ مجھے بھی مار سکتا ہے!!!! "

اس کے چلا کر کہنے پہ سکندر اور حنان دونوں فریز ہو گئے تھے۔البتہ سکندر تو بالکل پتھر کا ہو کر رہ گیا تھا۔

"سکندر۔۔۔"

حنان نے شاکڈ سے سکندر کو دیکھا پھر کچھ سوچ کر تیزی سے باہر کی طرف بھاگا ابھی یہ شکوے' گلے سُنے کا وقت نہیں تھا اس الو کے پٹھے نے اس کے اندیشوں کو سچ ثابت کر دیا تھا۔اس میں کوئی شک نہیں تھا کہ وہ چُپ کر کے آرام سے اس فیصلے کو سن کر بیٹھ جاتا۔وہی ہوا نہ جس کا ڈر تھا۔

"ہاں کیوں۔۔۔اتنے کھٹور بن گئے۔۔۔کہ اپنے ابو۔۔۔کے گھر فائرنگ کروا رہے ہو۔۔۔کیوں۔۔۔۔ تمھیں بیٹا۔۔۔نہیں مانا تھا۔۔۔۔۔۔۔کیوں مانتے!!! ایک قاتل!! شرابی۔۔۔لوگوں کی زندگی کو تباہ کرنے والے کو بھلا کیوں اپناتے۔۔۔۔ سکندر اتنی بڑی سزا۔۔۔۔تم نے ان کے لئے ایسا کیا کیا تھا جس پہ وہ تمھیں معاف کر کے قبول کرتے۔"

اُف یہ الفاظ!!! خود سے بہت بار بار کہے تھے۔لوگوں سے سُنے تھے کبھی اتنے بُرے نہیں لگے۔تو جو یہ زندگی اس کے سامنے کھڑی تھی اس کے منہ سے وہی سب کچھ سُنتے کسی خنجر کی طرح کیوں ثابت ہو رہے تھے۔زہر میں ڈوبے خنجر۔لہو میں پھیلتے آہستہ آہستہ اسے مار رہے تھے۔وہ تو اس کے وجود سے جینے لگا تھا۔اس بے رنگ زندگی سے باہر نکل رہا تھا' پھر سے کافی اس نے اسے پیچھے دکھیل دیا۔

آنکھیں بند کر کے اس نے خود پہ قابو پایا' پھر اس نے کھولیں تو اس کی آنکھیں اجنبی تھیں۔رمشا تکلیف سے کہرا اور ہانپ رہی تھی۔

"ہاں کچھ نہیں کیا میں نے ان کے لئے اور مجھے اس بات کی کوئی شرمندگی نہیں ہے۔میں ان سے شدید نفرت کرتا ہوں بلکہ مجھے ان سے گھن آتی ہے اور خود سے بھی آتی ہے کہ میں ان کا خون ہوں فائرنگ کے بجائے مجھے اس گھر کو آگ لگا دینی چاہیے تھی۔ ہیں نا؟اور میں یہی کروں گا بلکہ اس عالم کے سارے خاندان کو تباہ و برباد کر دوں گا۔"

رمشا اس کے بے رحمی سے کہنے پر ساکت رہ گئی۔

"سکندر!!!"

سکندر گھوم کر ٹیبل کی طرف آیا۔دراز سے اس نے ریوالور نکالا رمشا کی بولتی بند ہوگئی۔کیا کرنے والا ہے یہ۔

گن کو ری لوڈ کرتا وہ اس کی طرف آیا اور اس کی طرف آتا اس کا ہاتھ پکڑ چکا تھا۔

"آج تم میرے بہت سے کارناموں میں سے ایک کارنامہ دیکھنا اور یہ کارنامہ سب سے انھوکا ہوگا کیونکہ میں اپنے باپ کو مارنے جا رہا ہوں جس کو بہت پہلے مجھے مار دینا چاہئے تھا۔"

رمشا کا پورا وجود اس کی بات پہ دہل کر رہ گیا۔

"چلو آج تم بھا کا اصلی چہرہ دیکھو گی بے رحم ظالم۔۔۔' کھٹور وہ انگلش میں کیا کہتے ہیں menace۔تم نے تو اب تک کچھ نہیں دیکھا تھا رے اب دیکھو گی۔ تمھیں مایوسی نہیں ہوگی۔تمھاری باتوں میں پورا کا پورا اُتروں گا۔" وہ اسے گھسیٹ کر لے کر جا رہا تھا۔

"سکندر دماغ خراب۔۔۔۔ہوگیا ہے تمھارا۔۔۔"

وہ درد سے چیخ پڑی تھی اور وہ اسے گھسیٹ کر اپنے ساتھ لے کر جا رہا تھا۔

"دماغ پہلے خراب ہوا تھا میرا مگر اب تم نے میری آنکھیں کھول دیں۔"

"سکندر چھوڑو۔۔۔۔میرا ہاتھ!!! مت کرو ایسا سکندر۔۔۔۔"

وہ اپنا ہاتھ چھڑوانے کی پوری پوری سعی کر رہی تھی۔

"سکندر تمھیں واس۔۔۔"

اس سے پہلے وہ اسے اپنا واسطہ دیتی سکندر نے زور سے اسے کھینچ کر پلر کے ساتھ لگایا اور اس کے جبڑے کو پکڑ کر وہ بولا۔

"ایک لفظ نہیں!!!!" وہ غرایا۔

"اگر تم نے مجھے اپنا واسطہ دیا نا رمشا تو میں خود کو(اس نے نال اپنے گردن پہ تانی رمشا کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں) مار دوں گا سُنا تم نے پھر میرے مردہ وجود کو واسطے دیتی رہنا۔"

"ہوش میں آؤ سکندر !!!! "

رمشا نے کہہ کر اسے تھپڑ مارنا چاہا کہ سکندر نے پھرتی سے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔

"ہوش میں تو تبھی آؤں گا جب میرے ہاتھوں سے حدید عالم کا قتل ہو گا۔اس نے کہہ کر رمشا کو چھوڑا اور ایک بار پھر اس کا ہاتھ پکڑ کر اپنے ساتھ لے کر چلنے لگا۔

وہ اپنی گاڑی کی طرف آیا۔رمشا بیچاری احتجاج کرتی رہ گئی۔اسے بہت ڈر لگ رہا تھا۔بات کہاں سے کہاں تک پہنچ گئی تھی۔اسے سمجھ نہیں آئی کہ کیسے روکے سکندر کو۔سکندر نے اس کی سائڈ کا دروازہ کھولا اور

اسے تقریباً پھٹکنے کی کوشش کی مگر رمشا پیچھے ہو گئی۔اس کا بازو سُرخ ہو چکا تھا اس کی گرفت میں 'مگر اسے ہوش نہیں تھا۔وہ بالکل بھیڑیا بن گیا تھا یا کسی پاگل کتے نے اسے کاٹ لیا تھا۔البتہ جس طرح کا اسے غصہ چڑھا تھا وہ اس وقت کسی کو بھی اپنی نظروں کے سامنے چیڑ کے رکھ دیتا یہ تو رمشا تھی جسے وہ چاہ کر بھی کچھ نہیں کہہ سکتا تھا۔

سکندر نے اسے اُٹھا کر اندر بیٹھایا۔سکندر اپنی طرف آنے لگا کہ جاوید بھاگتا ہوا آیا۔

"سر!!!! سر حنان سر کا ایکسیڈنٹ ہو گیا ہے سر۔"سکندر جو دروازہ کھول کر اندر بیٹھنے لگا تھا اسے لگا کہ اس کے پیروں تلے سے زمین ہی کھینچ لی ہو ایک منٹ وہ سامنے تھا اور دوسرے منٹ۔۔۔۔۔۔

رمشا نے منہ پہ ہاتھ رکھا۔اس کا چہرہ پہلے سے سفید تھا اب تو مزید حالت غیر ہو گئی تھی۔سکندر کو اپنا سر چکراتا ہوا محسوس ہوا۔دل جیسے گر سا گیا۔سارا غصہ ایک بار پھر ہوا میں اُڑھ گیا۔

نظروں کے سامنے حنان کی شکوہ کرتی نظریں دکھائیں دیں۔

"بھائی !!! "

وہ شدت سے بولتے ہوئے تیزی سے اپنی گاڑی میں بیٹھا۔اور گاڑی سٹارٹ کی۔رمشا اتنے تیزی سے اس بدلتے ہوئے موسموں کو دیکھتی رہ گئی۔

....

"ہوں شکر ہے ورنہ میں تو ڈر گیا تھا۔مجھے کیسے پتا تھا بھائی ہے میرا میں نہیں جانتا اسے تو اور کون نہیں جانے گا الٹی کھوپڑی کا انسان ہے۔میں یہ سب رکوا بھی دیتا تو اس نے سیدھا جا کر خود اپنے ہاتھوں سے یہ کام کر دینا تھا اور میری سوچ بالکل ٹھیک نکلی تھی ۔پٹی شٹی کروا رہا ہوں میں۔اپنا چہرہ خوبصورت نہیں بنانا چاہتا اس کے ہاتھوں 'اگر اسے پتا چلا اس کو روکنے کے لئے یہ سب ڈرامہ کیا ہے۔اچھا اب رکھو یہ نہ ہو میں یہاں پر لگا ہوں اور وہ کسی چیتے کی طرح فوراً یہاں پہنچ جائے۔"

فون بن کر کے وہ ٹیبل پہ رکھتا۔ وہ ہوسپیٹل بیڈ پہ بیٹھا۔ اپنے ہاتھوں پہ پٹی کروا رہا تھا۔ سر پہ اس نے پیشانی کے کونے پہ پلاسٹر لگا یا تھا مطلب کے اکسیڈنٹ ہوا تھا مگر اتنا سریس نہیں کے وہ سیدھا کریٹکل کنڈیشن میں پہنچ جاتا۔ ایسے تو پکڑا بھی جاتا یہ منظر سکندر کو کافی حد تک ٹھنڈا کرنے کے لئے بہت تھا۔ نرس اندر داخل ہوا تھا۔ حنان اسے دیکھ کر سیدھا ہوتے ہوئے کچھ سوچ کر بولا۔

"اچھا یار ایک کام کرو۔ میرے آنکھوں پہ زرا مکا مار دوں تا کہ میری آنکھ سوجی ہوئی لگے۔" نرس اس کی بات پہ حیران ہو کر رہ گیا۔

"جی سر؟"

"جو کہا ہے وہ کرو۔ اس سے پہلے وہ ڈیش انسان آجائے اور میرا سچ مچ حشر کر دے۔ یہ سب کروانے کے باوجود کہی سے نہیں لگ رہا کہ میرا اکسیڈینٹ ہوا ہے۔"

"سر مگر آپ۔۔۔۔ پولیس۔۔۔" وہ تو ہچکچانے کے ساتھ بوکھلا بھی گیا۔

"اب!!! تو یہ سمجھ کہ میں نے تیرے ساتھ بڑا ظلم کیا تھا۔ آج بدلہ لینے کے لئے اس سے اچھا موقعہ تجھے نہیں ملے گا۔ چل ساری بھڑاس میرے پہ اُتار دے۔"

"سر کیا کہہ رہے ہیں۔" وہ ابھی بھی انکاری تھا۔ وہ بھلا کیسے پولیس والے کو مکا مار سکتا تھا۔

"ٹھہر و ابھی گن نکالتا ہوں۔" اس کے کہنے کے دیر تھی بیچارے نے ڈر کے مارے سیدھا حنان کی آنکھ کے بجائے گھبراہٹ میں ناک پہ مکا دے مارا۔

"اُف!!!"

"سکندر!!"

سکندر نے گاڑی پرائیویٹ ہسپتال پہ روکی اور تیزی سے دروازہ کھول کر جانے لگا تھا کہ رمشا نے جھٹ سے اس کا بازو پکڑا۔

"میری بات۔۔۔ سُنیں آپ ایسے نہیں۔۔ جا سکتے۔۔۔۔"

"کیوں نہیں جا سکتا میرا بھائی کا اکسیڈنٹ ہوا ہے۔ وہ بھی میری وجہ سے اور تم کہہ رہی ہو کہ میں نہیں جا سکتا۔" سکندر کے پریشان چہرے پہ اچانک اس کی بات پر بل آ گئے وہ اپنا بازو چھڑوانا چاہتا تھا کہ رمشا نے مزید اپنی گرفت مضبوط کر دی۔

"مجھے۔۔ پتا ہے۔۔ مگر اس طرح آپ۔۔۔۔ دونوں کا پول کھل جائے گا۔۔۔"

اس نے سنبھل کر یہ بات سوچ سمجھ کے کی تھی۔وہ سکندر کی طرح جذباتی نہیں تھی کہ آنکھ بند کر کے کنوئیں میں بنا سوچے سمجھے چھلانگ لگادیتی۔پہلے ہی اس کی وجہ سے سکندر اور حنان مصیبت میں پھنسے تھے اب وہ مزید اپنی غلطیوں سے ان کو دلدل میں پھینکا نہیں چاہتی تھی۔آخر اس کی اور عینہ کی زندگی کا سوال تھا۔بیشک عینہ نے اس کے لئے غلط الفاظ استعمال کیے مگر وہ تو اسے اپنی بہن مانتی تھی۔دل سے اسے معاف بھی کر چکی تھی۔اب حنان کے اکسیڈنٹ کے ساتھ وہ اسے مزید شاک میں نہیں پہنچانا چاہتی تھی۔اپنے سے کیا خاک یہ بات ہضم ہوئی تھی کہ عینہ جیسی کمزور لڑکی یہ بات آرام سے قبول کر لیتی۔

"کھلنے دو پول مگر مجھے اس کے پاس جانا ہے۔"

وہ ہاتھ چھڑوا کر گاڑی سے اُتر گیا تھا کہ رمشا پھرتی سے اپنا دروازہ کھول کر اس طرف آئی'اس کا راستہ روکنے۔سکندر کا کلب شہر سے باہر تھا اور یہ ہسپتال شہر کے راستے میں ہی پڑتا تھا جس کا رمشا کو خطرہ نہیں تھا اس لئے اس کے سامنے کھڑی اسے روک رہی تھی ورنہ جیسے ہی یہ اندر گیا تو کسی بھی ڈاکٹر نے اسے پہچان لینا تھا اور فوری طور پہ یہ خبر ماموں کو پہنچ جانی تھی۔

"سکندر۔۔۔پلیز سمجھیے۔۔۔ایسے میں حنان بھائی کی زندگی بھی۔۔۔۔تباہ ہو جائے گی۔۔۔"

وہ اسے بہت کچھ کہنا چاہتی تھی مگر اس کو روکنے کے لئے وہ یہ بروقت یہی کہہ پائی۔سکندر کہنے والا تھا کوئی فرق نہیں پڑتا مگر فرق پڑتا ہے بہت پڑتا ہے جذبات میں نجانے وہ کیا کرنے والا تھا۔اس نے اس پہلو پر سوچا نہیں۔حنان کی پوری زندگی تباہ ہو سکتی تھی ۔۔۔نہیں خود تو وہ برباد ہے مگر اپنے جان سے پیارے بھائی جیسے دوست کی زندگی خراب نہیں کرے گا وہ مر جائے اس کے نام پہ اپنی گناہوں کی کالک نہیں ملنے دے گا۔

خاموشی سے اپنی گاڑی کی طرف آیا اور لمبی گہری سانس لے کر کچھ سوچا۔

رمشا نے تیزی سے دوپٹہ اُٹھا کر اپنے سر پہ اچھی طرح پھیلایا پھر اس کی طرف آئی۔

"میں پوچھ۔۔۔۔کر آتی ہوں ان کے بارے۔۔۔میں آپ۔۔اِدھر۔۔۔"

وہ بیچاری اپنی بات مکمل نہیں کر پائی تھی کہ سکندر نے غصے سے دروازے کو ہاتھ مارتے ہوئے گھوم کر اسے کہا۔

"مت بھولو تمھیں اُٹھا کر لایا تھا عزت سے بیاہ کر نہیں جو آرام سے منہ اُٹھائے اس کی خیریت معلوم کرنے چلی ہو۔دُنیا کے لئے تم لاپتا ہو اور تمھارا سارا خاندان اس کے سسرال والے ہیں۔دماغ کام بھی کرتا ہے آپ کا کہ یا کبھی استعمال کرنے کا موقع ہی نہیں ملا۔"

دُنیا میں ایک کام میں نے دماغ سے ہر گز نہیں کیا تھا اور اس پر پچھتا رہی ہوں تم سے محبت کر کے اور تمھیں اپنی دعاوں میں مانگ کر۔

دل ہی دل میں اسے سُنا کر اس نے گہرا سانس لیا۔
"اتنی مجھے میں عقل ہے۔۔ان کی۔۔۔۔حالت کی زمہ دار میں۔۔۔ہوں۔۔نقاب کر کے ان کی خیریت پتا کر کے آجاوں گی ۔۔۔"
"اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے مدر ٹریسا خاموشی سے گاڑی میں بیٹھو! میں خود ملنے جاوں گا اور تم تب تک میرے انتظار میں یہاں بیٹھی رہو گی میں بتا رہا ہوں بیٹھی رہو گی ورنہ میرے تیور تو تم دیکھ چکی ہو۔"
اکڑ لہجے میں وہ رمشا کو سویٹ روپ سے زیادہ زہر لگ رہا تھا۔
"اچھا کہاں گیا وہ۔۔۔جوش جب اپنے۔۔۔۔باپ کی لاپتا بہو کو دُنیا کے۔۔۔سامنے بڑے شاندار طریقے سے انٹروڈیوس کروانے لگے تھے۔۔۔۔ہوا ہو گیا آپ کا جوش!"
وہ خود کو یہ کہنے سے روک نہیں پائی تھی۔سکندر کا وحشیانہ روپ۔بار بار نظروں کے سامنے آتا جا رہا تھا۔وہ الگ بات تھی کہ اس نے بڑی مضبوطی کا مظاہرہ کیا تھا ورنہ اس کی جگہ کوئی اور لڑکی ہوتی تو کب کا بے ہوش ہو چکی ہوتی۔وہ کچھ بولنا چاہتا تھا مگر اس کی بات پہ خاموش رہ گیا فی الوقت بحث کا وقت نہیں تھا۔اس نے رمشا کے لئے دروازہ کھولا خاموش التجا تھی جس پہ رمشا بھی خاموشی سے اس کی بات مان کر بیٹھ گئی تھی۔وہ دروازہ بند کر کے لاک کرتا چل پڑا ہسپتال کے پیچھلے حصے کی طرف جا رہا تھا ۔رمشا نے اسے حیرت سے جاتا ہوا دیکھا۔اب یہ آدمی کیا کرنے والا ہے۔

••••••••••••••••••••••

"میرا یہاں صرف منہ دیکھنے آیا کہ آیا میں مر گیا ہوں یا بد قسمتی سے بچ کر تمھارے سارے پلانز برباد کر چکا ہوں۔" سکندر کے ہاتھ میں گن تھی۔وہ صوفے پہ بیٹھا' حنان کو دیکھنے کے بجائے گھبرائے ہوئے بندے کو دیکھ رہا تھا۔جو اس کے گن دکھانے پہ اس کی سیٹی گُم ہو گئی تھی۔وہ ہی سکندر کو یہاں تک لایا تھا حالانکہ سکندر کو گن دکھانے کی ضرورت نہیں تھی۔اس کا غضب ناک چہرہ ہی کافی تھا اس کو لائن پر لانے کے لئے۔بیڈ پہ لیٹے حنان کو دیکھ رہا تھا۔جو بالکل اپنے حلیے کے مطابق کافی سست اور بیمار دکھائی دے رہا تھا۔سکندر نے اس کی بات پہ جواب دینے کے بجائے وارڈ بوئی کو دیکھا۔
"تم باہر جاو اور کوئی اندر نہیں آئے گا' اگر کسی قسم کی ہوشیاری کی کوشش کی تو یہ سامنے پولیس والے کو گولی مار کر سارا الزام تم لوگوں کے اسے چھوٹے اور نئے ہسپتال پہ لگا دوں گا۔چاہتے ہو کہ اپنی نوکری اور زندگی قائم رہے تو میری باتوں پر عمل کرنا۔"
حنان نے حیرت بھری نظروں سے اسے دیکھا وہ ہکلا کر جی کہتا منظر سے غائب ہو گیا تھا۔
سکندر نے اسے دیکھا بڑی عجیب نظریں تھیں اس کی کہ حنان کنفیوزڈ ہو گیا۔

"تو مجھے مار دے گا اتنا کھٹور ہو گیا ہے تو۔"

سکندر بالکل خاموش رہا پھر اُٹھ کر چلتا اس کے پاس آیا۔ حنان کو اس کی نظریں ٹھیک نہیں لگ رہی تھیں۔

سکندر نے اسے سر تا پا دیکھا پھر زوردار مکا اس کی آنکھ پہ دے مارا۔

"شٹ!!!"

"تجھ جیسا بُل شٹ آدمی میں نے آج تک نہیں دیکھا تو ایسا ڈرامہ کرے گا تو میں آنکھ بند کر کے مان جاوں گا۔ کاکا سمجھا ہے مجھے۔ بھا دودھ پی کر بنا ہوں میں!!!! (ایک اور مکا)۔"

حنان کو اپنی پلاننگ ناکام پا کر کافی تپش آیا اتنے جلدی میں وہ یہی کر سکتا تھا مگر جتنی بھی پلاننگ کر لیتا سکندر کی تیز لومڑی جیسی نظروں میں اس نے ہمیشہ پکڑے جانا تھا۔

"یہ پٹی جتنی مہارت سے لگوالے تو مجھے پتا چل جاتا ہے کہ چوٹ لگی ہے کہ نہیں۔ ناک تڑوا کر تھوڑا سا چہرہ پیلا کرنے والی میڈیسن کھالے گا تو میں سمجھ جاوں گا وہ ایکسیڈنٹ ہوا ہے۔ تیرے ایکسیڈنٹ کی خبر کوئی تیرے فون کے ذریعے دے ہی نہیں سکتا تھا۔ جس فون پہ پاسورڈ لگا ہو اس پہ خاک فون ملے گا دوسرا تو نے وردی پہنی ہوئی تھی اس کے ذریعے اب تک تیرے سارے مامے پہنچ جاتے!!! نیوز چینل پہ خبر آجاتی۔ کہاں ہیں وہ بلکہ تو نے یہ سارا ڈرامہ مجھے روکنے کے لئے کیا میں شامل نہ ہوں تیری زندگی میں تم تو یہی بلنڈرز زندگی بھر کرتے رہو گے۔ اس کا گیر بان تھامے اس کو دیوار کے ساتھ لگائے۔ غصے سے کہہ رہا تھا بلکہ غرا رہا تھا۔

"جاوید کو کیسے پتا تو کس ہسپتال میں ہے۔ مجھے شک تو پڑ گیا تھا جب اس نے مجھے کال ملا کر ہسپتال اور روم نمبر بتایا مگر اس وقت غصے نے مجھے مزید سوچنے نہیں دیا وہ تو تیری شکل اور فضول ایکٹنگ دیکھ کر میں سمجھ گیا دُنیا بے وقوف بن سکتی ہے مگر سکندر نہیں۔"

"چھوڑ مجھے! تو ذلیل آدمی باپ کو مارنے جا رہا تھا میں سمجھ گیا تو بیوی کے ہاتھوں بھی نہیں رُکے گا تو آج کے آج مار کے آئے گا اور پھانسی سے میں بھی تجھے بچا نہیں سکوں گا۔"

"نہیں تو کیا اس کے فیصلے پہ اسے ہار پہناوں' میٹھیاں بانٹوں یا جشن کرواوں۔ اس بچی کا کیا قصور تھا!!!! زرا بھی رحم کیوں نہیں آجاتا اس آدمی کے دل میں۔ جب تک یہ آدمی اس دُنیا میں رہے گا کسی بھی بچی' کسی بھی لڑکی کو انصاف نہیں ملے گا۔"

اسے زور سے جھٹک کر چھوڑتا وہ چلایا تھا۔

"تو تو نے یہ راہ کیوں اپنائی بن جاتا وکیل!!! انصاف دلاتا لوگوں کو۔ کیا کہا کرتا تھا اپنے بابا سے بہتر بیرسٹر بنوں گا۔ سب کو حق اور انصاف دلاؤں گا ان کی طرح منافق نہیں بنوں گا اور آسانی سے بک نہیں جایا کروں گا۔ دوسروں کو کچھ کہنے سے پہلے اپنے

گیر بان میں پہلے جھانکوں گا۔ بہت ہو گیا تمھیں لیکچر دینے کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔ تیری وجہ سے میں اب مزید ذلیل و خوار نہیں ہو سکتا تھک گیا ہوں میں۔"

پٹی کھولتے ہوئے وہ بگڑے لہجے میں بول رہا تھا۔

"بنے جا رہا تھا وکیل!! مگر جسٹس حدید عالم کے ساتھ دُنیا کو قبول نہیں تھا بہر حال تو سو طریقے آزما لے اب حدید عالم کی زندگی میں اجیرن بنا کر رہوں گا اسے ماروں گا نہیں تڑپا تڑپا کر ماروں گا مگر مارنے سے پہلے تیرا صحیح قسم کا ایکسیڈنٹ کرواوں گا میں۔"

"دیکھ سکندر تو اگر زرا سا بھی آگے بڑھا نا میں تجھے گولی سے مار دوں گا۔"

حنان نے پھرتی سے تکیہ کے اندر موجود گن نکالی۔

"گولی سے ڈرتا ہوں میں تیری میں۔۔"

وہ دونوں پھر ہمیشہ کی طرح ایک دوسرے کے اوپر چڑھ دوڑے یہ سلسلہ تو چلتا رہنا تھا اور اس نے رُکنا تب ہی تھا جب تک دونوں میں سے کوئی باز آجاتا اور فی الوقت ایسے کوئی آثار دکھائی نہیں دے رہے تھے۔

••••••••••••••••••••••••••••••••••••

خاموشی سے ڈرائیو کرتے ہوئے سکندر رہا کافی بے نیاز دکھائی دے رہے تھے۔ رمشا حنان کا پوچھ پوچھ کر تھک گئی تھی مگر وہ اسے بالکل اگنور کرنے کے موڈ میں تھا۔ رمشا کو غصہ بہت آیا مگر فی الحال وہ کافی چُپ تھا' ریلکیس تھا آج کے دن وہ اسے دوبارہ چھٹنے پہ مجبور نہیں کر سکتی تھیلیکن اتنا غصہ آرہا تھا اس کی بے نیازی پر کہ دل کر رہا تھا کہ اس کے خوبصورت کالے بال نوچ ڈالے۔

"اگر آپ کے منہ میں۔۔۔۔۔۔میری طرح۔۔۔زبان نہیں۔۔رہی تو کم سے کم۔۔۔اشارے میں بتا دے کہ۔۔وہ کیسے ہیں ۔۔۔"

اس کی بات پہ اب کی بار سکندر نے اسے کن آنکھوں سے دیکھا پھر نظریں روڈ کی طرف مرکوز کرتے ہوئے بولا۔

"بڑی فکر اور بڑی بے چینی ہو رہی ہے حنان کی۔ وہ کیسے ہیں (اس نے اس کے لہجے میں نقل اُتارتے ہوئے کہا) وہ!! پہلے تو وہ بڑا ظالم تھا کروکڈ تھا اب فکر لاحق ہو گئی اس کی۔"

پوزیسونس کی بو ہر طرف سے آرہی تھی مگر رمشا کو بھی فی الحال اس کی پوزیسونس کوئی سروکار نہیں تھا۔

"ظاہر ہے ایکسیڈنٹ ہوا۔۔۔ان کا۔۔میں تو ہمدردی کے ناتے کہہ رہی تھی۔۔دوسرا میری بہن کے۔۔۔"

وہ آگے سے کہنے لگی کہ سکندر نے اس کی بات قدرے درشتی سے کاٹی۔

"ہمدردی اپنے پاس ہی رکھو! تمھارے سارے جذبات میرے سے منسلک ہونے چاہیے کسی ایرے غیرے کے لئے نہیں

"۔!!

"سارے۔۔جذبات؟یعنی کہ نفرت' غصہ بھی نا۔۔۔اب ظاہر ہے سارے۔۔۔۔جذبات میں یہ بھی آتا ہے۔"

یہ لڑکی اور اس کی تیز زبان۔

سکندر نے سٹیرنگ پہ گرفت مضبوط کر دی۔

"یہ جب سے میگھن۔۔۔گئی ہے۔۔۔آپ کے۔۔۔مزاج کچھ زیادہ ہی بگڑنے لگے ہیں۔"

اس نے گھوم کر اس کی طرف دیکھ کر غصے سے کہا۔سکندر نے دانت پیسے۔

"ہاں وہی تو میرے پیچھے پاگل رہتی تھی ورنہ اگلے کو تو دوسرے کی فکر رہتی ہے۔دوسرے کا بس نقصان نہ ہو جائے' دوسرے کو ہلکی سی کھروچ نہ آجائے۔آپ بیٹھیے میں نقاب کر کے حنان کو پوچھ آوں گی۔"

"آپ میرا۔۔۔مذاق اُڑا۔۔۔رہے ہیں۔" رمشا نے اسے گھورتے ہوئے کہا۔

"میری اتنی مجال نہیں ہے کہ میں آپ کا مذاق اُڑاوں۔"

یہ بگڑا لہجہ! یہ بگڑے لہجے میں بات کر کے کیا ثابت کرنا چا رہا ہے کہ اگر وہ رُک گیا اپنے باپ کو مارنے سے تو اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ وہ اسے کمزور سمجھے۔وہ بھلا لاہور کا سب سے بڑا غنڈہ۔ہونہہ

"اڑانے کا سوچیے۔۔۔گا بھی۔۔۔۔۔نہیں یہ دُنیا والے' یہ نیوز والے آپ کو۔۔۔غنڈہ سمجھتے ہیں۔۔۔میرے لئے آپ انتہائی نا۔۔۔سمجھ' جذباتی۔۔۔۔۔اور عقل۔۔۔۔۔سے پیدل انسان ہیں بلکہ انسان۔۔۔۔۔بھی نہیں بچے ہیں!! ۔۔۔ایسا کیا۔۔۔ کر دیا تھا۔۔۔آپ کے ابو۔۔۔نے کہ۔۔۔آپ انھیں مارنے۔۔۔پہ تُل گئے۔۔۔۔"

سکندر خاموش رہا وہ بالکل بحث کرنے کے موڈ میں نہیں تھا۔جو جی میں آئے کہتی رہے اسے ایک ہفتہ اس سے بالکل بات نہیں کرے گا تو کیسے دیکھنا عقل ٹھکانے آئے گے اس کے۔وہ سر جھٹکتا رہ گیا۔

"بقول تمھارے میں ایک قاتل' شرابی اور خونی۔لوگوں کی زندگی تباہ کرنے والا شخص ہوں۔تو مجھ سے تم کیسے سب کے لئے نرمی توقع کر سکتی ہو۔اب تو احساس ہوا ہے کہ تم سے بھی نرمی برتنی نہیں چاہیے۔"

موڑ کاٹتے ہوئے وہ خاصا چڑتے ہوئے بولا۔رہ رہ کر رمشا کے باتوں' حنان کی حرکت پہ غصہ آرہا تھا۔حنان پہ تو اپنا غصہ اُتار آیا تھا مگر اس لڑکی پہ اس لڑکی پہ کیسے اپنے اندر بڑھکتی ہوئی آگ کم کرے۔اسے اگر ذرا سا کچھ کہا تو اس کی تکلیف پر اسے ہی تکلیف ہوگی یہی تو سب سے بڑی مصیبت تھی کہ وہ اسے کچھ کہہ نہیں سکتا تھا۔

رمشا اسے دیکھتی رہ گئی پھر اس نے سکندر کا ہاتھ تھامنا چاہا کہ سکندر نے ہاتھ پیچھے کر لئے۔

"میرے سے نرمی کی اس بار توقع مت کرنا رمشا۔"

وہ آہستگی سے مگر کافی سختی سے بولا۔ بار بار غصے سے رمشا کے الفاظ کانوں میں گونج رہے تھے۔ جو اسے اندر ہی اندر توڑ کے رکھ رہے تھے۔ محبوب کے منہ سے کٹیلے الفاظ سُنا بیحد تکلیف دے تھا۔ یہ اسے اب احساس ہو رہا تھا وہ الگ بات تھی کہ اس لڑکی کے معاملے میں اس کا ضبط کمال کا تھا ورنہ اسے صورت میں وہ سب کچھ کب کا تہس نہس کر چکا ہوتا۔

"سکندر۔۔۔۔تم کسی عام۔۔بندے پہ فائرنگ۔۔ نہیں کروا رہے تھے۔۔۔ تم اپنے۔۔ابو کے گھر پہ فائرنگ کروا رہے تھے ۔۔۔اور تمھارے۔۔ابو جسٹس ہیں۔۔۔ تم کیوں اپنے پیروں پہ جانتے بوجھتے کہلاڑی مار رہے ہو۔"

"کہلاڑی!! پوری عمارتیں اپنے پیروں پہ گرا چکا ہوں اور تم کہتی ہو اپنے پیروں پہ کہلاڑی مار رہا ہوں۔"

اس نے گاڑی ایک طرف روک دی۔ ڈیش بورڈ سے اس نے سگریٹ کا پیکٹ نکالا اور سگریٹ نکال کر لبوں سے لگا کر سگریٹ لائٹر سے سلگانے لگا۔

رمشا کو وہ ٹھیک نہیں لگ رہا تھا۔ اس کے چہرے پہ رقم اذیت کو وہ باخوبی دیکھ سکتی تھی جسے وہ اپنی کوشش سے کافی حد تک چھپا چکا تھا مگر رمشا کے نظروں سے یہ اذیت چھپ نہیں سکی تھی۔ ونڈوز کھول کر اس نے خاموشی سے اسے دیکھا۔

وہ اس وقت اپنے علاقے سے کافی حد تک دور تھے کہہ سکتے ہیں کہ جہاں سکندر کا کلب تھا وہ شہر سے بہت دور تھا۔ وہ اس وقت ویرانے میں تھے۔ اس ویرانے کو دیکھ کر اسے جنگل کا خیال آیا پھر اپنے کلائی پہ وہ نیشان دیکھ کر کیسے اس کے چہرے پہ حیا کے رنگ بھرے تھے' مگر جب سے سکندر اس کی زندگی میں آیا تھا تب سے وہ سب کچھ بھلا کر بیٹھ گئی تھی۔

"سکندر اگر۔۔۔میری۔۔ جگہ کوئی۔۔۔اور لڑکی ہوتی تو کیا آپ اس کی بھی جان بچاتے۔۔۔اس کے بازو سے زہر نکالتے۔۔۔"

سکندر نے چونک کر اسے دیکھا وہ سر جھکائے اپنی کلائیوں کو دیکھ رہی تھی۔ یہ وہی کلائی تھی جہاں رمشا کو سانپ نے ڈسا تھا اور سکندر نے اس کا زہر نکالا تھا۔ گلا کنکھار کر اس نے سگریٹ کا کش لیتے ہوئے کہا۔

"پہلے تم ڈیسائڈ کر لو کہ مجھے آپ کہنا ہے یا تم۔ تمھارے اندازِ مخاطب میری سمجھ سے بالکل باہر ہوتے جا رہے ہے۔"

"پہلے آپ ڈیسائڈ۔۔ کر لیں۔۔۔ کہ مجھے رے۔۔ بلانا ہے کہ رمشا پھر میں ڈیسائڈ کروں گی کہ میں نے کیا کہنا ہے۔۔۔"

دوبدو جواب دینے سے سکندر کو لگا تب ہی لوگ اس کے بولنے سے چڑتے تھے اچھا تھا کہ چُپ رہتی پتا نہیں غلطی کر دی اس کے اندر ہمت ڈال کر۔

"روئے پھر کس۔۔۔۔خوشی میں تھے۔۔"

اس کے سوچ پڑھ لینے پر رمشا نے شرارت سے اسے دیکھتے ہوئے کہا تھا۔ سکندر ایک دم اسے کی سوچ پڑھ لینے پر سپٹا گیا تھا پھر خفگی سے سر جھٹک کر وہ بولا۔

"اپنی پھوٹی قسمت پر رویا تھا۔"

کڑوے لہجے پہ رمشا کا دل بیٹھ گیا مگر وہ خود اپنا سر جھٹکتی بولی۔

"تو پھر تو ساری زندگی رونا چاہئے تمھیں کیونکہ یہ تو عمر بھر کا رونا ہے۔"

سکندر نے کوئی جواب نہیں دیا۔ جیب سے فون نکال کر اس نے کچھ چیک کیا کسی کو کال ملانے لگا تھا مگر سگنل نہ پا کر اس نے لب دبا کر واپس فون اپنے گود میں پھینکا۔

جیپ کے شیشے کھول کر اس نے سگریٹ باہر پھینکی۔

"ویسے۔۔۔ تم اس دن جنگل میں کیا کر رہے تھے۔۔۔"

"تارزن بننے کا شوق چڑھا تھا۔"

وہ بڑبڑا کر گاڑی سٹارٹ کر چکا تھا مگر گاڑی نے سٹارٹ ہونے سے انکار کر دیا۔

یہ کیا سب نے روٹھ جانے کو ٹھان لیا تھا۔۔ اس نے سٹیرنگ پہ ہاتھ مارا۔۔۔

....

"آپ اس۔۔ بیچارے سٹیرنگ پہ۔۔۔ اپنا۔۔ غصہ کیوں۔۔۔ اُتار رہے۔۔۔ ہیں؟"

"تو کیا تم پر اُتاروں۔"

وہ اس کی طرف دیکھ کر تیش کے عالم میں بولا اتنا کہ رمشا بے اختیار پیچھے ہوئی۔

"اتنے دیر سے کیا۔۔۔ پھول برسا۔۔۔ رہے تھے کیا؟"

وہ پھر بھی میٹھا سا طنز کرنے میں باز نہیں آئی۔

"یہ جو سانپ نے تمھیں ڈسا تھا رمشا بی بی اس کا اثر آج آپ کی زبان پہ کیوں ہو رہا ہے۔"

وہ بازو اس کے سیٹ کے پشت پہ پھیلاتا تند سے اسے دیکھتے ہوئے بولا۔

"میں تو۔۔ اچھا۔۔ خاصا چُپ تھی۔۔۔ میری زبان۔۔ کھولنے والے آپ تھے۔۔ اب بُھگتے۔۔"

کیا بے نیازی تھی۔ کیا ادا تھی۔ وہ تو دیکھتا رہ گیا۔

رمشا نے اسے دیکھا وہ اسے ہی دیکھ رہا تھا مگر آج میں محبت کا ٹھاٹھا مارتا سمندر کے بجائے غصے کی آگ تھی جو اسے بالکل اچھی نہیں لگ رہی تھی۔ یہ انسان بھی کیا ہے۔ آخر دوسرے سے کیا چاہتا ہے۔ کبھی پیار تو کبھی غصہ' کبھی نارمل تو کبھی ٹھنڈا' کبھی ٹھنڈا تو کبھی گرم۔ بس یہ سلسلہ چلتا رہے گا اور انسان کسی حال میں خوش نہیں رہے گا۔ اچھا ہے تو کیوں اچھا ہے اتنا بھی کوئی اچھا ہوتا ہے بھلا۔ بہت cringe اور cliche سی فیلنگ آنے لگتی ہے۔ کبھی کبھی تو اتنی محبت چیپ محسوس کروائی جاتی ہے۔ جب یہ محبت غصے یا نفرت میں بدلتی تو یہی عجیب ہوتا دل' کلیشے کا مارا ایک دم کلس کے رہ جاتا ہے۔ دکھ سے کانچ کے مانند ٹوٹ جاتا ہے۔ بندہ خود کو اتنا نازک سمجھنے لگتا ہے کہ زرا سا ہاتھ لگاو گے' زرا سی غصے سے بھری نگاہیں اپنی طرف پائیں گے تو دُنیا ختم ہوتی محسوس ہو گی پھر اگر نارمل ہوں گے تو وہ بات نہیں ہو گی ان میں جو انھیں سب سے منفرد اور خاص بناتی ہے۔ اگر اوبزیسڈ ہوں گے تو پاگل' عقل سے پیدل معلوم ہوں گے اگر بے حس ہوں گے تو ظالم ہوں گے' کھٹور ہوں گے۔ ہائے یہ انسان اور اس کا دل کبھی تو مطمئن ہو جائے اسے احساس ہوا کہ سکندر دیوانہ ہی اچھا لگتا ہے۔ ایسا کھوڑ ظالم' menace نہیں۔ اُف یہ روپ حقیقتاً جان لیوا ثابت ہوا تھا۔

"سگریٹ پی لی۔۔ یا اور۔۔۔۔۔ سوٹے لگانے کا ارادہ ہے۔۔۔؟"

سکندر اس کی آنکھوں کی بدلتی کیفیت پہ زرا نرم ہو رہا تھا کہ ایک دم اس کی بات پہ بگڑ گیا۔

"لگاؤں گا بلکہ پوری پیکٹ خالی کروں گا۔۔۔ تمھیں کوئی اعتراض ہے۔"

رمشا کو اس کی بات پہ ہنسی بڑی آئی مگر مسکراہٹ کو ضبط کرتی بولی۔

"پھر۔۔۔ میرے۔۔۔ لئے کیا بچے گی؟ پینے۔۔۔ تو میں نے بھی ہے۔۔۔"

سینے پہ بازو لپیٹے وہ پوری کی پوری اس کی طرف گھومی۔

سکندر نے جھٹکے سے اسے دیکھا۔

"کیا!!"

"ہاں یہ رشتہ۔۔۔ برابری کا ہے۔۔۔ تو کام بھی۔۔۔ برابری کا ہونا۔۔۔ چاہیے۔۔ داٹ ول میک داٹو آف آس۔۔۔"

"سستہ نشہ تو نہیں کیا ہوا تم نے؟"

سکندر تیز لہجے میں بولا۔

"آپ والا۔۔ کام میں کب۔۔۔ سے کرنے لگی بھلا۔"

رمشا نے گھور کر کہا۔

"سگریٹ پیوگی؟یعنی کے تم رمشا رُوف۔"

"جملے۔۔کو درست کیا جائے۔۔۔ سرکار! بندی۔۔۔ کو رمشا سکندر۔۔کہتے ہیں۔رمشا رُوف نہیں۔۔۔پیتی تھی مگر۔۔۔رمشا ۔۔سکندر پیے گی۔۔آخر بھا کی۔۔بیوی۔۔ہوں کوئی۔۔تو بات ہونی چاہیے۔۔"

سکندر اسے دیکھتا رہا جس سنجیدگی سے اس نے ساری بات کی تھی اس سنیجد گی کو دیکھ کر سکندر نے کانوں کو ہاتھ لگایا(باقائدہ تو نہیں مگر دل ہی دل میں یونوزرااناوالے بھاہیں ہمارے۔وہ رونے والی بات اس لئے تو سپیشل ہے) ۔

"مالک مجھے صبر دے۔"

"صبر کا لفظ معلوم ہے۔۔۔آپ کو؟"کیا حیرت تھی اس کے لہجے میں۔

یہ چُپ کر جائے اس سے پہلے کہ مجھے اس کا منہ بند کرنا پڑے۔اس نے سر جھٹک کر گاڑی سٹارٹ کی۔(بھا اتنا سر مت جھٹکو کہ گردن ہی ٹوٹ جائے)

یہ رمشا کی آنکھیں کہہ رہی تھیں۔

سکندر نے پھر گاڑی سٹارٹ کی۔ایک بار پھر' رمشا ٹھوڑی پہ ہاتھ رکھے دلچسپی سے اس کے چہرے کے بگڑتے زاویے اور اس کی ہاتھوں کی حرکت کو دیکھ رہی تھی۔

گاڑی نے ٹھان لیا تھا جو بھی کرلو میں آج نہیں چلنے والی۔(ظاہر ہے اتنی بے رحمی سے چلا کر مجھے آیا تھا۔ناراض تو ہونا تھا نا میں نے)

"گاڑی۔۔۔ بھی لگتا۔۔ہے۔۔آپ سے خائف۔۔ہے۔"

وہ بڑی سنیجدگی سے بولی کہ سکندر نے غصے سے اسے دیکھا مگر بولا کچھ نہیں وہ بس اب اس کو چُپ کی مار دے گا۔اس کے غصے سے دیکھنے پہ رمشا مضنوعی ساڈر کر پیچھے ہوئی۔انگلی لبوں پہ رکھ کر بولی۔

"جاری۔۔پلیز۔۔۔"

سکندر گاڑی کا دروازہ کھول کر باہر آیا۔زور سے دروازہ بند کیا۔

دروازہ بند کرتے ہی انھوں نے مالی پہ نظر ڈالی جو لان میں موجود اپنے کام میں مصروف دکھائی دے رہا تھا۔اس کی جگہ سفید شلوار قمیض' پنک دوپٹے میں انھیں اپنی پری کام کرتی ہوئی دکھائی دی تھی جو روزانہ گارڈنگ کرتی دکھائی دیتی تھی' کبھی نیا پھول لگاتی تو کبھی سفید چمکتے فاختہ کا سٹیچو جس نے خود بڑے چاہ سے اسلام آباد سے خریدا تھا۔لان میں اس کی پوزیشن ٹھیک کرتی' کبھی پانی دیتی' کبھی بڑھتے گھاس کو صاف کرتی۔ مطلب کے لان کی ساری زمہ داری گویا اس نے سنبھالی تھی۔اب وہ نہیں رہی تھی

تولان اس کے نہ ہونے پر بھی اُداس تھا' ویران تھا۔مالی کے کام کرنے کے باوجود وہ بات نہیں تھی جوان کے مشی کے کام کرنے پہ تھی۔ تھکی ہوئی سانس خارج کرتے ہوئے انھوں نے اپنی ٹوپی اُتاری اور مین دروازے کی طرف قدم بڑھے۔دروازہ کھول کر انھوں نے دیکھا سامنے ملازمہ اندرونی کھڑکی صاف کر رہی تھی۔صاحب پہ نظر پڑتی اس نے جھٹ سلام کیا تھا جس پہ انھوں نے سر ہلا کر کہا۔

"بیگم صاحبہ اوپر کمرے میں ہیں یا نیچے؟"

"جی کمرے میں۔"

ملازمہ نے دھیمی آواز میں کہا تو وہ ہوں کہتے ہوئے اوپر کے سیمت بڑھے۔وہ ابھی تک کمرے میں ہیں۔کب وہ کمرے سے خود باہر نکلے گی۔شمائلہ ان کے کہنے پر یا ان کے ساتھ کمرے سے باہر نکلتی تھی ورنہ وہ جب سے واپس کراچی آئی تھی۔چُپ بہت ہوگئی تھیں' نظریں ان کی شوہر کے سامنے جھک سی گئی تھیں۔کیونکہ وہ خود کو اس سب کا قصوروار سمجھتی تھی۔نہ وہ اپنے شوہر سے ضد کرتی نہ ہی رمشا کو اپنے ساتھ لاہور لے کر جاتی تو نہ ہی رمشا آج ان سے جدا ہوتی۔حالانکہ اس میں ان کا کوئی قصور نہیں تھا انھوں نے تو ضد بھی نہیں کی تھی ایک بار یا دو بار کہا تھا وہ بھی رمشا کے اصرار پر۔جس پہ رؤف صاحب نے انکار کر دیا تھا۔وہ تو جمال عزیم کا آنا ہوا تو انھوں نے کام کے سلسلے اور رمشا کی دلی آرزو پوری کرنے کے لئے لاہور آنے کی ہامی بھر لی مگر ان کو کیا پتا تھا نہ کام ہوگا اور نہ ہی واپس آتے ہوئے ان کا جگر کا ٹکڑا ان کے ساتھ ہوگا۔پتا نہیں کہاں وہ؟ کس حال میں ہوگی۔زمین کھا گیا اسے یا آسمان نگل گیا۔تکلیف سے انھوں نے آنکھیں بند کیں اور سیڑھیوں پہ قدم جمائے وہ اوپر کی طرف بڑھے۔وہ خاموش زبان دُنیا ان کی رونق تھا۔وہ خاموش لڑکی اس گھر کی جان تھا۔جیسے وہ غائب ہوئی اس گھر کی رونق' اس کا شور' خوشیاں' روشنیاں سب اپنے ساتھ لے گئی۔انھیں یہ نہیں پتا تھا کہ یہ سب اس نے لے کر جانا تھا ایک ویران دل' ویران کھنڈر کو آباد کرنا تھا۔یہ ضروری تھا۔اس نامعلوم ان دیکھے سے جنگ پہ بھیجا گیا تھا جس سے وہ خود ناواقف تھی۔جسے اس نے ہر حال میں جیتنا بھی تھا۔

"اُف خدایا!!"

سکندر نے غلطی سے گرم انجن کو ہاتھ لگا دیا۔جس پہ اس نے ہاتھ تیزی سے پیچھے کئے تھے۔وہ اس سے پہلے اپنے ہاتھ کو جھنجھوڑ کر غور سے دیکھتا کسی کے نرم ہاتھوں نے اس کے ہاتھ کو پکڑ لیا۔سکندر نے دیکھا وہ گاڑی سے باہر آگئی تھی اب اسے کے سُرخ ہوتے ہاتھ کو تشویش سے دیکھ رہی تھی۔

سکندر نے اپنا ہاتھ اس کی گرفت سے نکالا۔

"کیا کر رہی ہو یہاں تمھیں چین نہیں ہے۔"

وہ اس کو دیکھنے کے بعد دوبارہ اس کا ہاتھ پکڑ چکی تھی مگر پھر سکندر نے اپنا ہاتھ نکال لیا۔

"اندر جاو۔"

سخت لہجے میں کہتا وہ گاڑی کی طرف متوجہ ہوا۔

رمشا اسے دیکھنے کے بعد گاڑی کی طرف گئی اس نے دروازہ کھول کر' گلاس سٹینڈ میں موجود پانی کی بوتل دیکھی جو آدھی پڑی ہوئی تھی۔اس اُٹھائی اور دروازہ بند کر کے اس کے پاس آئی۔

غصے اور وقت سے بھاری ہوتی سوچ پہ سکندر کو سمجھ نہیں آرہی تھی گاڑی کو ہوا کیا ہے۔کیسے ٹھیک کرے حالانکہ وہ بہت کنٹرول مائینڈ قسم کا انسان تھا۔ہر چیز کنٹرول میں رہ کر وہ سارے کام کرتا تھا۔غصہ آتا تھا' وہ ہر طرح سے اُتار کر دوبارہ اپنے کول مائینڈ موڈ پہ آجاتا تھا مگر نجانے آج باپ کے اس بے رحم فیصلے کو سُن کر وہ حد سے بے قابو ہو گیا تھا۔ماضی کا زخم پھر سے بلبلا اُٹھا تھا۔اس زخم کا رستا خون کسی تازیانے سے کم نہیں تھا۔اس کے بازو میں ایک معصوم' تڑپتا وجود بار بار آنکھوں کے سامنے لہرا رہا تھا۔

"انجن اوور۔۔ ہیٹ ہوا ہے۔۔۔اسے ہاتھ مت لگاو۔۔زرا ٹھنڈا ہونے دو۔۔۔اور یہ پانی روم۔۔۔ٹیمپریچر پہ ہے اسے ڈالو۔۔ تھوڑا انتظار۔۔۔کرو پھر سٹارٹ کرو۔۔۔"

اس نے بے اختیار سر اُٹھا کر اس لڑکی کو دیکھا جو ابھی فل مذاق کے موڈ میں اسے چھیڑ رہی تھی۔اب خاصی سنجیدہ دکھائی دے رہی تھی۔

"تم تو بہت غصے والے ہو داود مجھے تمھاری بیوی کے لئے ڈر لگ رہا ہے وہ بیچاری تو تمھاری ایک سخت نظر پہ ہی بے ہوش ہو جائے گی۔اللہ ہی رحم کرے اس پہ۔"

اس کے پلیٹ میں چاول ڈالتی صوفی نے اس کہا جو پانی کا گلاس پیتے ہوے اسے چونک کر دیکھ رہا تھا۔

"میں کہاں سے غصے والا دکھائی دیتا ہوں۔"

اس نے گھور کر اپنے سے دو سالا بڑی بہن کو دیکھتے ہوے کہا جو دیکھنے میں سکندر سے کافی چھوٹی لگتی تھی۔اس لئے کبھی کبھار سکندر اسے چھوٹے بہن کی طرح ٹریٹ کرتا تھا کچھ حد تک وہ اسے اپنے سے چھوٹی مان بھی چکا تھا۔

"تم غصے والے دکھائی نہیں دیتے بلکہ تم تو سراپا غص ہو بھئی۔ تمھیں تو بس موقع چاہیے ہوتا کسی کی گردن مروڑنے کا کب سدھرو گے تم شیرو۔"

"حنان نے تمھیں میری کوئی شکایت لگائی ہے۔"

اس نے گلاس پٹھک کر کڑوے لہجے میں کہا۔

"میرا بیچارا بھائی کیا کہے گا تمھیں تم کیوں کرتے ہو ایسا عامر کو پتا لگ گیا تو اس نے تو خوش ہونا ہے وہ تو کوئی موقعہ تلاش کر رہا ہے کہ کسی طرح تم اس کا رائٹ مین بن جاو۔ جبکہ میں ایسا ہر گز نہیں چاہتی۔"

"واو صوفی آئیم امپریسڈ! مطلب ہزبنڈ ایسا قبول ہے مگر بھائی نہیں۔" سکندر کے استہزائیہ لہجے پہ صوفی نے اسے گھور کر دیکھا' مگر سکندر کو پتا تھا اندر سے وہ کتنا دکھی ہو گئی تھی اس کی بات پر۔

"محبت نے مجھے اندھا کر دیا تھا شیرو مگر جب سے بخت ہوئی ہے تب سے یہی محبت مجھے کاٹ کھانے دوڑ رہی ہے۔"

وہ آنکھیں پڑھ لیتا تھا۔ پتا نہیں اس میں یہی ایک خاص بات تھی کہ وہ آنکھوں سے دلی کیفیت بھانپ لیتا تھا اور اس وقت صوفی کی آنکھیں یہی کہہ رہی تھیں مگر جب بولی تو آنکھوں کی کیفیت سے بالکل مختلف بات کی اس نے۔

"میرا بھائی غصے والا ضرور ہے مگر اس میں وہ والی بات نہیں ہے جو عامر میں ہے۔"

"یعنی کے غنڈہ گردی۔ ہاں ویسے تمھارا شوہر ایک نمبر کا بدمعاش ہے۔ اس کی بدمعاشی کا کوئی مقابلہ نہیں۔"

"داود ایسے تو مت بولو۔"

"میں ہمیشہ سچ کہتا ہوں تمھاری خاطر اب میں اسے جینٹل مین کہنے سے تو رہا۔"

"تمھیں اسے کچھ مت کہو اب مجھے دوبارہ تمھاری شکایت نہیں ملنی چاہیے جلدی سے کالج سے فارغ ہو اور لا سکول کے لئے اپلائی کرو میں چاہتی ہوں تم اب جلدی سے باہر چلے جاو اور اپنا نام بناؤ۔" وہ کرسی پہ بیٹھ کر اپنے کھانے کی طرف متوجہ ہوتے بولی۔

"اب تم بھی مجھے ڈیڈ کی طرح اس گھر سے بے دخل کر رہی ہو۔" اس کی بات پہ چاول وال چمچ پکڑے صوفی کا ہاتھ ایک دم ٹھہر گیا۔

"میں تمھیں بے دخل نہیں کر رہی داود میں تمھارے فیوچر کے بارے میں سنجیدہ ہوں یہاں رہو گے تو تمھیں کچھ حاصل نہیں ہو گا۔"

"کیوں نہیں حاصل ہو گا ویسے عامر بھا کی بات کو میں سنجیدگی سے سوچ رہا۔"

"خبر دار تم نے اگر کوئی آگے سے فضول بات کی۔"

"سکندر!"

"سکندر گاڑی۔۔۔سٹارٹ۔۔ہو چکی ہے۔"

سکندر نے چونک کر رمشا کے ہاتھوں کے لمس کو محسوس کیا تو اسے دیکھا تھا وہ بڑی فکر مندی سے اسے دیکھ رہی تھی۔

"کیا ہوا؟"

رمشا کو وہ ٹھیک نہیں لگ رہا تھا۔

"کچھ نہیں میں نے گاڑی۔۔۔۔ سٹارٹ کر۔۔ کے دیکھی گاڑی سٹارٹ ہو چکی ہے۔۔ چلیں۔۔"

سکندر خاموشی سے چلتا گاڑی کی طرف آیا اور ڈرائیونگ سیٹ پہ بیٹھا۔

رمشا بھی جلدی سے بیٹھی۔

سکندر نے گاڑی کو چلانا شروع نہیں کیا۔ بس خاموش رہا۔ رمشا کو اس کی خاموشی پر تشویش ہوئی۔

"سکندر۔"

"رمشا کیا محبت بہت خطرناک شہ ہے؟"

اس کے گھمبیر لہجے پہ رمشا نے چونک کر اسے دیکھا۔

"یہ۔۔۔" وہ بولنے لگی کہ سکندر نے اس کی بات کاٹی۔

"کیسا سوال ہے اس کو مت سوچو یہ بتاؤ کیا یہ چیز بہت خطرناک ہے؟ اتنی کے آپ کو مار دیتی ہے۔"

اس نے اس کو دیکھتے ہوئے کافی تھکے ہوئے لہجے میں کہا۔ رمشا اسے دیکھتی رہی پھر اطمینان سے سانس لیتی بولی۔

"نہیں محبت۔۔۔ خطرناک نہیں ہوتی۔۔ محبت کے اثرات۔۔ خطرناک ہوتے ہیں۔"

"محبت کرنے کے یا ہو جانے کے؟"

وہ اس سے پوچھ رہا تھا۔

"محبت ہو جانا۔۔ آپ کے۔۔۔ بس میں نہیں ہے۔۔۔ مگر محبت کرنا آپ۔۔ کے اختیار میں ہے۔۔۔ آپ اس محبت کو کس۔۔ طرح' کس طرف لے کر چلتے۔۔ ہیں یہ آپ۔۔ پر ہے۔۔ یہ راستہ۔۔۔۔ سیدھے موڑ۔۔۔۔ کی طرف لے۔۔۔ کر جاتا یا نا نکلنے والے دلدل میں۔۔۔ اور یہ چیز آپ کے۔۔۔۔ ایمان پہ ڈیپنڈ کرتی ہے۔۔ کہ محبت پہ۔۔ آپ کا ایمان کتنا مضبوط ہے۔۔ جتنا مضبوط۔۔۔ ہوگا اتنا۔۔۔ آپ کو بلندی کی طرف لے کر جائے گا۔۔۔ اور اگر اتنا ہی کمزور ہوا۔۔۔۔ تو وہ ایک۔۔۔۔ ہوا کے جھونکے۔۔۔۔۔ سے ٹوٹ کر زمین کے بل گرائے گا۔۔۔"

ٹھہر ٹھہر کر کہتی سکندر کو لاجواب کر گئی تھی مگر وہ ابھی بھی مطمن نہیں ہو پا رہا تھا۔

"ایک لڑکی اپنا سب کچھ چھوڑ دیتی اس شخص کے لئے اس کی غلطیوں کو نظرانداز کرتی ہے۔ اتنی محبت کرتی کہ اس کے خلاف اپنوں سے بھی بگڑ جاتی ہے۔ ساری دُنیا سے لڑ جانے کے لئے تیار ہو جاتی ہے لیکن جب کڑی آزمائش کا وقت آتا تو وہی محبت اس کو

ٹھکڑا دیتی ہے بلکہ اسے زندہ در گور کر دیتی ہے۔اب اس لڑکی کا ایمان میں کوئی کمی تھی؟ نہیں ایمان اس کا اس محبت پہ بیحد مضبوط تھا وہ ایک پل کے لئے کمزور نہیں پڑی آخری دم تک اسے اپنی محبت پہ یقین تھا مگر اس محبت نے اسے دلدل میں پھینکا۔اب بتاؤ مجھے یہ شہہ خطرناک ہے کہ نہیں۔"

اب کی بار رمشا نے بڑی بے یقینی سے اسے دیکھا۔سکندر اس کے بالکل دنگ رہ جانے پہ طنزیا مسکرایا پھر آکسیلیٹر پہ پاؤں دبائے گاڑی آگے بڑھائی۔

"تم نے محبت نہیں کی رمشا اس لئے تمھیں اس کے اثرات' اس کے معانی نہیں پتا۔ تمھیں صرف ہمدردی اور اُنسیت رہی اب تک۔"

رمشا کو ایک دم اپنی آنکھوں میں جلن محسوس ہونے لگی جیسے مرچے پڑ گئی ہو' ٹھوڑی کانپنے لگی' ہاتھ زور سے مٹھیوں میں بھینچ لی۔یہ کہہ رہا کے مجھے کبھی محبت نہیں ہوئی۔مجھے محبت کے معانی نہیں پتا۔

"آپ سے۔۔۔کس نے کہا کہ۔۔مجھے محبت نہیں ہے۔"

"مجھ سے تو کبھی نہیں۔۔۔۔"

اس کی بات درشتی سے کاٹتے ہوئے بولی۔

"محبت آپ سے۔۔۔نہیں کی تو اس کا مطلب۔۔۔یہ نہیں ہے کہ مجھے۔۔۔محبت نہیں ہوئی۔۔داود کا ذکر بھول ہی گئے ہیں آپ۔۔"

داود!! سکندر کے چہرے پہ تلخ بھری مسکراہٹ ابھری۔

"اچھا بتاؤ کون تھا وہ؟ کیسا تھا وہ؟ میں بھی ذرا سُنوں آخر اس داود میں کیا تھا جس نے ایک پتھر دل لڑکی کا دل جیت لیا جو ایک شوہر کے ہوتے ہوئے بھی اسے یاد کر رہی ہے۔"

انتہائی پتھریلے لہجے میں کہتا وہ گاڑی کی سپیڈ بڑھا چکا تھا۔

"وہ ایک اچھا انسان تھا۔۔اس کا دل نرم تھا۔۔۔وہ عورت ذات کی عزت کرتا تھا۔۔اس نے مجھے نئی زندگی نیا مان بخشا تھا۔۔۔اس نے مجھے اس بے رحم دُنیا میں۔۔۔جینا سسس سکھا۔۔"

اس نے اپنی آنکھیں بند کر لیں۔اس شخص کے لئے وہ اپنی ماں باپ تک کو بھول گئی تھی۔اس شخص کے لئے اس نے اس بے رحم زندگی کو اپنا لیا تھا۔اس شخص کے لئے وہ دُنیا سے لڑنے اور بولنے کے لئے تیار ہو گئی تھی تکلیف کے باوجود اس شخص کے لئے بولتی

تھی۔اس شخص کے ایک آنسو نے اس بولنے پہ مجبور کر گیا تھا۔اس کی خوشی کے لئے اور یہ کہتا ہے کہ میں نے محبت نہیں کی۔اس سے صرف اُنسیت ہے۔

"اچھا ہے وہ مر گیا۔۔۔ورنہ میں نے اسے اپنے ہاتھوں سے مار دینا تھا اور بہت ہو گیا اب اس کا ذکر ہوا تو تمھاری زبان کاٹ دوں گا ۔اسے اپنے ذہن سے نکال دو تم سمجھی!!!! "حالانکہ اسے پتا تھا وہ جھوٹ بول رہی ہے۔داود نامی شخص ہے ہی نہیں مگر وہ تخیل میں بھی اس کے علاوہ کسی اور شخص سے محبت کے داوے کیوں کر رہی ہے۔وہ نہیں برداشت کر سکتا تھا۔وہ سب کوٹرا میپل کرے گا۔اگر اس کی رے کی راہ میں کوئی آئے۔آیا وہ ایک سوچ ہی کیوں نہ ہو۔

باقائدہ دھاڑ کر اس نے رمشا کو خاموش کروایا۔رمشا کو اس کی ذہنی کیفیت ٹھیک نہیں لگی تھی وہ دیکھ رہی تھی کی سٹیرنگ پہ موجود اس کا ہاتھ ہولے سے کانپ رہا تھا۔اتنا کہ رمشا بے اختیار چونک گئی تھی۔

"نہیں۔۔۔سوچوں گی۔۔۔اگر۔۔تم اپنی حرکتوں سے باز آجاوگے تو نہیں سوچوں۔۔۔گی کسی کو بھی۔۔۔"

اب اس نے محسوس کیا سکندر زرا سا اس کی بات پہ ریلیکس ہوا مگر چہرے پہ اب بھی پتھریلے تاثرات قائم تھے۔

"بختاور بہت اپ۔۔سیٹ ہے سکندر۔۔۔وہاں پہنچتی ہی آپ نے اس کے پاس جانا ہے۔۔۔پلیز۔۔۔"

وہ سکندر کا دھیان بٹانا چاہتی تھی ابھی یہ صحیح وقت نہیں تھا گلے شکوے کرنے گا۔ابھی سکندر کی ذہنی کیفیت ٹھیک نہیں تھی۔وہ غصے میں کوئی بھی غلط کام کر سکتا تھا اس سے کوئی بعید نہیں تھا۔

"تمھیں کہنے کی ضرورت نہیں ہے مجھے پتا ہے کہ میں نے کیا کرنا ہے کیا نہیں۔"رمشا اسے دیکھتی رہ گئی۔

••••••••••••••••••••••••••••

"یہ آپ کو کیا ہوا ہے ؟آپ ٹھیک تو ہیں۔"دادی نے بتایا تھا کہ حنان آیا تو اس کے لئے جوس لے کر جاو۔بابا چینج کرنے گئے تھے کچھ دیر میں آتے ہیں وہ اپنی نماز مکمل کر کے آتی ہیں۔تو وہ سر ہلا کر کچن سے فٹافٹ اس کے لئے فریش جوس لے کر جیسے ہی لاونج میں آئی تو حنان کے چہرے کی خوبصورتی جو اسے سکندر کی بدولت ملی تھی اس کو دیکھ کر دہل گئی۔حنان نے اس کن آنکھیوں سے دیکھنے کے بعد گہرا سانس لیا۔

"ہاں خوبصورت ہو گیا ہوں کیسا لگ رہا ہوں۔"

بیحد سپاٹ لہجے میں اس نے اپنے چہرے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اپنی تعریف کی۔

"آپ کیسی باتیں کر رہے ہیں سچ سچ بتائیں مائی گڈنس ناک' جبڑا' آنکھیں سیاہ کالی ہوئی وی ہیں۔"

اس نے ٹرے سامنے ٹیبل پہ رکھی اور اس کی طرف آئی۔صوفے پہ بیٹھ کر پریشانی سے اس کا چہرہ دیکھا۔

"میں ابھی شرینہ کو۔۔۔۔۔"

وہ اُٹھ کر جانے لگی کہ حنان نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا اور اسے دوبارہ بیٹھایا۔

"میرا دماغ بالکل صحیح کام کر رہا ہے تم شرینہ کو کیوں بلانے چلی ہو۔"

وہ خفگی سے بولتے ہوئے اسے گھورنے لگا۔

"مگر وہ ڈاکٹر تو ہے نا۔ یہ تو سپیشلائزیشن کے ذریعے وہ سائیکٹرسٹ بنی ہے۔ بہت بُری حالت ہے آپ کی بتائیں نا کیا ہوا؟"

"کچھ نہیں ہوا مجھے آئیم پر فیکٹلی آل رائٹ! بس سیڑھیوں سے گرا تھا منہ کے بل۔"

وہ کہتے ہوئے جوس کا گلاس اُٹھا چکا تھا۔ درینہ نے اسے ایسے دیکھا جیسے اس کی بات یقین نہ آیا ہو۔

"میں مان ہی نہیں سکتی ایسے لگتا ہے کہ کسی نے آپ کی دھلائی کی ہو۔" حنان نے اسے ایک نظر دیکھا اور اس کے نظر میں درینہ نے الجھن سے کہا۔

"سچ سچ بتائیں واقعی سیڑھیوں سے گرے ہیں۔"

"محترمہ تھانیداروں کی طرح مجھ سے سوال جواب ایسے کر رہی ہو جیسے کہ میں پولیس والا نہیں چور ہوں یقین نہیں آتا تو جمیل سے پوچھ لو اور اگر بالکل یقین نہیں آتا تو اپنے چاچو کو کال ملا لو اب خوش۔"

اس نے تو باقاعدہ فون ہی جیب سے نکال کر اسے تھما دیا۔ اب درینہ تھوڑی ریلکیس ہوئی۔

"دھیان سے کیوں نہیں چلتے آپ ایسی کیا جلدی تھی اور ابھی آنے کی کیا ضرورت تھی۔ ڈاکٹر سے پٹی کرواتے مجھے یا بابا کو فون کر دیتے۔"

"اب ایسا بھی نازک کلی نہیں ہوں کہ ذرا سے گرنے پہ بستر کو لگ جاتا۔ انکل کو بلاؤ کتنی دیر لگائیں گے مجھے ان سے بات کرنی ہے۔"

"آتے ہی ہوں گے اچھا حنان اس سے پہلے دادی آ جائیں مجھے بتائیں مشی کی کوئی خیر خبر۔ وہ ٹھیک تو ہے نا

حنان ایک دم اس کی بات سے سپٹا گیا۔ اس کا بازو پکڑ زور سے دبایا۔

"آہستہ بولو!! "

"آہستہ ہی تو پوچھا ہے بتائیں نا آپ مجھے سکندر بھائی کا نمبر دیں سکتے ہیں۔"

اب اس بات پہ حنان کا پارہ ہائی ہو گیا۔

"کیوں بھائی کا نمبر کیوں چاہیے؟ اور یہ بھائی کب سے ہو گیا تمھارا۔"

"جب سے وہ رمشا کا شوہر بنا ہے۔"

اس نے آہستگی سے کہا کیونکہ حنان نے ابھی بھی اس کا ہاتھ پکڑا تھا۔

"زیادہ اس بھائی کی بہن مت بنو سمجھی!!! ورنہ حشر کر دوں گا سارا موڈ خراب کرتی ہو ٹھہر وا بھی بندوبست کرتا ہوں۔"

اس کے بندوبست پہ وہ ٹھٹھک گئی۔ یہ کیا کہنے والا ہے وہ اس چیز سے اچھی طرح واقف تھی۔ شادی کینسل کروانے کی وجہ رمشا کی گمشدگی تھی۔ اب تو اسے اغوا ہوئے ایک مہینے سے زیادہ ہو گیا تھا۔ حنان نے بڑی سادگی سے عینہ سے نکاح کر چکا تھا وہ بھی درینہ کے دادی کے کہنے پر انھیں جمال عزیم کا ایک دم سے سب کچھ کینسل کرنا اچھا نہیں لگا۔ ڈر بھی تھا کہ حنان اور اس کے گھر والے بُرا نہ مان جائے۔ حنان کے فادر اور مدر دونوں حیات نہیں تھے۔ حنان کی بڑی بہن شادی شدہ تھی اور اس کی شادی کے لیے اسلام آباد سے لاہور آئی تھی۔ شادی نہ ہونے پر وہ خاصی اپ سیٹ تھی اور کافی حد تک عزیم فیملی سے ناراض بھی اس لئے حنان سے بنا بات کیے وہ واپس چلی گئی۔ حنان نے تسلی دی کہ جیسے ہی سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا آپی بھی ٹھیک ہو جائے گئیں۔ دوسرا حنان کی ایک بیوہ پھوپھو اور ان اکلوتی بیٹی تھی جسے حنان نے اپنے امی' ابو کے گھر رہاش دی تھی۔ بس اتنی سی دُنیا تھی اس کی البتہ سب سے اہم رشتہ جو اس نے دُنیا والوں سے چھپایا تھا وہ اس کا اور سکندر کا رشتہ تھا جو ہر رشتے سے بہت گہرا اور بہت مضبوط تھا کہنے کو وہ ایک دوسرے کے بیسٹ فرینڈ اور سیکنڈ کزن تھے مگر دل سے اگر پوچھا جائے تو وہ ایک دوسرے کے بھائی تھے مگر کچھ تلخیوں کے وجہ سے وہ اس خوبصورت رشتے کو چھپانے پر مجبور تھے کیونکہ اس نہ صرف وہ سفر کرتے بلکہ ان سے جڑے رشتے بھی ان میں شامل ہو جاتے۔ حنان اکثر عینہ کو چھیڑتا وہ اب اسے ایسے رخصت کر کے لے جائے گا ویسے بھی نکاح ہو چکا ہے اور یہ فضول رسم ورواج میں ایسے ہی ٹائیم ویسٹ ہونا ہے جبکہ عینہ کے بڑے ارمان تھے جو کہ حنان کے بالکل سمجھ سے باہر تھے۔

"حنان پلیز جب مشی آجائے گی تو تب کرلیں گے شادی۔"

"دماغ سیٹ ہے تمھارا!! کیسے آئے گی بیوہ بن کر یا ڈائیورسی بن کر؟ ایسے دوصورت میں وہ ہمارے پاس اس دُنیا کے سامنے آئے گی ورنہ جب تک سکندر اس کی زندگی میں شامل ہے سمجھو کہ اس دُنیا سے اس کا نام ونیشان ہی مٹ گیا ہے۔ اس نے مجھے باور کروادیا ہے اب میں بھی اپنی زندگی سٹارٹ کرنا چاہتا ہوں کب تک اس کمینے کی وجہ سے میں لٹکا رہوں گا۔"

درینہ ایک دم پریشان ہو گئی۔

"لیکن میں۔۔۔" وہ ایک بار پھر اس کی بات کاٹ کر بولا۔

"درے مجھے بات سمجھ میں تب آئے اگر ہمیں رمشا کا بالکل پتا ہی نہ ہو نا کہ وہ کہاں ہے کس حال میں ہے۔ تب تو میں تمھارا بھرپور ساتھ دوں مگر وہ بالکل سیف ہینڈز میں ہیں اس کی شادی ہو چکی ہے۔ سکندر اور رمشا اپنے زندگی میں آگے بڑھ چکے ہیں

۔ان کے بچے بھی ہو جائے گے جبکہ میں اور تم بس اسی انتظار میں بیٹھے رہیں گے کہ رمشا اپنے گھر والوں کے پاس آجائے گی تب ہم اپنی لائیف سٹارٹ کریں گے بہتری اسی میں ہے اپنا سامان پیک کرو چلو میرے ساتھ ولیمہ دھوم دھام سے کرلیں گے سارے کسر پوری کرلینا۔میرے ساتھ جانے کے فائدہ بھی ہے کہ ایک تو تمھارے چاچو ہوں گے دوسرا میں رمشا سے ملوانے لے جاوں گا آسانی سے۔"

وہ اسے لالچ دے رہا تھا۔اسے قائل کررہا تھا۔درینہ کشمکش میں پڑ گئی صحیح تو کہہ رہا ہے۔ویسے بھی اب کون سے ارمان۔ساروں نے غم میں ہی ڈوبے ہونا تھا بہتری اسی میں تھی کہ موآن کرے اس بہانے اسے رمشا اور چاچو بھی مل جائے گے۔

"بابا؟وہ کیا کہے گے ؟"

اسے لگا جمال عزیم کو یہ بات مناسب نہیں لگے گی۔حنان نے شکر کا سانس لیا چلو یہ مانی تو سہی۔

"میں کہہ رہا ہوں نا جاو پیکنگ کرواگر آج جانے کا دل نہیں کررہا تو میں کل آجاوں گا مگر میں فیصلہ کرچکا ہوں۔"

وہ اس سے پہلے کچھ کہتی ایک دم دادی کی آمد پر وہ چُپ کر کے کھڑی ہو گئی جبکہ حنان ان کو سلام کرتا اُٹھ کھڑا ہوا۔

••••••••••••••••••••••••••••••••••••

"پیپر میں ابھی ایک مہینہ رہتا ہے بخت تم دو ویسے بھی دو دن پہلے تیاری کرتی ہو۔ایسا کیا ہے کالج میں جو تم جانے کی رٹ لگا رہی ہو پہلے تو دل نہیں کرتا تھا کالج جانے کا۔"

وہ بخت کو سیدھا باؤلنگ ایریا لے آیا تھا۔اس کے ساتھ باؤلنگ کھیلتے وہ اسے سمجھا رہا تھا جو کافی نروٹھے پن سے سامنے سکرین پہ لگے اپنے نمبر اور سکندر کے نمبر کو گھور رہی تھی۔سکندر جان بوجھ کر بخت سے ہار رہا تھا تا کہ بخت کا موڈ شاید اس طرح سے ٹھیک ہو جائے مگر بخت کافی ناراض دکھائی دے رہی تھی۔اس بار وہ کسی طور پہ ماما سے صلح نہیں کرے گی۔اس کے چہرے پہ صاف لکھا تھا۔

"تمھاری باری!"

بخت اُٹھی اس نے سمال سائز کے بال میں انگلیاں گھسا کر اسے اُٹھایا۔

"آپ میرے سے آج کل بہت روڈ ہو رہے ہیں ماما اس لئے مجھے اب اس کلب سے زیادہ کالج اچھا لگنے لگا کم سے کم وہ میری عزت تو کرتے ہیں۔"

سکندر کو ہنسی بڑی آئی مگر ہنسی کو دباتے کافی سنجیدگی سے بولا۔

"ماما تو پاگل ہو گئے ہیں مگر تمھاری کلب میں آپی تو ہیں کیا وہ بھی تم سے روڈ ہو گئی ہیں۔"

"آپ انھیں بھی تنگ کرتے ہیں میں اب سچی مچی انھیں بھگا کر لے جاوں گی۔"

اس نے صرف دو پنز گرائے تھے۔اس کی دوسری باری تھی۔اس نے پھر بال اُٹھایا۔

"کہاں لے کر جاوگی اسے !! دونوں کے سائز دیکھو اور باتیں چیک کرو۔اچھا ایک کام کرتا ہوں تمھارے لئے ٹیوٹر کا بندوبست کر دیتا ہوں ویسے بھی اگزامز دینے سکول تھوڑی جانا ہے تم نے سینٹر جانا ہے تب تک حالات بھی بہتر ہو جائے گے۔ٹرائی ٹو انڈر سٹینڈ بخت میں تمھارا بھلا چاہ رہا ہوں تم سے پیار کرتا ہوں۔"

بخت نے اس بار صرف ایک پلر گرایا اسے مایوسی ہوئی۔

"مجھے نہیں پڑھنا ایک کام کریں پڑھائی ہی چھڑوا دیں میری۔" وہ اب جا کر ٹیبل کے ساتھ جڑی گھومنے والی سیٹ پہ بیٹھ گئی۔

"مار کھانے کا بہت شوق ہو رہا ہے بختاور میڈم کو ہاں !! (سکندر گھوما' سینے پہ بازو لپیٹے بولا) تم اگزامز دو اس کے بعد میڈیکل سکول کے لئے اپلائی کرو گی۔"

"میں بالکل نہیں کروں گی۔"

وہ ضدی انداز میں بولی۔سکندر گہرا سانس لیتا رہ گیا چلتے ہوے اس کے پاس آیا اور بیٹھ کر بولا۔

"اپنے ماما اور ممی کا خواب پورا نہیں کرو گی۔میرا نہیں تو اپنی ممی کا سوچ لو کیا جواب دوں گا اس کی بخت کو ڈاکٹر نہیں بنا سکا۔اتنا اس قابل نہیں ہوں کہ بخت کے تمھاری ممی کی خواہش پوری نہیں کر سکتا۔"

وہ اسے اموشنینل بلیک میل کر رہا تھا۔

"جب سے آپ کی آپی میری زندگی میں آئی ہیں کچھ نہ کچھ پرابلمز آ رہی ہیں کیونکہ وہ بہت خاص ہے ہر کوئی اسے پانا چاہتا ہے۔اس کے لئے میں لڑ رہا ہوں۔آپ کو اور آپ کی آپی کی حفاظت کر رہا ہوں کیونکہ آپ دونوں کے علاوہ میرا کوئی نہیں ہے۔"وہ نرمی سے اس کا ہاتھ تھامے اسے سمجھا رہا تھا۔بخت اسے خفگی سے دیکھتے ہوے بولے۔

"تو پھر حنان ماما کون ہیں؟"

سکندر نے اس کے ذکر پہ دانت کچائے۔

"وہ ایک نمبر کا۔۔۔نوکر ہے۔۔۔ملازم ہے میرا۔۔۔بلکہ اس سے بھی گیا گزرا ہے۔"

چونکہ بخت کے سامنے وہ اپنے لینگوئج کو مائینڈ میں رکھتا تھا اس لیے اسے اس کے سامنے نوکر کہا ورنہ دل ہی دل میں اسے صحیح پھول برسا رہا تھا۔

بخت کا منہ کھل گیا۔

"آج آپ اپنے بھائی کو نوکر کہہ رہے ہیں کل کو میں مثلن بن جاوں گی اور آپی آپی کو تو آپ نے بھنگن کہنے لگ جانا ہے۔"

اس کے اس بات پہ سکندر اپنے فلک شفاگ قہقہے کو قابو نہ کر سکتا۔

"بھنگن؟ اُف بختاور یو آر ٹو مچ۔" ہنستے ہوے اس کے آنکھوں میں آنسو آ گئے۔

"آپ ٹو مچ ہیں ماما ٹیوٹر کا تو بندوبست کر دیں گے مگر رول نمبر سلپ لینے تو مجھے ہی جانا ہو گا۔"

اب کی بار سکندر سنجیدہ ہو گیا۔

"نہیں جاوید لے آئے گا میں کہہ رہا ہوں نا اب تم کسی صورت کالج نہیں جاو گی۔ اب فضول سوچیں چھوڑو اچھے سے نمبر لو اور باہر جانے کی تیاری کرو۔"

"ہاں جب سے بیوی آئی ہیں مجھے کہہ رہے ہیں نکل جاو۔"

"یہاں تمھیں کچھ حاصل نہیں ہو گا بخت۔" بولتے ہوے ایک دم سے اُداسی سے مسکرا پڑا۔ یہی بات صوفی نے اسے کی تھی کاش وہ سُن لیتا اپنی بہن کی بات۔

"تمھاری زندگی سنوارنا چاہتا ہوں میں بختاور۔" وہ سنیجدگی سے اس کا ہاتھ تھام کر بولا۔

"آئی نو تمھیں اس وقت سمجھ نہیں آ رہی مگر بہت جلد تم سمجھ جاو گی۔ پیپرز دو اچھے سے تم رہنے کے لئے حنان ماما کے پاس جاو گی فکر مت کرو ان کے ساتھ ان کی وائف ہوں گی اور پتا ہے وہ کون ہیں؟"

ایک دم بختاور چونکی۔ وہ اسے پہلے کچھ کہتی سکندر بول پڑا۔

"تمھاری آپی کی کزن ہیں۔ درینہ۔"

"وہ درینہ آپی! رمشا آپی کی کزن ہیں۔۔ ہیں!!!"

"ہاں مگر یہ خبر تمھاری آپی کو نہیں ہونی چاہیے۔ میں تمھاری آپی کو لے کر کہی جا رہا ہوں۔"

"آپ کہاں جا رہے ہیں ماما کیا کہہ رہے ہیں آپ؟" وہ ایک دم بے چینی سے سکندر کے اور قریب ہوئی۔ ماما کدھر جا رہے اس کی آپی یہ ہو کیا رہا ہے۔

"ریلکیس چندا جیسے ہی آپ کے پیپرز شروع ہو گے یا شاید ختم ہو جائے تب تک میں اور آپ کی آپی واپس آ جائے گے۔"

"لیکن کیوں مجھے اکیلے۔۔۔" اس کی آنکھیں ڈبڈبا گئیں۔

"بخت!! یہ کیا یار میں جاتا رہتا ہوں نا کام پہ فاخرہ مائی ہوں گی' درینہ' تمھارے ہانی ماما۔۔"

"مگر کس لئے؟"

"ایک تو تم سمجھتی نہیں ہو میری بات اب چُپ کروبتاتا ہوں پرسوں میری اور آپ کی آپی کا ولیمہ اِدھر ہو گا۔اس کے اگلے دن میں اور آپ کی آپی گلگت کے لئے نکلے گے وہاں سے ہماری فلائٹ باہر کی ہو گی۔"

"تو آپ دونوں اپنے ہنی مون پہ جارہے ہیں؟"

وہ ایک دم چُپ ہو کر چونکہ پھر مسکرایا۔

" سمجھدار ہو مگر ایسا نہیں ہے۔"

"تو پھر کیوں؟کہاں پر جارہے ہیں آپ دونوں؟"

سکندر نے سوچا آیا لوکیشن بتادیں اسے۔نہیں جھوٹ بولنا پڑے گا۔وہ بالکل نہیں چاہتا تھا کہ جگہ کسی کو پتا لگے سوائے اس کے اور حنان کے۔آج کل ویسے بھی شک تھا۔گھر پہ جب سے اٹیک ہوا وہ بالکل الرٹ ہو کر رہ گیا تھا۔

" باکو جارہا ہوں آپی کو لے کر۔"

" باکو؟اچھا لیکن کیوں؟"

"تمھاری آپی کا چیک آپ کروانے۔"

"مگر اوبہ جو آپی کو بولنے میں مسئلہ ہوتا ہے یہ۔"

سکندر نے گہرا سانس لیا۔

"شکر سمجھ تو آئی آپ کو۔رمشا کا کیس میں نے ایک ڈاکٹر سے ڈسکس کیا ہے۔کہہ رہی ہے کہ وہ بالکل نارمل بول تو سکتی ہے مگر اسے تکلیف ہوتی ہے اس کی وجہ شاید اس کے گلے میں cyst ہے یا ڈیمیج ٹیشو جنھیں ریمو کروایا جا سکتا ہے مگر اس کے باوجود بھی اسے سپیچ پرابلم ہوں گی کیونکہ وہ زیادہ سے زیادہ ذہنی دباو کا شکار ہے۔اسے نے خود کو بہت انڈر اسٹیمیٹ کیا ہے ہمیں اسے غصہ دلانا چاہیے' اسے ہنسائے یا کوئی بھی ایسی بات جس پہ وہ بولنے پر بلکہ تیز بولنے پر مجبور ہو جائے۔اسے اعتماد میں لانا ہے اور ایسا سب کم سے کم میں اس ماحول میں بالکل نہیں کر سکتا۔یہاں دن بادن پرابلمز بڑھتی جارہی ہیں۔"

بختاور اس کی بات سُن کر خوش ہوئی۔

"اگر ایسا ہے ماما تو پہلی فہرست میں سامان پیک کریں۔میں چاہتی ہوں ہماری پیاری آپی بولنے لگ جائے بلکہ میرے سے بھی تیز۔اتنا کہ آپ کانوں کو ہاتھ لگائے۔"

"کانوں کو تو میں ویسے بھی ہاتھ لگا رہا ہوں۔ڈر لگ رہا ہے محترمہ ابھی سی تیز مرچ ہے ٹھیک ہونے کے بعد کیا کرے گی۔"

"آپ نے مجھے یہ خبر دے کر خوش کر دیا۔آپ بے فکر ہو جائے۔بس جلدی سے آپی کو ٹھیک کر کے لائے۔"

سکندر مسکرایا اور اس کا سر تھپک کر بولا۔

"چلو کھیل کو مکمل کرتے ہیں۔"

•••••••••••••••••••••••••••••••••

"میں۔۔آپ لوگوں کا۔۔انتظار کرتے کرتے۔۔۔تھک گئی اور آپ لوگوں کے کانوں۔۔۔میں جوں تک نہ رینگی۔۔کھانا۔۔۔ٹھنڈا ہو گیا ہے۔۔۔"

"سوری آپی وہ۔۔۔"

"کس نے کہا تھا تمھیں انتظار کرنے کو؟ ہم نے تو نہیں کہا کہ کھانے پہ ہمارا انتظار کرو۔ کھا لیتی تم کھانا۔"

بے انتہا روڈ لہجے میں اس نے رمشا کو دیکھ کر کہا جو اسے دیکھنے لگی۔اس کے تاثرات سکندر کی آنکھوں کی طرح سپاٹ تھے۔

"مم میرا فرض۔۔۔ہے کہ تم۔۔۔"

سکندر نے اس کی بات پوری ہونے نہیں دی۔

"پہلے دوسرے فرائض تو پورے کر لو پھر سوچنا اس طرح کے ٹچکل فرض شرض کو۔یہ کام تو گھر کے نوکر بھی کرتے ہیں تم نے کون سا کمال کا کام کر دیا۔"

"ماما کیا ہو گیا کس طرح آپی سے بات کر رہے ہیں۔"رمشا اب سکندر کو دیکھ نہیں رہی تھی پھر سوچ کر بولی۔

"یو آر رائٹ مجھے۔۔۔آپ لوگوں۔۔۔کا انتظار نہیں کرنا چاہیے تھا۔۔۔مگر مجھے کمپنی چاہیے تھی۔۔۔جو مجھے۔۔۔جاوید اور باقی۔۔۔سب دیں سکتے تھے۔۔۔بخت بھوک لگی۔۔۔ہو تو چند آ آ جانا۔۔۔"

دکھتی رگ پہ ہاتھ رکھنا کوئی رمشا رؤف سے سیکھے۔سکندر نے مٹھیاں بھینچ لی۔جاوید!! کھانے میں اس کو کمپنی دے گا۔ریلی؟

"میم سر کو میں جا کر بلا لیتا ہوں۔"

وہ ڈرائینگ روم میں آئی تو جاوید کھڑا فون پہ کسی سے بات کر رہا تھا۔اس کو دیکھ کر جلدی سے فون بند کر کے مودب سے کھڑا بولا۔

"نہیں انھیں۔۔۔بھوک۔۔۔نہیں ہیں۔۔جب لگے گی تو خود کہہ۔۔۔دے گے۔۔۔تب تک۔۔۔آپ بیٹھو۔۔۔ہم تو شروع کریں۔"

اس کی بات پہ جاوید بوکھلا گیا۔

"میم میں۔۔"

"ہاں۔۔۔آپ۔۔آپ لوگ۔۔کیا کھانا۔۔۔نہیں کھاتے؟"

"کھاتے ہیں مگر اپنے ٹائیم پر تمھیں خوامخواہ کی انویٹیشن کی ضرورت نہیں ہے جاوید جاو۔"

بے انتہا سخت لہجے میں کہتا سکندر اندر داخل ہوا تھا جس پر رمشا کے چہرے پہ بے اختیار مسکراہٹ آئی تھی لیکن وہ جھک کر روٹی کا نوالہ لینے لگی۔

سکندر اپنی سیٹ پہ بیٹھتا اسے تیز نظروں سے دیکھنے لگا مطلب اس کی آنکھیں کہہ رہی تھیں کہ سوچا بھی کیسے۔ بیشک ناراض ہوں ' روٹھ جاوں تب بھی میرے علاوہ سوچنا بھی کسی کو نہیں۔

بختاور بھی چل کر رمشا کے ساتھ آ بیٹھی۔

"کیا۔۔۔لوگی بخت ؟"

رمشا نے اسے دیکھ کر بے اختیار پوچھا۔

مجھ سے پوچھنا نہیں ہے کہ کیا لوگے بیشک ناراض ہوں مگر بیوی ہے میری سب کی بیگم صاحبہ بس بنانا ہے میری بیوی نہ بنا۔

اس نے چاول والی ڈش بے اختیار اُٹھائی جو بخت کے کہنے پہ رمشا اُٹھانے والی تھی۔ رمشا نے اسے دیکھا جو چہرے پہ بگڑے تاثرات لئے چاول ڈال رہا تھا۔

یہ آخر خفا کس بات پہ ہے اتنا۔ وہ سوچ کے رہ گئی۔

"آپ کھا کیوں نہیں رہی شمائلہ ؟"

مسز رؤف نے بے اختیار سر اُٹھایا وہ بڑی سنجیدگی سے انھیں دیکھتے ہوئے بولے جو روٹی کے نوالے کو بڑی بے دلی سے توڑ رہی تھی۔

"جی کھا تو رہی ہوں۔"

انھوں نے بڑی آہستگی سے کہتے ہوئے بامشکل نوالہ منہ میں ڈالا جو بے اختیار ان کے حلق میں پھنس گیا تھا۔ پتا نہیں ان کی مشی کو ایک پانی کی بوند نصیب ہوتی ہو گی یا نہیں۔ ان کی آنکھیں بھر آگئیں۔

رؤف صاحب کو بڑی تکلیف ہوئی انھوں نے خاموشی سے پانی کا گلاس اُٹھا کر انھیں پکڑا جنھوں نے کانپتے ہاتھوں سے گلاس کو پکڑا اور اس کا گھونٹ لیتے ہوئے اچانک انھیں پتا نہیں کیا ہوا کہ وہ پھوٹ پھوٹ کے رو پڑی۔

"میری مشی کو پلیز لے آئے پلیز میری مشی۔"

انھوں نے منہ پہ ہاتھ رکھتے ہوئے روتے ہوئے اپنے شوہر کو دیکھتے ہوئے کہا جو بے بسی سے لب دبا کر رہ گئے۔ کیا کہتے وہ۔ کہنے کو تو تسلی بھی باقی نہیں رہی تھی۔ ایک مہینے سے تسلی ہی دے رہے تھے اب تو لگتا تھا کہ یہ تسلی بھی کسی کام کی نہیں رہی۔

"ان ظالم کو اس بے زبان پہ رحم نہیں آیا۔ اس نے کیا کسی کا بگاڑا تھا جو اسے بنا کسی وجہ کے اُٹھا کر لے گئے۔ ایک ہی تو دُنیا تھی میری وہ بھی چھین لی۔ کہاں جاوں میں بتائیں مجھے۔ آپ لوگ سب اتنے بے بس کیوں ہو گئے میری بچی کے لئے ہی سب نے کیوں بے بس ہونا تھا۔"

ان کے رونے میں شدت آگئی۔ اب انھیں بیوی کو سنبھالنا پڑا۔ ان کے گرد بازو پھیلا کر انھیں تھپکتے ہوئے ایک بار پھر تسلی کو سہارا لینے لگے۔

....

"او تھینک گڈنس رفاقت بھائی آپ نے سٹیک بنائے۔ میں اسی کا سب سے ویٹ کر رہی تھی۔"

"سوری بی بی اس میں ٹائیم لگ گیا۔"

وہ ایک بڑی سے گرما گرم سٹیک کی ڈِش لے کر آیا تھا۔ رفاقت کلب کا کُک تھا۔ دیکھنے میں بھی کافی گڈ لکنگ تھا۔ پہلے وہ بڑے بڑے ریسٹورنٹ' ہوٹلز میں کام کرتا تھا کچھ مسئلے کی بنا پر اسے ہوٹل والوں نے نکال دیا تھا پتا نہیں کیا وجہ تھی۔ یہ تو سکندر اور وہ خود جانتا تھا۔ اس کے بعد سکندر نے اسے اپنے خاص کُک کے طور پہ رکھ دیا جو زیادہ تر کلب میں ہوتا تھا۔ کلب پہلے ایک چھوٹا سا فائیٹنگ کلب ہوا کرتا تھا جسے سکندر نے بند کر کے اسے کنٹری کلب بنانے کا سوچا تھا۔ ابھی بھی اس پہ کام جاری تھا اس کی افتتاح نہیں ہوئی تھی مگر باہر سے سکندر کے مہمان آتے رہتے تھے۔ کاروباری میٹنگز' ڈیلنگز وغیرہ بھی یہی ہوتی تھی۔ سکندر نے دیکھا وہ رمشا اور بخت کے درمیان جو تھوڑا سا گیپ تھا وہ اُدھر کھڑا ہوا تھا پھر وہ جھک کر سٹیک اُٹھا کر بخت کے پلیٹ میں ڈالنے والا تھا۔ جھکنے سے وہ بالکل رمشا کے قریب ہو گیا۔

سکندر سے ضبط کرنا مشکل ہو گیا لیکن بخت کے سامنے چونکہ وائلنٹ نہیں ہونا چاہتا تھا۔ اس لئے آہستہ سرد آواز میں بولا۔

"پیچھے ہو جاو رفاقت۔"

رفاقت نے چونک کر سکندر کو دیکھا اس کے چہرے پہ رقم کرختگی پہ وہ ایک دم پیچھے ہوا۔ رمشا اور بخت نے بھی چونک کے دیکھا۔ سکندر اُٹھا اور اس کی طرف آیا۔ رمشا کو ڈر لگا کہی یہ اس آدمی کو بلاوجہ ٹرامپل تو نہیں کرنے والا۔ سکندر نے اس ڈِش لی اور نظروں کے اشارے سے دفع ہو جانے کو کہا۔ وہ تو گھبرا کر جلدی سے سر ہلاتا گھوم کر لمبے لمبے ڈگ بھرتا منظر سے غائب ہو گیا۔ رمشا نے شکر کا سانس لیتے ہوئے دوبارہ کھانے کی طرف متوجہ ہوئی۔

سکندر نے بخت کو سٹیک ڈالا اور ڈِش سامنے رکھی۔

"کہہ نہیں سکتی تھی تم کہ آپ سائڈ پہ رکھ دیں میں خود ڈال لوں گی۔"

دیکھ تو وہ بخت کو رہا تھا مگر سُنا کسی اور کو رہا تھا۔

بختاور ایک دم کچھ کہنے کے بجائے ہنس پڑی۔

"ماما؟"

سکندر کرسی پہ بیٹھتے ہوئے بولا۔

"بولو۔"

"میں سوچ رہی ہوں آپ سب اپنے ورکرز کی چھٹی کر دیں۔ان کی جگہ فیمیل سٹاف رکھ دیں۔"

رمشا نے بخت کو تیز نظروں سے دیکھا۔یہ کیا کہہ رہی ہے لڑکی۔اس نے شرارت سے آنکھ دبائی۔رمشا نے اس کو کہنی ماری۔

"میرا بھی یہی خیال ہے۔"

سکندر نے تائیدی انداز میں کہتے ہوئے کوک کا سپ لیا۔

اب رمشا نے اسے گھور کر دیکھا اسے برداشت نہ ہوا تو بولی۔

"ہاں پھر ٹرامپل۔۔۔کرنے والا نہیں۔ٹرامپل۔۔۔۔کرنے والی ہو گی۔"

سکندر نے اپنی کالی آنکھیں اُٹھا کر اسے دیکھا۔اس نے ایسے دیکھا تھا کہ رمشا کا دل بے اختیار دھڑک اُٹھا تھا۔وہ بہت پُر کشش لگ رہا تھا وجہ اس کی بڑھتی ہوئی شیو تھی۔وہ خوش تھی کہ اب اس نے اپنی سٹبل کو صاف نہیں کیا تھا۔

"وہ پھر ٹھیک ہے کیونکہ اس میں کسی کی موت واقع نہیں ہوں گی۔خطرے کی نوعیت کم ہو گی۔" ٹھہر کر کہتے ہوئے وہ اب کھانے سے ہاتھ اُٹھا چکا تھا۔نیپکن سے ہاتھ صاف کرتا اُٹھنے لگا کہ رمشا کی بات پہ رُک گیا۔

"آپ سے کس نے۔۔۔کہا کہ۔۔۔خطرے۔۔۔کی نوعیت کم۔۔۔ہو گی بلکہ خطرے۔۔۔کی نوعیت پہلے۔۔۔والے ٹرامپلنگ سے زیادہ ہو گی۔"

بخت بڑی فسنیٹ ہو کر یہ سین دیکھ رہی تھی جیسے کوئی فلمی سین چل رہا ہو۔کیا ڈائیلوگ مارتے ہیں دونوں۔

سکندر مسکرایا(واضع رہے طنزیا مسکراہٹ تھی۔) ایک ہاتھ ٹیبل پہ رکھتے ہوئے دوسرا رمشا کی کرسی کی پشت پہ رکھ کر وہ جھکا۔

"یہ میں کیا سُن رہا ہوں یہ آپ نے ہی کہا ہے مسز رمشا۔ایک نازک اور اچھے دل کی لڑکی جو کسی کے لئے سخت نگاہ برداشت نہیں کر سکتی وہ میرے لئے لڑکیوں کی جان لے لے گی۔"

رمشا بھی اس کے انداز میں مسکرائی۔

"میں لاکھ۔۔۔اچھی مسٹر سکندر۔۔۔حدید! But ...when it ....comes ... To ... You I'm ghastly .....women

"اووووووو" بخت نے پیچھے سے ہوٹنگ کرنا ضروری سمجھا مگر سکندر کی نگاہ پڑتی ہی اس نے فوراً کھانے کی طرف رُخ موڑا۔اچھے بھلے ماما نے ایک بار پھر اس پہ غصہ اُتارنا ہے پھر۔

....

"نہیں تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔اب کون سی خوشیاں منانی ہیں ہم نے۔لوگوں کی طنزیا'حقارت بھری نظریں اور سوالوں کو دیکھنے اور سُننے کی بالکل ہمت نہیں ہے۔"

"انکل میں سمجھ سکتا ہوں آنٹی اور عینہ کے بہت ارمان ہوں گے مگر دراصل میری آپی اس رشتے کو جیسے کچھ سمجھ نہیں رہی۔وہ میرے لئے کوئی نہ کوئی لڑکی ڈھونڈنے میں لگ گئی ہیں۔ان کو سمجھاتا ہوں تو کہتی ہیں کہ اتنی اہم ہوتی تو وہ اب تک تمھارے گھر میں اس وقت موجود ہوتی وہ کہتی ہیں میرے دل میں چور ہے جبکہ ایسا نہیں ہے۔"

اس نے آدھا جھوٹ اور آدھا سچ کہہ کر ان کو منانے کی کوشش کی اور یہ سب بھی اس ڈیش انسان کی وجہ سے کر رہا تھا۔

"ارے بیٹا کیوں شرمندہ کروا رہے ہو بعد میں بھی ہم نے سادگی سے رخصتی کروانی تھی۔عینہ تمھارے ساتھ جائے گی۔ویسے بھی اس کا سارا سامان تمھارے گھر میں موجود ہے تو کوئی مسئلے والی بات بھی نہیں ہے۔میں ابھی کہتا ہوں کہ پیکنگ کر لے۔آو لاونج میں آجاو۔مجھے تو ڈرا ہی دیا کہ پتا نہیں کون سی بات کرنی ہے۔"

وہ زرا سا مسکرایا۔

"نہیں وہ مجھ ڈر لگ رہا تھا کہ کہی میرے اس بات پہ آپ میری کٹائی نہ کرنے لگ جائے تو چونکہ یہ کام پرائیویٹ میں ہو جاتا تو بہتر تھا۔"اس کے شرارت سے کہنے پہ ایک لمحے کے لئے جمال عزیم ہنس پڑے۔

"اوینگ مین! کیسی باتیں کرتے ہو تمھاری بیوی ہے وہ۔میں نے بھلا کیا کہنا تھا تمھیں۔تم جب چاہے اسے لے کر جا سکتے تھے ۔"

"نہیں انکل میری بیوی بعد میں پہلے آپ کی بیٹی۔آپ لوگ پہلے ہی بہت پریشان تھے ایسے میں میری اس طرح کی بات کچھ مناسب نہیں تھی۔خاص کر اس وقت۔"

"لائیک تم سچ میں جا رہی ہو۔"

شرینہ نے کتابیں رکھ کر اسے اشتیاق سے دیکھا جو منہ پھولائے اپنی ضروری چیزیں دراز سے نکال کر بستر پہ پھینک رہی تھی۔

"تو اور کیا میں تم سے مذاق کر رہی تھی۔ میری گرینڈ شادی کا ویسے بھی پہلے کوئی سین نہیں تھا مگر حنان اس طرح کریں گے میں نے سوچا نہیں تھا اور میرے اعتراض کرنے کا کوئی سین نہیں تھا کیونکہ میں جانتی تھی بابا نے راضی ہو جانا تھا۔ وہ ویسے بھی آج کل ماما سے میری رخصتی کے بارے میں بات کر رہے تھے کہہ رہے تھے کوئی دن رکھ کر سادگی سے رخصتی کر لیتے ہیں۔"

"زیادہ بیچاری بنے کی ضرورت نہیں ہے دل میں تو بڑے لڈو پھوٹ رہے ہوں گے تمھارے۔" شرینہ نے شرارت سے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔ بدلے میں درینہ نے اسے گھورا۔

"لیکن مجھے اکیلے کیوں چھوڑ کر جا رہی ہو۔ میں اب یہاں کیا کروں گی۔" عینہ نے کپڑے ہینگر سے اُتار کر اسے دیکھا۔

"میری وجہ سے تو خیر تم محترمہ آئی نہیں تھی 'اگر مشی کیڈنیپ نہ ہوتی تو اب تک میں اپنے گھر کی ہو جاتی۔ آپ تو بس چند مہینے یہاں رہنے کے لئے آئی تھی پھر آپ نے اپنا گھر لے لینا تھا یہاں پر وہ تو دادی جان نے منع کر دیا آپ کو کوئی ضرورت نہیں ہے اکیلے عورت کا رہنا ٹھیک نہیں ہے۔"

"ظاہر ہے ایک بھرے گھر میں مشی کو کوئی دہرلے سے اُٹھا کر لے گیا تو اکیلی عورت تو اس بھی زیادہ غیر محفوظ ہے۔ ویسے ایک بات پوچھوں درینہ؟"

درینہ نے چونک کر سر اُٹھایا۔

"ہاں بولو۔"

"میں کچھ دن سے نوٹس کر رہی ہوں تم کافی مطمئن دکھائی دے رہی ہو۔"

ایک دم درینہ کا ہاتھ اس کی بات پہ ساکت ہو گیا۔ وہ یہ بھول کیوں گئی تھی اس کے سامنے کوئی عام لڑکی نہیں ایک سائیکٹریسٹ بیٹھی تھی۔ گہرا سانس لیتے اس نے خود کو زرا غمگیں ظاہر کیا۔

"مطمئن ہونا پڑتا ہے۔ اللہ کے حوالے سب کچھ کر دو تو سکون خود بخود آ جاتا ہے۔ مجھے یقین ہے جہاں میری مشی ہے وہ بالکل محفوظ ہے۔ اسے کا بال تک بھیگا نہ ہوا ہو گا۔ مشی سے زیادہ مجھے پھوپھو کے لئے تکلیف ہے اور میں ان کے پاس جانا چاہتی ہوں۔ بابا کی موجودگی میں تو جانے سے رہی۔ حنان کے ساتھ جاؤں گی۔ پھوپھو کو ضرورت ہے میری سب سے زیادہ۔ نہ صرف پھوپھو بلکہ وہ شخص جس کو تو ساری دُنیا جیسے بھول گئی۔ میرے چاچو۔"

ایک دم شرینہ ٹھٹھک گئی۔ ہاں حداد وہ کہاں ہیں۔ درینہ نے بتایا تھا کہ وہ پہلے حنان کے رہائش گاہ میں آئے تھے پھر پتا نہیں کہاں چلے گئے۔ اسے خود کچھ نہیں پتا تھا وہ باقی سب کو کیا بتاتی۔ حداد کا ذکر تو جیسے اب ہوتا ہی نہیں تھا لگتا ہی نہیں تھا جیسے وہ گھر کا فرد ہو

۔دادی کے زبان پہ بھی اپنی بیٹی اور رمشا کے علاوہ کچھ نکلتا نہیں تھا۔جمال انکل بھی رمشا کو ڈھونڈنے میں لگے ہوئے تھے اور عینہ ' حذیفہ کو بھی رمشا اور پھوپھو کی ہی فکر تھی۔یاد تھا تو وہ صرف شرینہ کو۔شرینہ کے دل کو کچھ ہوا۔

"ان کے بارے میں کچھ پتا چلا؟ وہ کہاں ہیں کیسے ہیں۔"

اس کے لہجے کی بے چینی پہ ایک دم درینہ چونکی مگر سر جھٹک کر بولی۔

"حنان کے گھر پہ ہیں۔حنان نے کافی منتیں کی ان کی۔وہ اس شرط پہ مانے کہ کسی بھی گھر والے کو ان کے بارے میں نہیں پتا لگنا چاہیے اور اگر پتا لگ بھی جاتا ہے تو کوئی ان سے ملنے کے لئے نہ آئے ورنہ وہ یہاں سے چلے جائے گے۔"

اس نے سنجیدگی سے بتا کر قمیض تہہ کر کے رکھی۔

شرینہ کو منہ حیرت سے کھل گیا۔

"حداد وہاں پر ہیں تم نے مجھے بتایا کیوں نہیں؟"

اب کی بار درینہ نے براہ راست اس کی آنکھوں میں دیکھا۔ان آنکھوں کی تڑپ دیکھ کر وہ بالکل ٹھہر گئی۔اسے کے ایسے دیکھنے پر شرینہ گڑبڑا گئی۔

"آئی مین حداد سر وہاں پر ہیں تمھیں پتا تھا تو تم نے سب کو کیوں نہیں بتایا۔سب کتنے پریشان تھے۔پہلے ہی رمشا کا۔۔۔۔۔"

"سب پریشان تھے یا تم تڑپ رہی تھی۔"

اس کی بات کاٹتے ہوئے درینہ اس کے پاس آئی۔شرینہ کا دل رُک گیا۔اس کا دل کا حال اس نے خود سے صحیح سے عایا نہیں کیا تھا دوسرے کے منہ سے یہ بات سُنا بہت عجیب تھا۔

"میں! میں کیوں بھلا تڑپوں گی۔میں تو ویسے کہہ رہی تھی کہ اس وقت انھیں اپنی فیملی۔۔۔"

ایک بار پھر اس کی بات کاٹی گئی۔

"میں بیشک سائیکٹریسٹ نہیں ہوں شیری! مگر میں جانتی ہوں محبت کرنے والوں کا کیا حال ہو جاتا ہے۔تبھی میں کہوں تم بیشک شوق چنچل لڑکی نہ سہی مگر پھر بھی تم ایک پوزیٹو' خوش دل لڑکی تھی اچانک سے تم اتنی ڈل' چڑچڑی اور خاموش کس وجہ سے ہو گئی۔بولو چاچو ہیں نا۔"

وہ تو اس کی بات پر بوکھلا گئی۔

"کیسی باتیں کر رہی ہو!! یہ پیار و یار کی بات کہاں سے آ گئی؟" وہ ایک دم اُٹھ کر اپنی کتابیں اُٹھاتے ہوئے بولی۔

"یہ تو میں پوچھنا چاہتی ہوں کہ یہ تمھیں چاچو سے محبت یہ کب ہوئی تھی۔ جہاں تک مجھے یاد ہے ایک ملاقات ہی ہوئی تھی تم دونوں کی اور اس ملاقات میں چاچو غصے سے پاگل ہوئے وے تھے جبکہ تم انھیں کام ڈاون کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔"

"وہی تو ایک ملاقات ہوئی ہے وہ بھی سرسری سی اور تم مجھے ان کی محبوبہ سمجھ بیٹھی ہو پاگل ہو گئی ہو یار اب جلدی پیکنگ کرو حنان تمھارا ویٹ کر رہے ہوں گے۔"

اس نے بال کانوں کے پیچھے کرتے ہوئے الماری کھولی اور بکس رکھ کر اپنا بیگ نکالا۔

"بول لو جتنے جھوٹ بولنے ہیں بول لو مگر اب میں جا رہی ہوں اور اپنے بے حس سے چاچو کو جھنجھوڑنا ہے کہ کوئی آپ سے بے تحاشا محبت کرتا ہے۔ آپ کے جانے سے اس کی زندگی بے رنگ سے ہو گئی ہے بظاہر تو وہ کتنی کمپوزر اور مطمئن دکھائی دیتی ہے مگر اندر سے جتنی وہ ٹوٹی وہ صرف وہی جانتی ہے۔"

"خدا را درینہ کیسی باتیں کر رہی ہوں مجھے ان سے محبت نہیں ہے اور تم اُدھر جا کر ان سے کوئی فضول بات نہیں کرو گی۔ میں نے زرا سا ان کا حال کیا پوچھ لیا تم سمجھ بیٹھی ان سے محبت کر بیٹھی میں۔"

دروازہ پہ پڑتی دستک پہ وہ جو تیزی سے بولی جا رہی تھی ایک دم چُپ ہو گئی۔

"آجائے۔"

•••••••••••••••••••••••••••••••••••••••

"نہیں اسے دوبارہ کھولواو! رمشا کے سامنے تو تھوڑا بہت تو ایسا کرنا تھا ورنہ تمھیں پتا ہے پچھلی دفعہ کی طرح پھر سے اس نے سرے عام آ جانا تھا اور اس بار اس کے ہاتھوں میں ایکس کے بجائے۔ بندوق ہونی تھی۔ اس لفٹ کو بند کرواور تیمور اور باقی سب کو بلواو۔ براڈ کے چکر میں میں باقی مہمانوں کو بھول گیا۔ گھر میں کوئی مسئلہ تو نہیں ہے انھیں۔" سگریٹ کے کش لیتا وہ ٹہلتے ہوئے جاوید سے پوچھ رہا تھا۔

"جی سر بالکل ٹھیک ہیں وہ ان کی پوری طرح سے خدمت کر رہے ہم مگر جیمز نے پوچھا کہ اب دوبارہ میچ کب ہو گا؟ تین دن ہو گئے سکندر بھا بھی ملنے نہیں آئے ہم سے۔ میچ ہونا بھی ہے کہ نہیں؟"

"ہوں ٹھیک کر رہے ہو میری غلطی ہے اس سب میں دھیان نہیں گیا میرا۔ (اس نے سگریٹ آدھی پھینکتے ہوئے۔ پھر بات جاری کی) ان کو کہو ہو گا میچ ضرور ہو گا ظاہر ہے انھیں بلایا ہے تو اس کے پیچھے مقصد بھی بڑا ہے اور اس جہانگیر کا بھی بندوبست کرنا ہے۔ سارے کام میسڈ آپ ہوتے گئے ہیں ایک ساتھ پہلے روس والے سے ڈیلنگ کرتے ہیں تین چار میچ کے بعد ان کو فارغ کر کے جہانگیر کے معاملے میں آتے ہیں وہ تو شکر کر رہا ہو گا کہ تین دن ان چکروں میں اس سے کچھ پوچھا بھی نہیں۔ مجھے پتا ہے

ساری انفورمیشن اس نے اپنے بھائی کو ہی دی ہے ورنہ اس کا بھائی کیسے میرے گھر پہ آرام سے حملہ کرواسکتا تھا۔ خیر ایک ہفتے میں سارا کام کرنا ہے۔ اچھا اوینٹ والوں سے بات کی تم نے؟"

ہاتھ پیچھے پشت پہ باندھے وہ اس کی طرف موڑا اور وہ اسے ڈیٹیلز دینے لگا۔

"یہ مووی میں پہلے سے دیکھ چکی تھی مگر میں دوبارہ آپ کے ساتھ دیکھنا چاہتی تھی۔ ہائے اب کے ساتھ تبصرے کر کے ویسے کتنا مزا آئے گا آپی اب تو آپ بولتی ہیں۔"

ٹی وی کا والیوم اونچا کرتے بخت نے صوفے پہ اپنے ساتھ بیٹھی رمشا کو دیکھ کر کہا جو ہولے سے ہنس پڑی۔

"میں۔۔۔ بولتی۔۔ نہیں تھی۔۔ مگر میری بات' انداز۔۔۔ تمھیں سمجھ تو۔۔ آجاتے تھے۔۔"

"ہاں آتو جاتی تھے مگر وہی نا آپ کی منہ سے جو کہی بات ہے وہ آپ کے اشاروں میں کہاں۔ سچ میں آپی آپ اتنا کھرا بولتی ہیں کہ میرے رف ٹف سے ماما بھی چُپ ہو جاتے ہیں۔" رمشا نے اس کی بات پر منہ بنانا ضروری سمجھا۔

"کہاں۔۔ وہ تو۔۔ تمھارا لحاظ۔۔۔ کرتے ہیں۔۔ ورنہ دیکھنا تھا۔۔۔۔۔ میری کلاس لگتی۔۔۔۔"

"اب ایسا بھی نہیں ہے۔ ماما ریلی آڈورزیو۔ دیکھا رفاقت بھائی کے ایک دم آپ کے قریب ہو جانے پر کیسے ہائپر ہو گئے تھے نجانے کیا حشر ہوا ہو گا ان کا۔"

رمشا نے اس بار کچھ نہیں کہا تھا کیا کہتی مگر سکندر کی بڑھتی ہوئی پوزیسونس سمجھ سے باہر تھی۔ وہ اتنا پاگل کیوں ہو جاتا ایسے تو ہو نہیں سکتا بیشک اسے رمشا سے بے پناہ محبت تھی مگر وہ دیکھتی تھی جب کوئی رمشا کو دیکھتا یا اس کے قریب آتا تھا اس کی آنکھوں میں تپش کے ساتھ ایک خوف تھا۔ اس کالی آنکھوں میں خوف کی لہر بالکل سمجھ سے باہر تھی۔ وہ سکندر سے پوچھتی تو الٹا اس نے اسے سُنانا تھا' انکار کرنا تھا۔ اتنا تو وہ جان گئی تھی اسے یہ بات شاید بخت کو پتا ہو۔

"بختاور؟"

بخت فینٹا کے سپ لیتے ہوئے بولی۔

"جی آپی۔"

"آپ کے۔۔۔ ماما۔۔ مطلب کے شروع سے۔۔۔ ایسے ہی ہیں۔۔ مطلب میڈ۔۔۔۔ کریزی پوزیسو۔۔۔ سے؟"

بختاور نے گردن موڑ کر اسے دیکھا۔

"سچی بتاؤں پوزیسو وہ میرے حوالے سے تھوڑی بہت تھے مطلب کے میری اتنی کیر کرتے تھے' شاید ہی کوئی ماموں اتنی کیر اپنی بھانجی کی کرتا ہو۔ وہ کنڑول فریک تھے غصہ آتا تھا تو ظاہر نہیں کرتے تھے لیکن ان کی سرد آنکھیں سب کہہ دیتی تھیں۔ کیا پتا

بعد میں کسی کی پٹائی بھی کرتے ہو مگر جب سے آپ آئی ہیں تب سے وہ آوٹ آف کنڑول ہونے لگے ہیں۔ بات بات پہ غصہ ' چڑچڑاہونا۔ آپ کے آس پاس کسی مرد کو برداشت نہ کرنااس کا مطلب ہوتاہے انھیں پیار ہو گیاہے وہ بھی آپ سے بے تحاشا ۔" رمشاایک دم اس کی بات پر بلش کر گئی۔

"مگر۔۔پیار۔۔تو وہ تم سے۔۔۔ بھی۔۔۔تو کرتے۔۔ہیں بخت پھر؟؟؟"

"یااللہ میرے سے وہ پیار ایک ماں باپ کی طرح کرتے ہیں۔ماں باپ کی طرح ڈانٹتے ہیں اور ماں باپ کی طرح خیال بھی رکھتے ہیں مگر آپ ان کی بیوی ہیں نہ صرف بیوی یو آر ہز لو آف لائف ہز ایور تھنگ اور اس محبت میں یا توانسان شانت ہو جاتا ہے یا پاگل دیوانہ۔"

رمشاحیرت بھری نظروں سے بخت کے سنجیدہ انداز کو تک رہی تھی۔

"زیادہ حیران ہو کر نہ دیکھے مجھے ! میں ناولز بہت پڑھتی ہوں اس میں ایسی باتیں ہوتی رہتی ہیں۔

"ویسے کچھ۔۔۔زیادہ۔۔۔ گہرائی میں پڑھتی ہو۔۔۔اتنی بڑی۔۔ بڑی۔۔ باتیں تو مجھے۔۔۔ بھی نہیں۔۔آتی۔"

"اچھا چھوڑیں ان باتوں کو یہ بتائیں آپ کو یہ ہینڈ سم ٹال ہیرو کیسا لگتا ہے۔ماماوالی بات نہیں ہے مگر پھر بھی بتائیں ناڈیشنگ نہیں ہے۔"

وہ رمشا کی توجہ ٹی وی کی طرف کرتی ہاں جہاں بلال اشرف ٹی وی سکرین پہ چھایاہوا نظر آرہا تھا۔ رمشاایک دم جنجھلائی۔

"کیسی باتیں۔۔۔کرتی ہو بخت۔۔"

"اُف آپی جانتی ہوں ماما از سٹننگ مگر ویسے بتائیں نا یہ کیسے لگتے ہیں آپ کو۔ کوئی تو کرش رہا ہو گا ماما سے پہلے۔ ایسا تو ہو نہیں سکتا کہ ایسے سوکھی سڑی زندگی آپ نے گزاری ہو گی۔"

اگر اسے پتا لگے کہ میرا پہلا کرش ہی سکندر تھا اور آخری کرش بھی وہ تو بختاور نے سکتے میں چلا جانا تھا۔

"نہیں۔۔۔میرا (ایک دم اس نے دیکھا ٹی وی کے سائڈ کارنر گلاس میں سکندر کا عکس نظر آیا تھا مطلب کہ یہ ہم دونوں کی باتیں سُن رہا تھا) ہاں۔۔۔اتنے کرش نہیں تھے۔۔۔ مگر ایک تھا۔۔۔۔۔"

اس کو دل ہی دل میں بڑی ہنسی آئی یہ کہتے ہوئے۔ بخت ہنسی۔

"اچھا کون ؟ سچی میں ماما کو نہیں بتاوں گی میں تو آپ کی فرینڈ ہونا۔"

"بخت۔۔اب۔۔اچھا۔۔لگتا۔۔ہے (اُف کہی بولتے ہوئے ہنسی نہ چھوٹ جائے) ایسی باتیں۔۔کرنے کا۔۔۔ چھوڑو تم۔۔ بتاو۔۔"

"میں تو بتادوں گی مگر آپ بتائیں نا پلیز پلیز۔ آپ یہ ٹپکل وائف کی طرح یہ نہ کہنا شروع کر دیجیے گا کہ تمھارے ماموں بخت مجھے اچھے لگتے ہیں۔"

"اُف کیسی۔۔۔ بھانجی ہو۔۔۔ اچھا لگتا۔۔۔ ہے ایسی بات اپنی۔۔ ممانی سی کرنا۔۔۔" کن آنکھوں سے اس کا سخت چہرہ نظر آ رہا تھا جو خود پہ ضبط کرتا دکھائی دے رہا تھا۔ یا اللہ پھٹ ہی نہ پڑے آدمی۔

"اوّل آپ میری ممانی نہیں آپی ہیں۔ دوسرا میری دوست ہیں۔"

"اچھا۔۔۔ اچھا۔۔۔ اپنے ماموں کو۔۔۔ نہ بتانا۔۔۔ مجھے بلال اشرف۔۔۔۔ ہی اچھا لگتا ہے۔۔۔"

بخت اس سے پہلے کچھ کہتی ایک دم فون کی ٹون پہ دونوں چونکہ۔ رمشا کا دل اچھل پڑا جیسے سکندر نے کچھ رد عمل کیا ہو مگر بخت کے فون سے وہ زرا ریلکیس ہوئی۔

"اوہو کسی کی کال ہے۔ میری دوست کی کال ہے آپی میں اٹینڈ کر آتی ہوں تب تک آپ دیکھیں ہیرو کو۔" شرارت سے کہتی وہ سامنے والے کھلے دروازے کے سمیت بڑھی اس نے سکندر کو پیچھے کھڑے دیکھا نہیں۔

"تو تمھیں اچھا لگتا ہے یہ ہیرو؟"

سپاٹ' سرد لہجے میں رمشا نے گھوم کر سر اُٹھا کر اسے دیکھا جو بالکل آگے آ چکا تھا اور بڑے بے تاثر نظروں سے سامنے ٹی وی پہ موجود اس ہیرو کو ڈائیلوگ مارتے ہوئے دیکھ رہا تھا۔

"آآآپ۔۔۔۔"

رمشا کو اب سمجھ نہیں آئی کہ کیا جواب دے۔ کہی یہ شرارت مہنگی نہ پڑ جائے مگر وہ اتنے دیر سے روڈ ہو رہا تھا۔ اسے اگنور کر رہا تھا تو اتنا تو تنگ کرنا بنتا تھا۔

"کیا ہوا مجھے کیوں دیکھ رہی ہو اسے دیکھو جو میرے سے زیادہ حسین اور اچھا لگتا ہے۔"

اس نے اچھا پہ بڑا زور دیا۔ اب کیا کہیے آگے سے۔ وہ لب دبا کر رہ گئی۔

"نام بھی میرے سے اچھا ہے۔ بلال اشرف سکندر حدید بھی بھلا کوئی نام ہوتا ہے!!! "

وہ اتنے نارمل انداز میں کیوں بات کر رہا تھا اس کا نارمل رویہ سمجھ سے باہر تھا۔ رمشا نے حیرت سے دیکھا مگر اس کی سرد پڑتی آنکھیں نجانے کیوں اسے ڈرا رہی تھی۔

"تمھیں پتا ہے رمشا یہ ٹی وی کتنی کی ہے؟"

اس کی عجیب سی بات پہ رمشا ایک دم ٹھٹھک گئی پھر اس نے کہا۔

"کِک کِک کیوں؟"

"تین لاکھ کی ہے مگر چونکہ اب مجھے یہ زہر لگنی ہے تو میں۔۔۔۔۔"

اس نے آو دیکھا نہ تاؤ سیدھا جیب سے گن نکال کر ٹی وی کو شوٹ کر دیا جیسے اس نے بلال اشرف کو شوٹ کیا ہوا۔ سائلنسر کی وجہ سے گولی کی کوئی آواز نہ آئی مگر ٹی وی کو گولی لگنے سے دھماکے سے زرا کم آواز آئی تھی۔

رمشا نے ایک دم ڈر کر منہ پہ ہاتھ رکھا۔ اس کا دل رُک سا گیا تھا۔ اُف کیوں بھول جاتی تھی یہ سکندر حدید تھا۔

سکندر نے اس کا بازو پکڑا اور اسے اُٹھا کر اپنے قریب کرتے ہوئے خطرناک لہجے میں کہا۔

"اس زبان سے صرف میرا نام نکلنا چاہیے ورنہ آج تو یہ ٹی وی ٹوٹی ہے کل اس کی لاش اُٹھا کر تمھارے سامنے پھینک دوں گا چاہیے وہ جو کوئی بھی ہو' جس کو نے سے ہو اس کا قصور ہو یا نہ ہو آئی سویر رمشا آئی ول کل ہم

"... Don't mess with me ...otherwise you will face consequences

"سکندر!! میری۔۔۔ بات"

"خاموش!! تم میری ہو صرف میری رے سمجھی!!! میں اپنے مرنے کے بعد بھی تمھیں کسی کو دے نہیں سکتا تو موجودگی کا تو سوال پیدا نہیں ہوتا۔ آئیندہ کسی بھی مرد کا نام تمھاری زبان پہ نہ آئے۔ بولو!"

"مائی گڈنس ماما یہ کیا کر رہے ہیں آپ اور یہ یہ کیا کیا آپ نے۔"

بخت کی بات پہ سکندر کو ایک دم خود کو کنڑول کرنا پڑا

"بختاور اپنے کمرے میں جاو۔"

سکندر نے تحمل بھری سانس لیتے ہوئے بختاور کو دیکھے بغیر کہا۔ بختاور ان دونوں کے سامنے آگئی۔ رمشا بالکل خاموشی تھی وہ تو بس ٹی وہ کی تباہی پہ نظریں جمائے سوچ رہی تھی کہ سکندر کے ساتھ کچھ تو ضرور ہوا ہے ورنہ اتنی سی بات پہ کون پاگل ہوتا ہے۔ یہ جوک تھا۔ غصہ کر سکتا تھا مگر اتنا بھی کیا کہ ٹی وہ توڑ دے۔

"ماما آپ کو ہو کیا گیا ہے۔ آپ نے ٹی وی پہ حملہ کیوں کیا اور یہ آپ کے ہاتھوں میں گن کیا کر رہی ہے۔ آپ آپی کو۔۔۔۔"

سکندر نے غصے سے بندوق کو زمین پہ پھٹکا! کہ رمشا اور بخت اچھلی۔ اُف اتنی دہشت پہ ان کا دل کانپ گیا۔

"یہی پرابلم ہے تم سب لوگوں کی کہ کسی نے آج تک مجھے نہیں سمجھا!!! اور نہ ہی کبھی سمجھنے کی کوشش کرے گا۔ تمھیں (اس نے رمشا کی طرف اشارہ کرتے ہوئے چیخ کر کہا) لگتا ہے کہ اگر میں اپنے باپ کو مار سکتا ہوں تو تمھیں بھی مار سکتا ہوں ۔ تمھیں کیوں ماروں گا میں! بھلا اپنی زندگی کو اپنے آپ سے کوئی دور کر سکتا ہے۔۔۔ جس نے مجھ جیسے مردہ دل مردہ ضمیر

آدمی کو زندگی کے نئے معانی بتائیں' سانس لینے کی وجہ بنی وہ' روح کا احساس بخشا' خوشی اپنے اس مردہ دل میں پھوٹتی ہوئی محسوس ہوئی۔ہاں میں کبھی بھی کچھ کہنے سے نہیں ڈرا کہوں گا مجھ اس لڑکی نے ایک نئی زندگی دی!!! میں اب کچھ بھی کرنے سے پہلے سوچتا ہوں۔پی نہیں سکتا اس لڑکی کی وجہ سے ڈرنک کرنا میری عادت بن چکی تھی سمجھو ایک زندگی کا ساتھی تھی میری اس تک کو چھوڑ چکا ہوں اس لڑکی کی خاطر۔ایک فائیٹر ہوں!!! مگر چاہ کر بھی اس لڑکی کے تھپڑ اور آنسو کی بدولت کلب میں نہیں جا سکتا۔اس کا نام کسی اور کے زبان پہ آئے اس تک کو کاٹ ڈالنا چاہتا ہوں' اس کے آس پاس کوئی شخص آتا ہے توڑ رتا ہوں جو چیز میں نے اس کو پا کر محسوس کی اگر کسی اور نے کر لی اور اسے مجھ سے چھین لیا تو میں۔۔۔۔۔۔(وہ رُکا' بخت اور رمشا سانس روکے اسے سُن رہے تھے۔سب سے زیادہ شاکڈ بختاور تھی۔) اس بار پاگل ہونے کے بجائے مر جاوں گا۔"

"ماما۔۔"

سکندر نے اپنی سُرخ آنکھیں بند کیں پھر کھولیں۔

This women is my life !!!! And I'm not in world going to take this life ... This heaven

"سکندر۔۔"

رمشا کا اختیار نہ رہا اور آنسو کی ننھی سی بوند ٹوٹ کر اس کے گالوں پہ پھسلی۔

سکندر نے سر ہلاتے ہوئے جھک کر پستول اُٹھائی۔

اور خاموشی سے کچھ بھی کہے چلا گیا۔

....

وہ لنچ کے ٹائم نیچے آیا تھا وہ بھی ماں کے بنا کہے۔

کیونکہ اسے وقت کا' بھوک کا کسی چیز کا احساس نہیں ہوتا تھا مگر کچھ دنوں سے خوف کے نذر میں اسے الرٹ ہونا پڑ رہا تھا۔وہ اپنے سکون کی خاطر کچھ بھی کرنے کو تیار تھا حالانکہ کہ اس کا دل بیحد خراب ہوتا تھا اگر کوئی بات بھی بات اس کے دل کے' اپنے سکون کے خلاف کرنی پڑتی۔

کچھ دنوں سے اسے احساس ہوا تھا کہ کوئی اس کے کمرے میں گھسا ہے۔پہلے تو اس نے اپنا وہم سمجھا تھا مگر جب ایسا روزانہ ہونا لگے پھر اس کے بعد سے اس کی سکون آور شیشہ بھی آہستہ آہستہ کم اور غائب ہونے لگی تو اسے خوف نے اپنے گھیرے میں لے لیا۔

اسے یقین ہو گیا کہ کوئی اس پہ نظر رکھ رہا اور کچھ حد تک اپنی وارننگ بھی دے رہا ہے کہ اگر سدھرو گے نہیں تو بہت پچھتاؤ گے گو کہ ابھی تک کوئی میسج تو ایسا ویسا نہیں ملا تھا مگر اشارے ہی کافی تھے اپنی بات کنوے کرنے میں۔منشیات کا کم استعمال کرنے پر اس کی طبیعت بہت گرنے لگی تھی۔کبھی متلی آتی' کبھی چہرہ نیلا' سفید یا پیلا ہو جاتا۔کبھی اندر اتنی آگ بڑھکتی ہوئی محسوس ہوتی کہ وہ بھاگ کر گھنٹوں تک شاور میں کھڑا ہو جاتا یا اتنی سخت گرمی میں بھی اتنی سردی لگتی کہ جتنی گرم سٹف کپڑے' کمبل اس کے پاس موجود ہوتے اس کو اپنے گرد لپیٹ کر آنکھیں بند کر کے پھر بھی کانپتا رہتا۔جب یہ سارے احساسات حاوی ہونے لگتے تو مجبوراً اسے ڈرگ کا استعمال کرنا پڑتا۔ماں باپ تو اس کی طبیعت پوچھ پوچھ کر تھک چکے تھے مگر وہ انھیں کہتا وہ بالکل ٹھیک ہے اور تو اور اتنا بد تمیز ہو گیا تھا کہ

انھیں جواب دینے شروع ہو گیا۔چیخنا' چلانا توڑنا پھوڑنے تک آ گیا۔باپ کے تھپڑ اور ماں کے آنسو سے بھی اسے فرق نہیں پڑ رہا تھا۔ماں باپ کو تو سمجھ نہیں آرہی تھی کہ اسے کیسے ہینڈل کرے۔

دو دن سے انھوں نے اس سے مخاطب کرنا چھوڑ دیا تھا جیسے اس کو اس کے حال پہ چھوڑ دیا تھا۔اتنے جلدی ہار ماننے کی کیا وجہ تھی بہر حال وہ ذرا پر سکون ہو گیا تھا کہ اب اسے پوچھ گچھ نہیں کیا کرتے تھے۔کھانا کے لئے بلا لیتے تھے۔کہئی جانا ہو تو بتا دیتے تھے ۔سکول سے تو اسے چھٹیاں تھیں۔اس کی وجہ سے وہ اور دُنیا سے آہستہ آہستہ کٹنے لگا تھا اور یہی چیز اس کے والدین کے لئے تشویش دے بات تھی۔اب وہ کیا کرے گے اس کا' کیسے ٹھیک کریں گے اسے۔دو دن بڑے سکون سے گزر گئے تو اس آج ویسے ہی اشتیاق ہوا کہ دیکھے کہ وہ واقعی اسے اس کے حال پہ چھوڑ چکے ہیں اگر ایسا ہے تو ابھی علی کو کال کر کے ڈیلر کو باہر بلا لے گا۔اسے سخت ضرورت تھی ڈرگ کی۔وہ نیچے آیا تو خاموشی اور ویرانگی نے اس کا استقبال کیا۔ابو تو اس کے ویسے بھی دیر سے آتے تھے۔می عموماً گھر پہ ہوتی تھی یا اگر کہی جانا ہوتا تھا تو نانی سے ملنے چلی جاتی تھی اور شام کو آتی تھی چونکہ ان کے گھر میں ایک کام والی اور باہر چوکیدار تھا تو اسے گھر پہ اکیلے چھوڑ دیتے تھے۔

وہ کچن میں آیا اس نے لائٹ آن کی فریج سے جا کر اس نے کوک کی بوتل نکالی۔علی کا مشورہ تھا کہ اگر ڈرگ کم پڑ جائے تو فیزی ڈرنکس کا استعمال اس وقت زیادہ کرو۔اس سے آپ کے اندر کا تھرل' جوش مارتی فیلنگ قائم رہے گے بڑی بے تُکی سی بات زارون کو اس کی لگی تھی مگر پھر بھی جو کچھ وہ کہتا تھا اس پر عمل کرتا تھا۔

گلاس بھر کا اسے اُٹھا سیدھا اوپر آیا اور اپنا فون دراز سے نکال کر اس نے علی کو ٹیکسٹ کیا اور پھر دوبارہ نیچے آیا اور جا کر ٹی وہ لاونج میں بیٹھ گیا۔

وہ اس کے رسپونس کا انتظار کر رہا تھا جب کسی کے قدموں کی چاپ اسے سُنائی دی ایک دم گلاس سے کوک کا سپ لیتے ہوئے وہ ٹھہر سا گیا۔ ایسا لگ رہا تھا جیسے کوئی سیڑھیوں سے اُتر رہا یا شاید چڑھ رہا۔ اس نے اپنا سر جھٹکا۔ ایک دم اس کا فون بج اُٹھا تو اسے بے اختیار اُٹھا کر وہ شروع ہو گیا۔

"یار کتنی دیر سے مسیج کیا ہے تمھیں رپلائی کیوں نہیں کر رہے۔"

"ہوں اچھا اچھا اس میں غصہ کرنے کی کون سی بات ہے۔ اچھا میں نے بتانا تھا کہ گھر پہ کوئی نہیں ہے۔"

"ہاں پلیز اگر ہے تو دینے آجاو۔ پیسوں کا کبھی مسئلہ ہوا ہے اور آج تو امی بھی نہیں ہے گھر میں۔"

"ٹھیک ہے پھر دس منٹ میں پہنچو اوکے۔" اس نے فون بند کر کے رکھا اور گلاس ٹیبل پہ رکھنے لگا کہ اسے کسی کی موجودگی کا احساس ہوا چہرہ گھما کر دیکھا تو ایک دم کسی اجنبی چہرے کو دیکھ کر اس کے ہاتھ سے گلاس چھوٹ گیا۔ اجنبی شخص نے اسے سر تا پا دیکھا اور اپنی پھسلتی ہوئی سن گلاسس کو پیچھے دھکیلتے ہوئے کہا۔

"تو تم زارون ہو ہمدان کے بیٹے؟"

اس کو حکم دیا تھا کہ وہ اپنی آواز میں سختی رکھے مگر چاہ کر بھی اس بچے کو دیکھ کر یہ کر نہ سکا تو سپاٹ لہجے میں اس سے پوچھا۔

"جج کون ہو تم؟؟؟؟"

اس کے تو چھکے چھوٹ گئے تھے کیونکہ اس آدمی کے ہاتھ میں پستول موجود تھی اور اس کے ارادے ٹھیک نہیں لگ رہے تھے اس نے بھی ہمت کر کے تیز آواز میں اس سے پوچھا۔

"مجھے چھوڑو بچے تم اپنی خیر مناؤ۔"

وہ گہری سانس لیتا آگے بڑھا۔

"تم چور ہو!! آگے مت بڑھنا ورنہ میں چیخ کر سب کو بلاؤں گا باہر گارڈ ہے سُنو۔۔۔" وہ بدک کر اُٹھا پیروں میں ٹوٹے گلاس کا کانچ اندر گھس گیا مگر وہی بات اسے محسوس ہو تب نا۔

"آئیم سوری مگر۔۔۔۔"

آدھی ادھوری بات چھوڑ کر اس نے پینٹ کی جیب سے رومال نکالا اور اس کے چیخنے سے پہلے اسے قابو میں کر کے بے ہوش کر چکا تھا۔

اسے پکڑتے ہوئے اس نے جلدی سے فون اُٹھا کر بروٹس کو کال ملائی۔

"ہاں میں نے اسے بے ہوش کر لیا ہے اب کیا کروں؟"

جواب میں اسے بُروٹس کھری کھری سُنارہا تھا کہ وہ جنجھلا کر بولا۔

"تم آدھی ادھوری بات چھوڑ کر کہتے ہو جو مرضی آئے کرو میں اس بچے کا کیا کروں اور کہاں لے کر جاوں۔"

"اب یہ بھی میں سوچوں تمھارے باس نے تمھیں کس لئے رکھا ہے۔"

اس کی بات پر ہمر دانت پیستے ہوے بولا۔

"مجھے دھمکی مت دو ایک تو میرے سے۔۔"

وہ آگے سے کچھ کہتا کہ بُروٹس نے کھٹک سے فون بند کر دیا۔

ہمر کو غصہ بڑا آیا مگر اب جو کچھ کرنا تھا اسی نے کرنا تھا۔ فون جیب میں رکھ کر اسے اُٹھانے لگا۔

****

"درینہ پلیز یار کل ٹھیک رہے گا ابھی نہیں آج جمیل انھیں تمھاری آمد کا بتادے گا تو وہ کیا پتا آرام سے یہ بات ڈائیجسٹ کر لیں اور خود نیچے آکر تم سے مل لیں۔ تمھارے انداز پر انھوں نے صرف جذباتی ہی ہونا ہے اور اسے جذباتی پن پہ انھوں نے یہ ٹھکانہ بھی ٹھکرا دینا ہے۔"

اس کا ہاتھ پکڑے اپنے ساتھ صوفے پہ بیٹھائے وہ تیزی سے بولا کہ درینہ بالکل منہ پھولائے بیٹھ گئی۔

"سریسلی حنان میں اس لئے اکسائیٹڈ تھی کہ میں جیسے ہی انٹر ہوں گی سیدھا چاچو سے ملوں گی اور آپ نے کہا کہ ابھی نہیں۔ اب رات کے نو بج رہے ہیں مجھے اس گھر میں آئے پانچ گھنٹے ہو چکے ہیں اور آپ مجھے ان کے پاس جانے نہیں دے رہے چاہتے کیا ہیں آپ۔" تنگ ہو کر بولتے ہوے اس نے اپنا ہاتھ حنان کے ہاتھ سے ہٹایا۔

"شادی کی پہلی رات لڑکی اپنے شوہر کا انتظار کرتی ہے۔ اس کے آمد' اس کے بول' اس کے پیار کی منتظر ہوتی ہے اور یہ محترمہ دیکھو چھوٹی بچی کی طرح ابو کے پاس نہیں چاچو کے پاس جانا ہے۔ وہ بگڑ کر چائے کا سپ لیتے ہوے بولا۔

"یہ کوئی نارمل شادی نہیں تھی حنان اور آپ کو جلدی پڑی ہوئی تھی کہ میں تو آج کے آج ہی لے کر جاوں گا اب بھگتے!!! "

وہ سامنے لگی بڑی سی ٹی وی کو گھورنے لگی جہاں سی این این چینل پہ نیوز چل رہی تھی۔

"کیوں بھگتوں میں بھلا سکندر تھوڑی ہوں جو اپنے بال ہی نوچتا رہتا ہے۔" اس نے درینہ کا بازو پکڑ کر اسے خود سے قریب کیا۔

اب کی بار عینہ اس کی بات پر چونکی۔

"کیا مطلب؟ سکندر بھائی اور مشی خوش نہیں ہے۔" حنان نے اسے ایسے دیکھا لائیک سریسلی ہم اب یہ بیٹھ کر ڈسکس کریں گے۔

وہ سکندر کا نام چھیڑ کر پچھتا رہا تھا۔

"بہت خوش اتنے خوش کہ اب میری خوشیوں کو آگ لگانے پہ تُلے ہیں۔"

"فور گاڈ سیک حنان آپ تو ایسے ایکٹ کر رہے ہیں جیسے آپ پر بہت بڑا ظلم ہوا ہے۔ اچھا اب جاوں میں اب تو جمیل نے انھیں بتا دیا ہو گا میرے بارے میں۔"

اس سے پہلے حنان کچھ کہتا سیڑھیوں پہ قدموں کی چاپ پہ حنان ایک دم چونک گیا۔ اس نے سیدھا سامنے لگی کلاک کو دیکھا پھر چہرہ موڑ کر جہاں حداد سیڑھیوں سے اُتر رہا تھا۔ وہ اس وقت سفید شلوار قمیض میں ملبوس' سلیوز کو کہنیوں تک فولڈ کئے' آنکھوں میں نظر کا چشمہ پہنے وہ کافی جاذب نظر دکھائی دے رہا تھا مگر اس کے چہرے پہ رقم سنجیدگی اور آنکھوں میں سختی نے حنان کو کچھ اچھے سگنل نہیں دیے تھے۔ اس سے پہلے حنان اُٹھ کر ان سے بات شروع کرتا کہ درینہ انھیں بالکل ٹھیک ٹھاک الٹا پہلے سے زیادہ بہتر دیکھ کر خوشی سے اُٹھی اور چل کر ان کے ساتھ کسی چھوٹی بچی کی طرح لگ گئی۔

....

"وہ تو میرا یار فون ہی نہیں اُٹھا رہا ہے۔ ایک دفعہ بات کی پانچ دس منٹ ہی نہیں ہوئے کہ کھٹک سے فون بند۔ اس کی باتوں سے لگ تو رہا تھا کہ وہ میری مدد کرے گا مگر وہ ہی مزے لے کر ساری باتیں سُن کر بس نو مدد کا بورڈ دکھا کر فون بند کر دیا۔ مجھے ویسے لگتا تو نہیں ہے کہ مشی کی اس شخص نے مدد کی ہو گی۔ اتنا روڈ تھا اس کا لہجہ۔ پتا نہیں مشی نے کیا دیکھا اس میں۔" وہ کشن پہ ہاتھ پھیرتی اس کے مختلف مختلف پیٹرن بناتی' بے دلی سے اپنے ساتھ بیٹھی پینٹنگ کرتی نین سے بولی۔

"اوہو بتایا تھا نا میں نے مت کال کرو کچھ حاصل نہیں ہو گا مشی اس سے محبت کرتی ہے وہ تو مشی سے محبت نہیں کرتا نا اس کا کیا لینا دینا مشی اور اس کی محبت سے۔ یہاں پولیس اس لائیک نہیں اور تم ایک غنڈے سے توقع کر بیٹھی وہ بھی جو کسی کا لحاظ نہیں کرتا۔" وہ کہہ کر برش کو ہلکہ سے جھنجھوڑ کر دوبارہ پینٹ میں ڈبو کر کینوس کی طرف متوجہ ہوئی۔

"مگر مشی کے باتوں میں یار اس کی باتوں میں اتنی انٹینس سی فیلنگ تھی کہ میں بھی اس میں کھوں گئی کہ یار یہ شخص واقعی ایسا تھا۔ اس میں لکھے اس کی اچھائیاں نے مجھ جیسی شرمیلی لڑکی کو مجبور کر دیا میں اس سکندر رہا کو کال کروں پر فون سے لگتا تو نہیں ہے کہ وہ ایک اچھا انسان ہے اور وہ میری مدد کرے گا۔۔۔۔ اُف یار میں کیا کروں مشی کی مجھے بہت فکر ہے یہ سب حالات مجھے بتا رہے ہیں کہ میں ہاتھ چھوڑ کے بیٹھ جاوں۔"

"یار پریشان مت ہو اچھا کچھ کرتے ہیں۔ میرے پاس ایک آئیڈیا ہے۔"

"کیا آئیڈیا ہے اب میں کراچی ہوں اور وہ لاہور تو میں اس کے گھر جانے سے تو رہی۔ یار مشی کو کون اُٹھا کر لے گیا اللہ کرے وہ مر جائے کیڈ نیپر کسی طرح تاکہ کسی طرح ہماری مشی ہمارے پاس تو آ جائے۔ مجھے تو ڈر ہے نین کی کہی اسے باہر کے ملک سمگلنگ میں بھیج تو نہیں دیا اگر ایسا ہے تو بس پھر بات ہی ختم ہو جاتی ہے۔" وہ تو بالکل رونے والی ہو گئی۔

نین تارا نے برش کو زمین پہ رکھا اور گھوم کر اپنے ہاتھ کو گھٹنے پہ رکھ کر گہرا سانس لیتے ہوئے بولی۔

"ہم اس کے پاس جا تو نہیں سکتے مگر ہم اسے بلا تو سکتے ہیں جب ہم اس سے آرام سے کال کر بات کر سکتے ہیں تو مل کر آمنے سامنے ساری بات ڈسکس کرنے میں کیا حرج ہے۔"

ایک دم شنزا جس نے اپنا سر تھاما تھا ایک دم چونک پڑی۔

"واٹ ڈو یو مین۔"

"ہمیں کچھ ایسی بات کرنی ہو گی کہ وہ دوڑتا ہوا ہمارے پاس آ جائے اور ہماری مدد کرنے کے لئے بھی تیار ہو جائے۔"

ایک دم وہ سیدھی ہو کر بیٹھی' کُشن سائڈ پہ پھینکتے ہوئے اس نے تیزی سے کہا۔

"کیسے بتاؤ تو سہی مگر وہ فون تو نہیں اُٹھا رہا وہ ہماری بات سُنے تو آگے بات بنیں۔"

"ہاں یہ تو سوچنا ہی نہیں میں نے۔"

"نین!!!!"

اس نے کشن اُٹھا کر نین تارا پہ پھینکا۔

"اچھا اچھا بابا غصہ مت ہو بتاتی ہوں۔۔" اس سے پہلے وہ کشن سمیت پورا سامان اس کے اوپر پھینکتی اس نے ہاتھ سرینڈر کے انداز میں اُٹھا کر اسے تسلی دی۔

....

گلاس کو گھٹنے پہ رکھے' وہ بڑے بے تاثر نظروں سے سامنے ہوتی فائیٹ دیکھ رہا تھا۔

وہ سب سے کافی الگ تھلگ اوپر صوفے پہ بیٹھا ہوا تھا۔ جب وہ اس حال میں ہوتا تھا تو کوئی اس کے پاس نہیں آتا تھا۔ گو کہ آج وہ کسی پہ چلایا نہیں تھا مگر اس کی سرد سُرخ آنکھوں نے باور کروا دیا تھا کہ اس کو کوئی چھیڑے مت۔ کچھ دنوں سے وہ جو ڈرنک کو ہاتھ نہیں لگا پا رہا تھا نجانے کیوں ایک ہی منٹ میں اس نے دو گلاس ختم کر لئے۔ آج اس نے سب چھوڑ کر ووڈکا پر فیر کیا تھا اسے پتا تھا اس کے سائڈ ایفیکٹس بعد میں بالکل اچھے نہیں ہوں گے مگر جب بھی وہ تکلیف میں ہوتا تھا تو خود کو اذیت دینا ہی پسند کرتا تھا۔ اس نے فائٹ سے نظر ہٹا کر اپنا فون آن کر کے ٹائم دیکھا۔ رات کے دو بج رہے تھے۔ سامنے وال پیپر پہ رمشا کی تصویر لگی ہوئی

تھی پنک لہنگے میں ملبوس وہ وہی تصویر تھی جو بخت نے شرارت کے طور پہ اسے بھیجی تھی۔ انگھوٹے کو آہستہ سے سکرین پہ پھیرتے ہوئے اس نے گلاس سائڈ ٹیبل پہ رکھا اور پھر بوتل سے ایک بار پھر گلاس بھرا۔

"کیا کرو گے۔۔۔۔مارو گے یہی۔۔۔۔ تو کرو۔۔۔۔ گے جو بندہ اپنے۔۔۔۔ باپ کے گھر۔۔۔۔ پہ فائرنگ۔۔۔۔۔ کروا سکتا ہے تو وہ۔۔۔۔مجھے بھی مار سکتا ہے۔"

"سکندر بھا کیا آپ نے اپنی بہن کو مارا ہے۔"

"شیر داود سکندر آپ نے اپنی بہن کو غیرت کے نام پہ قتل کر دیا۔"

"یہ کیا کیا تم نے داود اپنی! اپنی سگی بہن کو مار دیا ہیں کیوں اس بیچاری کا قصور کیا تھا۔"

"تم گھٹیا تو تھے ہی شیرِ داود مگر اتنے بے رحم' بے حس نکلو گے میں نے سوچا نہیں تھا۔"

"اپنی بہنوئی کو بھی مار دیا اس نے تنت اب اس بیچاری معصوم جان کا کیا بنے گا۔اُف خون اتنے سفید ہو جائے گے کبھی سوچا نہیں تھا۔"

"شیر داود کیا آپ نے عامر بھا کو اکیس مائی کی شب بارہ گولیاں ماری تھی۔"

"شیر داود میں آپ سے پوچھ رہا ہوں کیا آپ نے۔۔۔۔"

گلاس کو اتنی سختی سے اس نے پکڑا تھا۔اس کے آنکھوں میں اتنی وحشت بھر گئی تھی کہ سامنے کوئی اسے دیکھتا تو خوف سے لرز اُٹھتا۔

"اچھا جوک ہے ینگ مین اپنا ریکارڈ دیکھیے پھر اپنی باتوں پہ غور کیجیے۔آپ ہم سے نہیں خود سے مذاق کر رہے ہیں۔ایجنٹ تو دور آپ ایک انسان بنے کے قابل نہیں ہیں۔جو شخص اپنی سگی بہن اور بہنوئی کو مار سکتا ہے تو وہ ہمارے ملک کی کیا حفاظت کرے گا۔علوی تو نے میرا وقت اس کے لئے برباد کیا تھا۔اس بدمعاش کے لئے۔"

"انکل آپ کو پتا ہے شیر و نے ایسا نہیں کیا تھا۔۔۔یہ"

کہی دور سے اسے حنان کی تیز آواز سُنائی دی تھی۔

"حنان بیٹے اگر آپ فورسس میں آنا چاہتے ہیں تو پلیز کنسنٹریٹ ان یور سٹڈیز آپ نے ڈگری ختم کرنے کے بعد فوراً سی ایس ایس کا امتحان دینا ہے اور اگر آپ اس کے چکروں میں پڑے رہے تو آئیم آفریڈ آپ کا مستقبل اس شخص کی طرح تاریک ہے۔"

ایک دم شیشے کا گلاس اس کے سخت گرفت میں آکر بلاآخر ٹوٹ گیا تھا جیسے اس کے سارے خواب' ساری اُمیدیں ایک زرا سی بات پہ ٹوٹ گئے تھے۔ زرا سی بات نہیں اسے زرا سی بات نہیں کہہ سکتے تھے۔ اس دن تو شیرِ داود مرا تھا اور سکندر بھا زندہ ہوا تھا ۔اسی دن تو خوشیاں کے دن ختم اور بربادی کے دنوں کا آغاز ہوا تھا۔

کانچ کے ٹکڑے اس کے ہاتھوں میں چُپ گئے تھے' الکحل کی وجہ سے اس کا ہاتھ گیلا ہو گیا تھا' زخم کی وجہ سے جلن بھی ہونے لگی تھی مگر وہ بے تاثر نگاہوں سے تاریک سکرین کو گھور رہا تھا جہاں ابھی تھوڑی دیر پہلے رمشا کی بھولی صورت جگمگا رہی تھی۔

. I don't deserve you Ray

لب خاموش تھے مگر دل! دل بار بار یہی کہہ رہا تھا کہ میں تمھارے قابل نہیں ہوں۔

زخمی ہاتھ کو مٹھیوں میں لیتے وہ اب میچ کی طرف متوجہ ہوا تھا۔

یہ تھا شیرِ داود سکندر کا سیلف کنڑول لیسن۔

••••••••••••••••••••••••••••••

"ماما ڈرنک کرتے ہیں!! اور انھوں نے کیا کہا اپنے ابو کے گھر پہ فائر نگ؟ کیا ماما نے نانا ابو کے گھر فائر نگ کروائیں بتائیں آپی؟ کیا کہہ کر گئے ہیں ماما۔"

"بختاور۔۔۔ جانوں تمھارے ماما۔۔۔ ابھی اپ سیٹ ہیں۔۔۔ تو میں۔۔۔ ان کے پاس جاوں گی انھیں منانے۔۔۔۔۔ اور نہ وہ ڈرنک کرتے۔۔۔۔۔ ہیں۔۔۔ نہ ہی انھوں نے اپنے ابو کے گھر فائر نگ کروائی۔۔۔ وہ جس طرح میں انھیں چڑا رہی۔۔۔ تھی بلال۔۔۔ اشرف کے حوالے سے۔۔۔ تو اسی طرح یہ۔۔۔ کہہ رہے تھے۔۔۔" وہ اس کے ساتھ اس کے بیڈروم میں موجود بیچارگی سے بولتے ہوئے اس کا ہاتھ تھام کر تھپکنے لگی۔

"آپی مگر اتنا کون پاگل ہوتا ہے کہ کچھ بھی بولنے لگ جائے ماما جھوٹ نہیں بولتے آپی۔ انھوں نے واقعی ایسا۔۔۔۔" اس نے بات ادھوری چھوڑ دی اور پھوٹ پھوٹ کے رونے لگی۔ رمشا پہلی ہی پریشان تھی بختاور کا رونا غضب ہو گیا اس نے بختاور کو اپنے ساتھ لگایا۔

"نہیں۔۔۔ چندا میرا۔۔۔ بچہ پلیز۔۔۔ سکندر نے۔۔۔۔ کچھ نہیں کیا۔۔۔ بس غصے میں کچھ۔۔۔۔ بھی بولنے لگ جاتا۔۔۔ ہے بخت۔۔۔ بختاور۔۔۔ اِدھر دیکھو۔۔۔ اگر چُپ نہیں ہوئی تو۔۔۔ میں ناراض ہو کر دونوں کو چھوڑ کر۔۔۔۔۔۔ چلی جاوں گی۔۔۔"

"آپ کو چلے جانا چاہیے جس طرح کے ماما کی یہ باتیں سُنی ہیں۔ میرا ماننا ہے کہ وہ آپ کے اس قابل نہیں ہیں آپی آپ اتنی اچھی ہیں اور ماما اتنے بُرے۔"

"بختاور!! "

رمشا نے اسے الگ کرتے ہوئے اس کا نام لیتے ہوئے زور سے سر نفی میں ہلایا۔

"کون۔۔۔کسے ڈیزرو کرتا ہے۔۔۔اور کسے۔۔ نہیں یہ ہم ڈیسائڈ نہیں کر سکتے۔ یہ کام اللہ کا ہے۔۔بخت۔ جو اللہ سوچتا ہے ہمارے لئے۔۔۔۔ ہم۔۔اپنے لئے سوچ ہی۔۔ نہیں سکتے بھلا کیوں۔۔۔۔ کیوں کہ جو راستہ اللہ ہمارے لئے چُنتا ہے اس ۔۔۔۔ کی ابتدا کڑوی اور اختتام میٹھی ہوتی ہے۔۔ بس آپ۔۔۔۔۔۔ نے اس سفر میں دو کام۔۔۔ کرنے ہیں' ممکن۔۔۔۔۔۔ حد تک خوش رہنا ہے' صبر کرنا۔۔۔۔۔۔ ہے' یقین۔۔۔۔ رکھنا ہے اس۔۔۔ پاک ذات پہ جس۔۔۔۔۔۔۔ نے ہمیں پیدا ۔۔۔۔۔کیا' تو وہ۔۔۔۔۔۔۔ کسی۔۔۔ بھی۔۔۔۔۔۔۔ حال میں ہمیں۔۔۔ اکیلا نہیں۔۔۔ چھوڑے گا۔۔۔ ہاں یہ سب کرنے کے۔۔۔ ساتھ۔ آپ نے ایک تلوار رکھنی ہے۔۔۔ بھلا کون سی۔۔۔ تلوار اور کس کام کے لئے۔۔؟"

وہ بخت سے پوچھ رہی تھی' بخت نے کنفیوزڈ ہو کر اسے دیکھا۔

"ایمان کی تلوار۔۔۔ تاکہ کوئی بھی صورتحال' لوگ آپ کا ایمان ڈگمگانے۔۔۔۔۔۔ آئے آپ ان کو۔۔۔۔۔۔ اس ایمان کی تلوار سے۔۔۔۔۔۔ ان کے مقصد کو ناکام کر دو۔۔۔ ان کو خود سے۔۔۔۔۔۔ دور کر دو اگر دور نہیں ہوتے۔۔۔۔۔۔۔ تو خود ۔۔۔۔۔۔ کو ان پہ حاوی۔۔۔۔۔۔ نہ ہونے دو کیونکہ ایسے لوگ ایک ایک۔۔۔۔۔ قدم پہ پائے۔۔۔۔۔۔ جائے گے کیونکہ یہ لوگ' یہ صورتحال۔۔۔۔۔۔۔۔۔ آپ کو آپ کی منزل۔۔۔۔۔ تک پہنچنے۔۔۔۔۔ نہیں دے گی۔۔۔"

"لوگوں کو کیا اپنی منزل کی فکر نہیں ہو نہہ۔"

اس کا دھیان بٹ چکا تھا اور وہ اس کی بات سُن کر سر جھٹک کر بولی۔ رمشا مسکرا پڑی۔ اس کے بال ٹھیک کرتے ہوئے بولی۔

"کچھ کو اپنی منزل۔۔۔ کے بجائے دوسروں۔۔۔۔۔ کی منزل دلچسپ۔۔۔۔۔ لگتی ہے۔۔۔ اور۔۔۔۔۔۔ وہ سارا دھیان ان کے کام' ان کی۔۔۔۔۔۔ حرکت اور ان۔۔۔۔۔۔۔۔۔ کے سفر پہ مرکوز کر دیتے ہیں۔۔ اور پھر۔۔۔۔۔۔ ایک۔۔۔۔۔۔۔ احساس ان کے دل میں۔۔۔۔۔۔۔۔۔ اُجاگر ہوتا ہے۔۔۔۔۔۔۔۔ حسد کا۔۔ جب یہ بلا ان کو اپنے۔۔۔۔۔۔۔۔۔ لپیٹ میں لیتا ۔۔۔۔۔۔۔ ہے تو وہ اپنی منزل۔۔۔۔۔۔۔۔ تک پہنچنے۔۔۔۔۔۔۔ کی محنت۔۔۔۔۔ کرنے کے بجائے۔۔۔۔۔۔ دوسروں ۔۔۔۔۔۔۔ کی منزل۔۔۔۔۔ کو خراب کرتے ہیں۔ وہ یہ سمجھتے۔۔۔۔۔۔۔ ہیں کہ ایسا کرنے سے۔۔۔۔۔۔ ان کی راہ ۔۔۔۔۔۔۔ آسان اور منزل۔۔۔۔۔۔ کی اختتام۔۔۔۔۔۔ فاتح لائے۔۔۔۔۔۔ گی مگر ایسا۔۔۔۔۔ نہیں ہوتا

۔۔۔۔۔۔دوسرے کو۔۔۔۔۔۔ گرانے والی۔۔۔۔۔۔خود منہ کے۔۔۔۔۔۔بل گرتے ہیں۔۔۔۔۔۔ خیر بہت۔۔۔۔۔۔۔ہو گیا لیکچر میری بخت ہے ہی اتنی سمجھدار اسے یہ ساری باتیں۔۔۔۔۔۔۔ سمجھانے کی۔۔۔۔۔۔۔۔ضرورت نہیں ہے۔۔۔ٹھیک ہے اور ماما کے بارے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔میں ایسی نیگٹو باتیں سوچنا۔۔۔۔۔۔۔۔ چھوڑ دو۔۔۔۔۔۔۔۔ تمھارے ماما بہت اچھے ۔۔۔۔۔۔ہیں یہ بات.....مجھے بتانے۔۔۔۔۔۔۔کی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ضرورت نہیں تمھیں.......خود پتا ہے ان کے کہنے یا لوگوں...... کے کہنے......سے ہمیں اس بات سے انکاری..........نہیں ہونا چاہیے کہ وہ دل کے کتنے اچھے ہیں' ہم س۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ب سے بہت پیار کرتے۔۔۔۔۔۔۔ہیں آج کل کچھ مسئلے کی۔۔۔۔۔۔۔۔وجہ سے اپ سیٹ ہیں۔۔۔۔۔۔ سمپل سی۔۔۔۔۔۔۔بات انھیں۔۔۔۔۔۔۔۔ہماری ضرورت ہے۔۔۔ ہمیں اس۔۔۔....ٹائیم ان سے ......ناراض نہیں ہونا چاہیے۔"

بخت اسے دیکھتی رہی پھر نرمی سے مسکرا کر بولی۔

"ایک بات پوچھوں آپ سے آپی؟"

رمشا تھوڑا سا سیدھی ہو کر بیٹھی۔

"ہاں۔۔۔پوچھو۔۔۔!"

"اگر آپ کو اپنے امی ابو یا ماما میں سے کسی ایک کو چُنا پڑے اور زندگی میں ایسا موڑ آئے تو آپ کیا کریں گی۔"

اس کی بات پہ رمشا ایک دم ساکت ہو گئی۔

درینہ حداد سے الگ ہوئی۔

"آپ کو دیکھ کر میں اتنا خوش ہوئی ہوں چاچو۔آپ اتنے فریش لگ رہے ہیں(اس نے اپنے چاچو کا بازو تھام کر انھیں اوپر سے نیچے دیکھتے ہوئے کہا) آپ کو دیکھ کر تو ایسا لگ رہا ہے کہ آپ زندگی کی طرف لوٹتے ہوئے آ رہے ہیں حنان آپ نے مجھے بتایا کیوں نہیں اگر مجھے پتا ہوتا کہ حنان کے گھر میں میرے چاچو ٹھیک ہونے لگے گے تو میں پہلی فہرست میں انھیں آپ کے گھر بھیج دیتی۔او چاچو آئیم سو ہیپی۔دادو اور پاپا آپ کو دیکھ لیتے تو بہت خوش ہوتے۔"

"تم یہاں کیا کر رہی ہو درینہ؟"

سپاٹ' کھردرے لہجے میں حداد کی گئی بات پہ حنان نے گہرا سانس لیا جبکہ درینہ نے چونک کر ان کے سرد چہرے کو دیکھا۔

"میرا گھر ہے یہ چاچو۔میرے شوہر کا گھر ہے۔آپ کو خوشی نہیں ہوئی میرے آنے سے۔"

اس نے بجھے دل سے یہ بات کہی۔حداد نے بے اختیار لب دبا لئے۔

"اور میری آج رخصتی ہو گئی ہے میں اب یہی رہوں گی چاچو۔اُمید ہے آپ کو اعتراض نہیں ہو گا۔"

اس نے آخری بات ایسی کی تھی کہ اندر ہی اندر حداد شرمندہ ہو گیا تھا مگر بظاہر سپاٹ چہرہ لئے بولا۔

"اوحنان آپ نے مجھے بتایا نہیں کہ ہماری گھر کی بیٹی بلا آخر ہمیشہ کے لئے یہاں آرہی ہے۔"

اس نے خاموش کھڑے حنان سے کہا جس نے اپنی خشک لبوں پہ زبان پھیرتے ہوئے کہا۔

"حداد بھائی اصل میں۔۔۔۔آپ بیٹھیے درینہ چاچو کے لئے چائے لاؤ۔"واضع اشارہ تھا کہ فی الحال یہاں سے جاؤ میں سنبھال لوں گا سب۔درینہ نے سر ہلا کر انھیں دیکھا پھر ان کا بازو چھوڑ کر کچن کی طرف چل پڑی۔

"یہ یہاں پہ اتنی جلدی کیوں آئی۔کیا بھیا نے میری وجہ اسے یہاں بھیجا ہے؟"

اس نے تلخی سے کہتے ہوئے اپنا سر جھٹکا۔

"کیسی باتیں کر رہے ہیں بھائی وہ کیوں ایسا کرے گے؟"

"میری جاسوسی کرنی ہو گی اور کیا۔اس کا کوئی فائدہ تو نہیں تھا میں جیسے وہاں تھا ویسے ہی یہاں ہوں نکما اور ویلا اور کوئی خبر ملنی تھی تو وہ تمھارے زریعے مل سکتی تھی مگر انھیں آرام نہیں ہے لگتا ہے۔"

"اوّل تو آپ نکمے نہیں ہے پلیز ایسے مت کہیے۔دوسرا انھیں پتا بھی نہیں ہے درینہ کے سوا آپ یہاں رہتے ہیں۔میں جب وعدہ کر لیتا ہوں تو اپنی زبان سے نہیں پھیرتا یہ آپ کو اچھی طرح پتا ہے۔دوسرا یہاں درینہ کا آنے کا مقصد اس لئے تھا کہ کچھ عرصے کے لئے میری بھانجی آرہی ہے۔میرا دوست اور اس کی وائف اصل میں علاج کے سلسلے میں باہر جا رہے ہیں تو وہ اپنی بھانجی کو میرے پاس چھوڑ رہے ہیں۔میں تو ظاہر ہے ڈیوٹی پہ ہوتا ہوں اس کا خیال نہیں رکھ سکتا دوسرا گھر میں ایک عورت کا ہونا ضروری تھا۔اس لئے میں نے یہ بات جب انکل سے ڈسکس کی تو انھوں نے کہا کہ رخصتی انھوں نے ویسے بھی سادگی سے کرنی تھی اگر ابھی ہو جائے تو کیا حرج ہے۔ویسے بھی اکیلی بچی کا گھر میں رہنا بھی ٹھیک نہیں ہے تبھی درینہ یہاں موجود ہے۔"

اس کی بات پہ حداد کو تھوڑا بہت سکون ہوا مگر چہرے پہ ابھی بھی تفکر کی لیکر شامل تھی۔

"مطلب اور بھی کوئی آئے گا یہاں پہ رہنے؟"

ان کے لہجے میں عجیب سی ان سکیورٹی حنان نے محسوس کی۔

"آپ کو اعتراض ہے تو۔۔۔۔"

اس کی بات حداد نے تیزی سے کاٹی۔

"مجھے شرمندہ مت کرو حنان یہ گھر تمھارا ہے میں کون ہوتا ہوں اعتراض کرنے والا تم جسے چاہے رکھو میں بھی تو مہمان ہوں تمھارا۔۔۔"

"ارے حداد بھائی (وہ ہنس پڑا) آپ میرے بڑے بھائیوں کی طرح ہیں۔ یہ گھر آپ کا بھی ہے بلکہ اب تو میں نے ڈیسائڈ کر لیا ہے آپ میرے ساتھ رہیں گے۔

کوئی ضرورت نہیں ہے آپ کو کبھی واپس جانے کی۔

قسم سے مجھے اتنی خوش ہوئی ہے آپ کی آمد سے ورنہ میرے گھر میں الو بولتے تھے۔"

"واہ میرے آنے پر اس نے ایسے الفاظ استعمال نہیں کیے۔ اور میرے چاچو کے لئے کیسی میٹھی شہد بن گیا۔"

ایک دم ان دونوں کی باتیں سُن کر وہ دودھ ڈالتے ہوئے خود سے بڑبڑائی۔ فون کی بجتی بیل پہ وہ بے اختیار چونکی اس نے فون اُٹھا کر دیکھا اس کے چہرے پہ بے اختیار مسکراہٹ ابھری۔ فون اُٹھا کر وہ بولی۔

"میں تو سمجھ رہی تھی کہ جیسے وہاں پہنچوں گی میڈم کے دھڑا دھڑ کالز آنے لگے گی مگر لگتا ہے محبوب کی خوشبو نے محترمہ کو الرٹ کر دیا کہ میری ان سے ملاقات ہو چکی ہے۔"

....

"یہ یہ کیسا۔۔۔ سوال ہے۔۔۔۔۔ بختاور؟

رمشا پھیکی سے ہنسی میں یہ بات کہہ گئی۔

"آپی میں جانتی ہوں دُنیا کا سب سے مشکل ترین سوال ہے مگر بتائیں نا؟"

"بخت۔۔۔ تم۔۔ مجھ سے۔۔ کہہ رہی ہو۔۔ کہ میں اپنے پاس دل رکھوں یا دماغ؟۔۔۔ (اس کی آنکھیں سُرخ ہو گئیں' نمکین پانی بھی بھر آیا) ایسا کیسے۔۔۔ ممکن ہو سکتا ہے۔۔ کہ میں۔۔۔۔۔ دونوں۔۔۔ میں سے کسی ایک کو چنوں۔۔۔۔ اور زندہ۔۔۔۔۔ رہوں۔۔۔۔ میرے ماں باپ بیشک۔۔۔ میرے ساتھ نہ ہو۔۔ مگر۔۔۔۔۔ وہ لوگ۔ میری پوری۔۔ کل کائنات ہیں۔۔۔ ان کی۔۔ وجہ سے۔۔ میں آج موجود ہوں۔۔۔ ان۔۔۔۔ کی دعاوں۔۔۔۔۔ کی۔۔۔ وجہ سے اتنے بُرے ۔۔۔ اکسیڈنٹ۔۔۔۔۔ سے زندہ بچ کر آئی ہوں۔۔۔۔ میری وجہ۔۔۔۔ سے میری امی۔۔ اپنے گھر والوں تک۔۔۔ چھوڑ چکی ۔۔۔ تھی۔۔۔ میری وجہ۔۔۔ سے ابو نے اپنا سوشل سرکل معدود کر لیا۔۔۔۔ کہ کوئی لوگ میرے۔۔۔ بارے میں ۔۔۔۔ کچھ الٹا۔۔۔۔ سید ھامت بولیں۔۔۔ جس طرح۔۔۔۔ تمھارے ماما۔۔۔۔۔۔۔۔ نے تمھاری دُنیا جنت بنائی ہوئی ہے۔۔۔۔۔ ویسے ہی میرے۔۔۔۔۔ امی ابو نے میری۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ محرومی کو میری کمزور نہیں میری

طا۔۔۔۔۔۔قت بنائی۔۔۔۔۔۔۔۔اگر میں یہاں تمھارے۔۔۔ماما کے ساتھ سروائیو کر رہی ہوں ان کی بدولت' ان کی تربیت کی وجہ سے۔۔۔۔۔۔۔۔ساری باتیں۔۔۔خود سہی۔۔۔۔۔۔۔مجھے ایک آنچ۔۔۔۔۔بھی نہیں آنے دی ۔۔۔۔۔۔تو سوال نہیں پیدا ہوتا۔۔۔کہ میں ان کو چھوڑوں۔۔۔۔۔۔۔۔۔رہی بات سکندر کی۔۔۔وہ لاکھ بُرا' لاکھ غلط' لاکھ نفرت کے قابل سہی۔۔۔مگر وہ میرا۔۔۔محسن ہے۔۔۔میری درد کی دوا ہے........میرا رکھوالا ہے بخت۔۔۔۔۔۔بختاور میرے۔۔۔میں کچھ نہیں ہے۔۔۔مگر وہ شخص اپنی باتوں سے مجھے۔۔۔احساس دلاتا ہے۔۔۔۔کہ میں بہت خاص ہوں۔۔۔۔۔۔تمھیں۔۔۔پتا ہے۔۔۔۔جب اسے۔۔۔۔پتا چلا۔۔۔۔کہ میں بول سکتی۔۔۔۔ہوں ہکلا ہکلا کر ۔۔۔ٹھہر ٹھہر کر بولتی ہوں۔۔۔۔۔مجھے لگا۔۔۔۔وہ میرا مذاق بنائے گا۔۔۔۔مجھ سے نفرت کا اظہار کرے۔۔۔۔گا بٹ یو نو واٹ بخت۔۔۔۔۔۔سکندر حدید۔۔۔رویا' خاموشی۔۔۔۔۔سے اپنا سر میرے کندھے پہ رکھ۔۔۔۔۔۔کر رونے لگا ۔۔۔وہ لفظ قیامت تک نہیں بھولے۔۔۔۔گا۔۔۔مجھے۔۔۔جب سکندر پہ۔۔۔مجھے غصہ آتا تھا تو یہی۔۔۔۔جملہ۔۔۔مجھے جھکڑ لیتا تھا۔۔۔۔"

بولتے ہوئے اسے تکلیف زیادہ ہونے لگی' گلا رندھ گیا۔آنکھوں میں ڈھیر سارا پانی جمع ہو کر بہنے لگا۔

"کیا آپی؟؟؟"

"پانی۔۔۔"

اس نے آنکھیں بند کر کہہ کہا اور ہلکہ سا کھانسنے لگی۔

بخت تیزی سے اُٹھی اور جگ اُٹھا کر گلاس میں پانی بھرا اور اس کے پاس آئی۔

"یہ لیں آپی۔آپ کو بولنے کی ضرورت نہیں ہے۔آپ اشارہ بھی کر سکتی ہیں دیکھا چہرہ کتنا سُرخ ہو گیا۔خود کو تکلیف نہ دے۔"رمشا نے کھانستے ہوئے پانی کا گلاس پیا پھر سانس لیتے ہوئے بڑی آہستگی سے بولی۔

"آئیم۔۔۔فائین۔۔۔۔۔۔بختاور۔۔۔مگر۔۔۔مجھے بولنا۔۔۔ہے۔۔۔اس مرد کے۔۔۔۔۔آنسو مجھے۔۔۔چُپ ہونے نہیں دیتے۔۔۔۔۔اتنے درد۔۔۔اور تکلیف کے باوجود مجھے۔۔۔بولنا ہے۔۔۔۔اس مرد کو احساس۔۔۔دلانا ہے۔۔۔کہ ہاں ۔۔۔اللہ اس پر مہربان ہے۔۔۔تم اکیلے نہیں ہو۔۔۔۔۔اس کے طرف بس۔۔۔لوٹ آو۔۔۔"

"آپی!! ریلیکس کریں پلیز آپ کو بہت تکلیف ہو رہی ہے۔"

بختاور پریشانی سے اس کے پسینے پڑتے ہوئے چہرے کو دوپٹے سے صاف کرنے لگی۔

"چندا۔۔۔چھوڑو بیٹھو۔۔۔۔۔۔(اس نے بختاور کا ہاتھ پکڑا اور اسے بیٹھایا)۔"

"سکندر۔۔۔۔نے کہا تھا۔۔ کیا اللہ۔۔اس قدر مہربان ہو سس سکتا ہے۔۔۔تو بس۔۔۔وہی سے ساری۔۔۔ بات ختم ہو گئی ۔۔۔بختاور کوئی۔۔۔ شخص تمھارے۔۔۔ باپ کے علاوہ تمھارے۔۔۔۔۔لئے روئے۔۔۔۔۔ تمھارے۔۔۔ ہونے سے۔۔۔ وہ خود کو خوش قسمت۔۔۔ تصور کرے تو سمجھ۔۔۔۔ جاو۔۔ہی از دی ون۔۔۔۔تو سکندر۔۔۔۔ کو چھوڑنے۔۔۔ کا سوال پیدا ۔۔۔نہیں ہوتا۔۔۔۔۔وہ آکسیجن ہے میرا۔۔۔۔۔۔(وہ ہنس پڑی' ہنس تو بخت بھی پڑی) رہی بات۔۔۔ میرے ماں باپ ۔۔۔کی انھیں۔۔۔۔۔ چھوڑ دیا تو۔۔۔۔آکسیجن تو ملتی رہے گی۔۔۔۔۔ مگر پھر۔۔۔ میری زندگی میں۔۔۔۔۔بے سکونی ہو گی ۔۔۔خوشی ملنے پر بھی۔۔۔خوش نہیں ہو گی۔۔۔۔" وہ چُپ ہو گئی پھر جا کر پانی کا ایک اور گلاس بھرا۔

"ماما نے جس لڑکی سے محبت کی اس سے شادی کی وہ لڑکی کبھی عام نہیں ہو سکتی۔ میں نے تو دیکھ کر یہ بات دل میں سوچی تھی آج کہہ رہی ہوں اتنے پیارے دل کی لڑکی کسی کو بھی مل جاتی وہ خود کو خوش قسمت تصور کرتا۔"

رمشا پانی پیتے ہوئے ہنسی۔

"آہستہ۔۔۔ بولو۔۔۔ تمھارے۔۔۔۔ماما کے کان ہر جگہ فکس ہوتے۔۔۔۔۔ہیں سُن لیا تو۔۔۔۔پہلے۔۔۔۔۔سے پاگل ہیں مزید پاگل ہو جائے گے۔۔۔۔۔"

"آپ آپ لوگوں کا پیار دیکھ کر میرا بھی دل کرتا ہے میری بھی کوئی لو سٹوری شروع ہو۔"

ماحول ویسے ہی بوجھل تھا۔اس کو ختم کرنے کے لئے بخت نے بات چھیڑتے ہوئے شرارت سے دیکھا

رمشا مسکرائی۔

"اتنی سی عمر ہے کھیل کودنے کی اور بچی کو ابھی سی لو سٹوری چاہیے۔@رمشا نے بھی اس کے لہجے میں کہتے ہوئے آکر اس کے سر پہ ہولے سے چپیٹ لگائی۔

"میں بچی تو نہیں ہوں فور گاڈ سیک۔اچھی بھلی لڑکی ہوں۔ موسٹلی ہر ناول میں اس عمر کی لڑکیاں سیٹ ہو جاتی ہے اور مجھے دیکھو سارا دن بس ماما کی شکل' جاوید بھائی کا ایک بورنگ سے تاثرات' حازق بھائی تو ٹھہرے عید کا چاند۔ باقی رہی نذیر اور شکیل واٹ ایوران کی شکلیں توبہ اللہ معافی۔" رمشا نے حیرت سے دیکھا۔

"توبہ سکندر۔۔۔۔۔۔نے سُن لیا تو تمھاری گردن مروڑ دے۔۔۔۔گے۔۔۔ کیسے ان کے۔۔۔۔۔ورکرز پہ۔۔۔۔۔چیک آوٹ کرتی ہو۔۔۔۔۔"

"آپی میں نے کب کیا چیک آوٹ توبہ چیک آوٹ کرنے والی بات ہے ان میں۔ مجھے تو زرا پرووائڈ اور گینٹ۔ میرے سے عمر میں بھی کافی بڑا ہو اور اس کو دیکھ کر ایک ہی لفظ منہ سے نکلے۔"

رمشا دیکھتی رہی پھر بولی۔

"واہ کیا۔۔۔۔۔ سڑے ہوے۔۔۔۔۔انکل ہیں۔۔۔۔" پھر وہ ہنسنے لگی۔بختاور کا منہ بن گیا۔

"ناٹ فنی آپی۔"

"جس۔۔۔طرح۔۔۔(ہنسی) کے۔۔۔بندے۔۔۔۔۔کی تم بات۔۔۔کر رہی ہو۔۔۔اس سے۔۔۔ایک کھڑوس۔۔۔۔۔بڈھے۔۔۔انکل مل۔۔۔۔سکتے ہیں۔۔۔۔۔"

"مذاق اُڑالیں خود کو تو سمیشنگ بیسٹ مل گیا۔میں نے ایسی خواہش کی تو مذاق اُڑا دیا۔" وہ تو روٹھ ہی گئی۔

"ارے۔۔۔۔جانو۔۔۔دعا کرو۔۔۔دعامیں۔۔۔۔بہت طاقت ہے۔۔۔۔رہی میری۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔بیسٹ کی بات تو۔۔۔۔۔مت بھولو۔۔۔۔وہ سمیشنگ کے ساتھ۔۔۔۔۔۔brutal بھی ہیں۔۔۔۔۔۔ان کے ساتھ گزارا کرنا۔۔۔اتنا آسان بھی نہیں ہے۔۔۔۔"

"ہاں یہ تو ہے۔"

دونوں پھر ایک دوسرے کو دیکھ کر ہنس پڑی۔

•••••••••••••••••••••••

"سر آپ سے بات کرنی تھی؟"

جاوید جلدی سے بھاگتے ہوئے سکندر کے پاس آیا جو بالکل خاموش بیٹھا کسی غیر نقطے کو گھور رہا تھا جب جاوید کی بات پہ بولا۔

"ہاں بولو ویدے۔"

اس کا لہجہ بڑا بوجھل تھا۔

"سر مجھے لگتا ہے ہمارے کلب میں کوئی گھس گیا ہے کیونکہ ابھی ہمیں الارم کی آواز آئی ہے۔وہ بھی جہاں بی بی اور بخت بی بی کے ڈور وم ہیں۔ہم نے بندے بھیج دیے ہیں آپ چلیے سر۔"

ایک دم سکندر جھٹکے سے اُٹھا۔

"واٹ!!!! کوئی اندر کیسے گھس سکتا ہے۔"وہ حیرت سے چلایا۔

اس سے پہلے جاوید کچھ کہتا وہ اسے چھوڑ کر تیزی سے بھاگا۔

"میں نے تمھیں اس لئے فون نہیں کیا تمھاری حال پوچھا کہ آل گڈ۔۔۔"شرینہ کی جنجھلائی آواز پر درینہ مسکرائی۔

"ہاں ہاں جب حنان جیسے شوہر ملے تو آل گڈ ہی ہوتا ہے اور تمھیں یہ پتا ہے تم جو پوچھنا چاہتی ہو وہ بتاؤں۔ ویسے اکثر سیملی ہینڈسم ہو گئے مگر میرے پیارے چاچوزرا مزید کھڑوس ہو گئے ہیں۔ پہلے تو سب سے زیادہ پیار سے بات مجھ سے کرتے تھے اب جیسے ہی ملے تو وہ اپنا سا منہ لے کر رہ گئے۔"

شرینہ کا حداد کے ذکر پہ اپنا دل زور سے دھڑکتا ہوا محسوس ہوا اور اس دھڑکن کے بڑھتے شور پر سر جھٹک کر بولی۔

"عینہ مجھے تمھاری فکر تھی اور ویسے بھی تمھیں مس کر رہی تھی بہت گھر بالکل سونا سونا ہو گیا ہے۔"

"کوئی نہیں اب میں یہاں آگئی ہوں تمھارے دل کے سونے پن کو بہت جلد ختم کروں گی۔ اب رکھو میں ابھی آپ کے پیا کو چائے دیں دوں۔"

"درینہ !!! بکواس مت کرو میں رکھ رہی ہوں اب میں تم سے تبھی بات کروں گی جب تم خود تمیز سے فون کرو گی مجھے۔"

"اب تو تمھاری بات ان سے ہی کرواوں گی۔"

درینہ کی بات پہ شرینہ کو اپنا فون بند کرنا پڑا۔ اس نے منہ پہ ہاتھ رکھا پھر ہنس پڑی۔

"کوئی آدمی کلب کے اندر آرام سے گھس گیا اور تم لوگ گھوڑے بیچ کر سو رہے تھے۔ گدھوں تم لوگوں کا کیا کروں میں۔" پستول تھامے وہ ان سب پر دھاڑا تھا۔ ایک کو تو اس نے ابھی تھپڑ مار کر گرایا تھا۔

"سر ہمیں۔"

ایک دم رمشا کے کمرے سے آتی آواز پر سکندر سمیت سب ہی ساکت ہو گئے۔

سکندر بنا سوچے سمجھے تیزی سے اس کے کمرے کی طرف بھاگا تھا۔

دل کی تیز دھڑکنوں سے وہ خود کو بار بار سمجھا رہا تھا کہ کچھ نہیں ہوا ہو گا۔ رے بالکل ٹھیک ہو گی مگر اس کی ایک بار پھر دلخراش چیخ سُن کر وہ پورا کا پورا کانپ گیا تھا۔ منہ سے کچھ بولا نہیں جا رہا تھا۔ ایک بار پھر وہی پرانی چیخ اس کے کانوں میں پگھلے سیسے کی طرح انڈیلی جا رہی تھی۔

"رے۔۔"

"رے دروازہ کھولو۔"

اس نے دروازے کو پیٹ کر چیختے ہوئے کہا پھر اسے کہرانے کی آواز سُنائی دی۔ تو غصے سے اس نے زور سے تین چار دروازے پہ ضرب لگاتے ہوئے دروازے کھول دیا۔ کھول کر جب اندر داخل ہوا تو ایک دم فریز ہو کر رہ گیا۔

"میں تمھاری ٹانگیں توڑ۔۔۔۔۔۔ کے رکھ دوں گی ہاوڈیر یو مجھے۔۔۔ ہاتھ لگانے۔۔۔۔۔۔۔ کی جرأت بھی کیسے ہوئی۔"

بغیر اٹک کر بولتی وہ ہاکی سٹک سے گرے ہوے آدمی کو پیٹ رہی تھی جبکہ وہ ہاتھ جوڑے بولنے کے لئے کچھ کہنا چاہتا تھا مگر وہ اسے بولنے کا موقعہ دے ہی نہیں رہی تھی۔

"رے!!! "

سکندر کی بات پہ رمشا ایک دم فریز ہو گئی۔ سکندر اس کے پاس آیا اس کا بازو تھام کر اس بندے سے کافی حد تک دور کیا۔

رمشا کے ہاتھ سے ہاکی سٹک چھوٹ گئی۔ سکندر نے محسوس کیا وہ پہلے بالکل جنونی تھی مگر اب اپنی حرکت اور اس سین پر ایک دم ساکت ہو گئی تھی۔اس کا چہرہ سفید ہو گیا تھا۔اس کی یہ حالت دیکھ کر سکندر اپنے اندر کے بیسٹ کو قابو نہیں کر سکا اور اس بندے پہ جھپٹنے لگا تھا کہ رمشا پھوٹ پھوٹ کے رونے لگی اور جب رو رہی تھی تو اس کی آواز میں درد تھا اس کے گلے میں بہت جلن محسوس ہو رہی تھی۔

"سس سسس سکندر۔۔۔" سکندر کو رُکنا پڑا۔ گھوم کر اسے دیکھا۔

"سسس سسکندر سکندر۔۔۔"

"مائی گڈنس رے رے کیا ہوا؟"

وہ اس کے پاس آیا اور اسے فٹافٹ گھیرے میں لیا تب تک اس کے بندے اندر داخل ہو گئے تھے اور بندے کو پکڑ چکے تھے اب وہ سکندر کے حکم کے منتظر تھا۔

"سس سکندر۔۔۔ سکند۔۔۔"

"شش رے ریلکیس میں یہاں ہوں رے میری طرف دیکھو۔ جاوید بختاور کو چیک کرو فوراً۔ بے بی اِدھر میری طرف آنکھیں کرو۔"

اس نے رمشا کا چہرہ اوپر اُٹھایا۔ رمشا نے اپنی روتی آنکھیں اُٹھائیں۔

"سکندر۔۔۔ آ۔۔آپ۔۔ مم میں یہا۔۔۔وہ۔۔۔"

ٹوٹے پھوٹے لفظ میں وہ بڑی کمزور دکھائی دے رہی تھی۔

"اویر تھنگ از فائن چُپ کرو کچھ نہیں ہو گا اس شخص کا میں قیمہ بنا دوں گا۔"

رمشا ڈر گئی اب تو اسے پتا تھا اب تو سکندر اس کی نہیں سُنے گا وہ لازمی اس کا قتل کر دے گا۔۔

"ننن نہیں۔۔۔آپ نہیں مارے گے۔۔۔ نہیں سکندر ورنہ میں خود کو مار دوں گی۔۔۔ آپ یہ گناہ نہیں کرے گے۔۔۔"

وہ اس کے گیربان تھامے چلانے لگی۔ سکندر بوکھلا گیا۔

"رمشا۔۔"

"نہیں۔۔۔ سکندر پلیز۔۔۔ میں نے مارا۔۔اتنا کافی ہے۔۔۔۔ سکندر پلیز۔۔۔۔"

پتا نہیں وہ کیوں ایساری ایکٹ کر رہی تھی۔ وہ سکندر کے ہاتھوں اب کوئی بھی غلط کام ہوتا دیکھ کر برداشت نہیں کر سکتی تھی۔اس کا سکندر جتنا اندر سے اچھا ہے وہ باہر سے بھی اتنا اچھا ہونا چاہیے۔

"اچھا اچھا میں کچھ نہیں کروں گا رے میری بات سُنو لک ایٹ می رے اسے لے کر جاو باہر نذیر اس کا پتا کرو کہ اسے کس نے بھیجا ہے۔"

"جی سر۔۔۔ چلو۔۔۔"

وہ اسے گھسیٹ کر باہر لے کر گئے اور سکندر رمشا کی طرف متوجہ ہوا جو ابھی تک کانپ رہی تھی۔

"مجھے امی۔۔۔ ابو کے۔۔۔ پاس لیے جائے۔۔۔ سکندر۔۔۔ امی سکندر۔۔۔۔ پلیز۔۔۔۔"

"شش۔۔۔"

وہ رمشا کو بیڈ کی طرف لے کر گیا۔

"امی۔۔۔ ابو میرے۔۔۔ بابا۔۔۔"

"رے میں ابھی لے جاوں گا بس چُپ ہو جاو مجھے پریشان کر رہی ہو میں اس بندے کو ختم کر دوں گا مجھ سے برداشت نہیں ہو رہا۔"

سکندر نے اس کے بازو کو کو تھپکتے اس کا سر چوما۔

"بختاور کو بھی دیکھنا میں نے چلو خاموش ہو جاو۔ پانی کہاں ہے؟" وہ اُٹھا کہ رمشا نے اس کے قمیض کو سختی سے تھام لیا۔

"نہیں۔۔۔ پلیز مجھے۔۔۔ اکیلے مت۔۔۔ چھوڑے۔۔۔ ایسے۔۔۔ ہر کوئی۔۔۔۔۔۔ ہر کوئی مجھ۔۔۔۔۔۔ پہ حملہ۔۔۔ کرے گا۔۔۔ مجھے چھونے۔۔۔۔۔۔۔ کی کوشش کرے گا۔۔۔۔۔"

سکندر ایک دم اس کی بات پہ فریز ہو گیا۔

سکندر نے مٹھیاں بھینچی' خود کو ممکن حد تک کنٹرول کیا۔ گھوم کر اس کے جھٹکے کھاتے وجود کے پاس آیا' اب وہ اس کے ساتھ نہیں بیٹھا بلکہ گھٹنے کے بل ہوتا اس کے سامنے اسے دیکھا اور اس کا ہاتھ پکڑا۔

"رے کیا اس نے تمھیں ہاتھ لگایا ہے؟"

رمشا ایک دم چُپ ہو گئی۔

"رے مجھ سے کچھ نہیں چھپاؤ گی ڈڈ ہی ٹچ یو؟اس نے تم پر حملہ کیا یا وہ کمرے میں گھس گیا تھا تو تم نے اس مارا؟"

اُف اپنی بے وقوفی اور گھبراہٹ میں وہ کیا کر گئی تھی۔ سکندر کا لہجہ اتنا خطرناک تھا وہ ایک سیکنڈ یہاں موجود تھا دوسرے سیکنڈ اس کے شخص کو قبر میں اُتار کر آئے گا بس اس کی کہنے کی دیر ہے۔

"رے!!!"

اب اس کی اونچی آواز پر وہ اچھلی۔

"نن۔۔ن نہیں۔۔۔سکندر۔۔۔وہ۔۔کمرے میں۔۔آواز آئی تو تو۔۔م میں ڈر گگ گئی۔۔۔سچ میں۔۔۔۔وہ مجھ۔۔۔پہ حملہ ۔۔۔کرنے وا۔۔۔لا تھا۔۔۔تو میں نے اسے۔۔۔۔ہا۔ہاکی سٹک سے۔۔۔مارا۔۔۔۔۔۔"

سکندر اسے مشکوک نظروں سے دیکھتا رہا مگر رمشا نے بڑی مضبوطی سے بھرائی آواز میں اسے سمجھایا وہ نہیں چاہتی تھی سکندر کے ہاتھوں کسی کا قتل ہو۔وہ واقعی نہیں چاہتی تھی ورنہ اس انجام میں اسے سکندر کی جدائی کا سامنا کرنا پڑتا جو کہ اس کی برداشت سے باہر تھا۔

"روئی کیوں پھر؟اور تم نے یہ کیوں کہا کہ کوئی تمھیں چھوئے گا۔اتنی بڑی بات تم منہ سے کہہ نہیں سکتی رے سچ سچ بتاؤ!"

وہ مطمئن نہیں تھا۔اس کا دل بڑی زور سے دھڑک رہا تھا گو کہ وہ اس آدمی کا حشر کرے گا مگر وہ تصدیق چاہ رہا تھا۔

"میں۔۔۔۔۔۔۔ڈر۔۔گئی تھی۔۔۔۔مجھے۔۔لگا میں۔۔۔دوبارہ۔۔اس جنگل۔۔۔میں۔۔۔۔۔آگئی ہوں۔۔۔جہاں۔۔۔کسی مددگار۔۔۔۔۔کی کوئی۔۔۔اُمید نہیں تھی۔۔۔۔۔۔۔میں چلانا۔۔بھی چاہوں۔۔۔۔گی تو۔۔۔۔تو۔۔۔کوئی سُن۔۔۔۔ نہیں سکے۔۔۔گا۔۔۔۔۔۔"

سکندر نے اس کا ہاتھ چھوڑا اور اس کے دونوں گال تھامے کے اسے خود سے قریب کیا۔

"تم دُنیا کی سب سے بہادر لڑکی ہو رے!! نیور لیٹ یور سیلف ڈاؤن!! ڈر کیوں گئی جب تمھیں پتا ہے کہ تمھیں کچھ ہونے نہیں دوں گا۔کسی کی بُری ہوا تمہارے آس پاس برداشت نہیں کر سکتا تو تمھیں لگتا ہے کہ میں کسی کو تمھیں ہاتھ لگانے دوں گا ۔میں نے تمھیں کچھ ٹائم کے لئے الگ کمرہ دیا کہ تم خود کو اس ماحول میں ایڈجسٹ کر لو مجھے اپنی رضا سے اپنا آپ حوالے کرو۔ میں تمھیں زبردستی اپنا چکا ہوں مگر زبردستی حاصل نہیں کرنا چاہتا آئیم بیسٹ فور شیور مگر تمہارے لئے درندہ نہیں بن سکتا ۔عورت کو مرد سے تحفظ کا احساس ملنا چاہیے نا کہ ڈر کا اور یہی میں چاہتا تھا جو کہ مجھے لگتا ہے اپنے مقصد میں کامیاب ہو چکا اور اب آپ میڈم میرے کمرے بلکہ ہمارے کمرے میں شفٹ ہو رہی ہیں اور مجھے اب کوئی اعتراض نہیں سُنا ہیو یو گوٹ داٹ!!! "

رمشا بالکل خاموشی سے اسے سُنتی رہی اور اپنے ٹھنڈے ہاتھ کو بے مقصد ہلاتی رہی۔

"سمجھ گئی ہو میری بات یا میں اپنے طریقے سے سمجھاؤں۔" وہ مضنوعی غصے سے اس کے چہرے کو ہلکہ سا ہلاتے ہوئے بولا۔ رمشا نے ہولے سے سر اثبات میں ہلایا۔

"رونا ہے؟ تو یہ سینہ حاضر ہے۔"

رمشا نے اپنی مسکراہٹ کو بامشکل روکا۔ اس نے زور سے سر نفی میں ہلایا۔ سکندر نے اس کا چہرہ مزید قریب کر کے اپنے لب اس کے پیشانی پہ رکھے اور ہولے سے بڑبڑایا۔

I'm proud of you

اُف کچھ باتیں سکندر کی بالکل سمجھ سے باہر تھی۔ سید ھا دل کو جا کر لگتی تھی۔ وہ جو یہ اس کے خود کے ہونے کا اعتماد دیتا تھا وہ آئی لو یو سے کہی زیادہ بہتر تھا گو کہ اب تک اس نے رے کو آئی لو کہا بھی نہیں تھا مگر اس کی ضرورت نہیں تھی اس نے یہ کہہ دیا تھا کہ اسے اس پر فخر ہے' وہ ایک کمزور لڑکی کی باوجود اس کی نظروں میں بہادر ہے تو یہ بہت تھا مطلب بہت سے بھی آگے تھا۔

"چلیں مسز سکندر حدید اپنے کمرے میں ورنہ مجھے اس روم کو بھی ٹرامپل کرنا پڑے گا۔" رمشا نے اس کا ہاتھ بنا جھجھکتے ہوئے تھاما اور اس کے ساتھ ہی اُٹھ پڑی۔

••

"تم نے مجھے اتنی صبح صبح کیوں بلایا سکندر سب خیریت ہے؟"

شکن زدہ سفید شلوار قمیض میں' الجھے بالوں اور تھکی ہوئی سُرخ آنکھوں سمیت وہ اسی طرح کے حلیے میں سکندر کے ایک کال پہ بھاگا آیا تھا۔ سکندر بھی اسی کی طرح ہی حال تھا۔ وہ ساری رات سو نہیں سکا تھا پہلے اس نے اس بندے سے ڈیل کیا اور جب منہ سے بات اپنی طریقے سے نکال کر اسے معلوم ہوا کہ اسے کس نے بھیجا ہے اور کس مقصد کے لئے بھیجا ہے تو اس کا خون کھول اُٹھا۔ خاموشی سے اس کا کام تمام کر کے اس نے فٹافٹ حنان کو کال کی اور پھر بختاور کے کمرے میں گیا۔ اب حنان کی آمد پہ وہ سیدھا اپنے آفس میں گیا جہاں حنان اس کا انتظار کر رہا تھا۔

"بختاور کو اپنے ساتھ لے جاوگے آئیم سوری میں جانتا ہوں تمھارا آج سپیشل ڈے تھا مگر یہ بہت ضروری ہے۔"

"سکندر منہ سے کچھ پھوٹنا پسند کرو گے ہوا کیا ہے؟"

حنان نے اپنے بالوں میں ہاتھ پھیرتے ہوئے تیز لہجے میں کہا۔

"تم سے جو کہا وہ بتاؤ کرو گے کہ نہیں کرو گے۔"

اس کی آنکھیں کہہ رہی تھیں کہ ڈونٹ پُش می!

"کلب میں کسی نے حملہ کیا ہے؟"

وہ سیدھے بیٹھتے ہوئے چونکتے ہوئے بولا۔

"یہی سمجھ لو۔" اس نے سگریٹ کا پیکٹ کو گھماتے ہوئے سپاٹ لہجے میں کہا۔

"تم نے مجھے بتایا نہیں ایڈیٹ انسان! کون تھا کیا ہوا سب ٹھیک تو ہیں نا۔ کس کی حرکت تھی

"جس کی بھی حرکت تھی میں اسے دیکھ لوں گا۔"

"آئی نو یو ڈونٹ تم کچھ بھی نہیں کرو گے۔ میں بتا رہا ہوں سکندر مجھے بتاؤ تا کہ میں کاروائی شروع کروں آخر کون ہے جو تم پر حملہ کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔"

"مجھے پہ کوئی مائی کا لال حملہ نہیں کر سکتا۔"

وہ سخت لہجے میں بولا۔

"تو پھر بختاور پہ حملہ کیا ہے؟ یا پھر رمشا پہ۔۔۔"

سکندر خاموش رہا اس نے مٹھیوں والے ہاتھ ہونٹوں پہ رکھ دیے' ضبط سے اس کا چہرہ سُرخ اور آنکھیں نم ہو گئیں۔ حنان کو اچانک سکندر کی شکل دیکھ کر اپنی بات ادھورے چھوڑنی پڑی۔

"داؤد۔۔۔ داؤد کیا ہوا ہے۔"

"کچھ نہیں ہوا۔"

اس نے بڑی آہستگی سے کہا۔

"شیر داؤد جب تم یہ کہتے ہو نا تو مجھے بہت خوف آتا ہے بتاؤ مجھے سب ٹھیک نا بختاور اور رمشا کو تو کچھ نہیں ہوا نا۔" وہ آگے سکندر کے جواب کا منتظر ہوتا کہ اچانک اس کا فون بج اُٹھا اس نے سامنے ٹیبل سے فون اُٹھا کر دیکھا تو اس نے حیرت سے دیکھا کہ جمال انکل کا فون تھا۔ صبح کے چھ بجے ان کا فون سمجھ سے باہر تھا۔ خود کو سنبھال کر اس نے گلا کنکھارا اور آہستگی سے انھیں سلام کیا۔ پانچ منٹ نہیں گزرے اس کا چہرہ چونے کی طرح سفید پڑ گیا۔ آنکھیں خود بخود سکندر کے بے تاثر پڑتے چہرے پڑ گئیں۔

"اچھا کیسے۔۔۔ قاتل کا پتا لگا۔۔۔ سوری اصل میں نیند سے اُٹھا ہوں تو سمجھ نہیں آئی۔۔۔ میں آتا ہوں۔۔۔ اوکے او کے اللہ حافظ !"

حنان نے فون کان سے ہٹا کر سامنے ٹیبل پہ رکھا پھر سامنے اس کی نظر سکندر کی گولیوں پہ گئیں پتا نہیں جب بات سمجھ میں آتی ہے تو نظارے خو بخود سے صاف ہونے لگتے ہیں۔ایسا حنان کے ساتھ بھی ہوا تھا۔جو چیز اس کے سامنے موجود تھی اسے دیکھ کر وہ اندازہ لگا سکتا تھا کہ یہ آدمی کیا کر کے آیا ہے۔

"بڑی جلدی خبر مل گئی۔"

سکندر نے اب کافی حد تک خود کو سنبھال لیا تھا لہذا نارمل لہجے میں بولا۔حنان اسے عجیب نظروں سے دیکھتا رہا پھر عجیب لہجے میں ہی بولا۔

"میں اب تمھیں ہرگز نہیں بچاوں گا سکندر۔"

"تمھیں کہہ کون رہا ہے۔"

سکندر بھی اسے کے انداز میں بولا البتہ اس کے چہرے پہ طنزیا مسکراہٹ پھیل گئیں تھی۔

"تمھیں زرا سا۔۔۔۔۔" اس نے اپنا سر تھام لیا۔

وہ کہنا چاہتا تھا کہ ایک بار بھی ایک بار بھی خوفِ خدا نہیں آیا تمھیں۔اپنے لئے نہیں تو اپنے سے جڑے رشتے کے بارے میں سوچتے مگر وہی دہرائے سوال کے دہرائے جواب ملتے۔

"ہاں آیا تھا جب میں شیرِ داؤد تھا مگر اب میں کچھ بھی نہیں ہوں۔"وہ اتنے سفاکی سے کہہ رہا تھا کہ حنان کا دل خراب ہو رہا تھا۔ اس کی طبیعت عجیب ہو رہی تھی۔

"کیا کیا تھا اس نے کہ تم اسے مارنے پہ مجبور ہو گئے۔"

"وہ میرا غرور توڑنے آیا تھا۔۔۔"

اس کی آنکھیں صاف صاف بول رہی تھی مگر وہ چُپ تھا۔پتا نہیں بول کیوں نہیں رہا تھا۔بولنے کا ویسے بھی کوئی فائدہ نہیں تھا ۔حنان کا اس وقت دل کر رہا تھا کہ خود کو پنکھے سے لٹکا کر خودکشی کر لے۔

"تم نے کیوں کیا ایسا سکندر کیوں !!! اس نے تمہارا غرور توڑنا تو نہیں تھا کیوں ختم کر دیا اسے !"

سکندر کا اب ضبط ٹوٹ گیا۔وحشت کے عالم اُٹھ کر اس نے اس ڈیسک کو زوردار ٹھوکر ماری کہ حنان کو اُٹھ کر پیچھے ہونا پڑا۔

"میرا نہیں توڑا مگر باقی بھائی' باپ کا تو توڑا ہے اس نے اور میری بات کرتے ہو میری اگر رمشا سیلف ڈیفنس کا استعمال نہ کرتی' چیختی نا،اگر بخت کا کمرہ بند نہ ہوتا تو۔۔۔۔۔۔۔۔۔تو۔۔۔۔۔"

وہ کانپنے لگا۔اس کی طبیعت عجیب سی ہونے لگی حنان گھبرا کر اس کے پاس آیا اس سے پہلے سکندر گرتا اس نے اسے پکڑا۔

"شیرو!!!"

"شیرو۔۔۔"

اُف صوفی کی چیخوں سے اس کا سر چکرانے لگا

"داؤد داؤد آنکھیں کھولو داؤد!!!!"

اس نے اسے کرسی پہ بیٹھایا اور تیزی سے anxiety کی گولیاں تلاش کی جو ڈیسک کی ٹھوکر سے نیچے گر گئی تھی۔اس نے گولی کی ڈبی اُٹھائی اور اس کو کھول کر چار گولیاں نکال کر اس کے منہ میں ڈالی اور اسے جھٹکے دیے۔

"داؤد یار پلیز ایسے مت کرو۔"اس نے سکندر کو جھٹکا دیتے ہوئے زور سے کہا۔

"آپ مجھے پہلے بتا دیتے سر جی کے سکندر کو اگر ایسے برباد کرنا ہے تو مجھے اتنے سال ایسے کُڑتے' جلتے ہوئے نہ گزارنا ہوتا.جی.جی ارے اب آپ مجھے شرمندہ کر رہے ہیں ویسے آپ نے مجھے پکڑ لیا(بڑا بے ڈھنگا سا قہقہ لگایا تھا اس نے) چھوٹی موٹے شکار کر ہی لیتے ہیں آپ کا تو ہم مقابلہ نہیں لگا سکتے۔ہاہاہا اب آتا ہو گا میرا آدمی اس کی موہنی صورت بیوی لائے گا سُنا ہے بھانجی سے زیادہ حسین اور جمیل ہے ارے ہم اس کا ذائقہ چھک لیں پھر آپ کو بتا دیتے ہیں۔وہ کیا ہے نا آپ کا زراٹیسٹ کافی اونچا ہے ارے سر ہمیں آپ سے پیارہے' آپ کا خیال ہے کوئی ایسی ویسی چیز تھوڑی دے سکتے ہیں آپ کو۔جی.جی رکھتا ہوں۔۔۔"

فون رکھ کر مڑا ہی تھا کہ اس کی سانسیں رُک گئیں۔

راکنگ چیر پہ جھولتے ہوئے وہ اسے دیکھ رہا تھا۔

"سسکن سکندر بھا تم۔۔۔"

سکندر کھل کر مسکرایا۔

"کیا ہوا شفقت صاحب سیٹی کیوں گُم ہو گئی اچانک سے مجھے دیکھ کر۔"

اس کا تو چہرہ لٹھے کی مانند سفید پڑ گیا اس وقت جب وہ اس کی بیوی کے وجود کی توقع کر رہا تھا اسے پتا نہیں تھا کہ سکندر بھا یہاں موجود ہو گا۔

ٹانگ پہ ٹانگ رکھے وہ مزید بولا۔

"بڑے پھوٹر آدمی رکھیں ہیں تم نے اگر شیروں کے بسیروں میں بھیج رہے تھے انھیں تو کچھ تو ٹریننگ کرواتے۔"

"تتت تم کیسے اندر آئے؟"

"شیطان ہوں کہیں سے بھی آسکتا ہوں ہاں تو میں کیا کہہ رہا تھا۔ میری گونگی بیوی کو اُٹھانے کا پلان تھا۔ مطلب کہ اسے اُٹھانا زیادہ آسان ہو گا وہ شور نہیں کرے گی مگر تمھیں کیسے پتا لگا وہ الگ کمرے میں سوتی ہے او ہ اندر سے کہیں خبر ملی ہو گی ظاہر ہے جیسے میری بیوی کی خبر ملی تو یہ تو لازمی ملی ہو گی سمجھ گیا۔ اچھا چلو اسے اُٹھانے کے لئے آئے تھے تو یہ کیوں بھول گئے تھے اگر میں شیر ہوں تو وہ شیرنی نہیں ہو گی۔"

خود سے سوال جواب کرتا وہ اسے سرتاپا کانپنے پہ مجبور کر رہا تھا۔

"ارے کانپ کیوں رہے ہو بیٹھ جاؤ ابھی تو بہت کچھ کہنا ہے یہ نہ ہو میں لگا رہوں اور تم بے ہوش ہو کر گر جاؤ۔"

"بب بھا مم میں نے۔۔۔" وہ کچھ کہنا چاہتا تھا لیکن اس کے چہرے کو دیکھ کر تو سارے الفاظ' ساری واضاحتیں ہی ختم ہو گئی تھیں۔

"یار میں یہ ڈائیلوگ سُن سُن کر تھک چکا ہوں ایک تو بڑی ہمت کر کے مجھے نیچے دکھانے کے لئے شیر کے منہ میں ہاتھ ڈالنے کی تیاری کرتے ہو بلکہ تیاری کیا تم لوگ تو اس کے قریب پہنچ بھی جاتے ہو ماننا پڑے گا (اس نے تالی بجائی) مگر تب آتے ہو جب شیر سو رہا ہوتا ہے لیکن یہ بھول جاتے ہو کہ شیر کو خطرے کی ہلکی سی بو دور دور تک آجاتی ہے اور پھر وہ فوراً چوکس ہو جاتا ہے بظاہر تو وہ سوتا بنتا رہتا ہے تاکہ شکاری خود چل کر اس کے قریب آئے ظاہر ہے وہ بادشاہ ہوتا ہے جنگل کا اسے کیا پڑی اتنی تگ و دو کی۔" وہ ایک لمحے کے لئے رُکا پھر بات جاری کی۔

"تو جب وہ اس کے قریب آتا ہے نا تو پتا ہے کیا ہوتا ہے۔"

آدھی ادھوری بات چھوڑ کر وہ اُٹھا شفقت تیزی سے پیچھے ہوا۔

"دیکھو سکندر میں سیکورٹی کو بلا لوں گا اگر تم نے مجھے کچھ نقصان پہنچایا تو۔"

"وہ کیا کرے گی میرا؟ پورے پاکستان کی پولیس میرا کچھ بگاڑ نہیں سکتی تو یہ چھوٹے مسٹنڈے کیا کریں گے بتاؤ مجھے۔"

وہ آہستہ قدم چلتا اس کے قریب آیا جبکہ وہ پیچھے ہونے لگا۔

اس کی نظر سامنے ٹیبل پہ پڑے فروٹ باسکٹ پہ گئی تو وہ تیزی سے بھاگ کر چاقو اُٹھانے لگا کہ سکندر اسے پر جھپٹتے ہوئے اس کا گیریبان تھام کر اسے ایک زوردار تھپڑ جھاڑا' اس کا دماغ ہی ہل گیا۔

"اُف۔۔"

"تم جانتے بھی ہو تم کس کی بات کر رہے تھے اور کس حق سے کر رہے تھے۔"اُف کیسی دھاڑ تھی۔شفقت کو اپنے کان پھٹتے ہوئے محسوس ہوئے۔سُن دماغ لئے وہ اپنے آپ کو چھڑوانے لگا مگر اس نے اس کا گیر بان تھامے اسے دیوار کے ساتھ لگایا اور ایک زوردار مکا اس کی آنکھ پہ مارا۔

"تم درندوں نے آخر عورت کو سمجھا کیا ہوا ہے!!! وہ دُنیا میں تم لوگوں کی صرف پیاس بجھانے آئی ہیں!!!۔"

اس کا جبڑا تھام کر غراتے ہوئے وہ کسی موت کے فرشتے سے کم نہیں لگ رہا تھا۔ایک چیز ہی اس کے چہرے پہ دیکھ کے کہہ سکتے تھے۔قاتلانہ' مہلک اور تُند خو۔

"باقی عورت کو ہاتھ لگانے کے نتائج تو میں تمھیں بعد میں بتاؤں گا پہلے میری بیوی کو ہاتھ لگانے کے نتائج جاننا چاہو گے کیا ہے؟"

آہستہ' سرد لہجے میں بولتا وہ کسی حیوان سے کم نہیں لگ رہا تھا جبکہ وہ بالکل ساکت اسے دیکھنے کی کوشش کر رہا تھا اس کے آنکھیں سوج کر کالی ہو گئی تھیں جو کھلنے کا نام نہیں لے رہی تھیں۔

"بب بھا۔"

نڈھال انداز میں اس نے سکندر کا نام پکار کر اسے چھوڑنے کی التجا کی۔

"فوری موت! انگلش میں بولتے تو انسٹنٹ ڈیتھ!!! "

حنان نے گہرا سانس لیا۔اس کے گھٹنے کو تھپا تھپا کر وہ بولا۔

"سکندر۔۔"

"پلیز حنان!! مجھے کوئی لیکچر مت دینا میں سب کچھ برداشت کر سکتا ہوں مگر ایک ریپسٹ کو نہیں۔مجھے اگر ان کا خاتمہ کرنے کے لئے ہزار قتل بھی کرنے پڑے تو میں کروں گا۔"

"سکندر میں تمھیں غلط نہیں کہہ رہا بلکہ مجھے تمہارے اس ایکشن پہ فخر ہے تمہاری جگہ میں بھی ہوتا تو میں ہزار گولیوں سے اس کا وجود چھلنی کر دیتا مگر یہ قانون کے ساتھ پوری دُنیا۔۔"سکندر نے اس کی بات کاٹی۔

"تیرہ سال میں نے دُنیا کی پرواہ نہیں کی حنان علوی اور تم کہہ رہے ہو میں اب کروں؟ کیوں کروں کس لئے کروں کیا دُنیا والوں نے میری صوفی کو ان درندوں سے بچایا تھا؟ کیا ان دنیا والوں نے میری بہن کو موت کی طرف جانے سے روکا تھا۔کیا دُنیا والوں نے میرے آوٹ سٹینڈنگ وکیل باپ کو جگایا تھا کہ اُٹھو' لڑو سٹینڈ لو اپنی بیٹی کے لیے اور سب سے بڑھ کر کیا قانون نے میرے بہن کو انصاف دلایا تھا؟؟۔"

حنان خاموشی سے دیکھتا رہا کیا جواب دیتا۔

"نہیں!! جب دُنیاوالوں اور قانون نے میری بہن کے لیے کچھ نہیں کیاتو میں شیرِ داود کیوں دُنیا کی پرواہ کروں؟ کیوں ان کا سوچوں' کیوں ان ظالموں پہ رحم کھاؤں۔ صوفی تمہارے ہاتھوں میں دم توڑ کر نہیں مری تھی حنان۔"

"اب بہتر محسوس کر رہے ہو؟"

حنان کو تکلیف تو بڑی ہوئی مگر بات بدلتے ہوئے اب اس کے بیزار وجود کو دیکھنے لگا جو صوفے سے ٹیک لگائے آنکھیں بند کر چکا تھا۔

"ٹھیک ہوں میں جاؤ! اپنی ڈیوٹی کرو۔"

"پولیس آفسر سے پہلے تیرا یار ہوں میں ایسے تجھے اس طرح چھوڑ کر نہیں جاؤں گا۔"

"تو جو بھی ہے اس وقت دفع ہو جا خوامخواہ میری طبیعت خراب کی۔" ناک کے کونے کو دباتے ہوئے وہ بگڑے لہجے میں بولا۔

"بھابی کے پاس جا اکیلے چھوڑ آیا انہیں!! بختاور جاگی ہوئی ہے؟"

"اُٹھی ہے تمہارا انتظار کر رہی ہے میں اسے بتا چکا تھا کہ تم لینے آؤں گے۔"اس کے کہنے پر حنان اُٹھا اور پھر اس کا بازو پکڑ کر اسے زبردستی اُٹھانے لگا۔

"اُٹھو!! کمرے میں مرو یہاں سے جاؤں گا تو یہی سارا دن پڑا رہے گا خبر دار کچھ پیا فوراً گرفتار کر دوں گا۔"

"میرا خود موڈ نہیں ہے اور چھوڑ میرا بازو جا رہا ہوں۔"

اپنا بازو چھڑواتے وہ بناٹر کے چل پڑا۔ حنان اسے جاتا ہوا دیکھنے لگا پھر اس کے پیچھے چل پڑا۔

••••••••••••••••••••••••••

"کیا بات ہے آج ہماری بخت بانو اتنی چُپ کیوں ہیں۔ یہ بات ہمیں ہضم نہیں ہو رہی۔"

ڈرائیو کرتے ہوئے اس نے سامنے بیٹھی بختاور کو دیکھا جو سر جھکائے چُپ چاپ اپنی ہاتھوں کو دیکھ رہی تھی۔ حنان کی بات پہ بختاور نے سر بے اختیار اُٹھایا۔

"نہیں ہانی ماما بس دل نہیں کر رہا تھا۔"

"دل کیوں نہیں کر رہا تھا پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے میرے گھر میں بالکل سیف رہو گی اور سچ بتاؤں روک ٹوک کا بھی سین نہیں ہے مجھے لگا ابھی بخت میڈم چھلانگے لگائے گی لیکن یہاں تو کچھ لوگ اُداس ہو گئے ہیں۔"

"ہانی ماما مجھے ماما کے لئے بہت ڈر لگ رہا ہے اور آپی بھی تو وہاں ہیں اگر دوبارہ سے حملہ ہوا تو۔۔۔ کون ہیں یہ لوگ کیوں میرے اتنے اچھے ماما کے پیچھے پڑ گئے ہیں ان کی وجہ سے ماما بھی بہت آپ سیٹ رہنے لگے ہیں۔ بات بات پہ انھیں غصہ آنے لگا ہے۔ان کے دماغ خراب کے کے انھیں ختم کرے گے۔"

حنان اسے دیکھتا رہ گیا۔ جانتا تھا وہ سکندر کے لئے کتنی حساس تھی۔ جب جب سکندر جیل جاتا تھا بختاور کا رو رو کر بُرا حال ہو جاتا تھا' ہر چیز سے وہ بائیکاٹ کر لیتی تھی کہ جب تک اس کے ماما اس کے سامنے نہیں آ جاتے وہ ایک انچ اپنے کمرے کے بستر سے نہیں اُٹھے گی۔ نہ ہی کچھ کھائے گی پیے گی۔ حنان کو آ کر اسے سنبھالنا پڑتا تھا ورنہ وہ خود کو بیمار کر لیتی تھی۔ بے خیالی میں موڑ کاٹتے ہوئے اسے وہ پل یاد آنے لگا جب صوفی کو دفنا کر وہ دونوں ٹوٹے ہوئے واپس آئے تھے تو ملازمہ نے بھاگ کر سکندر کو بتایا کہ بختاور کو بخار ہے اور وہ رو رو کر ماما کو بلا رہی ہے چونکہ اس وقت ساڑھے تین سال کی تھی تو بولتی بڑا کم تھی اور اگر نام لیتی تو اپنی ماں کا سکندر کو وہ دا کہا کرتی تھی بولنا وہ ِدادو چاہتی تھی لیکن ِدادو اس کی زبان پر چڑھتا نہیں تھا۔

سکندر خاموشی سے تیز قدموں سے اندر کی طرف گیا' حنان اس کے پیچھے گیا وہ جب کمرے میں آیا تو اس نے دیکھا سکندر بستر پہ جھک کر اس کے روتے' جھٹکے کھاتے وجود کو اُٹھا کر اس کے ماتھے پہ پیار کرتے ہوئے بولا۔

"بس بے بی!!! دا آ گئے۔ سیرت اس کی فیڈر لے کر آئیں۔"

پورے چوبیس گھنٹے بعد وہ اب بولا تھا تو اس کی آواز کافی بیٹھی مگر سخت تھی۔ ایسی سختی حنان نے کبھی محسوس نہیں کی۔

"ماماماماما۔۔"

وہ سکندر کے گردن میں منہ دیے گلا پھاڑ کر اپنی ماں کو پکار رہی تھی۔ بروقت وہ سکندر اور حنان کا دل چیر رہی تھی۔ حنان کی آنکھیں پھر سے نم ہو گئیں۔

"ماما۔۔۔ ماما تاس تانا ہے۔۔۔" (ماما پاس جانا ہے)

"شش بخت شش۔۔۔"

وہ ٹہلتے ہوئے اس کی پیٹھ تھپکنے لگا۔ ملازمہ حنان کے پاس سے گزر کر سکندر کے پاس آئی۔ سکندر نے اسے سے بوٹل لی اور اسے جانے کا اشارہ کیا۔

"بس یہ منہ میں ڈالو۔" بختاور نے نفی میں سر ہلا کر اپنا فیڈر دور کیا۔

"ماما۔۔۔"

"میں ہوں تمہارا ماما اب سے بخت میں تمھیں کوئی کمی محسوس ہونے نہیں دوں گا وہ نہیں ہیں ماما میں ہوں۔ماما چھوڑ کر نہیں جاتی ۔ماما ہمیشہ بچوں کو اپنے سائے اپنے مضبوط بازوں میں دُنیا کے سرد گرم سے بچا کر' چھپا کر رکھتی ہیں۔وہ یہ کام نہیں کر سکی اس لئے وہ ماما نہیں ہیں!! میں ہوں ماما۔ماما بزدل نہیں ہوتی۔۔۔"

وہ آگے بخت کو کہنا چاہتا تھا مگر اس کے الفاظ ختم ہو گئے تھے اور وہ بخت کے چھوٹے سے کندھے پہ سر رکھے اسے بازوں میں لئے بچوں کی طرح رونے لگا۔

"بخت کے ماما کو کوئی بال تک بیکا نہیں کر سکتا۔اس لیے ہماری پیاری سی بختاور خود کو ریلیکس کر لے۔وہ دونوں چار پانچ دنوں میں ملک سے باہر ہوں گے اور باہر انھیں ہوئی خطرہ نہیں ہو گا ان شااللہ اور اگر انھیں مس کرنے لگی ہو تو ولیمے میں ملاقات کر لیں گے جو کہ شاید آج رات کو ہے۔"

"کیا ولیمہ ہو رہا ہے؟ مگر حالات۔۔۔۔۔"

"بختاور حالات تو چندا روزانہ خراب ہوتے ہیں اس کا یہ مطلب تو نہیں ہے کہ ہم بالکل ڈر کر چھپ کر اندر بیٹھ جائے اور ولیمہ کلب میں نہیں ہو رہا۔گھر پہ ہو رہا ہے۔"

"ہمارا گھر مگر وہاں پہ بھی تو حملہ ہوا تھا۔"

"چھوٹی سی تقریب کر رہا ہے سکندر جس میں ہم سب اپنے ہوں گے اور وہاں پہ سکیورٹی کا سارا انتظام ہو چکا ہے فکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے ناو چیر آپ اس عمر میں پریشان ہونے والے لوگ مجھے سخت زہر لگتے ہیں تمھیں تو زیادہ لگتے تھے اب انھیں کی طرح میڈم اپنی بیوٹی خراب کرنے پہ تُلی ہیں۔۔۔"

"اب ایسی بات نہیں ہے بیوٹی کی چکر میں بے حس بن جاؤں دو دفعہ اٹیک ہوا کوئی عام بات تھوڑی ہے۔۔"

"تمھارے ماما کو خطرے میں کھیلنا پسند ہے بچے وہ جانے پھر۔"اس کے شرارت سے کہنے پر بختاور نے حنان کے بازو پہ ہلکا سا مکا مارا۔

"یو آر سو مین ہانی ماما۔"

....

"آپ سو تو نہیں رہی تھی پھوپھو۔"

پردے کو ہٹا کر اس نے باہر دیکھتے ہوئے فون پہ اپنی پھوپھو کو کہا تھا جواب میں انھوں نے ٹھنڈی آہ بھرتے ہوئے کہا۔

"اب کون سی نیند میرے بچے۔ جب سے میرا وجود کا حصہ مجھ سے جدا ہوا ہے نیند کا سوال تو پیدا نہیں ہوتا۔ پتا نہیں کس حال میں ہو گی زندہ بھی ہو گی یا مر گئی ہو گی۔ اس کا تو جیسے نام و نشان ہی مٹ گیا عینہ کچھ تو ہمیں پتا چلے۔ اولاد کے مرنے پر تو کبھی نہ کبھی صبر آجاتا ہے مگر اولاد کے بچھڑ جانے پہ کبھی نہیں آتا۔"

وہ کہتے ہوئے ایک دم رونے لگ گئی۔ درینہ ایک دم بوکھلا گئی۔

"پھوپھو کیا کر رہی ہیں آپ!! ایسے مت کریں پلیز میں بھی موجود نہیں ہوں۔ اکیلے تو آپ اپنی طبیعت خراب کر دیں گی کچھ تو انکل کا سوچیں۔"

"کیا کروں خود کو بڑا سمجھاتی ہوں مگر مگر بس میں نہیں ہے درینہ!! میں دعا کرتی تھی کہ کس طرح اب میری بچی کا گھر بس جائے جلد از جلد وہ اس گھر کو چھوڑ کر پیا دیس سدھارلے مگر۔ ہائے کاش میں یہ دعا نہ کرتی۔ اس کی شادی نہ ہوتی۔ وہ کچھ نہ کرتی بس میرے پاس رہتی۔" درینہ نے گہرا سانس لیا۔

"پھوپھو خود کو سنبھالیں میں آپ سے ملنے آؤں گی اور بس یہ سمجھ لیں رمشا بالکل ٹھیک ہے۔ اس ایک کھروچ بھی نہیں آئی۔" ایک دم مسز رؤف چونک پڑی اس کی بات پر۔

"کک کیا مطلب تم لوگوں کو۔۔۔ مشی کی کوئی خبر ملی بتاؤ درینہ۔" ایک دم درینہ کو اپنی جلد بازی پہ غصہ آیا منہ سے کچھ بھی بولنے لگ جاتی مگر کیا کرتی پھوپھو کے آنسو برداشت سے باہر ہو گئے تھے۔

....

آنکھیں کھولتے ہوئے اس نے ارد گرد دیکھا پھر اسے جو وہ جو اس کے گال سہلا رہا تھا مسکرایا۔

"گڈ مارننگ رے آف سن شائن آج محترمہ کچھ زیادہ لمبی سوئی ہیں۔"

رمشا نے اسے ہولے سے گھور کر دوبارہ آنکھیں بند کی۔

"اُٹھیے میڈم صاحبہ!! بہت سو لیا آج کا دن بہت خاص ہے۔"

رمشا نے اپنے منہ پہ کمبل تان کر کہا۔

"کیوں۔۔۔ آج کون۔۔۔ شہید ہونے۔۔۔ والا ہے۔"

ایک دم اس کی ایسی بات پر سکندر بالکل چپ ہو کر رہ گیا۔

"ایک تو تم نے مجھے اپنی نظروں میں بھیڑیا ہی بنا یا اب اتنا بھی بُرا نہیں ہوں۔"

اس نے خود کو سنبھال کر مصنوعی غصے سے کہا۔

"جی۔۔ جیسے ایک۔۔۔۔۔ مہینے۔۔ میں تو آپ۔۔۔نے سب کو۔۔۔۔ پھولوں پہ بیٹھایا ہے۔"

سکندر کے چہرے پہ مسکراہٹ پھیلی۔

"اگر تم میگھن کی بات کر رہی ہو تو سوری میرا اتنا بڑا دل نہیں ہے اور یہ بڑا قیمتی دل ہے' بانٹنے کے لئے نہیں بنا۔"

رمشا کو اب اُٹھنا پڑا۔ بستر پہ بیٹھ کر اسے دیکھا جو اب اُٹھ چکا تھا سامنے وڈن ٹیبل پہ موجود ٹرے اُٹھا کر اس کے گود میں رکھی ۔رمشا نے اس ٹرے کو دیکھا پھر اسے۔

"ام۔۔۔یہ۔۔یہ کیا ہے۔۔۔؟"

بستر پہ بیٹھی حیرت سے اپنے گود میں موجود ٹرے کو دیکھ رہی تھی۔

جبکہ سکندر ایپرن پہنے اپنی گردن کھجا کر کہنے لگا۔

"ام ناشتہ۔۔۔"

وہ اس ناشتہ کو دیکھنے لگی ایک باول میں میلیٹ چاکلیٹ موجود تھی 'اس کے ساتھ ڈھیر ساری سٹرابیرز اور ایک بڑا سا باول تھا جس میں فل آئیکسریم سن ڈے تھی۔ مطلب سکندر دی پھوٹر شیف نے اپنی بیوی کے لئے یہ بنایا تھا۔

"سویٹ نہیں ہے ؟؟"

وہ بڑے بچوں کے انداز میں پوچھ رہا تھا رات کے بانسبت وہ کافی فریش دکھائی دے رہا تھا لگ نہیں رہا تھا کہ کل وہ کتنا پاگل ہوا تھا کہ پورے جہان کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیتا۔

"یس۔۔۔ بہت۔۔ زیادہ سویٹ۔۔۔ ہے۔۔۔"اس نے سٹرابیری کو اُٹھاتے ہوئے میٹھا سا طنز کیا۔

"تو کھاؤ نا میں پہلی دفعہ کچن میں گیا ہوں اور تم ایسے میرا منہ دیکھ رہی ہو۔"

"سکندر۔۔۔ مجھے۔۔۔ زیابطیس کا۔۔۔ مریض بنانا ہے۔۔۔"

سکندر نے ایک دم اسے گھورا۔

"تم لڑکیاں آخر خوش کس چیز پہ ہوتی ہو؟ مطلب اتنی ناشکری کیوں ہوتی ہو؟"

وہ اس کے سامنے بیٹھتے ہوئے ہوئے بولا۔

"تم۔۔۔ مرد۔۔۔لوگ۔۔۔اتنے۔۔extremist۔۔۔کیوں ہوتے ہو۔۔۔۔ مطلب پیار کرو۔۔۔گے تو۔۔۔انتہا کا کرو۔۔ناراض۔۔ ہو گے تو۔۔ ایسے بن جاؤ گے۔۔۔ جیسے۔۔۔ کچھ ہے ہی۔۔ نہیں ہم۔۔۔ تمہارے۔۔۔"

وہ اب چیچ اُٹھا کر سن ڈے کے مزے لیتے ہوئے ٹھہر ٹھہر کر بولی جبکہ سکندر اسے دیکھتا رہا۔ کچھ کہا نہیں۔

"میں۔۔۔اکیلے۔۔نہیں کھاؤں گی۔۔۔آپ کو بھی میری۔۔۔مدد کرنی۔۔۔پڑے گی۔"

"سوری رے میں تو نہیں کھا سکوں گا تمھیں ہی کھلانا پڑے گا۔"

ایک دم رمشا چونکی۔

"کیوں۔۔۔بھلا۔۔۔؟"

اس نے رمشا کا بائیں ہاتھ کو پکڑا اور پھر دوسرے ہاتھ سے جیب سے ٹیپ نکالی۔رمشا نے نا سمجھی سے اسے دیکھا۔اور پھر سکندر ان دونوں کے تھامے ہوئے ہاتھ کے اوپر ٹیپ لگانے لگا۔رمشا فوراً سمجھ گئی۔

"میرا دائیاں ہاتھ تو اب کسی کے قید میں آ چکا ہے اب یہ پورے چوبیس گھنٹے بعد ہی آزاد ہو گا۔"

رمشا اپنا ہاتھ پیچھے کرنے لگی کہ سکندر نے مضبوطی سے تھام کر اپنے کام میں مصروف ہو گیا۔

"آر یو۔۔۔۔کریزی۔۔۔۔سکندر!!! "

"تمہارے لئے ہاں ہوں یہ بھی کوئی پوچھنے والی بات ہے۔"

یہ آدمی آخر ثابت کیا کرنا چاہتا ہے۔

"سکندر۔۔۔۔چوبیس۔۔گھنٹے پلیز تم مذاق کر رہے ہو نا۔۔"

سکندر نے چہرہ اُٹھایا۔

"میں تم ہنستا ہوا دکھائی دے رہا ہوں۔"

"سکندر۔۔۔۔میں نے واش روم جانا ہو گا۔۔۔مجھے چینج کرنا ہو گا۔۔۔میرے کیا۔۔۔تمھارے بہت سے کام ہو گے۔۔۔۔تو مجھے۔۔۔ایسے ساتھ لے کر جاؤ گے۔۔۔ڈرائیونگ۔۔۔۔پھر کون کرے گا۔۔۔۔دیکھو میں جانتی ہوں۔۔۔۔۔تم بہت۔۔۔ اچھے ہو۔۔۔۔مگر اتنی اچھائی کو برائی بنتے دیر نہیں لگتی۔"

"وائفی ڈیرسٹ میں آج چھٹی پر ہوں آج کا سارا وقت میں تمھارے ساتھ سپینڈ کروں گا۔اس لئے مجھے کوئی ضروری کام نہیں ہے۔رہی بات ہے کہ میں اچھا ہوں تو تمھیں کس نے کہا۔میرا یہ عمل بھی بُرا ہے تو اسے بھگتنا صرف چوبیس گھنٹے ہیں بس۔"

رمشا نے ٹیشو پکڑا اور اپنا منہ صاف کرتے ہوئے اسے دیکھا۔وہ سمجھ گئی وہ اس کے کل ڈر جانے کی وجہ سے ایسے کر رہا ہے۔۔یہ ایکٹ بہت کیوٹ ہے مگر وہ اسے باونڈ نہیں کرنا چاہتی۔وہ جو کچھ کر رہا تھا اس کے لئے کر رہا تھا اپنے لئے نہیں۔

"میں جو کچھ بھی کرتا ہوں رے اپنے لئے کرتا ہوں اور مجھے تمھارے ساتھ چوبیس گھنٹے کیا ہر لمحہ بھی باندھ دیا جائے تو میں تم سے تنگ نہیں آؤں گا۔جن کا دل ہر چیز سے جلدی اکتا جاتے ہیں ٹرسٹ می ان کے دل اتنے خالص اور مضبوط نہیں ہوتے۔"

ان دونوں کے جڑے ہاتھوں کو زرا سا اوپر کرتے ہوئے وہ بولا۔

"یہ تو صرف کیوٹ ایکشن لگے گا تمھیں مگر مجھے یقین دیتا رہے گا اس دُنیا سے چلا بھی جاؤں گا تو اس ہاتھ کا لمس' اس کی خوشبو ہمیشہ میرے ساتھ رہے گی۔" گھمبیر لہجے میں بولتا اپنے ہاتھ نیچے کر چکا تھا۔

رمشا نے لب دبا کر خود کو کچھ کہنے سے روکا مگر اس کی باتوں پہ اتنا غصہ آیا تھا رونا۔روتی ہوں میں اس کی بات پر۔خود سے کہتے ہوئے اس نے اپنے آزاد ہاتھ سے آئیکسریم کا باول اُٹھایا اور سکندر کے بالوں پہ گرائی۔

"بولنے۔۔۔سے پہلے۔۔۔سوچا۔۔کریں۔۔کہ اس کا انجام۔۔بھی کیا ہو سکتا ہے۔۔۔"

"رے!!! "

....

"تم اندر چلو میں زرا کسی کام سے فٹا فٹ ہو کر واپس آتا ہوں۔"

گاڑی گیٹ کے سامنے روک کر وہ ساتھ بیٹھی بخت سے بولا۔

"مگر ہانی ماما۔۔۔میں۔۔"

"بخت چندا اندر درے آپی ہوں گی اپنا تعارف کروانا پھر بس بھول جانا اپنی مشی آپی کو اوکے۔"

حنان کے کہنے پر بختاور نے اسے گھورا۔

"میری مشی آپی کا کوئی مقابلہ نہیں ہانی ماما۔مانا آپ کی بیوی سپیشل ہوں گی مگر وہ رمشا آپی نہیں ہیں۔"

"توبہ ہے بندہ بختاور بی بی کے ساتھ مذاق نہیں کر سکتا۔"

"میں اپنا سامان لے جاؤں؟"

"نہیں بھاری ہے آپ کا سامان اور اس وقت نکالنے کا بالکل ٹائم نہیں ہے اس لیے جلدی اُترو اور جلدی اندر گھسو یہ نہ ہو تمھارے ماما نے بندے چھوڑے ہو نظر رکھنے کے لئے اور اگر ایسا ہوا تو پھر میری بجھیا بن جائے گی۔"

"اُف اچھا ٹھیک ہے۔ایک تو میرے سکول کے اتنے تبادلے نہیں ہوئے جتنے میری رہائش گاہ کے ہونے لگے ہیں۔"

اس کی بات پہ حنان کو اپنی ہنسی روکنے پڑی۔

"ام پھو پھو میں آپ سے بعد میں بات کروں گی اصل میں حنان کے ساتھ کوئی مہمان آیا میں رکھتی ہوں لو یو اپنا خیال رکھیے گا خدا حافظ۔"

فون رکھ کر اس نے کھڑکی سے ہٹ کر نیچے آئی۔

بختاور صاحبہ کھوٹی کا جائزہ لیتی سیدھا گہرا سانس لیتی اندر مین دروازے کی طرف بڑھی۔ جہاں ان کی نئ کہانی شروع ہونے والی تھی جسے انھیں خود بھی اندازہ نہیں تھا اور نہ ہی اندر سے باہر جاتے اپنے بازو فولڈ کرتے حداد کو۔ درینہ دروازہ کھول کر باہر آئی اور گھوم کر سیڑھیوں کی طرف بڑھی اور نیچے اُترنے لگی اس نے دیکھا حداد اپنے بالوں پہ ہاتھ پھیرتا صبح صبح شاید کہی نکلنے کے لئے تیار تھا۔ درینہ ایک دم رُک گئ۔

"چاچو اتنی جلدی اُٹھ گئے اور یہ صبح صبح کہاں جا رہے ہیں؟"

"اُف یہ دروازہ کتنا بھاری ہے چور بھی اندر گھسنے کی کوشش کرے گا تو دروازے کھلنے میں پورا وقت لگا لے گا لیکن چور ایک پولیس آفسر گھر تھوڑی ہی گھسے گا بختاور تم بھی نا تھوڑا سا زور لگاو ورنہ ادھر ہی سارا دن کھڑی رہو گی اور سامنے گارڈ والوں کے سامنے بے عزتی بالکل نہیں کرانی یا اللہ مدد۔" حداد اس سے پہلے دروازہ کے ہینڈل کو پکڑتا بختاور نے پورا زور لگا کر دروازے کو دھکا دے کر اندر داخل ہوئی اور دروازہ سیدھا حداد کی چوڑی پیشانی پہ جا کر لگا۔

"اُف میرے خدایا۔"

"یا اللہ چاچو۔"

"تھینک گاڈ میں اندر۔۔۔۔ اوشٹ۔۔۔"

اندر داخل ہوتے ہوے اس نے ایک دم سر پکڑے ایک لمبے چوڑے نوجوان کو دیکھا۔ تو اس نے منہ پہ بے اختیار ہاتھ رکھا۔

"یا اللہ چاچو آپ ٹھیک تو ہیں؟"

چاچو صاحبہ نے سر پہ ہاتھ رکھ کو سنبھالا پھر اپنی کالی عینک سے مجرم کو دیکھا جو کبھی اسے اور کبھی درینہ کو دیکھ رہی تھی جو پریشانی سے حداد کے ماتھے پہ پڑتے نیل کو پریشانی سے دیکھ رہی تھی۔

"سس سوری آپ کو لگی تو نہیں؟"

پورا دماغ ہلا کر یہ لڑکی پوچھ رہی تھی کہ آپ کو لگی تو نہیں تھی مگر یہ تھی کون اور یہاں کر کیا رہی تھی۔

"ٹھیک ہوں میں اور تم تمھیں کوئی منیرز نہیں ہے دروازہ کبھی زندگی میں نہیں کھولا اور کون ہو یہاں کیا کر رہی ہو؟"

ماما کے علاوہ کسی نے اس سے اونچی آواز میں بات کرنے کی جرات نہیں کی اور یہ شخص کتنے دھڑلے سے اسے سُنا رہا تھا جیسے کوئی ملازم ہوں۔

"میں نے سوری بھی تو کہا ہے آپ تو ایسے ایکٹ کر رہے ہیں جیسے پورا دروازہ آپ کے اوپر گرا دیا ہو اور رہی دروازہ کھولنے کی بات تو مجھے کھولنے کی ضرورت ہی نہیں پڑی میرے لئے کھولنے والے شامل تھے اور میرا نام بختاور ہے میں۔۔۔۔"

"ارے بخت تم واٹ آ پلیزنٹ سپرائز۔"اس سے پہلے وہ اپنا پول حداد کے سامنے کھولتی درینہ نے تیزی سے اس کو گلے لگاتے ہوئے کہا۔

"کوئی بات نہیں چاچو کو لگا تم کوئی اور ہو اس لئے تھوڑا روڈ ہو گئے حنان کہاں ہیں تمھیں چھوڑ کر تو نہیں چلے گئے ؟"

"آپ درے آپی ہیں اور یہ تھوڑے روڈ تھے ؟ان کی عینک کے پیچھے چھپی آنکھوں سے لگ رہا ہے یہ میرا گلا دبانا چاہتے ہیں۔"

حداد نے اس پانچ فٹ' تین انچ کی لڑکی کو دیکھا اور سر جھٹک کر بنا کچھ کہے اس بدتمیز لڑکی کو اگنور کر کے باہر چلا گیا تو یہ تھی حنان کی سو کالڈ بھانجی اب گھر پہ کیسے گزارا ہو گا۔

"ہاں میں ہوں آ و تمھارا سامان کہاں ہیں ؟ایسے ہی آ گئی چلو کوئی نہیں شاپنگ کرنے جائے گے کپڑے اور باقی چیزیں لے لیں گے ۔"

"نہیں وہ ہانی ماما کو کہی جانا تھا تو انھوں نے کہاں فوراً کام نپٹا کر واپس آ جائے گے۔"

"اچھا تم فریش تو لگ رہی ہو اگر چاہو تو دوبارہ ہو جاو ناشتہ کرو گی۔"

"نہیں آپی میں زرا سونا چاہتی ہوں اصل میں کیا ہانی ماما نے آپ کو بتایا ہے ؟"

وہ کچھ کہنے لگی تھی کہ ایک دم اس بات پہ جھجک سی گئی۔درینہ نے چونک کر اسے دیکھا۔

"حنان نے کیا بتایا ہے کوئی بات ہے۔"

اس نے کہتے ہوئے دروازے کی طرف دیکھا جہاں سے ابھی حداد نکلا تھا۔

"کچھ نہیں میرا بیڈ روم کس طرف ہے۔"

وہ سمجھ گئی تو اس نے جلدی سے کہا اور اپنے تاثرات کو کافی حد تک نارمل کیا۔

"بختاور بچے مجھ سے مت ڈرو اگر کوئی بات ہے جو حنان نے مجھ سے چھپائی ہے تو مجھے بتا سکتی ہو۔"

اب کیا کروں۔ہانی ماما لاکھ ٹھنڈے مزاج کے مگر جب انھیں غصہ آتا ہے تو وہ ماما کا بھی لحاظ نہیں کرتے۔

"وہ نا مجھے پتا چلا آپ آپی کی کزن ہو۔کیا آپ کو پتا ہے کہ آپی۔۔۔" (وہ جو یہ کہنے لگی تھی کہ آپی کو میرے ماما نے اُٹھایا تھا۔)

وہ کہہ ہی نہیں سکی کیونکہ درینہ نے سمجھتے ہوئے مسکرا کر اس کی بات کاٹی۔

"آہستہ ! یہاں کسی کو پتا چلنے نہیں چاہیے۔حنان نے مجھے یہ بات بتائی تھی اس لئے بے فکر رہو۔مجھ سے ڈرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔جہاں تک میری مشی کی خوشی کا سوال ہے تو میں اس کے لئے کچھ بھی کرنے کو تیار ہوں۔چاہیے اتنی بڑی بات اپنوں سے چھپانی ہی کیوں نہ پڑے۔"

اس کی بات پہ بختاور ایک دم سے پُر سکون ہو گئی۔

"آئی نو ماما نے اچھا نہیں کیا آپی اور مجھے ابھی بھی ان کی اس حرکت پہ غصہ ہے مگر وہ رمشا آپی سے بہت پیار کرتے ہیں اتنا کہ آپ بھی دیکھ کر دنگ رہ جائے۔ پلیز ان سے نفرت مت کیجیے گا۔"

"ارے۔" درینہ اس کے ساتھ چلتے ہوئے ہنس پڑی۔

"پاگل اس نے میری پیاری مشی کی جان اور عزت بچائی۔ اس میں غصہ ہونے والی کون سی بات ہے ہاں ان کی ریپوٹ دنیا والوں کے سامنے اچھی نہیں ہے اس لئے وہ رمشا کو اس کی فیملی کے پاس نہیں لے کر جا رہے بٹ ان شااللہ وہ دن دور نہیں ہے جس دن رمشا ہم سب کے ساتھ ہو گی اور مجھے یہ جان کر بہت خوشی ہوئی کہ سکندر بھائی اسے خوش رکھ رہے ہیں۔ تو نفرت اور غصہ کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔"

"ہیں یہ کیا کہہ رہی ہیں۔ ماما نے آپی کو کیڈ نیپ کیا تھا اور یہ کہہ رہی ہیں کہ ماما نے ان کی جان اور عزت بچائی تھی مگر یہ کب ہوا۔ مجھے لگا یہ تو ماما سے نفرت کریں گی مگر یہ رمشا آپی کی کزن ہی ہیں نا۔۔۔۔"

وہ دل میں سوچتے ہوئے انھیں دیکھتی رہی پھر سر جھٹک کر بولی۔

"چلیں مجھے ذرا سا سکون ہوا کہ آپ ماما سے نفرت نہیں کرتی تو مجھ سے بھی نہیں کرتی ہوں گی۔"

"اُف ویسے حنان نے صحیح کہا تھا یہ لڑکی پوری فلم ہے تمھاری باتیں سُن کر مجھے پانچ منٹ میں یقین ہو گیا۔ چندا نفرت کیوں ہونی تھی تم تو اتنی پیاری سی ہو چلو اس بھوت بنگلے میں مجھے ایک ساتھی تو ملا ورنہ میرے چاچو اور میے نے تو مجھے اس تنہائی میں سڑتے ہوئے چھوڑ دینا تھا۔۔۔ آؤ۔۔۔"

••••••••••••••••••••••••••••••••••••

"یہ کیا کیا تم نے۔"

سکندر نے غصے سے کہتے ہوئے اپنے دوسرے ہاتھ سے اپنے بالوں پہ ہاتھ پھیرا۔ اب چپ چپ سی فیلنگ ہو گی اسے نہانا پڑے گا۔ جان بوجھ کر رمشا نے ایسا کیا تا کہ وہ اس کا ہاتھ کھولے۔ اس کی بڑی غلط فہمی تھی۔

"مم میں۔۔۔ نے وہ۔۔ کیا جو۔۔۔ مجھے ٹھیک۔۔ لگا۔۔ اب آپ گندے ہو گئے ہیں۔۔ تو پلیز ہاتھ کھولیں اور جائیں فریش ہو جائیں"۔

سکندر نے اپنے آئیکسریم لگے ہاتھ کو سیدھا اس کے گال پہ لگایا۔ رمشا ایک دم پیچھے ہوئی۔

"سسکندر۔۔۔۔"

وہ چیخی۔

"اب تو تم بھی گندی ہو گئی ہو ایسی سارا دن بیٹھے رہتے ہیں کیا فرق پڑتا۔"

وہ اب بازو ٹکا کر مزے سے بیٹھ گیا۔اسے الجھن تو ہو رہی تھی کیونکہ پگھلی ہوئی آئیسکریم نہ صرف اس کے ماتھے' کان اور گردن پہ جا رہی تھی بلکہ اس کی آنکھوں کے قریب بھی جانے لگی تھی جسے اس نے ہاتھ سے جلدی صاف کیا اور پھر جان بوجھ کر رمشا کے کپڑوں سے ہاتھ صاف کیے۔

"اُف سکندر۔۔۔۔یہ کیا۔۔کر رہے۔۔۔۔۔ہیں کھولیں۔۔۔"

وہ چڑ کر مزید پیچھے ہوئی مگر بندھے ہوئے ہاتھوں کی وجہ سے وہ سکندر سے دور نہیں ہو سکتی تھی۔

"کیا کھولوں۔۔۔تمھارا سر؟"

چڑانی والی مسکراہٹ سے وہ رمشا کے قریب آیا۔

"سکندر دور!!! میں۔۔۔نا آپ کو۔۔بہت ماروں گی۔۔"

اسے پتا تھا سکندر اسے اپنے ساتھ لگائے گا۔یا اللہ ایک تو ایسی سوچیشن میں ایسی حرکت نہیں کرنی چاہیے تھی۔

"یار بیوی ایک ہگ ہی تو چاہیے۔"

سکندر نے اپنے اور رمشا کے بندھے ہوئے ہاتھوں کو زرا سا کھینچا۔جبکہ رمشا نے دوسرے ہاتھ سے اسے پرے دھکیلا۔

"دیتی ہوں۔۔۔میں آپ کو ہگ سکندر۔۔۔اگر آپ نے شرارت کرنے۔۔۔۔۔کی کوشش کی۔۔۔میں سچ مچ آپ کے بال ۔۔۔کھینچنے لگ جاؤں۔۔۔۔۔گی۔"

"یہ تو اور اچھی بات ہے پھر تمھارے ہاتھ میرے آدھے بالوں کو صاف کر لیں گے۔"

آئیسکریم کی چپچپاہٹ والے احساس سے رمشا کو سخت الجھن ہو رہی تھی۔اس نے گہرا سانس لے کر کہا۔

"مجھے اپنے۔۔۔ہاتھ اور منہ۔۔۔۔۔دھونا ہے سکندر پلیز۔۔۔"

"تو جاؤ روکا کس نے ہے۔"

ایک دم سے وہ بے نیاز ہو گیا۔رمشا کو اپنا غصہ کنڑول کرنا پڑا۔

"اچھا بعد میں ہاتھ دوبارہ۔۔۔۔باندھ دیجیے۔۔۔۔گا ایٹ لیسٹ۔۔۔۔مجھے فریش تو ہونے۔۔۔دیں۔۔۔"

سکندر نے اسے دیکھا پھر مسکرایا۔

" تم سیمیسو کا رول ادا کرتی ہوئے کتنی اچھی لگتی ہو۔اچھا چلو میں اُٹھتا ہوں واش روم میں تم اپنے ہاتھ اور منہ دوسرے ہاتھ سے صاف کر لینا۔دوسرا میرا سر بھی دھو دینا۔ہاتھ کھولنے کی ضرورت نہیں پڑے گی۔ہم دونوں کا کام ہو جائے گا۔"

"واٹ!!!"

وہ منہ کھولے اسے دیکھنے لگی۔

"کیا ہوا چلو۔"

"سکندر!!! "

غصے سے تولیے سے چہرہ صاف کرتی اسے دیکھنے لگی جو آئینے میں بڑی ہی دلچسپی سے اسے دیکھ رہا تھا۔رمشا نے نظریں گھمائیں۔

"اگر محترمہ کا ہو گیا ہو تو مجھ غریب کا حلیہ درست کر سکتی ہیں۔"

"آپ۔۔۔کے ہاتھ۔۔اللہ کے کرم سے۔۔۔سلامت ہیں۔ان کا استعمال کریں۔۔۔۔تو بہتر ہو گا۔"

"میرا الٹا ہاتھ فارغ ہے اور تمھیں پتا ہے الٹے ہاتھ سے کوئی بھی کام کرنا گناہ ہے۔"

رمشا نے اسے گھور کر آئینے میں دیکھا جو بامشکل اپنی مسکراہٹ دبا رہا تھا۔

"بڑا گناہ۔۔۔ثواب کی فکر ہو گئی۔۔۔ہے آپ کو۔۔"

دانت پیستے ہوئے وہ بولی۔

"بس جی بیوی ہی ایسی ملی ہے اس نے فکر دلا دی۔"

رمشا اسے دیکھتی رہی۔

"اب دیکھتی رہو گی یا میری مدد کرو گی سچ میں اچھے بچوں کی طرح جھکا رہوں گا اِدھر اُدھر نہیں ہلوں گا پرامس!"

رمشا کے چہرے پہ مسکراہٹ پھیل گئی۔جسے اس نے جلدی سے ضبط کیا۔

"جھکے۔۔۔پھر سنک میں۔۔۔"

Your wish is my command !!

"ہاتھ تو الگ نہیں کر رہے اور آئے بڑے یورِ وش از مائی کمانڈ۔"

سر جھٹک کر اس نے شیمپو اُٹھایا۔سکندر نے جھکا سر اُٹھا اسے دیکھنے کے بعد گردن واپس موڑ کر بولا۔

"یہ ہاتھ میں قیامت تک الگ نہیں کروں گا تو ایسی خواہش کرنا بیکار ہے۔"

وہ جس سیاق وسباق میں یہ بات کر رہا تھا اس پر رمشا ایک لمحے کے لئے رُک گئی تھی۔

"میرا۔۔۔ یہ مطلب۔۔۔ نہیں تھا۔۔۔"

"جانتا ہوں۔ بس ایسی بتا رہا ہوں۔"

وہ خاموش ہو گئی ایک دم سے۔ کیا کہتی سکندر کو وہ کبھی سمجھ نہیں سکتی تھی۔ وہ ایسے سوچتا کیوں ہے آخر کہ تھامے ہوئے ہاتھ ایک دم چھوٹ جائے گے۔

••••••••••••••••••••••••••••••••••••••

"ارے فاروق تم یہاں کیسے آنا ہوا؟"

حنان جو سٹیشن سے باہر نکل رہا تھا۔ ایک دم سے فاروق کے ساتھ تصادم ہونے پر اس نے پہلے معذرت کی پھر فاروق کو دیکھ کر اچانک چہرے پہ در آنے والی حیرت پہ جلد قابو پاتے ہوئے بولا۔

"او حنان کیسے ہو اور اس حلیے میں سب خیریت تو تھی؟"

اس نے حنان کو سر تا پا دیکھا تو وہ ابھی تک رات کی شکن زدہ شلوار قمیض میں ملبوس کافی تھکا ہوا الگ رہا تھا۔

"کچھ نہیں بس وہ ایک ایمرجنسی تھی اس لئے جلدی آنا پڑا۔"

"وہ شفقت کا کیس ہیں نا؟"

اس نے جس انداز میں پوچھا تھا ایک منٹ کے لئے حنان چوکس ہو گیا۔ گلا کنکھارتے ہوئے اس نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"ہاں ابھی اس کے گھر سے ہو کر آیا ہوں تفتیش وغیرہ چل رہی تھی تو انکل نے کہا کہ آفس کا چکر لگا لو پھر گھر سے فریش ہو کر دوبارہ وہاں جاؤں گا۔ تمھیں کوئی کام تھا۔"

وہ اپنی انگلی میں کی چین گھماتا اسے دیکھنے لگا جو بلیک سوٹ میں ملبوس ایک بازو میں فائل تھامے۔ اپنے وکیل لک میں اس کے سامنے کھڑا تھا۔

"ہاں وہ ایک کیس کا سلسلہ تھا تو یہاں آنا پڑا ویسے اس کی موت کیسے ہوئی؟"

"کس کی؟"

حنان سمجھتے ہوئے بھی انجان بنا۔

"ارے اسی شفقت کی۔ کافی تھکے ہوئے دکھائی دے رہے ہو۔"

"ہوں ظاہر ہے صبح صبح اُٹھنا پڑا خیر مجھ سے کوئی کام ہوا تو ضرور بتانا چلتا ہوں۔ انکل کو میرا سلام کہنا اللہ حافظ۔"

وہ چل پڑا تو فاروق نے مڑ کر اس کی پشت کو چند لمحے دیکھا پھر سر جھٹک کر اندر پولیس سٹیشن میں داخل ہوا۔

حنان جو گاڑی سٹارٹ کرنے لگا تھا ایک دم بیک مرر کی طرف دیکھتے ہوئے چونکہ پیچھے مڑ کر اس نے دیکھا تب تک موٹر سائیکل اس کی نظروں سے اوجھل ہو گیا۔

"ہیں یہ کیا تھا؟ یہ موٹر سائیکل کہاں سے آئی ان کے پاس۔ صحیح کہتا ہے فاروق کافی تھک گیا ہوں ڈیم یو شیرو تو نے دماغ ہلا کر رکھ دیا ہے۔"

سر جھٹک کر اس نے گاڑی سٹارٹ کرتے ہوئے ریورس کرنے لگا۔

"سکندر بھا کے خلاف جتنی بھی ایف آئی آر کٹی گئی ہیں کیا ان کا ریکارڈ مل سکتا ہے؟" فاروق نے اے ایس پی جنید سے ملتے ہوئے چند منٹ بعد یہ کہا۔

"جی سر ہم آپ کو دیں دیتے مگر آپ تھوڑا سا جلدی آجاتے تو سر حنان کی موجودگی میں آپ کو وہ ریکارڈ مل جانے تھے مگر اب تو وہ چلے گئے ہیں تو ہم آپ کو نہیں دے سکتے۔"

اے ایس پی جنید کی بات سُن کر فاروق کے ماتھے پہ بل آ گئے۔

"کیوں حنان کے پاس یہ اتھارٹی کب سے آ گئی؟"

"بھا کا کیس وہی تو ہمیشہ دیکھتے ہیں یا پھر ڈی آئی جی صاحب۔ بھا کے سارے ریکارڈ' ایف آئی آر کی فائل حنان صاحب کے آفس میں ہوتی ہے۔ ان کی اجازت کے بغیر ہم نہیں دے سکتے سوری سر ورنہ ابھی آپ کے سامنے وہ فائل پیش کر دیتے۔"

"اچھا تو ایس پی حنان علوی اس کے کیس کو ہینڈل کر رہا ہے۔ جہاں تک میری ناقص علم کو معلوم ہے وہ تو اس کے معاملے میں بڑا بے بس دکھایا گیا ہے۔ باقائدہ اس نے اس کے کیس سے ہینڈز اپ بھی کر لیا تھا شاید کسی اور کو یہ کیس ٹرانسفر کر دیا تھا کیونکہ اس نے سکندر کے کیس میں سنجیدگی نہیں دکھائی تھی۔"

"ایسی تو کوئی بات نہیں ہے سر سارا معاملہ وہی تو سنبھال رہے ہیں مگر کیا کریں یہ بھا جو ہیں واقعی سکندرِ اعظم نکلے ایسے سارے ثبوت اپنے خلاف مٹاتا ہے کہ لومڑی بھی اس کی چالاکیوں پر خود سے شرمندہ ہو جائے۔ بڑا شاطر آدمی ہے اپنا کام بھی کر لیتا ہے۔ اور جیل سے بنا کورٹ کچہری کے چکروں میں پڑنے کے بجائے نکل بھی آتا ہے۔ اب ہمارا تو آپ کو پتا ہے جب تک ثبوت ہاتھ میں نہیں آتا کچھ کر نہیں سکتے۔ اوپر سے آڈرز ہی بڑے سخت ہیں۔"

"ہوں۔۔ سمجھ سکتا ہوں لیکن ایک بات ہے ہر کامیاب کرپٹ آدمی کے پیچھے کہی نہ کہی پولیس والے کا ہاتھ بھی ہوتا ہے شاید اس سکندرِ اعظم کے پیچھے بھی ہو ورنہ اتنی آسانی سے جیل سے چھوٹ جانا وہ بھی بے شمار ایف آئی آر کٹنے کے باوجود سمجھ سے باہر ہے۔ خیر کوئی نہیں ہم حنان سے ریکارڈ مانگ لیں گے چلتے ہیں بہت شکریہ وقت دینے کا۔"

وہ اُٹھ پڑا۔ تو اے ایس پی جنید بھی کھڑا ہوا۔ بڑی سے مسکراہٹ میں خوشامندہ لہجے میں بولا۔

"ارے کیسی باتیں کرتے ہیں صاحب آپ جیسے بڑے لوگ کے آگے ہماری کیا اوقات بہت معذرت آپ کا کام نہیں کر سکے مگر ہم حنان سر سے بات ضرور کریں گے اور پھر آپ کو اطلاع دیں گے۔"

فاروق نے زبردستی مسکراہٹ اچھال کر کہا۔

"ضرور پھر ملتے ہیں۔"

•••••••••••••••••••••

"ہو گیا اب۔۔۔ مجھ سے۔۔۔اور کوئی۔۔۔ڈیمانڈ۔۔ مت کیجیے گا۔"

سکندر مسکرا کر سر اُٹھاتے ہوئے اپنے کھلے ہوئے ہاتھ سے گیلے بال پیچھے دھکیلے۔

"ابھی تو میں نے کچھ ڈیمانڈ ہی نہیں کیا اور یہاں گھبراہٹ میڈم کو پہلے سے ہونے لگی۔"

رمشا نے اس کے خوبصورت چہرے سے نظریں ہٹائیں' گیلے بالوں میں تو وہ اور بھی زیادہ جاذب نظر لگ رہا تھا۔ اس غنڈے نے اتنا خوبصورت کیوں ہونا تھا۔

گھوم کر وہ جانے لگی کہ سکندر کی وجہ سے وہ مزید آگے بڑھ نہ سکی۔

"ہولڈ آن ہولڈ آن۔ کس بات کی جلدی ہے۔"

"بخت !! "

اس نے اتنا کہا تو سکندر نے گہرا سانس لیتے ہوئے چلنے لگا تو رمشا بھی اس کے ساتھ باہر نکلی۔

اپنے کندھے سے تولیہ اُٹھا کر اس نے اپنے بال خشک کیے۔

"حنان کے پاس بھیج دیا ہے میں نے اس کو۔"

اس کی بات پر رمشا رُک گئی۔ اس کے رُکنے کی وجہ سے سکندر کو بھی رُکنا پڑا۔ مڑ کر اسے دیکھا۔

"مگر۔۔۔ کِک کیوں؟ کیا۔۔ وہ ڈر گئی۔۔ تھی؟"

"اونو یہ میرا فیصلہ تھا حنان کے گھر سے زیادہ وہ کہی بھی سیف نہیں ہے یہاں تک کہ میرے پاس بھی نہیں کیونکہ کچھ لوگوں نے میرے اوپر جادو کر دیا ہے تو ہمیں دنیا کا ہوش ہی نہیں رہتا۔"

اس کی آنکھیں شرارت سے چمک رہی تھیں۔ رمشا کا منہ کھول گیا پھر سکندر کو گھور کر بولی۔

"سکندر۔۔۔ بخت۔۔ کو کیوں۔۔۔ بھیجا۔۔۔ وہ خوش۔۔۔ نہیں ہوئی۔۔۔ ہو گی۔۔۔ یہ۔ کیا۔۔ کیا۔۔۔"

"ایک تو تیزی سے نہیں بول سکتی۔ جتنی دیر تم بولنے میں لگاتی ہو سویٹ ہارٹ۔ اتنے میں انسان چاند پر بھی پہنچ جائے۔"

اس کی اس بات پر رمشا نے کوئی رد عمل نہیں دیا۔ سکندر نے اسے دیکھا وہ بالکل خاموش ہو گئی تھی۔

"تیز بولنے کا کہا تھا خاموش ہونے کا نہیں۔"

"خاموشی۔۔۔بہتر۔۔۔ تھی۔۔۔ کیونکہ تمہی۔۔ تمہیں۔۔۔ بھی مم میرے بولنے۔۔۔۔سے۔۔اعتراض ہو۔۔۔ہونے لگا ہے ۔۔۔اس لئے۔۔۔ مجھے چُپ رہنا چاہیے چاہے۔۔۔۔ تھا۔۔"

سکندر نے اسے بے یقینی سے دیکھا۔

"لسنٹ ٹو می ینگ لیڈی۔۔۔۔۔۔"

وہ آگے سے اسے سخت سُناتا ایک دم بیڈ پہ پڑا اس کا فون بجنے لگا۔ جس پہ اسے رُکنا پڑا اس نے گہرا سانس لے کر تولیہ رمشا کے سر پہ ڈالا۔ جس نے چڑ کر تیزی سے ہٹایا۔ وہ اب کھینچتی ہوئی آگے ہوئی کیونکہ سکندر نے جھک کر بیڈ سے فون اُٹھاتا تھا پھر وہ بیٹھ گیا۔

"جب تک میں فون اٹینڈ کر رہا ہوں میری اچھی سی وائف میرے بالوں کو ڈرائے کرے۔"

"خود کریں۔۔۔آپ کو۔۔ تو سب۔۔ کچھ آتا۔۔۔۔ہے۔۔ ایک سلو مولڑ کی۔۔۔۔سے۔۔ کیوں۔۔ کام کروا رہے۔۔ ہیں۔"

"سلو مولڑکی کو میں فاسٹ فارورڈ کر دوں گا اگر اس نے میرا حکم نہ مانا۔"

تحکمانہ لہجے میں بولتا وہ فون اٹینڈ کر چکا تھا۔

"بھا سپیکنگ! "

رمشا کھڑی رہی وہ بالکل ڈرائے نہیں کرے گی ایک تو اس کے بولنے پہ اعتراض کیا اوپر سے حکم دے رہا ہے۔ پیار سے تو کوئی بات کرنے نہیں آتی جبکہ بیچارا ڈیڑھ مہینے سے اس سے پیار سے مخاطب ہو رہا تھا مگر اس احساسِ کمتری کی ماری لڑکی کو کچھ تو دکھائی دے ۔

سکندر نے اسے دیکھا جو کہ ضدی انداز میں کھڑی رہی۔ وہ اپنے بات جاری کرتے ہوئے اپنا ہاتھ کھینچتے ہوئے اسے اپنے اوپر گرا چکا تھا۔ رمشا نے ایک دم دوسرے ہاتھ اس کے کندھے پہ رکھے 'خود کو سنبھالا اب وہ اس کی گود میں بیٹھ چکی تھی۔

فون کو ہٹا کر وہ اس کے کانوں کے قریب بولا۔

"اس سے پہلے میں اپنا ہوش کھوں بیٹھوں اچھے بچے اپنا کام فوراً کریں ہو سکتا ہے میں یہ بندھے ہوئے ہاتھ بھی کھول دوں۔"

اتنا کہہ کر وہ پھر فون پہ متوجہ ہوا۔

"ہاں سُن رہا ہوں بولتے رہو۔"

رمشا کا چہرہ بہت تیزی سے سرُخ ہو چکا تھا۔ وہ سکندر کے اتنے قریب تھی کہ اس کا دل کیا سانس بھی رُکنے سے لگی۔ عجیب سچیوشن میں ڈال دیا۔

اس نے رمشا کے بندھے ہوئے ہاتھوں پہ دباؤ ڈالا کہ شروع کرو۔ رمشا کیا کرتی اس نے تولیہ اُٹھایا اور اس کے بال ڈرائی کیے۔

••••••••••••••••••••••••••••••

وہ رمشا کے کمرے کے اندر داخل ہوئی تھی۔ اندھیرے کمرے کو گھورتے ہوئے وہ بستر کی طرف نگاہیں پھیر کر دیکھنے لگی۔ شاید وہ جو سب کچھ ہوا ایک خواب ہی ہو اور ان کی بیٹی بستر پہ لیٹی سو رہی ہو۔ وہ لائٹ کھولیں تو اس کا کمبل میں دبکا وجود ان کے اٹکی ہوئی سانسوں کو بحال کر دے۔ اپنے کپکپاتے ہاتھوں سے انھوں نے سوئچ سے لائٹ آن کیا۔ لائٹ نے پورے کمرے کو روشنی میں نہلا ڈالا اور ایک دم خالی بستر کو دیکھتے ہوئے ان کا دل کٹ گیا۔ رمشا نہیں تھی۔ انھوں نے لبوں کو زور سے دبا کر اپنی سسکی کا گلا گھونٹا۔ چلتے ہوئے اس کے بستر کے پاس آئی اور تھکے ہوئے انداز میں بیٹھی۔

اس کے بیڈ شیٹ پہ ہاتھ پھیرتے ہوئے وہ فارسی سے لکھے لفظ پڑھنے لگی۔ یہ بیڈ شیٹ رمشا نے خود بنائی تھی۔۔ پتا نہیں کیسے شزا کے ساتھ گئی تھی کہی اور اسی کے گھر جا کر اپنا کام کر کے واپس آئی اور بڑے جوش سے اس نے ماں باپ کو دکھایا۔ اس کی خاموش زبان اور چمکتی آنکھیں ان کے دل کو کیسا میٹھا سا احساس بخشتی تھی۔ لبوں پہ کھیلتی مسکراہٹ بتاتی تھی کہ وہ بہت زیادہ خوش ہے۔ اگر وہ زرا سا بولنے کی کوشش کر لیتے مگر دوسری طرف اس کی تکلیف سے بھرا چہرہ بھی ان سے برداشت نہ ہو پاتا۔ اُف رمشا ان کی جان ان کی زندگی جیسی بھی تھی ان کی تھی۔ پتا نہیں کون ظالم اسے اُٹھا کر لے گیا۔ کیا سلوک کیا ہو گا اس نے۔ رحم بھی نہیں آیا ہو گا اس پر۔

اپنے گیلے چہرے کو بے دردی سے رگڑتے ہوئے۔ وہ دراز کو ایسے کھول کر اس کی چیزیں دیکھنے لگی۔

ان کی بیٹی جتنی نیٹ اور پر فیکشن فریک تھی۔ شاید ہی کوئی ہو' اگر کوئی بھی کام اس کے مطابق نہیں ہوتا تھا تو بے چین سے رہتی تھی۔ جب تک وہ کام اسے کے مطابق نہیں ہو جاتا تھا تو سکون سے نہیں بیٹھتی تھی۔ وہ اس کے کمرے میں بھی کم آیا کرتی تھی کیونکہ رمشا کی سیٹنگ کو دیکھ کر انھیں الجھن ہوتی تھی تو وہ ٹھیک کرنے لگ جاتی تھی جس پہ رمشا میڈم اپ سیٹ ہوتی تھی مگر ظاہر نہیں کرتی تھی لیکن وہ بھی ماں تھی اس کی پھر انھوں نے اس کو جیسے چاہا ویسے کام کرنے دیا۔

ہائے کیا کیا سوچنے لگ جاتی ہیں وہ۔ اُٹھ کر الماری کھول کر اس کے کپڑے دیکھنے لگی آدھے سے زیادہ اس کے کالے کپڑے تھے۔ پتا نہیں ایک سال سے کیا شوق چڑھا تھا۔ کچھ بھی اُٹھاتی کالا ضرور ہوتا۔ اس کے کپڑے کو دیکھتے انھوں نے ٹھنڈی آہ بھرتے

ہوے اس کا بیگ دیکھا جو کونے میں بے ترتیبی سے پڑا کیا گرا ہوا تھا جس میں آدھے کاغذ اور پیپز باہر نکلے ہوئے تھے۔اونواس کی چیزیں سب ٹھیک ہونے چاہیے واپس آئے گی تو کیا سوچے گی۔امی نے اس کے کمرے کا خیال نہیں رکھا۔

انھوں نے اس کا بیگ نکالا اور کاغذ لپیپز اُٹھا کر وہ بستر کی طرف آئی جب نیوز پیپر کا چھوٹا سا پیس ان کے ہاتھ سے چھوٹ کر نکلا۔

"اوہو۔۔میں کیا کر رہی ہوں۔"

بیگ اور کاغذ بستر پہ رکھ کر وہ نیوز پیپر کا پیس اُٹھانے کے لئے جھکی تھی کہ وہ ایک دم ساکت ہو گئی۔

....

"بال کب کے ڈرائے ہو چکے ہیں محترمہ کیا گھونسلا بنانا ہیں۔"

وہ ایک دم سکندر کی بات پر ایک دم دُنیا سے لوٹی۔اس نے دیکھا سکندر بڑے پیار سے اسے دیکھ رہا تھا فارغ ہاتھ اس کے گرد حمائل بھی کر دیے تھے۔

"او سس سو۔۔سوری۔۔۔"

وہ ایک دم کنفیوزڈ ہو کر اس کے الجھے ہوئے بال دیکھنے لگی۔جو اس کے ماتھے پہ گرے ہوئے تھے۔

"مجھے یاد پڑتا ہے کہ میری ڈیریسٹ وائف نے مجھ سے ایک سوال پوچھا تھا۔"

اس نے چونک کر اب سکندر کی آنکھوں میں دیکھا۔

"وہی جب میں غصے سے پاگل ہوا تھا اور پوچھا تھا کہ سکندر اگر میری جگہ کوئی اور لڑکی ہوتی تو کیا آپ اس کی جان بچاتے۔"

وہ ابھی تک سکندر کی آنکھوں میں دیکھتی رہی۔سکندر اپنی بات کہنے لگا تھا لیکن اس کی آنکھیں اتنی اچھی لگ رہی تھی اس سے رہا نہیں گیا اس نے جھک کر اس کی آنکھوں پہ پیار کیا۔

"تم ایک ورس قسم کی ڈیسٹر یکشن ہو ہاں میں کیا کہہ رہا تھا جو چیز تقدیر نے نہ سوچی نہ چاہی تو پھر تم کیوں سوچ رہی ہو۔اللہ تعالی کو میرا پتا تھا کہ میں جس کا نہیں ہوں' اس کی مدد کرنا تو دور اسے آنکھ اُٹھا کر نہیں دیکھ سکتا یہ ہمت صرف تمھارے لئے دی کیونکہ تمھارے چہرے پہ صرف میرا نام لکھا تھا۔"

اُف اتنے خوبصورت باتیں وہ کیسے کرلیتا ہے یہ آدمی اگر خوبصورت عمل بھی کرتا تو کتنے بلند مقام پہ ہوتا۔

رمشا کی آنکھیں جھک گئیں۔سکندر نے تو اس کی بولتی ہی بند کر دی تھی

....

Do not copy without Author's permission

یہ تصویر سکندر حدید کی تھی۔ کالی شلوار قمیض' بلیک سن گلاسس لگائے مسکراتا چھایا ہوا لگ رہا تھا گر وہ لاہور کا سب سے بڑا غنڈہ نہ ہوتا تو وہ بھی اس خوبصورت نوجوان کو دیکھ کر ٹھہر جاتی لیکن اس کی تصویر رمشا کے پاس کیا کر رہی ہے۔ یہ تو اخبار کا کٹا ہوا پیس تھا۔ پورا اخبار ہوتا تو وہ اتنا نہ چونکتی مگر اس پیس کو اُٹھاتے ہوئے انھوں نے دیکھا تو سائڈ پہ لکھے رمشا کی خوبصورت ہینڈ رائیٹنگ میں' قربونت برم' نے انھیں اور عجیب سے احساس میں مبتلا کیا۔ انھیں فارسی نہیں آتی تھی ورنہ ان کی دُنیا گھوم جاتی اب بھی کوئی کم نہیں گھومی تھی۔ اس غنڈے کی تصویر اس کے کمرے میں کیا مطلب تھا۔

"کوئی پراجیکٹ ہو سکتا ہے۔۔۔ لیکن۔۔۔۔" ان کا دل پتا نہیں کیوں تیزی سے دھڑکنے لگا۔

"اُف کوئی اور نیوز چینل لگا لو مشی اسے بھا کو سُنتے ہوئے میں تنگ آگئی ہوں۔ روز اس کا کوئی نہ کوئی تماشا چل رہا ہوتا ہے۔"

"سکندر جیسے غنڈے کو عبرت ناک سزا ملنی چاہیے۔ ملک میں ایسے ناسور لوگ اگر دن بادن بڑھتے رہے تو پھر خدا حافظ پھر معصوم لوگوں کا کیوں انکل۔"

" صحیح کہہ رہی ہو بیٹا۔۔۔۔"

"ارے مشی کہاں جا رہی ہو۔۔۔"

اس کے چہرے پہ عجیب سی تکلیف اس وقت انھیں محسوس نہیں ہوئی مگر اب کیوں یاد آ رہی تھی یا اللہ جو وہ سوچ رہی ہوں ایسا ہرگز نہ ہو۔

※※※※※※※※※※※※※※※※※※※

"بختاور کہاں ہیں؟"

فریش ہو کر شرٹ کے بازو فولڈ کرتا وہ بک میں گم درینہ سے پوچھنے لگا جو اس کی بات پر سر اُٹھا کر اسے دیکھتے ہوئے بولی۔

"سو رہی ہے کافی تھکی ہوئی ہے۔ حنان؟"

"بولو؟"

"بختاور نے مجھے کہا کہ میں سکندر سے نفرت کروں گی جب مجھے پتا چلے گا کہ وہ رمشا کا شوہر ہے۔ اس نے ایسا کیوں کہا۔"

اوڈیم وہ تو بتانا بھول گیا بختاور کو اس نے درینہ کو نہیں بتانا کہ سکندر نے رمشا کو کیڈنیپ کیا ہے۔

"اصل میں اسے لگا کہ اس کے ماموں غنڈے ہیں تو اس بیس پر رمشا کی فیملی اس سے نفرت کرے گی۔ اس کی فیملی میں تم بھی آتی ہو اور تمھیں پتا ہے کہ سکندر کے کارنامے appreciable نہیں ہیں اور اگر جمال انکل اور رؤف انکل کو پتا لگے کہ ان کی بیٹی

' بھانجی کی شادی ایک ایسے غنڈے سے ہوئی ہے جو ملک کی بربادی کا باعث تو چاہیے اس نے رمشا کے لئے جتنا بھی کچھ کیا ہو۔وہ اسے پھر بھی بخشے گے نہیں۔"

"آپ بھی تو پولیس والے ہیں اس سب کے باوجود بھی تو آپ اسے سپورٹ کر رہے ہیں۔اسے چھوڑ نہیں رہے۔"

"کیونکہ میں اس کا دوست ہوں' بھائی کی طرح ہے وہ میرے لئے۔بھائی جتنا بھی بُرا ہو' غلط ہو مگر بھائی بھائی ہی ہوتا ہے۔رمشا کے ابو اور تمھارے ابو کا اس سے کوئی تعلق نہیں ہے ان کے لئے وہ ایک مجرم ہے داٹس اِٹ۔"

"حنان آپ اتنے casual ہو کر یہ سب باتیں کرتے ہیں لگتا نہیں ہے کہ آپ پولیس آفسر ہیں۔"

"کیونکہ میں سکندر کے لئے بالکل بھی نہیں ہوں۔۔میں ایک بے وقوف' گدھا' ایک چھوٹا بھائی ہوں اس کے سامنے۔"وہ کہتے ہوئے اس کے ساتھ صوفے پہ بیٹھا۔

"اب ایسا بھی نہیں ہے جتنا آپ کو میں نے ان پر حکم چلاتے ہوئے دیکھا تھوڑا سا سمجھا بھی دے کہ سدھر جائے وہ تو میری رمشا کے لئے کتنا اچھا ہو گا۔"

"تم کہہ رہی ہو کہ میں ایک شیطان سے کہوں کہ وہ سدھر جائے۔وہ میری باتیں سُنتا ہے صرف! عمل نہیں کرتا۔"

"لیکن وہ اچانک سے ایسے کیوں ہو گئے تھے حنان آپ نے مجھے بتایا نہیں تھا۔جہاں تک مجھے پتا ہے وہ ایک جینٹل مین انسان ہیں ۔جتنی عزت وہ کرتے ہیں لوگوں کی ان کو دیکھ کر نہیں لگتا کہ وہ ایک بُرے آدمی ہیں کوئی تو وجہ تھی جو یہ پوزیشن وہ سنبھالنے پہ مجبور ہوئے آئی سویر حنان یہ مجبوری میں نے ان کی آنکھوں میں دیکھی ہے۔"

حنان ایک منٹ کے لئے تو اس کی تیز نظروں پہ فریز ہو گیا وہ اتنے گہرائی میں کسی کو کیسے جانچ لیتی تھی۔حیرت تھی۔

"تم اس کی آنکھوں کو غور سے دیکھتی رہتی تھی جب وہ یہاں آیا کرتا تھا۔"

بات کو ہٹانے کے لئے اس نے گھورتے ہوئے درینہ کو کہا جس نے اس کی بات پر آنکھیں گھماتے ہوئے کہا۔

"اُف حنان آپ کی جیلسی سمجھ سے باہر ہے وہ میرے لیے ایک بھائی کی طرح ہیں۔رمشا کے ساتھ جب سے ان کا تعلق جڑا ہے تب سے وہ مجھے عزیز ہو گئے ہیں۔"

"ہونہہ باقی سب عزیز ہو گئے لیکن یہ نیا نیو لا شوہر اب تک عزیز نہیں ہوا۔"

اس نے آگے بڑھ کر درینہ کی چہرے پہ پھسلتی لٹ کو کھینچا۔

"آپ بھی نا اگر عزیز نہ ہوتے تو سارے فنکشن ریجیکٹ کر کے آپ کے ساتھ اس طرح سادگی سے نہ آتی۔"

"یہ بولو میڈم کہ رمشا اور حداد بھائی کی کشش کھینچ کر یہاں تمھیں میرے پاس لائی ہے۔اویں مجھ پہ احسان نہ جتاو اچھا خیر رات کو فنکشن میں کچھ ڈیسائڈ کیا ہے کہ کیا پہنا ہے۔"

•••••••••••••••••

"کیا ہوا اس وقت کیوں بلایا ہے مجھے۔"

بروٹس کے کہنے پر ہمر جو باہر کھڑا اس کے انتظار میں چکر کاٹ رہا تھا۔ایک دم رُک گیا مڑ کر دیکھا تو بروٹس اپنا ماسک پہنے کافی بے زار دکھائی دے رہا تھا۔

"وہ اس بچے کو ہوش آ گیا ہے۔"

"تو یہ بتانے کے لئے مجھے اتنی دور بلایا تھا۔"

اس کی آواز میں ہلکی سی ترشی تھی جسے ہمر نے اگنور کیا۔

"تم لوگ مجھے پورا پلان کیوں نہیں بتاتے اگر میں اب اس ٹیم کا حصہ بن چکا ہوں تو ایٹ لیسٹ پورا پلان سمجھاو میں نے کون سا مکر جانا ہے کرنا ہی ہے چاہیے مجھے اچھا لگے یا نہ لگے۔اس کو اُٹھانے کا کہتے ہو یہاں لانے کا کہتے ہو. یہ بھی تب جب میں تم سے پوچھتا ہوں کہ آگے کیا کرنا ہے۔"

"تو بکواب کیا چاہتے ہو؟"

"اس بچے کو کیوں کیڈ نیپ کیا اور اب کر لیا ہے تو کرنا کیا ہے وہ ہوش میں آیا تھا مگر میں نے اس ڈر سے کہ وہ شور نہ کرنے لگ جائے اسے دوبارہ انجیکشن دے دیا اب پھر آیا ہے تو مجھے سمجھ نہیں آئی کیا کروں کمرے میں بند کر کے میں منتظر ہوں کہ میں نے آخر کرنا کیا ہے۔"

"جو تمھیں بہتر لگے۔"

"میرے بہتر لگنے پہ چلو گے تو تم لوگ اپنا نقصان کرواو گے۔اس لئے بہتر ہے کہ اپنا پلان بتاؤ۔"اس نے دانت پیستے ہے بے نیاز بروٹس سے کہا۔

"کہاں پر ہے وہ؟"

"کمرے میں۔"

"چلو پھر دیکھتے ہیں اسے۔"ہمر کیا کرتا خاموشی سے بنا کچھ کہے چل پڑا تو بروٹس نے جلدی سے فون نکال کر اسے ٹیکسٹ کیا۔

"کام ہو گیا ہے بے فکر رہو۔ نہیں ابھی دیکھنے جاؤں گا تو ہی بتاؤ گا۔ غصہ بہت ہے۔ شکل سے لگ رہا تھا کہ ابھی دو سیکنڈ میں یہ ماسک چھین کر میرا چہرہ بگاڑ دے گا۔ پلان ہی عجیب ہے تمھارا پوری بات کیوں نہیں کن وے کرنے دیتے خیر واپس آ کر بات کروں گا۔ فون مت کرنا مجھے اوکے۔" وہ جلدی سے سینڈ کر کے اس کے پیچھے آیا۔

••••••••••••••••••••••

ایس لکھی شیلف پہ آکر اس نے ساری فائلز چیک کی لیکن سکندر نام کی کوئی فائل موجود نہیں تھی۔ ایسا کیسے ہو سکتا ہے۔ ڈیڈ نے اس کی کوئی تو فائل رکھی ہو گی۔ اتنے بڑے مجرم کی فائل ایک جج کی آفس میں نہ ہو ایسا تو ہو نہیں سکتا۔ فاروق نے پھر نظریں ایس والے شیلف پہ رکھیں اور پھر ایک دم ٹھہر گیا۔

"شیرِ داود! ڈیڈ نے سکندر کو شیر و بلایا تھا۔ مام نے بتایا تھا کہ اس کا نام سکندر نہیں ہے۔ چلو دیکھتے ہیں۔"

خود سے کہتا اس نے فائل نکالی اور کھول کر اس کی گیس بالکل صحیح نکلا کیونکہ سامنے سکندر کی تصویر لگی ہوئی تھی مگر یہ اس کی مڈ ٹونٹیز کی تصویر دیکھنے میں لگ رہی تھی۔ خیر چلو اچھا ہو گیا تو سکندر حدید اصل میں شیرِ داود سکندر ہیں۔ وہ اس میں لگی بے شمار کاغذ 'تصویریں' اور نیوز پیپر کے پڑے پیسس دیکھنے لگا۔

"چلو تمھیں پڑھتے ہیں سکندر حدید کون سے کارنامے انجام دیے ہیں آپ نے۔"

شیطانی مسکراہٹ اس کے لبوں پہ رینگی۔ فاتحانہ نظروں سے سامنے لگی اپنی باپ کی تصویر دیکھنے لگا۔

"ڈیڈ اب میں آپ کو پرو کروں گا کہ میں آپ سے بہت پیار کرتا ہوں۔ اس شخص نے آپ کو جتنی تکلیف دی ہے اس بدلے کا مزا سکندر حدید ضرور چکھے گا۔" عجیب سی آگ تھی جو اس کے اندر بڑھک رہی تھی۔ شاید حسد کی آگ تھی کہ ہونہار' پرفیکٹ بیٹے ہونے کے باوجود اس کے باپ نے آخر کیوں اس غنڈے کا نام اپنی بیہوشی میں لیا تھا۔ جس نے ان کو بدنام کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی' جس نے ان کا اور ان کی فیملی کا جینا حرام کر دیا تھا پھر اس کا نام لیا آخر کیوں؟ یہ چیز اس کی برداشت سے باہر تھی۔ فائل پہ نظریں جمائے وہ کرسی پہ آیا اور کیس سٹڈی کرنے لگا۔

•••••••••••••••••••••••••••••••••••

پنک لہنگے میں وہ اس قدر خوبصورت لگ رہی تھی کہ صوفے پہ سکندر جو بیٹھا تھا بالکل مسمرائز ہو کر اسے دیکھ رہا۔ اس کی لو دیتی عجیب نظروں کو جب رمشا نے محسوس کیا تو انگھوٹی پہنتے ہوے اس نے اپنا سر بے اختیار اُٹھایا تو اسے پوچھے بغیر نہ رہ سکی۔

"ایسے کِک کیا دیکھ۔۔۔رہے ہو؟"

سکندر نے اس کی بات پر گہرا طویل سانس لیا پھر آہستگی سے بولا۔

"جنت کی حور کو دیکھ رہا ہوں جو مجھ بد قسمت کو پتا نہیں کیسے مل گئی۔"

رمشا اسے دیکھتی رہی پھر گھور کر بولی۔

"کینڈنیپ کر۔۔۔۔۔۔۔ کے اپنی قسمت میں زبردستی۔۔۔۔۔ لا کر کہتے۔۔ ہو۔۔۔۔ کہ کیسے ملی۔"

سکندر ہنس پڑا۔

"قسمت مجھے تم تک لائی ہے اور کیسے لائی ہے اس بات پہ حیران ہوں اور اتنی جرات میرے اندر اس رب نے پیدا نہ کی ہوتی تو آج تم میری زندگی میں شامل نہ ہوتی۔"

"تو اللہ نے آپ کے لئے اتنا کچھ کیا ہے تو آپ ان کے سامنے آخر جھکتے کیوں نہیں ہے۔ وہ تو بس اتنا ہی چاہتے ہے اپنے بندوں سے اتنا مشکل کام تو نہیں ہوتا جتنا آپ لوگوں نے نماز کو بنایا ہے۔"

سکندر خاموشی سے اسے دیکھتا رہ گیا۔ کیا کہتا۔

اُٹھا اور اس کے پاس آیا نیوی بلیو سوٹ میں وہ بڑھی ہوئی شیو کے ساتھ کیپٹیوٹنگ لگ رہا تھا۔

مسکرا کر رمشا کو دیکھتے ہوئے اس نے سائڈ پہ پڑا اس کا کام والا دوپٹہ اُٹھایا اور اس کو احتیاط سے کھول کر اس کے سر پہ ڈالا۔

رمشا نے اسے آئینے میں دیکھا وہ ابھی تک مسکرا رہا تھا مگر اس کی آنکھیں سوچ میں گُم تھی۔ جیسے وہ کہی اور جہاں میں چلا گیا ہو۔

"دل نہیں چاہ رہا ہے کہ تمھیں اس روپ میں کوئی بھی دیکھے۔ کسی نے تمھاری تعریف کر دی تو خود پہ قابو رکھنا مشکل ہو جائے گا۔"

اس کے گال کو انگلی سے سہلاتا وہ بالکل مسمرائزڈ ہوا وا تھا۔

میں بھی نہیں چاہتی کہ ان کالی آنکھوں کے علاوہ کوئی مجھے دیکھے۔ یہ رمشا کا دل کہہ رہا تھا۔

"یار یہ بیٹ رُک کیوں نہیں رہی ایسا قاتلانہ روپ تو مجھے بیٹھے بیٹھے لگ رہا تھا کہ ابھی مار دے گا۔"

رمشا کا مسکراتا چہرہ ایک دم اس کی بات پہ بجھ گیا۔

"سکندر۔۔۔۔ آپ۔۔۔ مرنے سے کچھ۔۔۔۔ ہٹ کر۔۔۔ نہیں بات کر سکتے۔۔۔۔"

اس دفعہ لڑنے کے بجائے اس نے سمجھاتے ہوئے مڑ کر سکندر سے کہا۔ سکندر اسے دیکھتا رہا پھر ایک گھٹنے زمین پہ رکھتا اس کا ہاتھ تھام چکا تھا۔ اس کی دی ہوئی انگھوٹی کو گھماتے ہوئے بولا۔

"ایک بات بتاؤ جب وہ میچ کا دن تھا اس وقت مجھے اتنی زور سے تھپڑ کیوں مارا تھا۔"

"یہ۔۔۔ آپ اتنی۔۔ پرانی۔۔۔۔ بات۔۔۔ یاد کر کے میرے سے سوالات۔۔۔ کیوں کر رہے ہیں۔"

"بس جن سوال کے جواب مجھے اس وقت چاہیے تھے تم نے اپنے اینٹکس سے موقع ہی نہیں دیا اس لئے پوچھ رہا ہوں۔"

"مجھے اگر اس۔۔۔۔۔ تھپڑ کے۔۔۔ حوالے۔۔۔ سے پوچھے۔۔۔ گے کہ۔۔۔ ایک دفعہ۔۔۔۔ بھی مجھے۔۔۔ یہ حرکت۔۔۔۔ کرتے ہوئے۔۔۔ شرمندگی۔۔۔ نہیں محسوس ہوئی۔۔۔۔ تو آئیم۔۔۔ سوری میں۔۔۔ نے وہ بالکل۔۔۔ ٹھیک کیا تھا۔۔۔ میری زندگی۔۔۔۔ چھیننے والے۔۔۔۔ اگر آپ بھی۔۔۔ ہوگے تو میں آپ۔۔۔ کو بھی۔۔۔۔ نہیں بخشوں گی۔۔۔۔۔"

اس کی بات پہ سکندر کے چہرے پہ گہری مسکراہٹ پھیلی۔

زرا سے اُٹھ کر اس کی ناک اور گال چھوتے ہوئے بولا۔

"یو میک می سوچ ہیپی رے۔" رمشا ایک بار پھر سر ہوتے ہوئے چہرہ جھکا چکی تھی۔ سکندر ہنستے ہوئے اس چہرے کے ایک ایک نقوش پر اپنی پیار کی مہر چھوڑنے لگا۔

....

"یار یہ لہنگا جتنا آپی کو جچ رہا تھا۔ میں تو صحیح کارٹون لگ رہی ہوں۔ کیا کروں اتنا ٹائیٹ بلاوز ہے ایک کام کرتی ہوں دوپٹے کو پھیلا کر سیفٹی پن لگا لیتی ہوں۔ سیفٹی پن بھی نہیں ہے میرے پاس درینہ آپی کے پاس ہوگی۔ میک بھی ہوگیا' بال بھی کرل ہو گئے۔ جولیری پہنوں ؟ ایک تو میرا آدھا سامان گھر پہ ہے وہاں جا کر دیکھتی ہوں تب تک تو یہی چھوٹے ٹاپس پہن لیتی ہوں۔۔"

آئینے میں خود کو سر تا پا جائزہ لیتے ہوئے وہ چھوٹا سا باکس اُٹھا کر اپنے لئے ٹاپس دیکھنے لگی۔

"کوئی کام کے نہیں ہیں۔ اُف اللہ ایک تو ماما کو اتنے انھو کے طریقے سے شادی ضرور کرنی تھی۔ دیکھنا میرے کزن ہوگے تو اپنے سارے ارمان پورے کروں گی۔ میرے دونوں ماموں نے تو کوئی کسر ہی نہیں چھوڑی شادی بھی بھلا ایسی ہوتی ہے۔ میرے والے نے بھی اگر ایسا کیا تو بس اس کا حشر کر دوں گی لیکن جس طرح ماما ہیں مجھے نہیں لگتا کہ میری شادی ہو پائے گی تو اپنا سوچنے کا کوئی فائدہ نہیں ہے ایک تو میں بھی کیا بولنے لگ جاتی ہوں۔

بختاور خود سے باتیں کرنا بند کرو۔"

خود سے بات کرتے ہوئے ایک دم اس نے اپنے آپ کو دوبارہ آئینے میں دیکھا اور تنبیہ لہجے میں کہہ کر اس نے دوپٹہ پھیلا کر چھوٹا سا پرس اُٹھایا اور خود کو اوکے کہہ کر باہر نکلی۔

اس کا کمرہ فرسٹ فلور پہ تھا جبکہ حنان اور درینہ کا کمرہ نیچے والے پورش میں تھا۔ اس کے بالکل سامنے حداد کا روم تھا جو کہ اس فی الحال کے لئے بالکل بھی نہیں پتا تھا۔ دوپٹہ درست کرتی وہ نیچے کی طرف جانے لگی تھی جب اس لگا اس نے کسی کی آواز سُنی ہے

۔ایک دم اپنے قدم روکتی اس نے گھوم کر لاؤنج کو پھر ارد گرد دیکھا۔وہ مڑنے لگی تھی جب اس نے ایک بار پھر ایسی عجیب آواز سُنی۔اب وہ ایک دم چونک پڑی۔تھوڑا سا گھبرا بھی گئی کہ کون ہے یہاں پر۔

"ہانی ماما؟"

اس نے زرا اونچی آواز میں حنان کا نام لیا۔اس پھر کسی کی 'ششش' کرتی ہوئی آواز سُنائی دی۔

"کوئی ہے؟ یہاں پر۔"

وہ زراہمت کرتے ہوئے لاونج کے سائڈ پہ ایک چھپے کونے کی طرف آئی جہاں سے سلائیڈنگ ڈور کے ذریعے اوپر چھت کا راستہ جاتا تھا۔اس لگا شاید وہاں کوئی ہے۔

"کوئی حملہ کرنے والا دوبارہ تو نہیں گھس گیا نہیں ہانی ماما نے مجھے پورا گھر چیک کروایا تھا سب جگہ سیف ہے کوئی اندر گھستا ہے تو گھر میں الارم بجنے لگ جاتا ہے۔میرا وہم ہوگا۔"

وہ کونے کے قریب آتے ہوئے خود سے بولی اور جانے لگی جب کسی کے ہاتھ ایک دم منظر کے سامنے آئے اور اس کے بازو پکڑ کر اسے زور سے گھسیٹ کر اسے دیوار کے ساتھ لگایا اور فوراً سے اس کے منہ پہ ہاتھ رکھا کیونکہ بخت چیخنے لگی تھی۔

"آواز مت نکالنا!!! "

سخت پھرتیلی' دبی آواز پر بخت کی ایک دم سانسیں رُک گئیں۔۔۔یااللہ کوئی واقعی اندر گھس گیا ہے۔

وہ جو کوئی شخص تھا بے حد لمبا اور مضبوط بلٹ کا تھا تو اس بندے کی گرفت ایک تو وہ بالکل چھپ گئی تھی دوسرا وہ مزاحمت بھی نہیں کر سکتی۔ڈر سے چہرہ سفید اور پسینے سے چھوٹنے لگا۔ہانی ماما نے تو کہا تھا کہ وہ ان کے گھر میں سب سے زیادہ محفوظ رہے گی جبکہ زیادہ محفوظ تو اپنے ماما کے گھر تھی کسی نے اس طرح ہاتھ لگانے کی ہمت نہیں کی تھی اور یہاں۔

"کون ہو تم؟"

اس نے ہلکی سی روشنی میں اسے لڑکی کو سرتاپا دیکھا اور پھر آہستہ سے ایک بار پھر سخت لہجے میں پوچھا۔بختاور نے زرا سا اس کی گرفت سے جھٹکنے کی کوشش کی مگر یہ آدمی بیسٹ تھا۔"ہلو مت ورنہ انجام اچھا نہیں ہوگا۔"

بخت نے اپنا ہاتھ بامشکل نکالا اور اس کے ہاتھ اپنے لبوں سے ہٹائے لیکن کوئی فائدہ نہیں تھا۔اس نے گن اس کی کنپٹیوں پہ رکھ دی تھی۔۔

بخت کا دل اچھل کر حلق میں آگیا۔یہ ضرور وہی ہے جس نے ماما کے گھر حملہ کیا تھا۔

"اگر تم نے ہلکی سی آواز نکالی میں تمھارے لڑکی ہونے کا بھی لحاظ نہیں کروں گا سمجھی!!"

گن کی نال اس کی کنپٹی پہ ہلکا سا دباتے وہ سرد لہجے میں بولا۔ بخت تو بالکل فریز ہو گئی تھی۔ اسے سمجھ نہیں آئی وہ کیا کرے۔

"سمجھی!!!"

اس نے دوبارہ زور دیتے ہوئے کہا تاکہ وہ اپنا سر ہلائے۔ بخت نے تیزی سے اپنا سر ہلایا تو اجنبی نے اپنے ہاتھ لبوں سے ہٹائے بخت نے لمبا گہرا سانس لیا۔

"کون ہو تم؟" اس نے بختاور کو ابھی تک گھیرے میں لیا تھا تاکہ وہ بھاگ نہ سکے۔ بختاور نے آہستگی سے کہا۔

"مم مجھے۔۔ چھوڑ دیں۔۔۔۔ پلیز۔۔"

وہ اس اجنبی کو اندھیرے کے باعث دیکھ نہیں سکتی تھی البتہ اجنبی ہلکی سی روشنی اس کے چہرے پہ پڑتی دیکھ سکتا تھا۔

"میرے سوال کا یہ جواب نہیں ہے کون ہو تم اور اس گھر میں کیا کر رہی ہو؟" بختاور کو اس کی اس بات پہ غصہ چڑھا۔ یہ کون ہے اور اس طرح کے سوال بھلا کون پوچھتا ہے۔ اگر اس کے ہاتھ میں گن نہ ہوتی تو اس کی صحیح عقل ٹھکانے لگا دیتی۔

"مجھے بے وقوف سمجھا جب اس گھر میں تم گھس سکتے ہو تو میرے بارے میں نہیں پتا ہوگا۔ دیکھو مجھے چھوڑ دو ورنہ میرے ماما کو تم جانتے نہیں ہو۔" اس کی بات پہ ایک دم اس کی بولتی بند ہو گئی جب اجنبی نے اس کے دائیں بازو پہ زور دیا تاکہ وہ اپنا منہ بند کرے۔

"سنو میری بات لڑکی!!! تم جو کوئی بھی ہو مجھے فرق نہیں پڑتا نہ ہی مجھے تمھارا اور تمھارے ماما کے بارے میں جاننا ہے ہاں لیکن دیکھنے میں لگ رہا ہے کہ تم بڑی کام کی بندی ہو۔ اس لئے میں جو کہوں گا وہ تمھیں کرنا ہوگا۔" بختاور اس کو دیکھتی رہ گئی۔ اس نے اپنا بازو چھڑانے کی ایک اور بار کوشش کی مگر اس نے تو اور اپنی گرفت مضبوط کر دی۔ وہ چاہ کر بھی اس سے مقابلہ نہیں کر سکتی آفٹر آل وہ ایک سترہ سال کی چھوٹی سی لڑکی تھی۔

"میں تمھارا کام کیوں کروں گی کون ہو تم کیا چاہتے ہو تم وہی ہو جس نے میرے ماما کے گھر پہ حملہ کیا تھا۔ اگر ایسا ہے تو اس کا انجام بہت برا ہوگا۔"

"اگر تم نے اپنا منہ بند نہ کیا تو میں سچ مچ تمھارے ماما کی لاش تمھارے سامنے پھینک دوں گا۔"

وہ اب دبا سا غرایا کہ بختاور کو چپ ہونا پڑا یہ آدمی بہت خطرناک اور وحشی تھا اسے معلوم ہو گیا تھا۔

"تم میرا کام کرو گی اگر نہیں کرو گی تو اس گھر کے سب افراد کے نقصان کی زمہ دار صرف تم ہو گی بولو!!!" یہ آخر ہو کیا رہا ہے۔ وہ سمجھی کہ کوئی کیڈنیپر' چور یا ڈاکو ہو گا لیکن یہ عجیب مخلوق اس سے کوئی کام کروانا چاہ رہی تھی۔ ایک چھوٹی لڑکی سے جو صرف اپنے ماما کے گھر تک شیر تھی۔ نہیں وہ اپنی کمزوری نہیں دکھائی گی۔ اس سے یہ شخص اور شیر ہو گا۔

"کیا کرنا ہے؟"

"کافی سمجھدار ہو آئی لائیک اِٹ۔"

اس نے گن والا ہاتھ نیچے کیا اور جیب سے فٹافٹ ایک چیز نکال کر اس کے سامنے کی بختاور کو دکھائی نہیں دی کہ کیا چیز ہے۔

"یہ کیا ہے؟"

"اسے ائرینگز کہتے ہیں جو کہ تم پہنو گی اسے تب تک نہیں اُتارنا جب تک میں نہیں کہوں گا۔ باقی تم نے میرے بارے میں کسی کو بتایا تو پھر تیار رہنا۔"

"کس چیز کے لیے

For consequences

اس نے بختاور کے دونوں بازو چھوڑ دیے اور اس کے ہاتھ میں زبردستی ائیر نگز تھمائے۔

"یاد رکھنا۔"

دھمکی آمیز لہجے میں کہتا وہ سائڈ پہ ہوا بخت نے ایک دم تیزی سے پوچھا۔

"کون ہو تم؟" وہ جانے لگا تو ایک دم بخت کے کہنے پہ رُک گیا۔

"تم مجھے Hercules کہہ سکتی ہو؟"

"Hercules؟ یہ کیسا نام ہوا؟"

اس نے ائیر نگز کو دیکھ پھر اس کی چوڑی پُشت کو دیکھتی ہی الجھ کر کہا۔

"کیوں نام نہیں ہے۔"

وہ اتنی دیر پتا نہیں کیوں کھڑا تھا۔

"نام ہے مگر عجیب سا نام ہے۔"

اس ہر کولیس نامی شخص نے آگے سے کچھ نہیں کہا اور سلائیڈ نگ ڈور کھول کر چلا گیا۔

بختاور ایسی کھڑی رہی یہ پورے پندرہ منٹ آخر ہوا کیا تھا۔ کون تھا یہ شخص اور اس نے کون سا کام دیا یہ ایر رنگز پہنا مطلب کے سریسلی! ایسا انھو کا آدمی دیکھا تھا۔ اس کا مقصد کیا تھا؟ وہ اس طرح بالکل سوچ میں گُم دیر تک کھڑی رہتی اگر اسے حنان کی آواز نہ سُنائی دیتی۔

"جی جی آئی ماما۔"

وہ جلدی سے خود کو سنبھالتی یہاں سے تیزی سے بھاگی مگر اس کا ذہن ہر کو لیس میں اٹکا ہوا تھا۔پہلے لمحے اسے بہت ڈر لگا تھا دوسرے لمحے وہ بالکل ریلیکس تھی۔کیا تھا یہ؟

•••••••••••••••••••••••••••••••••••••

رُکوں ایک دم ہی اُٹھ پڑی ابھی تو تم پورا تیار ہی نہیں ہوئی۔۔"

جیسے ہی رمشا اُٹھنے والی تھی سکندر نے اس کا ہاتھ بے اختیار پکڑ کر اسے روکا تھا۔

"پورا تیار۔۔۔تو ہو چکی۔۔ہوں میں۔۔اب کیا رہتا۔۔"

رمشا نے الجھ کر اسے دیکھا جو مسکراہٹ دباتا اُٹھا اور سامنے پڑا باکس اُٹھا کر اس کے سامنے آیا۔رمشا نے اسے دیکھا پھر اس کے ہاتھ میں موجود بڑے سے باکس کو۔

"یہ۔۔کیا ہے۔۔۔؟"

"کھول کے دیکھ لو۔"

رمشا نے باکس کو نا سمجھی سے پکڑا اور اسے کھولا تو پنک پیپر کے اندر کچھ خاص چیز لپیٹی ہوئی تھی۔

پیپر کو چھوٹے سے ہارٹ والے سٹکرز سے ہٹاتی۔اس نے پیپر ہٹایا تو ایک منٹ کے لئے رُک گئی سر اُٹھا کر اس نے سکندر کو دیکھا جس کی آنکھوں میں چمک اور لبوں پہ مسکراہٹ تھی۔ہاتھوں سے اس نے ڈسٹ پنک کلر کا برائڈیل ویل نکالا جو کہ بہت خوبصورت تھا۔

"یہ کس۔۔۔لئے سکندر؟؟؟"

سکندر نے ہلکہ سا گھورا۔۔۔اور پھر اس کے ہاتھ سے باکس لے کر سائڈ پہ رکھتا بولا۔

"میں بالکل نہیں چاہتا کہ آج کے سپیشل دن میرے ہاتھوں کسی کا قتل ہو تو اس لئے یہ کرنا بہت ضروری ہے۔"

"مگر۔۔۔یہ۔۔"

"تمھیں اعتراض ہے تو بتا دو۔"

رمشا خاموش رہی وہ اسے ایسے فیل کروا رہا تھا جیسے وہ بہت خوبصورت ہے سب کی نظریں اسی کی طرف جائے گی اور پھر ہٹے گے نہیں۔

سکندر نے اس کا گھونگھٹ سیٹ کیا پھر اسے دیکھا تو اس کے ماتھے کے بل دیکھ کر رمشا نے الجھ کر اسے دیکھا۔

"کیا ہوا؟"

"اس میں تو صاف صاف نظر آرہا تمھارا چہرہ اور تم۔۔۔" وہ رُک کر اسے دیکھنے لگا۔

"میں کیا۔۔"

"تم تو اور breath taking لگ رہی ہو۔ایک کام کرتے ہیں یہی بیٹھ جاتے ہیں کھانا ہی سب نے کھانا ہے ہیں نا۔دولہا دولہن کو دیکھنا ضروری ہے۔"

"سکندر!! کیا۔۔۔ہو گیا۔۔ہے آپ کو۔آپ کے علاوہ کسی۔۔۔نے مجھے ویسے۔۔۔ بھی نہیں۔۔دیکھنا۔۔کیونکہ لوگوں کو ویسے بھی اپنی جان۔۔۔پیاری ہے۔۔۔"

وہ گھونگٹ میں اسے دیکھتے ہوئے مسکراتے ہوئے بولی۔جہاں عجیب سی بے چینی اس کے چہرے پہ رقم تھی۔

"مجھے بھی یہی کلر چُننا تھا۔اس پہ تو ویسے ہی بے اختیار نظریں پڑتی ہیں۔"

"آپ کا۔۔۔کچھ نہیں۔۔ہو سکتا۔۔۔ چلیں سب۔۔۔انتظار۔۔کر رہے۔۔ہوں گے۔۔"

اس نے سکندر کا ہاتھ پکڑا جس کا کہی سے بھی موڈ نہیں لگ رہا تھا وہ کمرے سے نکلے۔گھر کے پچھلے لان میں تقریب رکھی تھی۔جس میں کچھ سپیشل لوگ ہی تھے۔اس کے علاوہ اور کوئی غیر ضروری بندہ نہیں تھا۔ویسے ہی وہ کسی کو بلانے کا رسک نہیں لے سکتا تھا جس سے کوئی رمشا کے حوالے سے اطلاع باہر والوں کو دیتا۔

"تو پھر جو کچھ ہو گا اس کی زمہ دار تم ہو گی۔"

وہ اپنے unreasonable شوہر کو دیکھنے لگی۔جو کافی بگڑا ہوا دکھائی دے رہا تھا۔۔ایک تو اس کا موڈ اتنی جلدی کیوں بدل جاتا تھا۔

"ایسا کچھ۔۔۔ نہیں ہو گا۔۔۔آپ ایسا۔۔کچھ نہیں کریں گے۔۔ جس سے میں اپ سیٹ ہو گی۔"

سکندر دل شکن انداز میں مسکراتے ہوئے اس کو دیکھنے لگا۔

"خود پہ اتنا کنفیڈنس!!"

"خود پہ نہیں۔۔۔۔آپ پہ ہے۔۔۔ کنفیڈنس اور۔۔۔آپ مجھے۔۔مایوس نہیں کرے گے۔۔۔"

"میڈیسن کھائی تھی تم نے؟اس سے زرا سی تکلیف کم ہے کہ نہیں؟"

"آدھا گھنٹہ اریٹیشن فیل ہوئی تھی اب ٹھیک ہے۔"

"ہوں۔۔۔۔"

وہ اس کے چہرے کو دیکھنے بعد اپنے دوسرے ہاتھ سے فون نکال کر لیزا کو میسج کرنے لگا۔

"ایر ٹیشن سیم پرابلم۔" اور پھر فون پاکٹ میں رکھ کر اس کو بولا۔

"آج تمھارے لئے ایک سپرائز ہے۔ پلیز اس سپرائز کو دیکھ کر تم ایسے مت ہو جانا کہ تم پر میں نے ظلم کے پہاڑ توڑے ہیں اور گلے شکوے بالکل مت کرنا۔"

رمشا کو اب اس کی بات پر خود کو روکنا پڑا۔

"کون۔۔ سا سپرائز۔۔۔"

"مشی!!!"

رمشا نے ایک دم مڑ کر کروڈیور کے انٹرنس کی طرف دیکھا تو درینہ کو تیزی سے اس کی طرف آتا ہوا دیکھ کر وہ ایک دم فریز ہو گئی۔

"ع عینہ!! "

سکندر نے اس کا ہاتھ چھوڑ دیا تو رمشا نے اسے دیکھا تو مسکرا کر اسے اشارہ کیا کہ جاؤ اس سے ملو۔۔۔

••

"اوہو دولہے صاحب آئے ہیں بڑے چمک رہو ویسے شیو کیوں نہیں کی۔"

سکندر کو دیکھ کر بلیک سوٹ میں چارمنگ سے حنان نے سکندر کو گلے لگاتے ہوئے کہا۔

"اسے میرا کیلن شیو والا روپ نہیں پسند۔ تم سُناو میری بیٹی ٹھیک تھی اور ہیں کہاں وہ محترمہ؟"

"کبھی مسکرا کر بھی مجھ سے بات کر لیا کرو کیا صرف مسکراہٹ بیوی کے لئے ریزرو کر لی ہے۔ کمرے میں گئی ہے بے چین سی دکھ رہی تھی۔ ویسے ٹھیک ہے۔"

جیبوں میں ہاتھ ڈالے وہ سکندر سے بولا جو اِدھر اُدھر دیکھ رہا تھا۔

"اپنا جمالی نہیں دکھائی دے رہا کارڈ تو ہم نے اسے بھیجا تھا۔"

وہ شرارت سے حنان کو دیکھتے ہوئے بولا جس نے بے اختیار آنکھیں گھمائیں۔

"سکندر شرم کرو میرا سسر ہے وہ اور درینہ یہی آس پاس ہے۔ وہ جو تمھاری تھوڑی بہت عزت کرتی ہے وہ بھی نہیں کرے گی۔"

"دعا کرو میری بیوی کا منہ بند رہے ورنہ اس میں کوئی شک نہیں وہ میری عزت آج کے بعد ہرگز نہیں کرے گی۔"

وہ پر سوچ انداز میں اندر کی طرف دیکھتے ہوئے بولا۔ حنان نے چونک کر اسے دیکھا۔

"کیوں؟"

"ارے ارے بجائے مجھے چُپ کروانے کے خود میڈم رونے لگ گئی مشی میری طرف دیکھو سارا میک اپ خراب کرو گی۔ سکندر بھائی کا موڈ آف ہو جائے گا۔"

مگر رمشا چُپ ہی نہیں ہو رہی تھی۔ تو درینہ کو اسے الگ کرنا پڑا۔

"بس تکلیف دے رہی ہو اپنے آپ کو چُپ۔"

"امی!! درے امی۔۔۔۔۔ کیسی ہیں۔۔۔ ابو۔۔۔"

اس کی آواز سُن کر درینہ ایک دم ساکت ہو گئی یہ رمشا نے ہی بولا ہیں نا۔

"درے بتاؤ۔۔۔ مجھے۔۔۔ ماما۔۔ بابا۔۔ ٹھیک ہیں نا۔۔۔ بتاؤ۔۔۔؟"

وہ تو اسے دیکھ نہیں رہی تھی اس کے ہلتے ہوئے لبوں سے نکلتی ہکلاتی آوازیں۔ اسے ساکت ہونے پر مجبور کر گئی تھی۔

"اتنی دیر لگا دی دونوں نے تمھیں لگتا ہے کہ کیا ہوا ہو گا؟

سکندر نے جوس کا سپ لے کر اسے دیکھا تو بے نیازی سے کندھے اچکائے۔

"میں بالکل نہیں سوچ رہا اگر سوچنے لگ گیا تو فوراً اس کا مومنٹ خراب کروں گا اور اسے اپنے ساتھ لے آؤں گا آپی کو نہیں بلایا تم نے؟"

"میں اور میری بیوی آ گئے ہیں اتنا کافی نہیں ہے تمھارے لئے۔"

اس نے ناک سے مکھی اُڑاتے ہوئے اسے گھورتے ہوئے کہا۔

"آپی کا میں فیورٹ بھائی ہوں اور آج میرا ولیمہ ہے اور وہ یہاں موجود نہیں ہیں تو تمھیں نہیں لگتا یہ زیادتی ہے میرے ساتھ۔"

"بہت!! ایک کام کیوں نہیں کیا تم نے اپنے فادر اور فیملی کو ہی بلا لیتے پورا فنکشن میں چار چاند لگ جاتے۔"

اس کی بات پہ سکندر کے منہ کے زاویے بگڑ گئے۔

"میرا کوئی باپ نہیں ہے اور میری فیملی جو بھی ہے یہی ہے۔"

"ایک بیوی اور بھانجی۔ بس!!"

وہ اسے چڑا رہا تھا۔

"بچے بھی ہو جائے گے۔ وہ دن بھی دور نہیں۔" وہ ایک دم سوچتے ہوئے مسکرایا۔

"خاصے بے شرم آدمی ہو۔"

" بچوں کی خواہش کرنا کہاں سے بے شرمی ہے۔ تمھارا کوئی ارادہ نہیں ہے ؟"

"خواہش میں کر سکتا ہوں تم جیسے آدمی نہیں دو معصوم کم ہے جو تمھاری زیادتیاں برداشت کر رہی ہیں کہ مزید اس دُنیا میں اور بیچاروں کو لے آو تا کہ وہ بھی تم سے بھی زیادہ بڑے غنڈے بنے۔"

سکندر کو سگریٹ کی طلب ہو رہی تھی اس نے پیکٹ نکالا اور کہا۔

"میرا بزنس پھر کیا تم سنبھالو گے۔ایس پی صاحب۔"

اس نے سگریٹ جلائی اس نے دیکھا درینہ تیزی سے چلتے ہوئے ان کی طرف آ رہی تھی۔وہ ایک دم اس کے چہرے کے تاثرات کو دیکھ کر چونکا پھر اسے اُٹھنا پڑا کیونکہ رمشا تیزی سے چلتے ہوئے درینہ کے پیچھے آئی تھی اس کا گھونگٹ اُٹھا ہوا تھا اور اس کی آنکھیں سوجی ہوئی اور سُرخ تھیں۔

اس کو اُٹھتا ہوا دیکھ کر حنان نے اسے دیکھا۔سکندر نے تیزی سے سگریٹ نیچے پھینک کر جوتی سے مسلا۔درینہ سیدھا ان کے پاس آئی مگر وہ دیکھ صرف سکندر کو رہی تھی۔سکندر اس کی عجیب نظروں پہ گڑبڑا ضرور گیا تھا مگر خود کو کمپوزڈ رکھا۔

"آپ کون ہیں؟"

اس نے ایک دم حنان کی طرف دیکھا وہ بھی اسے تیزی سے دیکھنے کے بعد درینہ کو دیکھنے لگا۔

"عینہ۔۔۔۔"

"آپ کے لئے ہم نے' میرے ابو اور رمشا کے امی ابو نے آخر کیا کیا ہے؟"

"درے کیا بولے جا رہی ہو۔کیا ہوا ہے ؟

"اس لڑکی نے کیا کیا آپ کے لیے جو آپ نے۔۔۔۔"

اس سے بات مکمل نہ ہو سکی اور اس نے سکندر کے بازو پہ سر رکھ کر رونا شروع کر دیا۔

سب ایک دم بوکھلا گئے جبکہ سکندر فریز ہو گیا۔

"یو ر ہیرو سکندر بھائی وہ لڑکی کسی کی خاطر نہیں بولی اس نے بولنا شروع کیا تو اس میں یقیناً آپ کا ہاتھ ہے۔اگر آج اس کے امی ابو میری جگہ ہوتے تو وہ آپ کی بُری شناخت کے باوجود آپ کو ہیرو کہتے آپ بہت اچھے ہیں سکندر بھائی۔۔ہم لوگ بُرے ہیں ہمیں اچھے لوگوں کی پہچان ہی نہیں رہی۔"

سکندر کو ایک دم اپنی آنکھوں میں جلن محسوس ہونے لگی۔

"تم اچھے ہو دِاود بس تمھاری اچھائی بہت کم لوگوں کو دکھائی دیتی ہے اگر ساری دُنیا کی آنکھوں سے یہ برائی کی پٹی ہٹ گئی ناتو دیکھنا سب کی آنکھوں میں تمھارے لئے فخر ہو گا۔"

صوفی کی آوازیں اسے کمزور کر رہی تھی اور بھافی الحال اپنے آپ کو سب کے سامنے کمزور نہیں کرنا چاہتا تھا۔

"میں ابھی آیا حنان اسے سنبھالو۔"

اس نے بڑی آہستگی سے روتی ہوئی درینہ کو حنان کے حوالے کیا۔اس نے رمشا کو نہیں دیکھا اور تیزی سے مڑ گیا۔

سگریٹ کے کش لیتے ہوئے اس نے گہرا سانس لیا اور نیچے روشنیوں سے بھرے ماحول کو بڑی اجنبی نظروں سے دیکھا۔

"آپ صوفی پہ دوبارہ ہاتھ نہیں اُٹھائیں گے ڈیڈ۔"

"شیرو!!"

"کیا کہا تم نے۔"

"میں نے کہا ڈیڈ آپ صوفی پہ ہاتھ نہیں اُٹھائیں گے۔ورنہ انجام اچھا نہیں ہو گا۔"ایک زوردار تھپڑ حدید عالم نے سکندر کے چہرے پہ مارا تو وہ ایک دم ہوش میں آیا پھر اسے ایک دم احساس ہوا کہ دو نازک بازو اس کی کمر کی گرد حمائل ہوئے وے تھے اور اس کا سر اس کی چوڑی پشت پہ ٹکائیں وہ بالکل چُپ اس کی خاموشی کو سُن رہی تھی۔

"میں بالکل بھی ہیرو نہیں ہوں رمشا میں ہیرو کبھی بھی ہو نہیں سکتا۔"

"تو۔۔۔میں نے۔۔۔کون سا کہا ہے۔۔۔"

اس کی آہستگی سے کہنے پر وہ ہنس پڑا۔

"تو میں کیا ہو؟"

"آپ بس سکندر ہیں۔۔۔رے کے ہزبنڈ ہیں۔۔۔اور ہاں آپ جینٹل مین سنر بھی ہیں۔۔۔۔مجھے۔۔ہیرو ویسے بھی۔۔ نہیں چاہیے۔"

"رے میں نے آخر تمھارے لئے کیا کیا ہے جس پہ مجھے درینہ ہیرو کہنے لگی۔"

"مجھے۔۔۔مل سکتی ہے۔۔سگریٹ۔۔۔"

وہ اس کی بات بدلتے ہوئے اس کو چھوڑتے ہوئے پیچھے ہو کر بولی۔سکندر نے مڑ کر اس کے گلابی مکھرے کو دیکھا۔

Stubborn lady

سکندر کے کہنے پر رمشا نے اس کے ہاتھ سے سگریٹ لی اور پھینکی۔

Raving ......old ......man

" اولڈ مین؟ بتاؤں میں تمھیں۔"

اس نے کہتے ہوئے رمشا کو پکڑا اور کھینچ کر اپنے سامنے کیا۔

"اولڈ مین ہی۔۔۔تو۔۔۔۔ہیں۔۔۔میرے سے۔۔۔۔تیرہ سال بڑے۔۔۔۔ہیں اور غصہ۔۔۔بھی بزرگوں۔۔۔۔کی ۔۔۔۔۔طرح۔۔۔جلد آتا ہے۔"

"بوڑھے لوگ رومینٹک بھی بہت ہوتے ہیں یہ تم جوان لوگ کیا جانو۔"

اس نے جھک کر کہتے ہوئے ایک دم شرارت کی۔ رمشا بوکھلا گئی۔

"سکندر!!"

"میں اب بالکل نیچے نہیں جانے والا لوگ کھانا کھا کر میری طرف سے بھاڑ میں جائے۔"

اسے بازو میں لیتے ہوئے اسے چھوڑنے کے موڈ میں بالکل نہیں لگ رہا تھا۔

"سکندر۔۔۔۔کوئی آگیا نا۔۔۔تو میں۔۔۔آپ کا۔۔۔حشر کر دوں گی۔۔۔"

وہ اسے دھکیلتی ہوئی غصے سے بولی البتہ اس کا چہرہ پورا کا پورا سُرخ ہو گیا تھا۔

"تم دُنیا کی سب سے بُری اور ظالم بیوی ہو۔"

سکندر نے اسے گھورا۔

اُف چلیں۔

وہ اسے اشارہ کرتے ہوئے جانے لگی کہ سکندر نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے دیوار کے ساتھ لگایا۔

Are you denying me ?

"سکندر۔۔۔آپ بھی۔۔۔کبھی بچوں کی۔۔۔طرح ایکٹ کیوں کرتے ہیں۔۔۔۔"

"میں اب بچوں کی طرح ضد کروں گا گیو می مائی گفٹ۔ جیسے میں نے تمھیں درینہ والا تحفہ دیا ویسے بھی مجھے میرا تحفہ ملنا چاہیے۔"

" ۔۔۔آپ کے۔۔۔ابو سے ملوانا پڑے۔۔۔گا کیا مجھے۔۔۔"

وہ شرارت سے بولی۔ سکندر کے تاثرات سخت ہو گئے۔

"ان کا نام نہیں لو گیا ور تم ان سے ملوا کر مجھے تحفہ نہیں سزا دو گی۔" رمشا ایک دم چُپ ہو کر اسے دیکھنے لگی پھر بے اختیار اس کا ہاتھ نے اس کی داڑھی کو چھوا جو اسے بے حد پسند تھی۔

"تھینک یو۔۔۔ کیا میں۔۔۔ اُمید رکھوں کہ۔۔ اگلی۔۔ بار آپ۔۔ مجھے امی۔۔ ابو سے ملوائیں گے۔"

اس کی آنکھوں میں ابھرتی امید کو دیکھ کر سکندر کے دل کو کچھ ہوا۔ اس آنکھوں کی چمک کے لئے وہ کچھ بھی کر سکتا تھا چاہے جان کیوں نہ دینے پڑی۔

مسکرا کر اپنی پیشانی اس کی پیشانی سے ٹکراتے ہوئے بولا۔

"سوچا جاسکتا ہے۔ ہاں اگر تم مجھے میرا انعام دو گی تو میں فٹافٹ ملوا سکتا ہوں ان سے۔ بس وہ مجھے تم سے دور رہنے کو نہ کہیے۔"

ایک دم رمشا کا دل اس کی بات پہ رُک گیا۔ ہاتھ ابھی تک سکندر کے چہرے کو چھو رہے تھے۔

"سسس سچی۔۔ آپ مذاق۔۔۔۔"

"رے میں مذاق نہیں کرتا تمھیں پتا ہے۔ اب میرا انعام۔" اس نے اپنے دوسرے گال پہ انگلی سے ٹیپ کیا۔ رمشا مسکرا کر اونچا ہو کر اس کی گالوں پہ پیار کرنے لگی کہ ایک دم سے بختاور کی آواز پہ دونوں رُک گئے۔۔

"ماما آپی کہاں غائب ہو گئے ہیں۔ میری فرینڈز آ گئی ہیں اور دولہا دولہن فٹافٹ منظر سے غائب۔ دونوں ہی عجیب۔"

"بختاور آج میرے ہاتھوں سے زندہ نہیں بچے گی۔"

سکندر کی بات پہ رمشا کی ہنسی چھوٹ گئی اس نے اپنا سر سکندر کی ٹھوڑی پہ رکھ کر خود کو ہنسنے دیا۔

※※※※※※※※※※※※※※※※※※

"ویسے گھونگٹ میں بیچاری کو کیوں دقّت دی اتنا پوز سیو ہونا بھی ٹھیک نہیں ہے بیٹا کہ یہ نہ ہو کہ بھاگ جائے۔"

"زیادہ بک بک مت کرو اس کو سب کے سامنے لایا ہوں اتنا بہت ہے میرے لئے اور کون سا گھونگٹ پورا چہرہ اس کا نظر آرہا ہے اور یہ بخت کی دوست کتنی عجیب نظروں سے دیکھ رہی ہیں مجھے الجھن ہو رہی ہے۔"

سیلڈ کھاتے ہوئے ایک دم حنان کو سیلڈ حلق میں پھنستا ہوا محسوس ہوا۔ وہ کھانس کر بے اختیار ہنسا۔

"سچ میں سکندر اب تم لڑکیوں کو بھی ٹرامپل کرو گے اور محترم صاحب کھانے کو ہاتھ لگالو ایسے پڑا رہے گا یا بیوی کو دیکھ کر پیٹ بھر رہے ہو۔"

"بکواس مت کرو اسے نظر لگ جائے گی اور اگر اسے کچھ ہوا میں ان لڑکیوں کا حشر کر دوں گا۔"

"مائی گاڈ یور آر ٹرولی آبسیسٹ فور ہر۔ اتنا تو عینہ کے لئے میں بھی پاگل نہیں ہوں جتنا۔۔۔۔۔"

چمچ بے اختیار ہلاتے ہوئے سکندر نے اس کی بات کاٹی۔

"تم سکندر حدید نہیں ہو۔"

"ویسے سمجھدار ہو کہ کوئی رمشا کو پہچان نہ لیں اور خبر نہ پہنچ جائے کہ اس کا کیڈ نیپر اور کوئی نہیں اپنے بھاہیں۔ تمھیں یار پولیس میں ہونا چاہیے تھا۔"

"ایسی فضول نوکری تمھیں ہی مبارک ہو۔"

"ماما زرا بات سُنے۔"

سکندر نے ایک دم سر اُٹھایا تو بخت اور سامنے کیمرے پکڑے اسے گھورتے ہوئے حنان کو دیکھتے ہوئے بولی۔

"ہانی ماما آپ کو بلایا کچھ لوگ تو مجھے دیکھے ہی نا۔" اس کی بات سکندر کے ماتھے پہ بل آئے ابھی تک اس کی مداخلت بھی سکندر کو غصہ تھا۔

"کیا ہوا فیورٹ ماما کا تاج آج مجھے کیوں ملا؟"

"بس کچھ لوگ تو مداخلت پر میر اگلا دبانے کو تیار تھے۔آپ آئے میں نے آپ اور درینہ آپی کی تصویر نہیں لی۔"

"اوہو کچھ لوگ تو بڑے ہی بد تمیز ہیں۔ خیر چلو۔آو شادی کے بعد پہلی تصویر تو بنتی ہے اور بات سنو آرام سے بیٹھے رہنا یہ نہ ہو کہ کوئی تماشا بنا ہو۔"

سکندر نے بے اختیار سر جھٹکا اور کھانے کی طرف متوجہ ہوا۔اسے ایک دم کسی نظریں خود پہ محسوس ہوئی پتا نہیں اس زرا سی نظریں اُٹھا کر رمشا کو دیکھا مگر وہ مسکرا کر بخت کی دوست کی بات پر سر ہلا رہی تھی۔

اس کے سارے میل گیسٹ دوسری طرف تھے۔ کسی کی اتنے جرات تھی جہاں رمشا ہو وہاں مرد حضرات ہو۔ان سے مل کر جب کھانے کا ٹائم ہوا تھا تو یہاں آیا تھا تا کہ رمشا کو دیکھ سکے مگر بخت کی دوست' ان کی کزن' سکندر کے بڑے بڑے بزنس مین کی بیٹیاں' بیویاں اسے گھیرے میں لئے بیٹھی ہوئی تھی۔

اور یہ بات سکندر کو الجھن دے رہی تھی۔اسے دیکھ کون رہا تھا اگر رمشا اس طرف متوجہ نہیں تھی۔ایسے لگ رہا تھا جیسے کوئی اسے اپنی نظروں سے جلا کر بسم کر دینا چاہتا تھا۔

ارد گرد دیکھتے ہوئے اس کی چھٹی حس کچھ اچھے سگنل نہیں دے رہی تھی۔

"سر!!"

ایک دم سکندر مڑا اس نے دیکھا جاوید کھڑا ہوا تھا۔

"ہوں جاوید سب ٹھیک ہے نا اس طرف کسی کو کچھ چاہیے تو نہیں۔"

"نہیں سر سب ٹھیک ہے وہ مسٹر شمس آپ کو پوچھ رہے تھے۔آپ کھانا کھا لیجیے۔میں انھیں۔۔۔"

"نہیں چلو مجھے ویسے بھی بھوک نہیں ہے اور باقی سب انڈر کنڑول تو ہیں نا چیکنگ وغیرہ میں مسئلہ تو نہیں ہوا۔"
وہ اپنے ہاتھ نیپکن سے صاف کرتا اسے بولا اس کا اشارہ سکیورٹی کی طرف تھا۔
"سر سب ٹھیک ہے آپ بے فکر رہیں اس بار آپ کو کوئی مسئلہ نہیں ہوگا۔"
"سوچ کر بولا کرو جاوید میاں اس دفعہ کوئی مسئلہ ہوا تو سب سے پہلے تمھارا سر تمھارے جسم سے الگ کروں گا۔" سخت لہجے میں بولتا وہ مردوں کے سیکشن میں آیا۔
"تم بہت پیاری ہو بچی میں سوچتی تھی یہ بدمعاش بوڑھا ہونے لگا ہے آخر شادی کب کرے گا۔ جس طرح کی اسے لڑکی چاہیے تھے ہمیں لگا اس دُنیا میں تو اسے نہیں ملنے لگی۔ اتنی معصومیت بھلا آج کل کی بچیوں میں کہاں ہوتی ہیں لیکن اس نے ثابت کر دیا کہ ہوتی ہیں۔ اللہ نظریں بد سے بچائیں۔" ایک گریس فل سی خاتون ایک دم سے چلتے ہوئے اس کے پاس آئی جس پر رمشا ایک دم اُٹھ کر انھیں سلام کرنے لگی اور انھوں نے مسکرا کر اس کے سر پہ ہاتھ پھیرتے ہوئے ایک دم کہا۔ بختاور پیچھے سے آئی۔
"لو بھئی اتنی معصوم لڑکی سے ساری زندگی واسطہ پڑا رہا اور ہماری پھوپھی نانی کو مشی آپی معصوم نظر آئی۔"
رمشا نے ناسمجھی سے بختاور کو دیکھا جو ان کی پیچھے آئی اور انھیں گھیرے میں لیا۔ رمشا نے ناسمجھی سے بختاور کو دیکھا تو بختاور سمجھ گئی
۔
"یہ حنان ماما اور ماما کی پھوپھو ہیں ان کی بیٹی سے ابھی آپ ملی تھا نا کلثوم۔"
"او۔۔۔ سوری۔۔۔"
"کوئی بات نہیں ویسے یہاں عورتیں ہیں اور ہمارے شیر وبچے نے دیکھو تمھیں گھونگٹ کروایا ہے کوئی ٹیک بھئی ذرا چاند سے مکھڑا تو دکھاؤ۔"
"ہاں بار بار اُتار کر فوٹو لینے پڑ رہی جبکہ کس کی جرات نہیں ہے یہاں آنے کی اُتارے آپی۔"
بخت نے آکر رمشا کا ویل اُٹھایا تو رمشا ایک دم شائی ہوگئی۔
"ماشاءاللہ واقعی میں بختاور سکندر نے ہمیں مایوس نہیں کیا۔ کہاں سے ملی یہ پری۔" رمشانے سر اُٹھا کر بختاور کو اشارہ کیا کہ انھیں پتا ہے اصل کہانی جس پہ پیچھے کھڑی بختاور نے سر نفی میں ہلایا۔ کانوں میں چمکتی سفید موتی چھت پہ کھڑے بلیک سوٹ شارپ شوٹر کو دوربین میں باخوبی نظر آرہے تھے۔ کانوں میں لگا ہیڈ فون کو ٹھیک کرتا وہ ذرا سا پیچھا ہوا مگر اس کی نظر بختاور پہ ہی تھی۔
جو سر نفی میں ہلا کر دولہن سے اشاروں میں کچھ کہہ رہی تھی۔ اس کو لب دبانے پڑے
"شٹ!!!"

"کیا ہوا؟"

"پھوپھو رمشا کو یہاں کیوں لائی ہیں۔"

"تو کیا ہوا اس نے گھونگٹ کیا ہے ہوا اور کسی کی دیکھنے کی تھوڑی جرات ہے۔"

حنان نے گھوم کر جب اپنی پھوپھو' رمشا' درینہ کو یہاں آتے ہوئے دیکھا تو گہرا سانس لیتے ہوئے کہا۔

اس نے گھوم کر سب کو دیکھا تو اس کی عجیب سی فیلنگ ہوئی سب اس کی پری پیکر کو دیکھ رہے تھے۔وہ سب کی آنکھیں نوچ لے گا ۔مٹھیاں کو بند کرتے اس نے خود کو کنڑول کیا۔کول سکندر کول وہ تمھاری پھوپھو کو دیکھ رہے ہیں رمشا کو نہیں کول۔

"تمھارے بندوں سے تمھیں بلوا بلوا کر تھک گئی میں بھئی اور تمھارا یہاں آنے کا ارادہ نہیں لگ رہا تھا تو سوچا ہم ہی آجائے۔ایک ساتھ گروپ فوٹو شوٹو ہو جائے۔زرا تمھاری آپی کو بھیجوں کچھ تو عقل کرے تو بھائی شادی کر چکے اور وہ اپنی دُنیا میں سب سے منہ موڑ کر بیٹھ گئی۔"

"پھوپھو۔۔۔۔"

سکندر کچھ کہنے لگا کہ حنان نے مسکرا کر کہا۔

"آف کورس پھوپھو بالکل صحیح کہا آپی کو تو جیلس کروانا میں نے صحیح آئے آو دولہے صاحب۔"

الو کے پٹھے۔۔۔۔

سکندر نے دانت کچائے۔اس نے رمشا کو دیکھا جو مسکرا کر اسے دیکھ رہی تھی۔اس کی مسکراہٹ پر سکندر خود کو ٹھنڈا پڑتا محسوس کر رہا تھا مگر سب ان کی طرف متوجہ تھے۔

جب فوٹو سیشن ہو گیا تو سکندر رمشا کا ہاتھ پکڑے اسے لے کر جانے لگا تھا کہ پھوپھو نے درینہ اور رمشا کو کہا کہ وہ بڑے سے جھولے میں بیٹھ کر بختاور ان کی تصویر کھینچے وہاں پیچھے کا نظارہ بڑا دلکش ہے۔اس کی حالت دیکھ کر حنان کو بڑی ہنسی آئی۔یقیناً وہ پھوپھو کو ٹرامپل کرے گا۔اس کے چہرے پہ لکھا تھا صاف صاف۔

"ایسی حالت کیوں لگ رہی ہے تمھاری جیسے تم عنقریب مرنے لگے ہو۔"

حنان کی طرف سکندر نے بڑی سخت نظروں سے دیکھا تھا۔

"دیکھ نہیں رہے ہو سب اسے دیکھ رہے ہیں میں اب کی آنکھیں باہر نکال دوں گا۔"

"سکندر کوئی نہیں دیکھ رہا سب نارملی ایک دوسرے کو دیکھتے ہیں ویسے ہی ان کو دیکھ رہے ہوں گے۔"

"ویسے بھی کیوں دیکھے اسے دیکھنے کا حق صرف مجھے ہے۔"

"کریزی مین وہ گھونگٹ میں ہے۔"

"میں پاگل ہو رہا ہوں۔"

"تو نہ رکھتے یہ تقریب۔"

"اس کی مسکراہٹ کی وجہ سے میں تھوڑا بہت جینٹل مین بن سکتا ہوں لیکن اب لگ رہا ہے بن کے بہت بڑی غلطی کی۔"

"وہ کتنے دیر کے لئے بنے ہو؟"حنان نے آہستگی سے اسے دیکھتے ہوئے کہا جبکہ سکندر نے گہرا سانس لیتے ہوئے رمشا کے ڈسٹ پنک کے اندر گلابی چہرے کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"صرف دس سیکنڈ کے لئے جو کہ اب ختم ہو کے ہیں۔"

"ام رمشا آپ میرے ساتھ آسکتی ہیں مجھے زرا آپ سے ضروری بات کرنی تھی ورنہ تم بھی چلو۔"

اس سے پہلے یہ بیسٹ کچھ بھنڈ کرے وہ رمشا کو منظر سے تو غائب کرے۔ سکندر رمشا کی طرف جو بڑھنے والا تھا ایک دم رُک گیا ۔اس نے مڑ کر خونخوار نظروں سے حنان کو دیکھا جس نے سامنے آتے جاوید کو اشارہ کیا۔

"تم اپنے گیسٹ سے ملو سکندر ہم آتے ہیں۔"

"تمھاری تو میں۔۔۔"

"ارے سکندر میاں زرا میری بات سنو کلثوم کا کچھ مسئلہ تھا تم میرے ساتھ آفس چل سکتے ہو۔اس کے بارے میں بات کرنی تھی ۔"

سکندر اب حنان کی گردن مروڑنے سے بھی محروم رہ گیا تھا۔ مٹھیاں بھینچے اس نے سر اثبات میں ہلا کے حنان کی شرارتی مسکان سے نظریں پھیری اور ان کے ساتھ چل پڑا۔

****

"بات سُنو ! او ہیلو۔اُف کیا مصیبت اب آئے یہ بروٹس پہلے تو اس کا ماسک نوچوں گا میں اس کے بعد اس کا چہرہ بگاڑ کر وہی ماسک پہناؤں گا۔"

بچے کو جھنجھوڑ کر وہ خود سے بڑبڑاتے ہوئے مڑا گلاس اُٹھا کر اس نے پانی کی چھینٹے اس بچے کے منہ پہ مارے۔

"اُٹھ جاؤ پتا نہیں کیا مصیبت میرے سر پہ تھوپ دی ہے۔"

"ملک کہاں ہو۔۔۔اواُف امی میرا سر۔"

زارون نے نیم بے ہوشی میں اپنی آنکھیں کھولیں اور ارد گرد کا جائزہ لیا اور بڑبڑا کر اس نے سر تھام کر پھر سے آنکھیں بند کر لیں ۔ ہمر نے اس کا بازو پکڑ کر اسے سیدھا کر کے بیٹھایا۔

"اپنی آنکھیں کھولو۔"

"نہیں مجھے درد ہو رہا ہے میری امی۔۔۔امی!!"

وہ سر کو دائیں بائیں گھماتے ہوئے بڑبڑایا۔

"دیکھو اگر تم اپنی آنکھیں نہیں کھولو گے تو پھر اچھا نہیں ہو گا کھولو۔"

اب کی بار اسے اپنی آواز اونچی اور لہجہ سخت کرنا پڑا۔زارون نے ایک دم ہولے سے اچھل کر آنکھیں کھولنے کی کوشش کی مگر جلن اور چبن کے باعث وہ پھر سے آنکھیں بند کر چکا تھا۔

"مم مجھ سے۔۔۔نن نہیں ہو۔۔پارہاپپ۔۔پلیز مجھے تنگ مت کریں۔۔میری امی کہاں۔۔ہیں؟"

ہمر نے اس کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔گلاس اُٹھایا اور جتنا پانی گلاس میں موجود تھا سارا کا سارا اس کے منہ پہ پھینکا۔وہ بچہ ایک دم تڑپ اُٹھا۔

"کیوں نہیں ہو پارہا جب اتنی بھاری مقدار کی منشیات لے سکتے ہو تو آنکھیں کیوں نہیں کھول سکتے!!! اس میں کون سا مشکل کام ہے کھولو!!!"

اب سے چیخنے پڑا تو اس نے بڑی ہمت کر کے آنکھیں کھولیں۔ہمر کی توقع کے مطابق کافی سُرخ اور سوجی ہوئی تھیں۔ان آنکھوں میں پھیلتی جلن کو وہ صاف صاف محسوس کر سکتا تھا۔

"پپ پلیز۔۔۔مجھے درد ہو رہا ہے۔۔مجھے جانے دیں مجھ سے نہیں ہو پائے گا۔۔۔"

وہ تکلیف سے چیخا۔

"کوئی درد نہیں ہو رہا اگر تم نے آنکھیں بند کی تو پھر جو کچھ ہو گا اس کے زمہ دار صرف تم ہو گے سمجھے!!! چلو اُٹھو ساری جلن مٹادوں گا میں۔"

"نہیں پلیز چھوڑو مجھے۔۔۔کہاں لے کر جا رہے ہو مجھے درد ہو رہا ہے چھوڑو۔۔۔۔"

وہ اسے زبردستی گھسیٹتا واش روم میں لے کر گیا اور شاور کیبن کھول کر اسے اندر دھکیلا وہ چیختا رہا مگر ہمر بالکل بہرہ ہو گیا اسے دھکیلنے کے بعد اس نے شاور آن کیا اور باہر آکر اس نے دروازہ بند کر دیا۔ٹھنڈے پانی سے وہ ایک دم انجانے میں تڑپ اُٹھا۔

Do not copy without Author's permission

اسے سردی لگنے لگی۔ عجیب سی متلی آنے لگی۔ایک دم پانی کی بوچھاڑ سے بدک کر اس نے دروازہ کھولنا چاہا مگر وہ لاکڈ تھا تو اسے پیٹنے لگا۔

"پلیز کھولو میں مر جاوں گا پلیز پلیز امی ابو امی۔۔۔"

اس کی دلخراش چیخ کوئی بھی سُنتا تو تڑپ اُٹھتا مگر باہر کھڑا ہمر بالکل بے حسی سے کھڑا اسے بے تاثر نظروں سے دیکھ رہا تھا۔

"کھولو!!! میرا دم گھٹ رہا ہے پلیز مجھے پانی نہیں چاہیے مجھے ٹھنڈ لگ رہی ہے۔"

وہ بے بسی سے رونے لگا۔

"کوئی دم نہیں گھٹ رہا تم خود کو بہتر محسوس کرو گے۔"

اس نے آہستگی سے کہا اور پھر مڑ گیا اب اس نے اگلے قدم کے لئے بروٹس کو کال کرنی تھی۔

****

"اتنا۔۔۔موڈ کیوں۔۔۔آف ہے۔۔۔آپ۔۔کا۔۔۔ویسے۔۔مجھے۔۔بہت خوشی۔۔ہوئی ہے۔۔۔کہ آپ نے۔۔۔اس دفعہ کوئی۔۔۔ سین کریٹ نہیں کیا۔۔"

وہ اپنی چوڑیاں اُتار رہی تھی جب اس نے سکندر کی خاموشی کو نوٹ کیا مڑ کر اسے دیکھا جو کوٹ' ٹائی اُتار چکا تھا۔شرٹ کی بازو فولڈ کیے وہ لیپ ٹاپ پہ مصروف دکھائی دے رہا تھا۔اس نے رمشا کو چینج کرنے کا کہا تھا کیونکہ اسے ضروری کام ایک دم سے یاد آگیا تھا۔آج کے دن ضروری کام؟وہ بھی سکندر کا سمجھ سے باہر تھا مگر بہر حال وہ سر ہلانے کے علاوہ کیا کر سکتی تھی۔ابھی وہ سکندر سے بات کر رہی تھی تو وہ بالکل چُپ ساد کھائی دے رہا تھا۔پہلے سب کی موجودگی میں احساس تو نہیں ہوا مگر اب لگ رہا تھا کے کچھ گڑ بڑ تھی۔

"طبیعت۔۔۔ٹھیک ہے۔۔۔سکندر۔۔۔؟"

وہ چینج کر چکی تھی اس وقت کالی شلوار قمیض میں ملبوس چل کر اس کے لمبے سیٹر والے صوفے پہ آکر بیٹھی جہاں سکندر پاؤں لمبے کیے ابھی بھی سوچ میں گُم دکھائی دے رہا تھا۔

رمشا نے اس کو سکرین کو گھورتے ہوئے دیکھا تو گہرا سانس لے کر اس کے جوتی اُتارنے لگی اب کی بار سکندر اس کی طرف متوجہ ہوا۔

"کیا کر رہی ہو یہ چھوڑو۔" پاؤں ایک دم پیچھے کیے تھے کہ رمشا نے اس کے پاؤں پکڑ لئے۔

"سکندر!!۔۔۔۔کیا ہوا۔۔سب اوکے تو ہے نا۔"

سکندر ایک دم اسے دیکھنے لگا۔

"کیا ہونا ہے رے اور میرے پاؤں چھوڑو مجھے بالکل اچھا نہیں لگتا آج کا دن تمھارا ہے اور تم یہ کام کرو گی۔"

رمشا کو لگا سکندر نے بات جان بوجھ کر بدلی ہے۔اب تو کوئی بات تھی۔

"یہ آپ کے۔۔۔۔ نہیں۔۔۔ میرے۔۔ پاؤں ہیں۔۔۔ کیوں۔۔ نہیں اچھا لگتا۔۔۔ جب میری خدمت کر سکتے۔۔۔ ہیں تو ۔۔ میں کیوں نہیں۔۔۔"

سکندر زرا سا مسکرایا۔

"کیا بات ہے بیگم آج کچھ زیادہ پیار نہیں آ رہا مجھ پہ یہ خواب تو نہیں ہے۔"

"یہ۔۔ بات مجھے۔۔۔۔ کِک کہی کہنی۔۔۔ چاہیے کیونکہ آپ بالکل ڈاؤن فیل کر رہے ہیں۔۔۔"

"تمھارے ہوتے ہوئے میں ڈاؤن فیل کر سکتا ہوں۔"

پاؤں سے شوز اُتار کر اس نے پیچھے کرتے ہوئے ایک دم رمشا کا بازو پکڑا اور اس گھسیٹ کر اپنے گھیرے میں لیتے ہوئے اس کا سر چوما۔لیپ ٹاپ کو وہ سائڈ پہ رکھ چکا تھا۔

"آج میرا دل کر رہا تھا سب کی گردنیں الگ کر دوں۔"

اس کے بال سہلاتے ہوئے وہ گلا کنکھار کر بولا۔

"اور تھینک۔۔۔۔ گاڈ آج۔۔۔ آپ نے۔۔ اپنی دل کی نہیں سُنی۔۔۔"

"ایسا کبھی ہو سکتا ہے کہ سکندر نے اپنی دل کی نہ سُنی ہو۔"

رمشا نے ایک دم الجھ کر اسے دیکھا وہ اسے دیکھ رہا تھا۔

"سکندر!!"

"رے یار تمھیں میری فکر نہیں ہوتی سب کی پریشانی لگ جاتی ہیں کہ کسی کو آنچ نہ آئے اور میں بیشک بھاڑ میں جاؤں۔"

رمشا نے اسے گھورا۔

"آپ۔۔۔ سچ۔ سچ بتائیں۔۔۔ کیا کیا۔۔۔۔ ہے آپ۔۔۔۔ نے؟"

سکندر نے مسکرا کر اسے پیار سے چھوا۔

"تمھیں پیار کیا ہے۔"

"سکندر!!! پلیز۔۔۔آپ ایسے کام۔۔۔کیوں کرتے ہیں۔۔۔۔اب۔۔۔کیا کیا ہے آپ نے۔۔۔میں آپ کی وجہ سے گھونگٹ۔۔۔میں بھی تھی پ۔۔۔پھر بھی۔۔۔۔۔آپ نے۔۔۔۔"

"اُف رمشا سکندر شش کام ڈاؤن بس میٹھی سی دھمکی' زرا سا کالر سے جھٹک کر دیوار کے ساتھ لگانا اور گن کی نال گردن پہ تان کر میں نے اس کے آگے کچھ بھی نہیں کیا۔"

وہ سکندر حدید کو دیکھتی رہ گئی۔ وہ ایسے بات کر رہا تھا جیسے کسی کو اس نے گلے لگا کر میٹھائی کھلائی ہو۔

"یہ۔۔۔میٹھی۔۔سی دھمکی کک۔۔۔کیا۔۔ہوتی ہے۔۔"

اس کی ٹھوڑی پکڑ کر چہرہ اوپر کرتے ہوئے اپنے انگھوٹے سے اس کا چہرہ سہلاتے ہوئے بولا۔

"میری بیوی کو ایک نظر بھی دیکھنا گناہ ہے اور یہ گناہ کرنے والے کو بہت مہنگا پڑے گا۔ بس اتنا ہی کہا میں نے اور تمھیں پتا ہے میری آنکھیں کے اشارے کافی ہوتے ہیں یہ تو بس ایک آخری وارنگ ہوتی ہے۔"

رمشا خاموش ہو گئی کیا کہہ سکتی تھی اس شخص کو۔ کچھ بھی تو نہیں مگر ایک بات اس سے پوچھنا چاہتی تھی ایسا پاگل' ایسا دیوانہ تو کوئی نہیں ہوتا کسی کے لئے اگر وہ حور پری ہو تو سمجھ آئے مگر وہ تو کچھ بھی نہیں تھی۔ اتنی دیوانگی سمجھ سے باہر تھی ایسی محبت اس دُنیا میں تو نہیں ہوتی۔ ایسا پیار تو کوئی بھی نہیں کرتا۔

"مگر سکندر کرتا ہے تم سے باقیوں کا نہیں پتا۔ شاید باقیوں کو سب سے اتنی محبتیں ملی ہیں کہ اس نے اپنی محبت سب کو بانٹنے شروع کر دی جو اصل محبت کی حقدار تھی اسے وہ اتنی محبت نہیں دے سکا ہو گا ظاہر ہے سب کو جو بانٹنے شروع کر دی تھی محبت جبکہ میرے سے نہ کوئی محبت کرنے والا تھا اور نہ کوئی تھا جس سے میں اپنی جذبات شیر کرتا۔ تم آئی ہو تو میرے محبت کے جتنے بھی جائیداد تھے سب تمھارے نام ہو گئے۔ محبت نہیں بلکہ عشق وہ عشق جو میں اپنی ماں' بہن' بھانجی' دوست سے نہ کر سکا جو میں تم سے کرتا ہوں۔ سچ بتاؤں رے اتنا عشق میں اپنی آنے والی اولاد سے بھی نہیں کر سکوں گا مجھے وہ دل و جان سے عزیز ہوں گے مگر تم سے پہلے نہیں ہوں گے۔ میری پہلی ترجیع تم ہو گی وہ نہیں۔ انھوں نے تمھیں زرا سا بھی دکھ دیا تو سمجھو انھوں نے مجھے بھی دیا۔ تم ایک بی وچڈو من ہو ایسا قابو کیا ہے کہ کوئی اہم نہیں رہا میرے لئے سوائے تمھارے۔ میری دیوانگی اگر مشہور ہو گئی تو لوگ تمھارے پاس آئے گے کہ مسز سکندر بتائیں کیا جادو کیا ہے وہ جادو وہ' ٹوٹکا بتادیں جو یہ آدمی آپ کے پیچھے ساری دُنیا چھوڑنے کو تیار ہے۔"

وہ ایک دم بولتے بولتے خاموش ہو گیا کیونکہ رمشا کی آنکھوں میں آنسو دیکھ کر اس کی بولتی بند ہو گئیں۔

"رے۔"

"میں۔۔۔ہی۔۔۔(ہچکی) میں۔۔۔ہی کیوں؟"

وہ ہنس پڑا اس کے آنسو پیار سے صاف کرتے ہوئے بولا۔

. Because you're medicine to my tainted soul and heart

اتنی محبت سکندر سے وہ توقع نہیں کر سکتی تھی۔اس نے تو دعا میں صرف سکندر مانگا تھا مگر رب نے سکندر کے ساتھ اس کی دیوانگی بھی اسے عطا کر دی۔اسے کیا چاہیے تھا اور آخر مشرق لڑکی کو اس سے بڑھ کر اور کیا چاہیے تھا۔

"اب خبردار روئی میں جس موڈ میں ہوں اس میں رونا میں بالکل برداشت نہیں کروں گا چیر اپ مائی گرل۔"

اس کی کنپٹی چوم کر اس کا سر تھپکتے ہوئے بولا۔

ایک دم کال بیل پہ سکندر کو خود کو روکنا پڑا مڑ کر دیکھا تو لب دبا کر اسے رے کو الگ کرنا پڑا۔

"جاؤ سویٹ ہارٹ منہ دھو کر آو مجھے بس بیس منٹ دے دوں میں زرا ضروری کال اٹینڈ کر لوں اوکے۔"

کہہ کر اس کے گال تھپک کر وہ چل پڑا جبکہ رمشا اپنے ناک اور چہرہ صاف کرتے ہوئے خفت سے اُٹھی پتا نہیں اسے کیا ہو جاتا ہے مگر اس کی باتیں ہی ایسی ہوتی تھی کہ وہ خود پہ اختیار نہیں رکھ پاتی تھی۔

دوپٹّے سے چہرہ صاف کرتی وہ واش روم کی طرف گئی جب اسے یاد آیا کہ بختاور نے کہا تھا اس کا دیا ہوا تحفہ اس کے جانے کے بعد ضرور دیکھے گا ورنہ وہ ناراض ہو گی۔

"اُف۔۔۔بختاور نے۔۔۔ابھی فون۔۔۔کرنے لگ جانا ہے۔۔۔میں وہ دیکھ لوں۔۔۔پتا نہیں۔۔۔کیا دیا ہو گا۔۔"

وہ سکندر کی پشت کو دیکھنے لگی جو ٹیرس پہ کھڑا کسی سے بات کر رہا تھا اور آہستگی سے باہر نکلی۔

※※※※※※※※※※※※※※※※※※※※※※※※※※※※

"آئے نا میرے ساتھ آپ پلیز آپ سے ڈھیر ساری باتیں کرنی ہیں چاچو۔"

"عینہ پلیز میرا اس وقت کوئی موڈ نہیں ہے۔میرے سر میں ویسے بھی درد ہے میں اب آرام کروں گا۔"

حداد کی بات پر درینہ انھیں دیکھتی رہی پھر اس کے آنکھوں میں آنسو آنے کی دیر تھی پہلے ہی رمشا کی وجہ سے وہ کافی سینٹی ہوئی وی تھی۔حداد اس کے آنکھوں کو دیکھ کر ایک دم الجھ گیا۔

"یہ کیا ہے یار اتنی چھوٹی سی باتوں پہ اب تم رو گی درینہ۔"

وہ اب نارمل لہجے میں بولتا اس کے سامنے آیا۔

Do not copy without Author's permission

"چاچو آپ اتنے بے حس ہو جائے گے میں نے سوچا بھی نہیں تھا وہاں آپ میرے سے بات کرتے تھے' کھانا کھاتے تھے۔ چائے کا سیشن ہوتا تھا لیکن اب آپ نارمل ہوتے جا رہے ہیں مگر آپ مجھے بالکل ہی بھول گئے ہیں۔ جیسے بڑے بھیا' بڑے چاچو ہمیں بھول گئے۔ ویسے کیا ہو جانا ہے اگر آپ لوگ ہم سب کو چھوڑ کر اپنی دُنیا بسا لیں کیا فرق پڑتا ہے۔"

وہ اپنے آنسو صاف کر کے جانے لگی کہ حداد نے اسے روکا۔

"سب سے سمجھدار ساروں سے سمجھتا تھا اور اب بڑی بے وقوفی والی باتیں کر رہی ہو۔ درینہ میں تم سب کو چھوڑ کر نہیں گیا اگر جانا ہوتا تو ایک سیکنڈ نہیں لگاتا اس ملک کو چھوڑنے میں اور مت بھولو میں کسی کے گھر نہیں تمہارے شوہر کے گھر موجود ہوں۔ یہ بات کافی نہیں ہے کہ مجھے تم پر اور حنان پہ بھروسہ ہے۔"

"لیکن آپ بس اس گھر میں موجود ہیں۔ ہم میں موجود نہیں ہے۔"

اس کی بات پہ حنان بے اختیار مسکرایا۔

"چودہ سالوں سے میں ویسے بھی اس دُنیا میں موجود نہیں ہوں۔ زندہ ہوں مگر جی نہیں رہا۔ دائس داڈ فرینس (یہی تو فرق ہے۔) تم لوگوں میں اور مجھ میں۔"

"چاچو سیلف پیٹی کرنا چھوڑ دیں ماشااللہ آپ چل سکتے ہیں' بول سکتے ہیں' سن سکتے اور اوور آل دیکھ بھی سکتے ہیں کیا ہوا اگر آپ ایک آنکھ ضائع ہو چکی ہے۔ بہت سے لوگوں کی دونوں بھی نہیں ہوتی۔ بہت سے لوگوں کی ٹانگیں' ہاتھ بھی نہیں ہوتے۔ اپنی مشی کو تو بھول چکے ہیں آپ وہ تو بول بھی نہیں سکتی۔ تو کیا اس نے جینا چھوڑ دیا تھا۔"

حنان کے جبڑے بے اختیار رمشا کے ذکر پہ بھینچے گئے۔ سلامت آنکھ میں دکھ کی لہر پھیلی۔

"تھا!! سوچ سمجھ کے بولا کرو عینہ وہ زندہ ہے۔ اسے کچھ نہیں ہوا۔" اس کا لہجہ تھوڑا سا سخت تھا۔

"زندہ بھی ہے تو چاچو ہم میں کہاں ہے وہ تو اس دُنیا سے غائب ہو گئی اب تھی یا ہے کیا فرق پڑتا ہے۔"

س نے ٹھنڈی سانس بھری۔ کاش چاچو آج آپ مشی کو دیکھتے تو ساری تکلیفیں آپ کی ختم تو نہیں مگر کم ہو جاتی۔ سب سے زیادہ دکھ تو آپ کو اس کے نہ بولنے کا تھا جبکہ وہ بولنے لگی ہے' خوش ہے' اس کا شوہر جان لٹانے والا ہے اس کی تو دُنیا تقریباً مکمل ہو گئی۔ اب میں چاہتی ہوں آپ بھی اپنی زندگی میں سیٹل ہو جائے۔

"کیا فرق پڑتا ہے تم درینہ اسے کیسے بھول سکتی ہو۔ تم رمشا کو کیسے بھول سکتی ہو اس غائب ہوئے وے ابھی پورے دو مہینے بھی نہیں ہوئے اور تم! "

اس نے تیزی سے کہتے ہوئے اپنی کنپٹی دبانا شروع کی۔

....

"سوری سویٹ پائی زرا دیر لگا دی کیا ہوا رے۔"

وہ ایک دم فون پہ بات ختم کر کے اس طرف آیا تو اس نے دیکھا رمشا بستر پہ بیٹھی اپنا سر پکڑے شاید گہرے گہرے سانس لے رہی تھی۔

"رے کیا ہوا؟"

وہ تیزی سے اس کے پاس آیا۔

اس نے جھک کر رمشا کے ہاتھ اس کے سر سے اُٹھا کر اس کا چہرہ اوپر کیا تو ایک دم دھک سے رہ گیا اس کا چہرہ پیلا زرد اور آنکھیں کافی سُرخ ہوئی وی تھیں۔

"رمشا ایک دم ہوا کیا ہے۔ طبیعت خراب ہو رہی ہے بولو کیا کھایا تھا تم نے آج۔ رے بولو میرا دل بند ہونے لگا ہے تمھارے ہاتھ کیوں اتنے ٹھنڈے ہو رہے ہیں۔"

اس نے اس کے ہاتھ کو دبا کر اس کے چہرے کو دیکھا جہاں موجود اجنبیت پہ غور نہیں کر سکا فکر تھی کہ بس اس کی چہرے کی رنگت کی پیلاہٹ کم ہو۔ اس کی طبیعت ٹھیک ہو۔ رمشا نے ایک دم اپنے ہاتھ اس کی گرفت سے نکالے اور بامشکل بولی۔

"ٹ ٹھ ٹھیک۔۔۔۔۔ ہوں میں۔"

"تم ٹھیک ہو!!! رے ایسے لگ رہا جیسے تمھاری روح نکلنے لگی ہو۔ میں ابھی ہوسپیٹل لے کر جا رہا ہوں۔"

وہ اتنا پریشان تھا کہ تیزی سے کہتے ہوئے اسے اُٹھانے لگا مگر رمشا تیزی سے سائڈ پہ ہوئی اور سر نفی میں ہلایا۔

"کہا۔۔۔۔ نا۔۔۔۔ میں ٹھیک۔۔۔۔ ہوں۔۔۔۔ میں سونا۔۔۔ چاہتی ہوں۔"

وہ اتنی اونچی آواز میں بولی کہ سکندر کو رُک کر اسے دیکھنا پڑا۔

"اور میں تمھیں ایسے سونے دوں گا!!!! ضدمت کرو رے اگر تمھیں زرا سا بھی کچھ ہوا تو میں خود کو ختم کر لوں گا۔"

اور وہ سر اُٹھا کر اسے دیکھنے لگی۔ اس کا دیکھنا کا انداز بڑا عجیب تھا۔

"ہر۔۔۔۔ چیز ختم۔۔۔۔ کرنے۔۔۔۔ کی ہابی۔۔۔۔ آپ کی۔۔۔ پتا۔۔۔۔ نہیں کب جائے۔۔۔۔ گی۔"

بات اس کی کافی عجیب تھی کوئی اور وقت ہوتا تو سکندر ایک دم چوکس ہوتا مگر ابھی اس کے سر پہ رے کی خراب طبیعت حاوی ہوئی وی تھی۔

"رمشا میں مذاق نہیں کر رہا اُٹھو بلکہ اُٹھنے کی بھی ضرورت نہیں ہے۔ میں اُٹھا کر لے کے جاؤں گا۔"

وہ اب کی بار اسے اُٹھانے والا تھا کہ رمشا تیزی سے اُٹھی۔

"میں۔۔۔ ٹھیک۔۔۔۔ ہوں۔۔۔ سونا چاہتی۔۔۔۔ ہوں سر درد۔۔۔۔ ہے اور کچھ۔۔۔ نہیں۔۔۔۔ سرد۔۔۔ درد ۔۔۔ میں ایسا ہو جاتا ہے۔۔۔۔۔"

بولتے پتا نہیں آواز اس کی اتنی بوجھل کیوں ہوتی جا رہی تھی۔ سکندر کی حالت اس کو دیکھ کر عجیب ہو رہی تھی۔ وہ اس کے پاس آیا اسے گھیرے میں لیا جس پہ رمشا ایک دم جھجھک پڑی تھی۔

"جان نکالو گی میری تم ایک دن سر درد ہو رہا ہے تو میڈیسن لو اگر زیادہ درد ہے تو ابھی بھی وقت ہے رے ڈاکٹر کے پاس چلو۔" جس پہ رمشا نے نفی میں سر ہلایا وہ اسے دیکھ ہی نہیں رہی تھی۔

"بہت ضدی لڑکی ہو آو آج کے دن میڈم کے سر میں درد ہونا تھا مگر کوئی بات نہیں چلو لیٹو میں میڈیسن دیتا ہوں پھر آرام سے سو جانا۔"

رمشا کی حالت ایسے ہو رہی تھی کہ وہ ابھی ایک سیکنڈ اس کے ساتھ لگی پھوٹ پھوٹ کے رو پڑے گی مگر وہ نجانے کیوں خود پہ ضبط کر رہی تھی۔

اسے بستر پہ بیٹھا کر اس دراز سے میڈیسن دی پھر اس پہ کمبل اچھی طرح اوڑھ کر اسے آنکھیں بند کرنے کا کہا مگر وہ بنا کچھ کہے رُخ موڑ کر لیٹ چکی تھی۔

"سر دبادوں میں ٹھیک تو ہو نا؟"

اس کی فکر مند آواز پہ رمشا کو اپنے لب زور سے دبانے پڑے۔ اپنی سسکیوں کو روکنا پڑا۔

"تم نے تو کچھ کہنا ہی نہیں ہے میں دبا ہی دیتا ہوں۔"

اس نے اپنی ہتھیلی رمشا کی ٹھنڈی پیشانی پہ رکھی۔

رمشا نے آنکھیں زور سے میچ کر خود کو خاموشی سے رونے دیا۔

"ریلیکس ہو جاوا بھی سر ٹھیک ہو جائے گا۔ اُف ڈرا ہی دیتی ہو تم۔"

اس کا سر دباتے ہوئے وہ اس سے کہہ رہا تھا پتا نہیں کتنے پل بیت گئے تھے تو اس کی آنکھیں بھاری ہونے لگیں پھر اس نے محسوس کیا سکندر نے اس کے گالوں کو چھوا ہے پھر وہ اُٹھ کھڑا ہوا تھا جبکہ وہ نیند کی وادیوں میں چلی گئی تھی۔

....

"میں نہیں بھولی چاچو۔اسے کون بھلا سکتا ہے مگر ہم خود کو مضبوط کر کے ایک ٹیم بن کے' ایک دوسرے کو سپورٹ کریں گے تو چاچو ہم ناممکن کو ممکن بنا سکتے ہیں۔اس دنیا میں کچھ بھی ہو سکتا ہے۔اس بات کا مجھے یقین آج ہو گیا ہے۔آپ نے وہ بُک تو پڑھی ہی ہو گی ایلف شفق کی فورٹی رولز آف لو۔اس میں تین باتیں مجھے بڑی دل کو لگی تھی شاید آپ کو بھی لگ جائے۔

"شکر گزار بنو ہر اس کانٹے کا جو کسی نے شاید تم پر پھینکا ہے۔یہ ایک علامت ہے کہ بہت جلد تم پر پھول نچھاور کیے جائے گے۔"

اس کا مطلب آپ کو سمجھانے کی مجھے تو نہیں لگتا کوئی ضرورت ہے چاچو کیونکہ آپ مجھ سے بڑے ہیں۔یہ بات تو ایسی ہے کہ سیدھا آپ کے دل و دماغ پہ لگنی چاہیے کہ بُرے دن آپ کے چودہ سال چلتے رہے ہیں یا چودہ ہزار سال وہ پھول ایک دن نچھاور ضرور ہوں گے مگر اس پہ جینا نہیں ہیں دُنیا کا مقابلہ کرنا ہے لیکن یہ تو آپ تب کریں گے جب آپ خود سے نفرت کرنا چھوڑے گے اگر ایسا کریں گے تو دیکھیے گا کہ دنیا آپ کو کتنا چاہتی وہ بھی آپ سے نفرت نہیں کرے گی چاچو۔'آپ روزے اور پرہیز سے اپنے جسم کو صاف کر سکتے ہیں مگر دل کو صرف محبت صاف کر سکتی ہے۔'اور یہ محبت پہلے آپ کو اپنے آپ سے کرنی ہے چاچو۔ چاچو میں جانتی ہوں آپ کو مشی کی فکر ہے۔آپ اس کو کسی طرح ڈھونڈ کر صحیح سلامت لے کر آنا چاہتے ہیں مگر اس کے لیے آپ کو اپنا ایمان مضبوط کرنا ہو گا۔اور ایمان کو پتھر جتنا مضبوط کرنے کے لئے دل کو ایک پنکھ کی طرح نرم کرنا ہو گا۔"

یہ تین کوٹیشن تھی جس نے مجھے پر سکون رکھا اور دیکھیے۔۔"

ایک دم جیسے وہ کہتے کہتے چُپ ہو گئی اب وہ یہ نہیں کہہ سکتی تھی۔یہ سب کرنے سے آج اسے مشی بالکل صحیح سلامت مل گئی۔

"آپ سو جائے چاچو کل ملاقات ہو گی۔"

وہ خاموشی سے اسے دیکھتا رہا پھر سر ہلا کر اس نے آہستگی سے کہا۔

"کل ملاقات ہو گی عینہ۔"

....

"اب میں یہاں جاگتی رہوں گی اس کے انتظار میں۔ویسے میں بھی پاگل ہوں کہ میں نے اس آدمی کا کہنا کیوں مانا لیکن میں کیا کرتی آج ماما اور آپی کا اتنا پرفیکٹ ڈے تھا کتنے اچھے سے گزر گیا اسے میں بالکل خراب نہیں کر سکتی تھی۔ٹاپس ہی تو تھے مگر ایسے مجھ سے سویا نہیں جائے گا چُبے گے بہت کیا کروں بھاڑ میں جائے وہ۔۔۔"

وہ کپڑے چینج کر چکی تھی' باقی جولیری بھی اُتار دی تھی۔بس رہ گئی تھی تو ٹاپس جسے اُتارنے سے منع کیا گیا تھا۔اور بخت کو الجھن ہو رہی تھی وہ اسی کے انتظار میں لاونج کے کونے والی سائڈ پہ آ ئی۔شاید وہ پھر آ جائے مگر وہ پھر کیوں آئے گا۔سر جھٹک کر خود

سے کہتے ہوئے وہ ٹاپس اُتارنے لگی تھی جب کسی کے ہاتھ نے اس کے بازو کو پکڑا تو اس کی چیخ ایک بار پھر نکلنے لگی تھی کہ اس شخص نے پیچھے سے اس کے لبوں پہ ہاتھ رکھے۔

"ہر بار چیخنا ضروری ہے تمھیں خاموشی سے رد عمل نہیں دکھا سکتی۔"

اس کے کانوں کے قریب وہ بڑے سخت لہجے میں بولا۔ اوتو یہ منحوس کہی گیا ہی نہیں۔ اِدھر بیٹھا ہو گا یہ ہر کولیس۔

"اور میری اجازت کے بغیر تمھیں کس نے کہا اسے اُتارنے کو۔"

اس کا اشارہ ٹاپس کی طرف تھا۔ بخت ایک دم مچلنے لگی تو ہر کولیس کو اپنے ہاتھ ہٹانے پڑے۔ بخت گھوم کر اسے دھکا دیا لیکن وہ ایک انچ نہیں ہل سکا۔

"تمھیں تمیز نہیں ہے ایسے کوئی پکڑتا ہے دیکھو میں آخری دفعہ وارن کر رہی ہوں مجھے ہاتھ لگایا تو اس بار میں تمھیں شوٹ کر دوں گی۔"

وہ دبادباسا چلائی۔ اس کی بات پر ہر کولیس بے اختیار ہنس پڑا۔

"مجھے دھکا بھی صحیح طرح سے نہیں دے سکتی لٹل گرل اور مجھے شوٹ کرو گی مجھے یعنی کے ہر کولیس۔"

"تم ہر کولیس ہو یا افلاطون ہو یا میرے بلا سے کچھ بھی ہو میں سکندر حدید کی بھانجی کا اچھی طرح ثبوت دوں گی اور یہ پکڑو اپنے منحوس بالیاں اور چلتے بنو۔۔"

غصے سے ٹاپس اُتار کر اس کے ہتھیلی پہ رکھ کر وہ جانے لگی کہ اس شخص نے ایک بار پھر اس کا بازو پکڑ کر زور سے دیوار کے ساتھ لگایا۔

"مجھ سے آج تک کسی نے اس لہجے اور اس زبان میں بات نہیں کی۔ تم لکی ہو کہ تم سے ابھی بہت سے کام کروانے ہیں مگر دوبارہ تم نے مجھ سے اس طرح بات کی تو تم سکندر حدید کی بھانجی ہو یا بیٹی زبان کاٹ کے اس کے ہاتھ میں دے دوں گا۔"

اس کا جبڑا سختی سے پکڑے' سرد لہجے میں کہتا چل پڑا جبکہ بختاور بالکل سٹل کھڑی اسے جاتا ہوا دیکھنے لگی۔

وہ ایک دم ڈر سی گئی کون تھا یہ اور کیا کام؟ اسے ہانی ماما کو بتانا ہو گا ہاں۔ وہ تیزی سے مڑ کر چلتے ہوئے نیچے کی طرف جانے لگی جب ایک دم وہ کسی سے بری طرح ٹکرائی۔

"یااللہ!!"

ایک دم گلاس کی ٹوٹنے کی آواز پر وہ ایک دم پیچھے ہوئی کہ کسی نے اسے احتیاط سے پکڑا۔

"آرام سے!!!"

اس نے سر اُٹھا کر دیکھا تو نائیٹ بلب کی روشنی میں اتنے خوبصورت چہرے کو دیکھ کر وہ رُک سی گئی۔

براون' کالے لمبے بال جو شانے سے زرا اوپر تھے مگر اس کی سلکی لٹے چہرے پہ بڑی خوبصورتی سے گھوم رہے تھے۔ براون ہلکی سی سٹبل جو اس کے شارپ جبڑے پہ جچ رہی تھی اور سب سے بڑھ کر اس کی ایک سفید اور ایک کالی آنکھیں ان کو دیکھ کر خوف تو نہیں مگر دل عجیب انداز میں دھڑکنے لگا۔ وہ کوئی نائیٹ بیوٹی تھا۔ یا شاید ویمپائر۔ یہ آدمی اس نے صبح دیکھا تھا مگر اس ٹائیم وہ اس سے اتنا خوبصورت نہیں لگا تھا جتنا اب لگ رہا تھا۔ حداد نے دیکھا وہ بالکل ساکت ہوے وے اسے دیکھ رہی تھی۔ اس نے گلا کنکھار کر اس کا سپیل توڑا۔

"سوری آپ سائڈ پہ ہو کر جا سکتی ہیں ورنہ کانچ آپ کو لگ سکتا ہے۔" اس کو چھوڑ کر نرمی سے کہہ کر وہ ایک دم پیچھے ہوا۔

بخت کا ٹرانس ایک دم ٹوٹا ایک دم جھجھکتے ہوے پیچھے ہوئی وہ پھر بھول گئی تو حداد کو ایک بار پھر اس کا بازو پکڑ کر اسے ٹوکنا پڑا۔

"میڈم سائڈ سے۔۔۔"

وہ صبح کے بانسبت کافی نرمی سے بول رہا تھا۔

"سس سوری۔۔۔"

"اِٹس اوکے۔"

وہ مڑ کر لاونج کی لائٹ کرنے کے لئے بڑھا تا کہ کانچ اُٹھا سکے جبکہ بخت اس کی پشت دیکھتے ہوے مڑ گئی۔

••••••••••••••••••••••••••••••••••••••

"میڈم کیا کر رہی ہیں؟"

"سر وہ چھت پہ گئی تھی پھر کافی دیر وہاں رہنے کے بعد نیچے آ گئی۔ کھانے کا پوچھا تو انھوں نے کہا انھیں بھوک نہیں ہے اور انھیں کوئی ڈسٹرب نہ کرے یہ کہا تھا اس کے بعد کچھ پتا نہیں۔"

سکندر نے کافی حیران ہو کر جاوید کو دیکھا اس کے ہاتھ میں موجود فائل رمشا کے لئے سب سے بڑا سپرائز تھا جو وہ اسے آج دکھانے والا تھا رمشا اور ہے تھی جب وہ کام سے چلا گیا اور اب شام کو واپس آ رہا تھا تو جاوید سے رمشا کا پوچھا۔

"میری بیوی اتنی grumpy خیریت تھی کسی نے اسے کچھ کہا تو نہیں۔"

"نو سر کسی نے کیا کہنا تھا انھیں۔ شاید ان کی طبیعت ٹھیک نہیں لگ رہی۔"

جاوید مودب انداز میں کھڑا اسکندر کو بتا رہا تھا۔

"دیکھتا ہوں تم لوگوں کو فکر ہی نہیں ہے مالکن کی۔"

سکندر تیزی سے بولتا چل پڑا۔ وہ اپنے کمرے کی طرف آیا تو اس نے دیکھا رے وہاں موجود نہیں تھی۔ واش روم چیک کیا'

ڈریسنگ روم دیکھ لیا وہاں بھی نہیں تھی۔

"ضرور اپنے والے کمرے گئی ہوگی اس کا ٹیرس اسے اچھا بھی لگتا ہے۔"

وہ سوچ کر اس کے کمرے میں آیا تو اس کی توقع کے عین مطابق محترمہ چھت کا دروازہ کھولے اس کے ساتھ ٹیک لگائے باہر دیکھ رہی تھی۔ اس نے سکندر کے اندر آنے کا شاید نوٹس نہیں لیا۔ سکندر آہستگی سے چلتے ہوئے اس کے پیچھے آیا اور اس کو گھیرے میں لے کر اس کی گردن کو چھو کر بولا۔

"بوم!! کیا ہوا میڈم یہاں کیوں آگئی۔ طبیعت ٹھیک ہے۔" ایک دم رمشا جھٹکے سے الگ ہوئی تھی۔

اس کا جھٹکنے کا انداز ایسا تھا کہ سکندر چونک پڑا اس کے بعد ایک دم اس کی بات پر ساکت ہو گیا۔

"مجھے۔۔۔۔ہاتھ۔۔۔مت لگاو۔۔۔۔"

اس کی چار لفظ میں موجود سختی پہ سکندر نے اسے الجھ کر دیکھا۔

"رے۔۔۔ کیا ہوا ہے۔۔۔"

"اپنے اس۔۔۔۔خونی ہاتھ۔۔۔۔۔۔سے مجھے گندامت کرو۔۔۔۔"

اس نے کہتے ہوئے اپنے بازو زور سے رگڑے۔ وہ اب بھی سکندر کو دیکھ نہیں رہی تھی۔

"کیا بکواس کر رہی ہو کیا ہوا ہے تمھیں اچانک سے۔"

سکندر نے آگے بڑھ کر اس کا بازو پکڑنا چاہا پھر رمشا کو چیخنا پڑا۔

"مجھے مت ہاتھ۔۔۔۔لگاو!!! سُنا تم۔۔۔۔۔۔نے۔۔۔۔ورنہ میں اس چھت سے کود جاؤں گی۔۔۔۔او۔۔۔میں بھول گئی تمھیں۔۔۔۔ کیا فرق پڑے گا۔۔۔ موت تو تمھاری۔۔۔فیورٹ ہابی۔۔۔۔۔ہے سب کو مرتا ہوا دیکھنا چاہتے ہو۔۔۔۔میں مر گئی تو کیا فرق پڑ گیا۔۔۔۔ ویسے بھی تم نے مجھے کچھ ہی دنوں میں مار ہی دینا تھا۔"

ایک دن سکندر کو لگا وہ سانس نہیں لے سکا۔ اس کے ہاتھ میں موجود میڈیکل کی فائل ایک دم چھوٹ کر نیچے گر گئی۔ رمشا نے مڑ کر اسے دیکھا اور اس کی آنکھوں میں حقارت ہاں اپنے لیے حقارت دیکھ کر اس کا دل گرنے سا لگا۔

"کیا ہوا ایسے۔۔۔۔ ششش شاکڈ ہو کر۔۔۔۔ کیوں دیکھ رررر ہے ہو۔۔۔۔ کیا غلط۔۔۔۔ کہہ رہی ہوں میں۔۔۔۔ تبھی کہوں کوئی انسان اپنے۔۔۔۔۔۔ باپ کو مارنے کا حکم کیسے۔۔۔۔۔۔دے سکتا ہے جو اپنی۔۔۔۔۔۔۔ سگی بہن اور اس کے۔۔۔۔۔۔ شوہر کو مار۔۔۔۔۔۔ سکتا ہے۔۔۔۔ وہ تو کسی۔۔۔۔۔۔ کو بھی مار سکتا ہے۔۔۔۔۔۔"

سکندر کو لگا ایک بہت موٹا کوڑا اس کے دل پہ آکر لگا ہو۔۔۔دماغ کی نسے پھٹتی ہوئی محسوس ہوئی۔ایک دم وہ تڑپ کر پیچھے ہوا ۔تکلیف سے لبوں سے صرف نکلا۔

"رے۔۔۔"

اُف کتنی اذیت تھی جب اس نے رے کہا۔

"تم پر میں۔۔۔۔۔۔نے اعتبار۔۔۔کر کے غلطی۔۔۔۔۔کی۔۔۔نجانے کیوں قبول کر۔۔۔۔بیٹھی۔۔۔۔۔میرے ماں باپ کی عزت۔۔۔۔۔۔کا دھجیا۔۔۔۔اُڑانے والے کو میں نے۔۔۔۔۔ہاتھ۔۔۔۔بھی۔کیوں لگانے دیا۔۔۔تف ہے تم پر۔۔۔۔۔۔ رمشا۔۔۔"

"رے کیا بول رہ۔۔۔رہی ہو تم۔۔۔"

اب وہ ہکلا رہا تھا۔خود کو سنبھالنے کے لیے اس نے ریلنگ کو تھام لیا۔اس کی طبیعت عجیب ہو رہی تھی۔صوفی کی چیخیں اس کے کانوں میں گونج رہی تھی۔

اس کے سر میں درد شروع ہو رہا تھا۔

"کیوں۔۔۔سکندر۔۔۔وہ تو۔۔۔بخت کی۔۔۔امی تھی۔۔۔وہی بخت جس۔۔۔پہ تم جان لٹاتے ہو۔۔۔۔یا پھر اس کی ۔۔۔۔محبت بھی ایک دکھوا ہے۔۔۔۔۔اس کا کب مار رہے ہو۔۔۔"

وہ سانس لینا چاہتا تھا مگر لے نہیں پا رہا تھا۔یہ لڑکی یہ محبت اس پہ کوڑے برسا رہی تھی۔وہ اسے تھپڑ مار کر چُپ کروا سکتا تھا۔اس کا گلا بھی دبا سکتا تھا مگر دل کہہ رہا تھا یہ کرنے سے وہ خود کو ختم کر دے گا۔وہ اس لڑکی کو پھر تکلیف نہیں دے سکتا تھا۔

"میں تمھیں۔۔۔۔نہیں۔۔۔برداشت کر۔۔۔سکتی۔۔۔سکندر۔۔۔۔تم نے۔۔۔تم نے اپنی۔۔۔بہن اور بہنوئی۔۔۔۔کو مار دیا۔تم نے۔۔۔بب بخت کو یتیم۔۔۔۔کر دیا۔۔۔وہ جو تمھیں۔۔۔اپنا۔۔سب کچھ مانتی۔۔۔ہے۔۔۔اس کی دُن۔۔دُنیا۔۔۔ چچ چھین لی تھی۔۔۔سکندر۔۔۔۔اور اس بیچاری کو۔۔۔نہیں پتہ تھا۔۔۔کہ اس کا فرشتے جیسے ماما نے۔۔۔۔دولت ' اور۔۔۔ اسے گگ گھٹیا۔۔۔درجے کو پانے۔۔۔۔۔۔کے ل۔۔۔لئے اس کے ماں باپ کو مامار۔۔۔دیا۔۔۔"

وہ تلخی سے روتے ہوئے ہنسی اور سکندر ساکت کھڑا اس کی کاٹ دار الفظ کو سہہ رہا تھا۔فرق صرف یہ تھا کہ اب یہ لفظ زہریلے تھے جو اسے آہستہ ہی آہستہ اندر سے ختم کرنے لگے تھے۔جن سے رمشا بے خبر تھی۔

"بب بہنوئی۔۔۔کی سمجھ آتی۔۔۔۔۔ہے۔۔۔سکندر۔۔۔کہ تمھیں اس کی کرسی۔۔۔اس کا مقام چاہیے تھا۔۔۔۔۔۔مگر بہن۔۔۔اپنی ماں جائی۔۔۔۔۔کو کس بیس پہ ختم۔۔۔۔۔۔کر دیا۔۔۔یہی کہ۔۔۔وہ اپنے شوہر کو ڈیفنڈ کر رہی تھی ۔۔۔۔۔۔۔۔جیسے میں کر رہی ہوں۔۔۔اس طرح تو۔۔۔میری موت بھی پکی ہے۔۔۔۔"

وہ اسے کہنا چاہتا تھا بس کر ورے۔میرا اعتبار کر ورے مگر وہ چُپ رہا بالکل بت بنا کھڑا رہا۔

رمشا نے اپنی زخمی آنکھیں اس کی طرف اُٹھائیں اور بڑے ضبط سے یہ لفظ کہیے۔

"مجھے۔۔۔۔۔اب تمھارے ساتھ۔۔۔۔۔نہیں رہنا۔۔۔مجھے تم سے علیحدگی چاہیے۔۔۔تمھارے لئے۔۔۔یہی سزا کافی ہے شیرِ داود سکندر۔۔۔کہ میں تم سے نفرت کرنے لگی ہوں۔۔۔"

بس اب ساری حدیں ختم ہو چکی تھی۔وہ تیزی سے مڑ کر بنا کچھ واش روم گیا اور زور سے دروازہ بند کر خود کو آئینے میں دیکھا تو دھک سے رہ گیا۔سفید چہرہ' ناک سے بہتا خون۔اسے متلی آنے لگی تیزی سے وہ سنک کی طرف جھکا۔

"شیرو مجھے بچاؤ شیرو!!!!! "

"شیرو پلیز مجھے یہاں سے لے جاؤ۔میں عامر کو فیس نہیں کرنا چاہتی۔پلیز بخت اور مجھے دونوں کو بھگا کر لے جاؤ۔۔"

"شیرو پلیز میں مر جاؤں گی۔"

"صوفی میں تمھیں کچھ ہونے نہیں دوں گا۔"

"شیرو خدارا یہاں سے لے جاؤ ورنہ عامر مجھے مار دے گا۔"

"صوفی میں تم سے بہت پیار کرتا ہوں مگر سوری۔۔"

پھر گولیوں کی آوازوں پہ سکندر کی آنکھوں میں اتنی تکلیف ہوئی کہ اس نے غصے سے شیشے پہ مکا مارا۔

دروازہ کھول کر وہ باہر آیا تو اس نے دیکھا وہ کمرے میں آچکی تھی اور کارپٹ پہ بیٹھی' گھٹنے پہ سر رکھے شاید رو رہی تھی مگر نجانے کیوں وہ آج اس کے رونے پہ کیوں نہیں تڑپا تھا شاید تڑپنے کے لیے موجود دل مر چکا تھا۔

اپنے گیلے چہرے کو بازو سے صاف کرتے ہوئے وہ اپنے مضبوط چال چلتا اس کے پاس آیا۔

"ایک سیکنڈ کے اندر کھڑی ہو جاؤ جب اپنی بہن کو مار سکتا ہوں تو میری نافرمانی کرنے پہ تمھیں بھی ختم کر سکتا ہوں۔"

بے انتہا' سخت کٹیلے لہجے میں بولا وہ بالکل اجنبی لگ رہا تھا۔رمشا نے سر اُٹھایا تو ایک دم اس کی آنکھوں میں عجیب سا احساس گزرا ۔

"میری شکل مت دیکھو اُٹھو!! "

جبڑے سختی سے بھینچے وہ سرد لہجے میں بولا۔

رمشا بامشکل خود کو سنبھالتی اُٹھی سکندر دیکھ سکتا تھا اس کی ٹانگیں کانپ رہی تھی۔ چہرے پہ حقارت کے بجائے عجیب سے کیفیت تھی جسے سکندر فی الحال سمجھ نہیں سکتا تھا۔

"تت تم۔۔۔۔نے ف۔۔۔۔" اس کی بات سکندر نے سختی سے کاٹی۔

"میں نے تمھیں بولنے کا کہا!! کہا میں نے! تو لہذا اپنا منہ بند رکھو۔"

رمشا نے اپنی مٹھیاں بھینچی۔

"مم میں۔۔۔ تمھارے۔۔۔ حکم کی پابند نہیں۔۔۔ہوں۔۔۔مجھے علیحدگی چاہیے۔۔"

پتا نہیں کہاں سے وہ اتنی ہمت لا رہی تھی۔ سختی سے اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے وہ مضبوطی سے بولی۔ سکندر قدم بڑھتا اس کے پاس آیا رمشا ایک انچ بھی نہیں ہلی۔ سکندر عجیب انداز میں مسکرایا۔

"ڈر نہیں لگ رہا تمھیں مجھ سے سویٹ ہارٹ۔" وہ چُپ رہی۔ سکندر مزید اس کے قریب آیا اور جھک کر اس کے کانوں میں بولا ۔" میں ابھی تمھیں ماردوں تاکہ تم اپنا منہ نہ کھولو کچھ کر سکتی ہو تم(وہ تمسخر انداز میں ہنسا) نہیں سکندر کو پانچ منٹ لگتے ہیں کسی کی روح نکالنے میں۔انسان کو مزاحمت کرنے کا موقع بھی نہیں دیتا میں۔"

"تم۔۔اتنے۔۔۔بے رحم کیوں۔۔۔ہو؟"

ناچاہتے ہوے بھی اس کی آنکھیں پانیوں سے بھر گئیں۔اس کی آنکھیں اس سے شکوہ کیوں کر رہی تھیں۔

"تمھیں اب پتا لگ رہا ہے!!! "

وہ اب دھاڑا رمشا نے زور سے آنکھیں بند کی۔

"اب معلوم ہو رہا ہے کہ میں بے رحم ہوں۔ پہلے کیا نمازی پرہیز گار تھا جو اب سچ جان کر تم ایسے بن رہی ہو جیسے تمھیں میرا پتا ہی نہیں تھا۔"

اس کے بازو کو تھامے وہ جھنجھوڑ کر چیخا۔ رمشا کا چہرہ سفید ہو گیا۔

"علیحدگی؟ کس حق سے تم مانگ رہی ہو علیحدگی کیا تم اپنی مرضی سے بیاہ کر آئی ہو جو جب دل کیا مجھے اپنا لیا جب دل کیا مجھ سے علیحدہ ہو گئی۔ نور رمشا تمھیں اُٹھا کر لایا ہوں اور اُٹھائی ہوئی لڑکی کو معاشرہ قبول نہیں کرتا!!!! "

رمشا کو لگا وہ سانس لے نہیں سکے گی۔ پہلے اس نے سکندر کی سانسیں چھینی تھیں اور اب سکندر یہی کام کر رہا تھا۔ برابری کے رشتے میں برابر کا دکھ ہی ملتا ہے۔

"تمھیں ماں باپ کے گھر چھوڑ دوں گا تو وہاں لگتا ہے تمھیں کے تمھاری زندگی آسان اور سکھ سے بھری ہو گی میری جان کو بہت بڑی غلط فہمی یہ جو تمھارے ماں باپ تمھارے لیے جان چھڑکتے تھے وہی ماں باپ تمھیں ایک بوجھ سمجھے گے!!!! تمھیں دیکھ کر ان کا دم گھٹے گا۔ جن کی آنکھوں میں آنسو تمھارے غائب ہونے پہ نہیں رُکتے وہ تمھارے ہونے پر بھی نہیں رُکے گے بلکہ تم ان کی تکلیف میں مزید اضافہ کرو گی ابھی تو انھیں تم چاہیے ہو بعد میں تمھاری زندگی سیٹل کرنے کی فکر پڑے گی اور ایک اغواہ شدہ لڑکی کو کوئی نہیں اپناتا۔ جس طرح میں معاشرے کے لئے ناسور بن چکا ہوں ویسے ہی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔"

اس نے چیخ کر ساری بات کہتے ہوئے آدھی ادھوری بات چھوڑ دی اور یہ آدھی ادھوری بات رمشا کے لئے زہریلا خنجر ثابت ہوئی تھی۔

"اب بات کرتے ہیں اس سچ کی جس کو جان کر تمھارے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ کس نے تمھیں بتایا کہ میں نے اپنے بہن اور بہنوئی دونوں کو مارا اور میرا نام یہاں بولنے کی کوئی جرات نہیں کرتا تو کسی نے بتایا ہے تمھیں بولو۔" اس کا جبڑا پکڑے وہ دانت پیستے ہوئے بولا۔ رمشا کا چہرہ سُرخ ہو گیا تھا۔ آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ اس نے اپنا ہاتھ بڑھا کر اپنا جبڑا اسکندر کی گرفت سے چھڑوانے کی کوشش کی مگر سکندر نے اپنے دوسرے ہاتھ سے اس کے ہاتھ کو جھٹکا۔

"سکندر۔۔۔ پلیز۔۔۔ چھوڑو۔۔۔ مجھے۔۔۔"

وہ بھیگی آواز میں بولی۔

"سکندر؟ شیرِ داود نام ہے میرا سکندر کیوں بول رہی ہو کہاں گیا تمھارا غصہ' کہاں گئی تمھاری بہادری' کہاں گئی تمھاری نفرت !!!!! "

اب اس کا جبڑا چھوڑے اس کی گردن پکڑ چکا تھا۔ البتہ یہاں اس نے اپنا دباو نہیں بڑھایا تھا۔

"ڈر کیوں گئی پہلے بولتے ہوئے ڈر نہیں لگا اب کیوں لگ رہا ہے۔"

"تم۔۔۔ تم نے۔۔۔ کسی عام۔۔۔ لڑکی کا قتل۔۔۔ نہیں کیا تھا۔۔۔ سکندر تم نے اپنی بخت کی ماں۔۔۔۔ کا خون کیا تھا وہی ۔۔۔۔ بخت جس کے لئے تم اپنی جان چھڑکتے ہو۔۔۔۔۔ صوفی کے نام۔۔۔ کا تم نے کلب کھولا۔۔۔۔ ہے۔۔۔ صوفی کا نام تم۔۔۔ سوتے ہوے۔۔۔ لیتے۔۔۔ ہو کیا سمجھوں میں اسے۔۔۔ جو انسان بظاہر تو بہن۔۔۔ کے لیے پاگل ہو رہا ہے۔۔۔ اس کی اولاد کے۔۔۔۔۔۔ لئے اپنی جان دینے کے لئے تیار ر۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ہنے نے اس کی ماں کا تیرہ برس پہلے قتل کیا تھا ۔۔۔ یہ بات۔۔۔۔۔"

وہ روپڑی اس سے برداشت نہیں ہو رہا تھا۔ وہ مزید نہیں بول سکتی تھی۔

"مجھے۔۔۔۔ چھوڑدو۔۔۔ سکندر۔۔۔میں۔۔۔ایک سیکنڈ بھی تمھیں برداشت نہیں کر سکتی۔۔۔۔۔میرے۔۔۔لیے سانس لینا مشکل ہو رہا ہے۔۔۔۔میں جی لوں گی۔۔۔۔بیشک وہاں کی۔۔۔۔۔۔۔زندگی کانٹے۔۔۔۔۔۔۔سے بھری ہو اس زندگی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔سے ہزار گنا۔۔۔۔۔۔۔بہتر ہو گی وہ زندگی۔۔۔۔۔۔میں بخت کا سامنا نہیں کر سکتی۔۔۔۔۔میں تمھیں نہیں دیکھ سکتی۔۔۔ تمھارے لئے۔۔۔۔۔۔۔اس کی محبت۔۔۔۔۔۔۔پہ۔۔۔۔۔۔میں خود پہ اپنا۔۔۔۔۔۔۔۔اختیار کھوں دوں۔۔۔۔۔۔گی پلیز۔۔۔۔۔۔سکندر۔۔۔۔۔۔ایک کمزور لڑکی تمھارے۔۔۔۔۔۔ہاتھ جوڑ کے۔۔۔۔۔۔ کہہ رہی ہے ۔۔۔۔اسے چھوڑدو۔۔۔۔ چھوڑدو اسے۔۔۔۔۔۔"

سکندر کو اپنے ہاتھ اس کی گردن سے ہٹانے پڑے۔

وہ ایک دم پیچھے ہوا اس نے رمشا کو دیکھا جو چہرے پہ ہاتھ رکھے رو رہی تھی۔اس کا رونا غضب ہو گیا۔

سکندر نے جیب سے ریوالور نکالا اور اس کے قریب آکر گھٹنے کے بل بیٹھا پھر ہاتھ بڑھا کر اس کا بازو تھاما۔رمشا ایک دم چونکی۔

سکندر نے اسے زرا سا کھینچ کر نیچے کرتے ہوئے اسے گن پکڑائی اور اس کی نال اپنی پیشانی پہ رکھی۔

"ختم کردو مجھے!"

رمشا کی آنکھیں اس کی بات پر بے اختیار پھٹ گئیں۔

••••••••••••••••••••••••••••••••••••

"تھینک گاڈ تم اُٹھی میں ابھی تمھارے پاس آنے لگی تھی کہ صبح کے بارہ بج گئے ہیں اور بخت میڈم کا نام و نیشان ہی نہیں حالانکہ حنان کہہ رہے تھے کہ بخت نو بجے تک اُٹھ جاتی تھی۔"

بختاور جیسے ہی نیچے آئی درینہ جو ٹی وی لاونج میں بیٹھی ٹی وی دیکھ رہی تھی اس دیکھ کر کہتے ہوئے فوراً اُٹھی۔بختاور ایک دم ہی شرمندہ ہو گئی۔

"سوری آپی آپ کو میری وجہ سے جلدی اُٹھنا پڑا۔آپ سو جاتی اصل میں رات کو دیر سے سوئی تھی تو تبھی اتنے بجے اُٹھی ہوں۔"

"ارے پاگل یہ تمھارا اپنا گھر ہے جب چاہے سو جب چاہے اُٹھو چھوڑو بتاؤ ناشتہ کرو گی یا کچھ ہلکہ سا سنیک لے آؤں کیونکہ ٹائیم ایسا ہے کہ ابھی لنچ کا ٹائیم آجائے گا یا کہتی ہو۔۔" بختاور نے ایک دم نفی میں سر ہلایا بے بی پنک نائیٹ سوٹ میں الجھے بالوں وہ تھوڑی سی جھلی اور تھوڑی سی کیوٹ لگ رہی تھی۔

"اصل میں ناشتہ اتنا خاص کرتی نہیں ہوں وہ تو ماما زبردستی ناشتہ کرواتے ہیں اگر میرے پہ ہو تو میں صرف جوس اور ٹوسٹ لیتی ہوں جو کہ میں خود بنالوں گی۔"

"ارے بیٹھو یہاں پر خبردار ایک انچ بھی ہلی تو ایک تو بے تکلف برتنے والے لڑکیاں مجھے بہت بُری لگتی آرام سے ٹی وی دیکھو میں یوں گئی اور یو آئی تمھارے ہوتے ہوئے مجھے کوئی کام کا بہانہ ملے گا ورنہ تو ایسے بیٹھی رہتی ہوں۔" اس کی ٹھوڑی پیار سے پکڑ کر کہتے ہوئے وہ اسے صوفے کی طرف اشارہ کر کے مڑی۔ بختاور نے گہرا سانس لیتے ہوئے گرنے کے انداز میں صوفے پہ بیٹھی اور ریموٹ اُٹھا کر اس نے ٹی وی سے چینل چینج کرنے لگی۔

کافی کے کپ میں چیچ ہلاتے اس نے اپنے فون کی طرف دیکھا جہاں پہ شرینہ کی کال آرہی تھی اس نے ایک ہاتھ سے فون اُٹھا کر اوکے دبا کر کان سے لگایا۔

"صبح صبح خیریت میری یاد کیسے آگئی یا کسی کی یاد پر آپ نے مجھے فون کیا۔"

"فضول ہی بولنا بس تم! تمھارا حال چال نہیں پوچھ سکتی اور گھر پہ ہو؟"

"ہاں کیوں کہی تم آنے والی تو نہیں ہو۔"

"وہ ناشتہ دینا تھا تمھیں کل تم نے آنٹی کو تو منع کر دیا آج سوچا ہم دونوں آجائے وہ پوچھ رہی تھی کہ آج محترمہ ہمیں اجازت دے دیں گی۔"

"لو بھلا اس میں اجازت کی کیا بات ہے وہ میں اس لئے کہہ رہی تھی کہ کل حنان تھکے ہوئے گھر آئے تھے اور پھر نکل پڑے۔ ابھی دو گھنٹے بعد آجائے گے ایسا کرو تم سب لوگ آجاو ذیفی گھر میں ہے؟"

"حذیفہ تو یونی گیا ہوا ہے مگر اس کی گاڑی کی چابی میرے پاس ہے اسی میں آجائے گے۔"

"چلو اچھا کیا بتا دیا میں کچھ کھانے کا بندوبست کر لوں گی اتنے میں۔"

"ارے ہم جب کھانا لا رہے ہیں تو ڈرامے کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے آرام کرو ابھی گھنٹے میں آتے ہیں۔"

"اوکے بابا رکھو مجھے اپنی بھابی کو ناشتہ دینا ہے اور سُنو اچھا تیار ہونا وہ گھر پہ ہیں اور حنان کے ہوتے ہوئے نیچے ہی ہوتے ہیں اچھا موقعہ ہے۔"

شرینہ کے گال ایک دم سُرخ ہو گئے۔

"بھاڑ میں جاؤ!! "

بظاہر تو اس نے بڑے غصے سے کہا تھا لیکن کہتے ہوئے اس کے چہرے پہ مسکراہٹ پھیل گئی تھی۔ درینہ نے ہنستے ہوئے فون بند کیا۔

"پتا کرنا پڑے گا یہ ہر کولیس بلا کیسے اندر گھس سکتا ہے اور اتنی بڑی دھمکی دے کر گیا ہے مجھے۔ بچو اس بار تم میرے ہاتھوں لگو اچھی طرح نانی یاد دلاؤں گی خوامخواہ مجھے ڈرپوک سمجھا ماما اور ہانی ماما اس کا ایک دفعہ حشر کریں پھر پتا چلے کس سے پنگا لیا ہے۔ ہونہہ ۔۔۔"

ساری رات ہر کولیس کو سوچتے ہوئے اس نے جاگتے ہوئے گزار دی۔ ڈر اور تجسس اتنا حاوی ہوا تھا کہ کوئی حد نہیں کہی جا کر صبح کے چھ بجے اس کی آنکھ لگی تھی پھر بھی وہ اتنا نہ سو سکی۔ ابھی بھی دھیان اسی کی طرف تھا۔ اس نے اسے ٹاپس کیوں دیے پہنے کے لئے اور پھر لے بھی لئے اس کے پیچھے آخر وجہ کیا تھی۔ ایک دم اسے رمشا کی بات یاد آئی۔

"سکندر۔۔۔۔۔ ڈریسنگ روم میں۔۔۔۔ گگ گھس گئے۔۔۔ تھے اور انھوں۔۔۔۔۔ نے میرے منہ۔۔ پہ ہاتھ رکھ۔۔۔ کر۔۔۔ کہا تھا۔۔۔ کہ میں آواز نہ نکالوں۔۔۔۔ مجھے سمجھ۔۔۔، نہیں آئی۔۔۔ آخر۔۔۔ وجہ کیا ہے۔۔۔۔ شاید کسی۔۔۔۔۔ سے چھپ رہے تھے۔۔۔۔۔ ہنسی۔۔۔۔۔ بڑی آئی اس وقت میں۔۔۔۔۔۔ بول بھی۔۔۔۔ نہیں۔۔۔۔۔ سکتی۔۔۔۔۔ تھی اور کہہ رہے تھے ہوشیاری۔۔۔۔۔ مت کرنا۔۔۔۔"

"ماما اگر آپی کے ساتھ ایسا کر سکتے تو پھر کوئی اور اُف تم پاگل ہو بخت میرے ماما جیسا کوئی ہو نہیں سکتا کوئی اور بات ہوگی آج کے آج ہانی ماما کو بتاؤں گی میں۔"

"یہ لو سوری تھوڑا ٹائیم لگا دیا میں نے ابھی فٹافٹ ناشتہ کرو پھر جلدی سے تیار ہو جاؤ کیونکہ میری امی اور کزن آنے لگی ہیں تھوڑی دیر میں۔"

درینہ کی آواز پہ وہ ایک دم سے خیالوں سے نکلی تھی وہ ٹرے سامنے ٹیبل پہ رکھتے اس کے ساتھ بیٹھتے ہوئے بولی۔

"اللہ اتنا سارا کچھ آپی۔۔۔۔"

"لو چکن سینڈوچ' کرسونٹ' جوس اور کافی کے علاوہ میں کچھ بھی نہیں لائی ابھی تو انڈا بھی بائل کرنے لگی مگر چونکہ کھانے کا وقت آنے لگا تھا تو سوچا اتنا ہی کافی اگر مزید کچھ چاہیے تو بتا دو۔"

اس کی بات پہ تو باقاعدہ بخت نے کانوں کو ہاتھ لگائے۔

"توبہ کریں ابھی تک دعوت ولیمہ کا کھانا ہضم نہیں ہوا تو آپ مزید لنچ شنچ کی بات کر رہی ہیں ویسے آپ اس معاملے میں بالکل مشی آپی پر گئیں ہیں۔"

درینہ نے مڑ کر ادھر اُدھر دیکھا کے کہی حدادرمشا کے بارے میں نہ سُن لیں۔

"ام بخت آپ نا اپنی آپی کا ذکر یہاں نہیں کرو گی۔"

بختاور جو کروسونٹ کا بائیٹ لے رہی تھی ایک دم درینہ کے آہستگی سے کہنے پر چونکی۔

"مگر کیوں؟کوئی بات ہے؟"

اس نے نارمل لہجے میں درینہ سے پوچھا۔

"وہ جن سے آپ ٹکرائی تھی ناکل۔وہ میرے چاچو ہیں اور تمھارے آپی کے ماموں تو اگر انھوں نے سُن لیا کہ آپ کی آپی آپ کے ماموں کے پاس ہیں تو پھر گڑبڑ ہو جائے گی۔"

"وہ بلیک بیوٹی آپی کے ماموں ہیں۔۔۔"او پاگل کیا بول رہی ہے۔اس نے لبوں کو دبا کر خود کو مزید کہنے سے روکا۔درینہ نے الجھ کر اسے دیکھا اس سے پہلے کچھ کہتی ایک دم فون کی بیل پہ وہ ایک دم اونو کہنے لگی۔

"فون بھول آئی ہوں آپ تب تک ناشتہ کرو میں ابھی آئی۔"

وہ اُٹھ پڑی بختاور نے خود کو کوسا وہ آپی کے چاچو ہیں اور ان کے سامنے بلیک بیوٹی کہہ رہی ہے۔

اس نے کافی کا کپ اُٹھایا اور سپ لینے لگی تو کڑوی کافی سے اس کا حلق تک کڑوا ہو گیا۔

"اُف چینی کا نام و نیشان ہی نہیں ہے بالکل ماما والی کافی خود ڈالنی پڑے چینی گی۔"

وہ کپ پکڑے تیز قدم اُٹھا کر کچن کی طرف جانے لگی جب سیڑھیوں سے آتے فون پہ ٹیکسٹ کرتے حداد نے دھیان نہیں دیا اور ایک بار پھر بخت سے ٹکرا گیا تیز گرم کافی حداد کی شرٹ اور بخت کے پاؤں پہ جا کر گری۔بخت کی ایک دم چیخ نکل پڑی جبکہ حداد کے سینے پہ گرم کافی پڑنے سے ہلکی سی تکلیف ہوئی۔

....

"آج مجھے ختم کردو تمھارے سارے شکوے' ساری شکائیتیں ختم ہو جائے گے جب میں نہیں رہوں گا تو نہ صرف تمھاری زندگی میں سکون آئے گا۔شہر بھی مجھ جیسی بلا سے چھٹکارا پالے گا۔"

رمشا ایک دم بدک کے پیچھے اس کا چہرہ لٹے کے مانند سفید پڑ گیا۔وہ وحشت بھری نظروں سے اس جنونی آدمی کو دیکھ رہی تھی۔

"کیا ہوا؟ایسے پیچھے کیوں ہو گئی تم تو نفرت کرتی ہو مجھ سے۔جان چھڑوانا چاہتی ہو میرے سے تو یہ گھبرا کیوں رہی ہو؟"

"سکندر۔۔۔۔بخت۔۔۔"

بھرائی آواز میں اس نے بخت کا نام لیا پتا نہیں کیسے اس کا نام لبوں سے نکلا۔

سکندر عجیب انداز میں ہنس پڑا۔

"جیسے اپنی بہن کو مارا ہے۔اسے بھی ختم کر دوں گا' خود اس بار ہمت نہیں کروں گا یہ کام حنان کرے گا اور کچھ جاننا ہے تو ابھی پوچھ لو۔"

رمشا منہ پہ ہاتھ رکھے اس کے پاگل پن کو دیکھنے لگی۔

"تم۔۔۔ایسا۔۔۔نہیں کرو گے۔۔۔۔"

وہ ناچاہتے ہوئے بھی چلائی۔آنسو اپنی رواں میں بہتے جارہے تھے۔

"میرے بغیر ویسے بھی لوگوں نے اسے نوچ کھسوٹ کر ختم کر دینا ہے۔بہتر نہیں ہے کہ میں اس کی جان لے لوں۔سیدھا بولو اپنی فکر ہے کہ یہی حشر تو تمھارے ساتھ ہو گا!!! "

وہ چیخا اور اُٹھ کھڑا ہوا۔رمشا خود کو ٹھنڈا پڑتا ہوا محسوس کر رہی تھی۔گلے میں تکلیف بڑھتی جارہی تھی۔اب تو اس میں بولنے کی بھی ہمت نہیں تھی۔

کانپتے ٹانگوں سے اس نے یہاں سے بھاگنے کی کوشش کی کہ سکندر نے اس کی کلائی تھام کر روکا۔

"کہاں بھاگ رہی ہو اپنا کام تو کر کے جاؤ!!! "

رمشا رونے لگی اسے روتا ہوا دیکھ کر سکندر کو بڑی تکلیف بہت ہوئی بر وقت وہ بگڑ گیا۔

"چُپ!!! "

ایک دم اس کے دھاڑنے پر رمشا کو اپنے ہاتھ جوڑنے پڑے۔

"سکندر۔۔۔پلیز۔۔۔مت کرو۔۔۔پلیز۔"

"کیا ہوا ہاتھ کیوں کانپنے لگ گئے چلاؤ گولی علیحدگی چاہیے نا تمھیں مجھ سے تو دے رہا ہوں نا تمھیں موقعہ۔چلاو۔۔۔"

گن اس کے ہاتھ میں زبردستی تھماتا اپنے سینے پہ تانے وہ غراتے ہوئے بولا۔رمشا کے ہاتھ کانپ رہے تھے اور چہرے سے مزید خون نچوڑ گیا تھا۔

"نفرت ہے نا مجھ سے تو ثبوت دو اپنی نفرت کا۔آئی سویر رمشا میں اپنی محبت کا ثبوت دوں گا۔تمھاری طرح میں منافق نہیں ہوں "۔

"ڈر کیوں رہی ہو یہی کہ جیل چلی جاؤ گی یا تمھیں پھانسی ہو جائے گی تو بے فکر رہو میری جان تم ایک غنڈے کو مار رہی ہو ایسے غنڈے کو جس کی ملک کی فورس اس کا بال تک بیکانہ کر سکی۔اس بات پہ تو تمھیں بہادری کا ستارہ جرات ملے گا چلو شاباش۔"

"سکندر۔۔۔"

وہ تکلیف سے اپنے ہاتھ پیچھے کرنے لگی تو سکندر نے گرفت مضبوط کی۔

"سکندر نہیں شیرِ داود!!! آخر مرنے سے پہلے یہی نام سُنا چاہتا ہوں ورنہ اپنی پہچان ہی بھول گیا تھا۔ تمھارے لبوں سے اپنا یہ نام سُن کر اپنے سارے عمال یاد آنے لگتے ہیں۔"

"میرا۔۔۔ہاتھ چھوڑو سکندر۔۔۔"

وہ روتے ہوئے چیخی۔

"تمھارے خواہش پوری کر رہا ہوں۔"

وہ ایک دم اپنے ہاتھ کو زور سے کھینچنے لگی کے اچانک غلطی سے ٹریگر پہ اس کی انگلی دب گئی۔ ریوالور نے جھٹکا کھایا اور شوٹ ہونے کی آواز پورے کمرے میں گونجی۔

"داود!!!!! "

اس کی دلخراش چیخ پورے کمرے میں گونجی۔

••

درینہ جو حنان سے بات کرنے کے لئے لان میں چلی گئی تھی اسے بختاور کی آواز سُنائی نہ دی جبکہ وہ اپنے جلے پیر کو دیکھ کر سسکنے لگی ۔حدادنے بنا کچھ کہے اسے سہارا دے کر صوفے پہ بیٹھایا۔اس نے اپنے سینے کی جلن کو جھٹکا اور اسے دیکھا جو برداشت کے باوجود اس کی آنکھوں سے آنسو نکل آئے تھے۔

"بچوں کی طرح رونا بند کریں گی آپ ایک تو آسمان کو دیکھ کر چلنا ہوتا ہے اوپر سے ہاتھ میں کافی پکڑی ہو تو یہ کمال تو ہونا ہی تھا۔"

وہ اس کے پاؤں کا جائزہ لینے لگا۔ بختاور نے ایک دم اس کے طنز کرنے پر اپنے پیر پیچھے کیے۔

"ایک تو سامنے سے آپ آرہے تھے۔ آپ کو دیکھنا چاہیے تھا یہ ملنگ بابے والے بال میں ویسے بھی کیا دکھائی دینا تھا اور الزام میرے کافی پکڑنے پہ لگا رہے ہیں۔"

حدادنے اسے دیکھا' وہ اس وقت خاکی پینٹس' وائٹ پولو ٹی شرٹ میں کھلے بالوں کی وجہ سے چارمنگ مگر بختاور کو زہر لگ رہا تھا۔

"مت بھولیں محترمہ میرا ابھی سینہ جلایا ہے آپ نے اور یہ عینہ کہاں ہے؟"

اس نے اُٹھ کر اس سرد لہجے میں کہتے ہوئے درینہ کے بارے میں پوچھا۔

بختاور کچھ کہنے لگی مگر دھیان جب اس کے سینے پہ گیا جہاں اس کی شرٹ پہ کافی کے بڑے داغ نے اس کی بولتی بند کر دی۔ صحیح کہہ رہا تھا یہ بلیک بیوٹی۔ سینہ اس کا بھی جلا ہے اور میں بچوں کی طرح رو رہی ہوں مگر وہ تو مرد ہے۔ یااللہ ماما ہوتے تو پورا گھر اُٹھا لیتے اور یہ محترم ہیں کچھ کر رہی نہیں رہے۔

"یہاں سے ہلنا مت! "

کہہ کر وہ تیزی سے مڑا تب تک عینہ آئی اور سامنے گرے کپ اور پیر پکڑے بختاور کو دیکھ کر وہ ایک دم پریشان ہو گئی۔

"بخت! یہ کیا ہوا۔"

وہ اس کے پاس بیٹھ کر اس کا پاؤں دیکھنے لگی جو کہ بہت سُرخ ہو چکا تھا۔

"چیخ کے بلا نہیں سکتی تھی یااللہ اب چھالے پڑ جائے گے رُکو میں ابھی۔۔۔"

"اس کی ضرورت نہیں ہے۔"

کسی کی نرم آواز پہ عینہ جو اُٹھ کر جانے والی تھی ایک دم حداد کو اس ٹیوب پکڑے اس طرف آتا دیکھ کر رُک پڑی۔اس نے دیکھا چاچو کی شرٹ پہ بھی داغ تھا تو دونوں ٹکرانے کے باعث جل پڑے تھے۔پہلے وہ خود لگانے کا سوچ رہا تھا جب اس نے درینہ کو دیکھا تو اسے ٹیوب پکڑائی۔

"زیادہ دبا کر مت لگانا' اسے آئی بروفن یا ایسٹامائیفن دے دینا اور چھالے نہ پڑے تو ایلو ویرا کا جیل سے مساج کر لینا اور کسی کو پلیز اتنی گرم کافی مت دیا کرو خاص کر چھوٹی بچیوں کو۔"

اس نے بخت کو ایک نظر دیکھا اور مڑ گیا۔

"او تو آپ چاچو سے پھر ٹکرائی تھی۔"

"میرا کوئی قصور نہیں تھا آپی ان کے بال ہی اتنے ملنگوں کی طرح ہیں اوپر سے ہائیٹ بھی ایسی سات فٹ ٹکرانا تو تھا۔"

ایک دم درینہ کو ہنسی آگئی۔

"یہ تو اب جا کر ایسے بال رکھے ہیں پہلے تو فوجی کٹ تھا ان کا۔بلا کے سٹرک تھے بالوں کے معاملے میں۔میرے بڑے اور چھوٹے بھائی کو تو بال زرا سے بھی بڑھانے نہیں دیتے تھے۔کہتے تھے دونوں ہی فوج میں جائے گے ان کی طرح مگر تقدیر میں ہی نہیں لکھا تھا۔"

وہ گہرا سانس لے کر اس کے پیروں پہ آوئنٹمینٹ لگانے لگی۔بختاور نے حیرت سے درینہ کو پھر اس طرف دیکھا جہاں سے حداد نکلا تھا۔

"وہ آرمی میں ہیں؟"

"ارے نہیں چودہ سال پہلے تھے کیپٹن حداد عظیم کے نام سے جانے جاتے تھے۔ کم عمری میں ہی انھیں کیپٹن کا اعزاز مل گیا تھا ۔ کم عمری میں میڈیکل اور ہاوس جاب بھی کر لی پھر ان کا نیورولوجی میں انٹرسٹ تھا کیونکہ پاکستان میں نیوروسرجن اور نیورولیجیکل سائیکٹیرسٹ کا نام ونیشان ہی نہیں تھا جیسے آج بھی نہ ہونے کے برابر ہیں۔ چاچو نے بہت سے کیس سٹڈی کیے ایسے ڈاکٹروں سے میٹنگ بھی کی۔ فون پر' تو کبھی باہر جاکر پھر اچانک ان کا انٹرسٹ ڈرگ اڈیکشن کی طرف آگیا۔"

"تو یہ نیوروسرجن نہیں ہیں؟"

"نہیں ارادہ تھا ان کا لیکن انھوں نے نیوروسائیکولجی کی ڈگری حاصل کی امریکا سے کیونکہ نیوروسرجری میں بارہ سال کا عرصہ لگتا ہے تو انھوں نے یہی کرنا پرفیر کیا۔"

وہ دوائی لگا چکی تھی۔ بختاور کو اس کے حوالے سے مزید دلچسپی ہوئی۔

"تو پھر انھوں نے کیا کیا آگے؟"

"زہین تھے حد سے زیادہ اور زہین لوگوں کے ساتھ کہاں کچھ اچھا ہوتا ہے اس دُنیا میں۔ ڈرگ آڈکشین کی طرف ملوث ہو گئے اس کے کیس اس ٹائیم پہ بہت عروج پہ تھے۔ انھوں نے اس پر جب کام کرنا شروع کیا تو ان کے ہی دوست نے مشورہ دیا کہ وہ اے این ایف کے لئے کام کرے اور ان کی ڈگری بہت کام آئے گی اور واقعی آئی بھی۔۔۔"

"اتنی کھچری ہے اس سٹوری میں تو اب کیا کرتے ہیں۔"

"کچھ بھی نہیں چودہ سال پہلے ایک حادثے میں ان کی ایک آنکھ اور کچھ برین سیل ڈیمیج ہو گئے تھے اور رمشا کی وکول کارڈز۔ چاچو کو فورسس والوں نے نکال دیا۔"

اس نے تھکی ہوئی سانس خارج کرتے ہوئے سامنے ٹھنڈے ناشتے کو دیکھا۔

"لو تم نے کچھ کھایا ہی نہیں یہ لو جوس پیو تب تک میں یہ گرم کرتی ہوں۔"

"نہیں آپی میں ایسے کھالوں گی آپ بیٹھیے۔ ویسے بہت سیڈ سی سٹوری ہے ان کی تبھی اتنے کھڑوس سے ہیں۔"

وہ ہنس پڑی۔

"پہلے بہت سویٹ تھے اب ظاہر ہے بُرا وقت آیا ہے ان پر تو ایسے ہو گئے ویسے ایک بات بولوں یہ اے این ایف والی بات صرف تمھیں بتائی کسی کو نہیں ہم نے سب کو بولا تھا کہ آرمی ڈاکٹر تھے نیورولوجی سے منسلک!! اے این ایف والی بات صرف مجھے اور میری فیملی کو پتا تھی سوائے ذیفی اور دادو کو۔"

"او فکر نہ کریں میں نے کس کو بتانا ہے ویسے بڑی انٹرسٹنگ سٹوری ہے ان کی مگر اتنے کم عرصے میں اتنے سارے کام کرنے کے بعد ہر چیز چھوڑ دینا عجیب بات نہیں ہے آپی۔"

"مطلب؟"

"یعنی کے اگر فورسس سے نکالے گئے تھے تو اپنی ڈگری کا تو استعمال کر سکتے تھے۔اپنا کلنک کھول لیتے۔کسی پرائیوٹ ہسپتال میں کام کر لیتے۔ایسے آدھی زندگی ضائع کر دی انھوں نے جو کہ بہت غلط بات ہے ویسے کیا عمر ہے ان کی اب بھی کچھ نہیں بگڑا۔"

"واقعی چاہتی بھی میں ہوں کہ اب بھی کچھ نہیں بگڑا۔چھتیس کے ہیں بہت کچھ کر سکتے ہیں یہ جو تمھارے سامنے نظر آتے ہیں ہمارے گھر میں تو وہ بھی نہیں آتے تھے۔کمرے میں بس بند اپنی دُنیا بنالی تھی انھوں نے۔یہ تو اچھا ہوا یہاں آ گئے حنان کے پاس اس کی وجہ سے ان میں زرا چینج آیا۔"

"یہ ہانی ماما کے گھر میں کیوں رہنے لگے؟"اس سے پہلے درینہ مزید حداد کی رواں دواں سُناتی گھر کی بیل پہ اسے اُٹھنا پڑا کیونکہ شرینہ اور امی آ چکے تھے۔

"تم بیٹھو اب چینج کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔حنان سے تو آج صحیح ڈانٹ پڑے گی مجھے۔"

"ارے نہیں مجھے اُٹھ سکتی ہوں آپ جائے میں تب تک چینج کر لوں اچھا نہیں لگتا نائیٹ ڈریس میں۔"

"اوکے۔"

....

اس کا پورا جسم کانپنے لگا۔دل جیسے مانو ڈھے سا گیا تھا۔کھڑے ہونے کی مزید اس میں سکت نہ تھی تو وہ اپنے کانپتے لبوں پہ ہاتھ رکھ کر نیچے بیٹھتی گئی۔گولی سکندر کے سینے پہ لگنے کے بجائے سیدھا دیوار پہ جا کر لگی تھی اگر وہ اپنے بازو کو نہ جھٹکتی تو سکندر مر جاتا۔ایک سیکنڈ میں اس کی سانسیں اس کے وجود سے الگ ہو جاتی اور پھر وہی سانسیں دوسرے سیکنڈ میں رمشا سے چھین لیے جاتیں۔

سکندر نے اسے دیکھا پھر سامنے دیوار کو پھر ریوالور کو گرا کر اس نے اسے زخمی نظروں سے دیکھا پھر جانے سے پہلے کہا۔

"تمھیں تو نفرت بھی صحیح طرح سے نہیں کرنی آتی رے۔محبت کا تو سوال بھی پیدا نہیں ہوتا۔"

پھر دروازہ زور سے بند ہونے کی آواز پر رمشا نے پھوٹ پھوٹ کر رونا شروع کر دیا۔

وہ نیچے آیا تو اس نے دیکھا جاوید تیزی سے اندر داخل ہو رہا تھا۔اس کے چہرے پہ پریشانی کے آثار صاف صاف دکھائی دے رہے تھے لیکن سکندر اس وقت اندر سے اتنا زخمی ہوا وا تھا کہ اسے کسی چیز کا ہوش ہی نہیں تھا۔جاوید نے اسے نیچے آتا ہوا دیکھا تو رُک گیا۔

"سر!"

اس کے کہنے پر سکندر نے اسے دیکھا تو ہاتھ اُٹھا لیے۔

"میں اس وقت سکون چاہتا ہوں جاوید کوئی بکواس نہیں سُنی میں نے۔حماد سے کہہ کر میرے آفس میں برانڈی بھیج دینا۔"

"سر مگر۔۔۔"

"کہا میں نے کچھ نہیں سُنا چاہتا۔"

وہ دھاڑ اُٹھا۔جاوید نے الجھ کر سکندر کو دیکھا۔

"سر باہر پولیس والے آپ کو اریسٹ کرنے آئی ہے۔"

اس سے پہلے سکندر یہاں سے جاتا ایک دم جاوید کے تیزی سے کہنے پر اسے رُکنا پڑا۔گھوم کر اس نے مڑ کر اسے دیکھا۔

"کس سلسلے میں؟"

اس نے سرد لہجے میں اس سے پوچھا۔

"وہ شفقت کے قتل والے کیس کے۔۔۔۔"اس نے آدھی ادھوری بات چھوڑ دی۔

سکندر نے جیسے ہی بات سُنی اس نے منہ پہ ہاتھ پھیرا اور سیدھا اوپر کی طرف دیکھا جہاں پہ وہ موجود تھی۔ناک کے کونے کو دباتے ہوئے اس نے کہا۔

"کس زمرے میں وہ مجھے اریسٹ کر سکتے ہیں کیا ثبوت ہے ان کے پاس۔"

وہ انتہائی نارمل لہجے میں بولا۔جاوید کو لگا ابھی وہ سولی پہ لٹکے گا۔

"سر مجھے نہیں پتا میں وہی پوچھ رہا تھا کہ انھوں نے اریسٹ وارنٹ دکھا دیا اور فوری طور پہ آپ کو حاضر ہونے کا کہا ہے ورنہ انھیں زبردستی کرنی پڑے گی۔"

"تم اوپر جاو اور رمشا کے کمرے کو فوراً لاکڈ کرو۔جب تک میں موجود نہ ہو تم نے اس کا خیال رکھنا ہے اینڈ آئی مین اِٹ جاوید زرا سی بھی کمپلین مجھے ملی انجام کے لئے تیار رہنا۔"

"یس سر۔"

اس نے سر کو خم دیتے ہوئے کہا اور اوپر کی طرف گیا۔

"اس بارے میں تو مجھے اور حنان کو صرف پتا تھا یہ کس الو کے پٹھے کو شک پڑ گیا۔۔۔۔ کہی۔۔۔۔"

اس نے ایک دم اوپر کی طرف دیکھا۔

"نہیں رے ایسا کیوں کرے گی۔ رے ایسا نہیں کر سکتی اسے تو پتا بھی نہیں ہے ایک تو اسے میرا نام اور میرے آدھے کارنامے پتا چل گئے تو یہ بھی پتا لگ چکا ہو گا۔" خود سے کہتے ہوئے وہ باہر کی طرف بڑھا۔ جتنا بھی دُکھی' جتنا بھی ٹوٹا سہی۔ بھا خود کو کسی کے سامنے کبھی کمزور' لاچار بے بس ظاہر نہیں کرتا تھا۔ یہ اس کی انا کے خلاف تھا۔ حسب معمول اپنے سابقہ خول چڑھائے وہ شان سے چلتا لان میں آیا اور اس نے نذیر کو اشارہ کیا کہ انھیں اندر بھیجو وہ کبھی ان کے پاس خود چل کر جیل نہیں جاتا تھا۔ یہ اس کی شان کے خلاف بات تھی۔ چہرے پہ تمسخر مسکراہٹ سجائے اس نے دیکھا چار وردی میں ملبوس پولیس والے ایک رو میں چل کر برآمدے کی طرف آ رہے تھے۔ جہاں وہ مزے سے ٹہل رہا تھا۔ ان کے یہاں پہنچنے تک اس نے ایک آدھ سگریٹ لبوں میں رکھ کر جلا بھی لی تھی۔ یہ اس کا چڑانے کا انداز تھا۔

"آو میرے پیاروں آج کون سا الزام لے کر آئے ہو۔"

اس نے سگریٹ کا گہرا کش لیتے ہوئے سامنے سے آتے موٹے سے آئی جی پی کو کہا جس نے نخوت سے سکندر کو دیکھتے ہوئے سر جھٹکا۔

"ہم تو بس فارملٹی کے لئے آتے ہیں۔ جانتے ہیں آپ جیسے بڑے لوگ نے دو دن میں واپس آ جانا ہے۔ ایک تو مجھے خوامخواہ کے جھمیلے آپے سے باہر لگتے ہیں۔ جب کوئی سزا ہی نہیں ملنے' ثبوت ہی ہاتھ نہیں آنا تو اس چکر دا فائدہ۔"

سکندر ہنس پڑا سگریٹ نیچے پھینک کر جوتے سے مسلتے ہوئے بولا۔

"بڑے تنگ ہو رفیقے!! ویسے کس کمینے نے میرے خلاف فائل درج کی ہے۔"

سینے پہ بازو لپیٹے وہ دلچسپی سے دیکھتے ہوئے بولا۔

"وہی تمھارا سوتیلا اب چلو ہم تو آنا نہیں چارہے تھے مگر سگا پڑ کا تمھارا بھائی ہے۔ اپنا کام پورا نہ کر لے اسے چین نہیں آتا۔"

سکندر کی آنکھیں حیرت سے اوپر ہوئیں پھر سیٹی کے دھن پہ کہا۔

"واو لوگ تو بڑے شیر ہو گئے ہیں۔ وہ فاروقی شفقت کا کیس لڑ رہا ہے۔"

"ہاں اس کے بھائی نے ہائیر کیا ہے اسے اور سوتیلے کا خون جوش مار گیا جب اسے تیرے حوالے سے ہلکہ سا شک ملا۔"

سکندر نے آگے بڑھ کر اس کے کندھے پہ ہاتھ رکھ کر اسے زور سی تھپکی دی۔

"چلو پھر زرا ہم بھی سیر کر آتے ہیں اتنا عرصہ ہو گیا اپنا گھر نہیں دیکھا۔ دیکھو مجھے ہتھکڑی نہ پہنانا۔"

ایس ایچ او نے انسپیکٹر رفیق کو دیکھا۔

"سر جی تُسی کیسے ایسی شہہ نو برداشت کر لیندے ہو۔"

"اپنا اپنا ظرف ہوتا ہے بھائی۔ چلو پھر تم نئے ہو نا اس لیے یہاں کے طور طریقے نہیں جانتے۔ ایسے لوگ کو براداشت کرنا پڑتا ہے "۔

رفیق نے گہرا سانس لیتے ہوئے شرارتی نظر آتے سکندر کو بیزاری سے دیکھا۔

"چلو۔"

سکندر مسکرا کر آگے چل پڑا مگر ایک دم اس کی مسکراہٹ غائب ہو گئی۔ آنکھوں میں زرا سا ریلیف پھیلا کہ یا اللہ شکر اس کی رے نے ایسی حرکت نہیں کی فاروق کو تو وہ دیکھ لے گا۔

....

"ام سلیمان بھائی اسے صاف کر دیئے گا اور یہ اسے کچن میں رکھ آئے۔ آپ لوگ کیوں کھڑے ہیں اندر چلیے اور اتنی ساری چیزوں کی کیا ضرورت تھی امی۔"

"تمھارے لئے ہم بالکل کچھ کر نہیں سکے اور آپ اتنا بھی کرنے کا حق نہیں ہے ہمارا مجھے ابھی تک تمھارے پاپا اور تمھارے فیصلہ سمجھ سے باہر لگا زرا سا انتظار تو کر سکتے تھے۔ ایک اکلوتی بیٹی تھی ایسی رخصت کر دی۔" امی کی بات پر جہاں شرینہ کے چہرے پہ مسکراہٹ پھیلی وہاں درینہ نے بے اختیار آنکھیں گھمائیں۔

"میرے اللہ ماما آپ ابھی تک اسی بات پہ رو رہی ہیں۔ میں بہت خوش ہوں اور یہ فیصلہ حنان کا تھا بیچارے کو ہم ایسے نہیں بیٹھا سکتے تھے ورنہ وہ کسی اور کو اپنا لیتے تب آپ خوش ہوتی۔"

امی نے بے اختیار اس کا گھر کا جائزہ لیتے ہوئے اس ایک دم گھورا۔

"فضول بولنا تم کب چھوڑو گی۔"

"ارے امی مذاق بھی آپ سے برداشت نہیں ہوتا۔ آپ بیٹھیے کھڑے ہو کر میرے گھر کو دیکھے گی یا نظر لگائے گی۔"

"نہیں حنان نہیں آیا ابھی تک۔"

"بس تھوڑی دیر میں آتے ہی ہوں گی اور تم کیوں گونگی بن کر بیٹھی ہو۔ کچھ بول کیوں نہیں رہی۔"

شرینہ کو اس نے جب اِرد گرد دیکھتے ہوئے پکڑا تو وہ ایک دم اچھلی جیسے اس کی چوری پکڑی گئی ہو۔

"نہیں تو میں نے سوچا زرا ماں اور بیٹی کو ان کا مومنٹ دے دوں بعد تمھارا سر کھانا ہے۔" وہ دونوں اپنی باتوں میں مشغول ہو گئی اور حداد جو چینج کر کے نیچے آ رہا تھا ایک دم مہمانوں کی آواز پہ اسے رُکنا پڑا۔ آوازوں کو اس نے فوراً پہچان لیا تھا بھابی آئی ہیں۔ لب بے اختیار بھینچے گئے۔ اس نے پیچھے قدم لئے جب ایک دم کسی کے سسکنے پہ اس خود کو موڑنا پڑا دیکھا تو دروازے کو تھامے بخت بامشکل نکل رہی تھی۔ حداد نے اسے سر تا پا دیکھا جو اب پنک نائیٹ سوٹ کے بجائے سفید شلوار قمیض اور ریڈ دوپٹے میں ملبوس' بالوں کو پونی میں قید کیے' چھوٹی سی گڑیا لگ رہی تھی۔ کچھ سوچ کر وہ اوپر آیا۔ بخت نے دو آرام سے قدم اُٹھائے اور دیکھا وہ شخص اوپر آ رہا تھا۔ اس نے لب دبا کر خود کو روک دیا۔ اب تو بالکل نہیں ٹکرائی گی اس کھمبے سے یہ بات تو تہہ تھی۔

اسے ایک دم رُکتا ہوا دیکھ کر حداد نے کن آنکھیوں سے دیکھا وہ اس کے جانے کا شاید انتظار کر رہی تھی تا کہ اس بار ٹکرانے کا موقع نہ مل سکے۔

وہ خاموشی سے سر جھٹکے لاونج کی طرف بڑھ گیا تو بختاور نے اس کی پشت کو گھور کر دیکھا۔

"انسان سے اگر غلطی ہو جائے تو سوری کہنے میں اگر اتنی تکلیف ہوتی ہے تو کم سے کم اس کی ہیلپ کر دیتا ہے۔ تلافی کے طور پر۔"

حداد کو رُکنا پڑا اگردن گھما کر اسے دیکھا جو اسے ہی دیکھ رہی تھی لیکن نجانے حداد کے مڑنے پہ اس نے اپنی نظریں کیوں پھیر لی تھی۔

"یہ آپ اپنی بات کر رہی ہیں یا مجھ سے کہہ رہی ہیں؟"

اس کے اس سوال پر بختاور کو تپ چڑھی۔

"نہیں نہیں آپ سے میں بات تھوڑی کر رہی ہوں یہ تو میں اپنے آپ سے لگی ہوئی تھی یو کیری آن پلیز۔"

فضول سڑا ہوا آدمی ایک چھوٹی سی لڑکی اس کی وجہ سے جلی ہے بجائے اس کی ہیلپ کرنے کے یہ ملنگ ڈاکٹر انجان بن رہا ہے جیسے کچھ ہوا نہ ہو۔ ویسے بخت تم سے کافی بڑے ہیں زرا تمیز سے آپی کے ماموں بھی ہیں۔ اس نے ہمت کر کے نیچے کی راہ لی اور حداد ان کے جانے کا انتظار کرنے کے لئے صوفے پہ بیٹھ کر ٹی وی آن کر چکا تھا۔ سید ھا نیوز چینل کی تیز آواز اوپر لاونج میں گونجنے لگی۔

"لاہور کے سب سے بڑے بزنس ٹائیکون اور بدمعاش 'سکندر حدید عالم' کو شفقت آمین کے قتل کیس میں گرفتار کر لیا ہے۔ زرائع کا کہنا ہے۔۔۔"

حداد نے ایک دم آواز آہستہ کر دی اور وہی بخت کے پیروں تلے سے زمین نکل گئی۔ اس نے بنا درد' جلن کی پرواہ کیے بغیر تیزی سے مڑ کر ٹی وی کو دیکھا تو ماما کی تصویر نیوز چینل پہ دکھائی جا رہی۔ اس میں اور بھی باتیں لکھی ہوئی تھی مگر بخت کو صرف ماما کا چہرہ

اور گرفتار لفظ دکھائی دے رہا تھا۔ایک دم وہ چیخ کر وہ بھاگنا چاہتی تھی جہاں اس کے ماما تھے۔پتا نہیں کیا کیا ہوگا ان کے ساتھ۔اس نے منہ پہ ہاتھ رکھا اور خود کو بامشکل روکا کیونکہ صوفے پہ ایک اجنبی بیٹھا اور ایک اجنبی کو اپنی تکلیف نہیں دکھا سکتی تھی۔اپنا رشتہ نہیں بتا سکتی ورنہ آپی ماما سے چھین لئے جائے گی اسے حوصلہ کرنا تھا۔کمرے کے اندر وہ بڑی تیزی سے بھاگی تھی اور دروازہ بند کر کے اس نے سیل فون دیکھا کہ اس نے کہاں رکھا ہے۔

•••••••••••••••••••••••••••••••••••

"ہیلو بولو بختاور۔" حنان نے فائل کو سائن کرتے ہوئے فون کندھے سے لگا کر ہیلو کہا تو بختاور جس نے اپنے ضبط کو بڑی مشکل سے ٹوٹنے سے روکا تھا ایک دم حنان کی آواز سُن کر وہ سسک کے بولی۔

"ماما ہانی ماما۔"

ایک دم حنان الرٹ ہوا اس نے فون کان سے لگا کر فائل وکیل کو دی۔

"کیا ہوا بخت رو کیوں رہی ہو ہوا کیا ہے؟سب ٹھیک ہے نا۔"

"ماما کو پولیس والے گرفتار کر کے لے گئے ہانی ماما۔ماما کو پولیس والے ایک بار پھر لے گئے۔"

وہ منہ پہ ہاتھ رکھے رونے شروع ہوگئی۔حنان ایک دم چوکس ہو گیا۔

"کیوں کیسے کس بات پر تمھیں کیسے پتا چلا۔"

"وہ ٹی وی پہ نیوز آئی تھی ماما کو پلیز نکال کر لائیں ہانی ماما ورنہ میں پاگل ہو جاوں گی اور آپی تو اپنا فون بھی نہیں اُٹھا رہی میں کیا کروں درینہ آپی کی تو نیچے امی آئی ہوئی ہیں میں تو رو بھی نہیں سکتی۔"

"بس میرا چندا ر ومت بے فکر ہو جاو مجھے سمجھ نہیں آئی یہ بات مجھے کیوں نہیں پتا چلی۔جاوید کی خبر لیتا ہوں میں چُپ کر و رونا ابھی واپس آجائے گے تمھارے ماما۔"

"وہ تو بہت مارتے ہیں مجرم کو اور ماما کا جرم تو بہت بڑا دکھایا گیا ہے لیکن مجھے پتا ہے ماما جتنے غصے والے سہی وہ کسی کو مار نہیں سکتے۔"

"کوئی تمھارے ماما کو ہاتھ نہیں لگائے گا چُپ کر جاو جلدی سے پانی پیو۔اب رونا نہیں۔ابھی تھوڑی دیر میں ماما سے بات کراتا ہوں بس کرو میرا بچہ شاباش میں ابھی رکھتا ہوں بس گھنٹے میں کال کراتا ہوں اوکے۔"

"ساری ثبوت تو مٹائے تھے میں نے پھر کسی بات پہ اس بیس پہ اسے گرفتار کیا گیا۔"

"سر مجھے کچھ نہیں پتا اس بارے میں اگر مجھے پہلے سے علم ہوتا تو میں ہر چیز ہینڈل کر لیتا۔ آپ اور سر نے بتایا ہی نہیں۔" جاوید رمشا کے دروازے کے باہر ٹہلتے ہوئے کھڑا بول رہا تھا جبکہ حنان ناک کو دباتے ہوئے ڈرائیو کرتا بولا' اس کے کانوں میں ایر پاڈ لگے ہوئے تھے۔

"اچھا سکندر کے وکیل کو کال کرواور اسے فوراً بھیجو پولیس سٹیشن میں تب تک وہاں پہنچ رہا ہوں۔ رمشا ٹھیک ہے نا اسے پتا ہے؟"

"نہیں سر میم کمرے میں بند ہیں سر کا حکم تھا کہ جب تک وہ نہیں آجاتے وہ کمرے میں بند رہے انھیں کسی چیز کے بارے میں پتا نہیں چلنا چاہیے۔"

"اچھا ٹھیک ہے اس کا خیال رکھو میں تھوڑی دیر میں کال کرتا ہوں۔"

"گاٹ ڈیم اِٹ اللہ پوچھے تمھیں سکندر۔ کب تک تمھیں سنبھالتا رہوں گا۔"

"تو تم بلا آخر آ گئے سکندر حدید۔"

ٹانگ پہ ٹانگ رکھے وہ چڑانے والی مسکراہٹ جمال غظیم کو اچھالتے ہوئے بولا۔

"کیا کروں جمالی تیری یاد ستا رہی تھی ویسے یار تم سب لوگوں کو میرے پر الزام لگانے کا علاوہ اور کوئی کام نہیں۔ کبھی بچوں کو منشیات فراہم کرتا ہوں میں' تو کبھی بڑے پیمانے پہ سمگلنگ کرتا ہوں تو کبھی زہریلی شراب بڑے بڑے ہوٹلوں میں بھیجتا ہوں تو کبھی کچھ تو کبھی کچھ اب یہ بہانہ بڑا بودا ہو گیا تو مجھے قاتل بنا دیا وہ بھی اس کا جس سے میرا کبھی تعلق واسطہ ہی کبھی نہیں رہا۔"

جمال غظیم کے چہرے پہ بڑی تلخ مسکراہٹ آئی۔

"آپ کے بڑے ریکارڈ ہیں قتل کے سکندر بھا کیوں مجھے یاد کروانے پر مجبور کرتے ہیں۔"

زہریلی مسکراہٹ تو سکندر کے لبوں پہ پھیل گئی۔

"اگر تیرہ سالا پرانی کیس کی بات کر رہے ہو تو اس کی سزا میں کاٹ چکا ہوں۔ جو کام میں نے کیے ہیں اس کی سزا میں خوشی خوشی کاٹتا ہوں جو نہیں کیے اس سے ہٹ جاتا ہوں یو نو بڑا اصول پسند غنڈہ ہوں۔ شفقت سے میرا کوئی تعلق ہی نہیں ہے تو اس کا قتل معض ایک الزام ہے اور کچھ نہیں اور اب باقیوں کی طرح میں خود کو بار بار بے قصور نہیں کہہ سکتا میرے وکیل سے بات کرو اور پھر مجھے نکلنے کی خبر دے دینا۔ ویل ایف یو ایکس کیوزمی مجھے پر وائیٹ مومنٹ مل سکتا ہے۔"

جمال غظیم نے اسے بڑی سخت نظروں سے دیکھا۔ دل تو بڑا کر رہا تھا کہ اس کے ایک دو لگا دے مگر ابھی یہ الزام فی الحال سچا ثابت نہیں ہوا تھا۔ وہ اپنے وکیل کے بغیر بھی خود چل کر آرام سے آیا تھا تو ان کے لئے اتنا بہت تھا ورنہ ایسی الٹی کھوپری والے لوگ بہت نقصان دے ہوتے ہیں۔ رمشا کے کیڈنیپ کا کیس تو ان کے سامنے ہی تھا۔

"کیا میں مجرم شیرِ داود سکندر سے مل سکتا ہوں۔"

ایک دم کسی کی مسکراتے لہجے پر سکندر نے گھوم کر دیکھا تو بلیک سوٹ میں وکیل کے روپ میں شرارتی مسکان سجائے فاروق عالم کھڑا اسے تک رہا تھا۔ سکندر کو اپنے جبڑے بھینچنے پڑے۔

۔

"ہیلو۔۔۔بخت۔۔۔۔"

"آپی آپ ٹھیک تو ہیں نا آپ فون کیوں نہیں اُٹھا رہی تھی۔"

رمشا نے الجھ کر فون کو دیکھا اور سنبھال کر اُٹھتے ہوئے بستر پہ بیٹھی۔

"بخت کیا بات۔۔۔۔۔ہے۔۔سب ٹھیک تو ہیں نا؟۔۔۔ تمھاری آواز بھاری کیوں لگ۔۔۔رہی ہے۔۔۔"

"پلیز آپی ماما کے کہنے پر بالکل بھی مت انجان بنے۔ آپ کو پتا ہے مجھے بتائیں آپ ٹھیک ہیں نا۔ کیا ہوا ماما کو۔ کس بیس پہ انھیں گرفتار کیا گیا ہے۔"

رمشا کا دل اس بات پہ رُک سا گیا۔ سکندر اور گرفتار۔

"گگ گرفتار۔۔۔کب۔۔۔بختاور تمھیں۔۔۔کس نے بتایا۔ سکندر ابھی تو میرے۔۔۔۔۔۔"وہ ایک دم چُپ ہو گئی۔

سکندر کی عجیب نظریں۔ اس کا عجیب لہجہ۔

"تمھیں تو نفرت بھی صحیح سے کرنے نہیں آتی رے۔"

تو کئی سکندر نے خود کو سرینڈر تو نہیں کر دیا مگر وہ تو بہت پرانا کیس تھا۔ کیس تو کیس ہوتا ہے رمشا چاہیے پرانا ہو یا نیا۔

"بختاور چندا۔۔۔پریشان۔۔۔مت ہونا۔۔۔میں ابھی۔۔۔کال کرتی ہوں تمھیں۔"

اس نے فون رکھ کر گہرا سانس لیا اور تیزی سے اُٹھ کر اس نے دروازہ کھولنا چاہا تو ایک دم اس نے دروازے کو لاکڈ پایا۔ یہ کب لاکڈ ہوا۔ اس نے ہینڈل کو زور سے گھمایا۔

"دروازہ!!! ۔۔۔۔۔کھولو۔۔۔۔۔"

اس نے دروازے کو پیٹا۔

"کوئی۔۔۔۔۔ہے دروازہ کھولو!"

اس نے اس بار دروازے پہ مکا مارا۔ ایک دم اس کا دل زور سے دھڑکنے لگا۔ سکندر نے اسے بند کر دیا تا کہ وہ کہی جا نہ سکے اور خود کو سرینڈر کر دیا یا اللہ وہ کہاں جائے۔ منہ پہ ہاتھ رکھے ایک دم اس کا دماغ کلک کیا۔

....

"نہیں میں پالتوں کتوں کے منہ لگنا پسند نہیں کرتا۔"

سکندر نے خود کو بڑا کنڑول کر کے بڑے خوش اخلاقی سے کہہ کر منہ دوسری طرف کر لیا۔ سیدھا اشارہ تھا نظروں سے او جھل ہو جاو ورنہ دُنیا کی نظروں سے او جھل کر دے گے۔ فاروق کو اس کے لفظوں پہ تیش تو خوب آیا مگر ضبط کا کڑا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا۔

"جمال انکل کیا مجھے موقعہ مل سکتا بات کرنے کا؟"

"ایسے لوگوں کے منہ کورٹ سے پہلے لگنے کا شوق ہے تو اپنا شوق پورا کر لو اور انھیں بتا دو بلکہ یاد دلا دو کیونکہ ایسے مجرم۔ جرم کر کے بھول جاتے ہیں۔"

سکندر سینے پہ بازو لپیٹے دیوار سے ٹیک لگائے مسکراتے ہوئے بولا۔

"بڑا جانتا ہے تو مجھے جمالی۔ یار مجھے اتنا جاننے اور سمجھنے کا بہت بہت شکریہ اس وقت تو دل کر رہا ہے تمھیں ایک جھپی دے دوں مگر چونکہ بڑے بڑے مگر مچھ یہ سین برداشت نہیں کر سکے گے لہذا یہاں تشریف لے جاو۔"

جمال عظیم بڑے مشکل سے خود پہ قابو پاتے ہوئے اسے ایک سخت نظر دیکھ کر چل پڑے۔

"او بیٹھو اور جو بکنا ہے بکو۔"

سکندر کی مسکراہٹ ایک دم غائب ہو گئی اور ایک دم چہرے پہ سخت تاثرات لا کر سخت لہجے میں اندر آتے فاروق سے بولا۔

"اُف اتنا جلا کٹا انداز وہ بھی "سکندر بھا" کا بھائی ہم سے تو ھضم ہی نہیں ہو رہا۔ ہمیں تو وہ ہر وقت موج مستی کرنے والا' سب کی زندگی عذاب میں ڈال لینے والا اپنا بڑا بھائی چاہیے کہاں گیا وہ بھائی۔ کیا کسی عذاب میں مبتلا ہو گئے آپ جو اتنی سڑی ہوئی شکل بنائی ہوئی آپ نے۔" سکندر ہنس پڑا اور ہاتھ سے مکھی اُڑاتے ہوئے بولا۔

"بیٹا شکر منا کہ تو نے میرا جلا کٹا انداز دیکھا ہے ایک بار اس اندر کے وحشی جانور کو جاگا دیا تو ہڈی پسلی سلامت نہیں رہے گی۔"

"آپ اچھے لگتے یہ ساری باتیں کہتے ہوئے جب آپ اپنے سارے ثبوت مکمل طور پہ مٹا چکے ہوتے مگر افسوس کوئی نہیں ہو جاتا ہے بڑے بڑے کاموں میں ایسی چھوٹی چھوٹی غلطیاں۔" زندگی میں پہلی بار سکندر کسی کی باتوں پہ چوکس ہوا تھا مگر اس بار بھی اس نے ظاہر نہیں پڑنے دیا تھا۔

"جو کہنے ہے جلدی کہو!! یہاں سی آئی ڈی نہیں چل رہی۔"

جھلا کر کہتے ہوئے اس نے اپنی داڑھی پہ ہاتھ پھیرا۔

"آپ اپنے چھوٹی انگلی میں ایک پلاٹینیم بینڈ بہت پہنتے ہیں بھائی جس کے اندر شاید بیسٹ بردار بھی لکھا ہے۔وہ غلطی سے قتل کرتے ہوئے آپ کے انگلی سے پھسل گئی اور نیچے صوفے پہ چلی گئی تو اس ہوش وخرو سے بیگانہ کے چکر میں آپ شاید بھول گئے مگر فکرمت کریں وہ میرے پاس ہے بس آپ کی سزا سُنانے کے بعد آپ کو صحیح سلامت لٹادوں گا ابھی تو مجھے استعمال کرنی ہے یو نوورک ریزن۔"

اس نے جیسے ہی کندھے اچکا کر اپنی بات مکمل کی وہی سے سکندر چونکہ اور اس نے اپنی چھوٹی انگلی کو دیکھا وہاں پہ انگھوٹے موجود نہیں تھی۔اس نے لبوں کو سختی سے دبالیا اور پھر اسے دیکھا جس کے چہرے پہ گہری مسکراہٹ تھی۔

"او آپ اپنے جھمیلوں میں بھول گئے ہوں گے۔کوئی بات نہیں لیکن تھینک یو سو مچ آپ نے میرا کام آسان کر دیا۔اب ملتے ہیں آپ سے کورٹ میں سوری آپ کا وقت ضائع کیا۔آپ آرام کریں۔"

وہ جانے لگا تو پھر رُک گیا مڑ کر اسے دیکھا۔

"ویسے بیوی آپ کی بڑی حسین ہے 'مگر میں نے محسوس کیا وہ ہکلاتی بہت ہے۔بڑا ضبط چاہیے ہوتا ہے انھیں سُننے کے لئے۔"

سکندر ایک دم تیزی سے اُٹھا اور اس کی طرف آیا اسے جھپٹ کر دیوار کے ساتھ لگایا۔

"میری بیوی کو کب دیکھا تم نے !!!! اور اس کا نام تم اپنی زبان پہ لانے کی جرات بھی کیسے کی۔"

وہ دھاڑ ہی اُٹھا۔فاروق نے خود کو جھٹکنے کی کوشش کی مگر سکندر کی گرفت اس پر مضبوط تھی کیونکہ وہ اس سے دوانچ لمبا اور زیادہ طاقت ور تھا۔

"کمال کرتے ہیں بڑے بھائی صاحب آپ کی بیوی سے جان پہچان ہونا تو بڑی ضروری تھی آخر۔۔۔۔۔۔۔"

سکندر نے آو دیکھا نہ تاؤ سیدھا اس کے منہ پہ مکا تان دیا۔

"اپنی گندی زبان سے تم اس کا نام نہیں لوگے تو وہ تم تھے تم تھے جس نے اسے میری شناخت بتائی۔جس نے وہ گھٹیا بات بتائی۔"

فاروق کے ناک سے خون بہنے لگا۔ایک دم دو کانسٹیبل

سلاخوں کا دروازہ کھول کر اندر داخل ہوئے اور سکندر کو پیچھے کیا مگر اس بیسٹ کو ہاتھ لگا کر انھوں نے غلطی کی ایک جھٹکا ان کو پیچھے گرانے کے لئے کافی تھا۔

"بول کمینے انسان تو وہ تم تھے جو میرے گھر میں گھسے !!! میری بیوی کو ورغلایا۔" وہ چیخا۔

"ورغلایا نہیں حقیقت بتائی وہی حقیقت جس سے بیچاری انجان تھی۔"

"میں آج تمھیں زندہ نہیں چھوڑوں گا۔۔"

وہ توغصے سے پاگل ہو گیا اسے پیٹنے لگا۔ پورے سٹیشن میں ایک شور سے برپا ہو گیا۔ حنان جو ابھی یہاں پہنچا تھا۔ اسے خبر ملی سکندر وکیل فاروق کو پیٹ رہا ہے اور پولیس والوں کو اسے سنبھالنا مشکل ہو گیا ہے۔

حنان کو تیزی سے سلاخوں کو پار کر یہاں آنا پڑا۔ تیزی سے بڑھ کر اس نے سکندر کو قابو میں کیا۔

"چھوڑو اسے سکندر چھوڑو۔۔۔"

"میں آج اسے زندہ نہیں چھوڑوں گا ختم کر دوں گا۔"

حنان نے پیچھے مڑ کر کانسٹیبل کو اشارہ کیا جنھوں نے گرتے ہوئے فاروق کو سنبھالا اور اسے اُٹھا کر لے کے جانے لگے تو وہ غصے اور نفرت سے سکندر کو بولا۔

You're gonna pay this Sher e daud

"تیری میں"

"رُک جاو سکندر ورنہ میں تمھیں شوٹ کرنے پہ مجبور ہو جاوں گا۔"

حنان کو نا چاہتے ہوئے بھی اپنی کرخت' اونچی آواز کرنی پڑی۔

سکندر نے اپنا آپ چھڑوایا۔

"کر دو شوٹ مجھے کر دو!!!! ایسی زندگی سے بہتر ہے کہ موت کو گلے لگا لوں تنگ آگیا ہوں میں۔اب میں واقعی تنگ آگیا ہوں "۔

اس نے اپنے بالوں کو پکڑا اور بے اختیار چیخا۔ حنان اس کی حالت کو دیکھ کر گھبرا گیا۔ سکندر ادھر نہ ہسڑک ہو جائے۔ جمال عظیم اس طرف آتے ہوئے دکھائی دیے۔

"شارق سر کو سنبھالو میں اسے ابھی سیدھا کرتا ہوں جاو۔"

اے ایس پی شارق کو اس نے اشارہ کیا اور وہ سیدھا اس کے حکم پہ یہاں سے نکلا۔

"سکندر!! یہاں سین مت بناؤ!!! ورنہ تمھیں نکالنا مشکل ہو جائے گا۔"

اس نے دبی ہوئی آواز میں غرا کر سکندر کو کہا جو ہاتھوں کی مٹھی اپنے منہ پہ رکھے۔ لمبے اور گہرے سانس لے رہا تھا۔

"حنان کیا واقعی میں نے صوفی کو مارا ہے۔"

زندگی میں پہلی دفعہ پبلک پولیس پہ اس کا لہجہ بالکل ٹوٹا ہوا ہو گیا تھا۔ اتنا ٹوٹا ہوا کہ حنان کو خود پہ ضبط کرنا مشکل ہو گیا۔

"سکندر پلیز میری پوزیشن۔"

"نہیں حنان مجھے بتاؤ ایک تم اور بخت رہ گئے ہو صرف تم لوگ رہ گئے ہو جو مجھے اپنی بہن کا قاتل نہیں کہتے۔ بولو تم ان ایک پرسینٹ لوگوں میں کیوں شامل ہو جو مجھے صوفی کا قاتل نہیں سمجھتے۔"

"سکندر ابھی نہیں ورنہ میرا ضبط ٹوٹ جائے گا۔"

اس نے سکندر کو وارن کیا سکندر ہنس پڑا۔

"اب کون سے ضبط رہ گئے۔ سب کچھ تو تباہ ہو چکا ہے۔ ان کو بولو یہاں سے مجھے نکالے مجھے اپنی رے کے پاس جانا ہے۔ اگر نہیں نکال سکتے تو گاڈ ڈیم مجھے پھانسی دے دیں۔۔۔۔ لیکن

I'm done playing with this shit !! ۔"

اس نے بستر پہ بیٹھ کر اپنے سر پہ دونوں ہاتھ رکھ دیے۔ حنان نے گہرا سانس لیا۔

"میں آتا ہوں تم خدا کا واسطہ ہے چُپ رہنا پلیز میرے کاموں کو مشکل مت بناؤ ورنہ اپنی زندگی اجیرن کرو۔"

آہستگی سے کہہ کر وہ یہاں سے نکلا جبکہ سکندر نے اپنی جلتی آنکھوں کو بند کر دیا۔

****

ہمر دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا جہاں وہ کمرے میں سویا ہوا تھا۔ اس نے سامنے لگی وال کلاک کو دیکھا تو گہرا سانس لے کر اس نے پانی کی بوتل کا کیپ اُتار کر سید ھا زارون کے منہ پہ سارا پانی گرایا اور کرخت آواز میں بولا۔

"چلو اُٹھ جاو تمھاری ورک آوٹ کا وقت ہو گیا ہے۔"

زارون ایک دم ہڑبڑا کر اپنی بھاری آنکھیں کھولیں اور ہلکہ سا ہلتے ہوئے اپنے لب کچھ کہنے کے لئے ہلائے مگر آواز نہ نکل سکی۔ ہمر نے اپنی آنکھیں گھماتے ہوئے اس کے کندھے پکڑ کر اسے جھنجھوڑا۔

"ڈرامے مت کرو دو دن ہو گئے آج میں تمھیں ایسے چھوڑ دوں گا ہیری اپ!!! "

اس کے بازو کو پکڑ کر اسے اُٹھایا۔

"دددد یکھو۔۔۔ مجھے چھوڑ دو۔۔۔ مجھے سونے دو۔۔۔"

وہ غنودگی کے عالم میں چڑتے ہوئے بولا۔

"پھر سزا کے لیے تیار رہنا۔ اس دفعہ پاگل جرمن شیفرڈ ہوں گے اور بند کمرے میں تمھیں الٹا لٹکائیں کر انھیں کھلے چھوڑ دوں گا۔ اس بار تمھاری چیخے سُنے کے لئے میں وہاں موجود بھی نہیں ہوں گا سمجھ آئی!!!!"

ایک دم خوف کے مارے وہ اُٹھا اس کا گیلا چہرہ سزا سُنتے ہوئے سفید ہو گیا۔ ہمر کو دیکھ کر اس نے سر تیزی سے نفی میں ہلانے لگا۔ پورا جسم سردی کے احساس سے کانپنے لگا۔

"نن نہیں۔۔۔ میں اُٹھتا ہوں۔ پلیز کتے مت چھوڑنا۔ پلیز۔۔۔"

ہمر کے چہرے پہ تمسخر مسکراہٹ پھیلی۔

"نہیں چھوڑوں گا فوراً شاور لو اگر پندرہ منٹ سے اوپر ٹائیم لگایا تو پھر دوسری سزا کے لئے تیار رہنا ناو گیٹ اپ۔"

سخت آواز میں کہہ کر وہ اُٹھ گیا جبکہ وہ لڑکھڑاتے قدموں سے واش روم طرف گیا۔ اُف یہ کون سی دشمنی اس سے نکال رہے ہیں ۔حالانکہ اس نے کسی کا کبھی بُرا نہیں چاہا تو اس کے ساتھ بُرا کیوں ہو رہا ہے۔

شاور کا پانی بہت ٹھنڈا تھا۔ ایک منٹ بھی بندہ اس ٹھنڈے شاور میں نہیں کھڑا ہو سکتا تھا مگر وہ سزا کے لیے بالکل تیار نہیں تھا پندرہ منٹ کے اندر وہ نیچے آیا ہمر کے کہنے پہ اس نے وائٹ شرٹ اور بلیو لانگ شارٹس پہنے ہوئے تھے۔ ہمر کچن میں تھا وہ کافی کا سپ لے رہا تھا ایک دم اسے دیکھا تو اس نے اس کا تنقیدی جائزہ لینے کے بعد بولا۔

"سیدھا کھڑے ہو اور اپنی آنکھیں کھولو!!! اور تم ننگے پیر کیوں آئے ہو اور بال برش کرنا بھول گئے ہو۔"

"نہیں کرنا مجھے میں نہا کر آ چکا ہوں نا میرا سر بہت بھاری ہو رہا ہے۔"

ہمر نے اپنی ایک آئی برو اوپر کی اور اُٹھ کر اس کے پاس آیا۔ اپنی جینز کے جیبوں میں ہاتھ ڈالے بولا۔

"سر تمہارا ابھی ٹھیک ہو جائے گا۔ تم ننگے پیر تیس چکر گراونڈ کے لگاو گے اور ایک دفعہ بھی نہیں رُکو گے ورنہ دو دن تمھیں کھانا نہیں ملے گا۔ چلو فوراً!!!"

اسے دھکا دے کر اونچی آواز میں بولا وہ اس کی روتی شکل کی پرواہ نہیں کر رہا تھا۔ اس نے اپنا کام کرنا تھا اور اس کا چیلنج تھا کہ وہ اس کام کو جلد از جلد ختم کرے۔

....

"آئیم سوری میں آپ کی کزن اور مدر سے نہیں مل سکی۔۔۔۔ مگر۔۔۔"

ایک دم اس کی آنکھیں پھر سے بھر گئیں۔ درینہ نے پیار سے اسے گھیرے میں لے کر اسے اپنے ساتھ لگا کر کہا۔

"بخت مجھے حنان نے سب بتا دیا ہے۔ فکر مت کرو وہ کچھ نہیں ہونے دیں گے سکندر بھائی کو۔ جب ہمیں پتا ہے سکندر بھائی نے کچھ نہیں کیا تو پھر ہمیں کیا ضرورت ہے پریشان ہونی کی۔ ہیں نا پریشان تو تب ہوں جب حنان پولیس آفسر نہ ہو۔ اس لئے ریلیکس اب رونا نہیں۔" درینہ نے بختاور کے آنسو صاف کیے۔

"آپی بالکل اکیلی ہیں وہ کتنی پریشان ہوں گی۔ میری حالت اتنی عجیب ہو رہی ہے تو وہ۔۔۔ ماما تو ان کے آکسیجن ہیں سوچیں کیسا دم گھٹ رہا ہو گا ان کا۔"

درینہ نے سر ہلایا۔

"مجھے پتا ہے۔ میں نے کہا تھا کہ میں وہاں تمھیں لے کر چلی جاؤں تو حنان نے سختی سے منع کر دیا۔ سکندر بھائی نے منع کیا ہے کہ کوئی وہاں پہ نہ جائے۔"

"کیوں ماما نے منع کیوں کیا۔ میرے پاس تو آپ ہیں مگر آپی کے پاس تو کوئی نہیں۔ ہمیشہ ہر مصیبت میں وہ اکیلی کیوں ہو جاتی ہیں ۔"

"وہ اکیلی نہیں بختاور سکندر بھائی کے سارے میڈ مین موجود ہیں اور جب رمشا دُکھی ہوتی ہے تو اسے کسی کی ضرورت نہیں ہوتی۔ وہ اپنا غم ہلکا اکیلے ہو کر کرتی ہے۔ سکندر بھائی اسے جانتے ہیں۔ اس لئے انھوں نے رمشا کو ہم سے ملنے سے منع کیا ہے۔"

"ماما بہت بُرے ہیں۔ اب نکلے نا بس یہ تو تہہ ہے کہ وہ اب اس ملک میں نہیں رہیں گے۔ اس ملک میں ان کی کوئی عزت نہیں کرتا اور جہاں انسان کی عزت نہ ہو تو وہاں سے ان کا چلے جانا ہی بہتر ہے۔" درینہ نے چونک کر اس کی بات سُنی پھر اس کے بال سہلاتے ہوئے مسکرا کر بولی۔

"بہت پیار کرتی ہو اپنے ماما سے۔"

"بہت زیادہ وہ صرف ماموں نہیں ہیں میرے آپی۔ وہ میرے دوست' میرے بھائی' میرے ماں باپ' میرے لئے وہ سب کچھ ہیں۔ آپ کو پتا ہے میرے پیر جلنے کی خبر اگر انھیں مل جائے تو بس ابھی جیل توڑ کر میرے پاس آجائے گے اور ایسا ہنگامہ کرے گے کہ سوچ ہے مجھے یاد ہے جب مجھے ڈیڑھ مہینے پہلے گولی لگی تھی تو اُف ایسے خوفناک سے ہو گئے تھے کہ کچھ لوگوں کو تو شک پڑ گیا کہ کہیں میں ان کی اپنی اولاد تو نہیں ہوں۔"

"توبہ ہے ان لوگوں کی سچے اور خلوص سے بھرے رشتوں کو حرام بنانے میں دیر نہیں لگاتے۔ اچھا بتاؤ جلن ہو رہی ابھی بھی۔"

بختاور نے نفی میں سر ہلایا اور ہونٹوں کو دبا کر اپنی سُرخ گیلی آنکھوں کو صاف کیا۔

"ہانی ماما نے کہا تھا وہ تھوڑی دیر میں بات کروائے گے میری ماما سے مگر وہ ابھی تک ان کا فون نہیں آیا۔ پتا نہیں کیا کر رہے ہوں گے وہ لوگ میرے ماما کے ساتھ۔ مجھے یہ پولیس والے زہر لگتے ہیں۔ اصل مجرم کو تو کبھی پکڑتے نہیں ہے اور جو بے قصور ہوتا ہے اسے خوامخواہ مار دیتے ہیں یا جیل میں پھینک دیتے ہیں۔" درینہ نا چاہتے ہوئے بھی ہنس پڑی۔

"تمھارے ہانی ماما پولیس میں ہیں تو وہ بھی بُرے لگتے ہیں کیا؟"

"فی الحال تو وہ مجھے بہت زیادہ بُرے لگ رہے ہیں۔ سلولی ٹارچر کر رہے ہیں۔ مجھے ان کی صرف آواز سُنی ہے کہ وہ ٹھیک تو ہیں نا "۔

"میں ٹھیک ہوں حنان مجھے بتاؤ اب کیا بکواس کی ہے اس جمالی نے۔"

حنان نے اسے آنکھیں دکھائیں۔

"سکندر اپنی آواز کو آہستہ رکھو اور مجھے بتاؤ کیا تمھاری انگھوٹی کھو گئی تھی؟"

"ہاں کھو گئی تھی !!! لیکن اس دن نہیں جس دن میں نے اس خبیث کا قتل کیا تھا۔ تم نے خود میری انگلی میں ولیمے والے دن انگھوٹی دیکھی تھی۔"

"تو اس کا کیا مطلب ہے ابھی میں نے پیکٹ میں انگھوٹی دیکھی ہے وہ وہی انگھوٹی ہے شیر وجو صوفی نے تمھیں دی تھی۔"

"اس نے میرے گھر سے چرائی ہے !!! اور مجھے اس کی ارادے پتا چل گئے ہیں اور میں اسے ہر گز نہیں چھوڑوں گا۔" حنان نے اپنی آنکھیں گھمائیں۔

"تم میرے لیے ہمیشہ مسئلے بڑھانا۔ ابھی میں کسی نہ کسی طریقے سے تم یہاں سے نکال دیتا مگر تمھیں تو اپنی بھڑاس نکالنی تھی کیا ضرورت تھی اس کا منہ توڑنے کی۔ تم تو اکثر کول اور کام رہتے ہو ذرا سی بکواس سُن لیتے تو کیا جاتا۔"

آہستگی سے کہتا وہ کمر پہ ہاتھ رکھے اسے دیکھ رہا تھا جو حد سے زیادہ بیزار دکھائی دے رہا تھا۔

"وہ میری بیوی کے بارے میں بات کر رہا تھا!!!! "

"او بھائی یہ میرے جڑے ہاتھ ہیں خدا کا واسطہ ہے اپنی بیوی کے نام پہ لوگوں کو مارنا چھوڑ دو ورنہ کچھ ہو نا ہو میں نے سولی پہ لٹک جانا ہے۔ اب بھو نکومت۔ اپنی لاڈلی کو تسلی دو میں جا رہا ہوں۔ فاروق نے کسی پولیس والے کو ضرور پیسے دیے ہوں گے جاسوسی کرنے کے لئے تو میں اب رسک نہیں لے سکتا۔"

اس نے فون سکندر کو اچھالا اور وہاں سے چل پڑا۔

سکندر نے فون کیچ کیے اور اسے سخت نظروں سے دیکھنے کے بعد فون اُٹھایا اور بخت کے فون پہ نمبر ملایا۔

....

"تمھیں کیا ضرورت تھی اس کے معاملے میں پڑنی کی منع کیا تھا نا میں نے تمھیں۔ اس نے اگلے دن ہی نکل آنا ہے اور تمھیں ما سوائے ٹوٹی ہڈی پسلی کے کچھ نہیں ملے گا۔"

حدید عالم بستر پہ بیٹھے زخمی سے فاروق پہ مسلسل دھاڑ رہے تھے جبکہ وہ بیزاری کے عالم میں سر پہ ٹھنڈی پٹی رکھے بار بار اپنی آنکھیں گھمار ہا تھا۔

"ڈیڈ میں آپ سب کی طرح ڈرپوک نہیں ہوں۔ مجھے اس کمینے شخص کو سزا دینی ہیں۔ جو کام آپ سب نہیں کر سکے وہ مجھے کرنے کیوں نہیں دے رہے۔ اسے پتا ہے کہ دُنیا اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتی۔ کوئی اس کے معاملے میں پڑنے کی زرا سی بھی کوشش نہیں کرتا تو تبھی وہ کھلے عام بد معاشی کرتا ہے اور اب!! اب میں ایسا ہونے نہیں دوں گا اس کو مزید منمانی نہیں کرنے دوں گا "۔

"بالکل آج تمھاری ناک توڑی ہے!! کل ساری کسر پوری کرلے گا۔ دیکھو فاروق میں نے اس کو اس کے حال پہ چھوڑ دیا ہے۔ میں چاہتا ہوں تم بھی چھوڑ دو۔ گندے نالے میں ہاتھ ڈالو گے تو چھینٹے تمھارے وجود پہ بھی آئے گے اور میں ہز گز نہیں چاہتا میرا اہونہار بیٹے پہ زرا سی آنچ آئے۔"

"جیز پاپا ہم اکیسویں صدی میں رہ رہے ہیں۔ یہ آنچ وانچ آنے والی باتیں میٹر نہیں کرتی۔ دوسرا میں وکیل ہوں اور وکیلوں کو ایسے کیڑوں مکوڑوں کے ساتھ ڈیل کرنا پڑتا ہے ورنہ پھر کیا فائدہ اس پروفیشن کا اس سے اچھا کسی کے جیالے نہ بن جائے بات تو وہی ہو گئی وہ ہمیں نہیں چھیڑے گے ہم انھیں نہیں چھیڑے گے!! ۔"

"وہ خطرناک آدمی ہے۔ اس کے اوپر کسی نے اپنا بڑا ہاتھ رکھا ہوا ہے اور وہ کوئی پاکستانی ہر گز نہیں ہے۔ اس لئے میں ایک بار پھر ریکویسٹ کر رہا ہوں فاروق اس میس سے نکل جاو۔ میرے میں مزید طوفان برداشت کرنے کی سکت نہیں ہے۔"

انھوں نے تو باقائدہ ہاتھ ہی جوڑ لئے۔ فاروق کو اُٹھنا پڑا اور ان کے پاس آیا اور ان کے کندھے پہ ہاتھ رکھ کر انھیں بستر پہ بیٹھایا۔

"طوفان اپنی مرضی سے آتے ہیں ڈیڈ۔ وہ ہمارا نہیں سوچتے کہ ان کے آنے پر ہم کن کن نقصانات کا شکار ہو سکتے ہیں۔ وہ آتے ہیں' ہم انھیں برداشت کرتے ہیں پھر چلے جاتے ہیں وہ پھر آتے ہیں' ہم انھیں پھر برداشت کرتے ہیں اور پھر وہ اپنی ٹائیم پر چلے جاتے ہیں۔ برداشت تو کرنا پڑے گا آپ کو ڈیڈ کیونکہ یہ بہت ضروری ہے۔ اس شخص نے نہ صرف آپ کو تکلیف دی بلکہ ممی اور چھوٹی کو بھی ٹارچر کیا۔ اس کے ڈر سے وہ گھر سے بھی کم نکلتی ہیں اور یہ ڈرا بھی سے نہیں پانچ سال سے ان پر حاوی ہے اور آپ نے تو مجھے اس قابل نہیں سمجھا کہ مجھے بتا سکتے۔ دوسرا وہ شخص ملک اور آنے والی نسل کے لئے تباہی ہے اور اسے ملک کو تباہی سے بچانے کے لئے اس کو قابو میں کرنا بہت ضروری ہے۔" حدید عالم کے چہرے پہ اُداس بھری مسکراہٹ پھیل گئی۔ آنکھوں میں ہلکہ سا تمسخر بھی دکھائی دیا۔

"زندگی کے تینتیس سالوں میں۔ میں اس کا باپ ہو کر اسے قابو نہیں کر سکا تو تم اس کے سوتیلے بھائی ہو کر کیا کر لو گے۔"

فاروق انھیں دیکھتا رہا پھر گلا کنکھار کر بولا۔

"آپ قابو کر سکتے تھے ڈیڈ!! یہ سب آپ کے ہی ہاتھ میں تھا۔آپ نے شیر داد وکو اس لئے نکالا کیونکہ وہ ایک ڈرگ اڈیکٹ تھا ' بچوں کو ڈرگز بیچتا تھا۔اس نے اپنی بہن کو سپورٹ کیا جس نے شادی ایک مافیا سے کر لی۔اس نے آپ سے اس کے لئے لڑائی اور بدتمیزی کی۔آپ نے اسے اپنی زندگی سے نکال کر صرف اسے آزادی دی وہ آزادی جو بہت سی زندگیوں کی تباہی کا سبب بنا ۔اس نے تو آپ کی سگی بیٹی کو مار دیا وہ بھی دولت کی خاطر۔"

ایک دم حدید عالم کا چہرہ سفید ہو گیا۔اسے ایک دم مڑ کر وحشت بھری نظروں سے دیکھا پھر ان کے لب ہلے۔

"یہ یہ تم کیا کہہ رہے ہو فاروق؟"

فاروق نے انھیں ایسے دیکھا کہ پلیز میرے سامنے مت بنے۔

"کہ سکندر نے آپ کی بڑی بیٹی صوفیا کا قتل تیرہ سال۔۔۔۔"

"شٹ اپ!!! "

وہ تیزی سے چلا کر اُٹھے۔ان کے اس انداز پہ فاروق ٹھٹھک گیا۔

"ڈیڈ! "

"شیر و نے صوفیا کا قتل نہیں کیا۔وہ اپنے آپ کو مار سکتا ہے مگر وہ کبھی مر کر بھی صوفیا اور اپنی ماں کو نقصان نہیں پہنچا سکتا۔"

فاروق نے انھیں ایسے دیکھا کہ وہ اس کے ساتھ مذاق مت کرے' اخبار میں۔۔۔

"تو وہ۔۔۔۔۔"

"وہ سب معض ایک الزام ہے کیونکہ داود نے عامر بھا کا قتل کیا تھا صوفیا کا نہیں اور عامر بھا کے چیلو نے اسے پھنسا دیا۔"

"وہ بیشک بُرا' کمینہ' ظالم اور ایک نمبر کا غنڈہ سہی مگر وہ صوفی سے بہت پیار کرتا تھا۔صوفی اس کی بہن کم بیٹی زیادہ تھی۔وہ اس کے لئے میرے سامنے باغی ہو گیا جو مجھ سے کبھی بات ہی نہیں کرتا تھا۔"

فاروق کو لگا اس کے سامنے اس کا باپ نہیں۔شیرِ داود کا باپ کھڑا تھا۔جو اس کا دفاع کر رہا تھا۔

"میں اصول پسند بندہ ہوں فاروق بیشک وہ مجھے عزیز نہیں ہے مگر جو بات ہے وہ میں کہوں گا۔اس کو سپورٹ بھی کروں گا۔"

"تو سکندر نے اس کے بہن کے شوہر کو تو مارا ہے نا وہ بھی اس لئے تاکہ اس کی جگہ لے سکے۔اس کی territory سنبھالے!!!

ڈیڈ اس بات کو ڈینائی تو نہ کرے وہ ایک قاتل تو ہے۔" حدید عالم نے تکلیف سے اپنی آنکھیں بند کرنی پڑی۔

"ہاں قاتل ہے وہ!!! مگر اس نے عامر کو اس لئے نہیں مارا کہ وہ اس کی جگہ لینا چاہتا تھا۔وہ کسی کی جگہ نہیں لیتا وہ اپنی جگہ' اپنا مقام خود بناتا ہے۔اس نے عامر کو اس لئے مارا کیونکہ۔۔۔۔۔۔"

"کیونکہ کیا ڈیڈ؟آج میں آپ کے منہ سے اس سکندر اعظم کے قتل کرنے کی وجہ جاننا چاہتا ہوں اور صوفی کو اگر سکندر نے قتل نہیں کیا تو اسے بھی کس نے مارا ہے۔"

"صوفی کو اس کے شوہر عامر نے مارا تھا۔"

ایک دھماکا سا انھوں فاروق کے ارد گرد چھوڑ دیا تھا۔

••••••••••••••••••••••••••••••••••••

ایک دم نسوانی تڑپتی چیخ پہ اس کی آنکھ کھلی۔وہ بیڈ کے بجائے زمین پہ بیٹھا تھا اور دیوار کے ساتھ ٹیک لگائے آنکھیں موندیں سو چکا تھا لیکن اب کسی عورت کی چیخ پہ اسے اُٹھنا پڑا۔یہ چیخیں صوفی جیسی نہیں تھی مگر صوفی جیسی تڑپ ان میں شامل تھی۔حنان نے کوشش کی تھی کہ سکندر کو آج ہی آج نکال سکے مگر چونکہ فاروق کے ہاتھ ثبوت لگ چکا تھا اور دوسرا اس نے اس کی پٹائی بھی خوب کی تھی اس وجہ سے اس کا کیس تھوڑا سا کمزور ہو گیا۔حنان کو غصہ تو خوب آیا دو چار باتیں سُنا کر ہی اسے یہاں سے گیا کہ فاروق کا مقصد تھا اسے غصہ دلا کر اپنا کیس مضبوط کر رہا ہے مگر سکندر نے بیزاری سے اسے یہاں سے جانے کا کہا اور فون پکڑا دیا ۔جس سے ابھی تھوڑی دیر پہلے بخت کی بات ہوئی تھی۔بخت بہت روئی تھی اتنا کہ سکندر کے دل کو کچھ ہوا تھا۔بہت زیادہ تسلی دینے کے بعد وہ کہی جا کر چُپ ہوئی تھی۔

اس نے کہا تھا وہ رمشا سے ملنا چاہتی ہے تو سکندر ایک لمحے کے لئے چُپ ہو گیا۔اس دشمن جاں کا وہ کیسے بھول سکتا تھا۔پتا نہیں اس کو خبر ملی ہو گی یا نہیں' اگر ملی بھی ہے تو اسے کیا فرق پڑے گا۔اسے علیحدگی چاہیے تھی وہ تو اسے مل گئی۔گہرا سانس لے کر اس نے کہا کل وہ اس سے مل لے گی ابھی اسے فون رکھنا پھر بس وہ وہی بیٹھے بیٹھے سوچ کی دُنیا میں چلا گیا اور سو گیا۔اب یہ چیخے اسے پریشان کر رہی تھی ضرور کوئی لڑکی جیل میں لائی گئی ہے۔اس کی آواز سے لگ رہا تھا اس پہ تشدد ہو رہا ہے۔لب بھینچے اس نے سلاخوں کو پکڑے اونچی آواز میں کہا۔

"رشید!!!! شیدے!!!!!!! "

وہ دھاڑ ایسے رہا تھا جیسے اس کا اپنا گھر ہو۔

"اگر کوئی میرے پاس پانچ سکینڈ نہیں آیا میں پولیس سٹیشن پہ فائرنگ کروا دوں گا اینڈ آئی مین اِٹ یا سلاخوں کو توڑ دوں گا۔"

اُف ایسی دہشت تھی اس کی آواز میں کہ کانسٹیبل رشید تیزی سے بھاگتا ہوا آیا۔اس کے چہرے پہ ہوائیاں اُڑی ہوئی تھی وہ جانتا تھا جب سکندر کہہ دیتا ہے تو وہ کام کر کے دکھاتا وہ بولنے سے زیادہ عمل کرنے پہ یقین رکھتا تھا۔

"کیا ہوا کیا تکلیف ہے!!! "

"یہ شور کہاں سے آرہا ہے؟اور تم لوگ کیا کسی لڑکی کو پیٹ رہے ہو؟"

ایک دم رشید چوکس ہو گیا۔

"نن نہیں مجھے تو کوئی آواز نہیں آرہی تمھارا وہم ہے۔اس ویلے لڑکی جیل میں کیا کرے گی۔"

سکندر عجیب انداز میں مسکرایا۔

"کیوں لڑکیاں نہیں آسکتی آخر یہ جیل تو سب کے لئے برابر ہے۔جھوٹ مت بولو مجھ سے رشید ورنہ انجام اچھا نہیں ہو گا۔بتا کیا ہو رہا ہے وہاں۔"

"عورتوں کے سپُر ہیرو ایک لڑکی کو لائے ہیں وہ انجان سڑکوں پہ بیگ پکڑے چل رہی تھی۔ہمیں کچھ ٹھیک سی نہیں لگ رہی تھی۔ہم نے پوچھ گچھ کی تو ایک دم بھاگنے لگی۔بس پکڑ کر لے آئے۔اب اس سے پوچھ رہے ہیں تو جواب نہیں دے رہی۔"

سکندر کی گرفت سلاخ پہ مضبوط ہو گئی اتنی کہ اس کے اس کی بند انگشت سفید ہو گئیں۔

"مجھے کھولو!!! "

اس نے سرد لہجے میں رشید سے کہا وہ ایک دم چونک گیا۔

"میں تمھیں کیسے کھول سکتا ہوں تم مجرم ہو۔بھا جی تُسی نہ بھولو تُسی جیل وچ ہو۔"رشید نے طنزیہ لہجے میں سکندر کے سُرخ چہرے کو دیکھ کر بولا۔

"جیسے مجھے یہ بات پتا ہی نہیں ہے تھینک یو شیدے اب کھولو ورنہ سارے پولیس سٹیشن کو آگ لگادوں گا اور تمھیں میری صلاحیتوں پہ بالکل شک بھی نہیں ہے۔"

"او بھئی کیوں ہمارے کام پہ ٹانگ آڑا رہا ہے سکون سے بیٹھ کیوں نہیں جاتا بھئی تو۔"

"فائین تو مت سُن میں بندوں کے ساتھ ساتھ سلاخوں کو بھی توڑنے میں ماہر ہوں اگر ایک سکینڈ میں نہ کھولا تو قسم ہے رشید تجھے آج موت کے فرشتے سے ملواوں گا۔"

اس کی لفظوں میں اتنی گہری سچائی تھی۔جس پہ رشید ہل نہیں سکتا تھا۔

"مم مجھے نوکری۔۔سے کیوں نکالنا چاہتے ہو۔"

سکندر مسکرایا۔

"زندگی پیاری ہے کہ کام؟"

اپنی داڑھی پہ ہاتھ پھیرتا وہ بڑا بے رحم دکھائی دے رہا تھا۔

"رُکو میں ابھی آیا لیکن تم کیا کرنے والے ہو کہی بھاگنے والے تو نہیں ہو؟"

سکندر ہولے سے ہنس پڑا۔

"بھاگتے بزدل ہیں۔میں تو شان سے آتا ہوں شان سے جاتا ہوں بے فکر رہو میں بس کچھ لوگوں کو سبق سکھانا چاہتا ہوں۔"

"اب آواز نکالی تو انجام اچھا نہیں ہو گا بتاؤ گھر سے بھاگ رہی تھی کس کے ساتھ منہ کالا کرنے والی تھی۔بولو نہیں تو تمھاری چمڑی اُدھیڑ دوں گا۔"

وہ بیلٹ اُٹھا کر پھر سے زخمی سے چور بیس بائیس سالا لڑکی کو مارنے لگا تھا کہ کسی نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا اور بیلٹ کھینچ کر تیزی سے اس کی گردن پہ باندھ کر سیدھا گھما کر اپنے طرف کیا۔انسپکٹر جبار نے سکندر بھا کو دیکھا تو ایک دم حیرت کے ساتھ خوف اس کے چہرے پہ پھیل گیا۔

"کیا ہوا چہرے پہ گھبراہٹ کیوں طاری ہو گئی شہزادے۔مجھے تو دیکھ کر دہشت آتی گھبراہٹ تو نہیں۔"

"تت تم یہاں!!! تم کس نے کھولا۔"اس نے پھٹی ہوئی آنکھوں سے سکندر کو دیکھا پھر دوسری طرف۔

سکندر نے بیلٹ کو ٹائیٹ کیا اب اس سے سانس لینا مشکل ہو گیا۔

"فکر مت کرو اب وہ آوازیں نہیں نکالے گی۔آوازیں اب تم نکالو گے کیونکہ میں (سکندر نے اپنی بیلٹ نکالی) اب تمھاری چمڑی اُدھیڑنے لگا ہوں۔"

....

"آئندہ اگر تم نے کسی بھی عورت کو ہاتھ لگایا تو تمھارے ہاتھ کاٹ کے رکھ دوں گا!!!! بیشک وہ مجرم ہو یا نہ ہو اور اگر بیچ راستے میں کسی کو اُٹھایا تو یاد رکھنا تو آنکھ نکال کر سیدھا تمھارے منہ پہ ٹھونسوں گا۔"

نڈھال سے زخمی انسپیکٹر کے جبڑے پکڑ کر غرا کے کہتے ہوئے اسے چھوڑا اور مڑ کر اس طرف آیا۔جہاں وہ لڑکی بے ہوش ہو چکی تھی۔سکندر سیدھا باہر کی طرف نکلا۔جہاں رشید ڈرا سہما کھڑا ہوا تھا۔

"آج تیرے اس مامے کی ہی ڈیوٹی تھی نا۔"

"ہاں مگر تم نے تو اسے لہولہان کر دیا۔اب میں صبح ڈی آئی جی صاحب کو کیا جواب دوں گا کہ میں نے مجرم کے دھمکی پہ اسے کھول کر انسپیکٹر کو مارنے کی اجازت دی۔ تم مجرم ہو تو مجرم بن کر کیوں نہیں رہتے۔"

"دیکھو زیادہ بکواس مت کرو۔ مجھے فون دو اپنا اور جا کر پانی لے کر آؤ ہو سکے تو ایڈ باکس ہے تو وہ بھی لے کر آؤ۔" کانسٹیبل رشید اسے دیکھتا رہ گیا۔جانتا تھا وہ لاکھ کمینہ سہی عورت کی عزت میں کوتاہی نہیں کرتا تھا۔وہ چاہے بُری ہو یا اچھی ہو سب کا دل جیت لیتا تھا عزت کے معاملے میں۔

"اس کا بیگ کہاں ہیں تم کہہ رہے تھے کہ کسی بیگ کے ساتھ آئی تھی؟"

"ہاں بیگ کے ساتھ آئی تھی۔"

"تو مجھے کیا دیکھ رہے ہو جلدی جاو۔"

وہ فون پہ نمبر ملا کر تیزی سے اندر آیا اور اسے لڑکی کو ہلکہ سا سیدھا کر کے کچھ کہنے لگا جب اس لڑکی کا چہرہ دیکھ کر وہ ساکت ہو گیا۔

"عنیقہ!" وہ زخمی لڑکی اور کوئی نہیں اس کی سوتیلی بہن اور حدید عالم کی بیٹی عنیقہ تھی۔

••••••••••••••••••••••••••••••••

"تم کھانا کیوں نہیں کھا رہی۔ کیا تھا میں نے اس دفعہ کے نخرے تمھارے برداشت نہیں کروں گا بخت تم سکندر کے گھر نہیں میرے گھر ہو۔ چلو اُٹھو۔ درینہ کتنی پریشان ہے' میں کتنا پریشان ہوں اور تمھیں کوئی احساس نہیں ہے۔"

جھولے پہ حنان اس کے گرد بازو پھیلائے بیٹھا اسے ڈانٹ رہا تھا جبکہ بخت کے آنسو رکنے کا نام لے رہے تھے۔

"ماما مجھ سے نہیں کھایا جاتا کچھ بھی۔ میرے ماما بھوکے بیٹھے ہوں گے اور میں یہاں پیٹ بھر بھر کے مزے کروں۔ میں نے درینہ آپی کی خاطر کوشش بھی کی مگر بار بار ماما کا چہرہ آنکھوں کے سامنے آجاتا ہے۔ مجھے تو حیرت آپ لوگوں سے نوالے بھی کیسے لیے گئے۔ایک تو وہاں آپی اکیلی پتا نہیں کس حال میں ہیں اور وہاں میرے ماما جیل میں سڑ رہے ہیں۔"

حنان کو نہ چاہتے ہوئے بھی ہنسی آگئی۔

"میرا بچہ وہ گدھا کبھی سڑتا نہیں ہے لوگوں کو سڑاتا ہے۔ میں مطمن اس لئے ہوں وہ بالکل ٹھیک ہے اور بہت جلد ہمارے سامنے ہوگا۔ تو تم کیوں اتنا گھبرا رہی ہو۔ رہی بات اس کے بھوکے ہونے کی۔ زرا اسے رہنے دو کتنا تنگ کیا ہے اس نے مجھے اور تمھیں اچھا ہے پے بیک ملے اسے۔"

بخت نے حنان کو گھورا پھر اس نے اپنے کندھے جھٹکے۔

"بہت بُرے ہیں آپ ہانی ماما۔ماما کے جیل جانے پہ آپ کو کتنی خوشی ہے۔ مجھے نہیں رہنا یہاں پہ میں اپنے گھر جاؤں گی۔"

"سلی گرل کب بڑی ہو گی تم۔بس اپنے ماما سے پیار کرنا۔ہانی ماما تو بس اویں فضول ہیں تمھارے لئے۔ایک تو محترمہ کو ہنسانے کی کوشش کرتا ہوں الٹا مجھ سے خفا ہو جاتی ہو۔میں کہہ رہا ہو ناوہ بالکل ٹھیک ہے بات کی تھا کل آئے گا نا حازق یا جاوید تمھیں لینے پھر ٹینشن کس چیز کی ہے۔چلو اچھے بچے اُٹھو ابھی وہ حداد بھائی آئے ہیں ان سے تمھیں ملواتا ہوں۔بڑے انٹریسٹنگ سے آدمی ہیں۔"

"مجھے کسی سے نہیں ملنا اور دیکھ لئے آپ کے انٹرسٹنگ سے بھائی۔میں نے کسی کو اتنا سڑا' اتنا برف کی طرح ٹھنڈا آج تک کبھی نہیں دیکھا۔"

"تم اپنے ماما کو بھول کیوں جاتی ہو۔"

"آپ تو جانی دشمن بن گئے ہیں ماما کے۔مانا انھوں نے کبھی آپ کے ساتھ اچھا نہیں کیا لیکن بھول کیوں جاتے ہیں وہ آپ کے یار ہیں۔انھوں نے آپ کو اپنا اتنا ڈھیر سارا خون دیا ہے۔زندگی بچائی تھی آپ کی۔"

اُف اللہ یہ لڑکی۔

"اچھا ماما کی بیٹی لے آؤں گا اس کمینے کو اب اچھے بچوں کی طرح اُٹھو اور کھانا کھاؤ بس اتنی سے بات مان جاو میں تمھاری بات مان جاؤں گا۔"

"اچھا آتی ہوں مجھے زرا منہ دھونے دیں آپ نیچے جائے میں آرہی ہوں۔"

اس نے بلا آخر حنان کی بات مان لی تھی۔حنان نے شکر کا سانس لیا۔

"چلو اب رونا نہیں ورنہ اس ڈیش کو کھولوں گا نہیں۔"

اس نے پیار سے اس کا سر تھپکا اور اُٹھ کھڑا ہوا۔

بخت نے دوپٹّے سے اپنے آنسو صاف کیے۔

"کھانا کھا کر سیدھا نماز پڑھوں گی ماما کے لئے ڈھیر ساری دعا کرنی ہے۔پتا نہیں اتنے اچھے لوگوں کو کیوں اتنی ساری پریشانیاں دیکھنی پڑتی ہیں۔"اُٹھ کر وہ ٹیرس سے جانے لگی جب کسی نے اس کا بازو پکڑ کر سیدھا اس کے کونے پہ لے کر گیا۔بخت کو چیخنے کی نوبت نہیں آئی کیونکہ ہر کولیس اس کے لبوں پہ اپنے ہاتھ رکھ چکا تھا۔

"کھانا اور نماز بعد میں پڑھنا لڑکی پہلے میری سُن لو۔"

بخت کی ایک بار پھر سے سانسیں رُک گئیں۔وہ پھر سے آگیا مگر یہ آتا کہاں سے اور ہانی ماما کی موجودگی میں وہ اتنی دلیری کیسے دکھا سکتا ہے۔

•••••••••••••••••••••••••••••••••

حنان نیچے اُتر کر آیا تھا جب اس کے جیب میں فون بزہوا۔اس نے دیکھا پولیس سٹیشن سے فون آرہا تھا۔اس وقت کیا ہو گیا اب۔

"ہیلو۔"

"بات سُنو جلدی یہاں پہنچو۔"

سکندر کی آواز سُن کر حنان شاکڈ ہو گیا۔

"تم ؟تم۔۔۔۔"

"حنان میں کہہ رہا ہوں پانچ منٹ کے اندر یہاں پہنچو!!!"

اس نے سختی سے کہہ کر فون کاٹ دیا۔حنان نے گہرا سانس لیا۔اب ضرور کچھ نہ کچھ کیا ہو گا اس کمینے نے۔

بختاور کو پیر میں جلن سی محسوس ہو رہی اوپر سے اس آدمی نے گھیر کر اس کا سانس بند کر دیا تھا۔جس کی شکل تک اس نے آج تک نہیں دیکھی تھی۔ہر کولیس جب مطمن ہو گیا کہ وہ اب چلائے گی نہیں تو ہاتھ اس کے لبوں سے ہٹا کر اپنا چہرہ اس کی چہرے کے قریب کرتا بولا۔

"آواز نہیں نکالو گی ورنہ میں تمھیں یہاں سے اُٹھانے کی دیر نہیں کروں گا۔"

بخت ایک دم فریز ہو گئی یہ ماما جیسی حرکتیں کیوں کر رہا ہے۔کون ہے یہ شخص۔بختاور نے غصے سے اس کے سینے پہ ہاتھ رکھ کر اسے دھکا دینے کی کوشش کی مگر فائدہ کوئی نہیں تھا وہ اس کے چھوٹے ہاتھوں کے دھکے سے ایک انچ بھی نہیں ہلا۔وہ اس کی دل شکن مسکراہٹ کو اچھی طرح محسوس کر سکتی تھی۔

"تم کون ہو؟دیکھو میں تمھاری دھمکی میں اسے بار آنے نہیں لگی۔میرے ماموں نیچے ہیں اور کوئی عام شخص نہیں ہے۔ایس پی ہیں۔اگر اپنی زندگی چاہتے ہو تو میرے سے دور ہو۔"اس نے انگلی اُٹھا کر سنبھل کر جتنی سختی سے کہہ سکتی تھی اس نے کہا۔

وہ ہولے سے ہنس پڑا۔

"تمھیں پتا ہے تم کتنی کیوٹ لگتی ہو جب تم مجھے دھمکی دیتی ہو۔"

وہ سرد لہجے میں کہتا اس کا صاف صاف مذاق اُڑا رہا تھا۔بخت کا خون کھول اُٹھا۔

"اور تمھیں پتا ہے تم مجھے کتنے زہر لگتے ہو جب ایسی بکواس کرتے ہو۔دور ہو۔۔۔۔۔"

اب کی بار اس نے ایک بار پھر اسے دھکا دیتے ہوئے اونچی آواز میں کہا کہ ہر کولیس کو اس کا جبڑا سختی سے پکڑنا پڑا۔

"میں نے تھوڑی دیر پہلے کیا کہا تھا آواز نیچی رکھنا!!! پیار سے بات سمجھ نہیں آتی little brat۔مجھے بھی کوئی شوق نہیں کہ میں تمھارے پاس بار بار آتا رہوں اور اپنا دماغ خراب کروں۔تم میرا مقصد پورا کردو میں تمھاری جان چھوڑ دوں گا۔"

وہ اتنے قریب بختاور کے آچکا تھا کہ بختاور سے سانس لینا مشکل ہو گیا۔اس کی سخت پھرتیلی لہجے پہ تو ویسی ہی برف کی طرح ٹھنڈی ہو گئی تھی۔رہی صحیح کسر اس کی گرم سانسوں نے کردی تھی۔

"چچچ چھوڑو مم مجھے۔"

اس نے اس کی طرف دیکھنے کی کوشش کی مگر اندھیرے کے سوا کچھ دکھائی نہیں دے رہا تھا۔

"چھوڑ دوں گا اتنی جلدی کیا۔اب بتاؤ میرا کام کرو گی یا گھی نکالنے کے لئے مجھے انگلی ٹیڑھی کرنے پڑے گی۔"

یااللہ یہ تو سوچ سے بھی زیادہ خطرناک آدمی تھا۔اسے ماما سے بات کرنی پڑے گی مگر وہ تو جیل میں ہیں۔وہ انھیں مزید پریشان نہیں کر سکتی تھی۔اس نے سانس روکے نا سمجھی سے سر اثبات میں ہلایا۔ہرکولیس کمینگی سے ہنس پڑا۔

That's was really fast .

"ماناپڑے گا تمھیں منانے کے لئے اتنا سر نہیں کھپانا پڑتا۔آیئم امپریسڈ۔"

اس نے کہہ کر بے اختیار بخت کا جبڑا چھوڑا تو بخت نے گہرا سانس لے کر بنا سوچے سمجھے ہرکولیس کے منہ پہ تھپڑ مارا جو گال پہ تو نہیں شاید اس کے ٹھوڑی پہ جا کر اس کا ہاتھ لگا تھا۔

"مجھے دوبارہ ہاتھ لگانے کی کوشش کی تو تمھارا انجام اچھا نہیں ہو گا۔بختاور نام ہے میرا تمھاری دھمکی میں نہیں آؤں گی۔ہٹو راستے سے۔"

وہ جانے لگی کہ ہرکولیس نے تیش کے عالم میں آکر اس کو جانے سے روکا۔

"آج تو تم نے مجھے پہ ہاتھ اُٹھا لیا دوبارہ ایسا کیا تو انجام اچھا نہیں ہو گا۔میں نے معاف اس لئے کیا کہ تمھارے اس چھوٹے سے ہاتھ سے مجھے ویسے بھی فرق نہیں پڑنا تھا مگر میں یہ بدتمیزی دوبارہ برداشت (اس نے بخت کا بازو پکڑا اور اسے مروڑا۔بخت سی کر کے رہ گئی۔اس کے جنگلی ہاتھ) نہیں کروں گا سویٹ گرل!!!! "

اس کے کانوں میں بولتا وہ دوسرے ہاتھ سے پینڈینٹ نکال کر اس کے سامنے کیا۔جو تکلیف کے باوجود بھی اس نے آواز نہیں نکالی تھی۔وہ اس کے سامنے کمزور نہیں بنے گی۔

"یہ پینڈینٹ تم پورے چوبیس گھنٹے کے لئے پہنو گی۔اس کے بعد تم مجھے لوٹاؤ گی۔کل رات دس بجے تک آؤں گا اور یاد رہے ہوشیاری نہیں ورنہ اپنے انجام کے لئے تیار رہنا۔"

"میں نہ یہ نیکلس پہنوں گی نہ ہی تم سے تمیز سے بات کروں گی۔ چھوڑو میرا بازو۔"

اب وہ اس کی گرفت میں مچلنے لگی۔اُف ماما کے بغیر زندگی اتنے مشکل تھی۔اس نے سوچا نہ تھا۔آنکھوں میں بے اختیار آنسو جمع ہو گئے تھے لیکن خود کو سختی سے ڈانٹے اس نے اپنی آنسوؤں کو پیچھے دھکیلا۔

"تم یہ نیکلس پہنو گی!!!! اور میرے سے تمیز سے بات کرو گی ورنہ پھر تمھارے گھر والے ترس جائے گے لیکن مرتے دم تک تمھاری شکل نہیں دیکھ پائے گے اور میری سروسس سے معلوم ہوا کہ آپ سکندر بھا کی پیاری بھانجی ہیں اور وہ اس وقت جیل میں ہے!!! اوہو بہت آفسوس ہوا تھا مجھے جان کر۔اب تم چاہتی ہو کہ تمھارے پیارے سے ماما یہاں سے نکلے تو میرا کام کرنا پڑے گا ۔"

بختاور کا منہ حیرت سے کھل گیا اور آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔

"تت تم نے میرے ماما کو اندر کیا؟؟ بولو۔۔۔"

وہ گھبرا کر تیزی سے بولی۔

"نہیں اب اتنا فارغ نہیں ہوں کہ میں یہ کام کروں مگر ہاں میں خاص وقت نکال کر اسے جلد از جلد نکال سکتا ہوں اگر تم اچھے بچوں کی طرح میرا کام کر دو یا پھر اسے ہمیشہ کے لئے اندر کر سکتا ہوں اگر تم نے ہوشیاری کی۔"

بخت کی آنکھوں سے بے اختیار آنسو نکل آئے۔

"کون ہو کیا چاہتے ہو تم؟ کون سی دشمنی نکال رہے ہو ہم سے۔"

"دشمنی نہیں نکال رہا بس اپنا کام کر رہا ہوں۔ مداخلت پسند نہیں کرتا۔کچھ گڑبڑ ہو جائے تو دُنیا پلٹ دیتا ہوں۔اب بتاؤ آرام سے بات سُنو گی یا مجھے زبردستی کرنی پڑے گی۔"

بختاور نے زور سے اپنی آنکھیں میچی۔

"ماما آپ کہاں چھوڑ گئے مجھے۔"

اس کے دل نے بے اختیار کہا۔

....

"تم مجھے بتاؤ میری کزن یہاں پہ کیا کر رہی ہے۔اس کا ساتھ اس طرح سلوک کرنے کی اجازت کس نے دی۔ میں نے تمھیں کہا تھا کہ کوئی لڑکی جیل میں آئے گی تو تم مجھے انفارم کرو گے کہا تھا نا میں نے۔ تو زبان کیوں سی کر بیٹھے رہے!!!! "

وہ سکندر سے بھی بُری طرح چلایا تھا۔ کانسٹیبل رشید باقاعدہ کانپ رہا تھا۔

"سر جی میں نے۔۔۔ز"

"شٹ اپ!!! شرم سے مر جاؤ ایک ملزم نے اس لڑکی کی جان بچائی۔ یہ وردی جو پہنی ہے اس کو جا کر آگ لگا دو۔"

اس نے اس کے گیر بان کو پکڑ کر جھنجھوڑ کر زور سے جھٹکا۔

"اس کو باہر پھینکو۔ اب یہ دوبارہ یہاں پہ قدم نہیں رکھے گا۔"

"لیکن سر ڈی آئی جی۔"

مگر حنان کی نظروں نے اسے مزید بولنے نہیں دیا۔

"کافی سٹرانگ ہو مجھے لگا تمھیں ہسپتال لے کر جانا پڑے گا لیکن شکر ہے معاملہ سریس نہیں نکلا۔ یہ لو پانی پیو۔"

عنیقہ کو جب ہوش آیا تھا تو اسے ہلکی سی اُمید تھی کہ جب آنکھ کھولے گی تو اس کے ارد گرد ممی' بابا اور فاروق ہو گے مگر اس کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا۔ سکندر حدید اس کے پاس ہو گا۔ وہ سکندر حدید جس نے ابھی اس کی عزت اور زندگی بچائی تھی۔ اس کے سوتیلے بھائی نے جس وہ شدید نفرت کرتی بلکہ اس کی شکل دیکھ کر گھن محسوس کرتی۔ آج اس شخص نے اس کے سر پہ چادر رکھی ورنہ کوئی کسر تو نہیں چھوڑی تھی اس بندے نے۔ سکندر بول رہا تھا بلکہ وہ چُپ تھی۔ کیا کہتی کہنے کے لئے کیا رہ گیا تھا۔

"عنیقہ تم ٹھیک ہو؟ ابھی حنان آگیا ہے وہ تمھیں ہسپتال لے جائے گا۔ تکلیف تو نہیں ہو رہی۔"

وہ اتنی نرمی سے جھکا اس سے پوچھ رہا تھا کہ عنیقہ سے سانس نہیں لیا جا رہا تھا۔ یہ شخص اتنا ہمدرد' اتنا صاف دل کا ہو گا اس نے سوچا نہیں تھا۔

اس نے سر جھکا دیا۔ وہ یہ بھی نہیں پوچھ رہا تھا کہ وہ اتنی رات باہر سڑکوں پہ کیا کر رہی تھی اور یہاں تک کیسی پہنچی۔ اسے ہنڈرڈ پرسنٹ پتا تھا اس کی جگہ فاروق ہوتا تو اس نے اس کی حالت کے بجائے یہ بات پوچھنی تھی مگر سکندر وہ مختلف تھا۔ وہ واقعی سب سے مختلف تھا۔

"عنیقہ گھبراؤ نہیں کوئی تمھیں اب ہاتھ نہیں لگائے گا۔ میرے ہوتے ہوئے اب تمھیں کوئی گندی نظر سے بھی نہیں دیکھے گا ۔کچھ بولو۔"

"آپ نے میری جان کیوں بچائی۔ آپ تو نفرت کرتے تھے مجھ سے۔"

وہ چاہ کر بھی اپنی آواز میں موجود ایذا کو چھپا نہیں سکی تھی۔ سکندر نے اسے دیکھا تو آنکھیں زور سے میچ کر بولا۔

"بھلا کوئی اپنی چھوٹی بہن سے بھی کوئی نفرت کر سکتا ہے۔ تم مجھے بیشک اپنا بھائی نہ مانو عنیقہ لیکن تم میری بہن ہو اس بات کو میں نے کبھی ڈینائی نہیں کیا۔اب بتاؤ درد ہو رہا ہے؟"

ایک دم عنیقہ نے سکندر کو دیکھا۔اس کی آنکھیں' اس کے تاثرات ایک دم ساکت ہو گئے تھے۔

"مم مگر میں۔۔۔ تو آپ کے دشمن کی۔۔۔ بب بیٹی ہوں۔"

ایک دم اس نے ہکلاتے ہوئے یہ بات کہی۔اسے سمجھ نہیں آئی کیسے ری ایکٹ کرے۔اس بات پہ۔

"اور میں یہاں باہر اکیلے۔۔۔ گھر سے بھاگے۔۔۔ آپ کو تو مجھ سے نفرت کرنی چاہیے۔آپ کو تو خوش ہونا چاہیے۔آپ کو اس بات کا فائدہ اُٹھانے کا اتنا اچھا۔۔ موقعہ ملا تھا۔" سکندر نے ایک دم بنا کوئی تاثرات دکھائے اس کی بات کاٹی۔

"اس وقت تمھاری طبیعت ٹھیک نہیں ہے عنیقہ اور مجھے اس وقت تمھاری حالت دیکھ کر ماسوائے تکلیف کے کچھ محسوس نہیں ہو رہا۔"

عنیقہ کو لگا اس کا دل پھٹ جائے گا۔ایک دم وہ تیزی سے اُٹھی جلن اور تکلیف سے اس کا پورا جسم کانپ رہا تھا مگر وہ بامشکل چکراتے سر سمیت کھڑی' چلائی۔

"آپ نے کیوں جان بچائی میری۔آپ تو برا ہیں۔آپ تو لوگوں کی دُنیا جہنم بناتے ہیں۔سب لوگوں کی زندگی اجیرن کرتے ہیں۔ تو پھر یہ سب کیا ہے۔آپ اتنے اچھے دل کے کیسے ہو سکتے ہیں۔"

سکندر کی آنکھیں ایک دم پھیل گئیں۔شور سے حنان لاک اپ کا دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا۔سکندر خاموشی سے حنان کو دیکھتا رہا۔حنان عنیقہ کو دیکھا تو دھک سے رہ گیا۔ابھی تو اس نے کچھ دیکھا نہیں تھا وہ تو سکندر نے چادر سے اس کو ڈھک لیا تھا ورنہ سکندر کی طرح حنان کا بھی خون کھول اُٹھتا۔ان کا رشتہ بیشک اتنا مضبوط نہیں تھا مگر خون تو تھا۔

"عنیقہ تم یہاں۔تم یہاں کیسے آئی کیا کر رہی تھی تم باہر۔"

حنان نے اس کے بازو کو تھام کر کہا جو ایک دم جھٹکے سے پیچھے ہوئی تھی۔اس پہ خوف ابھی بھی حاوی تھا۔

"ریلیکس عنیقہ اِٹس می حنان!!"

"حنان اسے ابھی ہسپتال لے جاؤ شی از ناٹ گڈ۔"

سکندر نے خاموشی سے کہہ کر نظریں جھکا لی تھیں۔وہ کافی تھکا ہوا دکھائی دے رہا تھا۔

"تم باہراس وقت کیا کررہی تھی عنیقہ اور مجھے بتاؤ کیا یہ لوگ تمھیں اُٹھا کرلائے۔کیاانکل اور فاروق کوپتاہے۔اس نے عنیقہ کی طرف آکراس سے نرمی سے پوچھا مگر وہ اسے دیکھ نہیں رہی تھی۔وہ ساکت نظروں صرف سکندر کودیکھ رہی تھی۔پتا نہیں کیا درد تھااس کی آنکھوں میں جس سے سکندر کواپنے اوپر محسوس ہوتی الجھن دے رہی تھی۔

"حنان سٹاپ اِٹ ابھی اس سے سوال جواب مت کرو۔ شی نیڈز ایڈ اینڈ ریسٹ اسے لے جاو۔"

سکندر نے اس کی بات کاٹی۔

"آجاو عنیقہ آو۔"

حنان نے نرمی سے کہہ کراسے چلنے کااشارہ کیا مگر وہ ہل نہیں رہی تھی۔اس کے چہرے پہ عجیب سی وحشت تھی۔جیسے باہر جائے گی تو پھر کچھ بُرا ہو جائے گا۔جیسے یہ دُنیا اسے ایک بار پھر نگلنے کی کوشش کرے گی۔وہ رونا چاہتی تھی' چیخنا چاہتی تھی مگر وہ بے بس تھی۔وہ خود کو ٹھنڈا محسوس کررہی تھی۔بالکل برف کی طرح ٹھنڈا۔اسے اپنے سارے جذبات فریز ہوئے وے محسوس ہورے تھے۔

سکندر سمجھ گیا وہ ٹروما میں ہے۔اس لئے اُٹھ کراس کے پاس آیا اور اسے کے سر پہ ہاتھ رکھ کر ہولے سے مسکرایا۔

"جاو بچے کوئی تمھیں کچھ نہیں کہے گا۔بھاہیں نا!"

اس کا بھائی فاروق تھا مگر آج سکندر کے لفظ سُن کر اسے لگا کہ وہ اتنے بڑے رشتے سے بہت عرصے تک محروم رہی تھی۔

••••••••••••••••••••••••••••••••••••••

"کم آن فاسٹر اس طرح کی سپیڈ لگاوگے تو مجھے تمھارے پیچھے کتے چھوڑنے پڑے گے۔"

زارون ہانپ رہا تھا جبکہ ہمر بڑے آرام سے اس کے ساتھ تیزی سے قدم اُٹھاتا اونچی آواز میں کہے جارہا تھا۔

"پلیز میرے پ۔۔پیروں۔۔میں تکلیف ہورہی ہے۔میں۔۔مزید چل نہیں سکتا۔"

"نہیں ابھی پانچ چکر بھی پورے نہیں ہوے تم تھک گئے۔چلو سپیڈ بڑھاؤ۔"

وہ غصے سے بولا تواس نے گھبرا کر ہمت کرکے بامشکل بھاری قدم اُٹھایا مگر غنودگی اتنی طاری ہوئی تھی کہ ایک دم گھٹنے کے بل نیچے زمین پہ گرا۔

"نہیں ہو پائے گا پلیز مجھے چھوڑدو میں مرجاوں گا۔"

ہمر نے لبوں کو سختی سے دبایا اور اس کے پاس تیزی سے آنے لگا تھا جب اس کے جینز کی جیبوں میں فون بزہوا تو اس نے دیکھا بروٹس کی کال تھی۔

"ہیلو۔"

"اتنے سڑے ہوئے کیوں ہو؟" بروٹس نے جیسے ہی اس کی سخت اور بیزار آواز سُنی تو ایک دم چونکے بغیر نہ رہ سکا۔

"یہ جو تم نے اتنی بڑی بلا میرے سر پہ تھوپی اس پہ میں سڑوں نہیں تو اور کیا کروں۔"

اس نے دوسرے ہاتھ سے اپنے بالوں میں ہاتھ پھیرا اور ایک نظر اسے دیکھا جو سر جھکائے گہرے سانس لے رہا تھا۔اس کے چہرے پہ پسینے دیکھ کر حیرت ہو رہی تھی حالانکہ وہ اتنا چلا بھی نہیں تھا۔افسوس سے سر ہلاتے ہوئے اس نے بروٹس کو سُنا جو ہونہہ کہہ کر بولا۔

"سیریسلی تم ابھی سے گھبرا گئے؟ مجھے لگا تم جیسے بندے کے لئے یہ کام بائیں ہاتھ کا ہو گا مگر کافی مایوسی ہوئی سُن کر۔ خیر مجھے یہ بتانا تھا کہ شام کو تمھیں فوٹریس آنا ہے۔"

"مجھے ایک کام دو تو بہتر ہے۔اپنے کام کرواؤ یا مجھے اپنا سکون سے کرنے دو۔یہ ہر جگہ بلاؤ گے تو میں خودکشی کرنے پہ مجبور ہو جاوں گا۔" وہ تنگ ہو کر بولا نظریں زارون پہ ہی مرکوز تھیں۔

"تم کچھ زیادہ بھڑاس نہیں نکالنے لگے۔زرا تمیز سے بات کیا کرو مت بھولو تم میرے انڈر ہو۔اگر باس نے تمھیں اتنی بڑی زمہ داری دی ہے تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ تم اپنی اوقات بھول رہے ہو اور کیا اپ ڈیٹ ہے۔" وہ سختی سے کہتا اب اس سے زارون کے بارے میں پوچھ رہا تھا۔

"ایک نشئی کی اپ ڈیٹ کیا ہو سکتی ہے۔رکھو شام تک آ جاوں گا۔"

بیزاری سے کہتے اس نے فون بند کیا اور اپنے چہرے پہ ہاتھ پھیرتا اس کی طرف متوجہ ہوا۔

"چلو اُٹھو پہلے ناشتہ کر لو مگر یاد رہے اس کے بعد تم پورے کے پورے چکر کاٹو گے ورنہ دوپہر اور رات کا کھانا بھول جاو۔"

••••••••••••••••••••••••••••••••••••

"میں اس لڑکی کے انتظار میں خالی پیٹ نہیں سو سکتا لہذا عینہ تم کھانا لے آو نہیں تو میں اپنا کچھ بندوبست کر لوں۔"

حداد مسلسل پلیٹ اور ہاتھ جوڑے عینہ کو دیکھتا پھر خود کو کنڑول کر کے ٹیبل کو انگلیوں سے ٹیپ کیے اس چھوٹی سی بچی کے انتظار میں بیٹھا رہتا۔حنان کے کہنے پر وہ ایسا کر رہی تھی تاکہ بخت اس ماحول میں خود کو ایڈجسٹ کر لے' خود کو ایزی فیل کرے اور اب تو زیادہ ضروری تھا کیونکہ وہ سکندر کے جیل جانے کی وجہ سے ڈسٹرب تھی اور درینہ کا ماننا تھا کہ فیملی والا ماحول ہو گا تو شاید تھوڑا سا ریلیکس ہو جائے۔گو کہ اس نے حداد کو نہیں بتایا تھا ورنہ ظاہر ہے سارا پول کھل جانا ہے۔

"سوری! ہانی ماما کہاں ہیں؟" حداد نے نگاہیں گھما کر اس لڑکی کو دیکھا جس کے لئے اسے آدھا گھنٹہ انتظار میں بیٹھنا پڑا تھا۔ براون کُرتا' بلیو جینز اور بالوں کی فرنچ بریڈ بنائے معصوم مگر خاصی اُداس لگ رہی تھی۔

"ارے ٹائیم کیوں لگا دیا میڈم نے آو میں اور چاچو تمھارا انتظار کر رہے تھے۔ حنان کو ایمیجرنسی میں جانا پڑا۔ آو"

"سوری بس کافی سُست سُست سا محسوس کر رہی تھی لیکن آنا پڑا کیونکہ آپ سب لوگ میرا انتظار کر رہے تھے۔"

اس نے کرسی گھسیٹ کر بیٹھتے ہوئے بڑے بوجھل لہجے میں کہا۔ حداد نے اسے سرتاپا دیکھنے کے بعد ہولے سے سر جھٹکتے ہوئے کہا۔

"چلو اچھا ہے انھیں خیال تو آیا ورنہ مجھے لگ رہا تھا آج فاقے کرنے پڑے گے ان کی سستی کی وجہ سے۔"

انتہائی ٹھنڈے لہجے میں کہتا وہ بختاور کو سر اُٹھانے میں اور درینہ کو گھورنے پہ مجبور کر گیا۔

"ہی ہی میرے چاچو کافی فنی ہیں۔ اصل میں انھیں سخت بھوک لگ رہی تھی ایک منٹ بھی لیٹ ہو جائے۔"

مگر اس نے درینہ کو بات مکمل نہیں کرنے دی۔

"درینہ مجھے پلیز روٹی پاس کر دیجیے۔"

بختاور نے اس مغرور' ٹھنڈے شخص کو دیکھا دل کر رہا تھا پورا روٹی کا پاٹ اس کے منہ میں گھسا دے۔ بیچاری کا قصور نہیں تھا ابھی ایک غضیلے بندے کو فیس کر کے آئی تھی۔ دوسرے کو برداشت کرنا خاصا مشکل تھا اس کے لئے۔ اس کی گردن میں اس کا ڈیالا کٹ شینلیر کی پڑتی روشنی میں چمک رہا تھا۔

حداد کے اس بار بال کھلے کے بجائے پونی کی شکل میں باندھے ہوئے تھے اور اس نے جیل بھی لگایا تھا تاکہ لٹے بار بار چہرے پہ نہ آئے۔ بلیک ٹی شرٹ اور بلیو جینز وہ بھری ہوئی داڑھی سمیت کافی ہینڈسم لگ رہا تھا۔ بختاور اس پہ غور نہیں کرنا چاہتی تھی مگر کر رہی تھی۔ ظالم آدمی ہے تو بڑا ہینڈسم۔

"بختاور کچھ ڈالو یا کھانا نہیں پسند۔"

ایک دم درینہ کی آواز پہ وہ اپنے ٹرانس سے نکلی اس نے دیکھا درینہ روٹی کھاتے ہوئے اسے دیکھ رہی تھی جبکہ اس نے حداد کو کن آنکھیوں سے دیکھا وہ ایک نظر اسے دیکھنے کے بعد اپنے کھانے کی طرف متوجہ ہو گیا مگر اس کی ایک نظر پر بختاور نجانے کیوں بلش کر گئی۔

"جج جی ڈالتی ہوں۔ آپ مٹن پاس کر دیں۔"

"ہاں ہاں کیوں نہیں یہ جلیفریزی ٹرائی کرنا تمھارے ہانی ماما کی فیورٹ ڈِش ہے۔"

•••••••••••••••

"کیا مطلب۔۔۔۔۔ سس سکندر۔۔۔ ابھی تک۔۔۔ جیل۔۔۔سے نہیں نکلا۔"

رمشانے جاوید کی بات سُنی تو حیرت سے آنکھیں پھیلائے اسے دیکھا۔

"میم باقی چھوٹے موٹے کیس میں سر نکل جاتے تھے۔اب قتل کا معاملہ ہے اس میں ٹائیم تو لگے گا لیکن آئیم شیور وہ جلد آجائے گے۔آپ بے فکر ہو جائے۔" جاوید نے نرمی سے اسے تسلی دی حالانکہ وہ خود ٹینز دکھائی دے رہا تھا۔

"لیکن۔۔۔ایسے۔۔۔کیسے۔۔۔اسے لے کر جاسکتے۔۔۔تھے بنا۔۔۔۔کوئی ثبوت کے۔۔۔۔مم میری حنان بھائی سے بات۔۔۔ بب بات کرواو۔۔۔مجھے جاننا ایسے۔۔۔کیسے اس کو۔۔ قتل کے الزام کوئی اُٹھا سکتا ہے۔" جاوید نے اس کے تیزی سے کہنے پر گہرا سانس لیا۔

"سر کی انگھوٹی وہاں سے ملی جہاں پہ شفقت کا قتل ہوا تھا میم۔میں آپ کو پریشان نہیں کرنا چاہتا مگر کچھ چیزیں ابھی حساس ہوئی وی ہیں۔آپ بے فکر ہو جائے۔"

ایک دم رمشا کا چہرہ سفید ہو گیا۔

"تت۔۔۔تو۔۔سکندر نے۔۔۔۔واقعی۔۔۔۔"

جاوید ایک دم پریشان ہو گیا اسے لگا رمشا ابھی تھوڑی دیر میں پھوٹ پھوٹ کے رونا شروع کر دے گی اور چیز اچھی نہیں تھا کم سے کم اس کے لئے تو بالکل بھی نہیں کیونکہ بھانے اس کی زمہ داری اس پہ سونپی تھی۔

"میم آپ کھانا کھالیجئے اگر آپ نے سر سے بات کرنی ہے تو۔۔۔۔"

"مجھے۔۔۔۔کسی سے بات۔۔۔نہیں کرنی۔۔جاو یہاں سے۔۔۔"

ایک دم رمشا کا ضبط ٹوٹا اور وہ بے اختیار چلا پڑی۔جاوید اس کے رویے سے زرا سا شاکڈ ہوا تھا مگر اس کی حالت سمجھ سکتا تھا اس واقعہ کے بعد تو اسے یقین ہو گیا تھا کہ وہ سکندر سے بے پناہ محبت کرتی ہے بیشک اس آدمی نے اسے کیڈنیپ کیا تھا مگر سکندر کی دیوانگی بھری چھاؤں سے سخت سے سخت دل بھی آخر پگھل جاتا ہے یہ تو پھر معصوم سی سادہ دل کی لڑکی تھی۔

"اوکے میم۔"

دروازہ بند ہوا تو رمشا نے سر پہ ہاتھ رکھ کر گھوم کر اپنے سائڈ ٹیبل پہ اس کی پڑی تصویر دیکھی اور پھر سُرخ آنکھوں سمیت اس طرف آئی اسے تیزی سے فریم اُٹھا کر اس نے اس کے خوبصورت مسکراتے چہرے کو دیکھا۔

"میں نے۔۔۔۔آخر تم۔۔۔۔۔سے کیوں۔۔۔۔۔محبت کی۔آخر۔۔۔کیوں۔۔۔۔تم کیوں۔۔۔۔میری۔۔۔زندگی میں ۔۔۔آئے۔۔۔تم نہ آتے۔۔۔۔بہت سی۔۔۔۔۔دعائیں قبول۔۔۔۔۔۔نہیں ہوتی۔۔۔۔۔یہ بھی نہ ہوتی۔۔۔۔۔۔۔کیوں ہوئی۔"

اس کے آنسو سکندر کے چہرے پہ گرنے لگے۔

"کیوں۔۔۔۔سکندر۔۔۔۔کیوں۔۔۔؟۔۔۔کاش تم ظالم ہوتے۔۔۔کاش۔۔۔۔۔تم سخت۔۔۔ہوتے' تم۔۔۔۔۔۔مجھے تکلیف دیتے۔۔۔۔۔تو۔۔۔آج یہ۔۔۔۔دل نہ پھٹ رہا۔۔۔ہوتا۔۔۔یہ سانسیں لینا۔۔۔اتنی مشکل نہ ہوتی۔۔۔۔(ہچکی) ۔۔۔۔تم کو خود سے دور کرنا۔۔۔۔۔۔"

اس نے اس کی تصویر کو چوما پھر وہ پھوٹ پھوٹ کے رونے لگی۔

"بہت مشکل ہے۔۔۔میرے لئے۔"

•••••••••••••••••

"آپ اتنے اچھے کیسے ہو سکتے ہیں۔"

"آپ تو بھا ہیں۔"

"آپ تو لوگوں کی زندگی اجیرن کرتے ہیں۔"

"مجھے ہاتھ مت لگاو۔"

"سکندر تم نے۔۔۔۔اپنی۔۔۔اپنی بہن کا قتل کیا۔۔۔۔۔"

"بہنوئی کی تو سمجھ۔۔۔۔۔میں آتی مگر۔۔۔۔۔اپنی ماں جائی کو۔۔۔کو۔۔۔کون مارتا ہے۔"

"آپ اتنے اچھے کیوں ہیں۔۔۔آپ تو بھا ہیں۔"

"ہیلو۔۔۔۔"

"آآ۔۔۔ما۔۔ما۔۔"

"ہیلو صوفی۔۔۔ہیلو۔"مگر اسے بختاور کی ٹوٹی پھوٹی آوازیں آ رہی تھیں وہ سمجھ گیا بختاور نے غلطی سے اسے کال ملادی ہو گی۔وہ فون رکھنے لگا تھا جب ایک دم اسے عامر کی آواز سُنائی دی۔

"صوفی میری جان۔مجھے ایسے مت دیکھو۔مت دیکھو مجھے ایسے میرے لئے کام مشکل مت بناؤ۔پلیز۔"

"تمھیں لگتا ہے کہ میں یہ سب اپنے دل سے کر رہا ہوں۔" ایک دم اس کی عجیب سی ہنسی سُنائی دی۔ شیرِ داود کو اس کی ہنسی بڑی عجیب سی لگی۔ حنان جو سگریٹ کے کش لے رہا تھا ایک دم سکندر کو چونکتے دیکھ کر الرٹ ہو گیا۔

"شیر و سب ٹھیک ہیں نا؟ صوفی کی طبیعت تو ٹھیک ہے ؟"

مگر شیر و کو کچھ سُنائی نہیں دے رہا تھا۔ وہ بس ساکت کھڑا اپنی تیز چلتی دھڑکنوں سے منتظر تھا کہ آگے عامر کیا کہے گا پھر ایک دم اس نے تھپڑوں کی اور اونچی آوازیں سُنی۔

"یو چیٹر۔۔۔یو بچ!!!! تم نے عامر بھا کو دھوکہ دیا۔ عامر بھا کو جس نے تم سے شدید ترین محبت کی۔"

سکندر کا چہرہ ایک دم سفید ہو گیا۔ اسے صوفی کی سسکیاں سُنائی تو نہیں دے رہی تھی مگر وہ جانتا تھا وہ سسک بھی نہیں رہی ہو گی وہ تو پہلے سے مر چکی تھی۔ اب تو وہ اپنے کفن کو بندوبست کر رہی تھی۔ شیرِ داود نے فون کان سے لگایا تیزی سے بھاگا۔

حنان منہ کھلے اسے بھاگتے ہوئے دیکھ رہا تھا پھر وہ بھی اس کے پیچھے بھاگا۔ اسے ابھی تک عامر کی دھاڑنے اور توڑ پھوڑ کی آوازیں آ رہی تھی۔

"صوفی پلیز مت کرو. پلیز بخت کی خاطر پلیز۔"

سکندر بڑبڑاتے ہوئے سانس روکے بائیک میں بیٹھا۔

"شیر و!!!! "

وہ فون بند نہیں کرنا چاہتا تھا مگر پھر وہ بائیک نہ چلا پاتا۔ فون بند کر کے اس نے کانپتے پسینے بھرے ہاتھوں سے بائیک سٹارٹ کی۔ صوفی منہ کے بل گری۔ اس کے ناک سے خون نکل رہا تھا۔ چہرے اور ماتھے پہ زخم سے خون رس کے اس کے چہرے کو حلیہ بگاڑ چکا تھا۔ عامر نے اس کے بالوں کو پکڑ کر اسے اُٹھایا۔ بختاور بستر پہ بیٹھی ایک دم شور سے پاگلوں کی طرح رونے لگی۔ ایک تو اس کا باپ پاگلوں کی طرح اس کی ماں کو مار رہا تھا۔ دوسرا اماں کے چہرے سے نکلتے خون کو دیکھ کر وہ اور رونے لگی۔

"ماماماما۔۔۔"

"تم سے میں نے محبت کی تھی صوفی۔ اتنی کہ تمھارے لئے جان دے سکتا تھا اور تم نے کیوں کیا ایسا کیا کمی تھی مجھ میں۔ بولو۔"

وہ صوفی کی ساکت آنکھوں میں دیکھ کر غرا رہا تھا۔ صوفی نے کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ بس سانس لیتے ہوئے کسی ٹوٹی بے جان گڑیا کی طرح اس کی مار سہہ رہی تھی۔ عامر نے ایک زوردار مکا اس کے چہرے پہ مارا وہ لہرا کر ایک بار پھر نیچے زمین کے بل گری۔

سکندر گھر پہنچا اس نے بائیک کو کھڑی کرنے کے بجائے وہی پھینک کر تیزی سے بھاگا۔ اس کا دل اتنی زور سے دھڑک رہا تھا کہ ابھی جیسے یہ دل باہر آ جائے گا۔

"تم نے مجھ سے میرا غرور چھین لیا صوفی میرا غرور یو چیٹ آن می۔ تم نے ایک بیٹی کی ماں ہو کر بھی نہ سوچا۔"

وہ اب بوٹوں سے اس کو ٹھوکر مارنے لگا۔ بختاور کے رونے میں مزید اضافہ ہو گیا تھا وہ بار ماما کہہ رہی تھی لیکن ماما بس مر چکی تھی ۔ماما اب کچھ نہیں کر سکتی تھی۔

"تم اندر نہیں جا سکتے باس نے کہا کہ انھیں ڈسٹرب نہ کیا جائے۔"

سکندر نے آو دیکھا نہ تاؤ وحشت کی عالم میں زوردار مکا کمال کے منہ پہ دے مارا اور اس سے پہلے وہ اسے روکتے وہ تیزی سے سیڑھیوں کی طرف اوپر بڑھا۔

"میں اب مزید تم پر ظلم نہیں کر سکتا میری جان کیونکہ وہ کیا ہے تمھاری بے وفائی کے باوجود بھی تم سے اتنا پیار کرتا ہوں اتنا کہ میرا دل اب پھٹ چکا ہے۔ تم نے برباد کر دیا مجھے صوفی۔ تم نے اپنے عامر کو برباد کر دیا۔"

وہ اُٹھا اور اس نے بے جان ہوئی وی صوفی کو نفرت بھری نگاہوں سے دیکھنے کے بعد جیب سے ریوالور نکالا۔

سکندر نے دروازے کو کھولا مگر دروازہ لاکڈ تھا۔ سکندر نے دروازے کو پیٹا۔

"عامر!!!!! عامر دروازہ کھولو۔"

اتنی زور سے سکندر چلایا تھا کہ پورا گھر اس کی دھاڑ سے کانپ گیا تھا۔

"او تمھاری پیارا بھائی بھی آگیا۔ تمھارا داود تمھارا غرور۔اس کے سامنے تو یہ شو بنتا ہے آخر اسے بھی پتا چلا اس کی شریف زادی بہن نے مجھے دھوکہ دیا۔اس شخص کو جس سے وہ بے پناہ محبت کرتا تھا۔"

"عامر آگر تو نے صوفی کو زرا سا بھی ہاتھ لگایا تو اپنی موت کے لئے تیار رہنا۔دروازہ کھول!!!! "

وہ ایک بار پھر دھاڑا۔ بیس سالا شیر واس وقت اپنی عمر سے کافی بڑا دکھائی دے رہا تھا۔

"میں اب اس کچرے کے ڈھیر کو ویسے بھی ہاتھ نہیں لگاؤں گا۔اس لئے بے فکر رہو کیوں جان نہیں لگاؤں گا بولو اپنے بھائی کو۔"

"عاعامر۔۔۔پپ پلیز۔۔۔ شش شیر و۔۔"

اس کی آنکھوں سے آنسو نکلنے لگے۔عامر نے مزید اسے بولنے کا موقع نہیں دیا کیونکہ اس نے اپنے بوٹ اس کی گردن پہ رکھ دیے تھے۔

"اپنی گندی زبان سے میرا نام مت لو۔"

اس نے پاوں کا دباو بڑھایا۔

سکندر نے غصے سے پوری جان لگا کر دروازہ توڑا اور اندر آیا لیکن بہت دیر ہو چکی تھی۔عامر نے اسے جیسے ہی اندر داخل ہوتے ہوئے دیکھا اس نے سیدھا ریوالور چلا دیا تھا اور سب کچھ ختم ہو چکا تھا۔

"نہیں !!!!!!!! "

وہ وحشت سے چلایا تھا۔

سکندر ایک دم ٹرانس سے باہر آیا۔اس سے سانس لینا مشکل ہو گیا تھا۔ٹہلتے ٹہلتے ایک دم نیچے گرا تھا۔اور سر پکڑے اس نے سانس لینے کی کوشش کی تھی مگر سانس نہیں آ رہا تھا۔وہ بہت کوشش کر رہا تھا کہ وہ کمزور نہ پڑے مگر اس کی حالت اس کو کمزور بنا رہی تھی۔

"اللہ۔"

"اللہ۔"

وہ بار یہی لفظ پکار رہا تھا۔پتا نہیں کیا ہو رہا تھا اسے۔

"میں اچھا نہیں ہوں۔اللہ میں اچھا نہیں ہوں۔۔"

"میں اپنی بہن کو نہیں بچا سکا۔میں اچھا نہیں ہوں۔"

"میں باپ کا فرمابردار نہیں نکلا۔"

"میں نے بے شمار قتل کیے۔"

"میں نے بہت سے لوگوں کی زندگیاں تباہ کی۔"

"میں نے اپنی رے کی عزت خراب کی۔"

"میں نے سب کو دھوکہ دیا۔"

"میں اچھا نہیں ہوں۔"

"میں بالکل بھی اچھا نہیں ہوں۔"

وہ رونا چاہتا تھا مگر وہ یہ نہیں کر پا رہا تھا۔اس نے چہرے پہ ہاتھ رکھے اپنے تیز دھڑکنوں کی رفتار کو سُنتا رہا اور بار یہی دُہراتا رہا کہ وہ اچھا نہیں ہے۔

※※※※※※※※※※※※※※※※※※※※※※※

"دیکھیں یہ انگھوٹی بھاکی ہے اس بات کا کیا ثبوت ہے فاروق میاں کے پاس۔ یہ انگھوٹی کسی کو سکندر صاحب کی انگلی میں دکھائی نہیں دی تو انھیں کیسے دکھائی دی۔ دوسرا شاید وہ انگھوٹی بھا کی طرح بھی ہوسکتی ہے آخر ایک سوتیلا بھائی ٹریپ کرنے کے لئے یہ گھٹیا چال چل سکتا ہے۔"

فاروق خاموش تھا۔ اس نے سکندر کے وکیل سے نظر ہٹا کر سنجیدہ سے بیٹھے جمال عظیم کو دیکھا۔

"ہوسکتا ہے مگر یہ انگھوٹی میں نے اس کی چھوٹی انگلی میں پہنی دیکھی تھی جب وہ میرے باپ کے گھر دھمکانے آیا تھا۔ ہوسکتا ہے میں غلط ہوں ظاہر ایسی انگھوٹی تو بہت کامن سی تھی۔ بس فرق اس میں انگھوٹی کی اندر 'بیسٹ بردار' لکھا ہوا تھا اب آپ کے بھا ہیں بھی سب کے ہمدرد تو شاید کسی نے انھیں یہ انگھوٹی تحفے کی طور پہ دی ہو۔"

"واہ اب اس جسٹیفیکشن پہ لوگوں کو اندر کیا جائے گا ڈی آئی جی صاحب۔ کل کے بچے بس ایک انگھوٹی لے کر آجائے گے اور کہیے گے جہاں پہ قتل ہوا تھا یہ ہمیں ملی اور میں نے ایک دفعہ قاتل کی انگلی میں یہ پہنی دیکھی تھی۔ سوری فاروق میاں یہ ثبوت نہیں ہوتا اصل ثبوت لا کر دکھائیں تو میں مانوں!!! "

ڈی آئی جی نے اب سکندر کے وکیل سے نظریں ہٹا کر فاروق کو دیکھا۔ فاروق نے گلا کنکھارتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے اگر یہ ثبوت کافی نہیں ہے تو مجھے کچھ ٹائیم دیں لیکن میں یہ بات ثابت ضرور کروں گا کہ شفقت کا قتل سکندر نے کیا ہے۔"

"تو پھر بھا کو رہا کیا جائے فوراً جب آپ کو ثبوت مل جائے تب جو جی میں آئے کیجیے گا۔" ڈی آئی جی جمال عظیم کچھ کہنے والے تھے کہ فاروق نے ان کی بات کاٹی۔

"انکل سکندر کو رہا کر دیں۔ واقعی میں ایک انگھوٹی سکندر کے گناہ کو جسٹی فائی نہیں کرتی اور یہ میرا اب سب سے بڑا چیلنج ہے کہ سکندر کو آزاد کر کے اسے پھر قید کرنے کی تیاری کروں گا اور اس بار یہ قید عمر بھر کی قید ہوگی جس پہ یہ بڑے لوگ بھی کچھ نہیں کر سکے گے۔"

اس کے ٹھنڈے لہجے میں ڈی آئی جی جمال نے گہرا سانس لیا۔

"آپ یہاں سے اب جا سکتے ہیں مجھے فاروق سے اکیلے میں بات کرنی ہیں۔"

حنان نے دیکھا جیسے ہی سکندر کا وکیل نکلا تو اس نے کن آنکھیوں سے اسے اشارہ کیا جس نے اوکے کا سگنل دے دیا تھا۔ حنان نے شکر کا سانس لیا۔

"انکل مجھے پتا ہے کہ اس نے کسی نہ کسی طرح نکل جانا ہے یہ انگھوٹی واقعی اس کو گلٹی پروو نہیں کر سکتی۔ مجھے اسے چھوٹی موٹی سزا نہیں دلانی اسے اس کا پھل چھکانا ہے۔ ایسی چھوٹی موٹی سزائیں سکندر کا کچھ بگاڑ نہیں سکتی یہ میں نے جان لیا۔ بہتر یہی ہے کہ آپ اسے رہا کر دیں اور یہ ڈیکلیئر کریں کہ اب اس کا اس کیس سے کوئی تعلق واسطہ نہیں ہے۔"

"تم آخر کرنا کیا چاہتے ہو پہلے مجھے فورس کیا اسے اریسٹ کرنے کو وہ بھی اس بیس پہ کہ سکندر کی انگھوٹی تمھیں وہاں شفقت کے گھر سے ملی۔ دوسرا اس نے اس بات پہ تم پر حملہ کیا حالانکہ سکندر بہت ٹھنڈے مزاج کا آدمی ہے تم نے مجھے احساس دلایا کہ وہ گلٹی ہے ورنہ وہ تم پر کبھی حملہ نہ کرتا مگر اب کہہ رہے ہو اسے رہا کر دو پہلے اپنے ذہن کو فکس کر لو کہ تم نے آخر کرنا کیا ہے۔"

فاروق آگے سے کچھ کہتا اس کا فون بز ہونے لگا اس نے فون نکال کر دیکھا۔ ممی کی کال تھی۔

"اُٹھا لو میں آتا ہوں۔"

جمال عظیم اُٹھ گئے جبکہ فاروق نے معذرت خواہ سے انھیں دیکھ کر فون اُٹھایا۔

"جی ممی۔"

جیسے جیسے سکینڈ گزرنے لگے فاروق کا چہرہ لٹھے کی مانند سفید پڑ گیا۔

"عنیقہ گھر سے غائب ہے۔"

••••••••••••••••••••••••••••••

حداد ٹیرس میں آیا اسے سگریٹ کی طلب ہو رہی تھی۔ گو کہ وہ بہت کم سگریٹ پیتا تھا لیکن جب اسے طلب ہو جاتی تھی تو ایک دن میں دو پیکٹ تو کم سے کم ختم کر دیتا تھا۔ وہ آج کافی ڈسٹرب بھی دکھائی دے رہا۔ سوچ کی لکیرے اس کے ماتھے پہ پھیلی ہوئی تھی۔

ریلنگ پہ ہاتھ رکھے وہ نیچے جھکا سگریٹ کے گہرے کش لے رہا تھا جب اس نے دیکھا بڑی سی کالی جیپ گھر کے باہر کھڑی ہو گئی اس کے تھوڑی دیر بعد ایک خوش شکل آدمی بلیک شرٹ اور بلیو جینز میں ملبوس باہر نکلا تھا۔ اسے دیکھ کر نجانے کیوں حداد کو بیڈ بوئے والی فیلنگ آئی تھی۔ اپنے لمبے بالوں پہ ہاتھ مارے اس نے دیکھا وہ اب فون ملا رہا تھا۔ یہ آخر کون تھا؟ سگریٹ کو پھینکتے ہوئے وہ نیچے کی طرف جانے لگا تا کہ چیک کر سکے مگر اسے بختاور کی اونچی آواز سُنائی دی۔

"ہاں آ رہی آ رہی ہوں رکھیں فون!!! "

اس نے مڑ کر دیکھا گرین شلوار قمیض وہ اور کوئی نہیں بختاور تھی۔ وہ اب گیٹ سے باہر نکل چکی تھی۔ حداد کے ماتھے پہ اچانک سے بل آ گئے۔ یہ کرتے ہوئے اسے خود بھی احساس نہیں ہوا۔ اس نے دیکھا وہ لڑکا سیدھا بختاور کے پاس اسے اپنا ساتھ لگا کر اس کا

سر تھپکا وہ اسے کچھ کہہ رہا تھا لیکن حداد کو صرف ہگ دکھائی دے رہا تھا۔ پتا نہیں اندر ایک عجیب سی آگ اسے بھڑکتی ہوئی محسوس ہوئی۔ ایسا تو کبھی نہیں ہوا لیکن ایک دم سے اسے غصہ آرہا تھا۔ ریلنگ کو سختی سے تھامے اس نے دیکھا وہ اب اس کے لئے دروازہ کھول رہا تھا۔ اور وہ جیپ کی فرنٹ سیٹ پہ بیٹھ گئی۔ حداد بنا سوچے سمجھے نیچے آیا۔

درینہ ٹی وی دیکھتے ہوئے کافی کا سپ لے رہی تھی۔ جب اس نے تیز قدموں سے نیچے حداد کو آتے ہوئے دیکھا۔ درینہ نے اپنے چاچو کے چہرے کے تاثرات دیکھے تو ایک دم چونکے بغیر نہ رہ سکی۔

"اسلام و علیکم چاچو سب خیریت؟"

"وہ لڑکی کیا نام ہے اس کا وہ ابھی باہر کسی لڑکے کے ساتھ جیپ میں بیٹھی تمھیں یہ بات پتا ہے۔"

حداد نے اس کی بات کا جواب دینے کے بجائے سختی سے یہ بات کہی۔ درینہ نے نا سمجھی اور قدرے الجھ کر اپنے چاچو کو دیکھا۔

"آپ بختاور کی بات کر رہے ہیں؟ وہ تو ابھی اپنے کزن کے ساتھ گئی ہے اصل میں اس کی تائی امی بیمار ہے۔"

درینہ کو سمجھ نہیں آئی کہ کیا کہے۔ وہ کہنا چاہتی تھی کہ وہ اپنی آپی سے ملنے گئی ہے اور وہ آپی اور کوئی نہیں ان کی اپنی مشی تھی مگر وہ نہیں کہہ سکتی تھی۔ لہذا مسکرا کر اس نے جھوٹ بولا۔ حداد کو لگا اب اس کا غصہ کم ہو جائے مگر پتا نہیں کیوں عجیب سی جلن دل محسوس کر رہا تھا۔ اس نے تو اس لڑکی کو صحیح نظر دیکھا نہیں مگر پھر بھی کیوں وہ ہگ دیکھ کر اس کا دماغ کیوں گھوم رہا تھا۔

"اگر اس لڑکی کے رشتے دار ادھر موجود ہیں تو وہ یہاں اسے گھر میں کیا کر رہی ہے۔"

درینہ کو اس کی بات پر جھٹکا لگا۔

"چاچو آپ کیسی باتیں کر رہے ہیں۔ حنان اسے کے ماموں ہیں اور وہ ساروں سے زیادہ حنان کے کلوز ہے تو بس میرا مطلبِ داود بھیا نے سوچا کہ وہ یہاں زیادہ سیف اور کمفرٹیبل رہے گی۔"

سب سے زیادہ تو وہ اس کی باہوں میں کمفرٹیبل محسوس کر رہی تھی اور عینہ کا کہنا ہے کہ وہ یہاں۔۔۔۔اس نے اپنا سر جھٹکا۔

"مجھے پتا ہونا چاہیے کہ اس گھر میں کیا ہو رہا ہے کیا نہیں۔ کون ہمارے گھر آتا ہے کون نہیں۔ میں مزید اپنے اوپر الزام برداشت نہیں کر سکتا۔ حنان نے مجھے ایک زمہ دار سونپی ہے ہوپ کہ تم سمجھ سکتی ہو۔"

درینہ کے دل کو کچھ ہوا وہ جانتی تھی کہ وہ اب تک رمشا کی وجہ سے اس احساس سے مبتلا ہیں۔ ان کا تو کوئی قصور بھی نہیں تھا پھر بھی وہ گلٹی کیوں محسوس کر رہے ہیں۔

"میں سمجھ سکتی ہوں چاچو۔ آپ کا پریشان ہونا بنتا ہے ظاہر کسی کی امانت کو سنبھالنا بہت مشکل کام ہے۔ آپ بے فکر ہو جائے آپ کو آئندہ شکایت کا موقع نہیں ملے گا۔"

حداد کو اب اچھا نہیں لگا۔اس نے زیادہ ہی درینہ کے سامنے اوورری ایکٹ کر لیا تھا مگر وہی بات وہ ظاہر نہیں کر سکتا تھا لہذا سر ہلاتے ہوئے وہ بنا کچھ کہے اوپر چل دیا۔عینہ انھیں روک کر پوچھنا چاہتی تھی کہ ناشتے میں کیا لیں گے مگر اس نے موقعہ ہی نہیں دیا۔

•••••••••••••••••••••••••

"کمرے میں جا رہا ہوں میں۔ پلیز کوئی آئے تو اسے واپس بھیج دینا۔ میں اس وقت کسی سے ملنا نہیں چاہتا۔"

"جی سر!" سکندر نے گہرا سانس لیتے ہوئے اوپر آیا اور اپنے کمرے کے بجائے رمشا کے کمرے کا دروازہ کھولا۔ کمرے میں حسبِ توقع گھپ اندھیرا تھا۔ جہاں پردے کے پیچھے ہلکی ہلکی سورج کی روشنی آ رہی تھی۔ اس نے آہستگی سے دروازہ بند کیا اور دیکھا تو زمین پہ لیٹے ہوئے وجود کو دیکھ کر اس کا سانس ایک منٹ کے لئے رک گیا۔ بنا کچھ کہے چل کر اس کے پاس آیا جھکا تو دیکھا اس کے ہاتھ میں فریم تھا جس کو اس نے سینے سے لگایا ہوا تھا۔ سکندر نے فریم اس کی گرفت سے نکالا جس پہ وہ ذرا سا کسمائی سکندر نے فریم کو دیکھا تو اپنی تصویر کو دیکھ کر وہ ایک منٹ کے لئے تو بالکل ساکت ہو گیا پھر اسی خاموشی سے اس نے فریم سائڈ ٹیبل پہ رکھا اور اسے اُٹھایا اور بیڈ پہ لٹایا۔

"امی۔۔۔"

رمشا نے ذرا سی کروٹ لے کر اپنی امی کو پکارا۔ سکندر نے اس کے بال اس کے چہرے سے ہٹائے۔

"مجھے علیحدگی چاہیے!!!!! "

"ایک کمزور۔۔۔لڑکی۔۔۔۔ تمھارے۔۔۔۔ سامنے اپنے ہاتھ۔۔۔۔۔ جوڑتی ہے۔۔۔۔۔ چھوڑ دو۔۔۔۔ مجھے۔"

"تم تو میرے سے بھی زیادہ مشکل نکلی ہو رے۔ کبھی محبت کا اظہار کرتی ہو' تو کبھی نفرت کا اظہار۔ کبھی زندگی سے نکل جانے کا کہتی ہو تو کبھی میری تصویر کو سینے سے لگائے بستر کے بجائے زمین پہ لیٹتی ہو۔ کیا سمجھوں میں اسے۔ کیا کہوں تمھاری اسے الجھن کو جسے میں ہٹا نہیں پا رہا۔"

اس نے رمشا کا ہاتھ پکڑ لیا اور انگھوٹی سے اس کا ہاتھ سہلانے لگا۔

"میں جانتا ہوں کہ میں تمھارے قابل نہیں ہوں اور نہ ہی کبھی ہو سکوں گا لیکن تمھیں چھوڑ دینا میرے بس میں نہیں ہے۔ میں موت سے نہیں ڈرتا جتنا تم سے دور ہو جانے سے ڈرتا ہوں۔ کسی اور کو اپنی جگہ دیکھنے سے ڈرتا ہوں۔ یہ ڈر سے زیادہ ایک ایذا ہے جو موت سے بھی زیادہ تکلیف دے ہے۔ یہ جلن اور درد مجھے قیامت تک بے چین کیے رکھے گی۔"

بڑبڑاتے ہوئے وہ اس کے سوئے ہوئے چہرے کو دیکھے جا رہا تھا جیسے کوئی بچہ کسی انھوکی چیز کو دیکھ کر اپنا ردعمل دکھاتا ہے۔

"یور مائین رے اونلی مائین۔ تم کسی کی نہیں صرف میری ہو۔ میں ہر اس شخص کو ٹرامپل کروں گا جو مجھے تم سے دور کرے گا یہاں تک کے تمھیں بھی۔ میں بیشک تمھارے معاملے میں بہت کمزور ہوں مگر ہوں تو' سکندر بھا' اور سکندر کو کبھی ہار پسند نہیں ہوتی۔ میں ہر چیز میں تم سے ہار سکتا ہوں مگر بات جب تمھاری آئے گی تو مجھے جیتنے سے کوئی روک نہیں سکے گا۔ پہلے تو تمھیں پانے کی چاہ تھی لیکن اب تمھیں مجھ سے عشق ہو جانے کی چاہ ہے۔"

اس نے اس کے ہاتھوں پہ پیار کرنے کے بعد اس کا ہاتھ چھوڑ دیا اور اُٹھ گیا۔

جیسے ہی دروازہ بند ہوا تو رمشا نے اپنی آنکھیں کھولیں اس نے تیزی سے اُٹھ کر ارد گرد دیکھا اور پھر اپنے ہاتھوں میں موجود سکندر کے لمس کو جن کی دھک اسے اچھی طرح محسوس ہو رہی تھی۔

"سس سکندر۔۔ سکندر۔۔۔ آئے تھا۔۔۔ مگر وہ تو جیل۔۔۔"

اس نے دیکھا وہ بستر پہ موجود تھی لیکن وہ تو روتے روتے نیچے زمین پہ سو گئی تھی اوپر کیسے آئی۔ بے قراری کی عالم میں وہ اُٹھی اور اس نے دروازہ کھولا جو کہ اس کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ کھلا ہو گا۔ اپنی سوچ جھٹک کر وہ نیچے آئی جہاں اس نے سکندر کی جھلک دیکھی۔ تیزی سے وہ نیچے سیڑھیوں سے اُترنے لگی جب اس نے دیکھا سکندر کسی لڑکی کے کندھے کے گرد بازو پھیلائے کچھ کہہ رہا تھا اور وہ لڑکی ساکت تاثرات لئے بس ہلکہ سا سر ہلا رہی تھی۔ رمشا کو لگا وہ سانس نہیں لے سکی گی۔ وہ ایک دم گرنے لگی تھی جب اس نے ریلنگ کو سختی سے تھام لیا۔

"اب یہ تمھارا گھر ہے بالکل بے فکر ہو جاو۔ کھانا کھاؤ گی یا آرام کرنا چاہتی ہو؟"

اس لڑکی نے کچھ نہیں کہا تھا جس پہ سکندر نے گہرا سانس لیا تھا۔

"آجاو میں تمھیں تمھارے کمرے میں چھوڑ دوں۔"

وہ اس کو لے کر سیڑھیوں پہ آیا تھا تو اس نے دیکھا رمشا کھڑی ہوئی تھی جو اس سے نظریں ملنے کے بعد رُخ موڑ چکی تھی۔ وہ اس پہ چلانا چاہتی تھی' اسے مارنا چاہتی مگر وہ کچھ نہیں کر سکی وہ بنا کچھ کہے تیزی سے اُٹھی اور گھوم کر سیڑھیاں پھلانگ کر منظر سے غائب ہو گئی۔

....

"رے میری بات سُنو!!!"

"رے دروازہ کھولو!! "

"رے مجھے چیلنج مت کرو میں بہت بُری طرح پیش آؤں گا۔"

رمشا کی برداشت ختم ہو گئی اس نے دروازہ کھولا اور سکندر غصے سے اندر داخل ہوا لیکن رمشا کے غصے سے کافی کم تھا۔ رمشا نے تیش کی عالم میں اسے دھکا دیا اور چلائی۔

"اس۔۔۔سے زیادہ۔۔۔بُری۔۔۔طرح تم۔۔۔مجھ سے کیا پیش۔۔۔آوگے۔۔۔!!! تم۔۔۔نے ٹھان لیا۔۔۔کہ تم۔۔۔غنڈے ہو۔۔۔اور اپنی غنڈہ گردی۔۔۔۔۔دکھاتے رہو گے۔"

اس نے اپنے آنسو صاف کرتے ہوئے اذیت سے کہا۔ سکندر نے زیر لب کچھ کہا اور اپنے بالوں میں ہاتھ پھیرا۔

"دیکھو مجھے بتانے دو کہ۔۔۔۔۔"

"کچھ نہیں۔۔۔۔۔سُنا مجھے۔ مجھے اب۔۔۔۔۔کوئی گھسی پٹی۔۔۔۔۔بات نہیں۔۔۔سُنی۔۔۔ایک مرد۔۔۔۔۔کبھی کسی عورت سے۔۔۔۔پیار کر ہی۔۔۔۔نہیں سکتا۔۔۔۔اور خاص کر۔۔۔۔۔۔ایک گینگسٹر تو کبھی نہیں۔۔۔۔"سکندر ایک دم ٹھہر گیا۔ رمشا اپنے آنسو کو صاف کر رہی تھی مگر اس کے آنسو رکنے کا نام نہیں لے رہے تھے۔

"وہ میری۔۔۔۔۔"

"وہ تمھاری۔۔۔جو کوئی بھی ہے۔۔۔۔مجھے نہیں سُنا۔"

رمشا نے غصے سے آکر اس کے قریب آکر غصے سے کہا پھر اچانک اسے کیا ہوا کہ وہ سکندر کو مارنا شروع ہو گئی۔

"ایک تو سب کو۔۔۔۔۔ختم کرتے ہو۔۔۔۔۔پھر جیل۔۔۔میں جاتے ہو۔۔۔۔۔اس کے۔۔۔بعد۔۔۔۔۔آئی ہیٹ یو۔۔۔سکندر۔۔۔۔۔۔آئی ہیٹ یو۔۔۔۔۔"

وہ رو رہی تھی ساتھ میں اسے مارے جا رہی تھی۔ جیسے سکندر کی حالت رمشا کے قریب کسی اور مرد کو دیکھ کر عجیب ہو جاتی تھی ویسی رمشا کا حال تھا۔

"تم نے۔۔۔کیوں اس کو ہاتھ۔۔۔لگایا۔۔۔کیوں۔۔۔"

سکندر نے پہلے تو اسے نہیں روکا مگر اب اسے روکنا پڑا۔

"منہ بند کرو اپنا!!!!' سٹاپ اِٹ!!!!! رے۔"لیکن وہ اس کی گرفت میں دیوانگی کی طرح مچل رہی تھی۔

"کہاں۔۔۔۔۔ہے۔۔۔تمھاری۔۔۔گن۔۔۔میں اب۔۔۔تمھیں ختم کر دوں گی۔۔۔تم نے اسے۔۔۔اپنے گھر میں۔۔۔بھی جگہ۔۔۔دے دی۔۔۔اسے اتنے پیار۔۔۔سے بات کی تم تو کہتے۔۔۔۔۔تھے کہ میرے علاوہ۔۔۔۔۔تمھارے لئے سب عورتیں ماں اور بہنوں کی طرح ہیں۔۔۔لیکن تم۔۔۔۔"سکندر کا دل کیا ابھی اس کو گھما کر ایک لگا دے تاکہ اس کی عقل ٹھکانے آئے مگر وہی بات اسے ایک پھولوں کی جھڑی تک بھی نہیں مار سکتا تھا۔

"سٹاپ فائیٹنگ ود می رمشا۔"

"ماما!!! آپی!!"

ایک دم بختاور کی آواز پہ ان دونوں کو رُکنا پڑا۔

※※※※※※※※※※※※※※

"بس بختاور کتنے آنسوؤں بھاؤ گی ایک توان نیوز چینل والوں کا میں بندوبست کرتا ہوں۔ میری بچی کا دماغ گھما کر رکھا ہے۔ایک دن جاتا ہوں تو پتا ہے ناواپس آجاتا ہوں تو پھر یہ جان سولی پہ کیوں لٹکائی ہوئی تھی۔"

"بس بہت ہو گیا اب آپ اس ملک میں نہیں رہے گے ابھی ٹکٹ کروائیں اور آپی کو لے کر یہاں سے چلے جائے۔ ماما میں مزید آپ کو اور آپی کو ٹارچر ہوتا ہوا نہیں دیکھ سکتی۔ آپی کی حالت دیکھی ہے اور یہ آپ دونوں لڑ کیوں رہے تھے میرے آنے سے پہلے۔"

ایک دم وہ سکندر سے الگ ہوتے ہوئے اپنے آنسو صاف کرتے ہوئے بھرائی ہوئی آواز میں رمشا اور سکندر کو دیکھ کر بولی۔ رمشا نے اپنی نظریں چُرا لیں جبکہ سکندر ہنس پڑا۔

"رو رہی تھی پاگلوں کی طرح' سوئی نہیں تھی صحیح طرح سے۔ مارا بھی مجھے خوب کہ میں جیل کیوں گیا۔" ایک دم بختاور کے ماتھے پہ بل آگئے۔

"ارے آپی آپ نے ماما کو کیوں مارا پہلے ان کی حالت اتنی عجیب ہے اوپر سے مار کر ساری کسر نکال دی۔ الٹا تو آپ کو انھیں پیار سے تسلی دینی تھی۔ آپ نے مجھے مایوس کیا۔"

رمشا کو عجیب سی شرمندگی ہوئی اس نے کن آنکھیوں سے سکندر کو دیکھا جس نے پر شکوہ نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"ہاں بہت مایوس کیا تم نے رے۔"

"اب آپ تو نہ کہیں وہ اپ سیٹ تھی۔ آپ پنگا کیوں لیتے لوگوں سے کسی نے نکالی ہے آپ سے دشمنی صحیح والی۔"

"کسی نے تو نہیں مگر اپنوں نے صحیح دشمنی ضرور نکالی ہے۔"

"اُف ماما جیل سے جب بھی آپ واپس آتے ہیں آپ کو پتا نہیں کیا ہو جاتا ہے۔ آپ نے کھانا کھایا فاخرہ مائی سے کہتی ہوں۔ آپی آپ ان کو کپڑے دے دیں تب تک آپ فریش ہو جائے۔ اب لڑائی نہ ہو ٹھیک ہے۔"

"تم میری بھانجی کم ماں زیادہ ہو۔ سُن رہی ہو نا اپنی ساس کی بات۔"

اس نے سوچ میں گُم رمشا کو کہا۔ جس نے ہولے سے مسکرا کر ہولے سے کہا۔

"بختاور میں۔۔۔۔نے۔۔۔ تمھیں۔۔۔بہت مس۔۔۔کیا۔۔۔میں۔۔۔بہت اکیلی ہو گئی۔۔۔۔ہوں۔۔۔اب مت جانا ۔۔۔"

"آئی! آپی۔"

بخت نے اُٹھ کر کہتے ہوئے رمشا کو اپنے ساتھ لگایا۔رمشا نے آنکھیں زور سے بند کی جہاں پھر سے رکُے ہوئے آنسو بہنے لگے ۔سکندر کو یہ سمندر کی بہتی لہریں ڈوبنے پہ مجبور کر رہی تھی۔وہ اتنی پریشان کیوں ہیں۔وہ اپنے جذبات کیوں روک رہی ہے۔کیا وجہ ہے ایسی تو نہ تھی۔

"اب آپ لوگوں کا میں جلد بندوبست کرتی ہوں جتنا جلدی ہو سکے آپ دونوں کو باہر بھیجنا ہے۔ورنہ اس ملک نے تو آپ دونوں کو نگل لینا ہے۔بس میری پیاری آپی اب آپ روئے گی نہیں۔ماما واپس آ گئے نا تو سمائل۔"اس نے رمشا کے گال ہولے سے کھینچے رمشا بامشکل ہنس سکی۔

سکندر بنا کچھ کہے ان دونوں کو چھوڑ کر اپنے کمرے کی طرف چل دیا۔

....

"پلیز۔۔۔مت۔۔۔جاو بخت۔۔۔ابھی تو۔۔آئی تھی۔۔۔یہ غلط بات ہے۔۔۔۔اب تو گھر۔۔۔بالکل سیف ہے۔۔۔۔مت جاو۔۔۔۔"

سکندر ان دونوں کے ساتھ ہی تھا ابھی مگر جب اس کی کال آئی تو اسے اُٹھنا پڑا اور اس کے تھوڑی دیر بعد حازق آ گیا۔یہ اطلاع دینے کہ بختاور کو اس نے واپس حنان کے گھر چھوڑنا ہے۔رمشا کی موجودگی میں وہ کافی فاصلے پہ' مودب انداز میں کھڑا بخت سے مخاطب ہوا۔اس کے چہرے پہ موجود عجیب سی شرمندگی رمشا ہمیشہ محسوس کرتی تھی۔بیچارے نے بھا کی محبت میں کتنا کچھ سہا۔

بختاور کا منہ اُتر گیا اور اسی وقت رمشا نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے نہ جانے کا کہا۔

"میں بالکل نہیں جانا چاہتی آپی مگر ہانی ماما اور ماما سے وعدہ کیا ہے۔دوسرا پیپرز اتنے قریب آ چکے ہیں۔آپ دونوں کو دیکھ کر میں ویسے ہی پریشان رہوں گی۔ایک تو آپ دونوں لڑتے بہت ہیں۔میں آپ دونوں کو سنبھالنے کی چکروں میں اپنے اگزام خراب کر دوں گی۔"

رمشا ہولے سے مسکرائی لیکن اس کی مسکراہٹ میں اُداسی کے رنگ تھے جس سے بخت فی الحال آشنا نہ تھی۔

"یہ کیا۔۔۔بات ہوئی۔۔۔۔اب ہم۔۔۔ڈسٹربنس۔۔۔۔۔لگنے لگے۔۔۔۔یا یہ۔۔۔۔۔کہو وہاں پہ۔۔۔۔دل لگ گیا۔۔۔۔ہے سب۔۔۔۔کے ساتھ۔۔۔"

ایک دم بختاور کے چہرے پہ حداد کا چہرہ لہرایا تو اسے عجیب سی جھر جھری آئی۔ او گاڈ وہ آپی کے سامنے بالکل بھی بلش نہ کر رہی ہو۔

"کہاں آپی ہانی ماما گھر پہ نہیں ہوتے۔ درینہ آپی ہیں تو بہت اچھی مگر پتا نہیں کیوں وہ اتنی ریزروڈ سی رہتی ہیں۔ مطلب کہ باتیں کرتی ہیں' مگر وہ فن نہیں ہے جو آپ کے ساتھ مجھے فیل ہوتا ہے اور جیسن موموا۔۔۔۔" (شٹ!! بختاور کچھ بھی بولو گی ۔مت بھولو وہ آپی کے ماموں ہیں)

رمشا ایک دم نا سمجھی سے دیکھا۔

"جج جیسن۔۔۔ موموا۔۔۔؟" ان دونوں کی باتوں کی وجہ سے حازق چلا گیا تھا ورنہ کوئی بعید نہیں تھا بھا کا۔ کسی بات پہ مکا تان دے کہ بلاوجہ رمشا کے سامنے کھڑے کیوں ہو۔ بختاور اس کی بات پر گڑ بڑا گئی۔

"وو۔۔۔ وہ اصل میں درینہ آپی کو اچھا لگتا ہے۔ دو دن پہلے ہم نے aqua man مووی دیکھی تھی۔ تو وہ نا اصل میں دو دن میں اسی کا ذکر کر رہی تھی۔ مجھے بس ٹھیک لگا لیکن وہ کافی امپریسڈ دکھائی دے رہی تھی۔ تو وہ بس ایسی اس کا نام منہ سے نکل گیا"۔

وہ ایک منٹ میں اتنی کنفیوزڈ دکھائی دے رہی کہ رمشا بھی اس کے انداز پہ ہلکہ سا الجھ گئی۔

"او۔۔ یہ وہی۔۔ ہیں ناجو۔۔۔۔ گیم آف۔۔۔۔ تڑھونس میں ڈر گو۔۔۔۔۔ بنا۔۔۔ تھا مگر درینہ کو تو۔۔۔ وہ زہر لگتا ہے۔۔۔ اب۔۔ اتنا اچھا۔۔۔ کیسے لگنے لگا؟"

اُف آپی اور میرے میں اتنا کم عمر کا فرق کیوں ہے۔

"میں نے گیم آف تھڑونز نہیں دیکھی آپی ہاں تصویریں دیکھی تھی۔ کافی ڈراونا دکھتا تھا مگر اب وہ کافی ہینڈ سم لگ رہا تھا دوسرا سپر ہیرو ہیں نا۔"

"میں نے فلم۔۔۔۔ نہیں۔۔۔۔ دیکھی۔۔۔۔ لیکن اب۔۔۔۔ تم نے بتائی ہے۔۔۔۔ تو دیکھوں گی۔۔۔۔ ضرور۔"

"سنبھل کے آپی یہ نہ ہو اس دفعہ دوبارہ ٹی وی کا حشر نشر ہو جائے۔" پچھلی دفعہ کے ریفرینس پہ رمشا کی ہنسی چھوٹی۔

"پاگل۔۔۔۔ تھے وہ۔۔۔ بھی۔۔۔"۔

"کون پاگل تھا؟"

سکندر کی آواز پہ رمشا کا مسکراتا ہنستا چہرہ ایک دم تیزی سے غائب ہو گیا تھا۔

....

"مجھے سمجھ نہیں آتی اتنے سارے گارڈز کی موجودگی میں وہ یہاں سے کیسے غائب ہو سکتی ہے اور ان لوگوں کا کہنا ہے وہ گھر پہ تھی انھوں نے اسے گیٹ سے نکلتے ہوئے نہیں دیکھا۔اس کی گاڑی یہاں پہ موجود ہے۔ تو ایسے کیسے غائب ہو سکتی ہے۔"

اپنا سر پکڑے ٹہلتے ہوئے وہ تقریباً دھاڑ رہا تھا۔ مسز حدید عالم صوفے پہ بیٹھے سر پکڑے روئے جا رہی تھی جبکہ ان کے سامنے کرسی پہ بیٹھے' سر جھکائے حدید عالم ساکت تھے۔

"رات کو کہہ رہی تھی اس کے سر میں درد ہے۔ کوئی اسے صبح تک نہ اُٹھائے وہ خود اُٹھے گی لیکن جب دوپہر ہونے لگی میں خوامخواہ گھبرا گئی کہ پتا نہیں زیادہ طبیعت نہ خراب ہو مگر وہ۔"

"مجھے پتا ہے ڈیڈ یہ کس کا کام ہے وہی جو آپ کا شریف ترین بیٹا جو عورت کی عزت کرتا ہے۔اسی کا ہاتھ ہے اس میں۔اس نے مجھ سے بدلہ لینے کے لیے کیا ہے۔ میں اب اسے چھوڑوں گا نہیں۔ مجھے اس کو مارنے کے لئے پھانسی بھی چڑھنا ہوا تو میں چڑھوں گا۔"

اب اس کی بات پر جہاں مسز حدید عالم روتے ہوئے چونکی تھی وہی حدید عالم کا سر تیزی سے اُٹھا تھا۔

"تم کیا کہہ رہے ہو فاروق کیا سکندر نے ایسا کیا ہے۔"

"ظاہر ہے اور کون ہو سکتا ہے وہی تو ہوا کے جھونکے کی طرح آتا ہے اور چلا بھی جاتا ہے۔اس نے کہا تھا کہ منہ کی کھاوگے اور وہ یہ سب کر کے اچھی طرح ثابت کر رہا ہے کہ وہ بھاہے وہ کچھ بھی کر سکتا ہے۔"

"سکندر ایسا نہیں کر سکتا فاروق وہ عورت ذات کی۔۔۔"

ان کی بات فاروق نے بڑی تیزی سے کاٹی۔

"عورت میں اگر اس کی بیوی' بہن اور بھانجی آتی ہیں تو پھر اس نام کی عزت کرتا ہے ورنہ اگر ان کو ہٹا دیا جائے تو اسے رتی برابر فرق نہیں پڑتا کہ عورت کے ساتھ اس دنیا میں کیا ہو رہا ہے۔"

"اگر ایسا ہے فاروق تو مجھے لے چلو اس کے پاس میری بچی کے ساتھ زیادتی کرنے والوں کو چیر کے رکھ دوں گی۔"

مسز حدید بالکل جذباتی ہو گئی تھی اور اُٹھنے لگی تھی کہ حدید عالم نے ان کا بازو پکڑ کر روکا۔

"ہم بنا ثبوت کے کسی کو الزام نہیں لگا سکتے اور میں نے کہا سکندر لاکھ گھٹیا سہی وہ کسی عورت کے ساتھ ظلم نہیں کر سکتا چاہیے وہ اس کی بہن ہو یا نہ ہو۔" وہ مضبوطی سے بولے۔

"آپ تو کہے گے ایسا۔ ظاہر ہے وہ جیسا بھی ہے۔ ہے وہ آپ کا خون ہی اور خون تو جوش مارے گا مگر حدید صاحب آپ بھول رہے ہیں وہ غنڈہ ہے!!! اور اس نے پانچ سالوں میں کتنی بار آ کر اپنی بدمعاشی دکھائی ہے۔آپ بھول کیوں رہے ہیں جب سے آپ

کی طبیعت خراب ہوئی ہے تب سے آپ۔۔۔۔ خیر فاروق تم ابھی حنان کو کال کرو اور اسے ساتھ اس کے گھر پہ جاو اور میری بچی کو واپس لے کر آو۔"

•••••••••••••••••••

"آپی آپ کو پاگل کہہ رہی ہیں ماما اتنے دیوانے ہیں آپ ان کے۔"
بختاور کے شرارت سے کہنے پر جہاں رمشا گھبرا گئی تھی تو وہاں سکندر کی نظر اس پر بے اختیار گئی تھیں۔
"اچھا مجھے لگا ان کا مطلب تھا کہ میں سائیکو ہوں۔ لوگوں کو خوامخواہ پیٹتا ہوں۔ مار بھی دیتا ہوں۔ پاگل پن کی وجہ سے جیل بھی چلا جاتا ہوں۔ خیر اچھا لگا سُن کر کہ انھوں نے مجھے اپنا دیوانہ کہا۔"
رمشا کی آنکھوں میں عجیب سی جلن ہونے لگی لب کاٹے وہ اپنا چہرہ پھیر چکی تھی۔
"توبہ ماما آپ واقعی میں میڈ ہو گئے ہیں۔ آپی زرا ان کو ٹھنڈی چیزیں دیجیے گا۔ واک کروائے گا جب بھی جیل سے واپس آتے ہیں ایسی الٹی باتیں کرتے ہیں۔ اس دفعہ تو زیادہ عجیب بات کر رہے ہیں۔"
"رمشا کی ساسوں ماں اب کافی دیر ہو چکی ہے۔ راستے کافی خطرناک ہیں میں کوئی رسک نہیں لے سکتا چلو اُٹھو ابھی حازق بھی تمھیں لینے آیا تھا مگر تم باتوں میں لگ گئی۔"
"دیکھ رہی ہیں آپی ظالم سماج کو اور جلدی سے آپ اپنا کام پورا کریں ورنہ میں سامان پیک کر کے واپس گھر آجاوں گی۔ آئی سویر ماما ہوم سکنس ہو رہی ہے۔" سکندر نے مسکرا کر اپنے ساتھ لگایا اور اس کے سر پہ پیار کرتے ہوئے کہا۔
"ان شااللہ اب زرا اپنی بہو کو کہو کہ اپنے مزاج ٹھنڈے کرے ورنہ تب ہی کوئی کام ہو سکتا ہے ورنہ کوئی آثار دکھائی نہیں دے رہے۔"
"آپ تو ایویں میری پیاری سے آپی کے پیچھے پڑے رہتے ہیں خیر اب میں چلوں نہیں تو میں خوامخواہ جذباتی ہو جاوں گی گھر جا کر ہانی ماما کی کلاس لینی ہیں ایک تو پولیس والے ہو کر میرے ماما کو پوری رات جیل میں گزروائی۔" رمشا خاموشی سے ماما' بھانجی کا پیار دیکھ رہی تھی نجانے ان دونوں کو دیکھ کر اسے رونا آیا۔

※※※※※※※※※※※※※※※※※※※※

"کیا ڈسکس ہو رہا تھا؟ اور یہ وکیل اس ٹائیم کیا کر رہا تھا ابھی بھی کوئی مسئلہ ہوا ہے۔"
پولیس یونی فورم میں تھکا ہارا سا حنان اس کے آفس کی کُرسی پہ بیٹھا' سر پہ ہاتھ پھیرتے ہوئے اس سے پوچھنے لگا جبکہ سکندر بڑا خاموشی سے کندھے اچکائے فائل کو بند کرتا اُٹھا اور کیبنیٹ سے سکوچ کی بوتل نکالی۔

"اور عنیقہ کیسی ہے؟ تم اتنے خاموش کیوں ہو اور یہ یہ کیا کر رہے ہو۔"

"میں کیا کر رہا ہوں؟ تمھیں پتا ہے میں اس ٹائیم پہ پیتا ہوں اور عنیقہ ٹھیک ہے۔ ٹروما میں ہے سمجھو میڈیسن دی ہے سوتی رہی ہے آج کیونکہ اسے تکلیف ہو رہی تھی مگر اپنی تکلیف ظاہر نہیں کر رہی تھی۔"

"شیرِ داود پلیز آج کے دن تو کم سے کم مت پیو میں اتنا ڈسٹرب ہوں تم سے ڈسکس کرنا چاہتا ہوں کچھ چیزیں۔ میں جانتا ہوں تم عنیقہ کی وجہ سے پریشان ہو اس کو دیکھ کر تمھیں صوفی بہت یاد آتی ہے لیکن۔۔۔۔"

سکندر نے اس کی بات کاٹی۔

"میں ابھی صوفی کی بارے میں کوئی بات نہیں کرنا چاہتا حنان تم نے پینا ہے؟" اس نے کہتے ہوئے اپنا گلاس بھرا اور اس میں برف ڈالی۔ حنان ایک دم خاموش ہو گیا پھر تلخی سے مسکرایا۔

"سوری میں جتنا گھٹیا ہوں مجھے اتنا ہی رہنے دو۔ ایک دن میں نے اللہ کو بھی منہ دکھانا ہے۔"

سکندر اس کی بات پر تلخی سے ہنسا اور سکوچ کا سپ لیتے ہوئے کچھ کہنے لگا مگر پھر چُپ ہو گیا۔

"میں جانتا ہوں شیرو تم کیا کہنے والے تھے مگر اللہ کے لئے تم یہ شہہ اب چھوڑ نہیں سکتے۔ اس نے تمھیں رمشا دی جسے تم دیوانوں کی طرح چاہتے ہو اور وہ لڑکی کوئی عام لڑکی نہیں ہے۔ ہیرا ہے وہ جسے تم ڈیزرو نہیں کرتے تھے لیکن وہ پھر بھی تمھیں ملی کیوں کیونکہ اللہ نے تمھیں رمشا کے لئے بہتر سمجھا۔ تمھیں پیاری سی بھانجی دی جو تم پر جان نچھاور کرتی ہے' رو رو کر اس نے خود کو ہلکان کر دیا تھا کہ اس کے ماما جیل میں ہیں نہ ٹھیک سے سانس لے رہی تھی نہ حلق کے اندر کچھ اُتار رہی تھی۔ بس ماماماما اور یہ ماما اور سب کا بھا کو بس پینے سے عشق ہے۔ میں سکندر اب تمھارے پیر پڑ جاؤں گا مگر اب تمھیں واسطہ ہے پلیز اس گھٹیا شہہ کو چھوڑ دو۔"

سکندر نے گلاس ڈیسک پہ رکھا اور چیر پہ بیٹھ کر اس نے فائل حنان کے سامنے کی۔

"میں واقعی اسے ڈیزرو نہیں کرتا حنان۔"

اس نے خاموشی سے کہہ کر گلاس دوبارہ اُٹھا لیا۔ حنان نے الجھن بھری نظروں سے دیکھنے کے بعد فائل کو دیکھا پھر اسے جو اپنے شغل میں مصروف ہو گیا تھا۔ دیکھنے میں ایسا لگ رہا تھا جیسے وہ زبردستی یہ سیاہ مائع اپنے اندر حلق کے اندر اُتار رہا ہے۔ اس کا دل نہ تھا مگر پھر بھی وہ پی رہا تھا آخر وجہ کیا تھی۔

"پتا ہے بڈی یہ الکحل آپ کے زخم کو جلد ہی مندمل کرتی ہے باہر کے لوگ اپنے زخموں پہ اکثر یہی تو استعمال کرتے ہیں۔ تو میں نے سوچا کیوں نہ دل کے زخم کو مندمل کرنے میں یہ شراب پیوں اس دفعہ لگتا ہے زخم بڑا گہرا لگا ہے ایک گلاس یا بوتل سے کام نہیں چلے گا۔"

"دل کے زخم کو مندمل کر دو گے مگر پھیپھڑے صحیح گلاو گے۔"

حنان نے طنزیا انداز میں کہتے ہوئے فائل اُٹھائی اور اسے کھولا تھوڑی دیر میں اس کی آواز پورے آفس میں گونجی۔

"واٹ دا ہیل!!! تم رمشا کو ڈائیورس دے رہے ہو!!!! "

•••••••••••••••••••••••••••••••••••

"تم ٹھیک تو ہو نا وہاں پہ۔"

وہ سوچ میں گُم کھڑکی کے ساتھ لگی باہر کے نظارے دیکھ رہی تھی جب حازق کی آواز پہ بے اختیار چونکی۔

"جی میں تو بالکل ٹھیک ہوں آپ کیوں بھلا پوچھ رہے ہیں؟"

حازق نے موڑ کاٹتے ہوئے ایک لمحے کے لئے اسے دیکھا پھر کندھے اچکا کر کہا۔

"بس ایسی مجھے لگا۔ اصل میں تمھیں اپنے گھر کی بہت عادت ہے نا جہاں کہی بھی جاتی ہو دو دن سے زیادہ نہیں ٹھہرتی بہت اٹیچ ہو اپنے کمرے سے۔"

"ہاں وہ تو میں ہوں حازق بھائی مگر ہانی ماما نے جس طرح کا کمرہ دیا ہے وہ بالکل میرے کمرے سے ملتا جلتا ہے مگر وہی بات نا اپنے گھر کی' اپنے کمرے کی الگ بات ہوتی ہے۔ اگر مجھے ماما ویسے بھیجتے تو میں آج آپ کے ساتھ بالکل بھی نہ جاتی مگر۔۔۔۔۔"

وہ کہتے ہوئے ایک دم چُپ ہو گئی۔

"مگر کیا؟ کیا بھا نے تمھیں منع کیا ہے؟"

"نہیں بھئی ماما بھلا کیا کہے گے وہ تو بس چاہتے تھے کہ آپی کو کہی ہنی مون پہ لے جائے تو میں گھر پہ اکیلی ہوتی ہوں اور آپ کو تو حالات کا پتا ہے۔ انھیں لگا کہ میں ہانی ماما کے گھر سیف ہوں گی۔"

ہائے انھیں کیا پتا کہ دو منحوس شیطان میرے کندھے پہ لٹک رہے تھے ایک وہ کالا ہر کولیس جو دھمکی اور حکم ایسے دیتا ہے جیسے میں اس کی نوکر ہوں اور دوسرا وہ مومو۔ ہے تو رج کے سونا مگر رج کے سرد مزاج آدمی ہمیشہ طعنے آگ کی طرح برساتا رہتا ہے

۔

"بھا مجھے کہہ دیتے میں تمھاری ذمہ داری اُٹھا لیتا پہلے بھی تو اُٹھاتا ہی رہا ہوں حنان بھائی کی تو ابھی شادی ہوئی تھی تو۔۔۔"

اس کی بات بختاور نے بے اختیار کاٹی۔

"آپ نے جوان کی بیوی کے ساتھ کیا تھا اس پہ آپ کو لگتا ہے کہ وہ میری ذمہ داری آپ کو سونپتے۔ شکر منائے اتنا بہت بھی کر رہے ورنہ قسم سے مجھے تو خوف کے مارے سانس نہیں آ رہا تھا کہ اب تو آپ کی خیر نہیں۔"

اس کی بات پر حازق کے ماتھے پہ ہلکے سے بل آئے تھے مگر سر جھٹک کر وہ بولا۔

"اپنا پورا ہاتھ اس چکر میں قربان کر دیا اور تم تو ایسی کہہ رہی ہو جیسے مجھے انھوں نے بالکل ہی کچھ کہنا نہ ہو۔"

"کام بھی تو آپ نے ایسا کیا تھا۔ لڑکی کی گردن ہی پکڑ لی۔ نہ سوال جواب سیدھا گردن خیر اس بحث کو چھوڑے سوچ کے ہی مجھے بھی غصہ آ جاتا ہے۔"

"اچھا سوری یار میں آئندہ ایسا نہیں کروں گا میں نے رمشا بی بی سے معافی بھی مانگی ہے۔ میں ان کی بہت عزت کرتا ہوں وہ واقعی بھا کے ساتھ سینسیر ہے اور مجھے جان کر کافی دکھ ہوا تھا کہ بھا نے انھیں کیڈنیپ کیا تھا۔"

"اچھا اب ماما کو تو بیچ میں مت لائے وہ محبت میں مارے گئے ورنہ آپ کو پتا ہے ایسے نہ تھے۔"

اس نے دوپٹے کو ٹھیک کرتے ہوئے خفگی سے کہا تھا جس پہ حازق ہنس پڑا۔

"بس اپنے ماما کی وکیل بنی رہنا ویسے بھا صحیح کہتے ہیں تم ماں ہی ہو ان کی۔"

••••••••••••••••••••

"آپ سے کوئی ملنے آ رہا ہے چاچو؟"

حداد جو گھڑی کو دیکھ رہا تھا ایک دم درینہ کی بات پہ اس نے اپنی گردن گھمائی۔

"نہیں تو! تم کیوں پوچھ رہی ہو؟" حداد کافی کے کپ کے سپ لیتے ہوئے بولا۔

"واہ آپ تو بولتے بھی ہیں' لوگوں کے ساتھ بیٹھتے ہیں اور تو اور میرے ساتھ اس وقت بیٹھے کافی پی رہے ہیں لیکن ساتھ ساتھ آپ کی نظر گھڑی اور دروازے کی طرف جا رہی ہے تو مجھے لگا میری وجہ سے تو آپ ہرگز یہاں نہیں بیٹھے کوئی نہ کوئی وجہ تو ہے بھئی۔"

"حنان آج لیٹ کیوں ہو گیا؟ وہ تو کہہ رہا تھا کہ آج اس کی ڈیوٹی صبح کی ہے۔"

اس نے بات بڑی تیزی سے بدلی تھی۔

"حنان کو اپنے دوست کے گھر جانا تھا کہہ رہے تھے دیر سے آؤں گا۔"

درینہ نے ہلکہ سے چاچو کو گھورتے ہوئے کافی کا سپ لیا۔

"تم خوش تو ہو نا عینہ ؟" حداد نے اسے دیکھتے ہوے ہولے سے پوچھا۔ درینہ نے چونک کر اسے دیکھا۔

"آپ کو کیا لگتا ہے ؟ میں خوش نہیں ہوں۔"

"میرے لگنے یا لگنے سے کیا ہوتا ہے عینہ۔ میں بس ایسی پوچھ رہا تھا۔"

"حنان جیسے بندے کے ساتھ کوئی بھی رہتا ہے تو وہ خود کو فریش اور بہتر ہی فیل کرتا ہے سب سے بڑی مثال تو میرے سامنے ہی بیٹھی ہے۔"

اس کا اشارہ حداد کی طرف تھا۔

"جی ماما میں پہنچ چکی ہوں جی جی ابھی قدم رکھا ہے گھر میں۔ تسلی کر لیں آپ رکھیں اب اوکے اوکے اللہ حافظ۔"

ایک دم حداد کچھ کہنے والا تھا جب دروازہ کھلنے اور کسی کی تیز آواز پہ اسے چُپ ہونا پڑا اس نے مڑ کر ٹائیم کو دیکھا پھر اسے جو فون اپنے بیگ میں رکھتی اپنے چوٹی سی نکلتے بالوں کو پیچھے دھکیل رہی تھی۔

"آگئی تم ! پورا دن لگا کر آئی ہو مجھے لگا بالکل ہی بھول ہی گئی ہے بخت یہ نہ ہو واپس ہی نہ آئے۔"

درینہ نے کپ ٹیبل پہ رکھتے ہوے مسکرا کر کہا۔ بختاور کچھ کہنے لگی جب اس نے حداد کی تیز نظریں خود پہ محسوس کی وہ اس وقت براون کُرتے اور بلیک پینٹ میں ملبوس کھلے بالوں اور بڑھتی داڑھی سمیت واقعی جیسن موموا لگ رہا تھا۔ ویسے اُنّیس بیس کا فرق تھا دونوں میں۔ حداد نے آبرو اوپر کیے اسے بخت کا انداز الجھنے پہ مجبور کر گیا جس پہ بخت جھٹ بولی۔

"میں مم میں ابھی آئی آپی۔"

وہ سیدھا تیزی سے اوپر کی طرف بھاگی۔

"اس لڑکی کو اس کے کزن ہی نے چھوڑا ہے یا کوئی اور تھا؟"

اب کے اس سوال پر عینہ چونکنے پہ مجبور ہو گئی۔

"مجھے کیا پتا میں آپ کے سامنے بیٹھی ہوں اور جس نے بھی چھوڑا ہے چاچو آپ اتنا کانشس کیوں ہو رہے ہیں۔ وہ لڑکی بالکل محفوظ ہے آپ کو پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔"

وہ سمجھی کہ رمشا کے واقعہ کے بعد حداد بہت چوکس ہو گیا ہے۔ اس ہر لڑکی کے حوالے سے فکر تھی مگر یہاں معاملہ کچھ اور تھا۔

"تمھیں میری بات سمجھ نہیں آ رہی۔۔۔۔"

لیکن اس کی بات عینہ نے مکمل نہیں ہونے دی۔

"آپ پہلے اپنے بال کٹوانے پہ فوکس کر لیں پھر باقی چیزوں پہ غور کیجیے گا۔ چاچو ایسا لگتا ہے کہ آپ جنگل میں رہ رہے ہیں۔ داڑھی آپ کی ٹھوڑی سے کافی نیچے جا رہی ہے۔ بال آپ کے کندھے سے نیچے پہنچ گئے ہیں۔ مانا کہ آپ ہالی وڈ کے ایکٹر لگ رہے ہیں اپنی ہائیٹ اور بلٹ کی وجہ سے مگر مجھے اپنے فریش کٹ لک والے چاچو واپس چاہیے۔"

"یہ بات کہاں سے آ گئی۔"

"اُف بات پہ کبھی غور نہیں کریں گے بس یہ پوچھے گے یہ بات کہاں سے ہوئی کیوں ہوئی کیسے ہوئی۔ میں بار بر کو بلوالوں گی اگر آپ نے اپنے بال نہ کٹوائے۔"

وہ یہ بات شرینہ کی وجہ سے کہہ رہی تھی کیونکہ شرینہ کا کہنا تھا کہ اسے لمبے بالوں والے لڑکے اور مرد زہر لگتے تھے۔ بیشک یہ لک حداد چاچو کو سوٹ کر رہی تھی لیکن شرینہ کی خوشی کے لئے وہ اپنے چاچو کو منا تو سکتی تھی۔ حداد کے ماتھے پہ بل آ گئے۔

"میں جیسا بھی ہوں بالکل ٹھیک ہوں۔ اس لک میں ویسے بھی خود کو آرام دہ محسوس کرتا ہوں لہذا اپنا مشورہ اپنے پاس ہی رکھو۔"

وہ اُٹھ گیا جبکہ درینہ کا منہ بن گیا۔

"مجال ہے جو کبھی پیار سے بات کریں آپ۔ کتنے مین ہیں آپ چاچو اور آرام دہ ایسے کہہ رہے ہیں جیسے میں نے بیڈ چینج کرنے کی بات کر دی ہو۔"

"حنان کا اب گھر پہ ہونا زیادہ ضروری ہے ورنہ تم نے میرا سر کھاتے ہی رہنا ہے۔"

بختاور نے اپنے دوپٹہ بیڈ پہ پھینکا اور خود کو آئینے میں دیکھا تو وہ دھک سے رہ گئی یہ کیا۔ وہ بڑھتے ہوئے آئینے کے قریب آئی تو حیرت کی انتہا تھی کہ اس کا چہرہ پورا کو پورا سرُخ تھا۔

"یہ کیا ابھی میں نے انٹرنس کے شیشے میں دیکھا تو بالکل ٹھیک تھا چہرہ ایک دم سے۔۔۔" پھر اسے ایک آنکھ اپنے چہرے کے سامنے لہراتی ہوئی نظر آئی۔

"پاگل ہو گئی ہو بخت وہ تمھارے ماما کی عمر کے ہیں شاید ان سے بھی بڑے تمھارا الٹا دماغ کیا سوچنے لگ جاتا ہے۔"

"لیکن وہ اتنے ہینڈسم اور intimidating کیوں لگتے ہیں مجھے۔ جس طرح کا ان کا حلیہ ان کو دیکھ کر تو صرف خوف ہی آ سکتا ہے ایک تو ان کی ایک آنکھ ہے ہی نہیں اور جو ہے وہ بھی سختی سی بھری ہوئی ہے۔ دوسرا ان کے لمبے بال اور داڑھی سے تو صاف ملنگوں کی طرح لگتے ہیں۔ توبہ ہے بخت تم کیا سوچنے لگ گئی ہوئی۔"

اس نے اپنا سر بار بار جھٹکا لیکن وہ اتنا ہی حداد کے بارے میں سوچ رہی تھی۔

"ماما تو بیسٹ ہے ہی ہیں مگر یہ تو دیکھنے میں ہی بیسٹ لگتے ہیں توبہ میرا دماغ خراب ہو جائے گا۔"

اس نے سینے پہ ہاتھ رکھا تو اس نے دیکھا کہ ہرکولیس کا دیا ہوا پینڈینٹ ابھی تک اس کے گلے میں موجود تھا اسے یاد آیا کہ اس نے آج آنا تھا یہ لینے کے لیے۔ٹائیم دیکھا تو گیارہ سے اوپر کا وقت ہو چکا تھا۔

"بھاڑ میں جائے میری بلا سے دونوں کو ہی کیڑے پڑے میری طرف سے۔"

اس نے پینڈینٹ اُتارا اور ٹیبل پہ پھٹک کر سیدھا کمبل تان کر بنا کچھ سوچے سمجھے آنکھیں بند کر چکی تھیں۔

※※※※※※※※※※※※※※※※※

"سکندر تم اس طلاق دے رہے ہو؟"

حنان نے پھٹی ہوئی آنکھوں سے سکوچ پیتے ہوئے سکندر کو دیکھا جو کافی بے رحم دکھائی دے رہا تھا۔وہ کہی سے بھی اس وقت رے کا سوفٹ کارنر ہزبنڈ دکھائی نہیں دے رہا تھا۔

"شیر وآڑیوان یور سینسس تم اب یہ کرو گے۔

۔۔اسے حاصل کرنے کے بعد اس سے اب تمھارا دل بھر گیا۔"

"دل زندہ ہی کب رہا ہے جو کسی سے بھرے یا اُترے مجھے محبت کرنی ہی نہیں چاہیے تھی کیونکہ میں جانتا تھا کہ اس معاملے میں ایکسٹریم رہوں گا۔اور میں اسے اپنی زندگی میں طلاق دے بھی نہیں رہا۔یہ صرف اسے خاموش کروانے کا سند ہے کہ جب تک وہ میرا کام نہیں کرے گی تب تک اسے میں علیحدگی نہیں دوں گا۔"

"کیا ہوا ہے؟کیا کیا ہے رمشا نے؟اور کون سا کام؟"

"اس کا آپریشن ہو گا جس سے وہ بالکل ٹھیک ہو جائے گی۔میں ضد کروں گا تو وہ نہیں مانے گی۔۔۔۔۔اس لئے مجھے یہی بہتر آپشن لگا حالانکہ دل کر رہا ہے اس کا گلا گھونٹ کے اسے ختم کر دوں 'مگر اس کا ویسے بھی کوئی قصور نہیں ہے سکندر حدید ہے ہی ایک پہیلی جسے کوئی سمجھ نہیں سکتا میں بھی کس سے توقع کر بیٹھا۔"

اس نے ایک ہی سانس میں ساری ڈرنک ختم کر دی تھی۔حنان نے اسے دیکھا پھر تیزی سے فائل پکڑ کر اُٹھا۔سکندر ایک دم سر اُٹھا کر اسے دیکھنے لگا۔

"تم یا بیٹھ کر پی پی کر مر جاو میں رمشا سے پوچھ لیتا ہوں آخر ایسا کیا ہوا کہ تجھے پھر سے پاگل پن کا دورہ پڑا اور ایسی کون سی نوبت آگئی کہ وہ لڑکی جس نے تمھاری وجہ سے بولنا شروع کیا تھا وہ ایک دم تم سے بدگمان ہو گئی۔تم طلاق تک کی باتیں کرنے لگے ہو
۔"

"حنان بیٹھ جاو اس کے پاس جانے کی ضرورت نہیں ہے۔"

سکندر نے تیزی اور سختی سے کہہ کر گلاس رکھا۔

"کیوں ضرورت نہیں بھونکنا پسند فرماؤ گے ایک مصیبت کم نہیں ہوتی کہ تم دوسری میرے سر پہ تھوپ دیتے ہو۔واٹ ازرانگ ودیو شیرو تم آخر کب سنبھلو گے۔"

اب کی بار حنان کو چلانا پڑا۔سکندر خاموش رہا وہ کیا کہہ سکتا تھا۔

"فاروق کا فون آیا تھا کہہ رہا تھا کہ میرے ساتھ تمھارے گھر تفتیش کرنے کے لئے آوں کیونکہ اس کا کہنا ہے کہ عینقہ کو تم نے کیڈنیپ کیا ہے۔وہ کہتا کہ سکندر نے اس سے بدلہ لیا۔تمھیں بڑی مشکل سے جیل سے نکالا کہ اور مصیبت میرے سر پہ آگئی۔ شفقت کا کیس ابھی ختم نہیں ہوا شیرو۔ میس پہ میس میس آئیم فیڈ اپ۔کب تک تمھارا بوجھ میں اُٹھاتا رہوں گا۔اب بیوی سے علیحدگی تک کی بات چلانا شروع کردی۔کیا ہو رہا ہے یہ۔"

"میں رمشا کو علیحدگی نہیں دے رہا ہے۔"

حنان تمسخر انداز میں ہنسا۔

"تو یہ کیا ہے یہ کوئی سٹار پلس کا سیریل چل رہا ہے۔پلیز شیرِ داود آپ چالیس کی سیڑھی پہ پہنچنے لگے ہیں ابھی بھی آپ کے اندر کا بچہ ختم ہونے کا نام نہیں لے رہا۔"

"رمشا سے مجھے بات کرنے دو۔وہ اپ سیٹ ہے کچھ غلط کہہ دیا ہو گا اور لگ گئی ہو گی تمھارے اس نازک سے دل کو۔وہ دل کی بُری نہیں ہے شیرو وہ تم سے پیار کرتی ہے۔اگر وہ تم سے پیار نہ کرتی ہوتی تو کبھی اس دن فائرنگ کے وقت تمھارے پاس نہ آتی' تکلیف کے مارے نہ بولتی اور تمھارے فائیٹ کے ٹائیم سب کے سامنے منہ اُٹھا کر نہ آتی۔اس کا نڈر انداز جو تمھارے ساتھ ہوتا ہے نا یہ وہ مان' بھروسہ اور محبت ہے۔جو وہ تمھارے لئے رکھتی ہے۔آنکھیں کھولو ہر کوئی عامر کی طرح نہیں ہوتا۔"

سکندر نے اپنی زخمی آنکھیں اُٹھائیں حنان نے فائل ٹیبل پہ پھینک کر وہاں سے چل پڑا تھا۔

....

"سس سکندر کہاں۔۔۔۔۔۔۔۔ہیں؟"

"سر اوپر سیموکنگ ایریا میں ہیں میم۔آپ ناشتہ اِدھر کرے گی یا اوپر لے آئے۔"

رمشا نے ٹائیم دیکھا صبح کے آٹھ بج رہے تھے۔اس نے نفی میں سر ہلایا۔

"نن نہیں۔۔۔۔۔مجھے۔۔۔بھوک نہیں۔۔۔۔ہے۔ سس سکندر۔۔۔۔۔۔نے۔۔۔ناشتہ۔۔۔کیا؟"

ایک دم اپنی بات کہہ کر اسے اچانک سکندر کا خیال آیا تو پوچھے بغیر نہ رہ سکی بعد میں اسے ایک دم خیال آیا یہ پوچھنا نہیں تھا۔

"نہیں سر نے کھانا سے منع کر دیا۔"

جاوید نے مودب انداز میں کہا۔

"اچھا!!! ۔۔۔۔۔ٹھیک ہے جاو۔۔۔" وہ جانے لگی جب اس نے دیکھا کلو تھ ریک میں مختلف' خوبصورت ڈیزائنیر کے کپڑے لٹکے ہوے تھے اور انھیں گھسیٹ کر شمس (ملازم) لے کر جا رہا تھا۔

"بات۔۔۔۔۔سُنیں۔۔۔۔۔"جاوید جو جانے لگا تھا وہ بھی رمشا کے آواز پہ رُک گیا تھا۔

"جی بی بی۔"

اس کی جرات نہیں تھی کہ بی بی کو سر اُٹھا کر دیکھتا(بھا کی دہشت!)

"یہ۔۔۔کس۔۔۔کے کپڑے۔۔۔ہیں؟"

"میم یہ عنیقہ میڈم کے کپڑے ہیں سر نے۔۔۔۔۔"رمشا نے اس کی بات کاٹی۔

"تو یہ۔۔۔۔اس لڑکی۔۔۔۔کے کپڑے سکندر ن۔۔۔۔۔مم منگوائے ہیں۔"

رمشا کے ایک دم تیزی سے کہنے پر جاوید کو حیرت ہوئی۔

"جی مگر۔۔۔۔۔"

لیکن رمشا نے کچھ سُنا نہیں اور تیزی سے جانے سے پہلے کہہ کر گئی۔

"ان۔۔۔کپڑوں۔۔۔کو۔۔۔جلا۔۔۔ڈالو۔"

جاوید اور شمس حیرت سے ایک دوسرے کے چہرے دیکھتے رہے۔

سکندر نے باتھ روب پہن کر ٹیبل سے سگریٹ کی ڈبی اُٹھائی اور سگریٹ نکال کر لبوں پہ رکھ کر لائیٹر سے جلائی۔ گہرا کش لیتے ہوے اس نے اپنے گیلے بالوں پہ ہاتھ پھیر کر کہا۔

"آج میری جہانگیر کے ساتھ میٹنگ رکھنا اتنا دنوں سے اسے لٹکایا ہے میں نے رات کو میں جلال کے فنکشن میں جا رہا ہوں تو میرا ٹکس پریس کر کے رکھنا۔"

نذیر کو ہدایت کرتا وہ مڑا کر کرسی پہ بیٹھنے لگا تھا کہ ایک دم رمشا کو دیکھ کر چونکہ۔

"نذیر۔۔۔بھائی۔۔۔آپ۔۔۔۔جائے۔"

رمشا نے ہلکی آواز میں کہہ کر نذیر کو گویا حکم دیا۔ نذیر نے بھا کو دیکھا جس نے اشارہ کیا کہ جائے یہاں سے۔

سکندر نے کش لیتے ہوے بے اختیار کہا لیکن رمشا نے ہاتھ اُٹھا کر پوچھا۔

"وہ۔۔۔لڑکی۔۔۔کون۔۔۔ہے؟اور۔۔۔اس وقت اس۔۔۔گھر میں۔۔۔کیا کر رہی۔۔۔ہے؟"

سکندر نے گہرا سانس لیا۔یہ اتنے پاگلوں کی طرح حرکتیں کیوں کر رہی ہے۔

"شیر وہ اپ سیٹ ضرور ہے مگر وہ تم سے پیار بہت کرتی ہے۔"

"وہ لڑکی جو کوئی بھی ہے تمھارا بزنس نہیں ہے۔"

اس نے تیزی سے کہتے ہوئے سگریٹ ایش ٹرے میں مسلی۔رمشا نے بڑے ضبط سے اپنے آنسو پہ قابو کیا۔اس وقت اسے شیرِ داود اتنا اجنبی لگ رہا تھا۔خود سے کتنا دور لیکن دور کرنے والی بھی تو وہ خود تھی۔

"علیحدگی۔۔۔۔۔۔سے پہلے یہ۔۔۔۔۔سب کرنا۔۔۔۔ضروری۔۔۔۔۔۔تھا۔"

اس نے اپنی آواز میں زہریلا پن لانے کی کوئی کمی نہیں چھوڑی تھی۔سکندر نے نظر اُٹھا کر اسے دیکھا جو ایک دم اپنی نظریں پھیر چکی تھیں۔

"کیا سب کرنا؟will you please elaborate your statement ."

اس نے جھلا کر اسے کہا۔

"مطلب کے میں۔۔۔۔۔۔ابھی زندگی۔۔۔۔۔۔سے نکلی نہیں تو۔۔۔۔۔آپ۔۔۔دوسری عورت۔۔۔۔۔"

"شٹ اپ!!!! "

اس نے غصے سے دھاڑ کر اسے چُپ کروایا۔

وہ چل کر سیدھا اس کے پاس آیا رمشا ایک دم پیچھے ہوئی تو سکندر نے اس کا جبڑا پکڑ کر اس کا چہرہ اپنی طرف کیا۔"مجھے تم بیشک اپنی زندگی سے نکال دو رمشا لیکن میں شیرِ داود سکندر تمھیں اپنی زندگی سے نہیں نکال سکتا۔مجھے مجبور مت کرو کہ میں اپنے آپ کو ہرٹ کروں اپنے آپ کو ہرٹ کرنے سے مراد تمھیں اچھی طرح پتا ہے کہ کیا ہے؟۔۔"ایک دم وہ چونک پڑا کہ رمشا کے چہرے پہ تکلیف دے آثار تھے۔اس کے انداز پہ سکندر ٹھٹھکنے پہ مجبور ہو گیا۔

رمشا نے اس کے چُپ ہونے کا فائدہ اُٹھا کر اس کا ہاتھ جھٹکا۔

"مجھے۔۔۔۔۔۔ہاتھ۔۔۔۔مت لگائیں۔۔۔۔۔"

اس نے سختی سے اس کی آنکھوں کی طرف دیکھتے ہوئے کہا مگر سکندر کی آنکھیں سیدھا اس کی گردن پہ موجود انگلیوں کی نیشان کی طرف گئی تھیں۔جس کو اس نے دوپٹے میں کافی حد تک چھپانے کی کوشش کی تھی مگر چھپا نہیں سکی تھی۔

※※※※※※※※※※※※※※※※※※※※※※※※※※※※※※※※※※※※

"چاچو کیا میں اندر آسکتی ہوں۔آپ کہی جا رہے ہیں؟"

اس نے دیکھا صبح کے آٹھ بج رہے تھے اور حداد بالکل فریش گرین ٹی شرٹ اور بلیو جینز میں کہی جانے کے لئے تیار دکھ رہا تھا ۔حداد مسکرایا۔

"نہیں بچے بس ایسی واک کا موڈ ہو رہا تھا۔تم اتنی صبح صبح آو حنان چلا گیا؟"

"جی وہ بس آج کل روٹین ٹف ہے ان کی۔آپ سے ایک فیور چاہیے تھی بس دو دن کے لیے اگر آپ کو پرابلم نہ ہو؟"

"اچھا اندر تو آو فیور کیوں مانگ رہی ہو بولو کیا کہنا ہے۔کہی جانا ہے؟" وہ اتنا ریلیکس دکھ رہا تھا۔اس کا ریلیکس ہونا ہی عینہ کے لئے حیران کن تھا۔حداد کی بہت سی باتیں تھی جو اسے آج کل سپرائزڈ کر رہی تھی۔یہ چاچو بہت بدلے بدلے سے لگ رہے تھے ۔

"وہ چاچو میری دوپہر کی فلائٹ ہے کراچی کی۔"

اب کی بات حداد ایک دم چوکس ہو گیا۔

"یہ کیا ہے؟"

سکندر نے اس کی گردن میں موجود انگلیوں کے نیشان کو دیکھا تو اسے اپنے اندر آگ سی بھڑکتی ہوئی محسوس ہوئی۔رمشا کا چہرہ ایک دم سفید ہو گیا۔

"کِک کیا۔۔۔کچھ۔۔۔۔"

ایک دم رمشا پیچھے ہوئی تھی کہ سکندر نے اس کا بازو پکڑا۔

"یہ کس نے کیا ہے رے۔"

دانت پیستے ہوے وہ اپنے بیسٹ موڈ میں دکھائی دے رہا تھا۔رمشا نے نفی میں سر ہلایا۔سکندر کے جبڑے مزید بھینچے گئے۔

"و۔۔۔وہ ریش ہے۔۔۔میرے بازو۔۔۔چھوڑے۔۔۔۔۔"

"تمھیں میں گدھا دکھائی دیتا ہوں بتاؤ مجھے لڑکی!!!!! کس نے کیا ہے۔"

اب وہ زور سے چلایا۔رمشا ایک دم ڈر کے آنکھیں بند کی تھیں۔سکندر کو اس کے انداز پہ تکلیف ہوئی۔بازو پہ گرفت کم کر کے بولا۔

"رے سویٹ ہارٹ مجھے اپنی گردن دکھاؤ۔کس نے کیا ہے۔"

اب اس نے بڑی مشکل سے نرمی سے اس سے پوچھا ورنہ اندر جتنا لاوا پھٹ رہا تھا وہی جانتا تھا۔اس کی رے کے گردن پہ انگلیوں کے نیشان وہ پاگل نہ ہوتا تو اور کیا ہوتا۔

"سکندر۔۔۔۔۔ایسی۔۔۔۔کوئی۔۔۔۔بات نہیں۔۔۔۔ہے۔"

سکندر نے اپنی آنکھیں بند کیں۔

"فاروق یور گنا پے دس۔" دل میں کہتے ہوئے اس نے رمشا کو دیکھا جو بہت ڈری سہمی دکھائی دے رہی تھی۔اس نے رمشا کے گرد بازو پھیلائے اور زور سے اسے بھینچ کر اس کے ماتھے پہ پیار کیا۔رمشا ایک دم ساکت ہوگئی۔

I love you so much women that I'll die for you it's a fact .

پھر اس نے الگ کر کے اسے چھوڑا اور تیزی سے اس کی نظروں سے اوجھل ہوا۔رمشا نے تیزی سے مڑ کر دیکھا تو وہ پوری کی پوری کانپنے لگی۔نہیں اسے پتا نہیں لگ سکتا۔وہ اتنی کمزور کیسے پڑ گئی۔یا اللہ۔۔۔۔

※※※※※※※※※※※※※※※※※※※※※※

"آج فکر نہ کریں۔آپ لوگ حنان کو زبردستی لے کر جاوں گا اور دیکھنا آج ہی اسے اندر کروں گا اور ہمیشہ کے لئے اب معاملہ میری بہن کا آگیا اب میں چُپ نہیں رہوں گا۔"

"اور چُپ میں بھی نہیں رہوں گا کیونکہ یہ معاملہ میری بیوی کا آگیا ہے۔"

فاروق ناشتے کی ٹیبل سے اُٹھ کر چیر سے کوٹ نکال کر اپنی بات کہہ رہا تھا جب زوردار پنچ پہ فاروق ایک دم پیچھے کو گرا۔حدید عالم اور مسز حدید عالم دہل کر تیزی سے اُٹھے۔

"فاروق۔"

مسز حدید بے اختیار چیخی۔

....

"مطلب تم ایک سترہ سال کی لڑکی میرے سر پہ مسلط کر رہی ہو میں کیسے اسے سنبھال پاوں گا۔حرکتیں دیکھی ہیں اس کی۔"

حداد نے جیسے ہی عینہ کی بات سُنی ایک دم ہتھے سے اکھڑ گیا۔درینہ کو پتا تھا ردعمل ایسا ہی ملنا تھا مگر کیا کرتی حنان کا حکم تھا کہ اسے پھوپھو کے پاس جانا ہے وہاں سے رمشا کا پاسپورٹ اور ضروری دیگر فائلز نکالنی تھی۔

"چاچو پلیز پھوپھو کی طبیعت صحیح نہیں ہے۔میں بس ان سے ملنا چاہتی ہوں دو دن بعد آئی پرامس واپس آجاوں گی اور میرا وعدہ ہے بخت آپ کو تنگ نہیں کرے گی۔اس کا ویسے ہی کزن لے جائے گا گھمانے پھیرانے اور رات کو واپس آجائے گی۔"

حداد کو اس بات پہ مزید غصہ آیا۔

"مطلب اب میں اس کے انتظار میں بیٹھا رہوں گا۔ مجھے باؤنڈ ہونا بالکل پسند نہیں ہے عینہ اور میں یہ ذمہ داری بالکل نہیں اُٹھا سکتا"۔

"پلیز پیارے چاچو آپ پھوپھو کو کیوں بھول رہے ہیں میری خاطر۔"

درینہ ان کے قریب آ کر ان کے ساتھ لگ گئی۔ حداد گہرا سانس لے کے اس کے کندھے کو تھپکا۔

"آپی کی طبیعت زیادہ سریس تو نہیں ہے۔"

"بہتر ہیں مگر بی پی آپ ہائی ہو رہا ہے۔۔ پریشان ہیں۔۔۔ اکیلی ہیں۔ مجھے لگا اس وقت مجھے ان کے پاس جانا چاہیے۔"

" رؤف بھائی کو تو مسئلہ نہیں ہو گا۔"

"انکل سخت ضرور ہیں مگر دل کو بُرے ہر گز نہیں ہے چاچو مجھے کچھ نہیں کہے گے۔"

اس نے سامنے دروازے کو دیکھا جہاں پہ بخت سو رہی تھی۔

"اپنا خیال رکھنا بے فکر رہو میں سب سنبھال لوں گا۔"

....

"میری بیوی کو پہلے دھمکایا اس کے بعد اسے ہیر س کیا ہاؤ ڈیر یو!" اس نے ٹھوکر فاروق کے سینے پہ ماری۔ فاروق کو اُٹھنے کا موقع ہی نہیں دیا بھانے۔

"سکندر!!! "

حدید عالم دھاڑنے کر اسے پکڑنے لگے مگر سکندر تیزی سے گھوم کر انگلی اُٹھاتے ہوئے بولا۔

"مجھے روکنے کی ہر گز کوشش مت کیجیے گا ورنہ آپ کا بھی حال اچھا نہیں ہو گا۔"

"تم ہوتے کون ہو میرے گھر میں آ کر میرے بیٹے پہ حملہ کرنے والے۔"

فاروق اسی ٹائیم اُٹھا اور اس نے سکندر کے جبڑے پہ مکا مارا۔

سکندر اس کے لئے تیار نہیں تھا ایک دم پیچھے ہوا' فاروق اس سے پہلے دوسرا مکا سکندر کے منہ پہ مارتا سکندر نے اس کا بازو پکڑ کر مروڑ کر اسے ٹیبل پہ گرایا۔

"اور آپ کا بیٹا کون ہوتا ہے میری ہی بنگلے میں گھس کر میری ہی بیوی پہ حملہ کرنے والا۔"

حدید عالم ایک دم ٹھہر گئے۔ بیوی؟ تو سکندر نے شادی کر لی؟

"جھوٹ بول رہے ہو تم۔ چھوڑو میرے بیٹے کو تم بس اپنی بھڑاس نکالنے کے لئے یہ سب بکواس کر رہے ہو۔ حدید روکیے اسے ۔" مسز حدید نے حدید عالم کو جھنجھوڑتے ہوئے کہا۔

فاروق نے دوسری کہنی زور سے سکندر کے پیٹ پہ ماری مگر سکندر نے اس کے دوسری بازو پکڑ کر اس کی کمر پہ لایا۔

"اچھا جھوٹ بول رہا ہوں چلیں ابھی آپ کا بیٹا خود منہ سے اپنے کارنامے بتائے گا بولو۔" اس نے زور سے فاروق کا بازو مروڑا فاروق کہرایا۔

"میں ابھی پولیس کو کال کرتا ہوں۔ سکندر ابھی اس وقت فاروق کو چھوڑ دو۔"

حدید عالم تیزی سے فون نکال کر سکندر کو دھمکی دینے لگے جب سکندر نے سیدھا ریوالور نکال کر ان کے فون پہ نشانہ رکھا اس سے پہلے وہ فون کو شوٹ کرتا فاروق زور لگا کر اُٹھا سکندر کا نشانہ سیدھا واز پہ گیا اور واز پھٹنے کے انداز میں ٹوٹ گیا۔ مسز حدید کی چیخ پورے گھر میں گونج رہی تھی۔ سکندر فاروق کو قابو کرتا کہ فاروق نے اس سے گن پکڑنے کی کوشش کی۔

"فاروق رُک جاو۔"

حدید عالم کو ڈر تھا کہ گولی ان دونوں میں سے کسی بھی کو لگ سکتی ہے اور دونوں ہی ان کا خون تھا۔ عجیب سی سچویشن تھی کہ وہ نہ کھڑے ہو کر یہ تماشا دیکھ سکتے تھے نہ ہی ان دونوں کو روک سکتے تھے مگر کچھ تو کرنا تھا۔ سکندر نے ایک زوردار تھپڑ فاروق کے منہ پہ مارا اور تھپڑ میں اس بار اتنی طاقت تھی کہ فاروق کا سر چکرا گیا اسی وقت سکندر نے اسے قابو میں کیا اور گن دوبارہ اپنی جیب میں رکھ کر اسے ایک بار پھر تھپڑ مارا۔

"اب مجھ پہ حملہ کرنے کی کوشش کی تو یہ جو دو اہم شخصیت تمھارے نظروں کے سامنے موجود ہیں ان کی سانسیں چھیننے میں ایک سکینڈ نہیں لگاؤں گا۔"

اب کی بار فاروق فریز ہو گیا تھا کیونکہ سکندر کی دھمکی میں اتنی سنجیدگی تھی کہ وہ جو کہہ رہا تھا وہ کر کے رہے گا۔

"تم ایسا کچھ نہیں کرو گے سکندر۔"

فاروق نے اونچی آواز میں کہتے ہوئے اس کی گرفت سے نکلنے کی بھرپور کوشش کی۔

"حدید آپ کچھ کر کے کیوں نہیں رہے۔"

مسز حدید روتے ہوئے چلائی۔

"میں کروں گا تم نے مجھ سے پنگا لینے کی کوشش کی ہے۔ مجھے کیا سمجھا ہوا تھا کہ سگی بہن کو مار سکتا ہوں تو اپنے سگے باپ اور سوتیلی ماں کو نہیں۔ میری بیوی اور بھانجی کو تکلیف دینے والا اگر میرا اپنا باپ بھی ہو گا تو اس کو بھی ختم کر ڈالوں گا۔"

گو کہ اس نے یہ بات دل سے نہیں کی تھی محض مقصد صرف حدید عالم کو تکلیف پہنچانا تھا اور وہ اس میں کامیاب بھی ہو گیا تھا۔

"نہیں تمھارا مسئلہ صرف مجھ سے ہے میرے ماں باپ کو بیچ میں مت لاؤ!!!! "

سکندر نے مسکرا کر اس کی گردن پہ دباو بڑھایا فاروق کا چہرہ سفید ہو گیا مسز حدید آگے بڑھنے لگی تو فاروق نے چیخ کر ان کو قریب آنے سے منع کیا اسے ڈر تھا سکندر کچھ کر دے گا۔

"تو چھوٹے بھائی آپ میری بیوی کو بیچ میں کیوں لائے اب لائے ہیں تو حساب برابر تو کرنا پڑے گا۔ہاں ایک شرط ہے اگر تم میری بیوی سے معافی مانگو گے تو چھوڑ سکتا ہوں۔"

"میری بہن کو کیڈنیپ کر کے تم نے اچھا سٹنٹ کریٹ کیا ہے مسٹر شیر داود محض صرف مجھے جھکانا تھا اور کچھ نہیں۔نہ میں نے تمھاری بیوی کو ہاتھ لگایا ہے نہ میں اس سے ملا ہوں بس میرا کام تھا چند حقیقتوں سے اسے آشنا کروانا تھا جو کہ میں نے کر لیا میرا کام ہے حق اور سچ کا ساتھ دینا اور دوسرا لوگوں کو انصاف دلانا جو کہ میں اچھی طرح سے نبھا رہا ہوں اور آخری دم تک نبھاؤں گا ۔"سکندر نے اسے اپنی طرف گھمایا۔

"میری بیوی سے تم معافی مانگو گے!!اور کون سا انصاف کیسا انصاف؟پہلے اپنی بہن پہ تو توجہ دو پتا بھی ہے کیا حال ہو گیا ہے اس کا دیکھنا چاہو گے۔حماد بی بی کو اندر بھیجو!!!! "

اس نے فاروق کا گیربان پکڑ کر چلا کر کہا۔مسز حدید نے روتے ہوئے دروازے کی طرف دیکھا تو ان کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔جبکہ حدید عالم بالکل ساکت ہو گئے جب انھوں نے تھوڑی ہی منٹ میں اندر عنیقہ کو آتے ہوئے دیکھا جب عنیقہ نے اندر کا منظر اور پھر اپنے بھائی فاروق کو دیکھا تو اس کا منہ کھل گیا۔

"بب بھائی یہ کیا؟"

"عنیقہ میری بچی!!! "

مسز حدید بھاگ کر عنیقہ کے پاس آئی اور اسے اپنے ساتھ لگایا جبکہ فاروق نے اپنا کالر زبردستی چھڑوایا۔

"دیکھا آپ نے ڈیڈ میں نے کہا تھا کہ اس نے میری بہن کو کیڈنیپ کیا ہے لیکن آپ کو تو یقین نہیں تھا اب دیکھ لیا۔کیا حشر کیا ----"

حدید عالم نے اس کی بات پوری سُننے سے پہلے آگے بڑھے اور سکندر کو زوردار تھپڑ مار دیا۔

"بابا!!!"

عنیقہ چیخی۔سکندر کے جبڑے بھینچے گئے مگر وہ خاموش بنا رد عمل دکھائے کھڑا رہا۔ایک dèjà vu سی فیلنگ تھی۔جو اسے بہت محسوس ہوئی تھی۔

حدید عالم نے پھر اسے مارا۔

"بابا نہیں بھیا نے کچھ۔۔۔۔"

عنیقہ چیخ کر آگے بڑھی کہ مسز حدید نے اسے روکا۔وہ ایک بار پھر اسے مارنے لگے کہ سامنے سے آتی رمشا کو ان کا تھپڑ لگ گیا کیونکہ وہ سکندر کے سامنے آ گئی تھی۔

رے!!! "

سکندر نے دیکھا کہ تھپڑ اس کے بجائے ایک لڑکی کو لگا ہے اور وہ لڑکی اور کوئی نہیں اس کی رگِ جان تھی تو وہ حیرت سے چلایا۔شاک تو حدید عالم کے ساتھ باقی سب فرد بھی ہو گئے تھے جبکہ رمشا اپنے چہرے کو پکڑے آنکھیں زور سے بند کر کے بولی۔

"اِٹس۔۔۔اوکے۔۔۔آیئم۔۔۔فائین۔"

سکندر نے اسے اپنی طرف تیزی سے کیا۔رمشا نے ڈر کر اسے دیکھا جس نے ہاتھ ہٹا کر اس کے گال کو دیکھا سُرخ گال پہ سکندر کے ہونٹ بھینچے گئے اور آنکھوں میں شعلے سے بھڑک اُٹھے۔رمشا نے اس کا بازو سختی سے پکڑا وہ سمجھ گئی وہ اب کیا کرے گا۔

"نو۔۔سکندر۔۔۔میں۔۔ٹھیک ہوں۔۔۔"

"ہاؤ ڈیر یو!!!!!!! "

وہ بنا سوچے سمجھے حدید عالم کو دیکھ کر دھاڑا اس کی دھاڑ میں ایسی دہشت تھی کہ ایک منٹ کے لئے تو فاروق اور مسز حدید بھی کانپ اُٹھے وہ الگ بات ہے فاروق نے ظاہر نہیں کیا تھا۔

"سکندر نہیں۔۔۔۔"رمشا نے اسے اپنی طرف کر کے سمجھانا چاہا کہ سکندر نے اس کا بازو ہلکے سے جھٹکا۔

"آپ کی ہمت کیسے ہوئی اس پہ ہاتھ اُٹھانے کی!!!!!! یہ میری ماں اور بہن نہیں ہے جس پہ جب دل کرے آپ ہاتھ اُٹھائیں۔یہ بیوی ہے سکندر بھا کی بیوی اور اس کو چھونے والے کے میں ہاتھ کاٹ دیتا ہوں۔پتا ہے آپ کو؟"

وہ تو جیسے پاگل ہو گیا تھا اسے ہوش ہی نہیں رہا تھا کہ وہ اس وقت کس سے مخاطب ہے۔رمشا نے تیزی سے اس کی راہ میں آئی جب سکندر آگے بڑھا۔حدید عالم بالکل خاموش کھڑے اس لڑکی کو دیکھ رہے تھے جوان کے بیٹے کی بیوی تھی۔پتا نہیں یہ لڑکی بڑی جان پہچانی سی لگ رہی تھی۔فاروق الرٹ ہو گیا اور حدید عالم کے سامنے آ گیا۔

"اگر تم نے میرے باپ کو زرا سا بھی کچھ کہا سکندر!!!! میں سارے لحاظ بھول جاوں گا۔"

"اور میں سارے لحاظ سارے رشتے الریڈی بھول چکا ہوں آج تو تمھاری۔۔۔"

رمشا نے جلدی سکندر کے منہ پہ ہاتھ اور دوسرے ہاتھ سے اس کی کمر پکڑی۔

!!!! Enough ..... Sikander

اس بیچاری کو چیخنا پڑا۔ سکندر دی بیسٹ کو سنبھالنا مشکل ہو گیا تھا۔

"انکل کو۔۔۔۔ نہیں پتا۔۔۔ تھا۔۔۔ میں سامنے آئی۔۔۔ میری غلطی تھی۔"سکندر نے اس کا ہاتھ اپنے ہونٹوں سے ہٹایا۔

"وہ کیا اندھے ہیں!!!!! انھیں دکھائی نہیں دیا میرا اور اپنے قد کا فرق دیکھ رہی ہو ڈونٹ ڈیفائی ہم رے!!!! اور آپ معافی مانگے اسے ورنہ میں بھول جاوں گا کہ آپ میرے باپ ہیں۔"

"نہیں!!!! ۔۔۔۔ ککک۔۔۔ کوئی۔۔ معافی نن نہیں مانگے۔۔۔۔ گا۔۔۔"

"اور تمھیں لگتا ہے میں تمھاری سنوں گا۔"

سکندر تلخی سے مسکرایا اور اس کا بازو ہٹایا ابھی تک اس کے تپتے ہوئے گال کو دیکھ رہا تھا اور اس کا غصہ مزید بڑھتا جا رہا تھا۔

"آئیم سوری بیٹی۔۔ مم میں۔۔۔نے دیکھا نہیں۔"

انھیں سمجھ نہیں آئی کہ وہ کیا کہتے واقعی انھوں نے غلط کیا تھا۔

"ڈیڈ آپ معافی۔۔۔۔" مگر رمشا نے فاروق کی بات کاٹی۔

"انکل! ۔۔۔۔ معافی۔۔۔ آپ کو۔۔۔ مجھ سے۔۔۔ نہیں۔۔۔ آپ کو۔۔ سکندر۔۔۔ سے مانگنی چاہیے۔۔۔ کیونکہ۔۔۔ سکندر نے۔۔ عنیقہ کی۔۔۔ زندگی تباہ۔۔۔ نہیں کی۔۔۔ بلکہ اس کی زندگی۔۔۔۔ بڑے عذاب سے۔۔۔۔ عذاب سے بچائی۔۔۔۔ ہے۔"

آج تو جھٹکے پہ جھٹکے ہی لگ رہے۔ عنیقہ نے دکھ سے اپنی آنکھیں بند کر دیں۔ بہت سے آنسو اس کے گالوں کو بگھونے لگے۔ وہ سکندر کو ڈیفنڈ نہیں کر سکی سکندر نے اس کے لئے اتنا کچھ کیا ہے اور وہ اس کے لئے اپنی زبان بھی نہ کھول سکی۔

"کیا۔ مطلب ہے۔ تمھارا؟ مسز حدید نے تیزی سے کہا۔ سکندر تو بس اس وقت سے فریز ہو گیا تھا جب رمشا نے اس کا دفاع کیا تھا۔

"مطلب۔۔۔۔ یہ کہ۔۔۔۔ سکندر۔۔۔۔ نے اس گھر کی۔۔۔ عزت بچائی ہے۔۔۔۔ آپ۔۔۔ کی بیٹی۔۔ عنیقہ کی زندگی بچائی ۔۔۔ ہے اور۔۔۔ آپ ان پہ شک کر رہے ہیں۔۔۔ ان پہ۔۔۔ مانا کہ۔۔۔ یہ لاہور کے۔۔ سب سے۔۔۔ بڑے غنڈے۔۔۔ ہیں۔۔۔ بُرے ہیں۔۔۔ ظالم ہیں مگر۔۔۔ ایک بات ان کو۔۔۔۔۔۔ سب سے۔۔۔۔۔ مم معتبر بناتی ہے۔۔۔۔ کہ He's

an Angel .... ہر لڑکی کے۔۔۔۔لئے یہ۔۔۔آدمی ایک مسیحا۔۔۔۔۔ثابت ہوا۔۔۔۔۔ہے۔۔۔عنیقہ۔۔۔۔آپ چُپ۔۔۔کیوں۔۔۔۔ہیں بتائیں۔۔۔۔ناسب۔۔۔کو کہ۔۔۔۔کس سچیوشن۔۔۔۔میں داود نے۔۔۔۔آپ کی جان بچائی۔۔۔۔"

سکندر کو تو جھٹکے پہ جھٹکے لگ رہے تھے۔یہ ساری باتیں اسے پتا کیسے چلی۔حنان کا بچہ ہی ہو گا ضرور!

"رے چلو یہاں سے۔" سکندر غصے سے اس کا بازو پکڑے اسے یہاں سے لے کر جانے لگا کہ رمشا نے زور سے سر نفی میں ہلا کر کہا۔

"نہیں۔۔۔۔۔مجھے۔۔۔کہنا ہے۔۔۔۔آپ تو اپنی۔۔۔اچھائی۔۔۔کبھی کسی۔۔۔۔کو نہیں بتائیں گے۔۔۔۔یہ کام۔۔۔۔میں کر د۔۔۔کر دیتی ہوں۔"

"بابا بھابی ٹھیک کہہ رہی ہیں۔بھیا نے کچھ نہیں کیا الٹا انھوں نے میری جان بچائی۔یہ اس وقت جیل میں تھے۔جب پولیس والے مجھے گھسیٹ کر سٹیشن لائے۔"

"یااللہ!!"

مسز حدید نے دل پہ ہاتھ رکھا اور حدید عالم کرسی پہ بیٹھ گئے ان کی ساری ہمت جواب دے گئی تھی جبکہ فاروق ساکت اپنی بہن کو سُنتا رہا۔

"میں گھر سے ہر گز بھاگی نہیں تھی۔۔۔۔۔"

وہ آگے سے کہنا چاہتی تھی مگر وہ ایک بار پھر سے رو پڑی۔

سکندر نے لب دبا کر کہا۔

"تم کچھ نہیں بولو گی عنیقہ! اِٹس اوکے کسی وضاحت کی ضرورت نہیں ہے ان سب کو۔اگر تم یہاں رہنا چاہتی ہو تو بتا دو ورنہ چلو میرے ساتھ وہ تمھارا بھی گھر ہے۔"

سکندر کی بات پہ فاروق کو تپ چڑھی۔

"بتاؤ عنیقہ اور تم اپنا مشورہ اپنے پاس رکھو اور یہاں سے دفع ہو جاو۔"

سکندر اپنے گن جیب سے نکالنے لگا تھا کہ رمشا نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا اور اپنی گرفت مضبوط کر لی ایک خاموش التجا تھی کہ وہ اس کی خاطر چُپ رہے۔

"بھیا آپ جائے پلیز بھابی آپ انھیں یہاں سے لے کر جائے میں انھیں سنبھال لوں گی۔"

اس نے رمشا کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا کہ پلیز سکندر کو یہاں سے لے کر جائے۔رمشا سمجھ گئی۔

"تو میں یہاں سے ہر گز نہیں جاوں گا۔"

سکندر نے سختی سے کہہ کر ہاتھ اُٹھا لیے۔

"آپ کو۔۔۔چلنا ہو گا۔۔۔میرے ساتھ۔۔۔چلیں۔۔۔سکندر۔۔۔"

"یہ سب ہو کیا رہا کوئی مجھے بتائے گا۔" فاروق نے عنیقہ کو دیکھ کر تیزی سے کہا۔

"بچوں کی باتیں نہیں برائے مہربانی اپنا منہ بند رکھیں آپ!!! "

سکندر نے دانت پیستے ہوئے کہا۔ریوالور پہ اس کا ایک بار پھر ہاتھ گیا تھا لیکن رمشا نے اس کے ہاتھ بڑھنے نہیں دیے تھے۔

"سکندر۔۔۔اگر۔۔۔آپ میرے۔۔۔ساتھ نہ۔۔۔چلیں۔۔۔قسم ہے۔۔۔میری کہ میں۔۔۔اپنا۔۔۔۔سر پھاڑ دوں گی۔تب آرام آئے گا۔۔۔"

وہ اتنی بے بسی اور غصے سے بولی تھی کہ سکندر کو اس کی بات ماننی پڑی الریڈی وہ کتنی تکلیف میں تھی مزید تکلیف نہیں دینا چاہتا تھا اس سین سے۔(تھپڑ اتنا زور سے رمشا کو لگا نہیں تھا جتنا بھا نے محسوس کر لیا تھا۔)

"کوئی اس کو کسی بھی بات پہ ہاتھ نہیں لگا یا گا میں وارن کر رہا ہوں اور عنیقہ گھر کے باہر حماد کھڑا ہے تم جب چاہو اپنے گھر آ سکتی ہو۔"

عنیقہ نے تشکر سے سکندر کو دیکھا اور بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"تھینک یو بھیا۔"

※※※※※※※※※※

"تم لوگوں کو میں نوکری سے نکالتا ہوں اب۔کیا بکواس کی تھی میں نے کہ رمشا بی بی اگر گھر سے باہر جائے تو میری اجازت شامل ہو۔مجھے خبر ہو کہ وہ کہاں جا رہی ہے کہاں نہیں مگر تم لوگوں کو لاتوں سے میری زبان سمجھ آتی ہے!!!! جاوید کی تو میں ہڈی پسلی توڑتا ہوں اسے کہے تیار رہے۔آج تم لوگوں کی وجہ سے میری۔۔۔۔۔۔"

پھر وہ ایک دم چُپ ہو گیا پھر سنبھل کر موڑ کاٹتے بولا۔

"میری بیوی پریشان ہوئی ہے اب بھگتنے کے لئے تیار رہو سب۔"اس نے فون کاٹا اور اسے دیکھا جو اپنی دُنیا میں کھوئی ہوئی تھی۔

"مل گیا چین مجھے تکلیف دے کر۔ہو گئی خوشی تمھیں۔مدَر ٹریسا بنے بغیر نیند نہیں آتی نا تمھیں۔کیا ضرورت تھی میرے باپ کے سامنے آنے کی اچھا تھا نا مار پڑ رہی تھی تمھیں یہی تو چاہیے تھا۔"

"مجھے۔۔۔۔۔آپ سے۔۔۔۔۔علیحدگی چاہیے تھی۔۔۔پوری دُنیا خاص کر آپ۔۔۔کے باپ کے سامنے۔۔۔ذلیل ہونا نہیں۔"

"واو بڑی انھو کی محبت او سوری نفرت کرتی ہیں آپ مجھ سے۔بس مجھے اپنی زندگی سے نکالنا لیکن میرا ذلیل ہونا برداشت نہیں ہوا"۔

اُف اس کا طنزیا انداز۔رمشا نے اسے دیکھا اور سکندر نے بھی اسے اسی وقت دیکھا۔رمشا کی آنکھوں میں عجیب سی اداسی تھی اوپر سی اس کے گال۔سکندر کے دل کو کچھ ہوا۔

"تمھیں تکلیف تو نہیں ہو رہی؟"

اس نے ہاتھ بڑھا کر اس کے گال کو چھوا تو رمشا ایک دم پیچھے ہوئی۔

"تھپڑ۔۔۔پڑا۔۔۔ہے۔۔۔۔۔سکندر کوئی۔۔۔مکا نہیں۔"

اس نے اپنے بالوں کو کانوں کے پیچھے کرتے ہوئے کہا۔

"لیکن یہ تھپڑ میرے لئے مکے کے برابر ہے۔کوئی تمھیں سخت نظروں سے بھی دیکھے گا تو اپنے انجام کو پہنچے گا۔"

رمشا ایک منٹ کے لئے خاموشی سے گردن گھما کر اس پاگل اور دیوانے شخص کو دیکھنے لگی۔آخر اتنی محبت کون کرتا ہے؟رمشا نے اپنا سر جھٹکا۔

"ایک دن۔۔۔لوگوں کو۔۔۔ان کے سو کالڈا۔۔۔انجام میں پہنچانے کے۔۔۔۔چکر میں۔۔۔کہی آپ۔۔۔۔خود ہی اپنے ۔۔۔انجام میں۔۔۔۔۔نہ پہنچ جائے۔۔۔۔۔۔۔"

سکندر مسکرایا وہ اب اپنے علاقے کی طرف آ گئے تھے۔اس نے رمشا کے گرد بازو پھیلائے اور اس کے احتجاج کرنے سے پہلے اس کی کنپٹی چومی اور اس کے گال سہلاتے ہوئے کہا۔

"میں اپنے انجام پہ الریڈی پہنچ چکا ہوں رے اب تمھاری باری ہے۔"

اس نے رمشا کو چھوڑ دیا اور رمشا ایک دم ساکت ہو گئی۔اس بات کا بھلا کیا مطلب تھا۔

※※※※※※※※※※※※※※※※※※※※※

پونی باندھ کر وہ واش روم سے نکل کر باہر آئی تو اس نے ٹائیم دیکھا صبح کے گیارہ بج رہے تھے۔

"اُف توبہ آج کل اتنا لمبا سونے لگی ہوں نجانے پیپرز کی تیاری کیسے کروں گی۔"

خود سے کہتے ہوئے وہ اپنی گردن دبا کر سلپرز چینج کرنے کے لئے بستر کے پاس آئی جب اس نے دیکھا سائڈ ٹیبل پہ اس نے جو پینڈینٹ رکھا تھا وہ غائب تھا۔ایک منٹ کے لئے بخت نے اس ٹیبل کو گھورا اس کے بعد بولی۔

"کل رات کو تو ادھر ہی رکھا تھا ہائے کہی سونے والی حالت میں گرا تو نہیں دیا(اس نے نیچے دیکھا اور مزید دیکھنے کے لئے بستر کے نیچے بھی جھک پڑی پھر ایک دم کسی خیال سے اُٹھی)

"ضرور وہ منحوس باندر ہر کولیس آیا ہو گا مگر میں نے اپنا روم تو لاک کیا تھا ایک سکینڈ۔۔"

وہ سیدھا دروازے کی طرف آئی اس نے دیکھا دروازہ تو بند تھا مگر وہ سامنے موجود ٹریس کے دروازے کو نہ دیکھ سکی جو کہ ہلکہ سا کھلا ہوا تھا۔

"اُف خدایا۔"

بخت نے دل پہ ہاتھ رکھا ایک لمحے کو تو سوچ کر وہ ڈر گئی۔اتنی غیر محفوظ تھی وہ۔

"آج لازمی بات کرنی ہو گی ورنہ کوئی بہت بڑا نقصان نہ ہو جائے ہائے ماما تو ہانی ماما کو بھی مار دیں گے اگر کچھ بُرا ہوا تو۔"

وہ نیچے اُتر کر آئی اس نے محسوس کیا گھر ویسے بڑا خاموش خاموش سا لگ رہا تھا۔

"درینہ آپی تو کہی سو نہیں رہی اب تک۔"

ایک دم اسے نے دیکھا کہ نیچے والی پورشن میں کوئی موجود نہیں ہے تو وہ سمجھ گئی یا تو سارے کہی چلے گئے ہیں یا پھر کوئی ہے لیکن اپنے کمرے ہی ہے۔

"خیر بعد میں پتا چل جائے گا۔"

اس نے ٹی وی آن کر دی اور صوفے پہ دھڑم سے بیٹھ کر چینل چینج کرنے لگی پھر ایک دم اسے خیال آیا کہ رات کو تو وہ اتنا صحیح سے کچھ کھا بھی نہ پائی اور جو تھوڑا بہت کھایا بھی تھا وہ بھی آپی کے زبردستی کرنے پر۔اب تو بھوک زور کی لگ رہی تھی۔وہ اُٹھی اور سیدھا کچن گئی۔کچن پہنچی تو اس نے دیکھا وہاں کاؤنٹر کے سائڈ پہ کھڑا کافی کے کپ میں چمچ ہلاتا اور کوئی نہیں حداد تھا۔اس نے پونی کے بجائے اس بار اپنے بالوں کا بن بنایا ہوا تھا۔آنکھوں میں کالا چشمہ تھا۔گرے شرٹ اور بلیو جینز میں بخت کو نجانے مسمرائز کر گیا۔حداد نے سر اُٹھا کر اسے دیکھا وہ بے بی بلیو نائٹ سوٹ میں' ڈھیلی پونی میں معصوم سی گڑیا لگ رہی تھی۔

"ام ہائے!" اسے سمجھ نہیں آئی کہ کیا کہے اچانک ہی اس کے منہ سے ہائے نکل گیا حالانکہ وہ ان سے بالکل مخاطب نہیں ہونا چاہتی تھی۔حداد نے حیرت سے اسے دیکھا پھر سر کو ہولے سے خم کرتے ہوئے بولا۔

"سلام۔" اب اپنی ہائے کو جسٹی فائی کرنے کے لئے اس نے بولا۔

"درینہ آپی کہاں ہیں؟" حداد گھوم کر کافی کا ڈبہ کبرڈ میں رکھ رہا تھا ایک دم ٹھہر گیا۔ کیا درینہ نے اسے اطلاع نہیں دی۔

"درینہ کراچی کے لئے نکل گئی ہے۔"

وہ پوچھنا چاہتا تھا کہ درینہ نے تمھیں نہیں بتایا مگر وہ مختصر بات کرنے کا عادی تھا۔ بختاور کا منہ حیرت سے کھل گیا۔

"واٹ وہ کراچی مگر کل رات تک ان کا ایسا تو کوئی پلان نہیں تھا سب خیریت تھی نا؟" اب حداد کیا کہتا۔

"دو دن تک آجائے گی بے فکر رہیں حنان اِدھر ہی ہیں۔"

اتنا کہہ کر وہ چل پڑا' بختاور ایک دم پیچھے ہوئی تاکہ اس کو راستہ دے سکے۔ اس کی کلون کی سمیل سٹاپ اِٹ سٹوپڈ بخت۔

"ہائے میں اکیلی اس بڑے سے گھر میں کیا کروں گی۔ خیر چھوڑو بعد میں سوچوں گی پہلے پیٹ پوجا کر لوں۔"

وہ اپنی سوچیں جھٹک کر سیدھا فریج کے پاس آئی اور کھول کر کچھ تلاش کرنا چاہا مگر خالی فریج سوائے ساس کے اس کا استقبال کیا۔

" درے آپی کچھ ریڈی کر کے نہیں گئی۔ ایسے کون جاتا ہے اتنی امیر جینسی میں۔ کوئی بات ہو گی ورنہ یہ ملنگ ڈاکٹر بتا دیتا۔ اُف !!"

....

"آئیم سو سوری بختاور مجھے اتنی امر جینسی میں جانا پڑا۔ اصل میں میری پھوپھو بیمار ہیں۔ ان کو دیکھنا ہے۔ آپ پریشان مت ہونا حنان اور چاچو گھر پہ ہیں اگر کچھ چاہیے ہو تو چاچو سے کہہ دینا۔ وہ گھر پہ زیادہ تر ہو گے۔ بلا جھجک ہو کر کہنا شرمانے کی کوئی ضرورت نہیں۔"

"وہ تو ٹھیک ہے آپی مگر میں ان سے کیسے کہہ سکتی ہوں وہ تو بہت intimidating سے ہیں اور آپ کو پتا ہے میری ان کے ساتھ ملاقات کچھ خشگوار بھی نہیں تھی۔"

"اللہ بخت تم ابھی تک ان باتوں کو سوچ رہی ہو چاچو بالکل بھی ڈراونے نہیں ہیں میری جان دل کے بہت اچھے ہیں اور تم کچھ بھی چاہیے ہو وہ بنا کچھ کہے تمھیں وہ چیز لا کر دے دیں گے اور مجھے یاد آیا کہ گھر کا سامان ختم ہو گیا تھا تو تم چاچو کو کہو کہ وہ لے آئے ۔لسٹ بنا لو گی یا میں لکھ کر بھیج دوں۔"

بختاور کے دماغ میں ایک خیال آیا' چہرے پہ عجیب سی شریر مسکراہٹ پھیلی۔

"نہیں آپی آپ بالکل پر سکون ہو جائے میں بنا لوں گی جب مشی آپی نہیں ہوتی تھی تو میں پہلے لسٹ بنایا کرتی تھی آپ بے فکر ہو جائے۔"

"تھینک یو سو مچ چنداورنہ میں نے پورے سفر میں پریشان رہنا تھااپنا خیال رکھنا اب میں چیک اِن کرنے کے لئے جارہی ہوں اوکے۔"

"اوکے اللہ حافظ۔" اس نے فون بند کیا۔

"توبہ اب اس کھڑوس ایکس فوجی کو خوب مزا چھکاوں گی۔لو جی بخت تمھاری حکمرانی کا ٹائیم شروع۔"

※※※※※※※※※※※※※※※※※※※※※※

گرے پینٹ کی جیبوں میں ہاتھ ڈالے وہ نیوی بلیو شرٹ میں ملبوس۔دروازے کے ساتھ لگا اسے دیکھ رہا تھا جو پچھلے آدھے گھنٹے سے ایک ہی پوزیشن میں بیٹھی سویمنگ پول میں پیر ڈالے سوچ میں گُم تھی۔گھر سے اس نے آدھے سے زائد نوکروں کا فارغ کیا تھا اور جاوید کا حشر نشر کر کے اسے خیال آیا کہ رے آخر ہے کہاں۔

جاوید نے چونکہ دس دفعہ معافی مانگی اور اس نے کہا کہ وہ مجبور تھا کیونکہ میڈم اسے دھمکی دے رہی تھی وہ بھی اپنے آپ کو ماردے گی یا کچھ کر بیٹھے گی تو سکندر کو پھر اسے چھوڑنا پڑا۔واقعی محترمہ اپنی بات منوانے کے لئے کچھ بھی کرسکتی تھی اور وہ یہ ہرگز نہیں چاہتا تھا کہ رے اپنے آپ کو نقصان پہنچائے۔کمرے میں گیا تو وہ وہاں موجود نہیں تھی اس نے سوچا ضرور ٹاپ فلور پہ ہو مگر وہ اسے چھت کے بجائے سیمونگ پول ایریا میں ملی۔چلتے ہوے وہ اب اس کے بالکل قریب آچکا تھا۔وہ اب گھٹنے کو بینڈ کر کے جھکا اور اسے دیکھا جس کے گنگھرالے بالوں کی تین چار لٹے اس کے چہرے کے گرد طواف کررہی تھی۔پیلے چہرے میں بھی ایک عجیب سانور' ایک عجیب ساسکون تھا جسے سکندر دیکھتے ہی بہت شدت سے محسوس کرتا تھا۔کیا تھی یہ لڑکی۔جو چاہ کر بھی بُری' چاہ کر بھی نفرت کے قابل نہیں لگتی تھی۔اس کو دیکھ کر بس کہا جاسکتا تھا کہ اسے پیار کیا جائے اور بس کچھ نہیں۔

رمشا خیالوں میں اتنی زیادہ گُم تھی کہ اسے سکندر کے قریب ہونے کا احساس نہیں ہوا ایک دم سکندر نے شرارتی نظروں سے تکتے ہوے اس کے کانوں کے قریب اونچی آواز میں ڈراونی آواز نکالی تو رمشا ایک دم اچھل کر چیخی۔اس کے چیخنے پہ وہ ہنس پڑا اور اس کے گرد بازوں پھیلائے اس پیچھے ہونے سے روکا ورنہ محترمہ نے پول میں گر جانا تھا۔

"ڈرپوک شیرنی ہیں آپ میری جان وہ لڑکی کہاں گئی جو مجھ سے آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر لڑتی تھی۔غصہ اور آنکھوں میں دہشت ایسی کہ مجھ جیسا بھا بھی ایک منٹ کانپ جائے اور یاد ہے کچھ دنوں پہلے اپنے ایک بندے کی صحیح دھلائی کی تھی۔"

رمشا نے اسے تند سے دیکھنے کے بعد اس کے بازو اپنے گرد سے ہٹائے کہ سکندر نے مزید اسے اپنے قریب کردیا۔

"یار آج تو مت لڑو پہلے ہی اتنی مار پڑی ہے مجھے۔آج تو اس بیچارے پہ رحم کھالو آخر کو تمھارا اِدا ودھوں۔"

آج اس نے زندگی میں پہلی بار اپنا نام خوش دلی سے کہا تھا۔رمشا نے کن آنکھوں سے اسے دیکھا۔وہ کافی اچھے موڈ میں دکھائی دے رہا تھا لیکن آنکھوں میں عجیب سی بے چینی تھی۔

"رے اگر آج تم نہ آتی تو یقیناً میرے ہاتھوں سے فاروق نے ضائع ہو جانا تھا مجھے بتایا کیوں نہیں کہ وہ تمھیں دھمکا رہا تھا اور اس نے یہ سب کیسے کیا کب کیا۔اتنا بھی اعتبار نہیں ہے مجھ پہ تمھیں کہ یہ بات شیر کر سکتی اور علیحدگی کی بات کرتے ہوئے تمھیں زرا بھی تکلیف نہیں ہوئی۔"

اب وہ سنجیدہ ہو گیا تھا رمشا کے دل کیا وہ سیدھا اس کے سینے پہ منہ دیے رونا شروع کر دے مگر وہ کفن' قبر کی بے شمار تصویریں جن پہ سکندر کا پورا نام اور موت کی تاریخ لکھی ہوئی تھی اسے کچھ کرنے ہی نہیں دے رہا تھا ایک زنجیر تھی جسے اسے کچھ بھی کرنے سے باندھ دیا تھا۔وہ بول نہیں پا رہی تھی اسے پتا تھا کہ سکندر اصل بات نکلوا کر رہے گا اور اگر ایسا ہوا تو سکندر کی اس دن آخری دن ہو گا۔

"رے مجھ سے کچھ نہیں چھپاؤ گی اب تو بتانا ہو گا ایک طرف تم مجھ سے نفرت کا اظہار کرتی ہو دوسری طرف مجھے ڈیفینڈ کرتی ہو' میرے لئے تھپڑ بھی کھاتی ہو میں اسے نفرت تو ہر گز نہیں سمجھ سکتا یہ تمھارے گردن کے نشان یہ تمھاری درد میں چھپی آنکھیں سب کہتی ہیں تم ایک کھلی کتاب کی طرح ہو تو کوئی فائدہ نہیں ہے اس طرح مجھ سے لڑنے کا بتاؤ مجھے۔"

اب رمشا کو بولنا پڑا۔

"آپ۔۔۔۔سے کس۔۔۔۔نے کہا۔۔۔کہ۔۔۔مجھے کوئی۔۔فورس کر رہا ہے۔۔۔۔مجھے علیحدگی چاہیے۔۔۔میں ساری۔۔۔زندگی۔۔۔ایک۔۔۔ایسے شخص کے ساتھ۔۔۔۔نہیں رہ سکتی جو اپنی۔۔۔۔۔۔بہن اور بہنوئی کا قاتل ہے۔۔۔۔اور نہ صرف ان کا۔۔بلکہ بے شمار لوگوں کا....... میں آخر۔۔۔۔کیوں رہوں۔۔۔۔آپ کے ساتھ۔۔۔۔بتائیں۔۔۔۔کن وجوہات پہ میں رُکوں۔۔۔۔۔۔"(آنکھیں سے نکلتے اشک اس کی اختیار میں نہیں تھے ایک دم نکل پڑے) ۔

سکندر کو اس کی باتوں سے تکلیف ہر گز نہیں ہوئی بلکہ اسے اس کے آنسو نے تکلیف دی اس کی آنکھوں کو چومتے ہوئے انگھوٹے سے اس کے آنسو صاف کرتے ہوئے بولا۔

"کیا یہ وجہ کافی نہیں ہے رے کہ میں تم سے بے انتہا عشق کرتا ہوں۔تم صرف میری بیوی نہیں ہو رے میری آکسیجن ہو' میرے روح کا حصہ ہو' میری رگِ جان ہو۔تمھیں خود سے دور کرنا ایسا ہے کہ میں موت کو گلے لگا رہا ہوں آئی نو یہ بہت cringe لگے سُننے والوں کا۔لیکن میں اپنی بے بسی بیان کر رہا ہوں۔میں جو عورت کی بے انتہا عزت کرتا ہوں ان کی عزت پہ آنچ نہیں آنے دیتا ایک دم تمھارے معاملے بے قابو ہو گیا۔مجھے زمانے کی' تمھاری' تمھارے ماں باپ کا خیال نہیں رہا بس یہ

تھا کہ یہ لڑکی اب میرے پاس ہو ورنہ میرے لئے زندگی جینا بہت مشکل ہو جائے گا۔ میں جانتا ہوں رے تم فورس کی گئی ہو (اس نے اس کا ہاتھ پکڑا اور اپنے دل پہ رکھا) اعتبار تو کر کے دیکھو بتاؤ مجھے۔"

اُف یہ آدمی اپنی باتوں سے اسے مار رہا تھا۔ اسے خود پہ قابو کرنا تھا۔

"مجھے کوئی فورس نہیں کر سکتا۔۔۔ رہی فاروق۔۔۔۔۔ کی بات۔۔۔۔۔ تو انھوں نے۔۔۔۔۔ بس مجھے۔۔۔۔۔۔ حقیقت بتائی اور۔۔۔۔۔۔ میں نے فیصلہ کیا۔۔۔ اور رہی آپ کی دفاع کرنے والی بات۔۔۔۔ تو دادو میں حق اور سچ کا ساتھ دیتی ہوں آپ غلط ہیں۔۔۔۔۔۔ تو آپ کو۔۔۔۔۔ غلط ہی کہوں گی۔۔۔۔۔ اور اگر۔۔۔۔۔۔ آپ صحیح۔۔۔۔۔ ہیں تو آپ کو صحیح کہوں گی۔۔۔"

سکندر اسے دیکھتا رہ گیا۔ اس نے اپنی نظریں اس کے گالوں پہ مرکوز کی جہاں اسے تھپڑ پڑا تھا۔ سکندر یاد نہیں کرنا چاہتا تھا لیکن وہ منظر اس کی آنکھوں کے سامنے بار بار آ رہا تھا حدید عالم کو اس نے بخش کیوں دیا۔ اسے افسوس ہوا۔ سکندر نے اپنا موڈ بدلہ اور مسکرایا رمشا کو اس کی مسکراہٹ عجیب لگی۔

"او کے سویٹ ہارٹ مان لیا میں نے کہ آپ کے دل کا فیصلہ تھا لیکن سکندر کی ایک بات آپ کو پتا نہیں ہے وہ یہ ہے کہ جب کسی چیز پہ مو ہر لگا دیتا ہے دُنیا اِدھر کی اُدھر ہو جائے وہ اس چیز کو اپنانا تو دور اسے دیکھ بھی نہیں سکتا نہ سوچ سکتا ہے اور تم تو میری بیوی ہو۔ میری رے آف سن شائین تمھیں خود سے الگ کرنے کا سوال پیدا نہیں ہوتا۔ اس لئے اب یہ بحث لا حاصل ہے۔ میں اب بالکل بھی سیڈ اور غصے کے موڈ میں نہیں رہنا چاہتا چلو اُٹھو تمھیں آئیس پیک دوں جلن تو نہیں ہو رہی نا؟"

یہ آدمی واقعی الگ پیس تھا۔ اس سے لڑنا' اپنی بات منوانا رمشا کے لئے مشکل ہوتا جا رہا تھا۔

"ہاں۔۔۔ ہو رہی۔۔۔ ہے دل میں۔۔۔ جلن۔۔۔ اور یہ۔۔۔ تب تک ختم نہیں۔۔۔۔۔ ہو گی جب۔۔۔۔ تک آپ۔۔۔ مجھے چھوڑ نہیں دیتے!!!"

سکندر نے اس کے گرد بازو ہٹا دیے۔

"بس اتنی سی بات یہ لو چھوڑ دیا لیکن رات کو میں تمھیں پکڑ کر ہی سوؤں گا۔ چلو اب اُٹھو پیر پانی میں زیادہ رہنے سے خراب ہو جائے گے ورنہ میں اس پانی کو بھی ٹرامپل کرنا شروع کر دوں گا۔"

سکندر اپنے نام کا تھا ہمیشہ اپنی دل کی کرتا تھا۔ وہ بے بسی سے لب کاٹ کے رہ گئی اب کیا کرے۔

※※※※※※※※※※※※※※※※※

وہ اس کے دروازے کے سامنے کشمکش میں کھڑی سوچ رہی تھی کہ آیا اندر جائے یا نہ جائے۔ سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ اندر جائے گی تو بولے گی کیا اگر وہ اسے دیکھنا شروع ہو گیا تھا تو وہ پکا ایک بھی لفظ اپنے منہ سے نہیں پھوٹ سکے گی۔اس نے اپنی ساری سوچوں کو جھٹکا اور دروازے پہ ناک کیا۔اس کے ناک کرنے پر گھمبیر آواز نے 'یس کہا' ۔وہ دروازہ کھول کر اندر داخل ہوئی اس نے دیکھا وہ کُرسی پہ بیٹھا بُک پکڑے کافی کے سپ لے رہے تھا۔جب اس کے آنے پر حداد نے اپنا سر اُٹھایا۔لو جی میری طرف دیکھنا ضروری تھا۔جو کہنا تھا وہ ایک دم بھول گئی۔اس نے گلاسس پہلے پہنی تھی اب کمرے میں آ کر اُتار دی پہلے پتا نہیں کیوں پہنی تھی۔وہ جیسے اس کی سوچ پڑھ چکا تھا لیکن جب بولا تو منہ سے کوئی اور بات نکلی تھی۔

"جی کوئی کام تھا؟"

لہجے میں عجیب سی سرد مہری بختاور نے محسوس کی تھی۔

"وہ۔۔۔وہ(کاش میری طرف مت دیکھو!!!!) وہ اصل میں ناکچن۔۔۔(یار مجھے کیا ہو گیا ہے) وہ کچن۔۔۔سامان ۔۔۔۔"

حداد کے ماتھے پہ ویسے ہی بل آ گئے اوپر سے سفید آنکھ مزید اس کو کنفیوز کر رہی تھی۔

"دیکھیں آپ نے کچھ کہنا ہے تو جلدی کہیے۔"

"کیوں آپ نے کہی جانا ہے؟"

بخت نے اس کی بات کاٹ کر تیزی سے کہا۔

"نہیں لیکن میں اس وقت مصروف ہوں اور اس وقت کسی قسم کی ڈسٹربنس نہیں چاہتا۔"

"جب جانا نہیں ہے تو مجھے آرام سے بات مکمل کرنے دیں اور کتاب پڑھنا بھی کوئی مصروفیت ہوتی ہے۔"

حالانکہ وہ خود ناولز پڑھنا اپنی مصروفیت سمجھتی تھی لیکن کہہ اس وقت پتا نہیں کیا رہی تھی۔حداد کو عجیب سی کوفت ہوئی۔

"کہیے کیا کہنا ہے میں سُن رہا ہوں۔"

"شکر ہے ورنہ مجھے لگا ابھی آپ کہتے جائیے یہاں سے۔"

وہ ہنستے ہوئے بولی پھر ایک دم سنجیدہ ہو گئی جب حداد نے کہا۔

"میں کہنا تو یہی چاہتا ہوں مگر چونکہ آپ ہماری مہمان ہیں تو مجھے یہ زیب نہیں دیتا کہ میں آپ کو یہاں سے تشریف لے جانے کا کہوں۔"

"یہ میرے ماموں کا گھر ہے۔میں مہمان تو ہر گز نہیں ہوں البتہ میری ناقص عقل کو معلوم پڑتا ہے کہ آپ مہمان ہیں اور زیادہ لمبے پڑ جانے والے مہمانوں کی فہرست میں آتے ہیں۔"

توبہ میری کینچھی جیسی زبان۔

"آپ غالبا کچھ کہنے آئی تھی مجھ سے۔"

ناچاہتے ہوے بھی وہ اپنی لہجے کی سختی کو قابو نہ پا سکا۔

"ہاں وہ اصل میں آپی سے ابھی تھوڑی دیر پہلے بات ہوئی تھی۔گھر کا راشن ختم ہو گیا ہے' لیٹرلی سب کچھ ختم ہے ایون انڈا بھی نہیں ہے جو میں ابال سکوں۔"

"تو پھر میں کیا کروں جمیل ابھی تھوڑی دیر میں آئے گا اسے کہہ دیجیے گا۔"

بس اتنی لمبی بات کہی بھی محترم نے تو یہی کہی۔

حداد اب کتاب کی طرف متوجہ ہو چکا تھا جب اس نے محسوس کیا وہ لڑکی ابھی تک نہیں گئی تو اسے نئے سرے سے غصہ چڑھا۔

"جی مزید کچھ کہنا ہے مجھ سے؟"

بظاہر تو بڑے نارمل ہو کر اس نے بخت سے پوچھا تھا لیکن آنکھیں صحیح اپنا کام کر رہی تھیں۔

"وہ جمیل چھٹی پر گیا ہے! اور آپی نے کہا تھا کہ آپ سے کہوں کہ آپ سامان لے آئے۔" حداد اسے دیکھتا رہ گیا۔

"جی بس اور بھی کچھ کہا تھا آپ کی آپی نے؟"

وہ اس کے طنزیہ بل کھا کے رہ گئی لیکن بڑا تھا وہ اس سے کافی تو وہ بد تمیزی نہیں کر سکتی تھی۔

"نہیں اور کچھ نہیں کہا۔"

"ٹھیک ہے۔"

زبردستی مسکرا کر اسے یہاں سے جانے کا اشارہ کیا۔کھڑوس آدمی!!

....

"یہ چھت پہ ایسی کیا خاص بات ہے جو آپ یہاں سے ملنے کا نام نہیں لے رہی ہیں۔ابھی تھوڑی دیر پہلے نیچے لایا تھا کہ پھر اوپر چل پڑی پہلے نوکر ہوتے تھے تو ہر وقت نیچے موجود ہوتی تھی جیسے میں نے سب کو فارغ کیا آپ کا دل چھت پہ لگ گیا۔"

سکندر سینے پہ بازو لپیٹے اسے دیکھ رہا تھا وہ کپڑے تبدیل کر چکا تھا اور اس وقت بادامی شلوار قمیض میں ملبوس تھا۔رمشا نے اس کو ایک نظر دیکھا پھر دوبارہ نظر آسمان کی طرف ٹکالی جہاں چاند اور بے شمار ستارے کالے بادلوں کی اوٹ میں چھپ گئے تھے۔

"اوپر تو کچھ نہیں ہے رے کیا دیکھ رہی ہو؟" رمشا نے کوئی جواب نہیں دیا۔

"اچھا اب یہ میوٹ گیم کھیلی جائے گی چیلنج مت کرنا ہار جاؤ گی۔ چلو نیچے چلو مجھے سخت بھوک لگ رہی ہے اور کھانا آج ہم دونوں مل کے بنائے گے۔" جیسے ہی سکندر نے اس کا بازو پکڑا رمشا بدک کے پیچھے ہوئی۔

"ڈونٹ۔۔۔۔ٹچ۔۔۔می۔۔۔"

وہ تیزی سے بولی۔ سکندر نے گہرا سانس لیا۔

"اچھا نہیں ہاتھ لگاتا لیکن چلو تو سہی میرے ساتھ نیچے میں اکیلے بور ہو رہا ہوں۔"

"آپ۔۔۔اور بور۔۔۔۔جائے۔۔۔کسی کا منہ۔۔۔توڑ آئے۔۔۔۔ایلیگل فائیٹ کر آئے یا پھر۔۔۔۔اپنا فیورٹ۔۔۔شغل ڈرنکنگ کر لیں۔۔۔۔۔بالکل بھی بور نہیں۔۔۔۔ہو گے۔"

وہ نخوت سے بولتے ہوئے آگے بڑھ چکی تھی لیکن سکندر اس کی راہ میں حائل ہو چکا تھا۔

"یار بیوی اتنا غصہ! آؤ چلو پہلے تمھارا غصہ ٹھنڈا کرنے کے لئے شوٹنگ گیم کھیل لیتے ہیں۔"

رمشا نے اپنی آنکھیں گھمائیں۔

"آپ کو۔۔۔میری بات۔۔۔ سمجھ۔۔۔کیوں۔۔۔نہیں آ رہی۔۔۔۔میں آپ سے دور رہنا چاہتی ہوں۔۔۔۔اور آپ یہ۔۔۔۔کر کے۔۔۔۔۔میرا غصہ ٹھنڈا نہیں۔۔۔۔بلکہ اور بڑھا۔۔۔۔۔رہے ہیں۔"

سکندر اس کے قریب ہوا تو وہ ایک دم پیچھے ہوئی۔

"کتنا دور ایک انچ؟ دو انچ یا تین انچ بس اس سے زیادہ دور نہیں ہو سکتا میں۔" رمشا کا دل کیا یا تو اپنے بال نوچنا شروع کر دے یا سکندر کے۔

"میں آپ سے۔۔۔۔۔ہزاروں میل دور۔۔۔۔۔رہنا چاہتی ہوں۔۔۔۔ہٹیے۔"

وہ سائڈ سے جانے لگی کہ سکندر پھر اس کی راہ میں آ گیا۔

"ہٹاؤ مجھے!! ہزاروں میل دور؟ کتنا اچھا جوک کر لیتی ہو رے پتا ہے یہ بات ناممکن ہے تو پھر کرتی کیوں ہو؟"

"یور۔۔۔۔۔یہ نٹیلی۔۔۔۔سک!! آپ۔۔۔۔سے تو بات۔۔۔کرنا فضول ہو گیا۔۔۔۔۔ہے۔"

وہ جانے لگی جب سکندر نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔

"یس آئیم یہ نٹیلی سک ظاہر ہے تم سے جو محبت کی ہے۔ خیر اچھے بچوں کی طرح آج کوئی لڑائی نہیں کرے گے الریڈی پورا دن ہمارا بُرا گزرا ہے بڑوں سے مار بھی پڑی ہے۔ تو اپنی ٹینشن کسی اور چیز پر divert کرتے ہیں۔"

وہ اس کا ہاتھ پکڑے اب اسے نیچے لے کر چلنے لگا جبکہ وہ اپنا ہاتھ چھڑوا کر غصے سے نیچے چل پڑی۔ سکندر نے اپنی مسکراہٹ کو زور سے دبایا۔ کب تک مجھ سے بھاگو گی رے۔ کب تک دُنیا سے ڈرو گی۔

※※※※※※※※※※※※※※※※※

"یہ کیا آپ نے مجھے اتنا گھنٹہ بٹھایا خالی پیٹ وہ بھی صرف درجن انڈوں کے لئے ؟؟؟؟؟"

حداد لان کی کُرسی پہ بیٹھا سگریٹ سلگانے لگا تھا جب میجینٹا پنک شلوار قمیض میں ملبوس چلتے ہوئے غصے سے اس کے سامنے آئی ۔حداد نے ایک منٹ کے لئے نا سمجھی سے دیکھا پھر سگریٹ سلگا کر کہا۔

"آپ نے ہی تو کہا تھا کہ آپ انڈا ابال کر کھانا چاہتی ہیں تو میں وہی تو لایا ہوں۔ کیا کم لے آیا؟" بخت اسے دیکھتی رہ گئی۔

"نہیں ہزار درجن لے آتے میں نے پولٹری فارم جو کھولنا تھا۔ میں خالی انڈوں کا کیا کروں گی ؟؟؟؟؟"

اسے اتنی زوروں کی بھوک لگ رہی تھی اوپر سے یہ شخص اس کے ہاتھوں سے بُری طرح ضائع ہو گا جتنی عمر کا ہو میری بلا سے۔

حداد کو بھی غصہ چڑھ گیا سگریٹ کا گہرا کش لیتے ہوئے بولا۔

"میری بلا سے آپ انھیں ابالے' فرائی کریں!!! یا اپنے سر پہ پھوڑے مجھے اب ڈسٹرب مت کیجیے الریڈی میں اتنے مصروفیت میں آپ کے لئے لایا ہوں اور آپ کے نخرے ہی نہیں ختم ہو رہے۔"

"آپ کا بہت بہت بہت زیادہ شکریہ میرے لئے ایک نہیں' دو نہیں بلکہ درجن انڈے لانے کا وہ بھی اتنی مصروفیت نکال کر میں آپ کا احسان کبھی بھول نہیں پاوں گی کوشش کروں گی اس احسان کو جلد از جلد اُتاروں۔"

حداد کی بات پر اس نے چبا چبا کر کہتے ہوئے تیزی سے مڑ پڑی۔

حداد سگریٹ گھاس پہ پھینک کر اپنے پاوں رکھ کر زور سے مسلنے لگا اس کی نظریں بختاور کی پشت پہ تھی۔ آنکھوں میں چھپی ایک عجیب سی روشنی کچھ اچھے سگنل نہیں دے رہی تھی۔

※※※※※※※※※※※※※※※※※※※※※

عنیقہ خاموش ہو گئی تو سکوت طاری ماحول کو سب سے پہلے فاروق نے ختم کیا۔

"اس لڑکے نے کہا اور تم نے اس کی بات مان لی ہاو کڈ یو ڈو دس ٹو آس عنیقہ !!!! "

وہ تو چیخ ہی پڑا۔ عنیقہ نے تکلیف سے اپنے چہرے پہ ہاتھ رکھ لیا وہ واقعی سکندر نہیں تھا۔ سکندر جیسا کوئی نہیں ہو سکتا۔ اس نے اسے سمجھا تھا' بنا جج کیے اس کی بات بڑی تحمل سے سُنی حالانکہ وہ اس بات کا فائدہ اُٹھا سکتا تھا' اس کی عزت میڈیا میں اچھال سکتا تھا لیکن اس نے اس کی حفاظت کی' اس کا ساتھ دیا۔۔ اسے سہارا دیا۔ کون ہوتا ہے ایسا اس دُنیا میں۔

"تم ہم سب کے ساتھ ایسا کرو گی یہ میں نے یہ سوچا نہیں تھا۔" اس کا دل کیا اپنے کانوں کو بند کر دیں اور وہ پل سوچے جب سکندر اس کے پاس آیا تھا وہ تب جب وہ خود کو تھوڑا سا سنبھال چکی تھی۔

"میں تمھیں فورس بالکل نہیں کروں گا عنیقہ لیکن میں جاننا چاہتا ہوں کہ رات کے ٹائیم تم سڑکوں پہ اکیلی کیا کر رہی تھی اور پولیس والے تمھیں کیسے سٹیشن لائے۔ دیکھو یہ ضروری ہے میں نے تمھیں دو دن اس لئے نہیں چھیڑا کیونکہ تم ٹھیک نہیں تھی مگر یہ معاملہ بہت حساس ہے اگر ذرا سی بات میڈیا تک آ گئی تو پتا ہے نا کیا ہو سکتا ہے' لیکن بے فکر رہو میں سب سنبھال لوں گا۔ بس مجھ پہ پورا بھروسہ کر کے مجھے بتاؤ اس دن کیا ہوا تھا۔" عنیقہ نم آنکھوں سے اس شخص کو دیکھنے لگی جس سے وہ ہمیشہ نفرت کی نگاہوں سے دیکھا کرتی تھی' ہمیشہ شعلے ہی بھڑکے ہیں اس شخص کے لئے اور یہ شخص کیا کر رہا تھا۔

"مجھے ایک لڑکے سے محبت ہو گئی' میری یونی ورسٹی کا تھا لیکن اس کی ریپو کچھ اچھی نہیں تھی۔ کافی بگڑا ہوا تھا اور خاصا بد تمیز بھی مگر وہ۔۔۔۔"

وہ ایک دم بھرائی ہوئی آواز میں بولتے ہوئے چُپ ہو گئی۔ سکندر نے گہرا سانس لیتے ہوئے اس کا ہاتھ پکڑا۔

"کیری آن۔"

"وہ میرے سے بڑے اچھے طریقے سے پیش آتا تھا۔ ہر وقت میرے انتظار میں اپنی کلاس بھی مس کر دیتا تھا۔ تین سال مجھ سے سنیر تھا۔ مجھے اس کی نگاہ میں اپنے لئے محبت ہی محبت دکھائی دی بھائی مگر ہم دونوں نے اظہار نہیں کیا۔"

سکندر نے اسے بالکل نہیں ٹوکا' چہرے کے تاثرات نارمل رکھے وہ بس سُنتا گیا۔

"ایک دن میرا کلاس فیلو مجھ سے بات کر رہا تھا تو وہ پیچھے سے آیا اور اس نے اسے مارنا شروع کر دیا۔ دونوں کے درمیان لڑائی اتنی بڑھ گئی کہ بات قتل وغارت تک پہنچنے لگی مگر شکر بر وقت معاملہ سنبھل گیا۔ اسی دن اس نے اپنی محبت کا اظہار کیا اور آپ کو پتا ہے ہر لڑکی محبت ہی چاہتی ہے اگر اسے محبت مل جائے تو وہ خود کو دُنیا کا خوش قسمت ترین سمجھنے لگتی ہے مگر بعد میں مجھے احساس ہوا کہ محبت سے زیادہ ہمیں عزت چاہیے ہوتی ہے۔ محبت بیشک نہ ملے عزت ضرور ملے۔ بس پھر محبت ملتی گئی مگر عزت ختم ہو گئی۔ وہ مجھ پہ پابندیاں لگانے لگا' مجھ سے بد تمیزی سے پیش آنے لگا۔ کلاس فیلو کو چھوڑے مجھے میل ٹیچرز سے بات کرنے نہیں دیتا تھا۔ اب یہ امپاسبل سی بات ہے نا۔ بھلا ایسے کیسے ہو سکتا تھا۔ وہ ان کے بجائے مجھے بُرا کہنے لگا' دھوکے باز' بے وفا اور پتا نہیں کیا کیا کچھ لفظ تو میں کہہ نہیں سکتی لیکن اس وقت محبت اتنی سر پہ سوار ہوئی تھی کہ میں۔۔۔۔(وہ چُپ ہوئی اور اپنے چہرے پہ ہاتھ رکھ کے رونا شروع کر دیا) اپنی انا' غیرت سب کچھ مٹی میں دفن کر دی۔ بس وہ مجھ سے پیار کرتا ہے اتنا کافی ہے نا۔ اس کے الفاظ بے معنی ہیں مگر وہ معنی رکھتے تھے وہ مجھے اندر سے مارتے تھے۔"

"نام کیا ہے اس کا؟کون سے ڈیپارٹمنٹ میں ہے۔"

سکندر سرد لہجے میں بولا۔

"نہیں پلیز وہ بہت خطرناک آدمی ہے۔اسے نے تو پولیس کو میرے پیچھے بھیجا تھا اور میری عقل ٹھکانے لگانے کے لئے اس انسپیکٹر سے ایسا کروایا۔آپ کو قسم ہے ورنہ میری زندگی تباہ ہو جائے گی۔"

"اس نے بھیجا تھا؟کیوں کیا ہوا تھا؟اور خطرناک؟(وہ ہنس پڑا' صحیح مذاق اُڑانے والی ہنسی تھی اس کی۔) اس شہر میں صرف ایک شخص کی دہشت ہے وہ بھی سکندر بھاکی۔سکندر کے آگے یہ سب چیونٹی ہیں چیونٹی!!! بتاؤ کیا ہوا تھا؟"

اتنا یقین تھا اس کے لہجے میں کہ عنیقہ کو بتانا پڑا۔

"ایک دن میں اس کی باتوں سے اتنا ہرٹ ہوئی کہ میں نے کہا کہ آئیندہ وہ مجھ سے دور رہے وہ مجھے اپنی شکل نہ دکھائے۔اگیوسٹک انسان تھا اور آپ کو پتا ہے اگیوسٹک انسان کیا کرتا ہے۔میں اس کی ساری پابندیوں سے خود کو آزاد کر کے اپنی نارمل روٹین میں آنے لگی کچھ دن تو مجھے لگا تھا وہ کچھ کرے گا ضرور۔اتنے آرام سے وہ شخص کیسے بیٹھ سکتا ہے آہستہ آہستہ جب میرا ڈر بالکل ختم ہو گیا تب اس نے اپنا وار کیا۔مجھے کال کر کے رونے لگ گیا کہ اگر میں اس کے پاس نہ آئی تو وہ مر جائے گا اس کے رونے میں نے اتنی سچائی محسوس کی کہ میرا دل ڈوب گیا میں نے اسے کچھ بھی کرنے سے منع کیا اور کہا کہ میں اس سے کل ملوں گی مگر وہ باضد تھا ۔اگر ابھی نہیں آئی تو وہ خود کو مار ڈالے گا۔"

"اور تم چلی گئی اس کے پاس اتنی سی بات پر!!!! بے وقوف سٹوپڈ لڑکی!!!! عقل کہاں گئی تھی تمھاری۔"

یہ الفاظ فاروق کے تھے۔سخت' کٹیلے۔

"عورت کا دل کمزور ہوتا ہے عنیقہ اس بات پہ میں تمھیں بالکل بلیم نہیں کروں گا یہ ہم مرد اس بات کا خوب فائدہ لیتے ہیں۔"

نرم' مضبوط لہجے میں بولتا وہ شیرِ داود سکندر تھا۔

"میں کسی طریقے سے وہاں سے نکل گئی اوبر منگوائی اور اس کے گھر آئی۔وہاں پہ وہ بیٹھا تھا' نڈھال' نشے کی حالت میں۔آیا تو مجھے تھپڑ مار کر زبردستی کرنے لگا میں کیسے بھی کر کے وہاں سے باہر بھاگی مگر میری قسمت اچھی نہیں تھی گلی سے نکلی بھی نہیں تھی کہ پولیس کار نے ایک دم مجھے روک لیا۔"

"وہ بیگ؟شیدے میرا مطلب ہے کہ کانسٹیبل رشید نے مجھے بتایا کہ وہ تمھیں بیگ سمیت پکڑ کر لائے تھے۔"

"بیگ کون سا بیگ؟میرے پاس تو کوئی بیگ نہیں تھا۔"

"اوئے ایک گل دسنی سی!! "

"بکو۔"

"وہ جس کُڑی دی جان تو وچائی اُو دے بیگ وچ کپڑے دے نال منشی وی نکلی۔اے گل میں دسنا وھول گیا سی۔"

"کیا!!!! " سکندر کو ایک دم اپنی اور شیدے کی جیل میں گفتگو یاد آئی۔

"سمجھ گیا میں وہ پولیس والے اس شخص سے ملا تھا اس نے تمھیں پھنسانے کے لئے ایسا کیا نہ صرف تم گھر سے بھاگی ہوئی لگتی بلکہ تمھارا جرم بڑا کرنے کے لئے اس نے منشیات کا کیس بھی تھوپ دیا کتنا گھٹیا ہے انسان ہے میں اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر دوں گا "۔

"پلیز آپ۔۔۔"

سکندر نے اس کے سر پہ ہاتھ رکھ کے بات کاٹی۔

"ایک محبت کے نام پہ ہاری ہوئی لڑکی کو میں پہلے سے کھوں چکا ہوں عنیقہ دوسری کو کھونے کی سکت مجھ میں نہیں ہے۔نام بتاؤ اس کا تمھارا بھیا ہے نا۔ تمھاری عزت پہ زرا سی آنچ نہیں آنے دے گا۔ مجھ پہ بھروسہ رکھو!!! "

"تم میری نظروں سے گر چکی ہو عنیقہ!!!! I feel disgusted !!! تم نہ صرف ماما بابا کی نظروں میں گری ہو بلکہ میرا غرور بھی تم نے مجھ سے چھین لیا۔"

فاروق غضیلی نظروں سے عنیقہ کو دیکھتے ہوے وہاں سے چلا گیا جبکہ سکندر اس کا سر تھپک کر اُٹھ پڑا تھا۔دونوں اسے کے بھائی تھے اور دونوں میں زمین آسمان کا فرق تھا۔

•••••••••••••••••

"ارے کہاں جا رہی ہوں۔" رمشا غصے سے بستر سے جانے لگی جب سکندر نے اس کا بازو پکڑ کر روک لیا۔رمشا اس کا بازو جھٹک کر بولی۔

"میں۔۔۔۔۔دوسری۔۔۔۔کمرے۔۔۔۔میں جا رہی۔۔۔ہوں۔۔۔آپ یہاں۔۔۔آرام سے سوئے!!! "

"تو پھر تمھارے ساتھ چل رہا ہوں لیکن یہ بھول جاو کہ میں تمھارے بغیر یہاں آرام سے سوؤں گا۔"

"دیکھیں۔۔۔۔۔آپ مجھے۔۔۔۔۔کھانے کی۔۔۔۔حد تک۔۔۔۔فورس کر سکتے ہیں۔۔۔۔۔مزید میں۔۔۔۔آپ کو اپنے اوپر حاوی نہیں۔۔۔۔۔ہونے دوں گی!!"

"میں تمھیں ہر چیز پہ فورس کرنے کا حق رکھتا ہوں!!! رے چُپ کر کے لیٹ جاو ورنہ مجھے زبردستی کرنا آتا ہے۔"

"میں۔۔۔۔اب آپ۔۔۔کی دھمکی میں نہیں۔۔۔۔۔آوں گی۔"

وہ جانے لگی جب سکندر پھرتی سے دروازے کی طرف گیا' لاک لگا کر وہ دروازے کے سامنے کھڑا ہو گیا۔ رمشا نے اسے غصے سے دیکھا جبکہ وہ مسکرائے جا رہا تھا۔

"ہٹیے!!! "

"ہٹاؤ!! اتنی بہادر اور طاقتور ہو تو بھا کو ہٹا کے دکھاؤ!!! "

"سکندر!!! ہٹ جائے۔۔۔۔۔ میں۔۔۔ آپ کے۔۔۔ ساتھ۔۔۔ ایک کمرے میں۔۔۔ نہیں رہ سکتی!!!"

"اگر تم نے ولیمے سے پہلے بات کہی ہوتی تو جانے دیتا مگر چونکہ تم مجھے اپنا آپ سپرد کر چکی ہو تو اب ناٹ آ چانس لیڈی!!! "

سینے پہ بازو لپیٹے وہ مضبوط لہجے میں بولا۔

"میں۔۔۔۔ آپ کا حشر۔۔۔۔ کر دوں گی۔۔۔۔ ہٹے ورنہ میں ٹیرس۔۔۔۔۔ سے چھلانگ۔۔۔۔۔ لگا دوں گی۔"

وہ ہنس پڑا جیسے چھوٹے بچے کی بات پہ کوئی بڑا ہنستا ہے۔ اس نے رمشا کے بال بگاڑے۔

"مائی پرنسس!! وہ باتیں کرتی ہی کیوں جب تمھیں پتا ہے یہ ناممکن سی بات ہے۔" رمشا مٹھیاں زور سے بھینچے اسے سخت نظروں سے دیکھنے کے بعد گھومی اور تکیہ اُٹھا کر زمین پہ پھینک کر لیٹ گئی۔ اس نے آنکھیں موندی ہی تھی جب اس نے ساتھ تکیے کو گرتے ہوئے محسوس کیا پٹ سے آنکھیں کھولتے ہوئے اس نے دیکھا سکندر اس کے ساتھ زمین پہ لیٹ چکا تھا۔

"آپ کی۔۔۔۔ پرابلم۔۔۔ کیا ہے۔۔۔ کیوں۔۔۔ میرے۔۔۔ پیچھے۔۔۔ پڑ گئے۔۔۔ ہیں۔۔۔ جان۔۔۔ کیوں۔۔۔ نہیں چھوڑ۔۔۔ دیتے۔۔۔ میری۔۔۔"

وہ تیزی سے کہتے ہوئے ایک دم بیٹھ گئی۔ سکندر نے بازو اپنے آنکھوں پہ رکھ دیا اور اسے فل اگنور کرنے کے موڈ میں تھا۔

"میں۔۔۔۔ آپ سے۔۔۔ بات۔۔۔ کر رہی۔۔۔ ہوں۔۔۔"

خاموشی!

"گو۔۔۔ ٹو۔۔۔ ہیل!!"

وہ اُٹھ کر بستر پہ آ گئی۔

"اگر اب۔۔۔۔ آپ میرے۔۔۔ پاس آئے۔۔۔ میں۔۔۔ آپ کا۔۔۔ قیمہ بنا۔۔۔ دوں گی۔۔۔۔۔"

پانچ منٹ اسے آنکھ بند کرتے ہوئے گزر گئے جب اسے لگا سکندر اُٹھ کر بستر پہ نہیں آیا تو شکر کا سانس لیتے ہوئے اس نے خود کو نیند کی وادی میں جانے دیا تبھی ہی اسے بستر پہ وزن پڑتا ہوا محسوس ہوا' اپنے گرد پھیلتے مضبوط مردانہ بازو نے اس کی آنکھیں کھولنے پہ مجبور کیا۔ اس کی پیشانی پہ لب رکھے بولا۔

"مجھے قیمہ سخت ناپسند ہے ہاں قورمہ شوق سے کھالوں گا لیکن ابھی نہیں کل۔"

رمشا تیزی سے اُٹھ کر تکیہ اُٹھاتے ہوئے اسے مارنے لگی۔

"چلیں۔۔۔۔۔قورمہ۔۔۔۔بناتی۔۔۔ہوں۔۔۔آپ کا۔"

سکندر اپنے بچاو کے لئے ہاتھ آگے کرنے لگا۔

"ظالم بیوی شوہر پہ تشدد۔ کتنی چالاک ہو سب کو بھیج چکا ہوں تو تب حملہ کر رہی ہو۔ خیر کوئی نہیں اسلحہ تو میرے پاس بھی ہے "۔

اس نے اپنا تکیہ اُٹھایا اور رمشا کو مارنے لگا رمشا ایک دم پیچھے ہو کر گری۔

"لیکن اس۔۔۔۔بار۔۔۔۔میں آپ۔۔۔کو جیتنے۔۔۔۔نہیں دوں گی۔"

ایک منٹ کے لئے وہ ساری دھمکی' ساری زنجیر بھول کر مسکراتے ہوئے اسے مارنے لگی۔ سکندر بچ کر اس کے بازو پہ تکیہ مارتے ہوئے بولا۔

"سکندر نام میرا ہے۔ جیت ہمیشہ میرے مقدر میں رہی ہے۔"

رمشا ایک لمحے رُک کر اسے دیکھنے لگی۔

"اللہ کرے سکندر ہر موڑ پہ جیت آپ کا مقدر بنے۔"

※※※※※※※※※※※※※※※※※※※※

تسبی کے دانوں کو چھوتے ہوئے وہ سوچ میں گُم سامنے لگی ٹی وی کو گھور رہی تھی۔ گھر پہ بجتی بیل پہ بھی ان کا دھیان نہیں گیا تھا۔ تھوڑی دیر بعد ملازمہ ان کے سامنے آئی تھی اور انھیں پکارنے لگی جب ملازمہ نے بڑھ کر ان شانہ ہلایا تو وہ ایک دم چونک پڑی۔

"کیا بات ہے ماجدہ؟"

انھوں نے نا سمجھی سے ماجدہ کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"بی بی جی وہ باہر مہمان آئی ہیں۔ بیگ کے ساتھ۔"

"مہمان کون؟" اس سے پہلے ملازمہ انھیں عینہ کی آمد کا بتاتی 'عینہ کی آواز پورے گھر میں گونجنے لگی۔

"پھوپھو کہاں ہیں آپ۔"

شمائلہ کے چہرے پہ ایک دم مسکراہٹ پھیل گئی۔

"عینہ آئی ہے میری عینہ۔" وہ ایک دم حیرت اور خوشی سے کہتے ہوئے اُٹھی۔

•••••••••••••••

"انڈا تو ابال کے کھا چکی ہوں لیکن اب کیا کروں انڈے سے تھوڑی کام چلے گا۔ان کو کچھ کہا تو وہی چیز در جنوں میں لے آئے گے
"۔

چھوڑو ابھی انڈے کو پڑھ لو۔اگزام بُرے ہوئے تو ماما نے دوبارہ پیپر دینے کے لئے کہنا ہے۔ان کو پتا نہیں کیا شوق ہے مجھے ڈاکٹر
بنانے کا اچھے خاصے ہزار فیلڈ ہیں میرے ماما ہر کام میں مختلف ہیں لیکن اس معاملے میں کیوں ٹیپکل ثابت ہونا تھا۔

خود سے کہتے ہوئے اس نے اپنا بیگ اُٹھایا اور کتابیں نکالی۔کتابیں دیکھتے ہوئے اس کو مزید بھوک لگنے لگی۔

"تمھیں کیا تکلیف ہے پہلے تو دماغ کی دہی بناتے ہو اوپر سے میرے بیچارے معصوم پیٹ پہ ظلم کرتے ہو۔زرا سا ترس نہیں آتا مجھ
پہ۔جب بھی تمھیں کھولتی ہوں اچانک بھوک لگ جاتی ہے آج تو سونے پہ سہگا میں نے کھائی پہ تو صرف ایک انڈا!!! "

فوکس بختاور پڑھائی کرنی ہے۔

خود سے کہتے ہوئے اس نے اس نے نوٹس نکالے اور یاد کرنا شروع ہو گئی بیچ بیچ میں بار بار حداد کا چہرہ اس کے آنکھوں کے سامنے
لہراتا مگر سر جھٹک کر وہ اسے دس سُنا کر تین چار لفظ یاد کرتی۔

"اگر تم ماما کے گھر ہوتی تو اس وقت تمھارے سامنے کھانے کی ٹرے سجی ہوتی اور اب دیکھو یہ سلوک ہو رہا ہے تمھارے ساتھ۔
ایک ماما کو ہی تمھاری پرواہ ہے۔باقی سب اپنی اپنی دُنیا میں مگن۔ماما نا ہو تو یہ دُنیا تمھیں جوتی کی نوک پہ رکھے۔"

"اللہ کیا سوچنے لگ گئی ہوں۔میرا نہ دماغ خراب ہو رہا ہے۔اصل میں مجھے غصہ بہت آ رہا ہے۔میں اتنے آرام سے ان کو کیسے
چھوڑ سکتی ہوں اس لئے کہ وہ میرے سے بہت بڑے ہیں۔ہونہہ دیکھ لوں گی اور لڑکیوں سے ایسے کون بات کرتا ہے۔اچھا ہوا
فوج سے نکالے گئے اب اسے ملک سے بھی نکالے جائے۔"

ایک دم فون بزہونے پر پہ وہ ایک دم چونکی اس نے دیکھا حازق اسے کال کر رہا ہے۔فون اُٹھا کر اسے بڑی بے زاری سے ہیلو کہا۔

"ارے بخت محترمہ اس وقت تک سو رہی ہو؟بھا کو پتا چلا نا تو پتا ہے نا کتنا غصہ کرے گے۔"

بختاور کو غصہ چڑھ گیا۔

"ایک تو یہاں میرا پہلے ہی دماغ خراب ہو رہا ہے اوپر سے آپ جلتی تیل پہ کام کرے۔"

حازق ایک دم ہنس پڑا۔

"ارے کیوں کیا ہوا اتنا غصہ کس بات پر آ رہا کہی پیپرز کی تیاری نے تو دماغ نہیں خراب کیا۔"

"ہاہاہا ویری فنی آپ تو یونی ورسٹی پہنچ گئے مزے ہیں آپ کو کیا پتا کہ میں کن مسئلوں سے گزر رہی ہوں۔اب بھلا بتائیں اس ماحول میں نوے پرسنٹ بھلا کیسے لا سکتی ہوں مشکلوں سے پاس ہی ہو جاوں تو بڑی بات اور میرے ماماوہ سمجھے میں یہاں بڑے سکون سے پڑھ کر' اچھے نمبر لے کر میڈیکل میں اڈمیشن ہو جائے گا تو انھیں کہہ دیں آئیم سوری میرے سے نہیں ہو پائے گا۔"

"اچھا اچھا بھئی نہ لینا آڈمیشن ابھی بتاؤ کیا کر رہی ہو؟"

"کرنا کیا ہے بھوک سے بُرا حال ہو رہا ہے بھئی اور گھر میں کچھ بھی نہیں ہے۔"

"کیوں باقی سب کدھر ہیں؟"

"درینہ آپی تو کراچی چلی گئی' ان کا نوکر چھٹی پر ہے۔گھر میں سامان کوئی نہیں اور ہانی ماما اپنے کام پر۔"

"اوہو تو مجھے فون کرتی پاگل لڑکی اچھا ابھی ایسا کرو جلدی سے تیار ہو جاو میں تمھیں لینے آتا ہوں راستے میں سپُر مارکیٹ بھی ہو آئے گے۔"

"ارے میرا ابھی دماغ نہیں کام کیا چلیں فوراً آئے ورنہ میں اپنا ارادہ بدل لوں گی۔"

"اچھا یار۔"

حدادا ایک دم دروازے کے پیچھے ہوا اس کی مٹھیاں بھینچی گئی۔گہرا سانس لیتے ہوئے تیزی سے نیچے کی طرف بڑھا۔اسے روکنے کے لئے کچھ تو سوچنا تھا۔

••••••••••••••••••••••••••••••••

سوتے ہوئے بے تحاشا معصوم بچے کی طرح لگ رہا تھا۔اس شخص کو اتنا پیارا کیوں ہونا تھا۔اتنا اچھا' اتنے نرم دل کا۔۔کیا تھا سکندر کتنے رنگ تھے سکندر کے۔

"میم وہ ان کی سٹیپ سسٹر ہیں۔وہ بہت بُرے کنڈیشن میں تھی۔تو بھا انھیں یہاں لے آئے۔"

"اچھے ٹرمز تو نہیں ہیں مگر جب کسی بھی لڑکی کو تکلیف میں دیکھتے ہیں تو انھیں اپنی بہن صوفی۔۔۔۔سوری۔۔۔۔"

"ہاں بولو جاوید۔۔۔کیا صوفی؟"

"انھیں اپنی بہن کی یاد آجاتی ہے۔"

"سکندر بہت۔۔۔۔۔پیار کرتا۔۔۔۔۔تھا نا۔۔۔۔۔صوفی سے۔"

"بہت مگر میم ایک بات کہوں۔"

"ہاں۔۔۔کہو۔"

"سر جتنی آپ سے محبت کرتے ہیں اتنا شاید ہی کسی سے کیا ہو۔ پہلے تو وہ اپنے اموشن کو بڑا کنٹرول کرتے تھے لیکن آپ کے آتے ہی کریزی میڈ ہو گئے۔"

"اچھا۔۔۔۔۔۔"

وہ نم آنکھوں سے ہنس پڑی۔

"پلیز یہ ساری بات سر کو نہ بتائے گا ورنہ آپ کو پتا ہے نہ میرا کیسا حشر کریں گے۔"

اس نے ہاتھ بڑھا کر سکندر کے بالوں میں اپنی انگلیاں گھسا کر انھیں بڑے پیار سے سمیٹا۔

"آپ۔۔۔۔مجھے۔۔۔اتنے عزیز ہیں۔۔۔۔۔سکندر۔۔۔کہ۔۔۔آپ کے لئے مجھے۔۔۔۔۔۔اپنی جان۔۔۔۔بھی دینی پڑے ۔۔۔۔۔۔تو میں دے۔۔۔دوں گی۔۔۔۔مگر یہ تو صرف جدائی۔۔۔۔۔ہے۔۔۔آپ کی زندگی۔۔۔۔کے آگے میں یہ موت ۔۔۔۔کا امرت پی لوں۔۔۔۔گی۔۔۔۔"

بہت سے آنسو کو اس نے سختی سے روکا تھا آج انھیں بہنے دیا۔

"آپ نہیں ہوں گے۔۔۔۔تو بخت۔۔۔۔کا کیا۔۔۔۔ہو گا۔۔۔بخت تو زندہ۔۔۔۔۔نہیں رہ پائے۔۔۔۔۔۔گی۔۔۔۔حنان بھائی تو۔۔۔بالکل ٹوٹ کے رہ جائے گے۔۔۔۔مجھے پتا ہے۔۔۔۔وہ تو ہر چیز سے ناتا۔۔۔توڑ دے گے۔۔۔آپ سے پیار جو بہت کرتے ہیں۔۔۔۔اس کے بعد عینہ تو نہ صرف شوہر کے ٹوٹنے پہ۔۔۔۔۔بکھیر جائے گی۔۔۔۔۔۔۔بلکہ اس کا ایک ۔۔۔۔۔بھائی۔۔۔چھینا جائے گا۔۔۔۔وہ بھائی۔۔۔۔۔جس۔۔۔نے اپنا مان بخشا۔۔۔۔۔۔جس نے اس کی رے کو۔۔۔۔ایک نئی زندگی دی۔۔۔۔۔اسے بولنا سکھایا۔۔۔۔۔اپنے لئے کھڑے۔۔۔۔ہونا سکھایا۔۔۔۔۔۔عنیقہ۔۔۔۔جس سے آج اس کے اپنے تک۔۔۔۔بھی خلاف ہو گئے۔۔۔۔۔۔لیکن ایک اُمید تو ہے۔۔۔۔۔اس کا ایک بھائی۔۔۔۔۔۔۔ہے جو اسے کبھی اکیلا ۔۔۔۔۔ہونے نہیں دے گا۔۔۔پھوپھو۔۔۔۔اور ایسے دیگر بے شمار لوگ کی اُمیدیں۔۔۔۔۔توڑ دوں۔۔۔۔سیلفش بن جاوں۔۔۔۔۔۔۔میرے لئے آپ کے۔۔۔۔۔بغیر جینا بہت مشکل ہے۔۔۔۔سکندر۔۔۔۔لیکن آپ کا زندہ وجود۔۔۔۔۔۔ مجھے جینے کی اُمید۔۔۔۔۔۔۔۔ضرور باندھے رہے گا۔۔۔۔۔۔"

اس نے سکندر کے چہرے پہ ہاتھ پھیرا۔ داڑھی کافی گھنی ہو چکی تھی۔ وہ مزید پیارا ہو گیا تھا۔

"آپ صوفی کو کبھی۔۔۔۔مار نہیں۔۔۔۔سکتے۔۔۔۔داود۔۔۔۔۔آپ اپنے آپ کو ختم کر۔۔۔۔ڈالتے۔۔۔لیکن صوفی کو کچھ ہونے۔۔۔نہ دیتے۔۔۔۔جو بھائی اپنی سوتیلی۔۔۔۔بہن کے لئے اپنے سگے۔۔۔۔۔۔باپ سے لڑ سکتا ہے۔ وہ اپنی۔۔۔بہن کو مارے۔۔۔۔گا۔۔۔واٹ آ جوک۔۔۔۔۔۔پوری۔۔۔۔دُنیا بھی۔۔۔آ کر کہہ۔۔۔۔۔دے حتا کہ۔۔۔۔۔۔آپ بھی کہنے

۔۔۔لگ جائے تو بھی۔۔۔۔ نہیں مانوں گی۔۔۔۔۔۔میرا سکندر ایسا۔۔۔ کر ہی۔۔ نہیں سکتا۔۔۔۔۔۔میں نے محبت کی ۔۔۔تو ایک بہت۔۔۔۔ہی اچھے انسان۔۔۔۔سے کی۔۔۔۔۔میرا۔۔۔انتخاب بہت۔۔۔خوبصورت ہے۔۔۔۔"

"میں۔۔۔آپ کھو نہیں سکتی۔۔۔۔۔ سکندر۔۔۔۔"

سکندر نے کروٹ اس کی طرف کی تو وہ ایک دم ہاتھ پیچھے کرتے ہوئے اپنے آنسو تیزی سے صاف کرنے لگی۔ تھوڑی دیر بعد سکندر نے بازو اس کے سائڈ پہ رکھا تو ایک دم چونک پڑا۔ مندی مندی آنکھیں کھول کر اسے بیٹھے ہوئے پا کر بولا۔

"رے؟" رمشا تیزی سے رُخ موڑ کر لیٹ چکی تھی۔

"کیا ہوا طبعیت تو ٹھیک ہے؟"

وہ اب اُٹھ کر اس کی طرف جھکتے ہوئے پوچھنے لگا لیکن رمشا اس کا جواب دیا بنا آنکھیں زور سے بند کر چکی تھیں۔ سکندر نے اس کو کمبل اچھی طرح اوڑھ کر اپنا ٹھوڑی اس کے کندھے پہ رکھ کر دوبارہ سو گیا جبکہ رمشا نے دوبارہ اپنی آنکھیں کھولی لی۔

••••••••••••••••••••••••••••••••••••

"حنان کو تو ساتھ لے آتی بیٹا ایسے اکیلے کیوں آگئی تمھیں تو پتا ہے نا آج کل کے حالات کا۔ حنان بیٹے کو زرا سا خیال ہی کر لینا چاہیے تھا۔"

ان کی بات سُنتے ہوئے درینہ ایک دم مسکرا پڑی۔

"پھوپھو حنان کو میں کہہ رہی تھی کہ چلیں میرے ساتھ مگر ایک تو ان کی ڈیوٹی اوپر سے ان کی بھانجی آئی ہوئی تھی۔ جس کی وجہ سے ان کا پروگرام کینسل ہو گیا۔" درینہ نے چائے کا کپ سائڈ ٹیبل پہ رکھتے ہوئے کہا۔

"ارے پھر اگر تمھارے گھر میں مہمان آئے ہوئے تھے تو کیا ضرورت تھی ان کو چھوڑ کر آنے کی۔"

"اللہ پھوپھو کیا چاہتی ہیں آپ۔ مہمان سے زیادہ آپ اہم ہیں میرے لئے۔ آپ اکیلی ہیں تو میں نے سوچا میرا اس وقت آپ کے پاس ہونا ضروری ہے۔"

"عینہ ایک بات پوچھوں مشی کا کچھ پتا چلا۔ بھائی کی طرف سے کوئی نئی خبر؟ کوئی نئی بات۔"

درینہ کا اتنا دل کیا کہ وہ بتادے کہ مشی بالکل محفوظ ہے اور ایک ایسی شخص کی ہوئی جو اس کو بے انتہا چاہتا ہے۔ اتنا خوبصورت دل کا شخص ہے وہ کہ کوئی اسے دیکھے تو بس اسے اپنانے کا سوچے مگر اس میڈیا نے ساری امیج برباد کر دی تھی جس سے چاہ کر بھی بہت سے لوگ سکندر کو بُرا ہی سمجھے گے۔

"پھوپھو کوشش جاری ہے۔ نااُمید آپ نے بالکل نہیں ہونا۔ ان شااللہ ہماری پیاری سی مشی ایک دن صحیح سلامت آپ کے سامنے ہو گی۔"

"بات سُنیے۔"

بختاور مین دروازے کے بالکل قریب پہنچ چکی تھی جب حداد کی آواز پہ وہ ایک دم رُک گئی گھوم کر اس نے دیکھا وہ ہاتھوں میں فون پکڑے اس کے بولنے کا منتظر تھا۔

"جی بولیے؟"

بختاور کا لہجہ اپنی مزاج کی نسبت کافی سنجیدہ تھا۔

"وہ ابھی درینہ کا فون آیا تھا تو وہ کہہ رہی تھی کہ کچھ سامان لینا ہے تو میں آپ کو لے جاوں۔"

ایک دم بختاور کو حیرانگی ہوئی۔ کہاں یہ مجھ سے ایک منٹ پہلے چڑ رہے تھے۔ اب اتنے آرام سے کہہ رہے ہیں کہ میرے ساتھ چلو۔

"کیوں آپ کو تو زیادہ پتا ہے چیزوں کے بارے میں مجھ کیوں ساتھ لے کر جانا چاہتے ہیں۔ کیا درینہ آپی کو بھی لگتا ہے آپ ہر چیز درجنوں کے حساب سے لاتے ہیں۔"

اس لڑکی کی زبان کچھ زیادہ ہی لمبی ہے۔ چُپ رہتی ہوئی ہی اچھی لگتی ہے۔

حداد نے دل میں سوچتے ہوے بامشکل اپنی زبان کو قابو میں رکھتے ہوے کہا۔

"مجھے واقعی کچھ چیزوں کا نہیں پتا۔ آپ کی مدد درکار ہے دیکھنے میں آپ کافی سمارٹ لگتی ہیں۔ درینہ نے کہا تھا کہ آپ کہہ رہی تھی کہ آپ سب ہینڈل کر لیں گی۔"

یہ طنز کر رہے ہیں یا سچ مچ میری تعریف۔

"مگر ابھی تھوڑی ہی منٹ میں میرا کزن آنے لگا ہے ایسا کریں آپ یہ لسٹ مجھے دے دیں میں اس کے ساتھ لے آوں گی۔"

ڈیم اِٹ یہ بات میں نے سوچی کیسے نہیں۔ حداد کو کزن کے ذکر سے ویسے ہی غصہ آ گیا پتا نہیں غصہ کیوں آ رہا تھا گاش حداد تم ایک میچور چھتیس سالا آدمی ہو بچوں کی طرح ری ایکٹ مت کرنا۔

"نہیں بہتر ہو گا آپ میرے ساتھ چلیں کیونکہ اس گھر میں' میں اور آپ رہ رہے ہیں۔ آپ کا کزن نہیں۔"

حداد اپنے لہجے کو سخت کرنا ضروری تھا!

بخت نے اسے الجھ کر دیکھا۔

"مگر وہ آنے والا ہے۔اچھا ٹھیک ہے میں انھیں منع کر دیتی ہوں۔"

بختاور تم نے اسے منع کیوں نہیں کیا پتا بھی ہے یہ شخص کتنا روڈ ہے۔

"تھینک یو میں گاڑی کی چابی لاتا ہوں۔"

....

جوس کا سپ لیتے ہوئے وہ کتاب کے پیجیز کو الٹ رہی تھی جب اس نے نیچے شور کی آواز سُنی۔وہ پہلے چونکہ پھر سر جھٹک کر کتاب کی طرف دھیان دیا۔سٹوری اتنے انٹرسٹنگ موڑ پہ تھی لیکن نیچے کچھ گرنے اور کہرانے کی آواز اس نے سُنی۔

"ضرور پیٹ رہے ہوں کسی کو مگر گھر میں تو کوئی نہیں ہے صرف ان کے اور میرے سوا پھر یہ کس چیز کی آواز ہے۔دیکھ آوں واقعی کسی کو نہ مار رہے ہو۔اللہ یہ آدمی کب سدھرے گا۔"

دل میں کہتے ہوئے سیدھا نیچے کی طرف بھاگی۔

رمشا شور سے چلتے ہوئے سیدھا بھاگتے ہوئے کچن میں آئی تھی۔

"یار میں تمھیں کب سے آوازیں دے رہا ہوں دیکھو مجھے سمجھ نہیں آرہی کہ میں کروں۔"رمشا نے اسے دیکھا وہ بڑی بے بسی اسے دیکھتے ہوئے پراٹھے کو توے میں موجود بلکہ چپکا ہوا چمٹے سے اُٹھا رہا تھا۔تو دوسری طرف اس کا انڈا جل رہا تھا لیکن وہ دیکھ ابھی صرف پراٹھے کو رہا تھا۔رمشا کو سمجھ نہیں آئی کہ آگے بڑھ کر اس کی مدد کرے یا پھر یہ دیکھ کر مڑ جائے۔

"اوپر سے گرمی مجھے پاگل کر رہی ہے۔تم لڑکیاں کیسے اتنا گھنٹہ یہاں پہ گزار لیتی ہوں۔تمھارے لئے یہاں پر اے سی لگانا پڑے گا۔شٹ۔۔۔۔"

روٹی کو آگ لگ چکی تھی اور صحیح اپنے کارنامے دکھا رہی تھی رمشا تیزی سے آگے بڑھی اور اس توے اور چمٹے کو پکڑ کر سیدھا سنک میں لے کر گئی۔

"رے تمھارا ہاتھ جل جائے گا۔" رمشا نے اسے دیکھا پھر سر تاسف سے ہلا کر ٹیپ واٹر آن کیا اور مڑ کر سٹو کو بند کیا اور جلے ہوئے انڈے کی بو سے ایک لمحے کے لئے اس کا سر چکرایا۔

"مجھ سے یہ پاکستانی بریک واسٹ نہیں بنایا جاتا تمھارے لئے آئیسکریم ٹھیک تھی یا کہو تو پین کیکس بناؤں؟"

"نہیں۔۔۔۔شکریہ۔۔۔آپ غنڈہ۔۔۔گردی۔۔۔کریں۔۔۔ٹھیک ہے۔۔۔۔" سکندر نے اس کی بات اگنور کی اور کچھ کہنے لگا کہ رمشا نے ایکزوسٹ آن کرتے ہوئے کہا۔

"کیا۔۔۔ضرورت۔۔۔تھی۔۔۔آپ کو۔۔۔یہ۔۔۔سب کرنے کی۔۔۔مجھ۔۔۔کہہ دیتے۔۔۔"

"لو جی میڈم مجھ سے ہزاروں میل دور رہنا چاہتی ہیں اور کہتی ہیں مجھے کہہ دیتے۔"

وہ ہنستے ہوئے کہہ کر سید ھا فریج سے سٹرابیرز اور دودھ نکالنے لگا۔اس کا ارادہ رے کے لئے میلک شیک بنانے کا تھا۔

"تو آپ نے۔۔۔۔۔۔سب نوکروں کو۔۔۔۔کیوں نکالا۔"

"مرضی میری!!! جسے بھی نکالوں میں۔"

اس نے بھاو والے لہجے میں کہتے ہوئے بلینڈر کا پلگ لگایا۔رمشا نے اسے دیکھا لیکن اس کا دھیان گند پر تھا جو سکندر نے کیا تھا۔وہ اسے صاف کرتے ہوئے کہنے لگی۔

"مجھے بھی۔۔۔۔۔نکال دیں۔۔۔۔"

ایک دم بلینڈر کا شور اوپر سے رمشا نے اپنے اوپر کچھ گرتا ہوا محسوس کیا اس نے دیکھا سارا میلک شیک آدھا اس پر' آدھا سکندر پر گرا تھا۔سکندر کور لگانا بھول گیا تھا۔اس نے سکندر کو دیکھا تو ایک دم نا چاہتے ہوئے بھی اس کی ہنسی چھوٹ گئی۔

"اللہ۔۔۔۔میرے۔۔۔۔تینتیس۔۔۔۔۔۔کے بھی۔۔۔۔ہو کر۔۔۔۔آپ کو نہیں پتا۔۔۔۔کے کور۔۔۔۔لگاتے۔۔۔۔ہیں ۔۔۔۔"

بس وہ ہنسنے لگی اور سکندر ہونق بنا اسے دیکھتے ہوئے ایک دم مسکرا پڑا۔

"بس یہ تینتیس سالا کا دل اور دماغ کو صرف اتنا پتا ہے کہ وہ اپنی رے سے بہت محبت کرتا ہے۔اسی کی طرف بس یہ جان آٹکی رہتی ہے۔"

رمشا ہنستے ہوئے ایک دم رُک گئی۔اس نے سکندر کو دیکھا جو اس کے بالکل قریب آیا وہ اب کی بار پیچھے نہیں ہوئی بس اس کی آنکھوں میں دیکھتی رہی جہاں اسے اپنا عکس بالکل صاف دکھائی دیا۔

....

"آپ کو گاڑی چلانا آتی ہے؟"

حداد نے ایک دم چونک کر بخت کے بے ساختہ سوال پر اسے دیکھا۔اسے کے دیکھنے پر بخت نے کوشش کی وہ اپنا سر نہ گھمائیں مگر اس کے گلاسس پہنی ہوئی آنکھوں میں اتنی تپش وہ محسوس کر سکتی تھی۔اس کا دل کیا کہ پیچھے جا کر بیٹھ جائے۔

"تو اس وقت کیا میں گدھا گاڑی چلا رہا ہوں۔"

حداد نے تیزی سے کہا۔

Do not copy without Author's permission

"لگ تو مجھے یہی رہا ہے کہ کیونکہ گدھا گاڑی اتنی سپیڈ پہ چلتی ہے جتنی سپیڈ پہ آپ گاڑی چلا رہے ہیں۔" اسے ذرا تمیز نہیں ہے کہ مجھ سے کیسے بات کرنی ہے آخر کو اُنّیس سالا بڑا ہوں (انیس سال!!! توبہ اتنا بڑا ہوں)

"گاڑی میرے خیال سے شہر میں اس سپیڈ پہ چلتی ہے اور جتنی احتیاط سے گاڑی چلائی جائے اتنا اچھا ہے۔"

"پندرہ سپیڈ؟ کب سے سپیڈ لمٹ ہو گئی۔ میرے ماما یہاں پر سو تک پہنچ جاتے ہیں اور آپ پندرہ سپیڈ پر اس سے اچھا ہے کہ میں پیدل ہی چلی جاوں۔"

"اگر اتنے نخرے ہیں آپ کے تو میں گاڑی روک دوں۔"

حداد کو اپنا غصہ کنڑول کرنا مشکل ہو گیا۔ کیا یار بچی ہے۔ (پھر وہ اس بات پر فریز بھی ہو گیا)

"مت بھولیں آپ نے مجھے ساتھ لے کر جانے کی آفر کی تھی۔ آپ کی وجہ سے اپنے کزن کو انکار کیا جو بالکل گیٹ پر پہنچ بھی گیا تھا۔"

"آپ نے تو مجھ پر بہت احسان کیا ہے یہ احسان میں آپ کا کیسے چکا سکوں گا۔

حداد طنزیا مسکراہٹ اسے اچھالتا موڑ کاٹتے ہوئے بولا۔

•••••••••••••••••

رمشا کے بدلتے ہوئے تاثرات دیکھ کر سکندر کو ایک دم خود کو سنبھالنا پڑا۔

"یار میں تو بڑا پھوٹر نکلا تمھارے تیز نمک اور مرچوں سے کھانے پھر بہتر ہے۔ ہیلپ کر دو گی میری یا میں کچھ آڈر کروا دوں۔"

رمشا نے ایک دم اسے گھورا۔

"آپ نے۔۔۔ میرا۔۔۔ ہاتھ کا۔۔۔ بنا کھایا ہی۔۔۔ کب ہے۔۔۔ وہ تو میں۔۔۔ نے غصے سے نمک اور مرچ زیادہ ڈال دی۔۔۔ تھی۔۔۔ آپ میرا۔۔۔ ہاتھ کا۔۔۔ بنا کھانے۔۔۔۔۔ کے بجائے۔۔۔ سیدھا آڈر کر۔۔۔ لیں۔"

کھانے کے ذکر پر سکندر کی بے اختیار نظر اس کی ہاتھوں میں موجود اس کی دی ہوئی انگھوٹی پر گئی تھی۔

سکندر اس کے قریب آیا اور اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے اپنی طرف کیا۔

"تم مجھے اس بھی بُرا کھانا کھلاؤ گی میں خاموشی سے بنا شکایت کیے کھا لوں گا۔" رمشا اچانک اس کا حلیہ دیکھ کر پھر مسکرا پڑی۔

"آپ بہت۔۔۔۔ زیادہ عجیب ہیں۔۔۔۔"

"تم سے تو بالکل کم ہوں۔ میں تو جا رہا ہوں سوری بے بی مگر مجھ سے نہیں ہو پائے گا۔" تیزی سے اس کے گالوں کو چھو کر وہ بھاگا۔

"سکندر!!!!! "

رمشا اسے پکڑنے لگی تھی لیکن وہ بھاگ گیا۔

....

"بس دو ہی ہیں میرے پاس۔"

"دو؟ دو کیوں؟ تم تو کہہ رہے تھے بہت مال ہے۔ اب یہاں آئے ہو تو دو؟ دماغ خراب ہے تیرا!!! "

وہ تو ایک دم چلا پڑا۔ وسیم نے اسے گھورا۔

"لایا تو میں بہت تھا لیکن یہ جو تیرے دس دس کمینے دوستوں نے مجھے گھیر لیا۔ تیرے تک آنے سے پہلے سارے پیکٹ ایسے لے کر گئے جیسے ان کے باپ کا مال ہو۔"

"اوہو ان کے پیسے دے دوں گا۔ خیر فی الحال اتنا ہی دے دو یہ تو بس ایک سکینڈ کا سونگھنا ہو گا اور پھر بس ختم اس کے لئے مجھے پورے بتیس ہزار دینے پڑ رہے ہیں۔"

وہ خاصا مایوس دکھائی دے رہا تھا۔

وسیم نے اسے خونخوار نظروں سے دیکھنے کے بعد اپنے ہاتھ پیچھے کر لئے۔

"زیادہ نخرے مت کرو اگر چاہیے تو لو نہیں تو میں اب جا رہا ہوں۔"

"اچھا اچھا دو۔" اس نے دو پیکٹ اسے پکڑانے کے بعد اسے سے ہرے بھرے نوٹ لیے اور انھیں دیکھنے کے بعد کہا۔

"پورے تو ہیں نا پچھلی دفعہ تو نے پانچ ہزار کم دیے تھے۔"

"تو گن لے اس دفعہ واقعی پورے لایا ہوں۔"

اس کہنے پر بھی اسے یقین نہ آیا پورے چیک کر کے جب اسے تسلی ہو گئی تو بنا کچھ کہے دوسرے گیٹ کی طرف چل پڑا۔ آج یونی میں اولیمپیاڈ کا ایونٹ تھا۔ آج تو کمائی کا اس سے اچھا موقعہ اسے مل نہیں سکتا تھا۔ رات کے اس وقت گیارہ بج رہے تھے۔ اس نے نکلنے کا ارادہ کیا۔ اپنی گاڑی اس نے پارکنگ لاٹ سے کافی دور کھڑی کی تھی کیونکہ بس سے فیلوز اسے اچھی طرح جانتے تھے (مطلب کے وہ کس کام میں ملوث اس حوالے سے بھی اچھی طرح جانتے تھے) جن کی وجہ سے وہ کچھ کے منہ نہیں لگنا چاہتا تھا۔ اپنے دوست کی موت کے بعد تو بالکل بھی نہیں۔ بیگ کو کندھے سے لگائے! جیبوں میں ہاتھ ڈالے وہ ویران ایریا میں چلتے کچھ لمحے کے لئے کھو گیا تھا جب اسے لگا کہ کوئی اس کے پیچھے ہے۔ اس نے مڑ کر دیکھا تو وہاں کوئی موجود نہیں تھا۔ وہ مڑ کر اپنے

تیز قدم بڑھانے لگا انجانے میں حالانکہ پیچھے کوئی نہیں تھا لیکن ایک عجیب ساڈر حاوی ہو گیا تھا اگر واقعی کوئی پیچھا کر رہا ہو۔

اپنے دھیان میں وہ اتنا گم تھا کہ وہ بے اختیار کسی بڑے وجود سے ٹکرایا۔

"سوری!!! "

"سوری؟"

کوئی تمسخر ہنستے ہوئے اس کا گیر بان پکڑ چکا تھا۔

"لوگوں کی جان اتنی بے رحمی سے لیتے ہو بچے اور اتنی سے ٹکر لگنے پہ سوری کرتے ہو تتنت۔"

"کون ہو تم؟" وہ ایک دم گھبرا کر اس کی گرفت سے نکلنا چاہتا تھا مگر ہمر نے اپنی گرفت مضبوط کرتے ہوئے کہا۔

"میں جو کوئی بھی ہو یہ میرے ساتھ رہ کر ہی تمھیں پتا چلے گا۔"

اتنا کہتے ہوئے اس نے وسیم کی ناک پہ رومال رکھا۔

وہ مضبوط پانچ فٹ گیارہ انچ کا لڑکا چاہ کر بھی اس کا مقابلہ نہ کر سکا اور ایک دم بے ہوش ہو کر اس کی باہوں میں جھول گیا۔

....

"مس بختاور!"

بختاور آگے بڑھنے لگی جب حداد کے کہنے پر مڑی۔

"جی؟"

"آپ کیا سامان ہاتھ میں لے کر پھیرے گی۔" وہ اس کی بات پر الجھ پڑی۔

"نہیں تو ٹرالی ہوتی ہے نا کیا آپ کبھی سپُر مارکیٹ نہیں گئے؟" حداد مسکرایا (اس کی مسکراہٹ فل تمسخر سے بھرپور تھی)

"نہیں مجھے کیا پتا کے شاپنگ کیسے کی جاتی ہے۔ ٹرالی کا نام بھی پہلی بار سُنا ہے آپ کے منہ سے تو کیا آپ لے کر نہیں آسکتی تا کہ میں دیکھوں۔" بختاور اس کی چالاکی پہ مسکرا پڑی (ملنگ ڈاکٹر مجھ کہہ رہا ہے کہ میں ٹرالی لے کر آوں پاگل سمجھا ہوا مجھے)

"وہ اس طرف سامنے اتنی زیادہ لائن میں ٹرالیاں موجود ہیں وہ دیکھیں لوگ جسے گھسیٹ کر اس طرف آ رہے ہیں۔ اتنے کالے چشمے میں نظر تو آ رہا ہے نا آپ کو جلدی سے لائے میں نا تب تک لسٹ کو پڑھ لوں پھر دیر بالکل نہیں لگے گی۔"

اس نے حداد کے ہاتھ سے لسٹ لیتے ہوئے تیزی سے کہہ کر غائب ہو گئی۔ حداد نے مٹھیاں بھینچ لی۔

"میں اب نوکروں کی طرح اس کے پیچھے پیچھے جاوں گا وہ بھی ٹرالی گھسیٹتے۔ کہاں پھنس دیا عینہ۔"

وہ مڑ کر ٹرالی والے سکیشن کی طرف بڑھا۔

"آپ جب سے لاہور شفٹ ہوئی ہیں امی تب سے میرے بُرے دن شروع ہو گئے ہیں۔"

وہ فون کان سے لگائے ہنس کر کہتے ہوئے سوس سیکشن سے دو چار مختلف رنگ برنگی بوٹلز اُٹھا رہی تھی۔

"لو بھلا کیوں بُرے دن شرینہ ایک دو کام کے لئے ماں کیا بھیجتی ہے تمھیں تم تو تنگ ہی آجاتی ہو۔"

"تنگ نہیں آتی امی۔ آپ کی چوائس ہوتی اتنی مشکل ہے کہ بندے کو دس دس سٹور جانا پڑتا ہے وہاں پہ بھی آپ کے پروڈکٹس موجود نہیں ہوتے۔ آپ کو کہوں یہ نئی کمپنی کی فلانی چیز ٹرائی کر لیں آپ تو ایسے پریشان ہو جاتی ہیں خیر اب مسیج کریں آل دا وے پیکیجز مال آئی ہوں۔ آج تو آپ کا کام ختم کروں کیونکہ اس ہفتے میں نے بالکل بزی ہو جانا ہے۔"

"میں تو کہہ رہی تھی میں ڈرائیور کے ساتھ چلی جاوں گی تمھیں اعتراض تھا اب خود ہی کمپلین کر رہی ہو۔"

امی تو روٹھ ہی گئی۔ شرینہ ہنس پڑی۔

"میری پیاری سی امی کوئی کمپلین نہیں کر رہی اچھا رکھیں یہ نہ ہو آپ کے کال کے چکر میں اپنی بھی چیز غلط اُٹھا لوں۔"

بات ختم کر کے اس نے فون رکھا اور ٹرالی گھسیٹ کر آگے بڑھی جب اسے لگا کوئی اپنا اپنا سا چہرہ سامنے سے گزرا تھا۔

"اب یہ لڑکی کہاں غائب ہو گئی!!!! ایک جگہ ٹک کے کھڑی نہیں ہو سکتی تھی۔"

دانت پیس کر کہتے ہوئے وہ بختاور کو اِدھر اُدھر تلاش کرنے لگا مگر وہ اسے کہیں دکھائی ہی نہیں دے رہی تھی۔

"اللہ اتنی ساری چاکلیٹس!!! میں پاگل ہو جاوں ماما بھی نہیں ہیں' کوئی پابندی بھی نہیں اُف یہ بھی لے لیتی ہوں۔ یار یہ بھی بڑی مزیدار تھی' زارا نے اس چاکلیٹ کی بھی تعریف کی تھی۔ یہ تو ایک دفعہ ٹرائی کی تھی اور ماما نے کہا تھا اس میں فیٹس زیادہ ہوتے ہیں دس لے لیتی ہوں۔"

"اس لڑکی کو تو میں یہی چھوڑ کر چلا جاتا ہوں تا کہ اس کے عقل ٹھکانے آئے۔ کپڑے بھی پتا نہیں کس رنگ کے پہنے ہوئے تھے۔"

سچ میں حداد پورے سفر میں تمھارے ساتھ تھی اور تمھیں اس کے کپڑوں کا رنگ بھی نہیں پتا۔ وہ سیدھا بسکٹ اور چاکلیٹ کے سٹیشن کی طرف آیا تو دیکھا وہ جھکے بھوکوں کی طرح اتنی ساری چاکلیٹس اُٹھا رہی تھی۔

"تم یہاں ہو!!! ایک جگہ ٹک نہیں سکتی تھی اور یہ یہ کیا کر رہی ہو؟" وہ بھرمی سے بولا۔

"اللہ میرے!! آپ ٹرالی لینے گئے تھے یا بنوانے کب سے ویٹ کر رہی تھی میں آپ کا۔

اس نے کہتے ہوئے ڈھیر ساری چاکلیٹس ٹرالی کے اندر پھینکی۔

"یہاں لا کر آپ نے بہت اچھا کیا یہ تو سب باہر کی چاکلیٹس ہیں جو یہاں بڑی مشکل سے ملتی ہیں۔ایسی تو بہت سی چیزیں ہو گی ابھی تو بسکٹ' کافی کے پیکٹ' چپس' نوڈلز ہم کھڑے کیوں ہو گئے چل کر بتاتی ہوں نا۔"

"محترمہ ہم یہاں آپ کا گند ترک نہیں لینے آئے۔گھر کا راشن لینے آئے ہیں اور گھر کے راشن میں یہ سب بکواس نہیں شامل!!"
بخت نے ٹرالی کو پکڑ کر اسے آنکھیں دکھائیں۔

"کیا!!! آپ نے میرے جنک فوڈ کو بکواس کہا۔میرے کھانے کو بکواس کہنے والے خود بکواس!!! "
حداد کے ماتھے پہ بل آئے۔

"آپ کو بڑوں سے بات کرنے کی ذرا بھی تمیز نہیں ہے۔کیا آپ کے گھر والوں نے آپ کو بد تمیزی کرنا سکھایا ہے!! "

"تمیز سکھائی ہے لیکن میں نے بد تمیزی تھوڑی کی ہے میں نے تو صرف اتنا کہا ہے کہ میرے جنک فوڈ کو کچھ نہ کہا جائے۔"
بختاور ویسے شرم کرو جیسن مومو اسے ایسے پیش نہیں آنا چاہیے تھا۔

"جنک کچرا ہی کہتے ہیں میڈم میں نے تو وہی کہا تھا۔لگتا ہے آپ میں برداشت نہیں ہے اب آپ کسی چیز کو ہاتھ نہیں لگائے گی اور میں چُپ کر کے میرے ساتھ چلے گی۔"

"میں بچی نظر آتی ہوں آپ کو یونی ورسٹی میں جانے لگی ہوں۔اپنا اچھا بُرا اچھی طرح جانتی ہوں اور آپ مجھے یہاں لائے ہیں کیونکہ آپ کو لگتا ہے کہ میں سمارٹ ہوں ورنہ آپی نے مجھے زمہ داری سونپی کیونکہ انھیں پتا ہے سب سنبھال لوں گی اور اب آپ کہہ رہے ہیں میں بچوں کی طرح ایک جگہ ٹک کے کھڑی رہوں آپ کے ساتھ۔" حداد اس لڑکی کی گز بڑی زبان کو دیکھتا رہ گیا۔کیا چیز تھی یہ۔

"اب آپ ایک اچھے دوست کی طرح میرے ساتھ چلیں میرا جنک لینے اس کے بعد ہم گھر کا راشن لے گے اور پھر ہم کھانا کھائے گے پھر آئیسکریم پھر ال داوے گھر!!! "
دوست؟ کیا میں اسے اس کا یار دکھائی دیتا ہوں۔
اس سے پہلے حداد کچھ کہتا بخت آگے بڑھ کر چپس سکیشن کی طرف چل پڑی۔

....

"میں کیا کروں۔۔۔۔۔۔میں اسے۔۔۔۔۔۔۔بہت دفعہ کہہ چکی۔۔۔۔۔۔ہوں لیکن وہ مجھے۔۔۔۔۔چھوڑنے کے۔۔۔۔لئے۔۔۔۔نہیں تیار۔۔۔۔"

"چھوڑنے کے لئے نہیں تیار یا تم اپنی جان چھڑوانا نہیں چاہتی لگتا ہے تمھیں اپنے شوہر اور اس کی بھانجی سے محبت نہیں ہے۔ چوبیس گھنٹے ہیں تمھارے پاس کسی بھی طرح اس کی زندگی سے نکل جاو ورنہ سکندر سے پہلے تمھیں بختاور کی لاش ملے گی۔"

"نہیں!!!! ۔۔۔۔۔ تم بختاور کو۔۔۔ ہاتھ نہیں۔۔۔۔۔ لگاو گے۔۔۔۔۔ اگر تم۔۔۔۔۔ نے اس بچی کو دیکھنے۔۔۔۔۔۔ کے بھی یا ہاتھ لگانے کی۔۔۔۔۔ جرات کی۔۔۔۔ تو اپنے۔۔۔۔ انجام کے۔۔۔۔۔ لئے تیار۔۔۔۔ رہنا۔۔۔۔ میں اگران۔۔۔۔ کے جان کے۔۔۔۔۔۔ لئے۔۔۔۔ یہ سب کر سکتی ہوں۔۔۔۔۔ تو ان۔۔۔ کے لئے۔۔۔۔۔۔ جان۔۔۔۔ لے بھی سکتی۔۔۔ ہوں ۔۔۔۔۔۔۔۔" وہ اس کے غصیلی آواز پہ بے اختیار ہنس پڑا۔

"ویسے ماننا تو پڑے گا! سگی پڑ کی بھا کی بیوی ہو تم۔ نڈر' کیٹیلی' خوف تو بالکل بھی نہیں ہے۔ تم کہہ رہی تھی نا اس دن کہ میں تمھاری جان لے لوں اندازہ تو ہو گیا تھا اس شخص کے لئے تم واقعی اپنی جان بھی دے دو گی مگر ایسے تو مزا نہیں آئے گا۔ خیر سکندر حدید کی زندگی سے نکلنے میں تمھارے پاس صرف اور صرف چوبیس گھنٹے ہیں۔ نقصان نہیں چاہتی تو جلدی کرو۔"

فون کھٹک سے بند کر دیا۔ رمشا نے اپنے چہرے پہ ہاتھ رکھ لیا۔

"میں۔۔۔۔ کیسے۔۔۔ چھوڑ کر۔۔۔ جا سکتی ہوں۔۔۔۔ اللہ۔۔۔ کہاں جاوں گی۔۔۔ میں۔۔۔۔ واپسی کے ساری کشتیاں۔۔۔۔ تو سکندر جلا چکا ہے۔۔۔۔۔ آگے سکندر اور بخت کی زندگی۔۔۔۔۔۔ سولی پہ لٹکی ہے۔۔۔۔۔ معاشرہ بھیڑیوں سے۔۔۔۔۔ بھرا ہے یہ۔۔۔۔۔۔ تو مجھے نوچ کھسوٹ کے پھینک دے گا۔۔۔۔۔ میں خود کو بہت اکیلا محسوس کر رہی ہوں۔۔۔۔۔۔ پلیز میری ۔۔۔۔۔ مدد کیجیے۔۔۔۔۔"

وہ خاموشی سے رونے لگی۔ سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ آخر کرے تو کیا کرے' کہاں جائے' کون اسے اپنائے گا۔ کون اسے جگہ دے گا۔

"نہیں۔۔۔ رمشا تم۔۔۔ نے سیلفش نہیں۔۔۔ بننا۔۔۔ سکندر کے آگے کچھ نہیں۔۔۔۔ اپنی پناہ کے لئے۔۔۔۔۔ میں سکندر کی ۔۔۔۔ زندگی داو پہ نہیں لگا سکتی۔۔۔۔۔۔ مجھے۔۔۔۔ یہاں۔۔۔۔۔ سے جانا ہو گا۔۔۔۔۔۔"

....

"آپ تھک تو نہیں گئے نا؟"

بختاور کے کہنے پہ حداد نے اسے سخت نظروں سے گھورا۔

"نہیں جی میں تو بالکل نہیں تھکا بلکہ اتنا اچھا لگ رہا ہے سوچ رہا ہوں پوری سپر مارکیٹ آپ کے لئے نہ خرید لوں۔" بختاور کو اس کے انداز پہ خوب ہنسی آئی۔

"نہیں سر اب اتنے اچھے بنے کی ضرورت نہیں ہے۔ویسے بس میرے خیال سے کافی سامان تو ہو چکا ہے۔ارے چکن سپریڈ تو بھول گئی آپ رُکے میں ایک سکینڈ آئی ایک سکینڈ۔"

"آج حداد تیرے ہاتھوں سے واقعی خون ہو جائے گا۔" وہ چلی گئی تو حداد نے غصے سے ٹرالی کو مکا مارتے ہوئے تیزی سے کہا۔

"ایکسکیوز می؟"

نسوانی' نرم' جانی پہچانی آواز پر حداد مڑا تو اس نے بڑی گریس فل سے لڑکی کو دیکھا جو اسے دیکھ رہی تھی۔

"یس؟"

"آپ حداد ہیں نا؟ حداد عظیم!! "

حداد چونک پڑا۔اسے میرا نام کیسے پتا۔یہ لڑکی کافی دیکھی دیکھی سی بھی لگ رہی ہے۔

"جی میں حداد ہوں آپ کون؟ سوری میں نے آپ کو پہچانا نہیں۔"

شرینہ اس کے نہ پہچانے پر تھوڑی سی اُداس ہو گئی لیکن چہرے پہ مسکراہٹ لاتے ہوئے بولی۔

"میں آپ کے گھر رہتی تھی ڈاکٹر شرینہ ! آپ کی سکینڈ کزن۔" حداد کو ایک دم یاد آیا یہ وہی لڑکی تھی جو ایک دم اس کے راستے میں حائل ہو گئی تھی جب وہ غصے سے پاگل ہو رہا تھا۔

"یس یس آپ آنٹی روبینہ کی بیٹی کیسی ہیں آپ؟"

وہ بڑے نارمل لہجے میں اسے سے پوچھنے لگا شرینہ نے بڑی بے یقینی سے اسے دیکھا۔یہ حداد عظیم ہے نا؟ یا اس کا ہم شکل۔اتنا نرم لہجہ۔

"اس چکن سپریڈ کے بچے نے اتنی اونچائی میں ہونا تھا۔"

بخت نے کمر پہ ہاتھ رکھے سب سے اونچے والے ریک کو دیکھا۔

"اس کھڑوس ڈاکٹر کو بلا لوں ہاں بھی کافی لمبا مگر وہ تو میرا مذاق اُڑائے گا اور لینے بھی نہیں دے گا خود سے کوشش کرتی ہوں۔" خود سے کہتے ہوئے اس نے جمپ لگائی مگر وہ پہنچ ہی نہیں سکی۔

"میں بالکل ٹھیک ہوں آپ بتائیں آپ گھر واپس آ گئے یا آپ کہی اور شفٹ ہو گئے؟ کیونکہ آپ لاہور میں کہی دکھائی نہیں دیے۔"

وہ اسے بات کرنا چاہتی تھی' زندگی میں اسے اتنے عرصے بعد اور پہلی بار موقعہ ملا تھا اور وہ یہ موقعہ گوانا نہیں چاہتی تھی۔

"میں درینہ کے گھر ہوتا کیا درینہ نے آپ کو بتایا نہیں ہے؟"

اسے تھوڑی سی حیرانگی ہوئی تھی کہ عینہ کے پیٹ میں تو کوئی بات نہیں ٹھہرتی تھی اور اس کی تو اس کے ساتھ اچھی سلام دعا بھی تھی۔ خیر وہ میرا اسے کیوں بتائے گی۔

"نہیں درینہ نے نہیں بتایا۔۔۔۔"

اس سے پہلے وہ مزید کچھ کہتی بختاور کی چیخ اور کچھ گرنے کی آواز پر سب اس طرف متوجہ ہوئے تھے۔

※※※※※※※※※※※※※※※※※※※

"ہیلو سکندر بھائی۔" فون اُٹھا کر سکندر مسکرا پڑا۔

"پہنچ گئی آپ۔ کیسا رہا سفر کوئی دقّت تو نہیں ہوئی۔"

"نہیں بھائی بالکل بھی نہیں الحمداللہ صحیح سلامت گھر پہ آگئی۔"

"وہاں پہ کوئی پریشانی تو نہیں ہوئی' رے کے ابو نے تو آپ کو کچھ نہیں کہا نا؟"

"نہیں انکل کافی لیٹ آتے ہیں ابھی ان سے ملاقات نہیں ہوئی مگر پھوپھو تسلی دے رہی ہیں کہ کچھ نہیں کہیے گے۔ میں اس وقت آپ کے بیگم کے کمرے میں بیٹھی ہوں۔"

"واہ مجھے آپ پہ بالکل بھروسہ تھا کہ آپ ہی اتنی جرات کر سکتی ہیں۔ اچھا کام تو بعد میں ہی کرے گی کیا آپ ابھی ایک کام کر سکتی ہیں؟"

"آپ حکم کریں بھائی بتائیں کیا کرنا مشی کی کوئی چیز لانی ہے؟" وہ ہنس پڑا' سر پہ ہاتھ پھیرتے ہوئے بولا۔

"ارے نہیں بھابی بس رے کی امی کی زرا سی وڈیو بنا دیں مجھے رے کو دکھانا ہے۔ ابھی تو ملوا نہیں سکتا مگر اتنا تو کر سکتا ہوں اس کے لئے۔"

"سو سویٹ میں ابھی بھیجتی ہوں آپ کو۔ پھوپھو کہی سو نہ رہی ہوں۔"

"بس جب موقعہ ملے آپ کو اچھا آپ کو جیسے پاسپورٹ ملے مجھے اطلاع دیجیے گا میں پھر باقی ڈیٹیلز آپ سے ڈسکس کروں گا۔ حنان سے بات ہوئی؟"

"نہیں ان کا فون بند جا رہا ہے۔"

"اس گدھے کو ابھی کال کرتا ہوں کہ بیگم کا حال پوچھے بس ہر وقت کام کام پولیس والے ہوتے ہی فضول ہیں۔"

درینہ ہنس پڑی۔

"بالکل ٹھیک کہا میں تو کہتی ہوں حنان کو آپ کے لائن میں آجائے۔"

سکندر ہنس کر ایک دم چونکہ اس نے دیکھا کھڑکی سے کوئی چھپ کر یہاں سے بھاگ رہا تھا وہ بھی پچھلے گیٹ کے راستے۔اسے زیادہ دھیان نہیں دینا پڑا وہ ایک منٹ میں سمجھ گیا وہ کون ہے؟

"میں آپ سے بعد میں بات کروں گا۔"

تیزی سے فون کاٹتے ہوئے وہ پھرتی سے کمرے سے نکلا۔وہ اس لڑکی کی جان لے لے گا۔اس نے غصے سے خود کو کہا۔

"ہائے سر چکرا گیا میرا اُف میری کمر ایک چکن سپریڈ کی چکر میں میری ہڈی پسلی ٹوٹ جانی تھی میں بھی کبھی کبھار حد کر دیتی ہوں"۔

حداد نے سٹیرنگ ویل پہ اپنی گرفت مضبوط کی اسے کا چہرہ بے تحاشا سُرخ ہو رہا تھا۔وہ خود کو کنڑول کر رہا تھا کہ وہ اس لڑکی کی سچ مچ ہڈی پسلی نہ توڑ دے۔وہ شور سے اس طرف شرینہ کی ساتھ بھاگا آیا تھا اس نے دیکھا بخت زمین پہ گری ہوئی تھی۔اس کے ارد گرد بے شمار مختلف جار ٹوٹے گرے ہوئے تھے۔کسی نے بھاگ کر اسے سنبھال کر اُٹھایا تھا۔حداد کو بے تحاشا غصہ آیا اس لڑکی کو زرا بھی آرام نہیں ہے۔

"اُف مار یے مائے(اس نے فاخرہ مائی کے انداز میں کہراکر کہا پھر یک دم ہنس پڑی) ۔" بچ تو گئی تھی وہ مگر حداد کا ہزاروں کا نقصان بھی کروا چکی تھی۔

شرینہ بختاور کے پاس آئی۔اسے ہمدردی کے ناتے پوچھا وہ ٹھیک ہے۔وہ فی الحال نہیں جانتی تھی کہ وہ حداد کے ساتھ ہے اور بھی لوگوں نے پوچھا تو وہ ہنس کر کہنے لگی۔

"میں تو بچ گئی لیکن جو یہ نقصان ہوا میرے سے اس کو بھرنے والا شاید میری جان لے لے۔" یہاں کے ورکر کو حداد ایک طرف لے کر گیا اور اس سے نقصان کی قیمت پوچھی۔سارا معاملہ رفادفا کرنے کے بعد اپنے سامان کی پیمنٹ کرکے وہ سیٹنگ ایریا میں آیا جہاں شرینہ بختاور کو بٹھا رہی تھی۔بختاور نے جیسے اسے دیکھا ایک دم نظریں دوسری طرف کر لیں اور شرینہ کو روک دیا۔

"پلیز تھوڑی دیر میرے ساتھ بیٹھے گی آپ۔"

"نہیں یہ آپ کے ساتھ نہیں بیٹھے گی آپ میرے ساتھ چلیں گی۔اُٹھیے!!!"

سخت لہجے میں بخت سے مخاطب ہوتا وہ کافی غصے میں دکھائی دے رہا تھا۔شرینہ نے بڑی حیرت سے حداد کو دیکھا۔

" یہ آپ کے ساتھ ہے؟"

"جی بد قسمتی سے حنان کی بھانجی ہے۔"

"او تو آپ وہ ہو جس کا ذکر عینہ کر رہی تھی کیا کرتی ہو لڑکی اگر چوٹ وٹ لگ جاتی تو پھر عینہ کتنی پریشان ہوتی۔"

"نہیں میں بالکل ٹھیک ہوں وہ بس غلطی سے ہاتھ دوسرے جار پہ جمپ لگاتے ہوئے لگ گیا تھا۔"

غلطی سے؟ کوئی کام آپ کا بنا غلطی کے بغیر ہوا ہے۔"

"دیکھ رہی ہیں آپ یہ مجھ سے کس طرح بات کر رہے ہیں۔ایک تو مجھے بڑی زور سے لگی اوپر سے میرا حال پوچھنے کے بجائے یہ مجھے ڈانٹ رہے ہیں۔"

اس نے کہرانے کی زراسی آوازیں نکالتے ہوئے شرینہ سے کہا۔

"حداد سر غلط بات ہے اور یہ غصہ نہیں ہو رہے ہے یہ بس پریشان ہو گئے تھے آخر حنان بھائی انھیں ڈانٹے گے بھی کہ اگر آپ کو کچھ ہو جاتا تو۔عینہ پہ الگ غصہ نکلتا اس لئے پریشانی میں ایسا کہہ گئے ہوں گے۔"

"میں یہاں ان محترمہ کے انتظار میں نہیں بیٹھ سکتا الریڈی میرے بہت سے کام ہیں۔اگر چلنا ہے تو چلیے یا پھر مس شرینہ آپ کو درینہ کا گھر پتا ہے؟"

شرینہ کا دل ایک دم دھڑک اُٹھا حداد نے اس کا نام لیا تھا۔اس سے مخاطب ہوا تھا یہ کوئی خواب تو نہیں ہے۔ایسے حسین اتفاق دنیا میں واقعی ہوتے ہیں؟

"جی میں۔۔۔کر دیتی۔۔اچھا۔"

سمجھ نہیں کہ کیا کہتی ابھی تو اسے بہت سے کام تھے لیکن حداد نے پہلی دفعہ کوئی ریکویسٹ کی تھی۔

"نہیں جی آپ کی وجہ سے میں دوسرے کو کیوں پریشان کروں میں چل رہی ہوں آپ کے ساتھ لیکن میرا اسامان؟" بختاور نے تیزی سے شرینہ کی بات کاٹ کر حداد سے کہا۔

"بھاڑ میں گیا آپ کا سامان میں جارہا ہوں ہو سکے تو آجائے گا۔"

بس جلال پہ تو قابو رکھا نہیں جاتا تھا صاحب جی کو دو باتیں سُنا کر غائب ہو گئے۔شرینہ اس کی پشت کو دیکھنے کے بعد اس کی طرف مڑی۔

"اگر آپ ان کے ساتھ نہیں جانا چاہتی تو۔۔۔" بختاور نے بڑی نرمی سے شرینہ کی بات کاٹی۔

"کیسے باتیں کر رہی ہیں آپ۔ایسی غصہ ہوتے رہتے ہیں اصل میں ان کو پہلی دفعہ زمہ داری ملی ہے وہ بھی مجھ جیسی شیطان کی تو اس لئے پاگل ہو رہے ہیں۔میں چلتی ہوں آپ آئے گا۔"

"عینہ سے ابھی خوب شکائتیں لگاتی ہوں اتنی اچھی سی لڑکی سے ملایا نہیں میرے گھر ضرور آنا آپ۔"

بس ایک دن میں ملاقات ہوئی' ایک ہی دن میں اچھی جان پہچان ہو گئی۔ مسکرا کر وہ سیدھا پارکنگ ایریا میں آئی تھی تو اس نے دیکھا حداد کی سفید ہونڈا بالکل سامنے کھڑی تھی۔اس نے اسے تنگ کرنے کے لئے بڑی آہستگی سے چلی(تھوڑا بہت تو چلتا ہے ویسے بھی میرا سامان نہیں لایا یہ آدمی) وہ اسے دکھا رہی تھی کہ وہ گری ہے تو بڑے زور سے گری ہے۔حداد لب دبائے اس کی حرکتیں دیکھنے لگا۔کیا ہے یہ لڑکی دماغی توازن کا واقعی مسئلہ ہے اسے۔غصے سے اس نے ہارن بجایا مگر بخت نے مزید اپنی چال کو آہستہ کر دیا۔

"یا اللہ ایک دن بھی پورا نہیں ہوا اور اس آفت نے ابھی سے میرا سر نچانا شروع کر دیا۔ٹھیک ہے ایسا ہے تو ایسا ہی سہی۔"

اس نے گاڑی آگے بڑھائی تو بخت نے آنکھیں پھیلائے اسے دیکھا اور اپنی سلو ہوئی رفتار کو منٹوں میں تیزی میں بدل کر کار کے قریب آئی اس سے پہلے حداد بریک لگاتا اس نے آہستہ چلتی گاڑی کا دروازہ کھول دیا۔

"دماغ خراب ہے آپ کا ایک تو میں پہلی ہی زور سے گری ہوں مجھے پھر گرانا چاہتے ہیں۔"

"میرا تو بس چلے آپ کو کچل کے رکھ دوں مگر چونکہ آپ بہت زور سے گری ہوئی تھی تو اس بات کا لحاظ کر رہا ہوں۔"اس نے گاڑی روکتے ہوئے کہا۔بختاور تیزی سے اندر بیٹھی کر زور سے دروازہ بند کرتے ہوئے بولی۔

"آپ مجھے کافی ڈیسنٹ لگتے تھے مگر آپ کی اس حرکت پہ آپ نے ثابت کر دیا کہ آپ انتہائی بے رحم' سیلفش انسان ہیں۔"

حداد نے اسے دیکھا مگر وہ اپنا بازو دباتے ہوئے باہر کی طرف دیکھنے لگی۔

•••••••••••••

"یا اللہ وہ اس طرف مت جائے۔"

تیزی سے چھلانگ لگاتے ہوئے وہ جھاڑیوں کی طرف آیا۔

"رے۔۔۔"

وہ چنار مشاجو بامشکل اس مشکل راستے سے گزر رہی تھی سکندر کی آواز سُن کر فریز ہو گئی۔اس نے اسے دیکھ لیا۔

"رے خدارا رُک جاو!!!! "

"رے وہاں پہ مت جاو۔"

"ڈیم اِٹ اس لڑکی کو آج میں دس تھپڑ لازمی لگاؤں گا۔"

"نہیں۔۔۔۔آج۔۔۔۔میں رُک۔۔۔۔گئی۔۔۔تو۔۔۔میں۔۔۔ہار جاوں گی۔" کانٹوں کی وجہ سے اس کا دوپٹہ بار بار الجھ رہا تھا شاید چھید بھی چکا ہو گا' بازو میں بھی چبن کا احساس ہوا تھا مگر وہ کسی طور پہ رُکنے کا نام نہیں لے رہی تھی۔

ایک دم وہ گیٹ کے قریب پہنچی تھی کہ وحشی' خوفناک بھیڑیے کی آواز اپنے بالکل آس پاس سُنائی دی۔اس بار تو وہ اس کا دل اچھل کر حلق میں آ گیا۔

اس نے مڑ کر دیکھا تو بالکل اس کے زرا سے فاصلے پہ بھیڑیا اس کی طرف دیکھ رہا تھا۔

رمشا کو لگا موت اس کے بالکل سامنے اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے اسے دیکھ رہی تھی۔سانس روکے اس نے سکندر کو بے اختیار مڑ کر ڈھونڈا اس سے پہلے بھیڑیا رمشا پہ حملہ کرتا سکندر نے ریوالور تیزی سے نکالا اور پانچ دفعہ اسے شوٹ کیا۔بھیڑیا کی تڑپتی آواز' رمشا کی چیخ اور گولیوں کی بوچھاڑ کرتی آوازیں فضہ میں گونجی۔

رمشا نے اپنی آنکھیں بند کر لیں اور بالکل فریز ہوئی وی کھڑی رہی جب اس نے اپنے گرد مضبوط بازوں محسوس کیے۔وہ اس کی تیز بڑھتی' گھبرائی ہوئی دھڑکنوں کا صاف محسوس کر سکتی تھی لیکن وہ اپنے آپ کو ساکت کیفیت کی بدولت حرکت میں نہیں لا پا رہی تھی۔

"مجھے اگر پانچ منٹ دیر ہو جاتی تو پتا نہیں کیا ہو جاتا۔"

وہ بہت تکلیف سے بولا تھا پھر اس نے رمشا کو بھینچ کر اسے چھوڑنے کے بعد بڑے غصے سے اس کی ٹھوڑی پکڑتے ہوئے اپنے طرف کیا۔

"دل کر رہا ہے تمھیں الٹے ہاتھ کی دوں!!!! پتا بھی ہے یہ راستہ کتنا خطرناک ہے!!!!! ہوش میں تھی تم۔یہاں پہ اتنے بھیڑوں کا گزر نا ہوتا ہے اگر یہ حملہ کر دیتا تم پر تو کہاں جاتا میں۔کیوں میرے جان کی دشمن بنی ہو!!!!!! "

وہ اسے جنجھوڑ کر چیخ پڑا۔

"اچھا۔۔۔تھا۔۔۔نہ مار۔۔۔دیتا۔۔۔مجھے۔۔۔۔میری۔۔" مگر سکندر نے اسے بولنے نہیں دیا اس کے بالوں کو پکڑے اپنی طرف کرتے ہوئے دھاڑا۔

"اب تم نے آگے سے کوئی بکواس کی تو تمھاری زبان کاٹ کے تمھارے ہاتھ میں دے دوں گا۔"

کہتے ساتھ اس نے رمشا کا بازو بھی سختی سے پکڑ لیا تھا۔وہ اسے بہت زور سے تھپڑ لگانا چاہتا تھا مگر اس لڑکی کو ہلکی سی تکلیف دینے پر ہی اسے نے پاگل ہو جانا تھا۔

"سسس سکند۔۔۔چچ چھوڑوں مجھے۔۔۔۔"

"بندوبست کرتا ہوں میں ابھی تمھارا!!!! اب انگلی ٹیڑھی کرنے کا وقت آ گیا ہے۔"

اس نے کہتے ساتھ ہی رمشا کو اُٹھا لیا۔

※※※※※※※※※※※※※※※※※※※※※※※※※※

"پھو پھو تو ابھی سو رہی ہیں۔تب تک اپنا کام کر ہی لیتی ہوں۔اللہ کرے ابھی کے ابھی اس کا پاسپورٹ مل جائے۔"

اس نے خود سے کہتے ہوئے رمشا کے کمرے کا دروازہ کھولا اور بند کرتے ہوئے ایک دم اسے خیال آیا پہلے حنان سے بات کر لے تاکہ وہ اس سے پوچھ لے کہ ابھی یہ کام کرے یا رات کو۔

"پوچھ لیتی ہو سکتا ہے وہ کہے یہ مناسب وقت نہیں ہے۔شام ہی تو ہوئی ہے ابھی ہاں پھو پھو کسی بھی ٹائیم اُٹھ جائے گی میرے پاس تو لازمی آئے گی کیا کروں۔"

حنان نے وکیل سے کچھ ڈسکشن کر رہا تھا جب اس نے اپنے سامنے موجود ٹیبل پہ بز ہوتے فون کو دیکھا تو ایک دم اس سے ایکسکیوز کرتے ہوئے فون کانوں سے لگا کر اُٹھ پڑا۔

"یاوا ئفی پہنچ گئی ؟"

"آپ فون کیوں نہیں اُٹھا رہے تھے حنان ؟"

"تمھیں پتا ہے اس کمینے کے کیس میں پھنسا ہوا ہوں سارا دن اسی میں گزر گیا۔"

"او کیا ہوا کیا سکندر بھائی اس بار نہیں پھنسے گے ؟"

"فی الحال تو کچھ پتا نہیں لیکن دیکھتے ہیں اس چیز کی فکر مت کرو بتاؤ کوئی مسئلہ تو نہیں ہوا۔"

"نہیں انکل رات کو کافی دیر سے آئے گے۔پھو پھو بہت خوش تھی روئی بھی بہت زیادہ۔حنان میرا دل کیا ان کو فٹافٹ بتادوں میرا دل بند ہو رہا تھا پھو پھو کی حالت دیکھ کر۔"

"آئی نو بہت مشکل ہے مگر سکندر کے اجازت کے بغیر ہم کچھ کر تو نہیں سکتے۔خیر ابھی کیا کر رہی ہو۔رمشا کا ہی روم لیا تھا!!"

"میرے کہنے سے پہلے ہی پھو پھو میرا سامان مشی کے کمرے میں رکھوا چکی تھی۔میں نے تو شکر کیا ورنہ رات کو اس طرح چوری چھپے جانا اللہ عجیب سی گلٹ کے مارے میں نے مر جانا تھا۔"

حنان ہنس پڑا۔

"تم بھی نا اچھا ابھی اس کے کمرے میں ہو۔"

"ہاں سوچ رہی ہوں ابھی چیکنگ کروں یا رات کو۔"

"کھول کے چیک کر لو کیا پتا اس نے دراز میں رکھا ہوا گر ایسا کام کر رہی ہو تو دروازہ لاکڈ رکھنا۔"

"نہیں ایسی کوئی بات نہیں ہے پھو پھو سو رہی ہیں اور انکل تو ویسے بھی گھر پہ نہیں ہیں میرے خیال ہے حنان یہ اچھا موقعہ ہے۔"

"پھر بھی دروازہ لاک کرو اور جیسے ہی ملتا ہے مجھے بتاؤ۔"

"نہیں آپ فون مت بند کیجیے گا۔ مجھے ویسے ہی خامخواہ گھبراہٹ ہو رہی' پتا نہیں اپنا آپ چور محسوس ہو رہا ہے۔"

"سلی گرل ہولڈ پہ ہوں اگر نہیں ملتا تو پریشان نہ ہونا۔" اس نے عینہ کو تسلی دی۔

"تھینک یو میں پہلی دروازے کو لاک کر لوں الماری میں چیک کر چکی تھی پہلے سے کھلی ہوئی تھی مجھے لگا کہ پھوپھو لاک لگا چکی تھی لیکن مشی اتنی خاص چیزیں نہیں رکھتی تھی سوائے اس کی پینٹنگز اور آرٹ کا سامان ہوتا تھا۔"

پھر حنان سے بات کرتے ہوئے اس نے الماری کھولی کپڑے اور اس کی چھوٹی موٹی چیزیں اسے ملی۔ سارے دراز چیک کر لئے کہی پہ پاسپورٹ نہیں تھا۔ بس ایک نیچے والے خانے کا چوڑا سا دراز تھا وہ آخر میں رہ گیا تھا۔ اس نے کھولا تو اس میں اخبار کے بے شمار کٹے ہوئے پیسس تھے' دو تین فائلز کے ساتھ سکریپ بک بھی موجود تھی ایک دم انھیں سائڈ پہ کر کے اس نے دیکھا تو اس کے ہاتھ ساکت ہو گئے۔

وہ سکندر کی تصویر تھی۔

"کیا ہوا خاموش کیوں ہو گئی کچھ ملا؟"

ایک دم خاموشی کو محسوس کر کے حنان پوچھے بغیر نہ رہ سکا۔

•••••••••••••••••••

"مجھے کیڈنیپ ک۔۔۔ کر کے ٹھیک۔۔۔۔ نہیں۔۔۔ کیا میرے ہاتھ کھولیں!!!! "

سکندر کی مسکراہٹ گہری ہو گئی۔

اس نے رمشا کو دیکھا جس کا چہرہ سُرخ ہو گیا تھا اور آنکھیں خونخوار نظروں سے سکندر کو دیکھی جا رہی تھیں۔ "مار ڈالو گی تم ظالم۔ سوری اب میں تمھیں نہیں دیکھوں گا ورنہ ایکسیڈنٹ نہ ہو جائے۔"

"کاش۔۔۔۔ کاش سکندر۔۔۔ آپ اس وقت جیل۔۔۔۔۔ میں ہوتے۔۔۔ آپ نے میرے ساتھ ٹھیک نہیں کیا۔۔۔۔ مجھے کیڈنیپ کر کے آپ بُری۔۔۔۔۔ طرح پچھتائے گے۔۔۔۔" اس کے ہاتھ پیچھے رسی سے باندھے گئے تھے اور وہ کسی طرح اپنے ہاتھ نکالنے کی کوشش کر رہی تھی مگر کوئی فائدہ اسے دکھائی نہیں دے رہا تھا۔

"اور کاش تم اس وقت میری پناہوں میں ہوتی خیر میں تو بنا ہی تمھیں پوری دُنیا سے چرانے کے لئے۔ تم لاکھوں دفعہ مجھ سے بھاگو گی میں ہزاروں دفعہ تمھیں کیڈنیپ کروں گا مائی رے آف سُن شائین۔"

اُف سکندر فل آن شرارتی موڈ میں لگ رہا تھا۔ تھوڑے دیر پہلے جو اسے رمشا پہ غصہ تھا وہ جیسے ہوا ہو گیا تھا۔

"ایک۔۔۔دفعہ یہ ہاتھ۔۔۔۔۔۔۔ کھل۔۔۔۔۔۔جائے۔۔۔۔۔۔۔ مسٹر شیرِ داود۔۔۔۔۔۔۔۔ سکندر۔میں

۔۔۔۔۔۔۔آپ کا۔۔۔حشر کر دوں۔۔۔۔۔۔۔۔گی"

"اور میں حشر ہونے کے لئے بالکل تیار ہوں۔"

اس کے پیار سے کہنے پہ رمشا نے اپنے لب زور سے دبائے۔

"حنان قربونت برم عزیزم کا کیا مطلب ہے؟"

اس نے پورا دراز کھول دیا تھا' رمشا کی چھپی خاموش محبت کے کارنامے اس کے سامنے کھلتے جا رہے تھے۔

"کیوں یہ کیسا لفظ ہے کیا ہوا؟ پاسپورٹ ملا؟" حنان کے کہنے پر اس نے سکندر کی پرینٹر سے پرنٹ کی ہوئی تصویر اُٹھائی۔وہ میڈیا سے گفتگو کر رہا تھا۔سفید شلوار قمیض اور بادامی چادر میں وہ گرے سن گلاسس پہنے چارمنگ پرنس لگ رہا تھا۔رمشا نے اس کے نیچے ہی یہ لفظ لکھا تھا۔کیا ہے اس کا مطلب۔

"پاسپورٹ تو نہیں مگر جھٹکے دینے والی چیزیں ضرور ملی ہیں۔"

"مطلب؟ پہیلیوں میں بات مت کرو سیدھا طرح بتاؤ کیا ملا ہے؟"

"پہلے آپ مجھے قربونت برم کا مطلب بتائیں؟"

"یار گوگل کر لو مجھے کیا پتا یہ لفظ ویسے فارسی کا لگ رہا ہے۔"

"آپ فون رکھیں میں آپ کو تھوڑی دیر میں کال کرتے ہوں۔"

"قربونت برم؟ سکندر بھائی کی پیکچرز' اس کا نام ہر سکریپ پیپر میں اس کی تصویروں سمیت لکھا ہے۔

فارسی اور اردو میں شاعری لائیک یہ سب کیا ہے؟ گوگل کرنے سے پہلے مجھے ایسا کیوں لگ رہا ہے کہ مجھے اس ساری چیزوں کو دیکھ کر اچھی طرح پتا چل گیا ہے کہ قربونت برم کا مطلب کیا ہے لیکن مشی ایک غنڈے سے پیار؟ بیشک وہ ہینڈسم اور بہت اچھے ہیں مگر سکندر بھائی کہ ایمیج ہے تو بہت بُری ہے۔" حنان نے پانچ سکینڈ بھی انتظار نہیں کیا اور اس کال کر دی۔

"قربونت برم کے کافی مطلب ہیں مگر دو مطلب ہے تمھارے لئے اپنی جان قربان' پوجنا اور بے تحاشا محبت ہے تم سے۔فارسی کا لفظ ہے۔"

درینہ نے گہرا سانس لیا۔

"آپ کے کہنے سے پہلے ہی جان گئی تھی اس کا کیا مطلب ہے تو رمشا سکندر بھائی کے ملنے سے پہلے ہی انھیں جانتی تھی اور ان کے گہرے عشق میں گرفتار تھی۔"

"کیا کہہ رہی ہو؟"

حنان کو تو پہلے سمجھ نہیں آئی کہ وہ کہہ کیا رہی ہے لیکن تھوڑے ہی منٹ میں جب اسے احساس ہوا تو حیرت سے اس نے' واٹ !! " کہا۔

"حنان رمشا سکندر بھائی سے محبت کرتی ہے وہ بھی کافی عرصے سے !!! "

****

رمشا کی سفر کے دوران آنکھ لگ چکی تھی لیکن جب اس کی آنکھیں کھلیں تو اس نے دیکھا وہ دروازے کے ساتھ لگی پتا نہیں کتنی دیر سے سو رہی تھی۔سیدھا ہو کر اس نے دیکھا اس کے ہاتھ آزاد ہو چکے تھے۔سونے سے پہلے اسے یاد تھا کہ اس کے ہاتھ بندھے ہوئے تھے اور سکندر کا کہی سے بھی ارادہ نہیں لگ رہا تھا اس کے ہاتھ کھول دیے جائے بنا اس کی منتے کیے وہ ایک طرف منہ کیے آنکھیں موند چکی تھیں۔اب جب وہ سو کر اُٹھی تھی تو اس نے دیکھا رات ہو چکی تھی اور اسے احساس ہوا کہ وہ شہر کے بجائے موٹر وے میں تھے۔

"سکندر !! " اس کی آواز میں حیرت تھی' سیدھی ہو کر اس نے سکندر کو دیکھا جو خاموشی سے ڈرائیو کر رہا تھا ایک دم اس کے بولنے پر اس نے اپنی گردن گھمائی۔

"اُٹھ گئی بہت لمبا سوئی ہوئی ویسے پہلے میں سوچ رہا تھا کہ تم پیچھے لیٹا دیتا تھا لیکن پھر کہا کہ کوئی بعید نہیں ہے پیچھے سے مجھے پہ وار نہ کرنا شروع کر دے' سب سے زیادہ تو مجھے اپنے بالوں کی فکر تھی۔"

"ہم۔۔۔کہاں۔۔۔پر۔۔۔ہیں۔یہ آپ۔۔۔۔۔مجھے۔۔۔کہاں۔۔۔پر لے۔۔۔۔کر۔۔۔جارہے۔۔۔۔ہیں؟"

سکندر مسکرایا۔

"بتایا نا تمھارا بندوبست کرنے جارہا ہوں۔"

"کیسا۔۔بندوبست؟۔۔۔۔آاا آپ۔۔۔کرنے۔۔۔۔کیا والے۔۔۔ہیں؟" سکندر اس کی بات پہ ایک دم ہنس پڑا۔

"یار مجھے سیریل کلر تو نہ سمجھو اب اتنا ظالم بھی نہیں ہوں۔بس ایک اچھی سی جگہ لے کر جارہا ہوں تاکہ یہ جو تمھارے دماغ میں کچرا ابھرا ہے یہ صاف ہو جائے۔"اس نے کہتے ہوئے انگلی سے رمشا کی کنپٹی کو دو بار ٹیپ کیا۔

"رات۔۔۔۔۔ہو گئی۔۔۔۔۔چوبیس۔۔۔۔گھنٹے؟"

وہ بڑبڑاتے ہوئے سامنے چمکتے ہوئے ٹائیم کو دیکھنے لگی رات کے آٹھ بج رہے تھے۔

"کیا بڑبڑا رہی ہو اچھا تھا کہ نیند پوری ہو گئی تمھاری اس میں پریشان ہونے والی کون سی بات ہے۔"

"میرا۔۔۔۔دل۔۔۔کررہاہے۔۔۔۔کہ آپ۔۔کااس وقت۔۔۔گلا۔۔۔دباکہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔خود کو

۔۔۔۔۔بھی ماردوں!!!!!

وہ پریشانی سے تقریباً چلائی تھی۔سولہ گھنٹے ہیں اگر وہ سولہ گھنٹے سکندر کی زندگی سے نہیں نکلی تو سکندر اور بختاور اس سے آگے وہ سوچ نہیں سکتی تھی۔سکندر تو پھر بھی اس کے ساتھ ہے لیکن بخت بخت تو بالکل اکیلی ہے۔ہاں اسے بخت سے بات کرنی ہے۔

"کیا ہوا رے۔تم تو ایسے گھبرا رہی ہو جیسے تمھارے سر پہ کسی نے گن رکھی ہو۔وائے آر یو ایکٹنگ لائیک دس۔"

"مجھے بب۔۔۔بخت سے۔۔۔بب بات کرنی ہے۔پلیز۔۔۔سکندر۔"

"بخت سے؟"

وہ چونکہ اسے رمشا کی حالت ٹھیک نہیں لگ رہی تھی۔نیم اندھیرے میں بھی وہ اس کا سفید چہرہ پڑتا محسوس کر سکتا تھا۔

"بخت۔۔۔۔۔سے۔۔۔بات۔۔۔کرنی۔۔۔ہے۔"

"رے مجھے ڈراو مت بخت سے کیوں بات کرنی ہے اور جس طرح تم مجھ سے کہہ رہی ہو مجھے کوئی اچھی علامت نہیں لگ رہی۔"

وہ کیا اسے بتادے کہ اس کی اور بختاور کی جان خطرے میں ہے۔اگر وہ ایسا کرے گی تو انھیں خبر ہو جائے گی اور پھر نہیں وہ اسے نہیں بتا سکتی یا اللہ وہ اسے کیوں نہیں مار دیتے۔

"مجھے۔۔اس۔۔۔سے آپ۔۔کی شکایت لگانی ہے۔۔۔"

اس نے جیسی ہی کہا سکندر نے اسے گھورا۔

"ایک تو تمھارے اس بلاوجہ کے ایکسٹرا ہکلانے سے ڈرنے لگا ہوں پتا نہیں لگتا کہ اگلے منٹ میں کیا اُگل دو گی جو میرے لئے اچھا نہیں ہوگا۔"

"آپ کے لئے نہیں اچھا اس لئے تو ایسے بول رہی ہوں۔"

وہ دل میں سوچتے ہوے اسے دیکھنے لگی۔

"سوری کچھ دن کے لئے فونز بین ہیں فکر مت کرو یہ رول مجھ پر بھی لاگو ہے بس ضروری کال کے علاوہ نو فونز۔" رمشا اسے دیکھتے رہ گئی اور خاموشی سے گردن گھما کر دھڑکتے دل سے سوچنے لگی وہ آخر کیا کرے۔چلتی گاڑی سے چھلانگ لگا لے تاکہ ساری مصیبت ٹل جائے یا۔۔۔

"سوچنا بھی مت دروازے پہ چائیلڈ لاک لگا ہے۔"

یہ شخص اس کی سوچ پڑھنے میں ماہر تھا اور اتنی تیزی سے پڑھ لیتا تھا اس نے سوچا نہیں تھا۔

"آئی۔۔۔۔۔۔۔ٹرولی ہیٹ۔۔۔۔۔۔۔۔۔یو شیرِ داود۔۔۔۔۔۔۔۔سکندر۔۔۔۔"

"اینڈ آئی ٹرولی لو یور مشا سکندر۔"

وہ شرارت سے کہتے ہوئے پیٹرول سٹیشن کی طرف بڑھا۔

••••••••••

دروازے پہ پڑنے والی دستک پہ وہ جو اپنے بازو پہ جیل لگا رہی تھی ایک دم بولی۔

"یس کم اِن۔" دروازہ کھلا تو اس لگا وہ مومو اہی ہو گا لیکن اس نے جیسے حنان کو دیکھا تو ایک سکون کی لہر اس کے اندر دوڑی۔

"شکر ہے آپ کا چہرہ نظر آیا ورنہ تو ایسا لگ رہا تھا جیسے میں اس دُنیا میں بالکل اکیلی رہ گئی ہوں۔"

حنان نے اس کی بات پہ ایک دم اسے حیرت سے دیکھتے ہوئے گھورا۔

"کیوں بھئی ہماری بختاور بی بی خود کو اکیلی محسوس کرنے لگی میں تو اِدھر ہی ہوں۔"

"اِدھر سارا دن تو باہر رہتے ہیں آپ' آپ سے بہتر تو ماما تھے ہزار دفعہ بھی بزی ہوتے تھے مجھے ٹائیم ضرور دیا کرتے تھے اور ان کی چھٹی حس اتنی تیز کہ زرا مجھے کچھ ہوتا فوراً میرے پاس ہوتے اور یہاں میں اتنی زور سے گری کوئی بھی موجود نہیں تھا میرے پاس۔"

"یار میں اپنی نئی نیولی بیوی کو ٹائیم نہیں دے سکا وہ بھی صرف اور صرف تمھارے منحوس ماما کی وجہ سے باقیوں کی تو دور کی بات ہے۔"

وہ اس کے بال بگاڑتے ہوئے بستر پہ بیٹھا۔ بختاور نے ٹیوب سائڈ ٹیبل پہ رکھی اور اسے دیکھا۔

"واقعی آپ کو ماما کے ساتھ کلاسس لینی چاہیے۔ آپی کو دیکھا کیسے ان سے بھاگتی تھی اور اب کیسے ان کی دیوانی ہو گئی اور آپ نے تو کچھ دن بعد ہی اپنی بیوی کو بگھادیا۔"

وہ ہنس پڑا۔

"کہا نا یہ سب تمھارے اس مامے کی وجہ سے ہوا ہے۔"

"ہر غلط بات کا الزام آپ میرے ماما کو دیجیے گا۔"

"او میں بھول کیوں جاتا ہوں کہ یہ میری نہیں سکندر کی بھانجی بیٹھی ہوئی ہے۔"

"جی نہیں آپ کی بھی بھانجی ہوں لیکن وہ میری فکر زیادہ کرتے ہیں۔"

"اچھا جی مجھے جیسے ہی حداد بھائی نے بتایا کہ تم گری تھی تو تم سوچ نہیں سکتی میں نے انھیں اتنا ڈانٹا حالانکہ اس میں ان کا نہیں آپ محترمہ کا قصور تھا لیکن پھر بھی میں نے انھیں دس دس سُنائی۔ میں بھول گیا وہ عینہ کے چاچو اور میرے ہاف سسر ہیں۔"

"واقعی میں۔"

وہ تو خوش ہو گئی اچھا ہوا کسی نے تو اس جیسن مومو ا کو ڈانٹا۔

"ہاں نا!!! اب وہ اتنے شرمندہ ہوے کہ انھوں نے کہا کہ میں چیک کر لیتا ہوں لیکن مجھے تمھاری پرمیشن چاہیے تھی کہ انھوں نے بتایا کہ تمھیں کافی غصہ تھا ان پر۔"

"آپ کو پتا ہے ہانی ماما وہ کیا کرنے والے تھے سیدھا غصے سے باہر بھاگے مجھے اکیلا چھوڑ کر وہ تو شکر کے ان کی کزن مس شش شرینہ ہاں یہی نام تھا ان کا وہ بہت نائیس سی لیڈی نے ہیلپ کی میری۔"

"اوہو یہ تو بہت غلط کیا لیکن آپ کو بھی دیکھنا چاہیے تھا کہ ان کا کتنا نقصان کیا ہے اور یہ اتنی ساری چاکلیٹس کس خوشی میں آپ نے لی۔"

"کون سی چاکلیٹس سارا سامان چھوڑ چھاڑ کے آگئے۔اسی بات پہ تو سب سے زیادہ غصہ ہے مجھے صبح سارا فریج خالی تھا میں نے انھیں کہا کہ گھر میں کچھ نہیں اور میرے لیے لائے کیا درجن انڈے ؟ بس!!!"

"اومائی بختاور بی بی کے ساتھ اتنا ظلم لیکن سامان تو پورے کچن میں موجود ہے تم کیا کہہ رہی ہو؟" حنان نے بالوں میں ہاتھ پھیرتے ہوے کہا وہ ایک دم چونک پڑی۔

"ہیں۔"

"ہیں کی بچی اب بتاؤ زیادہ زور کی لگی ہے یا میں ڈاکٹر کو بلاؤں ؟"

"مجھے کسی ڈاکڑ واکڑ کو نہیں دکھانا بس ایک جگہ نیل پڑے ہیں باقی بس ٹھیک ہے۔"

"سکندر کو اگر اس نیل کی بھی خبر ہو جاتی تو اب تک وہ حداد بھائی کا قیمہ بنا چکا ہوتا حالانکہ اس میں ان کا نہیں تمھارا قصور تھا۔"

"میں اب سچ میں رونے لگ جاوں گی ہانی ماما پہلے ہی غصہ ہے اور آپ مجھے تنگ کر رہے ہیں۔ مجھے ماما کی بھی بہت یاد آ رہی ہے ۔" وہ بنی فیس بناتے ہوے اسے بولی۔

"چُپ کرو ڈرامے باز چلو اُٹھو اتنا عرصہ ہو گیا ہے ساتھ فلم نہیں دیکھی ہم نے۔ میں ابھی برگرز منگوائے ہیں۔ جلدی سے حلیہ درست کر واور نیچے آو یا میری ہیلپ چاہیے۔"

"جی نہیں آپ جائے اور وہ تو نہیں ہیں ؟" اس نے سلپرز پہنتے ہوے حنان سے پوچھا۔

"وہ کون؟ وہ کا کوئی نام ہے حداد بھائی ہیں وہ اور تم انھیں حداد انکل کہہ سکتی ہو۔"

"حداد انکل؟"

بخت ایک دم سٹل ہو گئی۔ انکل؟

"وہ میرے انکل نہیں ہیں۔"

حنان ہنس پڑا۔

"غصہ اتنا ہے ان بیچارے پر حالانکہ وہ تمھارے لئے کتنی ساری چیزیں لائے۔"

"لیکن وہ پھر بھی میرے انکل نہیں ہیں۔"

"اچھا اچھا اتنے ینگ لگتے ہیں تو انھیں بھائی کہہ دو ہو سکتا ہے وہ خوش ہو جائے۔" کندھے اچکا کر جینز کی جیبوں میں ہاتھ ڈالے وہ مسکرا کر بولا۔

"آپ چلیں میں منہ دھو کر آتی ہوں۔"

ٹاپک کو ہٹانا ضروری تھا۔ اس لیے بات بدل کر وہ واش روم کی طرف چل پڑی۔ انکل اور بھائی؟ سیریسلی!!

※※※※※※※※※※※※※※※※※※※

"بھوک لگ رہی ہے؟"

"رے!!"

"ہم۔۔۔اس وقت۔۔۔کہاں ہیں؟"

"رحیم یار خان۔ آج ہم اِدھر سٹے کریں گے کل صبح کے لئے نکلے گے۔" رمشا نے جھٹکے سے اسے دیکھا۔

"ہم۔۔۔جا کہاں۔۔۔رہے ہیں۔۔۔اور ہم نے اتنا لمبا سفر آخر کس خوشی میں کیا۔۔۔۔۔"

"تمھارے ساتھ لمبا سفر کرنے کا شوق چڑھا تھا لیکن آپ نے میرے سارے خواب چکنا چور کر دیے اپنے گھوڑے بیچ کر سونے کی وجہ سے۔" رمشا سینے پہ بازو لپیٹے اس شہر کی جھلملاتی روشنیوں کو گھورتی رہی۔ بے بسی کے مارے اسے اتنا رونا آرہا تھا مگر رو کر بھی کیا ہو جانا تھا کچھ بھی تو نہیں۔ اب تو بس دعا ہی کر سکتی تھی۔

"اب بتاؤ کیا کھاؤ گی؟"

"آپ کا۔۔۔۔سر۔۔۔"

وہ دانت پیس کر کہتے ہوئے بازو لپیٹے کر دوسری طرف دیکھنے لگی۔

"وہ تو پورے ڈھائی مہینے سے آپ کھا رہی ہیں ابھی کیا کھانا یا میں اپنی مرضی سے لے آوں؟"

"مجھے۔۔۔۔۔۔بھوک نہیں۔۔۔۔۔۔ہے۔"

"رے آٹھ گھنٹے سے بھوکی ہیں آپ!! اور میری بھی حالت عجیب ہو رہی ہے اگر تم نہیں کھاؤ گی تو میرا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا ۔"

"میری۔۔۔۔۔بلا سے۔۔۔آپ کھائے۔۔۔یا نہ کھائے مجھے کوئی۔۔۔۔فرق نہیں پڑتا۔"

"مر جاوں گا یار۔"

اس نے بات تو مذاق میں کہی تھی لیکن رمشا کو تیر کی طرح لگی تھی۔وہ دروازے کا ہینڈل کو پکڑ کر اسے کھولنے کا بولنے لگی تو سکندر نے کہا۔

"بتایا ہے نا سویٹ ہارٹ چائلڈ لاک لگا ہوا ہے۔"

"میرا۔۔۔۔دم گھٹ رہا ہے۔۔۔میں اندر۔۔۔۔۔۔ریسٹورنٹ میں کھانا کھانا چاہتی ہوں۔"

"لیکن۔۔۔۔"

"اگر آپ چاہتے۔۔۔۔۔۔ہیں کہ۔۔۔میں اور آپ بھوکے۔۔۔۔نہ مارے۔۔۔تو میرا۔۔۔۔دروازہ کھولیں۔۔۔۔فکر مت کرے۔۔۔۔۔۔میں کہی۔۔۔نہیں۔۔۔بھاگ رہی۔"

اس نے تھکے ہوئے انداز میں کہتے ہوئے سکندر کو دیکھا۔سکندر نے اس کے چہرے کے تاثرات دیکھا پھر گہرا سانس لیتے ہوئے کہا" ایز یو وِش۔"

....

"ہم ہارر مووی کیوں دیکھ رہے ہیں؟"

بختاور نے جیسے ہی مووی کا ٹائیٹل سکرین پہ نمودار ہوتے ہوئے دیکھا اس کی تو سیٹی ہی گُم ہو گئی۔حنان اور حداد جو سوین سیٹر پہ بیٹھے ہوئے تھے ایک دم تیزی سے گردن گھما کر اسے دیکھا۔بختاور نے حداد کی دل شکن مسکراہٹ اچھی طرح محسوس کی تھی۔

"یار یہ نئی مووی ہے بہت تعریف سُنی تھی میں نے اس کی حداد بھائی نے بھی رکمینڈ کی ان کی تو چوائس ہے بھی کافی کمال کی! کیوں کیا ہوا نہیں دیکھنی۔"

"گھر میں تو پھر بھی فاخرہ مائی کو اپنے ساتھ سُلا لیتی تھی مگر یہاں یہاں تو درینہ آپی بھی نہیں ہے اور یہ مومو اضرور مجھے ڈرانے کے لئے اس نے یہ حرکت کی ہے۔"دل میں سوچتے ہوئے اس نے کہا۔

"نہیں ہانی ماما میں نے اینڈ گیم دیکھنی ہے ماما نے وعدہ کیا تھا لیکن وہ اپنے مسلوں میں پڑ گئے۔ پلیز وہ لگا دیں۔"

"میں نے کہا بھی تھا حنان میں بچی کے ساتھ فلم نہیں دیکھ سکتا۔"

اچھا ان کے سامنے میں بچی اور پیٹھ پیچھے مجھے کیسے ٹریٹ کر رہے تھے۔

"کیوں یہ فلم میں کیوں نہیں دیکھ سکتی؟"

اس نے سید ھاحداد کو مخاطب کیا تھا وہ اس وقت بلیو جینز' کیمیل کلر کی ٹی شرٹ پہنے' بالوں میں ہیر کیچ لگائے کیوٹ لگ رہا تھا(لڑکیوں والے لُکس کا طعنہ میں نے ہانی ماما کے غیر موجودگی میں ضرور دینا ہے انھیں۔)

"ظاہر ہے بچے ڈر جاتے ہیں اور اب جیسے بچے تو ایسی فلم دیکھ کر دس دن تک اپنے کمرے میں اکیلے نہیں سو سکتے۔"

اس نے بخت پر چوٹ کی۔ بخت کے ہاتھ میں موجود پیپسی کی بوتل پہ گرفت مضبوط ہو گئی۔ میں نے نا بوٹل ان کے سر پہ دے مارنی ہے۔

"ڈر اور مجھے؟ آپ ایسی دس ڈراونی مووی مجھے ایک دن میں دکھا دے گے مجال ہے کہ ایک سین پہ میں چیخوں یا خوف سے اپنی آنکھیں بند کر لوں۔"

حنان بڑی زور سے کھانسا یہ بھی اپنی ہنسی بچانے کا طریقہ تھا۔ حداد نے بھی اپنی مسکراہٹ دبائی۔

ڈیش لڑکی اتنا زیادہ چھوڑنا ضروری تھا۔

"مجھے بس بورنگ لگتی ہے' ہر چیز میں بے تحاشا سلو موشن ہوتا ہے۔ اس لئے کہا ٹھیک ہے ہانی ماما لگا دیں۔"

اس نے چپس کی طرف نظریں ٹکالی۔ (اگر بختاور تم زرا بھی چیخی یا ڈری تو مجھ سے بُرا کوئی نہیں ہو گا) اس نے خود سے کہتے ہوے اسے دیکھا جو کھل کر مسکرا کے ٹی وی سکرین کی طرف متوجہ ہو گیا۔

"حنان بڈی یار یہ لائٹ آف کر دینا مجھے کوئی بھی فلم روشنی میں مزا نہیں دیتی۔"

بخت نے جھٹکے سے اسے دیکھا۔

"اچھا یار بخت تم کمفرٹیبل تو ہو نا؟" بخت زبردستی مسکرا کر اسے شعلہ بار نظروں سے تکتے ہوے بولی۔

"جی ماما کر دیں لائٹ آف!!"

....

"تم کیا لو گی؟"

وہ مینیو کو دیکھتے ہوے اس سے پوچھنے لگا جو ارد گرد لوگوں کو دیکھ رہی تھی اس کی بات پر ایک دم چونک کر اسے دیکھنے لگی۔

"پتا۔۔۔ نہیں۔۔۔" اس نے بے زاری سے کہا۔

"رے؟"

سکندر نے سنجیدگی سے دیکھا۔

"مینیو کھولو اور مجھے بتاؤ کیا کھانا ہے۔" رمشا نے آنکھیں گھماتے ہوئے مینیو بک اُٹھائی اور اسے ایسی دیکھنے لگی۔ سکندر اسے دیکھ رہا تھا۔ گرے اور پنک سٹالیش شلوار قمیض میں سر پہ دوپٹہ کیے وہ معصومیت کا پیکر لگ رہی تھی گھنگرالے بالوں کی ایک دو لٹے ایک دم گالوں پہ آگئی تھی۔ چہرہ تھوڑی دیر کی غصے کی وجہ سے ابھی تک تمتمارہا تھا۔ اسے احساس نہیں ہوا کہ کوئی اور بھی اسے دیکھ رہا ہے اور اس کے بارے میں کمنٹ پاس کر رہا ہے۔ اس نے ویٹر کو بلانے کے لئے مڑ کر دیکھا تو لڑکے رمشا کو دیکھ کر ایک دوسرے سے کچھ کہہ کر تالی مارتے ہوئے ہنس رہے تھے۔ اس نے محسوس کیا تھا کہ جیسے وہ دونوں انٹر ہوئے تھے انھیں لڑکوں نے نظر اُٹھا کر رمشا کو گھورا تھا اس نے پہلے اگنور کیا کہ ایسی جیسے کوئی عام بندہ داخل ہوتا ہے تو اسے نظر اُٹھا کر کوئی دیکھتا ہے ویسے کوئی سین ہو۔ غصہ نہیں تیش کے عالم میں اس کا پورا جسم کانپنے لگا' چہرے پہ سُرخی بڑھ گئی' مینیو کارڈ کو سختی سے پکڑے وہ خود کو تماشا کرنے سے روک رہا تھا۔ ویٹر آگیا۔

تو رمشا نے سکندر کو بتایا کہ وہ سٹیک کھائی گی لیکن سکندر کو لب زور سے بھینچے' سُرخ چہرہ لئے دیکھ کر چونک اُٹھی۔

"داود؟" سکندر نے سر اُٹھایا تو وہ حیرت اور ہلکی سے پریشانی سے اسے دیکھ رہی تھی۔

"کیا ہوا رے؟"

اس نے بہت کنٹرول کیا خود کو اور گلا کنکھارتے ہوئے کوشش کی اپنا لہجہ نرم رکھ سکے لیکن وہ خاص کامیاب نہیں ہوا۔

"میں تین۔۔۔ دفعہ بلا۔۔۔ رہی ہوں آپ کو ویٹر سامنے۔۔۔ ہے۔"

اس نے ایک نظر دیکھا وہ لڑکے اب پیمنٹ کر کے اُٹھ چکے تھے۔

"رے تم آڈر کرو میرے لئے کچھ منگوا لو میں ابھی آیا۔"

وہ تیزی سے اُٹھ کر ان کے پیچھے گیا۔

"اس بیچاری کی شکل دیکھی تھی او ہوا ایسا ریچھ جیسا بندہ اس کے سامنے بیٹھا ہوا تھا نظریں نہیں ملا پا رہی تھی میں ہوتا تو اس کی آنکھوں میں آنکھیں۔۔۔۔۔"

ایک دم کسی نے آکر اس لڑکے کا کا گیربان پکڑا اور اسے گھما کر آنکھوں میں مکا دے مارا۔

بس پھر ٹرا پملنگ سیشن شروع اور پورے دس منٹ بعد یہ سیشن ختم ہوا اور اپنے ہاتھ جھاڑتے ہوئے وہ اندر کی طرف بڑھا شکر تھا یہ ریسٹورنت کافی ویران اور شہر سے گھورا الگ تھلگ جگہ پہ تھا دوسرا ان لڑکوں نے اپنی بائیک بھی کافی دور کھڑی کی تھی۔اس لئے سکندر کی ٹراپملنگ سیشن میں کوئی رکاوٹ بھی نہیں آئی تھی۔بیس بائیس سال کے نوجوان لڑکے اس جیسے بیسٹ کا ویسے ہی کچھ نہیں بگاڑ سکتی تھی۔

وہ ریسٹورنٹ کے اندر جانے والا تھا کہ ایک دم اس کا فون بج اُٹھا دیکھا تو حنان کالنگ لکھا ہوا تھا۔اس نے ایسی بنا سوچے سمجھے اُٹھالیا۔اُدھر حنان نے بنا سلام دعا کیے اس سے پوچھ بیٹھا۔

"یار ایک بات پوچھنی تھی؟"

"بکو!!"

"سانس کیوں پھولا ہوا ہے؟کسی کو مار تو نہیں رہا تھا۔"

"میرا منہ اس وقت مت کھلواو ورنہ میں الریڈی اس خبیث کے پاس جا کر اس کی بچی کچی ٹانگیں توڑ دوں گا۔"

"یعنی کے پہلے توڑ رہے تھے۔"

"رمشا کے کہنے پر میں اسے ریسٹورنٹ لے کر گیا۔میں کہہ بھی رہا تھا کہ گاڑی میں بیٹھ کر کھا لیتے مگر ضدی لڑکی کو پہلے سے غصہ چڑھا ہوا تھا۔اس کی خوشی کے لئے مان گیا وہ دو لڑکے اس کو دیکھ رہے تھے اور جملے کسنے لگے میں نے بر وقت دیکھ لیا۔"

"آنکھیں اور زبان ضائع ہو چکی؟"

"حنان تمھیں یہ فنی لگ رہا ہے۔"

"بالکل بھی نہیں بلکہ افسوس ہو رہا ہے اچھا بتاؤ قربونت برم کا کیا مطلب ہے؟"

"یہاں میری رے کو کسی نے دیکھا ہے اور تم قربا قربو کا مطلب پوچھ رہے ہو؟"

"قربا قربو نہیں قربونت برم کا مطلب؟"

"میں پھر کیا کروں اس ٹائیم میرے دماغ آوٹ ہو رہا ہے کام کی بات ہے تو بکو نہیں تو میں رکھ رہا ہوں۔"

"اچھا اچھا بس اتنا کرو کہ رمشا کے منہ پہ یہ لفظ بڑے پیار سے بولنا اس کے بعد جوری ایکشن آئے مجھے بتانا۔"

"کیوں ایسا کیا ہے اس لفظ میں۔مجھے ضرور اپنی بیوی سے پٹوانا چاہتے ہو۔"

"جو کہا ہے وہ کرو پھر مجھے اس کاری ایکشن ٹیکسٹ کر کے بتانا۔"

"تمھارا قتل میرے ہاتھوں ضرور ہو گا۔"

رمشا نے دیکھا وہ فون جیب میں رکھ کر اسے دیکھتے ہوئے آرہا تھا اس نے زرا مشکوک نظروں سے اسے دیکھا تو وہ مسکرا کر بیٹھتے ہوئے بولا۔

"ایسے کیا دیکھ رہی ہو؟ کیا باہر سے آکر زیادہ پیارا ہو گیا ہوں۔"

"نہیں!!! "

وہ ایک دم تیزی سے بولی پھر اسے دیکھا جو کافی پُرسکون دکھائی دے رہا تھا پہلے والی سُرخی کے کوئی آثار نہیں تھے۔

"نہیں یعنی کے پیارا نہیں لگ رہا ہے۔"

"میں نے۔۔۔۔۔ تمھارے۔۔۔۔۔ لئے۔۔۔۔ سٹیک منگوا لیا۔۔۔ ٹھیک ہے؟"

اس نے بات بدلتے ہوئے دوپٹہ ٹھیک کرتے ہوئے کہا۔

"تم زہر بھی کھلاؤ تو کھا لیں گے خیر مجھے کچھ کہنا تھا۔"

"کیا۔"

"قربا قربنتا۔" بیچارا صحیح سے قربونت برم بول ہی نہیں سکا۔

"ہیں۔"

رمشا نے الجھ کر اسے دیکھا۔

کچھ غلط تو نہیں کہہ دیا۔

"نہیں سوری قربوت قرم ہاں قربوت قرم۔"

"اتنی بار سوری کیوں کہہ رہے ہیں یہ؟"

رمشا نے سوچ کر اسے دیکھا۔

"کیا ہوا سمجھ نہیں آئی۔" رمشا نے ناسمجھی سے نفی میں سر ہلایا۔ سکندر نے حنان کو ابھی کال کرنے کا سوچا کہ ایک دم انون نمبر پہ آتے میسج کو اس نے پڑھا۔ اس نے دیکھا تو اس میں رمشا کی تصویر کے ساتھ نیچے لمبا چوڑا مسیج لکھا تھا۔ اس میسج کو پڑھتے ہوئے اس کے ماتھے پہ بل آئے۔

"سر میری آخری دفعہ ریکیسوٹ ہے پلیز میرے میسج پہ غور کیجیے گا۔ آپ کی اتنی اگنورنس پر میں آپ کا پیچھا چھوڑ دیتی لیکن یہ لڑکی آپ سے بے تحاشا محبت کرتی ہے اتنی کہ میں آپ کو اس کی چھپی ہوئی محبت کے ثبوت بھی دے سکتی ہوں۔ سر اگر آپ نے اس معصوم گونگی لڑکی کی جان نہ بچائی تو میرا محبت ' اچھے لوگوں سے بھی اعتبار اُٹھ جائے گا۔ آپ میری آخری اُمید ہیں پلیز

ہیلپ آس۔ڈھائی مہینے سے سارے ناامید ہو چکے ہیں۔آپ تو ہر عورت کی مدد کرتے ہوئے پائے گئے ہیں اس لڑکی کی جان نہیں بچا سکتے جو آپ سے محبت کرتی ہے اور ابھی سے نہیں بلکہ تب سے جب آپ نے اس کی جان اسلام آباد کے جنگل میں بچائی تھی۔"

سکندر ساکت ہو گیا۔ تھوڑی دیر بعد حنان کا مسیج آیا

اس نے اسے کھولا تو اور جھٹکا لگا۔اس کی بے شمار تصویریں' نیو پیپر پرنٹ' انٹرنیٹ سے نکالے گئے پیکچر اور ان میں رے کی رائیٹنگ میں لکھا ہوا تھا۔

"قربونت برم۔" اور اس کی ایک تصویر جو رمشا کی سب سے فیورٹ تھی سفید مارکر میں لکھا تھا۔

"من عاشق تو هستم۔"

آج رمشا کی سکندر کی چھپی محبت کا راز کھل چکا تھا۔

وہ کتنی دیر ساکت بیٹھا رہا اسے خود بھی معلوم نہیں ہوا وہ ذرا سا چونکہ بھی رمشا کی آواز پر تھا۔ نظریں اُٹھا کر اسے کے الجھے ہوئے مکھرے کو دیکھنے لگا۔اسے لگا یہ سب دیکھ کر اس کا دل باغ باغ ہو جائے گا۔خوشی سے وہ ناچے گا۔رمشا کو اُٹھا کر اتنا گھمائے گا جب تک ان کے سر نہ چکرا جائے۔یہ کیسی عجیب سی کیفیت تھی جو سارے جسم کو مفلوج کر کے رکھ چکی تھی۔احساسات میں ایسی جنبش بھی محسوس نہیں ہو رہی تھی۔یہ آخر ہو کیا رہا تھا۔سب کچھ چل رہا تھا مگر جیسے وقت کی گھڑی ٹھہر سی گئی تھی۔وہ ٹھہر سا گیا تھا۔وہ جو وقت کے ساتھ تیرہ سالوں سے بھاگ رہا تھا' ایک دم تھک سا گیا تھا۔وہ اپنے اندر ایک عجیب سا ٹھہراو محسوس کر رہا تھا۔وہ جس کے اندر ہر وقت شعلے بھڑکتے تھے' آج وہ سکون کی لہر اپنے اندر پا رہا تھا۔ہاں اسے سکون ہی تو چاہیے تھا جس کی تلاش میں وہ تیرہ سال بھٹک رہا تھا۔آج اسے سکون مل چکا تھا۔اس کا سکون ہی تو تھی رمشا! رمشا کا چاہنا ہی تو سکون تھا اور اس کا سکون بند ڈبے میں ایک سال سے قید تھا جو آج کھل چکا تھا۔رمشا سکندر کو ایک دم ساکت پا کر الجھ پڑی۔انھیں کیا ہوا ہے؟

کھانا آ چکا تھا رمشا نے محسوس کیا کہ اب وہ سنبھل جائے گا مگر وہ ویسی ہی ایک ہی پوزیشن میں ساکت بیٹھا تھا۔

"سکندر؟"

"داود!!" اسے خوف آیا جب سکندر نے کوئی رسپونس نہیں دیا۔ناچار اسے آگے بڑھ کر اس کے ہاتھ پہ اپنا نازک ہاتھ رکھا۔ جس پہ سکندر نے اپنی کالی آنکھیں اُٹھائیں۔

"داود کیا۔۔۔۔۔۔۔ہوا ہے ؟۔۔۔کھانا۔۔آچکا۔۔۔ہے۔"

جس پہ سکندر نے اپنی اور اس کی پلیٹ کو دیکھا پھر اپنے ہاتھ کو جس پہ رمشا نے اپنا ہاتھ رکھا تھا۔رمشا اس کی نظریں پاتے ہی اپنا ہاتھ اُٹھا چکی تھی۔

"جلدی۔۔۔۔کریں۔۔۔۔میں۔۔۔۔تھک چکی۔۔۔ہوں۔"

حالانکہ وہ کہنا چاہتی تھی آپ تھک چکے ہیں مگر یہ کہنے کی سکت اس میں نہ تھی۔وہ اس کی نظریں اگنور کر کے کھانے کی طرف متوجہ ہو گئی جہاں سکندر اسے دیکھتے ہوئے اپنی خشک لبوں پہ زبان پھیرتے ہوئے بولا۔

"رے۔"

کافی طویل خاموشی کے بعد وہ اپنے ساکت ہوئی کیفیت سے نکلتے ہوئے کھانا کھاتی رمشا سے بولا تھا۔

"ہوں۔"

"کیا تم میرے ساتھ نماز پڑھو گی؟"

ایک دم رمشا کے کانٹا پکڑے ہوئے ہاتھ ساکت ہو گئے۔اس نے حیرت سے سر اُٹھا کر سکندر کو دیکھا۔وہ اس کے شاکڈ سے دیکھنے پر بھی کچھ ردعمل نہیں دکھا سکتا تھا۔عجیب سی فیلنگ تھی جس سے وہ گزر رہا تھا اسے سمجھ نہیں آئی تھی کہ وہ کیسے ری ایکٹ کرے۔آخر اس نے ایسی کون سی نیکی کی ہے جو اللہ ہر لمحے اس پہ اتنا مہربان ہوتا جا رہا تھا۔وہ جو اس سب کو یک طرفہ آگ سمجھ رہا تھا یہاں تو آگ برابر جگہ لگی ہوئی تھی۔

"ام کِک۔۔۔کیوں؟"

وہ یہ پوچھنا نہیں چاہتی تھی لیکن پتا نہیں کیسے منہ سے یہ سوال نکل گیا۔

"معافی مانگنی ہے اور شکر ادا کرنا ہے۔"

"کس چیز۔۔۔۔۔۔کا۔"

For everything ,For bringing Ray into my darker life

اب کی بار رمشا کی زبان پہ تالے لگ چکے تھے۔یہ شخص اسے ہر موقعہ پہ مسمرائز کرتا تھا۔آج تو سانسیں روک چکا تھا۔یہ آخر اسے ہوا کیا ہے۔

"کھانا کھالو میں فون زرا اٹینڈ کر کے آیا۔"

"مگر۔۔۔آپ۔۔۔۔"

"میں بعد میں پیک کر کے کھالوں گا مجھے ابھی بھوک نہیں ہے۔"

اس کی بات مکمل ہونے سے پہلے وہ تیزی سے بول کر یہاں سے اُٹھ چکا تھا۔اس کا اُٹھنا یہاں سے بہت ضروری تھا۔وہ اس کے سامنے رو سکتا تھا' دنیا کے سامنے نہیں۔

....

"سوری بار بار ڈسٹرب کر رہا ہوں ایسا کریں آپ لوگ فلم دیکھ لیں مجھے بعد میں سٹوری بتا دیجیے گا۔"

جس کی جان پہلے سی آ ٹکی ہوئی تھی اس بات پر تو اس کی چیخ نکلتے نکلتے رہ گئی۔سانسیں الگ ڈر سے پھولی ہوئی تھیں۔

"مم ماما۔۔آپ بیٹھے نا۔۔ایسے فلم کے بیچ میں اُٹھ جانا ٹھیک تو نہیں ہے۔"

"کیوں آپ کو ڈر لگ رہا ہے؟"

حداد عموماً اتنا بولتا نہیں تھا خاص کر کسی کی بولنے پر مداخلت تو بالکل پسند نہیں کرتا تھا مگر نجانے کیوں اسے لڑکی کو تنگ کرنے کا موڈ ہو رہا تھا۔بختاور نے اپنے کشن کو زور سے مٹھیوں میں لے لیا اور سختی سے ٹی وی کی روشنی اس کے تمسخر سے بھرے چہرے پر پڑتے ہوئے دیکھ کر بولی۔

"آپ کا مسئلہ کیا ہے اگر آپ کو ڈر لگ رہا ہے تو نہ دیکھے فلم لیکن بار بار مجھے ڈسٹرب مت کریں۔"

"بخت!"

حنان نے اسے تنبیہ نظروں سے دیکھا۔

"ہانی ماما دیکھیں۔۔۔۔"

"میں بعد میں دیکھوں گا ابھی کوئی لڑائی نہیں کرنی میں شیر و سے ضروری بات کرنے جا رہا ہوں اس لئے یہاں سے اُٹھنا پڑ رہا ہے مجھے۔"

وہ ایک دم اس کی بات پر چُپ ہو گئی۔اب تو بات اس کے ماما کی آ گئی تھی۔

"تم جاؤ حنان میں ان کے لئے لائٹ آن کر دیتا ہوں تا کہ انھیں تمھاری وجہ سے جو سہارا مل رہا تھا اب یہ سہارا لائٹ سے ملے۔"

"آپ کو تو میں سٹک کا سہارا لانے کی پوزیشن میں لاؤں گی۔"

وہ اتنی اونچی آواز میں بڑبڑائی تھی کہ اُٹھتے ہوئے حنان نے تو دھیان نہیں دیا مگر حداد کے تیز کانوں نے اس کی بڑبڑاہٹ سُن لی تھیں۔

"خود پہ اتنا کنفیڈنس۔" اس نے بخت کو دیکھ کر نہیں کہا تھا مگر بخت سمجھ گئی تھی وہ اس کی بات سُن چکا ہے۔

"تھینک گاڈ تو نے فون اُٹھا لیا۔"

"کیوں کیا ہوا بیوی نے کٹائی تو نہیں کر دی۔"

وہ شرارت سے بولا لیکن سکندر کے اگلے جملے پر اس کی شرارتی مسکان غائب ہو گئی تھی۔

"کٹائی تو نہیں مگر مفلوج ضرور کر دیا ہے۔"

اس کے لہجے کی سنجیدگی پر حنان بولا۔

"کیا ہوا شیر و میں نے کچھ غلط تو نہیں بھیج دیا۔"

. Buddy I was about to sob like baby

"تم رونے والے ہو گئے تھے اتنی سی بات پر؟ کہاں ہوا اس وقت شیر و تم سچ میں یہ ایمبیر سنگ والا کام رمشا کے سامنے پورے ریسٹورنٹ میں کرنے والے تھے؟"

"میں اس کے سامنے الریڈی پہلے سے روچکا ہوں۔"

"وہ تو ظاہر ہے رونا تھا ایسی بیوی ملے تو بندے کی خون کے آنسو نکل آتے ہیں یہ تو پھر بھی نارمل آنسو تھے۔"

"شٹ اپ!!"

وہ ہنس پڑا لیکن اس کی ہنسی میں نمی بھی تھی حنان دور بیٹھا اچھی طرح محسوس کر سکتا تھا۔

"بہت ہی اموشینل آدمی ہو۔"

"اگر اموشینل آدمی ہوتا تو آج سکندر بھانہ ہوتا۔"

"ابھی کہاں ہو اور وہ کدھر ہے؟"

"واش روم میں ہوں شکر ہے یہاں کوئی نہیں ہے۔بس اب نکلنے لگا ہوں اسے اکیلے چھوڑ کر بھی میں نے ٹھیک نہیں کیا۔"

"جاو ورنہ دوسری بار ٹرامپلنگ نہ کرنی پڑ جائے۔"

"میں اسے سب کچھ بتانے جارہا ہوں۔" اب حنان خاموش ہو گیا۔

"تم نے گالیاں نہیں دی مجھے۔"

سکندر نے اپنے گیلے منہ کو رومال سے صاف کرتے ہوئے کہا۔

"نہیں میں چاہتا تھا اسے تمھاری اور صوفی کی حقیقت پتا چل جائے۔ جس سے محبت کرتے ہو اسے اندھیرے میں رکھنا ٹھیک نہیں ہے۔"

" صحیح کہہ رہے ہو۔"

....

"کیا ہوا آپ کے سر میں درد ہے؟"

بختاور نے سر اُٹھایا حداد کی شرارتی نظروں پر اسے اپنے لب بھینچنے پڑے۔

"آپ کو کتنی فکر ہے میری ڈاکٹر صاحب!!! ایک کام کریں فلم کو چھوڑ کر مجھ پہ پوری کی پوری توجہ دینا شروع کر دیں۔"

اللہ کیا منہ سے اوّل فُول بک دیتی ہو۔ حداد ڈاکٹر لفظ پہ پاگل ہو جاتا کرتا تھا مگر نجانے بخت کے منہ سے مسکرا کر اپنے بالوں میں ہاتھ پھیرتے ہوئے بولا۔

"ہمدردی کا تو زمانہ ہی نہیں ہے بھئی۔" اس نے دیکھا سکرین پہ ایک بڑی خوفناک شکل نمودار ہوئی تو بختاور اپنی چیخ پر قابو بھی نہیں پا سکی اب کی بار حداد کی دھیمی ہنسی چھوٹ گئی۔ اُف خدایا یہ تو حد سے زیادہ خوفناک شکل تھی اب تو دس دن کی نیند گئی۔

"بھاڑ میں گئی یہ فلم۔"

جب وہ شکل مزید سکرین پہ آئی تو وہ تیزی سے اُٹھ کر پیر پٹھک کر یہ جا وہ جا ہو گئی۔

"دیکھ لوں گی میں تمھیں مسٹر حداد۔"

حداد ہنس کر فون کی طرف متوجہ ہوا جہاں اس کا مسیج آیا تھا۔ اس مسیج کو پڑھ کر اس نے گہرا سانس لیا۔ فون ملا کر اس نے فون کانوں سے لگایا۔

"ہاں بولو!"

※※※※※※※※※※※※※※※※※※※※※※

سلام پھیر کر اس نے سکندر کو دیکھا جو کہ سر جھکائے بالکل خاموش جائے نماز کو غور سے دیکھ رہا تھا۔ وہ اس وقت کالی شلوار قمیض میں ملبوس اتنا پیارا الگ رہا تھا کہ رمشا کا دل کر رہا تھا کہ وہ بند ڈبے میں یہ وقت قید کر لے۔ جس وقت سکندر نماز پڑھ رہا تھا۔ وہ دونوں اس وقت ہوٹل کے سویٹ میں موجود تھے۔ سکندر راستے میں خاموش رہا' ہوٹل پہنچ کر بھی اس نے اپنی بولتی بند رکھی۔ وہ تو ڈر رہی تھی اس کی خاموشی سے لیکن جب وہ واش روم سے وضو کر کے باہر آیا تو اس نے دوبارہ کہا کہ وہ اس کے ساتھ عیشا کی نماز پڑھنا چاہتا ہے۔ اب تو رمشا بے ہوش ہونے کو تھی۔ سکندر کی حالت اسے ٹھیک نہیں لگ رہی تھی۔ اب جب وہ دونوں نماز پڑھ چکے تھے تو رمشا اس سے پوچھنا چاہتی تھی کہ اس کی کیفیت کے پیچھے آخر وجہ کیا ہے۔ وہ چاہ کر بھی آج اسے دور نہیں ہو سکتی تھی۔ چوبیں گھنٹے کی دھمکی جیسے اس وقت کہی بہت پیچھے چلی گئی تھی۔ دکھ رہا تھا تو سکندر کا معصوم سا چہرہ۔ سکندر نے اس کی

نظریں پاتے ہوئے اسے دیکھا تو رمشا کے چہرے پہ مسکراہٹ پھیل گئی۔اس کی مسکراہٹ میں اتنی سچائی تھی کہ سکندر کو گہرا سانس لے کر اس کا ہاتھ پکڑ کر خود کو تیار کیا۔

"میں یہ بات تمھیں کبھی نہ بتاتا کیونکہ میں سمجھتا ہوں ماضی کے زخم کو کھولنے سے محض تکلیف ہی ہوتی ہے اور کچھ نہیں مگر اب لگ رہا ہے نہیں بتاؤں گا تو دم گھٹنے لگ جائے گا۔ہمارے رشتے میں اعتبار کبھی پیدا ہو ہی نہیں سکے گا۔اگر ہم دونوں ایک دوسرے سے اپنی ہر بات چھپاتے رہیں گے۔"

رمشا نے بڑی الجھن بڑی نظروں سے اس دیکھا مگر کچھ کہا نہیں۔

"میں بیشک بہت زیادہ گنہگار آدمی ہوں رے مگر اس وقت جائے نماز پہ بیٹھے تم سے ہر گز جھوٹ نہیں بولوں گا میرا ایک ایک لفظ میں سچائی ہی سچائی ہو گی۔"

رمشا کو اب ڈر لگنے لگا۔یہ کیا کہنے جا رہا ہے۔

"ہاں میں نے اپنی بہن کے شوہر عامر بھا کا قتل کیا تھا۔"

اب لگا رمشا کو کہ وہ سانس نہیں لے سکے گی۔سکندر نے اس کے چہرے کے تاثرات کو اگنور کر کے اپنی بات جاری کی۔

"اگر اسے میں قتل نہ کرتا تو آج شاید ہی میں زندہ رہ پاتا۔" وہ خاموش ہو گیا بہت مشکل تھا یہ ساری بات کہنا' وہ مزید نہیں کہہ پا رہا تھا۔پتا نہیں صوفی کا تڑپتا ہوا چہرہ بار بار آنکھوں کے سامنے آ رہا تھا۔

"کیوں۔۔۔۔مارا۔۔۔تھا آپ۔۔۔۔نے اسے؟"

اب کی بار اسے اتنا چُپ پا کر رمشا کو بولنا پڑا۔سکندر نے اپنی آنکھیں زور سے میچنے کے بعد کہا۔

"بعد میں بتا دوں گا ابھی میرے سر میں درد شروع ہو چکا ہے۔"وہ اُٹھ گیا تھا تو رمشا نے اس کا بازو پکڑا۔

"آپ پچھلے۔۔۔۔دو گھنٹے۔۔۔۔۔۔سے چُپ ہیں۔۔۔دِاود بتا۔۔۔کیوں۔۔۔۔نہیں دیتے۔۔۔سسپنس کی آخر وجہ کیا ہے؟؟؟؟ایک طرف۔۔۔۔۔۔آپ کہتے ہیں مجھے۔۔۔اندھیرے۔۔۔۔۔میں رکھنا۔۔۔ٹھیک۔۔۔۔نہیں۔۔۔دوسری

طرف۔۔۔ چھوٹا سا اعتراف۔۔۔۔۔ کرنے کے۔۔۔بعد کہتے ہیں۔۔۔۔ آہستہ آہستہ۔۔۔۔ کر کے بتاؤں گا۔۔۔۔ آہستہ ۔۔۔۔۔۔۔ آہستہ تڑ پاتڑ پا کے۔۔۔۔۔۔مارنے سے بہتر۔۔۔۔ آپ سیدھا مار کیوں نہیں دیتے مجھے۔۔۔۔۔۔۔"

سکندر کو صحیح وقت نہیں لگا۔ وہ کمزور ہو کر یہ بات نہیں بتانا چاہتا تھا کم سے کم صوفی کا ٹاپک پہ تو ہر گز نہیں۔

"رے سو جاو کل نکلنا ہے ہم نے۔"

"نہیں۔۔۔۔اب میں۔۔۔۔ آپ کی۔۔۔ بات نہیں سُنوں گی۔ مجھے۔۔۔ جاننا ہے۔۔۔۔ سکندر۔۔۔۔ یہ جو۔۔۔ آپ نے۔۔۔ اپنے اوپر خول چڑھایا ہے۔۔۔۔۔۔اس کو خدا کے لئے۔۔۔۔۔اُتارے۔۔۔۔۔ میں۔۔۔الریڈی۔۔۔ کنفیوزڈ ہوں۔۔۔۔۔ اس کنفیوژن میں نے۔۔۔۔ پاگل ہو جانا ہے۔" سکندر کو ڈر تھا وہ پھٹ پڑے گا اور یہ بات جتنی نرم طریقے سے بتانی تھی اتنا بہتر تھا۔

"رے ابھی نہیں۔ پلیز میں۔۔۔" وہ اپنا بازو چھڑوا کر جانے لگا جب رمشا نے اس کا بازو پکڑ کر تیزی سے کہا۔

"سکندر۔۔۔۔۔۔ابھی نہیں۔۔۔۔۔۔۔ تو کبھی۔۔۔ نہیں۔۔۔"

"شیر و!!!! "

صوفی کی چیخ۔

"فائن میری بہن صوفی کا گینگ ریپ ہوا تھا!!!! اور یہ جاننے کے بعد عامر بھا نے صوفی کو مار ڈالا!!!! سُنا تم نے!!!! میری بہن یعنی کے بخت کی بے قصور ماں کو اس کے باپ نے مار ڈالا وہ بھی بے دردی سے۔"

سُرخ آنکھوں اور درد بھری آواز میں وہ رمشا کو دل کو چیڑ کے رکھ چکا تھا۔ رمشا کا ہاتھ اس کے بازو سے چھوٹ چکا تھا۔ آنکھیں خوف کے عالم میں پھیل گئیں تھیں۔ سکندر اس کے انداز کو دیکھ کر مٹھیاں بھینچے خود کو کنٹرول کر رہا تھا ورنہ دل کر رہا تھا کہ خوب چیخے۔

"کبھی سوچا ہے کہ آپ کو باندھ کر' ڈر گزدیے ہو اور آپ کے سامنے آپ کی بہن۔۔۔۔۔۔۔۔"

سکندر نے چہرہ پہ ہاتھ رکھ لیا اور بستر پہ گرنے کے انداز میں بیٹھا۔

"صوفی چیختی رہی' مجھے پکارتی رہی مگر میں اس کا بھائی ہو کر کچھ نہ کر سکا رے۔ میں اس کا رکھوالا ہو کر بھی اس کی رکھوالی نہیں کر سکا۔"

رمشا کی ٹانگیں کانپ گئیں۔اس میں کھڑے ہونے کی طاقت نہیں رہی وہ ایک دم بستر کا سہارا لے کر نیچے بیٹھتی چلی گئی۔

"تم صحیح کہتی ہو رے میں واقعی اس کا قاتل ہوں اس کی عزت کا قاتل' اس کی موت کی وجہ۔کتنا بے غیرت' ذلیل ہوں اور اس سے بھی بڑھ کر کتنا کمزور۔"

وہ ہنسا اس کی ہنسی میں تمسخر اور دکھ کی لہر شامل تھی۔ رمشا نے درد سے اپنی آنکھیں بند کر لیں۔ سُن کر ہی روح کانپ اُٹھی ہے تو سکندر تو اس چیز سے گزرا ہے اس کا کیا حال ہوا ہو گا۔

"سارا قصور ویسے میرا ہی تھا میں صوفی کو سپورٹ نہ کرتا' اس کے لئے اپنے سگے باپ سے نہ لڑتا تو آج صوفی زندہ ہوتی۔ خوش نہ ہوتی مگر زندہ اور مطمن تو ہوتی۔"

"کاش میں پیدا ہی نہ ہوتا اس سے تو ساری بلا ہی ٹل جاتی تھی یا پھر حدید عالم میری بیوہ ماں سے شادی ہی نہ کرتا تب تو ساری پرابلم سولوڈ لیکن قسمت کس کی سُنتا ہے اس نے تو ہمیشہ اپنی کرنی ہوتی ہے۔"

رمشا نے چونک کر اپنی نم آنکھیں اُٹھائیں۔ سکندر نے اسے دیکھا۔اس کی بھی آنکھیں سُرخ اور نم تھیں۔

"لمبی سی ہسٹری مختصر کر کے بتاؤں گا کیونکہ میرے لئے بہت مشکل ہے رے۔ وہ ساری باتیں یاد کرنا' انھیں دہرانا۔۔۔۔۔"

رمشا اُٹھ کر اسے کے قریب بیٹھی اور اس کے گرد بازوں پھیلا کر اس کے سینے کے پہ سر رکھے بولی۔

"میں سب۔۔۔۔۔۔کچھ سُننے۔۔۔۔۔۔کے لئے۔۔۔۔۔۔تیار ہوں۔"

"حدید عالم کے ایک بڑے بھائی تھے۔ نمیر عالم! نام تھا ان کا۔ میری امی کے پہلے شوہر تھے وہ۔ وہ ان دونوں بھائیوں کی کزن تھی۔ نمیر عالم سی ممی کا رشتہ طے ہو چکا تھا مگر یہ بات صرف بڑوں کے درمیان تھی۔ حدید عالم وکالت پڑھ رہے تھے اسلام آباد سے۔امی ترکی سے نانو کے ساتھ یہاں پر آئی تھی۔ حدید عالم بھی ان دنوں لاہور آئے ہوئے تھے۔ نمیر انکل بزنس ٹور پہ باہر تھے اس لئے امی سے ان کی ملاقات نہ ہو سکی۔ حدید عالم کو امی سے محبت ہو گئی اور انھوں نے دادو کو اپنی محبت بتادی ان ریرٹن دادو نے جو بات بتائی اس حدید صاحب شاکڈ ہو گئے۔ خیر میں اتنی تفصیل میں نہیں جاوں گا شارٹ سٹوری یہی ہے کہ بڑے اس

بات پہ راضی نہیں تھے نہ میری ممی۔اس طرح نمیر انکل اور امی کی شادی ہو گئی۔سال بعد ان کی بیٹی ہوئی جس کا نام صوفیا تھا

۔"رمشا الجھ سی گئی۔اس کا الجھنا سکندر سمجھ چکا تھا۔

"ہاں میں اپنے ماں باپ کا اکلوتا بیٹا ہوں باقی سارے میرے بہن بھائی سوتیلے ہیں لیکن صوفی میری سگی بہنوں سے بڑھ کر تھی

۔"

اس لئے تو تم عنیقہ کا بھی ساتھ دے رہے تھے کیونکہ تم اسے سوتیلا سمجھتے نہیں تھے۔

رمشا نے دل میں سوچا۔

"سب کچھ پرفیکٹ تھا۔حدید عالم بظاہر تو آگے بڑھ چکے تھے مگر انھیں میری ممی سے نفرت ہو چکی تھی۔شادی اور صوفی کے پیدائش کے بعد وہ لاہور آئے ہی نہیں پھر مستقل طور پہ تب آئے جب نمیر انکل کی ڈیتھ ایک کار ایکسیڈنٹ میں ہو گئی۔"

"فیملی نے پریشر دیا کہ وہ میری ممی سے شادی کر لیں جس پہ وہ بھڑک اُٹھے کہ جب انھیں وہ چاہیے تھی تو انھیں نہیں دی اب جب وہ موو آن کر چکے ہیں تو انھیں زبردستی ایک بچی سمیت تھوپ رہے ہیں۔بہر حال بہت سی دھمکیوں میں وہ بلا آخر آ گئے کیونکہ دادا ابو کے سامنے ویسے بھی ان کی نہیں چلتی تھی اور ان کی شادی میری ممی سے ہو گئی لیکن تہمینہ بانو کے ساتھ ہم سب کا بُرا ٹائیم بھی شروع ہو چکا تھا۔"

"نفرت کا پورا کا پورا اظہار ہونے لگا صوفی کو تو وہ بھانجی کے بجائے راستے کا کانٹا سمجھتے تھے۔لوگوں کو لگ رہا تھا کہ صوفی کو باپ اور تہمینہ کو شوہر مل گیا لیکن دونوں کو جان کا عذاب ملا تھا۔میں سال بعد پیدا ہوا گیا۔صوفی اس وقت دو سال کی تھی۔جو خوشی میری ممی میری پیدائش پہ ایکسپیکٹ کر رہی تھی وہ انھیں نہیں ملی کیونکہ ظاہر جس سے وہ نفرت کرتے تھے اسی نے مجھے پیدا کیا۔

سات سال ہم سب کو برداشت کرنے کے بعد انھوں نے اپنی پسند کی شادی کر لی اور عذاب کا لیول بڑھ چکا تھا کیونکہ ان کی دوسری بیوی ہم سے خار کھاتی تھی۔بس کسی طرح ہم تینوں یہاں سے دفع ہو جائے۔"

"آپ۔۔۔کی۔۔۔ممی۔۔۔اتنی کمزور۔۔کیوں تھی۔۔۔انھیں اپنے لئے لڑنا چاہیے تھا۔۔۔ایسے۔۔کیسے خود بھی ظلم۔۔۔سہتی رہی۔۔۔آپ دونوں۔۔۔کو بھی ظلم سہنے سے نہ روکا۔"

"یہی تو میں پوچھنا چاہتا ہوں کہ تم کیوں کمزور پڑ گئی؟تم کیوں سہہ رہی ہو؟ایسی کیا بات ہے جو تم مجھ سے چھپا رہی ہو؟

رمشا یک دم ساکت ہو گئی۔ بات کہاں سے کہاں تک پہنچ گئی۔

"میں کچھ نہیں چ۔۔۔۔۔چھپا رہی۔"

تھوڑی دیر بعد سکندر ہنس پڑا۔

"جس طرح تم مجھ سے باتیں چھپا کر ایسی حرکتیں کر رہی ہو ویسے ہی کوئی بات ان کے ساتھ بھی ہوئی ہو۔میں تیرہ' چودہ سال کا تھا جب امی کی ڈیتھ ہو گئی۔آفٹر سفرنگ فور سوینی ایر زوہ تو آزاد ہو گئی لیکن مجھے اور صوفی کو قید میں چھوڑ گئیں۔"

سکندر اب خاموش ہو گیا۔

رمشا نے سر اُٹھایا سکندر آنکھیں بند کر کے دوسرے ہاتھ سے اپنی کنپٹی دبا رہا تھا۔

"میں سر دبا۔۔۔دوں۔۔۔"

وہ فکر مندی سے بولی۔ جس پہ سکندر نے کہا۔

"رہنے دیں۔ سر درد دے کر محترمہ کہتی ہیں سر دبا دوں۔"

وہ کوشش کر رہا تھا کہ وہ لائیٹر موڈ میں رہ کر یہ ساری بات کہے لیکن اس کے لئے بہت مشکل ہو رہا تھا۔

"اگر آپ کی۔۔۔۔۔طبیعت۔۔۔۔خراب ہو رہی۔۔۔ہے سکندر۔۔۔۔تو میں۔۔۔۔سر دبا۔۔۔دیتی ہوں۔ ہم۔۔۔بعد میں بات۔۔۔۔کر لیں گے۔۔۔یا ضرورت۔۔۔۔۔ہی نہیں۔۔۔"

"ضرورت کیوں نہیں ہے رمشا۔ تم ہی تو کہہ رہی تھی تمھیں سب کچھ جاننا ہے اب جب میں سب کچھ بتا رہا ہوں تو تم کہنے لگی ہو ضرورت نہیں ہے۔" سکندر اُٹھ گیا تھا اور اپنی پیشانی انگلی سے مسل کر تیزی سے کہنے لگا۔

"کیونکہ۔۔۔آپ کو۔۔۔۔"

سکندر نے اس کی بات کاٹی وہ جانتا تھا آگے کیا کہنے والی ہے۔

"نویوررائٹ رے مجھے اب اس تکلیف سے موو آن کرنا ہے۔ میرے اندر جو برسوں سے بے چینی اور ایذا پل رہا ہے اسے ختم کرنا ہے اور یہ سب تب ہوگا جب میں کسی سے یہ بات شیر کروں گا!! حنان کو یہ سب باتیں اس لئے معلوم ہیں کہ وہ یہ سب واقعے کا گواہ رہا ہے یہ سب اس کو بتانا اس سے ڈسکس کرنا۔۔۔اُف خدایا۔"

وہ سیدھا بیگ کی طرف بڑھا اس کی فرنٹ زپ کھول کر اس نے ٹیبلیٹس نکالی۔ رمشا اُٹھ کر تیزی سے پانی کا گلاس سائڈ ٹیبل سے اُٹھا کر اس کی طرف لائی۔ سکندر نے اسے دیکھا اور سر جھٹک کر اس نے ٹیبلیٹس منہ میں ڈال کر پانی کا گلاس لیا۔

"میں نے کہا۔۔ نا آپ۔۔۔ سے مجھے کچھ نہیں جنانا۔۔ آپ خوامخواہ اپنے آپ کو تکلیف دیں رہے۔۔۔۔ ہیں داود۔۔۔ یہ ۔۔۔۔ بات جس طرح آپ۔۔۔۔۔۔ نے بتائی ہے۔۔۔" سکندر نے غصے سے اس کی بات کاٹی۔

"رے میں نے تمھیں اپنا آپ اچھا ثابت کرنے کے لئے تو بالکل بھی یہ سب نہیں یہ بتایا!!! کیونکہ مجھے پتا ہے اس سب کے باوجود بھی تم مجھے چھوڑنے کا کہو گی۔ مجھ سے بھاگو گی کیونکہ اس وجہ سے تم مجھ سے نفرت کرتی ہی نہیں تھی۔"

رمشا ایک دم ساکت ہوگئی۔ سکندر کو بلا آخر پتا چل گیا کہ وہ بلیک میل ہو رہی ہے۔

"سی سی ٹی وی کیمرہ میرے گھر میں لگا ہے رے!!!! تو تمھیں لگتا میں ہے بہت سے چیزوں سے انجان رہوں گا۔" وہ خاموش رہی کیا کہتی۔

"میں نے اگنور اس بات کو اس لئے کیا کہ مجھے لگا کہ تم یہ بات خود اپنے منہ سے کہو گی یا میرے اس اعتراف سے کیا پتا تمھاری زبان کھل جائے مگر نہیں تم مجھ پہ ٹرسٹ نہیں کرتی۔ تم اس شخص کو مجھ سے زیادہ طاقتور سمجھتی ہو جو تمھیں ڈرا رہا ہے یہی چیز صوفی نے کی تھی!!! مجھے ہر چیز سے انجان رکھا اس نے' عامر کے ارادوں' اس کے دشمن کی پلانز کچھ خبر نہیں ہونے دی اور وہ پھر اس انجام کو پہنچی تم بھی اس انجام کو پہنچنا چاہتی ہو کیا؟ بولو!!"

وہ چیخ نہیں رہا تھا مگر اس کا انداز ہلا دینے والا ضرور تھا۔

"صوفی کو میرے جیسے غنڈے عامر بھا سے محبت ہوگئی۔ وہ اس کے کلاس فیلو کا بڑا بھائی تھا۔ اس کے ساتھ افیر چلانے لگی۔ عامر اس کو محبت اور عزت دیتا تھا!!! اسے وہ چیز پُرکشش لگنے لگی کیونکہ یہ سب چیزیں اسے گھر پہ نہیں ملتی تھی۔ ان کا افیر دو مہینے سے چل رہا تھا حتی کہ میں بھی انجان تھا۔ وہ بھی حدید عالم نے میرے علم میں گزارا بیٹرے تو میں نے بہت فیل کیا کہ میری بہن

نے مجھ پہ ٹرسٹ نہیں کیا پھر بھی اس کا ساتھ دیا میں نے!!! اور اس کے ساتھ گھر سے نکل گیا۔ چھوٹا ہونے کے باوجود اس کا سہارا بنے کی بھرپور کوشش کی مگر وہی بات ٹرسٹ کی۔ اسے لگا وہ عامر کے ساتھ زیادہ سیف رہے گی میں دُکھی ہونے کے باوجود مان گیا۔ اسے اکیلا نہیں چھوڑا اس کے ساتھ رہا۔ بیشک وہ مجھ پہ بھروسہ نہ کرے لیکن میری ماں نے مجھ پہ ٹرسٹ کیا تھا رے کہ میں صوفی حفاظت کر سکتا تھا لیکن میں نہ کر سکا۔ سب کچھ بظاہر تو ٹھیک تھا' میری پیاری سی بخت بھی ہو گئی مگر سب کچھ تباہ تب ہوا جب عامر نے ایک خطرناک گروہ سے پنگا لے لیا جس کی وجہ سے صوفی اور میں برباد ہو گئے۔"

"تو اس۔۔۔۔۔سب کے بعد۔۔۔۔آپ نے۔۔۔عامر بھا کو م۔۔۔۔مم مار دیا۔۔۔"

"نہ صرف عامر کو بلکہ اس گینگ کو جس نے میری صوفی کو کہی کا نہیں چھوڑا تھا تب سے شیرِ داود سکندر حدید بن گیا۔"

"سکندر حدید ایسا شخص ہے جس نے خود سے وعدہ کر لیا تھا کہ وہ کسی مرد کو اس کے ناپاک ارادوں میں کامیاب نہیں ہونے دے گا ۔وہ جن مرد کو اپنی مردانگی کا زعم ہے!! عورتوں کو بے حقیر' بے مایا سمجھنے والوں کی میں ساری مردانگی ختم کر دوں گا کیونکہ میں نے اپنی ماں اور صوفی کھوئی ہے رے میں اب تمھیں اور بخت کو نہیں کھو سکتا ورنہ میں مر جاوں گا اگر تم چاہتی ہو تمھارا اقربا قربو نہ کھوئے تو اس سب بتادو جیسے میں نے ساری حقیقتیں کھول دی۔"

رمشا تیزی سے اس کے پاس آئی اور اس کے سینے سے لگ کر پھوٹ پھوٹ کر رونا شروع ہو گئی۔

"آئیم۔۔۔۔۔سوری۔۔۔۔۔آئیم سوری۔۔۔۔۔سکندر۔۔۔۔۔وہ بخت۔۔۔کو۔۔۔۔اور آپ کو۔۔۔مار دیتے۔۔۔۔۔۔میں ۔۔۔آپ۔۔۔۔دونوں۔۔۔۔۔کو کھو۔۔۔۔۔۔۔نہیں سکتی۔۔۔۔۔۔۔۔میں مر جاتی۔۔۔۔۔سکندر۔۔۔۔۔۔۔آئیم سوری ۔۔۔۔۔سس۔۔۔۔" سکندر نے اسے کے گرد بازوں پھیلائے۔

"شش اِٹس اوکے رے۔میں ناراض نہیں ہوں۔"

"آئیم سوری۔۔۔مجھے۔۔۔۔آپ کی تکلیف۔۔۔۔کا نہیں پتا۔۔۔۔تھا آئیم سوری۔۔۔" وہ روتی گئی اور سکندر پیار سے اس کا سر تھپکنے لگا۔

"ساری لائیٹیں کھول دیں' واش روم' روم کا دروازہ بھی صحیح سے لاکڈ ہو گیا ہے۔ کھڑکیاں بھی ہو گئیں۔اب کیا رہتا ہے۔ بھوت نیچے سے بھی آسکتے ہیں بیڈ کے نیچے کیا کروں۔اللہ پوچھے آپ کو ہانی ماما یہاں پہ تو آپ کی بیوی بھی نہیں ہے کہ آپ سے بدلہ لینے کے میں انھیں اپنے کمرے میں گھسیٹ لاتی۔"

وہ بیڈ پہ بیٹھ گئی پھر اسے یاد آیا کہ اس کے پیر لٹکے ہوے ہیں کوئی بھوت اس کے نیچے سے پیر کھینچ سکتا ہے۔اس نے تیزی سے پیر اوپر کیے۔

"میں سب کے سامنے کتنی بہادر بنتی ہوں در حقیقت اتنی ڈرپوک ہوں۔اس ڈاکٹر نے بھی دیکھ لیا۔اوکے بخت بھوت ووت کچھ نہیں ہوتے سب ڈرامہ ہے۔ایک مووی تھی اور وہ بھی بکواس آنکھیں بند کرو اچھی اچھی چیزیں سوچو اور سو جاو۔"

اس ہی پل دروازے زوردار دستک ہوئی تو اس کا دل اچھل کا حلق میں آگیا۔ چیخ تو نکل نہیں سکتی تھی کیونکہ دل جو حلق میں آگیا تھا ۔

••••••

اس کے سر پہ زور سے ڈنڈا مارا گیا تھا وہ مضبوط ظاہر کرنے کے باوجود بھی ایک دم ڈگمگا گیا تھا۔اس نے ہمت کر کے پھر سے ان لوگوں کو اٹیک کرنے کی کوشش کی مگر دوسرے وار سیدھا اس کی کنپٹی پہ جا کر لگا تھا تو لڑکھڑاتے قدموں سمیت سید ھامنہ کے بل جا گرا۔

"ہم نے سوچا تھا کہ عامر کو لائیو شو دکھائیں گے چلو کوئی نہیں تم اس حسینہ کا خون ہو تمھاری تو روح ہی فنا ہو جائے گی۔"

شیرِ داود نے جیسے ہی یہ بات سُنی اس کا تو رگوں میں دوڑتا خون میں ایک جوش سا آگیا۔وہ تیزی سے اُٹھا کہ جیلانی نے اس کے پیٹ پہ ٹھوکر ماری سکندر پیچھے ہونے سے پہلے جیلانی کے پیر پکڑ کر تیزی سے مروڑنے لگا تھا کہ اس کے گردن کے پیچھے جیسے کچھ چُبن محسوس ہوئی۔آنکھیں بند ہونے سے پہلے اسے صوفیا کی چیخ سُنائی دی۔

"شیرو!!!شیرو!!!!!! "

ایسی دلخراش اور ہلا دینے والی چیخوں کے ساتھ تین چار وحشی ہنسی بھی اسے سُنائی دی اس پہ سکندر کی روح کانپ اُٹھی تھی۔ یہ چیخ' یہ ظالمانہ ہنسی بتا رہی تھی کہ تین چار درندے اس پہ حملہ کر چکے تھے۔

"صوفی!!!! "

وہ ایک دم تیزی سے اُٹھا۔ اس کا چہرہ پسینے سے بھر چکا تھا اور بے ترتیب سانسوں سمیت وہ عجیب آواز منہ سے نکالنے لگا۔

"داود!!"

اسے محسوس ہوا کہ کوئی چل کر اس کے پاس آیا اور اس کا چہرے کو چھوا۔ وہ اس طرف دیکھ نہیں رہا تھا وہ بالکل سیدھا دیکھ رہا تھا۔ اس کا جسم جھٹکے کھا رہا تھا اور وہ اپنے جسم کو ٹھنڈا بھی محسوس کر رہا تھا۔ رمشا نے اس کا چہرہ پکڑ کر اپنی طرف کیا لیکن اسے ہوش نہیں تھا۔

"اِٹس اواواوکے۔۔۔۔ سکندر۔۔۔ میری طرف دیکھیے۔۔۔۔ یہ خواب ہے۔۔۔۔ سکندر۔۔" لیکن سکندر ک زبان لکڑی بن چکی تھی۔ اسے دوائی چاہیے تھی۔ اس کا سُرخ سفید رنگت پیلی پڑتی دیکھ کر رمشا گھبرا گئی اس کی پشت کو زور سے رگڑ کر اس نے سکندر کو نارمل کرنے کی کوشش کی۔

"سکندر۔۔۔ نائیٹ میر تھا۔۔۔ سب کچھ۔۔۔ ٹھیک ہے۔۔۔ آپ کی رے۔۔۔ آپ کے پاس ہے۔۔۔ سکندر۔" اس نے سکندر کو اپنے ساتھ لگایا لیکن سکندر کے جھٹکے کھاتے وجود نے اسے پریشان کر دیا تو وہ سائڈ ٹیبل سے پانی کا گلاس اُٹھا کر اسے پلانے لگی۔ سکندر نے اس کا ہاتھ ہٹایا اور اُٹھنے کی کوشش کی۔

"کیا چاہیے۔۔۔۔ بتائیں۔۔۔ سکندر ڈرا رہے ہیں مجھے۔۔۔ کیا ہوا ہے۔۔۔"

سکندر نے اپنے ول پاور کا استعمال کیا کافی ہمت کی اور اُٹھ کھڑا ہوا لیکن ابھی بھی اس کی حالت غیر ہو رہی تھی۔ رمشا کی جان پر بن آئی۔ وہ تیزی سے بیگ کی طرف بڑھا۔ تو رمشا سمجھ گئی اسے میڈیسن چاہیے کپڑے چینج کرنے کے لئے جب اس نے بیگ کھولا تھا تو اس میں ایک دو میڈیسن پڑی ہوئی تھی ایک تو سر درد کی تھی دوسری شاید سکندر کے پینک اٹیک کی تھی۔ رمشا تیزی سے آگے بڑھی بیگ کھول کر اس نے میڈیسن نکالی اور سکندر کو دی۔ سکندر نے جیسے پل کو نگا وہ خود کو کچھ سکینڈ بعد پرسکون محسوس کرنے لگا۔ وہ نیچے بیٹھنے لگا کہ رمشا نے اس کو پکڑ لیا۔

"بیڈ۔۔۔پہ چلیے۔۔آئے۔۔" اس نے سکندر کی مدد کی وہ بیڈ پہ بیٹھا تو گہرے گہرے سانس لینے لگا۔

رمشا نے اس کی پیشانی پہ بکھیرے بالوں کو پیچھے کیا۔ پسینے سے اس کا منہ گیلا ہو چکا تھا۔

"آپ۔۔۔ٹھیک۔۔۔ہیں۔۔؟" اس کے بازو سہلاتے ہوئے اس نے بڑی فکر مندی سے پوچھا۔

"سوری۔"

سکندر ایک لفظ ہی بول پایا۔ رمشا نے اپنا سر اس کی بازو پہ ٹکا دیا۔

"سب کچھ۔۔۔ٹھیک۔۔۔ہو ہو جائے گا۔" سکندر نے سنبھل کر تکیے کے نیچے سے فون نکالا جس میں بختاور اور رمشا دونوں کی تصویر لگی ہوئی تھی۔ فون کا لاک کھول کر اس نے وقت دیکھا۔ رات کے ایک ہی بج رہے تھے مگر وہ جانتا تھا کہ بخت اس ٹائم اُٹھی ہو گی۔ کال ملا کر اس نے فون کان سے لگایا۔

"کس۔۔۔کو کال۔۔کر رہے۔۔ہیں؟" مگر سکندر نے اسے کوئی جواب نہیں دیا۔

ابھی دروازے کی دستک سے وہ سنبھل نہیں پائی تھی کہ فون کی رنگ ٹون پہ اس کا ہاتھ سیدھا منہ پہ گیا تھا۔

اس نے دیکھا اس کے سامنے پڑا اس کا فون بج رہا تھا۔ ماما کی شکل سکرین پہ نمودار ہوئی تو اسے حد سے زیادہ حوصلہ ملا تیزی سے فون اُٹھا کر کان سے لگایا۔

"ہہ ہہ ہیلو۔۔"

اس نے کوشش کی کے اس کی آواز میں ڈر اور گھبراہٹ نہ ہو۔

"سو تو نہیں رہے تھے بچے؟۔" سکندر کی پھولی ہوئی سانسوں میں بات کرتا ہوا دیکھ کر بخت چونک پڑی سارا ڈر غائب بس اب ماما کی بھانجی کو ماما کی فکر لگ گئی۔

"کیا ہوا ماما آپ کی سانسیں پھولی ہوئی کیوں ہے؟ کسی کو مار تو نہیں رہے اس وقت۔"

اس کی بات سُن کر ٹینز سکندر ہنس پڑا۔ رمشا کی جان میں جان آئی۔

"یہ تم لوگوں کو آخر کیوں لگتا ہے کہ میں ہر ٹائیم کسی کی کٹائی کر رہا ہوتا ہوں۔"

"بس جب سے آپ کی زندگی میں آپی آئی ہیں آپ ٹرامپل کرتے ہوئے پائے گئے ہیں۔آپ کہاں ہیں اس وقت؟اور اس ٹائیم فون کرنے کی وجہ؟"

"بس تمھاری آواز سُنی تھی۔یو او کے نا؟"

"ویسے آپ میرے اینجیل ہو ماما جب بھی میں پریشان ہوتی ہوں تب آپ میری پاس ہوتے ہیں آپ کو پتا میں اس وقت اتنا ڈر رہی ہوں مجھے نیند بھی نہیں آرہی۔"

سکندر ایک دم پریشان ہو گیا۔

"کیوں پرنسس کیوں نیند نہیں آرہی۔مجھے بتاؤ ٹھیک ہو نا!! "

"ہانی ماما نے جیسن میرا مطلب ہے مشی آپی کے ماموں کے ساتھ مجھے ڈروانی فلم دکھائی۔"

سکندر کے ماتھے پہ بل آ گئے۔

"کیوں دکھائیں بھئی!!! اسے پتا نہیں کہ تمھیں نیند نہیں آتی۔اوپر سے تم اکیلی ہو اس کی خبر میں لیتا ہوں۔فاخرہ مائی کو بھیجوں چندا؟"

"کیا۔۔۔ہوا؟"

رمشا نے اس سے پوچھا۔

"نہیں ان بیچاری کو بھیجے گے تو یہ لوگ مذاق اُڑائے گے۔"

"بھاڑ میں گئے یہ لوگ مذاق اُڑا کے تو دکھائے میری بیٹی کا۔"

وہ اُٹھ گیا۔رمشا اسے دیکھ رہی تھی مسکرا پڑی۔یہ آدمی بھا نا۔

"ہانی ماما تو دب جائے گے لیکن آپی کے ماموں آپ سے نہیں دبنے لگے۔"

"ایسا کون ہے جو سکندر حدید سے نہیں دبتا میں بس بھیج رہا ہوں تم ڈرنا نہیں او کے۔"

"نہیں ماما اب آپ سے بات کر لی ہے اب سارا ڈر غائب ہو گیا ہے۔ تھینک یو فور کالنگ۔"

حالانکہ وہ وقتی طور پہ تو سارا ڈر بھول چکی تھی مگر وہ جانتی تھی بعد میں وہ خوفزدہ بیٹھے جاگتی رہے گی لیکن ماما کا پول نہیں کھولنا چاہتی تھی۔

"آر یو شیور بخت اگر مجھے تسلی کرنے کے لیے کہا ہے تو بہت مار کھاؤ گی۔"

"نہیں نہیں ماما سچ میں آئیم پرفیکٹ!! "

"رکھ رہا ہوں اب سو جانا۔"

"او کے ماما بائے۔"

"لو یو بچے۔"

※※※※※※※※※※※※※※※※※※※※※※※※※※※

"تھینک گاڈ پھوپھو انکل مجھ سے اتنے پیار سے ملے مجھے لگا میں ان کے آنے سے پہلے جلدی سے سامان پیک کر لوں کہی یہ مجھے نکال ہی نہ دے۔"

اس کے شرارتی انداز پر پھوپھو نے اسے ہلکہ سا گھورا۔

"کیسی باتیں کرتی ہوں عینہ وہ بھلا تمھیں کیوں کچھ کہیے گے۔ وہ اب سمجھ گئے ہیں کہ مشی کا ان سے دور ہو جانا تقدیر کا کھیل تھا اس میں بھائی یا حدادکا کسی کا قصور نہیں تھا۔ ہماری بچی کی تقدیر ہی ایسی ہے۔ ایک ہی جان تھی اور اس ایک جان کی اتنی تکلیفیں دیکھی ہے ہم نے۔"

بولتے ہوے ان کی آنکھیں نم ہو گئیں۔ درینہ کو کچھ ہوا۔ اس نے قریب آ کر انھیں اپنے ساتھ لگا یا۔

"پھوپھو پلیز مت روئے سب ٹھیک ہو جائے گا۔ مشی بہت جلد آپ کے پاس آئے گی وہ وقت دور نہیں ہے۔ آپ بس اللہ سے اُمید باندھے رکھیں۔"

"اب تو کہتی ہوں کہ وہ نہ ہی آئے۔ آ بھی جائے گی تو کون سا دُنیا اسے جینے دے گی۔ رؤف تو اسے ڈھونڈتے ہوئے تھک گئے ہیں وہ بھی اس معاملے میں ٹوٹ چکے ہیں۔"

"ایسی بات نہیں کرتے پھوپھو۔ مایوس نہ ہوں ان شاءاللہ سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا۔"

"عینہ مجھے تم سے کچھ ضروری بات کرنی تھی۔"

"جی کہیے پھوپھو۔"

وہ پھوپھو کے سنجیدہ لہجے پر چونک پڑی۔

"مشی نے کبھی تم سے اپنی دل کی بات شیر کی۔"

دل کی بات پر عینہ کو نجانے کیوں اس کی چھٹی حس اچھے سگنل نہیں دے رہی تھی۔

••••••••••••••••••••••••

کمبل میں دبکے اسے محسوس ہوا جیسے کوئی اسے دیکھ رہا ہے۔ جیسے کوئی اس کے بالکل سامنے کھڑا اسے نگلنے کے لئے تیار ہے بس اس کی کمبل ہٹانے کی دیر تھی۔ تکیے کو مٹھیوں میں لئے اسے جتنی آیتیں آتی تھی اس نے ساری پڑھ ڈالی۔

"دیکھ لیتی ہوں ہنڈرڈ پرسنٹ کوئی نہیں ہوگا۔"

اس نے زرا سا کمبل ہٹایا تو اس کی آٹکی ہوئی سانسیں بحال ہوئی۔ کوئی نہیں تھا۔

"یار اتنی گرمی لگ رہی اوپر سے سانس نہیں لیا جا رہا۔" ایک دم اس محسوس ہوا کہ اس دروازے کے قریب سٹک اور قدموں کی چاپ سُنائی دی ہے۔ وہ بالکل چوکس ہو کر سانسیں روکے سُننے لگی آیا واقعی جو اس نے سُنا اور محسوس کیا ہے وہی ہو رہا ہے۔

"ضرور وہ موموا ہی ہوگا ظاہر ہے اس نے مجھے فلم دکھائی اب وہ ہی مجھ سے بدلہ لے رہا ہے۔ میں اب اسے بتاتی ہوں کہ میں بھی بھاکی بھانجی ہوں۔"

جب اس نے کسی کا گلا کنکھارتے ہوئے سُنا تھا وہ سمجھ گئی تھی یہ حداد ہی ہے۔

تیزی سے چپل پہن کر وہ دروازے کی طرف بڑھی۔ دروازہ کھول کر اس نے باہر دیکھا پھر سامنے اس کے کمرے کے دروازے کو۔

"اگر اسے نے مجھے ڈرایا تو اس کے سارے لمبے بال کھینچ لوں گی۔ عمر کا تو میں نے ہر گز لحاظ نہیں کرنا۔ جب وہ خود ایسی حرکتیں کر سکتے ہیں تو مجھ سے کیا توقع رکھے گے۔"

دروازے پہ پڑنے والی زوردار دستک پہ حداد جو کتاب میں گُم ہوا تھا ایک دم الرٹ ہو گیا۔ اس نے سامنے گھڑی دیکھی جہاں رات کے دو بج رہے تھے۔

"ڈرامے باز نہ ہو تو اب ٹائیم لگائے گے تاکہ مجھے لگے کہ یہ نہیں ہے جو مجھے ڈرا رہے ہیں۔ اب بہت لحاظ کر لیا میں نے ان کا ڈیڑھ ہفتے سے سہہ چکی ہوں میں۔"

حداد نے دروازہ کھولا تو شیرنی بنی بخت کو دیکھا جو اس کو دیکھ کر ایک دم پھٹ پڑی۔

"آپ سمجھتے کیا ہیں اپنے آپ کو ایک لڑکی کو ڈرا کر آپ کو کون سی تسکین ملتی ہے۔ آپ کو لگتا ہے مجھے اچھی طرح سے نہیں جانتے۔ اگر ایک دفعہ میرے ماما کو پتا لگ گیا نا کہ آپ مجھے زرا سا تنگ کر رہے ہیں تو وہ چٹکیوں میں آپ کا حشر کر دے گے۔ آپ درینہ آپی کے چاچو ہیں اس لئے میں نے آج لحاظ کیا دوبارہ آپ نے ایسا کیا تو ماما سے پہلے میں آپ کا۔۔۔۔"

"سائیلنس !!! "

اس کی بات مکمل ہونے سے پہلے حداد نے تیز اور سخت آواز میں اس کی بات کاٹی۔

"میں نے آج تک کسی کو اجازت نہیں دی کہ میرے سے اس زبان میں بات کرے اور تمھاری اتنی جرات اپنی عمر اور سائز دیکھو لڑکی !!! میں بھی درینہ اور حنان کی وجہ سے لحاظ کر رہا ہوں ورنہ جتنا تم بول رہی ہوں دوبارہ بولنے کا موقعہ میں ہر گز نہ دیتا۔"

انگلی اُٹھا کر سخت لہجے میں بولتا وہ کافی انٹیمڈ ٹنگ دکھائی دے رہا تھا۔ بخت بالکل رونے والی ہو گی مگر خود پہ قابو پاتے ہوئے نرمی سے بولی۔

"میں نے صرف۔۔۔۔"

"چُپ!!! "

"میں بات کر رہا ہوں۔ بولنا کا کہا میں نے تمھیں۔"

وہ سیدھا آپ سے تم پر آ گیا تھا۔ وہ مزید ایسی بد تمیزی برداشت نہیں کر سکتا۔

"تمھیں ہینڈل مجھے اپنے سٹائل میں کرنا ہو گا کیونکہ میں سمجھ گیا ہوں کہ تمھارے گھر والوں نے تمھیں بے بی کی طرح ٹریٹ کر کے بگاڑ دیا ہے۔ ٹائیم دیکھ رہی ہو اور اپنا حلیہ یہ کوئی وقت ہے کسی کے کمرے میں آنے کا۔" بختاور نے اپنے حلیہ کو دیکھا وہ اس وقت لمبی ٹی شرٹ اور پجامے میں ملبوس اپنے مطابق بالکل مناسب حلیے میں تھی۔

"میں کبھی اس وقت نہ آتی جو کہ آپ ایسی حرکتیں نہ کرتے اور میرے حلیے کی بات ہی نہ کرے آپ جو خود اپنا آپ ملنگوں والی حالت رکھتے ہیں وہ دوسرے کو کہہ رہے ہیں۔"

حداد کے جبڑے اس بات پر بھینچے گئے۔ غصہ جو اتنے ٹائیم سے غائب ہو گیا تھا وہ ایک دم آ گیا تھا۔ اس نے بختاور کا بازو سختی سے پکڑا اور اسے اپنے مقابلے کھڑا کر کے جھک کر بولا۔

"آئیم ناٹ آ نائیس گائے لٹل گرل۔ میرے سے تمیز سے بات کرو گی تو میں واقعی ایک اچھا انسان ثابت ہو گا اگر میری لمٹس کو پُش کرو گی تو پھر۔۔۔۔۔"

اس نے بات ادھوری چھوڑ دی اور بخت کو بھی بخت بالکل فریز ہو گئی اس کی سختی پر نہیں بلکہ اس کے انداز پر ایسے تو ایسے تو ہر کولیس بولتا ہے۔

"اپنے کمرے میں جائے۔"

اتنا کہہ کر اس نے دروازہ بند کر دیا۔ بخت نے دروازے کو حیرت سے دیکھا۔

"یہ ہر کولیس؟ نہیں ہر کولیس کی آواز ایسی نہیں تھی مگر بولنے کا انداز' اس طرح کے لفظ استعمال کرنا یا اللہ یہ کیا تھا۔"

••••••••••••••••••••••••••••••

"کیسی دل کی بات پھوپھو؟"

"رمشا کو کبھی کوئی پسند رہا ہے؟"

اب تو عینہ بالکل چُپ ہو گئی۔ کہی پھو پھو نے سکندر کی تصویر تو نہیں دیکھ لی۔ ظاہر ہے میں نے آرام سے اس کی دراز میں موجود تصویریں دیکھ لی ہیں تو آنٹی نے نہیں دیکھی ہو گی مگر مشی نے اس دراز کے سائڈ پہ کپڑا رکھا تھا اور تصویریں بھی چھپی ہوئی تھیں یا اللہ پلیز سکندر کا نہ پتا لگے انھیں۔

"نہیں پھو پھو ایسا تو کچھ نہیں ہے آپ کو تو پتا ہے مشی کتنی بورنگ سی ہے اور اگر ایسی کوئی بات ہوتی تو ضرور بتاتی۔"

"شزا بھی یہی کہتی ہے کہ مشی تو لڑکوں کے ذکر وغیرہ سے بھاگتی تھی۔ میں بھی یہی سمجھتی ہوں کہ میں جب شادی وادی کا ذکر کرتی تھی تو وہ ایسے ٹاپک سے بھاگتی تھی میں نے اس وقت یہی سوچا کہ ابھی اُنّیس بیس سال کی ہے اس کا ذہن اس طرف تو نہیں ہو گا مگر وہ تصویر دیکھ کر۔"

"کون سی تصویر پھو پھو؟" درینہ نارمل لہجے میں ان سے پوچھنے لگی حالانکہ اس کا اندر سے دل بہت زیادہ گھبرا رہا تھا۔

"سکندر بھا کو جانتی ہو نا؟ وہ لاہور کا غنڈہ۔"

"ہاں انھیں کون نہیں جانتا کیوں کیا ہوا؟"

"مجھے لگتا ہے مشی اسے پسند کرتی تھی۔" عینہ نے اس بات پر اپنی زبان پہ دانت رکھے۔ کچھ سوچ کر وہ ہنستے ہوئے بولی۔

"اچھا اس غنڈے بدمعاش کو کیا ہو گیا پھو پھو مشی کی اتنی چوائس خراب نہیں ہے۔"

حالانکہ وہ کہنا چاہتی تھی کہ وہ پسند؟؟؟ وہ اس خوبصورت پیارے دل کے مالک آدمی کی عاشق تھی اور اب تو وہ اس کی بیوی بن چکی ہے۔

"میں نے رمشا کی بیگ سے اس کی تصویر دیکھی عینہ یہ بات کسی کو مت بتانا۔ اس پہ کچھ لفظ بھی لکھے تھے۔ ایسی کیسے کسی غنڈے کی تصویر وہ رکھ سکتی ہے۔" درینہ نے انھیں ہلکہ سا گھورا۔

"کیسی باتیں کرتی ہیں پھو پھو جان میں بھلا کسی کو کیوں بتاؤں گی اور آپ(وہ ہنسی) اب میں سمجھی اصل میں مشی ڈرگ کے ایشو پہ کوئی پراجیکٹ بنارہی تھی تو وہ مجھ سے کچھ انفارمیشن پوچھ رہی تھی میں نے کہا سکندر بھا کو سٹڈی کر لو وہ آج کل ٹرینڈگ غنڈہ ہے۔آپ بھی نا مجھے کال کر کے بتا دیتی خوامخواہ پریشان رہی اس بات پر۔"

"عینہ میں نے بھی ایسا سوچا لیکن شزا کا انداز ٹھٹھکا دینے والا تھا۔ایسے لگ رہا تھا جیسے وہ مجھ سے کچھ چھپا رہی ہے۔"

"اوہو پھو پھو آپ کو وہم ہو گا۔ویسے اگر رمشا پسند بھی کرتی تو اس میں کون سی بڑی بات تھی۔"

اس نے بڑے عام سے انداز میں ان سے پوچھا تھا لیکن پھو پھو نے گہرا سانس لیتے ہوئے کہا۔

"بہت بڑی بات ہے بیٹا۔اگر ایسی بات ہوتی تو۔۔۔۔۔"

وہ ایک دم چُپ ہو گئی۔

"کیا بات ہوتی پھر؟"

"یا پھر اس غنڈے کو رمشا پہلے سے جانتی ہے اس سے ملی ہے۔۔۔۔"

"پھو پھو آپ رمشا پہ شک کر رہی ہیں۔"

عینہ کو شاک لگا یہ بات سُن کر۔

"نہیں ایسی بات نہیں ہے عینہ مجھے اپنی بیٹی پہ بھروسہ ہے۔کیا پتا اس غنڈے نے ہی اُٹھوالیا ہو ان دنوں بھائی صاحب کے ساتھ بھی اس کے مسئلے چل رہے تھے۔اگر مشی کراچی میں غائب ہوئی ہوتی تو میں یہ بات نہ سمجھتی مگر وہ لاہور میں کیڈنیپ ہوئی ہے عینہ وہ بھی تمھارے گھر۔"

سکندر بھائی کیوں اُٹھوائے گے۔پھو پھو بھی نا۔۔۔ویسے ان کا قصور نہیں وہ سکندر بھائی کو جانتی نہیں ہے اگر جاننے لگ جائے تو ان کو اپنی سوچ پہ شرمندگی ہو۔

"نہیں پھو پھو وہ لاکھ بُرے اور غنڈے۔۔۔۔۔۔۔"

"شمائلہ آپ کی امی کی کال آئی ہے۔"

"رؤف صاحب کی آواز پر درینہ کو اپنی بولتی بند کرنی پڑی۔ پھو پھو جی کہہ کر اُٹھی۔

"تم ریسٹ کرو یا دادو سے بات کرنی ہے؟"

"نہیں پھو پھو آپ جائے میں حنان سے بات کر آوں۔"

•※•※•※•※•※•※•※•※•※•※•※•※•※•※•

"رے؟"

"مجھے ایک جگہ رُکنا ہے اور زرا ٹائیم لگاؤں گا آر یو اوکے وداِٹ؟"

وہ دونوں اس وقت شہر میں ہی تھے۔ جب سکندر نے بڑی سی بلڈنگ کے قریب گاڑی روکی۔

"آپ۔۔۔ کِک کہاں جا رہے۔۔۔ ہیں؟"

رمشا نے چونک کر سکندر کو دیکھا اور پھر سامنے بلڈنگ کو۔

"میں بس زرا ضروری کام نپٹا لوں گھبرانا نہیں وہ سامنے بلیک پیجارو میں جاوید بیٹھا ہے۔ وہ تم پر نگرانی کر رہا ہے۔" رمشا نے جھٹکے سے سامنے بلیک پیجارو میں بیٹھے جاوید کو دیکھا۔ جو بلیو شرٹ بلیک سُن گلاسس پہنے ان کو دیکھ کر سر اثبات میں ہلا رہا تھا۔

"یہ۔۔۔ یہاں۔۔۔ کِک کیا۔۔ کر رہے ہیں؟"

"اپنا کام یونو ہی ازمائی رائیٹ مین! چاہ کر بھی اس سے دستبردار نہیں ہو سکتا۔"

"تو پھر کِک کٹ۔۔ کُٹتے کیوں ہیں بیچارے کو۔"

"میری مرضی۔" اس نے کہتے ہوئے جھک کر گلو کمپارٹمینٹ کھولا اور اس میں سے سیاہ دستانے نکالے۔ رمشا الجھ کر اسے دیکھنے لگی۔ اس نے دیکھا وہ اب دستانے پہن رہا ہے۔ یہ کیا کرنے جا رہا ہے۔

"ابھی آیا پریشان مت ہونا۔"

اس نے مسکرا کر کہتے ہوئے گاڑی سے اُتر گیا۔ رمشا کو اس کا انداز ٹھیک نہیں لگا۔

سکندر نے ایک ہاتھ میں گلوز پہنی ہوئے تھے دوسرے ہاتھ سے فون نکالا۔ عنیقہ جو کمرے میں سست انداز میں لیٹی سوچ میں گُم تھی ایک دم فون کی آواز پر چونکہ گردن گھما کر اس نے فون کو دیکھا اور پھر بے زاری سے اُٹھا کر اس نے دیکھا سکندر بھائی کالنگ لکھا آرہا تھا۔ وہ تیزی سے اُٹھی اور فون کان سے لگا کر تیزی سے کہا۔

"ہیلو بھائی۔"

"عنیقہ بچے کیسی ہو؟"

"میں ٹھیک بھائی آپ بتائیں آپ ٹھیک ہیں نا؟"

اس دن کے بعد سے ان دونوں کے درمیان کوئی بات نہیں ہوئی تھی اس لئے عنیقہ اس سے پوچھ رہی تھی۔ سکندر نے چند باتوں کے بات سیدھے مقصد کی طرف آیا

"اچھا یہ اصغر نامی لڑکا ہے یہ رہتا کہاں پہ ہے؟"

وہ ساری انفارمیشن نکلوا چکا تھا بس کنفرمیشن چاہیے تھی۔

"لاہور میں ہی بھائی مگر آپ پوچھ کیوں رہے ہیں؟"

"بس ایسی لاہور کے علاوہ کہی اور اس کا گھر ہے؟"

"مجھے نہیں پتا ہاں لیکن وہ رحیم یار خان جاتا تھا یونی میں جب وہ نہیں ہوتا تو یہ کہتے تھے سب کہ وہ رحیم یار خان جاتا ہے۔"

"اوکے! کوئی تنگ تو نہیں کر رہا آپ کو فاروق اور حدید عالم نے تو کچھ نہیں کہا نا آپ کو۔"

"نہیں کچھ نہیں کہا۔ پاپا تو چُپ ہو گئے ہیں' فاروق بھیا میری شکل نہیں دیکھنا چاہتے اور امی بس امی ہی ہیں جو بول رہی ہیں۔"

"یونی جا رہی ہو؟"

وہ اس کی توجہ دوسری طرف کر رہا تھا۔ اس وقت وہ لفٹ کے اندر داخل ہو چکا تھا

"نہیں امی نے منع کر دیا۔ وہ میری شادی کروانے کا سوچ رہی ہیں۔"

"تم جانا چاہتی ہو یونی؟"

"پتا نہیں بھائی اب تو کچھ بھی اچھا نہیں لگتا۔ میں نے کام اتنا غلط کیا ہے کہ میں کچھ بھی بولنے کی پوزیشن میں نہیں ہوں۔" اس کی آواز گلوگیر ہو گئی۔

"کیوں نہیں ہو!! بولا نا جب میں تمھارا ساتھ دے رہا ہوں تو کوئی چیز نا ممکن نہیں ہے۔ اپنی امی کو کہو تم نے یونی جانا ہے اگر منع کرے تو میرا بات کروانا ان سے۔"

"تھینک یو بھائی۔"

"ناٹ منشین بچے۔ رکھتا ہوں۔"

وہ اب لفٹ سے باہر نکل آیا۔ اس نے دیکھا وہ ففتھ فلور پہ آ گیا ہے۔ وہ اب بائیں جانب جا کر سیدھا تیس نمبر گھر پہ آ رُکا۔ اس نے بیل بجائی۔ تھوڑے سے انتظار کرنے کے بعد کسی نے دروازہ کھولا تو ایک چھوٹے عمر کے لڑکے نے دروازہ کھولا۔

"جی آپ کون؟"

"میں اصغر علی سے مل سکتا ہوں۔"

"او آپ بھائی کے دوست ہو گے۔ آ جائے۔"

"اتنا بھروسہ؟ جانتے بھی ہو میں کون ہوں؟"

سکندر کے چہرے پہ گہری مسکراہٹ آئی۔

"نہیں مگر اکثر کوئی آتا ہے بھائی کا پوچھتا ہے اور بھائی کا دوست نکلتا ہے۔"

"اچھا چلو میرے یار سے زرا ملواو میں ڈرائینگ روم میں بیٹھتا ہوں کوئی فیمیل تو نہیں ہے نا گھر میں۔"

"نہیں! "

"گڈ۔"

تھوڑی دیر میں ایک لمبا چوڑا آدمی ڈرائینگ روم میں آیا اس نے دیکھا بیسٹیلی فیگر ٹانگ پہ ٹانگ رکھے صوفے پہ بیٹھا سگریٹ سلگا رہا تھا۔ وہ آدمی کچھ کہنے لگا جب اس نے سکندر کی شکل دیکھی تو اس کی بولتی بند ہو گئی۔

"سکندر ربھا؟" وہ اسے پہچان گیا تھا عام لاہور کا رہنے والا شہری بھی جانتا تھا وہ کون ہے یہ تو پھر یونی ورسٹی کا چھوٹا موٹا بدمعاش تھا۔ کیسے نہ پہچانتا۔

"واو مجھے لگا کہ پہلا کام اپنا آپ انٹرویوس کروانے میں لگ جائے گا مگر میرا کام تم نے آسان کر دیا۔ اس بات پہ تمھیں رعایت دے دوں گا۔"

"آپ یہاں پر کیسے؟ آپ مجھے جانتے ہیں؟"

وہ حیران ہوا سکندر ربھا جیسے شخص اس کے گھر میں موجود کسی عزاز سے کم نہیں تھا لیکن اسے سکندر کی موجودگی دوسری طرف عجیب بھی لگی۔

"نہیں میں چھوٹے موٹے کتوں کو بالکل نہیں جانتا۔ ہاں جب وہ لڑکیوں کو کھلونے کی طرح ٹریٹ کرنے لگ جاتے ہیں تو میرے پاس ساری خبر آ جاتی ہے۔ اب تو معاملہ میری بہن کا تھا۔"

وہ اب بالکل فریز ہو گیا تھا۔

"ارے ایسے سٹل کیوں ہو گئے فاتحانہ مسکراہٹ آنی چاہیے۔ آخر مرد ہو۔ بڑا بہترین کام کر رہے ہو۔ سینہ چوڑا کیوں نہیں ہوا؟ آنکھیں فخر سے کیوں نہیں چمکی۔" وہ اب اُٹھ گیا سگریٹ زمین پہ پھینکا اور اپنے پیروں تلے زور سے مسلا۔ اضغر کو لگ رہا تھا تھوڑی دیر بعد سکندر اس کا ویسے ہی حال کرے گا۔

"دیکھیں آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے۔ میں۔۔۔۔"

سکندر نے اس کی بات مکمل ہونے نہیں دی اور سیدھا آگے بڑھ کر زوردار تھپڑ اس کے منہ پہ دے مارا۔ وہ طاقت ور اور مضبوط ہونے کے باوجود بھی لڑکھڑا اُٹھا۔ سکندر نے اس کا گیربان پکڑا اور اسے دیوار کے ساتھ لگایا۔

"آج جب میں اپنی بیلٹ اور ہاتھوں سے تمھیں بلیڈ کروں گا تب تمھیں یاد آئے گا کہ یہ غلط فہمی ہرگز نہیں ہے۔"

اس نے وحشی انداز میں غرا کر کہتے ہوئے ایک زوردار مکا اس کے ناک پہ مارا۔

••※••※※••※※••※••※••※

"وہ بات سُنو لڑکی ؟"

بختاور نے مڑ کر دیکھا حداد کہی جانے کے لئے تیار اس کے سامنے کھڑا اسے سے مخاطب ہوا۔

"جی فرمائیں !! "

بختاور نے خاصی سخت لہجے میں اس سے کہا۔ حداد نے دیکھا اس کی آنکھیں سوجی ہوئی تھیں اور آنکھوں کے نیچے حلقے تھے ۔ یہ لڑکی ڈر کے مارے کیا واقعی رات کو نہیں سوئی۔

"تم نے ناشتہ کیا ہے ؟"

اس کی اس بات پر بختاور نے چونک کر اسے دیکھا۔ کل رات تک مجھے کچا چبانے والا آج مجھ سے ناشتے کا پوچھ رہا ہے۔

"جی بہت بہترین انگلش بریک واسٹ کیا ہے میں نے۔"

اس نے طنزیا لہجے میں کہتے ہوئے اپنی کتاب کی طرف متوجہ ہوئی۔ بھاڑ میں گئے لوگ اگزامز میں صرف تین ہفتے رہ گئے تھے۔ فیل ہوئی تو ماما الگ نہیں بخشے گے۔

"کچن کو صاف دیکھ کر مجھے تو نہیں لگ رہا کہ آپ نے ناشتہ کیا ہے۔"

"دیکھیے سر اگر میں نے ناشتہ کیا ہے یا نہیں کیا تو آپ کو کیا فرق پڑتا ہے۔ اگر آپ اس اُمید سے پوچھ رہے ہیں کہ میں آپ کو ناشتہ بنا کے دوں تو آیئم سوری میں سٹرینجر کو منہ نہیں لگاتی ناشتہ تو دور کی بات ہے۔"

"سٹرینجر کو منہ نہیں لگاتی لیکن سٹرینجر کے ساتھ مال چلی جاتی ہیں' اس کو تنگ کرتی ہیں' اس کا نقصان کرواتی ہیں اور سب سے بڑی بات رات کے پہر اس کے کمرے میں گھس کر دھمکاتی ہیں لیکن ناشتہ نہیں بنائے گی خیر میں اُمید بھی

نہیں رکھ رہا میں پوچھ رہا ہوں کیونکہ درینہ نے ذمہ داری دی ہے مجھے۔" بخت کا دل کیا کتاب اُٹھا اس کے سر پہ دے مارے۔

"میں زہر کھالوں گی لیکن آپ کے ہاتھ کا بنا کچھ بھی نہیں کھاؤں گی۔ ویل ایف یو ایکسکیوز می میں پڑھ رہی ہوں۔"

"میں بھی واقعی کس کے منہ لگ رہا ہوں۔"

باہر گھر پہ بیل بجی تو حداد سیدھا باہر کی طرف بڑھا۔ گیٹ پہ موجود گارڈ سے پوچھا کون ہے تو وہ بولا۔

"چھوٹی بی بی کا کزن آیا ہے ان سے ملنا چاہتا ہے۔"

اس بات پر اس کے ماتھے بڑی تیزی سے بل آ گئے۔ کزن ضرور وہی ہو گا جو اسے ہر وقت لینے آتا تھا۔ اس نے دیکھا بخت اور پیچھے سے آئی اسے ضرور کال کر دی ہو گی اس نے۔ حداد نے اپنی مٹھیاں بھینچ لی۔ مڑ کر دیکھا۔ وہ اسے بالکل نہیں دیکھ رہی تھی۔

"سائڈ سے ہٹیے۔"

"کیوں باہر کیا ہے؟ آپ پڑھ نہیں رہی تھی۔"

ایک تو میری تلخ زبان۔ hadad get a grip .

"میرا کزن آیا میرے لئے پیزا لائے ہو گے۔"

"کیوں گھر میں کیا قحط پڑ گیا ہے جو باہر کے لوگ یہاں پہ کھانا دینے آئے ہیں۔" اسی پل حازق اندر آ گیا تھا اس کے ہاتھ میں پیزا باکس تھا دوسرے میں شاپر۔

بخت تیزی سے نکلی اور اسے دیکھ کر مسکرائی۔

"آپ بس کمال ہیں۔" حازق مسکرایا۔ حداد کا تو خون کھول اُٹھا۔

"سوری یار تھوڑا جلدی آ گیا یہ پکڑو میں اب نکلنے لگا ہوں ضروری میٹنگ اٹینڈ کرنی تھی۔"

بخت تیزی سے آئی۔

"قسم سے کوئی جلدی نہیں آئے میں نے ناشتے کے نام پر ایک جوس ہی پیا آپ کو تو پتا ہے ماما مجھے کچن کا کاموں سے سختی سے منع کیا ہے۔یہ کیا ہے۔"

حداد اندر چلا گیا وہ نہیں چاہتا تھا کہ اس نوجوان لڑکے کا مفت میں منہ توڑ دے۔

"یہ کون تھا؟" حازق نے جب حداد کو جاتے ہوئے دیکھا تو بخت سے پوچھے بغیر نہ رہ سکا۔

"یہ کوئی نہیں آپ آئیں تو سہی اچھا نہیں لگتا بھائی۔"

"نہیں یار بھا نے میٹنگ کرنے کے لئے بھیجا ہے درینہ بھابی کب واپس آرہی ہیں؟"

"پتا نہیں دو دن کا کہہ کر گئی ہیں شاید کل آجائے۔"

"اوکے اگر نہ آئے تو بتانا شام میں فارغ ہو کر میں لے جاوں گا۔"

"اچھا یہ پیسے بھی رکھو۔"

اس نے بخت کو پانچ ہزار کے ڈھیر سارے نوٹ دیے۔"

"توبہ یہ کس لئے؟"

"کچھ منگوانا ہو تو۔"

"لیکن ہانی ماما۔۔"

"بھائی ہو نا دے رہا ہوں رکھو۔"

وہ اس سے مل کر چل پڑا بخت واپس مڑ کر آئی تو ساری چیزیں لاونج میں رکھی اور سیدھا اوپر گئی پیسے رکھنے۔حداد جیبوں میں ہاتھ ڈالے فوراً لاونج میں نمودار ہوا پیزا کو اتنی حقارت بھری نظروں سے دیکھا جیسے پیزا نہیں حازق کھڑا ہو۔

"میرے ہاتھ کا بنا اسے زہر لگتا ہے اور اسے کا پیزا دینے والا ہیرو۔"

وہ سیدھا آیا اس نے پیزا اُٹھایا اور کچن کی طرف بڑھا۔

" حازق بھائی میرے لئے پیزا لائے تھے وہ کہاں ہیں؟"

حداد جو اپنے لئے سینڈوچ بنا رہا تھا ایک دم اس کے تیزی سے اندر آنے پہ سر اُٹھاتے ہوئے اسے دیکھنے لگا۔ آج بال کھلے کے بجائے اس نے پونی کی شکل میں باندھے ہوئے تھے مگر ہلکی سی لٹ اس کی براون داڑھی کے گرد گھوم رہی تھی۔ آنکھوں پہ سن گلاسس کے بجائے اس نے آئی سائیٹ گلاسس ہی پہنی ہوئی تھی۔ حازق کا ذکر پہ حداد کے جبڑے پتا نہیں کیوں بھینچے گئے تھے مگر خود کو کمپوز کرتے ہوئے سرد لہجے میں بولا۔

"مجھے نہیں پتا آپ کس پیزے کی بات کر رہی ہیں۔"

"وہی پیزا جو لاونج کے ٹیبل پہ موجود تھا اور مجھے پتا ہے وہ آپ نے ہی غائب کیا ہے۔"

"میں بھلا کیوں غائب کروں گی جب مجھے پتا نہیں ہے۔ آپ میرے سے بات ہی کیوں کرتی ہیں؟ جب آپ کو میرے سے بہت مسئلہ ہے۔" وہ بریڈ کے کٹے حصے کو ہاتھوں میں جمع کرنے لگا۔

"مجھے بھی کوئی شوق نہیں ہے آپ جیسے ملنگ بابے سے مخاطب ہوں اور اس گھر میں صرف میں اور آپ ہیں اور مجھے پتا ہے آپ نے غائب کیا ہیں۔۔۔ اتنا زیادہ پیسس کھا کر کیوں حیضنہ کروانا چاہتے ہیں۔"

حداد ہنس پڑا۔

"غلط فہمی ہے آپ کو بچے!!! میں خود اپنے لئے سینڈوچ بنا رہا ہوں مجھے آپ کے پیزے سے کوئی لینا دینا نہیں ہے ناو ایف آ ایکسکیوز می۔۔۔"

اس نے ڈسٹ بن والی کبرڈ کھولی تو وہاں پہ بخت نے پیزا باکس دیکھا اس کا منہ کھلا کا کھلا رہ گیا۔اُف اتنی بھوک لگ رہی تھی اوپر سے یہ آدمی۔ تیش کی عالم میں اس نے نے مائیز نویز کا کھلا ہوا جار اُٹھایا اور اپنے ہاتھوں سے جتنا سارا نکال سکتی تھی نکال کر سید ھا حداد کی شرٹ پہ پھینکا۔

حداد ایک دم تیزی سے پیچھے ہوا اور اس کا ہاتھ جھٹکا۔

"پاگل ہو تم!!! "

!! You should be hang to death Mr

"آپ کی ہمت کیسے ہوئی میرا پیزا پھینکنے کی۔ کیا تکلیف ہے۔میں نے کبھی آپ کا کھانا پھینکا۔ کہاں پھنسا دیا مجھے سب نے ۔"

حداد نے اپنی شرٹ دیکھی پھر اسے۔

"مجھے ہینگ بعد میں کرنا میڈم پہلے حساب کتاب نہ پورا کر لیں۔"

اس نے اتنا کہتے سید ھا کیچپ کی بوتل کھولی اور سید ھا بخت کے سر پہ پھینکی۔بختاور ایک دم سر پکڑ کر پیچھے ہوئی۔

"کیا بد تمیزی ہے!"

وہ حیرت اور غصے سے چیخی۔

حداد کے چہرے پہ پہلی دفعہ مسکراہٹ آئی۔اب دل کو سکون ملا بڑا اس سے مل رہی تھی۔

"بد تمیزی؟تو یہ جو آپ نے کیا تھا وہ کیا میری عزت تھی؟"

اس نے اپنی شرٹ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا تھا۔

"اویو میں ابھی آپ کی عزت کرتی ہوں۔"

اس نے اِدھر اُدھر دیکھا تو آٹے کا ڈبہ سائڈ کاؤنٹر پہ موجود تھا۔اس نے سیدھا اس ڈبے کو کھولا اور حداد جو ٹیشو سے اپنی شرٹ صاف کر رہا تھا اس اٹیک کے لئے بالکل تیار نہیں تھا۔اس کے بازو اور آدھے چہرے پہ آٹا گر چکا تھا۔

"شٹ۔"

بختاور کی ایک دم ہنسی چھوٹی پھر ہنسی روک کے بولی۔

"نہیں اتنا کافی نہیں آپ تو بڑے ہیں بڑوں کی عزت زیادہ کرنی چاہیے میں۔۔۔" وہ کچھ مزید تلاش کرنے لگی کہ حداد نے مسٹرڈ کی بوٹل اُٹھائی اور اس سے اٹیک کیا۔

"اور آپ چھوٹی ہیں تو میرا فرض بنتا ہے کہ میں چھوٹوں سے محبت سے پیش آؤں۔"

"تم اب جاو تمھاری فلائیٹ ہے۔درینہ بھابھی کا ابھی مسیج آیا ہے کہ ان کو پاسپورٹ مل گیا ہے۔ساری بات پتا ہے نا کہ تم نے کیا کرنا ہے۔"

"جی سر! حنان سر نے ابھی مجھے ان کا نمبر ٹیکسٹ کیا ہے اور انھیں جہاں ملنا ہیں وہاں کا بھی پتا بھیج دیا۔" جاوید نے اپنی گلاسس اُتارتے ہوئے کہا۔رمشا سکندر کو دور سے جاوید کے ساتھ کھڑا باتیں کرتا ہوا دیکھ رہی تھی۔

"یہ دو دونوں آخر کر کیا۔۔۔رہے ہیں! جا کے دیکھوں۔۔۔۔چھوڑو۔۔۔خوامخواہ ان کا۔۔۔موڈ آف ہو جائے گا ۔۔۔یہ آدمی کچھ بتاتا بھی۔۔۔۔نہیں۔"

"جیدٹی کے پاس سیدھے جانا اور فلائیٹ مسکو کے بجائے سینٹ پیٹرز برگ کی کرنا مجھے اطلاع ملی ہے براڈ مسکو میں ہے۔میں نہیں چاہتا میری آمد کی ذرا بھی اطلاع گینگ کو ملے۔"

"نو پرابلم سر۔آپ بے فکر ہو جائے سب کام ہو جائے گا۔" سکندر کے بار بار کہنے اور سمجھانے پہ وہ سمجھ گیا کہ سکندر اس معاملے میں ذرا سی بھی بے احتیاطی برداشت نہیں کر سکتا۔

"کراچی آنے سے پہلے میرا کام ہو جانا چاہیے اور وہاں ساروں پہ نظر رکھنا حنان آج کل بزی ہے۔"

جاوید نے اوکے باس کہا تو سکندر اس کا کندھا تھپک کر اپنی گاڑی کی طرف آیا۔ رمشا اسے دیکھ رہی تھی سکندر نے جب اسے دیکھا تو کھل کر مسکرایا۔ سیاہ دستانے اب اس کے ہاتھ میں نہیں تھے۔ رمشا کا دل پتا نہیں کیوں عجیب ہو گیا تھا۔ کسی کو مار کر تو نہیں آئے۔ سکندر دروازہ کھول کر اندر آیا۔

"سوری یار تمھیں انتظار کروایا کام ہی ایسا تھا۔"

"سکندر۔۔۔۔۔۔۔سچ۔۔۔سچ بتائیں۔۔۔۔۔کسی کو۔۔۔۔مار کر۔۔۔۔تو نہیں۔۔۔آئیں۔"

اس کی ایسی بات پہ تو سکندر ایک لمحے کے لئے فریز ہو گیا پھر خود کو تیزی سے سنبھالتے ہوئے ہنسا۔

"میری جان کو ایسا کیوں لگا بھئی۔(اس نے گاڑی سٹارٹ کی) ایک ضروری کام کرنے گیا تھا۔"

"کسی۔۔۔کی کٹائی۔۔۔۔۔یا سمگلنگ کا کام کرنے۔۔۔۔کے علاوہ۔۔۔آپ کا۔۔۔۔اور۔۔۔کون سا ضروری کام ہے ۔۔۔۔"

"تمھیں پیار کرنا۔"

سکندر نے بڑی ہی سنجیدگی سے غیر سنجیدہ بات کی۔ رمشا نے اسے گھورا۔

"آپ۔۔۔سیاہ۔۔۔دستانے پہن۔۔۔کر کیوں۔۔۔۔۔گئے تھے۔"

"سردی لگ رہی تھی۔" گاڑی ریورس کرتے ہوئے بولا۔

"اتنی گرمی۔۔۔۔میں۔۔۔۔سردی؟"رمشا نے اسے تیز نظروں سے دیکھا۔

"جی محترمہ۔"

"ایک طرف۔۔۔۔کہتے۔۔۔ہیں مجھ۔۔۔۔سے پیار۔۔کرتے ہیں۔۔۔دوسری طرف۔۔۔۔میرے سے باتیں بھی ۔۔۔۔چھپاتے۔۔۔ہیں۔"

"یہ ہنر میں نے تم سے ہی سیکھا ہے یار۔"

وہ ایک دم چونک گئی۔ کیا؟

"کیا مطلب؟" سکندر اب تک اس سے اس کی محبت اگلوا نہیں سکا تھا وہ سوچ رہا تھا ایک دن وہ خود ہی اظہار کرے گی مگر یہاں تو کوئی آثار نہیں دکھائی دے رہے تھے۔

"اچھا رے ایک خبر ملی ہے مجھے۔ وہ خبر میں سوچنے پہ بہت مجبور ہو گیا ہوں۔"

سکندر کے تیز دماغ میں یہ بات اچانک آئی۔

"کیسی۔۔۔ خبر؟" رمشا اپنی گھڑی کو چھیڑتے ہوئے بولی۔

"ایک لڑکی ہے کراچی میں رہتی ہے اس کو مجھ سے عشق ہو گیا ہے۔"

اب رمشا کو لگا کے اس کے پیروں تلے سے صحیح معنوں میں زمین نکل گئی۔ اس کے چہرے کے تاثرات کو دیکھ کر سکندر کو خوب ہنسی آئی مگر لبوں کو زور سے دبا کر چھوڑتے ہوئے بولا۔

"وہ لڑکی صحیح معنوں میں میری دیوانی ہے۔ اتنی کہ اس نے اپنا پورا کمرہ میری تصویروں سے بھر دیا۔ پتا نہیں کیا پاگل ہے اور کہاں کہاں سے تصویریں نکالی ہیں اس نے مجھے تو بڑی حیرت ہوئی۔ یار اتنا پاگل پن آج کل کے زمانے میں کہاں دکھائی دیتا ہے۔ خیر وہ ہر وقت مجھے سوچتی' ہر وقت میری نیوز کی تلاش میں رہتی ہے۔ میرے اریسٹ ہونے پہ روتی ہے' اُداس ہوتی ہے۔ میرے آزاد ہونے پہ خوشی سے جھومتی ہے۔ کسی سے میرا ذکر بھی نہیں کرتی۔ کسی کے لبوں سے میرا ذکر بھی برداشت نہیں کرتی۔ مجھے تو ڈر ہے اگر اسے میری شادی کی خبر ہو گئی تو وہ کہیں خودکشی نہ کر لے۔"

رمشا کو پتا بھی نہیں چلا بہت سے آنسو اس کے چہرے کو بگھونے لگے۔ آنکھیں درد سے چُبنے لگیں۔ کوئی مجھ سے بھی زیادہ سکندر سے محبت کرتا ہے۔ یہ کام میں بھی کرتی ہوں اور اسے زیادہ کرتی آئی ہوں۔ تو سکندر کو میری محبت کیوں نہیں دکھائی دی۔

وہ اس لئے مشی کہ کیونکہ تم نے سکندر کو اپنی چھپی ہوئی محبت دکھائی ہی نہیں۔

"مجھے اس کی دوست نے مسیج کیا کیونکہ اسے پتا چل گیا تھا کہ وہ مجھ سے محبت کرتی ہے۔ کہتی ہے سر وہ آپ کے بغیر خود کو ادھورا محسوس کر رہی ہے پلیز اسے اپنا لیں۔ پیچھے ہی پڑ گئی میرے۔ روزانہ اس کے محبت کے ثبوت مجھے بھیجنے لگی۔"

رمشا کو زندگی میں پہلی بار اتنا غصہ آیا کہ کوئی حد نہیں دل کیا کہ گاڑی سے کود جائے۔ دروازے کے ہینڈل کو پکڑے اسے یاد کہ اس کا دروازہ ابھی تک چائیلڈ لاک پہ ہے۔

"ویسے اگر تم میری زندگی میں نہ آتی تو ضرور اپنا لیتا اسے بھئی۔ ایسی محبت تو میں بھی تم سے نہیں کرتا جتنا وہ لڑکی کرتی ہے مجھ سے۔ اگر اجازت دو تو اس لڑکی کو میں ابھی بھی اپنا سکتا ہوں۔"

"گاڑی روکے !!!!! "

وہ چیخی۔ سکندر کو اس کے ردعمل پہ حیرت ہوئی۔

"گاڑی روکیے۔۔۔" وہ رونے والی ہوگئی۔ سکندر تو اس کے آنسو دیکھ کر بھونچکا گیا۔ وہ سمجھا غصہ ہوگی' اسے سُنائے گی مگر یہاں تو۔ سکندر نے گاڑی روکی۔

"فون دیں۔۔مجھے !!! "

"فون کیوں؟ ارے رو کیوں رہی ہو؟"

"میں نے کہا اپنا فون دیں !!!! "

وہ اپنی آنکھیں زور سے رگڑتے ہوئے سکندر کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر غصے سے بولی۔ سکندر نے اس کا اپنا فون دیا ۔ہنسی بہت آ رہی تھی اللہ یہ لڑکی کیا کرنے والی ہے۔

"کہاں ہے۔۔اس ڈیش عورت کا نمبر۔۔۔میرے سے زیادہ۔۔کوئی سکندر۔۔۔سے محبت۔۔۔کر سکتا ہے۔۔۔بتاتی ۔۔۔۔ہوں۔۔اس کو۔۔۔اس لڑکی کا۔۔۔منہ بھی۔۔۔توڑوں گی۔۔۔اور اس کی۔۔۔دوست کا۔۔۔۔میرے شوہر پہ نظر رکھتی۔۔۔۔ہے۔۔۔۔"

"رے پاگل ہو اس بیچاری کا کیا قصور محبت ہی کرتی ہے کوئی گناہ نہیں۔" رمشا نے فون کھول کر جب اس کی بات سُنی تو غصے سے فون اس کو پھینک کر بولی۔

"تو مجھ۔۔۔۔سے کیوں شادی۔۔۔کی۔۔۔جائے۔۔۔اس کے پاس جو آپ کے مطابق آپ سے عشق کرتی ہے۔۔۔۔ اللہ کرے۔۔۔۔وہ مر جائے۔۔۔کیڑے پڑے۔۔۔اسے۔۔۔قبر میں۔۔۔۔" دروازے کے ہینڈل کو پکڑ کر وہ روتے ہوئے کہہ کر دروازہ کھول چکی تھی۔اس بار سکندر نے چائیلڈ لاک نہیں لگایا تھا۔وہ تیزی سے اُتر گئی۔سکندر کو ہنسی نکلتے نکلتے رہ گئی مگر اس کے نکلنے پر وہ اب ٹینز ہو گیا۔موٹر وے کی طرف جانے والا یہ راستہ کافی سنسان تھا۔یہاں گاڑیوں بھی اکا دُکا گزر رہی تھی۔بارش کا بھی امکان تھا یہ بادلوں کے گرجنے نے اعلان بھی کر دیا تھا۔سکندر تیزی سے گاڑی سے باہر آیا اور وہ اس کے پیچھے بھاگا جو روتے ہوئے آنسو صاف کرتی تیزی سے چل رہی تھی۔

"رے پاگل ہو!!! کہاں جا رہی ہو؟"وہ تیزی سے چل کر اس کے راستے میں حائل ہوا جو غصے سے اس کے سائڈ سے گزرنے لگی سکندر نے اس کا بازو پکڑ لیا۔

"مرنے۔۔جا رہی ہوں۔۔۔تاکہ آپ کی۔۔جان میرے سے چھوٹ جائے اور آپ بناوٹ کے اس۔۔۔جنم جلی ۔۔۔سے شادی کر لیں۔" سکندر نے ارد گرد دیکھا پھر اسے جو اپنا بازو اس کی گرفت سے نکال رہی تھی۔

"بھئی اس میں میری کیا غلطی ہے یار وہ محبت کرتی ہے میں تو نہیں نا میں اس کی محبت پہ بس شاک ہو گیا اتنا کون کرتا ہے یار وہ تو مجھ سے ملی بھی نہیں ہے۔"

"ایسا تو ہو نہیں سکتا۔۔۔آپ تو چلتے پھیرتے ایدھی سینٹر ہیں سب کی مدد۔۔۔کرنے پہنچ جاتے۔۔۔ہیں بھا جو ٹھہرے ۔۔۔کر دی ہو گی اس بہن کی۔۔۔سگی کی مدد۔۔۔اور دل آگیا ہو گا۔۔۔اس کا آپ پر۔"

اب سکندر خود پہ قابو نہ کر سکا قہقہ لگائے بغیر۔

"ہنسے۔۔۔مت۔۔۔منہ نوچ۔۔۔لوں گی۔۔۔آپ کا۔۔۔" رمشا نے غصے سے اپنا بازو چھڑوایا۔ بارش شروع ہو چکی تھی۔ ہلکی ہوتی بوندا باندی پر سکندر نے اوپر آسمان کو دیکھا۔

"چلو گاڑی میں بارش شروع ہو گئی ہے۔"

"نہیں جا رہی۔۔۔آپ کے ساتھ۔۔۔میں۔۔۔بالکل بھی نہیں۔۔۔"

"رے کیا پاگل پن ہے۔ کبھی کبھار بچوں جیسی حرکتیں کرتی ہو تم۔"

"میں بچوں جیسی اچھا آپ کو۔۔۔۔پتا چلے کہ مجھ سے۔۔۔کوئی آپ سے بھی زیادہ چاہتا ہے۔۔۔میری تصویریں اپنے کمرے میں لگائی ہیں' مجھے ہر وقت سوچتا۔۔۔۔۔۔ہے۔۔۔میرے بغیر۔۔۔ادھورا۔ خود کو سمجھتا ہے تو ۔۔۔۔۔۔۔۔آپ کو کیسے لگے گا۔" اب باری سکندر کی تھی پھٹنے کی۔

"میں اس کے ٹکڑے ٹکڑے نہ کر دوں اور میرے سے زیادہ میرے سے زیادہ کوئی تم چاہ نہیں سکتا سمجھی !!!! خبر دار ایسی کوئی بات تم نے منہ سے نکالی تم میری ہو !!!!! "

اس کے دونوں بازو کو پکڑے وہ دھیمی آواز میں غرایا۔ وہ دونوں اپنے غصے اور جیلسی میں اتنے گُم تھے کہ انھیں بھول گیا کہ وہ بارش میں تقریباً بھیگ چکے ہیں۔

"دیکھا!!! ہوئی۔۔۔ناتکلیف۔۔۔مجھے بھی ہوئی۔۔کیونکہ میرے۔۔۔سے زیادہ آپ کو کوئی۔۔۔چاہ نہیں سکتا ہے۔۔دو سال سے آپ پہ مرتی۔۔۔آ رہی ہوں۔۔آپ کی شکل دیکھ۔۔۔کر اُٹھتی تھی۔۔۔آپ کی شکل۔۔۔دیکھ کر سوتی تھی۔۔۔روزانہ ہر نماز میں۔۔۔آپ کی سلامتی' آپ کو پانے کی دعا کرتی تھی۔۔۔جب۔۔۔لوگوں کے منہ سے۔۔۔آپ کی بُرائی سنتی تھی۔۔۔دل کرتا تھا ان کا۔۔۔ایسا حشر۔۔۔۔۔کروں کہ زندگی بھر یاد رکھے۔۔۔ابو اور امی۔۔۔کہ خیالات آپ کے حوالے سے سُنتی تھی تو سارا دن۔۔اکیلے تکیے میں منہ دئے روتی تھی۔۔۔ہر وقت اس کلائی کو دیکھ دیکھ کر مسکراتی تھی کہ اس پہ آپ کا۔۔۔۔۔۔لمس ابھی تک محسوس ہوتا ہے۔۔۔آپ نے ایک گونگی

لڑکی کی عزت کے ساتھ اس کی زندگی بچائی۔۔۔اس وقت سے پچھتاتی تھی کاش آپ کو جیکٹ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔لینے سے روک دیتی تاکہ آپ۔۔۔۔۔۔نہ ملے کم۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔سے کم آپ کی خوشبو تو میرے ساتھ رہے۔۔۔۔۔وہ لڑکی میرے سے زیادہ۔۔۔آپ کو چاہ نہیں سکتی۔۔۔۔۔میرے زیادہ کوئی آپ پہ نہیں مرتا۔۔۔۔آپ میرے ہیں ۔۔۔۔سمجھے آپ۔۔۔۔۔"

سکندر مسکرا پڑا۔

"میرا کام یہاں پہ ہو چکا ہے۔"

"کیا مطلب ؟" اس کا تند چہرہ ایک دم چونک اُٹھا۔

اس نے رمشا کا ہاتھ پکڑا اور اسے گاڑی کی طرف لایا۔رمشا نے ہاتھ چھڑوایا۔

"کیا مطلب چھوڑیں۔۔۔میرا ہاتھ۔۔۔۔"سکندر نے مڑ کر اسے دیکھا اور اس کی بھیگی آنکھوں میں دیکھ کر بولا۔

"قربونت برم رے۔"

اب رمشا اس کی بات سُن کر ساکت ہو گئی۔

••••••••••••••••••••••••••••••••••••••

حداد کی ہنسی چھوٹ گئی۔لال' پیلے ساس کی وجہ سے وہ باندری لگ رہی تھی۔یہی لفظ اس کو دیکھ کر اس کے دماغ میں آیا تھا۔بختاور نے اس کا خنخوار نظروں سے دیکھا اور اس کا سینڈوچ اُٹھا کر اسے مارا جو اس کے چہرے پہ تو نہیں اس کے سینے پہ جا کر لگا۔وہ سیدھا فریج کی طرف بھاگی اور اسے کھول کر فریج سے جوس کا ڈبہ نکالا۔حداد پھرتی سے اس کی طرف آیا مگر بیچارے کا پیر نیچے گرے ساس کی وجہ سے سلپ ہوا۔وہ اپنا توازن برقرار نہ رکھ سکا اور دھڑم سے گرا۔بختاور نے مڑ کر دیکھا اور پھر اس کا چھت پھاڑ دینے والا قہقہ پورے کچن میں گونجنے لگا۔

"دیکھا اللہ تعالی نے کیسے بدلہ لیا ہے آپ سے۔اب میری باری اس کے بعد پکا چھوڑ دوں گی۔"

وہ کیپ کھول کر گرے ہوئے حداد پہ جوس گرانے لگی تھی کہ حداد نے تیزی سے اُٹھ کر اس کی ٹانگ کھینچی وہ بھی اپنا توازن برقرار نہ رکھ سکی اور حداد کے ساتھ گر پڑی۔

"تتت سوری(اس نے بخت سے جوس لیا اور اس پہ گرایا) مگر یہ موقعہ اصل میں مجھے دیا گیا تھا۔"

"اویو۔۔۔"

وہ چیخی اُٹھنے لگی تو حداد تیزی سے کچن سے بھاگا کیونکہ وہ چڑیلوں کی طرح اسے پیچھے سے چھپٹنے لگی تھی۔

شرینہ کی گاڑی سید ھا حنان کے گھر پہنچی تو گارڈ اسے پہچان کر دروازہ کھول چکا تھا۔ وہ گاڑی اندر لے آئی اور حداد کے گاڑی کے پیچھے اپنی گاڑی پارک کی۔ اُتری تو اس نے خان بابا کو دیکھا جو اسے دیکھتی فوراً اس کے پاس آئے تھے۔

"سلام باجی درینہ بی بی تو کراچی گئی ہوئی کیا انھوں نے آپ کو اطلاع نہیں دی؟"

"وعلیکم سلام نہیں میں درینہ سے نہیں۔ بختاور سے ملنے آئی ہوں۔ کیا وہ گھر پہ ہیں؟"

وہ گلاسس اپنے بالوں پہ ٹکا کر نرمی سے مسکرا کر بولی۔

"جی وہ اندر ہی ہیں۔ لاونج میں بیٹھی ہوئی ہیں۔ میں انھیں خبر کر دوں۔"

"نہیں میں خود چلی جاتی ہوں۔ باقی کوئی ہے گھر پہ؟"

"جی حداد صاحب ہیں۔ حنان صاحب تو کام پہ گئے ہوئے ہیں۔"

"اچھا ٹھیک ہے شکریہ۔" اپنا بیگ دوسرے بازو میں ڈال کر وہ سید ھا مین دروازے کی طرف بڑھی۔

"بھاگتے کہاں ہیں آپ!!! اب آپ نیچے آئے تو سہی۔ آپ کا حشر نہ بگاڑ دیا تو میرا نام بھی بختاور عالم نہیں!!!! "

"بختاور؟" بختاور کسی اجنبی نسوانی آواز پر مڑی تو ایک دم چونک گئی۔ شرینہ آنکھیں پھیلائے اس کے بھیانک حلیے کو دیکھ رہی تھی۔

"اوآپ!! آپ ی یہاں کیسے؟"

بختاور نے ایک دم نروس ہو کر خوبصورت اور گریس فل سی شرینہ کو دیکھا پھر اپنے حلیے کو۔اسے شرم سی آئی۔غصے میں پتا نہیں کیا ہو جاتا ہے۔

"میں تو ویسے ہی آپ سے ملنے آئی تھی مگر یہاں تو لگتا ہے دیسی ٹوٹکے چل رہے ہیں یہ کیا کیا لڑکی پھر آپ نے اپنے اوپر کچھ گرادیا۔"

"آپ بیٹھیے میں ابھی آئی۔سوری۔"

وہ تو تیزی سے کہہ کر سیڑھیوں کی طرف بڑھی۔درینہ نے نیچے ہوتے ہوئے گند کو دیکھا جو کچن سے شروع ہو کر اوپر تک جارہا تھا۔

"اب سمجھ آئی حنان بھائی درینہ کو اپنے ساتھ کیوں لے کر جانا چارہے تھے۔"

وہ خود سے بولتے ہوئے ہنس پڑی۔

کچھ منٹ میں ہی حداد نیچے آیا تو شرینہ اس کو دیکھ کر فوراََ اٹھی۔حداد ایک دم اس کی آمد پر چوکس ہو گیا۔یہ یہاں کیا کر رہی ہیں۔

"اسلام وعلیکم۔"

وہ گہری مسکراہٹ سے فریش ہوئے وے حداد کو دیکھنے لگی۔جس نے اس کے سلام دینے پر خود کو سنبھال کر سر کو خم دیتے ہوئے وعلیکم سلام کہا۔

"سوری بنا اطلاع دیے میں آگئی۔اصل میں بختاور سے ملنا تھا۔سوچا اکیلی ہوتی ہے درینہ بھی گئی ہے تو اس کے ساتھ ٹائیم سپینڈ کرلوں۔"

"ضرور بیٹھیے۔کیا لیں گی آپ؟"

اس کا نارمل انداز' نارمل لہجہ یہ حداد ہی ہے نا۔

"نہیں شکر یہ آپ کہیں جا رہے ہو گے ؟"

"نہیں تو میں نے کہاں جانا ہے۔" حداد چل کر سامنے صوفے پہ بیٹھا۔اب تو شرینہ بالکل حیرت سے آنکھیں پھیلائے اس کو دیکھنے لگی۔اسے حداد کی سائیکی کافی بدلی ہوئی لگی۔ جیسے وہ پہلے والا حداد نہ رہا ہو۔

"بیٹھے آپ کھڑی کیوں ہو گئی۔"

"نہیں وہ میں۔۔۔" پھر وہ سر ہولے سے ہلا کر بیٹھ گئی۔

"تو آپ آج کل کیا کر رہی ہیں؟ سُنا تھا آپ نے یہاں جاب شروع کر دی ہے۔"

پتا نہیں کیوں اس بات پہ شرینہ کے گال سُرخ ہو گئے۔ تو انھیں پتا تھا ضرور درینہ نے بتایا ہو گا۔

"مجھے تو ڈھائی مہینے ہو گئے ہیں۔اب تو ممی ڈیڈی بھی یہاں شفٹ ہو گئے جب انھیں لگا یہاں مزید عرصے تک رہنے کا ارادہ ہے۔"

"اچھا تو آپ امی کے گھر اب نہیں رہتی؟"

"نہیں ڈیڑھ ہفتے پہلے ہی اپنے گھر آ گئی۔ آنٹی کا تو دل لگ گیا تھا کہتی ہیں میں نہ جاوں مگر اچھا نہیں لگتا کسی کے گھر میں اتنے عرصے تک وہ بھی بنا جواز کے۔"

"نہیں رہ لیتی وہاں کسے اعتراض ہونا تھا۔"

اپنے گھڑی کے گول دائرے پہ انگلی گھماتے وہ بڑے عام سے لہجے میں بولا لیکن شرینہ کا دل تو صیح معنوں میں زور سے دھڑک اُٹھا تھا۔

"امی کیسی ہیں؟"

شرینہ اپنے سوچوں سے باہر نکلی جب حداد نے اس سے پوچھا۔

"امی۔ میری امی تو ٹھیک ہے۔ بس یہاں کہ ماحول پہ۔۔۔۔۔"

"سوری میں اپنی امی کا پوچھ رہا تھا وہ ٹھیک ہیں نا؟"

حداد نے بے انتہا نرمی سے اسے پوچھا۔ شرینہ اس کی آنکھوں میں فکر مندی دیکھ سکتی تھی۔ یہ بات تو وہ عینہ سے بھی پوچھ سکتے تھے میرے سے کیوں پوچھ رہے ہیں۔ حداد اس کی آنکھوں میں ابھرتے سوال پہ بول اُٹھا۔

"اصل میں درینہ سے نہیں پوچھ سکتا وہ سیدھا امی سے بات کرا دے گی اور ابھی میری اتنی ہمت نہیں ہے۔ میرا فی الحال یہاں رہنا ضروری ہے۔"

وہ اس کی بات پہ اپنا سر ہلانے لگی۔ کہاں وہ شخص کسی کو منہ نہیں لگتا تھا اور کہاں اب ڈیڑھ مہینے بعد ایک لڑکی کو اپنی مجبوری بیان کر رہا تھا۔ کوئی تو بات تھی اتنا تیز بدلاؤ سمجھ سے باہر تھا مگر بہر حال اچھے سائن تھے۔

"آپ' شمائلہ آنٹی اور رمشا کے لئے وہ بہت زیادہ پریشان رہتی ہیں۔ بولتی نہیں کسی سے بس چُپ ایک کونے میں بیٹھے رہتی ہیں۔ جمال انکل ان سے بات کرنے کی کوشش کرتے ہیں تو بس ہوں ہاں سے زیادہ جواب نہیں دیتی ایک دفعہ ان کے کمرے میں آئی تو آپ کی تصویر کو اپنے سینے سے لگائے رو رہی تھی۔ میں یہ بات کہنا نہیں چاہتی مگر آئی بلیو شی نیڈز یو زدا موسٹ ان دس ٹائیم۔"

حداد کی آنکھیں اس کی بات پر عجیب ہو گئیں۔ شرینہ نے محسوس کیا جیسے ان میں دکھ کی لہر کے ساتھ کچھ اور جذبات بھی شامل تھے جسے اس نے تیزی سے شرینہ کی نظروں سے چھپا دیا تھا۔

"ام میں زرا بختاور کو دیکھ کر آیا۔"

اتنا کہہ کر وہ اُٹھ گیا شرینہ کا منہ پھول گیا۔

"یار میں بھی کیا بولنے لگ جاتی ہوں پتا بھی ہے کہ یہ مگر کیا کرتی سچ بتائے بغیر بھی نہیں رہ سکتی تھی۔ اب تو کیا پتا میرے ساتھ بیٹھے بھی نا۔" وہ خود سے بولتے ہوئے اس طرف دیکھنی جہاں ابھی حداد گیا تھا۔

"پتا نہیں بال صحیح سے صاف ہوئے بھی ہے کہ نہیں۔ایک تو مجھے ابھی تک سمیل آ رہی ہے۔میرے پرفیوم تو ہے بھی بہت تیز ایک کام کرتی ہوں درینہ آپی کے کمرے میں جا کر چیک کرتی ہوں ان کا تو وہ کلون بھی بہت مزے کا تھا۔"

وہ اپنے گیلے بالوں کو برش کر کے خود کا آئینے میں جائزہ لینے لگی۔جامنی رنگ کے کُرتے اور وائٹ ٹراوزر میں وہ فریش سی لگ رہی تھی۔بال کو پیچھے پھینک کر وہ کمرے سے باہر نکلی اور نیچے کی طرف گئی اور گھوم کر حنان اور درینہ کے کمرے میں گئی۔اسی پل حداد اوپر گیا اور اس کے کمرے کی طرف آیا۔اس کا کمرہ کھلا پا کر وہ باہر کھڑے ہو کر بولا۔

"بات س۔۔۔۔" بولوں گا تو کہی کسی چیز سے اٹیک نہ کر دے۔اندر جاوں گا تو بھی یہی ہو گا۔

خود سے سوچتے ہوئے وہ کافی پیچھے ہوا اور پھر بولا۔

"بات سُنو لڑکی نیچے مہمان آئے ہیں وہ تمہارا انتظار کر رہی ہیں۔"

کچھ سیکنڈ بعد جب کوئی جواب نہ ملا تو حداد سوچ کر کھلے ہوئے دروازے کو مزید دھکیل کر اندر آیا۔اس نے دیکھا کمرہ خالی تھا۔وہ اندر نہیں تھی۔وہ جانے لگا جب بستر پہ موجود اسے ایک چیز نے رُکنے پہ مجبور کر دیا۔

"اب بہتر لگ رہا ہے۔اب ان کے پاس سیدھا جاتی ہوں۔ایک منٹ دوپٹہ تو بھول گئی میں۔اب پھر اوپر جانا پڑے گا۔"

وہ شرینہ کے پاس جانے کے بجائے سیدھا اوپر گئی کمرے میں آئی تو حداد کو اپنے کمرے میں پا کر اونچی آواز میں بولی۔

"آپ میرے کمرے میں کیا کر رہے ہیں؟؟"

اونچی آواز کے بجائے اگر چیخنا کہا جائے تو زیادہ بہتر تھا۔حداد نے اسے دیکھا پھر اپنے ہاتھوں میں موجود حازق کا دیا سفورا کا بیگ تھا۔حداد میک آپ بیگز کو ایسی ہی واپس رکھ کر چلا جاتا اگر اس پہ لگا کارڈ نہ دیکھتا جس پہ حازق نے اپنا نام لکھا تھا۔کارڈ بڑا ہی سادھا اور چھوٹا سا تھا۔حازق جب ہی سکندر کی میٹنگ کے سلسلے میں باہر جاتا تھا تو بختاور کے لئے کچھ نہ کچھ لاتا تھا اب وہ پیرس گیا تھا تو وہاں سے بختاور کے لئے میک اپ لایا تھا۔

"میری چیزوں کو ہاتھ لگانے کی آپ کو کس نے اجازت دی ہے۔"

وہ آگے بڑھی تھی لیکن ہاتھ اس نے اوپر کر دیا۔

"نائیس کچھ لوگ بڑا خیال رکھتے ہیں تمھارا کبھی پیزا' تو کبھی پیسے اور یہ گفٹس ویری نائیس تو یہ لوگ تمھیں اپنے گھر میں کیوں نہیں رکھتے۔"

اس کے لہجے میں زہر ہی زہر تھا۔اسے خود بھی نہیں پتا تھا کہ اسے غصہ آخر کس بات پر آرہا ہے حالانکہ وہ اس لڑکی کے لئے کچھ محسوس نہیں کرتا تھا لیکن جب اس لڑکی کے قریب وہ اس لڑکے کو دیکھتا تھا تو عجیب سی آگ اپنے اندر بھڑکتی ہوئی محسوس ہوتی تھی۔اس لڑکی کو دیکھ کر بس اس کی حفاظت کرنے کا احساس جاگتا تھا۔شاید یہ رمشا کے کیڈنیپ ہونے کی وجہ سے تھا

None of your business

"دے میری چیزیں اور جائے یہاں سے۔"

بختاور نے اپنا بیگ لینا چاہا تو حداد نے مزید اپنا ہاتھ لمبا کر دیا۔

"ایک اجنبی بندہ اس گھر میں کوئی چیز لائے گا تو مجھے چیک کرنا ہو گا کہ آیا یہ چیز نقصان دے ہے کہ نہیں۔"

"آپ کیا اپنے زمانے میں باڈی گارڈ رہ چکے ہیں؟"

بختاور تندہی سے بولتے ہوئے جمپ لگانے لگی کہ حداد پیچھے ہوا۔

"دیکھو لڑکی اس۔۔۔۔"

مگر بختاور نے اس کی بات کاٹی۔

"اس گھر کی ذمہ داری سونپی ہے بلا بلاواٹ ایور!!! ذمہ داری سونپی کسی کی زندگی میں nosey-Parker ہونا نہیں ۔دوسرے کے معاملات میں دخل دینے کی آپ کو بہت عادت ہو گی لیکن میں اپنے معاملات میں آپ کو گھسنے کی اجازت نہیں دوں گی۔"

حداد مسکرایا۔ایک دم اس کے قریب آیا بختاور اب کی بار پیچھے ہوئی۔اس کی تیور ہی ایک دم سے اسے خطرناک لگنے لگے
۔

"لیکن میں گھسوں گا اور میں بتادوں مجھے یہ کام کرنے سے کوئی روک نہیں سکتا۔"بختاور ایک دم اس کی آنکھوں سے خوفزدہ ہوگئی۔

"یہ بیگ میں اپنے ساتھ لے کر جارہا ہوں اگر چاہیے تو پورا کچن صاف کرنا ہوگا۔"

وہ تیزی سے گزر کر یہاں سے چلا گیا تھا۔بختاور نے مٹھیاں بھینچ لی اور لب دبا کر خود کو بڑھکنے سے روکا۔

"ایک دفعہ یہ شرینہ باجی چلی جائے تو پھر بتاؤں گی۔"

دوپٹہ اُٹھا کر اس نے خود کو ریلیکس کیا اور نیچے گئی۔

●●●

"اب پلین میں بیٹھ چکے ہیں رے اب تو بول دو یار پورا ایک دن ہوگیا ہے۔اب تو مجھے تم پر غصہ چڑھنے لگا ہے یہ نہ ہو اب تمھیں ٹریمپل کرنے لگ جاوں۔"

جب سے سکندر را اسے قربونت برم کہا تھا۔رمشا کی تو زبان کو تو مانو تالے لگ چکے تھے۔سکندر نے اسے خاموشی سے گاڑی میں بیٹھایا اور اس سے بات کرنے کی کوشش کی مگر وہ تو اس کے سامنے نظریں ہی نہیں ملا پائی' نہ ہی کچھ بول سکی۔آخر سکندر کو اس کی چھپی ہوئی محبت کا کیسے پتا چلا۔اس دن ریسٹورنٹ میں وہ قرباقربو بول رہا تھا دراصل وہ قربوت برم ہی کہنا چارہا تھا۔وہ اپنے دھیان میں یہ بات آخر سمجھ کیوں نہیں سکی۔اسی دوران وہ کراچی پہنچ گئے۔ایرپورٹ گئے' جاوید ملا' اس نے رمشا کا پاسپورٹ سکندر کو دیا۔چیک ان کیا' سیٹنگ ایریا تک بھی پہنچ گئے۔وہ کچھ نہ بولی نہ ہی ارد گرد دھیان دیا۔اب وہ فرسٹ کلاس میں بیٹھے تھے تو سیٹ بیلٹ باندھ کر سکندر نے جھنجھلا کر کہا تھا۔

"تم تو ایسے ایکٹ کررہی ہو جیسے محبت نہیں گناہ کردیا ہو۔اس سے اچھا میں اعتراف ہی نہ کرواتا۔"

"ہم۔۔۔کہاں۔۔۔جارہے ہیں؟" سکندر نے مڑ کراسے دیکھا۔وہ اسے دیکھ رہی تھی۔

"یااللہ میری بیوی کا دماغ تو نہیں پھیر گیا۔"

"اور ہم اس پلین میں کیا کر رہے ہیں؟"

"جہنم جارہے ہیں ہم۔" بگڑ کر بولتے ہوئے اس نے اپنی نظر ٹی وی کی طرف کی۔

"فرسٹ کلاس میں جہنم؟"

اب کی بار رمشا مسکرا کر بولی۔سکندر اسے دیکھ نہیں رہا تھا۔سکندر نے اسے کن آنکھوں سے دیکھا رمشا نے اپنی مسکراہٹ فوراً غائب کی۔

"اصل میں فرسٹ کلاس غنڈہ ہوں' فرسٹ کلاس گناہ کیے ہیں تو سوچا فرسٹ کلاس کے ذریعے جہنم میں جاوں۔"

"لیکن میرا کیا قصور ہے؟" رمشا کو بہت مزا آرہا تھا اسے تنگ کرنے میں۔اسی دوران ایئر ہوسٹس آگئی اور سکندر سے انگلش میں گفتگو کرنے لگی۔رمشا منہ کھولے اسے دیکھنے لگی وہ سکندر کو ضروری ہدایات دے رہی تھی۔سکندر مسکرا کر اوکے کہے جارہا تھا۔رمشا کو آگ لگ گئی اس کے اوکے کہنے پر پہلے کی طرح سرد مہری کیوں نہیں دکھاتا۔اوکے بھی کیوں کہا اور ایئر ہوسٹس کی نظر تو سکندر کی طرف سے ہٹ نہیں رہی تھی۔رمشا کا دل کیا اس کی بلی جیسی آنکھیں نوچ لیں۔وہ مزید کچھ کہنے لگی کہ رمشا نے تیزی سے کہا۔

He ------know's --------everything .He's been ------flying in --------first class --------since his ------birth------ !!! Thank ---------you .

زبردستی مسکراہٹ سجائے وہ تیز لہجے میں بولی اس کی شائستہ انگریزی اور کم ہکلانے پر سکندر چونک گیا۔

"او مجھے نہیں پتا تھا۔ہیو نائیس فلائٹ سر اینڈ میم۔"

ایئر ہوسٹس کو رمشا کا انداز زرا بھی نہیں بھایا مگر وہ اسے کچھ کہہ تو نہیں سکتی تھی اس لئے مسکرا کر وہ کہتے ہوئے چل پڑی۔

"یہ خشک رویہ تھا۔"

سکندر نے رمشا کو کہا۔

"کیا آپ کا۔۔۔۔۔فرسٹ کلاس میں۔۔۔فلائی کرنا؟"

رمشا نے اسے دیکھا۔

"نہیں اس سے اس انداز میں بات کرنا۔"

"میری۔۔۔۔مرضی۔"

رمشا سکندر کے انداز میں بولتے ہوئے دوسری طرف منہ کر چکی تھی۔

"سنس بر تھ؟ مطلب کہ تمھیں لگتا ہے میں بچپن سے لے کر اب تک فرسٹ کلاس میں فلائی کرتا رہا ہوں۔"

"نہ تو آپ فرسٹ کلاس۔۔۔۔میں فلائی نہیں کرتے؟ اکانومی میں۔۔۔۔۔۔جانے والے لگتے۔۔۔۔۔۔تو نہیں ہیں۔"

"ایسی بات نہیں ہے میں ان میں بھی جاتا رہا ہوں تمھاری وجہ سے مجھے ایسا کرنا پڑا۔" رمشا ٹھہر گئی۔

"کِک کیوں؟"

"وہاں دھکے لگتے ہیں' مرد ہوتے ہیں' بہت سے مزدور طبقہ پایا جاتا ہے۔ نظریں اگر ان کی تمھاری طرف پڑتی تو میں خود کو ٹرامپل کرنے سے نہ روک پاتا۔"

وہ کیسے بھول سکتی ہے اس کا بیسٹ unreasonable اور unpredictable ہے۔

••••••••••••••••••••••••••••••••••

"سوری یار مجھے اب جانا ہے اصل میں ایک پیشن نے آنا ہے۔ میں اسے بہت عرصے سے ڈیلے کر رہی ہوں۔ میں کل آوں گی کل کا کوئی پلین بنائیں ؟۔"

بختاور نے جوس رکھا تھا تو شرینہ نے ٹائیم دیکھ کر معذرت کرتے ہوے اُٹھ گئی۔

"ارے ابھی تو آئی تھی آپ۔ سوری میں نے ٹائیم لگا دیا۔ اب بیٹھیے نا۔ اچھا نہیں لگتا۔"

"نہیں سویٹی میں بھی بن بلائے آگئی بتا کر آتی تو ہم اس دوران کچھ نہ کچھ کر لیتے۔ میری میٹنگ نہ ہوتی تو پھر تھوڑی دیر رُک جاتی آپ کے پاس فون تو ہیں نا؟"

بختاور ہنس پڑی۔

"میں کچھ دنوں میں آٹھارہ سال کی ہونے لگی ہوں باجی۔ اتنی بچی نہیں ہوں۔"

شرینہ نے حیرت سے دیکھا پھر ہنس پڑی۔

"ریلی مجھے تو آپ پندرہ سولہ سال کی لگ رہی تھی مگر واو بہت انوسنٹ سی ہو آپ بہت چھوٹی سی لگتی ہو۔"

بختاور بلش کر گئی۔

"میں اب چلتی ہوں ورنہ آپ کے ساتھ بیٹھی رہی تو وقت کا خیال نہیں رہے گا۔ یہ میرا کارڈ اس پہ مجھے مسیج کر دینا تاکہ میں آپ کا نمبر سیو کر لوں اوکے۔"

بختاور شرینہ سے ملی تو شرینہ نے حداد کو تلاش کرنا چاہا مگر وہ کہی دکھائی ہی نہیں دے رہا تھا۔ شاید وہ اس کی باتوں سے اپ سیٹ ہو گیا تھا۔

"کل ملوں گی تو ان سے معذرت کر لوں گی۔" اس نے دل میں خود سے کہا۔

جب اس کی گاڑی گیٹ سے باہر گئی تو بختاور ہاتھ ہلا کر اندر کی طرف بڑھی تو حداد کو دیکھ کر رُک گئی۔

"کچن کو لاک کرنے سے کچن صاف تو نہیں ہو جاتا۔"

اس نے سامنے بند کچن کے دروازے کی طرف مسکرا کر اشارہ کیا۔

"شام کو جمیل بھیا آرہے ہیں ابھی خان بابا نے بتایا وہ کر لیں گے صاف۔"

"تو میں میک اپ کا سارا سامان جمیل کو ہی دے دوں گا کہ وہ اپنی بیوی کو دے دے۔"

"میری بلا سے آپ خود ہی وہ میک اپ استعمال کریں۔ بال تو بڑھا لئے یہ بھی کسر پوری کر لیں۔ میرا پیپر ہے میں اس کی تیاری کرنے جا رہی ہوں۔"

وہ کہہ کر جانے لگی جب حداد نے اس کا بازو پکڑ کر جھٹکے سے اپنی طرف کیا۔

"اوچ!!!" اسے تکلیف ہوئی۔

"اس بات پہ میں تمھارا منہ بھی توڑ سکتا تھا لیکن وہی بات میں حنان کا لحاظ کر رہا ہوں دوبارہ تم نے ایسی بکواس کی تو بولنے کے قابل نہیں چھوڑوں گا۔"

وہ اتنے غصے سے دھاڑا تھا کہ بختاور کی آنکھوں میں آنسو آگئے۔ اس کے ماما ہوتے تو اب تک ان کا قیمہ بنا چکے ہوتے۔ ماما نے کسی کو اس سے اونچی آواز میں بات کرنے کی اجازت نہیں دی تھی اور یہ آدمی۔ مسلسل اس سے بدتمیزی کر رہا تھا۔

"چھوڑیں میرا بازو۔"

اس کی آنکھوں سے آنسو نکل گئے۔

"معذرت کرو اپنے رویے کی۔"

حداد غصے سے بولا۔

"مجھے درد ہو رہا ہے چھوڑیں۔"

وہ رونے والی ہو گئی۔ اسے ماما کے پاس جانا تھا۔ حداد نے جب اسے روتا ہوا دیکھا تو ایک دم اس کا بازو چھوڑ دیا۔

وہ ہچکیاں لیتے ہوئے ایک دم تیزی سے حداد کے سائڈ سے گزری۔ حداد نے اپنی لب سختی سے بھینچ لیے۔ کچھ زیادہ ہی کہہ دیا تھا مگر وہ لڑکی میری اور اپنا عمر کا فرق بھی نہیں دیکھ رہی تھی۔

"پرفیکٹ!! آئیم سو ہیپی کہ یہ کیس کامیاب جائے گا۔"

سکندر کے آنکھیں چمک اُٹھیں۔ چہرے پہ گہرے مسکراہٹ تھی۔

"سچ! مطلب میری رے ٹھیک ہو جائے گی لائیک ٹھیک سے بول سکے گی۔"

"سکندر بولنے کا تو رمشا پہ بالکل ڈیپینڈ کرتا ہے جیسے تم بتا رہے تھے کہ پہلے تو وہ بالکل بولتی نہیں تھی' پھر اس نے تمھارے اٹیک کے بعد بولنا شروع کیا بعد میں پھر ایسے شاکنگ مومنٹ آتے گئے جس پہ وہ بالکل کم ہکلاتی تھی تو اس سے مجھے یہ سمجھ آئی کہ سائیکولجیکل ایشو ہے اسے سٹرانگ کرنا ہو گا' اسے ہمت دلانی ہو گی ہاں یہ آسانی ضرور لائے گا کیونکہ جیسے ہی سیسٹ ریمیو ہو گا' ڈیمج ٹیشو ہٹائے گے۔ رمشا میڈیسن مسلسل لے گی تو اس کے بولنے میں کافی آسانی آجائے گی۔"

سکندر بہت زیادہ خوش لگ رہا تھا دل تو کر رہا تھا بچوں کی طرح اچھلے کودے مگر وہ ایسی حرکت نہیں کر سکتا تھا کیونکہ وہ روس کی سب سے طاقتور گینگ کا Capo (captain) لیڈر تھا اور یہاں اس کی کافی عزت اور دہشت تھی۔ سکندر روس میں صوفی کی موت کے بعد پورے آٹھ سال رہا۔ جب وہ مکمل طور پہ طاقت ور ہو گیا پھر اس نے فیصلہ کیا وہ پاکستان جائے گا' جس ملک کو وہ بھول چکا تھا' جہاں وہ واپس نہیں جانا چاہتا تھا ایک دن پتا نہیں کیا سوجی اس کو کہ اس نے واپسی کا ارادہ کر لیا۔ حنان کو کال کیا اور بس کچھ ہفتے بعد demon سے سکندر بھا بن کر لاہور آگیا اور اپنی طاقت اور دہشت سے پانچ سال میں مشور ہو گیا۔ روس میں اسے بھا کے بجائے ڈیمن کے نام سے لوگ جانتے تھے اور اس کی آمد پر تو انڈر ورلڈ میں ایک ہلچل سے مچ جاتی تھی۔ اس دفعہ وہ اعلان کرنے کے بجائے خاموشی سے آیا تھا۔ اس کا مقصد صرف رمشا کا علاج تھا۔ وہ چونکہ تب جب ڈاکٹر نے سکندر کو بلایا۔

"اچھا سکندر کل رمشا کو ڈینٹیل ڈیپارٹمنٹ لے جانا۔"

ایک دم سکندر کے ماتھے پہ اس بار بل آئے۔ بلیک سوٹ میں وہ کافی خطرناک دکھائی دے رہا تھا۔

"کیوں؟" پینٹ کی جیبوں میں ہاتھ ڈالے وہ ٹھنڈے لہجے میں اس سے پوچھنے لگا۔

"گاش تم اتنے خطرناک کیوں ہو جاتے ہو کاپو! رمشا کا وزڈم ٹوتھ ریمیو کروانا ہے۔ یہ بھی رمشا کو ارٹیٹ کرتا ہے جب وہ جبڑے کو موو کرتی ہے مطلب جب بات کرتی ہے۔ ایکسرے اس لئے تو کروایا تھا میں نے۔"

"لیکن وہ تو بہت تکلیف دے ہوتا ہے۔ مجھے یاد ہے جب میں نے ریمیو کروایا تھا تو میری پورا جسم کانپ۔۔۔(سکندر کیوں بھول جاتے ہو اپنی تکلیف کسی کو نہیں بتانی) سوری میں رے کو تکلیف دے مرحلے سے نہیں گزرنے دوں گا۔"

فیونا ہنس پڑی۔

"تم نے بنا انستھیسیا اور لافنگ گیس کے اپنا دانت نکلوایا تھا کیونکہ تم کاپو تھے تمھیں درد محسوس کرنا تھا خیر بے فکر ہو جاو بنا تکلیف دے مراحل ہے۔ اسے زرا سی بھی تکلیف نہیں ہو گی۔ ویسے بھی کاپو اگر اتنا سا درد برداشت نہیں کرے گی تو بچوں کے ٹائیم کیا ہو گا۔"

سکندر نے ایک دم حیران ہو کر اسے دیکھا۔ اس بارے میں تو اس نے کبھی سوچا نہیں پھر اس نے سر جھٹکا۔

"اب میں اسے لے کر جا سکتا ہوں۔"

"ہاں سارے ٹیسٹ ہو گئے ہیں' یہ آخری ایکسرے تھا۔ میں ڈاکٹر براون۔۔۔۔"

"فیونا مجھے کوئی میل ڈاکٹر نہیں چاہیے!!!! کوئی فیمیل ڈینٹیسٹ ارینج کرو!!!"

"مگر کاپو وہ روس کا بہترین۔۔"

لیکن سکندر نے سرد مہری سے اس کی بات کاٹی۔

"میں اس بندے کی انگلیاں کاٹ دوں گا پھر وہ کسی کو اوپریٹ نہیں کر پائے گا اور نہ ہی پھر وہ بہترین رہے گا۔ اسے اوروں کے لئے رکھو جلدی سے ڈاکٹر ارینج کر کے الیکس کو انفارم کر دینا۔"

"او کے کاپو!"

رمشا جوس پی رہی تھی اور نظریں گھما کر اس شاندار سے ہسپتال کا جائزہ لے رہی تھی۔ پورے پانچ گھنٹے مسلسل ٹیسٹ ' چیک اپ نے اسے تھکا ڈالا تھا۔ وہ اپنے اندر بہت زیادہ کمزوری محسوس کر رہی تھی۔ سکندر کے کہنے پہ اس کے بیڈ ریسٹ کرنے کا انتظام کیا مگر وہ نئی جگہ وہ ٹھیک طرح سے سو نہیں پائی۔ ابھی اُٹھی تھی تو سکندر نے اس کے لئے جوس منگوایا اور ڈاکٹر کے ساتھ باہر چلا گیا۔

دروازہ بند ہونے کی آواز پر وہ چونکی سکندر بلیک سوٹ میں چارمنگ سا بیسٹ لگ رہا تھا۔ سکندر اس کو دیکھتے ہی اپنے سرد سے تاثرات کم کیے اور مسکرا کر بولا۔

"اب ٹھیک ہو رے؟"

وہ چلتے ہوئے اس کے قریب آیا اور اپنے الٹے ہاتھ سے اس کی گال سہلائے۔

"سکندر۔۔۔۔۔۔ہم روس میں۔۔۔کیوں آئے ہیں؟"

رمشا نے جوس سائڈ ٹیبل پہ رکھا اور گہری سانس لیتے ہوئے کہا۔

"یہ بات اکیس ہزار دفعہ بتا چکا ہوں کہ پرنسس تمھارا اعلاج کروانے۔"

"مگر۔۔۔۔۔روس۔۔۔میں کیوں؟"

"رے تم ٹھیک نہیں ہونا چاہتی؟"

"ہاں پ۔۔۔پر۔۔۔روس۔۔۔کے علاوہ۔۔۔۔کہی اور۔۔۔۔۔ بھی جا۔۔۔۔۔ سکتے تھے۔"

سکندر اس کے سامنے بیٹھا وہ کافی بے چین دکھائی دے رہی تھی۔

"میں یہاں کا کاپو ہوں پرنسس۔"

ایک دم رمشا نے چونک کر اسے دیکھا۔

"کپو؟ یہ۔۔۔۔۔کیا ہو۔۔۔۔۔ہوتا ہے؟"

"غصہ مت کرنا سویٹ ہارٹ مگر میں پاکستان کے علاوہ کرائیم سے ریلیٹڈ کام یہاں پہ بھی کرتا ہوں۔"

رمشا نے پلکے جھپکائے بغیر اسے دیکھا۔

"تو۔۔۔۔۔تم۔۔۔روس کے۔۔۔مافیا۔۔ہو۔۔۔"

"ہاں۔" بنا تاثر دیے وہ نرم لہجے میں بولا۔

"لیکن تمھارے۔۔۔۔۔۔صرف ان۔۔۔سے تعلق تھے۔۔۔۔بس فائیٹنگ۔۔۔۔تک۔۔۔۔"

"رے میں اب اتنا ملوث نہیں ہوں ان کے گینگ میں ہاں مگر کاپو ضرور کہلاتا ہوں میں آٹھ سال یہاں رہا ہوں۔"

"اور آٹھ۔۔۔۔۔سالوں سے۔۔ میگھن تمھیں جانتی ہے۔۔۔۔ تبھی وہ تمھارے پیچھے پاگل۔۔۔۔۔۔۔ تھی۔۔۔۔ تم باتیں کرتے ہو گے۔۔۔۔۔اس سے۔۔۔ملاقاتیں آخر۔۔۔وہ مافیا۔۔۔۔۔کی بیٹی ہے اور تم۔۔۔۔۔تو باس۔۔۔۔۔ہو۔"

سکندر نے مسکراہٹ دبائے اور ہاتھ بڑھا کر اس کے گنگھرالے بال اس کے کانوں کے پیچھے کیے۔

"میری رے آف سن شائین جیلس ہو رہی ہے۔"

"نہیں۔۔۔۔۔۔۔دماغ۔۔۔۔۔۔خراب ہو رہا۔۔۔۔۔ہے دل۔۔۔ کر رہا ہے۔۔۔۔۔۔کہ آپ کو مار۔۔۔۔۔۔ڈالوں ۔۔۔۔آپ نے کم مصیبتیں۔۔۔۔۔مولی ہوئی تھیں۔۔۔۔۔۔کہ یہ۔۔۔سُننے کو ملا۔۔۔۔۔۔کہ نہ۔۔۔۔۔۔صرف پاکستان۔۔۔۔۔۔بلکہ۔۔۔۔۔۔غیر ملک انڈر۔۔۔۔۔۔ورلڈ میں ملوث۔۔۔۔۔۔ہیں جو پاکستان۔۔۔۔۔۔سے بھی زیادہ ۔۔۔۔خطرناک ہوتی۔۔۔۔۔۔ہے۔"

"بختاور کے ناولز جیسا تو بالکل بھی نہیں ہوتے۔ہاں خطرناک ضرور ہوتے ہیں مگر ہم پیس فل ٹرمز میں کام کرتے ہیں زرا گڑ بڑا ہو جائے تو طوفان امڈنے سے پہلے سب کچھ مینیج کر لیتے ہیں۔" رمشا چونکی۔

"آپ کو۔۔۔۔کیسے پپتا۔۔۔۔۔۔"

"کیونکہ بختاور کی نئی اوبزیشن مافیا ورلڈ ہے۔وہ تو چاہتی ہے اسے میرے جیسا ملے۔"

سکندر نے ہنس کر آنکھ مارتے ہوئے کہا۔رمشا نے غصے سے لب دبا کر چھوڑتے ہوئے بولی۔

"سوری۔۔۔۔۔میں ایسا نہیں ہو ہونے نہیں دوں۔۔۔۔۔گی۔۔۔میں اس دلدل میں جی۔۔۔۔رہی ہوں کافی ہے۔۔۔۔۔۔"

سکندر کو پتا تھا وہ کس حوالے سے بات کر رہی ہے۔مقصد سکندر کو تکلیف دینا نہیں بختاور کی حفاظت کا معاملہ تھا۔وہ بختاور کو اس کالی غلیظ دنیا سے دور رکھنا چاہتی تھی۔

"میری رے بہت زیادہ دل دکھاتی ہے خیر چھوڑو کہی جانا ہے۔"

"ہاں۔۔۔۔میگھن کے۔۔۔۔پاس۔۔۔وہ بھی تو۔۔۔یہاں رہتی ہے۔"

رمشا کے لہجے اور انداز جلا کٹا تھا۔سکندر ہنس پڑا۔

"وہ مسکو میں رہتی ہے یار اور جہاں بھی ہو ہماری بلا سے مجھے تو بس تمھاری فکر ہے۔ان شااللہ بس تم ٹھیک ہو جاو۔"

"میں آپریشن ایک۔۔۔۔۔۔۔۔شرط۔۔۔۔پہ کرواوں گی؟"

اب سکندر فریز ہو گیا۔یہ کون سی ڈیمانڈ کرنے والی ہے۔اللہ کرے لیڈنگ چھوڑنے کو نہ کہے۔

"کون سی شرط؟"

رمشا نے اسے دیکھا پھر اس کا ہاتھ پکڑا۔

"میں۔۔۔آپ۔۔کی ساری۔۔۔ باتیں۔۔۔مانوں گی۔۔۔ شیرو۔۔۔بس ایک خواہش پوری کر دیں۔۔۔۔۔۔۔
"

اس کے انداز پہ تو وہ جی جان سے فدا ہو گیا۔۔رمشا کا یہ انداز بہت کم دیکھنے کو ملتا تھا۔

"بولو رے سیدھا کہو۔ ہچکچاؤ مت تمھارا سکندر چٹکیوں میں پورا کرے گا۔"

"آپ۔۔۔شراب پینا۔۔۔۔۔ چھوڑ دیں۔۔۔۔پلیز۔"

سکندر ایک دم ریلیکس ہو گیا۔

"سکندر یہ۔۔۔۔۔۔اچھی۔۔۔چیز نہیں۔۔۔ہے۔۔ صحیح' غلط۔۔۔۔۔کے درمیان جو فرق۔۔۔۔ہوتا ہے نا اس کو مٹا مٹا دیتی۔۔۔۔۔۔ہے۔۔۔آپ سمجھ رہیں نا۔۔۔۔۔اور جنت کے دروازے تو ایک شرابی کے لئے بند ہو جاتے ۔۔۔۔۔۔ہیں۔۔۔۔ابھی بھی۔۔۔وقت۔۔۔۔ نہیں بگڑا۔۔۔۔ سکندر۔۔۔۔۔۔ میری۔۔۔۔خاطر۔۔۔۔۔۔۔مجھے ہر اس وقت۔۔۔۔۔۔۔سے ڈر لگتا ہے۔۔۔۔جو۔۔۔۔مجھے آپ۔۔۔۔۔سے دور۔۔۔۔ کر دے۔۔۔اور مجھے۔۔۔۔۔فساد کی جڑ۔۔۔۔۔۔یہ شراب۔۔۔۔۔لگتا ہے۔۔۔۔۔"

سکندر نے اسے بازوں میں لیا اور اس کی کنپٹی پہ پیار کیا جبکہ وہ اس کے سینے پہ سر رکھے مزید بولی۔

"میں جانتی۔۔۔۔ہوں۔۔۔۔آپ کے۔۔۔۔۔ساتھ بہت زیادتیاں ہوئی ہیں۔۔۔ایک بھائی۔۔۔کے لیے اس ۔۔۔سے بڑی۔۔۔اذیت کیا۔۔۔۔ہو گی کہ اس کی بہن کو اپنی۔۔۔۔۔آنکھوں کے۔۔۔۔سامنے فنا ہوتے ہوئے ۔۔۔۔۔۔دیکھے۔۔۔۔۔میں جانتی۔۔۔۔۔ہوں۔۔۔داود۔۔۔۔آپ اپنا غم غلط کرنے کے لیے۔۔۔۔۔۔یہ حرام شے کو منہ۔۔۔۔لگاتے ہیں مگر۔۔۔۔۔۔۔زخم کو مندمل کرنے۔۔۔۔۔۔کے اور بھی۔۔۔۔تو بہت سے طریقے ہیں۔۔۔۔۔ شراب۔۔۔۔مسئلے کا۔۔۔۔حل نہیں ہے۔۔۔۔"

"بس اتنی سی بات۔ تم کہتی ہو تو میں اب اس شہہ پہ لعنت بھیجتا ہوں۔ جب تم میرے ساتھ ہو تو میں اپنے سارے غم' سارے دکھ اور ساری تکلیفیں جو مجھے اس گزرے تیرہ میں سامنا کرنی پڑی تو بھول جاتا ہوں۔ واقعی میں مجھے اب اس کی ضرورت نہیں رہی پھر ایک وعدہ کرنا ہو گا مجھ سے۔"

رمشا کی آنکھیں چمک اُٹھیں۔ اسے یقین تھا کہ سکندر اس کی بات مان جائے گا مگر اتنی جلدی اس نے کبھی سوچا نہیں تھا۔

"بولیں۔"

"مجھ سے کبھی دور مت جانا اور مجھے چھوڑ کر چلنے جانے کی دھمکی مت دینا۔"

"سکندر۔۔۔۔اگر آپ کی۔۔۔۔زندگی کا۔۔"

لیکن سکندر نے اس کی بات کاٹی۔

"رے اس نے تمھارے سامنے میرے سر پہ گولی تانی بھی ہو تب بھی تم نے مجھے نہیں چھوڑنا۔ میں موت سے کبھی نہیں ڈرا!!! تمھارا نظر سے اوجھل ہو جانے سے ڈرتا ہوں۔"

سکندر نے اپنی گرفت مضبوط کرتے ہوئے کہا۔

"کہی چلیں۔۔۔۔مجھے۔۔۔۔۔ہوسپیٹل کو۔۔۔۔۔۔دیکھ کر وحشت ہو رہی۔۔۔۔۔ہے۔"

"تم ٹھیک ہو نا؟"

"ہاں سکندر۔۔۔۔۔۔مجھے۔۔۔اب لے کر آ گئے۔۔۔۔ہیں تو پلیز۔۔۔گھما پھیرا بھی دیں۔۔۔۔آخر کا پو ہیں آپ۔"

رمشا نے آخرے الفاظ خشک انداز میں کہے تھے۔

"بس اب شروع ہو جاو مسز سکندر۔"

سکندر نے آنکھیں گھماتے ہوئے کہا۔

میگھن نے سامنے لگی ٹی وی سکرین پہ ہوسپیٹل سے سکندر کو اور اس کے گرد بازو پھیلائے بلیو لانگ کوٹ اور بلیو لمبی سلک ڈریس میں رمشا کو دیکھا۔ سکندر کی آنکھوں میں خطرناک تاثر تھا مگر اس کے ہر انداز میں اس لڑکی کے لئے نرمی اور محبت تھی اور یہی چیز دیکھ کر اس کا دل جل رہا تھا۔ وائن کے سپ لیتے ہوے اس نے فون ملایا۔ تھوڑی دیر انتظار کرنے کے بعد بڑی ہی شیریں لہجے میں بولی۔

"فاروق ڈارلنگ تم تو کہہ رہے تھے کہ وہ اسے چوبیس گھنٹے کے اندر اندر چھوڑ کر چلی جائے گی مگر یہ کیا۔۔۔ سکندر روس میں اور اس کے ساتھ اس کی بیوی بڑے خوش دکھائی دے رہے ہیں۔ اس چیز کے تو میں نے دو ملین نہیں دیے تھے۔"

فاروق جو حدید عالم کے سامنے بیٹھا تھا۔ ایک دم اس کا پسینہ چھوٹ گیا۔ اس نے بے دھیانی میں میگھن کی کال حدید عالم کے سامنے اٹینڈ کر لی۔

"ہاں ہولڈ آن بابا باہر سے زرا کال آئی ہے میں ابھی آیا۔"

حدید عالم نے اسے دیکھا پھر سر ہلاتے ہوے کتاب کی طرف متوجہ ہو گئے۔ ٹیرس پہ آ کر اس نے گہرا سانس لیتے ہوے بات جاری کی۔

"سوری بابا کے سامنے بات نہیں کر سکتا تھا۔"

"ہونہہ یہی تو فرق ہے تم میں اور سکندر میں کہ وہ نڈر ہے۔ کسی چیز کا اسے خوف نہیں ہے اور ایک تم اس کے بھائی ڈرپوک بلے!! تم کہتے ہو سکندر سے زیادہ بہتر ہو دیکھ لو سکندر کی طاقت۔ جتنا بھی توڑ لو وہ کسی بھی طور پہ نہیں ٹوٹنے والا۔"

"اس میں میری کیا غلطی ہے میں نے اسے فون کیا' دھمکایا بھی!!! اس کے بعد اس نے مجھے ہاں کہہ دیا۔ ظاہر ہے مجھے لگا کام ہو گیا مگر چوبیس گھنٹے بعد اس کو کال کی تو اس کا نمبر ہی بند جا رہا تھا۔ اب بتاؤ میں کیا کر سکتا تھا۔ میں ایک پلان سوچ رہا تھا تو مجھے سکندر کے بندے نے خبر بھیجی کہ سکندر رمشا کو لے کر کہی چلا گیا مگر وہ تمھارے ملک آ جائے گا اندازہ نہیں تھا۔"

"میں نے اپنا پیسہ بالکل غلط جگہ برباد کیا۔ تم لوگوں کو سکندر کے مقابل سمجھی تھی مگر میں تو بھول گئی وہ رشیا کا فائیٹر' رائٹ ہینڈ اور کیپٹن (کاپو) کے صورت میں آٹھ سال رہا ہے۔ اس کا طاقت کا اندازہ تو مجھے آج ہو گیا۔ تم جیسے چھوٹے موٹے لوگ آخر اس کا اور اس کی بیوی کا کیا بگاڑ سکتے ہو۔"

"دیکھو اب تم ہمیں ڈے گریڈ کر رہی ہو جبکہ ہم بہت بڑا رسک لے کر یہ کام کر رہے تھے۔ جانتی ہو جان بھی جا سکتی تھی ہماری نہ صرف ہماری بلکہ ہماری فیمیلی اس سے افیکٹ ہو سکتی تھی۔ اس میں تم بھی شامل ہوتی ہو۔" میگھن نے ایک ہی سانس میں ساری ڈرنک ختم کی۔ آنکھیں ابھی تک شعلے بڑ کھا رہی تھیں۔

"میں کیوں؟ میرے ڈیڈی اس جیسوں کو چٹکیوں میں اس دنیا سے غائب کر دیں کہ ان کا نام و نیشان بھی نہ رہے۔ یہ میرا کیا بگاڑے گا۔"

"واو کبھی کہتی ہو اسے جانتی ہو دوسری طرف کہتی ہو کہ یہ تمھارا کچھ نہیں بگاڑ سکے گا۔ باس ہے وہ تم لوگوں کی دُنیا کا ایک پاکستانی مسلم ہو کر وہ تم لوگوں کی گینگ کو لیڈ کر رہا ہے کیوں؟ کیونکہ وہ واقعی نڈر اور دہلا دینے والا شخص ہے کہ تم روسی خود اس کی طاقت کا اندازہ لگاتے ہوئے اسے اپنے پاس لے آئے تاکہ وہ تم لوگوں کو اور طاقت ور کر سکے اور اب تم لوگ اتنے بے وقوف ہو کہ اس کی کمزوری توڑنے میں لگے ہو۔ چاہتے کیا ہو؟"

"میں کب لائی؟ میرے دادا جان لائے اسے!! جتنا انھیں اس کے ذریعے ایلیگل فائیٹ میں پرافٹ ہوا کہ وہ واقعی اسے سکینڈ ہینڈ کما ڈ بنانے پہ مجبور ہو گئے بعد میں وہ ہماری باقی سر گرمیوں میں گھسنے لگا جتنا میرے ڈیڈ نہیں ہو سکے تو پھر بس سکندر نے فیصلہ کیا وہ لیڈ کرے گا۔ ڈیڈ کو لگا ایسا ہے تو ایسا ہی سہی ویسے بھی وہ اس وقت اپنی عیاشی میں اتنے گُم تھے بعد میں جب انھیں احساس ہوا کہ ان کے ہاتھ کچھ نہیں آئے گا تو میرے دماغ گھسا دیا کہ بس سکندر میرا ہے تاکہ میرے ذریعے وہ اپنی ڈوبتی ناو بچا لیں۔"

عموماً یہ بات کسی کو بتاتی نہیں تھی مگر اس نے اتنی پی ہوئی تھی کہ جو منہ میں آیا بولتی گئی۔

"اوہو بہت ہی آفسوس ہوا تمھاری یہ کہانی سُن کر بہر حال میں نے جتنی کوشش کرنی تھی میں نے کی۔ فون تو اب اس کا بند جا رہا ہے مزید ایسی کوشش کی تو سکندر نے کچھ دن پہلے جو مجھے پہ حملہ کیا ہے وہ اپنی اس بیوی کی وجہ سے لحاظ کر گیا اب جب

بیوی نہیں ہو گی تو پھر سمجھ لو۔ میری مانو تو کچھ دن صبر کر جاواسے روس سے واپس آنے دو پھر کچھ کرتے ہیں۔" میگھن کو اس کی بات پہ اتنا غصہ چڑھا کہ کوئی حد نہیں۔

"میں اِدھر بیٹھ کر انتظار کرتی رہوں!!! تم سب لوگوں بیگھی بلیوں کی وجہ سے جو میری بچی کچی اُمید ہے اس سے بھی ہاتھ دھو کے بیٹھ جاوں تم لوگوں سے کچھ نہیں ہونا اب مجھے ہی کچھ کرنا ہے!!!"

اس نے چلا کر کہتے ہوئے فون سامنے سکرین پہ دے مارا اور اپنے مینیکیورڈ ہوئے ناخنوں سے صوفہ نوچنے لگی۔

"تمھیں مرنا ہو گا لڑکی کیونکہ سکندر میرا ہے۔"

وہ دانت پیستے ہوئے سامنے پاز ہوئی وی وڈیو کو دیکھا جہاں رمشا کا مسکراتا چہرہ گاڑی کے اندر گھسنے کی وجہ سے جھکا ہوا تھا۔

"مجھے پوری سینٹ برگ میں یہ جگہ بہت خوبصورت لگتی ہے جب کبھی موقعہ ملتا تھا سکون کا تو ہمیشہ یہاں پر آجاتا تھا۔"

"ویسے۔۔۔۔ یہ محل تو بہت۔۔۔۔۔ زیادہ خوبصورت۔۔۔۔ ہے۔ اتنا پیس فل سا ہے۔۔۔ اتنے سارے۔۔۔ لوگ ہیں۔۔۔ مگر واقعی دیکھ کر۔۔۔ لگتا ہے۔۔۔ جیسے میرے۔۔۔ علاوہ اور کوئی نہیں ہے یہاں پہ۔"

وہ دونوں ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑے پیٹر ہوف گرینڈ پیلس کی سیڑھیاں چڑھتے ہوئے بات کر رہے تھے اور کافی نارمل کپل کی طرح خوش بھی دکھائی دے رہے تھے۔ وہ فی الحال کے لئے سارے غم' ساری پریشانیاں' ساری سوچیں ایک وقت کے لئے پیچھے چھوڑ چکے تھے۔ بس وہ سکندر تھا اور اس کی رے۔

"آپ۔۔۔۔ نے روسی۔۔۔ اور اٹالین زبان کب۔۔۔ سیکھی؟"

وہ سکندر کو بہت دفعہ روسی اور اٹالین زبان بولتا ہوا دیکھ چکی تھی اور پتا نہیں کیوں اسے کافی اچھا لگا تھا سکندر کا دوسری زبان بولنا۔ (عجیب بات تھی مگر اسے اچھی لگی تھی)۔

"سیکھنی پڑ گئی کیونکہ یہاں مجھے مسئلہ ہوتا تھا دوسرا پاکستان جانے کا ویسے بھی میرا کوئی ارادہ نہیں تھا۔ جب طے کر لیا کہ ساری زندگی یہاں رہنا ہے تو اپنی سرگرمیوں سے جیسے ہی فارغ ہوتا تھا تو لنگیوج کی کلاسس لیتا تھا۔" سکندر نے اپنے دوسرے ہاتھ سے اپنی جیکٹ کے کالر ٹھیک کیے۔

"آپ نے۔۔۔ کہاں تک۔۔۔۔۔ پڑھا ہے؟" رمشا نے سوچا کیوں نہ اس وقت میں اسے اچھی طرح جانے۔

"بس جتنا زندگی میں کام آیا اتنا پڑھا ہے۔"

سکندر کی بات پر رمشا نے اسے ہلکہ سا گھورا۔

"بتائیں!! ۔۔۔۔۔ کہاں تک۔۔۔ پڑھا ہے؟"

"ایف ایس سی کی ہے۔ لا سکول کے لئے صوفی مجھے باہر بھیجنے والی تھی مگر بس قسمت کو کچھ اور ہی منظور تھا۔"

"تو۔۔۔ آپ نے پڑھا۔۔۔ کیوں۔۔۔ نہیں؟"

"جیب میں کچھ تھا میرے جو پڑھتا۔ دوسرا بخت کی زمہ داری بھی تھی میرے سر پر میرا مقصد اس وقت صرف بخت کی حفاظت کرنا تھا' اس کا خیال رکھنا تھا اسے پالنا پوسنا تھا بس!"

"بختاور بھی آپ کے ساتھ۔۔۔۔۔" سکندر نے اس کی بات مکمل کی۔

"ظاہر ہے میں اسے اپنے ساتھ یہاں لا یا تھا۔"

"اچھا۔۔۔۔۔ بختاور نے مجھے۔۔۔۔ ایسا کچھ۔۔۔۔ نہیں بتایا۔"

"کیونکہ میں نے اجازت نہیں دی تھی اس بارے میں بات کرے۔"

"صوفی آپی مری تھی۔۔۔۔۔۔ تو۔۔۔۔ بخت کتنے کی تھی؟"

"چار سال کی ہونے والی تھی شاید اس کی موت کے ایک ہفتے بعد۔"

سکندر نے کندھے اچکائے۔

"اور آپ۔۔۔۔نے عامر بھا کو کب۔۔۔مارا؟"

"صوفی کی موت کے تین دن بعد۔"

سکندر بے تاثر لہجے میں بولا۔

"تو۔۔۔سروائیو۔۔۔۔۔کیسے کیا۔۔؟"

"جیل میں چلا گیا۔ویسے تو مجھے پھانسی ہونے لگی تھی لیکن حنان نے پتا نہیں ایسا کیا کیا کہ جج فیصلہ بدلنے پہ مجبور ہو گیا۔اب تک اسے پوچھتا آ رہا ہوں کہتا ہے جان کے کیا کرو گے۔(وہ ہنسا) عمر قید ہو گئی لیکن اتنی چھوٹی عمر قید دیکھی میں نے رے کہ یہ عمر قید بس چھ مہینے چلی۔"

"رشیا کا ایک گینگ یہاں پہ ویسے وزٹ کے لیے آیا ہوا تھا۔یو نو سمگلنگ' ہیومن ٹریفک وغیرہ وغیرہ۔وہاں پہ ایک لوکل مافیا ایسی خفیہ جگوں پر اییلیگل فائیٹ ارینج کروایا کرتے تھے۔صوفی کو۔۔۔۔۔"

ایک دم وہ چُپ ہو گیا۔رمشا سمجھ گئی صوفی کو برباد کرنے والوں کی بات کر رہا تھا۔اس کے بازو کو پکڑے بولی۔

"اچھا۔۔۔۔تو وہ گینگ ان۔۔۔۔سے کوئی۔۔۔ریلیٹڈ تھے۔" سکندر نے خود کو سنبھالا اور سر ہلاتے ہوئے بات جاری کی۔

"صرف وہی اس زمانے میں طاقت ور گینگ تھے عامر بھا تو پہلے ان کے پاوں دھو دھو کر پیتا تھا اس کے بعد پتا نہیں کیا پنگے کیے معاملہ مجھے ابھی بھی لگتا کہ صوفی کے حوالے سے تھا جس پہ عامر بڑھک اُٹھا تھا۔"

"اس گینگ کے غیر ملکی گینگ کے ساتھ بڑے تعلاقات تھے خیر میں نے اپنے ذریعے سے معلوم کروایا کہ وہ کہاں ہیں؟ ان دنوں براڈ کے ابا' جیکسوانا تولی' یہاں آیا ہوا تھا۔اس کے سامنے میں نے پورے گینگ کو ختم کر دیا۔جس نے میری صوفی کو برباد کیا تھا۔وہ متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔اس کا اور براڈ کا کہنا ہے کہ اس نے مجھ میں کچھ دیکھ لیا تھا لیکن وہ مجھ تک

نہیں پہنچ سکے جب تک میں جیل نہ چلا گیا۔ان دنوں تو میرے اوپر خون سوار ہوا تھا بس مارنا چاہتا تھا یا مرنا چاہتا تھا جیل جانے سے پہلے میں ایلیگل فائیٹ کلب میں جاتا تھا عامر کے ذریعے مجھے بہت سے لوگ جانتے تھے۔اُدھر وہ گینگ پہنچ گیا اور انھیں نے میری صلاحیتوں کو پرکھ لیا۔"

"آپ نے۔۔۔۔کوشش۔۔۔نہیں کی۔۔۔سیدھے راستے میں۔۔۔آنے کی۔۔۔۔"

سکندر رُک گیا۔اس کے معصوم چہرے کو دیکھا جو اسے نرمی سے دیکھے جارہی تھی۔سکندر کو اس پہ ڈھیر سارا پیار آیا۔ہاتھ چھوڑ کر اس کے کندھے کے گرد بازو پھیلائے وہ پھر چلتے ہوئے بولا۔

"سچ بتاؤں تو ہاں ایک کوشش ضرور کی تھی میں نے اور حنان کے کہنے پہ سوچنے پہ مجبور ہو گیا۔" وہ لمحے کے لئے رُکا پھر اس نے بات جاری کی۔

"وہ پولیس میں جانے لگا تھا تو اس نے کہا کہ میں بھی اس لائین میں آجاوں۔بچے تھے امیچیور۔دُنیا اتنی کڑوی تھی اس کا ابھی صیح سے ادرک نہیں ہوا تھا۔اناتولی کو جب پتا چلا کہ مجھے عمر قید ہو گئی ہے تو اس نے میرے فیصلہ کرنے والے جج کو ڈھونڈا اور اسے پتا نہیں کیا دھمکی دی کہ پھر کیس کھولا' پھر فیصلہ ہوا اور میں باہر آگیا۔اس بندے نے مجھے آفر کی کہ میں اس گینگ کا حصہ بن جاوں یا میں اس کی لئے پارٹ ٹائیم فائیٹر کا کام کروں۔"

"تو۔۔۔۔آپ نے۔۔۔۔کیا کیا۔۔۔؟"

"میں نے سوچنے کا وقت مانگا۔حنان سے ڈسکس کیا وہ تو ہتھے سے اکھڑ گیا۔کہنے لگا وہ پہلے ہی میں اپنے آپ کو برباد کر چکا ہوں مزید تباہ وہ مجھے ہونے نہیں دے گا۔بے وقوف آدمی مجھے آئی ایس آئی میں گھسا رہا تھا۔پاگل عقل تو نہیں تھی۔۔ اس میں۔"

"اس کی آنکھیں۔اور میری اصلیت تو اس کے فادر کے دوست جو خود ایک آئی ایس آئی آفسر تھے انھوں نے کھول دی کہ میں زندہ رہنے کے قابل نہیں ہوں۔میں بنوں گا ایک ملک کا رکھوالا جس نے اپنی بہن اور بہنوئی کو مار ڈالا۔جو ایک گینگ

کا حصہ رہ چکا ہے۔ بس پھر میں نے سمجھ لیا کہ میں اچھا انسان بن نہیں سکتا میں ملک کے لئے کچھ کر ہی نہیں سکتا۔ جیکسو اور براڈ سے بات کی وہ تو خوشی سے جھوم اُٹھے اور اس طرح بختاور کو لے کر یہاں آگیا۔"

ایک دن میں سکندر کے بارے میں اتنا کچھ پتا چلا گیا اور اسے پہلی باتیں ہضم نہیں ہوئی تھی مزید نے تو اس کا دل ہی خراب کر دیا تھا۔ وہ سکندر کے مزید قریب ہو گئی۔ اسے بہت تکلیف ہو رہی تھی اتنا معصوم اور صاف دل کے شخص کو اتنا کچھ سہنا پڑا اور اسے اتنا مجبور کر دیا کہ وہ بُرائی کے راستے پہ چل پڑے۔

"اور بھی کچھ پوچھنا ہے رے صاحبہ نے کہ میں یہاں پہ فل سٹاپ لگا دوں۔"

"ہاں۔۔۔۔لگا دیں۔۔۔۔۔"

پارک کے گارڈن میں آتے ہوئے رمشا نے گہرا سانس لیتے ہوئے کہا۔

••••••••••••••••••••••••••••••••••••

اپنے نوٹس کو جب اس نے یاد کر لیا تو وہ سلیبس میں اس ٹاپک کو مارک کر چکی تھی۔

"اکیس ٹاپک رہتے ہیں۔ تین سبجیکٹ کو ملا کے اور ابھی اکیس دن ہی رہتے ہیں روزانہ ایک ٹاپک کروں گی اس کے پاسٹ پیپر سولو کروں گی بس پھر پیپر ہو جائے گے۔"

خود سے کہتے ہوئے اس نے پاسٹ پیپر کی بکس نکالی اور ہیڈ بورڈ سے ٹیک لگائے انھیں سولو کرنے لگی۔ تھوڑی ہی سکینڈ میں بجلی چلی گئی۔

"اللہ زندگی میں اتنا سریس ہوتی ہوں پڑھنے کے لئے اور دیکھیں!!! قسمت چاہتی ہی نہیں ہے کہ میرے اچھے نمبر آئے۔"

اس نے کتاب رکھی۔ اس کے بعد اچانک اس کی آنکھوں کے سامنے اندھیرے کے باعث وہ خوفناک شکل گزری تو ایک دم فریز ہو گئی۔ اسے یاد آیا کہ کل ہی اس نے ہارر فلم دیکھی تھی اور اسے کتنا ڈر لگ رہا تھا۔

" مم میرا فون۔۔ فون کہاں رکھا ہے۔"

پھر اسے یاد آیا کہ اس نے تو فون الماری میں رکھ کر بند کر دیا تھا تا کہ وہ سکون سے پڑھ سکے۔

"شٹ !!! شٹ میں اب وہاں پہ کیسے جاوں گی۔"

اسے اپنے اوپر بہت غصہ آیا۔ پیر بھی نیچے نہیں رکھ سکتی کسی نے میرے پیر پکڑ لیے تو۔ ایک دم اسے دروازہ کھلنے کی آواز آئی تو وہ ایک دم ڈر کر پیچھے ہوئی۔

"کون ہے ؟"

وہ غصے سے اونچی آواز میں بولی۔

"حداد صاحب اگر آپ ہوے نا تو میں سچ میں آپ کو شوٹ کر دوں گی مم میرے پاس گن ہے۔"

اس نے تکیہ کو زور سے بھینچ لیا۔ اس لگا کہ کوئی اندر کمرے میں آیا ہے۔ وہ اِدھر اُدھر ہاتھ مارنے لگی کہ اسے کے ہاتھوں کچھ لگے۔

اسے قدموں کی چاپ اپنے بالکل قریب سُنائی دی۔ وہ تیزی سے بستر سے اُتری بھاگنے لگی کہ کس نے اسے بازوں میں لیا اسی پل لائٹ آگئی اور کسی کو ونڈیٹا ماسک میں دیکھ کر بخت کی چیخ نکلی اسی پل ہر کولیس نے اس کے لبوں پہ ہاتھ رکھا لیکن بخت سمجھ گئی اس نے اس کا ہاتھ کاٹا۔ ہر کولیس نے ایک دم سی کر کے پیچھے ہوا۔

"واٹ دا ہیل !!!! " وہ اس کی آواز سُن کر پہچان گئی کہ کون ہے۔

"تم !! تم یہاں کیا کر رہے ہو؟"

"انسان ہو کہ جانور تمھیں پتا بھی ہے کہ میں آتا ہوں اس طرح تو ڈرنے کی کیا ضرورت تھی۔"

"تم میرے رشتے دار لگے ہو جو میں تمھارا ایسے موقعہ پر انتظار کروں۔ کیا مسئلہ کون ہو تم؟ اور مجھے اب تم نے ہاتھ لگانے کی کوشش کی تو ہاتھ کاٹ کے رکھ دوں گی۔"

"وہ تو مجھے تمھاری صلاحیتوں کا ابھی سے اندازہ ہو گیا تھا۔ بات سُنو میری دھیان سے۔"

"میں اب بالکل تمھاری دھیان سے بات نہیں سنوں گی۔ کیوں سُنوں میں کیا لگتے ہو کبھی ایر رنگز تو کبھی نیکلس اب مجھے انگھوٹی دو گے۔ فوراً یہاں سے بھاگ جاوا گر تمھیں اپنی زندگی پیاری ہے ورنہ میرے ماما نے تو نہیں مگر جو شخص نیچے بیٹھا وہ بہت زیادہ خطرناک ہے۔ اگر میں نے اسے بلالیا تو ٹوٹی ہڈی پسلی سے واپس جاوگے بلکہ زندہ ہی نہیں جاوگے۔"

ہر کولیس ہنس پڑا۔ بختاور کو وہ حداد سے بھی زیادہ خوفناک لگا۔

"سوری بٹ مگر آپ اتنی خاص نہیں ہے کہ میں آپ کو انگھوٹی دوں۔" اس نے طنز کا تیر بخت پہ پھینکا۔ بخت کو نجانے کیوں اس کی کلون کی سمیل بڑی جانی پہچانی سے لگ رہی تھی اور اس کی ہائیٹ اور بلٹ اپ بھی اس جیسی ہی تھی۔ بختاور اس کا جائزہ لینے پہ مجبور ہو گئی۔ اسی پل ہر کولیس اس کے قریب آیا۔

"تم کیا رو رہی تھی؟"

سخت آواز میں اس نے کافی فکر مندانا سوال کیا تھا۔

بختاور ایک دم پیچھے ہوئی۔ اس نے ماسک میں چھوٹے سے سوراخ میں اس کی آنکھیں دیکھنا چاہی مگر کچھ دکھائی نہیں دے رہی تھی اسے ڈر کیوں نہیں لگ رہا تھا اس کی موجودگی میں۔ وہ چیخ کیوں نہیں رہی تھی۔ وہ اس کے بار بار آمد پہ کسی کو اطلاع کیوں نہیں دیتی۔ کیوں اس کی زبان کو تالے لگ جاتے تھے۔

بختاور ایک دم غصے سے اسے دیکھنے لگی۔

"میں! میں بھلا کیوں روں گی اور تمھیں اس سے کیا۔ تم جاوں یہاں سے تم سب لوگ مجھے فیل کرواوگے۔ زندگی میں ایڈوینچر چاہیے تھا مگر ایسا ایڈوینچر جس پہ آپ کا خون جلے نہیں چاہیے۔ پلیز اگر تمھارے اندر زرا بھی رحم ہے جاو۔"

ہر کولیس ایک دم پیچھے ہو گیا۔ اس کا انداز خاصا الرٹ ہو گیا تھا۔

"بات سُنو اپنا فون لاؤ۔"

بختاور نے ایک دم الجھ کر دیکھا۔

"کیا تمھارے پاس نہیں ہے !!! "

"میں نے کہا لڑکی اپنا فون لاؤ۔"

"ایک تم لڑکی کہتے ہو اور ایک وہ جیسن موموابس کردو یار میرا کوئی نام ہے۔ کیا ہر وقت لڑکی لڑکی لڑکی۔ کیا میں ایک ہی لڑکی ہوں اس دُنیا میں۔"

وہ تیزی سے بولی۔

"بہت ہنسی آرہی ہے آپ کے اس ٹھنڈے جوک پر۔۔ ہاہا پھیپھڑے پھٹ گئیں۔ اب جلدی سے اپنا فون لاؤ!!! "وہ سپاٹ لہجے میں بولتا اپنا ہاتھ اس کے سامنے کیا۔

"کیوں لاؤں اور کیوں دوں میں اپنا فون اتنے غریب ہو کہ ایک لڑکی سے فون مانگ رہے ہو شرم کرو!!"

Enough !!!

وہ دھاڑا اُٹھا اب بخت کو اچھلنا پڑا۔ ہر کولیس نے ریوالور نکال لیا اب تو مزید اس سیٹی گُم ہو گئی۔

"جلدی سے فون لاو اور اپنی ممانی کو کال ملاو!!! "

"ممانی؟ میری تو کوئی۔۔۔۔۔۔" (یہ تو آپی کی بات کر رہا ہے)

"میری کوئی ممانی نہیں ہے۔"

بختاور نے تیزی سے کہا اب تو اسے ہر کولیس سے سچ مچ خوف آنے لگا۔

"یہ ہتھیار دیکھ رہی ہو نا جھوٹ بولنے والے کو بالکل نہیں بخشتا۔"

"میں جھوٹ نہیں بول رہی!!! تم جاو ورنہ مجھے چیخ کر حداد۔۔۔صاحب کو بلانا پڑے گا۔زندگی پیاری ہی تو چلے جاو یہاں سے۔"

"تم دس ہزار دفعہ چلاو وہ تمھاری آواز نہیں سُنے گا۔" بختاور تیزی سے جانے لگی کہ ہر کولیس نے اسے پھرتی سے پکڑ کر دیوار کے ساتھ لگایا۔

"دیکھو لیڈی!! میں تمھارے ساتھ نرمی سے پیش آنا چاہتا ہوں!! اس۔۔۔۔"

بختاور نے گھٹنے پہ زور ڈالا اور زور سے اس کی ٹانگ پہ اٹیک کیا۔اس کی گرفت زرا سی ڈھیلی ہوئی مگر وہ اس کی گردن دبوچ کر گن اس کی کنپٹی پہ رکھ چکا تھا۔

"مضبوط ہو کافی اپنے ماما کی طرح مگر ہو تو ایک لڑکی اور لڑکی کو اپنی زندگی اور عزت بہت پیاری ہوتے ہے لہذا اچھی لڑکی بن کر فون لاؤ اور اپنی ممانی کو کال کرو۔"

"اور میں تمھیں بتا چکی ہوں کہ میری کوئی ممانی نہیں ہے!!!"

"رمشا رؤف ہی تمھاری ممانی ہے نا؟"

اب بخت بالکل فریز ہو گئی۔اسے تو آپی کا نام بھی پتا ہے۔

"تم اس نام سے ساکت کیوں ہو گئی جبکہ تمھارا کہنا ہے کہ تمھاری کوئی ممانی نہیں ہے۔"

وہ کمینگی سے ہنسا۔بختاور کو پتا نہیں کیا سوجا زور سے اپنا سر ہر کولیس کے ماسک والے منہ پہ مارا۔ہر کولیس ایک دم پیچھے ہوا۔بختاور نے پھرتی سے کرسٹل کا پیس ساتھ والے ٹیبل سے اُٹھا کر اس پہ پھینکا۔اب پتا نہیں اسے لگا یا نہیں لگا مگر وہ دروازہ کھول کر نیچے تیزی سے بھاگی۔اس کی نظریں حداد کو تلاش کر رہی تھیں مگر وہ کہی دکھائی نہیں دے رہا تھا۔اسی وقت دروازہ کھلا اور جاوید اندر داخل ہوا بختاور کو بنا دوپٹے کے بھاگتا ہوا دیکھ کر وہ الرٹ ہو گیا۔بختاور اندھا دھن بھاگتے ہوئے دھیان میں نہیں تھی کہ ایک دم جاوید سے ٹکرائی۔جاوید نے اسے تھاما۔

"بختاور بی بی !! "

بختاور نے سر اُٹھا کر جاوید کو دیکھا تو ایک دم اس کی جان میں جان آئی۔

"جاوید بھائی !! آپ۔"

"کیا ہوا بختاور بی بی آپ ایسے بھاگ کیوں رہی تھی کیا ہے وہاں پہ باقی سب کہاں ہیں؟"

"وہ جاوید بھائی !! وہ۔۔۔"وہ پھولی ہوئی سانسوں سے بات مکمل ہی نہیں کر پائی۔

"کیا ہوا میں دیکھ کر آوں۔" پھر بختاور کو یاد آیا اس کے پاس گن ہے۔ وہ جاوید پہ اٹیک کر سکتا تھا حالانکہ اسے یہ نہیں پتا تھا کہ جاوید کے پاس بھی گن ہے۔

"مم مجھے یہاں سے لے جائیں پلیز مجھے ڈر لگ رہا ہے۔۔"

اب بختاور کی اس بات پر جاوید کو اس کو چھوڑ کر اوپر جانا پڑا۔

"جاوید بھائی !!! "

وہ ایک دم منہ پہ ہاتھ رکھے وہی کھڑی رہی اس نے دیکھا جاوید اپنی گن جیب سے نکال چکا تھا اور سیدھا اوپر کی طرف بھاگا تھا۔

"حداد کہاں ہیں؟ وہ تو گھر پہ ہی تھے لیکن ہر کولیس نے کہا تھا کہ وہ میری آواز نہیں سُن سکے گا۔"

"جاوید بھائی !!!! "

وہ چیخ کر انھیں پکارنے لگی۔ جاوید ایک دم بختاور کے کھلے کمرے سے باہر آیا۔

"کیا ہوا بی بی۔"

"کوئی۔۔۔۔۔ہے۔۔۔۔۔وہاں۔۔۔پہ؟"

اس نے ہکلاتے ہوئے پوچھا۔

"نہیں آپ نے کسی کو دیکھا تھا؟"

وہ اوپر کھڑا گن تھامے اس سے پوچھ رہا تھا۔ بختاور کو سمجھ نہیں آئی کیا جواب دے۔ جاوید بھائی تو فوراً ماما کو اطلاع دے دیں گے اور ماما سب کچھ چھوڑ چھاڑ کے آجائے گے۔ کیا کرے بتائے انھیں یا نہ بتائے۔

"لائیٹ چلی گئی تھی تو مجھے لگا میرے کمرے کوئی گھس گیا ہے۔"

اس نے آہستگی سے کہتے ہوئے سر جھکا لیا۔ وہ اپنے ماما کو پریشان نہیں کر سکتی تھی۔ پتا نہیں کیا ہو گیا تھا اسے۔ اس نے اتنی بڑی بات اپنے ماما سے کیوں چھپائی۔

"میں پھر بھی دیکھ آتا ہوں آپ ایسا کریں میری گاڑی میں بیٹھ جائے اور لاک کر لیجیے گا۔"

"مگر بھائی۔۔۔"

"بختاور بی بی میں آپ سے کہہ رہا ہوں کہ آپ جائیں پلیز۔"

بختاور سر ہلا کے باہر کی طرف چل پڑی۔ اسے پتا نہیں کیوں لگ رہا تھا کہ ہر کولیس نے محض اس سے کام نکلوانا تھا ورنہ وہ اسے نقصان نہ پہنچاتا۔ وہ ایسا کیوں سوچ رہی تھی۔ غصے سے سر جھٹک کر وہ باہر آئی۔ حیرت کی انتہا تھی کے گارڈ اور خان بابا کہی دکھائی نہیں دئے۔ یہ کیا ہو رہا ہے۔ کیا یہ سب ملے ہوئے تو نہیں ہیں۔

※※※※※※※※※※※※※※※※※※※※※※※※※※※※※※

سن تو ہو ریسٹورنت میں سامنے کالی رولز رو ئیس آ رکی۔ دروازہ کھلوایا گیا تو کالی لمبی چھ انچ کی ہیل اور منیکیور ہوئے ہاتھوں کو باہر نکالتی وہ لال کو کٹیل ڈریس میں ملبوس اور کوئی نہیں میگھن تھی۔ اس کا ہاتھ ویلٹ پار کر گائے نے پکڑا اور اسے ستائیشی بھری نظروں سے دیکھا۔

"کاپو آیا ہے نا؟"

یہاں کے گینگ ممبرز اکثر اس ریسٹورنٹ میں آیا کرتے تھے بلکہ وہ کافی پرانے کسٹمر رہ چکے تھے۔اس لئے وہ میگھن کو' براڈ اور خاص کر سکندر کو اچھی طرح جانتے تھے۔

"یس میم۔"

اس نے ہی تو سکندر کی بی ایم ڈبلیو پارک کی تھی۔

"یہ لو چابی اور احتیاط سے۔"

اس نے اپنی چابی اسے تھمائی اور اپنا پرس اُٹھا کر اپنے بالوں کو جھٹکتی ریسٹورنٹ کے داخلی حصے کی طرف بڑھی۔

"میں کچھ ہیلپ کردوں؟ یہاں کا چیز پاستا بہت شاندار ہے اور اس کے ساتھ لیمن کیک واو۔۔۔میں تو بس یہی کھانے کے لئے یہاں آتا ہوں ادر وائز یہاں کھانے کے لئے کچھ نہیں۔"

رمشا نے سکندر کو دیکھا جو وائٹ شرٹ اور بلیک پینٹ میں ملبوس۔ بازو کی سلیوس کو فولڈ کیے۔ بہت ہینڈسم لگ رہا تھا۔ وہ خود بلیک لانگ شیفون ڈریس گلے میں پرپل سلک سکارف اور کانوں میں سلور ٹاپس پہنے۔اپنے سٹریٹ کیے ہوئے بالوں کے ساتھ پیاری لگ رہی تھی۔

"لیکن۔۔۔۔مجھے پاستا۔۔۔۔۔میں چکن۔۔۔پسند ہوتا۔۔۔ہے سکندر۔۔۔یہاں پہ۔۔۔تو نہیں۔۔۔کھا سکے گے ۔۔۔کیونکہ حلال نہیں۔۔۔اسے اچھا تھا ہم اس چھوٹے۔۔۔۔۔سے ریسٹورنٹ چلے جاتے۔"

"ابھی اِدھر ہی ہیں یار اور میں سچ میں کہہ رہا ہوں کہ تمھیں پسند آئے گا۔اگر نہیں اچھا لگا تو میں واقعی تمھاری پسند کی جگہ لے جاوں گا۔"

رمشا ہنس پڑی۔

"مم میری پپ۔۔پسند۔۔۔میں تو۔۔۔پہلی دفعہ روس آئی۔۔۔۔۔ہوں۔۔"

"ویل مجھے پتا ہے کہ تمھاری پسند کی جگہ کیا ہو گی اور کہاں ہو گی۔"

"اتنا کنفیڈنس۔۔۔۔۔ مسٹرِ داود۔۔۔۔۔۔"

رمشا گال پہ ہاتھ رکھے مسکراتے ہوئے بولی۔ سکندر دل شکن انداز میں مسکرایا۔

"کوئی شک مسزِ داود۔" ویٹر سکندر کے بنا کہے ہی اس کی پسندیدہ شیمپین آئیس بکٹ میں لے آیا اور ان کے سامنے ٹیبل پہ رکھا۔ رمشا کی اسی وقت مسکراہٹ غائب ہو گئی۔ سکندر سمجھ گیا۔

"رُکو!!!! "

وہ دھاڑ کر جاتے ہوئے ویٹر کے قدم روک چکا۔ ویٹر کی جان پہ بن آئی۔ کیپٹن کو کس بات پہ غصہ آگیا۔

"یس یس سر۔"

"میں نے شیمپین منگوائی تھی کیا؟" سکندر نے ایک ابرو اوپر کیے اور ٹھنڈے لہجے میں سوال کیا۔

"نن نو سر کیا میں سکوچ لے آوں۔۔؟"

"الکحل سے متعلق کچھ بھی نہیں آئے گا لے جاو اسے۔"

اس کے تیز اور تپش بھرے لہجے پہ رمشا بھی ڈر گئی بے اختیار اپنا ہاتھ سکندر کے ہاتھ پہ رکھا۔ سکندر نے اسے دیکھا تو اپنے آپ کو قابو کیا۔

"سوری رے انھیں۔۔۔۔۔۔۔" لیکن رمشا نے اس کی بات کاٹ کر کہا۔

"آئیم پراوڈ آف یو۔" فون کی رنگ ٹون پہ وہ دونوں چونکے تھے۔

"اب کون منحوس ہمارا مومنٹ خراب کرنے آگیا آئی ہوپ بخت نہ ہو۔"

اس کے شرارت سے کہنے پر رمشا نے اسے گھورا۔

"ایک تو۔۔۔ بیچاری۔۔۔ اتنا آپ سے۔۔۔ کرتی۔۔۔ اوپر سے۔۔۔۔۔ آپ۔"

"پاکستان سے فون ہے میں اٹینڈ کر کے آیا۔ تم بیٹھو اور ویٹر آئے تو اسے میری طرف اشارہ کر دینا حالانکہ وہ میری غیر موجودگی میں نہیں آئے گا۔"

"یااللہ۔۔۔۔شیر و۔"

وہ مسکرا کر چل پڑا۔ وہ اس کی پشت کو دیکھنے لگی تو ایک دم چونک اُٹھی۔ اس نے آنکھیں سکیڑ کر دیکھا تو وہ بالکل دو سکینڈ کے لیے ساکت ہو گئی۔ وہ ریڈ کوکٹیل ڈریس میں ملبوس اور کوئی نہیں میگھن تھی۔

"یہ۔۔۔یہ یہاں کیا۔۔ کر رہی ہے؟"

رمشا کو اچانک سی غصہ چڑھ گیا۔ اس کو دیکھ کر۔ ضرور اس کو سکندر کی موجودگی کا پتا چل گیا تھا اور اس کا شک یقین میں بھی بدل گیا جب اس نے میگھن کے چہرے کے تاثرات بدلتے ہوئے دیکھے جب اس نے ہوٹل کی بڑی سی کھڑکی کے قریب کھڑے سکندر کو دیکھا جو فون پہ مصروف تھا۔ میگھن اپنے بالوں کو ایک طرف کرتے اپنے بازو کے سٹریپ کو ٹھیک کرنے لگی۔ رمشا بنا سوچے سمجھے اُٹھی۔ اسے میگھن کے تاثرات اچھے نہیں لگے جیسے وسیدھا بھاگ کر اسے گلے لگالی گی اور وہ ایسا ہونے نہیں دے گی۔ رمشا نے جیسی ہی دیکھا میگھن سکندر کے قریب آرہی ہے وہ جو فون پہ مصروف دوسری طرف منہ کیے کھڑا تھا اب تک اس کا دھیان دوسری طرف نہیں گیا تھا۔ جیسے ہی میگھن سکندر کا کندھا چھو کر اسے اپنی طرف متوجہ کرنے لگی کہ رے پھرتی سے اس کے سامنے آکر اس کا ہاتھ پکڑ چکی تھی۔ میگھن نے رمشا کو دیکھا تو اس کی آنکھیں حیرت سے پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔

"میرے شوہر کو جو بھی ہاتھ لگاتا ہے پتا ہے میں ان کا کیا کرتی ہوں!! "

بناہکلائے' بناالفاظ توڑے وہ بالکل نارمل طریقے سے بولی فون پہ مصروف سکندر کو شاکڈ کر گئی تیزی سے مڑ کر اس نے میگھن کو نہیں لیکن اپنی رے کو دیکھا۔

"میرا ہزبنڈ تو لوگوں کو مجھے ہاتھ لگانے پر ان کے ہاتھ کاٹتا ہے جبکہ میں پہلے ان کو ڈیپ فرائی کرتی ہوں تاکہ وہ صحیح طرح تڑپے!!! اس کے بعد کاٹتی ہوں اور وہ ایک نہیں دو بار۔"

اس نے کہتے ہوئے زور سے میگھن کا ہاتھ جھٹکا۔

"تم!! تم یہاں کیا کر رہی ہو تم لوگوں کی تو علیحد۔۔۔۔۔"

"یہی کہ ہم دونوں علیحدہ ہو گئے تھے رے اور سکندر علیحدہ؟(وہ ہنسی' سکندر تو بس اسے ہی دیکھ رہا تھا) بھلا دو دل اور ایک جان ایک دوسرے سے علیحدہ ہو سکتے ہیں۔ ویسے ہماری علیحدگی سے آپ کا کیا لینا دینا؟ لگتا ہے میرے وار نگ آپ بھول گئی ہیں۔"

"سکندر تم اس سٹوپڈ۔۔۔۔۔"

"شٹ اپ!!! میرے شوہر کا نام تم اپنی زبان سے نہیں لو گی اور نہ ہی تمھیں اپنی انسلٹ کرنے دوں گی۔"

انگلی اُٹھائے وہ کوئی اور ہی رے لگ رہی تھی۔

"تم جانتی نہیں ہو میں کون ہوں اور میں کیا کیا کر سکتی ہوں۔"

اب کی بار سکندر کو ہوش آیا اس کی دھمکی سُن کر اسے غصہ آیا اس سے پہلے سکندر کچھ کہتا رمشا نے مسکرا کر کہا۔

"تم اپنے ڈیڈی کی سپویلٹ براٹ ہو اور کچھ نہیں اور رو دھو کر پیسے لگا کر ہی کچھ کر سکتی ہو جبکہ میں اس سب کے بنا بھی تمھارا ایسا حشر کر سکتی ہوں کہ لوگوں کو میرے سے خوف آنا شروع ہو جائے گا۔"

"سکندر رازمائین اور میں اپنی چیز کو دیکھنا تو دور ان کو سوچنے کی اجازت بھی نہیں دیتی۔"

سکندر اپنا ڈائیلوگ سُن کر ہنس پڑا۔

میگھن نے مٹھیاں بھینچ لی دل کیا اپنے ناخنوں کا استعمال کر کے وہ اس کا چہرہ بگاڑ دے جس چہرے پہ سکندر مرتا تھا۔

"سُن لیا میری بیوی کیا کہہ رہی ہے۔اب تم یہاں سے جا سکتی ہو۔"

"سکندر آپ سے کسی نے کہا بولنے کو جائیں آپ ٹیبل پہ۔"

رمشانے اسے سختی سے کہا۔ سکندر نے حیران ہو کر اسے دیکھا۔ لوگوں کو تو جھٹکا لگا تھا باس سے کسی کی جرات نہیں ہوتی تھی اونچی آواز میں بات کرنے کی تو یہ لڑکی کون تھی۔

"اوکے باس۔"

سکندر ہنس کر سلوٹ کرتے ہوئے چل پڑا۔

"ہاں تو مس میگھی! تو وہ آپ تھی جو مجھے اور سکندر کو علیحدہ کرنے میں لگی ہوئی تھی۔"

میگھن مسکرائی۔

" تھی نہیں ڈیر ہوں ابھی بھی لگی ہوئی ہوں میں نے سوچا کہ تمھاری جان بخش دوں آخر کو ہو تو بیچاری سی کمزور لڑکی مگر میں غلطی پر تھی اب تم پچھتاؤ گی۔ دیکھنا وہ دن دور نہیں جب سکندر تمھاری آنکھوں کے سامنے مجھے اپنی باہوں میں لے گا۔" رمشانے دیکھا ویٹر ٹرے پکڑے سویٹ ڈِش لے کر جا رہا تھا وہ جیسے ہی ان کے سائڈ سے گزرا رمشانے سویٹ ڈِش اُٹھایا اور میگھن کے خوبصورت منہ پہ پھینکا۔ سب کو سانپ سونگھ گیا سکندر نے بھی شاکڈ ہو کر اپنی رے کو دیکھا۔

"سوری میں ابھی تک نہیں پچھتائی نہ آگے پچھتاوں گی۔ میرے شوہر سے دور رہو!!! "

انگلی اُٹھا کر تنیش بھرے انداز میں کہتے وہی اس نے منہ کھولے ویٹر کو دیکھا۔

"اس کا بل مسٹر کا پو دے دیں گے سوری۔"

وہ مضبوطی سے چلتی سکندر کے پاس آئی۔ سکندر اُٹھ کر تیزی سے آیا اور فخر سے مسکرایا۔

!!!! I'm damn !!! So proud of you

رمشا کو ہنسی آئی۔ سکندر نے اس کے ماتھے پہ پیار کیا۔

"بہت زیادہ فخر ہے تم پر رے۔ یو ڈڑاٹ فائینلی!!!"

•••••••••••••••••••••

"بختاور آپ سر سے بات کرنے سے منع کر رہی ہیں اوپر سے مجھے بتا بھی نہیں رہی آخر ہوا کیا ہے؟ کیا حنان سر نے کچھ کہا ہے آپ کو۔"

"نہیں وہ آپی کے فضول ترین بڑھے سے ماموں نے۔ دو دن ہو گئے ہیں اتنی انسلٹ میں نے اپنی لائیف ٹائیم میں نہیں سُنی جتنی ان دو دن میں سُن لی۔ مجھے وہاں پہ اب نہیں رہنا جاوید بھائی۔ میں نے ماما سے وعدہ کیا تھا لیکن میرے لئے مشکل ہے میں اپنے گھر میں رہ سکتی ہوں۔ وہاں پہ کم سے کم میرے اپنے تو ہیں۔ میری عزت کرتے ہیں نہ کہ۔۔۔۔۔۔"

"دیکھیں بختاور وہاں پہ رہنا ٹھیک نہیں۔ وہ جگہ ابھی تک خطرے سے کم نہیں ہے۔ آپ کو پتا ہے کلب تک میں بھی حملہ ہوا ہے اور آپ سر کی کمزوری ہیں لوگوں کو بھی یہ بات پتا ہے۔ اگر آپ کے اگزامز نہ ہوتے تو وہ آپ کو اپنے ساتھ لے جاتے۔" جاوید نے نرمی سے کہتے ہوئے اس کے معصوم سے روتے ہوئے چہرے کو دیکھا اور پھر اسے پانی کی بوتل پکڑائی

۔

"تو آپ کو لگتا ہے کہ وہاں میں بالکل محفوظ ہوں!!! ہانی ماما کیا گھر پہ ہوتے ہیں؟ نہیں اس زیادہ میں ہزار گنا آپ کے ساتھ محفوظ ہوں کیونکہ آپ ماما کے پرسنل اسیسٹنٹ کے ساتھ' میڈ مین ہیں ان کے باڈی گارڈ پلس فائیٹر!!! ماما کو بتا دیں میں آپ کے انڈر پروٹیکشن رہوں گی۔"

جاوید کا دل اس کی بات پہ رُک سا گیا جھٹکے سے اسے دیکھا لیکن وہ باہر کی طرف دیکھ کر دوپٹّے سے اپنے آنسو پونچھ رہی تھی۔ جو کچھ دن پہلے یہ بات بھا کو بتانا چاہتا تھا لیکن ان کی دہشت سے کہہ نہیں پا رہا تھا یہ بات بخت نے اپنے منہ سے نکال دی۔

بختاور چونکی جب اس کو اپنے کندھے پہ کسی کے بھاری ہاتھ محسوس ہوئے اس نے دیکھا جاوید اسے دیکھ رہا تھا۔

"میں تو یہ بات بہت پہلے سے کہنا چاہتا تھا بخت بختاور بی بی مگر سر کسی طور پہ رسک نہیں لینا چاہتے تھے۔ وہ سمجھے حنان سر کے گھر میں بہت زیادہ محفوظ رہیں گی آپ۔۔۔"

"بس مجھے ڈیکوریشن پیس کی طرح سب سمجھ چکے ہیں۔ایک جگہ رکھ کر کہہ دیا کہ میں محفوظ ہوں۔حفاظت کے بجائے وہ ہلاکو خان بٹھا دیا جو مجھے ایک بچے کی طرح ٹریٹ نہیں بلکہ جانور کی طرح نہیں جانور سے بھی بد تر۔۔"

"بختاور ریلیکس آپ کو کوئی ایسے ٹریٹ نہیں کرتا۔آپ بہت خاص ہیں۔ہم سب کے لئے۔ہم جو کچھ کر رہے ہیں آپ کے لئے ہی تو کر رہے ہیں بس یہ فکر رہتے ہے کہ آپ کو کچھ نہ ہو۔"

"کیا میں آپ کے لئے اہم ہوں؟"

بختاور نے ایک دم جاوید سے سوال کیا۔جاوید نے اسے پیار سے دیکھا تو کہا۔

"بہت زیادہ خاص اور اہم ہے میرے لئے۔"

"بختاور بی بی بختاور بی بی۔" بختاور نے ایک دم چونک کر دیکھا جاوید پریشانی سے اسے دیکھ رہا تھا۔

"میم آپ ٹھیک تو ہیں نا۔گاش سر مار ڈالے گے۔"

بختاور نے ایک دم جاوید کے گھبرائے ہوئے چہرے کو اور پھر ارد گرد دیکھا تو اسے خود پہ غصہ آیا۔میں کیا بکواس سوچنے لگ جاتی ہوں۔توبہ۔جو مجھے بچائے گا وہ میرا فورا ہیرو بن جائے گا۔الو کی الو ہی تم!!!!

"مجھے کہاں لے کر جا رہے ہیں آپ؟"

اس نے خود کو بامشکل سنبھالا اور جاوید سے پانی لیا۔

"آپ کہہ رہی تھی کہ آپ نے اپنے گھر جانا ہے جبکہ میم ایسا ممکن نہیں ہے سر کو پتا چلے تو وہ مجھے مار ڈالیں۔"

"تو پھر؟"

"میں حنان سر سے بات کرتا ہوں جب تک وہ گھر نہیں آجاتیں تب تک آپ میرے ساتھ رہیں گی۔"

"یہ آدمی تو ساری زندگی میرے ماموں سے ڈرتا رہے گا اور ان کی اجازت کے بغیر سانس بھی نہیں لے گا۔یہ کرے گا محبت اور میں نے میں نے سوچا بھی کیسے تھا کہ کسی کو میری فکر ہو گی' کوئی مجھ سے ویسا ہی پیار کرے گا جیسے ماما آپی سے

کرتے ہیں۔ ہونہہ میری چیپ فینٹسی بھاڑ میں جائے!!! یہ سب اس جیسن کی وجہ سے ہوا ہے۔ میری سوچ اس طرف گئی۔yuck !! "

"جاوید بھائی مجھے عشل کے گھر چھوڑ دیں میں تھوڑی دیر وہاں ٹائیم سپینڈ کرنا چاہتی ہوں۔ بعد میں مجھے ہانی ماما لے آئے گے۔"

"مگر میم۔۔۔۔"

"پلیز مجھے وہاں جانا ہے وہ جگہ بالکل محفوظ ہے اگر آپ کو تسلی نہیں ہوتی تو باہر بیٹھ کر میری رکھوالی کر لیجیے گا۔" اس نے تنگ ہو کر جواب دیا۔

"آپ کہتی ہیں تو میں چھوڑ دیتا ہوں آپ ریلیکس ہو جائیں۔"

"ہوتی ہوں میں ریلیکس۔ بیڑا غرق کرے تمھارا بخت!!" اس نے خود کو لعن طن کرنا شروع کر دیا۔

....

"تم لوگ مجھے اب بتا رہے ہو!!!! "

حداد نے جیسے ہی سُنا کہ بختاور گھر سے چلی گئی ہے تو غصے اسے اُٹھ کر وہ دھاڑ ہی اُٹھا۔ حنان کے حکم پر وہ حداد کی بہت عزت اور احترام کرتے تھے۔

مالک حسین نے سر جھکا کر کہا۔

"بی بی جاوید صاحب کے ساتھ گئی ہیں۔ وہ ان کے خاندان کے خاص باڈی گارڈ ہے۔"

"جب اس لڑکی کے سارے خاندان والوں سے لے اس کے نوکر تک یہاں موجود ہیں تو مجھ گدھے کو کسی خوشی میں اس کی ذمہ داری سونپی!!!"

وہ پاگل نہ ہوتا تو کیا کرتا مذاق بنا دیا ہے اس لڑکی نے۔

"سر بے فکر ہو جائیں بختاور بی بی کا اصل میں دل گھبرا رہا تھا۔ بجلی بھی چلی گئی تھی تو جاوید صاحب نے بہتر سمجھا کیونکہ آپ بھی کہی دکھائی نہیں دے رہے تھے۔"

"میں اس وقت واش روم میں تھا!!!! اور مجھے گئے ہوئے پندرہ منٹ نہیں ہوئے اور وہ انھیں پندرہ منٹ میں یہاں سے جھومنتر ہو گئی!!! دماغ خراب کیا ہے میرا سب نے۔۔۔۔"

وہ دانت پیسے گھوم کر لمبے لمبے سانسیں لینے لگا۔ اس کا غصہ ساتویں آسمان پہ پہنچا ہوا تھا۔ پتا نہیں کس کے ساتھ چل پڑی۔ اس نے تو اس جاوید نامی لڑکے کو دیکھا بھی نہیں تھا۔ پتا نہیں کیسا ہو گا۔ اگر اس لڑکی کو کچھ ہو گیا۔

"'میری بلا سے بھاڑ میں جائے جب کچھ غلط ہو گا تب ہی اس کے عقل ٹھکانے میں آئے گی۔"

"اومائی گاڈ بخت تم روتے روتے یہی سوچنے لگی کہ جاوید بھائی کو تم سے پیار ہو جائے اور وہ تم سے محبت کا اظہار کر دیں۔ مطلب کہ تمھیں جو کوئی بھی بچائے گا تم اس سے محبت کرنے لگ جاو گی۔" عیشل نے جب بختاور کے منہ سے ساری بات سُنی تو ہنسنے لگی۔

"یہ فنی نہیں ہے عیشل!!! یہ سب اس جیسن موموا کی وجہ سے ہوا۔ وہ اگر مجھ سے روڈ نہ ہوتا میرے سے بد تمیزی سے پیش نہ آتا اور نہ ہی ہر کولیس مجھ پہ اٹیک کرتا تو نہ ہی میں یہ سب سوچنے پہ مجبور ہوتی۔"

"یہی کہ جاوید بھائی کو تم سے محبت ہو جاتی۔۔ ویسے ہیں تو بڑے ہینڈسم مگر جذبات سے عاری لگے مجھے بھئی لیکن ایک منٹ بھئی یہ کیا بولے جا رہی ہو جیسن موموا اور ہر کولیس۔۔۔ یہ کہاں سے آ گئے۔ ان کا اس سب میں کیا ذکر۔"

"اوف!!!! میرے گھر میں ایک جنگلی بڈھا رہتا ہے جس کی شکل بالکل جیسن موموا سے ملتی ہے۔"

"کیا سچ میں!!! جیسن موموا سے نا مذاق کر رہی ہو نا تم۔"

"ویسے دیکھا جائے تو اب بالکل نہیں ملتی زہر لگتا ہے اس سے بہتر وہ اصل جیسن موموا ہے کم سے کم ہنستا تو ہے مذاق کرتا ہے فنی بھی ہے جبکہ یہ منہ سے شعلے اگلتا ہے۔" بختاور نے پونی کھول کر اپنے بالوں میں انگلیاں پھیرتے ہوئے کہا۔

"کیا عمر ہے ان کی' کیسے دکھتے ہیں؟' تصویر ہے ان کی؟"

"نہیں ہے اور اگر ہوتی بھی تو میں نے دکھانا بھی نہیں ہے۔ ہم کوئی اور بات کر سکتے۔ کیا یہ ہم ہر وقت لڑکوں کی' ناولز کی' خوبصورتی کی' فینٹسی کی ہمارے پاس اس کے علاوہ اور کوئی ٹاپک نہیں ہے۔"

"لو سارا دن' سارا گھنٹہ تو تم ہی لگی رہتی ہو اور اب میڈم کہہ رہی ہیں کہ اور کوئی ٹاپک نہیں ہے۔"

"یار پلیز کچھ کھانے کے لئے لے آو میں کچھ گھنٹے یہی رہوں گی۔"

"جاوید بھائی باہر تو نہیں ہیں؟"

"نہیں!! حنان ماما کا فون آیا تھا انھوں نے کہہ دیا کہ وہ مجھے لینے آجائیں گے یا ڈرائیور کو بھیج دیں گے۔"

※※※※※※※※※※※※※※※※※

"تکلیف تو نہیں ہو رہی نا؟"

اس نے رمشا کا ہاتھ اپنے دونوں ہاتھوں میں لیا ہوا تھا اور اسے دیکھا ہوا تھا جو غنودگی کی حالت میں بول رہی تھی۔

"تکلیف کیوں ہونی ہے۔ آیئم سُپر ویمن!! ارے سکندر یہ اوپر ایک جیسی لائٹس اتنی زیادہ کیوں لگی ہوئی ہیں بند کریں میری آنکھیں چُب رہی ہیں۔"

"گیس اثر دکھا رہی ہے۔ مسز سکندر آپ کو پریشر فیل ہو رہا ہے۔"

"پریشر میرے پر تو کوئی پریشر نہیں ڈال رہا۔ میں تو کاپو کی بیوی ہوں۔ کسی کی جرات جو مجھ پر پریشر ڈالے۔"

سکندر ہنستے ہوئے سر ہلانے لگا۔ یہ رے کو کیا ہو گیا ہے۔ رمشا کے جبڑے کو ڈینٹسٹ جیسے ہی کٹ لگانے لگی رمشا نے منہ دوسری طرف کرنے لگا۔

"آرام سے رے!!!"

سکندر نے اس کا سر تھام کر ڈاکٹر کی طرف کیا۔

"میرا سر تھک گیا مجھے دوسری طرف گردن کرنی ہے۔" وہ بچے کی طرح شکایت کرنے لگی۔

"سر آپ میم کا سر تھام سکتے ہیں۔"

سکندر سر ہلا کر اُٹھا اور کے سر کے پیچھے ہاتھ رکھا تا کہ وہ نہ ہلے۔

"یہ بندہ جو مجھ پہ جھکا ہے یہ بہت زیادہ alluring ہے ڈاکٹر!!! یہ کون ہے؟"

سکندر نے کھانسنا شروع کر دیا یہ اسے ہو کیا رہا ہے بھئی۔ ڈاکٹر کے چہرے پہ مسکراہٹ آ گئی۔

"اچھا ڈاکٹر اسے مت بتائیں گا۔ یہ مغرور ہو جائے گا۔۔۔"

"آپ زرا منہ مزید کھولیں میں نہیں بتاؤں گی۔" رمشا نے مزید منہ کھینچ کر کھولا۔

"میرے دانت پیارے لگنے چاہیے میں نے اس ہیرو کو امپریس کرنا ہے۔"

سکندر اب اپنی ہنسی کو نہیں روک سکا۔

"رے کیا بول رہی ہو؟"

"اس کی آواز کتنی پیاری ہے۔ جسٹ لائیک مخمل کا کپڑا!!! پلیز میرے سے شادی کر لیں آپ۔"

اب ڈینٹسٹ ہنس پڑی۔

You're wife is adorable Boss

سکندر مسکرایا۔

"وہ تو ہے رے ہلو مت اور بولو نہیں ورنہ کام پورا نہیں ہو گا۔"

"اگر میں نہیں ہلوں گی تو مجھ سے آپ شادی کریں گے۔"

وہ پھر بس بولنے بھی آئے تو چُپ ہونے کا نام نہیں لے رہی تھی۔ پوری شادی' بچے کی پلاننگ کرنے لگی سکندر کا ہنس ہنس کے بُرا حال ہو گیا تھا۔ اس نے وینیو' گیسٹ کی لسٹ تک بنالی تھی۔

"ہو گیا۔۔"

رمشا کے ایک طرف پورا سوج چکا تھا اور اس کے منہ کے اندر سائڈ پہ ڈاکٹر نے ٹیشو رکھا ہوا۔ وہ نکالنے لگی تو سکندر نے اس کا ہاتھ پکڑا۔

"یہ مم میرا۔۔۔ منہ بند کرنے۔۔۔ کے لئے ٹیشو ڈالا ہے۔۔ اب تو میں صحیح بولتی ہوں۔"

"ہاں رے مگر بلیڈنگ نہ ہو اس لئے رکھا ہے ورنہ منہ کا ذائقہ خراب ہو جاتا ہے۔"

"باس آپ انھیں لے کر جا سکتے ہیں گھنٹے بعد انھیں کچھ ٹھنڈی چیز دیجیے گا اور کوشش کریں آج یہ کچھ لائٹ سا کھائیں اگر ٹھنڈا ہو تو اور اچھی بات ہے۔"

"اوکے!! رے اُٹھو۔"

"لیکن مجھے تو برگر کھانا۔۔۔۔ ہے یہ مجھے منع کیوں کر رہی ہے یہ۔۔۔ ڈاکٹر بہت مین ہے داود۔"

"کھلاؤں گا لیکن ابھی یہ منہ ٹھیک ہو جائے تب!! چلو شاباش!!" اس نے اس کے کمر کے گرد بازو پھیلائے اور دوسرے سے اس کا ہاتھ پکڑا۔

"تمھیں پتا۔۔۔۔ ہے تم کتنے زیادہ پیارے۔۔ ہو سکندر!! "

سکندر اس کو سنبھالتے ہوئے اس کے بچوں جیسے بات کرنے پہ ہنسا۔

"اچھا مجھے نہیں پتا تھا۔"

"لیکن تم بہت زیادہ بُلے بُلے مجھ سے بلا صحیح سے نہیں کہا جا رہا۔" اس نے سکندر کو دیکھتے ہوئے معصومیت سے کہا۔

"وہ اس لئے سویٹ ہارٹ آپ کا وزڈم ٹوتھ ریمیو ہوا ہے۔"

"میر ادانت کیوں نکال دیا انھوں نے۔ میر ادانت پریشان ہو رہا ہو گا۔ سکندر میر اتو گلے کا اوریشن ہونا تھا۔"

سکندر نے اپنی ہنسی کو روکا۔ اب سمجھ آئی اپنے نشے کی حالت میں رے کیا حالت ہوتی تھی۔

"آپریشن ہو گا سویٹ ابھی یہ ریمیو کروانا ضروری تھا یہ جبڑے کو تکلیف دیتا ہے۔" اب وہ اس کو لفٹ میں لے کر جارہا تھا۔

"ان ڈاکٹرز کو ٹرا مپل کیوں نہیں کیا۔ انھوں نے گلے کے بجائے میر ادانت نکال دیا۔"

وہ ہنس پڑا بڑے زور سے۔ رے نے اسے گھور کر دیکھا وہ جس طرح بچوں جیسے اور سوجے ہوے منہ کے ساتھ اسے گھور رہی تھی زیادہ پیاری لگ رہی تھی۔

"میر امنہ فیل بھی نہیں ہو رہا۔۔۔ یہ کیا کر دیا تم نے۔"اس نے اپنے لبوں کو چھوتے ہوے سکندر سے کہا۔

"بس کچھ دیر میں ٹھیک ہو جائے گا۔ اب چُپ کر کے کھڑی رہو۔"

"سکندر!!! ہم نیچے کیسے جارہے ہیں ہم تو کھڑے ہیں۔۔۔ یہ زلزلہ تو نہیں آنے لگا۔"

"اللہ میرے یہ لڑکی۔"

اس کی ہنسی پھر سے چھوٹ گئی۔

آج تورے کی بچکانہ حرکت دیکھ کر اس کی مسکراہٹ چہرے سے نہیں اُتر رہی تھی۔

••••••••••••••••••••••••••

"حنان ماما نے مجھے اتنا مایوس کیا ہے کہ کوئی حد نہیں اب کہہ رہے ہیں ڈرائیور آئے گا۔ ماما کی جب سے شادی ہوئی ہے تب سے بزی ہو کر رہ گئے ہیں اس لئے درینہ آپی بھاگ گئی کراچی۔ مجھے اتنا غصہ آرہا مجھے بھی اب کسی کی ضرورت نہیں میں اب خود ہی اپنے بل بوتے آوں گی اور انھیں بتاؤں گی کہ مجھے اب کسی کے سہارے کی ضرورت نہیں ہے۔ ڈرائیور کو

بھیج رہے ہیں یہ توفیق نہ ہوئی کہ ان حداد صاحب کو کہہ دیتے جو گھر میں مفت کی روٹیاں توڑتے ہیں اور ہٹلر کی طرح حکم چلاتے ہیں۔"

اس نے اوبر منگواتے ہوئے دل میں سوچا۔

"کیا ہوا؟ کون آرہا ہے لینے۔"

"ماما کا ڈرائیور!! "

اس نے جھوٹ بولا ورنہ جانتی تھی کہ عیشل اسے ایسے جانے نہیں دے گی۔

"اچھا!! ویسے رہ لیتی یار تمھارے ماما بھی پاکستان میں نہیں ہیں۔کچھ نہیں ہوتا۔"

"جتنے میرے ماما سخت ہیں اس سے کہیں زیادہ میرے ہانی ماما کچا چبا جائے گے اگر میں گھر میں موجود نہ ہوئی۔"

"لیکن تمھارے وہ پولیس آفسر ماموں تو بڑے سویٹ سے ہیں مجھے تو نہیں لگتا ان کو کبھی غصہ آیا ہو۔"

"جب ان کو غصہ آتا ہے تو میرے دبنگ سے ماما بھی چُپ ہو جاتے ہیں ان کے آگے۔گاڑی آگئی۔اب پیپر والے دن ہی ملاقات ہو گی۔"

اس نے فون میں دیکھا کہ ڈرائیور پہنچ گیا ہے تو اُٹھتے ہوئے دوپٹہ اُٹھا کر بولی۔

اس سے مل کر عیشل بولی۔

"اچھا گھر جا کر نا مجھے اپنے اس کھڑوس سے بڈھے کی پیکچر سینڈ کر دینا۔"

"دفع ہو۔۔۔"

بختاور تنگ کر اسے دور ہوئی۔

....

"میں باہر جارہاہوں تم لوگوں پہ میری نظر ہے اگر زرا سی بھی گڑبڑ ہوئی یا میری وائف کو کچھ ہوا تو اپنی قبروں کا بندوبست کرلینا۔۔۔"

گاڑی میں بیٹھنے سے پہلے اس نے اپنے چار باڈی گارڈ کو کہا۔جنھوں نے اس کی بات پہ ایک وقت میں سر کو خم کرتے ہوئے کہا۔

"یس باس۔" وہ گلاسس پہن کر گاڑی میں بیٹھ گیا۔رے سوچکی تھی لیکن راستے میں اسے تنگ کررہی تھی کہ اس کا دل خراب ہورہا ہے' سر چکرا بھی رہا ہے بار بار متلی کی کیفیت ہورہی ہے۔رمشا کا دانت کو ریمیو ہوئے وے ایک دن ہوچکا تھا مگر اس کا درد سمجھ سے باہر تھا وہ تو فکر مند ہوگیا شاید ڈاکٹر نے ٹھیک سے کام نہیں کیا پھر سوچ میں پڑ جاتا کہ کبھی کبھار وہ غیر ضروری لوگوں پہ شک کرنے لگ جاتا ہے۔اس ڈاکٹر سے رے کو کل تک تکلیف نہیں ہوئی۔آج ویسی ہی بدلتے موسم کی وجہ سے طبیعت خراب ہوگئی ہو۔اس نے سوچا وہ رمشا کے لئے پھول لینے جائے جب کمرے میں پھولوں کی مہک آئے گی تو رے خود کو اچھا فیل کرے گی اور وہ ویسے بھی شادی ہوگئی تھی ان کی اور سکندر نے اسے اب تک پھول نہیں لے کر دیے تھے اس کی ساتھ تو زیادتی تھی۔فلاور شاپ کے قریب پہنچنے لگے اسی وقت حنان کا فون آگیا۔

"بھئی ڈیمن کا پو صاحب روس جاکر تو ہمیں بھول گئے۔کیسے ہو؟ وہاں پہ سب ٹھیک تو رہانا؟"

"دیکھو بات بھی کون کررہا ہے جو آج کل اپنا ہوش بھی بھولا بیٹھا ہے کیسے یاد آگئی میری۔" سکندر نے اپنے کالر کو ٹھیک کرتے ہوئے گلا کنکھار کر کہا۔

"گلے کرنے کا حق ویسے میرا بنتا ہے کمینے انسان! پتا بھی ہے تیری وجہ سے کتنا خوار ہورہا ہوں۔کہا بھی تھا میں نے مت اس شفقت کو مار مگر نہیں کرنی بھاصاحب نے تو اپنی ہی ہوتی ہے۔"

وہ جب فلاور شاپ پہ پہنچ گیا تو گاڑی سے اُترتے ہوئے بولا۔

"کیا پروگریس ہے۔"

"ابھی تک تو جج کو پٹا رہا ہوں جو کہ ہمیشہ سے میرا کام رہا ہے یہ۔"

"شاباش لگو رہے بچے اور سُن اب بیوی آرہی ہے گھر تمیز سے اس کو اچھی طرح ٹائیم دو ورنہ اگلا خون میں تمھارا ہی کروں گا
"۔

"ہاں ہاں اب میری بیوی کو تو ایک بھائی مل گیا شکائیتیں لگانے کے لئے۔ یہ درینہ کیا کیا کہتی ہے تمھیں؟"

"جو کچھ بھی کہتی ہے تمھارا بزنس نہیں ہے۔ تمھارا کام ہے میری سُنا اور میں کہہ رہا ہوں بیوی کو ٹائیم دینا ہے۔"

"اب ہر کوئی تمھاری طرح زن مرید نہیں ہو سکتا سوری۔"

سکندر باتیں کرتے ہوئے اندر آیا اور ارد گرد رنگ برنگ پھولوں کو دیکھنے لگا پھر پھولوں کو دیکھ کر اس کی نظر سامنے بڑی سی جیپ کی طرف گئی تو بولا۔

"کام ٹھیک تو جا رہا ہے نا؟"

"ہاں یہی بتانا تھا کافی تبدیلی دیکھی ہے بلکہ اس کی ٹریننگ سے تو بہت اثر پڑا ہے ویسے تم بڑے تیز نظر ہو انسان کی شکل دیکھتی ہی اس کی قابلیت جان لیتے ہو۔"

"بس تم سکندر حدید نہیں ہو نا اس لیے۔" سکندر شرارت سے بولا فلاور لیڈی ایک دم سکندر کے پاس آئی اور اسے پوچھنے لگی کون سے پھول چاہیے۔

"وائٹ اینڈ پنک کیلا لیلیز۔"

سکندر نے اسے بتایا۔

"پھولوں کے نام کیوں لے رہے ہو یہ کسی قسم کا کوڈ ہے۔"

"نہیں!!"

"تو پھر؟ پھول لے رہا؟ کس لئے؟"

"شرم کر حنان بیوی ہے تیری پھر بھی نہیں پتا پھول کس لئے لیتے ہیں۔"

"پھول بیوی کے لیے نہیں گرل فرینڈ کے لیے لیتے ہیں۔"

"سر کتنے؟" سکندر کو حنان کی بات پہ غصہ آیا۔ فون کو پکڑے اس کو جواب دینے کے بجائے فلاور لیڈی سے بولا۔

"جتنے آپ کے پاس ہیں اور تم مت بھولو کہ میں اس معاملے میں تمھارا دوست نہیں تمھارا سالا بن جاوں گا خبردار ایسی بکواس کی۔"

"یہ پوری دُکان پھولوں کی تو صرف بیوی کو امپریس کرنے کے لئے لے رہا ہے۔"

"جی نہیں اس کی طبیعت ٹھیک نہیں تھی دل بھی خراب ہو رہا تھا بار بار کہہ رہی تھی سر چکرا رہا ہے اور اس کا دانت بھی ریمیو ہوا ہے شاید اس وجہ سے میں نے کہا بیٹر فیل کرے۔"

"تم ویسے بہترین مثال ہو زن مریدی کی۔" انگریز دوربین سے اسے دیکھ رہا تھا۔ سنائیپر رائفل کا نشانہ بالکل فلاور شاپ کی طرف تھا بس وہ انتظار

کر رہا تھا کہ کب سکندر حدید اس شاپ سے باہر نکلے۔

"اچھا رکھتا ہوں مجھے پیمنٹ کرنی ہے اپ ڈیٹ دینا۔ اس کے بعد مجھے عادل سے بات کرنی ہے۔ وہ بہت پریشان ہے۔۔"

"یار اس کی طرف سے تو مجھے کافی مایوسی ہو رہی ہے۔ سکندر مجھے لگتا اب مزید کوشش بیکار ہے۔"

"سکندد کی ڈکشنری میں کوئی بھی چیز بیکار نہیں ہے۔ تم اس سے بات کرواور اسے زور دو!!! کہو سختی کرے اس پر کچھ بھی کرنا پڑے اسے کرے۔"

"اچھا رمشا کا خیال رکھنا ہے۔"

"بخت ٹھیک ہے نا؟"

"ہاں تمھاری بیٹی ٹھیک ہے!!! "

"اس کا خیال رکھنا۔"

شارپ شوٹر کا صبر آہستہ آہستہ آہستہ ختم ہو رہا تھا۔ اتنی دیر آخر کیوں لگا رہا ہے۔ کہی اسے شک تو نہیں ہو گیا۔

"یہ آپ اس آڈریس پہ بھیجوا دیجیے گا۔ جلد از جلد ہو سکے۔"

اس نے فلاور لیڈی سے روسی زبان میں کارڈ پکڑاتے ہوئے کہا۔ جس نے اس کی بات پہ سر ہلایا۔

"پانچ۔۔۔۔۔دس۔۔۔۔۔آٹھ۔۔۔۔گیارہ۔۔۔۔اکیس۔۔۔۔چھبیس۔۔۔۔"

وقت آہستہ آہستہ بیتا جا رہا تھا۔ اس کے بعد اس نے اپنے بازو کی جلد میں چیرتے ہوئے درد کو محسوس کیا۔۔اس کے بعد اسے اپنی کندھے پہ بھی ایسا درد محسوس کیا۔

اس کو دو بار شوٹ کیا گیا۔ وہ جلدی سے سنائیپر رائفل پکڑ کر بنا دیکھے شاپ میں ہی اٹیک کرنے لگا تھا کہ سکندر نے اس کی گردن پہ ڈرگ انجیکیٹ کیا اور اس کا بازو گھما کر اسے ریلنگ کے نیچے سر کھا۔

"تتتت لگتا ہے اس کھیل اور کام میں نئے نئے آئے ہو۔ تم لوگ پلاننگ کرتے ہی نہیں ہو اس سے پہلے ہی ہم خود کو تیار کر لیتے ہیں مائی بوئی۔

"فریڈ اور نیش!! زرا اندر کی تلاشی لو اس کو میں دیکھ لوں گا۔

"پندرہ منٹ کا فاصلہ ہے اور ٹریفک کی وجہ سے مزید گھنٹہ لگ جائے گا۔ بھائی کوئی اور راستے سے نہیں نکل سکتے۔"

بختاور خود سے بڑبڑاتے ہوئے' ایک دم اوبر ڈرائیور سے مخاطب ہوئی۔

"باجی آپ کو تو دکھائی دے رہا سارے رستے بلاک ہیں۔ جب تک آگے سے رش کم نہیں ہوتا نکلنے کا کوئی چانس نہیں ہے "۔

"ہانی ماما کو پتا چلا کہ میں اوبر میں آئی ہوں وہ بھی اس پہر۔ اوپر سے میں نے دیر لگائی ہے تو میرا وہی کچومر بنا دیں گے ماما تو بعد میں حشر کریں گے ہانی ماما نے تو جان نکال دینی ہے۔ کہہ دوں گی ایک دوست آئی تھی اس نے ڈراپ کر دیا۔ ابھی تو پندرہ منٹ کا فاصلہ پیدل چل کر فٹا فٹ گھر پہنچوں۔"

"اچھا بھائی رائیڈ یہی اینڈ کر دیں۔"

کوڈ کی وجہ سے اسے صرف بیس روپے دینے پڑے اور وہ گاڑی سے نکل کر روڈ کراس کر اپنی گلی کی طرف آئی۔ دل ہی دل میں وہ سوچ رہی تھی ماما تو اس کے گھر کے نکلنے پر پوری فوج اس کے پیچھے بھیج دیتے تھے۔ اگر آج انھیں پتا چلے وہ اکیلی سفر کر کے آئی اور اوپر سے وہ اب پیدل سڑک کراس کر کے گھر کی طرف جا رہی ہے۔ تو انھیں وہی ہارٹ اٹیک آ جانا ہے۔ جانتی تھی ماما اس کے اور آپی کے معاملے میں کتنے حساس تھے۔ امی اور نانی امی کی موت کے بعد تو ماما کا پوزیسو ہونا بنتا تھا کیونکہ ان دونوں کے علاوہ آخر ان کا کون تھا۔

وہ اپنے سوچ میں اتنی گُم ہوئی جب ایک دم کتے کے بھونکنے کی آواز پر وہ ایک دم الرٹ ہوئی۔ اس نے ایک دم اچھل کر ارد گرد دیکھا تو اچانک اس کی نظر ایک لمبے چوڑے آدمی پر گئی جس کا رنگ رات کی تاریکی میں نظر نہ آنے کے برابر لگ رہا تھا۔ اوپر سے رسی پکڑے کتے (جرمن شیپرڈ) جو اس سے بھی زیادہ خوفناک تھا اور پاگلوں کی طرح بھونک رہا تھا۔ بختاور ایک دم خوف سے تیزی سے مڑی اور بڑے بڑے قدم اُٹھاتی وہ ناک کی سیدھ میں چلتی گئی۔ بالکل نہیں گھبرانا' بالکل نہیں ڈرنا اگر ڈرو گی تو یہ آدمی فائدہ اُٹھائے گا۔

وہ خود کو دل میں بار بار باور کرواتی رہتی مگر جب اسے محسوس ہوا کہ وہ کتا اور وہ شخص اس کے بالکل قریب آ رہے تو اب تو اس نے بھاگنا شروع کر دیا۔ بس پتا نہیں کیا ہوا تھا کہ اس نے دوڑ لگا دی اور ایک منٹ بھی رُکنے کا نام نہیں لیا۔ بس بھاگتی بھاگتی کتے کی بھونکنے کی آواز ابھی بھی اپنے قریب سُنائی دے رہی تھی۔ ایسا لگ رہا تھا اب اس آدمی نے اپنی رسی چھوڑ دی ہے اور وہ کتا اس کا شکار کرنے کی لئے اس کے پیچھے آ رہا ہے۔ اپنے خوف اور بھاگنے میں وہ اتنی گم تھی کہ وہ اپنی سٹریٹ میں جانے کے بجائے سیدھا مین روڈ کی طرف آ گئی۔ اب کتے کی آواز کہی پیچھے رہ گئی۔ سُنائی دی تو صرف اپنی بے ترتیب سانسیں۔ وہ مڑ کر دائیں طرف بڑھی ہی تھی کہ سامنے سے آتے ٹرک کو دیکھ نہیں پائی اس سے پہلے ٹرک اس کو کچل کے

اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیتا کسی کے مضبوط ہاتھوں نے اسے اپنی طرف کھینچا اور اسے اپنے گھیرے میں لے کر اس کی زندگی بچائی۔ بختاور تو ایک دم شاک میں چلی گئی۔ ابھی جو اسے اپنی موت بالکل قریب دکھائی دے رہی تھی دوسری منٹ وہ کیسے کسی کے بازو میں آ گئی تھی۔ اس کو ہوش تھوڑی ہی سکینڈ میں آیا جب کسی نے اسے چھوڑ کر تیزی سے سخت آواز میں کہا۔

"کس سے پوچھے بغیر تم گھر سے باہر نکلی تھی۔ بولو جواب دو!!! "

حداد نے اس کا بازو پکڑ کر اسے جھنجھوڑا۔ بختاور پہلے سے جو ڈری تھی وہ حداد کی تیز آواز پر مزید کانپ گئی۔

"اگر مجھے پانچ سکینڈ دیر ہو جاتی تو ابھی تمھیں ٹرک کچل دیتا پھر کہاں جاتا میں۔"

بختاور نے ایک دم چونک کر اسے دیکھا۔ وہ غصے سے زیادہ کافی پریشان لگ رہا تھا۔ اس کے لئے پریشان مگر یہ تو مجھے پسند نہیں کرتے۔

"اکیلے سڑکوں پہ کہاں گھوم رہی تھی۔ اتنی تم پرنسس ہو کہ زرا سی بات پر گھر سے بنا بتائے نکل پڑو گی یہ نخرے تم اپنے گھر کر سکتی ہو مگر میری انڈر پروٹیکشن نہیں۔"

لیکن بخت نے اسے بات مکمل نہیں کرنے دی اس کے ساتھ لگ کر رونے لگی۔

"تھینک یو سو مچ۔ تھینک یو۔ مجھے لگا میرے ماما نہیں ہیں تو مجھے لوگ نوچ کھسوٹ کے رکھ دے گے مگر اس دنیا میں آپ جیسے بھی لوگ ہیں۔ تھینک یو ر مائی لائیف سویر۔"

حداد کی بولتی اس life saver پہ بند ہو گئی۔

" دال یو موو یکوس یو گو۔۔۔۔"

وہ جو سنگ پہ جھکی متلی کر چکی تھی ایک دم باہر ایک سخت انجانی زبان میں کسی کو بولتے ہوئے چونک پڑی۔

"نیت!!!!! "

وہ ایک دم اچھلی پھر اس کے دھاڑنے پہ وہ سمجھ گئی کہ وہ کوئی اور نہیں سکندر ہے۔ سٹینڈ پہ لگے چھوٹے سے تولیے کو اُٹھا کر اپنا منہ صاف کرتے ہوئے وہ دروازہ کھول کر باہر آئی۔ تو اس نے دیکھا سکندر جیکٹ بیڈ پہ پھینک کر چکر کاٹتے ہوئے ایک ہاتھ سے فون کان پہ لگائے دوسرے پہ اپنے بال پھیرتے ہوئے تیز لہجے میں کچھ کہہ رہا تھا۔

"خوریشو۔"

فون بند کر کے اس نے فون صوفے پہ پھینکا۔

"آل گڈ؟"

رمشا کی بعد پہ سکندر نے ایک دم اپنا سر گھمایا اور ایک دم اس کے پیلے زرد چہرے کو دیکھ کر اس کے چہرے کے تاثرات بدلے۔ تیزی سے ایک دم اس کے سامنے آیا۔

"کیا ہوا تمھیں یہ رنگ اتنا پیلا کیوں ہوا ہے اور یہ اتنی ٹھنڈی کیوں لگ رہی ہو۔ اِدھر بیٹھو۔" اس کے کندھے کو تھام کر اس کے بولنے سے پہلے ہی اسے بیٹھایا۔

"پانی یا جوس؟ یا کچھ کھانے کو منگواؤں۔"

"میں ٹھیک ہوں سکندر میں نے آپ سے پوچھا آل گڈ۔۔۔۔۔اور۔۔آپ۔۔" اس کی بات بھا صاحب نے مکمل ہی نہیں ہونے دی۔

"بھاڑ میں گیا میں یہاں تم ایسے لگ رہی ہو جیسے دو منٹ میں مرنے والی ہو اور مجھ سے پوچھ رہی ہو آل گڈ بتاؤ کیا ہوا ہے۔ کچھ لاؤں میں۔ دوبارہ تو دل نہیں خراب ہوا۔" وہ جھک کر اسے سے پوچھنے لگا۔ اس کے انداز میں اتنی فکر اور نرمی تھی کہ رمشا مسکرائے بغیر نہ رہ سکی۔

"ہاں دل منہ کو آرہا ہے' بے پی لو ہو رہا ہے' سانسیں اُکھڑ رہی ہیں۔" اس سے پہلے وہ بات مکمل کرتی سکندر کے تاثرات دہشت انگیز ہو گئے۔ کاپو صاحب باقاعدہ انھیں اُٹھا کر دروازے کی طرف لے کر جانے والے تھے جب وہ ہنس کر اس کے ہاتھ زور سے پکڑے اس کے انداز کو سمجھتے ہوئے بولی۔

"اُف خدایا کبھی کبھار آپ پاگلوں کی جیسی حرکتیں کیوں شروع کر دیتے ہیں۔ میرا کل دانت ریمیو ہوا ہے اور آپ۔۔۔ بس نیا ماحول ہے نئی جگہ ہے۔ ہوم سکنس ہے اور کچھ بھی نہیں۔"

"سکنس کیوں ہے؟ مجھے لگتا ہے وہ ڈاکٹر ہی خراب تھی۔ اسی نے کچھ کیا ہے۔ اسی دن بندہ ٹھیک ہو جاتا آج دوسرا دن اور ایسا لگ رہا ہے جیسے اس نے تمھارے جسم سے آدھا خون نکال دیا ہو۔"

رمشا کھل کر ہنسنے لگی۔

"مائی گاڈ میرا ہزبنڈ اب لیڈی ڈاکٹر کو میرے لئے ٹرامپل کرے گا۔"

"سب کو کروں گا یہاں تک کہ خود کو بھی اگر میری وجہ سے تمھیں تکلیف پہنچی اور تم ہنسو مت! یہاں میری جان نکل رہی ہے اور تمھیں مذاق سوج رہا ہے۔"

"اب ہنسوں بھی نا پہلے ہی اتنی پابندیاں لگائی ہوئی ہیں اب ہنسنے پہ بھی پابندی۔"

"اس وقت تم بالکل بخت لگ رہی ہو۔" سکندر کہتے ہوئے اب اس کے زرا فاصلے پہ لیٹ کر آنکھیں موند چکا تھا۔

"بخت سے یاد آیا میری اس سے بات کرادیں۔"

سکندر نے ہلکی سی آنکھیں کھولتے ہوئے اسے گھورا۔ رمشا سمجھ کر مسکراہٹ دبانے لگی۔

"مطلب تم چاہتی ہی نہیں ہو کہ میں سکون سے تمھارے ساتھ وقت بیتاؤں۔"

"آپ کو روکا کس نے مگر بس مجھ اس کی خیریت پوچھنی ہے۔"

"خیریت کم میری شکایتوں کا انبار اس تھانے دارنی صاحبہ کو بتا کر مجھے کٹہرے میں لا کھڑا کر دو گی اور اس وقت میں اپنی بھانجی کا لیکچر سُننے کے بالکل بھی موڈ میں نہیں ہوں۔ اس کو سکون سے پیپر دینے دو والریڈی اسے کوئی شوق نہیں ہے پیپر دینے کا۔"

وہ کچھ کہتی دروازے پہ ناک ہوا۔

"میں دیکھ کے۔۔۔۔" رمشا اُٹھنے لگی کہ سکندر نے لیٹے لیٹے اس کا بازو پکڑا۔

"دا!!!"

اس نے جیسے ہی اونچی آواز میں کہا دروازہ کھول کر نیش پھولوں کی باسکٹ پکڑ کر اندر آیا۔

"سر!"

اس نے سر کو خم دیتے ہوئے سکندر کو کہا۔

"اسے سامنے رکھ دو اور باقی پھول کہاں ہیں؟"

"سویٹ کے لاونج میں رکھ دیے ہیں آپ نے کہا تھا کہ صرف ایک باسکٹ لانا۔"

"اوکے گو۔"

"یہ کیا ہیں؟"

"یہ تربوز ہیں۔" سکندر کے طنز کرنے پہ رمشا چڑی۔

"کیلا لیلز کس کے لئے منگوائے؟"

"پتا نہیں۔"

کہتے ساتھ ہی وہ تکیہ اُٹھا کر اپنے سر کے نیچے رکھتے ہوئے آنکھیں موند کر تقریباً سونے کے لئے تیار لگ رہا تھا۔ رمشا اسے ایک لمحے کے لئے دیکھتے ہوئے کندھے اچکا کر اُٹھی اور اس نے پھولوں کا گچھا اُٹھا کر انہیں انگلیوں کے پوروں سے چھوا پھر ناک سے اس کی اُٹھتی مہک کو اپنے اندر اُتارتے ہوئے اس نے خود کو فریش فیل کرنا چاہا مگر پتا نہیں کیوں اس کی خوشبو اسے کچھ خاص پسند نہیں آئی۔

اس نے پھر اسے سونگھنا چاہا تو اس کو لگا کہ ایک دم اس کا سر چکرا اُٹھا ہو۔

"سکندر۔۔۔"

"ہوں۔"

وہ کروٹ لیتے ہوئے آنکھ بند کرتے ہوئے بولا۔

"یہ رشیا میں پھولوں کی ایسی مہک ہوتی ہے۔"

"کیسی مہک؟"

رمشا نے اپنے سر کو زور سے جھٹکا۔

"ایسا لگتا ہے جیسے میں کوئی نشہ آور چیز کو سونگھ رہی ہوں۔"

اب سکندر کی پٹ سے آنکھیں کھلیں تیزی سے اُٹھ کر اس نے دیکھا۔

رمشا پھولوں کو ٹیبل پہ رکھ رہی تھی۔اس کے چہرے کے تاثرات اس کی ٹھیک طبیعت کا پتا نہیں دے رہا تھے۔خاموشی سے اُٹھ کر وہ اس کے پاس آیا اس نے ایک پھول نکال کر اُٹھایا اور اس کی سمیل چیک کی۔

"مجھے تو ٹھیک لگ رہے ہیں تمھیں۔۔۔(وہ ایک دم چونکہ) کہی تمھیں الرجی تو نہیں ہے۔اوگاڈ اوگاڈ تم تو پھولوں سے ویسے بھی دور ہی رہتی تھی۔مجھے۔۔۔۔میں ابھی انھیں پھینکتا ہوں۔۔۔۔"

بس اچانک سے اسے کیا ہوا کہ اس نے پھولوں کو اُٹھا کر تیزی سے جانے لگا تو رمشا سر پہ ہاتھ مارتے ہوئے کھڑے ہو کر اس کی راستے میں آکر پھول اس سے لیتے ہوئے بولی۔

"آپ کو میں یہ پیارے سے پھولوں کو ٹرامپل کرنے نہیں دوں گی۔الریڈی آپ ہر شہہ سے لے کر ہر انسان کو ٹرامپل کر چکے ہیں۔اب ان کو تو بخش دیں اور مسٹر ویرڈ مجھے کوئی الرجی نہیں ہے۔زندگی میں صاحب نے پھول نہیں دیے اور جب بلا آخر دے دیے تو میری زراسی کمپلین پر انھیں ٹرامپل کرنے والے تھے۔"

"لیکن تمھاری حالت ایسی لگ رہی ہے کہ۔۔۔"

مگر رمشا نے اس کی بات کاٹی۔

"یہ بات ذہن سے نکال دیں سکندر کہ مجھے کچھ ہو جائے گا۔ ابھی سے آپ کی ایسی حالت ہے تو پتا نہیں آپریشن والے دن کیا ہو گا۔" سکندر مسکرا پڑا اس کے کندھے پہ اپنے بازو رکھتے ہوئے وہ کچھ سوچ کر ہنسا۔

"سوچ رہا ہوں حنان کو بلا لوں کیونکہ تم تو مجھے ٹرامپل کرنے سے روک نہیں سکو گی۔ جب ہوش آئے یہ نہ ہو سارے کے حشر بگڑے ہوئے ہوں۔"

رمشا نے اپنا کندھا جھٹکا۔

"خبردار آپ نے کسی کو اس دوران کچھ کہا آئی سویر سکندر میں نے بولنا چھوڑ دینا ہے پھر ساری زندگی ایک گونگی کے ساتھ سر کھپاتے رہیے گا۔" سکندر سر کھجاتے ہوئے بولا۔

"اچھا اب یہ زیادہ ہو گیا ہے۔"

"اس سے بھی زیادہ ہو گا اگر آپ اپنی حرکتوں سے باز نہیں آئے۔ شوہر بنے۔ Creepy obsessed creature نہیں۔"

"اگر نارمل ہو گیا تو خود ہی چڑو گی کہ مجھے اپنا داود واپس چاہیے۔ ایک تو تم لڑکیاں سدا کی ناشکری کی ناشکری ہی رہو گی۔"

اس نے رمشا کا دیکھا جو پھول رکھ کر فریج سے سپرائیٹ کی بوتل نکال رہی تھی۔ سکندر نے اسے گھورا پھر سر ہلا کر وہ بستر کی طرف بڑھا۔ آج کے دن وہ بہت زیادہ تھک گیا تھا۔ رمشا مڑ کر اسے دیکھنے لگی تو مسکرائے بغیر نہ رہ سکی۔ جو بھی تھا اس creepy obsessed creature دل و جان سے بھی زیادہ عزیز تھا۔

....

حداد نے اسے تیزی سے سائڈ پہ کیا۔اس پر بخت ایک دم سسک پڑی۔اب ڈر جیسے ہی غائب ہوا تھا تو اسے اپنے بازو میں جلن کے احساس نے سسکنے پہ مجبور کر دیا۔اس کے سسکنے پہ حداد نے اسے دیکھ کہ بخت کے بازو سے خون نکل رہا تھا۔ایک دم اس کے ماتھے پہ بل آئے۔

"یہ کیا کر کے آئی ہو اب۔اچھی خاصی سمجھدار لگتی ہو مجھے۔اب حنان سے بات کرنی پڑے گی۔"

بختاور نے اپنے بازو کو دیکھا تو اسے یاد نہیں آیا کہ اسے یہ لگا کب تھا۔ہوش ہی اتنے گُم ہوئے تھے کہ پتا ہی نہیں چلا بازو کانٹے کی بدولت زخم ہو چکے تھے۔حداد نے جیسے حنان کا نام لیا تو بختاور نے سر نفی میں ہلاتے ہوئے کہا۔

"پلیز ماما کو مت بتائیں گا۔وہ بس ایک کتا۔۔۔پلیز آپ ماما کو کچھ نہیں بتائیں گا۔میں پرامس آپ کو تنگ نہیں کروں گی۔"

"بس! منتِ مت کرو اور چلو ورنہ اصل میں اب تمھارے پیچھے کتے چھوڑ دوں گا تاکہ تمھارے عقل ٹھکانے میں آئے۔"

وہ کہہ تو بڑے غصے سے رہا تھا مگر اس کی نظریں اس کی بازو کی طرف مرکوز تھیں۔

وہ اپنی گاڑی کی طرف بڑھنے لگا کہ بختاور تیزی سے اس کے سامنے آئی۔

"پلیز میں آپ سے ریکویسٹ کرتی ہوں میرے ماما جتنے سویٹ ہیں ان کا غصہ اتنا ہی تباہ کن۔اگر انھیں پتا چلا تو وہ میرے حشر بگاڑ دیں گے۔"

"تمھاری جیسی لڑکی کے ساتھ ایسا ہی ہونا چاہیے۔شروع میں دو تین لگائی ہوتی تو آج یہ دن نہ دیکھنا پڑتا اب بیٹھو!"

بختاور اپنا سر جھکا کر گاڑی کی پسینجر سیٹ کھول کر بیٹھی۔حداد نے اسے مڑ کر دیکھا وہ دوپٹّے سے اپنے آنسو پونچھ رہی تھی۔وہ بھی جلدی جلدی تاکہ حداد اس کے آنسو نہ دیکھ لے۔حداد نے گہرا سانس لے کر سیدھا فون نکالا اور کال ملا کر فون کان سے لگاتے ہوئے کچھ سیکنڈ بعد بولا۔

"ہاں حنان وہ میں بختاور کو پک کرچکا ہوں۔ڈرائیور کو بخت نے بھیج دیا تھا کیونکہ وہ اپنی فرینڈ کے ساتھ زیادہ ٹائیم سپینڈ کرنا چاہتی تھی۔ہوں۔۔ڈر رہی تھی کہ تم غصہ مت کرو کہ ٹائیم زیادہ لگادیا۔(وہ ہنس پڑا) اچھا رکھتا ہوں رات کو ملاقات ہو گی۔"وہ چل کر آیا تو ڈرائیونگ سیٹ پہ بیٹھ کر اسے دیکھنے لگا جو منہ شیشے کی طرف کر چکی تھی۔

"ماما کو آپ نے کمپلین کردی۔" بختاور کی بات پر اس نے گاڑی سٹارٹ کرتے ہوئے کہا۔

"نہیں تو نہ کرتا اس نے بھروسہ کر کے تمھارے زمہ داری مجھے سونپی ہے اور میں اسے دھوکہ دیتا اور ویسے بھی میں تمھارا ساتھ کیوں دوں تم لگتی کیا ہو میری؟"

بختاور کے دل کو کچھ ہوا؟ پتا نہیں یہ آخری بات اسے اتنی بُری کیوں لگی تھی۔

"میں اگر آپ کی کچھ نہیں لگتی ہوں تو ایٹ لیسٹ انسانیت کے ناتے ہی آپ میری ہیلپ کردیتے۔"

"آپ جیسے لڑکیوں کے ساتھ تو بہت بدتر سلوک کرنا چاہیے جن کو نہ اپنے بڑوں کا احترام کرنا آتا ہے' نہ ان سے تمیز سے بات کرنے آتی ہے۔لاڈ کے نام پر سب کو سر پہ چڑھالیتی ہیں۔انسانیت کے ناتے میں نے آپ کی جان بچائی ہے اتنا کافی ہے!!! "

"میں اپنے بڑوں کا بہت اچھی طریقے سے احترام کرتی ہوں۔ان کی عزت میں نے جو زرا کوئی کوتاہی کی ہو۔میرے ماما نے جہاں مجھے ڈھیروں لاڈ دیا وہی میری اچھی تربیت بھی کی۔آپ نہ صرف میری انسلٹ کر رہے بلکہ میرے خوبصورت دل کے مالک میرے ماما کی بھی جن کا پہلا موٹو تھا ریسپیکٹ' ریسپیکٹ اینڈ ریسپیکٹ اور میں اپنے ماما کا سر کبھی نیچا نہیں ہونے دوں گی دوسرا میرا آپ سے مخاطب ہونا کا انداز بُرا تھا کیونکہ آپ وہ پہلے شخص تھے جن کا انداز کافی کٹیلا تھا مگر میرا وعدہ ہے آپ سے اب آپ سے تمیز سے بات کروں گی۔"

حداد کے چہرے کے تاثرات بدلے لیکن لہجہ نہیں۔

"بہت احسان ہو گا مس بختاور عالم آپ کا جو آپ مجھ سے اب تمیز سے بات کریں گی۔دیر آئے درست آئے مگر میں اب اس طرح کی حرکتیں اب برداشت نہیں کروں گا۔کچھ کرنے سے پہلے یاد رکھیے گا۔"

وہ اب گھر پہنچ چکے تھے اُترنے سے پہلے ہی بختاور نے کہا۔

"آپ میرے لگتے ہی کیا ہیں جو مجھے برداشت کریں۔ ہر کوئی واقعی ماما نہیں ہوتا۔"

آخری جملہ اس نے بڑی آہستگی سے کہا۔

"ایک سکینڈ۔"

وہ لاونج میں آئی تو اس کے پیچھے کچھ دیر بعد حداد آیا۔

"جی۔" اس نے مڑ کر دیکھا تو حداد کے ہاتھ میں موجود باکس دیکھ کر چونک پڑی۔

"تمھارا بازو زخمی ہوا ہے۔ لیٹ می ہیلپ یو۔"

بختاور اس کی اس بات پر اسے دنگ نظروں سے دیکھنے لگی پھر اپنے بازو کو۔

"نہیں شکریہ پانی سے دھوں دوں گی تو سُنی پلاسٹ لگا لوں گی یہ خون کی وجہ سے زیادہ لگ رہا ہے۔۔۔"

"میں نے کہا بیٹھیے۔ مجھے 'یہ نہیں میں ٹھیک ہوں' والے ٹپکل ڈائیلوگ نہیں سُنے۔" یہ آدمی ایک ہی وقت میں سخت اور نرم کیسے بن جاتا ہے۔

بختاور سامنے والے صوفے پہ بیٹھ گئی۔ حداد اس کے ساتھ ہی بیٹھا۔ اس کی موجودگی اتنی عجیب بھی لگ رہی تھی اور کچھ اچھی بھی۔ یہ شخص اگر وقت پہ نہ آتا تو پتا نہیں کیا ہو جاتا۔ جب اس نے کہا کہ اگر وہ کچھ سکینڈ دیر کر دیتا تو وہ کہاں جاتا تو دل میں ایک عجیب سی کلی پھوٹنے لگی۔ وہ بہت زیادہ سخت تھا مگر دوسری طرف وہ صاف دل کا مالک بھی تھا۔

اس کو دیکھ کر ایک تحفظ کا احساس کیوں ہوتا ہے۔ حالانکہ وہ واقعی اس کا کچھ نہیں لگتا تھا مگر اس تنہائی میں وہ اس سے خوفزدہ نہیں ہو رہی تھی جیسے باقیوں کے وقت وہ اکثر ہو جایا کرتی تھی۔ ایک ماما اور ایک یہ شخص اس کا سارا خوف ایک دم بھلا دیتے تھے۔ شاید ان کی پرسنالٹی وجہ تھی۔ جیسے وہ ایک دم جاوید کے اوپر جانے سے ڈر گئی تھی ہاں وہ پرسکون ہونے کے باوجود بھی ڈر گئی تھی حالانکہ وہ سکندر کا رائیٹ ہینڈ تھا جبکہ حداد کو کسی گن کی ضرورت نہیں تھی وہ اگر جاوید کی جگہ

اوپر چلا جاتا تو وہ مکمل طور پہ پر سکون ہو جاتی کہ یہ شخص اسے کچھ ہونے نہیں دے گا۔ بنا کسی غرض کے' بنا کسی کا خوف حاوی ہوئے۔ ہاں باقی تو سکندر کے ڈر سے اس کا خیال رکھتے تھے' اس کی حفاظت کرتے تھے لیکن یہ۔۔۔ مگر بختاور یہ تو اپنی بھتیجی کے لئے سب کچھ کرتے ہیں انھیں بھی تو تمھارے ماما کا ڈر ہے سکندر ماما کا تو نہیں مگر حنان ماما کا ڈر تو ہے نا۔

وہ سوچتے ہوئے بیٹھی پھر کسی جلن کے احساس پر اس نے سسکی لی۔

"سوری! تھوڑی سی جلن ہو گی کہاں لگی تھی تمھیں؟"

وہ اینٹیسیپٹک روئی میں ڈوبے اس کے جلن پہ لگاتے ہوئے پوچھ رہا تھا۔

"پتا نہیں مجھے یاد نہیں۔" بختاور نے تھکی ہوئی آواز میں کہا۔

"بھاگ کیوں رہی تھی؟"

"میرے پیچھے کتا لگ گیا تھا۔"

حداد اسے رُک کر دیکھنے لگا کچھ پل اسے دیکھتا رہا پھر ہنسے بغیر نہ رہ سکا۔ بختاور کو بڑی الجھن ہوئی اس کی ہنسی سے۔

"کتے چڑیلوں کو نہیں کاٹتے۔"

ہنستے ہوئے اس نے بخت سے کہا۔ بختاور نے اپنے بازو تیزے سے پیچھے کیے۔

"میں چڑیل نہیں انسان ہوں۔"

"اچھا آپ اپنے آپ کو اس کے بعد بھی انسان ہی سمجھتی ہیں۔ حیرت کی بات ہے۔"

"کیوں جب آپ اتنے بڑے سے ریچھ ہو کر خود کو آدمی کہتے ہیں تو آپ کو لگتا ہے میں اپنی غلطیوں کی وجہ سے خود کو انسان سمجھنے کے بجائے شیطان سمجھوں۔" حداد کے ماتھے پہ بل آئے۔ یہ لڑکی کبھی نہیں سدھرے گی۔

"نہیں جی ایسا کر کے آپ شیطان کی توہین کر رہی ہیں۔ وہ لوگوں کو غلط کام کی طرف اکساتا ہے نہ کے لوگوں سے اینڈ لیول کی بے وقوفی کرواتا ہے۔ آپ کی حرکتوں سے وہ بھی کانوں کو باقائدہ ہاتھ لگاتا ہے۔"

بختاور اُٹھ گئی۔

"بڑی اس کی طرفداری کر رہے ہیں۔ ظاہر ہے شیطان کے خالو جو لگے۔ شکل سے ابلیس کے پھوپھا لگتے ہیں آپ!!!
بے وقوفی میری یہ تھے کہ میں نے پیدل گھر آنے کا فیصلہ کیا مگر اس میں میرا کیا قصور کہ کتا میرے پیچھے لگ گیا۔ آپ
چاہتے تھے کہ میں رُک کر انتظار کرتی کہ ہاں آجاؤ مجھے کھالو۔"

"اس سب واقعے کے باوجود تمھارے عقل ٹھکانے میں نہیں آئی! تمیز سکھانے کے لئے مجھے اب تمھیں ٹریننگ دینی
پڑے گی کیا؟" وہ بھی اُٹھ کر اس کے سامنے آیا۔

"بہت شکریہ آپ نے میری زندگی بچائی' میرے زخم پر مرہم لگایا مگر آپ یہ مت بھولیں کہ آپ نے دوپہر میں میرے
سے بہت بدتمیزی کی تھی پھر میرا بیگ چُرا کے لے گئے اس کے بعد زبردستی کچن صاف کرنے کا کہا۔۔ پھر اس کے بعد گھر
اکیلے چھوڑ کے چلے گئے کوئی چور آجاتا تو۔" وہ اپنا دوپٹہ ٹھیک کرتے ہوئے اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے بولی۔

"واو ننھی کاکی کے ساتھ ظلم کر دیا میں نے۔تتت اور جو تم ہر سکینڈ اپنی اور میری عمر کا فرق بھلائے میرے سے بدتمیزی
کرتی ہو اس کا کیا؟ ہاں جس طرح لنچ کے ٹائیم تم نے میری شرٹ گندی کی تھی تمھاری جگہ اور کوئی ہوتا تو اب تک اس کا
حشر بگاڑ دیتا۔ تم لکی اس لیے ہو کہ حنان مجھے عزیز ہے۔" کمر پہ ہاتھ رکھے وہ جھک کر گھمبیر لہجے میں بولا۔

"اوہو بہت عزیز ہوتے نا اگر آپ کو وہ تو آپ کا لہجہ میرے سے سخت نہ ہوتا۔ لفظوں میں طنز کے تیر نہ پھینک رہے ہوتے
۔ہاں یہ ضرور ہے کہ ان کا لحاظ آپ صرف میرا گلا نہ دبا کر کر رہے ہیں باقی آپ سب کام کر رہے ہیں۔"

حداد مسکرایا اس کی کالی آنکھ کے ساتھ سفید آنکھ بھی چمک اُٹھی۔

"بڑا جانتی ہو مجھے۔ گلا دبانے سے زیادہ میں تمھیں سیدھا شوٹ کرنا پسند کروں گا۔ خاص کر تمھاری یہ قینچی جیسی زبان
اس کو تو کاٹنے کا میرا زندگی کا مقصد بن چکا ہے۔ خیر بینڈج کرا لو ننھی سی بچی کو انفیکشن نہ ہو جائے۔"

"میں بچی نہیں ہوں! البتہ آپ بزرگ ہیں اور مجھے کسی پٹی وٹی کی ضرورت نہیں ہے۔ بہت شکریہ!"

وہ جانے لگی کہ حداد نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔ بختاور کا دل ایک لمحے میں رُک گیا۔

"ایک سکینڈ! تم بھول کیوں گئی کہ تمھارے ماما کو جب میں یہ بات بتاؤں گا تو وہ تمھارا کیا حشر کریں گے۔"

اب تو بختاور کا دل معمولی رفتار کے بجائے غصے کی وجہ سے تیزی سے دھڑکنے لگا۔

ہاتھ جھٹک کر تیزی سے گھومی۔

"اب آپ مجھے دھمکی دیں گے؟" حداد کے بھنویں ایک دم اوپر ہوے۔

"نہیں ایک ڈیل کروں گا تم سے۔اس میں تمھارا ہی فائدہ ہے۔" باکس کو بند کرتے ہوے اس نے سائڈ ٹیبل پہ رکھتے ہوے کہا۔

"اور وہ ڈیل کیا ہو گی بھلا؟"

"ڈیل بعد میں بتاؤں گا پہلے یہ بتاؤ کہ آیا تمھیں فرق پڑتا ہے کہ میں حنان کو تمھاری حرکتوں کا بتاوں؟۔"

"آپ نے جب یہ کام کرنا ہی ہے تو میں کیوں خوامخواہ آپ سے ڈروں یا اپنے آپ کو ٹارچر کروں۔میں اس لیے آپ سے ریکویسٹ کر رہی تھی کہ میں نہیں چاہتی میرے ماموں پریشان ہوے۔وہ مجھ سے پیار کرتے ہیں۔ایک بھانجی کی طرح نہیں بلکہ ایک بہن اور بیٹی کی طرح اس سے بھی بڑھ کر میرے اپنے پیارے شیر و ماما کو پتا لگا تو وہ اپ سیٹ ہو جائے گے۔سارا کام شام چھوڑ کر میرے پاس آجائے گے ورنہ میں ان کے غصے سے بالکل نہیں گھبراتی انھوں نے محض چند باتیں ہی سنانی اور اب ان کا غصہ بنتا ہے۔"

اس کی اتنی لمبی بات پہ حداد دنگ نظروں سے اسے دیکھنے لگا۔بندی نڈر ہے بھئی!!!

"ہوں۔۔چلو تمھارے ماما کو پریشانی سے بچانے کے لئے تم ایک کام تو کرو گی میرا؟"

بختاور نے چونک کر اسے دیکھا۔وہ اسے اتنی چیلنجنگ نظروں سے کیوں دیکھ رہا تھا۔

"کیا؟"

•••••••••••••••••••••••••••••••••••••••

"سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا۔پریشان نہیں ہونا۔بے ہوش ہونے سے پہلے مجھے ہی سوچنا گھبرانا نہیں۔

گاش تم ڈر رہی ہو گی نا۔رے مجھے آپریشن کے وقت ساتھ ہونے کی اجازت دے دو۔بہت مشکل ہے میرے لئے۔"

سکندر نے سٹریچر پہ لیٹی رمشا کا ہاتھ پکڑ کر جھک کر بڑی بیتابی سے رمشا کو کہہ رہا تھا جہاں رمشا کے بڑے مزاحیہ تاثرات تھے۔

"آپ چاہتے ہیں نا کہ میں ٹھیک ہو جاوں۔مجھے تکلیف نہ ہو؟"

"آف کورس سویٹ ہارٹ مگر۔۔۔۔"

لیکن رمشا نے ہاتھ اُٹھا کر اس کی بات کاٹی۔

"بس پھر بات ختم کیونکہ اگر آپ میرے ساتھ آپریشن کے وقت موجود ہوے تو زرا کام خراب ہو جائے گا۔اس لیے ایک گڈ بوئی کی طرح آپ باہر بیٹھ کر بنا کسی جذباتی پن کے صبر و تحمل سے میرا انتظار کریں گے۔"

سکندر نے بڑے غصے سے اسے دیکھا پھر سیدھا ہو گیا۔

"صبر و تحمل؟ یہ چیز تمھارے معاملے میں میرے پاس ہر گز موجود نہیں ہے۔رے یار یہ سب سے بڑا ٹارچر ہے پلیز آئی پرامس میں کچھ نہیں کروں گا۔"

"سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔رہی صبر کی بات تو اسے پیدا کریں اپنے اندر!۔اب اگر آپ کو تسلی ہو گئی ہو تو مجھے یہ لے کر جا سکتے ہیں۔"

"چار دن تم سے میں بات نہیں کروں گا! "

"دو'چار دن تو میں ویسے ہی نہیں بول سکوں گی تو منانے کا سین تو آپ بھول جائیں۔"

"تم میری فیلنگز کو ہرٹ کرتی ہو رے۔"

وہ اب سیدھا ہو گیا۔

"لے کر جا سکتے ہیں آپ اسے۔"

اس نے نرسز کو اشارہ کیا وہ تو کب سے اس کے حکم کا انتظار کر رہی تھی۔

رمشا کا ہاتھ اس نے ابھی تک پکڑا ہوا تھا لیکن اب چھوڑ چکا تھا پتا نہیں کیوں وہ اسے چھوٹتے ہوئے ہاتھ پر خود کو بہت اکیلا' بہت ادھورا محسوس کر رہا تھا۔ جیسے ان ہاتھوں کی گرمی کو وہ پھر کبھی محسوس نہیں کر پائے گا۔ اللہ نہ کرے۔

غصے سے اپنی بُری سوچ کو اس نے جھٹکا۔

"داود؟"

سکندر ایک دم چونکہ۔

رمشا جاتے ہوئے اسے دیکھ رہی تھی۔ سر اس نے آدھا اُٹھا لیا تھا۔ سکندر نے کچھ کہا نہیں۔

"قربا قربو!!!"

رمشا کی بات پر وہ ہنسے بغیر نہ رہ سکا۔ آنکھیں اندر عجیب اُٹھتے جذبات پہ نم ہونے لگی تھیں۔ جس پہ اس نے خود کو زبردستی کنٹرول کیا تھا۔ پتا نہیں یہ لڑکی اسے وقت کے ساتھ ساتھ کمزور کر رہی تھی۔ جذباتی کر رہی تھی۔

وہ آپریشن تھیٹر میں گھس گئی اور وہ چلتے ہوئے آپریشن تھیٹر کے چکر کاٹنے لگا۔ پندرہ' بیس منٹ گزرے ہی تھے کہ اسے ہسپتال کی دوسری طرف ایک عجیب سا شور سُنائی دیا۔ اب کی بار اس کے ماتھے پہ بل آ گئے۔ چہرے کے تاثرات میں سختی اور سرد مہری آ گئی۔ اب وہ رمشا کا سکندر نہیں۔ ایک کاپو کے روپ میں چلتا ہوا کوریڈور کے دائیں جانب کی طرف بڑھا۔

"یہاں کیا ہو رہا ہے؟"

اس کی دھاڑ پر جو شور ہو رہا تھا ایک دم سب کے سب فریز ہو گئے۔ سب کو ایک دم سانپ سونگھ گیا۔ لیزا نے اسے دیکھا تو گہرا سانس لے کر اس کے سامنے آئی۔

"باس! سوری مگر ایک امرجینسی کیس ہے اس میں ذرا مسئلہ ہو گیا تھا۔"

"کون مسئلہ کر رہا ہے؟"

سکندر نے جیبوں میں ہاتھ ڈالے سرد لہجے میں کہا۔

"تمبو گروپ!! اس کے باس نے اپنے پندرہ سالا بیٹے کو اس بات پہ پیٹ ڈالا کہ اس کو کینسر ہے!! اب وہ اس کو لے کر آئے ہیں اور کہا ہے کہ اس کا جلد از جلد علاج کروائیں کیونکہ وہ اس باس کی ایک اکلوتی اولاد ہے باقی اس کی بیٹیاں ہیں۔ اس کا گینگ وہ کسی اور کے ہاتھوں تھما نہیں سکتا اب اس کے بیٹے کو ہوش آیا تو اس نے ضد لگا دی وہ علاج نہیں کروائے گا۔ وہ اپنے فادر سے بدلہ لینا چاہتا ہے۔

"اس کا باس بورس مالیشو ہے نا؟ اور اس بات پہ کون پیٹتا ہے!!! قصور اس بچے کا تھوڑی ہی تھا۔ کہاں ہے اس کا باپ؟"

"وہ تو اپنے بزنس ٹور پہ گیا ہوا ہے اس کے سیکنڈ کمانڈ اور میڈ مین موجود ہیں۔"

"کس چیز کا کینسر ہے اس بچے کو؟"

"تھائیروڈ کا! مسئلے کی بات نہیں ہے اگر بچہ علاج کے لئے تیار ہو جائے مگر وہ کسی بھی طور پہ ریڈی نہیں۔ اس کی موت اس کے باپ کی سب سے بڑی ہار ہو گی۔"

"کہاں پر ہے وہ؟"

وہ اس وقت اس بچے کے کمرے میں موجود کھڑا اسے دیکھ رہا تھا۔ دیکھنے میں وہ اپنی عمر سے کافی بڑا اور میچور لگ رہا تھا لیکن تھا تو ایک بچہ۔

"نام کیا ہے تمھارا؟"

"آپ کو جان کر کیا کرنا ہے؟"

اس بچے کے تیزی اور سختی سے کہنے پر سکندر نے حیرت سے اپنی بھونیں اوپر کی۔ اس بچے کا چہرہ زخمی ہوا تھا۔ اس کے جسم پہ جگہ جگہ بینڈیج اور پٹی لگی ہوئی تھی کچھ کو تو اس نے کھینچ کر اُتار دیا تھا۔ جہاں سے رستا خون کب کا جم چکا تھا۔

"جانتے ہو کون ہوں میں؟ یا تمھارے باپ نے تمھیں صرف برداشت پیدا کرنے کے لئے صرف پیٹا ہے اور تمھارے ہاتھوں بس قتل ہی کروانا سکھایا ہے۔"

"آپ گاڈ فادر ڈیمن ہیں۔"

اس نے سکندر کو بنا دیکھے آہستگی مگر سخت لہجے میں کہا۔

"واو تو مجھے جانتے ہو۔ اگر مجھے جانتے ہو تو میری دہشت کا بھی اچھی طرح پتا ہو گا۔"

"جی آپ کا دوسرا نام ڈیول ہے لیکن آپ کو مجھ سے کیا کام ہے۔"

"کام سے پہلے اپنا نام بتانا پسند فرماو گے۔" سکندر نے اپنے داڑھی پہ ہاتھ پھیرتے ہوے کہا۔

"الیکسینڈر مالیشو۔"

"مالیشو!! ہوں۔ تو سُنو مالیشو تم اپنا علاج کرواو گے اور میرا یہ حکم جو تمھیں ماننا پڑے گا۔"

اکیلسینڈر نے تیزی سے سر اُٹھا کر دیکھا پھر ایک دم اس کے چہرے پہ تمسخر سے بھری مسکراہٹ آئی۔

"جب میں نے اپنے باپ کا حکم نہیں مانا تو آپ کو لگتا ہے کہ میں آپ کا حکم مانوں گا۔"

"کیونکہ سکندر حدید کہہ رہا ہے اور سکندر حدید کی سیدھی طرح مان جاو تو اس میں تمھاری بھلائی ہے ورنہ مجھے اور بھی طریقے آتے ہیں اپنا کام کروانے کے۔" وہ چند لمحے اسے دیکھتا رہا پھر بولا۔

"میری موت میں آپ کا ہی فائدہ ہے۔ میں تو مر جاوں گا۔ میرا باپ کو بھی کسی نہ کسی نے ایک دن مار دینا ہے آپ کو تو بڑی آسانی سے یہ گروپ مل جائے گا پھر مجھے ٹھیک کرنے کا آپ کو کیا فائدہ ملے گا۔"

"تمھارے باپ نے تمھیں مار کر ٹھیک ہی کیا ہے۔ انتہا کے تم ڈرپوک اور بزدل انسان ہو اور میں کمزور اور بزدلوں سے مقابلہ نہیں کرتا۔ یہ کوئی مقابلہ ہوا بھلا۔ اصل مزا تو برابر کے ٹکر سے لگانے کا ہے۔ اتنی طاقتور بلا کو توڑ کر جو آپ کو راحت

ملتی ہے نا اس کا مزا ہی الگ ہے۔ ویسے تم اپنے باپ سے صرف اس بات پہ بدلہ لینا چاہتے ہو مجھے ویسے یہ وجہ ہضم نہیں ہو رہی۔"

"اس شخص نے میری ماں کو ختم کر دیا تھا۔ بہت بُری طرح! جب اسے پتا چلا اس بار بھی وہ بیٹی دینے لگی ہے۔ دوسرا اس نے میری دو بہنوں کو گھٹیاں گروہ کے بیچ دیا اور میں کچھ نہ کر سکا۔ ان دونوں کو بچا نہ سکا۔ اب تو اب تو کوئی فائدہ نہیں ہے کیونکہ مجھے کینسر ہو چکا ہے۔ قدرت پہ چھوڑ دیا وہ میرا بدلہ لے گی اس شخص سے۔ اب تو بس مرنے کا انتظار ہے۔"

چھوٹے سے لڑکے کے منہ سے موت کا لفظ سُن کر سکندر ایک دم فریز ہو گیا پھر چند سکینڈ میں گہرا سانس لیتا ہوا بولا۔

"افسوس ہوا تمھاری سوچ کو سُن کر اپنے باپ سے زیادہ تم گھٹیا ہو۔ اس لئے نہیں کہ تم اپنی ماں اور بہن کو بچا نہیں سکے ! بلکہ اس لئے کہ تم ان کے لئے اپنے باپ سے لڑ نہیں سکے۔ اس کا مقابلہ نہیں کر سکے۔ اصل بدلہ یہ ہے کہ تم اپنے اس کینسر سے لڑو اس جیتوں اور جیت کے بعد اپنے باپ سے مقابلہ لگاؤ!! تمھاری باقی بہنیں ہیں' اور بھی تمھاری فیمیلی میں عورتیں ہیں ان کا کیا بنے گا؟ ان کا انجام بھی تمھاری ماں اور بہن جیسا ہو گا؟ کیا تم چاہتے ہو ایسا نظام اور عورتوں کے ساتھ یہ سلوک چلتا رہے۔"

"لیکن میں کیا کر سکتا ہوں میں بزدل ہوں! میں بھی بعد میں اپنے باپ کی طرح بن جاوں گا۔ آخر میں اسی کا خون ہوں! میرے ہاتھوں سے ظلم ہونے سے بہتر ہے میں مر جاوں۔"

اب کی بار وہ چیخا۔ کنپٹی کی نیلی رگے تن گئی تھی۔ ہاتھوں کو اتنی زور سے مٹھیوں کی صورت بھینچا ہوا تھا کہ سارا خون نچھوڑ کر رہ گیا تھا۔ سکندر حسبِ معمول پر سکون دکھائی دے رہا تھا۔ وہ آگے بڑھا اس کے قریب آیا اور جھک کر اس کی کنپٹی پہ انگلی سے دستک دیتے ہوئے بولا۔

"یہ جو تمھارے ذہن پہ تمھاری باپ نے سوچ ٹھوکی ہے اسے نکالو اور اپنے ذہن سے سوچو! تمھاری بہنوں' تمھاری گرلز کو تمھاری ضرورت ہے۔ تم بزدل نہیں ہو تم کنفیوزڈ ہو! تمھارے ہاتھوں سے ظلم نہیں تمھارے ہاتھوں سے انصاف ہو گا۔ تم اپنے باپ کی طرح نہیں بلکہ تم اپنی طرح ہو۔ تمھارا اپنا وجود ہے' تمھاری اپنی طاقت ہے اور تمھاری اپنی سوچ ہے۔ صحیح اور غلط میں فرق رکھو اور جو دل کہتا ہے وہ کرو اور اس وقت تمھارا دل کر رہا ہے کہ تم اپنے باپ سے

بدلہ لو اور وہ بھی اس طرح جس سے تمھارا باپ ٹوٹ کے رہ جائے۔ یہ مسئلے کا حل نہیں ہے تمھارا باپ ایک نہ ایک دن بیٹا پیدا کر لے گا۔ اصل ہار اس کی تب ہو گی جب تم ایک مضبوط شخص بن کر اس کے آنکھوں کے سامنے اپنی لڑکیوں کو انصاف دلاؤ گے۔ ہر وہ کام کرو گے جو اس کے خلاف جائے گا۔ بس پھر دیکھنا ہار کی لہر تم نے اس کی آنکھوں میں نہ دیکھی اور تمھیں سکون نہ آیا تو میرا نام بھی کاپو سکندر حدید نہیں۔"

وہ ہپنوٹائز کرنے میں بہت ماہر تھا اور وہ اپنی باتوں کے سحر میں اس بچے کو جھکڑ چکا تھا۔

"لیکن میں یہ کیسے کر سکتا ہوں۔ میں تو بالکل اکیلا ہوں۔" وہ کچھ دیر بعد سر اُٹھا کر سکندر کو دیکھ کر بولا۔

"میرے میڈ مین بن جاو' میرے ساتھ کام کرنے لگ جاو سارے مسئلے کا حل ہو جائے گا۔ بس اپنا علاج کرواو اور باقی سب مجھ پہ چھوڑ دو۔"

"کیا میں یہ سب کر پاوں گا۔ کیا آپ جو کہہ رہے ہو وہ حقیقت میں ہو گا بھی؟"

"میں اپنی زبان دے رہا ہوں باقی تم پر ہے کہ تم کتنا انوسیٹ کرتے ہو۔ چلتا ہوں اور اپنے علاج کی تیاری کرو۔"

وہ کہتے ہوے مڑ کر جانے لگا تو الیکسینڈر نے اسے روکا۔

"باس؟"

"ہاں۔"

. You're the Angel in devil disguise

اس بات پہ سکندر کے قدم رُک گئے۔

••••••••••••••••••••••••••••••••••

"وہ شیلف پہ داغ لگ گیا ہے اسے زرار گڑ کا صاف کرو۔"

چپس کا پیکٹ پکڑے دروازے کے ساتھ ٹیک لگائے وہ بخت کو ہدایت دے رہا تھا۔ بخت جو زور سے سپنج سیلف پہ مارتی اسے خونخوار نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ پورا کچن صاف کرتے ہوئے وہ خود اتنی گندی ہو چکی تھی۔ اس کا دل کر رہا تھا کہ زمین پہ بیٹھ کر رونے لگ جائے۔ اگر ماما اس کا اس حلیے میں دیکھ لیتے تو انھوں نے رمشا کے ماموں کو واقعی میں شوٹ کر دینا تھا۔

"آپ کے چہرے پہ بھی بے تحاشا داغ دھبے ہیں اسے بھی نہ تیزاب س صاف کر دوں! "

وہ جب اسے کہنے لگا اب فرش کو صاف کرنے کی باری ہے تب بخت نے پھٹ کر کہا۔

"اچھی لڑکیاں کام کرتے ہوئے نہیں بولتی۔"

حداد نے شرارتی انداز میں کہتے ہوئے کوکا کولا کا سپ لیتے ہوئے کہا۔

"میں اچھی ہوں بھی نہیں! بار بار مجھے اچھی لڑکیاں مت بولیں!!! میں ڈائین ہوں' چڑیل ہوں!!!! بس اگر کام نہیں کروا سکتے تو ایک اچھے ریچھ کی طرح خاموشی سے کھڑے رہیں۔ میرے ماموں نے ایک گلاس پانی تک کا نہیں مانگا مجھ سے اور یہ آدمی مجھ سے پورا کچن صاف کروا رہا ہے۔"

وہ ٹاکی مارتے ہوئے خاصی غمگیں لگ رہی تھی۔ حداد ہنس پڑا۔

"دیکھا کیسے میں لوگوں کے منہ سے ان کی اصلیت اگلواتا ہوں چلو شاباش یہاں پہ مارو۔"

حداد نے اپنے پیروں کے قریب ایک لال داغ کی طرف اشارہ کیا۔ بختاور سر پہ دوپٹہ دوبارہ باندھتے ہوئے اس طرف آئی اور ٹاکی مارنے لگی۔

"زرا زور سے یار جان نہیں ہے تم میں۔"

بختاور نے غصے سے وائپر اس کے پیروں پہ مارا۔ حداد اُف کرتے ہوئے پیچھے ہوا۔

"اور زور سے ماروں؟"

"اب تم نے ایسا کیا نا دوبارہ تو ساری رات کھڑا کیے پورا گھر صاف کرواوں گا۔"

"میں آپ کے باپ کی نوکر نہیں ہوں! نہ ہی میں آپ سے ڈرتی ہوں۔ جس طرح کا سلوک آپ میرے ساتھ کر رہے ہیں ذرا سی بھی بھنک میرے ماما کو لگ گئی نا وہ چمڑی اُدھیڑ کے رکھ دیں گے آپ کی۔"

"اچھا بڑے تیس مار خان ہیں آپ کے ماما کیا کر بگاڑ لیں گے میرا۔"

"وہ جب بگاڑے گے نا تو ساری پردادی' پرنانی یاد آجائے گی۔ اتنے خوبصورت پیارے شخص ہیں وہ سب سے الگ سب سے منفرد۔ عورت کے خلاف ظلم نہ برداشت کرنے والے اور یہاں انھیں کی بھانجی کے ساتھ ظلم ہو رہا ہے اور انھیں پتا ہی نہیں ہے۔"

حداد نے بڑا چونک کر بخت کو دیکھا پھر اپنی چیزیں ڈسٹ بن میں پھینکتے ہوئے وہ کچھ سوچ کر بولا۔

"تمھارے ماما کی ایسی کیا بات ہے جو انھیں سب سے معتبر بناتی ہے؟"

بختاور کے نظروں میں اپنے ماما کا چہرہ لہرایا تو وہ مسکرائی۔ اسے اپنے ماما کی بات یاد آئی جو ایرپورٹ جانے سے پہلے اس کی ان سے ہوئی تھی۔

"ماما میں نے ایک بات نوٹ کی آپ آپی کو دولت' زیور' کپڑوں اور ایسی مال دار چیزوں سے ان کا دل جیتنے کی کوشش نہیں کرتے ایون آپ نے انگھوٹی بھی بڑی عام سے آپی کو دی آئی نو یہ بڑے نانو کی ہے مگر آپ کو نہیں لگتا ایک لڑکی کا دل جیتا ہیرے سے جاتا ہے۔"

"ایک لڑکی کا دل ہیرے سے نہیں ہیرے جیسے دل سے جیتا جاتا ہے۔ میری نظروں میں عورت کا دل جیتنا بہت آسان ہے۔ ہم نے ایسی چیزوں پہ سٹیمپ لگا دیا ہے یہ دو گے تو آپ ہیرو بن جاوگے ان کی نظروں میں۔ اگر ان میں محبت 'اخلوص اور عزت شامل نہ ہو تو یہ لاکھ کڑوروں کی چیزیں ہو میری نظروں میں بیکار ہے۔ رے کو میری محبت' توجہ اور سب سے بڑھ کر عزت کی ضرورت ہے۔ یہ تین قیمتی چیزیں ہیں ڈائیمنڈز' مہنگے کپڑے' یا بڑی گاڑیاں نہیں۔"

حداد کی آنکھیں اس بات پہ عجیب ہو گئیں۔وہ کچھ کہنے لگا جب وہ فون کال پہ چونک پڑا۔اس نے دیکھا اور پھر گلا کنکھارتے ہوئے بولا۔

"تم جا سکتی ہو میں باقی کر لوں گا۔"

"رہنے دیں سب کر لیا بس آپ اپنا کریڈٹ لینا چاہتے ہیں۔"

"میں نے کہا نا کر لوں گا میں جاوں یہاں سے۔"

وہ اب غصے سے بولا۔بختاور نے اسے دیکھا تو غصے سے وائپر کو پھینکا اور پیر پٹھک کر چل پڑی۔حداد نے سر پہ ہاتھ پھیرا۔

"ہاں بولو!! "

کمرے میں بڑی جامد خاموشی تھی بس سگار کا اُٹھتا دھوا' ہلکی ہلکی سانس لینے کی آوازیں' سخت نظروں کی تپش ماحول کو خوفناک بنا رہی تھی۔کافی دیر سامنے موجود سکندر حدید کی تصویر کو دیکھنے کے بعد خاموشی ایک کٹیلی آواز پہ ٹوٹی۔

"دس ملین ڈالر۔"

شارپ شوٹر نے سامنے پڑی تصویر کو دیکھ کر کہا۔

"واٹ ایک ملین ڈالر کی ڈیل تھی یہ دس میلن کہاں سے آ گئے۔"

وہ تو سُن کر دھاڑ ہی اُٹھا۔شارپ شوٹر کے چہرے پہ تمسخر مسکراہٹ آئی۔

"بے وقوف سمجھا ہے میں کسی عام بندے کو نہیں مار ہا۔انڈر ورلڈ کے پانچویں نمبر پہ آنے والے موبسڑ کو مار رہا ہوں۔جو نہ صرف پاکستان کا بلکہ Russia کا بھی باس ہے۔"

"پھر بھی بہت زیادہ ہے اور وہ رشیا کے ساتھ اتنا ملوث نہیں رہا اب۔"

"مجھے بچہ سمجھا ہوا ہے کانٹر کٹ اسے نے ختم نہیں کیا وہ ابھی بھی ففٹی پرسنٹ باس ہے۔"

"ٹھیک ہے تم اس کو ختم کر دو اور اس کی لاش کو میرے پاس لے کر آنا اور تمھارے پاس بیس دن ہے۔ یاد رہے سکندر حدید کی موت بیس دنوں میں ہو جانی چاہیے۔"

سگار کا گہرا کش لیتے ہوئے وہ بندوں کو اشارہ کرنے لگا جو اس کو ایڈوانس رقم دینے کے لئے لاکر کی طرف بڑھے۔ اسی وقت دروازہ کھول کر میگھن گرین سلیولس شرٹ اور وائٹ پینٹ میں چلتی ہوئی باپ کے سامنے آئی۔ براڈ نے سر اُٹھا کر دیکھا پھر شارپ شوٹر کو اشارہ کیا کہ وہ باہر جائے اسے رقم مل جائے گی۔ شارپ شوٹر نے سر ہلا کر تیزی سے سکندر کی تصویر میگھن کی نظروں سے چھپائی اور اُٹھ کھڑا ہوا۔

"کیا ہوا ہنی؟ کوئی کام تھا مجھ سے۔"

بڑے پیار سے اس نے اپنی لاڈلی' بگڑی ہوئی بیٹی سے پوچھا جو ببل گم چباتے ہوئے بولی۔

"مجھے کیٹامین ڈرگز چاہیے۔"

اس کی بات پر براڈ ایک دم جھٹکے سے دیکھنے لگا۔

"سیریسلی میگھن اب تم سکندر کے غم میں ڈرگز لینا شروع کر دو گی۔ آر یو میڈ!!!" ایک دم میگھن نے اپنی آنکھیں گھماتے ہوئے تیزی سے کہا۔

"ڈیڈ آپ کو لگتا ہے میں اتنی پاگل ہوں بس مجھے چاہیے۔ اپنے لیے نہیں کسی اور کے لئے۔"

"اور یہ کسی کون ہے؟"

"میری فرینڈ کے بوئی فرینڈ کو چاہیے وہ براٹوا کا فوجی ہے۔ پورے ایک کروڑ دے رہا ہے۔ مجھے لگا کہ آپ کی بیٹی ہونے کے ناتے میں بھی کچھ کما لوں۔"

"نام کیا ہے اس کا اور وہ تمھارے بجائے مجھ سے ڈیلنگ کر سکتا تھا تم ان چکروں میں نہ پڑو تو بہتر ہے۔"

"مجھے پیسے چاہیے ڈیڈی آپ دیتے ہیں کہ نہیں۔"

"اچھا سویٹی دیتا ہوں مگر خبردار جو تم اسے اپنے استعمال میں لائی میری بلا سے تمھاری دوست نشہ کریں مگر تم نہیں کرو گی۔"

"اوف!!! اوکے ڈیڈی اور ہاں آپ نے سکندر سے بات کی؟"

"وہ میرے سے ملنا نہیں چاہتا لیکن فکر مت کرو میں بہت جلد اس سے بات کروں گا آخر کو میری پیاری سے بیٹی کو دکھ پہنچایا اس نے سمجھانا تو بنتا ہے بھئی۔ تم مجیل سے بات کر وہ تمھیں دے دیگا اوکے۔"

"لو یو ڈیڈی۔"

اس نے آگے بڑھ کر باپ کا ماتھا چوما اور چل پڑی۔

براڈ اس کے جانے کے بعد ہنس پڑا۔

"تمھاری زندگی کا کاونٹ ڈاؤن اب شروع سکندر حدید عالم۔ تم نے مجھے میرے باپ کی طرح کمزور سمجھا تھا یہ تمھاری سب سے بڑی بھول تھی۔ اب میں بنوں گا پورے گینگ کا گاڈ فادر!!"

وہ سگار کو زمین پہ پھینکتے ہوئے سکوچ کا سپ لینے لگا پھر ہنسنا شروع ہو گیا۔

....

رمشا کا آپریشن کامیاب ہو چکا تھا۔ سکندر کے پورا جسم سکون سے ڈھیلا پڑ گیا۔ بلا آخر اس کی رے کو ساری تکلیفوں سے نجات مل گئی۔ اب وہ بنا تکلیف کے بڑے آرام سے بولے گی ہنسے گی' لڑے گی جب موقعہ ملے گا تو اس کی طرح ٹرا پمل بھی کرے گی۔ ڈاکٹرز نے اس روم میں شفٹ کر دیا تھا اور کہا تھا کہ کچھ ہی گھنٹے میں اسے ہوش آجائے گا مگر وہ بول دو تین دن ہی سکے گی۔ سکندر تو بس اسی انتظار میں تھا کہ کب وہ آنکھیں کھولے اور کب وہ اپنی دیوانگی اس پر لٹائے۔ اسے بتائے کہ وہ کتنی بہادر لڑکی ہے۔ اس نے اس کی خاطر کتنا کچھ سہا۔ بس وہ جلد از جلد ٹھیک ہو جائے تو ساری خوشیاں اس کی جھولی

میں بھر دے گا۔اس کے ماں باپ اس کی سب سے بڑی خوشی ہے وہ اسے بھی اس کو ملوائے گا ہاں اس کو ان کے پاس رہنے بھی دے گا اس کے لئے اسے رمشا کے ابو سے مار تو کیا گولی بھی کھانی پڑے تو وہ خوشی کھائے گا۔ان کا حق بنتا تھا۔

کمرے میں آئے اسے دیکھنے لگا وہ پر سکون انداز میں لیٹے سو رہی تھی۔ سکندر نے اللہ کا شکر ادا کرتے ہوئے اس کے قریب آیا اور ہاتھوں کی پشت سے اس کے گال سہلائے۔

"آئیم سو پراوڈ آف یو رے !!! تمھارے امی ابو تم پر فخر کریں گے۔ تم بولو گی دیکھنا وہ تم کو بنا تکلیف کے بولتے ہوا دیکھ کر بہت خوش ہو گے بہت زیادہ۔ تمھاری خاطر ان سے میں مار بھی کھا لوں گا۔ تھینک یو سو مچ۔"

آہستگی سے کہتے ہوئے وہ جھکا اس کے ماتھے پہ پیار کی مہر ثبت کرتا وہ سیدھا ہو گیا۔

"شکرانے کی نفل ادا کر لوں پھر تم نے اُٹھنا اور وائنڑا میل ہونے کے لئے تیار رہنا۔"

وہ کہتے ہوئے مسکرایا اور واش روم کی طرف بڑھا۔اسی پل نرس جو اس کے واش روم جانے کے انتظار میں تھا تیزی سے دروازے کھول کر اندر آیا۔اس نے رمشا کو دیکھا وہ سو رہی تھی اس نے بڑی گندی نظروں سے رمشا کو دیکھا اگر سکندر نہ ہوتا تو میگھن کے حکم پر اسے برباد بھی کر دیتا لیکن یہ وقت نہیں تھا۔اس نے جلد سے انجیکشن نکالا اور رمشا کے بازو کو پکڑا وہ رمشا کے بازو کو عجیب انداز میں چھونے لگا پھر اس نے اسے انجیکیٹ کیا۔

"بائی بائی سلیپنگ بیوٹی۔"

وہ مکاری سے مسکراتے ہوئے اس کے گال کو ہاتھ لگانے لگا پھر اسے محسوس ہوا سکندر نے ٹیپ آف کر دیا ہے وہ کسی بھی وقت نکلنے لگا والا ہو گا۔

وہ تیزی سے چل پڑا۔اسی پل سکندر دروازہ کھول کر باہر آیا اس نے دروازے کی طرف دیکھا پھر ارد گرد دیکھنے کے بعد اس نے سوئی ہوئی رمشا کو دیکھا۔

"مجھے ایسا کیوں لگ رہا ہے جیسے کوئی اندر آیا تھا۔ ربے صحیح کہتی ہے اس کی وجہ سے میں اپنا دماغ خراب کر دوں گا۔" وہ دوبارہ واپس اندر چلا گیا۔

....

وہ اپنی گاڑی اندر لاتے ہوئے سائڈ پہ پارک کر اُترا۔ اس نے دیکھا زارون باہر لان میں ایکسر سائز کر رہا تھا۔ اس کے حکم پر وہ ہمیشہ رات اور صبح کو ورزش کرتا تھا۔ اب تو اس کی صحت کافی بہتر ہوتی جا رہی تھی۔ پہلے جو وہ چیختا چلاتا تھا ایک دم اس کے آگے دبنے شروع ہو گیا' اس کے اندر ہمر نے اتنا خوف پیدا کر دیا تھا کہ جو وہ کہتا تھا وہ خاموشی سے فٹا فٹ وہ کام کرتا تھا۔ سیدھا اندر جانے کے بجائے وہ اس کے پاس آیا۔

"کتنی دیر ہوئی ہے تمھیں ورزش کرتے ہوئے۔"

زارون اسے دیکھتے ہوئے مڑا۔

"سر؟"

اس نے حیرت سے ہمر کو دیکھا۔ ہمر نے سر کو ہولے سے ہلایا۔

"آپ اس وقت؟"

"میں نے جو سوال کیا اس کا جواب دو۔"

"سر دس منٹ!! "

"ساری روٹین کو ویسے ہی فولو کیا ہے جیسے میں نے کہا تھا۔"

"یس سر!"

"شوٹنگ کی پریکٹس کی۔"

"یس سر۔"

"طبیعت خراب ہوئی؟"

"نو سر۔"

"تفصیل سے بتاؤ۔"

ہمر نے اپنی بڑھتی ہوئی لمبی داڑھی پہ ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔

"سر صبح سے لے کے اب تک میں خود کو ریفریش محسوس کر رہا ہوں۔ نہ مجھے رونا آیا' نہ میرا دل خراب ہوا' نہ مجھے غیر ضروری نیند آئی ہاں گرمی لگی تو تین دفعہ شاور لیا۔"

"ہوں گڈ!! ضرورت کی وقت لیا کرو شاور پاگل نہیں بنا انسان بنا ہے۔"

"جی سر۔" ہمر نے اپنی جیب سے ڈرگ کا پیکٹ نکالا اور سامنے زمین پہ پھینکا۔

"یہ دیکھ رہے ہو نا پتا ہے نا کیا ہے یہ؟"

"جی سر؟"

"تمھاری بربادی یا تمھارا سکون؟"

"میری بربادی۔"

"اسے سونگھنا چاہتے ہو یا اس پہ لعنت بھیجنا چاہتے ہو۔"

"اس پہ لعنت بھیجنا چاہتا ہوں۔"

"ہوں یہ لو۔"

اس نے ریوالور اپنی جیب سے نکال کر اسے گھمایا۔

"ختم کر دو اور خود کو اصل میں پر سکون محسوس کرو۔"

زارون نے بنا پہلے کی طرح ہچکچائے اس سے گن لی اور سامنے پڑے سے بلا کو بنا کانپے شوٹ کیا۔ ہمر کے ٹریننگ کی وجہ سے وہ کافی بدل گیا تھا' نہ صرف وہ ٹھیک ہو رہا تھا بلکہ اس میں ڈیسپیلن آرہا تھا' وہ خود کو وقت کے ساتھ خود کو بے خوف' نڈر' مضبوط محسوس کر رہا تھا۔

"گڈ جاب اب تم کھانا کھا سکتے ہو۔ یاد رہے اوور اور انڈر ایٹنگ نہیں صحیح پراپر کھانا ہے۔"

"اوکے سر تھینک یو سر۔"

ہمر مسکرایا اس کی کالی اور سفید آنکھ فخر سے چمک اُٹھی۔ اس کا کندھا تھپک کر بولا۔

"جاو!"

وہ زارون سے گن لے کر مسکراتے ہوئے گھر کے اندرونی حصے کی طرف بڑھا اندر پہنچ کر اس نے لائیٹ آن کی اور بناڑ کے ناک کی سیدھ میں چلتا وہ تہہ خانے کی طرف بڑھا۔ لمبے بالوں کو جوڑے میں باندھے اپنے چہرے کے سخت تاثرات پہ وہ کافی خطرناک دکھائی دے رہا تھا۔ اس کی کالی اور سفید آنکھیں گہری سوچ میں گم تھی۔ نیچے پہنچ کر اس نے اپنے ہاتھ جھاڑے اور فون کی ٹارچ آن کر کے اس نے لائیٹ آن کی۔ پورا تہہ خانہ روشنی میں نہا گیا۔ زنجیروں سے باندھا وسیم نے اپنی آنکھیں روشنی کی چُبن سے کھولتے ہوئے دوبارہ بند کر دی پھر اس کی خشک ہونٹوں نے ہلکی سی جنبش کی۔

"لائیٹ بند کرو۔"

ہمر اسے دیکھتا رہا پھر ہنسا۔

"سوری بچے تمھیں اُٹھنا پڑے گا۔ بے شمار بچوں کی زندگیوں میں اندھیرے لانے والے کو روشنی سے کیوں چُبن ہونے لگی۔ تمھیں تو ان کی زندگی برباد کر کے خوشی ملتی تھی' پیسے کی چمکتی روشنی تو تمھارے آنکھوں کو سیراب کرتی تھی تمھارے اندھیرے سے بجری زندگی کو اجالوں میں بھرتی تھی مگر یہ کیا آج تمھیں ان روشنیوں سے الجھن ہو رہی ہے یہ روشنی تو تمھارا مقدر ہے یار۔

Embrace it ! Enjoy it buddy

"مم مجھے ان انجوائی ان نہیں کرنا لائیٹ بند کرو۔"

وہ خشک گلے کو کنکھار کر چیخا۔

ہمر ہنس پڑا۔

"نواب یہ کھلی رہے گی اور یہ تب تک نہیں بند ہو گی جب تک تم اپنے کارناموں کو میرے سے سامنے نہ دہراؤ!! جیسے ہی تم اپنے کارناموں کا' اپنے جرم کا اعتراف کرو گے میں یہ اذیت ختم کر دوں گا۔"

"کون ہوں تم؟ کیا چاہتے ہو۔"

"دُنیا مجھے حداد عظیم کے نام سے جانتی ہے لیکن تم مجھے ہمر ہی کہو تو بہتر ہے۔" جیب میں ہاتھ ڈالے وہ لمبے بالوں والا شخص اور کوئی نہیں حداد عظیم تھا۔

••••••••••••••••••••••••••••••••••••••

گھڑی کو دیکھا پھر اس نے اپنی رے کو۔ دو گھنٹے سے اوپر ہو گئے تھے لیکن رمشا کو ہوش کیوں نہیں آرہا تھا۔ مکمل ہوش تو نہ آیا کم سے کم ہلکی سی جنبش تو کرے یہ کیا بے جان شہہ کی طرح لیٹی ہے۔

سکندر اس سے زیادہ گھٹیا بات تمھاری ذہن میں نہیں آسکتی تھی۔ خود کو ڈپٹ کر وہ اُٹھ کر رمشا کے قریب آیا۔

"رے؟"

"پرنسس۔"

اس نے رمشا کا ہاتھ پکڑ کر ہولے سے ہلایا۔

"یار کتنا سوؤں گی اُٹھ جاو میں پاگل ہو رہا ہوں۔"

رمشا نے کوئی رسپونس نہیں دیا۔

"تمھیں پتا ہے تم کتنی ظالم ہو ایک دفعہ اُٹھ جاو کیسے سیدھا کرتا ہوں میں تمھیں۔"

"میگھن کو بلاؤں؟"

اس نے شرارت سے انگلی سے اس کے گال چھوتے ہوے کہا۔

"ناٹ فیر یار۔اب تو اُٹھ جاو۔ٹرامپل کرو مجھے۔"

"یار مجھے گھبراہٹ کیوں ہو رہی ہے سو رہی ہو گی ابھی تو اس کا آپریشن ہوا تھا۔لیکن دو گھنٹے سے زیادہ ہو گیا ہے۔پتا کرتا ہوں۔"

"میری رے کو اب تک ہوش کیوں نہیں آ رہا تم تو کہہ رہے تھے کہ دو ڈھائی گھنٹے کے اندر وہ آنکھیں کھول لیں گی مگر تین گھنٹے ہو گئے رمشا کو ہوش ابھی تک کیوں نہیں آیا۔"

"باس ریلیکس۔سم ٹائمز پیشن کافی دیر سے آنکھیں کھولتے ہیں۔انیستھیسا کا ان پہ زیادہ اثر ہو جاتا ہے۔"

"بھاڑ میں گئی تمھاری لاجک میری وائف کو چیک کرو!!!! "

نرس پہ وہ چلایا تھا۔نرس نے آگے بڑھ کر رمشا کی نبض ٹولنی چاہیے کہ سکندر نے اس کی گردن دبوچی۔

"آگے مت بڑھو سیدھا جا کے ڈاکٹر فیونا کو بلاؤ۔"

"نہیں سر اس کی ضرورت نہیں ہے میں دیکھ لیتا ہوں۔"

سکندر نے twisted blade نکال دیا۔

"اگر تم چاہتے ہو کہ تمھاری زندگی بچ جائے تو جا کر ڈاکٹر فیونا کو بلاؤ۔"

اسی پل فیونا اندر داخل ہوئی۔

"کیا ہوا سکندر شور کیوں کر رہے ہو اور یہ کیا رمشا اُٹھی نہیں۔"

نرس میڈن کے چہرے پہ پسینہ آ گیا۔

"رے آنکھیں نہیں کھول رہی۔ تم لوگوں نے کہا تھا وہ دو گھنٹے میں اُٹھ جائے گی۔ تین گھنٹے ہونے والے ہیں۔ "فیونا کا چہرہ سفید ہو گیا۔

"کیا مطلب ؟ سکندر ؟" سکندر ساکت ہو گیا۔فیونا تیزی سے رمشا کے پاس آئی۔اس کی نبض ٹوٹی اور پھر چیخی۔

"امیر جینسی '!!!!!! رمشا کو کسی نے ketamine انیجیکٹ کر دی ہے۔"

سکندر کو لگا وہ سانس نہیں لے سکے گا۔

اس ڈرگ سے تورے کی جان جا سکتی تھی۔

"نہیں نہیں نہیں۔۔۔" اس نے اپنی گردن اور سینے پہ ہاتھ پھیرا۔اس کو اندر اتنی تنگی اور گھٹن محسوس ہو رہی تھی۔ جسے وہ سانس نہیں لے سکے گا۔

"جاو فوراڈاکٹرز کو بلاؤ فوراً۔"

فیونا چیخی۔ سکندر تیزی سے رمشا کی طرف آیا۔

"نہیں پلیز نہیں۔۔۔آنکھیں کھولو رے۔۔۔مجھے اذیت مت دینا۔۔۔"

"سکندر اسے پلٹنا پڑے گا۔۔ سکندر۔۔۔"

"اسے کچھ نہیں ہونا چاہیے۔۔۔میں بتا رہا ہوں اسے کچھ نہیں ہونا چاہیے میں آگ لگا دوں گا ساری دُنیا کو سب کو ختم کر دوں گا۔"

اس درد سے بھری دھاڑ سے تو پورا ہوسپٹل ہل گیا تھا۔

"سکندر ٹرن ہر !! "

سکندر نے کانپتے ہوئے ہاتھوں سے اسے الٹایا پھر وہ دوبارہ اسے واپس پوزیشن میں لانے لگا کہ فیونا نے اسے روکا۔

"نہیں اس کی سانسیں رُک جائے گئیں۔"

"کاپو!!! پاگل مت بنو اسے سی پی آر دینا ورنہ یہ مر جائے گی۔"

"نہیں!!!!' اسے کچھ نہیں ہو گا رے آنکھیں کھولو!!! رے۔۔۔" وہ بالکل رونے والا ہو گیا۔

اتنے میں تین چار ڈاکٹرز بھاگ کر آئے۔

"اس کو سانس نہیں آرہا!!! سی پی آر پہلے دیتے ہیں۔اس کے۔۔۔۔۔۔۔"

سکندر کو پیچھے دھکیلا گیا وہ آگے اس کے پاس آنا چاہتا تھا لیکن وہ اس سے بالکل دور جا رہی تھی۔ایک منٹ وہ اس کے قریب تھی' بالکل ٹھیک اور دوسرے پل۔۔

"مجھے اس سے دور مت کرو!!!! ۔۔"وہ بال کھینچتے ہوئے چیخا۔

وہ ان کے درمیان آنا چاہتا تھا لیکن وہ اسے روک رہے تھے۔رے کے جسم میں ہلکی سی بھی جنبش نہیں ہو رہی تھی۔ سکندر کے منہ سے درد بھری سسکی نکلی۔

"سر پلیز دور رہیں میم کی جان کو خطرہ ہے!! "

ڈاکٹر کیپ نے اسے تیزی سے کہا۔سکندر نے اس کے کالر کو پکڑا۔

"جلد از جلد اس کو ہوش میں لاؤ' چاہے اسے میرا خون دینا پڑے' میری سانسیں دینی پڑی' میرے جسم کے ایک ایک عضو دینا پڑے میں دوں گا۔بس اس کو ٹھیک کرو۔"اس کی آنکھیں لال ہو گئیں اور ان سے آنسو بہے جا رہے تھے اسے بالکل پرواہ نہیں تھی پرواہ تھی تو اس کی رے کی۔رمشا کو اب سیدھا لٹا کر آکسیجن ماسک لگا دیا گیا تھا۔فیونا نے ایک لمحے سکندر کی حالت دیکھی تو اسے ترس آیا وہ گھٹنے کے بل گر چکا تھا اور رو رہا تھا۔وہ مضبوط' خطرناک اور بہادر کا پور رو رہا تھا۔

"پلیز رے مجھے بچالو!!! پلیز میں مر جاوں گا۔"

"سکندر پلیز باہر چلے جاو تم اپنے آپ کو تکلیف دے رہے ہو۔"

سکندر نے فیونا کو غصے سے دیکھا پھر وہ کھڑے ہو کر چیخا۔

"میں یہاں مر رہا ہوں اور تم کہہ رہی ہو میں تکلیف میں ہو۔" وہ اسے کہتے ہوئے رمشا کے پاس آیا۔

"رے پلیز تم زیادتی کر رہی ہو!!! تم نے کہا میں نماز پڑھنا شروع کر دوں!!! میں نے شروع کر دی۔ تم نے کہا میں شراب پینا چھوڑ دوں۔ میں وہ بھی کر چکا۔ تم نے کہا میں کسی کو بلاوجہ ٹرامپل نہ کرو آج کے دن میں نے کسی کو کچھ نہیں کہا۔ سارے کام مجھ سے کروا کے اب تم مجھے چھوڑ کر جا رہی ہو۔ یہ چیٹنگ ہے!!! پلیز میرے ساتھ اتنا بڑا ظلم مت کرو!!! دُنیا نے کم زیادتیاں کی میرے ساتھ رے!!! اُٹھو

Open your damn eyes !!!!!! Give me an oxygen I can't breathe

"رمشا پلیز ہاتھ جوڑتا ہوں میں تمھارے' پیر پکڑتا ہوں پلیز مجھے چھوڑ کے مت جانا رے میں سب کچھ چھوڑ دوں گا سب کچھ۔"

اس کی برداشت ختم ہو گی اور وہ رمشا کے کندھے پہ سر رکھے بچوں کی طرح رونے لگا۔

"پلیز مجھے صوفی اور امی کی طرح چھوڑ کر مت جاو پلیز۔"

"تمھیں پریشانی تو نہیں ہوئی نا؟ چاچو نے ٹھیک سے خیال تو رکھا نا تمھارا؟"

درینہ کپڑے بیگ سے نکالتے ہوئے سامنے بستر پہ بیٹھی بخت سے بولی جو پیپر سولو کر رہی تھی۔ بختاور نے درینہ کی بات پہ اپنا سر اُٹھایا۔

"سچ بولوں آپی یا آپ کا دل رکھنے کے لئے جھوٹ بولوں؟"

درینہ ایک دم رُک کر اسے دیکھنے لگی۔

"کچھ ہوا تھا میرے پیچھے۔سچ سچ بتانا میں کسی کو نہیں بخشوں گی۔"

"آپی کیا آپ کے چاچو نے کبھی آپ سے کچن صاف کروایا ہے؟"

درینہ نے حیرت سے دیکھا۔

"کیا مطلب؟"

"آپ بس بتائیں نا؟" بختاور پین کو گھماتے ہوئے عام سے لہجے میں ان سے پوچھنے لگی۔

"نہیں! وہ کمرے سے باہر نکلتے تو کوئی کام ہم سے کرواتے۔"

میرے ٹائیم پہ اس آدمی کو اپنے سو کالڈ غار سے ضرور نکلنا تھا۔ضرور میری چھوٹی عمر اور اکیلے پن کا فائدہ اُٹھایا اس نے۔

وہ سوچ میں پڑی پھر بولی۔

"اچھا تو کیا انھوں نے آپ کو زبردستی لائٹ بند کروا کر ہارر مووی دکھائی ہے۔"

"ڈونٹ ٹیل می!! چاچو نے یہ دو کام تم سے کروائیں ہیں؟میں ابھی انھیں بتاتی ہوں۔" وہ جانے لگی جب بخت نے درینہ کو روکا۔

"ارے ارے بیٹھیے تو سہی۔ابھی تو اور بھی کچھ بتانا ہے۔"

"ہاں بتاو میں پھر ان کی اچھی طرح سے خبر لیتی ہوں۔"

پھر ایسے سوالوں کے ذریعے بخت حداد کی ایف آئی آر کٹوا چکی تھی۔درینہ لب دبائے سُنتی گئی۔

"بس کل شاید میرا منہ بند کرنے کے لئے میرے لئے آئیسکریم اور برگر لے آئے۔اب آپ ہی بتائیں آپی۔ایسا کوئی چھوٹی بچی کے ساتھ کوئی کرتا ہے۔"

اس نے بلی جیسی آنکھیں نکال کر درینہ سے پوچھا۔ یہ کام وہ سکندر کے ساتھ کیا کرتی تھی جب اسے کسی کی کٹائی لگوانی ہوتی تھی۔

"حنان کو کیوں نہیں بتایا؟ ایک تو حنان بھی ناا کیلے تمھیں چھوڑ دیا۔ چاچو پہ تو مجھے حیرت ہو رہی ہے۔ سمجھ آگئی۔ انھوں نے اس لئے ایسا کیا ہو گا تا کہ میں ایسی ریکویسٹ ان سے دوبارہ نہ کروں۔ تمھیں مجھے کال کر کے بتانا چاہیے تھا چندا۔ اب بیٹھوا بھی سیٹ کرتی ہوں چاچو۔"

"ارے نہیں آپی وہ بہت غصے والے ہیں پتا کیا کہتے ہیں اگر کسی کو بتایا تو میرے ٹکڑے ٹکڑے کر دیں گے۔"

درینہ کا تو غصے سے چہرہ ہی سُرخ ہو گیا۔ بیچارے سکندر بھیا نے اعتبار کر کے اپنی بخت کو چھوڑ کر ہماری مشی کا علاج کروانے گئے ہیں اور ایک میرے چاچو بس اپنے غم میں سب کو پیستے رہیں گے۔ درینہ نے آگے بڑھ بختاور کو اپنے ساتھ لگایا ۔اس کا سر چوم کر بولی۔

"تم میری چھوٹی بہن کی طرح ہو۔ اگر تمھیں کوئی کچھ کہیے گا تو میں اسے نہیں چھوڑوں گی خواہ وہ شخص میرے چاچو ہی کیوں نہ ہو۔ بہت شرمندہ ہوں میں چاچو کی طرف سے۔"

"ارے آپی آپ سوری مت ہوے میں تو بس آپ کو بتانا چاہتی تھی کہ شاید وہ دل کے بُرے نہ ہو۔ آپ لوگوں کے ساتھ بھی ایسا سلوک کیا ہو۔ اکثر ایسے گھر کے بھائی اور چاچو وغیرہ تنگ کرتے رہتے ہیں۔" اپنے پلان کو کامیاب دیکھ کر وہ خوب ڈانس کرنا چاہتی تھی مگر اداکاری کو فی الحال قائم رکھنا تھا ورنہ پھر کیا فائدہ ایسے ڈرامے کا جس میں حداد کو چند باتیں نہ سُنائی جائے۔

"تنگ کرنا الگ ہے۔ یہ تو سراسر بے عزتی ہے۔ میں تمھیں اپنے ساتھ ہی لے جاتی۔ خیر لوں گی میں خبر سب سے پہلے تو اپنے میے کی ہی لوں گی۔"

"کیا بُرائی ہو رہی ہیں میری؟"

حنان کمرے کے اندر داخل ہوتے ہوے اس کی آخری جملے کو سُن کر شرارت سے بخت سے پوچھنے لگا۔

"نہیں نہیں ہانی ماما۔ آپی تو آپ کی تعریفیں کر رہی تھیں۔ ویسے اس وقت آپ کو گھر میں دیکھ کر عجیب لگ رہا ہے۔"

بخت مسکرا کر حنان کو دیکھتے ہوئے بولی۔

"کیوں بھائی۔ گھر میں ہی ہوتا ہوں۔ یہ میری بیوی سے پٹائی لگوانے کا ارادہ تو نہیں ہے آپ کا۔"

"ان کو چھوڑیں !!! ویسے ہانی ماما ویری بیڈ آپ نے ایک تو بڑی سادگی سے شادی کی آپی سے۔ ماما نے تو چلیں میری ضد پر اچھا سا ولیمہ کروا لیا۔ آپ تو ان سے بھی دو ہاتھ آگے نکلے۔ ارادہ کب ہے؟ اور آپی کو کہی لے کر نہیں گئے یہ بھی چھوڑیں آپ نے کیا اپنے کام سے شادی کی ہے یا آپی سے؟ یہ تو آج آپ کو گھر پہ دیکھ کر تو حیرت ہی ہونی تھی۔"

"کس کی غیرت کو للکار رہی ہو بخت جنھیں کوئی احساس نہیں ہے کسی کا۔" درینہ نروٹھے پن سے کہتے ہوئے الماری کی طرف بڑھی۔

"اوہو !!! یہاں تو پورا کیس بنا ہوا ہے اور لڑکی تم مجھے اکیلے میں نہیں کہہ سکتی تھی۔ میری پیاری سی بیگم کے سامنے کہنا ضروری تھا۔"

"نہیں تو آپ موجود ہو تو کہوں۔ نظر ہی آج آئے ورنہ سارا دن باہر ہائے کہی آپی انھوں نے دوسری شادی نہیں کر لی۔"

درینہ نے جھٹکے سے حنان کو دیکھا۔ حنان تو بوکھلا گیا۔

"توبہ استغفار! کیا بول رہی ہو تم۔ سکندر صحیح کہتا ہے شیطان کی خالا ہو۔" حنان نے بختاور کو گھورتے ہوئے غصے سے کہا۔

"نہیں غلط کیا کہا ہے اس نے ضرور ان کی آپی نے کروادی ہوگی شادی مجھے تو ویسے ہی ناپسند کرتی ہیں وہ۔"

"بختاور بی بی یہاں سے آپ کو فوراً جانا ہوگا ورنہ میں آپ کا قیمہ بنانے پر مجبور نہ ہو جاوں۔" حنان کو بہت غصہ آیا انگلی اُٹھا کر اس نے بخت کو تیز نظروں سے دیکھتے ہوئے اپنی ناراض بیوی کو دیکھا۔

"آپ بیشک میرا قورمہ بنا دیں ہانی ماما مگر آپی کے لیے مجھے سٹینڈ تو لینا ہے۔ ایسے بالکل نہیں چلے گا۔ اب آپ پر ہے اپنی ڈیوٹی یا اپنی بیگم۔"

حنان ناچاہتے ہوئے بھی ہنس پڑا۔بختاور کے چہرے پہ مسکراہٹ آگئی۔درینہ نے الجھ کر دونوں کے انداز کو دیکھا۔

"میں جارہی ہوں اور آج کی تاریخ میں آپ ہر گز ڈیوٹی پر نہیں جائیں گے ورنہ میں آپ کے باس کو کال کرنے پہ مجبور ہو جاوں گی۔خوش رکھیں انھیں !!! "

"تم بالکل نہیں سدھرو گی نانی اماں !! جاواب تم کباب میں ہڈی تو نہ بنو۔" وہ بولتے ہوئے درینہ کے قریب آیا۔

"ارے صبر تو کر جائے اب اتنی بھی کیا بیتابی۔جانے تو دیں بچی کو۔"

وہ ہاتھ اپنی آنکھوں پہ رکھتے جلدی سے کتاب اُٹھا کر یہاں سے بھاگی۔

"اب مجھے بتاو میں کیا کروں اس لڑکے کا!!! بروٹس تو اپنا فون نہیں اُٹھا رہا پتا نہیں کس مصیبت میں مجھے پھنسا دیا ہے اس نے۔تہہ خانے میں بند کیا ہے اسے میں نے وہی لائٹ ساٹارچر دیتا ہوں۔ہو۔۔۔زارون کی پروگریس کافی پوزیٹو ہے۔بڑوٹس نے کہا تھا وہ اس کے حوالے سے باس سے بات کرے گا پھر اس کو اس کے گھر والوں کے پاس حوالے کر دیا جائے گا۔(وہ ہنسا) تین مہینے لگ گئے مجھے اس بچے کو سیدھے کرنے میں اور تم کہتے ہو آسان کام تھا۔"

"کیا آسان کام ہے؟"

حداد تیزی سے مڑا۔بختاور کتاب سینے سے لگائے اسے اپنی بڑی بڑی آنکھوں سے دیکھی جارہی تھی۔

"میں تم سے بعد میں بات کرتا ہوں۔اوکے۔"اس نے کہتے ہوئے فون بند کیا۔وہ کچھ کہنے لگا تھا جب بختاور اس سے پہلے ہی بول بیٹھی۔

"ایک بات پوچھوں آپ سے؟"

"جی کہیے کیا پوچھنا ہے آپ نے مجھ سے؟"

حداد حسبِ توقع نارمل لہجے میں اسے نرمی سے دیکھتے ہوئے بولا۔

"آپ مجھے فارغ لگتے ہیں اور نہیں بھی لگتے۔"

اس کی بات پر حداد نے اس الجھ کر دیکھا۔ ماتھے پہ بل لائے اس نے نیلی کُرتے اور وائٹ تنگ پجامے والی لڑکی کو دیکھا جو فرنچ ناٹ بنائے اپنی عمر سے بڑی اور چھوٹی بھی لگ رہی تھی۔ عجیب ہی عجوبہ تھی۔

"کیا مطلب ہے آپ کی اس فضول گوئی کا؟"

"نہیں بس ذہن میں آیا تو پوچھ لیا۔ ویسے بڑی عجیب بات ہے آپ کو غصہ نہیں آیا؟"

وہ اپنے پیروں کو اونچا کر کے پھر نیچے کرتی پھر اونچا کر کے پھر نیچے کرتی۔ حداد کو بڑی الجھن ہوئی مگر اس نے تاثرات کو بڑا نارمل رکھا۔

"میں ایک سٹوپڈ سی ٹین ایجر کی وجہ سے روزانہ اپنا خون جلا کر ہارٹ اٹیک نہیں کروا سکتا۔"

بختاور مسکرائی۔ وہ دونوں اس وقت لان میں موجود تھے۔ حنان کے کمرے کے ساتھ ہی بڑا سا برآمدہ تھا وہاں سے گزرتے ہوئے اس نے سامنے جھولے کے پاس کھڑے حداد کو کسی سے فون پہ بات کرتے ہوئے دیکھا تو وہاں اس کے پاس چلی آئی۔

"ویسے میری ناقص عقل یہ کہتی ہے کہ خون جلانے سے ہارٹ اٹیک نہیں ہوتا۔ نس رُک جانے سے ہارٹ اٹیک ہوتا ہے۔ ڈاکٹر صاحب آپ کی تعلیم نے مجھے خاصا مایوس کیا ہے۔"

اس کے ڈاکٹر صاحب کہنے پر حداد نے اپنی مٹھیاں بھینچ لی لیکن وہ اس لمحے اس پہ اپنا غصہ نہیں اُتارے گا بلکہ کچھ دنوں اس پہ اپنا غصہ نکالنا ہی نہیں ہے۔

"مائی گڈنس یہ چُپ مجھے ہضم نہیں ہو رہی۔ درینہ آپی کی تو بڑی دہشت ہے بھئی۔ انھوں نے قدم کیا رکھا آپ تو بالکل سیدھے ہو کر رہ گئے۔"

اسے حداد کو غصہ دلانا تھا تاکہ ہانی ماما اور آپی دونوں ان کو ٹھیک ٹھاک سُنائے لیکن ایسے آثار اسے کوئی دکھائی نہیں دے رہے تھے۔ ایک دم وہ حنان سے کچھ کہنے لگی کہ اس کے کتاب کے اندر فون موجود بز ہونے لگا۔

"ایکسکیوز می۔"

اس نے بک سے فون نکالا۔ حداد نے اسے اپنی بھنویں اوپر کرتے ہوئے دیکھا۔ کہی اس کی کزن کی کال نہ ہو ورنہ میری برداشت ختم ہو جائے گی۔(میں یہ کیوں سوچ رہا ہوں ڈیم حداد فوکس !!!)

"ہاں ہیلو! بات ہوئی تمھاری ان سے !! کیا مطلب ہے؟ یار میری بالکل بھی تیاری نہیں ہے۔ بائیولجی میں میں نے فیل ہو جانا ہے۔ اس کے پریکیٹکل کی کلاسس بھی ماما نے لینے نہیں دی۔ اب میں کیا کروں گی۔ رہنے دو جب فیل ہو جاوں گی تب ان سب کو پتا لگے گا کہ میرا کتنا وقت ضائع کروایا ہے۔ رکھو اب۔"

غصے سے اس نے فون کاٹا اور حداد کو دیکھا جو پینٹ کی جیبوں میں ہاتھ ڈالے اسے دیکھ رہا تھا۔ اس کی لمبی داڑھی ٹرمڈ لگ رہی تھی۔ اس کے پونی سے بندھے ہوئے بال پہ لگی جیل کافی صاف سُتری لک دے رہی تھی۔ وہ بلیو شرٹ اور خاکی پینٹ میں کافی اچھا لگ رہا تھا۔

"کوئی مسئلہ ہو گیا ہے؟"

"کیوں آپ اس مسئلے کو بگاڑے گے !!! "

بختاور کو پہلے ہی اپنا ٹیوٹر نہ ملنے پر غصہ چڑھا ہوا تھا حداد کی بات نے جلتی تیل پہ کام کیا تھا۔ حداد زندگی میں پہلی دفعہ کھل کر مسکرایا۔

"نہیں کوشش کروں گا اس کو حل کر سکوں۔" اس کے نرم لہجے پہ بختاور کو جھٹکا لگا۔ یہ انھیں ہوا کیا ہے۔ کیا میرا کچھ صاف کرنے پہ یہ آدمی اتنا خوش ہوا کہ اب میرے سے انسانوں کی طرح پیش آ رہا ہے۔

"اور مسئلے کا حل یقیناً آپ میرے ہی ہاتھوں سے کروائے گے۔"

اب وہ ہنس پڑا۔ بختاور تو حیرت سے اسے دیکھنے لگی۔ یہ حداد ہی ہے نا۔ یااللہ یہ اگزام مجھے پاگل نہ کر دے۔

"انسان کو اپنے مسئلے خود حل کرنے چاہیے۔اسی میں مزا ہے' اسی میں سکون ہے اور تو اور وقت کے ساتھ ساتھ آپ اتنے مضبوط ہو جاتے ہو کہ آپ کو مشکل وقت میں بھی کسی کی ضرورت نہیں محسوس ہوتی۔"

جتنا خود یہ عجیب ہے اس کی بات تو اس سے بھی بڑی عجوبہ۔

"زندگی میں کسی نہ کسی کی ضرورت ہوتی ہے آخر کو انسان کو معاشرتی حیوان کیوں کہا گیا ہے۔"

حداد نے گہرا سانس لیا اور جا کر جھولے پہ بیٹھا۔بختاور کھڑی اسے دیکھتے رہی۔

"آج کل کے زمانے کے حوالے سے بات کریں تو انسان معاشرتی حیوان کے بجائے صرف حیوان بن کر رہ گیا ہے۔جسے صرف اپنی پڑی رہتی ہے' اپنی ضرورت پوری ہو' اپنی انا قائم رہے۔بس میں' میں اور میں۔یہ' میں' خوش رہے باقی ساری دُنیا جائے بھاڑ میں"

اس کا لہجہ کافی نرم تھا مگر الفاظ بڑے کرخت تھے۔بختاور اسے غور سے دیکھنے لگی۔وہ جتنا باہر سے مضبوط' غصے والا دکھائی دیتا تھا اندر سے پتا نہیں کیوں اسے بہت ٹوٹا ہوا نظر آتا تھا۔

(تم بھی نابخت مت بھولو یہ آدمی تمھارے ساتھ ہمیشہ سخت رہا ہے۔آج ایک دن سے تم اسے اچھا آدمی نہیں سمجھ سکتی)

(ویسے اتنا بُرا بھی نہیں ہے۔اس نے میری جان بچائی تھی' اسے میری فکر تھی اور وہ رات کو میرے لئے کھانا بھی لایا تھا)

"خیر۔۔(وہ ایک دم ہوش میں آئی) آپ کو کوئی پڑھائی کی پریشانی ہے۔"حداد نے اسے کہا۔

ہیں۔انھوں نے ضرور کوئی صحیح والا نشہ کیا ہے۔کہی یہ اچھے تو نہیں بن رہے جان بوجھ کر تاکہ میں درینہ آپی سے ان کی شکائیت نہ لگاؤں۔

"نہیں تو مجھے بھلا کیوں پریشانی ہونی ہے اور آپ کیا زیادہ سے زیادہ کیا کرلیں گے سوائے میرا مذاق اُڑائے گے۔"

"چلیں آپ کی نظروں میں ویسے بھی ایک ناکارہ آدمی ہوں۔ مجھے سُن کر کوئی حیرت نہیں ہوئی ویسے۔"

"آپ ایسے کوئی رد عمل دکھاتے ہیں جیسے میں کوئی بہت ہی بُری دل کی لڑکی ہوں۔" بخت ماتھے پہ بل ڈالے اب کی بار تیز لہجے میں بولی۔

"وچ کہتی تو زیادہ بہتر تھا۔"

اب کی بار حداد نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔

"یہاں میں مزید کھڑی رہی آپ کے ساتھ تو میں نے باقی سبجیکٹس میں بھی فیل ہو جانا ہے۔ پتا نہیں اپنا دماغ خراب کرنے کے لئے آپ کے پاس کیوں آتی ہوں۔"

"کیونکہ میری charismatic پرسنالٹی آپ کو میری طرف کھینچ لاتی ہے۔"

اس کے جوک پر بختاور جو جانے والی تھی مڑی۔

"کتنا اچھا جوک کر لیتے ہیں آپ۔ روانہ سونے سے پہلے اور جاگنے کے بعد ایک بار آئینے میں اپنے آپ کو دیکھا کریں آپ۔"

ان کو تو ابھی بتاوں گی گھر کا ایسا حشر کروں کہ درینہ آپی ان سے صفائی کرواوں گی۔ اوچ!!! "

اپنی سوچ میں گُم وہ جانے لگی جب اس کے پیروں میں کچھ چُبن محسوس ہوئی. نیچے جھک کر دیکھا تو کنکر پاوں میں آگیا تھا۔ پیر کو جنھجھوڑ کر وہ جانے لگی کہ ایک دم رُکی اور نیچے کی طرف دوبارہ دیکھا تو وہ ایک دم ساکت ہوگئی۔ ہر بھری گھاس کے درمیان موجود اس نے پینڈینٹ دیکھا جو ہر کولیس نے اسے پہنے کے لئے کہا تھا۔ اس کی چین ٹوٹی ہوئی تھی۔ اس نے اوپر دیکھا پھر دوبارہ پینڈینٹ کو۔

اس نے گھوم کر حداد کو دیکھا پھر دل میں پتا نہیں کیا سوچا کہ جھک کر پینڈینٹ اُٹھائے ہوئے اس نے فیصلہ کیا۔ ہاں اب اسے یہ کرنا تھا۔

....

"رمشا کی کوئی خیر خبر؟اس کا آپریشن تو ہو گیا ہے نا؟" درینہ حنان کے ہاتھ پہ انگلی سی کچھ پیٹرن بنا رہی تھی تو سوچتے ہوئے بولی۔ حنان جو اس کے ساتھ بیڈ پہ نیم دراز ٹی وی دیکھ رہا تھا تو بولا۔

"ہونا تو آج تھا مگر ابھی تک سکندر نے فون کر کے بتایا نہیں مجھے۔ پتا بھی ہے تمھیں کہ پاگل آدمی ہے۔ سارے ہوش بھلا بیٹھ جاتا ہے۔ شاید رات کے دوران کر دے۔"

"پتا نہیں کیوں حنان مجھے ڈر لگ رہا ہے۔ سونے سے پہلے آپ بات تو کروا دیں میری۔"

حنان ایک دم ہنس کے اسے دیکھنے لگا جو بیٹھی ابھی تک اس کا ہاتھ تھامے اسے دیکھ رہی تھی۔

"تمھیں توجہ نہیں دیتا تو تمھیں پرابلم ہونے لگ جاتی ہے۔ جب دینے لگ جاتا ہوں تو ایک دم سکندر اور رمشا آ ٹپکتے ہیں۔ چاہتی کیا ہوں تم لڑکی!!! "

"میں بس تسلی چاہتی ہوں۔ آپ کو پتا ہے پھوپھو کو دیکھ کر میں ویسے ہی اپ سیٹ ہو گئی۔ پتا نہیں وہ دن کب آئے گا جب مشی اپنی امی ابو سے ملے گی۔"

حنان مسکراتے ہوئے ایک دم سنجیدہ ہو گیا۔ سیدھا ہو کر اس نے ہیڈ بورڈ کے ساتھ ٹیک لگا کر اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا اور اسے دبایا۔

"اس سے بڑی اچھی بات اور کیا ہو گی کہ رمشا اپنے پیرینٹس سے مل لے گی لیکن حقیقت میں دیکھا جائے دُرے تو اس سے زیادہ خطرناک بات کوئی ہو نہیں سکتی۔ یہ رمشا اور سکندر کی زندگی میں تباہی لانے والی بات ہے۔ تمھیں پتا ہے رمشا سکندر سے ساری بات منوا لیتی ہے وہ گدھے انسان سے یہ بھی اگر کہے گی کہ کونیں میں چھلانگ لگا لو تو وہ لگا لے گا وہ بھی بنا سوچے سمجھے!! تو وہ کیوں نہیں کہتی کہ اس کے ماں باپ سے ملوا دو۔ جو شخص اس کو چند دنوں کے اندر اپنے ساتھ رشیا لے کر چلا گیا پھر تو یہ کراچی تھا! اور وہ دونوں کراچی کے ذریعے ہی رشیا گئے ہیں مگر ایک بار بھی رمشا نے سکندر سے یہ بات نہیں کہی کیونکہ اس میں دونوں کا نقصان تھا۔ سب سے زیادہ سکندر کو۔"

درینہ ایک دم بجھ سی گئی اس کی بات سُن کر۔

"تو کیا رمشا کبھی اپنے پیرینٹس سے نہیں ملے گی۔ کیا ساری زندگی رمشا کے امی ابو گھٹ گھٹ کر اذیت میں مر جائے گے"۔

"اللہ نہ کریں ایسا کبھی ہو مگر درے حقیقت بڑی کڑوی ہے. جو جیسا چل رہا ہے فی الحال چلنے دو۔ اللہ سب بہتر کرے گا اگر قسمت میں رمشا کا اپنے ماں باپ سے ملنا ہوا تو وہ دونوں مل لے گے۔"

ایک دم فون کی ٹون سے وہ دونوں چونک اُٹھے حنان نے بیڈ سائڈ ٹیبل سے اپنا فون اُٹھا کر دیکھا تو فیونا کا میسج آیا ہوا تھا۔

میسج کو پڑھتے ہوئے ایک دم پہلے تو اس کے ماتھے پہ الجھن بھری لکیریں آئیں مگر جب پڑھتا گیا تو اس کا چہرہ سفید ہونے لگا۔

"کیا ہوا حنان؟ سب خیریت تو ہے؟"

حنان نے ایک دم اس کی بات پہ اپنا سر اُٹھایا پھر فون کو دیکھا۔

•••••••••••••••••

"ویسے آپ مجھے اپنی حرکتوں سے حیرت میں مبتلا کر رہے ہیں؟"

شرینہ نے آڈر دینے کے بعد سامنے بیٹھے حداد کو دیکھتے ہوئے کہا جو ارد گرد نظارے کو دیکھ رہا تھا۔ شرینہ کی بات پہ حنان نے اسے دیکھا۔ اس نے آئی سائٹ کلاسس پہنی ہوئی تھی جس کا شیڈ زرا سا ڈراک تھا۔ جس سے اس کی سفید آنکھ متوجہ نہ ہو پائے۔

"کیسی حرکتیں؟"

حداد نے الجھ کر پوچھا۔

"بھئی آپ تو کسی بندے کو منہ نہیں لگاتے تھے مگر اب تو یہ عالم ہے کہ ایک بورنگ سی ڈاکٹر کو ڈنر کی آفر کر دی؟ حیرت کی بات نہیں ہے تو اور کیا ہے؟"

حداد ہلکہ سا مسکرایا پھر سنجیدگی سے بولا۔

"نہیں ایسی بات نہیں ہے بس آپ سے کچھ کام تھا۔ مجھے لگا شاید آپ میری مدد کریں گی تو سوچا تفصیل سے اس بارے میں بات کروں۔ ہاسپٹل میں جانا نہیں چاہتا تھا اور آپ کے گھر آنا کچھ مناسب نہیں تھا نہ میرے گھر میں بھی صحیح سے بات ہو سکتی تھی تو یہ ٹھیک لگا۔"

"ہمم مگر مجھ سے کیا کام؟ آپ کو ڈاکٹرز اور اس سے ریلیٹڈ سے چڑ نہیں تھی؟"

حداد جو گلاس میں پانی ڈال رہا تھا ایک دم اسے دیکھنے لگا وہ اسے ہی دیکھ رہی تھی۔

"سچ کہوں؟" حداد نے عجیب سے لہجے میں پانی کے گلاس کا سپ کیا۔

"جی کہیے۔"

وہ مسکرائی۔

"مجھے اس پروفیشن اور بدذات ڈاکٹرز سے شدید نفرت ہے مگر مجبوری نام کی بھی دُنیا ہے جو نبھانی پڑتی ہے۔

اس کے لہجے میں ایک عجیب سی آنچ تھی جس پہ شرینہ کی مسکراہٹ غائب ہو گئی۔ اسے حداد کے بات سے زیادہ اس کے تاثرات عجیب لگے تھے۔ حداد کو احساس ہوا وہ کچھ زیادہ کرخت ہو گیا تھا تو ہولے سے ہنس کر بولا تھا۔

"مذاق کر رہا ہوں مجھے بھلا ڈاکٹرز سے مسئلہ ہوگا۔ اگر ہوتا تو آپ کے سامنے موجود ہوتا یا آپ کو انوائیٹ کرتا۔"

وہ مسکرانا چاہتی تھی مگر اسے حداد کے یہ آخری جملے نجانے کیوں کھوکھلے سے لگے۔ بامشکل خود کو سنبھال کر بولی۔

"جی تو کہیے کیا کام ہے اس ناچیز بندی کے لئے۔ مجھے تو ابھی سے گھبراہٹ ہو رہی ہے۔ آپ کچھ بڑی چیز نہ مانگ لیں۔"

"ارے نہیں نہیں۔ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ اصل میں۔۔۔۔"

"حنان ماما کو تو فہرست نہیں ہے! دوسرا میرے گھر میں ریچھ جیسن مو مواوہ کسی کام کے نہیں۔ ماما اپنے پر شانیوں میں پھنسے ہوے۔ ایسے میں آپ میری مدد کر سکتے ہیں جاوید بھائی۔"

"اور مجھے آپ اپنی پریشانی بتائیں گی بی بی ہزار دفعہ آپ سے پوچھ چکا ہوں لیکن آپ کہیے ابھی نہیں ابھی نہیں۔ بات کوئی خطرے والی تو نہیں ہے۔" جاوید ٹینز بھی لگ رہا تھا اور کچھ حد تک اُکتایا بھی لیکن وہ زیادہ ظاہر نہیں کر سکتا تھا آخر کو محترمہ ان کی مالکن تھی اور بھا کی جان کو وہ کچھ کہہ بھی نہیں سکتا تھا۔

"نہیں اتنی خطرے والی بات نہیں ہے مگر آپ کو قسم لگے جاوید بھائی آپ نے یہ بات نہ ہانی ماما کو بتانی ہے نہ ہی سکندر ماما کو ورنہ وہ آپ کو کچھ کہے یا نہ کہے میں نے آپ کو گولی سے اُڑا دینا ہے۔" وہ نارمل لہجے میں کہتی آخری بات جاوید کو آنکھیں نکالتے ہوے بولی۔

"یعنی کے بات خطرے والی ہے۔"

حداد کی نظریں سامنے سید ھا زرا سے فاصلے پہ ایک ٹیبل پہ گئی جہاں نیلے ڈریس میں بختاور ایک لمبے چوڑے لڑکے کے ساتھ بیٹھی تیز تیز لہجے میں کچھ کہہ رہی تھی اور لڑکا اسے سُنتے ہوے ٹینز بھی لگ رہا تھا مگر اس کی توجہ پوری اس کی طرف تھی۔ بختاور نے کچھ کہا جس پہ جاوید زرا سا مسکرایا۔ حداد کی گرفت گلاس پہ سخت ہو گئی۔ یہ لڑکی اب کس کے ساتھ ہے۔

"دیکھیں آپ لوگ ہر چھوٹی موٹی چیزوں کا مسئلہ بناتے ہیں۔ مجھے تو دھیان دینا پڑے گا۔ یہاں معاملہ بلی کے موت کا ہو گا لیکن آپ تیاری فل آن وحشی بنے کی کر رہی ہو گے۔"

"آپ مجھے بتادیں ٹرسٹ می میں کوشش کروں گا سر کو اس کی خبر نہ پڑنے دوں۔"

بختاور نے اپنی آنکھیں گھمائیں۔

"کوشش ؟ اُف آپ ڈرتے کیوں ہیں ماما سے۔ اس لئے میں بالکل نہیں بتا رہی۔ لزانیہ کھاتے ہیں پھر مجھے گھر ڈراپ کر دیجیے گا۔"

"آپ کچھ کہہ رہے تھے سوری وہ میری مسیج آ گیا تھا ریپلائی کرنا تھا۔"

شرینہ کی بات پہ غصے سے پاگل ہوتا حداد ایک دم چونکا اسے دیکھا پھر اس نے گہرا سانس لیا مگر دھیان ابھی بھی اس لڑکی کی طرف جا رہا تھا(گوٹو ہیل حداد فوکس !!!)

"آپ کو شایان احمد کے بارے میں تو بتا دیا ہے۔میرا دوست ہر سائیکیٹرسٹ سے اسے دیکھا چکا ہے' اسے ریہیب سینٹر میں بھی ڈالا۔انھوں نے بھی چند مہینے بعد ہاتھ اُٹھا لیا۔آپ باہر سے پڑھ کر آئی ہیں۔تو سوچا آپ سے اس بارے میں ڈسکس کر سکوں کہ اس بارے میں کیا کیا جائے۔" شرینہ اسے دیکھنے لگی اب کی بار وہ کھل کر مسکرائی۔حداد کی بات سُن کر اسے بہت خوشی ہوئی تھی کہاں وہ کسی بھی کیس سے مشورہ کروانا تو دور اس کا نام بھی سُنا چاہتا تھا۔حداد کی اتنی تیز در آنے والی تبدیلی سمجھ سے باہر تھی۔یہ حنان بھائی نے آخر کیا جادو کیا ہے ان پر۔

"اوکے آپ اس بچے کے سمٹمز بتا سکتے ہیں۔"

"اگر آپ اسے بچے کو دیکھے گی تو سائینٹیفک نالج کی باوجود بھی کہے گی اس کے اندر کوئی جن گھس آیا ہے۔"

اب کی بار شرینہ ہنس پڑی۔

"آپ جیسے طاقتور شخص بھی اسے دیکھ کر یہ بات کہنے پہ مجبور ہو گئے اوہو یہ تو واقعی سریس معاملہ لگ رہا ہے۔ویسے بہت اچھا لگا آپ نے کسی کی کیس پر اپنا انٹرسٹ شو کیا۔" حداد کی کالی آنکھ میں سرد تاثر آگیا۔

"میں بس اپنی دوست کی مدد کر رہا ہوں وہ کافی پریشان تھا ورنہ مجھے تو پتا بھی نہیں ہے کہ چکر کیا ہے۔" شرینہ اس کا انداز سمجھ گئی تو سر سمجھنے والے انداز میں ہلاتے ہوئے بولی۔

"اوکے ! اصل میں لڑکا کو نشے کی مقدار بہت زیادہ دی گئی ہے اور جس طرح کی آپ نے علامت بتائی ہے اس سے لگتا ہے اس کو کین دی ہے یا پھر کریک کوکین۔۔۔۔ٹیسٹ میں کیا یہی تھا؟"

"پتا نہیں بس کہا کہ ڈرگز لینے لگ گیا تھا جب سے نئے کالج میں اس کا آڈمیشن ہوا تھا یہ تو پتا تب لگا جب وہ اپنی بہنوں کو مارنے لگا' توڑ پھوڑ پہ آگیا' یہاں تک کے خودکشی کی بھی کہی بار ناکام کوشش کی۔ٹیسٹ شیسٹ کروانے سے پہلے ہی میرا دوست سمجھ گیا تھا اب یہ نہیں پتا کون سی ڈرگز لیتا تھا۔"

"ہوں۔۔۔میں اس سے ملنا چاہوں گی۔آپ مجھے کیا اس کے پاس لے جائے گے۔"

حداد نے کن آنکھیوں سے بختاور کو دیکھا جو مینیو دیکھتے ہوئے بولتے جارہی تھی اور ہنس بھی رہی تھی حداد کا پارا آوٹ ہونے کے قریب تھا۔سارے مرد اس کی نظروں میں ہیرو بس ایک میں ہی ریچھ ولن۔ایک بات لڑکی نے بالکل ٹھیک کہی تھی یہ ہے ایک نمبر کی ڈائین!!! ہونہہ۔

"نہیں!! آپ کا جانا مناسب نہیں بس مجھے آپ بتادیں کہ ایسی سوچیشن میں کیا کرنا چاہیے آئی مین کچھ تو ٹپس ہو گی' کنٹرول کرنے کے پتا نہیں کتنے طریقے آزما چکے ہیں' ہم ابھی کافی لوگوں سے مشورہ لے گے پہلی فہرست میں آپ کا نام تھا تو پہلے آپ سے پوچھ کر اس ٹپس پر عمل کریں گے۔" کھانے آچکا تھا تو دونوں ایک لمحے کے لئے خاموش ہو گئے۔
حداد کی توجہ اب دوبارہ بخت بھی گئی۔

"آپ کو میں ایک پینڈینٹ دکھانے والی ہوں آپ زرا چیک کر کے بتائیے گا۔اس میں کچھ ہے تو نہیں۔"

حدادنے دیکھا وہ بیگ سے کچھ نکال رہی تھی۔جاوید ایک دم اس کی بات پہ الرٹ ہو گیا۔اس سے پہلے وہ پینڈینٹ نکالتی ایک دم اس کا فون بج اُٹھا۔

"اب کون منحوس ہے!!! "

اس نے دل میں کہتے ہوئے فون کو دیکھا تو انجان نمبر کو دیکھ کر چونک پڑی۔کس کا نمبر ہو گا؟ کہی ہرکولیس نہ ہو۔اچھا موقعہ ہے بخت اس سے بات کرو تاکہ رنگے ہاتھوں اسے جاوید بھیا کے ذریعے پکڑ واو۔

خود سے کہتے ہوئے اس نے فون اٹینڈ کر کے کان سے لگایا۔

"ہیلو۔"

"کہاں ہو تم؟"

حداد کی آواز سُن کر بختاور کو جھٹکا لگا۔اب انھیں میرا نمبر کیسے پتا لگا۔

"کون بول رہا ہے؟"

وہ انجان بنتے ہوئے مسکرا کر جاوید کو دیکھتے ہوئے بولی۔

"میں شیطان کا پھوپھا بول رہا ہوں۔آپ بتانا پسند فرمائے گی کہ اس وقت کہاں ہیں آپ؟"

حداد نے دانت پیستے ہوئے اس سے پوچھا۔

"سوری میں شیطان کے پھوپھا سے بات نہیں کر سکتی۔اس وقت ضروری میٹنگ میں ہوں برائے مہربانی کال کرنے کی زحمت مت کیجیے گا۔خدا حافظ!!

"کون تھا بخت کوئی آپ کو تنگ تو نہیں کر رہا؟" جاوید کے کہنے پوچھنے پر بختاور نے سر نفی میں ہلایا۔

"نہیں وہ میری دوست ہے بس اس کے ساتھ خیر میں کیا کہنے والی تھی۔" وہ کچھ کہنے ہی والی تھی کہ ویٹر ان کا آڈر لے آیا تھا۔بختاور کو چڑ ہوئی۔یہ کیا چیز تھی جو اسے روک رہی تھی۔

"آپ بولیں بی بی۔"

"نہیں ٹھیک ہے ہم آرام سے بات کر لیں گے۔"

یہ ہر کولیس کے پاس کوئی سپُر نیچیرل پاورز تو نہیں ہیں؟ جب بھی اس کے بارے میں بتانے کی کوشش کرتے ہوں کوئی نہ کوئی رکاوٹ بیچ میں آجاتی ہے۔

حداد نے اس سے نظریں ہٹائیں اور پھر شرینہ کی طرف متوجہ ہوا جو اپنی بات کرتے ہوئے کھانا کھا رہی تھی۔

حداد کو اپنا کام جلد از جلد کرنا تھا۔اس نے اپنا کانٹا اس طرح پھینکا کہ وہ سیدھا شرینہ کے پیروں کے قریب گرا۔

"سوری۔۔۔وہ۔۔"

"میں اُٹھا دیتی ہوں۔" وہ کہتے ہوئے نیچے جھکی تو اسی پل حداد نے سائڈ پہ پڑا اس کا سیل فون اُٹھایا۔

اور اپنے پینٹ کی جیب میں گھسایا۔

"میں زرا ایک ضرور کال اٹینڈ کر کے آیا۔ آپ کو پرابلم تو نہیں ہے نا؟" شرینہ نے اسے دیکھا تو نفی میں سر ہلاتے ہوئے مسکرائی۔

"نہیں آپ آرام سے کال کریں ویسے بھی میں کھانا کمپلیٹ کر چکی ہوں واش روم سے ہو آوں۔"

"بس آپ اتنا ہی کھاتی ہیں؟"

حداد اُٹھتے ہوئے اس سے پوچھنے لگا۔

"نہیں بس آج دوپہر کے کھانے کی ساتھ چاٹ وغیرہ کھایا تھا کولیک کے ساتھ اب تو مزید کھانے کی بالکل ہمت نہیں ہے ۔آپ یہی بات کر لیں! میرا پرس بھی دیکھ لیجیے گا مجھے زرا ہائیجین کا مسئلہ ہوتا ہے۔" حداد نے گہرا سانس لیا اور اب کی بات کھل کر مسکرایا۔

"شیور تھینک یو۔"

شرینہ چلی گئی تو حداد نے اس کے فون کو کھولا دیکھا تو پن کوڈ لگا ہوا تھا۔ وہ اسے چار بار دیکھ چکا تھا پن کوڈ کھولتے ہوئے شروع کے دو نمبر تو اسے یاد تھے۔(ون نائین)

یہ کہی برتھ ایر تو نہیں ہے پاس ورڈان محترمہ کا۔ اگر یہ پچیس سال کی ہیں تو پھر۔

اس نے جلدی سے ون نائین فور فور کوڈ لکھا۔

کوڈ کھل گیا۔ حداد نے اپنی آنکھیں گھمائیں اور تیزی سے کانٹیکس میں آیا۔ اسے جو نمبر چاہیے تھا وہ اسے پانچ سکینڈ میں مل گیا تھا۔ نمبر کو یاد کر کے اس نے اس کا فون جلدی سے بند کیا اور سائڈ ٹیبل پہ رکھ کر اپنا فون اُٹھایا اور یہ نمبر بروٹس کو مسیج کیا تھا وہ توقع کر رہا تھا کہ بروٹس کال کرے گا یا اس کے مسیج کا رپلائی دے گا مگر وہاں کوئی رسپانس نہیں تھا۔ حداد نے بروٹس کا نمبر ملایا مگر وہ کال اُٹھا نہیں رہا تھا۔

"حنان آپ مجھ سے کیا چھپا رہے ہیں کیا بات ہوئی ہے؟"

وہ کلازٹ روم کے اندر گھستے ہوئے حنان کے پیچھے آتے ہوئے تیزی سے بولی۔

"ابھی میں کچھ نہیں بتا سکتا درینہ لیکن میرا رشیا جانا بہت ضروری ہے !!! "

"رشیا؟ رشیا کیوں وہاں سکندر بھائی اور مشی ہیں؟ انھیں تو کچھ نہیں ہوا نا۔ حنان آپ کے تاثرات مجھے ڈرا رہے ہیں۔"

"منع بھی کیا تھا اس کمینے کو مت پنگے والے ملک میں جا ایسے کئی ممالک ہیں جہاں رمشا کا علاج ہو سکتا تھا لیکن نہیں آخر کو سکندر حدید ہیں۔ کیسے کسی نہیں سُنے گے۔۔۔۔"

حنان بیگ نکال کر غصے سے نیچے پھینکا۔ درینہ منہ پہ ہاتھ رکھ کر پیچھے ہوئی۔

"ہمیشہ جب وہ تکلیف میں ہوتا ہے میں اس کے ساتھ نہیں ہوتا آج وہ مر رہا ہے اور یہاں میں اس کا کیس صاف کرنے میں لگا ہوں۔"

"حنان کیا ہوا ہے سکندر بھائی کو بتائیں تو سہی کیا کہے جا رہے ہیں۔"

حنان نے غصے سے درینہ کو دیکھا اور آگے بڑھ کر اس کا بازو تھامتے ہوئے اسے جھنجھوڑا۔

"رمشا کو کسی نے ڈر گزدے دیے ہیں اور اس کی زندگی خطرے میں ہے !!!!! بس سُن لیا ہو گئی تسلی !!! میرے کمینے دوست کی وجہ سے تمھاری بہن مر رہی ہے۔"

درینہ کو لگا اس کی پیروں تلے سے زمین نکل گئی ہو۔

"بہت اچھا لگا آپ کی کمپنی میں ہمیں پھر ملنا چاہیے۔ کبھی چکر لگائے نا آپ ممی کو آپ سے مل کر خوشی ہو گی۔"

وہ دونوں ریسٹورنٹ سے باہر نکل رہے تھے بختاور اور جاوید ابھی تک اندر موجود تھے۔ حداد کُڑھ رہا تھا آخر یہ شخص تھا کون؟ کیا حنان کو اس بات کا علم تھا کہ وہ کسی کے ساتھ باہر گئی ہے۔ وہ پوچھنا چاہتا تھا درینہ کے ذریعے مگر اسے مناسب نہیں لگا

۔

"جی ضرور۔۔۔ان شاءاللہ۔ اچھا میں چلتا ہوں۔"

"ارے میں نے آپ کو پک کیا تھا تو میں ہی آپ کو ڈراپ کر دیتی ہوں۔"

"نہیں ایک تو میرا گھر اور آپ کا گھر بہت دور ہے۔ آپ کو کافی دیر ہو جائے گی جبکہ مجھے ابھی کام سے کہی جانا ہے۔" اس نے اپنے ماتھے کو انگلی سے کھجاتے ہوئے کہا۔ شرینہ ہنسی۔

"تو میں آپ کو آپ کے کام پر چھوڑ دیتی ہوں۔ پلیز منع مت کیجیے۔"

"نہیں تھینک یو۔ میں کچھ کر لوں گا خدا حافظ۔"

وہ اتنا کہہ کر چل پڑا۔ شرینہ اس کنفیوزڈ سے شخص کی پشت کو دیکھتی رہ گئی پھر گہرا سانس لیتے ہوئے اپنی گاڑی کی طرف آئی۔

"آپ کو لگ رہا ہے میرا وہم ہے جاوید بھائی۔"

بختاور نے جیسے ہی پوری بات بتائی اس کا غصہ ساتویں آسمان پہ پہنچ گیا۔

"بختاور بی بی میں بالکل ایسا نہیں کہہ رہا آپ کہہ رہی ہیں ان کے گھر میں خطرہ ہے جبکہ ان کے گھر میں جگہ جگہ سکیورٹی کیمرے لگے ہوئے ہیں۔ دو بندے پہرا دے رہے ہیں اور ہمیں ایک ایک خبر مل رہی ہے۔ جس دن آپ چیخ کر نیچے آئی تھی ہم نے سکیورٹی کیمرہ سے چیک کیا تھا کچھ بھی نہیں تھا تب میں سمجھا آپ اکیلے گھر میں تھی تبھی گھبرا گئی ہو گئی۔ حنان سر خود ایک پولیس آفسر ہیں کوئی ان کے گھر میں حملہ کرنے کا ہزار بار تو نہیں مگر سو بار سوچے گا۔"

"اور یہ آپ کے ہاں پہرا دینے والے ہیں کون؟"

"بی بی جی بھا کے بہت خاص بندے ہیں آپ تسلی رکھیں میں آپ کی حفاظت کے لئے مزید دو بندے بھیج دوں گا۔"

"واو گریٹ!!! جاوید بھائی مجھے گولی لگی تھی اور میرے پیچھے اسلحہ سے لیس چار باڈی گارڈ کی گاڑی تھی!!! اس کے باوجود بھی مجھے گولی لگی!!! اس کے بعد ہمارے اتنی ٹائیٹ سکیورٹی والے گھر میں حملہ ہوا پھر کلب میں۔۔۔جب راز

بھری جگوں پر حملہ ہو سکتا ہے تو حنان ماما کا گھر تو پھر شہر میں ہے اور میں آپ کو بتا رہی ہوں ماما کی زندگی خطرے میں ہے !!! "

" کہی آپ یہ بات اس لئے تو نہیں کہہ رہی بی بی کہ آپ وہاں رہنا نہیں چاہتی ؟"

جاوید یہ بات کہنا نہیں چاہتا تھا مگر ڈرتے ڈرتے کہی۔

وہ کسی بھی طور پر بھا کے خلاف ورزی کر کے اسے ان کے گھر نہیں واپس لا سکتا تھا۔ وہ جگہ خطرے سے کم نہیں تھی۔ بھا نے یہ بات ضرور کہی تھی اسے اپنے گھر جانے کا دورہ ایک دن ضرور پڑے گا اور وہ واپس جانے کے لئے کوئی نہ کوئی بات ضرور کہیے گی۔ بختاور سے احتیاط بھئی۔

بختاور لب زور سے دبا کر جاوید کو تند سے دیکھنے لگی۔

"واو!! اب میں اٹینشن سیکر بن گئی۔ ٹھیک ہے ہاہا مذاق کر رہی تھی مجھے گھر جانا تھا لیکن ظاہر ہے ماما اور آپ جیسے سمجھدار ان کے میڈ مین!!! مجھے میرے پلان میں کامیاب نہیں ہونے دیں گے۔ اب میں گھر واپس جانا چاہتی ہوں کیونکہ میں اپنے پلان میں فیل ہو چکی ہوں۔"

"دیکھیں بختاور بی بی میں آپ کی فیلنگز سمجھ سکتا ہوں۔ سر بھی نہیں ہیں اور آپ اپنے گھر بھی جا نہیں سکتی دوسرا آپ کے اگزامز آنے لگے ہیں تو اس طرح کے ری ایکشن بہت نارمل ہے مگر آپ کے حکم پر میں خود پہرا دینے کے لئے تیار ہوں۔ دوسرا کیمرہ آپ کے کمرے میں بھی لگوا دیں گے اگر آپ کو اعتراض نہ ہو۔"

"اگر کمرے میں لگا دیتے تو یہ ہر کولیس کا پول کھل جاتا مگر وہ تو کسی اور کیمرے میں بھی نظر نہیں آیا کہی وہ سچ میں بھوت تو نہیں تھا۔"

وہ بڑبڑاتے خود سے بولتے ہوئے چونکی۔

"نہیں ٹھیک ہے آپ صحیح کہہ رہے ہیں۔ اب آپ مجھے گھر چھوڑ سکتے ہیں۔"

"بی بی آپ ناراض تو نہیں ہیں؟ یا آپ کو میری بات بُری لگی ہو؟" بختاور زبردستی مسکراہٹ سجاتے ہوئے اُٹھی۔

"جاوید بھائی بے فکر ہو جائیں میں ماما سے آپ کی شکائیت نہیں لگاؤں گی۔" گاش سارے کے سارے ڈرپوک نیرے !!!

....

"میں بھی آپ کے ساتھ جاوں گی۔ میں یہاں ٹھہر نہیں سکتی۔ پلیز حنان۔"

"درینہ پاگل مت بنو!! بختاور یہاں اس کو کون دیکھے گا۔" بیگ کی زپ بند کرتے ہوئے حنان اپنا پاسپورٹ نکالتے ہوئے بولا۔

"میری یہاں بہن مر رہی ہے اور آپ کو بختاور کی پڑی ہے۔ وہ بچی تھوڑی ہے کیا ہو گیا ہے آپ کو۔"

وہ روتے ہوئے تیزی سے بولی۔

"عینہ!!! بختاور صرف سکندر کی بھانجی نہیں ہے میری بھی بھانجی ہے!!! بلکہ وہ میرے لئے بیٹیوں کی طرح ہے اس لئے ہوش میں رہ کر بات کرو۔ میں اسے اکیلے نہیں چھوڑ سکتا۔"

"حنان میں نے غلط بات نہیں کی۔ اس وقت میری بہن کی زندگی خطرے میں ہے۔ مجھے اس کے پاس جانا ہے۔ پلیز ورنہ یہ گلٹ مجھے مار دے گا۔" وہ اپنے چہرے کو صاف کرتے ہوئے تھکے ہوئے لہجے میں بولی۔

"کیسا گلٹ عینہ؟" تم ویسے بھی نہیں جاسکتی۔ پلیز سمجھو میری جان۔"

وہ اس کے کندھے کو تھام کر اب کی بات نرمی سے بولا۔

"حنان جب رمشا پاکستانی پاسپورٹ کے ذریعے بڑے آرام سے وہاں جاسکتی ہے تو پھر تو میں کنیڈین نیشنل ہوں مجھے تو ویزا کی ضرورت بھی نہیں ہے۔ مجھے جانے دیں اور بختاور کی فکر مت کریں جیسے میرے کچھ دن نہ ہونے پر چاچو نے اسے سنبھالا اس بار بھی میرے چاچو بختاور کا خیال رکھیں گے۔"

"تم پاگل ہو عینہ !! تمھارے چاچو جتنے بھی اچھے ہیں تو بخت کے لئے غیر۔ میں اگر یہاں موجود ہوتا تو مان جاتا مگر ہم دونوں نہیں ہے اور اکیلے سوال پیدا نہیں ہوتا۔"

"جب آپ ڈیوٹی پر ہوتے تھے تو گھر پہ کون ہوتا تھا میرے چاچو اور بخت تب آپ کو خیال کیوں نہیں آیا اب جب میری بہن کا معاملہ آیا تو آپ کو یہ فکر لاحق ہو گئی۔" وہ بات صحیح کر رہی تھی مگر سکندر نے پاگل ہو جانا تھا ایک طرف کم مسئلے تھے کہ اسے بخت کی فکر ستاتی۔

"ہم بختاور کو ساتھ نہیں لے کر جا سکتے کیا؟۔"

"تم پاگل ہو گئی ہو عینہ ایک دو ہفتے بعد بختاور کے اگزامز ہیں۔ مجھے حداد بھائی سے بات کرنی ہو گی۔"

"آپ مت کریں میں کروں گی جس طرح آپ بات کریں گے اس طرح چاچو کو بہت بُرا لگے گا۔ اور میں آپ کو گارنٹی دیتی ہوں کہ میرے چاچو اپنی جان سے بڑھ کر بخت کی حفاظت کریں گے اس پہ ایک کھروچ نہیں آنے دیں گے۔"

حنان نے اسے دیکھا تو اپنا فون لے کر باہر آیا۔

"جمیل !! " اس نے اپنے ملازم کو پکارا۔

"جی صاحب۔" جمیل کچن سے نکل کر باہر آیا۔

"حداد صاحب کہاں ہیں؟"

"وہ تو جی باہر گئے ہوئے ہیں۔" جمیل نے عام سے لہجے میں حنان کو بتایا۔

"کتنی دیر ہوئی ہے۔"

"گھنٹہ دو گھنٹہ تو شاید ہو گیا ہے۔"

"ٹھیک ہے تم جاو۔ بختاور بی بی واپس آئی؟"

"نہیں جی"

"ٹھیک ہے۔"

حداد گاڑی سے اُتر رہا تھا جب اس نے دیکھا بروٹس کی کال تھی۔اس نے تیزی سے کال اُٹھائے۔

"کہاں تھے تم!! میں کب سے کال کر رہا تھا تمھیں۔"

"ہاں وہ زرا بزی تھا میں اچھا سُنو۔۔۔"

لیکن حداد نے اس کی بات کاٹی۔

"میں نے شاویز کا نمبر لے لیا ہے تمھیں بھیجا وہ شرینہ کا ہی کلائینٹ تھا۔"

"اوکے ابھی باقی سب کو چھوڑو تمھیں ایک کام بھیجا ہے باس نے۔"

"ایک تو میں تمھارے باس کو قتل کر دوں گا۔خود تو کچھ نہیں کرنا بس مجھ سے مفت میں کام کرواتے رہنا۔" بروٹس خاموش رہا پھر وہ سخت لہجے میں بولا۔

"مت بھولو تمھاری قیمتی چیز تمھارے باس کے پاس ہے۔"

"جانتا ہوں اور جب تک میں اپنا کام نہیں مکمل کر لیتا تم لوگ اسے مجھ کو حوالے نہیں کرو گے۔"

"دیکھو ہم نے ایک بھی کھروچ اسے نہیں آنے دی۔وہ بھی تمھارا ایمان داری سے کام کرنے پر۔اچھا سُنو ایک لڑکی ہے اس پہ تمھیں نظر رکھنی ہے۔"

"اب تم لوگ مجھے نظر باز بنانا چاہتے ہو!!! اتنا گھٹیا سمجھا ہوا ہے مجھے!!! "اب وہ غصے سے بولا۔

"بے وقوف انسان!!! نظر رکھنے کا مطلب ہے کہ اس کی ایکٹوٹیز پہ نظر رکھنی ہے اور کچھ حد تک اس کی حفاظت کرنی ہے۔"

"اور میں ایسا کیوں کروں۔"

"زیادہ سوال جواب مت کرو! ہمر جو کہا ہے وہ کرو بس یہ آخری کام ہے اس کے بعد تم سمجھو آزاد ہو۔"

"وائی تھینک یو اور یہ لڑکی کون ہے؟"

....

"کہاں سے آ رہی ہو تم؟"

بختاور لاونج میں بیٹھ کر سامنے پڑا پانی کا گلاس اُٹھا کر پینے لگی جو ابھی کچھ منٹ پہلے جمیل رکھ کر گیا تھا کہ ایک دم حداد کے سوال پر وہ رُک کر اسے دیکھنے لگی جو سینے پہ بازو لپیٹے اسے دیکھ رہا تھا۔

"واو اب چور پولیس گیم کھیلی جائے گی لیکن سوری میری ہمت ابھی اس وقت بالکل نہیں ہے لہذا آپ جا سکتے ہیں۔"

وہ پانی کا گلاس پیتے ہوئے صوفے سے ٹیک لگا چکی تھی۔

"یہ جو اتنے فضول جملے بول کر تم نے میرا اور اپنا وقت ضائع کیا ہے اس سے اچھا نہیں تھا کہ بتا دو کہ تم کہاں گئی تھی۔"

"جہنم گئی تھی کیوں آپ نے بھی وہاں جانا تھا۔"

اسے پہلے ہی غصہ چڑھا ہوا تھا حداد کی بات پر تو پارا آوٹ ہو گیا تھا۔

"تم کس شخص کے ساتھ رات کے ٹائیم باہر گئی تھی؟"

"کیوں اگلی بار آپ نے ان کے ساتھ ڈنر کرنے جانا ہے۔"

"تم الٹی پیدا ہوئی تھی کیا؟"

"ہر انسان الٹا ہی پیدا ہوتا ہے ڈاکٹر!!"

"مجھے ڈاکٹر مت کہو!! "

"کھڑوس فوجی ٹھیک ہے؟" وہ گلاس رکھتے ہوئے بولی۔

"تم اب کسی بھی غیر لڑکے کے ساتھ باہر نہیں جاوگی سمجھی!!! ورنہ مجھ سے بُرا کوئی نہیں ہو گا۔"

"آپ لگتے کیا ہے میرے اور میرا بزنس میں کسی کے ساتھ بھی جاوں اور غیر لڑکے سے کیا مراد ہے وہ شخص میرا بھائی ہے ۔"وہ اُٹھ کر تیزی سے بولی۔

"بھائی کی بہن اپنے بھائی کے گھر کیوں نہیں رہتی۔۔۔ تمھارے تو بھئی سارے رشتے دار ہیں مگر اپنے ماموں کے دوست کے گھر میں رہنے کی وجہ؟"

بختاور نے اپنے سینے پہ بازو لپیٹے کر اسے دیکھا۔

"یہ سوال میں آپ سے پوچھوں کہ بھتیجی کے سسرال میں رہنے کا کیا مقصد ہے آپ کا جبکہ آپ کی اتنی بڑی فیمیلی یہاں موجود ہے۔"

یااللہ کہاں جاوں میں۔

"داٹ از نن آف یور بزنس۔"

"بالکل ڈاکٹر میرا کوئی بزنس نہیں ہے ویسی ہی یہ آپ کا بزنس نہیں ہے۔"

"چاچو؟"

درینہ کی بات پہ حداد اور بخت دونوں مڑے۔

※※※※※※※※※※※※※※※※※

"چاچو آپ کو قسم لگے آپ نے اسے بالکل میری جگہ سمجھنا ہے پلیز۔وہ بہت معصوم ہے اسے کسی قسم کی تکلیف نہ ہو ورنہ حنان مجھ نہیں بخشے گے۔"

وہ روتے ہوے حداد کے ساتھ لگتے ہوے بولی۔

"عینہ بچے کیا ہوا ہے مجھے بتاو تو سہی۔"

"چاچو پلیز مجھ سے ابھی کچھ مت پوچھیے پلیز۔ آپ بس مجھ سے وعدہ کریں کہ بخت کی اپنی جان سے بھی زیادہ حفاظت کریں گے نا؟" حداد نے اسے علیحدہ کیا۔

"مجھے سچ سچ بتاو درینہ کیا ہوا تم اچانک حنان کے ساتھ باہر کے ملک کیوں جا رہی ہو۔"

وہ زور سے نفی میں سر ہلانے لگی۔

"اور میں آپ سے کہہ رہی ہونا چاچو میں آپ کو ابھی نہیں بتا سکتی۔" ایک دم دروازہ کھول کر بختاور اندر آئی۔ دونوں نے اسے دیکھا۔

"آپی کیا ہوا ہے۔"

"تم بغیر پوچھے کسی کی اجازت سے اندر آئی ہو۔"

حداد کو بختاور کی حرکت پسند نہیں۔ درینہ نے حداد سے کہا وہ اس سے اکیلے میں بات کرنا چاہتی ہے جس پہ بختاور ایک دم چونکی کیونکہ عینہ کی آنکھیں کافی سوجی ہوئی اور سُرخ تھیں۔ اس نے درینہ سے پوچھا بھی اس کی طبعیت ٹھیک ہے تو درینہ نے اسے تسلی دیتے ہوے اپنے چاچو کے ساتھ اوپر چل پڑی۔ بختاور سے رہا نہیں گیا تو پیچھے آئی کہ کہی ہانی ماما اور ان کی لڑائی تو نہیں ہے اور لڑائی کی وجہ اس کا وہ مذاق تو نہیں تھا۔

"چاچو!!!"

درینہ نے تنبیہ نظروں سے حداد کو دیکھا۔

"آپی آپ روکیوں رہی ہیں بتائیں مجھے ہانی ماما نے کچھ کہا ہے آپ کو؟" درینہ اس بچی کی فکر پر مسکرائی۔

"نہیں چندا انھوں نے کچھ نہیں کہا۔ بس چاچو کو ڈانٹ رہی تھی کہ میری بچی کو کچھ مت کہیے گا۔"

"آپ ڈانتے ہوے روتی ہیں۔ سچ سچ بتائیں کوئی تو بات ہے۔"

"کوئی بات نہیں ہے تم جاو!!!"

حداد اس بار بھی سختی سے کہنے میں باز نہیں آیا۔

"چاچو بھیو!!! پلیز اگر آپ ایسا کریں گے تو میرا جانا مشکل ہو جائے گا۔"

"آپ کہاں جا رہی ہیں آپی؟"

"درینہ رشیا کی ٹکٹس بک ہو گئی ہیں ہم صبح۔۔۔۔۔"

حنان جو کہتے ہوئے کمرے میں داخل ہوا تھا بخت کو دیکھ کر اس کی بولتی بند ہو گئی۔

"رشیا؟ آپ دونوں رشیا کیوں جا رہے ہیں؟"

بخت کو پتا نہیں کیوں سب کچھ ٹھیک نہیں لگ رہا تھا اس نے پھر درینہ کا چہرہ دیکھا پھر حنان کا۔ حنان بھی ٹھیک نہیں لگ رہا تھا۔

"وہ اصل میں بخت بس کچھ امر جینسی۔۔۔۔۔"

"ماما ٹھیک تو ہیں نا ہانی ماما۔"

وہ ڈرتے ڈرتے حنان سے پوچھنے لگی۔ حداد نے چونک کر بخت کو دیکھا۔ حنان کو جھٹکا لگا۔ اسے تو سکندر نے یہ کہا تھا کہ وہ باکو جا رہا ہے۔

"ہاں بخت وہ ٹھیک ہے اور باکو میں ہے۔"

"تو آپ کا چہرہ پیلا زرد کیوں ہوا ہے ماما سچ بتائیں۔ میرے ماما ٹھیک تو ہیں نا؟ انھیں کچھ ہوا تو نہیں ہے نا؟"

یا اللہ اس کے ماما کو کچھ ہوتا تھا تو اس لڑکی کے دل میں کچھ ہونے لگ جاتا تھا۔

"کون ماما؟ کیا ہے حنان؟ مجھے سمجھ نہیں آ رہی۔"

"ماما آپ بول کیوں نہیں رہے۔"

"بخت یار وہ ٹھیک ہے ہم زرا امرجینسی میں جا رہے ہیں۔وہ۔۔۔۔"

بختاور تیزی سے کمرے سے نکلی۔حنان اس کے پیچھے آیا۔

"کیا ہے یہ عینہ ؟" درینہ نے ہونقوں کی طرح حداد کو دیکھا۔

"پاگل لڑکی کیا کر رہی ہو؟وہ ٹھیک ہے تم اسے اس وقت کال نہیں کر سکتی۔"

"تو آپ بتا کیوں نہیں رہے مجھے آپ کی شکل سے لگ رہا ہے ماما۔میں بتا رہی ہوں ہانی ماما اگر میری ماں کو کچھ ہوا تو میں دُنیا کو آگ لگا دوں گی۔"اس کی آنکھیں نم ہو گئیں۔حنان نے اسے اپنے بازوں میں لیا۔

"پاگل بالکل ہی سٹوپڈ لڑکی ہو وہ ماں ہے تو میں کیا ہوں ؟میری تو کوئی پرواہ نہیں ہے۔میں اس لئے نہیں بتا سکتا تھا یار عینہ کا بھائی بیمار ہے اسے دیکھنے جا رہے ہیں۔یہ بات ہم حداد بھائی کے سامنے نہیں کر سکتے تھے۔آخر کو وہ چاچو ہیں اس کے۔ سمجھو نا یار ایک تو تم ماما کی بیٹی فوراً رضیہ سلطان بن جاتی ہو۔"بخت کے دل پر سکون ہو گیا۔

"سوری ہانی ماما تو اس لئے درینہ آپی رو رہی تھی مجھے ان کے پاس جا کر تسلی دینی ہو گی۔"

"دادی اماں چُپ کر کے کمرے میں جاو اب مجھے اندر جا کر سنبھالنا ہے سارا کام خراب کرتی ہو اور خبردار اور اس گدھے کو کال کی۔"

"میرے ماما کو گدھا تو نہ کہے آپ۔"بخت نے نروٹھے پن سے کہا۔

"بہت کچھ کہوں گا۔اچھا اب دھیان سے میری بات سُنو لڑکی۔ہم دونوں جا رہے ہیں تو تمھارے گارڈین حداد بھائی ہو گے۔انھیں تنگ مت کرنا' نہ ہی ایسی بیکار سی فرمائشِ کروانا اور tantrums تو بالکل ان پہ اپلائی مت کرنا وہ تمھارے ماما نہیں ہے۔"

"وہ میرے ماما ہو بھی نہیں سکتے ماما یہ کیا ہے اس سے اچھا آپ مجھے میرے گھر بھیج دیں۔یہ تو جلاد ہیں جلاد۔"

"بھیو بخت !! بڑے ہیں وہ تم سے۔وہ کافی اچھے ہیں بس تم اپنی حرکتوں سے باز رہنا۔"

"ایک تو میری حرکتیں ہی نظر آتی ہیں آپ سب کو اور میرے ماما ہیں جن کو میری کوئی بُرائی نہیں نظر آتی۔"حنان نے اس کے سر پہ ہلکی سی چپیٹ لگائی۔

"میری پرنسس میں بُرائی ہے بھی نہیں۔بس اوٹ پٹانگ حرکتوں سے باز رہنا۔پلیز ایک ہفتے کی بات ہے۔"

"بس ایک ہفتے کی بات ہے چاچو پلیز! "

"اچھا موشینل لڑکی رومت ایک تو دوست بیمار ہے اور حالت محترمہ اپنی بگاڑ رہی ہے۔اتنا بھی کیا۔"

"آپ کو نہیں پتا چاچو۔وہ میرے دل کے بہت قریب ہے آپ کے دوست نہیں ہے نا اس لئے آپ سمجھ نہیں سکتے۔"اس نے اپنی انگھوٹی کو چھیڑتے ہوئے گلوگیر لہجے میں کہا۔

"ہاں میں تو ہوں ہی پتھر دل آدمی کسی کے جذبات سمجھ نہیں سکتا۔" اس کے کہنے پر درینہ شرمندہ ہوئی۔

"میری بات کا یہ مطلب نہیں تھا۔"

"اب جو بھی مطلب تھا آپ نے کہہ تو دیا۔"

"سوری چاچو۔"اس نے اپنے بال کانوں کے پیچھے کرتے ہوئے کہا۔

"خیر درینہ یہ زمہ داری بہت بھاری ہے مگر مشکل نہیں تمھارے لئے میں نے زندگی میں کچھ نہیں کیا اتنا تو کر سکتا ہوں۔ بس ایک سپویلٹ براٹ کو ڈیل کرنا ہے کر لیں گے۔"

"چاچو!! آپ ایسے کیوں کرتے ہیں وہ بچی ہے اور ٹینیجر ایسے ہی ہوتے ہیں۔"

"ٹینیجر جذباتی ہوتے ہیں مگر یہ میڈم اینڈ لیول کی چڑیل ہے خیر تمھارے لئے میں اپنی زبان کو بھی کنٹرول کر لوں گا خوش دلی سے اور اچھے سے بھی ڈیل کر لوں گا۔"

"غصہ بالکل نہیں کریں گے۔"

"تم لسٹ بنا لو۔۔"

حداد بگڑ گیا۔

"اچھا اچھا اب غصہ تو مت ہوئے۔ بس مجھے تسلی ہو گئی وانس اگین تھینک یو چاچو۔"

"مجھے تھینک یو مت کہو عینہ میں اس قابل نہیں ہوں۔"

اس کی عجیب بات پر درینہ نے اسے الجھ کر دیکھا۔

....

"نہیں!!"

عامر نے پھر شوٹ کیا۔

"شیر و!!" صوفیا چلانا چاہتی تھی مگر وہ کچھ کہہ نہیں سکی سیدھا دل پہ ہاتھ رکھ کر اس نے اپنی دھندلی آنکھوں سے کسی کو اس کا نام چلاتے ہوئے اور اس کے پاس آتے ہوئے دیکھا پھر اسے مزید گولیوں کی آوازیں آئیں۔

"شیر و!!! بھاگ جاو۔" وہ کہنا چاہتی تھی مگر اس کی جان آہستہ آہستہ نکلتی جا رہی تھی۔ شیرِ داد و صوفی کی باڈی کی طرف بڑھنے لگا کہ عامر نے اسے شوٹ کیا مگر وہ بچ گیا تھا۔ وہ دوسری بار اٹیک کرنا چاہتا تھا مگر اس کی گولیاں ختم ہو گئی تھی۔

شیرِ داود نے عامر کے بجائے دوبارہ اپنی بہن کو دیکھا۔ جو خون میں لت پت ہو چکی تھی۔ اس کے ساتھ دوسری بار زیادتی ہوئی تھی اور دوسری بار بھی وہ کچھ کر نہیں سکا تھا۔ وہ ایک دم جھک کر صوفی کو اُٹھانے لگا مگر اس کا وجود اسے بہت بھاری محسوس ہو رہا تھا۔

"صوفی میں تمھیں کچھ نہیں ہونے دوں گا۔ صوفی آواز آ رہی ہے نا تمھیں۔"

عامر نے جب صوفی کی کھلی ساکت آنکھیں دیکھا تو گن اس کے ہاتھوں سے چھوٹ گئی اور وہ خوف سے بنا سوچے سمجھے تیزی سے پیچھے بھاگا۔ بختاور ایک دم بے ہوش ہو گئی تھی۔

"صوفی!! میں تمھیں۔۔۔"

شیر و نے پہلے اس کی آنکھیں نہیں دیکھی تھی آنکھیں دیکھتا تو روتے ہوئے اتنا بھی بول نہ پاتا۔اب جب دیکھ رہا تھا تو اس کا پورا وجود برف کی طرح ٹھنڈا ہو چکا تھا۔صوفی کو جو اُٹھانے والے بازوں تھے وہ ایک دم ڈھیلے پڑ گئے تھے۔

"تمھیں اپنی بہن کو مار دینا چاہیے شیر و تمھیں وہ سوچیں وہ واقعے ہانٹ نہیں کرتے۔ تمھیں وحشت نہیں ہوتی!! تمھیں نیند آتی ہے؟مار کیوں نہیں دیتے شیر و مجھے۔شیر و مجھے اس عذاب سے نکالو!!! میں عامر کے ہاتھوں مرنا نہیں چاہتی۔میں بے وفائی کا داغ اپنے ماتھے پہ لگا کر نہیں مرنا چاہتی۔شیر و سُن رہے ہو۔۔۔۔"

"شیر و!!! "

"شیر و!!! "

کسی نے اسے جھنجھوڑا۔

"شیر و!!" اب کسی نے باقاعدہ اسے کھینچا تو وہ ہوش کی دُنیا میں آیا لیکن اسے کچھ دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ کسی نے اسے بازوں میں لیتے ہوئے زور سے بھینچ لیا تھا۔یہ بازوں بڑے جانے پہچانے سے تھے مگر سمجھ نہیں آرہے تھے کس کے تھے۔

"کچھ نہیں ہو گا شیر و یہ تمھیں کبھی چھوڑ کر نہیں جائے گی۔" دھندلا پن آہستہ آہستہ کسی کی تسلی دینے پر کم ہوتا جا رہا تھا۔وہ جو خود کو اندھیرے میں پا رہا تھا آہستہ آہستہ روشنی اس کی آنکھوں میں پڑ رہی تھی جو ایک وقت میں بھلی بھی لگ رہی تھی اور چُبھ بھی رہی تھی۔

"بڑی کچھ نہیں ہو گا یہ بالکل تمھیں اکیلا نہیں چھوڑے گی۔یہ صوفی اور تمھاری امی کی طرح نہیں ہے۔یہ بہت مضبوط بہادر لڑکی ہے۔یہ رے تمھاری رے آف سن شائین!!! "

آواز تو بڑے اپنے کی تھی۔سکندر نے اسے الگ کیا تو دیکھا تو وہ شخص جو اسے گلے لگائے تسلی دے رہا تھا وہ اور کوئی نہیں حنان تھا۔

"بڑی؟"

اس نے الجھ کر حنان کو دیکھا پھر ارد گرد کے ماحول کو۔

"تم ٹھیک ہو؟ شیر و؟"

"رے؟ رے کہاں ہیں؟"

اس نے گھبراہٹ سے اِدھر اُدھر دیکھا تو حنان نے اس کے کندھے تھام کر اسے ہلکہ سا جھنجھوڑا۔

"ریلیکس وہ تمھارے پاس ہے دیکھو!!"

سکندر نے ہلکہ سا گردن گھمائی تو اس کے دل میں سکون کی لہر دوڑی مگر آکسیجن ماسک اس کے چہرے پہ دیکھ کر اس کے دل کو کچھ ہوا۔

"یہ ٹھیک تو ہیں نا ڈاکٹر نے ڈر گز نکال لیے؟ کیا فیونا؟ فیونا!!!! " سکندر تیز لہجے میں بولا۔

"نکال لیا مگر ابھی کچھ کہہ نہیں سکتے جب تک رمشا کو ہوش نہیں آ جاتا۔ تم باہر چلو حالت دیکھ رہے ہو اپنی ایسا لگ رہا ہے کہ عنقریب مرنے والے ہو۔ لوگ کیا کہے گے یہ ہے ہمارا کاپو"

"بھاڑ میں گیا کاپو!! یہاں مر رہا ہوں اور میں دیکھتا رہوں لوگ کیا سوچے گے۔ مجھے کہی نہیں جانا۔"

اس کی آواز میں نمی بھی تھی' وحشت بھی' ڈر بھی تھا اور درد بھی۔ حنان نے تھکی ہوئی سانس خراج کی۔

"دیکھو یار دو دن سے اس کے ساتھ چپکے ہو۔ انھیں صحیح طرح سے چیک کرنے دو۔"

"ہاں تا کہ وہ مار دے۔ ابھی بھی جو تھوڑی بہت سانس لے رہی ہے وہ بھی نہ لے۔" وہ ہاتھ جھٹکتے ہوے تلخی سی چیخا۔

"داود کچھ نہیں ہو گا میں ہوں نا۔ درینہ بھی آئی ہے چلو میرے ساتھ۔ فیونا نے بتایا کہ تم نے دو دن سے کچھ نہیں کھایا۔"

"مر نہیں جاوں گا میں۔ ابھی تو تقدیر نے مزید بدلے لینے ہیں مجھ سے۔ اگر اسے کچھ ہوا حنان تو میں مر جاوں گا۔"

"نہیں ہوگا اسے کچھ بھی اور کبھی سوچا ہے کہ تمھیں کچھ ہو جائے گا تو میرا کیا ہوگا؟؟ بختاور کا کیا ہوگا؟ جانتے ہو میرے یہاں آنے سے پہلے وہ سمجھتی رہی کہ تمھیں کچھ ہوا ہے!!! پتا ہے کیا کہتی ہے میری ماں کو کچھ ہوا تو آگ لگا دے گی اور یہاں بخت کی ماں جان لینے کی کوشش کر رہی ہے کیا منہ دکھاؤں گا اسے میں بولو!!! سب سے بڑھ کر اس لڑکی کو کیا منہ دکھاؤں گا وہ تو ٹھیک ہو جائے گی لیکن تم ختم ہو جاوگے اس طرح۔"

"کوئی ختم ہوے نہ ہوے وہ شخص ضرور ختم ہوگا۔اس آدمی کو موت جتنی تکلیف دوں گا مگر موت نہیں دوں گا۔"

"بعد میں ڈائیلوگ بازی کرنا اُٹھو فریش ہو اور کچھ کھانے چلتے ہیں۔ رے کے ساتھ دُرے ہوگی۔"

"درے؟ درینہ؟ وہ کیا کر رہی ہیں یہاں اور بختاور؟ اسے کہاں چھوڑا ہے۔"

"میرے ساتھ آئی ہے رمشا کی خبر اسے ہوگئی تھی۔۔اب چلوگے۔"اس نے تیزی سے چھوٹی بات کرتے ہوے سکندر کا ہاتھ کھینچا۔ سکندر نے اپنا ہاتھ جھٹکا۔

"مجھے کہی نہیں جانا۔"

"میں قسم ہے شیرو تمھیں اُٹھالوں گا۔ میں نے لحاظ نہیں کرنا۔" سکندر نے رمشا کو دیکھا اس کی ابھی تک آنکھیں بند تھیں۔ وہ اس کی طرف متوجہ ہوا۔

"دو دن بات نہ کرنے کا کہا تھا۔ یہ آنکھ بند کرنے کی کیا تک ہے۔ اُٹھ جاو رے ورنہ میں بہت بُری طرح ٹراميل کروں گا تمھیں۔"

کوئی رد عمل نہیں۔ سکندر نے لب سختی سے دبا لئے۔ اسے کچھ کرنا تھا۔ اسے کسی بھی طور پر اس کو ختم کرنے والے لوگوں تک پہنچنا تھا۔ وہ بھاگ جائے گے ہاں وہ اس کی کمزور حالت کا فائدہ اُٹھا کر یہاں س غائب ہو جائے گے لیکن وہ ایسا نہیں ہونے دے گا۔ سختی سے مٹھیاں بھینچے وہ بنا سوچے سمجھے اُٹھا۔

"کہاں جا رہے ہو؟"

حنان ایک دم چوکس ہو گیا۔

Deal with some bloody worms !!!

اس کے کرخت لہجے پر حنان سمجھ گیا وہ کیا کرنے والا ہے۔

....

شاور سے فارغ ہو کر وہ تیار ہو رہا تھا کہ حنان بنا ناک کیے اندر داخل ہو گیا۔ سکندر شرٹ کے بٹن بند کرتے ہوئے اسے سرد نظروں سے دیکھنے لگا مگر کہا کچھ نہیں۔

"دیکھو شیر و! میری بات سُن یہ جو تمھاری چہرے پہ سنسٹر لک ہے۔ یہ مجھے اچھی علامت نہیں دے رہی۔ دیکھو اسے پیسے دیے گئے ہیں ٹارچر کرنے۔" سکندر نے پرفیوم کی شیشی اُٹھائی اور حنان پہ پھینکی حنان ایک دم تیزی سے سائڈ پہ ہوا اور بوتل سیدھا نیچے گر کر ٹوٹ گئیں۔ پورا کمرہ سکندر کی خوشبو سے رچ بس سا گیا تھا۔

"اس انسان نے میری بیوی کو ہاتھ لگایا تھا' چھونے کا انداز دیکھا تھا تم نے!!!! اگر اسے جلدی نہ ہوتی' اگر میں کمرے میں موجود نہ ہوتا تو وہ کیا کر سکتا تھا اس کے ساتھ جانتے بھی ہو؟ داٹ باسٹر ڈڑ گڈمائی وائف!!! " سکندر دھاڑ کر اپنے بالوں میں ہاتھ پھیرنے لگا۔

حنان نے سر تیزی سے ہلایا۔

"مجھے پتا ہے سکندر اس کی موت تمھارے ہاتھوں لکھی ہے مگر میں کہہ رہا تھا مارنے سے پہلے یہ بات عقل میں ضرور بیٹھانا کہ اس سے پوچھ لینا کہ اس کے پیچھے کس کا ہاتھ تھا۔ اپنے غصے میں اتنا پاگل مت ہو جانا کہ۔۔۔۔"

سکندر نے اس کی بات کاٹی۔

"بچہ نہیں ہوں میں! یہ بھا تمھارے سٹوپڈ مشوروں پہ نہیں بنا یہ کاپو تمھارے نقشِ قدم پہ چلتے ہوئے نہیں بنا!!! جانتا ہوں کیسے بات اگلوائی جاتی ہے۔"

"پلیز صوفی کے قاتلوں والا حال مت کرنا یہ رشیا ہے۔ تمھارے بھلے کی بات کر رہا ہوں۔"

سکندر ہنسا۔ اس کی ہنسی میں تمسخر اور زہر بھرا ہوا تھا۔

"مطلب اس کا دل نکال کر لوگوں کو نہ دکھاؤں؟ مطلب اس کی گردن اُڑا کر اپنی دہشت نہ یاد کرواوں۔۔۔ مطلب کے اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے کتوں کو نہ کھلواؤں۔ یہی کہہ رہے ہو نا تم!!! تو سُنو میں نے جب رشیا کے مافیا کے سامنے چھوٹی سی عمر میں صوفی کے ریپسٹ کا یہ حال کیا تھا تو رشیا میں ہو کر ایک کاپو کی حیثیت سے اپنی بیوی پہ حملے کرنے والے کو ہار پہناوں؟ (وہ ہنسا) اگر تمھاری یہی سوچ ہے حنان تو آپ پاکستان واپس چلیں جائیں۔ اس ملک کے مافیا نے مجھے اسے لئے چُنا کیونکہ جب بات ٹارچر کی آتی ہے تو میں ڈیول بن جاتا ہوں۔"

....

سکندر اندر کمرے میں داخل ہوا تھا۔ حنان اس کے پیچھے آیا تھا۔

اس کے بندوں کو جیسے ہی وہ شخص ملا جس نے رمشا کو ڈر گزدیے تھے۔ سکندر کے اندر کا بیسٹ جاگ گیا تھا اور معصوم' صاف اور نرم دل رہے کا سکندر سو گیا تھا۔ حنان کے ساتھ عینہ بھی آئی تھی اور عینہ رمشا کے پاس تھی۔ رمشا کی حالت ابھی بھی خطرے سے باہر نہیں آئی تھی جب تک اسے ہوش نہیں آ جاتا تب تک وہ کچھ نہیں کہہ سکتے تھے۔ حنان سکندر کو اکثر وائلنس سے روکا کرتا تھا لیکن اس بار تو حد ہی ہو گئی تھی۔ بیچاری رمشا کو نشانہ بنایا گیا تھا۔

پینٹ کی جیبوں میں ہاتھ ڈالے وہ آہستہ آہستہ اپنے شکار کے قریب آیا۔ اس کی آنکھوں میں زہریلا سا تاثر تھا۔ ہونٹوں پہ تمسخر سی بھری مسکان۔ اس کا پسیندہ کام مارنا تھا لیکن اس کا پسیندہ شغل ٹارچر بھی کرنا تھا۔ وہ نہ ہیرو تھا' نہ ہی مسیحا وہ تو بس ڈیول تھا' ڈیمن تھا۔

کُرسی گھسیٹ کر بیٹھتے ہوئے اس نے اپنے شکار کو دیکھا۔ ٹانگ پہ ٹانگ رکھے وہ اپنی داڑھی پہ ہاتھ پھیرنے لگا۔ وہ پر سکون دکھائی دے رہا تھا لیکن اندر جو آگ بڑھکی ہوئی تھی۔ جس عذاب سے وہ گزر رہا تھا اس کا وہ خود کوئی نام نہیں دے سکتا تھا

۔

"میرے ہتھیار لانا بچوں۔"

سامنے ایک چھوٹا سا ٹیبل رکھا گیا۔ جس میں کٹر' ٹیوسٹڈ بلیڈ' سمپل چھری' بال سٹک نائیف' براس نکلس موجود تھا۔

اس بندے کے پہلے سے ہی حالت بگڑی ہوئی تھی اب تو تباہی سکندر کرنے والا تھا۔

"سب سے پہلے کیا کریں۔ ہمم تمھاری آنکھیں نکالوں؟ یا تمھارے ایک ایک انگلیاں تمھارے ہاتھوں سے جدا کروں؟ یا پھر تمھارے پیروں کے ناخن اکھاڑ کے رکھ دوں؟ یا تمھاری یہ زبان کھینچ کے تمھارے ہاتھوں میں دے دوں بتاؤ چوائس تم پر چھوڑ رہا ہوں۔"

جب سے اس نے سی سی ٹی وی کیمرہ میں اس کو بندے کو رمشا کو ڈرگ کرتے ہوئے اور اسے کو ہاتھ لگاتے ہوئے دیکھا تھا' اس کی ہوس بھری نگاہوں نے سکندر کو وحشی بنے پہ مجبور کر دیا بس وہ اتنا خوف پھیلا دے گا اتنی دہشت کہ کوئی کسی عورت کے دیکھنے پر بھی ہزار بار سوچے گا۔

"میرے خیال سے انگلیاں کاٹتا ہوں تم تو بولو گے نہیں۔"

ڈیول ہنس پڑا تھا۔ اب شو ٹائیم تھا۔

"ام بات سُنیں؟" حداد جو کافی کا سپ لے کر کتاب پڑھنے میں مصروف تھا ایک دم بختاور کی آواز پہ مڑا۔

"جی کہیے۔"

حسب معمول حداد کا لہجہ نرم تھا۔

"اگر میں آپ کو کچھ بتاوں تو آپ میری بات کا یقین کریں گے۔"

حداد ایک دم چونکہ مڑ کر اس لڑکی کو سر تا پا دیکھا وہ نیلی شلوار اور گرین چھوٹی قمیض میں ملبوس نیلا رنگ کا دوپٹہ پہنے۔ فرنچ چوٹی کے ساتھ معصوم مگر گہرے کشمکش میں لگ رہی تھی۔

"ویسے میں چڑیلوں کی بات پر یقین نہیں کرتا مگر کہیے میں سُن رہا ہوں۔"

بختاور نے اسے گھورا۔ دل کیا سامنے پڑا لیمپ اس کے سر پہ پھوڑ دے۔ غریبوں کا جیسن مومونہ ہو تو۔

"مجھے لگتا ہے کہ کوئی مجھے جان سے مارنا چاہتا ہے۔"

حداد ایک دم رُک گیا پھر ہنستے ہوے بولا۔

"وہ کون کون نہیں چاہتا۔"

"یہ مذاق کی بات نہیں ہے حداد آئی مین حداد سر۔" بختاور اس کے سامنے والی کُرسی پہ بیٹھتے ہوے بولی۔

"واقعی میں یہ تو بہت سریس معاملہ ہے خیر بتاو کیا کھاؤ گی لڑکی آخر کو میری بھتیجی نے قسم دی ہے کہ تمھارا خیال رکھنا ہے۔" بختاور نے ہر کولیس کا دیا ہوا پینڈینٹ حداد کے سامنے کیا۔ حداد اسے پینڈینٹ کو دیکھا پھر بخت کو پھر اس نے گلا کنکھار کر کہا۔

"یہ کیا ہے؟"

"آپ زرا اس پینڈنٹ کو دیکھ سکتے ہیں؟ کہی اس میں تو کچھ نہیں ہے نا؟"

"سمپل سے پینڈنٹ ہے کیا ہونا ہے اس میں۔"

حداد بڑے عام سے لہجے میں بولا۔

"نہیں یہ عام سا ہو نہیں سکتا کبھی ایر رنگز' تو کبھی پینڈنٹ۔ ایر رنگز نہیں ہے میرے پاس ورنہ وہ بھی آپ کو دکھاتی۔ آپ پلیز اسے چیک کیجیے۔"

وہ اتنی نرمی اور سنجیدگی سے بولی کہ ایک لمحے کے لئے حداد اس کے چہرے میں کھو سا گیا۔

اس کی کالی لٹے بار بار اس کے گال کے گرد چکر کاٹ رہی تھی۔ جو کہ حداد کو بڑی الجھن دے رہی تھی۔

"سر؟ پلیز میں آپ کو اور بھی بہت کچھ دکھاوں گی پہلے اسے تو دیکھیے۔"

بختاور کی آواز پہ حداد چونکہ۔

"ہاں دو۔" واٹ ؟اب تم بچی سے نرمی سے بات کروگے حداد۔دماغ نے بڑے غصے سے اسے کہا۔

"یہ دیکھیے یہ پینڈنٹ دیکھنے میں بڑا سمپل سا مگر مجھے پتا نہیں کیوں ایسا لگتا ہے جیسے اس میں مائیکروفون یا کیمرہ سا ہے؟"

"اتنے سے پینڈنٹ میں بھلا کیا ہوگا۔"

"نہیں میں یہ ولیمہ میں پہن کر گئی تھی اسی نے اس کے زریعے دیکھا ہوگا انھیں۔"

وہ سوچتے ہوئے حداد کو دیکھ کر بولی۔

"کس کے ولیمے میں؟ کس کو دیکھا؟"

"آپ پہلے دیکھ کر تو بتائیں۔"

"آپ نے دو آنکھیں والے بندے کو چھوڑ کر ایک آنکھ والے بندے کو یہ اتنا بھاری کام کیوں سونپا۔"

وہ طنز کرنے سے باز نہیں آیا۔

"کیونکہ اس گھر میں اس وقت آپ موجود ہے اور ماما نے میری ذمہ داری آپ کو سونپی ہے۔آپ کو بہت شوق تھا ہیرو بنے گا تو سوچا ٹیسٹ کرلوں۔"

"یہ مذاق تھا؟مجھے ٹیسٹ کرنے کا۔" حداد نے پینڈنٹ کو انگلی کی پوروں سے چھیڑتے ہوئے تند سے کہا۔

"دیکھیں جیسے میڈیکل کا ٹیسٹ ہوتا ہے' جیسے سی ایس ایس کے امتحان ہوتے ہیں' جیسے آئی ایس آئی میں جانے کے لئے ٹیسٹ پاس کرنا ہوتا ہے۔اسی طرح ایک اچھے گارڈین کا ٹیسٹ پاس کرنا ہوگا آپ کو اور پہلا لیول ہی ٹرسٹ کا آتا ہے۔کیا مجھ پہ بھروسہ کرتے بھی ہے کہ نہیں۔کل کے واقعے کو دیکھا جائے تو بالکل نہیں کرتے شاید آپی کی بات پر آپ میں تبدیلی آگئی ہو۔" حداد اس کی بات پر اسے دیکھتا رہ گیا پھر سنبھل کر بیزاری سے بولا۔

"کچھ بھی نہیں ہے اس میں وہم ہے آپ کا۔"

دوسری انگلی نیچے گری اور بندے کی دلخراش چیخ کمرے میں گونج اُٹھی۔

"بتاؤ مجھے کسی نے میری بیوی پر حملہ کروایا۔"

اب وہ کٹر تیسری انگلی پہ لا رہا تھا۔

"۔کِک کسی۔۔۔۔۔۔ نے۔۔۔۔ بھی۔۔۔۔۔ نہیں۔۔۔۔۔ کروایا۔۔۔۔۔" وہ درد سے چلایا۔

سکندر نے اس کے جبڑے پہ زور سے مکا مارا اور اس کا جبڑا پکڑ کر غرایا۔

"نہیں نہیں تم جیسے کمینے پیسے کے بغیر سانس نہیں لیتے تو کسی کو ڈرگ دینا تو دور کی بات وہ بھی کاپو کی بیوی۔۔۔ بتاؤ کتنے پیسے دیے اس نے۔۔۔"

وہ کٹر پہ ہلکہ سا دباؤ ڈالنے لگا۔

"بولو!!! ورنہ تیسری انگلی کو تڑپا تڑپا کر تمھارے ہاتھوں سے جدا کروں گا۔" جب اس نے کوئی جواب نہیں دیا تو سکندر کو یہ کام کرنا پڑا۔ حنان نے اپنی آنکھیں بند کر لیں۔ یہ آدمی زرا بھی گھبراتا نہیں تھا کیا۔ شیرو کو جب بھی کسی کو ٹارچر کرتے ہوئے دیکھتا تھا تو پتا نہیں کیوں اپنے دوست کے لئے اس کا دل دکھتا تھا کیا تھا کیا سے کیا دُنیا نے اسے بنا ڈالا۔

وہ بندہ چیخ رہا تھا۔ اسے کہہ رہا تھا چھوڑ دو مگر سکندر نے ٹھان لیا تھا کہ وہ اسے بالکل نہیں بخشے گا۔

حنان کو عینہ کا واٹس ایپ مسیج آیا۔ کھول کر چیک کیا تو پڑھتے ہوئے زور سے چیخا۔

"شیرو!!! رے کو ہوش آ گیا۔"

سکندر جو اس کی تیسری انگلی کو جدا کر کے پیچھے ہوا تھا ایک دم حنان کی بات پر اس کے اندر کا بھیڑیا کہی سو گیا تھا اور رے کا سکندر جاگ اُٹھا تھا۔

"آرام سے پانی چاہیے؟"

رمشا نے نفی میں سر ہلایا۔ اس نے ایس کا سائن بنا کر سکندر کے بارے میں پوچھا۔

"کسی کام سے گئے ہوں آتے ہو گے۔"

کہی ٹرامپل کرنے تو نہیں گیا؟

"کیا؟" درینہ نے نا سمجھی سے رمشا کو دیکھا۔

رمشا نے مکے تان کر اسے دکھایا۔

"مطلب تم کہہ رہی ہو سکندر بھائی کسی کی کٹائی کرنے گئے ہیں؟"

رمشا نے سر اثبات میں ہلایا۔

"نہیں یار بس چینج کرنے گئے ہیں حالت بہت بُری کر لی تھی انھوں نے۔" رمشا کے دل کو کچھ ہوا۔ وہ جانتی تھی کہ وہ آدمی کتنا پاگل ہے پتا نہیں کیا حشر کیا ہو گا۔

کال کرو حنان بھائی کو۔

"ابھی آجائے گے یار۔۔۔۔"

وہ آگے سے کچھ کہنے والی تھی کہ دروازہ دھاڑ سے کھولا اور کوئی تیز فورس سے اندر آیا اور رمشا پہ حملہ کیا۔

"آرام سے سکندر بھائی!!! "

درینہ توڈر کے سینے پہ ہاتھ رکھتے ہوئے پیچھے ہوئی۔ رمشا بھی اس حملے کے لئے تیار نہیں تھی۔

اسے اپنے ساتھ لگاتے ہوئے زور سے بھینچ چکا تھا۔ عینہ کا منہ کھلا کا کھلا رہ گیا جبکہ حنان جو اندر آیا تھا وہ اس پاگل اور دیوانے کو دیکھ کر تاسف سے سر ہلاتے ہوئے ہنس پڑا۔ یہ نہیں بدلے گا۔

"اللہ کا شکر!!! تھینک یو سوچ اللہ آپ نے مجھے میری زندگی واپس لوٹا دی۔" آنکھیں زور سے بند کر کے کہتے ہوئے اس نے رمشا کا سر بار بار چوما۔

ڈیجاوسی فیلنگ ایک بار پھر گزری تھی جب رمشانے اپنی زبان کھولی تواور سکندر اس کے کندھے پہ سر رکھ کر رو یا تھا۔ آج کچھ ویسا ہی لگ رہا تھا لیکن اس وقت سکندر رو نہیں رہا تھا بلکہ خوش تھا' خوشی سے تو باقائدہ اس کا جسم کانپ بھی رہا تھا ۔اس کی رے واپس آگئی۔اللہ تعالی نے اس کو امتحان میں نہیں ڈالا جو وہ برداشت نہ کر سکتا۔

"درے!! میرے ساتھ باہر آنا۔"

اسے پتا تھا سکندر ان دونوں کے سامنے بھی لحاظ نہیں کرے گا اس لیے درینہ کو باہر آنے کو کہا۔درینہ کے چہرے پہ گہری شرارتی مسکراہٹ تھی' چہرہ بھی سُرخ ہو چکا تھا۔

سکندر نے اسے الگ کیا اور اس کے گال تھام کر خود کو یقین دلایا کہ اس کی رے زندہ صحیح سلامت موجود ہے۔بے قابو دل سے اس نے رمشا پر محبتوں کی بارش کرنا شروع کردی۔

••••••••••••••••••••••••••••••••••••

"ہرکولیس؟ یہ نام تھا اس کا۔" حداد بڑے مزے سے سُنتے ہوئے کتاب رکھتے ہوئے بولا۔یہ لڑکی کچھ تو تھی۔اس کی باتیں ہنسانے پہ مجبور کر دیتی تھی۔

"جی وہ پتا نہیں کیسے میرے کمرے میں گھس آتا ہے اور غائب بھی ہو جاتا ہے۔میں نے اسے پہ اٹیک بھی کیا مگر وہ بیسٹ تھا شاید آپ کی طرح لگتا تھا۔"

"اچھا تو بعد میں آپ کہیے گی کہ میں ہی ہرکولیس ہوں۔"

"ویسے ٹیکنیکلی دیکھا جائے تو آپ بھی ہو سکتی ہیں مگر میں سوچ میں پڑ جاتی کہ آپ بُرے ہیں مگر اتنے بُرے بھی نہیں۔"

"بہت شکریہ کیا میں اسے اپنی تعریف سمجھوں یا بد تعریفی۔" حداد گال پہ ہاتھ رکھتے ہوئے اس کے معصوم چہرے کو دیکھتے ہوئے بولا۔

"جو بھی سمجھے اچھامیں کہہ رہی تھی اسے میری ممانی کا نمبر چاہیے تھا وہ پتانہیں میری ممانی سے کیوں بات کرنا چاہتا ہے حالانکہ میری ممانی نہیں ہے۔"

"کیوں تمھارے اتنے ماموں ہیں تو ممانی نہیں ہو سکتی۔" وہ اپنے داڑھی کھجاتے ہوئے اسے دیکھ کر دلچسپی سے بولا۔

"درینہ ممانی ہیں صرف۔یہ بھی ہو سکتا ہے کہ کوئی درینہ ممانی کے پیچھے پڑا ہو۔"

اب حداد چونک پڑا۔

"ہاں دیکھیں ناجب وہ ہمارے گھر میں آسکتا ہے' مجھے دھمکی دے رہا ہے' میرے پر آٹیک کر رہا ہے تو اصل مسئلہ تو اس گھر سے ہے۔اس گھر کے رہنے والوں سے پہلا ٹارگٹ میں تھی اور اب درینہ ممانی۔"

"تمھیں ایسا کیوں لگتا۔"

"یہ کاغذ دیکھ لیجیے اس میں وہ میری ممانی کا نمبر مانگ رہا ہے۔"

بختاور نے اپنی بند مٹھی کو کھول کر اسے کاغذ دکھایا۔حداد نے سیدھا ہو کر اس سے کاغذ لیا اور کاغذ کو دیکھا جس میں لال مارکر سے لکھا تھا کہ اس میں اپنی ممانی کا نمبر لکھو۔رائیٹنگ کافی عجیب تھی۔مطلب ڈراونا سا تاثر دیا تھا۔

"یہ تمھیں کہاں سے ملا؟"

"سائڈ ٹیبل پر۔دیکھیں مجھے اب ڈر لگنے لگا اس گھر میں آپ کے علاوہ کوئی نہیں اور میں چاہتی ہوں کہ کوئی بھی بڑا نقصان ہو تو یہ بات آپ کے علم میں ہو۔"

"میرے علم میں کیوں؟"

"کیونکہ میری زمہ داری آپ پر ہے اور کچھ بھی ہوتا ہے تو دُنیا آپ کو بلیم کرے گی میں نہیں چاہتی کہ کوئی آپ پر الزام لگائے۔آپ غصے والے ضرور ہیں مگر بُرے نہیں اور کسی معصوم کے ساتھ بُرا ہوئے مجھے اچھا نہیں لگتا۔"

حداد کا دل رُک سا گیا۔(میں نہیں چاہتی کوئی آپ پر الزام لگائے)۔

"کوئی جواب دیا اس نے؟"

"بیلٹوں سے اس کی چمڑی اُدھیڑ دو!! اور آج کے آج پتا لگاؤ کہ اس کے پیچھے کس کا ہاتھ تھا۔"

حنان چلتا ہوا اس کے پاس آیا جو ہوٹل کے ٹیرس پہ کھڑا اپنے ورکر سے بات کر رہا تھا۔ اس نے وہی کھڑے کھڑے سگریٹ سلگائی۔ سکندر نے اسے کن آنکھیوں سے دیکھا پھر ریلنگ کو ایک ہاتھ سے تھامے بولا۔

"اب کیا کہہ رہا ہے؟" پھر اس نے گہرا سانس لیا۔

"ٹھیک ہے میں شام کے ٹائیم آؤں گا۔"

فون رکھ کر اس نے حنان کو دیکھا اور اس کی انگلیوں میں دبی سگریٹ لے کر خود کش لینے لگا۔

"بس ہر چیز میرے سے چھیننا تم!!"

حنان نے دانت پیستے ہوئے سکندر کو دیکھا جو نیچے شہر کو دیکھتے ہوئے ایک دم سوچ میں گُم ہو گیا تھا۔

"تمھارا نام نہ مجھے دیوداس رکھنا چاہیے تھا۔ بیوی زندہ بچ کے بھی آ گئی' ٹھیک بھی ہو گئی الحمداللہ مگر تم ابھی تک اُداس دکھ رہے ہو۔"

سکندر نے اسے دیکھا پھر سگریٹ کا گہرا کاش لیتے ہوئے بولا۔

"میں کوئی اُداس نہیں ہوں بس اندر کی آگ ہے جو تب تک نہیں بجھے گی جب تک میں رے کے حملہ کرنے والے کا کام تمام نہ کر دوں۔ میری وجہ سے حنان میری وجہ سے رمشا کو تکلیف پہنچی!!! وہ جس تکلیف سے بچ کر بالکل ٹھیک ہونے والی تھی کہ دوسری عذاب میں مبتلا ہو گئی اب جو دوائیاں اسے انفیکشن نہ ہونے کے لئے لینی تھی اس کے ساتھ وہ اب دل اور گردے کی لے گی!!! "اس نے سگریٹ زمین پہ پھینکتے ہوئے جوتے سے مسلتے ہوئے کہا۔ حنان نے اپنی آنکھیں گھمائیں اور ایک بار پھر جیب سے سگریٹ نکال کر اپنے لئے سلگائی۔

"میں توبکواس کرچکا تھا کہ اس کا علاج کہی اور کروادے۔ رشیا میں تم دونوں پھنسو گے۔ کم دشمن نہیں ہے سکندر تمھارے یہاں پر۔ پاکستان میں پھر تم بچ جاتے تھے۔ یہاں تو ہر منٹ پہ کسی نہ کسی انسان کی موت لکھی ہوتی ہے مگر تم ہوا پنے مرضی کے مالک اب بھگتو! "

"بھگت ہی رہا ہوں خیر درینہ بھابی کیا کر رہی ہیں؟"

"سو رہی ہے جب سے آئی سوئی ہی نہیں اب طبیعت خراب ہو رہی تھی تو میں نے زبردستی اسے لٹایا ورنہ ابھی بھی کہہ رہی تھی کہ رمشا پاس ہی بیٹھنا ہے۔ میں نے کہا بھی رے صاحبہ نے تو ٹھیک ہو جانا ہے تمھارا نا علاج کروانا پڑ جائے اور بھا کی طرح میرے پاس حرام کی کمائی تو ہر گز نہیں ہے۔"

سکندر کسی بات پہ نہیں ٹھٹھکا جتنا حنان کے رے کہنے پر ٹھہر کر اسے دیکھا۔

"رے؟ کیا مطلب ہے تمھارا؟"

وہ سیدھا ہوا اور اسے دیکھا پوزیسونس کی بو حنان کو ابھی سے محسوس ہونے لگی تھی۔

"ہاں تو رے کہا ہے کیا غلط کہا ہے۔"

سکندر کو تو ویسے ہی ہاتھوں میں کھجلی ہو رہی تھی۔ اس نے حنان کی ناک پر مکا مارا۔

"اُف اللہ!!! "

حنان نے اپنے ناک پہ ہاتھ رکھا۔ سکندر نے اس کا گیربان پکڑا۔

"اسے رے صرف میں بلا سکتا ہوں۔ یہ نام بولنے کا حق صرف مجھے ہے کوئی اور بولنے کی جرات کرے گا تو اس کی ٹانگیں کاٹ کر اسے کے ہاتھوں میں دے دوں گا چاہے وہ میرا جان سے پیارا دوست ہی کیوں نہ ہو!"

سخت لہجے میں کہتے ہوئے اس نے حنان کو چھوڑا۔

"داود! "

رمشا کی آواز پر حنان اور سکندر مڑے۔ رمشا اسے غصے سے دیکھ رہی تھی اور غصے سے دیکھنے پر اس نے فائدہ لیتے ہوئے درد سے کہراتے ہوئے بولا۔

"دیکھو رمشا اپنے میاں کو کوئی شرم نہیں کوئی لحاظ نہیں کوئی بھی بات کرو سیدھا منہ توڑنے پہ آجاتا ہے۔"

"سکندر آپ کے ساتھ مسئلہ کیا ہے۔اب آپ کا دماغ اتنا خراب ہو گیا ہے کہ آپ حنان بھائی کو مارے گے۔" رمشا سینے پہ بازو لپیٹے 'ماتھے پہ بل ڈالے سکندر کو گھور رہی تھی۔اس نے نیلے شیفون کی سیادہ شلوار قیمض پہنی ہوئی تھی جس پہ جامنی رنگ کے پھولوں کا ڈیزائن بنا ہوا تھا۔اس کا چہرہ کافی کمزور اور پیلا ہو گیا تھا۔ہوسپیٹل میں تو اس نے پانچ دن بعد ویسے بھی ڈسچارج ہو جانا تھا لیکن سکندر کسی صورت نہیں مانا وہ رمشا کو اپنے ہوٹل لے آیا اور یہی ڈاکٹر اس کا چیک اپ کرتے تھے۔

"اس حنان بھائی کو تو میں بعد میں دیکھتا ہوں۔تم کیوں آئی تمھیں آرام نہیں ہے۔"

وہ سیدھا اس کے پاس آیا اور اس کا بازو تھاما۔رمشا نے اپنا بازو ہلکے سے چھڑوایا اور حنان کے پاس آئی۔

"حنان بھائی آپ ٹھیک تو ہیں نا؟"حنان نے جو رومال سے اپنے ناک سے نکلتے ہوئے خون کو روک رہا تھا' شرارت سے سکندر کو دیکھتے ہوئے بولا۔

"ہاں بس ناک میں تکلیف سے ہو رہی ہے لگتا ہے اس نے ہڈی توڑ دی ہے۔ڈاکٹر کے پاس شاید جانا پڑے گا۔"

سکندر نے مٹھیاں بھینچے اسے دیکھا جبکہ رمشا نے سکندر کو غصے سے دیکھا۔

"سکندر یہ کیا کیا آپ نے !! ایک تو آپ کے لئے وہ اپنا سب کام چھوڑ کر آئے اور آپ ان کیساتھ یہ سلوک کر رہے ہیں "۔

"میری مرضی !! میرا دوست میں اس کو قبر میں اُتار دوں کسی کو اعتراض نہیں ہونا چاہیے اور تم فوراً میری نظروں سے گُم ہو میری بیوی سے ہمدردی بٹورنے کی ضرورت نہیں ہے۔"

"آپ انھیں چھوڑے حنان بھائی میں آپ کو فرسٹ ایڈ دوں۔" رمشا نے سر جھٹکتے ہوئے پریشانی سے حنان کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"کوئی نہیں بھابی صاحبہ ناک تو ٹھیک بھی ہو جائے گی اگر آپ سے فرسٹ ایڈ لی تو اللہ کو پیارا ہو جاوں گا جب کہ ابھی ابھی شادی ہوئی ہے میری وہ بھی ڈھنگ سے کمینے نے کرنے نہیں دی۔"

"انسان اگر چاہے تو سب کچھ کر سکتا ہے زیادہ میرے پہ الزام نہیں لگاو !! اور دفع بھی ہو جاو۔"

"آپ جائے بھائی زرا میں ان کا بندوبست کروں پتا نہیں اپنے آپ کو کیا سمجھتے ہیں۔ ہر کسی کو مارنا تو انھوں نے بچوں کا کھیل سمجھا ہے۔" رمشا نے ایک نظر سکندر کو دیکھا جو آنکھیں گھماتیں ہوے اندر چلا گیا تھا جبکہ حنان ہنسا۔

"دھیان سے بھابی جتنا باہر سے بہادر گوریلا بنتا ہے۔ اندر سے بلی ہے پورا یہ نہ ہو رونا شروع ہو جائے۔" رمشا کی ایک دم ہنسی چھوٹ گئی۔ گردن پہ ابھی تک پٹی لگی ہوئی تھی ہنستے ہوے یا زیادہ حرکت کرنے سے اسے تھوڑی بہت تکلیف ہوتی تھی۔

"حنان دو سکینڈ کے اندر یہاں سے دفع ہو جاور نہ میری جوتی ہو گی اور تمھارا سر۔"

سکندر اندر سے اونچی آواز میں بولا۔ حنان سر تاسف سے ہلاتے ہوے اپنے کمرے کی طرف چل پڑا۔ رمشا مڑ کر اندر کی طرف بڑھی تو اس نے دیکھا سکندر اپنی پستول میں گولیاں ڈال رہا تھا۔ رمشا نے ٹھہر کر اسے دیکھا پھر سینے پہ بازو لپیٹے بولی۔

"اب کس کی خیر نہیں ہے؟"

سکندر مڑا تو اسے سنجیدگی سے دیکھا۔

"رے تمھارے لئے زیادہ دیر کھڑے رہنا ٹھیک نہیں ہے۔ جاو بیڈ پہ!!! "

"سکندر میرے پیروں کا آپریشن نہیں ہوا!! اور یہ کیا آپ کہی نہ کہی نکل جاتے ہیں۔ جب واپس آتے ہیں تو آپ کی شرٹ پہ خون کے دھبے تو کبھی خون سے رنگے ہاتھ۔ آپ کرنا کیا چار ہے ہیں۔ رشیا آکر میرا علاج کروانا تھا یا مزید مصیبت مولنی تھی۔"

سکندر ایک دم فریز ہو گیا وہ تو سمجھتا تھا رے سو رہی ہوتی تھی جب وہ کمرے میں داخل ہوتا تھا۔

"تم اُٹھی ہوتی تھی؟"

"اب چوبیس گھنٹے سونے سے تو رہی میں۔ اب آپ پھر کہی جا رہے ہیں؟"

سکندر نے گہرا سانس لیا اور گن کو سامنے ٹیبل پہ رکھ کر اس کے طرف آیا۔ اس دیکھنے کے بعد اس کی کمر کے گرد بازو حمائل کرتے ہوے اس کے گال پہ موجود گنگھرالی لٹ کو اس کے کانوں کے پیچھے کیا۔

"آپ اسے ہی ڈھونڈ رہے ہیں نا جس نے مجھے مارنے کی کوشش کی؟"

رمشا اس کی آنکھوں میں بھڑکتی ہوئی آگ کو اچھی طرح سمجھ سکتی تھی۔ سکندر نے ہولے سے سر ہلاتے ہوئے اس کو پیار کیا۔

"کسی چیز کے بارے میں سوچنے کی ضرورت نہیں ہے رے!! تم بس جلدی سے ٹھیک ہو جاؤ۔"

رمشا نے اس کے بازو پہ ہاتھ رکھا۔

"میں ٹھیک ہوں سکندر لیکن یہ جو آپ کر رہے ہیں اس میں بربادی ہے اور کچھ نہیں۔ وہ شخص جس نے مجھے مارنے کی کوشش کی یہ وہی ہے سکندر جس نے مجھے دھمکی دی۔ اس خطرے کے دائرے میں تو نکل آئی لیکن اس میں آپ موجود ہیں' بخت ہے' حنان بھائی اور اب عینہ!!! مجھے پتا ہے بخت محفوظ ہاتھوں میں ہے اسے کچھ نہیں ہو گا مگر پھر بھی خطرے میں تو ہے نا؟"

"تو تم کہنا کیا چاہتی ہو؟ اس خطرے سے بچنے کے لئے اس کی خواہش پوری کر دوں۔ تمھیں چھوڑ دوں؟ ہیں نا یہی چاہتا تھا نا وہ بلیک میلر۔"

سکندر کی آنکھوں میں غصہ تھا مگر لہجہ کافی نرم تھا۔ رمشا نے اس کے دونوں گال تھامے۔

"سکندر میں آپ کو نہیں کھو سکتی! میں بختاور کو نہیں کھو سکتی۔ اب تو حنان بھائی اور عینہ بھی یہاں ہیں کسی کو کچھ بھی ہو سکتا ہے اگر آپ میں سے کسی کو کچھ بھی ہو گیا تو میں اپنے آپ کو معاف نہیں کر سکوں گی۔"

"شششش!!! "

سکندر نے اپنی پیشانی اس کی پیشانی کے ساتھ ٹکا دی۔

"تم کسی کو نہیں کھو گی رے۔ تم ایک بہت مضبوط لڑکی ہو۔ اپنی کمزوری کو اپنے اوپر حاوی نہ ہونے دو اسے اپنی طاقت بناؤ!! میرے پہ بھروسہ ہے نا ہے بھی کہ بس ایسی دل رکھنے کے لئے کہتی ہو۔"

وہ ہولے سے ہنسی پھر اپنا سر ہلایا۔

"مجھے اب اشاروں کی زبان سمجھ نہیں آتی لیڈی۔"

وہ اس کی پیشانی کو چھو کر سیدھا ہوتے ہوئے بولا۔

"ہاں ہے بھروسہ!! "

"توبس اب یہ فضول سا سٹریس تمھارے ماتھے پہ نہ نظر آئے۔(اس نے اس کی پیشانی پہ موجود بل کی طرف اشارہ کیا)
اوراب چلو بیٹھو کافی دیر ہو گئی ہے کھڑے ہوئے اب تو میڈم کے جوس کا ٹائیم ہو گیا ہے۔"

"دل نہیں چاہ رہامیں باہر جانا چاہتی ہوں سکندر۔کمرے میں دم گھٹتا ہے۔"

"کوئی نہیں گھٹتا اب یہ بچوں کی طرح بہانے مت کرو اور چلو شاباش بیڈ پہ۔" اس نے سائڈ ٹیبل پہ بزبٹن دبایااور اسے بیڈ پہ بیٹھایا۔

"دل خراب ہونے والی فیلنگ تو نہیں آرہی؟"

رمشا نے نفی میں سر ہلایا۔

"نہیں وہ بھلا کیوں ہو گی۔"

"وہ آپریشن سے پہلے تک تمھارا سر بھی چکرا رہا تھا' تمھیں الٹی بھی آرہی تھی تو اس لئے پوچھا۔"

"وہ؟اس کو تو ہفتہ بھی ہو گیاوہ بس ایسی ہوم سکنس تھی۔"

دروازہ ناک کر کھولتے ہوئے ایک لڑکی نے اپنا سر اندر کیا۔

"کاپو آئیم ہیر۔"

رمشا نے دیکھا تو ایک دم چونکی۔سکندر نے بھی دیکھا وہ نیلے بالوں والی کوئی شوخ چنچل سی لڑکی ببل گم چباتے ہوئے سکندر کو دیکھ کر مسکرا رہی تھی۔رمشا نے گھور کر اسے اور پھر سکندر کو دیکھا جو سیدھا ہوتے ہوئے سر ہلا کر بولا۔

"ساشا! آو اندر۔"

"کون ہیں یہ؟"

رمشا زمی سے پوچھنا چاہتی تھی مگر اسے اپنی آواز نا چاہتے ہوئے بھی سخت لگی۔سکندر نے اسے دیکھا تو مسکراہٹ کو دبانے کے بجائے کھل کر اسے دکھاتے ہوئے بولا۔

"یہ ساشا ہے اور ساشا یہ۔۔۔۔"

"مسز کاپو!! " وہ اندر چلتے ہوئے رمشا کے پاس آئی اور اپنا ہاتھ آگے کیا۔رمشا نے اس کا جائزہ لیا۔بلیک شولڈر کٹ ٹاپ اور بلیو جینز میں ملبوس۔ہائی بلیک ہیلز پہنے وہ کافی سمارٹ' سانولی مگر خوبصورت نقش کی لڑکی تھی۔رمشا کو اس کی

موجودگی کچھ خاص اچھی نہیں لگی۔پتا نہیں سکندر اور اس کے درمیان ایک مومنٹ چل رہا تھا کوئی نہ کوئی آجاتا ہے۔ہاتھ ملا کر بولی۔

"آپ کا تعارف؟"

اس نے اب کی بار آہستگی سے ساشا سے پوچھا۔

" سکندر سر کی گن مول ہوں لائیک ورکران کے کیس ہینڈل کرتی ہوں۔"

مجھے یہ لڑکی اچھی نہیں لگی۔

رمشا نے دل میں خود کو کہتے ہوئے زبردستی مسکرا کر اسے دیکھا۔رمشا نے سکندر کو ہاتھ پکڑ کر اسے اپنے ساتھ بیٹھنے کا اشارہ کیا۔سکندر کو بڑی ہنسی آئی۔یہ لڑکی ٹرامپل کرنے سے باز نہیں آئے گی تو وہ کچھ بھی کہیے بنا اس کے ساتھ بیٹھ گیا۔

ساشا دلچسپی سے دیکھتے ہوئے سامنے کُرسی پہ بیٹھی۔

"او مسز حدید آپ کو گھبرانے کی ضرورت نہیں ہے۔کاپو کی نظریں صرف آپ پہ ہمیشہ جمی رہنے کے لیے بنی ہے اور میری میرے ہزبنڈ فن پر۔کاپو یہ کافی ڈینجرس ہے۔" سکندر ہنسا رمشا کے کندھے کے گرد بازو پھیلا کر بولا۔رمشا جہاں اس کے ہزبنڈ کے ذکر پہ ریلیکس ہوئی وہاں ابھی تک اس کے چلبلے انداز پہ بے چین ہوئی۔

"آخر بیوی کس کی ہے۔"

"ایک تو آپ کی بہنیں پتا نہیں کہاں سے ٹپک کر آجاتی ہیں۔اب تم نے اس کی کیا مدد کی ہے جو یہ تم پر فدا ہے۔"

یہ بات اس نے سکندر سے اُردو میں کہی۔

"اس لڑکی کا میری منہ بولی بہن ہونے پر تمھیں اعتراض ہے؟ یا اس کا میری گرل فرینڈ نہ ہونے پر۔"

سکندر نے بھی اُردو میں کہا تو رمشا نے زور سے اس کی پیٹ پہ کہنی ماری۔سکندر سیدھا ہوا۔

"بہن صرف آپ کی دو ہیں۔ایک صوفیا آپی اور دوسری عنیقہ! بس باقی سب غیر ہیں آپ کے لیے سمجھے!!"

"ام سب ٹھیک ہیں نا یا میرے سے کوئی مسلہ ہے؟"

ساشا نے مزے سے اس کپل کو بات کرتے ہوئے دیکھ کر کہا۔

"نہیں !! تمھیں کام کے لئے بلایا ہے۔رے سے جو پوچھنا ہے پوچھو اور پھر مجھے بتاؤ کہ حملہ کرنے والا کون ہو سکتا ہے۔ تمھیں تو میری دشمنوں کی لسٹ پتا ہے۔"

رمشا نے اسے دیکھا۔

"اچھا تو اس کو آپ کی دشمنوں کی لسٹ بھی پتا ہے جبکہ مجھے تو یہاں پر آپ کے دوستوں تک کے بارے میں نہیں پتا۔"

یااللہ رے کو کیا ہو جاتا ہے۔اتنا کون پوزیسو ہوتا ہے۔اس سے تو خطرہ نہیں محسوس کرنا چاہیے۔

"ہاں ویسے ہی جیسے آپ کو حنان بھائی سے خطرہ نہیں محسوس کرنا چاہیے۔" رمشا اس کی سوچ پڑھتے ہوئے بڑبڑا کر بولی

۔

"یار میں اتنا اونچا سوچتا ہوں۔"

"اتنا کون پوزیسو ہوتا ہے سچ میں یہ آپ ہی کہہ رہے ہیں؟"

"چُپ کرو یار !! ۔"

سکندر تنگ ہو کر بولا۔ساشا نے اپنا فون بیگ سے نکالا۔

"پانچ سو بائیس لوگوں میں سے ایک سو لوگ تو مر چکے ہیں لیکن جو مر چکے ہیں ان کی فیملی کی لسٹ موجود ہے ہو سکتا ہے وہ آپ سے بدلہ لیں۔یہ تو ہے رشیا کی لسٹ اس کے بعد آپ کے ریوایول گینگ یعنی کے اٹلینز حالانکہ اتنی انولومنٹ آپ کی نہیں رہی ان سے مگر پھر بھی ان سے پنگا رہا ہے آپ کا خیر ایک سکینڈ۔رے میم کیا آپ کو جس بندے نے کال کر کے دھمکی دی تھی اس نے آپ سے اُردو میں بات کی تھی کہ دوسری زبان میں؟"رمشا تو سکندر کی دشمنوں کی لسٹ پڑھ کے چکرا گئی۔اس نے سکندر کو دیکھا جو مسکرا کر بولا۔

"آئی نو میں بہت فیمس ہوں۔"

"ام اُردو میں۔"

رمشا نے تاسف سے سر ہلاتے ہوئے آہستگی سے کہا۔

"دھمکی فاروق نے دی تھی آپ کو یا کسی اور نے؟"

دروازے پہ ناک ہوا۔سکندر اُٹھا۔

"میں دیکھ کر آتا ہوں تم اسے بتاو جو پوچھتی ہے فکر مت کرو یہ ہماری ایلیگل آفسر ہے۔" دروازہ کھول کر اس نے دیکھا ویٹر ٹرے پکڑے کھڑا تھا۔

"تم یہاں کیا کر رہے ہو میں نے تو فیمیل سٹاف کا کہا تھا۔"

سکندر نے اس سے ٹرے لی۔ ویٹر بیچارا گھبرا گیا۔

"سر وہ میم نے کہا تھا کہ فیمیل سٹاف میں سے کوئی نہ آئے جب سر ہوٹل میں موجود ہوں۔"

سکندر نے مڑ کر حیرت سے رمشا کو دیکھا۔ جواب ساشا کو سوالوں کے جوابات دے رہی تھی۔

"نہیں فاروق نے بس مجھے سکندر کے ماضی کے کچھ باتیں بتائیں۔ اگر وہ ایسا کرتا تو وہ شروع میں اپنا نام نہ بتاتا یہ آدمی کوئی اور تھا اس کی آواز بھی کافی بدلی ہوئی تھی۔ یہ ہمارے گھر چھپ کر گھسا تھا۔ اس نے مجھ پہ ایک دفعہ حملہ کیا تھا۔ لگتا تو ایسا ہے جیسے دو بار کیا ہو مگر کیا ایک بار تھا۔"

"دو بار سے کیا مراد ہے آپ کے کیا پہلے کبھی کسی اور نے آپ پر اٹیک کیا تھا؟" وہ نوٹ پیڈ پہ رمشا کا بیان لکھ رہی تھی۔

"یہ لو اور اسے پیو۔ ساشا اسے سٹریس کر دینے والے سوال مت پوچھنا میں زرا اس سے نمٹ آوں۔"

"ٹھیک ہے سر۔" اب وہ کافی سنجیدہ ہو گئی تھی۔

"سکندر کہاں جا رہے ہیں؟" اس نے گلاس پکڑتے ہوئے سکندر کو دیکھا جو اپنی جیکٹ اُٹھا رہا تھا۔

"پلے سٹیشن کھیلنے جا رہا ہوں لو یو بائے۔"

اس نے اپنی گن تیزی سے اُٹھا کر جیب میں ڈالتے ہوئے کہا اور یہ جا وہ جا ہو گیا تھا۔

"جی مسز حدید آگے کیا ہوا؟"

"یہ اس کے پاس جا رہا ہے نا جس نے مجھے ڈر گزدیے تھے۔"

"سوری مسز حدید مجھے اس بارے میں بالکل نہیں پتا۔ تو آپ بتائیں پہلے آپ پر کس نے حملہ کیا تھا؟"

"سکندر کا خاص آدمی ہے۔ بختاور کا کزن حازق۔"

••••••••••••••••••••••••••••••••

"آپ کو لگتا ہے میری بات پہ یقین نہیں آیا۔"

بختاور اس کے پیچھے آتے ہوئے بولی تھی۔ حداد نے اسے دیکھا اور اپنی نظریں پھیر لیں۔

"بختاور تم نے کبھی بلی کے سر پہ سینگھ دیکھے ہیں؟"

اس کی عجیب سی بات پر بختاور ایک دم چُپ ہی ہو کر رہ گئی۔

"اس بات کا کیا مطلب ہوا؟" حداد نے سافٹ ڈرنک کی کین کی بوتل نکالی اور فریج کو بند کرتے ہوئے بولا۔

"جو پوچھا ہے اس کا جواب دو۔"

"نہیں دیکھے۔ جب ہوتے ہی نہیں ہیں تو دیکھوں کیسے۔"

وہ کہتے ہوئے اسے دیکھنے لگی جو سر ہلاتے ہوئے کین کے سے سپرائیٹ کے گھونٹ لیتے ہوئے بولا۔

"لیکن میں نے تو دیکھے ہیں کیا تم اس بات پر یقین کرو گی؟"

بختاور منہ کھولے کچھ کہنے لگی تو پھر کچھ سوچ کر بند کرتے ہوئے اسے دیکھنے لگی۔

"نہیں نا!!۔"

"آپ کی بات اور میری بات میں بہت فرق ہے! میں نے یہ نہیں کہا کہ کوئی عجیب سی مخلوق دیکھی ہے۔ ایک انسان دیکھا ہے۔ جس نے مجھے ڈرانے اور دھمکانے کی کوشش کی۔" اس کی بات مکمل ہونے سے پہلے ہی حداد بولا۔

"کیا تم ڈری؟" بختاور نے اس کی بات پر اسے گھورا اور تیزی سے بولی۔

"ڈرتی تو میں کسی کے باپ سے نہیں ہوں ویسے بھی جب اتنے بڑے ڈروانے سے ریچھ کے ساتھ اکیلے رہ سکتی ہوں وہ تو پھر جینٹل مین بندہ تھا۔"

حداد ہنسا۔

"تم اچھی سٹوری بنا لیتی ہو۔ مجھے سکرپٹ دینا ہو سکتا ہے تم آگے جا کے اچھی رائٹر بن جاو۔"

"چلیں میری تو ویسے بھی آپ کو کوئی پرواہ نہیں ہے لیکن یہ معاملہ آپ کی بھتیجی کا ہے۔ سوچ لیں۔"

"درینہ ڈی آئی جی کی بیٹی ہے اور ایس پی کی بیوی اوپر سے میں بھی ہوں جب تک ہم تینوں ہیں اسے کچھ نہیں ہونے دیں گے۔ اب تسلی ہو گئی آپ کو۔"

یہ آدمی ایک بار سو جائے اس کو گنجا لازمی کرنا ہے میں نے۔

"ٹھیک ہے آپی کی تسلی ہو گئی اب میں اپنے حازق بھائی کو بلالوں کم سے کم وہ تو میری بات کا یقین کریں گے اور میرے لئے سکیورٹی کا سخت انتظام کریں گے۔"

حداد جانے لگا جب اس کے اونچی آواز میں بڑبڑاتے ہوئے ٹھہر گیا۔ایک دم کین پہ اس کے ہاتھوں کی گرفت مضبوط ہو گئی۔ یہ لڑکی ہر وقت دوسرے مردوں سے کیوں مدد مانگتی ہے۔مجھے فورس بھی کر سکتی ہے۔مجھے پیار سے سمجھا سکتی ہے مگر اس کی زبان!!! پتا نہیں باقی سب کیسے برداشت کر لیتے ہیں۔

تو حداد صاحب آپ بھی برداشت کریں!! دیکھنا یہ لڑکی آپ کے ساتھ کیسے سیدھی ہو گی۔وہ مڑا بختاور اس طرف آتے ہوئے ایک دم رُکی۔

"مجھے صحیح سے ساری بات بتا سکتی ہو؟ ہو سکتا ہے تم جو کہہ رہی ہو واقعی ایسا ہو دیکھنے میں تو جھوٹی لگتی نہیں ہو۔"

"کیا مطلب ہے اس بات کا ہاں میں جو اتنی دیر سے جھوٹ بول رہی تھی کیا؟ آپ سے بات کر کے میں نے اپنا آدھا گھنٹہ برباد کیا ہے اس سے اچھا تھا میں پڑھ لیتی۔"

"میں نے یہ نہیں کہا۔بس ہضم کرنے میں وقت لگ گیا۔ظاہر ہے جس گھر میں چوبیس گھنٹے موجود رہتا ہوں وہاں کوئی کیسے اندر گھس کر آسکتا ہے۔"

جو بھی ہو جائے اس لڑکی کو اس کے فضول سے کزن سے مدد نہیں لینے دوں گا شکل سے ہی فراڈ لگتا ہے مجھے۔

"ہاں نہیں میں اس لئے تو آپ سے ہیلپ چارہی تھی۔ایک تو میری زندگی میں اتنے مسئلے ہیں یہ ہرکولیس نامی آدمی سے پلیز جان چھڑوادیں اوپر سے حازق بھائی کو ٹیوٹر کا بھی کہنا ہے اور بھی۔۔۔"

"ایک منٹ کسی کو کچھ بھی کہنے کی ضرورت نہیں ہے تمھیں جو بھی مسئلہ ہے مجھے بتاو۔ تمھارے سب مسئلے میں حل کروں گا۔"

یہ بات اچانک ہی اس کے لبوں سے پھسلی تھی ساتھ میں اس کے صبیح چہرے کو دیکھتے ہوئے وہ مسکرائے بغیر نہ رہ سکا تھا ۔بختاور کچھ سوچتے ہوئے شرارت سے مسکرائی۔

"سب مسئلے؟"

"ہاں سب مسئلے!"

بختاور کا دل اچانک ہی اس کی آخری بات پہ دھڑک اُٹھا تھا۔

•※••※••※••※••※••※••※••※••※••※••※••※••※•

"آپ نے میگھن کے چہرے پہ پیسٹری پھینکی!! مائی گاڈ واقعی کاپو نے آپ میں کچھ تو دیکھا تھا۔ رشیا میں کسی عورت نے اس آئیس کوین سے اونچی آواز میں بات کرنے کی جرات نہیں کی اور یہاں پاکستانی ٹائیگریس نے تو کمال کر دیا۔ فخر ہے آپ پر۔" ساشا نے باقائدہ رمشا کو سلوٹ کیا۔

رمشا نا چاہتے ہوئے بھی ساشا کی بات پر ہنس پڑی۔

"میں عموماً ایسے مزاج کی نہیں ہوں لیکن سکندر کے معاملے میں پتا نہیں مجھے کیا ہو جاتا ہے۔"

ساشا سے بات کرتے ہوئے اس نے دیکھا اور جانا کہ وہ اتنی بُری لڑکی نہیں ہے بس شوخ اور چنچل سی ہے اور سکندر کے لئے کام کرتی ہے۔ تو نا چاہتے ہوئے بھی اس کے باتوں پہ ریلیکس ہو گئی اور دوستانہ طریقے سے بات کرنے لگی۔ اسے بات کرنا اچھا لگ رہا تھا۔ لوگوں سے گھل ملنا اس کے لئے نیا تھا مگر یہ نیا چینج اس کے لئے بھلا تھا۔

"کیونکہ کاپو سے آپ پیار کرتی ہو مسز حدید۔ اتنا شاید کوئی بھی نہیں کرتا۔ میرا خیال ہے سب صرف کاپو کی عزت کرتے ہیں یا اس سے ڈرتے ہیں۔ پیار کے معاملے میں آپ' بختاور اور حنان کو ہی میں نے پایا ہے۔"

"او جو بختاور سکندر سے پیار کرتی ہے اس کی تو بات الگ ہے۔ اس کے لئے تو سکندر سب کچھ ہے اگر میں بھی سکندر کو کچھ کہوں گی تو میرے بھی خلاف ہو جائے گی لیکن میرے سے پیار بے تحاشا کرتی ہے۔ بس مجھے اس کی بہت فکر ہے اکیلی ہے وہاں پہ۔ اتنا ڈر لگ رہا ہے اسے کچھ ہو نہ جائے۔"

"ان محترمہ کو؟ او پلیز مسز کاپو وہ شیرنی ہے۔ خیر میں سب کچھ چیک کر چکی ہوں اب دیکھتے ہیں یہ کون ہے لیکن مجھے لگ رہا ہے کہ یہ وہی ہی ہے جو پہلے سے میرا شک تھا۔"

"کون؟"

رمشا چونکی۔

سکندر نے جونسن کا گیربان پکڑا۔

"یہ مر گیا اور تم گدھوں کی طرح کھڑے اس کی لاش کو گھورتے رہے!!! پتا نہیں لگایا یہ کس کا کام ہے۔"

وہ دھاڑتے ہوئے سامنے پڑے اس بندے کی لاش کے قریب جانسن کو پھینکا۔

"سر۔۔۔مم میں نے۔۔۔"

"چُپ!!!! "

سکندر نے گن نکال کر پاس زمین پہ شوٹ کیا تا کہ وہ ڈر کر سیدھا سیدھا بتائے۔

"سر میں کچن کی طرف گیا تو کسی نے میرے سر پہ زور سے ڈانڈا مارا۔اس کے بعد مجھے یاد نہیں تھا۔بس جب ہوش آیا تو اس طرف آکر دیکھا ہی از ڈیڈ۔"

سکندر نے ہاتھوں کی مٹھیاں بنا کر ہونٹوں پہ رکھا۔

"مجھے اس کی ایسی موت نہیں چاہیے تھی۔کیا کیا تم لوگوں نے!!"

اس نے غصے سے دیوار پہ مکا مارا پھر ہاتھ کو جھنجھوڑا۔

"اس کو دفنا کر آو!! اور سی سی ٹی وی کیمرہ سے جتنی ریکارڈنگ اُس وقت تک کی ہوئی ہے مجھے بھیجو اور سب سے کہو کہ اس بلڈنگ سے کوئی نہ نکلے جب تک میں نہ کہہ دوں۔" یہ بات اس نے ایلکس سے کہی اور پھر گھور کر جانسن کو جو بھاکی دہشت بھری نگاہوں کو دیکھ کر کانپ رہا تھا۔

اسے لگ رہا تھا کہ کوئی اندر کا بندہ تھا جس نے اصل قاتل کو چھپانے کے لئے اس بندے کو مار دیا۔اسے جلد از جلد پتا لگانا ہے۔اپنے آفس کی طرف جاتے ہوئے اسے ساشا کی ہی کال آئی۔کال اُٹھا کر کانوں سے لگایا۔

"ہیلو ساشا کیا رپورٹ ہے؟"

"میگھن ہے!! "

سکندر کے قدم رُک گئے۔اپنی ٹائی کو چھیڑتے ہوئے وہ لب دباتے ہوئے کچھ لمحے کے لئے چُپ رہا پھر بولا۔

"میگھن کو میرے پاس لاو!!! "

"او کے کاپو۔"

"فی الحال اسے کچھ مت کرنا!! مجھے وہ بالکل صحیح سلامت چاہیے۔"

"او کے سر۔"

وہ ہنوز سنجیدگی سے بولی۔ سکندر اپنے آفس کو دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا اور بند کیا۔ کچھ سوچتے ہوئے وہ کرسی کے پاس آیا اور بیٹھا پھر کچھ سوچ کر اس نے کال ملائی۔

"کرٹ! سکندر حدید سپیکنگ۔"

※※※※※※※※※※※※※※※※※※※※

"میں تمھیں کارپنٹر دکھائی دیتا ہوں؟"

"نہیں دیکھنے میں تو آپ مجھے فقیر دکھائی دیتے ہیں لیکن آپ نے کہا آپ کو سب آتا ہے۔ آپ سب کچھ کر سکتے ہیں تو کیا یہ ٹوٹا ہوا ٹیرس کا دروازہ فکس کر سکتے ہیں؟"

"یہ پہلے ٹھیک تھا ایک دم خراب کیسے ہو گیا؟ اور یہ ٹوٹے ہوئے شیشے کی وجہ بتائیں گی؟"

حداد آگے چلتے ہوئے دروازے کو چیک کرنے لگا جس کے شیشہ ٹوٹا ہوا تھا اور اس کا ہینڈل لوز ہوا وا تھا۔

"خراب تو صرف ہینڈل ہوا تھا مگر میں نے سوچا سب نے اسے لائیٹ لینا ہے تو سوچا پورا دروازہ ہی بدل دیا جائے اور۔۔۔۔۔"

"تو یہ تمھارا کارنامہ ہے!"

حداد سختی سے دروازے کو چھوڑتے ہوئے بولا۔ بخت نے لبوں کو دبا کر اس کی سخت آنکھوں کو دیکھتے ہوئے آہستگی سے سر ہلایا۔

"تم بچپن میں کہی گری تھی؟ یا یہ پیدائشی سے دماغ خراب ہے!"

"دیکھیں آپ اب میری انسلٹ کر رہے ہیں۔ اس سے اچھا میں حازق بھائی کو بلالوں۔"

"بھاڑ میں گیا حازق بھائی۔ اگر تم نے اب اس کا نام میرے سامنے لیا تو میں۔۔۔۔۔" وہ انگلی اُٹھا تیزی سے بولتا اس کے قریب آیا۔

"تو آپ کیا ہاں؟ میں نوٹ کر رہی ہوں کہ آپ ان کی ذکر سے بہت چڑتے ہیں۔ آپ کی آنکھیں غصے سے آگ بگھولہ ہو جاتی ہیں۔ معاملہ کیا ہے؟ انھوں نے تو آپ کا کچھ نہیں بگاڑا۔"

حداد کی آنکھیں اس کی بات پر عجیب ہو گئیں پھر سر جھٹک کر بولا۔

"بس دیکھنے میں لوفر سا لگتا ہے۔ تم نیچے جا کر پڑھ لو۔ میں اسے فکس کروانے کے لیے کسی کو بلاتا ہوں۔"

وہ اب نارمل ہو چکا تھا اور دروازہ کا جائزہ لینے لگا۔ بختاور ہنس کر اس کے بازو پہ ہاتھ مارتے ہوئے بولی۔

"لو جی یہ کام میں بھی کر سکتی تھی۔(وہ ایک دم سنجیدگی سے سائیڈ پہ ہوئی جب حداد نے اسے اور اپنے بازو کو دیکھا) آپ کو اس لئے کرنے کو کہا کیونکہ آپ کا کہنا تھا آپ کچھ بھی کر سکتے ہیں۔"

"انسان ہوں!! جادوگر نہیں خیر اتنا بھی مشکل کام نہیں ہے میں۔ اس سائز کا شیشہ بازار سے لے کر آتا ہوں اور اگر تم نے کوئی بھی ایسی ویسی حرکت کی کوئی چیز ٹوٹے نہ ٹوٹے تمھیں ضرور توڑ دوں گا۔"

بختاور نے شرارت سے اسے دیکھتے ہوئے اپنے لب دبا لئے۔

"اگر آپ کو اتنا ڈر ہے تو مجھے اپنے ساتھ ہی لے جائے آؤٹنگ بھی ہو جائے گی اور آپ مجھے آئیسکریم بھی کھلا دینا۔ دس پیپرز آج پورے ایک دن میں کیے ہیں۔ سچ میں سر چکرا کے رہ گیا ہے۔"

"ہم پکنک پہ نہیں جارہے تم گھر پہ ہی بیٹھو۔"

وہ سرد لہجے میں کہتے ہوئے جانے لگا جب بختاور اس کی راہ میں حائل ہو گئی حداد کو رُکنا پڑا۔

"اگر ہر کولیس آگیا تو پھر کیا کروں گی۔" حداد نے اپنی آنکھیں گھمائیں۔

"میرے بلا سے اسے گولی سے اُڑا دینا۔"

"لیکن میرے پاس تو گن بھی نہیں ہے۔"

وہ اتنی معصومیت سی بولی کہ حداد کے دل کو کچھ ہوا بھی اور دیکھنے میں بھی الجھن ہوئی۔

"چلو پھر میرے ساتھ۔"

وہ تنگ کر کہتے ہوئے چل پڑا۔ بختاور نے ہلکی آواز میں یاہو کہتے ہوئے اپنے ہاتھ وکڑی میں اوپر نیچے کیے۔

※※※※※※※※※※※※※※※※※

"تمھاری بیوی کو میں نے ڈر گز بالکل بھی نہیں دیے!!"

ساشا میگھن کو کرسی سے باندھ چکی تھی اور اس کے ہاتھوں میں بلیڈ تھا جو میگھن کی گردن کے قریب رکھا گیا تھا پھر بھی وہ بنا کسی خوف کے سکندر کو دیکھ کر غرائی۔

سکندر بلیک سوٹ میں ملبوس کُرسی میں بیٹھا تمسخر سے اسے دیکھتے ہوئے مسکرایا۔

"تمھیں پتا تم کتنی لکی ہو؟ جانتی ہو نا تم یا میں بتاوں؟"

"کہ تم ایک لڑکی ہو!!! اگر تمھاری جگہ تمھارا بھائی یا باپ ہوتا تو جانتی بھی ہو میں کیا کرتا۔"

میگھن اس خطرناک سے ڈیول کو دیکھنے لگی جو دیکھنے میں پر سکون دکھائی دے رہا لیکن اس کی آنکھیں۔اس کی آنکھیں اسے جلا کر بسم کر دینا چاہتی تھیں۔وہ اس کی آنکھوں میں اتنا کھوئی ہوئی وی تھی ہوش تب آیا جب اس کی منہ پہ کچھ آ گرا لگا۔

اس نے دیکھا تو اس کی گود میں پیکٹ گرا تھا اور پیکٹ کے اندر خون میں لت پت انسانی انگلیاں دیکھ کر اس کی زبان کو تالے لگ گئے۔خوف سے آنکھیں بند کر دیں۔

"آنکھیں کھولو!!!!"

سکندر دھاڑا تھا۔

"میری بیوی کی آنکھیں بند کرنے والی کی آنکھیں کھلی رہنی چاہیے۔"

اب وہ بڑے دھیمے مگر خوفناک لہجے میں اس سے مخاطب ہوا۔

"دیکھ رہی ہو کس کی انگلیاں ہیں؟ اور بھی بہت کچھ تھا مگر میں نہیں چاہتا تھا کہ ایک دم ہی تمھیں ہارٹ اٹیک ہو جائے کیونکہ اتنی آسان موت تو میں تمھیں مرنے نہیں دوں گا۔"

وہ جانتی تھی سکندر کا دوسرا نام موت تھا' ڈیمن تھا' ڈیول تھا مگر وہ اتنا دہشت زدہ ہو گا اس نے سوچا نہیں تھا۔

"او گاڈ پرنسس کا دل کانپ گیا۔تتتت۔۔۔یار یہ تو کچھ بھی نہیں تھا۔ساشا اُٹھا لو اس پیکٹ کو۔"اس نے ساشا کو اشارہ کیا اس نے دوسرے ہاتھ سے میگھن کی گود سے پیکٹ اُٹھایا اور سامنے ڈسٹ بن میں پھینکا۔

"تمھیں اس دُنیا میں سب سے زیادہ کون عزیز ہے میگھن ظاہر ہے میں تو بالکل بھی نہیں ہوں کیونکہ میں صرف تمھاری ضد ہوں' تمھاری انا ہوں۔بتاؤ نا؟"

اس وقت اس کے چہرے پہ کہی سے رحم نہیں دکھائی دے رہا تھا۔

"سکندر پلیز۔۔۔میں نے۔۔۔"

Will you just answer my question !! otherwise you have to face some serious consequences !!!

(میری بات کا جواب دو ورنہ تمھیں بڑے سنیجدہ انجام کا سامانہ کرنا پڑے گا۔)

"میری بیٹی۔"

ساشا کے چہرے پہ حیرت سے بھرے تاثرات ابھرے جبکہ سکندر بالکل نارمل تھا لیکن چہرے پہ ایک ظالم سی مسکراہٹ نمودار ہوئی۔

"تمھاری بیٹی نورماہیں نا؟"

میگھن نے ایک دم جھٹکے سے اسے دیکھا۔ سکندر کے مسکراہٹ مزید گہری ہو گئی۔

"تت تمھیں کیسے پپ پتا چلا؟۔"

"میں بس سکندر حدید ہوں۔ تمھارے لئے بس اتنی وضاحت کافی ہے۔اب مجھے بتاؤ اگر میں تمھاری بیٹی کو تمھارے سامنے ڈر گزدوں وہی بلڈی کیٹا مین اور تم ایک دم بالکل بے بس ہو جاو تو پھر تم کیسا محسوس کرو گی؟"

وہ گیم کھیلنا جانتا تھا اور کھیلتے ہوئے ایسے بازی پلٹتا کے کھیلنا والا تو کیا' دیکھنے والا بھی دیکھتا رہ جاتا تھا۔

"اس میں میری بیٹی کا کیا قصور ہے سکندر!!! دیکھو اس نے تمھارا کچھ نہیں بگاڑا۔"

"تورے نے تمھارا کیا بگاڑا تھا۔بولو اس بیچاری معصوم سی لڑکی نے تمھارے ساتھ کون سی زیادتی کی تھی جو تم نے اسے موت کے کونیں میں پھینک دیا تھا۔"

وہ اب دھاڑ کر ساشا سی چھری لیتے اس کی ٹھوڑی پہ رکھتے بولا۔ میگھن کو تو لگ رہا تھا ابھی ایک سکینڈ میں اس کی گردن اُڑا دے گا۔غصے میں کبھی کبھار اس کا دماغ پھیر جاتا تھا لیکن وہ نہیں جانتی تھی کہ ضرورت پڑنے پر وہ خود کو قابو رکھنا جانتا تھا ۔یہ اس کی مائینڈ گیمز میں شامل تھا۔خشک لبوں پہ زبان پھیرتے ہوئے بولی۔

"اس لڑکی کو معصوم مت کہو!!! اس نے تمھیں مجھ سے چھینا ہے۔تم میرے تھے سکندر صرف میرے تمھیں تو کسی سے محبت نہیں تھی اور اگر محبت ہوئی بھی تو اس ہکلاتی مشین سے۔" سکندر نے اسے تھپڑ مارنا چاہتا تھا بڑی زور سے مگر وہ

اسے ہاتھ نہیں لگا سکتا تھا یہ اس کے اصولوں میں شامل نہیں تھا۔اس نے ساشا کو اشارہ کیا جس نے زوردار تھپڑ میگھن کے منہ پہ مارا۔

"اس نے مجھے تم سے نہیں چھینا سمجھی!!! میں اس کا ازل سے تھا اور ہمیشہ سے اسی کا رہوں گا۔محبت مجھے اسی سے ہونی تھی۔بیوی اس نے میری ہی بنا تھا۔یہ پہلے سے لکھا گیا تھا تو تمھیں کیسے میں اپناتا اور وہ معصوم نہیں تو کون معصوم ہے تم؟"

وہ تمسخر سے ہنسا۔

"سب کے ساتھ ہوک اپ کرنے کے بعد تم یہ توقع لگاتی رہی کہ میں تمھیں اپناوں گا۔ریلی اپنے باپ جیسا سمجھا ہوا مجھے!!!!"

"اپنے ایکس بوئی فرینڈ کرٹ سے بیٹی بھی ہے تمھاری مگر پھر میں چاہیے ہوں؟"

"کرٹ؟کا پو کرٹ تانوی سے میگھن کی بیٹی ہے!! کرٹ تانوی تو۔۔۔"

"ہاں کرٹ تانوی اس کے باپ دشمن کا بیٹا۔اس کا چار مہینے اس کے ساتھ افیر چلا۔کرٹ بزدل آدمی تھا سب سے یہ سین چھپائے رکھا کیونکہ باپ کے ہاتھوں اس نے مرنا نہیں تھا مگر ایک کام اس نے بڑا بہادری کا کیا تھا بیٹی رکھ لی اور یہ کہا کہ اس کی گرل فرینڈ سے بیٹی ہے۔"

"او تبھی میں کہوں کہ محترمہ ان دنوں نیویارک کیوں چلی گئی تھی۔"

"سکندر وہ صرف ایکسیڈنٹ تھا ورنہ تمھیں پتا ہے کہ میں کس طرح کی لڑکی ہوں۔مجھے کرٹ نے نشہ دیا تھا سکندر۔اس نے میرا فائدہ۔۔۔۔" وہ گھبراہٹ کے مارے جو ذہن میں آرہا تھا بولے جا رہی تھی۔سکندر نے اس کی بات درشتی سے کاٹی۔

"بس!!! وہ فائدہ اُٹھا ہی نہ لے۔خیر مجھے اب مزید تم سے کوئی بات نہیں کرنی۔اب تمھاری سزا یہ ہے کہ تم اپنی بیٹی سے دور رہو گی ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اور اس زندان سے تب تک نہیں نکلو گی جب تک تمھیں احساس نہیں ہو جائے تم نے کیا کیا ہے۔مارنے کا تو مجھے بہت دل تھا مگر اتنی آسان موت تمھیں ہر گز نہیں دوں گا کیونکہ تم نے میری رے کو تکلیف دی ہے وہ جس کی وجہ سے میں آج زندہ ہوں۔ان سب حادثوں کے بعد بھی اسی کہ وجہ سے جی رہا ہوں۔"

"اب جو جی میں آئے اس کے ساتھ کرو سا شا مگر اسے مرنے مت دینا۔اسے احساس دلانا کہ وجود سے روح نکلانی کے کوشش میں ہوتی تڑپ کیا ہوتی ہے۔"

وہ چھری پھینک کر گھوم گیا۔ میگھن اپنا آپ چھڑوانے کی بھرپور سیع کرنے لگی۔

"پلیز سکندر میری بیٹی بہت چھوٹی ہے۔تم یہ ایسا نہیں کر سکتے۔ڈیڈی کو پتا چلا تو وہ تمھیں مار دیں گے سکندر چھوڑو۔"

سکندر گہرا سانس لیتے ہوئے آگے بڑھنے لگا جب اسے محسوس ہوا کہ آس پاس کوئی کھڑا ہے۔مڑ کر دیکھا تو اسے صوفی سامنے کھڑی نظر آئی۔وہ سر جھٹک کر جانے لگا تو آگے اسے پھر صوفی نظر آئی۔جب کبھی وہ کسی کے ساتھ زیادتی کر جاتا تھا تو ایسے ہی صوفی اس کو نظر آنے لگ جاتی تھی۔اس کا چہرہ' اس کو وجود روشنی میں ڈوبا احساس دلاتا تھا کہ وہ غلط کر رہا ہے۔اسے ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا۔سکندر غصے سے ایک بار پھر آگے بڑھا اب اسے لگ رہا تھا صوفی اس کا پیچھا کر رہی ہے۔

"نہیں صوفی اب معاملہ ربے کا ہے میں اب بالکل بھی نہیں رُکوں گا۔"

اس کا کانوں میں آواز گونج رہی تھی۔

"وہ ماں ہے۔"

"تو میری ربے کچھ نہیں ہے؟اس پر حملہ کرنے والے کو بخش دوں؟جاو یہاں سے صوفی میں تمھاری بات نہیں سُنوں گا۔اس نے غلطی کی ہے اب اسے غلطی کی سزا بھگتنی پڑے گی۔"

سکندر تیزی سے بولتے ہوئے لفٹ کو کھولا اور اندر چل پڑا۔اس کے ساتھ ہی صوفی کا عکس غائب ہو گیا۔

....

"ہمم یہ گلاس تو لگانا بڑا آسان میں سمجھی پتا نہیں کیا کیا کرنا پڑتا ہے۔کمال ہے ویسے ڈاکٹر!! آپ تو ایک اچھے فقیر کے ساتھ ایک اچھے کارپنٹر بھی نکلے۔"

حدادا احتیاط سے گلو لگاتے ہوئے اسے دیکھنے لگا۔جو آئیسکریم کا ڈبہ پکڑے مزے سے کھاتی اس کو کام کرتے ہوئے دلچسپی سے دیکھ رہی تھی۔توبہ جتنا اس لڑکی نے اس کا سر کھایا تھا شاید ہی اتنا کسی نے کھایا ہو۔پتا نہیں کیسے خود پہ صبر کیے اسے خاموشی کی مار دیتا رہا۔

"ویسے شیشے کا مسئلہ تو حل ہو جائے گا ہینڈل کا کیا کریں گے ہم تو ہینڈل لینا بھول گئے تھے۔ اگر وہ آپ نے نہ ٹھیک کروایا تو مجھے پھر سے یہ شیشہ توڑنا پڑے گا۔"

"جس وقت تم ایسا کرو گی اس دن تمھاری گردن توڑ دوں۔"

اس نے بڑبڑا کر خود سے کہا۔ بختاور چمچ منہ میں ڈالتے ہوئے بولی۔

"آپ نے کچھ کہا؟" حداد نے اب بھی اسے کوئی جواب نہیں دیا۔

"اوہو مسٹر برووڈی آئیسکریم کی آفر نہیں کی نا اس لئے میرے سے بات نہیں کر رہے ہیں نا؟ یہ لیں اگر چمچ سے پرابلم ہے تو دوسری لے آوں آخر اتنا خوار ہو کر میرا ٹیرس کا دروازہ ٹھیک کر رہے ہیں۔ اتنا تو بنتا ہے۔"

"جی نہیں شکریہ میں ویسے بھی کسی کی جھوٹی چیزیں نہیں کھاتا!! دوسرا یہ خواری میں آپ کے لئے نہیں اپنی بھتیجی کے لئے کر رہا ہوں۔"

لو جی پھر سے گھمنڈ شروع۔۔۔ یہ آدمی ایک منٹ کے لئے نارمل نہیں ہو سکتا۔

"آپ جب پیدا ہوئے تو کسی ڈاکٹر نے آپ کو ڈرایا تھا یا ایک دو لگائی تھی؟"

اب حداد نے فولڈ ہوئی وی بازو مزید پیچھے کرتے ہوئے اسے دیکھا اور اپنے الجھی ہوئی لٹوں کو اپنے دائیں بازو سے پیچھے کرتے ہوئے برش کو گلو والے ڈبے میں ڈبویا۔

"اس بات کا کیا مطلب ہوا؟"

اس کی آواز حسب توقع سرد تھی۔

"مطلب سمپل ہے ایک تو ڈاکٹر سے آپ کو بڑی تکلیف ہے دوسرا ہر وقت سڑے موڈ میں رہتے ہیں۔ کبھی ہنسے بھی ہیں ؟" اب کی بار حداد تمسخر انداز میں ہنسا۔

"جب سر پہ چڑیل نازل ہوئی ہو تو اچھے سے اچھا خوش مزاج بندہ بھی ٹھنڈا برف کی طرح ہو جاتا ہے۔ ہنسنا تو دور وہ سانس بھی لے لے تو بڑی بات ہے۔"

"یو نیڈ سائیکیٹرسٹ مسٹر۔"

اسی پل سامنے ٹیبل میں موجود فون بج اُٹھا جسے دونوں نے دیکھا کہ ڈاکٹر شرینہ حداد کا کال کر رہی ہیں۔ شرینہ کا نام دیکھ کر بخت چونکی۔

"شیور مجھے واقعی ان کی ضرورت ہے۔" اس نے برش سائیڈ پہ رکھا اور اپنے ہاتھ کپڑے سے صاف کر کے فون اُٹھایا۔

"یہ شرینہ باجی انھیں کیوں کال کر رہی ہیں۔ یہ تو کسی لڑکی کو منہ نہیں لگاتے خیر انھوں نے بھی صحیح سُنانی ہے۔ انھیں روک دوں؟ کہیں ان کی ڈانٹ مجھے نہ پڑ جائے۔ ہائے بیچاری شرینہ باجی۔ میرا ہی پوچھیں گی۔"

"اسلام و علیکم کیسی ہیں آپ؟"

حداد فون کان سے لگاتے ہوئے خوش اخلاقی سے بولتے ہوئے مسکرایا۔ بختاور کا منہ کھلا کا کھلا رہ گیا۔ یہ مسکراتا بھی ہے!!

"جی سوری آپ کی کال کاٹی اصل میں۔۔۔۔"

وہ کہتے ہوئے کمرے سے باہر نکل گیا تھا۔ بختاور اس کی پشت کو غائب ہوتا پاکر بھی شاک سے نکلی پھر اچانک اسے پتا نہیں کیوں غصہ چڑھا۔

"فارغ وقت میں میرا ان سے آرام سے بات بھی کرنا انھیں بُرا لگتا تھا اور شرینہ باجی نے کام کے دوران انھیں کال کی تو کیسے میٹھا لہجہ استعمال کر کے ان سے بات کر رہے ہیں۔ کیا منافقت ہے!!! زہر لگتے ہیں ایسے لوگ۔ سویٹ اور اچھے دوستوں کے تو یہ اس قابل ہی نہیں ہیں خیر میں تو بھئی اپنی آئیسکریم بھی کنسنٹریٹ کروں خامخواہ اس سڑے ہوئے ڈاکٹر کو آفر کی اب تو ڈاکٹر ہی کہوں گی۔"

اتنی آسانی سے بخش دیا آدھے گھنٹے سے تم سے روڈ رہا وہ بخت اور دیکھا کیسے کسی اور لڑکی سے مسکرا کر اتنے آرام سے بات کر رہا ہے۔ اتنی بڑی بے عزتی ہو گئی وہ بھی بھا کی بھانجی کی اور تم بنا کچھ کیے مزے سے آئیسکریم کھاؤ گی۔

بختاور کے ضمیر نے ایک دم اسے جھنجھوڑا پھر خود کلامی میں بولی۔

"میں کیا کروں اس میں۔ اب وہ سڑا ہوا ہے میں تو اس کے لئے سڑی ہوئی نہیں بن سکتی۔ میری بلا سے جس سے سویٹ ہو کر بات کرے مگر واقعی میں ہی واز ٹو مچ روڈ!! میرے آئیکسریم سے بھی ایسے بدک رہا تھا جیسے مجھے کوئی بیماری ہوں۔ بیٹا بختاور عالم نام ہے میرا ایسے نہ بخشوں گی۔"

آئیسکریم رکھ کر وہ سامنے ٹیبل کی طرف آئی۔

"حداد صاحب میرے ہاتھوں اگر آپ کے ہاتھ اس دروازے سے نہ چپکے تو بھئی میرے وجود کی کوئی اہمیت نہیں۔اب تو بتانا پڑے کہ میں واقعی چڑیل ہوں۔ہی ہی۔"

وہ شرارت سے برش اُٹھاتے ہوئے دروازے کی طرف دیکھنے لگی۔

....

"بہت زیادہ ناراض ہے۔"

"اس کے پاس مت ہی جاتو۔"

"یار یہ غلط ہے۔میں اس کے لئے یہ سب کر رہا ہوں اور یہ مجھ سے بات نہیں کر رہی۔" سکندر نے حنان اور درینہ دونوں کو گھورا۔

"کیوں کریں وہ آپ سے بات ہاں جب سے اسے ہوش آیا ہے سکندر بھائی آپ تو اس کے پاس ایک منٹ نہیں ٹھہرے بس بدلے کی آگ کی پڑی ہے۔تھوڑی دیر پہلے روتے ہوئے تیار ہو کر کہہ رہی تھی کہ سکندر خوش نہیں ہے وہ تو چاہتے تھے کے میں مر جاوں۔اوپر سے جو آپ کی بہنوں کو اس نے زبانی ٹرامپل کیا اللہ معاف کرے۔بہت غصے والی ہو گئی ہے آپ کے ساتھ رہتے ہوئے۔"

اس نے رمشا کو دیکھا جو روٹھی ہوئی گرے ڈریس میں سامنے چیر پہ بیٹھی رُخ موڑے جوس کا سپ لے رہی تھی۔اس کی آنکھیں سوجی ہوئی تھیں۔بہت زیادہ ناراضگی کی نشانی نظر آ رہی تھی۔

"ویسے مجھے بھی ڈر لگ رہا ہے۔آج کل تو ویسے ہی شیرنی بنی ہوئی ہے۔اب بتاو میں کیا کروں؟"

اس نے حنان سے پوچھا۔

"لو جی سُن رہی ہو رومینس کا بادشاہ مجھ سے پوچھ رہا ہے درینہ کہ میں کیا کروں؟"

حنان نے ہنس کر اپنے بالوں کو ٹھیک کرتے ہوئے درینہ کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"بھائی وہ کہتی ہے کہ اس کے ٹھیک ہونے سے پہلے تو آپ بہت رومینٹک تھے۔اس کے پیچھے آتے تھے' اسے مناتے تھے۔گانا گاتے تھے اور تو اور اسے خوش کرنے کے لئے آپ نے اس کے لئے میٹھا بریک فاسٹ بنایا تھا دوسری بار تو شیک بھی آپ نے اپنے اوپر گرا دیا تھا۔"

سکندر نے پھٹی ہوئی آنکھوں سے درینہ کو دیکھا۔

"اس نے ساری باتیں آپ کو بتادی؟"

"ہاں وہ بھی بتاؤ ناجب سکندر نے شیمپو کو ٹرامپل کیا تھا۔"

حنان کے کہنے پر سکندر نے اپنی پیشانی مسلی۔

"رے نے بہت بُرا کیا۔ یہ کوئی بات ہے کسی کو بتانے والی۔"

"ہاں کوئی رشیا میں سُن لے کہ ان کے کاپو نے ایک لڑکی کے لئے ایسی الٹی حرکتیں کی تو بس وہ تو ایسی اندھی غلامی کو سلام پیش کریں۔"

"آپ بھی نا حنان۔ وہ دیکھیں رمشا مسکرا رہی ہے۔"

سکندر نے اسے دیکھا تو وہ اس طرف دیکھ رہی تھی جہاں شو شروع ہو چکا تھا اور سنگر نے گانا سٹارٹ کر دیا تھا۔ اس کی زبان روسی تھی مگر آواز بہت خوبصورت دیکھنے میں سنگر بھی کافی خوبصورت تھا۔ بول تو سکندر کو صرف سمجھ آرہے تھے مگر رے کا بنا سمجھے اس کے گانے پہ مسکرانا اسے غصہ دلا گیا۔

"عینہ!! شیر کو کیوں جگا یا دیا۔ اب تو اس آدمی کا اللہ حافظ۔" حنان نے گلاس ٹیبل پہ رکھتے ہوئے سکندر کو دیکھا جس کا چہرہ سُرخ ہو چکا تھا۔

"اس کے بول سُنے ہیں حنان اتنا بکواس گا رہا اور رے کو اس کا گانا اچھا لگ رہا ہے۔"

"بھئی آواز زبردست ہے بول تو آج کل ہمیں اپنی زبانوں کے بھی کبھار سمجھ نہیں آتے۔ اس میں کون سی بڑی بات ہے۔"

"بھائی آپ ایک کام کریں آپ گانا گائے مثی کو تو آپ کی آواز بہت اچھی لگتی ہے۔" اس کی بات پہ حنان ہنسا۔

"کیوں انسانوں کے کانوں سے خون نکلوانا چاہتی ہو۔ سکندر کی آواز پھٹے ڈھول۔۔۔۔"

سکندر اُٹھ پڑا اور اس نے حنان کو اُٹھا کر اپنے ساتھ گھسیٹا۔

"کیا کر رہا ہے کہاں لے کر جا رہا بھئی اس سنگر کو مارنے میں تو بالکل تیری مدد نہیں کروں گا۔"

"شٹ اپ میری بات سُن!!!"

وہ کہتے ہوئے اس بیک سٹیج کی طرف لے گیا۔

"یہ دونوں کہاں گئے ہیں؟۔"

رمشانے جب درینہ کو اپنے پاس بیٹھتے ہوئے دیکھا تو اس طرف خالی کُرسیاں پا کر اس سے پوچھے بغیر نہ رہ سکی۔

" واش روم!! تمھیں سنگر کی آواز بڑی پسند آئی۔"

"ہوں۔۔۔اچھا گاتا مگر سمجھ کچھ نہیں آیا۔"

"سیریسلی تمھیں واقعی اچھا لگا۔"

درینہ سمجھی شاید سکندر کو جیلس کروانے کے لئے رمشانے ایسا کہا ہے۔رمشانے کندھے اچکائے۔

"اس بل بورڈ پہ ایڈ کی جگہ اس گانے کے بول لگاوا!!! فوراً!!! "

سکندر سخت کٹیلے لہجے میں کنڑولر کو بولا جو سنگر کی وڈیو' ایڈ وغیرہ بل بورڈ پہ چلاتا تھا۔وہ تو کاپو کی نظر دیکھ کر سب کچھ روک چکا تھا۔

"تجھے گانا نہیں آتا یہ تو گا کیوں رہا ہے۔"

حنان لبوں پہ انگھوٹا پھیرتے ہوئے نروس ہو کر بولا۔پتا نہیں کیا الٹا کام کرے گا یہ آدمی۔

"میری مرضی۔میں اپنی بیوی کے لئے کچھ بھی گاوں تمھیں کوئی اعتراض!!! "

"نہ بھئی مجھے کیا تم بھلے کھمبے پہ لٹک کر اپنی محبت کا اظہار کرو!!"

"اس سنگر کو فوراً گھسیٹ کر لاو بہت ہو گیا اس کا گانا بلکہ یہ کام میں ہی کر دیتا ہوں۔" وہ سٹیج کی طرف جانے لگا جب حنان نے اس کا بازو پکڑا۔

"بیوی نے ویسے ہی اُٹھ جانا ہے پھر گاتے رہنا میں ڈوب رہا مجھے بچانا!!! صبر کر جا۔آ رہا ہے وہ۔"

سنگر بریک کے لئے اُٹھ گیا پھر اناونسر آئی اس نے انگریزی اور روسی میں کچھ کہا پھر دوسرے سنگر کو بلاتے ہوئے جب اس نے نام لیا تو رمشانے ایک دم سٹیج کی طرف حیرت سے دیکھا۔

Ray's sikander

اس نے دیکھا سٹیج پہ ایک دم سکندر کے آنے پہ عجیب سا شور اُٹھا تھا اور بہت سی لڑکیوں کو سانسیں بھی رُک گئی تھیں۔

اتنے خوبصورت ترین سنگر کو دیکھ کر لڑکیاں کیسے آہے نہ بھرتی۔سکندر پیانو کی طرف آیا اس کے پیچھے حنان بھی آیا۔

درینہ نے منہ پہ ہاتھ رکھا اور ہنسے بغیر نہ رہ سکی۔اس کے منہ پہ بجتے ہوئے بارہ کو دیکھ کر وہ سمجھ گئی کہ سکندر نے زبردستی کی تھی۔حنان نے گیٹار تھام لیا۔سکندر روسی زبان میں سب سے کچھ کہہ رہا تھا ایک دم سب کی نظریں پیچھے کی طرف گئی تھی۔

"اس نے کیا کہا ہے درے اور یہ کیا کرنے والا ہے!"

"شاید تمھارا ذکر کیا ہے اللہ میں بے ہوش ہو جاوں میرے حنان سٹیج پر رُکو میں وڈیو بناوں۔بابا دیکھے گے تو بے ہوش ہو جائے گے۔"

"پاگل لڑکی ماموں سکندر کو جیسے نہیں دیکھے گے نا۔"

رمشا نے اسے روکا۔

"اچھا اچھا کسی کو نہیں دکھاؤں گی مگر بنانے تو دو ویسے تمھارا شوہر بہت گریٹ ہے کچھ تو میرا میاں ان سے سیکھیں۔"

"یہ آدمی مجھے صحیح امپریس کروانے والا ہے۔یہ ایسا کیوں کرتا ہے۔"

"تم نہ مسکراتی نا اس سنگر پر اب بھگتو!!! ویسے ہو بڑی ناشکری تم رمشا مجھے ایسا شوہر ملا ہوتا تو میں وہی بے ہوش ہو جاتی خوشی سے اللہ۔ہی از گولز۔"

میوزک شروع ہو چکا تھا سکندر کی نظریں رے کی طرف تھی مگر ساتھ ہی اوپر لگے لیکرس کی طرف بھی۔توبہ بیوی کو امپریس کرنے کے لئے انسان کو کیا کرنا پڑتا ہے۔حنان کبھی کبھار واقعی صحیح کہتا ہے میں میڈ ہوں!!! ٹوٹل سائیکو۔

There goes my heart beating

Cause you are the reason'

I'm losing my sleep

Please come back now

There goes my mind racing

And you are the reason

That I'm still breathing

I'm hopeless now

I'd climb every mountain

And swim every ocean

Just to be with you

And fix what I've broken

Oh, 'cause I need you to see

That you are the reason

There goes my hand shaking

And you are the reason

My heart keeps bleeding

I need you now

If I could turn back the clock

I'd make sure the light defeated the dark

I'd spend every hour, of every day

Keeping you safe

And I'd climb every mountain

And swim every ocean

Just to be with you

And fix what I've broken

Oh, 'cause I need you to see

That you are the reason, oh

Do not copy without Author's permission

(I don't wanna fight no more)

(I don't wanna hurt no more)

(I don't wanna cry no more)

(Come back, I need you to hold me closer now)

سکندر کی بے تحاشا خوبصورت آواز میں تو ایک لمحے کے لئے تو پورے گراونڈ میں ایک عجیب سی جامد خاموشی چھا گئی تھی ۔رمشا بھی ایک دم لاجواب ہو گئی۔ وہ سکندر کو دیکھنے لگی۔ جو اسے دیکھ رہا تھا اسے احساس بھی نہیں ہوا کہ سکندر لیکرس کے بجائے اب رمشا کو دیکھتے ہوئے گا رہا تھا۔ صحیح گا رہا تھا غلط گا رہا تھا کچھ پتا نہیں۔ بس وہ ان آنکھوں میں کھو سا گیا تھا پھر ایک دم وہ گانے کے درمیان خاموش ہو گیا تھا۔ پیانو پہ چلتی انگلیاں رُک گئی تھیں۔ حنان بھی رُک کر اسے دیکھنے لگا۔

"یہ میری رے آف سن شائین کے لئے جو موت سے میرے لئے لڑ کر واپس لوٹی تھی۔ صرف میرے لئے۔ میرے بے مول آنسوؤں پر ترس کھا کر واپس آئی تھی۔ ایک فضول سے غنڈے کی سچی محبت کی خاطر وہ واپس زندگی کی طرف لوٹی تھی۔ آئی لو یو رے۔"

اس نے آخری بات اُردو میں کہی تھی جو کسی کو سمجھ تو نہیں آئی مگر نجانے کیوں وہ اس کی آواز میں رمشا کی سچی محبت محسوس کر رہے تھے۔ تالیوں کی آواز پورے گروانڈ میں گونج اُٹھی۔ رمشا کی آنکھیں نم ہو گئیں۔ سکندر اس کی زندگی کا سب سے انمول تحفہ تھا۔

....

"اوکے ٹھیک ہے میں اوپاونٹمینٹ میں رکھتی ہوں اس کی۔ آپ کو ٹیکسٹ کرتی ہوں تھوڑی دیر میں۔ آپ ضرور آیئے گا ماما بہت خوش ہو گی آپ سے مل کر۔ اکثر آپ کو ذکر کرتی ہیں جی۔ اوکے ضرور اللہ حافظ۔"

شرینہ نے فون بند کیا۔

"کس سے بات کر رہی تھی۔" شرینہ جو مسکراتے ہوئے حداد کو سوچ رہی تھی ایک دم ممی کی آواز پر اسے نے اچھل کر دل پہ ہاتھ رکھا۔

"ماما!!"

اس نے اپنی ماں کو دیکھا جو براون سلک ساڑھی پہنے کہی جانے کے لئے تیار۔دروازے کے ساتھ ٹیک لگائے مشکوک نظروں سے شرینہ کو دیکھ رہی تھی۔

"ماما آپ ڈرا دیتی ہیں ناک کر کے بتا نہیں سکتی۔آیئے۔"

اپنی بے ترتیب ہوتی سانسوں کو سنبھالتی اس نے امی کو اشارہ کیا۔

"نہیں میں تمھارے پاپا کے ساتھ ان کے دوست کے گھر جا رہی ہوں۔تم چلو گی؟" وہ اپنے ساڑھی کا پلو سنبھالتے ہوے اسے بولی۔جس نے سامنے لگی کلاک کو دیکھ کر سر نفی میں ہلایا اور کہا۔

"اس وقت نہیں اماں کل میری بورڈ آف ڈریکٹر کے ساتھ میٹنگ ہے پھر دوپہر کو میں نے کہی جانا ہے۔رات کو میری ضروری اپاوئینٹمینٹ ہے۔کل بہت ہیکٹک روٹین ہے۔۔خ اب میں سو جاوں گی۔"

"ابھی تو آٹھ بج رہے ہیں شیری۔اتنی جلدی سو جاو گی۔خیر خالی پیٹ مت سونا۔ویسے میرا دل تھا کہ تم چلو وہاں مسز حیدر کے گھر۔"

"ممی پلیز میں بالکل انٹرسٹڈ نہیں ہوں۔آپ کو دو دن پہلے بھی بتایا تھا میں نے۔"

"تمھیں کوئی پسند ہے؟مجھے سے چھپانا مت؟" ایک دم شرینہ نے جھٹکے سے ممی کو دیکھا اور تیزی سے کہا۔

"نو ماما ایسی کوئی بات نہیں ہے۔آپ نے سوچا بھی کیسے؟" شرینہ فون بیڈ پہ پھینکتے ہوے اپنی ڈھیلی ہوتی پونی کو کس کے باندھتے ہوے بیٹھی۔

"نہیں اگر تمھیں پسند ہے تو اس میں بُرائی کیا ہے۔ہمیں بتا سکتی ہو۔ہم اتنے بھی تنگ نظر ماں باپ نہیں ہیں۔"

"نہیں ماما جان کوئی پسند نہیں ہے۔جب ہو گا تو آپ لوگوں کو ضرور بتاوں گی۔اب آپ کو دیر نہیں ہو رہی۔"

شرینہ نے سیدھا اشارہ دے دیا تھا کہ وہ ابھی اسے بارے میں بات نہیں کرنا چاہتی۔ممی بھی سمجھ گئی کہ ابھی یہ وقت نہیں ہے۔

"کھانا کھا کر سونا۔میں بتا رہی ہوں شیری۔"

"اوکے ماما جان بائے۔"

وہ کہتے ہوے تکیہ کے اوپر اپنا سر رکھ چکی تھی اور حداد کو سوچتے ہوئے ایک دم اس کی لبوں پر دلکش مسکراہٹ پھیلی۔

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

وہ اپنا کام کر کے مسکرا کر مڑنے لگی جب اسے اپنے بال میں ٹھیس سے اُٹھتی ہوئی محسوس ہوئی۔ جیسے کسی نے اس کے بال کھینچے ہو۔

"اُف!! بہت درد ہو رہا ہے۔" اس نے گھوم کر دیکھا تو اس کے بال گلو کے ساتھ چپک چکے تھے۔

"شٹ!!! کیا کرتی ہو بخت جوڑا نہیں بنا سکتی تھی۔"

اب وہ اپنے دھیان میں دروازے پہ ہاتھ رکھ چکی تھی جہاں پہ اس نے گلو لگائی تھی۔ بالوں کو احتیاط سے کھینچتے ہوئے ہوئے سسکی۔ جیسے تیسے کر کے اس نے اپنے بال زور سے کھینچ کر نکالے مگر جب احساس ہوا کہ اس کے ہاتھ دروازے کے ساتھ چپک کے رہ گئے تو وہ شاکڈ سے اپنے ہاتھ زور سے کھینچنے لگی۔

"اُف اللہ یہ صحیح مثال ہے اپنے پیروں پہ کہلاڑی مارنے کی۔ بیڑا تار اجائے تمھارا بخت۔"

....

"آرام سے ایزی ہلومت۔" سکندر اس کی بینڈیج چینج کروا رہا تھا۔ اس کے سٹیچیس پر الکحل پیڈ ہلکے سے رب کرتا اسے بولا۔

"بہت جلن ہو رہی ہے سکندر!!"

رمشا کی آنکھوں میں جلن سے پانی آ گیا تھا۔

"بس تھوڑا سا انفیکشن نہ ہوئے میری جان کو اس لئے کر رہا ہوں آئیم سوری رے۔"

اس نے فارغ ہاتھ سے رمشا کا ہاتھ نرمی سے دباتے ہوئے بولا۔ رمشا ہنسی۔

"سوری کیوں کہہ رہے ہیں آپ؟"

"میری وجہ سے اتنی تکلیفوں کا تمھیں سامنا کرنا پڑا۔ آئیم سوری رے۔ اب دیکھنا تمھارا اتنا خیال رکھوں گا۔ اتنی احتیاط کروں گا کہ تمھیں ان شااللہ ڈاکٹر اور ہوسپیٹل کی شکل ہی نہیں دیکھنے پڑے گی۔"

کہتے ہوئے پیار سے اس کی ٹھوڑی چھوتے ہوئے بولا۔

رمشا نے اپنی نم آنکھوں سے شرارت سے لب دبائے سوچ کر کہا۔

"کیسی باتیں کر رہے ہیں آپ کبھی نہ کبھی تو ڈاکٹر کی شکل دیکھنی ہے نا ضروری ہے کہ بندہ بیمار ہو۔"

"بیمار ہوتا ہے بندہ تو ہی جاتا ہے۔"

سکندر بنا کچھ سمجھے نارمل لہجے میں اس کی گردن کو پٹی باندھنے لگا۔

"ہاں بیمار تو ہوتا ہے بندہ لیکن خوشی کا دن ہو تو بیماری بھی بڑی پیاری لگتی ہے۔اس بارے میں کیا خیال ہے؟"

"بیمار وہ بھی خوشی کے موقعے پر کیا بولے جا رہی ہو رے؟"

سکندر نے اسے ایک لمحے دیکھا پھر اپنے کام پہ مصروف ہو گیا۔

"سکندر ہمارا کبھی نہ کبھی تو بے بی ہو گا تب آپ کیا کریں گے؟ مجھے ہسپتال نہیں لے کر جائے گے؟"

رمشا نے آنکھیں گھماتے ہوئے اس سادہ معصوم شخص کو دیکھا جو ابھی تک قربونت برم کی جگہ قربا قربو بولتا تھا۔ سکندر کے ہاتھ ایک دم ساکت ہو گئے۔

"بے بی؟"

"ہاں تب آپ ڈاکٹر کو ٹرامپل کریں گے جیسے اس دفعہ کیا۔ ویسے اس دفعہ تو میں لازمی ہوش میں ہو گی۔ مجھے آپ کاری ایکشن دیکھنا ہے۔ کتنا مزا آئے گا لیکن پھر کہتی ہوں وہاں میری حالت بگڑ رہی ہو گی اور آپ کو کنٹرول بھی نہیں کر سکوں گی۔"

"میری وائف رو رہی ہے۔تکلیف سے چیخی جا رہی ہے اور تمھیں اپنی کیس کی پڑی ہے۔" سکندر ڈاکٹر کا گیربان تھامے غصے سے دھاڑ رہا تھا۔

"سوری سر لیکن ابھی وقت نہیں ہے۔ابھی ٹائیم لگے گا۔"

"اسے چیک کرو باقی اور سارے ڈاکٹر کہاں مر گئے ہیں۔" اسے چھوڑتا وہ درد سے تڑپتی بے حال رے کے پاس آیا۔

"رے گہری سانس لو' پلیز رومت مجھے ابھی سے غصہ آرہا ہے۔ مجھے یہ بے بی چاہیے نہیں تھا دیکھو کتنا تنگ کیا ہے اس نے۔ پورے نو مہینے اس نے تمھیں بے حال کر کے رکھ دیا۔ آئی ڈونٹ لائیک دس گائے۔"

رمشا درد میں روتے ہوئے ایک دم ہنس پڑی۔ سکندر کو دیکھا جس کے چہرے پہ ہوائیاں ہی اُڑھی ہوئی تھی۔

"سکندر اب آپ اپنے بیٹے کو بھی ٹرامپل کریں گے؟ اُف اللہ!!!" وہ درد سے بولتے ہوئے ایک دم کہرائی۔

"بس یہ ایک دفعہ اس دُنیا میں آئے۔اس کو میں سبق سکھاؤں گا۔ سمجھتا کیا ہے خود کو۔ماں ہو تم۔کچھ تو لحاظ کرنا چاہیے اسے۔"

"سکندر مجھے اس وقت آپ کا غصہ نہیں چاہیے۔ مجھ سے زیادہ آپ کو ریلیکس ہونے کی ضرورت ہے۔"

"تمھارا چہرہ دیکھو پسینے سے بھر گیا ہے اور کتنا سُرخ ہو گیا ہے ڈاکڑ!!!! آج میرے ہاتھوں کسی کا خون ضرور ہو گا۔"

"تم کیوں اُٹھی!!! "اس نے دیکھا رمشا بچے کے رونے پر اسے چُپ کروا رہی تھی تو سکندر اپنے بیٹے کو گھورتے ہوئے رمشا کو کہا۔

"ارے سکندر رو رہا ہے اُٹھتی کیسے نا اور اسے بھوک بھی لگ رہی تھی۔"رمشا کی آنکھوں میں حلقے دیکھ کر سکندر کو نئے سرے سے غصہ چڑھا۔ یہ لڑکا اسے اپنی ماں کا زرا بھی خیال نہیں ہے۔

"یہ کون سا ٹائیم ہے بھوک کا اور ہر وقت اسے پرابلم ہوتی ہے۔ تمھیں ہر وقت تنگ کرتا ہے لاوا سے مجھے دو!! اور جاو تم سو جاو۔"اس نے تیزی سے کہہ کر اپنا بیٹا رمشا سے لیا۔

"چُپ کر جاو۔ سارا دن اپنی ماں کی توجہ حاصل کرنے کے لئے ایسی ڈرامہ کرتے رہتے ہو۔ مانا کہ میرے جیسے خوبصورت اور ہینڈسم ہو مگر میں پھر بھی تمھاری ماں کا ہیرو ہوں۔"

اسے چُپ کروانے کے بجائے سکندر اس بیچارے کو مزید رُلاتا تھا۔

"ماما کا بیر ماما کی جان!!! ماں کا پرنس۔۔خ"

سکندر اخبار لپیٹ کر اسے اور اپنے چھ ماہ کے بیٹے کو گھورتے ہوئے دیکھنے لگا۔ پورا ایک گھنٹہ ہو گیا تھا اور رمشا اس کو توجہ دے رہی تھی۔ اس کو کبھی نہلانے کے لئے لے گئی' پھر چینج کروایا وہ بھی بہت پیار سے۔ دس گھنٹے تو اسے باتیں کر کے ٹائیم ضائع کر رہی تھی۔ اب کھانا کھلا کر اس کا منہ صاف کرتے ہوئے اسے پیار کر رہی تھی۔ مجال ہے جب سے آیا ہو زرا بھی سیدھے منہ بات کی ہو پیار کرنا تو دور کی بات۔

"ہاں یہ سب کچھ ہے جو تمھیں ہر ایک ایک سکینڈ بعد تنگ کرتا ہے۔ تمھارے کپڑے گندے کر دیتا ہے۔ تمھیں رات رات جگائے خود مزے سے سوتا ہے۔ ٹھیک ہے بھئی یہ پرنس تو میں بس سکندر۔"

"سکندر کیا ہو گیا ہے؟ یہ آپ کا بیٹا ہے۔"

"جو بھی ہے مگر تمھیں تنگ کرنے والا اگر میرا بیٹا بھی ہو گا اسے بھی ٹرامپل کروں گا۔"

"ہیں؟ یہ کیا بول رہے ہیں۔"

رمشا کی بات پر سکندر ایک دم سوچ کی دُنیا سے نکلا۔

"آپ کا بیٹا کہاں سے آگیا؟"

رمشا نے اسے مشکوک نظروں سے دیکھتے ہوئے اس کی آنکھوں میں دیکھا۔

"کچھ نہیں اور نو بے بے بی!!! ہم ایسے ہی ٹھیک ہیں۔"

رمشا کو اس کی بات پر جھٹکا لگا۔

"کیا؟ یہ کیسی بات ہے نو بے بی؟"

رمشا کو لگا اسے سُننے میں غلط فہمی ہوئی ہے۔

"بس کہہ دیا نا اور میں تمھیں نو مہینے تکلیف میں ہر گز نہیں دیکھ سکتا اس لئے کوئی بحث نہیں ہو گی اس بارے میں۔"

وہ پٹی باندھ کر اُٹھنے لگا تھا کہ رمشا نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے روکا۔

"یہ تو سب مائیں سہتی ہیں سکندر اس میں کون سی بڑی بات ہے لیکن آپ نے سریس ہو کر تو یہ بات نہیں کی نا؟" رمشا پریشانی سے سکندر کو دیکھتے ہوئے بولی۔

"بالکل سنجیدہ ہو کر!!! اور تمھارے اس حادثے کے بعد میں بہت سینسٹو ہو گیا ہوں۔ایک چُبن بھی تمھیں ہو گی تو میں برداشت نہیں کر سکوں گا۔" رمشا کو اس کی بات پر ہنسنا پڑا۔

! Now that's really dramatic

"نہیں یہ ڈرامیٹک نہیں ہے!! جو دو دن میرے اوپر ایک قیامت کی طرح گزرے اس کو لفظوں میں بھی بیان نہیں کر سکتا اور تم کہتی ہو خیر۔۔۔اس بات کو تو ویسے بھی کوئی بھی نہیں سمجھ سکتا۔یہاں تک کہ تم بھی نہیں۔" سکندر کمر پہ ہاتھ رکھ سر جھٹک کر مڑا۔

رمشا ایک دم چُپ ہو کر رہ گئی پھر اس کے سامنے آکر اس کا سینے پہ ہاتھ رکھ کر بولی۔

"آپ یہ ڈر۔۔۔۔"

لیکن سکندر اس کی بات کاٹ کر تیزی سے بولا۔

"نہیں میں یہ ڈر کبھی نہیں نکال سکتا!!! "

"تو اگر کبھی ہمارا بے بی ہو گیا اچانک سے تو آپ کیا کریں گے اپنے اس ڈر کی بدولت اس سے میری اور اپنی جان چھڑوائے گے۔" سکندر نے اسے دیکھا وہ دُکھی نہیں تھی بس پریشان تھی اور پریشانی سے اس کی سوچ پڑھ رہی تھی۔ سکندر نے گہرا سانس لیا۔

"تم پاگل ہو!!! جب اللہ کو منظور ہوا تو میں اس کے فیصلے کو ضرور قبول کروں گا رے۔ایسی بات نہیں ہے مگر ابھی کی بات کر رہی ہو تو میں بالکل ریڈی نہیں ہوں۔"

"اگر ابھی وہ وقت آگیا تو؟" رمشا اپنا وہم ختم کرنا چاہتی تھی جو سکندر نے اس کے اندر ڈال دیا تھا۔

"تو بھئی میں بہت خوش ہو گا بس میری نو مہینے کی نیند' سکھ اور چین سب اُڑھ جانا ہے۔یا اللہ بیٹی ہوا گر تو نے مجھے اولاد دینی ہے۔"

رمشا جھینپ کر ہنستے ہوئے اس کے سینے پہ ہاتھ مارا۔

"آپ میری بے بی کو ٹرامپل کریں گے؟"

"ہاں اگر اس نے میرے بیچ میں آنے کی کوشش کی اور تمھارے بے بیز نہیں میرے!! تمھارا تو صرف میں ہوں۔"

سکندر اس کے دونوں بازوں تھامے اسے اپنے قریب کرتے ہوئے بولا۔

••••••••••••••••••

حداد اندر آیا تو اندر کے منظر کو دیکھ کر چونک گیا۔اس کے بعد وہ اسے سر تا پا دیکھتے ہوئے بولا۔

"یہ کیا؟"

"او تھینک گاڈ آپ آگئے پلیز ڈاکٹر میرا ہاتھ پھنس گیا ہے اور یہ نکلنے کا نام نہیں لے رہا۔"

"واٹ اند اور لڈ کیا کرتی رہی ہو میرے پیچھے!!!"

وہ تیزی سے بولتے ہوئے اس کی قریب آیا۔جو اپنے ہاتھ کو نکالنے کے چکر میں بالکل نڈھال دکھائی دے رہی تھی۔

"مجھے خود نہیں پتا کہ کیسے چپک گیا۔"

وہ سر جھکائے جھوٹ بولتے ہوئے اپنے لب کاٹنے لگی۔

"اس دروازے میں کیا میگنیٹ تھا؟ جس نے تمھیں خود اپنی طرف کھینچ لیا۔ضرور کچھ الٹا کام کیا ہو گا۔"

"پلیز ڈانٹے تو نا ڈاکٹر میری مدد کریں!!! "

وہ اسے گھورتے ہوئے تیزی سے بولی۔

"ہیلپ کیا کروں میں اب!!! اب تو دروازہ ہی نکلوانا پڑے گا۔" اس نے دروازہ کو دیکھا پھر اس کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"دروازہ کیوں؟ بھئی میرا ہاتھ نکالیں!!! میں دروازے کے ساتھ چپکی ہوئی ہوں۔ دروازہ میرے ساتھ نہیں چپکا ہوا !!" اس کے بے بسی والے انداز کو دیکھ کر حداد ہنسے بغیر نہ رہ سکا۔

"مائی گڈنس تم لڑکی ہو؟ کہ بندریاں؟ چین سے بیٹھا نہیں جاتا۔"

"دیکھیں اگر آپ میری ہیلپ نہیں کر سکتے تو میں حازق بھائی کا بلا لوں گی۔" حداد مزید ہنسنے لگا۔

"بھئی تمھارا وہ کزن تمھاری چیخنے سے تھوڑی ہے آئے گا۔ تمھارا فون تو بیڈ پہ پڑا ہوا ہے۔"

"میری اگر آپ نے مدد نہیں کی تو قسم سے یہ جو آپ کی سلامت آنکھ ہے وہ اسی ہاتھ سے جو دروازے کے ساتھ چپکا ہوا آپ کی آنکھ پھوڑ دوں گی۔"

"دیکھا!! اسی بدتمیزی کی سزا ملی ہے تمھیں اور کرو میں تو بیٹھا انجوائی کروں گا۔ ایک تو ایسے موقعے بھی بڑے کم ملتے ہیں "۔

وہ اپنے ہاتھ رگڑتا مزے سے بختاور کے بیڈ پہ بیٹھتے ہوئے بولا۔

آپ مجھ سے کس بات کا بدلہ لے رہے ہیں؟"

حداد ایک دم اپنے داڑھی پہ ہاتھ پھیرتے ہوئے چونکہ۔

"کس بات کا بدلہ؟ تم یہ کہو کون سی باتوں اور حرکتوں کا جو میں نے کی ہیں جس کا آپ بدلہ لے رہے ہیں۔"

بختاور نے اسے سخت نظروں سے گھورا۔

"ٹھیک ہے پھر!! میں کھڑی رہتی ہوں یہاں اور اگر مجھے کچھ ہو گیا تو جیل جانے سے پہلے جو میرے ماما آپ کا حشر کریں گے کہ آپ کے گھر والے بھی آپ کا چہرہ پہچان نہیں سکے گے۔"

رونا تو میں نے بالکل بھی نہیں اس کے سامنے ورنہ یہ اور مذاق بنائے گا۔شرینہ باجی کے ساتھ اتنا سویٹ تھا اور میرے ساتھ ہٹلر کا بھی نانا۔اس آدمی کا آخر میں نے کیا بگاڑا ہے۔

رُخ موڑے وہ بے بسی سے لب کاٹے اس بے رحم آدمی کے بارے میں سوچ رہی تھی چونکی تب جب اس نے کسی کا ہاتھ اپنے ہاتھوں پر محسوس کیا۔اس نے چہرہ گھما کر دیکھا۔حداد اس کے ہاتھوں کو غور سے دیکھ رہا تھا اور سوچ کی لکیر اس کے پیشانی پہ دکھائی دے رہی تھی جیسے وہ سوچ رہا تھا کہ اس کے ہاتھ کو کیسے اُتارا جائے۔وہ اس کا ہاتھ چھوڑ کر مڑا اور اس کے ڈریسنگ ٹیبل کے پاس آیا جہاں پیٹرولیم جیلی کی بوتل پڑی ہوئی تھی ساتھ میں کاٹن بڈز بھی تھے۔ان دونوں چیزیں کو اُٹھا کر وہ اس کے پاس آیا۔بختاور ایک دم اسے دیکھنے لگی تو ایک دم اس کے چہرے کے تاثرات چوکس ہو گئے۔جیسے اسے لگ رہا ہو کہ حداد کوئی شرارت کرنے والا۔حداد اسے دیکھے بنا پیٹرولیم جیلی کی لڈ کھولتے ہوئے بولا۔

"میں تمھاری طرح بالکل نہیں ہوں۔"

اس نے ڈھیر سارے کٹن بڈ نکالے اور ان سب کو پیٹرولیم جیلی کے اندر گھسایا اس کے بعد اسے نکال کر اس نے بختاور کے چپکے ہوئے ہاتھ کے درمیان ہلکے سے گیپ میں پیٹرولیم جیلی لگانا شروع کیا۔بختاور کو ایک دم جھٹکا لگا۔وہ اس کا ہاتھ نکال رہا ہے بنا تنگ کیے اور چھیڑے وہ واقعی اس کا ہاتھ نکال رہا ہے! ایسا کیسے ہو سکتا ہے۔

جہاں سے گیپ تھا وہ وہاں پر پیٹرولیم جیلی لگا رہا تھا۔اپنا کام کرتے ہوئے وہ بخت کے اتنے قریب آچکا تھا کہ بخت کی سانسیں رُک گئی تھی۔اس کی فریش واٹر کی سمیل اس کو عجیب کیفیت میں مبتلا کر رہی تھی۔جس پہ بخت کا بڑی الجھن ہو رہی تھی سر دوسری طرف پھیر کر اس نے اپنی آنکھیں زور سے بند کر لی تھیں۔

حداد اپنا کام کر کے پیچھے ہوا تو تسلی کے تاثرات ابھی بھی اس کے چہرے پہ نہیں تھے۔

"تم ایک سکینڈ ویٹ کرو میں ابھی آیا۔"

"میرا نیل پالش ریمور دراز میں پڑا ہے اسے بھی کام چل سکتا ہے؟"

حداد دروازے کی طرف پہنچ کر رُک کر مڑا۔

"ہاں وہ بھی ہے کس دراز میں؟"

"وہ سامنے بیڈ کے ساتھ والا۔ سامنے ہی پڑا ہے۔"

اس نے دوسرے ہاتھ سے اشارہ کیا حداد نے سر ہلا کر اس کی دراز سے نیل پالش ریمور نکالا اور اس کی طرف آیا۔

پھر مزید ایک دو حربے استعمال کر کے اس نے بختاور کا ہاتھ پکڑ کر کھینچا۔

بختاور نے سکھ بھرا سانس لیا اور اپنے ہاتھ کو دیکھنے کے بجائے اسے دیکھا جو اس کے ہاتھوں کو غور سے دیکھ رہا تھا۔ اس کی نظریں بڑی سادہ تھی مگر بختاور کی نظریں بختاور کی نظروں میں تشکر کے بجائے کچھ اور ہی رنگ تھے۔ جس سے وہ خود بھی انجان تھی۔

"اپنے ہاتھ کو پانی میں ڈبو کے رکھو اس کے بعد ڈرائی کرنے کے بعد تھوڑی دیر یہ پیٹرولیم جیلی لگا کر رکھنا اس کے بعد سکرب کرنا ہاتھوں میں لگی گلیو اُتر جائے گی۔"

اب وہ اس کا ہاتھ چھوڑ کر اسے نرمی اور پروفیشنل طریقے سے بولا۔

"تھینک یو ڈاکٹر۔"

اب بختاور کا لہجہ بھی بدل چکا تھا۔ حداد نے اتنا دھیان نہیں دیا تھا۔ سر ہلا کر اس نے دروازے کو دیکھا تھا۔

"اس دروازے پہ بہت ٹائیم لگ جائے گا۔ تم ایسا کرو میرے کمرے میں چلی جاو یا اس پر اعتراض ہے تو ٹیرس کے ساتھ ہی ایک کمرہ ہے لیکن وہ سیٹ نہیں ہوا۔" کمر پہ ہاتھ رکھے وہ بختاور کو بتا رہا تھا۔

"نہیں میں یہاں ٹھیک ہوں۔ دروازہ خراب ہے تو کیا ہوا؟ گھر تو سیف ہے نا۔"

اب حداد نے چونک کر اس کے چہرے کی طرف دیکھا۔

"یہ آپ ہی کہہ رہی ہیں رات میں اگر بچوں کی طرح چیختے چلاتے میرے کمرے میں آئی تو؟ کہ ہر کولیس آگیا ہر کولیس۔"

اگر انھیں اپنا کمرہ دے دیا تو انھیں پتا لگ بھی سکتا ہے کہ آپی ہمارے پاس ہیں۔

"نہیں آئے گا آپ بے فکر رہیں میں اسے سنبھال لوں گی۔"

"ہرکولیس آپ کا چاچا کا بیٹا ہے کیا جسے آپ سنبھال لیں گی۔ میرے کمرے میں چلی جائے میں نیچے والے بیڈ روم میں سو جاوں گا۔"

بختاور نے سوچ کر سر اثبات میں ہلایا۔

"خیر میں جمیل سے کھانے کا کہتا ہوں۔ کھانے کے ٹائیم نیچے آجانا۔"

وہ جانے لگا کہ بختاور نے اسے پھر روکا۔

"ڈاکٹر؟"

حداد مڑا۔

"آئیم سوری اینڈ وانس اگین تھینک یو آپ واقعی بہت اچھے ہیں۔"

حداد نے الجھ کر اس لڑکی کو دیکھا وہ آگے سے اس سے پوچھنا چاہتا تھا کہ سوری کس بات پر اس نے کی مگر وہ خاموشی سے سر ہلا کر چل پڑا۔

....

"یہ جاوید بھائی یہاں پہ کیا کر رہے ہیں؟"

رمشا نے اپنا دوپٹہ سر پہ اچھی طرح ٹھیک کرتے ہوئے سکندر کو دیکھا جو فون پہ کسی کو ٹیکسٹ کرتے ہوئے ساتھ ٹرالی گھسیٹ رہا تھا۔ سکندر نے رمشا کے کہنے پر دوسری طرف دیکھا تو اس کے دیکھنے پر جاوید تیزی سے چل کر اس کی طرف آیا۔

"سر! میم ویلکم۔"

اس نے پہلے سکندر کو دیکھ کر کہا پھر رمشا کو ویلکم کیا۔ سکندر نے جواب میں سر ہلایا اور پھر مڑ کر حنان کو دیکھا جو درینہ کے ساتھ پیچھے آ رہا تھا۔ وہ دونوں لیٹ اس لئے ہو گئے تھے کیونکہ درینہ کو واش روم جانا تھا اور حنان اس کے انتظار میں کھڑا رہا
۔

"جاوید سامان گاڑی میں رکھواؤ اور درینہ بھابی اور رمشا کو کلب لے جانا۔" اس بات پر رمشا ایک دم چونک کے رہ گئی۔

"مگر سر آپ تو کہہ رہے تھے۔"

"جاوید جو کہا ہے وہ کرو اور دوسری گاڑی لائے ہو؟"

"جی سر دوسری گاڑی آپ کا ڈرائیور چھوڑ کر گیا ہے۔" حنان ابھی فاصلے پر تھا کیونکہ وہ اپنے ملک واپس آ چکے تھے اور وہ چاہ کر بھی بھا کے قریب نہیں ہو سکتا تھا سکینڈل بننے میں دیر کہاں لگتی تھی۔

"یہ مجھے کس کلب کے کر جانے کی بات کر رہے ہیں آپ؟"

"رے تم اور درینہ بھابی جاوید کے ساتھ جاؤ گے میں اور حنان زرا ضرور میٹنگ اٹینڈ کر لیں۔"

"کون سی میٹنگ؟ کیسی میٹنگ سکندر آپ۔۔۔"

"چُپ! جو کہا ہے وہ کرو جاوید۔"

جاوید ٹرالی گھسیٹ کر آگے چلنے لگا۔

"جاؤ اس کے ساتھ۔"

اسی پل اس نے درینہ کو اشارہ کیا وہ حنان سے ٹرالی کے کر رمشا کے پاس آئی اور اسے ساتھ لے کر آگے چل پڑی۔

سکندر حنان کا انتظار کیا بنا لمبے لمبے ڈگ بھرتا پارکنگ ایریا کی طرف آیا۔ اس کے پیچھے حنان بھی آ رہا تھا۔

تھوڑی دیر بعد وہ دونوں گاڑی میں موجود ایرپورٹ سے باہر آ چکے تھے۔

"شیر و تو یہ بڑا رسکی کام کر رہا ہے۔ کہیں انکل تجھے فورسز کے حوالے نہ کر دیں۔" حنان فون کو گھماتے ہوئے اسے دیکھ رہا تھا جس کے تاثرات بالکل سپاٹ تھے۔

"اصولی طور پر دیکھا جائے تو وہ بالکل برحق ہوگے ظاہرا اگر کوئی میری بھانجی کو مجھ سے چھیننے کی کوشش کرتا ہے تو میرے دل صحیح معنوں میں ٹکڑوں میں ہو جائے گا۔ ربے تو پھر بھی ان کی بیٹی ہے ان کا اپنا خون ان کے جگر کا ٹکڑا۔ اپنی خود غرضی کی وجہ سے میں نے ان ماں باپ کی دُنیا ہی چھین لی۔ مجھے بیشک ربے کی محبت' ربے کا بولنا' ربے کی زندگی نصیب ہوگئی لیکن اندر ابھی بھی ایک چُبن ہے۔ عجیب سے بے چینی جو مجھے کبھی صحیح معنوں میں خوش نہیں ہونے دے گی یہ کام میں ایک مہینے پہلے ہی کر دینا چاہتا تھا جب ربے میرے ساتھ لگی اپنے امی ابو کو یاد کرتے ہوئے رو رہی تھی مگر میں اسے ایسے نہیں ملوانا چاہتا تھا ان کے تکلیف کو اسی طرح کم کیا جا سکتا تھا جب رمشا ایک مضبوط' نڈر لڑکی بن جاتی۔ ساتھ میں پلس پوائنٹ یہ آگیا جو ماں باپ ساری زندگی اس کی آواز سُننے کے لئے ترس گئے وہ آج اسے بالکل ٹھیک طریقے سے بولتے ہوئے دیکھیں گے تو شاید ان کی تکلیف کم ہو جائے۔"

"واہ کتنا آسان نقشہ کھینچا ہے تو نے جیسے وہ اس بات پر تجھے سر پہ بیٹھا کر تاج پہنا دیں گے۔ ہماری بیٹی کی زندگی بچالی تو نے بیشک تو نے ہماری عزت خراب کر دی بیٹا مگر ہماری بیٹی کو محبت دی' عزت دی ہمارے لئے اتنا کافی ہے۔ یہ کوئی ٹی وی سیریل نہیں ہے شیر و مجھے تو ڈر لگ رہا ہے تیرے سے پہلے انکل مجھے نہ گولی مار دیں۔ سُنا تو دور کی بات انھوں نے تو دیکھتی ہی شوٹ کر دینا ہے۔"

"جو بھی کریں گے میں اس کے قابل ہوں۔ ہاں ان کا سنبھالنے کی بات جب ان کی اتنی ضدی بیٹی کو ہینڈل کر لیا تو یہ تو پھر اس کے ابو ہیں۔ ربے کی مسکراہٹ اور خوشی کے لئے کچھ بھی۔ مار کھانی ہوئی تو کھا لوں گا۔ گولی کھانی ہوئی تو وہ بھی کھا لوں گا۔ مرنا ہوا تو مر بھی جاوں گا۔"

حنان نے ہنس کر تالی بجائی۔

"بڑے بڑے عاشق دیکھیں تجھ جیسا کبھی نہیں دیکھا۔"

"دیکھو گے بھی نہیں۔"

"میں تھرڈ کلاس عاشقوں کی بات کر رہا ہوں۔ جس میں ٹاپ لسٹ پر تم ہو!!! گولی کھالوں گا تونے میرے ساتھ کبھی ایک فلم نہیں دیکھی مجھے آج احساس ہوا تیرے ساتھ فلم دیکھنے کی ضرورت نہیں ہے تو خود ہی ایک بڑی فلم ہے اور رے صاحبہ کو آپ سے محبت تھی وہ بھی پہلے سے اس کے ابو کو آپ سے پہلے سے ہی نفرت تھی اب تو بیٹا وہ تجھے ٹکڑوں میں کر کے کتوں کو کھلا دیں گے۔"

"میرے چارمنگ پرسنالٹی سے تو ویسے ہی جیلس رہا ہے۔اور منع کیا تھا میں نے اسے رے مت بلانا تو صرف اس کو بھابی بلا رمشا بھی نہیں!! سمجھ آئی۔"

"تیرہ سال چھوٹی ہے وہ مجھ سے بہنوں کی طرح ہے پتا نہیں کیا بکواس کرتا ہے۔"

"درینہ بھابھی بھی مجھ سے بارہ سال چھوٹی ہیں پھر بھی میں انھیں بھابی کہتا ہوں شرم کرو مجھ سے کچھ مت سیکھنا تم۔"

••••••

"مجھے پتا ہے عینہ یہ کچھ گڑبڑ کرنے ضرور جا رہے ہیں ورنہ ہم نے کراچی سے سیدھا لاہور کی فلائٹ لینی تھی!!! شام کو کہتے ہیں بکڈ ہے اب اچانک سے کلب میں ہم دونوں کو بھیج کر خود کہی چلے گئے۔"

"کوئی کام ہو گا مشی تم خوامخواہ پریشان ہو رہی ہو۔" درینہ نے لاپروائی سے کہتے ہوئے اپنا فون چیک کرنے لگی۔رمشا نے اسے گھورا۔

"تم اتنی بھولی تو نہیں ہو عینہ!! اب اتنا بن کیوں رہی ہو تمھیں پتا بھی ہے سکندر کیا کام کرتے ہیں۔"

"جو بھی کرتے ہیں اس میں میں پریشان کیوں ہوں تمھارے شوہر ہیں تم یہ ٹینشن لو۔"

وہ شرارت سے گھورتے ہوئے رمشا سے بولی۔

"ٹھیک ہے میں ہی کچھ کرتی ہوں اگر اس بار شیرِ داود نے کچھ کیا میں ان کا حشر کر دوں گی پہلے ان کا کیس پھنسا ہوا ہے اوپر سے کوئی مزید مصیبت نہ مولی ہو۔"

خود سے اور درینہ سے کہتے ہوے اس نے ڈرائیونگ سیٹ پہ گاڑی چلاتے جاوید کو دیکھا جو ایسے بنا ہوا تھا جیسے دونوں یہاں موجود ہی نہ ہو۔

"جاوید بھائی!!! "

اس نے اونچی آواز میں جاوید کو اپنی طرف متوجہ کیا۔ وہ ایک دم چوکس ہو کر بولا۔

"جی میم؟"

"گاڑی روکیے پلیز!"

درینہ نے اب کی بار چونک کر رمشا کو دیکھا جو کہی سے بھی رمشا محسوس نہیں ہو رہی تھی۔

"میم سب ٹھیک ہیں نا۔ آپ کو کوئی مسئلہ ہے؟"

"ہاں مسئلہ ہے آپ کو گاڑی سے اُترنا ہو گا۔" وہ ابھی تک ڈرائیو کر رہا تھا حیرت سے گاڑی ایک طرف روک کر بولا اور مڑ مگر اس کی نظریں جھکی ہوئی تھیں۔ درینہ اس کے انداز کو دیکھ کر رمشا کے کانوں میں بولی۔

"یہ آدمی ہے کہ مشین؟" مگر رمشا بنا جواب دیے گاڑی سے اُتر چکی تھی۔ جاوید ہکا بکا رہ گیا خود تیزی سے اُترا۔

"میم سب ٹھیک ہے نا؟ آپ کو کوئی مسئلہ تو نہیں ہے۔"

"ہاں مسئلہ تو کوئی نہیں ہے بس گاڑی میں چلاوں گی نیوی گیشن میں لوکیشن لکھی ہے تو آپ یہ بھی نہیں کہہ سکتے مجھے راستے کا مسئلہ ہو گا۔ سو آپ پیچھے بیٹھ جائے عینہ تم آگے آو!! " جاوید رمشا کی اس کی ڈیمانڈ پہ پریشان ہو گیا۔ وہ جب بھی ایسے بولتی تھی اس کو کوئی گڑبڑ محسوس ہو جاتی تھی۔

"میم مگر سر۔۔۔"

"سر کی پرمیشن چاہیے ایک سیکنڈ۔"

اس نے اپنا فون پرس سے نکالا اور سکندر کو کال ملائی۔ سکندر پولیس سٹیشن کے قریب پہنچ چکا تھا ایک دم سائڈ پی پڑے فون کو بزہوتے ہوئے سُن کر چونکہ۔ اس نے دیکھا رمشا کی کال تھی۔

"یہ کیوں کال کرنے لگی؟ کوئی مسئلہ تو نہیں ہو گیا؟"

وہ پریشانی سے فون پہ یس کا بٹن دبا کر کانوں میں بلیو توتھ لگائے بولا۔

"کیا ہوا رے؟"

"داود جاوید سے کہیے مجھے گاڑی چلانے دیں! "

ایک دم سکندر کو گاڑی روکنی پڑی۔ حنان پہلے سے اُتر کر پولیس سٹیشن چلا گیا تھا جہاں رمشا کے ابو ہوتے تھے۔ وہ اس کے باہر آنے کا انتظار کر رہا تھا تا کہ وہ ان دونوں کا پیچھا کر سکے۔

"کیوں؟ گاڑی کیوں چلانے دیں رے تمھیں پتا ہیں نا۔"

"مجھے پتا ہے اور سکندر میں بالکل ٹھیک ہوں دو ہفتے ہونے والے ہیں میں اب ریکور کر رہی ہو بس میرا دل کر رہا یہ میرا شہر ہے کوئی اجنبی جگہ نہیں۔"

سکندر فاصلے پہ گاڑی کھڑی کر کے بیک مرر میں دیکھتے ہوئے بولا۔

"آئی نو سویٹ ہارٹ مگر ایک سکینڈ کہی یہ گاڑی تمھاری امی کے گھر تو لے کے جانے کا ارادہ تو نہیں ہے۔"

"اگر ہے بھی تو آپ کو اعتراض!! لیکن بے فکر رہیں ایک اُٹھائی ہوئی لڑکی کو باقول آپ کے کون قبول کر کرتا ہے میرے امی ابو کے لئے ویسے بھی پرابلم ہو گی۔ میں بس سیدھا کلب جا رہی ہوں اور میرا دل کر رہا ہے کہ میں ڈرائیو کروں"۔

"کوئی سین نہیں ہے لڑکی چُپ چاپ کر کے بیٹھو۔ عجیب الٹی خواہش تمھیں الٹے ٹائیم پہ آتی ہے۔"

رمشا کو مزید غصہ چڑھا۔

"مطلب میری زندگی میں آپ کی کوئی اہمیت نہیں ہے ! مجھے بس باندھ کر ایک کونے میں پھینکنے کے لئے آپ نے مجھے اپنایا ہے۔"

سکندر پہلے تو ٹھہر گیا پھر ہنس پڑا۔

"ہوا کیا ہے ناراض ہو؟ غصہ اس بات کا ہے نا کہ تمھیں چھوڑ کر میں کام پر چلا گیا۔"

"وہ کوئی نئی بات نہیں ہے آپ یہ کام روس میں کر چکے ہیں اب آپ بتائیں نہیں تو پھر میں گاڑی سے چھلانگ لگالوں گی۔"

"واو تم واقعی پاگل ہو چکی ہو!! خبر دار اب میں رکھ رہا ہوں۔"

"آئی سویر میں سکندر غائب ہو جاوں گی اور آپ کو نہیں ملوں گی سوچ لیں آپ۔"

سکندر کو ایک دم غصہ چڑھ گیا۔

"تمھارا دماغ تو نہیں خراب ہو گیا جاوید کو دو فون!!"

رمشا مسکرائی سکندر کے دکھتی رگ پہ ہاتھ رکھنا وہ اچھی طرح جانتی تھی۔اس نے جاوید کو فون دیا۔

جاوید سمجھ گیا تھا فون اس سے لیتے ہوئے کانوں سے لگائے بولا۔

"جی سر جی ٹھیک ہے سر اوکے۔"اس نے فون رکھ کر رمشا کو دیا۔

"تھینک یو۔"

"میم سر نے کہا ہے بس تھوڑی سی چلائی گی آپ تا کہ آپ کا شوق پورا ہو جائے۔"

"بے فکر ہو جاو بس تھوڑی سی ہی چلانی ہے درے!!"

اس نے درینہ کو اشارہ کیا جو سر تاسف سے ہلاتے ہوئے مسز بھا کو دیکھنے لگی۔جو بالکل اپنے شوہر پہ چلی گئی تھی۔

....

"دو دن بعد میرا پریکٹیکل ہے اور کوئی تیاری نہیں ہے میری۔ میں کیا کروں کہاں جاوں کس سے کہوں۔ ڈاکٹر سے بات کروں۔ نہیں اس کا کچھ نہیں پتا جب

موڈ ہوتا ہے تو مدد کر دیتا ہے جب موڈ نہیں ہوتا تو بہت تنگ کرتا ہے ویسے تو تقریباً ڈیڑھ ہفتہ ٹھیک رہے ہیں میرے ساتھ ۔ دھیان بھی رکھ رہے ہیں میرا۔ کھانے کے لئے کچھ منگوا بھی دیتے ہیں۔ مجھے ان سے مدد مانگ لینی چاہیے آفٹر آل ڈاکٹر ہیں وہ۔ میری منحوس دوستوں نے مدد تو کوئی کرنی ہیں نہیں۔ بس بولتی رہیں گی ہماری تو کوئی تیاری ہی نہیں ہے یار کچھ پڑھا ہی نہیں۔"

خود سے بولتے ہوئے اتنی گُم تھی کہ اپنے کندھے پہ کسی کی دو انگلیاں محسوس ہوئی تو وہ ایک دم چونک کر مڑی۔ حداد ہاتھ میں کتاب پکڑے اسے دیکھ رہا تھا۔

"کیا ہوا؟ خود سے بول رہی ہو یا تمھارا ہر کولیس آیا ہوا ہے۔"

اس نے پہلے اسے دیکھا پھر ارد گرد نظریں گھما کر بخت سے کہا۔

"ویری فنی میں آپ کے پاس آنے والی تھی۔ آپ سے مجھے کام تھا۔"

اب حداد ایک دم چوکس ہو گیا۔ ضرور کچھ الٹا کروائے گی یہ لڑکی۔

"سوری مجھے کہیں جانا ہے اور۔۔" مگر اس کی بات بخت نے پوری نہیں ہونے دی۔

"ڈاکٹر میں آپ کو پلمبر نہیں بنانے والی اس بار۔"

اب حداد ذرا سا اس کے کہنے پر ریلیکس ہوا۔

"شکر ہے ہاں بولو کیا کام تھا؟"

وہ بہت نارمل لہجے میں اس سے بولا۔ بختاور نے اسے گھورا۔

"پرسوں میرا پریکٹیکل ہے۔"

"تو؟ پک اینڈ ڈراپ کا مسئلہ ہے؟"

بختاور نے نفی میں سر ہلایا۔

"نہیں وہ مسئلہ تو نہیں ہے۔ حازق بھائی کے آفس کے قریب ہی ہے وہ سینٹر تو انھوں نے کہا ہے وہ مجھے ڈراپ کر دیں گے ۔"

اب حداد کے تاثرات کافی سخت ہو گئے۔ وہ اس وقت گرے ٹی شرٹ میں ملبوس' بلیو جینز پہنے۔ بالوں کی پونی باندھے کافی چارمنگ لگ رہا تھا مگر اس وقت غصے سے پھر عجیب لگنے لگا تھا۔

"تو مجھے یہ بتانا تھا تم نے۔"

اس نے سرد لہجے میں بخت سے کہا۔ بختاور نے سر نفی میں ہلایا۔

"نہیں اصل میں میرے گھر میں کچھ پرابلمز آ گئے تھے تو میں سمجھے ڈیڑھ مہینہ کالج نہیں گئی اب باقی تو جیسے تیسے تیاری کر لی لیکن میری پریکٹیکل کی کوئی تیاری نہیں ہے۔ اگر اس میں کوئی گڑبڑ ہو گئی تو سارے اگزامز خراب ہو جائے گے میرے ۔"

"تو کوئی ٹیوٹر رکھ لیتی اس کے لئے اتنی جلدی یاد کیوں آ گئی تمھیں۔"

"نہیں ملانہ کوئی بس میں کیا کرتی ایک تو سب اس موقعے پہ مجھے چھوڑ کر چلے گئے۔ کوئی مدد کے لئے تھا ہی نہیں ایک آپ ہی ہیں۔ اس لئے آپ سے کہہ رہی ہوں۔"

حداد بے زاری سے اس کی بات سُن رہا تھا ایک دم ٹھہر کر اسے دیکھنے لگا۔ وہ میرون شلوار قمیض میں ملبوس کافی پریشان دیکھائی دے رہی تھی۔

"میں؟ اس معاملے میں کیسے تمھاری مدد کر سکتا ہوں۔" بختاور نے آنکھیں سکیڑ کر اسے دیکھا۔

"آپ کی تو پوری زندگی سائنس میں گزر گئی میرا مطلب ہے آپ نے پڑھی ہی بائیولجی۔۔۔"

اس کی بولتی ہی بند ہو گئی جب اس نے حداد کی آنکھوں کو کرخت ہوتے ہوئے دیکھا۔

"مم وہ اوکے کوئی بات نہیں۔۔۔ غلطی میری ہی تھی۔"

اسے سمجھ نہیں آئی اس حداد کا انداز کچھ اچھا نہیں لگا مطلب وہ اس کو ہرٹ ہوتے ہوئے دیکھ کر خوش نہیں ہوئی تھی۔

وہ جانے لگی تو حداد نے لب دبا کر سوچا۔

"ٹھہرو! "

بختاور مڑی۔حداد نے اپنی آنکھیں زور سے بند کی اور پھر کھولتے ہوئے بولا۔

"کس کا پریکٹیکل ہے؟"

"ام کیمسٹری کا۔اس کے فوراً بعد ہی بائیولجی کا ہے لیکن آپ واقعی کیسے پڑھا سکے گے اس کے لئے تو لیب چاہیے ہو گی۔"

حداد نے اپنے گھڑی پہ ٹائیم دیکھا۔

"تم جا کر بکس لے آو اپنی باقی ضرورت دیگر سامان اور میرے ساتھ چلو۔"

بختاور کو منہ کھلا کا کھلا رہ گیا۔اس حداد کا رویہ اس کے ساتھ بالکل سمجھ سے باہر لگ رہا تھا۔آج کل وہ کچھ زیادہ ہی اس پر مہربان ہو رہا تھا۔

"کہاں لے کر جا رہے ہیں؟"

"تمھیں کوئی اعتراض ہے؟"

حداد حسب معمول تنگ ہو کر بولا۔

"نہیں لیکن آپ مجھے لے کر کہاں جا رہے ہیں؟"

"بس جتنا کہا ہے محترمہ آپ وہی کریں ہری اپ۔"

اُف فوج سے نکال دیا گیا مگر ابھی بھی اندر کا فوجی اس میں شامل ہے۔

بختاور ناک چڑاتی جلدی اوپر کی طرف بھاگی۔

※※※※※※

"تمھیں ملی کیسے وہ؟"

رؤف صاحب نے حنان کو دیکھا جوان کی گاڑی ڈرائیو کرتے ہوئے بولا۔

"بس انکل آپ کو کہا تھا نا کہ یہ زمہ داری مجھ پہ چھوڑ دیں میں کسی بھی حال میں آپ کی بیٹی کو ڈھونڈ کر لاؤں گا۔آپ کو لگا میں یہ بات بھول جاوں گا اس لئے مجھ سے بات ہی کرنا چھوڑ دی۔"

رؤف صاحب کو حنان کی بات پہ شرمندگی ہوئی۔

"نہیں ینگ مین میری ایسی بالکل سوچ نہیں تھی جمال نے اپنی بیٹی کے لئے کوئی عام آدمی تھوڑی ہی ڈھونڈا ہے۔کوئی تو بات ہی تم میں۔بس کچھ دن میری طبیعت ٹھیک نہیں تھی دوسرا میں کافی اپ سیٹ ساتھا ورنہ ایسی کوئی بات نہیں تھی۔"
حنان گہرا سانس لیتے ہوئے ہنس پڑا۔

"انکل میں کچھ بھی نہیں ہوں۔ٹرسٹ می آپ لوگوں نے ویسے ہی مجھے سپُر ہیرو بنایا ہے۔اصل ہیرو تو آپ اور انکل ہیں ۔جن کے اندر ایمان داری' لگن' بہادری کوٹ کوٹ کے بھری ہے۔ہم نوجوان آپ لوگوں کے مقابلے میں کچھ بھی نہیں ہیں۔"

وہ بھی اس کی بات پہ اتنے عرصے بعد مسکرا پڑے۔اس کا کندھا تھپ تھپایا۔

"وہ ٹھیک تو ہیں نا؟'مطلب اس کے ساتھ۔۔۔۔"

ان کی بات مکمل نہیں ہوئی تھی کہ حنان نے ان کی بات نرمی سے کاٹی۔وہ سمجھ گیا وہ کسی کی بات کر رہے ہیں۔

"بالکل ٹھیک ہے کچھ بھی نہیں ہوا اسے انکل۔"

اس اتنی بات کہی تھی کہ رؤف صاحب کے دل میں سکون کی لہر پھیل چکی تھی۔

"یہ جاوید فون کیوں نہیں اُٹھا رہا۔ رے نے کچھ گڑبڑ تو نہیں کر دی پتا نہیں میں اس ضدی لڑکی کی بات کیوں سُنتا ہوں۔ اب کیا تماشہ کھڑا کیا ہوگا۔" وہ خود سے بولتا اب درینہ کو کال کرنے لگا تھا کہ حنان کی کال آگئی۔ اس نے تیزی سے فون کو کانوں سے لگایا۔

"ہاں بولو۔"

"ہم پہنچ گئے ہیں خدا کا واسطہ ہے کچھ گڑبڑ مت کر دینا۔"

سکندر مسکرایا۔

"بے فکر رہو حالانکہ ان کو یہ بھی نہیں پتا کہ باہر سے جتنا بڑا میں بدمعاش ہوں اندر سے اسے ہزار گنا کمینہ۔"

"اگر کچھ مسئلہ ہو گیا ناشیر وتو میری اور اپنی کفن کا بندوبست کر دینا۔"

"بے فکر رہو انکل بیچارے ویسے ہی ریٹائرڈ ہونے لگے ہیں بیٹی کو خوش اور اچھی جگہ پر دیکھیں گے تو بس سکون سے اپنے بڑھاپے کو انجوائی کریں گے اور میں آگے کا ویسے بھی سوچ چکا ہوں جس سے انھوں نے کوئی پوچھ گچھ ہی نہیں کرنی پڑے گی۔"

"تو کتنے جھوٹ بلوائے گا مجھ سے قیامت کے دن یہ نہ ہو تیرے حساب بھی مجھے بُھگتنے پڑ جائیں۔"

"اچھا اب شو شروع کر میں آرہا ہوں۔"

※※※※※※※※※

"میم پلیز گاڑی تیز مت چلائے سر مجھے نہیں بخشے گے۔"

جاوید کی گھبراہٹ تو ساتویں آسمان پر پہنچ چکی تھی۔ میم کا آپریشن زبان کا ہوا تھا کہ دماغ کا؟ یہ بات تو اس کی سمجھ سے باہر تھی۔ایک بھا اور ان کی بھانجی بختاور کم تھی کہ اب مسز بھا آگئی۔

"جاوید بھائی اگر مجھے آپ نہیں بتائیں گے کہ سکندر اور حنان بھائی کہاں گئے ہیں تو میں ریش گاڑی ہی چلاوں گی اور سر نہیں بخشے گے کا کیا مطلب اگر آپ زندہ بچے گے تو سر کچھ کہے گے نا؟۔"

درینہ کو رمشا کے انداز پہ حیرت بھی ہوئی اور ہنسی بھی آئی۔ سکندر بھا نے تو اس کو شیرنی ہی بنا دیا تھا۔

"میم پلیز سمجھنے کی کوشش کیجیے۔مجھے نہیں پتا۔ میم پلیز گاڑی روکیے۔۔ میم۔۔۔"

ایک تو وہ رمشا کو اپنے کنٹرول میں بھی نہیں لا سکتا تھا۔زرا سے بھی روکنے کی کوشش کی تو بھا نے تو اس کے ہاتھ ہی کاٹ ڈالنے ہیں۔اُف زندگی کتنی آسان تھی پھر رمشا رؤف آگئی۔

"میں سمجھوں گی بھائی اگر آپ مجھے فوراً آڈریس دیں اور آئی پرامس سکندر آپ کو غصے سے بھی نہیں دیکھیں گے۔"

"کیوں بیچارے بھائی کی جان لینا چاہتی ہو مشی یہ نہ ہو سکندر بھائی مارے یا نہ مارے ان کی دہشت سے ان کو ہارٹ اٹیک ہو جائے۔"

"میم میں سر کو کال کرنے پہ مجبور ہو جاوں گا پلیز آپ کی سیفٹی کا معاملہ ہے۔"

"اگر آپ سکندر کو فون کریں گے تو پھر یاد رکھیے گا آپ کا اس سے بھی بُرا حشر ہو گا۔اگر اپنی عزت اور سلامتی چاہتے ہیں تو اچھے بھائی اپنی چھوٹی بہن کو آڈریس دیں۔"

اتنی بے رحم تو بختاور بی بی بھی نہیں تھی جتنی یہ ہیں۔

••••••••••••••••••••••••••••••••••••••

"واو یہ کونسی جگہ ہے؟"

جیسے ہی وہ اس فارم ہاؤس میں داخل ہوئے تھے۔ بختاور نے ڈرائیو کرتے ہوئے حداد سے پوچھا۔

"پتا نہیں۔" اس کا کوئی موڈ نہیں تھا فی الحال بات کرنے کا وہ اپنے مسئلوں میں بہت الجھا ہوا تھا۔ اگر اس کے سوکالڈ باس کو پتا چل گیا کہ وہ اس جگہ لڑکی کو لایا ہے تو گڑبڑ ہو سکتی تھی۔ اس نے کچھ سوچ کر بختاور کو دیکھا جو بس انتظار میں تھی کہ کب گاڑی روکے اور کب وہ اچھل کر اپنے پاگل پن کا اظہار کریں۔

"بات سُنو میری دھیان سے۔"

اس نے کافی نرمی مگر ساتھ ہی تیز لہجے میں بختاور کو اپنی طرف متوجہ کیا۔

بختاور نے مڑ کر اسے دیکھا۔

"بیحد خاموشی سے میرے ساتھ پیچھے پیچھے چلنا کوئی شور کوئی آواز نہیں نکالی۔ میں جو کہہ رہا ہوں سمجھ آ گئی۔" بختاور نے الجھ کر پہلے اسے پھر اس جگہ کو دیکھا۔

"کیوں ہم کسی کے گھر میرا مطلب ہے فارم ہاوس پہ ڈاکہ ڈال رہے ہیں؟"

حداد نے لب دبالئے۔ مشکل لڑکی!!!!

"یا ہم کسی سیکرٹ مشن پہ آئے ہیں؟ اگر ایسا ہے تو میں چُپ رہنے کے لئے تیار ہوں ورنہ میں آپ کے کہنے پہ کیوں بلاوجہ خاموش رہوں۔"

"سیدھی اور سادی بات کرنا تو مس عالم نے سیکھی ہی نہیں ہے۔"

"سیدھی اور سادی بندی ہوں ہی نہیں تو ایسے کام بھلا کیوں کروں۔"

"جو سمجھنا ہے سمجھو مگر پلیز چُپ رہنا اِٹس ا ریکویسٹ۔"

بختاور شرارت سے مسکرائی۔

"ڈاکٹر جیسن موموا اور درخواست؟ یہ بات مجھے ہضم نہیں ہو رہی اچھا آپ اتنی منت کر رہے ہیں تو ہو جاوں گی خاموش۔ خاموش رہنا کون سا مشکل کام ہے۔"

حداد نے گاڑی فوارے کے قریب پارک کی۔ آگے جائے گا تو اس طرف بیٹھا گارڈ اس سے ملنے ضرور آئے گا اور اگر اس نے بخت ساتھ دیکھ لی تو بس پہنچ گئی خبر بروٹس کو۔

"شکریہ اب اُٹھائیں اپنی چیزیں۔"

بختاور اپنا بیگ لے کر دروازہ کھول کر باہر آئی۔ اس کی آواز پورے دو منٹ نہیں سُنائی دی۔ حداد نے شکر کا سانس لیتے ہوئے دروازہ بند کیا اور اس کی طرف بس یہ خاموشی اس بیچارے کو دو منٹ ہی نصیب ہوئی جب بختاور عالم زور سے چلائی

۔

"جگنو جگنو اللہ اتنے سارے جگنو۔۔"

حداد بیچارے کے ایک دم در آنے والے خوف زدہ تاثرات جیسے اس نے بختاور کو نہیں کسی چڑیل کی آواز سُن لی ہو۔ ویسے ایک ہی بات تھی۔ تیزی سے بھاگ کر وہ بختاور کے پشت پہ آیا اور اس کے منہ پہ ہاتھ رکھا۔

"پاگل ہو گئی ہو کیا!!! منع کیا تھا کہ چلانا مت!!"

آہستہ آواز میں وہ کرخت لہجے میں غرایا۔ بختاور نجانے کیوں ایک دم فریز کر گئی۔ ہر کولیس؟

••••••••••••••••••••••••••••••••••••

"یہ یہاں کیا کر رہا ہے اور یہ ہمارے پاس کیوں آ رہا ہے۔"

رؤف صاحب اور حنان اس وقت فرنیچ بیچ پہ موجود تھے۔ حنان نے بتایا کہ وہ یہاں رمشا سے ملے گے۔ وہ اس کی بات پہ زرا الجھ سے گئے تھے۔ انھیں سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ آخر کیا ہو رہا تھا اور آگے بھی کیا ہونے والا تھا۔ ان کا الجھنا حنان سمجھ سکتا تھا مگر وہ بیچارا کرتا بھی تو کیا کرتا اپنے کمینے دوست کے لئے اسے اپنی مزاج کے خلاف جا کر الٹے کام کرنے پڑ رہے تھے ۔اس خالی بیچ پہ دور ہی دور اِکاڈُکا ایک دو لوگ ہی دکھائی دے رہے تھے۔ وقت ہی کچھ ایسا تھا۔

اب جب انھوں نے بلیو شرٹ اور خاکی پینٹ میں ملبوس سکندر حدید کو ان کی طرف آتے ہوئے دیکھا۔ تو وہ حیرت سے حنان کو بولے بغیر نہ رہ سکے۔ حنان چُپ ہی رہا کیا بولتا لاہور کا خطرناک غنڈہ آپ کی بیٹی سے ملوانے سے پہلے اپنا تعارف کروانا چاہتا ہے وہ بھی داماد کے روپ میں۔ شیر و کے اپنے انھو کے تعارف کروانے کے انداز۔ سیدھا کام تو پسند ہی نہیں ہے اسے۔ سکندر گلاسس پہنے اپنی معمول کی چارمنگ مسکراہٹ اچھالتا ان دونوں کے عین سامنے آچکا تھا۔

" اسلام و علیکم سر۔"

اس نے ہاتھ آگے کرتے ہوئے خوش اخلاقی سے ان سے مخاطب ہوا تھا جو تند سے اس غنڈے کو دیکھنے لگے۔اس نے پھر حنان کو دیکھا جو دل ہی دل میں بیچارا آیت اُلکرسی پڑھ رہا تھا۔

"ایس پی تم تو کہہ رہے تھے کہ انکل اپنے داماد کو پہلی دفعہ دیکھ کر کافی خوش ہو گے لیکن آثار تو مجھے کہی سے بھی دکھائی نہیں دے رہے۔"

بس جی بم پھٹ چکا تھا اب اس کے سائیڈ ایفیکٹس حنان صاحب نے بگھتنے تھے۔اس نے رؤف صاحب کو دیکھا جنھوں نے جھٹکے سے حنان کو دیکھا تھا۔

"انکل آپ نے مجھے شاید پہچانا نہیں ویسے عموماً ڈی ایس پی ہو کر تو آپ کو فوراً پہچان لینا چاہیے تھا خیر داماد کی صورت میں تو پہلے بار مل رہے ہیں اس لئے۔"

یہ الو کا پٹھا مروائے گا۔ حنان نے دل میں اسے سو گالیاں دینا شروع کر دی۔

"حنان یہ یہاں کیا کر رہا اور یہ کیا بکواس کر رہا ہے؟"

انھوں نے کافی سخت لہجے میں حنان سے کہا جس کی تو بولتی ہی بند ہو گئی تھی۔

"ارے انکل اس سے کیا پوچھ رہے ہیں میں آپ کو بتا رہا ہونا۔ میں آپ کی بیٹی رمشا کا۔۔۔۔۔"

اس بیچارے کی بات ہی مکمل نہیں ہوئی تھی کہ ڈی ایس پی رؤف نے سکندر کو زوردار مکا مارا۔ وہ ایک منٹ میں ساری کہانی سمجھ چکے تھے تو سکندر نے ان کی بیٹی کو اغوا کیا تھا۔

"سر نہیں۔"

حنان آگے بڑھ کر انھیں روکنے لگا کہ سکندر نے ہاتھ اُٹھا کر اسے اشارہ دیا کہ وہ اس معاملے سے دور رہے۔ رؤف صاحب نے سکندر کو ایک بار پھر تھپڑ مارا۔ سکندر چُپ کر کے کھڑا رہا۔ ایک تو دُنیا کے ہر باپ' اپنے باپ سمیت ان سے اس نے کٹ ہی کھائی تھی۔

"میری بیٹی کا کیا قصور تھا بولو۔ اس بے زبان بچی نے تمھارا کیا بگاڑا تھا کہ تم نے اسے اُٹھوالیا۔"

وہ کہنا چاہتا تھا کہ ان کی بیٹی نے اس پہ جادو کر دیا تھا لیکن وہ بول نہیں سکا اس دوسرا مکا پڑا اب وہ ہنس پڑا اس کے ہنسنے پہ جہاں حنان نے اپنے سر پہ ہاتھ مارا وہاں اس کی ہنسی پہ رؤف صاحب کو مزید تیش آیا۔

"میری بیٹی مجھے واپس کرو!!!!! ورنہ۔۔۔۔"

"سر میں آپ کی بیٹی کو لے کر آیا ہوں اگر آپ مجھے مارنے سے فہرست نکال لیں۔"

وہ مسکراتے ہوئے اپنے ہونٹ پہ ہاتھ رکھتے ہوئے بولا۔ انھوں نے گن نکال لی۔

"میری بیٹی کو لے کر آؤ سکندر ورنہ یہی اسی زمین میں گاڑ دوں گا تمھیں۔"

"کیوں ڈی ایس پی صاحب اپنی بیٹی کو جوانی میں بیوہ کرنا چاہتے ہیں اور دوسرا زمین میں گاڑنے کے لئے آپ کو ہتھوڑے کی ضرورت ہوگی پھر جیک ہیمر۔۔۔"

"سکندر کامیڈی شو نہیں چلا رہا۔"

حنان نے دانت پیستے ہوئے کہا۔ ڈی ایس پی رؤف نے حنان کو دیکھا۔

"اور تم ملے ہوئے تھے نا اس کے ساتھ۔ تم نے اتنا بڑا دھوکہ دیا حنان ہمیں!!!

"ہاں حنان ایک نیکرو ٹیکس آفسر ہو کر تم نے ایس اے ٹی ڈی کے ساتھ کام کیا جس کا تعلق رشیا سے۔ دھوکہ دیا ہے تم نے انھیں۔ سر پلیز اسے گولی ماریے۔" وہ شرارت سے مسکراتے ہوئے ڈی ایس پی رؤف کو دیکھتے ہوئے بولا۔ جو تیز مظروں سے کبھی اسے تو کبھی حنان کو دیکھ رہے تھے۔

حنان نے پھٹی ہوئی آنکھوں سے سکندر کو دیکھا۔

"گو آن سر! "

"نہیں سر اس غدار غنڈے کو مارے!!!!! جس نے نہ صرف آپ کی بیٹی کو اغوا کیا بلکہ ایس اے ٹی ڈی رشیا کے بجائے پاکستان میں چلا رہا ہے۔ یہ مافیا غنڈہ!!! غنڈہ گردی کرنے کے ساتھ ساتھ پاکستان اور رشیا کے ڈرگ اڈیکٹڈ کو پکڑتا ہے نہ صرف پکڑتا بلکہ ان کا علاج بھی کرواتا ہے۔" ایک دم انھوں جھٹکے سے سکندر کو دیکھا۔

"کیا بکواس کر رہے ہو؟"

"او مائی گاڈ اتنا بڑا الزام بھئی میں ایک غنڈہ ہوں وہ بھی چھوٹا موٹا آئی مین پتلا سا!! تھوڑا سا ہینڈسم بھی آفسر یہ گھٹیا سا مذاق پر بچے بے وقوف بن سکتے ہیں بڑے نہیں کیوں سر؟" اس نے جیب میں ہاتھ ڈالتے ہوئے رمشا کے ابو کو دیکھا جنھوں نے اب تک ریلوار اس کی طرف پوائنٹ کیا تھا۔

"سر میں آپ کو اور انکل کو ایک پروائیٹ ایجنسی کا بتا رہا تھا جس کا مالک شیر ہے لیکن آپ لوگوں نے منع کر دیا کہ ہم کسی بھی ایجنسی سے مدد نہیں لیں گے خاص کر جو بیرونی ملک سے تعلق رکھتی ہو اور جو کہ نہ صرف پروائیٹ کمپنی ہے یہ بھی کہ وہ مالک کسی سے ملاقات نہیں کرتا تو یہ ہے وہ ایجنسی کا مالک۔ جو ساری دُنیا سے چھپا ہے۔"

"حنان!!! "

اب سکندر نے شاکڈ سے اسے دیکھا۔

"لیکن یہ تو سکندر حدید ہے!!! کیا بک رہے تم!!! "

"حنان!! چُپ کر جاو۔"

سکندر نے اب کی بار دھاڑ کے کہا۔دھاڑنے کی وجہ یہ تھی کہ سارا پلان بیکار ہو گیا کیونکہ رمشا میڈم پتا نہیں کہاں سے نمودار ہو گئی اور یہاں نیچے تیزی سے آ رہی تھی۔

"نہیں شیرو مجھے سچ بتانے دو وہی سچ جو تو نے دُنیا سے چھپا کر رکھا۔انکل کو جاننے کا حق ہے آخر کو تم ان کی بیٹی کے شوہر ہو"۔

توبہ اتنی اوور ایکٹنگ دیکھ کر سکندر کا دل کیا ابھی اسی وقت اس کو آسکر تھما دے۔رؤف صاحب ٹریگر پہ انگلی رکھے اپنی غصہ اُتارنے والے تھے ایک دم ان کے ہاتھ اور وجود ساکت ہو گئے۔جب انھوں نے تیزی سے آتی اپنی پری پیکر کو دیکھا۔ان کی آنکھوں کو تو یقین نہیں آیا۔ہاتھ تو ایسے کانپ اُٹھے تھے کہ ان کے ہاتھوں سے گن بھی چھوٹ چکی تھی۔رمشا تیزی سے آئی اور اپنے بابا کو دیکھ کر وہ بھی ایک دم رُک گئی۔باپ بیٹی کا دونوں سامنا ہوا تو جیسے سب کچھ رُک سا گیا تھا۔سمندر کی لہرے بھی جیسے ساکت سے ہو گئی تھی۔آس پاس کا شور۔سکندر' حنان تو جیسے پسِ پشت پہ چلے گئے تھے۔بس اس زمین میں دو ہی لوگ تھے۔دو خوبصورت رشتے۔باپ بیٹی جو ایک دوسرے سے بچھڑ گئے تھے۔بچھڑے ہوے صرف ساڑھے تین مہینے ہوئے تھے مگر ایسا لگ رہا تھا جیسے صدی ہی گزر گئی ہو۔رمشا کی آنکھیں ایک دم نم ہو گئیں پھر وہ بنا سوچے سمجھے باپ کے سینے سے جا کر لگی اور پھوٹ پھوٹ کے رونا شروع ہو گئی۔

"بابا میرے بابا۔۔۔"

وہ منہ سے کہنا چاہتی تھی مگر نجانے زبان بھی اس لمحے ساکت ہو گئی تھی۔رؤف صاحب کی بھی آنکھیں نم ہو گئیں۔انھوں نے رمشا کے گرد بازوں پھیلائے اور خود بھی رونا شروع کر دیا۔ان کا رونا دیکھ کر سکندر کا دل کٹ کے رہ گیا۔پورے تین مہینے بعد اسے احساس ہوا کہ اس نے کیا کیا ہے۔اسے اپنی خود غرضی پہ اس وقت شدید نفرت محسوس ہوئی۔اسے ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا۔ایک باپ کے آنسو نے اسے خود سے آج نفرت کرنے پہ مجبور کر دیا۔محبت میں وہ اتنا اندھا ہو گیا تھا کہ اس نے رمشا کے ماں باپ کے بارے میں بھی نہیں سوچا۔تکلیف سے وہ رُخ موڑ چکا تھا۔اسے یہ ساری بات

نہیں کہلوانی چاہیے تھی۔اپنا اچھا روپ نہیں دکھانا تھاوہ بُرا تھاوہ شروع سے بُرا تھا۔ابھی بھی وہ کیسے اچھا ہو سکتا تھا۔اچھائی سے اسے نفرت تھی اور اچھائی کا روپ دکھانا اسے دوغلے پن لگتا تھا مگر آج وہ رے کی محبت میں ایسا کرنے جا رہا تھا۔

وہ خاموشی سے سر جھکائے اپنی پشت پہ آتی باپ بیٹی کی سسکیاں سُننے لگا۔وہ صوفی کے قاتلوں کو بہت بے رحم سمجھ رہا تھا۔ سب سے بڑا تو بے رحم وہ تھا۔

•※※※•※※※••※※※※•※※※※※

بختاور نے کہنی زور سے حداد کے پیٹ پہ ماری۔حداد ایک دم پیچھے ہوا حالانکہ اسے لگی تھی مگر اسے محسوس نہیں ہوا تھا۔

"مجھے دوبارہ ایسے مت پکڑیے گا۔"

اس نے مڑ کر سختی سے حداد سے کہا۔حداد کو ایک دم شرمندگی ہوئی مگر وہ اپنا سر جھٹک کر تیز پر دبے ہوئے لہجے میں بولا۔

"میں نے منع کیا تھا کہ تم ہلکی سی آواز نہیں نکالو گی؟ مگر تم نے بھنڈ ہی کرنا تھا۔"

"ہاں تو آپ نے اتنا کہا تھا ہلکی سی آواز نہ نکالنا ہلکی کے بجائے میں نے پوری آواز نکالی۔"

"آہستہ!!! " حداد نے اسے آنکھیں دکھائیں۔

"مجھے ایک بات بتائیں یہ کون سی جگہ ہے جہاں آپ اتنی احتیاط کر رہے ہیں ایک سکینڈ کہیں یہ آپ کے امی ابو کا تو گھر نہیں ہے؟"

"نہیں اور تمھیں ایسا کیوں لگا۔"

"شاید آپ اپنے ابو سے ڈرتے ہوں اور آپ کو یہاں دیکھ کر وہ۔۔۔۔۔" وہ اپنی بات مکمل نہیں کر سکی۔

حداد چلنے لگا تھا اس کی بات پہ رُک گیا۔

"میرے ابو زندہ نہیں ہیں۔"

اتنا کہہ کر وہ تیزی سے چلنے لگا۔ بختاور بھی اس کے پیچھے آئی۔

"اس معاملے میں تو میں اور آپ سیم پیج پہ ہیں میرے بھی ابو نہیں ہیں لیکن اچھا ہے نہیں ہیں ورنہ مجھے ماما باپ کی صورت میں نہ ملتے۔"

حداد نے ایک دم ٹھہر کر اسے دیکھا۔ یہ چھوٹی اور معصوم سی لڑکی یتیم تھی؟

"پلیز مجھے ہمدرد بھری نظروں سے نہ دیکھیں۔ آئیم ہیپی کہ میرے بابا نہیں ہیں مگر جب کسی کو بتاتی ہوں تو وہ لوگوں مجھے بڑی ہمدردی سے دیکھتے ہیں۔ مجھے اتنا عجیب لگتا ہے کہ بھئی میں خوش ہوں کہ وہ نہیں ہیں اگر ہوتے تو شاید آج زندہ نہ ہوتی۔" حداد کو سمجھ نہیں آئی کہ وہ اس کی بات پر کیا کہے۔ وہ اپنے بابا کو نہیں پسند کرتی تھی؟ وہ دونوں خاموشی سے چلتے داخلی دروازے کے طرف آئے۔ حداد نے اسے دیکھا جو بے پروائی سے اِدھر اُدھر دیکھ رہی تھی۔؟

You hate your father

بختاور کو ایک دم جھٹکا لگا۔ وہ تو ہمیشہ اپنے جذبات پہ قابو رکھتی تھی۔ آج اسے کیا ہو گیا۔

"نن نہیں میں ان سے کیوں نفرت کروں گی۔ آپ کو ایسا کیوں لگا؟"

حداد نے چابی سے دروازہ کھولتے ہوئے اسے دیکھا مگر کہا کچھ نہیں۔

وہ لوگ اندر داخل ہوئے۔ بختاور نے دیکھا ہلکی سی روشنی میں سجا یہ خوبصورت سا کوریڈور اسے ایک لمحے کے لئے لاجواب کر گیا۔

حداد نے پیچھے سے دروازہ بند کیا اور اس کا ہاتھ پکڑا۔ بختاور نے اسے دیکھا جو بنا کچھ کہے اسے اپنے ساتھ لے کر دائیں طرف چل پڑا۔

"یہ جگہ تو ماما کے گھر اور کلب سے بڑی شاندار ہے۔ آپ اتنے امیر ہیں تو میرے ہانی ماما کے گھر کیوں رہتے ہیں؟"

"یہ میری پراپرٹی نہیں ہے اور اب کوئی سوال مت پوچھنا۔"

حداد نے آہستگی سے گویا اس کا منہ فی الحال کے لئے بند کروایا۔ بختاور نے اسے گھورا مگر اپنا ہاتھ اس سے نہیں چھڑوایا۔ وہ کچھ سوچ کر اِدھر اُدھر دیکھتا سیدھا سیڑھیوں کی طرف بڑھا۔

"یہ کوئی سکول ہے یا آپ میرا کام تمام کرنے کے لئے مجھے یہاں لائے ہیں۔"

حداد نا چاہتے ہوئے بھی اس کی آخری بات پہ ہولے سے ہنس پڑا۔

"اتنی اچھی قسمت کہاں میری۔ ہاں مگر اسے سکول ہی سمجھو اِدھر دو لیبز ہیں۔ ایک فزکس کی اور دوسری کمیسٹری کی۔"

"تو یہ واقعی سکول ہے!! لیکن اتنا گھر جیسا ماحول۔"

"ٹریننگ سینٹر ہے سکول نہیں۔"

"کسی چیز کا ٹریننگ سینٹر۔"

"بختاور عالم آپ خاموشی کا کتنا لے گی؟"

حداد اب اس کا ہاتھ چھوڑ کر آخری سیڑھی پہ رُخ موڑے اسے دیکھا۔

"پورے کے پورے دو لاکھ!! "

وہ شرارت سے مسکرائی۔ حداد تاسف سے سر ہلاتا مڑ کر آگے کی طرف بڑھا۔

※※※※※※※※※※※※

"شیری تیار رہنا آج کوئی مہمان آنے والے ہیں۔"

شرینہ اپنی فائل میں گُم ہوئی وی تھی جب اپنی ممی کی آواز پر چونکی۔

"کونسے مہمان ممی؟"

"بس آرہے ہیں اور تم پلیز بہت اچھا سا تیار ہو جانا بلکہ میں کہتی ہوں کہ پارلر چلی جاوا بھی۔" اب شرینہ ممی کی بات پہ الرٹ ہو گئی۔

"پارلر کیوں؟ مہمان آرہے ہیں یا مجھے دیکھنے والے؟"

"دیکھو شیری اب میں تمھارا انکار نہیں سُنوں گی۔ تم چھبیس کی ہو چکی ہو ہم نے تمھیں آرام سے پڑھنے دیا' ہاوس جاب کروائی اور اس کے بعد سپیشلائیزیشن کے لئے نیویارک بھی بھیجا۔ اب جب تم جاب کر رہی ہو ویل سیٹل ہو۔ اب تو تمھارا فرض ادا کرنے کا وقت آ گیا ہے ورنہ عمر گزر جائے گی اور آج کل کے رشتوں کا تمھیں پتا ہے لڑکی پچیس کی نہیں ہوتی اسے پچاس سال کا سمجھ کر انکار کر دیتے ہیں۔"

شرینہ ایک دم ہنس پڑی۔

"ممی ریلیکس رہیں اور پلیز میرا فی الحال کوئی ارادہ نہیں ہے۔ جب کوئی پرفیکٹ سا شخص ملے گا تو اس سے شادی کر لوں گی میں۔" اس نے اپنے بالوں میں ہاتھ پھیرے ہوئے فائل سائڈ ٹیبل پہ رکھتے ہوئے کہا۔ روبینہ نے اپنی ضدی بیٹی کو دیکھا جس نے شروع سے لے کر آخر تک اپنی مرضی ہی کرنی تھی۔

"مجھے بتاو کہ کوئی ہے تمھاری نظر میں؟ نہیں ہے! تو بس پھر ہمیں جو بہتر لگ رہا ہے وہ کرنے دو۔ شام کو تیار رہنا۔"

"ممی میری بات سُنئے!! کیا ضروری ہے بلاوجہ کسی سے ملنا جن کے ساتھ ہم نے بالکل رشتہ نہیں باندھنا۔" وہ اب سیدھے ہو کر بیٹھتے ہوئے ماں کو دیکھنے لگی جو اپنی عینک سیدھی کرتے ہوئے اسے سنجیدگی سے دیکھنے لگی۔

"اگر تم سرے سے انکار کرنے کے موڈ میں ہو تو وہ واقعی یہ ملاقات بیکار ہے مگر دیکھنے میں کیا حرج سُنا ہے لڑکا ماں باپ کا -----"

"ممی جتنا ہونہار لڑکا ہو میں ابھی نہیں ریڈی کسی کے لئے بھی۔ آپ کے لئے میں ان لوگوں سے رسمی مل لوں گی مگر میرا کوئی ارادہ نہیں ہے یہ بات آپ پاپا کو بتا دیجیے گا۔"

"تو یہ ساری بات اپنے باپ سے کہو ان کے جاننے والے ہیں۔ شیری اگر ہمیں لڑکا اچھا لگا تو ہم تمھارے نخرے نہیں دیکھیں گے۔"

ممی کو پتا نہیں کیوں شرینہ کے انداز پہ غصہ چڑھ گیا اور وہ اسے کے رُکنے پر بھی نہیں رُکی۔

"مجھے درینہ سے بات کرنی ہو گی۔ کب تک انھیں انکار کروں گی اگر حداد نہ مانے تو؟ چند ملاقات میں تو وہ کافی سویٹ معلوم ہوے ہیں۔ میرا نہیں خیال وہ اپنی ماں کی بات پہ مکرے گے۔ ایک تو سب کہتے ماں دل کا حال جان لیتی ہے۔ امی کو یہ نہیں دکھائی دیتا کہ مجھے حداد کتنے اچھے لگتے ہیں۔"

※※※※※※

"میری بیٹی۔"

انھوں نے کانپتی ہوئی بیٹی کو علیحدہ کرتے ہوے اس کے سر پہ پیار کیا۔ حنان نے سکندر کو دیکھا جو رُخ موڑے خود پہ جیسے کنڑول کر رہا تھا۔ وہ اپنے دوست کا دل کا حال سمجھ چکا تھا اور اسے پتا تھا وہ آگے کیا کرنے جا رہا ہے۔ سکندر نے گہرا سانس لیا اور اپنے جیب سے ریوالور نکالا اور اب مڑ کر ان کی طرف آیا۔

"سر؟"

رمشا اور رؤف صاحب نے چونک کر سکندر کو دیکھا۔ سکندر نے ریوالور ان کی طرف بڑھایا۔

"میں آپ کا گناہگار ہوں سر۔ سوری جو کچھ حنان آپ کو بتا رہا تھا وہ سب جھوٹ تھا۔ وجہ میری خود غرضی تھی تاکہ ایک تیر سے دو شکار ہو جائے۔"

حنان نے ہکا بکا ہو کر سکندر کو دیکھا۔ جھٹکا تو رؤف صاحب کو بھی گہرا لگا تھا۔ نا سمجھی سے یہ سب دیکھ رہی تھی تو رمشا۔

"آپ کی بیٹی آپ کو مل بھی جائے دوسرا وہ میرے سے جدا بھی نہ ہو۔ حالانکہ ایسا تھوڑی ہی ہوتا ہے۔"

وہ ہنسا اس کی ہنسی بڑی تلخ تھی۔ رمشا اب سب کچھ سمجھتے ہوئے فریز ہو گئی۔ سکندر سب کچھ بتانے جا رہا ہے۔

"آپ کی بیٹی کو میں نے۔۔۔" اس کی ادھوری بات کا رؤف صاحب نے غلط مطلب لیا تیش کی عالم نے انھوں نے رمشا کو چھوڑ کر سکندر پہ اٹیک کیا۔ رمشا کی تو چیخ نکل پڑی۔

"تمھاری اتنی جرات میری بیٹی کو میری بیٹی۔۔۔"

ان سے تو بات مکمل نہیں ہو رہی تھی اور وہ سکندر کو مارنے لگے۔ اپنے باپ کے ہاتھوں اپنے شوہر کا مار کھاتا ہوا دیکھنا۔ ایک اذیت ناک منظر تھا۔ جس شخص نے اس عزت دی محبت تھی' دوسرا اس کا علاج کروایا اس کے ساتھ یہ سلوک۔

"بابا!!" مگر رؤف صاحب کو تو کچھ سُنائی نہیں دے رہا تھا۔

"اوپر سے اتنا بڑا جھوٹ مجھے بے وقوف سمجھا ہوا تھا۔ میں جیسے پتا نہیں کرواوں گا۔" ایک اور مکا پہ سکندر نے اپنا ہاتھ اور جسم ڈھیلا کر دیا تھا۔ وہ اس مار کا حقدار تھا۔ رمشا تیزی سے اپنے باپ کے پیچھے آئی اور ان کا بازو پکڑا۔

"بابا رُک جائیں۔۔۔ بابا پلیز۔۔ بابا وہ میرے شوہر ہیں۔۔"

ایک دم نسوانی چیختی آواز پر رؤف صاحب ایک بار پھر ساکت ہو گئے۔

اس کے ساکت ہونے پر رمشا نے انھیں زرا سا کھینچا اور ان کے سامنے آئی۔ سکندر کی ناک سے خون بہہ رہا تھا۔ چہرہ تھپڑوں اور مکوں سے سُرخ ہو چکا تھا۔

"بابا سکندر نے مجھے کیڈنیپ نہیں کیا بابا انھوں نے کچھ نہیں کیا بلکہ مجھے اپنی عزت بنایا۔ میری زندگی بچائی۔۔ بابا آپ انھیں نہیں مار سکتے۔ آپ اس شخص میری زندگی کو نہیں مار سکتے۔"

اب جھٹکا سبھی کو لگا۔ درینہ بھی اسی پل نیچے بھاگتے ہوئے پہنچی۔ یہاں کا منظر دیکھ کر وہ بھی فریز ہو گئی تھی۔

"رے۔۔۔ یہ کیا۔"

سکندر کا اس کے جھوٹ پہ شدید غصہ آیا۔ وہ اسے بچا کر بہت بڑی غلطی کر رہی تھی۔

"نہیں سکندر آپ نہیں بولیں گے۔ آپ کچھ نہیں بولیں گے۔ بابا مجھے کسی اور نے اغوا کیا تھا۔ میری زندگی سکندر نے بچائی تھی۔۔ بابا انھوں نے مجھ سے شادی کی جب مجھے معاشرہ قبول کرنے۔۔۔"

"رمے سٹاپ اِٹ!!!!"

سکندر نے اس کا بازو پکڑا لیکن رمشا نے چھڑوایا۔

"بابا آپ کو حیرانگی نہیں ہو رہی بابا میں بول رہی ہوں۔۔۔ آپ کی مشی بنا تکلیف کے بول رہی ہے۔۔۔ وہ ٹھیک سے بول پا رہی۔ آپ کی مشی جو پورے پندرہ سال گویائی سے محروم رہی۔۔۔ بابا میں آج بول رہی ہوں تو اس شخص کی وجہ سے بابا یہ بُرا نہیں ہے۔۔۔ بابا یہ سنرمین کے لبادے میں ایک اینیجل ہے۔ پلیز اسے کچھ مت کہیے۔"

بولتے ہوئے وہ تقریباً ہانپ چکی تھی' اس کے آنسو بہہ رہے تھے مگر اسے کوئی پرواہ نہیں تھی۔ پرواہ تھی تو بس سکندر کی عزت کی۔ جو اس کے لئے بہت معنی رکھتی تھی۔ جو شخص پاگلوں کی طرح اس کے تقریباً مرنے پہ رویا تھا' دیوانہ ہوا تھا۔ جو شخص اس کے بولنے پر اس کے کندھے پہ سر رکھے خاموشی سے رویا تھا۔ جو شخص اس کے لئے اپنی جان کی پرواہ کیے بغیر اس سے لڑتا گیا تا کہ وہ اسے چھوڑ کر نہ جائے۔ اس کی اتنی قربانیاں' اتنی آنسوؤں کو وہ ضائع نہیں ہونے دے گی۔ وہ اس شخص کو دھوکہ نہیں دے سکتی تھی۔ خامیاں سب میں ہوتی ہیں' غلطیاں سب سے ہوتی ہیں۔ بیشک سکندر نے اسے اُٹھا کر غلط کیا تھا مگر اس کی ساری اچھائیاں اس کی ایک غلطی پہ دب کے رہ گئی تھی۔ رؤف صاحب نے ایک دم سکندر کو دیکھا جس نے آنکھیں زور سے بند کیے زور سے نفی میں سر ہلایا۔ وہ ان کو کہنا چاہتا تھا کہ اس کی بات پہ یقین مت کریں۔ وہ پھر اپنی بیٹی کو دیکھنے لگے جو اپنے شوہر کے آگے تن کے کھڑی کوئی اور ہی لگ رہی تھی۔

"بابا پلیز آپ سکندر کا کچھ مت کہیے جو کہنا مجھے کہیے میری غلطی تھی کہ آپ کو کہا کہ لاہور چلیں۔۔۔ اگر میں آپ کو نہ کہتی تو یہ سب نہ ہوتا۔ اس میں سکندر کا کوئی قصور نہیں ہے۔۔۔ پلیز ان سے نفرت مت کیجیے گا۔۔۔ انھیں کچھ مت کہیے گا۔۔۔ اگر آپ کو پھر بھی غصہ آرہا ہے تو سارا غصہ مجھ پہ اُتارے۔۔ اس غصے کی حقدار میں ہوں۔"

سکندر اپنے ردعمل میں جھٹکے دینے میں ماہر تھا مگر یہاں تو اس معاملے میں بازی رمشا نے لے لی تھی۔

رؤف صاحب نے سکندر کو اور پھر اپنی بیٹی کو دیکھا پھر وہ آگے بڑھے اور سکندر کے قریب آئے۔

"بابا!"

رؤف صاحب نے ہاتھ اُٹھا کر رمشا کو کچھ کہنے سے روکا اور سکندر کو دیکھا۔

"تو ینگ مین تم واقعی ایک غنڈے ہو؟"

ان کی عجیب سی بات پر سکندر نے رمشا کو سخت نظروں سے دیکھا پھر انھیں اس کے بعد اس نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"جی سر اور یہ جو کچھ کہہ رہی ہے یہ جھوٹ بول رہی ہے میں نے واقعی رمشا کو۔۔۔۔۔"

لیکن بیچارے کو بات مکمل ہونے نہیں دی رؤف صاحب نے اسے گلے لگا لیا۔

"میری بیٹی کا شوہر کبھی ایک غنڈہ نہیں ہو سکتا۔ تم نے یہ کیا کیا ینگ مین میری بیٹی کو کیسے ٹھیک کیا۔"

بولتے ہوئے ان کی آواز نم ہو گئیں۔ سکندر نے رمشا کو دیکھا جس نے سر نفی میں ہلا کر نم آنکھوں سے مسکراتے ہوئے اسے اشارہ دیا کہ وہ اس کی خاطر چُپ رہے۔

حنان نے سکھ بھرا سانس لیا۔

"جو کام کوئی نہیں کر سکا وہ تم کر چکے۔ تم واقعی ایک فرشتہ ہو۔"

سکندر کو لگا اس کا دل پھٹ جائے گا۔ وہ کچھ کہنا چاہتا تھا مگر اس لمحے اسے رؤف صاحب کافی کمزور معلوم ہوئے۔

رمشا نے آسمان کی طرف دیکھا۔

"تھینک یو اللہ تعالی۔" دل میں کہتے ہوئے اس نے اپنے سامنے اس خوبصورت منظر کو مسکرا کر دیکھا۔

※※※※※※※

"واو یہ لیب تو صحیح باہر کے سٹائل میں بنایا ہے ورنہ یہاں ہمارے پروائیٹ سکول میں بھی ایسا شاندار لیب نہیں ہے۔"

"یہ کوٹ اور گلوز پہنو میں تب تک کیمیکلز ارینج کرتا ہوں اور بالوں کو باندھ لو۔"

"توبہ آپ بالکل ہمارے لیب ٹیچر کی طرح ساونڈ کر رہے ہیں۔"

اگر عیشل کو پتا چلے کہ میرا لیب ٹیچر جیسن موموا ہے تو میری مدد نہ کرنے پہ وہ خوب پچھتائے گی۔ پکچر سینڈ کروں اسے۔

وہ کوٹ اور گلوز پہن کر اپنا فون نکال کر اس جگہ اور اس کے بعد حداد کی تصویر لینے لگی تھی جب کسی نے اس کا فون تیزی سے لیا۔

"فون لیب میں الاوڈ نہیں ہیں!!"

اس نے بختاور کا فون سامنے جا کر لاکر میں رکھا۔

"یہ کیا فون تو ضروری ہے اسی میں تو بہت سی چیزیں ہیں۔"

"تمھیں ضرورت نہیں پڑے گی۔ ہاں وہ سامنے لیپ ٹاپ ہے اس میں سے جو چیک کرنا ہو اچیک کر لیں گے۔ اب چلو تم نے بال نہیں باندھے۔"

وہ لاکر کو لاک کرتا اس کی طرف آیا۔

"اگر کسی کی کال آگئی تو؟ ویسے یہ بڑی بدتمیزی تھی جس طرح آپ نے میرا فون چھینا تھا۔"

"میں اس وقت کسی بھی بحث یا لڑائی کے موڈ میں نہیں ہوں محترمہ! چلیں ہری اپ اور یہاں پڑھنے آئی ہیں یا گپے لگانے۔"

"پڑھنے!"

اس نے گھور کر حداد کو دیکھا جو پتا نہیں کیوں مسکرا رہا تھا۔

•••••••••••••••••••••••••

"یار میں کیا ٹیڈی بیر ہوں؟"

اس نے سب کو دیکھتے ہوئے بڑی بے بسی سے کہا تو سب اس کے انداز پر ہنس پڑے۔رمشا کی امی تو اسے چھوڑنے کا نام نہیں لے رہی تھی۔بس اس کے ساتھ لگی اپنی ساری بھڑاس نکال رہی تھی۔جو پورے تین مہینے سے ان کے اندر جمع تھی ۔

"تمھارا بہت شکریہ بیٹا۔۔۔میں تمھیں کتنا بُرا سمجھتی رہی۔۔ تمھیں کتنا بنا جان بغیر بُرا بھلا کہا۔۔۔تم تو فرشتہ نکلے۔۔۔"

"آنٹی میں ابھی بھی سکندر بھا ہوں۔لاہور کا غنڈہ ہوں مجھے تو حیرت ہو رہی ہے آپ نے اپنی بیٹی کی خاطر اتنی آسانی سے کیسے بخش دیا۔"

"تم فکر مت کرو بیٹا ابھی بس ملوا کر انکل تمھیں جیل لے کر جائے گے۔"

"اور ایس پی صاحب آپ کسی خوش فہمی میں مت رہیے گا آپ بھی اس کے ساتھ ملے ہوئے تھے۔یہ ذرا ملنا ملانا ہو جائے تو تفتیش کروں گا تم دونوں کی۔"

رؤف صاحب کی تیز بات پر سکندر قہقہ لگائے ہنس پڑا۔

"تم جو بھی ہو بیٹا اب تو میرے اور میری بیٹی کے لئے سب کچھ ہو مجھے کوئی پرواہ نہیں ہے تم کیا کرتے آئے ہو یا کرتے رہے ہو۔تم نے میری مشی کو ٹھیک کر دیا۔اس کو اپنی عزت بنایا اتنا بہت ہے میرے لئے۔رؤف آپ میرے داماد کو کچھ نہیں کہے گے۔"

"مگر آنٹی میں۔۔۔"

"مانا کہ تم بھا ہو مگر اب سے تم ہمارے بیٹے ہو سارے کام تم سے چھڑوائے گے تمھیں سیدھا آدمی بنائیں گے اگر یہاں رہنا مشکل ہوا تو تمھیں اور مشی کو باہر سیٹل کر دیں گے۔"

انھوں نے تو پورے آدھے گھنٹے کی ملاقات میں ساری پلاننگ کر لی تھی۔اس نے رمشا کو دیکھا جو مزے سے مسکرائی یہ ساری کاروائی دیکھ رہی تھی۔اس لڑکی کو تو میں ابھی ٹھیک کروں گا۔ایک تو اتنی بڑی زیادتی کی میں نے ان لوگوں کے ساتھ بجائے مجھے جوتی مارنے کے یہ لوگ مجھے سر پہ بیٹھا رہے ہیں۔وہ سب اس رے کی وجہ سے۔

....

"بیوریٹ کے اندر سوڈیم کاربونیٹ ڈالو!!!"

"وہ کونسا والا ہے؟"

"دیکھو نا جس میں لکھا ہے وہ سامنے تمھارے پاس اس کا فورملا لکھا ہوا ہے۔"

"اُف فورملا کے جگہ یہ لوگ نام نہیں لکھ سکتے میں اتنا کنفیوز ہو رہی ہوں۔" اس نے سر جھٹک کر کمیکیل اُٹھایا۔

"تم پورا سال پڑھتی بھی رہی ہو یا بس ایسی سب کا دماغ خراب کرنے میں مصروف رہی ہو۔"

"جی نہیں پڑھا ہے میں نے یہ جو آج کل کی ٹینشنے کیا کم ہیں جس نے میرا دماغ خراب کر کے رکھ دیا ہے۔"

وہ بیوریٹ میں کمیکیل ڈالنے لگی لین وہ ٹیپ کو بند کرنا بھول گئی تھی اس لئے سارا کمیکل نیچے گر چکا تھا۔

"شٹ!!! سوری!!"

وہ ایک دم پیچھے ہوئی۔

"اس چیز کی توقع تھی مجھے نجانے اگزامنیشن سینٹر میں کیا کرو گی؟"

اس نے ٹیپ کو ٹائیٹ کیا اور اسے دیکھا پھر ٹیشو رول اُٹھا کر اس نے کاؤنٹر صاف کیا اور ساتھ ہی بخت کو رول پکڑایا۔

"سامنے فلاسک رکھ دیتی اگر یہ کام آپ کا پریشان ذہن کرنا بھول گیا تھا۔"

"آپ ہی زیادہ باتیں کیا جارہے ہیں ورنہ میں بالکل دھیان میں تھی۔آپ تھوڑا دور نہیں ہو سکتے۔سر پہ نازل ہوئے ہیں کام کیا خاک ہونا ہے۔"

حداد نے سینے پہ بازو لپیٹے اسے دیکھا۔

"ہاں تاکہ تم مزید مصیبت کریٹ کرو۔چلو اب چھوڑو اسے اور دوبارہ سے کرو۔رٹن ورک گھر میں کرنا فی الحال ریڈنگز نوٹ ڈاؤن کرو"

اس کے بعد آدھا گھنٹہ وہ ایک ایکسپیریمنٹ پر فارم کرتے رہے۔اس کے بعد دوسرے میں آیا تو اسی وقت حداد کا فون آگیا بختاور نے دیکھا تو شرینہ کا نام فون پہ آرہا تھا۔اس نجانے کیوں شرینہ کا کال حداد کے فون پہ آنا وہ بھی اس وقت اچھا نہیں لگا۔یہ بار بار انھیں فون کیوں کرتی ہیں۔کہی ان دونوں کا کوئی سین تو نہیں ہے۔بختاور!!

"میں یہ زرا کال اٹینڈ کروں۔تم زرا وہ کمیکل بناؤ اور دھیان سے کچھ کے نام بھی نہیں لکھے۔ہیلو اسلام و علکیم۔"

"اچھا خاصا کام کروا رہے تھے اب دیکھنا پتا نہیں کتنا ٹائیم لگائے گے دو ہفتے سے نوٹ کر رہی ہوں۔ایک دن میں دو بار ان کی کال ضرور آتی ہے۔یہ کیا چکر ہے۔

خیر مجھے کیا میں کیوں سوچ رہی ہوں۔"

"پتا نہیں کون سی گپے لگا رہے ہوں گے۔مسکراہٹ تو ہٹتی نہیں ہے ڈاکڑ کے چہرے سے ہونہہ میں کیوں بار بار سوچ رہی ہوں اس بارے میں۔"

وہ فلاسک میں کاربن ڈائی سلفائڈ ڈال چکی تھی۔اسے حداد کی ہنسی سُنائی دی۔

"بڑے قہقے نکل رہے ہیں ان کے میرے سامنے تو پتا نہیں سڑے ہوے کریلے کیوں بن جاتے ہیں حالانکہ شرینہ باجی سے زیادہ فنی ہوں۔وہ تو اتنی بورنگ سی ہیں ہر وقت کتابیں' کیسس' پیشن! ڈاکڑ کا تو پسندیدہ ٹاپک ہے بھئی۔"

وہ اپنے دھیان میں اتنی گُم تھی کہ اس نے غلطی سے نائیٹروس آسکائیڈ اُٹھا کر اس میں زرا سا ڈالا تھا۔

حداد بات مکمل کر کے اندر داخل ہوا تھا کہ ایک دم نیلے رنگ کے دھوئے اور دھماکے سے دس گنا زرا کام آواز نے اس کا استقبال کیا تھا۔

"واٹ دا ہیل !!!!! "

"بختاور !!!!! یہ کیا کیا تم نے۔"

اس نے ناک پہ ہاتھ رکھ کر دروازہ پورا کھولا۔

○○○○○○○○○○○○

مجھے ایٹ لیسٹ اپنا منہ تو دھونے دیں۔"

"نہیں!"

" آپ کو بھی تو اپنا حلیہ ٹھیک کرنا ہو گا۔اتنی دیر میں میں۔۔۔۔۔"حداد نے درشتی سے اس کی بات کاٹی۔

"مس بختاور عالم کام پہ فوکس کیجیے !!! "

کھڑوس آدمی۔ نہیں نیلا کھڑوس آدمی۔

"کیسے کروں کچھ صحیح سے دکھائی نہیں دے رہا۔"

"میں آپ کے کوئی فضول بہانے نہیں سُنوں گا۔"

"یہ فضول بہانے ہیں؟ میں آپ کے سامنے پورے دھوئیں میں نہا چکی ہوں۔"

"جس کی وجہ آپ خود ہیں! ناو فوکس آن یور ورک۔"

"اللہ کریں یہ رنگ کبھی آپ کے چہرے سے نہ اُتریں۔ایک چھوٹی بچی پہ اتنا ظلم کرتے ہیں زرا بھی خوف خدا نہیں ہے آپ کے دل میں۔"

حداد بہرا بن گیا۔اس نے جیسے اگنور کر کے وائپس اُٹھائے اور اپنے چہرے کو صاف کرنے لگا۔

※※※※※※

"امی امی بس کر دیں کتنا روئے گی۔۔"

رمشاماں کے بے تحاشا اسے پیار کرنے پر اور ان کے آنسو بہنے پر بوکھلا سی گئی تھی۔ کبھی اسے اپنے ساتھ لگاتی کبھی اسے الگ کر کے بار بار اس کے چہرے کو چھوتی پھر اسے بولنے کا کہتی۔اُف یہ ممتا بھی کیا چیز ہوتی ہے۔

"مجھے یقین نہیں آتا جس شخص کو ہم سب نفرت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔اس نے ہم پر اتنا احسان کیا۔اتنا کہ ہم اسے کچھ کہہ بھی نہیں سکتے تھے۔وہ اتنے صاف اور پیارے دل کا مالک نکلے گا ہم نے سوچا نہیں تھا۔مجھے تو اب یقین ہی نہیں آتا کہ وہ ایک غنڈہ ہے اور ایسے غلط کام کرتا ہے۔"

"میں تو حیران ہوں پھوپھو آپ نے ایک لمحے بھی سکندر بھائی کو کچھ نہیں کہا حالانکہ انکل نے صحیح مارا تھا وہ تو بیچ میں مشی آگئی ورنہ اب تک سکندر بھائی کا قیمہ بن چکا ہوتا۔اس نے بتایا کہ ہمارے سکندر بھائی نے تو کچھ کیا ہی نہیں بلکہ انھوں نے تو اس کی جان اور عزت دونوں بچائی تھی۔" درینہ جوس کا سپ لیتے ہوئے مسکرا کر بولی۔اس کی یہ بات سُن کر امی کا چہرہ کھل اُٹھا۔

"بولنا کیسے شروع کیا اور یہ بینڈیج کس چیز کا لگایا ہے۔تم خوش تو ہو نا۔رہتی کہاں ہو؟ سکندر کچھ دن پہلے جیل بھی گیا تھا۔تم ٹھیک تو تھی نا؟ سکندر کے حوالے سے تمھیں پریشانی تو نہیں ہے؟"رمشا ان کے بے شمار سوال پر ہنسے بغیر نہ رہ سکی۔

"امی دس دفعہ پوچھ چکی ہیں آپ؟ میری پیاری سی امی میں بہت زیادہ خوش ہوں اور بالکل ٹھیک ہوں۔کچھ دن پہلے سکندر مجھے باہر لے کر گئے تھے۔وہاں میرا اسسٹ ریمو ہوا تھا جو بار بار انفیکشن سے بڑھ جاتا تھا۔"

"تو یہ تکلیف کی باعث تم نہیں بول پاتی تھی۔" انھوں نے رمشا کے ہاتھوں کو پکڑے اسے کے کھلے ہوئے چہرے کو دیکھا۔

"ہاں کچھ اس کا بھی عمل دخل تھا لیکن مجھے ایک دھکا چاہیے تھا' ایک ایسی طاقت جس سے مجھے بولنے کی ہمت ملتی اور جس کو سکندر جیسا ساتھی ملے اس نے بولنا ہی ہے بلکہ بولنا کیا الٹا چلانا ہے۔۔"

"اتنا کنفیوز کیوں ہے؟ کہی گھبرا تو نہیں رہا کہ انکل مزید مارے گے تو نہیں جب واپس آئے گے۔"

وہ دونوں رمشا کے کمرے میں موجود تھے۔ جہاں حنان صوفے پہ ٹیک لگائے بیٹھا تھا اور سکندر بے چینی سے اس کے کمرے میں ٹہل رہا تھا۔ سگریٹ کی طلب ہو رہی تھی پھر اس نے یہ سوچ اپنے ذہن میں جھٹکے۔ پہلی ہی کچھ اچھا امپریشن نہیں تھا اس کا سسرال والوں پر وہ تو رمشا کی وجہ سے اس کی بچت ہو گئی۔ چہرہ ابھی بھی انکل کی مار سے نیلا اور کچھ حد تک سُرخ ہو چکا تھا۔

"یار ایک بات سمجھ نہیں آ رہی رمشا کے امی ابو نے اتنی آسانی سے مطلب خندہ پیشانی سے مجھے گلے کیسے لگا لیا۔ بیشک ان کی نظروں میں میں نے رے کو کیڈنیپ نہیں کیا مگر ہوں تو ایک غنڈہ ہی۔ سارے غلط کاموں میں ملوث رہا ہوں۔ جیسے انھوں نے اپنی بیٹی کی بات سُنی مجھے ایسے سمجھ بیٹھے جیسے میں کوئی فرشتہ ہوں۔" اس کی بات پہ حنان مسکرایا۔

"تو تجھے خوش ہونا چاہیے اس بات پہ الجھن میں کیوں مبتلا ہو رہا ہے۔"

"الجھن یہی تو ہے کہ کل میں ان کا سب سے بڑا دشمن تھا۔ ان کو مجھ سے خطرہ محسوس ہوتا تھا اور آج میں ان کا بیٹا بن چکا ہوں۔ یار اتنی آسانی سے مجھے اچھا نہیں لگ رہا۔"

"تو تجھے کٹ کھانے کا شوق ہے تو میں انکل کو سچ بتا دیتا ہوں یا ان کی جگہ یہ کام میں کر دیتا ہوں۔"

"حنان یہ فنی نہیں ہے سیریس بات ہے۔"

"بات یہ ہے کہ وہ ماں باپ ہیں اور بچی کے ماں باپ بہت مجبور اور کمزور ہوتے ہیں۔ انکل بیشک سخت اور اصول پسند پولیس آفسر ہیں مگر اس پل وہ ایک بیٹی کے باپ تھے اکلوتی بیٹی کے باپ جو پورے تین مہینے سے لاپتا تھی۔ جب انھوں

نے دیکھا کہ وہ بالکل محفوظ ہے' خوش ہے' اور سب سے بڑھ کر بول رہی ہے جو لڑکی اپنے زندگی کے پندرہ سال نہیں بول سکی وہ تمھارے ساتھ سے تین مہینے میں بولنے شروع ہو گئی۔ یہ کام کوئی نہ کر سکا صرف تم کر سکے۔ تم بیشک غنڈہ ہو گے' بُرے ہو گے' ظالم ہو گے لیکن اس وقت وہ تمھیں ایک غنڈے کے روپ میں نہیں بلکہ ایک داماد اور فرشتہ کے روپ میں دیکھ رہے ہیں۔ ماں باپ تو ایسے داماد کو بھی برداشت کرتے ہیں ان کو سر پہ بیٹھاتے ہیں جو ان کی بیٹی کو جوتی کی نوک پر رکھتے ہیں۔ تم نے تو ایسا کام کیا جو شاید کسی نے بھی نہیں کیا۔ اسے اس کے ماں باپ سے ملوایا یہ بہت بڑا رسک تھا اور یہ رسک صرف تجھ جیسا آدمی لے سکتا تھا۔"

سکندر نے گہرا سانس لیا۔

"مجھے بہت بُرا لگ رہا سب سے بڑھ کر رے پہ غصہ آ رہا ہے۔ میں اچھا نہیں ہوں اور نہ ہی اچھا بننا چاہتا کم سے کم اس حوالے سے جہاں غلطی سراسر میری تھی۔"

"بیشک تو نے گھٹیا کام کیا تھا مگر تم نے رمشا کو ایک ایسا مقام اور عزت دی جو کسی شریف آدمی نے بھی نہیں دی ہو گی شیر وا یسا کوئی بھی نہیں لاکھ اچھے آدمی اپنے بیوی کے لئے بہت کچھ کرتے ہو گے لیکن تیرا جیسا کوئی نہیں۔ ایک رُک رُک کر بولنے والی لڑکی کی بات تحمل اور توجہ سے کوئی نہیں سُنتا' ایک خاموش لڑکی ایک دم سے بولنے لگ جائے تو کوئی بھی اس کے کندھے پہ سر رکھے خاموشی سے نہیں روتا۔ کوئی بلاوجہ کسی کے لئے اتنا پوزیسو نہیں ہوتا کہ اس کو بندہ چیڑ کے رکھ دیں جو اس کی بیوی کو ایک غلط نگاہ سے بھی دیکھ لے۔ بہت سے لوگ تو جملے کس کے گزر بھی جاتے ہیں بجائے ان کی ہڈی پسلی توڑے وہ اپنی عورتوں کو چار باتیں سُنانے لگ جاتے ہیں اور رہی بات بیوی کی علاج کی؟ (وہ ہنسا) بخار سے لے کر وہ آپ کا بچہ بھی پیدا کر رہی ہو گی تو بھی آپ کو فرق نہیں پڑے گا ظاہر ہے یہ تو سب عورتوں کو ہوتا ہے۔ سب برداشت کرتی ہیں۔ انھیں کھانا ٹائیم پہ چاہیے' ان کے کام وقت پہ ہو' توجہ پوری کی پوری ملے' خود کو بھی سنبھالیں' ان کو ان کے گھر والے کو بھی سنبھالیں۔ عورت نہ ہو گئی مشین ہو گئی پھر بھی اسے وہ عزت اور محبت نہیں دیں گے جس کی وہ حقدار ہیں لیکن بات تمھاری آئے گی تو تم سب کو پیچھے چھوڑ چکے ہو۔۔۔ لوگ کہتے ہیں تیرے جیسے مزید تین چار اس

دُنیامیں آجائیں تو بس دُنیامیں تباہی شروع جبکہ میں کہتاہوں تیرے جیسے مزید اس دُنیامیں آدمی آجاے تو یہ دُنیا جنت بن جائے۔"

سکندر کو اپنے کانوں اور سماعتوں پہ یقین نہیں آیا یہ کمینہ بول ہی بول رہا ہے۔

"ایسے کیا دیکھ رہا ہے۔"

سکندر نے اسے سر تاپا دیکھا۔

"پی تو نہیں ہوئی؟"

حنان کا منہ اس کی بات پہ لٹک گیا۔

"تیری طرح بالکل بھی نہیں ہوں!! اور میں نے کبھی پی نہیں ہے۔"

"اچھا؟ اتنے تم شریف وہ میری ٹیونٹی سکس پہ برانڈی پی کر کون ٹُن ہوا وا تھا۔"

"واہ زبردستی میرے جوس میں ڈال کر بکواس کرتا ہے کہ میں ٹُن ہوا تھا مجھے وہ دن مت یاد دلا۔ اس دن کی طرح آج بھی دل کرتا ہے کہ تیری بتیسی توڑ دوں۔"

"کیا بات ہے آپ کی محترم اور وہ کون ناچ کے کہہ رہا تھا وانس مور شیر و۔"

حنان کا چہرہ سُرخ ہو گیا اس نے اپنی جوتی نکالی اور سیدھا سکندر پہ پھینکی۔ سکندر ایک دم پیچھے ہوا۔

جوتی رمشا کے بستر پہ گری۔

"تو نہایت ہی بے غیرت انسان ہے۔"

سکندر نے اسے گھور کر جوتی اُٹھائی اور زمین پہ پھینکی اسی پل دروازے پہ دستک ہوئی۔

"کم اِن۔" سکندر کے بجائے حنان بولا۔اسی ٹائیم ملازم ٹرے لے کر ان کے لئے کافی کے دو کپ لے آیا۔وہ کافی خوش شکل نوجوان تھا۔ سکندر ایک دم چونکہ۔وہ نوجوان سکندر کو دیکھ کر اپنی نظریں پھیر چکا تھا لیکن اس کی نظر پہ سکندر ایک دم ٹھہر گیا۔

"بات سُنو؟"

تحکم بھرے لہجے میں وہ اپنی جیب میں ہاتھ ڈالے ملازم سے مخاطب ہوا۔

"جی؟"

"یہاں اس گھر میں کب سے کام کر رہے ہو؟" حنان نے اپنی آنکھیں گھمائیں۔

"اب خدا کا واسطہ ہے اسے فارغ مت کر دینا کہ یہ نوجوان مرد ہے۔"

"تم چُپ کرو اور ہاں بتاو تم۔" وہ سکندر سے بالکل متاثر نہیں دکھائی دے رہا تھا وہ اب تک حیران تھا کہ ڈی ایس پی صاحب کا داماد سکندر بھا نکلے گا۔پتا نہیں انھیں ایماندار پولیس آفسر کیوں کہتے تھے۔

"جی تین سال سے۔"اس نے مارے باندھے سا جواب دیا۔

سکندر نے لب دبا کر کچھ سوچا پھر اس سے کافی لی۔

"اپنی بی بی سے مخاطب ہونے کی کوشش مت کرنا اور دس فٹ کے فاصلے پہ رہنا اگر وہ نظر بھی آجائیں تو نظریں پھیر لینا۔"

"چلو جی!" حنان نے بڑبڑا کر کہتے ہوئے کافی کا سپ لیا۔

"جی سر۔"

وہ سکندر کو تند سے دیکھنے کے بعد چل پڑا۔

"اس گھر میں کتنے ملازم کام کرتے ہیں؟"سکندر رمشا کے بیڈ پہ بیٹھتے ہوئے حنان سے پوچھنے لگا۔

"بیچاروں کو کیوں نکلوانے پر تُلے ہو۔ ویسے بھی رمشا نے تمھارے گھر پہ ہی رہنا ہے۔" وہ بے پروائی سے کہتے ہوئے کافی کا سپ لینے لگا۔

"تمھیں سمجھ نہیں آرہی حنان؟ گوسپ' اور فضول باتیں سوسائٹی میں کیسے پھیلتی ہیں اور اس کی وجہ کون ہوتا ہے؟"

حنان اب چونک پڑا پھر کچھ سوچ کر بولا۔

"جو گھروں میں کام کرتی ہیں اور گھر گھر جا کر اپنی مالکنوں کو مرچ مسالے لگا کر بات بتاتی ہیں۔"

"بالکل!! اور باتیں کیا ہوگی؟" سکندر تلخی سے مسکرا کر حنان کو دیکھنے لگا۔

"میری رے کی بدنامی ہوگی اور میں یہ ہر گز برداشت نہیں کر سکتا کہ رے کو اور اس کی فیملی کو ذرا سا بھی کوئی کچھ کہے۔"

"تو اس کی وجہ بھی تو ہے۔" حنان نے اسے سخت نظروں سے گھورتے ہوئے کہا۔

"جانتا ہوں مجھے یاد دلانے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں نے یہ کام سارا بگاڑا ہے اب میں ہی ٹھیک کروں گا۔"

"اور وہ کیسے؟" حنان اب سیدھا ہوا۔ سکندر مسکرایا۔

"اپنی دہشت دکھا کر۔"

"بہت شکریہ مجھے اتنی عزت دینے کا حالانکہ اس کا میں حق دار بالکل بھی نہیں ہوں۔ ظاہر ہے لاہور کا سب سے بڑا بدمعاش ہوں۔ میری عزت کرنا آپ پر لازم تو نہیں ہے۔"

سب کام والوں کو لائن میں کھڑا کیے وہ بڑی نرمی سے مسکرا کر ان کو ایک نظر دیکھتے ہوئے بولا۔

" آپ لوگ سوچ رہے ہوگے کہ آپ لوگوں کو میں نے بلایا کیوں ہے؟ اس گھر کا داماد کو آئے پہلا دن نہیں ہوا کہ وہ اب سب پر حکم چلانے لگا لیکن کچھ چیزیں ہیں جو انسان کو مجبور کر دیتی ہیں۔ میں بڑا نرم مزاج آدمی ہوں لیکن بات اگر میری فیملی کی آئے گے تو میری نرمی کو غائب ہونے میں سکینڈ نہیں لگے گا۔"

"تو میں آپ سے پوچھوں گا دل میں کونسا پلاٹ بنا رہے ہیں آپ لوگ اور باقی گھروں میں کیا سکرپٹ پیش کرنے والے ہیں۔"

"داود؟"

سکندر مڑا تو رمشا حیرت سے دیکھتے ہوئے اس کے پاس آئی۔

"ڈونٹ ٹیل می اب آپ انھیں ٹرامپل کرنے والے ہیں؟"

سکندر مسکرایا۔

"نہیں رے بس اپنا تعارف کروا رہا ہوں۔ اپنے سسر جی کے گھر میں بد معاشی؟ توبہ کرو فی الحال اپنے دوسرے گھر جانے کا میرا کوئی ارادہ نہیں ہے۔"

"خیر کیا کہانی ہے ذہن میں کہ اس گھر کی بیٹی میرے ساتھ بھاگ گئی تھی؟ یا پھر میں نے اُٹھوالیا تھا۔ اگر میں نے اُٹھا بھی لیا تھا تو اس میں قصور بی بی کا تھا۔ ماں باپ بیچارے مجبوری پہ قبول کرنے کو تیار ہو گئے۔ ہائے داماد غنڈہ!! ڈرا دھمکا کر ان مجبور لوگوں کو چُپ کروایا ہے وغیرہ وغیرہ۔ یہ کہانی تو میرے ذہن میں فوراً آئی اگر کچھ انھو کا سکرپٹ ہے تو وہ مجھے بتادیں۔۔"

سکندر کی بات سُن کر رمشا نے ان سب کو دیکھا پھر سکندر کے قریب آئی۔

"کسی نے کچھ کہا ہے داود؟ دیکھیں نا سمجھ لوگ ہیں پلیز۔۔۔۔"

حنان اسی پل آیا اس کے ہاتھوں میں بیگ تھا۔

"تھینکس بڑی رے منہ اُدھر کرو۔"

"سکندر آپ لوگوں کو منہ بند کروانے کے پیسے دیں گے۔"

سکندر اور حنان دونوں اس کی معصومانہ بات پر ہنس پڑے۔

"آنٹی کے پاس جاو میں زرا ان کو ٹپ دے دوں۔ فکر مت کرو اتنا ظالم نہیں ہوں۔"

"نہیں میں بھی دیکھنا چاہتی ہوں کونسی ٹپ دیں رہے ہیں۔ داود آپ ایسا کوئی کام نہیں کریں گے جس سے بابا اور امی کو آپ سے بد دل ہونا پڑے۔"

"نہیں ہو گئیں۔ میرے سُسر اور ساس بہت پیارے دل کے مالک ہیں۔ جاو تم۔ حنان ایک کام کرو زرا انھیں شود کھاؤ میں ان محترمہ کو زرا اندر بھیجوں۔"

جب اس پتا لگ گیا کہ رمشا نے یہاں سے ہلنا نہیں ہے تو اس نے بیگ حنان کو پھینکا جس نے اسے پھرتی کیچ کیا پھر اس نے رمشا کا ہاتھ پکڑا۔

"آنٹی کہاں ہیں؟"

"سکندر یہ آپ لوگ کیا کر رہے ہیں۔ ان کو ڈرائیں تو مت اگر بابا کو پتا چل گیا تو وہ اپ سیٹ ہو جائے گے۔"

رمشا اس کے ساتھ چلتے ہوئے پریشانی سے بولی۔

"نہیں ہو گے الٹا مجھے فخر سے دیکھیں گے' مجھے گلے لگائیں گے اور پھر کہیے گے کہ ہماری خاطر یہاں ہی رہ لو۔"

"اچھا!! وہ آپ کو یہ سب کام چھڑوانے کی پلاننگ کر رہے ہیں اور آپ کا تو باز آنے کا سین نہیں لگ رہا۔"

"میری پیاری ساسوں ماں کہاں ہیں؟"

سکندر بات بدلتے ہوئے اسے رُک کر دیکھنے لگا۔

"سو رہی ہیں دوائی لیتی ہیں نا تو اس ٹائیم ریسٹ کرتی ہیں۔"

"اوکے اب اچھی بیگم میرے ساتھ چلیں اور اپنی شوہر کو توجہ دیں۔ جب سے آیا ہوں اپنی امی کے ساتھ محترمہ چپکی ہوئی ہیں۔"

"سکندر اب آپ امی کو۔۔۔" مگر سکندر نے اس کی بات کاٹی۔

"نہیں کروں گا یار مگر مجھے بھی تو توجہ دو۔ دیکھو کتنی کٹ پڑی ہے تمھارے ابو سے۔"

اس نے اپنے چہرے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بیچارگی سے کہا۔ رمشا نے اپنی مسکراہٹ دبائی۔

"یہ تو کچھ بھی نہیں ہے اگر میں وقت بھی نہ آتی تو ابو آپ کی ٹانگیں توڑ چکے ہوتے۔" سکندر نے اسے اپنے قریب کیا۔

"شکریہ تو بنتا ہے بھئی۔"

وہ جھکنے لگا تھا کہ ایک دم درینہ کی آواز پر اسے منہ بنا کر پیچھے ہونا پڑا۔

"حنان کو کہنا پڑے گا بیوی کو توجہ دے تا کہ بیچاری کو بوریت کے مارے تمھیں نہ بلانا پڑے۔"

"سکندر آپ بھی نا؟ اب جائیں ریسٹ کریں رات کی فلائٹ ہے آپ کی پلین میں تو ویسے آرام نہیں کریں گے آپ۔"

"نہیں گھر جا کر سو جاوں گا۔ صبح بختاور سے ملوں گا اس کو بھی چیک کرنا ہے۔"

"میں آجاوں گی اور بہت شکریہ آپ کا۔"

وہ مسکراتے ہوئے سکندر سے بولی۔ سکندر نے اسے گھورا۔

"کس چیز کا بھلا؟"

"مجھے دو دن امی ابو کے پاس چھوڑنے کے لئے۔"

"پلیز مجھے یہ بات یاد مت دلاؤ اگر تمھارے ابو نہ کہتے تو میں لے کر چل پڑتا مگر الریڈی ہی منہ سوجا ہوا ہے۔ بختاور مزید میرے بگڑے ہوئے چہرے کو دیکھتی تو اس نے پاگل ہو جانا تھا۔"

وہ سکندر سے کچھ کہنے والی تھی کہ ایک دم سکندر کا فون بج اُٹھا۔ اس نے چیک کیا تو انون نمبر پہ کال آرہی تھی۔

"ہیلو۔"

"سکندر رؤف بات کر رہا ہوں۔" اپنے سسر کی آواز سُن کر سکندر کو حیرت ہوئی۔

"ارے انکل سب خیریت ہے؟۔"

"حنان کو لے کر فوراً سٹیشن آو کچھ ضروری بات کرنی ہے۔"

"اچھا مگر کہی آپ کا مجھے اندر کرنے کا ارادہ تو نہیں ہے۔" وہ شرارت سے کہتے ہوئے رمشا کو دیکھنے لگا جو اسے الجھی ہوئی نظروں سے دیکھ رہی تھی۔

....

"

اس نے رمشا کو اشارہ کیا کہ وہ درینہ کے پاس جائے اور خود چل پڑا تھا۔

"سریس معاملہ ہے اور تم دونوں کا ہونا ضروری ہے۔"

"اوہو سسر جی کسی کی کٹ لگوانی ہے تو ابھی حاضر ہو جاتا ہوں۔"

****

بختاور اپنی سٹیٹ منٹ آف انٹری کو چیک کرتے ہوئے' اپنی آئی ڈی کارڈ بیگ میں رکھنے لگی۔ ایک دم مڑتے ہوئے اس نے اپنے آپ کو آئینے میں دیکھا۔ تو کچھ سوچتے ہوئے وہ بے اختیار مسکرا پڑی۔

دھوئے کے مارے وہ بے اختیار کھانسنے لگی' اسے کچھ نظر بھی نہیں آرہا تھا۔ ایک دم منہ پہ ہاتھ رکھتے ہوئے وہ حداد کو تلاش کرنے لگی لیکن حداد تو باہر تھا۔ وہ اپنے بازو کو زور سے ہلانے لگی تا کہ دھوئے کو اپنے ارد گرد سے ہٹا سکے۔ آنکھوں میں شدید مرچے لگ رہی تھی۔ آنسو بھی بے اختیار ہو گئے تھے۔ ایک دم اسے گھٹن ہوئی۔ وہ حداد کو پکارنا چاہتی تھی مگر اسے ڈر تھا کہ دھوا اس کے اندر چلا جائے گا پھر ایک دم کسی کی آواز سُنائی دی اور پھر کسی نے ایکزوسٹ فین آن کیا تھوڑی دیر دھوا کم سا ہوا مگر بختاور کا دل خراب ہو چکا تھا اور کاؤنٹر کو تھامے وہ جھکے خود پہ قابو پا رہی تھی۔ تھوڑی دیر کسے کے دو مضبوط ہاتھ اپنے کندھے پہ محسوس ہوئے اور کسی نے اسے کھینچا۔

"دماغ خراب ہو گیا ہے تمھارا یہ کوئی عام لیب نہیں ہے جس میں چھوٹے موٹے تجربے کرو گی تو نقصان بھی نہ ہونے کے برابر ہو گا۔ چلو باہر۔"

مگر بختاور منہ پہ ہاتھ رکھے' آنکھیں بند کیے خاموشی سے اس کے ساتھ چل پڑی۔ وہ مزید کچھ کہہ رہا تھا مگر اس کا چیخنا' اسے ڈانٹنا پتا نہیں کیوں بُرا نہیں لگ رہا تھا۔ وہ اس کی فکر کر رہا تھا کہ اگر اسے کچھ ہو جاتا تو۔

وہ باہر نکلے تو بختاور نے اسے سامنے لمبی سی ولویٹ کی کُرسی پہ بیٹھایا اور پھر خود دوسرے جانب بھاگا۔ تھوڑی دیر بعد اسے اپنے ہونٹوں پہ گلاس کا کونا محسوس ہوا۔ اس نے اپنی آنکھیں کھولی تو دُھندلی نظروں سے اسے حداد نظر آیا۔ جس کا خود بھی چہرہ ہلکہ سانیلا ہو گیا تھا۔ بختاور نجانے کیوں ہنس پڑی مگر ہنسی نکلنے کے بجائے کھانسی شروع ہو گئی۔

کسی نے اس کی پیٹھ تھپکی اور اسے گلاس کو تھوڑا سا پیچھے کر کے پھر آگے کیا۔

"اب تو مجھے یقین ہو گیا کہ تمھارے ساتھ واقعی دماغی مسئلہ ہے۔ مجھے ڈاکٹر شرینہ سے بات کرنی ہو گی۔"

شرینہ کا ذکر اس کے لبوں سے سُن کر بختاور کو نجانے بہت بُرا لگا۔ گلاس اس سے لے کر وہ پانی پینے لگی اور دوسرے ہاتھوں سے اپنی آنکھوں کو رگڑنے لگی۔ بس اس کے بعد حداد صاحب کی معمول کی ٹرٹر شروع ہو گئی اور بختاور کا شدید ردِ عمل۔

دروازے پہ ناک ہوا تو بختاور ایک دم سوچ کی دُنیا سے نکلی۔

"جی!"

وہ اپنا بیگ چیک کرنے لگی تو دروازہ کھلا۔ اس نے دیکھا جمیل تھا۔

"بی بی حازق صاحب آئے ہیں آپ کو لینے۔"

اب بختاور چونکی۔

"وہ کیوں آئے ہیں میں نے توان کو ٹائیم کا نہیں بتایا تھا۔" اسے حیرت ہوئی۔ اس نے تاریخ بتائی تھی لیکن اس نے یہ نہیں کہا تھا کہ وہ اسے چھوڑیں۔

"پتا نہیں بی بی مگر وہ آپ کو بلا رہے ہیں۔ پہلے ہی دیر ہو رہی ہے۔"

"اچھا آپ جائے میں آتی ہوں۔"

"مجھے تو یا تو ڈرائیور نے چھوڑنا تھا یا حداد نے شاید دونوں میں سے کسی نے نہیں چھوڑنا تھا تو انھوں نے ہانی ماما کو بتا دیا ہو اور ہانی ماما نے حازق بھیا سے کہہ دیا ہو۔" وہ اپنا کیس اُٹھاتے ہوئے اپنا یونی فورم کا دوپٹہ ٹھیک کرتے نیچے کی طرف آئی۔ اس کے سلکی سیدھی بال اس وقت ہیر کیچ میں مقید تھے اور وہ اپنی عمر سے اب کافی چھوٹی لگ رہی تھی۔ اس کے پیچھے اس نے دیکھا حداد سیٹی پہ کوئی دھن بجاتا نیچے آرہا تھا۔ اس نے بختاور کو دیکھا تو آنکھوں میں حیرت لیے بولا۔

"واو تم تو بڑی وقت کی پابند نکلی۔ مجھے لگا ابھی مجھے چلانا پڑے گا کہ تم اپنے کمرے سے نکلو۔ ویسے ماننا پڑے گا کچھ معاملوں میں تم واقعی عقلمند ہو۔"

بختاور نے اس کی بات کو اگنور کیا اور تیزی سے سیڑھیوں سے اُترتی دروازے کی طرف بڑھی۔ ضرور شرینہ میڈم کا کام یاد آگیا ہو گا تبھی مجھے نہیں چھوڑ رہے۔ ہونہہ مجھے بھی ان کی ضرورت نہیں ہے۔ میرے لئے اور بھی لوگ منتظر ہیں۔

"ارے کہاں چل پڑی ابھی گھنٹہ ہے! ناشتہ تو کر لو۔"

"سوری حازق بھائی میرا انتظار کر رہے ہیں۔ میں جا رہی ہوں۔"

حداد لاونج پہ پڑے ٹیبل سے اخبار اُٹھانے لگا کہ ایک دم رُک گیا پھر وہ پھرتی سے اس کے سامنے آیا جو دروازے کے قریب آچکی تھی۔

"تم نے اسے کیوں بلایا؟"

حداد کا لہجہ پتھر سے بھی زیادہ سخت ہو گیا تھا۔

بختاور کو اس کے انداز پہ حیرت ہوئی اور وہ ایسے کیوں پوچھ رہے ہیں جیسے انھیں پتا نہ ہو۔

"کیوں؟ انھیں نہ بلاتی تو کسے بلاتی؟"

حداد کو یہ بات ایک نوکیلے تیر کی طرح لگی۔

"منع کیا تھا تم اپنے اس فضول سے کزن سے دور رہو گی تو پھر اسے کیوں بلایا۔" وہ سخت لہجے میں دھاڑا بختاور ایک دم پیچھے ہوئی۔

"مرضی میری میں آپ کی حکم کی پابند نہیں ہوں اور کیوں دور رہوں وہ میرے کزن ہے۔"

"تو پھر رہتی نا اس کزن کے پاس یہاں پہ کیا کر رہی ہو"

اس کی آواز اونچی ہو گئی' چہرہ سُرخ ہو گیا۔ بختاور ایک دم چُپ ہو گئی پھر بولی۔

"میرے ماموں کا گھر ہے۔ آپ کہنے والے تب ہوتے جب یہ گھر آپ کا ہوتا۔"

حداد نے اسے دیکھا پھر اپنے سر پہ ہاتھ پھیرا۔

"آپ اب سائڈ پہ ہوئے مجھے دیر ہو رہی ہے۔"

"میں تمھیں چھوڑ رہا ہوں یہ میری زمہ داری ہے۔ تم اس لڑکے کے ساتھ نہیں جاو گی۔"

"کیوں نہیں جاو گی۔ آپ کی پرابلم کیا ہے؟" بختاور نے اپنے ہاتھ اونچا کرتے ہوئے چڑ کر گرائے۔

"سب سے بڑی پرابلم تو ویسے تم ہو!!! مگر آئی کانٹ ٹرسٹ ہم۔"

اسی پل دروازہ کھلا اور حازق نمودار ہوا۔ بختاور نے اسے دیکھا تو اپنے چہرے کے تاثرات نارمل کیے جبکہ حداد کا سُرخ چہرہ مزید تپش سے سُرخ ہو گیا۔ مٹھیاں اس نے بھینچ لی۔

"بخت یار کتنی دیر لگاو گی میں کب سے انتظار کر رہا ہوں۔ ام یہ کون ہیں؟"

حداد کا دل کیا اس کے مکروہ چہرے کو پنچ کر کے کہے کہ تمھارا باپ ہوں مگر خاموشی سے لب دبائے بختاور کو دیکھنے لگا جو مسکرا کر بولی۔

"یہ درینہ آپی کے چاچو ہیں۔جی حازق بھائی میں آئی آپ چلیں۔"

"نہیں بھئی تمھیں لے کر ہی چلوں گا تم مزید دیر لگادو گی۔میں نے کہی اور بھی جانا ہے۔"

اس کے انداز پہ حداد چونکہ وہ واقعی گھبرایا ہوا الگ رہا تھا لیکن وہ اپنے گھبراہٹ بختاور سے چھپانے میں کامیاب ہو گیا تھا مگر حداد سے نہیں۔

"اگر آپ کو کہی اور جانا ہے تو ٹھہرنے کی ضرورت نہیں ہے میں اسے ویسے بھی چھوڑنے والا تھا۔"

حازق نے اب کی بار حداد کو دیکھا جس کی آنکھیں سخت مگر چہرے پہ عجیب سی مسکراہٹ تھی۔

"نہیں اب اتنی بھی جلدی نہیں ہے بختاور تم نے ناشتہ کر لیا ہے؟اگر نہیں کیا تو کر لو میں ویٹ کر لوں گا۔"

"نہیں حازق بھائی واقعی دیر ہو رہی ہے میرا خیال ہے چلتے ہیں۔"

بختاور تیزی سے کہہ کر جانے لگی تو ایک دم حداد نے حازق کو دیکھا تو اچانک سے اس نے بختاور کا بازو پکڑا۔

"میں نے کہا نا میں چھوڑوں گا تو بس بات ختم اور تم جا سکتے ہو۔" حازق کے تاثرات بدل گئے اور وہ حداد کے سامنے آیا اور اس نے بختاور کا بازو چھڑوایا۔

"دوبارہ اس کا ہاتھ ایسے مت پکڑنا ورنہ تم جانتے نہیں ہو کہ تمھارا کیا انجام ہو گا۔" بختاور ایک دم پریشان ہو گئی۔

"ڈاکڑ آپ۔۔۔۔" وہ بول نہیں سکی کیونکہ

حداد ہنسا۔

"اپنے انجام کا تو مجھے نہیں پتا بچے مگر تم اگر اس لڑکی سے دور نہ رہے تو تمھارا انجام موت ہو گا۔"

اس کی عجیب بات پر بختاور فریز ہو گئی اور حازق اسی پل گن نکالنے لگا تھا۔

"ڈاکٹر آپ میرے ساتھ آئے مجھے وہ آنکھوں میں ابھی بھی تکلیف ہو رہی ہے اور حازق بھائی آپ چلے جائے مجھے ابھی کافی دیر لگے گی۔"

اس نے حداد کا ہاتھ پکڑتے ہوئے' حازق کو تیزی سے کہا۔

"مگر بختاور تم۔۔۔"

"میں نے کہا نا جب مجھے آپ کی ضرورت ہو گی تو آپ کو کال کر لوں گی۔ آپ تو چلیں۔"

حازق کے تاثرات خطرناک ہو گئے جبکہ حداد کے چہرے پہ مسکراہٹ آ گئی۔

"اب تم جا سکتے ہو ڈیر کزن۔"

حداد کہتے ہوئے چل پڑا اور حازق نے بخت کو دیکھا جس نے بڑبڑا کر حازق کو سوری کہا۔ حازق نے سر کو ہولے سے خم دیتے ہوئے اشارہ کیا کہ کوئی بات نہیں مگر مڑتے ہوئے اس کے چہرے کے تاثرات بالکل بدل چکے تھے۔ آنکھوں میں عجیب سی ناکامی کی آگ تھی۔ مٹھیاں زور سے بھینچے اس نے مکا زور سے تان کر باہر آیا۔

"آج تو بڑی خاموشی چھائی ہوئی ہے۔ کیا بات ہے؟ پیپرز کی ٹینشن تو نہیں ہو سکتی۔ کسی نے محترمہ کے منہ پہ گلیو تو نہیں لگا دیا۔"

بختاور نے اس کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا اور باہر کھڑکی کی طرف دیکھنے لگی۔ حداد جو موڑ کاٹ رہا تھا اسے کن آنکھیوں سے دیکھتے ہوئے بولا۔

"کہیں قیامت تو نہیں آنے لگی۔ بختاور عالم خاموش۔ اللہ خیر ہی ہو۔"

وہ شرارت سے بولتے ہوئے چاہ رہا تھا کہ بخت بولے۔ وہ سرشار تھا کہ بختاور نے اسے چُنا نہ کہ اس لوفر سے کزن کو جس کی سُنہری آنکھوں میں اچھے ارادے دکھائی نہیں دیتے تھے۔

"آپ ایک کام کریں مجھے یہی چھوڑ دیں میں آگے پیدل چل لوں گی۔" حداد مزید اس سے کچھ بول رہا تھا تو بختاور بلا آخر تنگ کر بولتے ہوئے اپنے بال پیچھے کرنے لگی۔

"چاہتا تو میں یہی ہوں مگر میں اتنا بیوقوف نہیں ہوں۔ بعد میں تم عینہ سے میری شکایت لگاوا وگی۔ اب تو عینہ کے ساتھ تم تو اپنے سو کالڈ ماما سے بھی میری کٹ لگواو گی۔"

"اگر آپ اب چُپ نہ رہے تو میں یہاں سے اُتر جاوں گی۔" بختاور چڑ کر بولتے ہوئے مزید اس سے رُخ موڑ چکی تھی۔ حداد نے اپنی مسکراہٹ دبائی۔

"بڑی ٹیلنٹڈ لڑکی ہو چلتی گاڑی سے اُتر جاو گی۔ میرا شک درست نکلا تم ایک چڑیل ہو۔"

بختاور نے اب اپنے کانوں پہ ہاتھ رکھ دیا۔ بلا آخر وہ سینٹر پہنچ چکے تھے۔

"واپسی پہ آنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے آپ کو۔۔ مجھے کوئی لینے آئے گا۔"

"اور وہ کون ہو گا؟ تمھاری وہی کزن۔" حداد سخت آنکھوں اور گہری طنزیا مسکراہٹ سے اسے بولا۔ بختاور اپنی چزیں اُٹھا کر بولی۔

"کیا پرابلم ہے آپ کی؟ آپ نے مجھے ڈراپ کرنے کی ڈیوٹی نبھادی۔"

"اور میں تمھیں پک کرنے کی بھی ڈیوٹی نبھاؤں گا۔ چُپ کر کے پیپر دینے جاو۔ بیسٹ آف لک۔"

حداد اس کی بات کاٹ کر اپنے سر پہ ہاتھ پھیرتے ہوئے تیزی سے بولا۔

بختاور لب زور سے دبا کر اسے دیکھنے لگی پھر گہرا سانس لے کر اُتر گئی۔ حداد ہنس پڑا۔ گاڑی موڑ کر وہ واپس مڑنے لگا تھا کہ ایک دم ٹھہر گیا جب اس نے کچھ عجیب سی چیز دیکھی۔ واپس موڑنے کے بجائے اس نے گاڑی آگے بڑھائی۔ آنکھیں سکیڑ کر اس نے دیکھا تو اس نے سٹیرنگ پہ گرفت مضبوط کر دی۔ وہ نو عمر لڑکا۔ چھلی والے کو نیلے رنگ کا شاپر پکڑاتے ہوئے اِدھر اُدھر دیکھ کر سینٹر کی طرف بڑھا۔ اس وقت چھلی والے کا مقصد نہیں سمجھ آیا تھا وہ تو نکلنے کے ٹائیم موجود

ہوتے ہیں۔ حداد نے فیصلہ کیا کہ وہ یہی ٹھہرے گا۔ اسے کچھ ٹھیک نہیں لگ رہا تھا۔ اسی وقت اس کا فون بج اُٹھا اس نے دیکھا بروٹس اسے کال کر رہا تھا۔ اس کا فون اُٹھا کر کانوں سے لگاتے اس نے درخت کے قریب گاڑی پارک کی۔

"ہاں بولو بروٹس۔"

"ہوں۔"

"کام پہ ہوں۔"

"کسے؟ کیوں اسے کیوں اُٹھوانا ہے۔ دماغ تو نہیں خراب۔"

"میں دن کے وقت تو بالکل یہ کام نہیں کر سکتا۔ رات کو بھی بہت مشکل ہے۔"

"مجھے دھمکی مت دیا کرو!!! میں وہ کمزور ہمر نہیں رہا اور خبر دار مجھے وہ روتی ہوئی لڑکی کی وائس کال بھیجی۔ سب جانتا ہوں وہ ڈرامہ تھا۔ جو اس دن تم نے میرے ساتھ کیا تھا۔"

"اسے تم نے ویسے بھی کچھ نہیں کہنا۔"

حداد سرد لہجے میں کہہ کر فون بند کر چکا تھا۔ اس نے دیکھا تو اسے بالکل حیرت نہیں ہوئی کہ چھلی والا غائب ہو گیا تھا۔

••••••••••••••••••••••••••••••••••••••

اپنی ٹائی کو ٹھیک کرتے ہوئے' وہ دروازے کو آہستگی سے دھکیلتے ہوئے اندر داخل ہوا۔ جمال عظیم جو اپنی کُرسی پہ بیٹھے کسی سے فون پہ گفتگو کر رہے تھے۔ فاروق کو دیکھ کر ایک دم چُپ ہو گئے۔ فاروق رُک کر انھیں سر کے خم سے سلام کیا اور اشارہ دیا کہ وہ باہر چلا جائے جس پر جمال عظیم نے نفی میں سر ہلایا اور اسے بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ فاروق فائل ٹیبل پہ رکھ

کر کُرسی گھسیٹ کر بیٹھا۔ جمال عظیم بات مکمل کر کے اسے دیکھنے لگے جو اپنی ٹانگیں بے مقصد ہلائے اِدھر اُدھر دیکھ رہا تھا۔

"او فاروق بیٹے کیسے آنا ہوا؟ آج کل تو غائب ہی ہو گئے تھے تم۔" وہ مسکرا کر خشگوار لہجے میں بولے۔ جس پہ فاروق ہنسا۔

"بس زرا سا بزی ہو گیا تھا۔ آپ کو تو پتا ہے جب ایک چیز کے پیچھے پڑ جاتا ہوں تو بس اس کو حاصل کرنے لئے سارے ہوش و حواس بھلا بیٹھتا ہوں۔ اِرد گرد دُنیا کا ہوش نہیں رہتا۔ اب کچھ ثبوت ملے ہیں مجھے لگتا ہے شاید آپ کے کام آ سکتے ہیں یا پھر آپ کا کام سمجھے آسان ہو گیا۔"

"مطلب؟ تم سکندر کی بات کر رہے ہو؟"

"جی سر یہ فائل پڑھیے اس میں شفقت کے کچھ آدمی کی پوسٹ مارٹم کی رپورٹس ہیں۔ ان کا جس طرح قتل کیا گیا تھا ویسے ہی شفقت کا کیا گیا تھا۔"

اب اس کی بات پر وہ بالکل سیدھے ہو گئے اور اس سے فائل لی اور کھول کر اسے پڑھا۔

"ایک ہی قسم کی بلیڈ استعمال کی گئی اور یہ کافی rare سا ہتھیار ہے۔ جو مجھے یقین ہے یہ صرف سکندر کے پاس ہے۔"

"تم کیسے کہہ سکتے ہو؟" وہ ایک دم چونک کر اسے دیکھنے لگے جس کی مسکراہٹ گہری ہو گئی۔

"وہ تو میں آپ کو بعد میں بتاوں گا پہلے ان ڈیڈ باڈی کے کپڑوں میں خون بھی ٹیسٹ ہوا جس میں کسی اور کا بھی خون شامل تھا۔"

"کس کا؟"

"سکندر حدید کا۔"

"تمھیں۔۔۔ آف کورس تمھارا وہ بھائی ہے اور ہتھیار کا۔۔۔"

"یہ رشین موبسٹر کے پاس ایسے ہتھیار۔۔۔۔۔"

وہ پھر انھیں جتنی ضروری ڈیٹیلز دے سکتا تھا انھیں دی۔ وہ خاموشی سے سنجیدگی سے اسے سُننے لگیں۔ فاروق نے کچھ چیزیں چھپا کر رکھی کیونکہ آخر میں وہ بھی بُری طرح پھنس سکتا تھا۔ اس کا مقصد سکندر کو لمبے ٹائیم کے لئے اندر کرنا تھا۔

....

سکندر فون پہ جاوید سے گفتگو کر رہا تھا اور حنان ڈرائیو کر رہا تھا۔ حنان کا فون بج اُٹھا تو اس نے دیکھا جمال عظیم کالنگ آرہا تھا۔ اس نے کال کا بٹن دبا کر اپنا بلیوتوتھ آن کیا۔ وہ دونوں اس وقت بختاور کو سینٹر سے لینے جا رہے تھے۔ اس کو سرپرائز دینا تھا۔ سکندر بختاور کو بہت مس کر رہا تھا اور زندگی میں اتنے دنوں کے لئے اکیلا اس نے پہلی چھوڑا تھا۔ اسے فکر تھی اور خود پہ غصہ تھا کہ وہ اپنی مجبوری میں بخت کو نظرانداز کر چکا تھا۔

"اسلام و علیکم انکل! "

"جی جی کل رات کو پہنچ گیا تھا دارینہ ابھی پھوپھو کے گھر ہی ہے۔ وہ دو دن میں واپس آجائے گی سُنا ہے کہ پھوپھو بھی لاہور آرہی ہیں۔ جی جی۔۔ آپ کی عینہ سے بات نہیں ہوئی۔"

اس نے موڑ کاٹا۔ وہ اپنی سسر کی بات سُننے لگا تو ایک دم اس گاڑی پہ بریک لگانی پڑی۔ سکندر کا سر جھٹکے سے آگے ہوا لیکن اس نے ڈیش بورڈ پہ ہاتھ رکھا۔

"شٹ! واٹ دا۔۔۔"

حنان نے اس کے منہ پہ ہاتھ رکھا اور ان کی بات سُنی۔

"اچھا سکندر کا خون؟ ٹھیک ہے ٹھیک ہے۔ فاروق آپ کے پاس ہے یا چلا گیا۔۔ چلا گیا اوکے انکل میں آتا ہوں ابھی آپ کسی سے یہ کیس ڈسکس مت کریں میں پہلے وہ فائل پڑھنا چاہتا ہوں۔ میں جانتا ہوں انکل میرا یہ کام نہیں ہے مگر وہ بڑا کمینہ مجرم ہے۔ ہو سکتا ہے اس نے فاروق کو ٹرک کرنے کے لئے ایسا کیا ہو۔"

حنان نے گھور کر سکندر کو دیکھا جس نے اپنا فون بند کر کے اسے دیکھا کہ اس کو کونسا دورہ پڑا ہے۔

"میں آپ کو سمجھاؤں گا بس مجھے آنے دیں۔" حنان نے اپنا فون بند کیا۔

"کیا ہوا؟" سکندر نے اسے دیکھا۔

"اب کیا ہوا ہے جمالی کو؟"

"جمالی کو کچھ ہوا ہو یا نہ ہو تیرے سوتیلے بھائی کو سخت آگ لگی ہے۔ مجھے سمجھ نہیں آتی وہ آخر ثابت کیا کرنا چاہتا ہے۔ تیرا باپ تیرے بجائے اسے سارے زندگی پیار کرتا رہا۔ زندگی میں اسے سب کچھ ملا' پیار' محبت' عزت سب کچھ مگر پھر بھی۔۔۔۔"

"رُک کیا کیا اب اس نے۔" سکندر نے نا سمجھی سے اسے دیکھا۔

"تیرا سر کیا ہے تو یہاں بیٹھا رہی اور وہاں وہ پکا جیل کا انتظام کر آیا ہے اور اس کمینے کو رشیا کا پتا نہیں کیسے خبر مل گئی۔" سکندر نے سُنا تو گہرا سانس لے کر سگریٹ کا پیکٹ نکالا۔

"بس اتنی سی بات مجھے لگا پتا نہیں کیا آفت آگئی ہے۔"

وہ سگریٹ سلگا کر اسے دیکھنے لگا جو سٹیر نگ پہ ہاتھ مارنے لگا۔

"چڑ کیوں رہا ہے ریلیکس رہو یار۔ کسی نے میرا کبھی کچھ بگاڑا ہے جو اب بگاڑے گا۔" وہ سگریٹ کے گہرے کش لینے لگا ۔

"شیرِ داود پلیز اب میں تمھارے شٹس ہینڈل نہیں کر سکتا۔ بھاڑ میں جاو تم۔ ساری زندگی تمھارے مصیبتوں کو ختم کرتے کرتے میں نے مر جانا ہے۔"

"مرنا تو سب نے اچھا نہیں ہے کہ کچھ اچھا کام کر کے مرو۔"

سکندر شرارت سے کش لیتے ہوے بولا۔ حنان نے سٹیر نگ پہ گرفت مضبوط کر دی۔

"اچھا دو سوٹے مار بہتر فیل کرے گا۔" سکندر نے اس کو سگریٹ تھامی جس پہ حنان اونچی آواز میں بولا۔

"اس وقت میری گاڑی سے فوراً اُتر۔"

"کیا مطلب؟ کیا ہو گیا یار اتنا غصہ کچھ نہیں ہو گا۔"

"میں نے کہا اُترو میری گاڑی سے۔ اپنا انتظام کر لینا تم بھا!!!! "

اس نے بھاپہ خاصا زور دیا۔ سکندر نے اسے گھورا۔

"سید ھابول جمالی کے پاس جانا ہے۔ بخت کو کون لینے جائے گا۔"

"میری بلا سے تو پیدل جا!!! مگر دفعان ہو۔"

"پیار اور عزت کا تو زمانہ ہی نہیں ہے بھئی۔ اس مامے کو کال کر لینا کہ میری بچی کو پک اپ کر لے۔"

"تو تو کہاں جا رہا ہے۔"

سکندر دروازہ کھولتے ہوئے بولا۔

"دفعان ہونے۔"

مجال ہے کہ یہ آدمی کوئی سیدھا جواب دے دیں۔

حنان نے آنکھیں گھما کر گاڑی ریورس پہ موڑی۔ وہ ایک نظر بیک مرر میں جاتے سکندر کو دیکھنے لگا جو بے فکری سے چلتا اپنی دُنیا میں مگن دکھائی دے رہا تھا۔

※※※※※※※※※※※※※※※※※※※※※※

جمال عظیم کو یاد آیا ان کی گاڑی میں چند فائلز رہ گئی تھی۔ کسی سے منگوانے کے بجائے انھوں نے خود ہی لے کر آنے کا فیصلہ کیا۔ سکندر کے چکروں میں وہ بہت سے کیسس کو بھلائے بیٹھے تھے۔ گاڑی کی چابی اُٹھا کر وہ باہر آئے۔ جیسے ہی سیڑھیوں سے اُترنے لگے۔ ایک دم کسی ان دیکھنے شخص نے ان کے کندھے پہ شوٹ کیا۔ جمال عظیم اس حملے کے لئے تیار نہیں تھے ایک دم اونچی آواز میں کہراتے ہوئے گر گئے جس کی وجہ سے ان کی بازو بھی فریکچر ہو گئی۔ حنان اسے پل

پہنچا تھا۔ایک دم دو آفسر گن پکڑے سڑک کی طرف بھاگے تھے اور اس نے دوسری طرف دیکھا تو وہاں چند آفسر جمال عظیم کو اُٹھا رہے تھے۔ان کو دیکھ کر تو حنان کا چہرہ سفید ہو گیا۔خون سے لت پت وہ واقعی اور کوئی نہیں جمال عظیم تھے۔

"شٹ انکل!!!!! "

وہ گاڑی سے اُترا اور تیزی سے بھاگا۔وہ انھیں سیدھا آفسر حمید کی گاڑی کی طرف لے کر جا رہے تھے۔حنان تیزی سے آیا۔

"یہ سب کس نے کیا؟ کیا ہوا؟؟ میری گاڑی میں لے کر چلو انھیں۔"

"پتا نہیں سر۔۔۔"

"بات مت کرو ان کو لے کر چلو۔"

حنان نے بات مکمل ہونے نہیں دی سیدھا دھاڑ کر انھیں تھامے لے کر چلنے لگا جو تکلیف سے کہراتے ہوئے بولے۔

"مم میں ٹھیک ہو۔۔۔ں۔۔۔ حن نان۔"

"انکل آپ کو کچھ نہیں ہو گا۔"

حنان کے لئے وہ باپ کی طرح تھے۔اس لئے وہ گھبرا کر پریشانی سے انھیں تسلی دیتے'اپنی گاڑی میں بیٹھاتے ہوئے بولا۔تیزی سے گاڑی کی ڈرائیونگ سیٹ پہ آ کر اس نے گاڑی زن سے بھگائی۔

رمشا نے درینہ کو دیکھا جو ضرورت سے زیادہ چُپ دکھائی دے رہی تھی۔ٹی وی کے والیوم کو آہستہ کرتے ہوئے اس نے چُٹکی بجا کر عینہ کو اپنی طرف متوجہ کیا جہاں درینہ زرا سا چونک کر پھر اپنی سوچ میں گُم ہو گئی۔

"کیا ہوا ہے جب سے دیکھ رہی ہوں حنان بھائی گئے ہیں تم اُداس اُداس سی لگ رہی ہو۔"

"نہیں بس دل بوجھل سا ہو رہا ہے۔پتا نہیں ڈاؤن ڈاؤن سی فیل کر رہی ہوں۔" اس کا لہجہ بھی کافی بوجھل سا تھا۔رمشا شرارت سے مسکرائی۔

"کیا سین ہے بھئی؟"

درینہ نے اسے اب کی بار دیکھ کر گھورا۔

"کوئی سین نہیں ہے۔۔یار میرے لئے پانی کا گلاس منگواو پتا نہیں دل عجیب سا ہو رہا ہے۔ابو سے بات کرنا چاہتی ہوں۔"

"ابو سے یا حنان بھائی سے۔" رمشا سنجیدگی سے اسے دیکھتے ہوئے اُٹھی۔

"بکو مت مجھے ابو کا بار بار خیال آرہا ہے۔میں بات کر لیتی ہوں ان سے۔"

"تم ماموں سے بات کرو میں ابھی آئی۔" وہ کچن میں آئی تو ایک دم اپنے فون بجنے پر اسے نے فون اُٹھایا۔

"ہیلو۔"

"حد ہو گئی بندہ فون ہی کر لیتا ہے۔کیا میں ہی تمھارے پیچھے پاگل ہوتا رہوں تمھارا کوئی حق نہیں بنتا۔"

رمشا مسکراتے ہوئے فریج کھول کر پانی کی بوتل نکال کر بولی۔

"داود آپ کو ابھی بیس منٹ پہلے مسیج کیا تھا اور دو گھنٹے پہلے بات کی تھی۔آپ بھی نہ کبھی حد کر دیتے ہیں۔"

"میں حد کرتا ہوں دو گھنٹے سے عجیب پاگل ہو رہا ہوں کہ پتا نہیں تم وہاں کیا کر رہی ہوں اور پتا نہیں اس دو گھنٹے میں کون کون آیا ہو گا۔ تمھیں دیکھا ہو گا اور میں چاہ کر بھی اسے ٹرامپل نہیں کر سکتا۔"

رمشا نے تاسف سے سر ہلایا۔

"آپ کی میں اپاوئینٹمینٹ رکھواتی ہوں سائیکولجسٹ سے۔آپ مجھے آوٹ آف کنڑول لگنے لگیں ہیں۔"

وہ گلاس میں پانی انڈیل کر نرم لہجے میں بولی۔

"میرا ابڑا کنڑولڈ قسم کا انسان تھا۔یہ تم ہو جس نے مجھے ہر معاملے میں بے قابو کیا ہے۔کیا کر رہی ہو؟"

"کچھ نہیں ابھی کھانا کھا کر عینہ کے ساتھ ٹی وی دیکھ رہی تھی۔اس کی طبیعت ٹھیک نہیں لگ رہی۔"

"کیوں ٹھیک تو ہے وہ؟ حنان کو پتا ہے؟"

"نہیں نہیں ایسی کوئی بات نہیں بس تھوڑی سی ٹینز لگ رہی تھی۔ بار بار اسے ماموں کا خیال آرہا ہے۔ ابھی اس نے بات کر رہی ہو گی۔"

"جمالی بھی کوئی یاد کرنے کی چیز ہے۔"

سکندر ایک دم بے اختیار کہنے پر رمشا نے کافی اونچا سا کیا کہا۔

"کچھ نہیں اچھا چلو میری ضروری چیز مجھے دو۔"

رمشا گلاس پکڑ کر باہر آئی۔

"آئی لائیک یو۔"

رمشا نے شرارت سے کہہ کر فون بند کر دیا۔ اسے پتا تھا سکندر کتنا چڑ رہا ہو گا اس وقت اسے دوبارہ ضرور کال کرے گا۔ وہ درینہ کے پاس آئی جو خود سے بڑبڑاتے ہوئے حنان کو ٹیکسٹ کر رہی تھی۔

"عجیب بات ہے نہ بابا فون اُٹھا رہے ہیں نہ حنان کوئی رپلائی بھی نہیں کر رہے۔"

"بڑی ہو گیں تم اتنی پریشان کیوں ہو؟ یہ لو پانی پیو۔"

"ہاں لیکن پتا نہیں دل بہت۔۔۔۔۔"

"آنٹی یہ دیکھیں میں آپ کے لئے قورمہ اپنے ہاتھ سے بنا کر لائی ہوں۔"

رمشا ایک دم شزا کی آواز پر رُک کر پیچھے دیکھنے لگی۔ چُپ تو عینہ بھی ہو گئی۔ شائلہ آنٹی سے مل کر وہ انھیں ڈِش پکڑاتے ہوئے چہک کر بولی۔

"بیٹا تم قورمہ کو چھوڑو میرے ساتھ اِدھر آؤ کسی سے ملوانا ہے۔"

امی کا لہجہ بھی کافی خوشگوار تھا۔

"ہائے کون آیا؟ کوئی ایکٹر تو نہیں آیا؟"

رمشا کو ایسے لگ رہا تھا کہ وہ اس کا نام لینا چاہتی ہے مگر آنٹی اس کا نام سُن کر اپ سیٹ نہ ہو جائے اس لئے ایسے بول کر اس طرف آئی جہاں درینہ اور رمشا بیٹھے ہوئے تھے۔

"مشی!! دیکھو کون آیا ہے؟"

رمشا کو پہلے ہی پتا چل چکا تھا وہ کونے میں لگے شیشے سے ان کو دیکھ چکی تھی۔ آنٹی کے مشی کہنے پر اور اسے رمشا کے دیکھنے پر شدید ترین جھٹکا لگا۔ رمشا کھل کر مسکراتے ہوئے آگے بڑھ کر بولی۔

"یہ کیا جیسے ہی میں غائب ہوئی تم ماما کی دوست بن گئی ناٹ فیر یار۔"

اس نے بے اختیار شزا کو گلے لگایا جبکہ شزا کا سکتا اس کے گلے لگانے پہ بھی نہیں ٹوٹا۔

"کیا ہوا ایسے فریز کیوں ہو گئی تین مہینے میں کیا بھوت بن گئی ہوں یا مزید خوبصورت ہو گئی ہوں۔"

اب تو اس کے صحیح طرح بولنے سے تو مزید وہ شاکڈ ہو گئی۔ مشی بول سکتی ہے؟ مشی واپس آگئی؟ کیسے؟ کیا معجزے بھی ہوتے ہیں۔

"آنٹی مجھے زور سے تھپڑ مارے مجھے لگتا ہے میری طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔"

رمشا اس سے الگ ہوئی تو شزا کافی ڈرتے ہوئے رمشا کو دیکھ کر آنٹی سے بولی۔ جو ہنس پڑی۔

"مشی اسے لگاویں یہ رکھ کر آوں بیچاری واقعی شاکڈ میں چلی گئی ہے۔"

....

"بھائی بات سُنیں۔"

عنیقہ سیڑھیوں پہ چڑھتے فاروق کو روکتے ہوئے اس کے پیچھے آئی۔ فاروق ایک دم زرا سا مڑ کر اسے سرد نظروں سے دیکھنے لگا پھر بنا کچھ کہے چل پڑا۔

Do not copy without Author's permission

"بھائی! "

"مجھے کوئی بات نہیں کرنی عنیقہ۔"

فاروق تیز لہجے میں بولتا اوپر والے پورشن میں آیا جبکہ عنیقہ اس کے پیچھے۔

"مگر مجھے کرنی ہے۔اب جو کر رہے ہیں وہ ٹھیک نہیں ہے۔"

اب کی بار فاروق رُک کر اس کی طرف مڑا۔

"یہ اب تم کہو گی یعنی کے مس عنیقہ کہ میں فاروق عالم ٹھیک نہیں کر رہا اور کیا ٹھیک نہیں کر رہا؟"

عنیقہ نے زور سے اپنے لب دبائے پھر گہرے سانس لے کر بولی۔

"آپ سکندر بھائی کو جو اندر کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔پلیز یہ کوشش چھوڑ دیں۔"

"کیوں کیونکہ وہ سکندر حدید ہے۔اس کو نیچا کرنا بیکار ہے یا اب وہ شخص تمھیں عزیز ہو گیا ہے کہ وہ بیشک غلط کام کرتا رہے کوئی اسے کچھ نہ کہے کیونکہ وہ تمھارا ہمدرد ہے!!!! اس نے تمھاری مدد کی بس!!!! "

"انھوں نے مجھے اپنی بہن سمجھا بھائی!!!" عنیقہ کی آنکھوں میں پانی آ گیا۔

"انھوں نے جو کیا وہ کسی اپنے نے بھی میرے لیے نہیں کیا۔انھوں نے میری غلطی پہ مجھے بُرا بھلا نہیں کہا بلکہ مجھے سمجھایا ۔میرا ساتھ دیا!!!! آپ کی طرح میرے سے منہ نہیں موڑ لیا!!!!" اس کا آواز درد سے پھٹ رہی تھی۔"میرے اتنے ذلیل کرنے کے باوجود میری اتنی عزت کی کہ آج میں اپنے آپ کو بھی دیکھتے ہوئے شرم محسوس کرتی ہوں۔میرا دل گواہ ہے بھائی وہ شخص بُرا نہیں ہو سکتا۔پوری دُنیا بھی آکر کہے وہ شخص بُرا ہے تو بھی میں نہیں مانوں گی۔بیوی کو دیکھا تھا ان کی وہ لڑکی اور کوئی نہیں بابا کی جانے والی کی بیٹی تھی۔وہ تو بول بھی نہیں سکتی تھی۔کیسے میرے بھائی کے لئے وہ بابا کے سامنے ڈٹ گئی کوئی تو بات ہے ان میں۔کوئی تو اچھائی ہے۔مجھے تو لگتا ہے وہ اچھائی۔۔۔۔۔۔"

"بس اگر تم نے اس کی تعریف کے لئے مجھے روکا ہے تو تم یہاں سے جا سکتی ہو۔ رہو اسی کے پاس۔ ہم تو بھئی تم پر ظلم جو کر رہے ہیں۔ وہ رکھ لے گا۔ آخر کو اس کا دل بڑا اور صاف جو ہے۔"

فاروق نے تیزی سے اور قدرے سخت لہجے میں اس کی بات کاٹی تھی۔

"مجھے جانا ہوتا تو کب کا چلی جاتی بھائی مگر میں سب لوگوں کو بھی نہیں چھوڑ سکتی۔ آپ سب لوگ اب بھی میرے لئے سب کچھ ہیں مگر سکندر بھائی کی اپنی جگہ ہے اور اگر بھائی کے لئے اگر بہن کو اپنے دوسرے بھائی سے لڑنا ہو گا اسے روکنا ہو گا تو یہ کام میں کروں گی۔ آپ سے درخواست ہے بھائی چھوڑ دیں سکندر بھائی کا پیچھا۔ انھوں نے کبھی بھی آپ کا بُرا نہیں چاہا۔"

"تم سے تو کچھ کہنے ہی بیکار ہے بابا سے کہہ کر تمھیں یہاں سے فارغ کرواتا ہوں۔۔ بہت ہو گیا۔۔۔ سکندر سکندر سکندر !!!!! اب دیکھنا کیسے تمھارے بھائی کو اندر کرتا ہوں نہ صرف اندر کروں گا بلکہ اسے پھانسی دلواوں گا جسٹ ویٹ اینڈ واچ !"

انگلی اُٹھا کر سُرخ آنکھوں سے کہتا وہ چلا گیا جبکہ عنیقہ منہ پہ ہاتھ رکھے اسے جاتا ہوا دیکھنے لگی۔

حدید عالم دروازے پہ کھڑے فاروق کی پشت کو دیکھ رہے تھے۔ ان کے ماتھے پہ تفکر سے بھری لکیر تھی۔

اسے ہوا کیا ہے؟ پہلے تو ایسا نہیں تھا۔ انھیں فاروق زندگی میں پہلی دفعہ بیحد عجیب لگا تھا۔ جو وہ کہہ رہا تھا کیا واقعی دل سے کر رہا تھا۔

....

"کیا ہوا جمالی کو؟"

سکندر ابھی پہنچا تھا۔ حنان نے ابھی سب کو سختی سے منع کر دیا تھا کہ ان کے گھر والوں کو اطلاع نہ کی جائے۔ جب تک انکل کے معاملے میں اسے تسلی نہیں ہو جاتی۔ پریشانی میں اس نے سکندر کو خبر دے دی تھی اور سکندر اسے بنا کچھ یہاں پہنچ گیا تھا۔ جمال عظیم کے کندھے پہ گولی لگی تھی جسے نکال دیا گیا تھا۔ دوسرا گرنے کی وجہ سے ان کا بازو فریکچر ہو گیا تھا باقی

کوئی خطرے کی بات نہیں تھی۔ڈاکٹر کے کہنے پہ حنان پر سکون ہو گیا وہ اب سیٹ پہ بیٹھا اپنی ساس کو مسیج کرنے لگا تھا کہ ایک دم سکندر کی آواز پہ فریز ہو گیا اس نے دیکھا سکندر سوٹڈ بوٹڈ تیار ہوا پریشانی سے اسے دیکھ رہا تھا۔

"تو!! تو یہاں کیا کر رہا ہے؟" حنان دانت پیستے تیزی سے اُٹھ کر سکندر کو غصے سے دیکھتے ہوئے بولا۔

"واو یہاں میرے دوست کو گولی لگی ہے اور تم پوچھ رہے ہو کہ میں یہاں کیا کر رہا ہوں۔"

سکندر نے گھور کر اسے تیزی سے کہا۔

"سکندر اس وقت میں تمھارے مذاق کو سُنے کے بالکل بھی موڈ میں نہیں ہوں بہتر ہے کہ یہاں سے چلے جاو۔" حنان نے اسے سخت نظروں سے دیکھتے ہوئے تیز لہجے میں کہا۔

"جمالی کی خبر بتاو وہ ٹھیک تو ہے نا اور اس پہ حملہ کس نے کروایا کچھ پتا چلا؟"

حنان نے آنکھیں گھما کر اسے کہا۔

"آر یو فور ریل سکندر مت بھولو وہ ایک پولیس آفسر ہیں اور تم ایک غنڈہ۔اس طرح تم ان کی خیریت پوچھنے آوگے تو ساروں کو میرے پر شک ہو گا۔ بہتر ہو گا تم یہاں سے چلے جاو۔"

"تم کچھ زیادہ ڈرتے نہیں ہو حنان۔ میں بیشک ایک غنڈہ ضرور ہوں لیکن ایک اصول پسند آدمی ہوں اور میرا اصول یہ کہتا ہے کہ کوئی تکلیف میں ہو چاہے وہ آپ کا دشمن ہی کیوں نہ ہو اس کی تیمارداری کرنے ضرور جاو۔"

"اپنے باپ سے تو کبھی ملنے نہیں گئے۔جب ان کی طبیعت خراب ہو گئی تھی۔"

سکندر کی آنکھوں میں عجیب سا رنگ آیا تھا۔ جسے اس نے حنان سے بھی چھپا لیا تھا۔

"ان کی بات ہی مت کرو وہ تو دشمن سے بھی بدتر ہے۔"

اس کا لہجہ سرد ہو چکا تھا۔حنان کچھ کہنے لگا تو وہ بولا۔

"خیر میں پھول لے کر آتا ہوں جمالی کی۔ ملاقات ضرور کروں گا یہ نہ ہو میرے پہ الزام لگا دے کہ میں نے اپنے یار پہ حملہ کر دیا۔"

"تمھارا اس طرح کا رویہ واقعی انھیں شک میں مبتلا کر دے گا سکندر پھر میں کچھ نہیں کر سکوں گا۔"

حنان نے تیزی سے کہا تھا وہ حنان کی سُنے بغیر چل پڑا۔

"کوئی اسے ختم کرے یا نہ کرے میرے ہاتھوں سے یہ خبیث مارا جائے گا۔"

حنان نے بڑبڑا کر کہتے ہوئے فون پہ کال ملانے لگا کہ عینہ کی کال آنے پر اس نے فون بے اختیار اُٹھایا۔

※※※※※※※※※※※※※※※※※※※※※※

"نہیں تم واقعی مذاق کر رہی ہو نا۔ سکندر بھا تمھارے شوہر نہیں ہو سکتے۔"

رمشا نے جب سے شزا کو سکندر کے بارے میں بتایا۔ شزا ماننے کے لئے تیار نہیں تھی۔

"میں جھوٹ کیوں بولوں گی شز۔ میرے شوہر واقعی سکندر حدید ہیں۔ ٹھہرو تمھیں ولیمے کی پیکچرز دکھاتی ہوں۔" وہ اسے یقین دلانے میں مصروف ہو گئی اور وہاں درینہ کھڑکی کے ساتھ لگی حنان سے بات کر رہی تھی۔

"ابو فون کیوں نہیں اُٹھا رہے اور سب سے بڑھ کر آپ کہاں تھے؟"

"درے انکل میٹنگ میں تھے۔ ان کے ساتھ میں بھی شامل تھا۔ ابھی وہ ضروری کام سے کہیں گئے ہوئے کہہ رہے تھے شام میں بات کروں گا۔"

"ابو جتنا بھی بزی ہوتے تھے میرے لئے ایک میسج ضرور چھوڑتے تھے۔"

"تو میری صورت میں چھوڑا ہے نا میسج۔ گھبرائی وی کیوں لگ رہی ہو؟"

حنان نے نرمی سے اس سے پوچھا۔

"پتا نہیں دل گھبرا رہا تھا بار بار ابو کا خیال آ رہا تھا۔ اوپر سے آپ لوگ فون نہیں اُٹھا رہے تھے تو الگ پریشانی۔"

"پریشان ہونے کی کوئی ضرورت نہیں۔ چل رہو اچھا میں ضروری کام سے جا رہا ہوں تم سے بعد میں بات کروں گا۔"

"حنان میری بات۔۔۔۔"

مگر حنان فون کاٹ چکا تھا۔ اس نے رمشا کو دیکھا۔ رمشاب اسے دیکھ رہی تھی۔ اس نے آنکھوں کے اشارے سے درینہ کو تسلی دی۔

※※※※※※※※※※※※※※※※※※※※

وہ لڑکا سینٹر سے ابھی پیپر دے کر باہر نکلا تھا۔ اس کے ہاتھوں میں بیگ تھا جسے چلتے ہوئے' وہ اپنے کندھے کے ساتھ لٹکا چکا تھا۔ اِدھر اُدھر دیکھتے ہوئے وہ سامنے سکیورٹی والے کے پاس آیا۔ اس چند جملے ادا کرتے ہوئے وہ گھوم کر باہر کی طرف نکلا اور دائیں جانب گیا۔ دائیں جانب وہ ایک دم ٹھہرا۔ اسے ایسے لگا جیسے کوئی اس کا پیچھا کر رہا ہے۔ ایک دم رُک کر اسے نے مڑتے ہوئے دیکھا پھر تسلی بخش بھرا سانس لیتے ہوئے وہ چلنے لگا۔

اس نے دیکھا وہ چھلی والا سامنے ہی کھڑا شاید اس کی تلاش میں دائیں طرف دیکھ رہا تھا۔ وہ اس کے قریب آیا اور اسے اپنی طرف متوجہ کیا۔

"بات سُنا کسی نے تمھیں نیلا پیکٹ دیا ہو گا وہ دینا۔"

وہ تو منتظر تھا کہ جھٹ سے کوئی اس سے نیلے پیکٹ کے حوالے سے اس سے پوچھے اور وہ اسے فٹ تھما دے۔ وہ پیکٹ دینے کے بجائے پہلے چھلی نکالنے لگا اور لفافے میں ڈالا جس لفافے میں نیلا پیکٹ موجود تھا۔

"بیس روپے دے دو۔"

وہ لڑکا سمجھ گیا اس لئے بیگ سے اپنا والٹ نکال کر اس نے پانچ ہزار نکالے اور ساتھ میں بیس روپے نکال کر اسے دیا اور اس سے لفافہ لیا۔

"یہ دے دینا اور سُنو اسے ہی دینا کوئی گڑ بڑ مت کرنا۔"

"کہہ کر وہ جانے ہی لگا تھا کہ کسی نے اس کا بیگ پکڑ کر اسے روکا۔

وہ تیزی سے مڑا تو ایک دم لمبے ترنگے سے آدمی کو دیکھ کر وہ گھبرا گیا۔

"کون ہو تم؟ حداد ایک دم مسکرایا۔

"وہ تو میں بعد میں بتاوں گا بچے زرا یہ پیکٹ تو مجھے دینا۔ جسے لے کر جانے کی تمھیں بڑی جلدی ہے۔"

اس نے ارد گرد دیکھا کوئی اس کی طرف دھیان نہیں دے رہا تھا ویسے بھی وہ کافی کونے والی جگہ میں تھا اس طرف تو نظر ویسے بھی نہیں پڑنی تھی لوگوں کی۔

"مم مجھے چھوڑو میں شور کرو کہ تم مجھے اغوا کر رہے ہو۔"

حداد نے اپنے جیب میں موجود گن کو زرا سا نکالا۔

"اگر تم نے اپنی آواز زرا سی بھی نکالی تو چھ کی چھ گولیاں تمھارے جسم میں گھسا دوں گا چلو اب پیکٹ دو۔"

وہ سخت اور دھیمی آواز میں کہتا اس کے کافی قریب آیا تھا۔بچے کا چہرہ سفید ہو چکا تھا۔

"یہ یہ لیں مگر پلیز مجھے چھوڑ دیں۔"اس نے حداد کا لفافہ دیا اور حداد نے اس سے لیتے ہوے کہا۔

"چھوڑ دوں گا بس اتنا بتاو اس دوسرے لڑکے کا نام کیا تھا اور کہاں رہتا ہے؟"

پھر حداد اس سے جو پوچھتا گیا وہ بتاتا گیا۔ تھوڑی ہی دیر میں اسے چھوڑ کر وہ اس طرف آیا جہاں بخت اس کا انتظار کر رہی تھی۔

"سوری وہ میں میں چھلی لینے گیا تھا۔"

حداد نے جب اس کے تند چہرے کو دیکھا تو اپنے ہاتھ میں موجود لفافے کو دیکھ کر تیزی سے کہا۔

"میں نے کچھ کہا آپ سے گاڑی کھولیں سخت گرمی سے میرا سر چکرا رہا ہے۔"

"نہیں بس بتا رہا تھا کب نکلی تم اور کیسا ہوا پیپر؟"

"ابھی مجھے کچھ سمجھ نہیں آرہی ابھی اس وقت صرف سونا چاہتی ہوں۔"

وہ گاڑی کا دروازہ کھول کر بیٹھتے ہوئے بولی۔

"حداد لفافہ پیچھے پھینکتے ہوئے اسے دیکھنے لگا جو واقعی تھکی ہوئی لگ رہی تھی۔اس وقت اسے چھیڑنا اس نے مناسب نہیں سمجھا۔اے سی کو تیز کرتے ہوئے اس نے سامنے دیکھا وہی لڑکا جو صبح اس نے دیکھا تھا باہر نکل کر ہونڈا سوک میں بیٹھ رہا تھا۔حداد نے گاڑی نمبر اور کلر نوٹ کیا اور پھر گاڑی آگے کی طرف بڑھائی۔

....

شام کے پہر جمال عظیم کو کمرے میں شفٹ کر دیا گیا تھا کہ اب ان کی حالت تفتیش ناک نہیں تھی۔حنان نے درینہ کی امی اور حذیفہ کو بتا دیا تھا جبکہ دادو کو بتانے سے منع کیا تھا کیونکہ ان کی زندگی میں کم پریشانیاں ہیں کہ اور مزید سہتی۔جس ٹائیم پہ وہ پہنچے تھے۔اس ٹائیم پہ جمال عظیم کو کمرے میں شفٹ نہیں کیا تھا۔حنان نے کہا کہ بہتر ہے وہ کال ان سے مل لیں۔جس پہ وہ انکاری ہوگئی۔اپنے شوہر سے ملے بغیر وہ یہاں سے کہی نہیں جائے گے پھر حنان نے جمال عظیم سے ملاقات کروائی مگر وہ اس وقت ہوش کی حالت میں نہیں تھے۔انھیں دیکھ کر ان کی بیگم کی حالت مزید گرنے والی ہوگئی۔حنان نے حذیفہ سے کہا کہ وہ انھیں لے جائے اور انکل کا سامان لے آئے۔جس پہ پہلے سے دل گرفتہ ہوا حذیفہ بامشکل اپنی امی کو سنبھالتے ہوئے انھیں اپنے ساتھ لے کر چلنے لگا۔اب شام کے وقت جمال عظیم کو ہوش آچکا تھا اور وہ اپنی ول پاور کی بدولت کافی بہتر دکھائی دے رہے تھے' تکلیف کے باوجود وہ بالکل ٹھیک ٹھاک بول چال رہے تھے۔ابھی حنان تھوڑی دیر کے لئے کنٹین میں اپنے لئے کچھ کھانے کے لئے لینے گیا تھا کہ اس پل کالے سوٹ میں شیطان ان کے کمرے میں داخل ہوا تھا۔دروازہ کھول کر وہ بنا اجازت لیے اندر داخل ہوا تھا۔اسے دیکھ کر جمال عظیم ایک منٹ کے لئے چُپ ہوگئے پھر خود پہ قابو نہ رکھ سکے۔

"تم یہاں کیا کر رہے ہو؟" جمال عظیم نے اسے دیکھا تو تیز لہجے میں کہا۔سکندر کے چہرے پہ شرارت بھری مسکان تھی۔

"کیسے ہو جمالی میرے یار یہ کیا حال کر دیا تم نے اپنا؟"

سکندر باہیں پھیلائے اس جمال عظیم کے قریب آیا اور جھک کر اسے زور سے ہگ کیا۔ان کے بازو پہ دباو پڑنے سے تکلیف ہوئی ہلکی سی سسک سے انھوں نے سکندر کو پڑے ہٹایا۔

"او پھول لانا تھا مگر تمھاری خبر سُن کر میں اتنا پاگل ہو گیا کہ ہوش و حواس بھلا کر سیدھا یہاں آیا۔"

وہ سامنے پڑی کُرسی پہ بیٹھا اور ٹانگوں پہ ٹانگ رکھے سیدھا جمال عظیم کو دیکھا جو اسے خنخوار نظروں سے گھور رہے تھے پھر انھوں نے اسے سر تا پاد یکھا۔

"بغیر ہوش و حواس میں تم خوشبوں میں نہائے صحیح تیار ہو کر آتے ہو تو ہوش میں کیا کرتے ہو گے ؟"

"بھئی دوست کی عیادت میں تو انسان کو اچھی طرح تیار ہو کر آنا چاہیے یو لائیک مائی سوٹ pradaکا ہے۔کل تمھیں دے دوں گا ویسے بھی میں سوٹ ایک ہی دفعہ پہنتا ہوں لیکن تمھیں زرا ویٹ لوز کرنا ہو گا۔وہ کیا میں کافی فٹ ہوں۔"

"تم یہاں بکواس کرنے آئے ہو یا میری بے بسی کا فائدہ اُٹھانے آئے ہو؟"

سکندر ہنسا اور اس نے سامنے پڑے ٹیبل میں موجود باسکٹ سے سیب اُٹھایا اور کھاتے ہوئے بولا۔

"اصل میں دونوں !! کیونکہ اس وقت میری بکواس کی تمھیں اشد ضرورت ہے جمالی۔ تمھیں چیر اپ کرنا تو میرا پسندیدہ مشغلہ ہے۔ایک منٹ۔"

اس نے دوسرے ہاتھ سے کوٹ کی جیب سے مارکر نکالا اور جمال عظیم کے پلاسٹر ہوئے وے بازو کو پکڑا۔

"یہ کیا کر رہے ہو تم ؟؟ چھوڑو !!! "

"سلی اولڈ مین۔اس پین میں زہر نہیں ہے۔"

اس نے دل کی شکل بنا کر اندر ' بھا ' لکھا۔اس کے بعد ساتھ ہی تیزی سے مزید کچھ لکھا۔

"میں سکیورٹی کو بلاؤں کا سکندر چھوڑو میرا بازو۔" وہ دھاڑے۔

"ہاں ہو گیا۔" وہ سیدھا ہوا اور پین کو جیب میں رکھا۔

انھوں نے پڑھا تو ان کا پارا مزید آوٹ ہو گیا۔ سکندر نے مزید لکھا تھا۔

BHA is the best thing ever happened to me . Sikander BHA is . AMAZiNG

یہ کون سی آفت ان کے سر پہ نازل ہو گئی تھی۔

حنان اسی پل کافی کا کپ پکڑے اندر داخل ہوا تھا اور سکندر کو دیکھ کر اس کا چہرہ سُرخ ہو گیا۔

"تم یہاں کیا کر رہے ہو؟ اور یہ کیا کر رہے ہو انکل سے دور رہو۔"

"اُف یہ جل گُکڑی دُنیا ہماری دوستی انھیں ایک آنکھ بھی انھیں نہیں بھاتی کیوں جمالی؟"

"حنان پلیز اسے باہر بھیجو نجانے اسے کس نے خبر دے دی۔۔۔"

"دل کو دل سے راہ ہوتی ہے جمالی میرے یار۔"

سکندر کوٹ کو ٹھیک کرتے ہوئے حنان کے سامنے آیا۔

"خیر اس سے پہلے تمھارا داماد میرا واقعی میں قیمہ بنا دیں۔ میں چلتا ہوں وہ کیا ہے نا اپنی بھانجی سے ملنا ہے۔ پھر آوں گا۔ زرا ٹھیک ہو جاو۔"

حنان کو دیکھ کر اسے نے زرا سا مڑ کر جمال عظیم کو کہا۔

"کوئی ضرورت نہیں ہے تمھیں واپس آنے کی ورنہ انجام اچھا نہیں ہو گا۔"

"تم سے ملنے سے کونسا انجام اچھا ہونا ہے۔ ویسے بھی مجھے خطرے سے کھیلنا بہت پسند ہے۔"

"یہاں سے ابھی کے ابھی دفع ہو جاو ورنہ مجھ سے بُرا کوئی نہیں ہو گا۔"

حنان اب کی بار دھاڑا۔ تھک گیا ہے وہ اس آدمی سے پتا نہیں کیا سوچ کر اس نے اس شخص سے دوستی کی تھی۔ سکندر اس سے کافی لیتے ہوئے چل پڑا۔

"تھینک یو۔"

حنان نے مٹھیاں بھینچ کر اسے بعد میں کُٹنے کا اچھی طرح ارادہ کر لیا تھا۔

....

"ویسے اس حالات میں تمھیں باہر جانا نہیں چاہیے تھا۔ کیا پتا کوئی جاننے والا نکال آئے اور عجیب تماشا کھڑا ہو جائے۔" شزا اپنے دوپٹے کو ٹھیک کرتے ہوئے ساتھ چلتی رمشا کو دیکھ رہی تھی جو سکندر کے لئے کُرتے دیکھ رہی تھی۔

"کیسی باتیں کر رہی ہو۔ ہزار بار اس طرف میرا آنا جانا رہا ہے اکیلا آتی رہوں۔ کوئی کیا کہے گا مجھے۔ ویسے بھی سکندر کی سالگرہ آ رہی ہے ان کے لئے کچھ لینا ہی تھا میں نے۔ اچھا ہوا سکون سے تمھارے ساتھ یہاں لوں گی۔ ویسے بھی مجھے کچھ چیزیں تھی اینڈ یو نو مجھے سکندر بازار جانے نہیں دیتے۔"

"تو پھر پاگل لڑکی آئی کیوں ہوں اگر ان سے اجازت نہیں لی۔ اُف خدایا کیا کروں گی میں۔ تم تو واقعی بدل کے رہ گئی ہو۔ تمھارے اندر تو بہت باغی پن اور نڈر پن آ گیا ہے بھئی۔ مجھ سے ملتی ہی مجھے ساتھ لے گئی۔ اپنی کچھ زیادہ نہیں کرنے لگی۔"

رمشا کالا کُرتا نکال کر اسے دیکھنے لگی۔

"کیا بولے جا رہی ہو۔ تمھیں یہی لگ رہے نا کہ اب تو میں اغوا شدہ لڑکی ہوں۔ میرا باہر معاشرے کے سامنے آنا ٹھیک نہیں ہے۔ مجھے ڈر کر' بند کر رہنا چاہیے تو تمھاری غلط فہمی ہے۔ میں نے جب کچھ غلط نہیں کیا' میری نیت ہر معاملے میں بالکل صاف تھی۔ تو میں کیوں ڈروں اور ویسے بھی لوگ تو میرے کیڈنیپ ہونے سے بھی پہلے شزا بات کرتے تھے۔ اب کریں گے تو کیا فرق پڑے گا۔"

وہ آہستگی سے کہتے واپس کُرتے کو رکھ کر باہر کی طرف آئی۔

"کہہ تو ٹھیک رہی ہو۔ میں اس لئے کہہ رہی تھی کہی تمھیں تکلیف نہ ہو۔ ویسے سکندر بھائی کے لئے کیا لینے کا سوچا ہے ؟۔" رمشا نے اپنی چادر ٹھیک کی۔

"پتا نہیں کچھ سمجھ نہیں آ رہی۔ ان کے پاس سب کچھ ہے پتا نہیں کیا پسند کریں گے۔"

"ان کے پاس تم جواب آ گئی ہو مجھے تو ابھی تک یقین نہیں آتا کہ جس شخص سے مدد کے لئے میں پیچھے پڑ گئی تھی مسئلے کا حل تو پہلے ان کے پاس موجود تھا۔"

"مجھے تو اب تک یقین نہیں آتا تم ان سے یہ بات کیسے کہہ سکتی ہو۔ قربونت برم سیر یسلی شزا۔ ہر وقت اب مجھے قربا قربو کہتے رہتے ہیں۔ اتنا عجیب لگتا ہے۔ اوپر سے ہنسی بھی خوب آتی ہے۔ یا اللہ یہ آدمی میں ابھی سے مس کرنے لگی ہوں ۔" پھر بیس منٹ کے اندر اندر دونوں نے شاپنگ کی اور گاڑی کی طرف آئے تھے کوئی سیٹی بجاتا' رمشا کے زرا سے فاصلے پہ آتے ہوئے بولا۔

"ارے زرا چہرہ تو موڑو یہ چہرہ تو بڑا دیکھا دیکھا سا لگ رہا ہے۔ یہ کہی بھاگی ہوئی گونگی تو نہیں ہے۔"

شزا نے مڑ کر دیکھا تو وہ اسے پہچان گئی تھی وہ یونی کے لوفر لڑکے تھے جو رمشا کو بلا وجہ تنگ کرتے تھے۔ رمشا اگنور کرنے کے بجائے مڑی اور اسے دیکھا۔ دو لڑکے رامش اور نادر یہ وہی تھے جو جنگل میں اس کے پیچھے بھاگے تھے۔ سُرخ چہرہ لیے وہ نارمل لہجے میں بولی۔

"آنکھوں کے علاج کی بڑی اشد ضرورت ہے او سوری لفنگوں نے اپنی آنکھیں اتنی حرام کر لیں ہیں کہ انھیں کہاں کچھ دکھائی دے گا۔"

اب کی بار رامش نے بڑی حیرت سے نادر کو دیکھا۔

"ارے واہ بھاگنے سے بڑی زبان چلنے لگی۔ یہ رمشا رؤف یہاں کیا کر رہی ہے ؟"

"مشی چھوڑو انھیں دفع کرو ان کے منہ لگنے کی ضرورت نہیں ہے۔"

"نہیں نہیں اگر آج ان کے منہ نہ توڑے تو کل کو یہ پھر بھونکے گے۔"

رامش اب کے اس کے قریب آیا تو رمشا بنا خوف کے زرا سے پیچھا ہوتے ہوئے بولی۔

"اگر میرے زرا سا بھی قریب آئے تو انگلیاں کاٹ کے کتوں کو کھلا دوں گی۔"

"اگر یہ انگلیاں مس گونگی کاٹیں گی تو ہم جی جان سے تیار ہیں کیوں نادر؟"

نادر ہنسا۔

"مشی چلو۔"

"ارے مس شزا اب ایک بھاگی ہوئی لڑکی کے ساتھ کیسے گھوم پھیر رہی ہیں۔آپ کے ماں باپ نے اجازت دے دی ۔۔بڑے جگر والے ماں باپ دیکھیں ہیں۔کہی اگلی بار تمہاری نہیں ہے۔اگر بھگانا ہے تو میرے ساتھ ضرور بھگانا۔"

شزا کا چہرہ اب کی بار سُرخ ہو گیا۔

"بکواس بند کرو اپنی۔"

"سکندر حدید کا نام سُنا ہے۔"

رمشا نے سرد لہجے میں رامش کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"کون وہ لاہور کا بدمعاش۔دہشت گرد ہاں سُنا کیا وہ تمہارا محبوب ہے۔اوہو ڈرانے کے لئے اچھا نام ڈھونڈا ہے تم نے گونگی۔"

رمشا کو ایک دم تپش کے عالم میں اسے زوردار تھپڑ مارا۔

"میرے شوہر کو خبردار تم نے دہشت گرد کہا۔زبان کھینچ کے رکھ دوں گی دور رہو مجھ سے۔"

وہ سختی سے کہتی جانے لگی کہ اس نے رمشا کا بازو پکڑ لیا۔

"جنگل والا واقعہ تم واقعی بھول گئی ہو محترمہ یا ٹھہرو ہم تمھیں یاد دلاتے ہیں۔" رمشا نے اپنا چھڑوانے کی کوشش کی کہ رامش نے اسے اپنے قریب کیا۔

"ہم تمھیں لوفر لگتے ہیں اور وہ بدمعاش تمھیں فرشتہ۔ہاں بہت پیسہ ہے نا اس کے پاس اس لئے اس کے پاس منہ مار کر تم تین مہینے میں واپس بھی آگئی۔ چلو اس سے ڈبل قیمت دوں گا چلو میرے ساتھ میری بیوی بن جاو۔"

"چھوڑو مشی کو مشی۔۔۔۔"

شزا اسے چھڑوانے لگی کہ نادر نے اسے پکڑ لیا۔رمشا نے دیکھا اس بے حس دُنیا میں کوئی بھی اس کی مدد کرنے کے لئے قریب بھی نہیں آیا تھا۔بس تماشا کیے کھڑے اپنے سیل فونز نکال چکے تھے۔ سکندر ہوتا تو اب تک ان کی قبر کا بندوبست کر چکا ہوتا۔رمشا نے اس کے منہ پہ تھوکا جس کے بدلے میں رامش نے اسے زور سے تھپڑ مارا وہ گاڑی کے ساتھ جا کر لگی ۔وہ مزید اس کے قریب آنے لگا کہ رمشا نے پیپسی کی بوتل کھول کر اس کے منہ پہ پھینکی وہ پیچھے ایک دم ہوئی اور دوسر کو سیدھا منہ پہ چابی کھروچ کر شزا کا ہاتھ پکڑ کر بھاگی۔اب کی بار وہ پیچھے جانے چاہتے تھے کہ چند لوگوں نے انھیں اپنے گھیرے میں لیا۔رمشا نے پیچھے مڑ کر دیکھا اور چلتی گئی پھر اس نے سامنے ہی ایک پولیس وین دیکھی اور ان کے سامنے آئی

۔

....

"ماما!!!"

بختاور گاڑی میں بیٹھ کر جب ساتھ والے شخص کو دیکھا تو ایک دم چیختے ہوئے سکندر کے ساتھ لگ گئی۔

سکندر ہنسا۔

"آرام سے شیرنی بڑا زور سے حملہ کرتی ہو۔"

ڈرائیو کرتے جاوید نے جب یہ منظر بیک مرر سے دیکھا تو مسکرائے بغیر نہ رہ سکا۔ پھر بخت نے جیسے ماما کو سُنا تو بس رونا شروع کر دیا۔

"میں نے بہت مس کیا ماما آپ کو۔اب اس بار واقعی لمبے دُنوں کے لئے گئے تھے۔ قسم سے خود کو اتنا اکیلا محسوس کیا کہ کوئی حد نہیں۔" روتے ہوئے وہ سکندر کے ساتھ لگی اپنا غم ہلکہ کر رہی تھی۔ سکندر نے اس کا سر تھپکا۔

"میرا بیٹا کیوں اکیلا محسوس کر رہی تھی او حنان اور درینہ بھابی جو چلے گئے تھے۔"

"آپ کب آئے اور آپی کہاں ہیں۔۔؟آپی اب ٹھیک ہو گئی ہیں نا۔" سکندر مسکرایا۔

"پرسوں آئے گی تو دیکھ لینا اسے۔ تمھیں بہت مس کر رہی تھی۔"

"ہیں آپ جلدی آ گئے۔"

بختاور اس سے الگ ہوتے ہوئے اپنا چہرہ صاف کرتے ہوئے بولی۔

"ہاں بس ضروری کام تھا وہ کرنا تھا اور رے اپنے امی ابو کے گھر ہے۔"

"سچ!!"

بختاور نے جیسے یہ بات سُنی اس کا چہرہ خوشی سے کھل اُٹھا۔

"ہاں بلا آخر میں نے اس کو اس کے ماں باپ سے ملوا دیا۔"

"اس سے اچھی بات کیا ہو گی ماما انھوں نے کچھ کہا تو نے آپ کو۔"

"جاوید زرا روشنی تیز کرنا۔"

سکندر نے کہا اور جاوید نے پیچھے بیک سیٹ کی روشنی تیز کی۔بختاور کا منہ کھلا کا کھلا رہ گیا۔

"آپ کو آپی کے ابو نے مارا تھا۔"

"مارا تو بہ کرو بی بلکہ مارنے کی ممکن کوشش کی تھی شکر کرو تمھاری وجہ سے تمھارا ماما بچ گیا خیر پیپر کیسے ہوئے؟"

"ابھی تو صرف ایک ہوا ہے مگر اچھا ہوا ہے ماما۔ویسے آپی کے ابو نے ٹھیک کیا آپ یہی ڈیزرو کرتے تھے۔"

سکندر نے اسے گھورا پھر فون کی بیل پر اس نے فون نکالا تو درینہ کی کال آ رہی تھی۔

"یہ کیوں فون کر رہی ہیں؟"

سکندر بڑبڑا کر کہتے ہوئے فون کانوں سے لگاتے ہوئے بولا۔

"جی بھابی اسلام و علیکم۔۔جی اللہ کا شکر۔۔۔بھابی آپ رو کیوں رہی ہیں۔۔۔واٹ!!!!! "

"آپ بے فکر ہو جائے میں بس ابھی کی ایویلیبل فلائٹ سے آتا ہوں۔رے کا دھیان رکھیے گا۔"

"کیا ہوا ماما؟آپی ٹھیک ہیں نا؟"

"جاوید مجھے ایرپورٹ ڈراپ کر کے بخت کو واپس چھوڑ دینا۔۔"سکندر سرد لہجے اور شعلے بھڑکتی ہوئی آنکھوں سے کہتے ہوئے کھڑکی کی طرف رُخ موڑ چکا تھا۔جاوید سمجھ گیا کچھ گڑبڑ ضرور ہوئی اس لئے کچھ بھی پوچھنے کے بجائے صرف یہ کہا۔

"اوکے سر۔"

"کیا ہوا ماما کیا ہوا ہے آپی کو؟"

بختاور نے سکندر کا ہاتھ پکڑا۔سکندر نے خود پہ قابو کرتے ہوئے بختاور کو دیکھا اور اس کے سر پہ پیار کرتے کہا۔

"کچھ نہیں بچے۔بس آپ کی آپی نے میرا دماغ خراب کیا ہے وہی ٹھیک کرنے جا رہا ہوں۔آپ ٹینشن نہ لینا میں آجاوں گا۔پیپر کی تیاری پہ دھیان دو اوکے۔"

ماما کا ایسا لہجہ تھا جس پہ بختاور پہ چُپ ہو کر رہ گئی۔وہ جانتی تھی ماما پھٹنا چاہتے تھے اور یہ صحیح وقت نہیں تھا کہ وہ انھیں چھیڑتی۔ابھی تو وہ ان سے ملی تھی اور ابھی ہی۔یہ زندگی اتنے ٹویسٹ اینڈ ٹرن کیوں لے رہی تھی۔

"اوکے ماما۔"

اتنا کہہ کر وہ بیٹھ گئی۔ حداد ابھی کہی باہر گیا تھا کسی کام سے تو اسی وقت حنان آ گیا۔ حنان نے اسے باہر جانے کو کہا تھا کہ اس کے لئے باہر سرپرائز ہے وہ گیٹ سے باہر آئی تھی تو اس نے دیکھا ماما کی جیب کھڑی تھی۔ جہاں جاوید بھائی فرنٹ سیٹ پہ بیٹھے تھے۔ جاوید نے شیشہ نیچے کر کے اسے پیچھے بیٹھنے کو کہا۔ وہ حیرت سے بیک سیٹ کا دروازہ کھول کر بیٹھی تھی کہ ماما کو دیکھ کر وہ ایک دم خوشی سے رو پڑی۔ اس نے ماما کو اتنا مس کیا تھا کہ کوئی حد نہیں اب اس کا دل پر سکون ہو گیا تھا کہ وہ اب آرام سے اپنے گھر جائے گی مگر دل میں حداد کا خیال پتا نہیں کیوں آیا تھا۔ اب پھر ماما اس سے دور جا رہے تھے اور حداد اس کے ساتھ تھا۔ پتا نہیں اس کی سوچوں کو کیا ہوتا جا رہا تھا۔ سر جھٹک کر اس نے سکندر کو دیکھا جو ہونٹوں پہ ہاتھ رکھے کافی ڈراونا دکھائی دے رہا تھا۔ کوئی بات ہوئی ہے کسی نے آپی کو ضرور تنگ کیا ہے۔

••••••••••••••••••••••••••••••••••••••

فاروق پرفیوم خود پہ سپرے کرتے ہوے۔ گاڑی کی چابی اُٹھا کر خود کا جائزہ لینے کے بعد نیچے آیا اور اس نے دیکھا لاونج میں عنیقہ بیٹھی اپنے کام میں مصروف تھی۔ عنیقہ نے زرا سا نظریں اُٹھا کر دیکھا جس پہ فاروق نے اپنی نظریں پھیر کر مین دروازے کی طرف بڑھا۔ عنیقہ نے وقت دیکھا جہاں رات کے دس بج رہے تھے۔ اس وقت بھائی کہاں جا رہے ہیں ---

وہ سوچ میں پڑ گئی۔

فاروق نے گاڑی اندر کے بجائے باہر کھڑی کی تھی کیونکہ اسے کہی جانا تھا۔ اس لئے گیٹ کا دروازہ کھول کر وہ باہر آیا۔ آج گارڈ بھی چھٹی پہ گیا تھا۔ ڈیوٹی گھر کے ملازم کی لگی ہوئی تھی۔ جو پتا نہیں کہاں تھا۔ فاروق دروازہ بند کر کے اپنی گاڑی کے قریب آیا تھا اور گاڑی کے دروازے پہ ہینڈل رکھا ہی تھا کہ سوئی اسے اپنے گردن پہ محسوس ہوئی۔ اس نے اپنے گردن پہ ہاتھ رکھا ہی تھا کہ کسی نے اس کے منہ پہ ہاتھ رکھ کر اسے دبوچ لیا۔ اسی پل فاروق کا سر چکرانے لگا۔ اس نے اتنی مضبوط گرفت سے خود کو جھٹکنے کی کوشش کی تھی مگر کامیاب نہ ہو سکا تھا اور تھوڑی ہی دیر میں ناکام کوشش کرتا وہ اس مضبوط بازووں میں جھول گیا تھا۔

•••••••••••

"تمھیں نہیں آنا چاہیے تھا سکندر۔۔۔خامخواہ تم۔۔۔"

"انکل پلیز وہ میرے بندے ہیں۔آپ کو انھیں مجھے ہی حوالے کرنا ہوگا۔انھوں نے میری رے کو ہاتھ لگایا میری رے کو ۔اگر آپ مجھے آج نہ روکتے تو میری پوری دُنیا کو تہس نہس کر دیتا۔"

سکندر سخت اور تیز لہجے میں ان سے مخاطب ہوا۔اس کی آنکھوں اور چہرہ دونوں سُرخ تھی۔رؤف صاحب نے گہرا سانس لیا۔

"تم قانون کو اپنے ہاتھ میں نہیں لے سکتے سکندر اور تم جیسے کو تو واقعی میں نہیں لینے دوں گا۔میری بیٹی کی زندگی کا سوال ہے۔"

"آئی ڈونٹ کیر اور پہلی بات آپ کو کہہ کر گیا تھا میں کہ آپ اسے باہر جانے نہیں دیں گے۔آپ نے اسے کیوں جانے دیا۔"رؤف صاحب نے غصے سے دیکھا۔

"یو شوڈ کیرینگ مین!!!! اگر تم میری بیٹی کے شوہر نہ ہوتے تو اس بات پہ تمھارا حشر کر دیتا۔باپ ہوں میں اس کا تم سے زیادہ بہتر جانتا ہوں۔اور تم ہوتے کون ہو میری بیٹی پہ پابندی لگانے والے۔"

سکندر نے اپنی لب سختی سے دبالئے پھر گہرا سانس لیتے ہوئے اس نے مشکلوں سے نرم لہجے میں کہا۔

"انکل یہ معاشرہ بہت گندہ ہے!!! اور یہ بات آپ اور میرے سے زیادہ بہتر کوئی نہیں جانتا۔رمشا میری بیوی ہے اور اس کی حفاظت کے لئے مجھے اپنے آپ کو بھی موت کے سامنے کھڑا ہونا پڑے تو میں کھڑا ہوگا۔یہ تو ایک پابندی تھی اور میں نے یہ پابندی رے کی خفاظت کے لئے کی تھی اور آپ نے یہ انجام دیکھ لیا۔اوپر سے اس نے مجھ سے جھوٹ بولا اس سے میرا دماغ مزید آوٹ ہو گیا وہ انھیں ڈیفنڈ کرنے کے لئے مجھ سے جھوٹ بول رہی تھی مجھ سے۔"

"ینگ مین ان کو میں اچھی طرح سبق سکھاؤں گا رہی میری بیٹی کی بات میری بیٹی نے یہ سب تمھاری وجہ سے کیا کیونکہ وہ جانتی تھی کہ تم ایک پاگل آدمی ہو۔غصے میں جیسے کچھ غلط کام ضرور کروگے۔"

"جیسے اب میں تو کچھ نہیں کروں گا ہونہہ۔"

وہ ناک سے مکھی اُڑاتے ہوئے بولا۔

"خبردار میری بغیر اجازت کے تم نے کچھ بھی کیا۔میں جمال ہر گز نہیں ہوں۔جو تمھاری حرکتوں کو ایزی لوں۔اب جاو وہ کمرے میں صبح سے بند ہے۔"

ان کے آفس سے نکل کر سکندر رمشا کے کمرے میں آیا تھا اور چابی سے اس کا دروازہ کھولا۔

رمشا جو اندھیرے کیے کمرے میں لیٹی تھی ایک دم تیزی سے بولی۔

"مجھے کسی سے نہیں ملنا پلیز چلے جائے۔"

"مجھے سے ملنا پڑے گا محترمہ!! (سکندر نے لائیٹ آن کی) اور میری باتوں کا جواب دینا پڑے گا۔"

رمشا کی آنکھیں پٹ سے کھلیں۔اس نے اُٹھ کر دیکھا سکندر بلیک شرٹ اور بلیک پینٹ میں کافی خطرناک حد تک غصے میں دکھائی دے رہا تھا۔

"داود آپ!!! آپ یہاں کیا کر رہے ہیں؟"

سکندر اس کے قریب آیا اس کا چہرہ دیکھا جہاں ایک گال کافی حد سے زیادہ سُرخ ہوا تھا اور ان پہ انگلیوں کے نیشان تھا۔

سکندر کو نئے سرے سے غصہ چڑھا۔

سکندر نے اب اس کی آنکھوں میں دیکھا تو رمشا کی ٹھوڑی کانپنے لگی۔

"داود میرا مقصد۔۔۔۔"

"جھوٹ کیوں بولا مجھ سے رے!!!! "

سکندر دھاڑتے ہوئے بولا۔

"تاکہ آپ ان لڑکوں کی چمڑی اُدھیڑ دیتے!!! میری غلطی ہے مجھے کراچی آنا نہیں چاہیے تھا۔امی ابو کو ایسے تکلیف میں دیکھ کر میرے دل پھٹنے کے قریب ہو گیا ہے۔ان کا کیا قصور ہے سکندر ان کو کس بات کی سزا مل رہی ہے۔جو چل رہا تھا ایسی چلتا لوگ انھیں آہستہ آہستہ دہشت گرد کا گروہ کہنے لگ جائے گے۔"

وہ اب رونے لگی۔

سکندر چُپ ہو گیا۔اس نے رمشا کے چہرے سے نظریں پھیری جہاں ابھی تک انگلیوں کے نیشان تھے۔وہ ان انگلیوں کو ختم کر کے رکھ دے گا مگر وہاں جانے سے پہلے اسے رے کو تسلی دینی تھی۔مٹھیاں زور سے بھینچے وہ اس کے قریب آیا۔ اور اس کے گالوں سے پھسلتے آنسوؤں کو پونچھا۔

"میری رے آف سائن شائین تو اتنی بہادر ہے۔ایک غنڈے کو تین مہینے کے اندر اندر سیدھا کر دیا۔تو ان لفنگے لڑکوں کو زرا سا سبق نہیں سکھا سکتی تھی۔ ہمم۔"

وہ پیار سے بولتے ہوئے اس کی آنکھوں میں دیکھنے لگا۔رمشا نے اسے خفگی سے دیکھا۔

"پنگا لیا تھا تو یہ حال ہوا ہے۔۔میری بارے میں جو کہے میں برداشت کر لوں گی۔آپ کے بارے میں کسی کو ایک لفظ بھی نہیں کہنے دوں گی۔"

"اور کیا پنگا لیا تھا میری رے نے؟"

سکندر نے گھورتے ہوئے تیزی سے کہا۔

"ایک پر پیپسی پھینکی تھی اور دوسرے کو اپنی گاڑی کی چابی سے زور سے کھروچ ڈالا تھا کیونکہ وہ دونوں میرے بالکل قریب آ گئے تھے۔"

سکندر کے اندر اب کی بار لاوا پھٹنے لگا لیکن خود پہ قابو کرتے ہوئے بولا۔

"جاؤ پیکنگ کرو۔ میں ایک دو گھنٹے کے اندر اندر آتا ہوں۔" اس نے رمشا کا چہرہ پیار سے تھپک کر سیدھا ہوا۔ وہ مڑا تو اس کا چہرے کے تاثرات بدل چکے تھے۔

سکندر حدید نہ صرف ان کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کرنے والا تھا بلکہ اس کے ساتھ کتوں کی خوراک بھی تیار کروانے والا تھا۔

"چلو تم لوگوں کی رہائی ہو گئی ہے۔"

کانسٹیبل نے لاک اپ کا دروازہ کھولتے ہوئے ان لڑکوں کو کہا جن کی حالت پہلے ہی رؤف صاحب کی بدولت بگڑی ہوئی تھی۔

"ارے واہ ہمیں لگا ہم تو بڑے لمبے ٹائیم کے لئے اندر رہنے والے تھے۔۔ چلو بھئی۔۔۔"

نادر ہنستے ہوئے رامش سے بولا جو اسے گھور کر دیکھ رہا تھا۔

وہ دونوں اپنی چیزیں لے کر دستخط کرتے ہوئے باہر آئے تھے لیکن جانے سے پہلے انھوں نے پوچھا تھا کس نے ان کی ضمانت کی تھی جس کے جواب میں انھیں ملا تھا کہ کسی خیر خواہ نے۔ اب وہ خیر خواہ ان کا باہر انتظار کر رہا تھا۔ وہ باہر آئے تھے سامنے کالی بلیک کیا سوین سیٹر کھڑی ہوئی تھی۔ آٹو میٹک سسٹم سے دروازہ ہلکہ سا کھلا تھا۔ وہ دونوں سمجھ گئے یہی کوئی خیر خواہ ہیں۔ وہ تیزی سے اندر گاڑی میں داخل ہوئے۔ جیسی ہی بیٹھے تھے۔ ایک زوردار پنچ پہلے رامش کا پڑا پھر نادر کو۔ جس نے ان کے سر چکرا دینے پہ مجبور کر دیا۔

....

"حنان کہہ رہا تھا تم یہاں ہو گی۔۔۔ اتنی رات کو بختاور!"

حداد نے جب بختاور کو سسکتے اور اس کی آواز سُن کر تیزی سے آنسو پونچھتے ہوئے دیکھا تو وہ ایک دم حیرت سے اس کے قریب آیا۔ بختاور جب سے واپس آئی تھی کافی اپ سیٹ تھی۔ یہ بات حنان نے غور نہیں کی تھی کیونکہ وہ اپنے مسئلے میں پھنسا ہوا تھا۔ حداد اپنے ضروری کام سے واپس آکر بختاور کے لئے فرائز اور برگر لایا تھا۔ وہ صبح سے اس سے بات نہیں

کررہی تھی۔اس سے ناراض تھی اوریہی چیز حداد کو کھٹک رہی تھی۔اب جب پورے گھر میں اسے ڈھونڈ چکا تھاتو حنان سے پوچھ کر وہ اب چھت پہ آیا تھاجہاں وہ جھولی میں بیٹھی سر جھکائے رورہی تھی۔بختاور نے چہرہ اس کی طرف موڑ کر کہا۔

"نہیں تو میں بھلا کیوں روں گی۔"

اوراس کی آواز بھاری تھی۔رونے کی وجہ سے۔

"کسی نے تمھیں کچھ کہا ہے؟بتاو مجھے۔"

حداد کا لہجہ انجانے میں ہی سخت ہو گیا۔وہ اس کے سامنے آیا۔

"ارے نہیں آپ کہاں تھے ڈاکڑ آج تو صبح سے آپ کی شکل نہیں دیکھی۔"

وہ لہجے کو ہشاش بشاش کرتے ہوئے اسے مسکرا کر دیکھتے ہوئے بولی۔حداد نے اسے گھورا۔

"تھا تو میں یہی مگر آج کے دن تم مجھے اگنور کررہی تھی ہوا کیا ہے کسی نے تمھیں ضرور کچھ کہا ہے مجھے بتاو بخت کیا وہ تمھارا کزن ہے۔۔۔۔" بختاور اسے دیکھتی رہی پھر عجیب انداز میں ہنسی۔

"کسی نے کیا کہنا ہے مجھے۔۔۔آپ کو پرابلم کیا ہے آخر کیوں پیچھے پڑ گئے ہیں میرے کزن کے۔"

آج وہ واقعی جاننا چاہتی تھی کہ حداد اتنا ناپسند کیوں کرتا ہے حازق کو۔حداد اسے دیکھتا رہا پھر اس کے ساتھ بیٹھا۔

"سچ تمھیں کڑوا لگے گا۔"

"زندگی ہی کڑوی ہے ڈاکڑ صاحب پھر سچ کیا کڑوا لگے گا پلیز enlighten me۔"

"مجھے لگتا ہے حازق تمھارا ایک ٹھیک لڑکا نہیں ہے اور اس کے ارادے سمجھ لو کچھ اچھے نہیں۔میں اب سمجھا ہوں کہ تمھارے ماما نے تمھیں یہاں حنان کے گھر چھوڑا۔"

وہ مزید بولنا چاہتا تھا کہ بختاور اب کی بار ہنسی۔

"اللہ میرے یہ آپ کی فوجیوں والی نگاہیں۔ ہر کسی کو بس شک کی نگاہ سے دیکھتی ہیں۔ حازق بھائی ماناکے دیکھنے میں بیڈ بوئی والی فیلنگز دیتے ہیں مگر سچ میں ڈاکٹر وہ بہت اچھے ہیں۔ وہ میرے بہت خیال رکھتے ہیں' مجھے اپنی بہنوں کی طرح سمجھتے ہیں اور اگر ماما کو ان سے خطرہ ہوتا تو وہ کبھی بھی اپنی غیر موجودگی میں حازق بھائی کو مجھ سے ملنے نہ دیتے۔" وہ اس لڑکی کو دیکھنے لگا پھر گہرا سانس لیتے ہوئے بولا۔

"جتنا تمھارے ماما کی تعریف سُنی تھی اس بات سے تو وہ کافی بیوقوف ثابت ہوا ہے۔" بختاور نے اسے اب تیز نظروں سے دیکھا۔

"میرا ماما بیوقوف نہیں ہے۔ آئندہ آپ ان کے بارے میں کوئی ایک لفظ نہیں بولیں گے۔"

"بہت پیار کرتی ہو اپنے ماما سے؟"

حداد بے اختیار اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے پوچھ بیٹھا۔ بختاور ایک دم اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کنفیوزڈ ہو گئی پھر سنبھل کر بولی۔

"ہاں بے تحاشا آخر کو وہ میرے سب کچھ ہیں۔" حداد سر ہلاتے ہوئے بنا تاثر دیتے ہوئے بولا۔

"بہر حال وہ لڑکا ایک بیڈ نیوز ہے۔ بہتر ہے تم اس سے دور رہو اس میں تمھاری ہی بہتری ہے۔"

"کچھ زیادہ فکر نہیں رہنے لگی آپ کو میری ڈاکٹر۔"

بختاور نے یہ بات شرارت میں کہی تھی جب کے حداد کا دل بے اختیار رُک گیا تھا۔

"اچھے سائین نظر آرہے ہیں خیر یہ کیا لائے آپ میرے لئے؟" وہ اس پیپر بیگ لیتے ہوئے پوچھنے لگی۔

"تمھارا انعام تم آج چُپ جو رہی' میری بات سُنی اور میرا سر بھی نہیں کھایا۔" بختاور نے اسے دیکھ وہ مسکرا رہا تھا۔ ہیں حداد عظیم اور مسکراہٹ ناممکن!

"میری گڈنس اس مسکراہٹ کو حاصل کرنے کے لئے مجھے بس صرف چُپ ہی رہنا بس چُپ۔"

حداد نے اس آنکھیں سکیڑ کر دیکھا وہ یہ بات واقعی مذاق میں کہہ رہی تھی۔

"اگر مجھے پہلے پتا ہوتا کہ مجھے ایسے ایسے انعامات ملنے لگیں ہیں تو قسم سے منہ پہ ٹیپ لگا دیتی۔"

حداد اب کی بار ہنس پڑا۔یہ لڑکی پاگل تھی۔۔۔پاگل تھی مگر اچھی بھی تھی۔اسے اچھی لگنے لگی تھی۔کیا مطلب؟

"اب مجھے بتاو گی کہ تم اکیلے یہاں بیٹھے رو کیوں رہی تھی۔"

بختاور فرائز منہ میں ڈالتے ہوئے آنکھیں گھماتے ہوئے بولی۔

"اب بندہ اپنی ماں کو یاد کرتے ہوئے روتا یا ہنستا ہے۔"

"ٹیکنیکلی مسکرانا چاہیے مگر رونا سمجھ میں آتا ہے تم انھیں مس کر رہی ہو۔"

حداد نے اس سے فرائز لیے اور اسے دیکھا جو گہرا سانس لیتے ہوئے بولی۔

"آپ سے ایک بات پوچھوں؟ کیا آپ اس کا جواب ایمانداری سے دیں گے۔"

چاند پورے آب و تاب سے چمک رہا تھا اور چاند کی روشنی بختاور کے چہرے پہ پڑتی ایک الگ ہی نور چھوڑ رہی تھی۔حداد نے اس سے نظریں چرائی۔

"اگر جواب تمھارے جیسا نہ ہوا تو ضرور دوں گا۔"

"میرے جیسا مطلب؟۔"

بختاور نے اسے گھورتے ہوئے پیکٹ ان دونوں کے بیچ میں رکھا۔

"سوال بتاو؟"

حداد یہ مومنٹ خراب نہیں کرنا چاہتا تھا اس لئے نرمی سے اس سے پوچھنے لگا۔

"آپ جس شخص سے بہت محبت کرتے ہو لائیک اتنی کہ آپ اس کے لئے اپنا سب کچھ چھوڑ دو مطلب کے اس کو پانے کے لئے آپ اپنا وجود تک بھول جاو اور بدلے میں وہ شخص آپ کی روح کو تار تار کر دے تو کیسا محسوس ہوتا ہے۔۔۔"

سوال بڑا عجیب تھا' بخت کے منہ سے تو یہ سوال مزید عجیب و غریب لگ رہا تھا۔

"اس سوال کا جواب تو وہی دے سکتا ہے جو اس سب سے گزرا ہو یا ایٹ لیسٹ محبت جیسے احساس اور اس کے درد سے آشنا ہو۔" حداد نے کندھے اچکائے ہوے اسے کہا۔ بختاور نے سر ہلایا۔

"تو آپ کو کبھی کسی سے محبت نہیں ہوئی؟"

بختاور کے لہجے میں حیرت تھی۔

"فرینکلی سپیکنگ نہیں۔"

"واقعی میں کسی سے بھی نہیں اپنے جوانی کے ٹائیم پہ بھی نہیں۔"

بختاور کی بات پہ حداد نے اسے سخت نظروں سے دیکھا۔

"میں اب اتنی بھی بڑی عمر کا نہیں ہوں۔"

"خیر گرے بال جھوٹ تو نہیں بولتے۔۔۔"

حداد نے اپنی داڑھی پہ چمکتے چند ایک گرے بال کو دیکھے تو آنکھیں گھمائیں۔

"ویری فنی۔۔۔ خیر یہ سوال تم نے مجھ سے کیوں پوچھا۔"

"بس ایسی جنرل نالج یو نو۔" بے پروائی سے کہتے وہ اب برگر نکال کر کھانے لگی۔

"لیب کب چلنا ہے؟"

"ام چار دن بعد پیپر ہے تو کل نہ چلیں مجھے لگتا ہے ہم تین دن میں تیاری کر لیں گے۔ آج میں بہت تھکی ہوئی ہوں۔"

حداد نے سر ہلایا اور اُٹھ پڑا۔

"چلو نیچے چلو اس وقت رات کے وقت اوپر چھت پہ رہنا ٹھیک نہیں ہے۔"

"میں جن سے نہیں ڈرتی۔۔۔" بختاور نے اسے تیزی سے کہا۔

"ہاں مگر ہارر مووی سے ضرور ڈرتی ہیں اس سے بھی بڑھ کر اس ہرکولیس سے۔"

"ہرکولیس سے یاد آیا وہ تو بالکل غائب ہو کر رہ گیا لگتا ہے اسے میرے ماما کی دہشت کا پتا چلا گیا ہے۔۔۔ یا اس دن میرا حملہ اتنا کارآمد ثابت ہوا بھول کر بھی اس طرف نہیں آیا۔"

وہ چہک کر اسے بتاتے ہوئے ہنسی۔ حداد اسے دیکھنے لگا پھر تاسف سے سر ہلاتے ہوئے چلنے لگا۔

"دُنیا اِدھر کی اُدھر ہو جائے تم نہیں سدھرو گی۔"

"میں برگر کے لئے شکریہ نہیں کہوں گی۔۔۔"

بختاور وہی بیٹھی رہی۔ حداد کے آنے سے وہ واقعی بہتر محسوس کر رہی تھی۔ اس کا بوجھل ہوا دل کب کا بہتر ہو چکا تھا۔

※※※※※※※※※※※※※※※※※※※

※※※※※※※※※※※※※※※※※※※

"میں نے سچ میں کچھ بھی نہیں کیا۔"

سکندر جیسے ہی لاونج میں داخل ہوا تھا۔ تورؤف صاحب فون پہ لگے کسی سے بات کر رہے تھے۔ سکندر آیا تو اسے دیکھنے لگے۔ ان کے دیکھنے کے انداز پہ سکندر الرٹ ہو گیا۔ کہی شک تو نہیں ہو گیا۔ رمشا اپنے ابو کے لئے چائے کا کپ لائی تھی۔ دھلے دھلائے چہرے سے وہ اب بہتر لگ رہی تھی مگر پھر بھی تھپڑ کا نیشان گالوں پہ موجود تھا۔ اس نے سکندر کو دیکھا تو رُک پڑی۔

"آپ کہاں چلے گئے تھے' میں فون کر رہی تھی۔ بابا اتنا غصہ ہو رہے تھے۔ آپ کے بارے میں پوچھ رہے تھے۔" سکندر نے رمشا کو دیکھا پھر گہرا سانس لیتے ہوئے بولا پھر اس سے چائے لی۔

"بتاتا ہوں تم نے پیکنگ کر لی؟"

رمشا نے سر ہلایا۔

"آنٹی کو کہو وہ بھی پیکنگ کر لیں۔"

اب رمشا نے چونک کر اسے دیکھا۔

"مطلب؟"

"مطلب سمپل ہے کہ آنٹی اور انکل کی بھی ٹکٹس بک کروا لیے ہیں۔"

"مگر سکندر بابا تو جا نہیں سکتے۔ بابا کی تو ڈیوٹی ہے اور امی بابا کے بغیر کہی نہیں جاتی۔"

"جائیں گے میں کہہ رہا ہوں نا جاؤ تم۔"

مسکرا کر پیار سے اسے دیکھتا وہ اپنے سسر کی طرف بڑھا۔

"ینگ مین سُنا ہے کہ ان لڑکوں کو کسی نے رہا کر دیا ہے۔"

سکندر کو اسی بات کی توقع تھی اب اس نے ان کے حساب والا ری ایکشن دیا۔

"واٹ!!!! کس نے رہا کیا ہے۔ میں نے کہا تھا انکل مجھے ڈیل کرنے دیں مگر آپ لوگوں کو تو شوق ہے قانون کے راستے پہ چلنے کا۔ اب دیکھ لیا حال۔ میں ان کے ٹکڑے ٹکڑے کر دینا چاہتا ہوں۔ بتائیں کس نے رہا کیا ہے انھیں۔"

رؤف صاحب اسے دیکھنے لگے پھر انھوں نے چائے کا کپ اُٹھایا۔

"تمھیں پتا ہے سکندر میں نے یہ بال دھوپ میں سفید نہیں کیے۔ تمھارے لہجے میں اب بھی غصہ ہے مگر تمھاری آنکھیں کافی پر سکون ہیں۔ کیا کیا ان لڑکوں کا؟"

سکندر دوسری بار کنفیوز ڈ ہوا تھا وہ بھی اپنے ہی سسر سے۔ یہ جمالی کی طرح بالکل بھی نہیں ہیں۔

"کیسی باتیں کر رہے ہیں انکل؟ آپ کو لگتا ہے میں نے یہ کام کیا ہے اگر کیا ہوتا تو آپ کو خبر نہ ملتی۔"

وہ اب مسکرائے۔

"جو کام تم نے پردے میں کرنا ہوتا ہے وہ تم کرتے ہو اور ایسا کرتے ہو کہ کسی کو ایک پرسنٹ بھی تم پر شک نہیں ہوتا۔ میری بیٹی کی مثال لے لو۔"

سکندر سر پہ ہاتھ پھیرتے ہوئے ان کے ساتھ بیٹھا۔

"میں نے سچ میں کچھ بھی نہیں کیا۔"

"بیٹے میں جمال نہیں ہوں۔"

رؤف صاحب نے اس کی گھٹنے تھپ تھپا کر کہا۔اب سکندر کو لگا اب انھیں جمال عظیم کے بارے میں بتانا چاہیے۔

"انکل جمال انکل پہ کسی نے حملہ کیا ہے اور وہ ہسپتال میں ایڈمیٹ ہیں۔"

رؤف صاحب جو اسے کچھ کہنے والے تھے ایک دم ساکت ہو گئے۔ سکندر نے ان سے چائے کا کپ لیا اور ٹیبل پہ رکھا۔

"میں نے رمشا' آنٹی اور آپ کا ٹکٹ بک کر دیا ہے۔ رمشا کو میں نہیں بتاوں گا آپ اور آنٹی جمال انکل سے مل آئے۔"

"کیا ہوا اسے۔ وہ ٹھیک تو ہے نا؟"

وہ خاصے پریشان ہو گئے۔ آخر کو بیوی کے بھائی ہونے کے ساتھ ساتھ ان کے گہرے' جگری دوست بھی تھے۔

"کرٹیکل حالت نہیں ہے حنان نے مجھے بتایا مگر بازو فریکچر ہو گیا ہے اور کندھے پہ گولی لگی ہے۔"

سکندر ٹھہرے ہوئے انداز میں انھیں بتا رہا تھا۔

"شمائلہ کو پتا ہے؟"

"نہیں اور بہتر ہے انھیں بتائیں مت بس پیکنگ کا کہیے اور چلیں ہمارے ساتھ۔ میں رے کو لے کے گھر چلا جاوں گا آپ ان کے ساتھ رہیے گا۔" انھیں سکندر کی بات ایک طرح سے ٹھیک بھی لگی۔

•••

"ارے مگر سکندر مجھے کیوں پیکنگ کرنے کا کہہ رہا ہے۔"

امی نے بات سُنی تو حیرت سے رمشا کو دیکھتے ہوئے بولی۔

"پتا نہیں امی انھوں نے کبھی کوئی کام کسی وجہ کے کیا ہے۔ اس بار بھی ان کی اپنی کوئی سوچ ہو گی۔ وہ آپ کا ٹکٹ بُک کروا چکے ہیں۔"

"میں تمھارے بابا کے بغیر کہیں نہیں جاوں گی مشی۔ پچھلی دفعہ کا انجام دیکھ لیا تھا تم نے۔" انھوں نے ڈریسنگ ٹیبل سے رؤف صاحب کی فائلیں اُٹھائی اور الماری کی طرف بڑھی۔

"ماما میں اب کنواری لڑکی نہیں رہی۔ میں سکندر کی بیوی ہوں۔ ہم سب میرے گھر جائیں گے اور میرا گھر شہر سے بہت دور ہے۔"

"صحیح کہہ رہی ہے آنٹی اب میری بیوی اتنی منتیں کر رہی ہے تو سُن لیجیے نا اس کی بات۔"

سکندر کی شرارت سے بھری آواز پہ ان دونوں نے سر اُٹھایا۔ وہ پینٹ کی جیب میں ہاتھ ڈالے رمشا کے ساتھ کھڑا ہوا۔

"انکل بھی چل رہے ہیں اور انھوں نے کہا ہے کہ پیکنگ شروع کر دیں۔ رے تم نے بھابی کو بتا دیا؟"

"عینہ حنان بھائی سے بات کر رہی ہے۔ اس لئے میں اسے بتا نہیں سکی۔"

"او کے تم چلو آنٹی آپ تیار ہو جائے رات کے چار بجے فلائٹ ہے ہماری۔"

"ہم صبح بھی تو جا سکتے تھے سکندر۔"

"نہیں بس ہمیں جلد از جلد جانا ہے۔ میں اپنے ضروری کام چھوڑ کے آیا ہوں اور پہنچتے پہنچتے صبح ویسے بھی ہو جانی ہے۔"

انھوں نے سکندر کو دیکھا پھر رمشا کو ان کی نظروں میں جو بات لکھی تھی وہ رمشا کو ہنسانے پہ مجبور کر گئی۔ اس کا ہنسنا سکندر کو چونکنے پہ مجبور کر گیا۔

"کیا ہوا؟"

"امی آپ سے ڈرتی ہیں۔"

"میرے سے؟ سکندر نے حیرت سے امی کو دیکھا وہ بیچاری تو ایک دم پریشان ہو گئیں۔

"مجھ سے پوچھنے لگی کہ آپ کا غصہ ایسے ہی ہوتا ہے یا آپ نے کبھی مجھے کچھ کہا تو نہیں ہے۔"

"مشی تم بھی نا میں نے بس ایسی پوچھا تھا۔"

وہ تو پریشان ہو گئی۔

"نہیں آپ کو میرے جواب سے ویسے بھی تسلی نہیں ہونی تھی۔ سکندر نے ہی آپ کو ریلیکس کرنا تھا۔"

اس سکندر کو کہنی بازو پہ ہلکی سے ماری۔ سکندر نے گلا کنکھارتے ہوئے حیرت سے انھیں دیکھا۔ وہ واقعی انھیں ڈرا چکا تھا ۔ جس طرح اس نے انٹری ماری تھی اس سے تو اچھے اچھے ڈر جاتے۔

"رے!!! رے!!!! "

وہ جیسی لاونج میں آیا تھا چیختے ہوئے آیا تھا۔ سب ایک دم اس کی آواز سُن کر ڈر گئے۔ البتہ رمشا لاعلم تھی' اپنے کمرے میں بند وہ تقریباً سو ہی گئی تھی۔

بس سکندر نے شور ڈال دیا۔ راستے میں آئی چیزیں بھی توڑی۔ یہاں آکر اس نے جتنا کنڑول کیا تھا وہ لاوا بلا آخر پھٹ گیا۔ اس کی رے تکلیف میں تھی۔ امی نے دیکھا تو اس کے انداز کو دیکھ کر ڈر سی گئی۔ سکندر کو اس روپ میں دیکھنا انھیں کچھ

اچھا نہیں لگا۔ وہ رمشا کے کمرے میں جانے لگا تو آنٹی نے اسے روکا وہ سمجھی سکندر اس بات پہ غصہ ہے کہ رمشا اس کی اجازت کے بغیر باہر گئی۔ انھیں کیا پتا تھا یہ دیوانہ اس کی تکلیف پہ پاگل ہو رہا تھا۔ سکندر جو رے کو زندگی کی طرف لوٹتے ہوئے پا کر مطمن ہو گیا تھا آج پھر سے پاگل ہونے لگا۔

"آنٹی پلیز مجھے جانے دیں اس کے پاس پلیز!!!!" انھوں نے اسے روکا' سمجھانے کی کوشش کی لیکن یہاں معاملہ ہی اور تھا پھر رؤف صاحب آئے اسے سنبھالا اور اپنی طاقت اور غصہ استعمال کر کے اسے آفس میں گھسیٹ کر لے کے گئے۔ ایک گھنٹے بعد وہ جب باہر آیا تھا تو کافی حد تک ٹھنڈا ہو چکا تھا مگر اپنا غصہ رے کے سامنے بھی اُتارا تھا۔ وہ رے کے معاملے میں کافی حساس تھا۔ اسے وحشی بننے میں دیر نہیں لگتی تھی اور یہ روپ دیکھ کر تو اچھے اچھے لوگ گھبرا جاتے ہیں یہ تو پھر اس کی ساس تھی۔ سکندر ان کے قریب آیا اور ان کا ہاتھ پکڑا اور انھیں صوفے پہ بیٹھایا اور ان کے سامنے گھٹنے کے بل جھکا

۔

"آپ کو میرے سے ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے آنٹی۔ میں کبھی آپ کو کچھ نہیں کہوں گا۔ آپ میری ماں ہیں اور ماں ہونے کے ناتے اگر آپ مجھے جوتی بھی مارتی ہیں نا یہ آپ کا حق ہے اور میری مجال ہے میں زرا بھی کچھ کہوں۔ جانتا ہوں میں کبھی کبھار ہوش و حواس میں نہیں ہوتا لیکن مجھے سیدھا کرنے کے لئے نہ صرف رے ہے بلکہ آپ اور انکل بھی ہیں۔ رہی بات رے کی تو اسے ڈانٹتا ضرور ہوں مگر وہ میری ڈانٹ کو سریس نہیں لیتی بلکہ دس مجھے سُناتی ہے۔"

رمشا نے مسکرا کر مصنوعی گھورتے ہوئے حیرت سے منہ کھولا۔

"آپ کی بیٹی میری زندگی ہے اور کوئی اپنی زندگی کو نقصان پہنچا سکتا ہے۔ ایک کھروچ بھی اسے آنے نہیں دوں گا۔" سکندر نے ان کا ہاتھ تھپکا۔

"اب میں زرا اپنی بیوی کو لے کر جا رہا ہوں۔ آپ آرام سے پیکنگ کریں ٹھیک ہے۔"

"سکندر بیٹا آئیم سوری میرا۔۔۔۔"

سکندر نے پیار سے ان کی بات کاٹی۔

"بیٹا بھی کہا تو دل سے بیٹا مانے بھی۔مائیں بیٹوں کو سوری نہیں کہتی۔"

رمشا مسکراتے ہوئے چل پڑی۔کمرے میں آئی تو اپنا بیگ میں اپنی آرٹ کا سامان رکھنے لگی۔ تھوڑی ہی دیر میں سکندر آیا۔ اس نے رمشا کو دیکھا۔رمشانے بھی اسے دیکھا۔

"آپ کو اتنا دیوانہ ہونے کی کیا ضرورت تھی۔امی اس سے زیادہ پریشان تھی۔آپ کے جانے کے بعد تو بار بار مجھ سے پوچھنے لگی کہ سکندر مجھے کچھ کہتے تو نہیں ہیں یا کبھی ہاتھ لگایا ہے انھوں نے مجھے۔میں ہنس ہی پڑی تھوڑا سا پریشان ہو گئی۔ آپ کو ایسے نہیں کرنا چاہیے تھا وہ کیا سوچتی ہو گیں۔"

سکندر خاموشی سے اس کے پیچھے آیا اور اس کے گرد بازوؤں پھیلا کر اس کے گال پہ پیار کیا۔

"آئیم سوری۔"

رمشانے اس کا ہاتھ تھپکا۔

"کس بات کے لئے سوری کہہ رہے ہیں۔اپنی حرکت پر' یا غصے پر۔"

"ظاہر ہے اپنے غصے کے لئے معافی مانگ رہا ہوں اور مجھے تم پر چلانا نہیں چاہیے تھا۔"اس نے اپنی ٹھوڑی رمشا کے کندھے پہ رکھی۔

"وہ تو آپ ہر وقت چلاتے ہیں۔اس میں کونسی نئی بات ہے۔"

"تمھیں پتا ہے کہ میں کسی وجہ پر چلاتا ہوں۔"

رمشا ایک دم ہنس پڑی اور اس کی طرف مڑی۔

"آپ بالکل نہیں بدلے گے۔یہ بات تو طے ہو گئی ہے۔"

سکندر نے رمشا کا چہرے ہاتھوں کے پیالے میں لیا۔

"رے میں تمھیں کبھی نہیں ماروں گا۔"

رمشا نے اسے آنکھیں دکھائیں۔اس نے سکندر کے ہاتھ پہ ہاتھ رکھا۔

"داود ایسی بات مت کہیے مجھے پتا ہے آپ مجھے کبھی کچھ نہیں کہیے گے مارنا تو دور کی بات ہے۔آپ کا غصہ بیحد خطرناک ہے مگر یہ غصہ اپنوں کے لئے تو ہے آپ کے نقصان کے لئے تھوڑی۔آپ ریلیکس ہو جائیں اور امی کی باتیں ذہن سے نکالیں۔"

"وانس اگین سوری۔"

"اوہ بڑے سکون میں لگ رہے ہیں کچھ تو کر کے آئے ہو گے۔"

اب کی بار سکندر نے آنکھیں گھمائیں۔

"یہ سب کو کیوں لگتا ہے جب میں سکون میں ہوتا تو کچھ کر کے ہی آتا ہوں۔"

"کیونکہ کوئی بھی کام آپ کیے بغیر سکون سے بیٹھے گے تو نہیں۔"

سکندر نے سگریٹ کا پیکٹ نکال لیا۔رمشا نے اس سے پیکٹ لیا۔

"میرے کمرے میں سموکنگ کی اجازت نہیں ہے۔"

"یار یہ کیا بات ہوئی صبح سے نہیں پی اب طلب ہو رہی ہے۔" سکندر نے اس سے پیکٹ لینا چاہا کہ رمشا نے نفی میں سر ہلایا۔

"سوری مسٹر۔طلب کے لئے چائے لاتی ہوں۔اپنے شوہر کے پھیپھڑے خراب نہیں کروانے مجھے۔"

"اچھا۔"

"جی اچھا۔"

"دن با دن اپنی چلانے لگی ہو تم۔"

"آخر کس کی بیوی ہوں۔"

سکندر کی آنکھیں چمک اُٹھیں۔

"میری صرف اور صرف میری۔"

توبہ یہ سکندر کا دہشت سے بھرا لہجہ۔

....

"آپ لوگ سریس نہیں ہو سکتے۔آپ لوگوں نے تو مجھ سے پوچھا ہوتا۔"

شرینہ نے جیسی ہی اپنی امی سے یہ خبر سُنی تو چیخی بغیر نہ رہ سکی۔شرینہ کی امی نے اسے ناگواری سے دیکھا۔

"دیکھو شیری۔ہم تمھاری اب نہ بالکل نہیں سُنے گے تم سے پوچھا تمھیں کوئی پسند ہے تم نے ہمیں نہیں بتایا اور یہ اتنا زبردست رشتہ ہے کہ تمھارے بابا اور میں نے مناسب نہیں سمجھا۔"

"میں نے جب ابھی شادی کرنی ہی نہیں ہے تو آپ لوگ اس رشتے کے بارے میں کیوں سوچ رہے ہیں۔کچھ بھی کر کے آپ بابا سے منع کروائیں۔امی یہ آپ لوگ میرے ساتھ زیادتی کر رہے ہیں۔"

"سوری شیری اگر تم ہمیں بڑی ریزن دو گی تو اس بارے میں سوچ سکتی ہوں ورنہ ہم کسی بھی طور پر یہ رشتہ نہیں گوا سکتے۔"

شرینہ دیکھتی رہی انھیں پھر لب دبا کر بولی۔

"ٹھیک ہے۔ہے وجہ!! آپ ان لوگوں کو منع کر دیں۔" روبینہ نے ایک دم چائے کے سپ لیتے ہوئے بیٹی کو دیکھا۔ وہ صوفے سے اُٹھ کر کھڑی ہو چکی تھی۔

"اور کیا ہے وہ وجہ۔"

"میں جمال انکل کے چھوٹے بھائی حداد عظیم سے شادی کرنا چاہتی ہوں۔"

ان کی تو بولتی ہی بند ہو گئی۔

"مجھے حداد عظیم پسند ہے امی۔ میں ان ہی سے شادی کروں گی اور کسی سے نہیں۔" وہ اپنی بات کہہ کر رُکی نہیں چل پڑی۔ وہ اس کی پشت کو دیکھنے لگی۔ ڈھلتے سورج کی کرن نے کمرے میں ایک عجیب سا سکوت اور ویرانی پھیلا دی تھی۔ ان کی سماعتوں کو یقین نہیں آرہا تھا۔ ان کی بیٹی ایک سائیکو آدمی سے پیار کرتی ہے۔

"نہیں محض ہمدردی ہو گی۔ ہے بھی حساس دل کی۔ ان کو پتا چلا تو بہت غصہ ہو گے۔ یہ بات ان تک نہ پہنچے اس کو سمجھانا ہو گا۔"

خود سے کہتے ہوئے وہ چائے کا کپ ٹیبل پہ رکھتے ہوئے اُٹھیں۔

.....

جمال عظیم کی بیوی انھیں سیدھا کرتی۔ ان کے سینے اور گردن کے قریب رومال رکھے۔ انھیں سوپ پلانے کی تیاری کرنے لگی جب دروازہ کھول کر عینہ داخل ہوئی۔ اس کا چہرہ پیلاہٹ زدہ تھا اور آنکھیں سُرخ سُرخ جیسے بڑی شدت سے روئی ہوئی ہو۔ جمال عظیم نے دیکھا پھر اپنی بیوی کو۔

"عینہ تم یہاں؟" ماں نے بیٹی سے پوچھا جو اپنے گال صاف کرتے ہوئے باپ کے قریب آئی اور ان کے دوسرے کندھے پہ سر رکھے رونے لگی۔

"بابا آپ نے مجھے بتایا کیوں نہیں۔ کل سے میرا دل گھبرا رہا تھا۔ آپ فون بھی نہیں اُٹھا رہے تھے۔ مجھے لگ رہا تھا کہ کچھ ہوا ہے۔ آپ لوگوں نے مجھے بتایا کیوں نہیں۔"

مسز جمال سیدھا اُٹھی اور اس کی طرف آئی۔ جمال عظیم نے اپنا بائیں بازو اُٹھا کر اپنی بیٹی کا سر تھپکا۔

"عینہ میں ٹھیک ہوں۔ ہم تمھیں پریشان نہیں کرنا چاہتے تھے۔" ماں باپ نے دونوں بیٹی کو تسلی دی۔

"تواب پریشان نہیں کر رہے۔ دیکھا کیا حالت ہو گی آپ کی۔ سب سے زیادہ مجھے حنان پہ غصہ آرہا ہے۔ انھوں نے آپ سے بات ہی نہیں کرنی دی۔ بات گھما گھما کر مجھے مزید پریشان کیا۔"

وہ ہنس پڑے۔

"میں بالکل ٹھیک ہوں عینہ دیکھو بس ایسی چھوٹے موٹے حملے ہوتے رہتے ہیں۔"

"انکل آنٹی مل چکے ہیں جمالی سے تواب گھر جا باقی سب ہیں نا۔ فریش ہو آ ایک دن سے تقریباً وہی رہا ہے' آرام بھی کر۔ ہیں نا یار سب۔ کہتا ہے تو میں آجاتا ہوں۔"

سکندر شرارت سے بولا۔

"بھابی تم سے ناراض ہیں یا محترمہ میری والی تو سخت اشتعال میں ہے کہ میں نے اسے کیوں نہیں بتایا کہ اس کے ماموں کو گولی لگی ہے۔ وہ ان سے ملنا چاہتی تھی میں نے تو سختی سے منع کر دیا۔ اب کمرے میں بند ہے۔ جب سے گھر آئی ہے۔"

"جا اب تیار ہو تم سے کچھ ضروری باتیں کرنی ہیں۔ نہیں میس والی کوئی بات نہیں ہے اب کونسے مسئلے۔ ایسا لگتا سارے پرابلمز خود بخود ہی حل ہوتے جا رہے ہیں۔" حنان کا دوسری طرف آتا جواب سُن کر وہ ہنسا۔

"بہت شکریہ اب رکھو رے کو دروازہ بند کیے پورا آدھا گھنٹہ ہو چکا ہے اور اب میں کریزی میڈ ہونے والا ہوں۔"

وہ اوپر آیا تو ملازم کو چٹ پکڑے رے کے کمرے سے نکلتے ہوئے دیکھ کر وہ ٹھہر گیا۔

"تم یہاں کیا کر رہے ہو۔"

سکندر کی سخت اور اونچی آواز پہ وہ بیچارا ڈر کے رہ گیا۔

"سر وہ میں۔۔۔بی بی نے بلایا تھا۔"

سکندر چلتے ہوئے اس کے قریب آیا اور اس چٹ لی اس میں رے نے دوائیاں منگوائی تھی۔ دوائیاں؟"

وہ تو پریشان ہو گیا ملازم کو چھوڑ کر وہ کمرے کی طرف بڑھا مگر رمشا دروازہ لاکڈ کر چکی تھی۔ سکندر نے ہینڈل کو تیزی سے گھمایا۔ یہ لڑکی اس کا دماغی توازن خراب کر دے گی۔

"رے یہ کیا ہے دروازہ کھولو۔"

"پلیز سکندر آپ جائیں میں اس وقت آپ کی ٹرامپلنگ دیکھنے کے بالکل موڈ میں نہیں ہوں۔"

"تم نے دوایاں کیوں منگوائی ہے!!! تمھارے طبیعت کو ضرور کچھ ہوا ہے رے دروازہ کھولو۔"

سکندر نے زور سے دروازے پہ ہاتھ مارا۔

"مجھے کچھ نہیں ہوا سکندر پلیز مجھے دو ڈھائی گھنٹے ریسٹ کرنے دیں۔"

"اور تمھیں لگتا ہے کہ میں دو ڈھائی گھنٹے سکون میں رہوں گا جبکہ تم نے دروازہ بھی بند کر دیا ہے۔ تم اتنی مشکل کیوں ہو رے؟ ایک دن بھی سکون کی گھڑی مجھے بیٹھنے نہیں دو گی۔" رمشا نے کوئی جواب نہیں دیا۔ سکندر کو غصہ چڑھا۔ جتنا اس کا بی پی ہائی ہوتا تھا ایک دن اسے لگتا تھا غصے میں وہ اپنی نسے بھی پھاڑ دے گا۔ اس کے معاملے میں وہ آخر اتنا وائیلنٹ کیوں تھا

۔

"رے!!!!"

اب کی بار رمشا نے دروازہ کھولا۔ رمشا کی آنکھیں سُرخ تھی اور وہ بامشکل ہی آنکھ کھول پا رہی تھی۔

"تم رو رہی تھی بس اتنی سی بات پر!!!!! تمھاری پرابلم کیا ہے لڑکی۔"

بیسٹ غصے سے اس کے قریب آ کر پیچھے سے دروازہ زور سے بند کر کے دھاڑا۔ رمشا نے تھکے ہوئے انداز میں آنکھیں بند کیں۔

"سکندر وہ میرے ماموں ہیں اور میں اب رو نہیں رہی میرے سر میں شدید درد ہو رہا ہے۔ مجھے نیند آ رہی ہے لیکن سر کا درد مجھے سونے نہیں دے رہا اس لئے آنکھیں سُرخ ہیں۔"

"تو مجھے بتایا کیوں نہیں تم میرے سے بھی زیادہ مشکل ہو۔"

سر ہلاتے ہوئے وہ رمشا کو بازوؤں میں اُٹھا چکا تھا اور بیڈ تک لے کر گیا اسے لٹایا۔ رمشا اسے کچھ کہنے چاہتی مگر وہی بات شیر کے منہ میں ہاتھ ڈالنے والی بات تھی۔

"لیٹو تمھارا سر دباتا ہوں اور ڈاکٹر کو بلاؤں؟ ایک نہ ایک دن ضرور کچھ کیا ہوتا ہے ایک دن تو مجھے سکون سے بیٹھنے دیا کرو۔" وہ انٹرکام اُٹھا کر فون کان سے لگاتے ہوئے بولا۔

"ہیلو بی بی کے لئے پین کلر اور گرم دودھ کا گلاس لے کر آو۔ ہوں۔"

"جمالی کے لئے اتنا روئی کہ اپنے سر میں درد کروا دیا۔" اس کی بند آنکھوں کو پیار کرتے ہوئے وہ رمشا سے بولا جو گھورتے ہوئے اسے دیکھنے لگی۔

"اچھا یار ملوا دوں گا اس سے ایسے تو مت دیکھو مگر اگر جیل میں چلا گیا تو پھر نا رونا۔"

"اس وقت تو واقعی آپ کو اندر کر دینا چاہیے یہ جمالی کیا ہوتا ہے؟ سکندر آپ میرے ماموں سے ایسے مخاطب ہوتے ہیں؟" وہ اُٹھنے لگی کہ سکندر نے اسے تیزی نظروں سے اس کا سر اور کندھے پہ ہاتھ رکھ اسے دوبارہ لیٹنے کا اشارہ دیا۔

"میرا جگری یار ہے۔ اسے بھی بُرا نہیں لگتا تم کون ہوتی ہو بُرا منانے والی۔"

"بھانجی ان کی اور اب پلیز جائے اس وقت میں آپ کی ٹرامپلنگ نہیں سہہ سکتی۔ آپ کبھی کبھار بہت زیادہ ہو جاتے ہیں۔"

"عورت ہو اور سدا کی ناشکری اس میں کوئی شک نہیں۔" وہ اس کا سر دبانے لگا۔

رمشا نے اس کا ہاتھ اُٹھانے کی کوشش کی لیکن سکندر نے اس کا ہاتھ ہٹا کر اپنے کام میں لگ گیا۔

"آرام کرو بے فکر رہو اس کی بیٹی اور بہن ہے۔"

"ہاں میں تو یہی بیٹھ کر کڑھوں۔ سب سے کٹ کر آپ تک ہی رہوں۔"

سکندر اس کے روٹھنے پہ ہنس پڑا۔

"اس میں کوئی شک میری چیز میری تک رہے۔"

"میں کوئی چیز نہیں ہوں۔"

"میری تو ہو!!" سکندر نے اس کے بالوں میں ہاتھ پھیرا۔ رمشا نے اسے دیکھا پھر کروٹ لے کر اس رُخ موڑ چکی تھی۔
سکندر کچھ کہنے لگا جب اس کا فون بج اُٹھا اس نے دیکھا حنان اسے کال کر رہا تھا۔

"ہیلو اب کیا ہوا؟ کیوں ٹی وی میں ایسا کیا آ رہا ہے جو اسے کھولوں۔"

"کیا بات ہے تو اتنا ٹینز کیوں لگ رہا ہے۔"

رمشا نے چونک کر سکندر کو دیکھا جو ٹی وی کا ریموٹ اُٹھا کر ٹی وی آن کر کے چینل چینج کر کے ایک نیوز چینل پہ روک دیا جہاں پہ خبر آ رہی تھی۔ رمشا نے دیکھا تو وہ بھی اُٹھ پڑی۔

"جسٹس حدید عالم کا بیٹا فاروق عالم اغوا!!"

•••••••••••••••••••••••••••••••••••••••

بختاور کمرے سے نکل کر نیچے کی طرف جانے لگی کہ ایک دم حداد کی آواز پہ رُک گئی۔

"تم تیار ہو گئی؟" بختاور نے مڑ کر دیکھا وہ بھی اپنے کمرے سے نکلا تھا۔ اسے دیکھتے ہی پوچھ بیٹھا۔

"جی میں تو تیار ہوں لیکن کہی جانا ہے۔"

"وہ میں سوچ رہا تھا کہ ابھی لیب چلے جاتے اصل میں مجھے رات کو کام ہے اس لئے تمھارا کام ابھی نبٹا لوں۔"

"اچھا! یہ ٹھیک ہے رات کو ویسے بھی مجھے نیند آنے لگ جاتی ہے۔ میں اپنا بیگ ابھی لائی۔"

پیستاشو کلر کے لانگ شرٹ اور وائٹ پینٹ میں وہ معصومیت کا پیکر کا لگ رہی تھی۔ حداد نے اپنی نظریں پھیری اور سر ہلایا
۔

وہ اس وقت دونوں گاڑی میں بیٹھے تھے جب بختاور نے اسے پوچھا۔

"آپ آخر کام کیا کرتے ہیں؟ ڈاکٹری تو آپ نے چھوڑ نہیں دی تھی۔"

حداد ایک دم اس کے بات پہ چونک پڑا۔ اس نے بختاور کو دیکھا جو اسے ہی دیکھ رہی تھی۔

"یہ کس طرح کا سوال ہوا بھلا؟"

وہ نہ چاہتے ہوئے بھی اپنے لہجے میں سرد مہری لے آیا۔

"اوہو ڈاکٹر آئی مین آپ آج کل بزی رہنے لگے ہیں۔ کہی کام سے بھی جاتے ہیں تو میں پوچھ رہی ہوں کہ آپ کام کیا کرتے ہیں۔"

"اور آپ کو لگتا ہے کہ میں یہ بات بتانے کے لیے پابند ہوں۔"

"آف کورس! بتانا تو چاہیے۔ ایک تو بڑے ہم سے پوچھتے ہیں کون سی کلاس میں ہو' کیا پڑھ رہے ہو' کیا کر رہے ہو' کتنے نمبر آئے' کتنا کما لیتے ہو۔ تو کیا ہمارا حق نہیں بنتا کہ ہم پوچھیں اور یہ تو غلط بات ہوئی نا جب آپ نہیں بتا سکتے تو ہم سے پوچھتے کیوں ہیں؟" وہ کہتے ہوئے ڈیش بورڈ کو ایسی بلا وجہ کھولنے لگی۔ حداد نے فوراً سا ہاتھ سے اس بند کیا واضع اشارہ تھا کہ اس کی چیزوں کو ہاتھ نہ لگایا جائے۔

"بہر حال ان لوگوں کی لسٹ میں شامل نہیں ہوں۔ تو میں جواب دینے کے پابند نہیں ہوں۔"

بختاور کچھ کہنے لگی کہ حداد کا فون بج اُٹھا۔ اس نے دیکھا تو حیرت کی انتہا حذیفہ کی کال تھی۔ اس نے فون اُٹھایا اور کانوں سے لگاتے ہوئے بولا۔

"اسلام وعلیکم کیسے ہو؟ ہو میں ٹھیک ہوں۔اِدھر لاہور میں ہوں کیوں کیا ہوا؟ کوئی کام ہے؟۔۔۔۔ہو سپیٹل کیوں؟ ۔۔۔۔"

بات سُنتے ہی حداد کا چہرہ سفید ہو گیا اور اس نے گاڑی ایک جگہ روکی۔بختاور نے حیرانگی سے دیکھا۔

"وہ ٹھیک تو ہیں نا؟ کوئی خطرے کی بات تو نہیں ہے نا۔۔۔۔میں آتا ہوں۔۔۔"

اس نے فون بند کیا اور سٹیرنگ کو تھامے اس نے گہرا سانس لیتے ہوئے بختاور کو دیکھا جو اسے دیکھنے لگی۔

"کیا ہوا ڈاکٹر آپ ٹھیک تو ہیں نا؟" حداد نے نفی میں سر ہلایا اور بنا کچھ کہے گاڑی ریورس میں کی۔بختاور کو حداد کا انداز ٹھیک نہیں لگا مگر اسے اس وقت چھیڑنا اسے ٹھیک نہیں لگا۔خبر جو بھی تھی بُری ضرور تھی اسے حداد ڈسٹرب ہو گیا تھا یہ صاف پتا لگ رہا تھا۔

....

"آپ رو کیوں رہی ہیں۔میں بالکل ٹھیک ہوں۔دیکھیں۔"

"اب وہ روئے بھی نا جمال۔تم نے ہمیں اطلاع کیوں نہیں دی کیا ہم اب اتنے غیر ہو گئے ہیں تمھارے لئے۔"

رؤف صاحب نے تیزی سے جمال عظیم کو کہا جوان کے گڑ کھنے پر ہنس پڑے۔مسز رؤف نے اپنی آنسو دوپٹے سے پونچھے ۔

"میں تو بالکل غیر ہو گئیں ہوں ان کے لئے۔خبر کرنا تو دور پوچھنا تک چھوڑ دیا ہے مجھے میں تو بالکل اکیلے ہو کر رہ گئی ہوں ۔"

درینہ کی ماں نے امی کے کندھے پہ ہاتھ کر انھیں سنبھالا۔

" آپی ایسی بات نہیں ہے۔ہم ابھی بھی آپ سے پیار کرتے ہیں۔بس آپ کی پہلی ہی طبیعت ٹھیک نہیں تھی' دوسرا سارا دن آپ ڈپریشن میں رہتی ہیں تو ہم کو پریشان نہیں کرنا چاہتے تھے۔"

"اب پریشان نہیں ہوں الٹا پہلے سے زیادہ دکھ ہوا۔ اگر ہمیں حنان بیٹا اور عینہ نہ بتاتی تو ہم تو لاعلم رہتے۔"

"اچھا معافی چاہتا ہوں میں۔ اس طرح رو کر آپ مجھے پریشان کر رہی ہیں۔" جمال عظیم نے دوسرے ہاتھ سے بہن کا ہاتھ پکڑ کر انھیں سمجھاتے ہوئے کہا۔ انھیں خوشی ہوئی تھی ایک طرف کے ان کے اس حالت پر ان کی بہن اور دوست آئے ۔ایسی یہ رنجشیں ختم تو ہوئی۔ جو کچھ ہوتا ہے اچھا کے لئے ہوتا ہے۔ ان کا بڑا بیٹا بھی فلائٹ پکڑ کر بس آج رات کو پہنچنے والا تھا' جب اس نے باپ کی خبر سُنی۔ سب آچکے تھے بس وہ نہیں آیا تھا جس کا انتظار انھیں شدت سے تھا۔ حداد۔ ان کا چھوٹا اور لاڈلا بھائی جوان کے بیٹے سے بھی بڑھ کر تھا۔ گہرا سانس لے کر وہ اپنے دوست کو دیکھنے لگے جو انھیں دیکھ کر ہلکہ سا مسکرائے تھے پھر بہن کو جو بھائی کا ہاتھ زور سے دبا کر ان کے لئے دعا کر رہی تھی۔

※※※※※

"فاروق کی کوئی اطلاع۔"

مسز حدید روتے ہوئے اندر داخل ہوتے حدید عالم سے بے قراری سے پوچھنے لگی۔ حدید عالم کے چہرے پہ مایوسی تھی۔

"کوئی خبر نہیں۔ مگر پولیس والے اس کی کھوج میں لگے ہیں۔ جمال سے ملنا گیا تھا مگر وہاں خبر ملی کہ اس پہ حملہ ہوا ہے تو فی الحال اس سے ملنا گیا تھا۔"

"یہاں میری بچہ غائب ہو گیا اور آپ لوگوں کی عیادت کرنے گئے تھے۔ کچھ تو خدا کا خوف کریں۔ میرے بچے کو ڈھونڈے پلیز۔" وہ زور سے بولتے ہوئے بلک اُٹھی۔ ان کی پہلی اولاد فاروق نہ جانے کہاں چلا گیا تھا۔ اس کے سارے دوست' کو لیگ لاعلم تھے۔ ایک سے ملنا جا رہا تھا رات کے وقت مگر وہ آیا نہیں۔ گاڑی بھی اس کی یہی تھی۔ آخر گیا تو کہاں گیا۔

"سنبھالو خود کو بیگم۔ عنیقہ۔ !!! عنیقہ۔"

عنیقہ باپ کی آواز سُن کر بھاگتے ہوئے آئی۔ اس کی بھی آنکھیں رونے کے باعث سوجی ہوئی تھیں۔ وہ بھی بے قراری سے باپ کے پاس آئی۔

"بابا بھائی کی کوئی خبر؟" جس پہ باپ نے نفی میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"ماں کو پانی دو اور اِدھر آؤ بیٹھو یہاں پر۔"

وہ روتی ہوئی بیوی کو ساتھ لگاتے ہوئے صوفے پہ بٹھانے لگے۔

"فاروق کو کس نے اغوا کیا ہو گا سکندر؟"

رمشا چُپ بیٹھے سکندر کو دیکھنے لگی۔ سکندر نے اسے دیکھا۔

"پتا نہیں اُٹھالیا ہو گا کسی دشمن نے۔ ظاہر ہے وکیل ہے کسی نہ کسی سے تو پنگے ہو گے اس کے۔"

"یہ تو بہت بُرا ہوا۔ آپ کے بابا اور فاروق کی امی کتنے پریشان ہو گے۔" رمشا سیدھا ہو کر بیٹھی۔ سکندر نے اسے دیکھا پھر ٹی وی کو پھر اس نے بے تاثر لہجے میں کہا۔

"ظاہر ہے۔"

"سب سے بڑھ کر عنیقہ وہ کتنی پریشان ہو گی۔ سکندر آپ اسے کال کریں۔"

رمشا نے اس کے بازو پہ ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔ سکندر نے اسے دیکھا پھر فون نکال کر باہر کی طرف آیا۔

عنیقہ ماں کے لئے پانی لائی اسی وقت اس کے ہاتھوں میں موجود فون بج اُٹھا اس نے دیکھا سکندر کا فون تھا۔ باپ نے عنیقہ کو دیکھا تو وہ فوراً اُٹھی اور باہر کی طرف آئی۔

"بھائی!!"

فون کانوں سے لگاتے ہوئے اس کی آواز بھرا گئی۔

"عنیقہ روتو مت۔"

"بھیا وہ جیسے بھی ہیں۔ ہیں تو میرے بھائی۔ پلیز کچھ کریں۔ انھیں واپس لے آئے۔ انھوں نے آپ کو جو تکلیف دی پلیز میری خاطر سب کچھ بھول کر انھیں لے آئے۔ پلیز۔۔۔"

"عنیقہ بچے روتو نہیں میں ڈھونڈنے کی کوشش کروں گا۔ باقی سب ٹھیک ہیں؟"

سکندر نے نرمی سے اس سے پوچھا۔

"امی کا تو رو رو کر بُرا حال ہو گیا ہے اور ابو ابو کو تو جیسے چُپ ہی لگ گئی ہے۔"

"اچھا ٹھیک ہے اور خود کو سنبھالو اور انھیں بھی کیونکہ عنیقہ اس وقت انھیں تمھاری ضرورت ہے۔ میں ایسے نہیں کہہ رہا۔ سچ میں دے نیڈ یو اوکے۔ اب رونا بند کرو ایسے کمزور اور بزدل لوگ روتے ہیں۔"

سکندر مزید اسے کچھ کہتے ہوئے فون بند کر چکا تھا۔ مڑا تھا کہ رمشا کھڑی اسے دیکھ رہی تھی۔

"سکندر آپ ان کے پاس چلے جائے۔ دے نیڈ یو۔"

سکندر کے ماتھے پہ اس بات پر بل آ گئے۔

"وہ میری فیملی نہیں ہے!!! میری فیملی صرف تم لوگ ہو۔"

"سکندر۔۔۔۔"

"ایک بھی لفظ نہیں رمشا! " (اس نے سخت لہجے میں رے کے بجائے رمشا کہا) رمشا چُپ ہو گئی۔

جا کر آرام کرو میں اوپر جا رہا ہوں۔" کہتے ہوئے وہ رمشا کے سامنے سے گزرا۔ رمشا نے گہرا سانس لیتے ہوئے مڑ کر اسے اوپر کی طرف جاتے ہوئے دیکھا۔

••••••••••••••••••••••••••••••••••••

"ہم ہوسپیٹل کیوں آئے ہیں۔ پلیز بتائیں آپ مجھے ڈرا رہے ہیں۔"

وہ اس کے ساتھ چلتی بولتے ہوئے ریسیپشن کی طرف آئی جہاں حداد جمال عظیم کے بارے میں پوچھا۔ جمال عظیم؟ یہ کون ہیں؟ لیکن اسے تسلی ہوگئی کہ اس کا کوئی اپنا نہیں ایڈمیٹ مگر جو کوئی بھی تھا حداد کا کوئی بہت ہی قریبی شخص تھا۔

حداد کو جیسے ہی روم نمبر بتایا گیا وہ تیزی سے لفٹ کی طرف بڑھا۔ بختاور اس کے پیچھے ہی پیچھے تھی۔ شرینہ کی امی اور ابو بھی وہی موجود تھے اور لفٹ میں ان کے ساتھ داخل ہوئے تھے کہ شرینہ کے ابو حداد کو پہچان گئے۔ ان کے چہرے پہ تمسخر مسکراہٹ پھیلی۔

"او تو مغرور لوگوں کو اپنے سگے رشتوں کی بلا آخر یاد آگئی یا اس بار بھی کسی نے منتے کی آپ کی۔"

حداد نے انھیں ایک نظر دیکھا اور اپنی مٹھیاں بھینچی۔ یہ کون ہوتے ہیں مجھے کہنے والے مگر کچھ سوچ کر اس نے کنٹرول کیا۔ بختاور نے ناسمجھی سے انھیں پھر حداد کو دیکھا۔

"شیری کی پاپا۔"

روبینہ بیگم نے تنبیہ نظروں سے انھیں دیکھتے ہوئے کہہ کر حداد کو دیکھا۔

"حداد گڈ ٹو سی یو کافی بدلے بدلے سے لگ رہے ہو میں نے تمھیں پہنچانا نہیں۔"

جس پہ حداد نے سر کے خم سے انھیں جواب دیا۔

"یہ لولی لیڈی کون ہے تمھارے ساتھ؟ تمھاری وائف؟"

بختاور کا نہ صرف منہ کھل گیا بلکہ سرُخ ہو گیا جبکہ حداد نے جھٹکے سے انھیں دیکھا وہ کچھ کہنے لگا کہ لفٹ کھل گئی وہ چل پڑا تو بختاور بھی اس کے پیچھے گئی۔

جمال عظیم کے روم اس وقت حذیفہ اور رمشا کی نانو موجود تھی۔ حداد دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا۔ تو سب اس کو دیکھ کر سب سے پہلے چونکہ پھر انھیں حیرت کا جھٹکا لگا۔

"حداد میرے بچے!!!! "

سب سے پہلے ماں ہی تڑپ کر بولتے ہوئے اُٹھی 'حداد آگے آیا اور ماں نے بڑھ کر بیٹے کے ساتھ لگ کر رونا شروع ہو گئی۔

جمال عظیم نے حداد کو پھر سامنے اس کی چوڑی پشت پہ چھپی ایک چھوٹی سی لڑکی کو دیکھا۔ یہ کون ہے؟

※※※※※※※

اس نے اپنی آنکھیں کھولی تو پھر روشنی پڑنے پر اس نے تکلیف سے بند کی۔ اس کے آنکھیں روشنی سے پتا نہیں کیوں چُبھ رہی تھی۔ وہ بار بار اپنی آنکھیں کھولنے کی کوشش کرتا اور آنکھوں میں ہوتی چُبن اس کے مقصد میں کامیاب نہیں ہونے دیتی تھی۔ اسے محسوس ہو رہا تھا کہ اس کے ہاتھ پیچھے سے باندھے گئے ہیں اور نہ صرف ہاتھ اس کے پیروں کو بھی باندھا گیا تھا۔ وہ کُرسی کے بجائے زمین پہ تھا اور اسے زمین پہ کچھ رینگتا ہوا بھی محسوس ہوا تھا لیکن سر کے درد سے وہ زیادہ اس بارے میں سوچ نہیں سکا تھا پھر ایک دلخراش چیخ سے ڈر کر اس نے اپنی آنکھیں کھولیں۔ درد تو ابھی بھی ہو رہا تھا لیکن اس کا دھیان اب چیخوں پر چلا گیا تھا۔ یہ کیا تھا؟ دائیں جانب سے ایک بار پھر کسی کی دردناک چیخے سُنائی دی پھر اس نے زرا سے فاصلے پر کسی کو دیکھا تو وہ بالکل فریز ہو کر رہ گیا۔ اس شخص کا چہرہ خون سے لت پت ہوا اور درد سے چلا رہا تھا پھر اس کسی کے چمکتے بوٹ دکھائی دیے جو سیدھا اس کے ہاتھوں کو کچلنے کی کوشش کرنے لگے۔

"تمھاری جرات کیسے ہوئی اسے تھپڑ مارنے کی بتاؤ مجھے !!!!! جب اس نے کہا تھا سکندر کی بیوی ہے وہ تو تم نے موت کے دروازے پہ دستک کیوں دی بولو!!!! "

اس بڑی جانی پہنچانی دھاڑ سُنائی دی سر اُٹھا کر دیکھا تو وہ ساکت ہو گیا وہ شخص اپنے دہشت ناک روپ لیے اور کوئی نہیں سکندر ہی تھا۔ اس کا سوتیلا بھائی سکندر تو سکندر نے اس کیڈنیپ کیا ہے۔ سکندر گہرے گہرے سانس لیتا اسے دیکھنا لگا پھر رُک کر اسے دیکھنے لگا وہ جو اسے دیکھ رہا تھا۔ سکندر کے چہرے پہ بڑی دل شکن مسکراہٹ پھیلی۔

"ہیلو لٹل بردار نظارے کے مزے لے رہے ہیں کیا آپ؟"

اُف ایسی شیطانی مسکان تھی اس کی کہ فاروق تیزی سے نگاہیں پھیر چکا تھا۔ چیخے ایک بار پھر سُنائی دینے لگی ساتھ میں مذاق اُڑا دینے والی ہنسی سُنائی دی۔ ایسے خوفناک ماحول بن چکا تھا کہ کوئی حد نہیں۔

"یہ کون ہے حداد؟"

حداد اپنے بھائی سے مل رہا تھا کہ امی نے بخت کو دیکھتے ہوئے حداد سے پوچھا۔حذیفہ کی ایک دم دلچسپ نظریں چھوٹی سی بخت پر گئی تھیں۔

"بختاور یہ میری امی ہیں اور یہ میرے بھائی اور یہ میرا بھتیجا۔"

حداد نے بختاور کو سب سے انٹروڈیوس کروایا۔بختاور حداد کی امی سے ملی۔اس پل دروازہ ناک کر کے شرینہ کے امی ابو آئے۔جمال عظیم بار بار اس لڑکی کو دیکھ رہے تھے۔پتا نہیں کیوں جیسے یہ لڑکی دیکھی دیکھی لگ رہی تھی۔

"حداد یہ کون ہے ؟"

جمال عظیم نے حداد سے پوچھا۔حداد کہنے ہی والا تھا کہ شرینہ کے ابو آگے بڑھے اور جمال سے ملے۔

"کیا حال کر دیا ہے جمال اب تو ریٹائرمنٹ ہی لے ہو۔" وہ ہنسے پھر انھوں شرینہ کی امی کو سلام کیا۔ایک کنفیوژن بھرا ماحول سا بن گیا تھا۔بختاور نے باہر جانا مناسب سمجھا۔

"ارے رُکو تو سہی بیٹا۔"

"نہیں امی آپ سب بیٹھیے میں ابھی آیا۔بختاور۔"

بختاور نے سر ہلایا تو وہ حیرت سے ان دونوں کو باہر جاتا ہوا دیکھنے لگی۔

"حداد نے شادی بھی کر لی اور بتایا ہی نہیں۔ویسے بڑی پیاری بچی ہے۔آپ لوگوں کو پتا تھا؟"

اب ان کی بات پر سب کو جھٹکا لگا۔حداد نے شادی؟ حداد نے شادی بھی کر لی۔کب کیسے ؟ وہ تو حنان کے گھر پہ ہوتا تھا۔حنان نے تو ایسا کچھ نہیں بتایا۔

"آئیم سوری مجھے ایسے آپ کے پیچھے نہیں آنا چاہیے تھا مگر میں پریشان۔۔۔۔۔"

بختاور حداد کو کہہ رہی تھی کہ حداد نے نرمی سے اس کی بات کاٹی اور سامنے بینچ پہ بیٹھنے کا اشارہ کیا۔

"کوئی بات نہیں میں سمجھ سکتا ہوں۔بیٹھو۔"

وہ بیٹھا تو بخت بھی اس کے ساتھ بیٹھی تھی۔

"یہ آپ کے بھائی تھے جو ایڈ میٹ ہوئے تھے۔"

"ہوں عینہ کے ابو ہیں میرے سب سے بڑے بھائی۔"

"او آپی کے ابو ہیں انھیں کیا ہوا تھا اور آپ اندر کیوں نہیں جا رہے میں یہاں ویٹ کر لوں گی۔"

"پولیس میں ہیں تو بس حملے میں انھیں گولی لگ گئی لیکن اللہ کا شکر ہے بالکل ٹھیک ہیں اور میں ٹھیک ہوں یہاں۔"

"داٹس ویری سیڈ اللہ انھیں صحت دیں۔ ویسے کافی ینگ سے لگتے ہیں آپی کے ابو۔ اور آپ اندر اس لئے نہیں جا رہے کہ وہ انکل تھے وہ آپ کو کچھ ناپسند سے کرتے ہیں نا؟"

"نہیں بس میں ان لوگوں سے فی الحال بات نہیں کرنا چاہتا۔ میں یہاں صرف بھیا سے ملنے آیا ہوں۔"

※※※※※※※※-

سکندر کی پوری سفید شرٹ خون سے بھر گئی تھی۔ اس نے سلیوز کہنیوں تک فولڈ کی تھی۔ ہاتھ میں سپائیرل نائیف پکڑے وہ بالوں کو پیچھے کرتے ہوئے فاروق کی طرف مڑا۔ جس کا چہرہ دہشت کے مارے چونے کی طرح سفید ہو گیا تھا۔ یہ روپ سکندر کا حد سے زیادہ دہلا دینے والا تھا۔ یہ تو کوئی اور ہی تھا۔

گھٹنے کے بل جھکتا وہ فاروق کو مسکرا کر دیکھتے ہوئے بولا۔

"جانتے ہو یہ بلیڈ(bleed) کیوں کیے گئے؟ جاننا چاہو گے برادر۔"

فاروق کی تو زبان جو سکندر کے سامنے پٹر پٹر چلتی تھی۔ آج جیسے وہ زبان کہی گُم ہو گئی تھی۔

"اس آدمی نے میرے بیوی کو گندی نظروں سے دیکھا تھا' نہ صرف گندی نظروں سے دیکھا بلکہ اسے ہیرس کرنے کی کوشش کی' اس پہ ہاتھ اُٹھایا تھا اور انجام دیکھو۔ دیکھ رہو اس کا انجام۔"

"کیسے تڑپ رہا ہے۔اس کی آواز مجھے کتنا سکون دے رہی ہے۔ تمھیں بھی سکون دے رہی ہے۔بولو میرے بھائی۔کیسا لگ رہا ہے میوزک؟یاد و ملین والا میوزک سُنو گے جو میگھن سے لینے کے لئے تم صحیح' بُرے کا فرق ہی بھول گئے۔"

"کون ہو تم؟"

اس نے تیزی سے کہا۔وہ اس سکندر کو بالکل نہیں جانتا تھا۔اب کی بار سکندر ہنسا تھا۔

"بھاہوں میں یار کیسی باتیں کر رہے ہو یا دوسری زبان میں تم مجھے جینٹل مین سنر کہہ سکتے ہو۔

خون سے بھری چھری اس کے سامنے کی۔

"اس کو دور کرو مجھ سے۔دیکھو میں تمھیں نہیں جانتا پلیز۔ایسے سمجھ جاوں گا یا اتنا اعتراض ہے تو ملک چھوڑ دوں گا۔"

سکندر ہنس پڑا۔

"ارے واہ تم تو بہادر' نڈر فاروق ہو یہ کمزور اور بزدل فاروق کہاں سے آگیا۔"وہ چھُری اس کے کالر پہ گھماتے ہوئے بولا پھر اس نے مڑ کر جاوید کو آواز دی۔جاوید بھی الگ روپ میں تھا اس کے بھی شرٹ پر خون کے دھبے لگے ہوئے تھے

۔

"اسے لے جاو میرے خیال سے اتنا سین کافی ہے زیادہ گرافک ہو گیا تو بیچارا مر جائے گا۔" سکندر اُٹھ کھڑا ہوا۔جاوید نے اس زخمی لڑکے کو گھسیٹا۔فاروق نے زرا سا اسے دیکھا اور اپنی نظریں پھیر لیں۔

※※※※※※※※※※※※※※※※

"چاچو آپ اندر چلیں۔پاپا آپ کو بلا رہے ہیں۔"

وہ دونوں بات کر رہے تھے کہ حذیفہ نے انھیں بلایا۔

"آپ جائے میں یہی بیٹھتی ہوں۔"

حداد نے سر ہلایا اور حداد اس کے ساتھ اُٹھ پڑا۔

"یہ کون ہے؟" حذیفہ نے بخت کو دیکھتے ہوے حداد سے پوچھا۔

"حنان کی بھانجی ہے۔"

"ہیں ان کی بہن کی بیٹی کچھ چھوٹی نہیں تھی۔"

حداد نے اس کی نظروں کو دیکھا پھر اسے گھورا۔

اندر گیا تو بخت نے فون اُٹھا کر رمشا کو فون کیا۔

"اور میاں بتانا پسند فرمائیں گے ایسے سب کو پریشان چھوڑ کر آپ کہاں چلے گئے تھے۔"

شرینہ کے ابو کی نظروں میں حداد کے لئے کچھ ناپسندیدگی تھی اور انھیں حداد کا یہ انداز اپنے فیملی کے ساتھ کچھ اچھا نہیں لگا تھا۔ یہ وہ ان انکلوں میں سے تھے جو ہر وقت نوجوانوں کی ٹوہ میں لگے رہتے تھے اور انھیں کوئی اعتراض ہوتا تو وہ بولے بغیر نہ رہ سکتے چاہے ان کا معاملہ ہوتا یا نہ ہوتا۔ اوپر سے حداد کے لمبے بال اور داڑھی بھی کچھ اچھا امپریشن نہیں دے رہی تھی۔ حداد نے ان کی بات اگنور کرنا بہتر سمجھا۔

"بھیا آپ کی طبیعت اب کیسی ہے اور آپ کو معلوم ہے کہ آپ پر کس نے حملہ کیا۔"

"بڑی فکر لگ گئی ہے اور تم نے کیا کر لینا ہے لڑکے پھر کہی چھپ کر غائب ہو جاوگے کیوں بھئی۔"

ان کی بات سب کو ناگوار لگی مگر سب نے اگنور کرنا بہتر سمجھا۔

"شیری کے بابا۔ بس یہ بھی پریشان تھے۔ حداد وہ بچی کہاں گئی؟"

انھوں نے موضوع بدلنا بہتر سمجھا۔

"ہاں اب تو ٹھیک ہوں میں اچھا کیا تم آئے کافی بدلے بدلے سے لگ رہے ہو ویسے اچھے لگ رہے ہو۔"

انھوں نے مسکرا کر اپنے چھوٹے کو دیکھا۔

"حداد وہ لڑکی کون ہے ؟"ماں کے دماغ میں بھی وہی بات اتنی دیر سے تھی۔

"امی حنان کی بھانجی ہے۔میں اسے سینٹر لے کر جارہا تھاتو حذیفہ کی کال آگئی۔"

اونو کتنا اچھا تھا اگر وہ حداد کی بیوی ہوتی اب شرینہ کو کیسے روکوں گی۔

شرینہ کی امی نے دل میں سوچا۔

"او ہم سمجھے تمھاری بیوی تھی ویسے اتنی چھوٹی لڑکی اس کی بیوی بھی کیسے ہوسکتی تھے۔"

یہ بڈھا زرا باہر نکلے تو اس کی چمڑی اُدھیڑ کے رکھ دوں گا۔

حداد مسکراتے ہوئے اس کھبتی بڈھے کو دیکھ رہا تھا۔

"انتہا کا بدتمیز لڑکا میں نے آج تک نہیں دیکھا اور حلیہ دیکھا تھا لڑکی لے کر گھوم رہا تھا بہانہ چیک کر و حنان کا بھانجی ؟ ہم بھی بیوقوف دیکھتے ہیں۔"

"شش وہ لڑکی سامنے ہی بیٹھی ہے۔"

بختاور رمشا سے بات کرتے ہوئے چونک کر انھیں دیکھنے لگے وہ دونوں اسے دیکھ کر آگے چل پڑے۔

"اور تم کیا مجھے آنکھیں دکھا رہی تھیں۔میں کیا غلط کہہ رہا تھا ایسے ہوتا ہے بھئی پہلے ہی پاگل سا ہے اب تو مزید فقیروں والا حلیہ اپنا لیا اور اکڑ دیکھ رہی تھی۔"

"آپی میں آپ سے بعد میں بات کرتی ہوں۔"

"بات سُنیں انکل !! "

بختاور ان کے پیچھے آئی تھی۔ان دونوں نے حیرت سے گھوم کر اس لڑکی کو دیکھا جس کے چہرے کے تاثرات کچھ اچھے نہیں تھے۔

"مانا کہ ان میں بہت اکڑ ہے انکل مگر وہ آپ کی ریسپیکٹ کے خاطر چُپ تھے ورنہ کوئی بھی ان کے خلاف کچھ کہتا تو وہ ان کا حشر کر کے رکھ دیتے۔ میں نہیں جانتی ان کا آپ سے کیا رشتہ ہے مگر آپ کو انھیں ایسا نہیں کہنا چاہیے تھا۔ وہ پاگل نہیں ہیں۔ ہی از نائیس پرسن۔ وہ سب کی بہت مدد کرتے ہیں۔ میری بھی حالانکہ میرا ان سے کوئی رشتہ نہیں غلط مطلب نہ لیجیے گا۔ میں حنان علوی کی بھانجی ہوں۔ اور آخری بات وہ اپنے بھائی سے بہت پیار کرتے ہیں۔ انھیں خبر ہی دیر سے ہوئی اگر انھیں پہلے پتا ہوتا تو وہ ساری ناراضگی بھلا کر یہاں آتے۔ آئی ہوپ میری بات کڑوی نہ لگی ہو آپ کو مگر وہ پاگل نہیں ہیں "۔

کہتے ہوئے مڑی تو اس کا دل بے اختیار دھڑک اُٹھا۔ حداد بازو لپیٹے اسے دیکھ رہا تھا۔ اس کے آنکھوں کی چمک کچھ الگ ہی رنگ دکھا رہی تھی۔ بختاور کو سمجھ نہیں آئی وہ کیا کرے۔ اسے بلاوجہ بولنے کی کیا ضرورت تھی۔

انکل البتہ مطمن ہوئے یا نہ ہوئے آنٹی بس بخت کو دیکھتی رہ گئی ان کی جہاندیدہ نگاہیں سمجھ گئی تھی یہ لڑکی حداد کو پسند کرتی ہے۔ ورنہ کون ایسے اس طرح کسی کے حق میں آکر بولتا ہے۔

••••••••••••••••••••••••••••••••••••

بروٹس نے اپنے باس کو کال کی اور بچے کو لے کر گاڑی کی طرف بڑھا۔ اس نے وہی اپنا ماسک ہی پہنا ہوا تھا۔ جب بھی وہ ہمر سے ملنا جاتا تھا۔ آج زارون کو ولا میں رہتے ہوئے پورے ڈھائی مہینے ہو گئے تھے۔ وہ ہمر کی ٹریننگ سے بہت جلد ٹھیک ہو گیا تھا۔ کسی نے سوچا نہیں تھا کہ یہ بچہ جسے کے ٹھیک ہونے کی کوئی اُمید نہیں تھی۔ وہی بچہ دو مہینے کے اندر اندر جلد ہی نارمل ہو گیا نہ صرف نارمل ہوا بلکہ ڈسپلن میں آ گیا اور میچور بھی ہو گیا یہ سب کارنامہ ہمر کا ہی تھا۔ اس کا ماننا تھا کہ ڈرگز لیتے ہوئے بھی یہ زرا نارمل تھا تو اس کا جلد ٹھیک ہونا بنتا تھا۔ جب جب کوئی بچہ ٹھیک ہوتا تھا تو بروٹس اس بچے کو لے کر باس کے پاس جاتا تھا اور باس فیصلہ کرتا تھا کہ اب اس بچے کا کیا کرنا ہے۔ آج زارون کا فیصلہ ہونے جا رہا تھا۔ سامنے بلیک بی ایم ڈبلیو کھڑی ہوئی تھی۔ اس کا پچھلا دروازہ کھول کر زارون کو اس نے بیٹھایا۔ زارون نے کوئی سوال نہیں کیا اس کے جانے سے پہلے ہی ہمر اسے ساری باتیں بتا چکا تھا کہ اس کے ساتھ کیا ہو گا۔ وہ اندر بیٹھا تو اس نے ایک لمبے چوڑے آدمی کو دیکھا جس نے خود ایک ماسک پہنا ہوا تھا مگر یہ سمائلی فیس والا ماسک تھا۔

"ہیلو تم زارون ہو نا؟"

اس کی آواز کافی بھاری تھی مگر نجانے کیوں زارون کو دوستانہ اور نرم لگی۔اس نے سر اثبات میں ہلایا۔

"ہماری خدمت کیسی لگی؟"

وہ اس کے کندھے پہ ہاتھ رکھے خوش دلی سے بولا۔

"جی اچھی تھی بس تھوڑا سے سخت تھے۔"

"ہوں کچھ سختی بہتری کے لئے ہوتی ہے۔تم مطمن تو ہو نا؟"

"جی آپ کا بہت شکریہ سر۔"

"ارے مجھے شکریہ کہنے کی ضرورت نہیں ہے بچے!! شکریہ تمھیں ہمر کا کرنا چاہیے وہ نہ ہوتا تو تم آج اس مقام پہ نہ ہوتے۔"

اس نے اس کا کندھا تھپ تھپایا۔

"ممی' بابا کو مس کر رہے ہو؟وہ تمھیں بہت یاد کر رہے تھے۔"

"جی بہت زیادہ۔کیا میں ان کے پاس اب جا رہا ہوں۔"

"ہاں! کیونکہ اب ان کو اتنا انتظار کروانا ٹھیک نہیں ہے۔ظاہر ہے وعدہ جو کیا تھا۔"

"اس کا مطلب میں یہ مزدوری نہیں کروں گا۔میں سچ میں واپس جاوں گا۔"

وہ تو چہک ہی پڑا جس طرح اسے ڈرایا گیا تھا ایسے تو لگ نہیں رہا تھا کہ اسے واپس ماں باپ کے پاس بھیجے گے۔

باس ہنسا۔

"ہاں اگر تم انھیں تنگ نہیں کرو گے۔بُرے گروپس میں نہیں جاو گے اور پڑھائی پہ توجہ دو گے۔"

"جی میں ضرور کروں گا آپ جو جو بولیں گے سب۔ ایک بات پوچھوں آپ سے؟"

گاڑی پتا نہیں کہاں انھیں لے کر جا رہے تھی۔ اس معلوم نہیں تھا کیونکہ اس کا سارا دھیان باس پر تھا۔

"ہاں پوچھو؟"

"میں ہمر سر سے ملنا چاہتا تھا مگر ایک سر نے بتایا وہ ابھی موجود نہیں ہے۔"

"اس کو ایک کام یاد آگیا تھا فکر مت کرو وہ تم سے ملنے آئے گا۔"

"اوہ واقعی میں۔ ویسے میں ان کو بہت مس کروں گا۔"

"تمھیں ہمر اچھا لگا؟"

"جی وہ بہت اچھے ہیں' بہت نائیس ہیں وہ"

گاڑی رُک چکی تھی مطلب وہ مطلوبہ جگہ پہنچ چکے تھے۔

"یہ پیکٹ لو۔ اسے گھر جا کر کھولنا۔"

باس نے سائڈ سے ایک خاکی پیکٹ نکال کر اسے دیا۔

"یہ کیا ہے؟" اس سے پیکٹ لیتے ہوئے وہ ماسک مین سے پوچھنے لگا۔

"تمھارا انعام اور اگر تمھیں کوئی بھی بچہ ڈرگ کرتے ہوئے نظر آئے تو ہمیں پیکٹ کے اندر موجود نمبر پہ کال کر دینا اور کسی کو بھی اس بارے میں نہ بتانا۔ اب جاؤ تمھارے ممی بابا انتظار کر رہے ہوگے۔"

اس کے بال بگاڑتے ہوئے وہ اب رُخ موڑ چکا تھا۔ زارون نے انھیں دیکھا پھر دروازہ کھول کر چل پڑا۔ اس نے دیکھا اس کے ماں باپ کھڑے ہوئے اس کو دیکھ کر فوراً اس کی طرف لپکے تھے۔ کھڑکی کو بٹن سے نیچے کرتے ہوئے وہ اس نظارے کو دیکھنے لگا۔ اس نے اپنا ماسک اُتار دیا تھا۔ گہرا سانس لیتے ہوئے وہ اپنے ساتھ بیٹھی صوفی کو دیکھنے لگا جو مسکرا کر اسے دیکھے جا رہی تھی۔ اس کا مسکرانا اس کو تکلیف دے رہا تھا۔ اس نے اپنی نظریں پھیر لیں۔ اس کی آنکھوں میں نمی آگئی۔

"میں ایک اچھا انسان نہیں ہوں۔"

وہ اندر سے سسک پڑا۔

"میں ابھی بھی غنڈہ ہوں۔"

"میں نے کافی لوگوں کو جانیں لی ہیں۔"

"میں ملک کا رکھوالا بھی بننے کے قابل نہیں ہوں۔"

پھر اسے کہی سے صوفی کی آواز سُنائی دی۔

"ملک کے رکھوالے نہیں ہو تو کیا ہوا؟ ملک کے لئے کچھ تو کر رہے ہو۔ غنڈے ہو تو کیا ہوا؟ عورتوں کی عزت کرتے ہو' انصاف دلانے کے لئے غلط طریقہ اپناتے ہو تو کیا ہوا؟ انصاف تو دلاتے ہو۔ صحیح اور غلط میں فرق کو بھولتے ہو تو کسی کی بہتری کے لئے بھولتے ہو۔ کہی لوگوں کی جانیں لیے ہیں تو بہت سی لوگوں کی زندگی بھی بچائی ہے اور جان بھی کسی کے لی جو بُرے' گہنگار' عورتوں کی عزت چھینے والے تھے۔ جو بچوں کو منشیات فراہم کرتے تھے۔ تم نے غلط کام کیے ہیں داود مگر تم نے اچھے کام بھی کیے ہیں۔ تم نے ماووں سے ان کے بچے نہیں چھینے' تم نے عورتوں سے ان کی قیمتی چیز نہیں چھینی۔ تم نے منشیات نہیں فراہم کی۔ تم تو بس غیر قانونی فائیٹر رہے ہے بس!!! تو پھر خود کو بُرا کیوں کہہ رہے ہو داود تم بُرے نہیں ہو۔ تم ایک گرے (grey) انسان ہو۔ جو کبھی پرفیکٹ نہیں ہوتا۔ تم نے تو بہت سے غلط کاموں سے توبہ بھی کرلی۔ تم نے تورمشا کی خاطر شراب بھی چھوڑ دی۔ تم نے حنان اور رمشا کی خاطر فائیٹنگ چھوڑ دی۔ تم نے تو بہت سے غلط کام چھوڑ دیے۔ اب تو تم اچھے کام کر رہے ہو۔ تم نے تو سینٹر بھی کھول لیا۔ میں بہت خوش ہوں سکندر۔ آیئم سوپراوڈ آف یو۔ ایسے اپنی ماما کا نام روشن کرنا۔"

سکندر نے آنکھوں پہ ہاتھ رکھ کر رونا شروع کردیا۔

سٹیر نگ پہ گرفت مضبوط کرتے ہوئے حنان نے بروٹس کا ماسک اُتارا۔

"سکندر پلیز!!! "

"میں اچھا انسان نہیں ہوں حنان میں اچھا نہیں ہوں اگر اچھا ہوتا تو صوفی آج زندہ ہوتی۔ اگر اچھا ہوتا تو آج میں سکندر ربھا نہ ہوتا۔ میرے نام کی دہشت نہ ہوتی۔ میں صرف ایک نارمل شیرِ داود ہوتا۔" وہ سسک رہا تھا اور حنان نے باہر کا منظر دیکھتے ہوئے تھوڑی دیر کے لئے آنکھیں موندلی۔ بڑا کٹھن سفر تھا مگر اس کٹھن سفر کی منزل بہت خوبصورت تھی۔

"آپ کہاں رہ گئے تھے! میں کب سے انتظار کر رہی تھی آپ کا؟"

رات کے ایک بجے سکندر کمرے میں آیا تھا۔ رمشا جو اس کے انتظار میں بے چین کبھی چکر کاٹتی' کبھی اُٹھتی بیٹھتی۔ اسے دیکھ کر فوراً اُٹھ کر اس کے پاس آئی۔

"تم اس وقت جاگی کیوں ہو؟"

سکندر نے ماتھے پہ بل ڈال کر اسے دیکھتے ہوئے کہا۔

"پہلے مجھے بتائیں آپ تھے کہاں دوپہر سے گئے ہوئے ہیں اور اب آرہے ہیں! کدھر تھے آپ۔ فاروق کا کچھ پتا چلا۔"

سکندر نے اپنی جیکٹ اُتاری اور صوفے پہ پھینکی۔ ٹائی تو پہلے ہی گاڑی میں اُتار چکا تھا۔ شرٹ کے اوپری بٹن کھولتے ہوئے وہ بیڈ پہ بیٹھا۔

رمشا کو وہ کافی کھویا ہوا اور تھکا ہوا لگا۔ وہ سمجھ گئی یہ وقت نہیں تھا اسے چھیڑنے کا پھر ایک دم چونکی۔ کچھ سوچ کر وہ سکندر کے سامنے جھکی اس کے بالکل قریب آئی اتنی کہ سکندر نے حیرت سے اسے دیکھا پھر وہ سمجھ گیا۔

"میں اپنے وعدے کو نبھا رہا ہوں رے میں نے شراب نہیں پی۔"

"آپ نے نماز پڑھی؟"

رمشا پیچھے ہوتے ہوئے اس سے پوچھنے لگی۔ سکندر نے اپنی آنکھیں زور سے بند کیں۔ اس نے جب کوئی جواب نہیں دیا تو وہ سمجھ گئی۔

"چلیں اُٹھے!! جا کر فریش ہو کر آئیں میں آپ کے کپڑے نکالتی ہوں۔اس کے بعد آپ نماز پڑھے گے تب تک میں کھانے کے لئے کچھ لاتی ہوں۔" اس نے سکندر کا بازو پکڑ کر کھینچا۔

"رہے میں چلا جاوں گا۔"

اس نے بیزاری سے رمشا کو کہا۔رمشا نے اسے گھورا۔

"میں آپ کے کوئی بہانے نہیں سُنوں گی داود اُٹھیں!!"

رمشا کے زور دینے پہ وہ بلا آخر اُٹھ گیا اور ڈریسنگ روم سے گزر کر باتھ روم چلا گیا۔رمشا گہرا سانس لیتے ہوے اب اس کا جیکٹ اُٹھانے لگی۔اس کے جیب سے اس کا والٹ اور فون نکال کر ٹیبل پہ رکھنے لگی کہ وہ ایک دم اسے اپنی ہاتھ پہ چُبن ہوئی سی کرتے ہوے اس نے اپنا ہاتھ باہر نکالا تو دیکھا اس کی انگلی ہلکی سی کٹ گئی تھی۔اس نے بڑا دھیان سے وہ چیز نکالی تو حیرت سے اس کا منہ کھل گیا۔سپرائیل چھری اس کے ہاتھ میں تھی۔یہ اس نے کس چیز کے لیے رکھی تھی۔

دیکھنے میں بڑی خطرناک لگ رہی تھی۔وہ ہوش میں تب آئی جب سکندر نے اسے آواز دی۔وہ تیزی سے چھری واپس رکھتے ہوے کوٹ رکھتے ہوے اس کی طرف بڑھی۔

•••••••••••••••••••••

"پاپا سے مل آئے آپ؟"

وہ سب کھانے کی ٹیبل پہ بیٹھے ہوے تھے۔جب حداد کو بیٹھتا ہوا دیکھ کر وہ مسکرا کر بولے بغیر نہ رہ سکی۔حداد نے اسے گھورا تھا۔بخت نے اسے دیکھ کر اپنی آنکھیں گھمائیں۔مجال ہے یہ آدمی زرا سا مسکرا دے۔

"ہاں! تم لوگوں نے تو بتانا گوارا نہیں کرنا تھا۔ظاہر ہے غیر جو ہو چکا ہوں۔"

اس نے حنان اور عینہ کو دیکھتے ہوے کہا۔حنان نے درینہ کو دیکھا جو ہنستے ہوے بولی۔

"آپ اور پھو پھو نے آج بالکل ایک جیسی باتیں کی ہیں۔ خود ہی رابطہ نہیں رکھتے اور خود ہی شکوے شکایت کرنے لگ جاتے ہیں۔ میرے بیچارے پاپا نے تو کسی کو کچھ بھی نہیں تھا۔"

"آپی ویسے انکل دیکھنے میں کافی ینگ لگتے ہیں۔ وہ تو ڈاکٹر سے بھی کافی زیادہ سمارٹ اور کم عمر کے لگ رہے تھے۔" بختاور کے شرارت سے کہنے پر حداد کا کانٹے پہ ہاتھ رُک گیا۔ عینہ نے حداد کے تاثرات دیکھے تو تیزی سے بولی۔

"بھئی کچھ لوگوں کو بہت شوق ہے کہ میرے چاچو کو کلین شیو اور چھوٹے بالوں میں دیکھے۔ کیوں چاچو؟"

حداد نے حنان کو دیکھا پھر ایک دم کھانا کھاتے ہوئے بولا۔

"میرا ایسا کوئی ارادہ نہیں ہے۔"

"آپی کچھ لوگوں نے فقیری کی لائن چوز کرلی ہے اگر ایسا کر لیا تو پھر ان کا بزنس خراب ہو جائے گا۔"

"بخت!!"

حنان نے اسے تنبیہ نظروں سے دیکھا۔

"میں نے غلط تو نہیں کہا ہانی ماما۔"

"بُری بات ہے وہ بہت بڑے ہیں تم سے۔ حداد بھائی سوری اس کی طرف سے۔" بختاور کچھ کہنے لگی جب سامنے ٹیبل پہ موجود حداد کا فون بج اُٹھا۔ بختاور نے دیکھا' شرینہ کالنگ' لکھا ہوا تھا۔ ایک دم سے پتا نہیں کیوں اسے بہت تکلیف ہوئی۔ یہ تو باقائدہ ڈاکٹر کے پیچھے ہی پڑ گئی ہیں۔ حداد نے فون اُٹھایا اور ایکسکیوز کرتا اُٹھ پڑا۔ ابھی جو تھوڑا سا لائیٹ ماحول میں وہ سب کھانا کھا رہے تھے۔ ایک دم اس لگا جیسے رونق سی غائب ہو گئی تھی۔ حداد بیشک جولی سا شخص نہیں تھا مگر پتا نہیں کیا تھا۔ اس کی موجودگی میں بختاور کو مزا آتا تھا۔ اسے تنگ کرنا' اسے چھیڑنا۔ اس کے چوڑے ماتھے پہ وہ بل دیکھنا اس کتنا خوش کرتا تھا۔ اب وہ اُٹھ گیا تھا تو بختاور کا بھی دل اچاٹ ہو گیا تھا۔ اس زندگی میں پہلی دفعہ شرینہ بہت بُری لگی تھی۔

"کیا ہوا کھانا کیوں نہیں کھا رہی۔ میری بات بُری لگ گئی۔" حنان کی آواز پر وہ ایک دم چونکی۔ حنان نے اس کے ہاتھ پہ ہاتھ رکھا۔

"نہیں! "اس نے ایک لفظ میں بات کہی۔

"سکندر آج تمھیں بہت یاد کر رہا تھا۔ کل پیپر ہے نا تمھارا؟"

بختاور نے سر اثبات میں ہلا یا۔

"کل گھر جاؤ گی؟ سکندر اور رمشا کے ساتھ ڈے سپینڈ کرنے۔" بختاور مسکرائی۔

"ماما اور آپی کے پاس ہاں ضرور کیوں نہیں۔ ماما کیا میں اب وہاں نہیں رہ سکتی؟"

"ارے نہ بابا نہ۔ گھر کی رونق کو میں وہاں ہر گز نہیں بھیجنے والی۔ تمھاری ہی دم سے بخت گھر گھر لگنا لگا ہے ورنہ یہ اور ان کی ڈیوٹی سے میں پاگل ہو جاوں گی۔ ڈے سپینڈ کر کے آو اور پھر سیدھا واپس آنا یہ بھی تمھارا گھر ہے۔" حنان درینہ کے تیزی سے کہنے پر مسکرایا۔

"کھانا کھاؤ پھر اس کو کال کر لینا تمھیں بہت یاد کر رہا تھا۔"

"یہ کس طرح کا یاد ہوا بھلا۔ ماما نے تو ویسے پوچھنا ہی چھوڑ دیا ہے جب سے بیوی آئی ہے۔"

وہ دونوں ایک دم ہنس پڑے۔

"اب مشی بُری لگنے لگی ہے بخت کو۔"

"توبہ آپی کیسی باتیں کر رہی ہیں۔ میں تو ویسے مذاق کر رہی تھی۔ آپی آئی ہیں تو ماما زرا ٹریک پہ آئے ہیں۔ میں زرا بات ہی کر آوں اپنے ماما سے۔"

"ارے کھانا تو کھالو۔" وہ دونوں ایک ساتھ بولے۔ بخت نفی میں سر ہلاتے ہوئے اُٹھ پڑی۔

"بعد میں۔"

....

"یہ میں کیا سُن رہی ہوں؟آپ نے حداد کے انسلٹ کی۔ باباہاو کڈیوڈودس!! وہ اپنے بھائی سے ملنے آئے تھے۔پریشان تھے اور آپ نے ان پر طنز کے تیر برسانے لگے۔"

شرینہ تیزی سے کہتے ہوے اپنے باپ کو دیکھنے لگی جو بیڈ ٹی لیتے ہوے اس کے غصے سے لال چہرے کو حیرت سے دیکھنے لگے۔

"یہ تم کیا کہہ رہی ہو شیری اور یہ کیا طریقہ ہے اپنے باپ سے بات کرنے کا۔"

"گستاخی معاف بابا مگر آپ نے واقعی بہت غلط کیا ہے۔کیا سوچیں گے وہ میرے بارے میں۔اس طرح کی فیملی ہے میری۔"

وہ اب ایک دم چونک پڑے۔سیدھا ہوتے ہوے ان نے چائے کا کپ ٹیبل پہ رکھا۔اب ان کے چہرے پہ سنجید گی آگئی۔

"تم اس لڑکے سے ملتی رہی ہو کیا؟" شرینہ کی ایک دم بولتی بند ہو گئی۔بے بی پنک نائیٹ ڈریش میں وہ شدید ناراض دکھائی دے رہی تھی۔وہ انھیں ایک لمحے کے لئے دیکھتی رہی پھر کچھ سوچ کر بولی۔

"ہاں!"

"کیوں؟" وہ اونچی آواز میں بولے۔

"بابا ایسی بات نہیں ہے جو آپ سمجھ رہے ہیں۔میں ان کی ایک کیس میں ہیلپ کر رہی تھی۔"

"وہ خود ایک کیس ہے تم اس کی کیا مدد کر رہی تھی شرینہ۔"

"بابا وہ پاگل نہیں ہے۔"

"ایک انسان نے اپنا حلیہ ہی ملنگ بابے جیسا رکھا ہو وہ پاگل نہیں ہے تو اور کیا ہے۔"

"ہم کسی کی حلیے سے اس کی دماغی حالت نہیں جج کر سکتے بابا۔"

"ٹھیک ہے مان لیا مگر وہ بہت خطرناک آدمی ہے۔ تم نہیں جانتی میں جانتا ہوں۔ اس نے اپنے ملازم کو ایک دفعہ غصے میں آکر زخمی کر دیا تھا اور ایک دفعہ تو درینہ کے بڑے بھائی کی بیوی کو ڈرا دیا تھا جب وہ بھول کے بھٹکے سے اس کے کمرے میں گئی تھی۔ یہ حال اس نے کچھ اپنے دوسرے بھائی کے بچوں کے ساتھ بھی کیا تھا۔ ایک کو تو سیڑھیوں سے گرا دیا تھا۔ تبھی تو وہ پاکستان بھول کر بھی نہیں آئے اور اگر پاگل نہ ہوتا تو اس کی منگیتر اسے نہ چھوڑتی۔ پاگل ہی تو ہے تبھی تو اتنے سالوں سے اوپری پورشن کے کمرے میں بند رہا۔"

شرینہ کی تو بولتی بند ہو گئی۔ وہ کیا کہتی مگر آخری بات پہ وہ تو جیسے تڑپ گئی۔

"بابا اس نے حداد کو اس لئے نہیں چھوڑا تھا کہ وہ پاگل ہے بلکہ حداد کی نہ صرف ایک آنکھ ضائع ہوئی تھی بلکہ ان کا سارا کریر تباہ ہو گیا تھا۔ تو اس نے ان کی محرومی کو ٹھکرایا تھا۔ ان کے پاگل پن کو نہیں۔"

"تم اس کی اتنی فیور ایسے کر رہی ہو کہ تم جیسے اس سے محبت کرتی ہو۔"

ان کا لہجہ اب کچھ سخت ہو گیا تھا۔

"کیونکہ میں۔۔۔۔" اس سے بولا نہیں گیا۔ باپ کے سامنے وہ یہ بات نہیں کہہ سکتی تھی جس طرح اس نے یہ بات ماں کے سامنے کی۔ انھوں نے گہرا سانس لیا۔ وہ بیٹی سے پیار بھی بہت کرتے تھے لاکھ ان کا کڑوا اور طنزیہ مزاج سہی مگر بیٹی کے لئے وہ ایک شفیق باپ ثابت ہوتے تھے۔

انھوں نے شرینہ کو اپنے سامنے بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ وہ دبے دبے قدم اُٹھاتی خاموشی سے بیٹھی۔

"تمھاری ماں نے مجھے سب بتا دیا تھا وہاں جانے سے پہلے ہی۔"

اس نے حیرت سے انھیں دیکھا ان کے تاثرات ابھی بھی سنجیدہ تھے۔

"مجھے تو جھٹکا لگا میری بیٹی' اتنی سمجھدار بیٹی کو پسند آیا بھی آیا تو کون حداد عظیم ! مجھے تو حیرت کا جھٹکا لگنا ہی تھا۔ ایسی کیا بات اچھی لگی اس کی میری بیٹی کو کہ ہر رشتے کو ٹھکرانے پہ مجبور ہو گئی۔"

"بابا۔۔۔"

وہ کچھ کہنے والی تھی کہ اس کے ابو نے ہاتھ اُٹھا کر اسے کچھ کہنے سے روک دیا۔

"میں واقعی جانا چاہتا تھا اور جانے کے لئے مجھے اس سے بہتر دن کوئی نہیں ملا۔ میں بیشک کھڑوس مزاج کا بندہ ہوں شیری مگر میں اتنے بلنٹ ہو کر کسی پر اس طرح طنز کے تیر نہیں برساتا۔ مجھے یہ اس لئے کرنا پڑا آخر میں جاننا چاہتا تھا کہ جو ساری دُنیا اسے پاگل کہہ رہی ہے کیا وہ واقعی پاگل ہے مگر مجھے جان کر خوشی ہوئی کہ نہ صرف وہ نارمل ہے بلکہ وہ اچھے دل کا تحمل مزاج بندہ ہے۔ نہ صرف اس نے میری بدتمیزی سُنی بلکہ اس پر خاموش بھی رہا۔ اس ٹائیم مجھے واقعی بُرا لگا کہ وہ اپنے بھائی کے لئے آیا ہے' پریشان ہے اور میں اس کے جلن پہ نمک چھڑک رہا تھا۔ پورا ٹائیم میں اسے ٹیسٹ کر رہا تھا اور وہ واقعی میری نظروں میں پاس ہو گیا بس وہ زرا بال کٹوا لے تو مجھے کسی بات پہ اعتراض نہیں ہے۔"

شرینہ نے جھٹکے سے باپ کو دیکھا اس کو تو یقین نہیں آ رہا تھا۔ اسے لگا بابا واقعی حداد کو ناپسند کرتے ہیں اور اسے دور رہنے کا کہے گے۔ اس کی آنکھوں میں نمی آ گئیں۔

"بابا!!! " وہ اپنے باپ کے گلے لگ گئی۔

"میں چاہتا ہوں تم پہلے اس سے مل لو اور پھر اس سے بات کر و اور ہاں میری سچیوشن سمجھا دینا کیا کروں آخر باپ ہوں۔ ایسے کام کرنے پہ مجبور ہو گیا۔ اگر وہ ہاں کہتا ہے تو فٹافٹ بسمہ اللہ کریں گے اگر جھجک پڑا تو اسے میرے پاس بھیج دینا میں تب تک جمال سے بھی بات کر لوں گا۔"

شرینہ کا دل تیزی سے دھڑک اُٹھا تھا۔ جس بات کو اسے کبھی اپنے وہم و گمان بھی نہیں سوچا تھا وہ سچ ہونے جا رہا تھا۔ حداد اس کا ہونے جا رہا تھا۔

"تھینک یو سو مچ پاپا یو ر دی بیسٹ!!!"

....

"میں نے کہا میرا بچہ آرام سے پیپر دے دیں پھر میں اسے لینے آوں گا۔ تمھیں ڈسڑب نہیں کرنا چاہتا تھا۔ ویسے پیپر کیسے ہو رہے ہیں لاڈلی کے ؟"

سکندر نے پیار سے پوچھا۔ بختاور اپنی چیز سیٹ کرتے ہوے کانوں میں ہیڈ فون لگائے بولی۔

"آپ تو ہوا کے جھونکے ہی بن کے رہ گئے ہیں ماما۔ خود بھی برائے نام مجھ سے ملے اور آپی سے بھی ملنے نہیں دیا۔"

سکندر مسکرایا۔

"جانتی ہو رے نے مجھے پاگل بنا کے رکھ دیا ہے ارد گرد دُنیا کا ہوش نہیں رہتا۔ سب ٹھیک ہے نا کسی نے تمھیں تنگ تو نہیں کیا۔"

کوئی بہت دنوں سے میرے دل کو تنگ کر رہا ہے ماما!!

بختاور نے دل میں سوچتے ہوے کہا۔

"نہیں ماما! اللہ کا شکر بہت سکون میں رہی۔ آپ نے بہت اچھا کیا مجھے یہاں بھیج کر۔"

"او نو!! یعنی کے میری بختاور بی بی کہہ رہی ہیں کہ حنان ماما زیادہ اچھے ہیں۔ اب تو میں ابھی آ رہا ہوں تمھیں لینے ۔" سکندر نے تیز لہجے میں کہا۔ بخت اپنے ماما کو پرانے روپ میں دیکھ کر مسکرا پڑی۔

"کاش ماما آپ کی اپنی جگہ اور ہانی ماما کی اپنی۔ آپ پہلے ہی اتنے مسلوں میں پھنسے رہتے ہیں کم سے کم میرے حوالے سے تو آپ پر سکون رہیں۔ اچھا ماما ویسے باکو سے کیا لائے میرے لئے۔۔۔"

"باکو!!! اووہ۔۔۔" بختاور نے فون میں ماما کی تصویر کو گھورتے ہوے کہا۔

"ماما اگر میرے لئے کچھ نہ لائے تو بہت بُری طرح ناراض ہو جاوں گی۔"

"خبر دار ناراض ہوئی مجھ سے تم بولو تمھیں کیا چاہیے 'مگر یہ سب چیزیں تمھیں اگزام کے بعد ہی ملے گی۔"

"بس پھر لمبی لسٹ تیار رکھیں۔۔۔ کیونکہ آپ کو نہ تنگ کا بھی مجھے گفٹ ملنا چاہیے۔"

"اوکے میرا بچہ اور کچھ۔۔۔" ماما کا یہ انداز اسے رلانے پہ مجبور کر جاتا تھا۔ماما اس سے آخر اتنا پیار کیوں کرتے تھے۔

"بخت !! روتو نہیں رہی؟"

وہ ایک ماں کی طرح پتا نہیں کیسے دل کا حال جان لیتا تھا۔وہ واقعی بخت کی ماں ہی تھا۔

بختاور نے اپنے آنسو پونچھے۔

"بخت میں ابھی آرہاہوں بچے رو کیوں رہی ہو۔"

"ماما آپ کی بہت یاد آرہی ہے۔"اسے اپنی ماں صوفی کی بھی بہت یاد آرہی تھی۔

" بیٹا میں بس ابھی آیا تم اپنا سامان پیک کر لو میں ہی سینٹر چھوڑوں گا۔"سکندر کی آواز میں بے چینی اور بے قراری تھی۔ اس کی بچی پریشان تھی۔وہ کیسے نہ پریشان ہوتا۔

"نہیں ماما ابھی آنے کی ضرورت نہیں ہے کل ملاقات کریں گے نا۔آپی بھی ابھی پریشان ہو جائیں گی۔ویسے بھی آپ کے گھر سے سینٹر بہت دور ہے۔اپنا خیال رکھیے گا۔"

"لیکن بخت !!!۔۔۔۔۔۔"

سکندر کچھ کہنے لگا کہ بخت نے اس کی بات کاٹی۔

"ریلیکس رہیں ماما اور اپنا خیال رکھیے گا آپی کو ڈھیر سارا پیار اوکے اللہ حافظ !"

اس نے فون بند کر دیا اور کانوں سے ہیڈ فون اُتارا۔کچھ سوچ کر وہ اُٹھی اور باہر کی طرف بڑھی۔باہر نکل کر اس نے دیکھا۔ حداد صوفے پہ بیٹھا ٹی وی آن کیے سگریٹ پی رہا تھا۔اس نے بخت کو دیکھا تو سیدھا ہو کر بیٹھتے ہوئے بولا۔

"سوئی کیوں نہیں کل پیپر دینے نہیں جانا۔"

اس نے سگریٹ ایش ٹرے میں مسلتے ہوئے بخت سے کہا جو اس کی طرف آتے ہوئے سامنے والے صوفے پہ بیٹھتے ہوئے بولی۔

"ابھی تو نو بج رہے ہیں اور ویسے بھی اگزام کے دن مجھے نیند نہیں آتی۔"

وہ بولتے ہوئے ٹی وی کو دیکھنے لگی جہاں رینڈم سپورٹس چینل لگا ہوا تھا۔ حداد نے اس کی آنکھوں کو دیکھا تو چونکہ۔

"تم رو رہی تھی؟"

وہ بولا تو اس کی آواز بڑی سنجیدہ تھی۔ بختاور نے اسے دیکھا پھر ہنسی مگر اس کی ہنسی بڑی مضنوع تھی۔

"اچھا جوک ہے مگر بختاور کبھی روتی نہیں ہے۔"

"مانا کہ بختاور ایک چڑیل ہے مگر بختاور کا بھی دل ہے تو مجھے اب بتاؤ رو کیوں رہی تھی اگر تم مجھ سے کچھ چھپاؤ گی تو انجام اچھا نہیں ہو گا۔"

وہ اب اس کی طرف پورا کا پورا رُخ موڑ چکا تھا۔

"کیونکہ بختاور کا پالا ایک جن سے پڑ گیا ہے اس لئے بختاور رو رہی تھی۔" حداد سمجھتے ہوئے مسکرایا۔

"اور کون تھا وہ جن؟" وہ شرارت سے بولا۔ وہ جانتا تھا وہ بات بدل رہی تھی۔ وہ اسے بتانا نہیں چاہتی تھی۔ چلو وہ اس کی ہیلپ نہیں تو کم سے کم موڈ تو ٹھیک کر سکتا ہے۔

"کیوں آپ اس جن کا کیا کریں گے؟" وہ نا چاہتے ہوئے اس سے پوچھ بیٹھی۔ حداد نے اس کی آنکھوں میں دیکھا وہ دیکھتا رہا کچھ کہا نہیں۔ بختاور اپنی نظریں اس سے چُرا چکی تھیں۔ حداد نے اسی وقت لب کھولے۔

"اس کی جان لے لوں گا۔"

اب بختاور نے ایک دم اسے دیکھا اب کی بار حداد اپنی نظریں پھیر چکا تھا اور سیدھے ہو کر بیٹھ گیا۔ یہ بے اختیاری بھی کچھ سمجھ سے باہر تھی۔ بختاور کو سمجھ نہیں آئی کہ کیسے اس کی بات پہ ردعمل دکھائے۔ ان دونوں کی خاموشی نے ایک اکوارڈ سچویشن کریٹ کر دی تھی۔

"تمھیں اب سو جانا چاہیے۔" وہ چاہتا تھا بخت یہاں سے چلی جائے۔ وہ سگریٹ پیکٹ سے نکال کر لبوں پہ رکھتے بولا۔

بختاور اس سے کچھ کہنا چاہتی تھی مگر اس نے حداد کے انداز کو دیکھ کر خاموش رہنا بہتر سمجھا۔

"میں تمھیں ڈراپ کروں گا۔ خبردار اپنے اس کزن کو کال کی۔"

وہ بختاور کے اُٹھنے پر اسے دیکھے بغیر بولا۔ پتا نہیں جیسے اپنی نظروں سے اسے خوف آرہا تھا۔ جیسے اس کی چوری پکڑی جائے گی۔

"میرا کزن کھا نہیں جائے گا خوامخواہ ان بیچارے کے پیچھے ہی پڑے رہتے ہیں۔"

اب وہ نارمل انداز میں اسے بولی۔ حداد نے البتہ اس بار کوئی جواب نہیں دیا۔ بختاور نے ناک چڑاتے ہوئے چل پڑی لیکن جانے سے پہلے یہ بات کہہ کر گئی جس سے حداد ضرور چونک اُٹھا۔

" آج کل فیمیل ڈاکٹرز کا وائرس پھیلا ہوا ہے یہ بڑی خطرناک بیماری ہے بچ کے رہیے گا ڈاکٹر!!"

ہیں اس بات کا کیا مطلب ہوا بھلا۔

فیمیل ڈاکٹر؟ بیماری؟ یہ کس کی بات کر رہی ہے۔

وہ سوچ میں پڑ گیا۔

••••••••••••••••••••••••••••••

"فاروق کا پتا ہی نہیں چل رہا۔ ایک دم سے پتا نہیں اسے کس نے اُٹھا لیا ہے۔ مجھے تو پہلے ایک دن لگا کہ تو ہو گا مگر تو خود اس خبر پہ شاکی تھا۔ تجھے کیا لگتا ہے کس نے اسے اُٹھایا ہو گا۔"

وہ دونوں اس وقت سکندر کے آفس میں تھے اور حنان آج کام سے چھٹی لے کر اس کے پاس 'سکندر ولا آیا تھا۔ سکندر جو گلاسس پہنے لیپ ٹاپ پہ مصروف تھا ایک دم اس کی بات پہ کندھے اچکا کر بولا۔

"ہو گے اس کے دشمن مجھے کیا پتا اچھا نہیں ہو گیا کہ جان چھوٹ گئی ایسی وبالِ جان تھا اور کچھ اس حدید عالم کی بھی عقل ٹھکانے میں آئے۔"

حنان نے چہرے پہ ہاتھ پھیر کر فرسٹیشن سے اسے دیکھا۔

"تو کچھ تو لحاظ کر باپ ہے وہ تمھارا یہ مت بھول۔"

"میں تیرہ سال پہلے ہی بھول چکا تھا حنان تم کیا بات کر رہے ہو۔" وہ کچھ ٹائپ کرتے ہوئے مصروف انداز میں بولا۔

"کیا کر رہا ہے؟" وہ اس کو مصروف پا کر اس سے پوچھنے لگا۔

"ایک بچے کا کیس آیا ہے۔یونی ورسٹی سٹوڈنٹ ہے۔سوچ رہا ہوں یہ کیس حداد کو دے دوں۔"

"جب سے تم نے حداد بھائی کو ہائیر کیا ہے۔تب سے تم نے بہت سے کیسس سے ہاتھ اُٹھا لیا ہے۔"

"ابے اپنے اس غنڈہ گردی میں اتنا پھنسا ہوا ہوں کہ اور کام کرنے کا وقت ہی نہیں ملا رہا۔اوپر سے ان فائیٹرز کی پیمنٹس بھی کرنی ہیں ایک تمھاری وجہ سے مجھے اپنی روزی روٹی پہ لات مارنی پڑ رہی ہے۔"

"رشیا والوں سے کب جان چھڑائے گا؟"

"ڈونٹ!! میں اب تیری کوئی بکواس نہیں سُنے والا میں پہلے ہی بہت سے چیزیں چھوڑ چکا ہوں یہ مجھ سے چھوڑنے کو نہ کہی۔" وہ ہنوز مصروف انداز میں اس سے بولا۔

"جب تو نے وہاں جانا نہیں ہے تو پھر واسطہ رکھنے کا فائدہ ہے۔دفع کر تو بھاہی ٹھیک ہے۔ایک تو کاپو والے کام سے تو مجھے شروع سے ہی نفرت تھی۔"

"فائدہ ہے مجھے وہاں کے بچوں کے مستقبل کے بارے میں سوچنا ہے۔وہاں سے اس چیز کی بنیاد شروع کی تھی اب تم کہہ رہے ہو وہاں سے سارے تعلق واسطے ختم کر دوں۔اگر چاہتے ہو کہ میں زندہ رہوں۔میری بیوی اور بھانجی محفوظ رہے' میرا کام چلتا رہے تو مجھے تعلق ختم کرنے کو نہ کہو!"

وہ اپنی جگہ بھی ٹھیک تھا۔اصل طاقت تو اس روس کی وجہ سے ملی تھی۔ان سے جان چھڑائی تو سمجھو سارے کام خراب ۔اس نے لیپ ٹاپ گھما کر حنان کو دیا۔

"حداد کو کال کرو اور کہو کہ یہ کیس سولو کرے اور ہاں فوٹیج ہے تمھارے پاس؟" حنان لیپ ٹاپ دیکھ رہا تھا ایک دم حیرت سے سکندر کو دیکھتے ہوئے بولا۔

"کونسی فوٹیج؟"

"تمھیں پتا ہے میں کس فوٹیج کی بات کر رہا ہوں۔"

"کیا کرو گے اس فوٹیج کا تم نے تو کہا تھا وہ بس ریکارڈ کے لئے ہے۔" وہ جاننا چاہ رہا تھا کہ آخر اس کے پیچھے مقصد کیا تھا۔

"جو کہا ہے وہ کرو! مجھے سینڈ کرو۔تم تب تک اسے کال کرو رے ناشتہ بنا رہی ہے۔ٹیبل پہ آ جانا۔"

وہ کہتے ہوئے اپنی عینک اُتار کر اُٹھ پڑا۔حنان نے اسے دیکھا پھر انفارمیشن پڑھ کر اس نے حداد کو کال کی۔

....

"سوری وہ کسی سے میٹنگ تھی اس لئے دیر ہو گئی میری خیر بتاو پیپر کیسا ہوا؟"

ضرور شرینہ سے ملنے گئے ہوگے۔(شرینہ باجی سے اب شرینہ ہو گئی تھی)

"ٹھیک تھا۔" اس نے بیزاری سے کہتے ہوئے باہر کے نظارے میں گُم ہو گئی۔

"ڈونٹ ٹیل می میری اتنی محنت کروانے پہ تم نے پیپر بس ٹھیک کیا ہے۔"

"اب جیسا پیپر تھا اس میں تو دعا کریں کہ میں بس پاس ہو جاوں اللہ میرے اتنا مشکل تھا کہ کچھ لمحے تو میں بس پیپر کو ایسے گھورنے لگی دل کیا پھاڑ کر ان سی آئی والوں کے منہ پہ مار دوں۔مجھے سمجھ نہیں آتی اتنی محنت اور پریکٹس کا کیا فائدہ تھا۔ جب پیپر ہی اپنی مرضی کا آنا تھا۔" وہ تھوڑی دیر چُپ رہی پھر پتا نہیں اچانک کیا ہوا کہ شروع ہو گئی۔بختاور تھی چُپ کیسے رہتی۔حداد نے اسے دیکھا پھر تاسف سے سر ہلاتے ہوئے بولا۔

"یعنی کے میں نے اپنے بارہ گھنٹے برباد کیے۔"

اس کے برباد کہنے پہ بختاور کو مزید غصہ چڑھا۔ شرینہ سے ملنے کے لئے تو ایک ایک منٹ کے لئے تڑپے گے۔ ظاہر ہے میرے ساتھ بیتے بارہ گھنٹے ان فضول ہی لگے گے۔ وہ اس کے بعد کچھ نہیں بولی۔ اسے دُکھ ہوا حداد نے آخر ایسا کیوں کہا۔ غصے میں وہ میوزک کا والیوم اونچا کر چکی تھی۔ "بے خیالی" گانا پوری گاڑی میں گونجنے لگا۔ حداد نے سٹیرنگ سے والیوم کم کیا اُدھر بختاور نے مزید اونچا کر دیا۔

"دماغ میں کمیکیل تو نہیں ڈال کر آئی۔ ہوا کیا ہے؟"

اب وہ غصے سے بولا۔

"خود ہی میرے سر پہ کیمکل ڈال کر مجھ سے پوچھتے ہیں ہوا کیا ہے؟"

وہ اس کے انداز میں بولتی صحیح سپویلٹ براٹ دکھائی دے رہی تھی۔

حداد اس کچھ کہنے ہی والا تھا کہ اس کے فون پہ میسج بز ہوا۔ اس نے فون نکال کر دیکھا تو میسج پڑھ کر اس نے فوراً بریک پہ پاوں رکھ کے گاڑی روکی۔

"اس لڑکی کو فوراً اُتارو ورنہ اس کی زندگی کے ساتھ ساتھ اپنی جان سے بھی ہاتھ دھو کر بیٹھو گے۔"

واٹ دا ہیل! اس نے بخت کو کہتے ہوئے سُنا۔

حداد تو بالکل فریز ہو کر رہ گیا۔ ایسی دھمکی تو اسے چودہ سال پیچھے لے گئی تھی۔ جب بخت کی جگہ مشی موجود تھی اور وہ خود کیپٹن حداد عظیم۔ اس وقت کی فلم ایک دم اس کی آنکھوں کے سامنے گزرنے لگی رمشا کا ڈرنا' اس کا پچ کے نکلنا' کریش ' دھوا' شور' مشی کا رونا پھر خاموشی' پھر اندھیرا۔

"حداد!!! ڈاکرڈ ڈاکرڈ کیا ہوا؟"

حداد ایک دم ہوش میں آیا بختاور پریشانی سے دیکھتی تیزی سے بولی۔

"آپ کی طبیعت توٹھیک ہے آئیم سوری مجھے میوزک تیز نہیں کرنا چاہیے تھااور آپ سے لڑنا نہیں چاہیے تھا آپ ٹھیک تو ہیں نا۔"

وہ حداد کے سفید چہرے کو دیکھ کر پتا نہیں کیوں جیسے ڈر گئی تھی۔ حداد نے سٹیرنگ کو دیکھا ایک دم سے ایک بار پھر وہ منظر گھوما۔اس نے وحشت سے سٹیرنگ سے نگاہیں پھیری اور لمبی لمبی سانسیں لی۔ بختاور نے اپنے بیگ سے بوٹل نکال کر حداد کو دینا چاہی مگر حداد نے بوٹل کو پرے ہٹایا۔

"حداد!!"

اس نے پھر بیک مرر میں دیکھا ایک سلور سوک اس کے پیچھے آئی تھی۔اسے رُکتے ہوئے دیکھ کر وہ خود بھی رُک چکی تھی۔ایسے منظر بڑے جانے پہچانے سے تھے اور وہ جانتا تھا یہ اسے میسج کرنے والا تھا۔اس کا مقصد کیا تھا وہ سمجھ گیا اس نے بنا سوچے سمجھے گاڑی سٹارٹ کی اور زن سے بھگائی۔اس نے دیکھا اس کی توقع کے عین مطابق سلور سوک اس کا پیچھا کر رہی تھی۔

"ماموں!! "

"امی"

"بابا۔۔۔"

رمشا کی ڈری سہمی آوازیں اسے ہانٹ کر رہی تھی اور اس وقت تو اسے مزید مشکل میں ڈال رہی تھی مگر وہ اس بار یہ غلطی نہیں کرے گا۔وہ بخت کی زندگی خراب نہیں کرے گا۔وہ تاریک کو پھر سے نہیں دُہرائے گا۔

"ڈاکٹر کیا ہوا؟آپ گاڑی اتنی تیز کیوں چلا رہے ہیں۔"

اس نے تو ڈر کے ہینڈل پہ ہاتھ رکھ دیا تھا۔سیٹ بیلٹ پہنے کے باوجود وہ حداد کی ریش ڈرائیونگ سے خود کو خطرے میں محسوس کر رہی تھی۔حداد ہوش وحواس میں نہیں لگ رہا تھا۔

"اپنا سر نیچے کر لو بخت !! کوئی ہمارا پیچھا کر رہا ہے۔"

"کیا؟"

اس نے نا سمجھی سے سائڈ مرر میں دیکھنا چاہا مگر سائڈ مرر ٹوٹ چکا تھا۔اس نے منہ پہ ہاتھ رکھا۔ماما کے دشمن اس تک پہنچ چکے تھے۔اسے تو یہی لگ رہا تھا۔

••

"درینہ زرا رمشا کو اپنے ساتھ کمرے میں لے کر جانا۔"

حنان ڈائننگ ٹیبل پہ آیا تھا تو بڑی ہی سنجیدگی سے درینہ اور رمشا کو یہاں سے اُٹھنے کو کہا تھا۔سکندر جو ناشتہ شروع کر چکا تھا ایک دم چونک کر گردن موڑ کر اسے دیکھا۔اس نے حنان کی نظروں کو دیکھا وہ سمجھ گیا۔

پتا چل گیا الو کے پٹھے کو۔

"کیوں حنان سب ٹھیک ہے؟"

"جو کہا ہے وہ کرو!!!"

اب اس نے اونچی آواز میں کہا۔رمشا اور درینہ ایک دم اچھل پڑی۔

"آواز اپنی نیچے رکھو حنان بیوی ہے تمھاری غلام نہیں!" سکندر اس سے زیادہ سخت لہجے میں بولا۔

"داود!! کیا بات ہے حنان بھائی؟ کوئی بُری خبر تو نہیں ہے۔"

"رمشا پلیز آپ اور درینہ زرا اوپر جا سکتی ہیں۔"

"وہ اوپر نہیں جائے گی تم نے جو بکنا ہے بعد میں بک دینا چُپ چاپ آو اور ناشتہ کرو۔" سکندر نے اتنی سی بات کہی اور حنان نے اس کے بازو پکڑ کر اسے زور سے کھینچ کر اسے اُٹھایا اور اس کے منہ پہ مکا مارا۔

رمشا اور عینہ کی چیخ نکلتے نکلتے رہ گئی۔

"ناشتہ تو میں تجھے کرواوں گا بیٹا تو تھا وہ تو ہی تھا جس نے فاروق کو کیڈنیپ کیا تھا وہ بھی ہمر (حداد) کے ہاتھوں!!!!
کیوں شیرو کیوں؟"

اس نے سکندر کے ناک پہ ایک بار پھر مکا مارا۔ سکندر زرا سا پیچھے ہوا۔

"حنان!!! "

درینہ تو باقائدہ چیخ کر اس کے پیچھے آئی۔ سکندر نے کوئی رد عمل نہیں دکھایا۔ بس ناک پہ ہاتھ رکھتے ہوے وہ ہنسا!!!! وہ ہنسا۔ حنان کو اس کے ہنسنے پہ مزید تیش آیا۔ درینہ نے حنان کا بازو پکڑ کر روکا تو حنان نے بازو کو ہلکہ سا جھٹکا دیکھ کر مڑ کر اسے غصے بھری نگاہوں سے دیکھ کر کہا۔

"تم دور ہو جاو مجھ سے اس وقت ورنہ اس کا غصہ تم پر اُتر جائے گا۔"

"ہاں تو سمجھتا کیا ہے اپنے آپ کو بھا' بڑا تو بھا ابھی تجھے شوٹ کر کے کچڑے میں پھینک دوں گا تو تیری ساری اوقات منٹوں میں ختم ہو جائے گی۔" رمشا کو سمجھ نہیں آئی حنان کو کیسے روکے لیکن سکندر کوئی رد عمل نہیں دکھا رہا تھا مطلب وہ چارہا تھا کہ حنان اپنا غصہ نکالے۔

"عینہ چلتے ہیں حنان بھائی سکندر سے ناراض ہیں۔ وہ دونوں اپنا مسئلہ ہینڈل کر لیں گے۔ سکندر نے کام بھی تو ایسا کیا ہے۔"
اس نے سکندر کو تیز نظروں سے دیکھا۔ سکندر ایک بار پھر ہنسا۔

"میں اپنی مرضی کا مالک ہوں حنان!! میں سکندر بھا ہوں۔ میں بادشاہ ہوں۔ میں فاروق کو کیڈنیپ کروں یا اس کو مار ڈالوں یہ تمھارا بزنس نہیں ہے۔"

"تیری میں۔۔"

اس نے دھاڑتے ہوئے سکندر پہ حملہ کیا۔اب سکندر بھی پیچھے نہیں رہا۔دو دوست بھیڑیوں کی طرح لڑنے لگے۔اب تو رمشا بھی پریشان ہوگئی بھاگ کر وہ جاوید کو بلانے گئی۔درینہ کا تو سر چکرا گیا۔بیچاری کو سمجھ نہیں دونوں جگری دوست اس طرح وحشی جانور کی طرح کیوں لڑ رہے تھے۔اسے کیا پتا تھا ان دونوں کا روز کا تھا۔

حنان سکندر کو دیوار کے ساتھ لگاتے ہوئے بولا۔

"کمینے اگر تیری وجہ سے ہمر کو کچھ ہوا تو تیرے لاش کے اتنے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کروں گا پھر چیل کوے کو کھلا کر تیرا نام و نشان مٹا دوں گا۔"

اسی پل سکندر نے گھٹنا اُٹھا کر اس کے پیٹ پہ مارا۔حنان سی کرتا ہوا پیچھے ہوا۔

"ہمر تیرا ماما لگتا ہے!!! اور کہا نا میری مرضی وہ میرے لئے کام کرتا ہے۔میں جو چاہے اسے حکم دوں تمھارا بزنس نہیں ہے۔"

وہ اب بھاکی آواز میں دھاڑا۔

کاپو والا روپ وہ رشیا میں چھوڑ کر آجاتا تھا۔وہ ایسا ہی تھا۔جیسا دیس ویسا بیس۔

"ہاں وہ میرا ماما لگتا ہے!! اور وہ تیرے لئے کام نہیں کرتا تو اس نے بلیک میل کیا تھا!!!! وہ مجبور ہے تمھارے لئے کام کرنے پر اور ایک دفعہ اسے پتا لگ گیا کہ تو اسے استعمال کر رہا ہے وہ تیری جان لے لے گا۔"

سکندر نے حنان کی گردن پکڑی اور دیوار کے ساتھ لگائی۔

"بھا ہوں میں سکندر بھا!!! جب تک میں نہ چاہوں کوئی میرے پہ ایک انگلی بھی نہیں رکھ سکتا سُنا تم نے ایک انگلی بھی نہیں! اس لئے اب قابو میں آجا ورنہ میرا قابو کرنے کا سٹائل تیرے سے ہضم نہیں ہو پائے گا۔" حنان ہنسا۔اس کی ہنسی عجیب تھی۔

"تجھے پتا تیری سب سے بڑی کمزوری اس کے پاس ہے اور تو اتنے دعوے سے کہہ رہا ہے وہ تیرا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ آنکھیں کھولو شیرِ داود اور فینٹسی سے نکلو۔۔۔"

اب سکندر کی بولتی بند ہو گئی۔

اس کی کمزوری بخت !!

****

"حداد آپ پلیز گاڑی مت روکیے گا یہ میرے دشمن ہے۔ میں جانتی ہوں یہ میرے ماما کو ٹارچر کرنے کے لئے مجھے پہ حملہ کر رہے ہیں"

بخت کہ تیزی سے کہنے پر حداد نے کچھ نہیں سُنا۔ اس نے ایک ہاتھ سے سٹیرنگ پکڑے رکھا جبکہ دوسرے ہاتھ سے اس نے ڈیش بورڈ کھول کر رومال کے اندر چھپی اپنی گن نکالی۔ اس کے ہاتھوں میں موجود گن دیکھ کر بختاور کا سانس اوپر کا اوپر اور نیچے کا نیچے رہ گیا۔

"تم اپنا سر بالکل مت اُٹھانا میں تو کہتا اور جھک جاو۔"

"اور آپ اگر انھوں نے آپ پر شوٹ کیا۔" وہ زرا سی گردن گھما کر اسے دیکھنے لگی۔

"تمھاری جان کے آگے میری زندگی اتنی اہم نہیں ہے بخت!!!۔" بختاور تو وہی ساکت ہو گئی۔

حداد کہتے ہوئے کھڑکی کھول چکا تھا۔ ہاتھ باہر کر کے اس نے دیکھا وہ گاڑی اب اس کے بالکل قریب آ رہی تھی۔ وہ اس گاڑی کی ٹائیر پہ شوٹ کرنا چارہا تھا مگر وہ گاڑی والا اس بھی زیادہ چالاک تھا اس نے سائڈ پہ کر کے حداد کی گاڑی کی ڈگی پہ شوٹ کیا۔

بختاور کے حلق میں آنسو پھنس کے رہ گئے۔

یا اللہ حداد کو کچھ مت ہوئے میرے ماما اور میری وجہ سے تو بالکل بھی نہیں۔

وہ اس وقت نیو سوسائٹی کے ایریا میں تھا۔اس جگہ سے گزر کر وہ اپنے علاقے کی طرف آتے تھے اور وہ لوگ اس کا شروع سے ہی پیچھا کر رہا تھا۔حملہ بھی انھوں نے بڑا سوچ کے کیا تھا۔

"ڈیم اِٹ!! "

حداد کی آنکھوں میں ایک بار پھر پرانے منزل لہرائے۔

اُف زندگی ایک انڈین سیریل ہی بن گئی تھی۔

کچھ سوچ کر اس نے گاڑی کو آہستہ کیا۔

وہ اس چیز کے لئے تیار نہیں تھے وہ ایک دم حداد سے زرا آگے نکل آئے۔

Checkmate

حداد مسکرا کر کہتے ہوئے اپنا بازو باہر نکال چکا تھا اور اس نے گولی دونوں پیچھے ٹائیر پہ ماری اور گاڑی کو ریورس موڑ دے کر گاڑی زن سے بھگائی۔

وہ گاڑی کی نمبر پلیٹ یاد کر چکا تھا وہ جو کوئی بھی تھے ان کو تو بعد میں ہینڈل کر لے گا۔ابھی اس کے ساتھ بختاور موجود تھی وہ اس کی زندگی کے لئے کوئی رسک نہیں لے سکتا تھا۔آج بختاور کی زندگی نے اس کے ماضی کے بھوت کو اُکھاڑ کے باہر پھینکا تھا۔وہ ایک لمحے بھی نہیں ڈگمگایا۔وہ پرانا حداد عظیم نہیں رہا تھا۔

گاڑی اپنے ٹاون کی طرف لا کر اس نے ایک شاپ کے سامنے گاڑی روکی۔بختاور سانس روکے ابھی تک نیچے جھکی تھی۔ حداد کو ایسے جھکا' ڈرا' سہا دیکھ کر دکھ ہوا۔وہ لوگ اب اس طرف نہیں آئے گے۔

"بختاور سیدھی ہو جاو۔اب ہم خطرے سے باہر ہیں۔"

"بختاور!!"

اس نے ناچاہتے ہوے بختاور کے کندھے پہ ہاتھ رکھ کر اسے جھنجھوڑا۔بختاور ایک دم اُٹھی اور بنا سوچ سمجھے اس کے بازو پہ سر رکھ کر رونا شروع ہو گئی۔

"حداد پلیز مجھے یہاں سے لے جائے !! میں اس خطرے سے بھری زندگی میں نہیں رہنا چاہتی۔پلیز حداد میرے ماما کو کہے انھیں سمجھائیں کہ یہ ملک چھوڑ دیں۔یہ ملک ہم سب کے لئے کسی خطرے سے خالی نہیں ہے۔وہ ہم سب کو تو بھیج دیں گے لیکن خود یہ ملک نہیں چھوڑے گے۔حداد پتا نہیں کیوں وہ ساری بات مان جاتے ہیں یہ بات کیوں نہیں مانتے اب دیکھیں نا آپ کی بھی جان خطرے میں ڈال دی 'اگر آپ کو زرا سا بھی کچھ ہو جاتا تو میں ماما کو کبھی معاف نہ کرتی۔آپ پلیز انھیں سمجھائیں۔یہ آپی کی زندگی کا سوال ہے"

وہ ہوش میں نہیں تھی۔جب وہ ڈر جاتی تھی تو ایسے ہی رد عمل دکھاتی تھی۔

حداد اس کے آنسو اپنے انگلیوں کے پوروں سے صاف کرنا چاہتا تھا مگر وہی بات وہ یہ کام نہیں کر سکتا تھا۔اس نے بختاور کو سیدھا کیا اور ٹیشو باکس اُٹھا کر اس میں سے ٹیشو نکالے اور اس سے اس کے آنسو صاف کیے۔

"رو کر تم میرا اور اپنا ہی وقت برباد کرو گی لڑکی۔جب کسی انسان پہ مشکل وقت آتا ہے نا بخت تو وہ مشکل وقت آپ کے رونے' چلانے' اور پیر رگڑنے سے بالکل نہیں جائے گا وہ اپنے وقت پر جائے گا اور آپ کا پیچھا؟ سوال ہی نہیں پیدا ہوتا کہ وہ آپ کا پیچھا چھوڑے۔آپ چاہے چاند پر بھی چلے جاو بُرا وقت کسی اکٹوپس کی طرح آپ کو اپنی جھکڑ میں لے لیتا ہے اور اپنا اثر چھوڑ کر ہی وہ آپ کی جان چھوڑتا ہے۔"

"مگر مگر روزانہ کے ہارٹ اٹیک سے بھی تو بچا جا سکتا ہے۔آئے دن کوئی نئی مصیبت آ ٹپکتی ہے۔انسان ایک گھڑی بھی سکون سے نہیں بیٹھ سکتا۔"

"اسی کا نام زندگی ہے بختاور عالم اور مصیبتیں بھی ان پر آتی ہیں جو اس کو سہنے کے اور ڈٹ کر مقابلہ کرنے کے اس قابل ہوں۔"

حداد خود بھی اپنے لفظوں پہ حیران ہوے بغیر نہ رہ سکا تھا۔

"اب منہ صاف کرو میں تمھیں اندر سٹور لے کر جارہا ہوں۔لوگ اسی بعد پہ شور نہ ڈالنے لگ جائے کہ میں ملنگ بابے نے ایک چھوٹی سے بچی کو اغوا کر لیا ہے۔میں تو مفت میں نیکی کر کے مارا جاوں گا۔"

بختاور ایک دم ہنس پڑی۔بختاور کی ہنسی پہ حداد بھی مسکرا پڑا۔

"اور ہاں جو کچھ ڈالنا ہوا ڈال لینا میں نہیں روکوں گا اور پلیز کوئی الٹی حرکتیں مت کرنا۔"

"وہ سب تو ٹھیک ہے مگر یہ جو گاڑی پہ گولیاں لگی ہیں اس کا کیا کریں گے۔"

"تم سے گاڑی بعد میں ٹھیک کرواوں گا۔اب اُترو فوراً سے۔"

وہ اُتر چکا تھا اور بخت نے گہرا سانس لیتے ہوئے گاڑی کا دروازہ کھولا۔

※※※※※※※※※※※※※※※※※※※※※※※※※※

"یار اس نے مجھ پہ حملہ کیا تھا۔میں کیسے سکون سے بیٹھ جاتا۔دیکھا تھا کہ وہ کیسے میرے سے بدتمیزی کر رہا تھا۔"

رمشا نے اسے دیکھا پھر دوبارہ کچن سمیٹنے میں مصروف ہو گئی۔سکندر اس کی خاموشی سے چڑ کھا رہا تھا۔ایک تو ہر بات پہ یہ لڑکی اس سے ناراض ہو جاتی ہے۔پتا نہیں آخر اس کا مسئلہ کیا ہے۔

"فاروق کو میں نے اس لئے کیڈنیپ کیا رے کیونکہ وہ میرے خلاف سازشیں کر رہا تھا۔اس کو سبق سکھانا تھا بس میں نے کچھ بھی اس کے ساتھ نہیں کیا۔"

"آپ انھیں ٹارچر کرنے سے زیادہ دوسرے کو ٹارچر کرتے ہیں سکندر!!! مجھے اور فاروق کو بیشک کچھ نہیں کہہ رہے ہوگے مگر ان کا کیا جو ان کے پیچھے تڑپ تڑپ کر مر رہے ہوتے ہیں۔عنیقہ نے آپ پر بھروسہ کر کے کہا کہ اس کے بھائی کو ڈھونڈے وہ رو رہی تھی سکندر!آپ کو اس کے رونے پہ بھی ذرا سا ترس نہیں آیا۔آپ کو دوسرا کا سکون برباد کر کے آخر کیوں سکون ملتا ہے!"

وہ دل کی کچھ زیادہ اچھی تھی۔آج اس کا اچھا ہونا سکندر کو بیحد بُرا لگ رہا تھا۔

"واو! میری زندگی برباد کرنے کی لوگوں کو اجازت ہے!!! میری بیوی کو بلیک میل کرنے کی' اسے ٹارچر کرنے کی اور اسے مارنے کی لوگوں کو اجازت ہے۔اگر میں وہی سبق انھیں سکھاؤں تو میں ظالم ہو گیا۔ٹھیک ہے میں ظالم ہی ہوں ۔اگر اپنی فیملی کی حفاظت کرنا ظلم کے زمرے میں آتا ہے تو میں ظالم ہی خوشی خوشی مروں گا۔"

الٹے دماغ کا آدمی الٹی باتیں کرے گا۔

"ٹھیک ہے بنے رہے ظالم! اپنی مرضی کے مالک جو ٹھہرے۔"

"یہ آپ دونوں پھر سے لڑنے شروع ہو گئے۔اب کیا کیا ہے ماما آپ نے۔"

بخت کی آواز سُن کر وہ مڑے پھر بختاور کو دیکھ کر نہ صرف سکندر اس کی طرف بھاگا بلکہ رمشا بھی بچوں جیسی خوشی لیے بخت کی طرف بڑھی۔ جیسے وہ ان دونوں کی بیٹی ہو۔وہ دونوں کے لئے کسی بیٹی سے کم تھوڑی تھی۔

بختاور اس حملے کے لئے تیار نہیں تھی۔ایک طرف سکندر نے اسے اپنے ساتھ لگایا دوسری طرف رمشا نے اور دونوں نے ہی اسے زور سے بھینچا۔دونوں تو جیسے اپنی لڑائی بھول ہی گئے تھے۔

"تھینک گاڈ میری ریفری آئی ہے۔اب سبق سکھائی گی اپنے ماما کو۔"

رمشا بخت کے سر پہ پیار کرتی بولی۔ سکندر نے اسے گھورا اور بختاور کو اپنی طرف کھینچا۔

"جی نہیں میری بیٹی آئی ہے! وہ اپنی ماں کو کچھ نہیں کہے گی کیوں بچے؟"

"مجھے لگا یہاں میں ٹرا مپل ہو گی مگر یہاں تو آپی ہو رہی ہیں معاملہ کیا ہے؟"

بختاور شرارت سے رمشا کو دیکھتے ہوئے پوچھ بیٹھی۔

"کچھ لوگوں نے مجھے ظالم کہا بخت۔پیار کی تو کوئی قدر ہی نہیں ہے۔" سکندر نے ٹھنڈی آہ بھرتے ہوئے بیچارگی سے کہا ۔

"اور کچھ لوگ ظالم کہلانے کے اس قابل ہیں۔"

رمشا کمر پہ ہاتھ رکھے اب سکندر کو گھورتے ہوے بولی۔

"تمھیں چھوڑا کس نے۔"

سکندر بات بدلتے ہوے بخت سے پوچھنے لگا۔

"سُپر ہیرو جیسن مومو انے۔"

"ہیں!!!"

سکندر کی آواز اونچی ہوگئی۔ کون سپُر ہیرو؟

"توبہ ہے ماما آپ کی شکل ایسے ہوگئی جیسے مجھے کسی بھوت نے چھوڑا ہو۔ آپی کے ماموں نے چھوڑا ہے۔"

رمشا کا منہ کھلا کا کھلا رہ گیا۔

"ہانی ماموں وہ آئے تھے یہاں؟ انھوں نے تمھیں چھوڑا۔"

"ہاں میں نے ان سے کہا۔ آپ لوگوں کے ساتھ دن سپینڈ کرنا تھا نا میں نے پیپر دے کر آگئی۔"

"تو ماموں کو اندر۔۔۔۔۔۔۔"

پھر وہ چُپ کر گئی۔ وہ جانتی تھی کہ ماموں نہیں آسکتے وہ تو جانتے بھی نہیں ہیں کہ وہ یہاں ہیں۔ دکھ سے رمشا کا دل بوجھل ہو گیا۔ اس کو اُداس دیکھ کر سکندر کے دل کو کچھ ہوا۔ وہ کچھ کہنے ہی والا تھا کہ رمشا بولی۔

"چلو اچھا کیا۔ آو درینہ اور حنان بھائی اوپر کمرے میں ہے اور دیکھنا تمھارے ماموں نے حنان بھائی کا کیا حال کیا ہے۔"

وہ بخت کو لے کر چل پڑی۔ سکندر ان دونوں کو جاتے ہوے دیکھنے لگا۔۔ پھر وہ کُرسی پہ بیٹھ کر سگریٹ کا پیکٹ نکال کر سوچ میں پڑ گیا پھر ایک دم الرٹ ہو گیا۔

"تمھاری کمزوری ان کے ہاتھوں میں ہے اور تم ان کے ساتھ گیم کھیل رہے ہو۔"

"حداد بھائی بختاور کو چھوڑتے ہیں۔"

"حداد بھائی بخت کیساتھ ہیں۔"

"حداد بھائی بخت کا خیال رکھ لیں گے شیر و۔"

"بختاور کی طرف سے کوئی بُری خبر نہیں آئی جب سے وہ حداد بھائی کی انڈر پروٹیکشن آئی ہے۔"

"حداد بھائی آج کل بختاور کو اگزامز کی تیاری کروا رہے ہیں۔"

"اُف یہ حداد بھائی اور بختاور بچوں کی طرح لڑتے ہیں۔ بالکل ٹام اینڈ جیری ہیں۔"

"سپُر ہیرو جیسن موموا نے مجھے چھوڑا!!!!"

"شٹ!!!!! "

سکندر نے ٹیبل کو ٹھوکر ماری۔ یہ کیا کر دیا اس نے۔ کہیں بختاور کو حداد سے محبت تو نہیں ہو گئی۔ نہیں ماضی کو وہ ایک بار پھر سے نہیں دُہرائے گا۔ وہ بخت کو صوفی نہیں بنے دے گا۔

What the hell I have done !!

سکندر خود سے بڑبڑایا۔

"ِداود مجھے عامر بھا سے شادی کرنی ہے۔۔"

اور اب اسے پتا تھا آگے جا کر کیا ہو گا۔

"ماما مجھے حداد عظیم سے شادی کرنی ہے۔"

سکندر اندر کمرے میں آیا۔ سب جو اپنی باتوں میں لگے ہوے تھے 'اس کو دیکھ کر چُپ ہو گئے۔ پھر بختاور حنان اور درینہ کے ساتھ پھر سے شروع ہو گئی۔ وہ شاہد اپنے پیپر کا واقعہ بتا رہی تھی۔ حنان نے اسے ایک نظر غصے سے دیکھنا چاہا تھا لیکن

شیر و کے تاثرات کو دیکھ کر وہ چونک گیا۔ شیر و کے تاثرات ایسے تب ہوتے تھے جب وہ صوفی کو سوچتا تھا یا پینک اٹیک سے پہلے اس کا حال ہوتا تھا۔ کہی یہ پھر سے تو نہیں اپ سیٹ ہو گیا۔ گلا کنکھار کر اس نے آگے بڑھتے ہوئے سکندر کو اور بخت کے ساتھ بیٹھی رمشا کو اپنی طرف متوجہ کیا۔

"رمشا آپ سکندر کو زرا اوپر پول ایریا میں لے جائے گی اور روف کا شیڈ ہٹوا دیجیے گا۔"

سکندر نے ماتھے پہ بل لئے اسے دیکھا پھر رمشا کو جو سر ہلاتے ہوئے بنا سوچے سمجھے اُٹھ پڑی۔ وہ سمجھی حنان بھائی ابھی سکندر سے بات نہیں کرنا چاہتے۔ سکندر نے مارا بھی تو بہت زور سے تھا۔ سکندر کے چہرے پہ تو لوگوں کے مارنے کے بہت سے نیشان ہی بن چکے تھے۔ پہلے سسر نے بہت زور سے مارا تھا۔ اس کے بعد حنان نے۔ اب پتا نہیں کس کی باری تھی۔

"سکندر اوپر چلیں آپ سے بات کرنی ہے میں نے۔"

رمشا نے اس کے بازو پہ ہاتھ رکھتے ہوئے آہستگی سے کہا۔ سکندر نے بخت کو دیکھا جو کن آنکھیوں سے ان دونوں کو ہی دیکھ رہی تھی۔ اس کے چہرے پہ مسکراہٹ تھی۔ وہ بخت کی چمکتی ہوئی آنکھوں میں کسی اور کا عکس اچھی طرح محسوس کر رہا تھا۔ وہ بخت کی ماں ہی تو تھا۔ وہ ماں جو دیتی تھی سونے کا نوالہ اور رکھتی تھی شیر کی نظر۔

"ہاں مجھے بھی تم سے بات کرنی ہے۔" سکندر بخت کو دیکھتے ہوئے مڑ کر چل پڑا۔

"آپ کو سکندر بھائی کو ایسے بھیجنا نہیں چاہیے تھا۔"

درینہ کی بات پہ حنان نے بے پروائی سے سر جھٹکا۔ مطلب صاف تھا اسے کوئی فرق نہیں پڑتا۔

رمشا اس کے پیچھے آئی تھی۔ وہ خاموشی سے چُپ چاپ کر کے اوپر کی طرف بڑھا۔ رمشا نے بھی اسے سُنانا بہتر نہیں سمجھا۔ اس کے موڈ سے وہ سمجھ گئی تھی کہ وہ اسے بھی نہیں بخشے گا۔ اتنا تو وہ جان لیتی تھی سکندر کو۔ سکندر پول ایریا کا ڈور سلائڈ کر کے داخل ہوا رمشا نے اس دروازے کو بند کیا۔ اس نے مڑ کر دیکھا سکندر بے چینی سے ٹہل رہا تھا پھر پتا نہیں اسے کیا سوجا۔ جوتے' جرابے اُتار کر 'اس نے فون اور گھڑی سامنے جا کر ٹیبل پہ رکھی۔ پھر بنا سوچے سمجھے پول میں چھالانگ

لگائی۔ رمشا ایک دم گہرا سانس لینے پہ مجبور ہو گئی۔ اس کا ٹھنڈا ہونا ضروری تھا۔ ٹھیک ہی کیا۔ چلتے ہوئے خاموشی سے وہ سامنے پول چیر پہ ہی بیٹھ گئی اور سکندر کو تیراکی کرتا ہوا دیکھنے لگی۔

"آپ کو نہیں لگتا کہ بخت اس دفعہ کچھ بدلی بدلی سے لگ رہی ہے۔"

سکندر نے رُک کر مڑتے ہوئے اسے دیکھا۔ وہ اسے ہی دیکھ رہی تھی۔

"مجھے تو ویسی کی ویسی لگی تمھیں کیا مختلف لگا؟" وہ اس سے پوچھتے ہوئے تیر کر اس کے سامنے آیا۔

"پتا نہیں لیکن کچھ انھوکا مجھے محسوس ہوا۔۔۔ حالانکہ ایسی کوئی بات نہیں تھی جس سے میں چوکس ہو جاتی مگر دل بار بار کہہ رہا ہے کہ بخت تھوڑی سی بدلی ہوئی لگی۔"

سکندر نے اپنے گیلے بالوں کو پیچھے کرتے ہوئے پول کے کونے پہ بازو رکھتے ہوئے اسے دیکھ کر کہا۔

"تو تمھیں یہ بدلاؤ اچھی نیشانی کی علامت لگتا ہے یا بُری کی؟" اس کے اندر کا موجود باپ اور ماں دونوں جاننا چاہ رہے تھے کہ یہ علامت اچھی ہے یہ بُری۔

اب رمشا ایک دم چونک اُٹھی۔

"اس میں اچھا بُرا کہاں سے آگیا سکندر؟ آپ کو کوئی پریشانی ہے؟"

وہ ظاہر کرنا چاہتا تھا کہ وہ پریشان ہے۔ وہ اپنی بخت کے لئے پریشان ہے مگر وہ بھا تھا۔ سکندر رہا۔ وہ اپنی کمزوری ظاہر نہیں کر سکتا تھا۔ اس وقت رمشا کے سامنے بھی نہیں۔ کیونکہ رمشا کا اس میں بہت بڑا کنیکشن تھا وہ آگے جا کر اس کی کمزوری کا استعمال بھی کر سکتی تھی۔ وہ جانتا تھا کہ آگے کیا ہونے والا تھا۔

"پریشان نہیں ہوں تجسس کے مارے پوچھ رہا ہوں۔ خیر یہی کہنا تھا تم نے؟"

اس نے تیراکی جاری رکھتے ہوئے اس سے کہا۔

"فاروق کو کب چھوڑے گے؟"

سکندر اس کی بات پہ رُکا نہیں۔بس تیز لہجے میں بولا۔

"بہت شوق ہے اپنے شوہر کو اندر کرنے کا تو ویسے ہی جمالی کو کال کر کے اندر کروا دو۔۔کہ میں نے تمھیں بھی اغوا کیا تھا ۔"

رمشا نے ہاتھوں کی مٹھی لبوں پہ رکھتے ہوئے اسے دیکھا پھر اُٹھ کر شیڈ کا بٹن دبایا۔اوپر روف کا شیڈ آہستہ سے پیچھے ہونے لگا۔آج لاہور کا موسم بڑا زبردست تھا۔ٹھنڈی ٹھنڈی ہوائیں چل رہی تھیں۔دھوپ کا بھی کچھ دنوں کوئی امکان نہیں تھا۔

"سکندر میرے ماموں کو ایسے مت بلایا کریں۔یہ بھی تو سوچیں وہ عینہ کے ابو ہیں۔وہی عینہ جو آپ کی بہت عزت کرتی ہے۔آپ کو اپنا بھائی کہتی ہے۔"

"میں جمالی کی بہت عزت کرتا ہوں۔میں اسے اپنا سمجھتا ہوں تو اس لئے اسے ایسے پکارتا ہوں۔باقی تمھارے مرضی میرے اخلاق پہ شک کرتی رہو۔"

"آپ کچھ زیادہ grumpy نہیں ہوئے وے۔حنان بھائی نے کچھ غلط نہیں مارا تھا آپ کو۔انھیں آپ کی فکر ہے۔آپ اسی طرح کی حرکتیں کرتے رہیں گے تو ان کا آپ کو بچانا مشکل ہو جائے گا سکندر۔آپ نے ویسے ٹھیک نہیں کیا۔"

وہ نرمی سے اسے سمجھا رہی تھی۔ڈانٹ زور سے آج کے دن تو سکندر سمجھنے نہیں والا تھا۔سکندر اب نکلنے کے لئے سٹیپس کی طرف بڑھا۔رمشا نے اُٹھ کر سامنے بڑے سے شیلف سے بڑا سا ٹاول لائی اور اسے دیا۔جو خاموشی سے لے کر اپنا سر رگڑنے لگا۔

"بڑی ہمدردی نہیں ہے تمھیں اس فاروق سے جو تمھیں دھمکی دیتا تھا۔تمھارے شوہر کو برباد کرنے کی بے شمار پلاننگ کر رہا تھا۔"

رمشا نے آنکھیں ایک لمحے کے لئے بند کیں۔

"آپ میری محبت پہ شک ہی کرتے رہیے گا۔میں فاروق کے لئے بالکل آپ سے نہیں لڑ رہی بلکہ آپ کے لئے آپ سے لڑ رہی ہوں سکندر۔دوسرا عنیقہ آپ کی بہن ہے۔اس نے آپ پر بھروسہ کر کے کہا کہ اس کے بھائی کو ڈھونڈ لائے۔اس کو جان کر کتنا دکھ ہو گا کہ جس سے مدد مانگی وہی فریبی نکلا۔آپ فاروق کو میرے لئے بخش دیں۔"

سکندر نے سر اُٹھا کر اوپر دیکھا پھر کچھ سوچتے ہوئے ہنس پڑا۔

"میں بار بار کیوں بھول جاتا ہوں میری بیوی کو مدر ٹریسا بنے کا بہت شوق ہے۔ٹھیک ہے چھوڑ دوں گا بس اس کی بولتی اور حرکتوں پہ زرا قابو کر لوں پھر چھوڑ دوں گا۔"

وہ سپاٹ چہرے لئے اپنے شوہر کو دیکھنے لگی جواب مسکرا رہا تھا۔

"آئی سویر رے چھوڑ دوں گا اسے۔اب ملازمہ کو یہاں بلاؤ۔میں زرا چینج کر کے آتا ہوں پھر میں کھانا منگواتا ہوں اوپر چھت پہ سب مل کر کھائیں گے۔موسم اچھا ہے اوکے۔۔۔"

رمشا نے سر ہلایا۔یہ نہیں سمجھے گا۔سکندر نے اس کے سر پہ پیار کیا اور چل پڑا۔

....

"تم ٹھیک تو ہو نا؟"

جمال عظیم کے کہنے پر حداد جو چائے کے کپ کو پکڑے اسے گھور رہا تھا ایک دم چونک پڑا۔جمال عظیم اب گھر آ چکے تھے اور پہلے سے کافی بہتر تھے۔مگر ابھی بھی بیڈ ریسٹ پر تھے۔حداد کی امی کا فون آیا تھا وہ چاہتی تھی وہ گھر آئے۔اس کی آپی آئی ہوئی تھی۔حداد کو خوشی ہوئی تھی کہ آپی بھی آئی ہیں مگر وہ رؤف صاحب کی وجہ سے نہیں آنا چاہتا تھا پر جب فون ہی رمشا کے ابو کا آیا تو وہ ہاں کہنے پہ مجبور ہو گیا۔وہ کافی بدلے ہوئے معلوم ہوئے تھے۔شائید انھوں نے حالات کو وقت پہ چھوڑ دیا تھا کہ وقت ہی سب سے بڑا مرہم ہے۔گھر آیا تو سب بڑے ہی خوشی اور پیار سے اسے ملے۔لگ ہی نہیں رہا تھا کہ وہ حداد سے ناراض ہیں۔حداد کو سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ قسمت اس پہ ایک دم سے کیسے مہربان ہو گئی تھی۔مہربان کہاں ہوئی تھی ابھی؟ رمشا کی جھلک آنکھوں کے سامنے لہراتی تو اس کا پرسکون دماغ تلخ ہو جاتا۔جمال عظیم اس وقت سو

رہے تھے۔اب جب وہ جانے والا تھا کہ وہ بعد میں ان سے مل آئے گا تو بھابی نے بتایا کہ وہ اُٹھ گئے ہیں اور اکیلے ملنے کا کہہ رہے ہیں۔وہ اب ان کے کمرے میں تھا۔چائے کا کپ پکڑے انھیں دیکھ رہا تھا۔جمال عظیم کی آنکھیں بڑی نرمی سے اسے دیکھ رہی تھیں۔

"مجھے کیا ہونا ہے بھیا۔ٹھیک تو ہوں۔سب سے بڑھ کر زندہ ہوں۔"

'زندہ ہوں' پہ اس نے خاصا زور دیا تھا۔جیسے اسے اپنے زندہ ہونے کی خوشی نہیں تھی۔زندگی میں آکر اس نے آخر کیا بھی کیا تھا۔

"اچھا کیا تم آئے۔تمھارے بارے میں ہی سوچ رہا تھا میں بلکہ کال بھی کرنے والا تھا پھر پتا نہیں جیسے ہمت نہیں ہوئی۔"وہ ایک لمحے کے لئے رُکے پھر بات جاری کی۔

"آتے رہا کرو۔امی بہت خوش ہوئی ہیں۔انھیں سب سے زیادہ تمھاری فکر تھی۔دو دن چھوڑ کر ان کو اپنی شکل دکھا دیا کرو۔"

وہ جانتے تھے اسے رُکنے کا کہے گے تو وہ نہیں رُکے گا۔اس لئے یہی کہنا مناسب سمجھا۔

"اب آپ مجھے شرمندہ کر رہے ہیں بھیا۔"

حداد نے ٹھنڈی چائے ساتھ ہی موجود ٹیبل پہ رکھی۔

"میں آپ لوگوں سے روزانہ ملنے آتا رہوں گا۔آپ کو ڈاکٹر کے پاس چیک اپ کروانے بھی لے کر جاوں گا۔گھر کے جو بھی کام ہے وہ آپ مجھ سے کہے۔یہ سب میرا فرض ہے' میری زمہ داری ہے۔آپ لوگ حکم کریں۔۔درخواست نہیں۔۔۔"

جمال عظیم زرا سا مسکرائے پھر دھیمی آواز میں بولے۔

"زندگی کے چودہ سال تمھیں احساس نہیں ہوا حداد اب اچانک سے تمھیں کیا ہو گیا؟"

یہ بات اسے بڑی زور سے لگی تھی۔ہاں وہ چودہ سال ایک بند کمرے میں ایک زندہ لاش بن کر زندگی گزار چکا تھا۔ان تین مہینے میں اس کیا ہوا تھا کہ اسے اب احساس ہونے لگا تھا۔وہ محسوس کرنے لگا تھا۔ محسوس کرنا زندہ ہونے کی علامت ہے ۔اور شائید اب زندگی کی طرف لوٹ رہا تھا۔وہ مسکرایا۔اس کی مسکراہٹ اُداسی سے بھری تھی۔

"کومے میں چلا گیا تھا نا بھیا بس اب جاگ گیا ہوں۔اب سب کچھ یاد آنے لگا ہے۔اب سب کچھ محسوس ہونے لگا ہے ۔خیال آنے لگا' شرمندگی ہونے لگی ہے۔تکلیف ہونے لگی ہے۔کچھ حد تک خوشی بھی کہہ سکتے ہیں۔"

خوشی کے نام سے نجانے وہ ہیر کیچ میں مقید موٹی آنکھوں والی چڑیل کیوں نظروں کے سامنے لہرائی تھی۔اس کی کالی آنکھ سفید آنکھ سے زیادہ چمک رہی تھی۔جمال عظیم اپنے چھوٹے بھائی کو دیکھ کر مسکرائے۔

"مجھے حنان پہ فخر ہے۔جو کام ہم نہ کر سکے۔اس نے کر کے دکھایا۔خوش رہو!! اب یہاں رہو گے یا ابھی بھی ناراض ہو ہم سے۔۔"

حداد نے چونک کر ان کی بات سُنی پھر گہرا سانس لیتے ہوئے اپنی لمبی' گھنی داڑھی پہ ہاتھ پھیرا۔

"ابھی نہیں بھیا۔۔ابھی بہت سے کام کرنے ہیں اور آپ سے کہا تھا جب تک رمشا کو واپس نہ لے آوں اس گھر میں قدم نہیں رکھوں گا۔"

جمال عظیم بالکل چُپ ہو کر رہ گئے۔

"اب بھول جاو اسے حداد۔اسے اللہ کے حوالے کر دو۔اور واپس آجاو۔"

حداد نے انھیں دیکھا پھر ٹانگ اپنی دوسرے گھٹنے پہ رکھتے ہوئے سرد لہجے میں کہا۔

"آپ بھول سکتے ہیں بھیا مگر میں مشی کو نہیں بھول سکتا۔وہ میری بھانجی ہے۔وہ مجھے ابھی بھی اتنی عزیز ہے جتنی کہ چودہ سال پہلے تھی۔مجھے آپ سے اس بات کی اُمید نہیں تھی۔"

وہ ذرا زیادہ سخت ہو گیا تھا مگر اسے جمال عظیم کی بات اچھی نہیں لگی تھی۔ جتنی ان کی مضبوط شخصیت تھی بات اتنی ہی بے بسی والی کی تھی۔

"حداد جو تین مہینے میں نہ مل سکی وہ اب کہاں ملے گی۔"

"مل جاتے ہیں بھیا اگر لگن سچی اور ارادے مضبوط ہو تو۔۔۔ خیر آپ آرام کریں۔ اپنا خیال رکھیے گا۔۔ میں آتا رہوں گا "۔

مضبوطی سے کہہ کر وہ اُٹھ پڑا۔ جمال عظیم نے سر اثبات میں ہلایا۔

"تم بھی اپنا خیال رکھنا اور ذرا حلیہ تو درست کر لو میرے سے بھی بڑے لگ رہے ہو۔"

حداد ذرا سا مسکرایا پھر سر کو ہولے سے خم دیتا چل پڑا۔

باہر آ کر اس نے دیکھا شرینہ اسے کال کر رہی تھی۔ کچھ سوچ کر حداد نے فون اُٹھا لیا کہ کوئی ضروری کام ہی ہو گا۔ رسمی سلام دعا کے بعد گھبرائی ہوئی شرینہ نے ایک دم حداد سے کہا۔

"ام اگر آپ کو اعتراض نہ ہو تو ہم کل مل سکتے ہیں۔ مجھے آپ سے ضروری بات کرنی تھی۔"

حداد کو لگا وہ پیشن کے حوالے سے بات کرنی ہو گی۔

"جی ضرور مگر کل؟ کل تو۔۔۔۔۔"

"اگر آپ مصروف ہیں تو ہم پرسوں بھی مل سکتے ہیں یا جب آپ فری ہوں۔"

"نہیں کوئی مسئلہ نہیں بس مجھے تھوڑا سا ٹائیم دے دیں میں رات کو آپ کو کنفرم کر کے بتاتا ہوں۔"

وہ پر سوچ انداز میں کہتا سامنے لگی اپنی فیملی فوٹو دیکھنے لگا۔

"او کے نو پرابلم آپ بیشک آرام سے بتا دیجیے گا۔"

"اوکے اللہ حافظ!!!"

فون رکھ کر وہ اپنی پرانی تصویر کو دیکھنے لگا پھر سر جھٹک کر چل پڑا۔

....

حداد مجھے فون ہی کر لیتے۔ پوچھ ہی لیتے میں کب تک آوں گی۔ پاگل وہ لگتے کیا ہیں تمھارے جو تمھیں فون کرتے۔ ہاں لیب کا ہی پوچھ لیتے آخر کو آخری پریکٹیکل کروانے کا وعدہ کیا تھا۔ تم بھی نا بخت۔ ابھی تو بہت ٹائیم ہے۔ ویسے بھی تم نے رات کو واپس چلے جانا ہے۔ پوچھ لے گا۔ ضرور وہ شرینہ میڈم میں ہی گم ہوے ہو گے۔

"بختاور بختاور!!!"

رمشا نے جب بختاور کا بازو پکڑ کر اسے ہلکہ سا جنجھوڑا' تب جا کر بختاور چونک اُٹھی۔ سر تا پا اسے دیکھنے کے بعد رمشا بولی۔

"کہاں گُم ہو چندا؟ کب سے بلا رہی ہوں۔"

سکندر حنان سے بات کرتے کرتے بختاور کو دیکھنے لگا۔ وہ سارے چھت پر ہی تھے اور ابھی ابھی انھوں نے کھانا کھا کر میٹھے سے لطف اندوز ہو رہے تھے کہ بختاور ایک دم خیالوں میں چلی گئی۔

وہ یہاں موجود ہو کر بھی یہاں نہیں تھی۔ سب سے زیادہ احساس بھی سکندر کو ہی ہوا تھا۔

"ہاں بختاور تم ایک نیوز بتانی تھی۔ تمھاری تو خوشی کی انتہا نہیں ہو گی۔" عینہ ٹانگیں دھیمے انداز میں ہلاتے ہوے آئیسکریم کھاتے ہوے اسے مزے سے بولی۔

"عینہ ابھی تو یار کنفرم نہیں ہے اور تم اویں خوشی سے پاگل ہو رہی ہو۔" رمشا نے آنکھیں گھماتے ہوے کہا۔

"ویسے دادو کی پلاننگ سُن کر تو خوب ہنس آر ہی ہے۔ دادو کتنی چالاک ہیں۔ اللہ جب میں انھیں ایکٹنگ کرتا ہوا دیکھوں گی تو میری ہنسی نہیں رُکنے والی۔"

Do not copy without Author's permission

رمشا نے اسے آنکھیں دکھائیں۔

"خبر دار تم نے انھیں کچھ کہا اور کوئی گڑبڑ کی بلکہ تمھیں وہاں موجود ہونے کی ضرورت ہی نہیں ہے۔"

"کیا ہوا آپی کس کی بات کر رہے ہیں؟" ان دونوں کی عجیب ترین باتیں سُنتے ہی بختاور نے اپنی چُپ توڑی۔

"تمھارے دشمن کی بھئی اور کس کی۔" اب سکندر ایک دم الرٹ ہو گیا۔ وہ بخت کے تاثرات کو نوٹ کرنے لگا۔

"میرا دشمن؟ کون؟" وہ ابھی بھی صحیح سے سمجھ نہ سکی۔

"چاچو اور کون! ہم سب ان کی شادی کی پلاننگ کر رہے ہیں۔"

اب بختاور کو چاکلیٹ کیک نہ صرف حد سے زیادہ کڑوا لگا بلکہ حلق میں پھنستا ہوا بھی محسوس ہوا۔ بے اختیار کھانستے ہوئے اس نے اپنے آپ کو قابو کرنے کی کوشش کی۔ سکندر اندر سے بالکل فریز ہو گیا۔ نہیں۔ بختاور اس عمر میں یہ بیوقوفی نہیں کر سکتی۔

"تم ٹھیک تو ہو نا۔۔۔"

رمشا نے اس کے کندھے کو تھپکی دیتے ہوئے اس سے پوچھا۔

"ہوں۔۔۔ اچھا او ویسے کیوں آپ بیچاری لڑکی پہ ظلم کرنے والے ہیں۔۔؟ مجھے تو ڈر ہے وہ تو ان کو دیکھ کر ہی ڈر کر مر جائے گی شادی تو دور کی بات ہے۔۔۔۔"

اس کی بات سُنتے ہی سکندر نے مٹھیاں بھینچ لی۔

"تو کہاں گُم ہو گیا۔ میں ضروری بات بتا رہا ہوں تو بیوی کو گھورنے لگا ہے۔۔۔" حنان نے اسے دوسری طرف دیکھتے ہوئے اسے ٹوکا۔

وہ اسے کیا بتاتا کہ صوفی کی نیشانی آخر کیا کر بیٹھی تھی۔

"نہیں گھور رہا تم بتاؤ میں سُن رہا ہوں۔" کہتے ہوئے اس نے اپنی گردن نہیں موڑی۔ وہ دیکھ اُدھر ہی رہا تھا حنان نے سر تاسف سے ہلاتے ہوئے اپنی بات جاری کی۔

"ہونہہ ظلم تو چاچو پر ہوگا۔ ایسے سیدھا کرواوں گی نا انھیں اس لڑکی سے۔ دیکھنا تم۔ تمھارا بھی بدلہ پورا کرواوں گی۔ کیوں مشی؟"

رمشا نے تاسف سے سر ہلا کر بختاور کو دیکھا۔ جس کے تاثرات بڑے عجیب ہو گئے تھے۔

"مگر آپی آپ کہہ رہی تھی کہ وہ تو شادی اب نہیں کریں گے انھیں اپنی منگیتر ہی نہیں بھولی تو اب کیسے۔۔۔۔۔۔" اس نے اپنی بات ادھوری چھوڑی۔

"ارے یار منگنی ہوئی تھی مگر اتنی بھی کوئی پسند نہیں تھے کہ اس کے علاوہ کسی سے شادی نہ کرتے۔ بس خود کو ایک ناکام اور بیکار انسان تصور کرنے لگے تھے۔ اپنے آپ کو کسی کے لئے اس قابل نہیں سمجھتے تھے۔ اس لئے شادی نہیں کی۔ ورنہ ایسی کوئی بات نہیں تھی خیر اب جو ہماری دادو نے پلان کیا ہے اس سے تو وہ لائن پہ آئے گے نا۔ چھتیس کے ہیں اب شادی نہیں کریں گے تو کب کریں گے۔ چالیس کے بعد تو کوئی ان کو لڑکی دے گا ہی نہیں۔ کم سے کم کنواری تو ہرگز نہیں۔۔۔"

بختاور سے اب مزید سُنا مشکل ہو گیا۔ وہ بیٹھنا چاہتی تھی ان کے ساتھ شامل ہو کر اس معاملے میں ہنسی مذاق اور شغل لگانا چاہتی تھی۔ مگر وہ نہیں کر سکتی تھی۔ 'حداد کی شادی' یہ ٹاپک سُنا اتنا عجیب کیوں لگ رہا تھا۔ سب سے بڑھ کر اسے تکلیف کیوں ہو رہی تھی۔ شادی کے بارے میں بات کر رہے ہیں تو ان کی نظر میں لڑکی بھی ہو گی۔ لڑکی ہو گی تو کم سے کم وہ نہیں ہو گی۔ وہ ہو نہیں سکتی تھی۔ کیونکہ عمر کے فرق کے ساتھ ساتھ بہت سے چیزوں کا فرق تھا۔ اس فرق سے وہ کبھی ساتھ نہیں ہو سکتے تھے۔ سوچتے ہوئے اسے اچانک سے کسی عام لڑکیوں کی طرح رونا آنے لگا۔ اور وہ کسی کے سامنے اپنا دُکھ نہیں ظاہر کرنا چاہتی تھی مگر سکندر وہ تو اس کے دل کا حال جان گیا تھا۔ وہ سمجھ گیا تھا اسے یہ باتیں کچھ اچھی نہیں لگی تھی۔

"میں زرا اپنا فون چارج کر آوں۔ تھوڑی دیر میں آتی ہوں۔"

بختاور آہستگی سے کہتے ہوئے اُٹھ پڑی جبکہ وہ دونوں پھر سے باتوں میں مصروف ہو گئی تھیں۔ جاوید اسی پل آیا تھا اور بختاور کو تیزی سے آتے پا کر فوراً سائڈ پہ ہوا۔ بختاور نے انھیں دیکھا پھر تیزی سے چلتی وہ نیچے کی طرف چل پڑی۔ سکندر کی نظریں ایک دم جاوید کی طرف گئی تھیں۔ جو اسی کے پاس آرہا تھا۔ دماغ میں پتا نہیں کیوں یہ بات سوجی تھی۔ اسے بختاور کو دُکھی ہونے سے بچانا تھا۔ اسے بے وقوفی کرنے سے پہلے روکنا تھا۔

"حنان میرے ساتھ آفس چلو اور جاوید تم بھی۔۔۔"

سکندر کہتے ہوئے چل پڑا تھا جبکہ حنان نے اسے اور جاوید کو حیرت سے دیکھا تھا پھر کچھ سوچ کر اس کے پیچھے گیا۔

※※※※※※※※※※※※※※※※※※※※※

"مجھے ایسے سب کے سامنے نہیں اُٹھنا چاہیے تھا۔ کسی کو شک ہو جاتا۔ شک کیوں ہو گا۔ سب تو مجھے بچی اور کاکی ہی سمجھتے ہیں۔ مجھے غصہ کیوں آرہا ہے۔" وہ اس لئے بخت کیونکہ تمھیں حداد سے محبت ہے۔

اس کے اندر کی آواز نے اس کو ایک منٹ کے لئے فریز ہی کر دیا۔

محبت؟ حداد سے۔

"محبت؟ مجھے محبت نہیں ہو سکتی۔۔ نہیں نہیں۔۔۔"

تو پھر تمھیں رونا کیوں آرہا تھا۔

....

"بس اتنا زیادہ ٹارچر مت کرنا۔ اس کے اندر میرا ڈر اتنا پھیلا دو کہ جب اسے میں چھوڑوں تو وہ کبھی جرات نہ کرے کہ میرا نام لے سکے۔"

وہ جاوید سے کہتا حنان کی طرف مڑا جو اسے گھور رہا تھا۔

"میں نے اسے ہاتھ نہیں لگایا حنان!!! تھپڑ تک بھی نہیں مارا۔ مجھے ایسے کیوں دیکھ رہے ہو۔"

"توڑ اتنا بھی پتا کیسے ہے دوسرے کو ٹار چر دے کر۔اور یہ دوسرے کون ہے یہ بھی میں اچھی طرح جانتا ہوں۔"

جاوید نے سکندر کو دیکھا پھر حنان کو۔حنان نے گلا کنکھار کر کہا۔

"کس کی شامت آئی ہے؟" سکندر نے آنکھیں گھمائیں اور جاوید کو دیکھا جو سکندر کو دیکھ کر اجازت چا رہا تھا۔سکندر نے سر اثبات میں ہلایا۔وہ بات نکالنے سے پہلے اس سے اجازت بھی لیتا تھا۔

"میم اور ان کی دوست سے کچھ لڑکوں نے بد تمیزی کی تھی۔تو انھیں سر اُٹھوا کر یہاں لاہور لے آئے۔"

"واو!!! سکندر کی بد معاشی اب کراچی میں بھی پھیلنے لگی ہے۔"

حنان طنز کرنے سے باز نہیں آیا۔

"تم کبھی سمجھو گے نہیں کیونکہ تم اس عذاب سے نہیں گزرے۔۔۔۔" سکندر تیز لہجے میں بولا۔

"سکندر!! یہ بات مت کیا کرو پلیز۔لیکن کسی کو سبق سکھانے کا بھی طریقہ ہوتا ہے۔تم قانون کو اپنے ہاتھ میں کیوں لیتے ہو۔" حنان کُرسی پہ سیدھے ہوتے ہوئے اسے دیکھنے لگا۔

"کیونکہ یہ میرا پسندیدہ کام ہے۔بس جاوید وہ جہانگیر کا مسئلہ روکا ہوا تھا۔وہ اب مذاق اُڑانے والا میسج بھیج رہا ہے۔کہتا ہے میں نے کلب بھی بند کر دیا مگر اس کا مسئلہ حل نہ کر سکا شادی کے بعد بلی بن چکا ہوں۔اب بتاتا ہوں بلی منہ بھی بڑا زور سے نوچتی ہے۔۔۔"

"یااللہ مجھے صبر دے۔"

حنان بڑبڑا کر اسے دیکھنے لگا۔جاوید سر ہلا کر فائل ٹیبل سے لیتے ہوئے چل پڑا۔

••••••••••••••••••••••

"حداد شادی توبہ کرتے ہیں وہ۔ایک توان کا حلیہ ایسا سارے انھیں پاگل سمجھ کر اپنی بیٹی نہیں دیں گے جیسے وہ اس دن انکل انھیں کہہ رہے تھے۔۔پاگل۔۔۔دوسرا کوئی لڑکی ان کا غصہ برداشت نہیں کر سکے گی۔یہ ہنر تو مجھ میں ہے۔مگر وہ شرینہ کے ساتھ بہت ملنے لگے ہیں کہی ان سے۔۔اس وقت تو میں اپنا دماغ بالکل نہیں خراب کروں گی۔۔۔"

خود سے کہتے ہوئے وہ دروازہ کھول کر باہر آئی اور اس نے سکندر کے پاس جانے کا فیصلہ کیا کہ وہ اب گھر جائے گی۔ہاں وہ اس گھر کو اپنا گھر سمجھنے لگ گئی تھی۔اب یہاں اس کا دل نہیں لگ رہا تھا۔گھر جا کر وہ حداد سے شادی کے حوالے سے سوال ضرور پوچھے گی اور اسے پتا تھا حداد اسے تسلی بخش جواب دے گا۔وہ نہیں کرے گا کسی سے شادی۔وہ دروازے کے قریب آئی تو ایک دم اسے اپنے ماما کی آواز نے روک دیا۔

"میں ایک بات سوچ رہا تھا حنان۔۔۔"

حنان نے کوئی جواب نہیں دیا۔

"سُن نا!! بختاور کے بارے میں بات ہے۔"

"دیکھو سکندر اس کو ابھی میرے گھر میں رُکنے دو۔یہ گھر ابھی بھی کسی خطرے سے کم نہیں ہے۔وہاں وہ کم سے کم پر سکون ہو کر اپنی پیپر کی تیاری تو کر رہی ہے بجائے اسے تمھارے حوالے سے ٹینشن ہو۔"

"یہ والی بات نہیں ہے۔بختاور کی شادی کے حوالے سے سوچ رہا ہوں۔"

اب بختاور بالکل ساکت ہو کر رہ گئی۔

"شادی؟دماغ تو نہیں پھیر گیا تیرا۔۔۔بچی ہے وہ۔۔"

حنان تو پہلے شاکڈ ہو گیا پھر وہ تیزی سے بولا۔

"اتنی بھی بچی نہیں ہے آٹھارہ سال کی ہو چکی ہے۔مت بھولو کہ صوفی اسی عمر میں ماں بھی بن چکی تھی۔"

"صوفی کا معاملہ مختلف تھا سکندر!!!! صوفی اور بختاور کو کمپیر مت کرو!!!"

"مجھے اپنی زندگی کا بھروسہ نہیں ہے حنان۔میں چاہتاہوں کہ بختاور کو سیٹل کر دوں مجھے وہ بہت پیاری ہے۔میری بیٹی ہے وہ۔"

"ٹھیک ہے تجھے بھروسہ نہیں ہے مگر مجھے بھروسہ ہے! اگر تو نہ ہوا تو اس کا دوسرا باپ زندہ ہے! تجھے اس کی فکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔اب یہ ٹاپک مت چھیڑ۔نجانے تجھے کونسا دورہ پڑ جاتا ہے۔"

"دورہ نہیں پڑا میں سنجیدہ ہوں اور مجھے لگتا ہے جاوید بختاور کے لئے بہترین ہے۔"

اب تو بختاور میں ہمت نہیں ہوئی کھڑے ہونے کی۔ایک جھٹکا کم تھا کہ اس کے ماما نے دوسرا دھمکا کر دیا۔نہیں ماما ایسے نہیں کر سکتے۔اس کی آنکھیں نم ہو گئیں۔

"ابے کیا بک رہا ہے بے؟؟ دماغ واقعی ہی پھیر چکا ہے تیرا۔"

"بالکل ٹھیک کہا ہے میں نے۔میں بختاور کے لئے کسی اور پہ بھروسہ نہیں کر سکتا۔میرے گھر پہ میرے پاس میری نظروں کے سامنے ہی رہے گی۔"

" گدھے!!! نظروں کے سامنے تو صوفی بھی تھی بچا سکا تھا اسے!!! بول؟ اور جاوید وہ نوکر ہے تیرا سالے اور بختاور شہزادی ہے ہماری تیرا منہ آج توڑ کے ہی رہوں گا۔"

"جاوید اسے کچھ نہیں کہے گا۔اسے خوش رکھے گا۔اسے کچھ کہنے کی جرات کرے گا تو اس کے ٹکڑے ٹکڑے کرکے آگ میں پھینک دوں گا اور وہ یہ بات اچھی طرح جانتا ہے۔" سکندر کی آواز میں بے بسی تھی مگر بختاور فی الحال اس کی بے بسی نہیں محسوس کر سکتی تھی۔

"تم بختاور کو اس سب سے دور رکھنا چاہتے تھے۔اب کیا ہو گیا۔اب تو وہ زیادہ ناخوش رہے گی۔کیونکہ نہ صرف اس کی ماں اس خطرے کے کام میں ملوث ہے بلکہ اس کا سو کالڈ شوہر بھی جس کی خود کی زندگی کا کوئی بھروسہ نہیں ہے۔"

بختاور کی ہمت جواب دے گئی۔وہ تیزی سے اُٹھی اور اپنے کمرے کی طرف بھاگی۔وہ یہاں نہیں رہے گی۔سب اس کے دشمن بن گئے ہیں۔ماما اس کے ماما کو اس کی خوشی کیوں نہیں دکھائی دی۔اس کی آنکھوں میں حداد کا عکس انھیں کیوں نہیں

نظر آیا۔ماماتو اسے سب خوشیاں دینا چاہتے ہیں۔اس کی خوشی تو حداد سے تھی۔ہاں وہ چاہتی تھی حداد کو۔وہ بے تحاشا چاہتی تھی اسے۔اسے حداد کے علاوہ اور کوئی اچھا نہیں لگا۔سکندر ایک دم چُپ ہو گیا۔وہ سمجھ گیا بختاور چلی گئی ہے۔وہ اپنی بچی کو سامنے پڑے لیپ ٹاپ میں لگے فوٹیج میں دیکھ چکا تھا۔اس لئے اس نے یہ بات کہی۔اس نے حنان کو دیکھا جو مٹھیاں بھینچے اُٹھ پڑا۔وہ بھی مزید سکندر کو نہیں سُنا چاہتا تھا۔آج سکندر اپنے حواسوں میں نہیں تھا۔

"تمھیں بریک لینے کی ضرورت ہے وہ بھانجی جو تم سے بے تحاشا پیار کرتی ہے کہی تمھارے اس سٹوپڈ فیصلے سے تم سے نفرت نہ کرنے لگ جائے۔سوچنا اس بارے میں شیرو!!!"

وہ اُٹھ گیا جبکہ سکندر سامنے کھلے لیپ ٹاپ کو گھورنے لگا۔

※※※※※※※※※※※※※※※※※

ہوٹل میں پہنچتے ہی اس نے براڈ کو میسج چھوڑا اور پھر فریش ہونے کے لئے واش روم کی طرف بڑھ گیا۔واپس آیا تو براڈ کی تین مسڈ کالز آئی ہوئی تھی۔دیکھ کر اس نے دل شکن انداز میں مسکراتے ہوئے فون اُٹھایا اور کانوں سے لگا کر اس نے تولیے سے اپنے گیلے بال رگڑے۔اس کی گرے آنکھیں بڑی شیطانی انداز میں مسکرا رہی تھیں۔وہ پانچ دنوں میں ہی سکندر حدید کو ختم کرنے والا تھا۔سوچ کر ہی اتنا مزا آرہا تھا۔کارنامہ کرنے کے بعد کیا ہو گا۔براڈ نے دو بیل ہی فون اُٹھالیا

۔

"میں کب سے فون کر رہا تھا تم فون کیوں نہیں اُٹھا رہے تھے۔"

"بزی تھا زرا!! تم بتاو تم نے کیوں فون کیا۔ مسیج چھوڑ دیا تھا نا۔۔۔"

"ہوں بس کہنا تھا کہ کوئی گڑ بڑ مت کرنا۔وہ بہت شاطر آدمی ہے۔زرا سی بھی بھنک اسے پڑ گئی تو وہ تمھارا ریشہ ریشہ الگ کر دے گا۔"

"میں یہاں اپنا حلیہ بدل کر آیا ہوں اور اسلام آباد سے فلائیٹ لے کر یہاں بائی روڈ لاہور آیا ہوں۔ نہیں شک ہو گا۔۔ اسے۔۔ یہاں کے ایک آدمی نے میری مدد کی ہے۔ وہ کاپو کو اچھی طرح جانتا ہے۔ وہ بھی اس کا دشمن ہے' مگر کاپو کو یہ بات نہیں پتا۔ اس کے پاس سکندر حدید کی ہر خبر ہوتی ہے۔ ابھی بھی کچھ معلومات مجھے بھیجی تھی۔"

"دیکھ لینا یہ کوئی اس کی چال نہ ہو۔ احتیاط کرنا اور ہاں اگر پکڑے جاو تو یاد رہے میرا نام مت لینا میں تمھارے لئے ضرور کچھ کروں گا۔"

شارپ شوٹر براڈ کی بات پہ ہنسا۔

"وہ مجھے زندہ رہنے دے گا تو ہی تم کچھ کر سکو گے۔ خیر اس کی یہ نوبت نہیں آئے گی۔ اب رکھو کہی ایسا نہ ہو تمھارے فون سے ریکارڈنگ نہ ہو رہی ہو۔۔"

"نہیں یہ میرا پرائیویٹ نمبر ہے سکندر کی پہنچ سے بہت دور ہے۔ خیر احتیاط کرنا پھر بھی ضروری ہے۔ تم جیسا اپنا کام کر چکے ہو تو مجھے میسج ضرور کر دینا اوکے۔"

"ٹھیک ہے اب رکھتا ہوں۔"

کہتے ہوئے وہ اب پردے اُٹھا کر لاہور کے مصروف شہر کو مسکراتے ہوئے دیکھنے لگا۔ یہ شہر سکندر کے شر سے بہت جلد ہی چھٹکارا پانے لگا تھا۔

....

اس کا پانی ختم ہو چکا تھا۔ گھر واپس آئی تھی تو اتنی تھکی ہوئی تھی وہ بھی رو رو کر کہ سیدھا کسی سے بات کیے بنا کمرے میں گئی اور سو گئی۔ اب جب رات کے پہر اس ٹائیم پہ اسے شدید پیاس لگی' تو اس نے دیکھا اس کی بوتل خالی تھی۔ خالی بوتل کو بے زاری سے دیکھتے ہوئے وہ اُٹھی اور نیچے آئی۔ نیچے نیم اندھیرا اور پُر سرار خاموشی تھی مگر اسے اس وقت ڈر نہیں لگ رہا تھا۔ ماما سے اس نے واپسی پہ کوئی بات نہیں کی تھی البتہ سکندر اسے بڑے پیار سے کہہ رہا تھا کہ اس کی خاطر رُک جائے مگر وہ کیوں رُکتی؟ سکندر کی باتیں سُننے کے بعد اس کا دل نہیں کیا کہ وہ مزید اس گھر میں رُکتی۔ رمشا تو اصرار کیے جا رہی تھی

۔تھوڑی سی دل گرفتہ تھی۔ کہہ رہی تھی کہ بختاور تو بالکل بھول ہی گئی۔درینہ اور درینہ کا گھر تو عزیز ہو کر رہ گیا ہے۔

جس پہ عینہ نے اپنی آنکھیں دکھائیں تھیں۔بختاور نے رمشا کو پیار سے کہا کہ وہ ملنے آتی رہے گی دوسری طرف سکندر سے اس نے سیدھے منہ بات نہیں کی۔کسی نے یہ بات محسوس نہیں کی مگر سکندر کو بہت تکلیف ہوئی۔بختاور ایک محبت کے لئے اسے اتنی ناراض ہو گئی تھی کہ اس سے بات نہیں کر رہی تھی نہ ہی اس کی خاطر رُک رہی تھی۔اس نے کچھ نہیں کہا ۔بس ایسے ظاہر کیا کہ اسے بختاور کا ناراض ہونے کا احساس نہیں ہوا اور یہی چیز بختاور کو تیر کی طرح لگی تھی۔ماما آخر ایسے کیوں ہو گئے ہیں۔

وہ کچن میں آئی تھی مگر حداد کو دیکھ کر ڈر کر چیخنے کے بجائے وہ صرف زرا سی اچھلی تھی۔شاید اسے اُمید تھی کہ اس وقت تک یہ آدمی اُٹھا ہو گا اور نیچے ہی موجود ہو گا۔حداد جو اپنے لئے کچھ کھانے کے لئے بنا رہا تھا ایک دم اسے دیکھ کر حیرت سے بولے بغیر نہ رہ سکا۔

"تم واپس آ گئی ؟ مجھے لگا تم اپنے ماما کے گھر رُکو گی۔" بختاور نے اسے دیکھا وہ کھیرا کٹنگ بورڈ پہ کاٹ رہا تھا۔

"نہیں مجھے تیاری کرنی تھی پیپر کی' بُکس سب چیزیں یہاں پر تھی۔"

آہستگی سے کہتے ہوئے وہ حداد سے نظریں ملائے بغیر فریج کی طرف بڑھی۔

حداد رُک کر اسے دیکھنے لگا۔اس نے پونی باندھی ہوئی تھی مگر کچھ بالوں کی لٹے اس کی منہ پہ آ رہی تھی۔وہ اس روپ میں شاید کسی اور کو تو پاگل لگ سکتا تھا مگر بختاور کو بختاور کو وہ بے تحاشا خوبصورت لگ رہا تھا۔دھڑکتے دل سے اس نے اپنے سر کو جھٹکا اور فریج سے دوسری بوتل نکالی۔

"تو صبح آ جاتی۔خیر اچھا کیا تمھارا کزن بھی وہاں ہوتا ہے؟"

وہ حازق کے بارے میں پوچھ رہا تھا۔بختاور نے کچھ سوچ کر مڑ کر اسے دیکھا وہ اپنی کٹنگ میں مصروف ہو گیا تھا۔

"ہاں وہاں ہوتے ہیں۔ بلکہ آج مجھ سے کہہ رہے تھے کہ میں رُک جاتی آخر کو یہاں پر کیا ہے۔ بڑا مزا آیا ان کے ساتھ۔ اتنا گھمایا پھیرایا قسم سے زرا بھی ڈر اور خوف ہوا ان کے ساتھ۔ ساری ٹینشن ' پریشانی ان کے ساتھ بندے کو بھول جاتی ہیں آپ بھی کاش ہوتے۔۔ تو آپ کو پتا چلتا وہ بُری خبر نہیں ہیں۔"

اب حداد کے ہاتھ رُک گئے اس نے سر اُٹھا کر بختاور کو دیکھا پھر جبڑے بھینچ کر زیادہ غصے سے کھیرا کاٹنے لگا۔ اس نے کچھ کہا نہیں۔ بختاور کو چڑ ہوئی۔

"آپ اس وقت اتنی رات کو کیا بنا رہے ہیں؟"

حداد نے اس کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔

"آپ باہر سے کچھ منگوا لیتے اگر گھر میں کچھ نہیں بنا تھا۔"

خاموشی۔

وہ جان بوجھ کر شیلف کی طرف آئی اس نے دوسرا گلاس اُٹھایا۔

"مجھے میسج کر دیتے میں گھر سے آپ کے لئے کھانا لے آتی۔"

اب وہ اچھلی جب حداد نے غصہ سے کٹنگ بورڈ سنک میں پھینکا۔ اس نے بختاور کو دیکھا پھر آگے بڑھ کر اس کے قریب آیا اتنے قریب کے بختاور فریج کے ساتھ لگی۔ آنکھوں میں خوف سجائے اسے دیکھنے لگی۔

"تمھاری پرابلم کیا ہے؟"

اس نے جھک کر سخت لہجے میں بختاور سے پوچھا۔ بختاور کو سمجھ نہیں آئی اسے ہوا کیا ہے۔

"مم میری پر پرابلم۔۔۔"

بوتل پہ اس کی گرفت مضبوط ہو گئی اور ہکلاتے ہوئے اس نے حداد کو دیکھا جو بہت خطرناک لگ رہا تھا۔

"ہاں تمھاری پرابلم!!!! "

وہ دھاڑا۔

"میں نے ایسا کیا کہا ہے جو آپ مجھ پر چلا رہے ہیں۔"

"کہا تھا نا میں نے اس آدمی سے دور رہو تو کیوں دور نہیں رہی! اکیلے گئی تھی نا اس کے ساتھ گھومنے بولو!!!!!"

"ہاں میں جاتی رہتی ہوں آپ کو اتنا۔۔۔۔"

اس کی بات حداد نے کاٹی اور اس کا بازو پکڑ کر خود سے قریب کرتے ہوئے خطرناک لہجے میں کہا۔

"بختاور عالم تمھاری زبان کاٹ دوں گا اگر تم نے اس کے ڈیفنس میں کوئی بھی بات کہی۔ صبح تمھاری جان خطرے میں تھی میں تمھاری حفاظت کے لئے تمھیں تمھارے گھر چھوڑ کر آیا تھا اور تم اسی کے ساتھ گھومنے پھیرنے نکل گئی وائے !!! "

بخت کو اپنے بازو میں تکلیف ہوئی۔

"حداد آپ مجھے تکلیف دے رہے ہیں۔" اس نے کمزور آواز میں کہا۔

حداد تلخی سے ہنسا۔

"ہاں میں ہی تو سب کو تکلیف دیتا ہوں۔ مجھے کسی کی فکر کرنی ہی نہیں چاہیے۔ آج بھی یہاں کیوں آئی ہو جاتی نا اس کے پاس۔ جو تمھارا ہمدرد ہے۔"

"تو آپ ہیں میرے ہمدرد؟ اپنا رویہ دیکھتے بھی ہیں کیسا ہے۔ ذرا بھی آپ میں انسانیت ہو۔ چھوڑے میرا بازو۔"

وہ نم آنکھوں سے اسے دیکھتے ہوئے بولی۔

"کم سے کم میں باقی دُنیا کی طرح حیوان نہیں ہوں!!!! تم بہت بھولی ہو بختاور!!! تمھاری بات سُن کر دل کرتا ہے تمھارا گلا گھونٹ دوں۔ آئندہ تم اس لڑکے سے بات نہیں کرو گی' نہ ہی اس سے ملو گی اور نہ ہی اس کے ساتھ اکیلے کہی جاو گی سمجھی!!!!! "

بختاور کا بازو چھوڑ کر انگلی اُٹھاتے ہوئے اسے وارننگ دی۔ بختاور کو پہلے ہی صبح سے غصہ چڑھا ہوا تھا اس کی بات پہ مزید تیش آیا۔

"آپ میرے کچھ نہیں لگتے حداد عظیم!!! یہ حکم کسی اور پہ چلائے گا۔ ہر کوئی میری زندگی کا مالک بنا ہوا ہے۔۔ میں کیا چاہتی ہوں۔۔۔ کسی کو اس سے کوئی لینا دینا نہیں۔۔ بس اپنی dominance دکھانی ہے۔ آئیم ٹرولی فیڈ اپ!!! "وہ تھکی آواز میں تقریباً دبی ہوئی آواز میں چیخی۔

"میں بھی تنگ آ چکا ہوں تمھارے ٹنٹر مز سے۔ جو بولنا ہے بولو میں سب کچھ برداشت کر سکتا ہوں مگر یہ سب نہیں۔ اگر اس سب کے لئے مجھے تمھاری جان بھی لینی پڑی نا بخت تو میں لے لوں گا!!!!! "

اُف حداد کی سفید آنکھ بھی اس وقت غصے سے لال ہو گئی تھی۔ بختاور تو ٹھنڈی پڑ گئی۔ اسے لگ رہا تھا ابھی یہ حداد اسے لگا جائے گا مگر اس نے ایسا کچھ نہیں کیا اور مزید کچھ کہے بنا چل پڑا۔

••••••••••••••••••••••••••••••

اسے اپنی کھڑکی پہ دستک سے محسوس ہوئی۔ پہلے تو اسے اپنا وہم لگا' مگر جب زور سے دستک ہونے لگی تو وہ ایک دم بستر سے اُٹھا۔ آنکھیں مسلتے ہوئے اس نے لیمپ آن کیا اور دیکھا اس کا فون ٹیبل پہ پڑا تھا۔ جس پہ نیا مسیج آیا تھا اور وہ بھی کسی انون نمبر سے۔ اس نے پڑھا تو وہ سمجھ گیا ہمر اس سے ملنے آیا ہے۔ پردے ہٹا کر اس نے دیکھا اس کی ٹیرس پہ ہمر کھڑا ہوا تھا۔ کھل کر مسکراتے ہوئے اس نے لاک کھولا اور سلائڈنگ ڈور سلائڈ کیا۔

"سر آپ!! اس وقت اندر آئے۔ آپ مجھے کال کر دیتے میں نیچے دروازہ کھولا دیتا۔۔"

ہمر نے اس کے کمرے کا جائزہ لیا۔ صاف ستھرا کمرہ' اور منشیات سے پاک کافی مختلف اور بھلا لگ رہا تھا۔

"نہیں تمھاری فیملی کو ڈسٹرب نہیں کرنا چاہتا تھا۔ دوسرا چیکنگ کرنے کے لئے آیا ہوں کہ تم ٹریک پہ آئے ہو کہ ویسے ہی ہم سب نے اپنا وقت برباد کیا۔"

کہتے ہوئے لائٹ آن کر چکا تھا اور اِدھر اُدھر نظریں دہرانے لگا۔ زارون نے نفی میں سر ہلایا۔

"سر میں اپنے وعدے پہ قائم ہوں۔ میں سب کچھ پیچھے چھوڑ کر آگے بڑھ چکا ہوں۔"

"ہوں گڈ! اور کیسی چل رہی ہے روٹین نارملٹی کی طرف آئے ہو کہ نہیں۔"

"جی سر! سر آپ کے لئے کچھ لاؤں؟" اس نے عام سے لہجے میں حداد سے کہا۔

"نہیں میں بس پانچ منٹ کے لئے آیا تھا بروٹس نے کہا تھا کہ تم سے مل آوں تم بڑا پوچھ رہے تھے میرے بارے میں۔"

"جی آپ سے نہیں ملا تھا جانے سے پہلے آپ کو تھینک یو کہنا چاہتا تھا۔"

حداد مسکرایا۔ اُٹھا پھر اس کے کندھے کو تھپ تھپایا۔

"شکریہ میرا نہیں اپنے ماں باپ کو کہو۔ ان کی وجہ سے تم آج بہتر ہوے ہو۔ ان کی سپورٹ شامل نہ ہوتی تو تمھیں ٹھیک کرنا مشکل ہو جاتا۔ بہر حال۔ اب ان کے لئے زندگی میں ضرور کچھ کرنا۔ انھوں نے تمھارے لئے بہت قربانیاں دی ہیں۔"

"جی سر مجھے اس بات کا اندازہ ہے۔ میں آپ کو اور اپنے ماں باپ کو مایوس نہیں کروں گا۔" حداد مسکرایا۔

"اپنا خیال رکھنا۔"

حداد نے اس کی پیٹھ تھپکی اور چل پڑا۔

"سر آپ کا نمبر مجھے نہیں مل سکتا۔"

حداد نے رُخ موڑا تو گہرا سانس لیتے ہوے نفی میں سر ہلایا۔

"نہیں تمھیں اب میری ضرورت نہیں ہے۔ اور ہاں نماز کا وقت ہو گیا ہے۔ اب جا کر وضو کرو۔ چلتا ہوں۔۔۔"

کہہ کر وہ ٹیرس کی طرف آیا اور پائیپ کی مدد سے نیچے اُترا۔ زارون اسے جھک کر دیکھنے لگا وہ اب غائب ہو چکا تھا۔ پتا نہیں کیسے اندر گھستا تھا اور کیسے غائب ہو جاتا تھا۔ وہ واقعی ایک سپُر ہیرو ہی تھا۔ موزن نے اذان دینا شروع کر دی۔ وہ گہرا سانس لیتا اب نماز کی تیاری کرنے والا تھا۔

....

" طبیعت بہت زیادہ اس کی خراب ہو گئی ہے چاچو!! کھانا بھی نہیں کھا رہی۔ کھانا نہیں کھائے گی تو میڈیسن کیسے لے گی ۔ڈاکٹر کا بھی اس نے منع کر دیا۔ اگر اس کے ماموں کو پتا چل گیا تو شامت آئے گی ہم سب کی۔"

درینہ کے کہنے پر حداد نے گہرا سانس لیا۔

"کیا ہوا اسے۔"

"بہت تیز بخار ہے۔ گلے میں بھی اسے تکلیف ہو رہی تھی بولتے ہوئے۔ موسم بدلہ ہے تو اس کی طبیعت خراب ہو گئی ہے ۔آپ دیکھے نا اس کا پیپر بھی ہے آگے۔"

"تم کھانے کے لئے کچھ لاو میں دیکھتا ہوں اسے۔"

حداد کہتے ہوئے اوپر گیا اور اس کے کمرے کی طرف آیا۔ دستک دینے کے بعد وہ منتظر رہا کہ بختاور اندر آنے کا کہے مگر کوئی جواب نہ پا کر حداد نے گہرا سانس لیا اور دروازہ کھولا۔ لائٹ آن تھی مگر وہ کمبل کے اندر دبکی ہوئی تھی۔

" اس لڑکی کی بھی نہ عجیب ہی پرابلم ہے چلو کچھ نہیں تو بیمار ہی ہو جاتے ہیں۔" سر تاسف میں ہلاتے ہوئے وہ اس کے پاس آیا۔

"آپی مجھے بھوک نہیں ہے میں شام تک ٹھیک ہو جاوں گی آپ جائیں۔"

خراب آواز میں وہ کمبل کے اندر بولتی سمجھی کہ شاہد درینہ آئی ہے۔

"چُپ کر کے اُٹھو اور کھانا کھاؤ!!! پھر میڈیسن لے کر سو جانا۔"

حداد کی تیز آواز سُنتے ہی وہ کمبل سے باہر نکلی اور سرُخ آنکھوں سے اس نے حداد کو دیکھا۔ اس کا چہرہ تپ رہا تھا بخار سے بھی اور غصے سے بھی اور وہ اس وقت اتنی زیادہ پیاری لگ رہی تھی کہ حداد کو اپنی نظریں ہٹانا مشکل ہو گیا۔ دل کر رہا تھا کسی ڈبے میں یہ وقت قید کر لے۔

"میرے کمرے میں بغیر اجازت کے کیوں آئے آپ!!! "

"کیونکہ میں اس وقت ڈاکٹر ہوں اور آپ میری مریضہ چلو شاباش حلیہ درست کر کے آوا بھی درینہ کھانا لا رہی ہے۔"

"مجھے نہیں کھانا کھانا جائیں آپ یہاں سے۔۔"

غصے سے کہتے وہ رُخ موڑ کر لیٹ چکی تھی۔

"میں نہیں جاوں گا اور اگر تم نہ اُٹھی بخت تو انجام بہت بُرا ہو گا۔"

"اگر آپ یہاں سے نہ گئے تو میں آپ کو باہر پھینک دوں گی۔" حداد ایک دم ہنسا۔

"ایک انچ بھی نہیں ہلا سکتی اور باہر پھینکے گی مجھے۔"

بختاور نے کشن اُٹھا کر اپنے کان پہ رکھ دیا وہ درینہ کے انتظار میں تھی کہ وہ آئے اور حداد کو یہاں سے بھیجے۔ حداد نے اس سے کشن کھینچا۔

"اُٹھو شاباش!! ورنہ مزید طبیعت خراب ہو جائے گی۔۔"

اس نے اب کی بار نرمی سے بخت سے کہا۔

"میں مزید بیمار ہوں یا مر جاوں آپ کو اس سے کوئی فرق نہیں پڑنا چاہیے۔"

"میں ایموشنل ڈرامہ میں بالکل نہیں آنے والا بخت میں بڑے پیار سے کہہ رہا ہوں۔۔"

اس نے کمبل کھینچا تو بخت نے زور سے پکڑ کر اسے روکا۔

"آپ اور پیار!!! ہونہہ آپ کو تو بس دھمکی دینا آتی ہے۔۔ جائے یہاں سے ورنہ میں آپ کو گنجا کر دوں گی۔۔"

"ٹھیک ہے پھر انجیکشن کے لئے تیار رہنا اور میں پیار سے نہیں بڑے زور سے لگاوں گا۔۔۔"

اب تو بخت تیزی سے اُٹھ کر اسے دیکھنے لگی تھی۔

"رمشا کہاں ہیں؟ رے رے؟"

وہ پورے پورشن میں رمشا کو ڈھونڈ چکا تھا لیکن اسے رمشا کہی دکھائی نہیں دی تھی۔ ابھی وہ آفس میں تھا۔ کسی کام سے مصروف کہ رمشا اس کے آفس میں آئی تھی۔ اس کو دیکھ کر وہ مسکرایا ضرور تھا مگر اندر سے وہ اپ سیٹ تھا اس لئے بہت ڈاؤن فیل کر رہا تھا۔ رمشا نے اس کے بالوں میں انگلیاں پھیرتے ہوئے کہنے لگی کہ وہ اب اس پہ آج کل توجہ نہیں دے رہا۔ بدلے میں سکندر زرا سا ہنسا تھا اور تھوڑی دیر میں آنے کا کہا تھا۔ رمشا اس کے انداز پہ ٹھٹھک گئی۔ ظاہر ہے جو بندہ چوبیس گھنٹے اس کی توجہ کے لئے دیوانہ ہوتا تھا۔ اب اتنے مصروف موڈ میں کہہ رہا تھا کہ وہ بعد میں آئے گا۔ اسے سکندر زرا ٹھیک نہیں لگا۔

"ٹھیک ہے! آپ آرام سے کام کریں۔ میں یہی صوفے پہ بیٹھ کر سکیچ بنالوں گی۔"

کہتے ہوئے وہ سکندر کے سامنے الماری سے اپنی سکیچ بک اور اپنا باکس نکالنے لگی۔ سکندر نے لب زور سے دبا لیے۔ بختاور کے حوالے کے ساتھ ساتھ اس نے اور بھی بزنس ہینڈل کرنے تھے جو وہ کم سے کم اپنی بیوی کے سامنے نہیں کر سکتا تھا۔ اس کی بیوی اس کی زندگی تھی' اس کی سانس لینے کی وجہ۔ اس کے بزنس میں زرا سی مداخلت نے رے کو موت کے قریب بھیج دیا تھا اور وہ ہر دفعہ اس کے لئے اور اپنے لئے اپ سیٹ بھی ہو جاتی تھی۔ کچھ بھی ہو جائے خود بیشک ٹینشن سے مر جائے لیکن اب رے کو وہ ہر تکلیف اور پریشانی سے دور رکھے گا۔

"رے آف سُن شائین!! تم یہاں تھک جاوں گی مجھے ٹائیم لگے گا۔ تم کمرے میں آرام سے جو کرنا چاہتی ہو کرو۔"

وہ اب اُٹھ کر اپنے شرٹ کی سلیوز پیچھے کرتے ہوئے اس کے سامنے آیا جو بازو میں سکیچ بک پکڑے اسے گھورنے لگی۔

"سگریٹ کی طلب ہو رہی ہے نا آپ کو؟ اس لئے مجھے بھیج رہے ہیں۔" شیرِ داود نے ایک دم حیرت سے اسے دیکھا پھر ہنسا۔ سوچ تو وہ بالکل ٹھیک رہی تھی' مگر ایسا کچھ نہیں تھا۔ آج تو سگریٹ بھی اس کی ٹینشن ختم نہیں کر سکتی تھی۔

"نہیں میری کوین! مجھے واقعی میں کام ہے اور ٹائیم کافی لگے گا۔۔ تم انتظار میں تھک جاو گی۔ تسلی نہیں ہوتی یہ لو میرا لائیٹر اور سگریٹ کی ڈبی لے جاو۔"

اس نے گرے پینٹ کی جیب سے سگریٹ کا ڈبہ اور لائیٹر نکال کر اس کے ہاتھوں میں باقائدہ تھمایا۔ رمشا کو زرا تسلی ہوئی۔ واقعی کام ہی ان کا لیکن کوئی تو بات ہے یہ اتنے بے چین کیوں دکھائی دے رہے ہیں۔

"تھینک یو مجھے دینے کے لیے مگر میں بالکل ٹھیک ہوں۔ میرا بس دل کر رہا ہے نا آپ کو دیکھ کر اپنا کام کروں کیا آپ کا دل نہیں کرتا مجھے دیکھ کر کام کرنے کو۔۔"

سکندر کے چہرے پہ بڑی خوبصورت' دل آویز مسکراہٹ پھیلی۔ جو دل کو چھو لیتی تھی۔ جیبوں میں ہاتھ ڈالے وہ اس کے قریب آیا۔

"تمھیں دیکھنے لگ گیا تو پھر ہو گیا میرا کام۔ میری بھی نظر لگا دو گی تم۔۔

You are the worst distraction women۔"

رمشا کی مسکراہٹ بھی اس سے ملتی جلتی تھی۔ سکندر کا یہی روپ یہی روپ تو احساس دلاتا تھا کہ وہ نارمل ہے۔ بالکل ٹھیک۔ اسے کوئی ٹینشن نہیں ہے۔"

"سکندر آئینے جھوٹ نہیں بولتے۔ میں اتنی بھی خوبصورت نہیں ہوں جتنا آپ کہتے ہیں۔۔۔" وہ اس کی آنکھوں میں دیکھنے لگی۔ اس وقت حد سے زیادہ گہری ہوئی وی تھی' مگر ان میں چمک تھی اور چمک کی وجہ بھی رمشا ہی تھی۔ سکندر نے اس کی ٹھوڑی پکڑی۔ اس کو غصے سے دیکھا لیکن یہ غصہ جائز تھا۔ اسے سکندر کی رے کو عام کہنے کا کوئی حق نہیں تھا وہ اسے بھی ٹرامپل کرے گا۔

"میرے آئینے سے نہیں دیکھا تم نے اس لئے ایسا کہہ رہی ہو۔ سب آئینے توڑ کے رکھ دوں گا جو تمھیں ان سکیور فیل کرواتے ہیں اور پلیز ویمن! اس کمپلیکس میں مت پڑنا۔ اتنی فیک اور کھوکھلے لوگوں سے بھری دُنیا میں ایک ہی لڑکی ہے جس کا اصل مجھے زندگی میں پہلی دفعہ نظر آیا ہے۔ وہ اوریجنل پیس بہت مضبوط' نڈر' اپنی کرنے والی' ہمدرد' محبت

سے بھری' احساس سے بھرپور' مجھے سے زرا کم جذباتی اور ایک انتہائی حسین ترین حور ہے۔جو کسی عام سے بندے کی زندگی میں کرن بن کر آئی۔ایسے تو نہیں کہتا میں تمھیں رے۔۔۔"

گھمبیر لہجے میں کہتا اسے پیار کر کے چھوڑتا وہ اس کے بال ہلکے سے بگاڑتے ہوئے بولا۔

"دیکھا میری توجہ ہٹادی کام سے اب تو لازمی تمھیں جانا پڑے گا۔"

اس نے رمشا کا بازو پکڑا اور اسے دروازے کی طرف لے کر جانے لگا۔

"نہیں میں یہی بیٹھ کر کام کروں گی۔سکندر اگر باہر بھیجا ناآپ نے میں تو پھر ناراض ہو کر چلی جاوں گی۔"

سکندر ہنس پڑا۔

"اوّل تو تم مجھے یعنی کے اپنے داود کو چھوڑ کر نہیں جاو گی اگر چلی بھی گئی تو میں پھر سے اُٹھا کر تمھیں لے آوں گا۔آرام سے کام کرو میں آجاوں گا تھوڑی دیر میں۔۔۔"رمشا نے اپنا بازو نروٹھے پن سے چھڑوایا۔

"میرے ہر کام کو ٹرامپل کرتے رہتے ہیں آج میں ایسا کرنے لگی تو آپ مجھے باہر بھیج رہے ہیں۔۔۔"

سکندر نے اسے روکا مگر وہ ناراضگی سے چلی گئی تھی۔سکندر مسکراہٹ دبا کر سر ہلاتے ہوئے دروازہ بند کر چکا تھا۔اب مسکراہٹ اس کے چہرے سے غائب ہو چکی تھی۔

اب وہ اپنا کام مکمل کر کے باہر نکلا تھا تو اوپر کے دو پورشن میں رمشا کو چیک کر چکا تھا۔۔وہ وہاں پہ نہیں تھی!

یہ ایک جملہ کہنے' سُننے میں لگے گا یہی کہی ہو گی مل جائے گی'مگر شیرِ داود سکندر حدید کو یہی ایک جملہ پینک اٹیک میں مبتلا کر گیا۔

نیچے آکر اس نے رمشا کو آوازیں دیں۔جو آس پاس کام والا سامنے نظر آیا۔اس سے بھی پوچھا لیکن انھیں کوئی پتا نہیں تھا ۔اب تو آگیا سکندر کو غصہ۔

"کیا مطلب!!! اندھے ہو کر گھومتے رہتے ہو گھر میں۔۔بی بی کہی بھی نہیں نظر آئی۔۔۔"

ایک پہ تو وہ اپنا غصہ قابو نہ رکھ سکا اور دھاڑ کر سلیم کو ڈپٹ دیا۔اب بیچارا سلیم کیا کہتا صاحب نے اسے کہا تھا بی بی آس پاس ہو تو سب کی نظریں جھک جانی چاہیے کیسے دیکھتا وہ۔اب کہہ رہے تھے دیکھا کیوں نہیں۔یہ صاحب کی آخر پرابلم کیا ہے ؟

سکندر غصے سے اسے گھورتا اب باہر کی طرف بڑھا لیکن وہ باہر کیسے ہو سکتی ہے۔کتوں کو تو کھلا چھوڑ دیا جاتا اور یہ بات رمشا اچھی طرح جانتی تھی' اگر اسے وہاں پر ملی تو بھی اسے صحیح ڈانٹے گا اگر وہاں پہ نہ ملی تو بعد میں بھی اس کا حشر کرے گا۔

وہ باہر آیا اس نے لان چیک کیا وہاں پر بھی نہیں تھی۔اسے تو اب صحیح معنوں میں پریشانی ہو گئی۔یہ کہی چلی تو نہیں گئی مگر گیٹ پہ گارڈ ہے۔اگر وہ چلی جاتی تو اسے فوراً اطلاع مل جاتی۔اس نے پچھلے لان کی طرف چیک کرنا بہتر سمجھا اگر وہاں نہ ملی تو پھر وہ اس گھر کو ہلا ڈالے گا۔خوش قسمتی سے اسے وہ وہی ملی جہاں اکثر وہ نماز پڑھا کرتی تھی۔جھولے پہ بیٹھی' سکیچ بُک پہ مصروف اس وقت وہ سکندر کو بہت بُری لگی۔اتنا دماغ جو خراب کر دیا تھا اس نے اور یہاں مزے سے بیٹھی تھی۔

"تم یہاں بیٹھی تھی تو مجھے بتا دیتی کب سے پورا گھر میں تمھیں پاگلوں کی طرح ڈھونڈ رہا تھا۔"

وہ تیزی سے کہتے ہوئے اس کے سامنے آیا۔رمشا ایک دم اس کی آواز پر اچانک اچھل پڑی۔اس کے انگلی سے پینسل پھسل کر نیچے گر گئی۔

"یا اللہ سکندر آپ تو ایک دن مجھے ہارٹ اٹیک دیں گے۔"

رمشا نے اسے دیکھا جس کا موڈ بگڑا ہوا تھا۔

"کمرے میں کیوں نہیں بیٹھی یہاں پر کیا کر رہی ہو؟ تمھیں پتا ہے کتے کھلے چھوڑے ہوئے ہیں۔"

رمشا نے تاسف سے سر ہلاتے ہوئے جھکی پینسل اُٹھائی۔

"یہ میرا گھر ہے۔میں اب آپ سے اجازت لے کر اپنے گھر میں جگہ جگہ جایا کروں۔"

اس کا انداز سکندر کو زرا سا سرد لگا۔

"کم سے کم اس وقت تو ضرور رے۔ تمھیں پتا ہے کہ میں تمھارے معاملے میں کتنا حساس ہوں۔اس وقت بھی تمھیں کمرے میں اس لیے بھیجا تھا کہ تم ڈسٹرب نہ ہو۔" وہ اس کے ساتھ جھولے پہ بیٹھتے ہوئے نرمی سے اب بولا۔رمشا نظر آگئی تھی بس سارا غصہ ہوا میں اُڑھ گیا۔حشر کرنے کی جو وہ منصوبے بنا رہا تھا وہ بس ایک دفعہ اونچی آواز میں ڈانٹنا ہی تھا۔

رمشا نے بُک بند کی اور سائڈ ٹیبل پہ رکھ کر اس کی طرف رُخ موڑا جو اسے ہی دیکھ رہا تھا۔

"حساس کے بجائے جذباتی کہے آپ اپنے آپ کو۔۔۔ سکندر آپ کو پتا بھی ہے جب آپ ٹرامپل کرتے ہیں تو ٹرامپلنگ میں سب سے زیادہ نقصان آپ اپنا کرواتے ہیں۔" سکندر خاموشی سے اسے دیکھنے لگا۔وہ بولا کچھ نہیں۔شاہد وہ اس کی بات سے متفق تھا۔

"میں جانتی ہوں آپ کی کنڈیشن! آپ کس درد سے گزرے ہیں۔ایسے درد سے گزر کر کڑوی دُنیا کا سامنا کرنا بیحد مشکل ہے۔آپ کی جگہ کوئی اور ہوتا تو کب کا پاگل ہو چکا ہوتا یا خود کو ہی مار ڈالتا لیکن آپ نے سروائیو کیا مگر اس کے ساتھ ساتھ آپ اپنے آپ کو نقصان پہنچا رہے ہیں۔میرے اور بختاور کے حوالے سے آپ اتنے جذباتی ہیں کہ ہمیں کچھ ہو نہ ہو باقی جو ہم سے جڑے لوگ ہیں وہ متاثر ہوتے ہیں۔"

اس نے سکندر کا ہاتھ پکڑا۔

"صوفیا آپی کے ساتھ جو ہوا وہ میرے اور بختاور کے ساتھ کبھی نہیں ہو گا۔یہ ڈر آپ کو اپنے اندر سے ختم کرنا پڑے گا۔ مجھے آپ سے بہت محبت ہے۔آپ کی فکر ہے۔اس لئے کہہ رہی ہوں۔نارملیٹی کی طرف آئے۔۔دُنیا کو ٹرامپل کرتے کرتے ایک دن خود آپ ٹرامپل نہ ہو جائے۔"

سکندر نے اسے دیکھا پھر ہنسا۔آج وہ ضرورت سے زیادہ ہی ہنس رہا تھا۔شاہد اپنا دکھ بھگانے کے لئے ایسا کر رہا تھا۔وہ ظاہر نہیں کرنا چاہتا تھا مگر پھر بھی وہ رمشا کی نظروں میں ظاہر پڑ رہا تھا۔

"اب کتنا ٹرامپل ہو گا میں رے۔۔۔"

اس نے رمشا سے نظریں ہٹا کر نیم اندھیرے لان کے گھاس کو گھورنے لگا۔

"جن دنوں مجھے دماغی مدد کی شدید ضرورت تھی۔ان دنوں میں غلط کاموں میں ملوث ہو گیا۔شاہد مجھے لگا یہ میرا اصل ہے۔یہ چیز مجھے سکون دے دیں۔ جس کی تلاش میں مارا مارا پھیر رہا ہوں۔دُنیا تو کب کا مجھ پہ تھوک چکی تھی۔ماں' باپ تو سر پہ ہی نہیں تھے۔بس ایک دوست تھا۔وہ بھی بیچارا زیادہ سے زیادہ کیا کر سکتا تھا۔میڈیسن اور تھارپی پتا کیا ہوتی تھی میری۔۔۔؟"

اس نے مسکرا کر رمشا کو دیکھتے ہوئے کہا۔رمشا کو اس کی مسکراہٹ کو دیکھ کر رونا آیا۔

"خون بہانا!! ٹارچر کرنا' تڑپتی ہوئی چیخیں سُنا' جسم کے حصے کو علیحدہ کرنا' شراب پینا' نشے میں دُھت رہنا۔یہ ساری چیزیں میری وقتی بے سکونی کو دور کرنے لگا۔۔۔۔"

وہ بولتے ہوئے چُپ ہو گیا۔جیسے بولنے کے لئے اس کے پاس الفاظ نہیں رہ گئے تھے۔

"لوگوں کو تو میں سائیکو ہی لگوں گا لیکن لوگوں کو کیا بتاوں کہ یہ صوفی کی آوازیں' اس کا ٹوٹی گڑیا کی طرح گرا وجود۔مجھے ہانٹ کرتا ہے۔اوپر سے تمھارے موت کے قریب جانا' بختاور کو گولی لگنا۔۔۔۔"

کہتے ہوئے ایک دم سے اُٹھ گیا۔پیٹ میں جلن سی شروع ہو گئی تھی۔وہ جب جب ایسی چیزیں سوچتا تھا یاذ کر کرتا تھا تو اس کی ایسی حالت ہو جاتی تھی۔جلن تھی تو غصہ بھی خامخواہ آگیا۔

"اور کیا تم ٹک پہ سارا دن لگی رہتی ہو۔میں تو ضروری ہوں ہی نہیں۔اُٹھو۔۔۔"

اس نے رمشا کا بازو پکڑ کر اسے کھینچا۔

"سکندر! اللہ میرے یہ آدمی۔۔۔"

....

"مجھے یہ نہیں پینا کتنا گندا ہے۔" بختاور نے باول پیچھے کیا۔درینہ نے اسے زرا سا گھورا۔

"گندا بیشک ہو لیکن تمھیں یہ پینا پڑے گا۔ چاچو نے کہا تمھارے ڈائیٹ ہی بالکل خراب ہے اور جلدی ٹھیک نہیں ہونا۔ چھ دن بعد تمھارے اگزام ہے۔" اس نے چمچ اس کے ہنوٹوں کے قریب کیا کہ درینہ کے چاچو کے ذکر پہ اس کا منہ بگڑ گیا۔

"میں بالکل ٹھیک ہوں آپی!! اور ڈائیٹ سے کچھ نہیں ہوتا۔ ڈاکٹر ہیں نیوٹریشنسٹ نہیں۔ مطلب کے کچھ بھی۔" اس بیچاری کا غصہ بنتا تھا۔ مشورے بھی کون دے رہا ہے۔

"کیا بحث ہو رہی ہے؟ اور درینہ تم اسے سوپ مکمل کیوں نہیں کروایا۔"

حداد کی آواز پر دونوں نے مڑ کر اسے دیکھا جو جوس ٹرے میں پکڑے۔ بختاور کو تیز نظروں سے دیکھ رہا تھا لیکن نجانے کیوں بختاور کو اس کے ہونٹوں پہ شرارتی مسکان محسوس ہوئی جسے وہ بڑی مشکلوں سے چھپائے جا رہا تھا۔

"چاچو جو آپ نے سوپ بنایا ہے وہ یہ بالکل نہیں پی رہی۔ خوامخواہ کی ضد کر رہی ہے۔ بختاور اگر تمھارے ماما کو پتا چل گیا تو وہ بہت ناراض ہو گے۔"

"آپی پلیز میں اس وقت صرف سونا چاہتی ہوں۔۔۔"

وہ پیچھے ہو کر کمبل تان کر لیٹنے لگی کہ حداد کی آواز پہ اسے رُکنا پڑا۔

"بعد میں سو جانا مگر ہم مزید کوئی مصیبت نہیں مول سکتے۔ اس لئے چُپ چاپ کر کے سوپ پیو اور یہ جوس پہ رکھا ہے فوراً سے پینا۔۔۔"

درینہ چاچو کے زمہ دار روپ کو دیکھ کر بہت خوش ہوئی۔ چاچو کو نارملیٹی کی طرف دیکھ کر وہ پر سکون ہو گئی تھی۔ اب سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا۔

"دیکھو چندا چاچو کتنا خیال رکھ رہے ہیں تمھارا۔۔ ورنہ ہم غریب کو تو پوچھتے ہی نہیں تھے۔ تم کتنی لکی ہو۔۔۔ چلو جلدی سے سوپ پیو! پھر جوس پی کر دوائی کھا کر سو جانا۔"

بختاور نے بے اختیار حداد کو دیکھا تھا۔ حداد بھی ایک دم سے کنفیوز ڈ ہو گیا۔ یہ کیا بول رہی ہے عینہ۔

"آپی !! مگر۔۔۔۔۔"

"اگر مگر کچھ نہیں۔ اُف تمھاری ٹینشن میں بھول گئی۔ امی سے ضروری بات کرنی تھی۔ تم ایک کام کرو یہ جلدی سے فٹافٹ ختم کرو۔ میں آوں تو ختم ہونا چاہیے۔ چاچو زبردستی کرنی ہے آپ نے' اگر کوئی نخرے دکھائے یہ۔"

اب تو حداد کا منہ کھل گیا۔

"کیا مطلب میں اب جانے ہی والا ہوں۔"

"بعد میں چلے جائے گا ڈاکٹر صاحب پہلے مریضہ کو ٹھیک کیجیے۔ ورنہ حنان میرا حشر کر دیں گے۔ چلو پیو چاچو نظر رکھیے گا۔"

وہ کہتے ہوئے کمرے سے غائب ہو گئی۔ اب وہ دونوں اکیلے تھے۔ حداد نے گہرا سانس لیتے ہوئے ٹرے سائڈ ٹیبل پہ رکھی اور سامنے کُرسی پہ بیٹھا۔

"ختم کرو۔"

اس نے آہستگی سے کہتے ہوئے باول کی طرف اشارہ کیا۔ جو بختاور کی گود میں پڑا تھا۔

"یہ کیا بنایا ہے۔ اتنا تو مجھے بھی پتا ہے کہ یہ مریضوں کا کھانا ہرگز نہیں ہو سکتا ہے۔ آپ نے مجھ سے بدلہ لینے کے لئے ضرور کچھ کیا ہے۔" حداد بختاور کو دیکھ کر اپنی نظریں پھیر چکا تھا۔ بلیو جینز' نیلی شرٹ میں وہ ہینڈسم لگ رہا تھا۔ بالوں پہ جیل لگا کر اس نے بن بنایا ہوا تھا۔

"میں اتنا ظالم بھی نہیں ہوں کہ ایک بیمار بندے کے ساتھ ظلم کروں' اگر سوپ نہیں اچھا لگ رہا تو مت پیو۔۔ مگر جوس ضروری ہے۔۔ دوائی ایسے نہیں دے سکتا میں۔"

حداد کی نرمی سے بات کرنے پہ نجانے اسے کیوں چڑ ہوئی۔ کچھ دنوں سے وہ واقعی چڑ چڑی سی ہوئے جا رہی تھی۔

"مجھے کچھ نہیں کھاناپینا۔۔ تھینک یو میری فکر کرنے کے لئے مگر اس کی ضرورت نہیں ہے۔"

حداد ٹانگ کے اوپر ٹانگ رکھے اسے دیکھنے لگا۔ وہ باول سائڈ ٹیبل پہ رکھ کر کمبل ہٹا کر اُٹھی۔ اُٹھی تھی کہ اس کا سر چکرانے لگا۔ اب حداد کو اُٹھ کر اسے سنبھالنا پڑا۔

"انجیکشن جب لارہا تھا تو اس وقت بولتی کیوں بند ہو گئی تھی۔ اس وقت تو بڑی داوے سے کہا جارہا تھا میں کھانا کھا کر دوائی لے لوں گی۔ تمھارے ماما نے ویسے تمھیں بہت بگاڑا ہے۔ نجانے تمھارا کیا ہو گا۔"

اس نے تکیہ پیچھے رکھ کر اس کو ٹیک لگوائی۔ بختاور نے اس کا ہاتھ جھٹکا۔

"میرے ماما نے آپ کا آخر کیا بگاڑا ہے۔ کیوں انھیں ہر وقت میرے سامنے کچھ کہتے ہیں۔ آئیندہ میں ان کے خلاف کوئی بات نہیں سُنوں گی۔۔۔ رہی بات میری تو میرے ماما ہے میرے سوچنے کے لئے۔۔ یقیناً بہت اچھا ہی سوچے گے۔"

"بیماری تمھارے دماغ اور زبان پہ پتا نہیں کیوں اثر نہیں کی۔ جب پیدا ہوئی تھی تو رونے کے بجائے بولنا شروع کیا ہو گا تم نے۔" حداد ٹرے اُٹھا کر اس کے سامنے بیٹھتے ہوئے بولا۔

"ہاں آپ تو اس وقت موجود تھے نا جیسے۔ بڑا میرے بارے میں پتا ہے۔" اس نے ٹانگیں اپنے قریب کرتے ہوئے اسے کہا۔

"ویسے تمھارے ماں باپ کو جیسے ہی تمھارا پتا چلا کہ ایک چھوٹی سی چڑیل ان کے زندگی میں آنے والی ہے تو وہ فوراً سے بھاگ ہی گئے۔۔۔"

بات تو حداد نے مذاق میں کی تھی مگر یہ بات بختاور کو بہت زور سے دل میں جا کر لگی تھی۔ وہ خاموش ہو گئی۔ اس بارے میں کیا کہتی وہ۔ اس نے اپنا سر جھکا لیا۔ حداد جو ٹرے اس کی گود میں رکھ کر جوس کا گلاس اسے دینے لگا تھا ایک دم جیسے ٹھہر گیا۔ اسے اپنی غیر سنجیدگی کا احساس اس کی خاموشی اور جھکے چہرے سے بہت بُری طرح محسوس ہوا۔

"آئیم سوری میرا یہ کہنے کا مطلب نہیں تھا۔۔۔"

اسے سمجھ نہیں آئی کہ آگے وہ کیا کہتا۔

"میں پی لوں گی۔آپ جا سکتے ہیں۔"

بختاور نے آہستگی سے کہتے ہوئے اس سے ٹرے لی اور خاموشی سے چمچ سوپ میں ہلانے لگی۔

"میں جب ایک سال کا تھا' تو میرے ڈیڈ کی ڈیتھ ہو گئی تھی۔"

بختاور نے سر اُٹھا کر اسے دیکھا وہ سوپ کا پیالہ اُٹھا کر چمچ اس کے ہونٹوں کے پاس لے کر گیا۔بختاور نے کہنا چاہا تو حداد نے آنکھوں کے اشارے سے اسے پینے کا کہا۔اس نے زرا سا منہ کھولا اور نیم گرم سوپ اس کے حلق کے اندر گیا۔

"ان کو پتا چل گیا تھا کہ انھوں نے اس بار ایک جنگلی' پاگل سائیکو بیٹا پیدا کیا ہے۔جو کسی کام کا نہیں ہے۔۔۔یہ سب دیکھنے سے پہلے ہی وہ چل بسے۔۔۔دیکھ لیتے تو ویسے بھی غصے کے مارے انھوں نے اللہ کو پیارا ہو جانا تھا۔"

بختاور نے اسے دیکھا وہ آج بہتر موڈ میں لگ رہا تھا۔کل جو اس کا غصہ تھا توبہ توبہ اچھے سے اچھا بہادر بندہ بھی جیسن موموا کو دیکھ کر ڈر جاتا۔

"خیر تب سے بڑے بھیا نے ہی مجھے باپ کی طرح پالا۔اُنّیس سال کے تھے اس وقت۔بڑا خیال رکھا کرتے تھے میرا۔۔۔لاڈ بھی خوب اُٹھاتے تھے میرے۔کسی کو مجھے کچھ کہنے نہیں دیتے۔۔۔۔"

"تبھی آپ اتنے جنگلی ہیں۔" بختاور نے سوپ پیتے ہوئے بے اختیار کہا۔یہ سوپ بہت ہی گندا تھا۔اس نے منہ بناتے ہوئے اسے دیکھا۔

"منیرز کی کلاس لینے پڑے گی بختاور عالم آپ کو۔" حداد نے تاسف سے سر ہلاتے ہوئے اس سوپ پلایا۔جس پہ وہ بُرے بُرے منہ بنا رہی تھی۔بالکل بچی تھی یہ۔

"اور منیرز کی کلاس کے ٹیچر کون ہوں گے آپ؟ کھال ڈر گو؟"

"خیر اس وقت میں اتنا جنگلی نہیں تھا۔الٹا کافی ڈسپلنڈ' پڑھائی میں ٹاپر' تمیزدار بچہ تھا۔جس وقت بچے موج مستی کرتے تھے۔کھیلتے تھے۔ان کی ڈھیروں سرگرمیاں ہوتی تھی۔اس وقت میں پڑھا کرتا تھا۔۔۔"

"اوہ واو ورپڑھا کو بچے۔۔۔پڑھ پڑھ کر آخر میں کیا کیا۔۔اپنا بھی دماغ خراب اور دوسروں کا بھی۔میں تو اس لئے کہتی ہوں پڑھائی میں کچھ نہیں پڑا مگر میرے ماما کو کون سمجھائے۔۔آپ کی مثال ان کے سامنے نہ رکھ دوں۔"

"پڑھائی نے میرا کام نہیں بگاڑا بلکہ۔۔۔۔"

وہ اپنا ہاتھ نیچے کر چکا تھا۔بختاور کو دیکھنے میں پتا نہیں کیوں اس کے لئے مشکلاہٹ ہو رہی تھی۔

اگر وہ دیکھے گا تو دل پہ اختیار نہیں رکھ سکے گا۔

تم اس کے لائیق نہیں ہو حداد عظیم فور گاڈ سیک وہ بچی ہے !!!

"بلکہ ؟"

بختاور نے کہا۔حداد اٹھ گیا۔گلاس اُٹھا کر اس نے ٹرے سائڈ پہ رکھا۔

"بلکہ کچھ نہیں اب تم یہ پیو میں تمھاری دوایاں لاتا ہوں۔"

Yuck !!!

"یہ کیا ہے؟"

اس نے ہرے رنگ کا شربت دیکھ کر حداد سے پوچھا۔

"کیل کا جوس ہے۔اس میں سیلیری' ٹامٹر اور کیل ہے۔امونیٹی سسٹم کے لئے اچھا ہے۔"

"نہ بابا نہ میں تو یہ بالکل نہیں پینے والی۔سادہ پانی سے دوائی لوں گی اور سو جاوں گی۔"

"ایک تمھیں سونے کی کچھ زیادہ نہیں پڑی ہوئی۔ پیپر کی تیاری نہیں کرنی۔۔ چلو یہ ختم کرو ورنہ میں زبردستی پلانے پہ مجبور ہو جاوں گا۔۔"

حداد نے اسے آنکھیں دکھائیں۔ آنکھیں بختاور نے بھی دکھائی وہ بھی پھاڑ پھاڑ کر۔

"تمھیں یہ پینا ہے۔۔"

"میں یہ نہیں پیوں گی۔۔"

"بختاور؟ کیا ہوا ہے تمھیں۔"

حنان دروازہ کھول کر اندر آیا۔ وہ اس وقت یونی فورم میں ملبوس تھا۔ اس کے چہرے پہ پریشانی تھی۔

"تمھیں بخار ہے!! تم نے مجھے بتایا کیوں نہیں۔" اس نے آگے آکر بختاور کی پیشانی پہ ہاتھ رکھا۔ اس کی پیشانی کی تپش میں زرا کمی آئی ہوئی تھی۔

"حداد بھائی آپ نے چیک کیا؟" حنان نے حداد سے پوچھا۔ وہ جو جواب دینے لگا تھا' اس سے پہلے بختاور ہی بول بیٹھی۔

"میں ٹھیک ہوں ہانی ماما بس زرا طبیعت خراب ہو جاتی ہے۔"

"زرا طبیعت خراب حالت دیکھو اپنی۔ ڈاکٹر کو بلانے کی ضرورت ہے کہ نہیں؟"

"نہیں ضرورت تو نہیں ہے۔ بس یہ زرا کھا کر کچھ میڈیسن لے لیتی تو اس نے شام تک ٹھیک ہو جانا تھا مگر یہ کچھ لی ہی نہیں رہی۔ میں نے کہا چلو انجیکشن ہی لگا دوں تو منع کرنے لگی۔۔۔"

"کیوں نہیں سُن رہی۔ ایک تو بھائی میرا اتنا خیال رکھ رہے ہیں اور تم نخرے کر رہی ہو۔ کہاں ہیں کھانا؟"

وہ بختاور کے گرد بازو پھیلاتے ہوئے اسے ڈپٹ کر حداد سے پوچھنے لگا۔

"کھانا بعد میں دیں دینگے پہلے یہ جوس پی لے اور یہ لے نہیں رہی۔۔"

حداد نے آنکھوں میں شرارت لئے بختاور کو دیکھا جو منہ کھولے حنان کو دیکھتے ہوئے بولی۔

"ہانی ماما مجھے یہ جوس نہیں پینا۔ یہ سچ میں بہت گندا ہے۔۔ میرا گلا ویسے بھی خراب ہے اور جوس تو آپ کو پتا ہے اس سے گلے کو خراب کرتا ہے۔۔ مجھے بس سادہ پانی دیں میں سو جاوں گی۔"

"وہ ڈاکٹر ہیں کہ تم؟ لائے حداد بھائی مجھے دیں۔۔ میں پلاتا ہوں کیسے نہیں پیتی۔ ماما سے ضرور درگت بنوانی ہے میری۔ وہ پہلے ہی تمھارے حوالے سے پریشان ہے۔۔ چلو شاباش پیو۔۔۔"

"ماما میری بات سُنیں۔۔۔" بختاور نے کچھ کہنا چاہا کہ حداد نے نرمی سے بات کاٹی۔

"بحث نہیں کرو بختاور دیکھو کتنا پریشان ہے حنان چلو جلدی سے پیو تا کہ وہ آفس جا سکے۔"

حداد کو بختاور کی سچویشن پہ خوب ہنسی آئی اور خوب انجوائی بھی کیا۔ بختاور نے اسے خونخوار نظروں سے دیکھا۔ دیکھ لے گی وہ اس آدمی کو۔

"چلو میرا بچہ بس اتنا سا ہی ہے۔۔۔"

حنان کے کہنے پہ وہ پینے پہ مجبور ہو گئی۔ پیتے ہوئے جو اس کی حالت ہوئی۔ لگا کہ دل کیا' سارا معدہ باہر آ جائے گا۔ حداد نے یہ جان بوجھ کر یہ جوس پلایا تھا۔۔ اور بھی بہت سارے جوس ہوتے ہیں مگر نہیں۔۔۔ بدلہ بس بدلہ کے سوا اس آدمی کو کچھ دکھائی نہیں دیتا۔ حداد کی ہنسی چھوٹی جس پہ وہ بے اختیار کھانسا۔

"یہ جوس تھا کہ زہر۔ مجھے پانی دیں۔۔۔ اُف اُف۔۔۔ آپ سب لوگ بہت بُرے ہیں۔۔۔ دیکھنا سب بیمار ہو جائے تو میں بھی گن گن کے بدلے لوں گی۔"

"بدلے بعد میں لینا محترمہ اب چُپ چاپ کر کے دوائی کھاؤ اور آرام کرو۔۔۔"

حنان نے اس کے بال ٹھیک کرتے ہوئے اُٹھا اور حداد سے میڈیسن پوچھی۔ حداد سر ہلا کر اس کے لئے میڈیسن لینے کے لئے اپنے کمرے کی طرف گیا۔

" دیکھ لوں گی تمھیں حداد عظیم۔۔۔"بختاور نے حداد کو جاتے ہوئے دیکھ کر دل میں سوچا۔۔یہ آدمی اس کے لئے جان لیوا تھا۔

....

"ہوں اچھا ہے مگر مزا نہیں آیا"

اس نے ڈرگز کا پیکٹ زرا سا اچھال کر سامنے بیگ پہ پھینکا۔

ٹانگ پہ ٹانگ رکھے وہ سگار کو انگلیوں کے بیچ میں گھماتے ہوئے ان کو دیکھنے لگا۔جن کے تاثرات اس کے ایک ہی جملے میں بدل گئے۔

"یہ سب سے بہترین مال ہے بھا۔ایسا مال بہت سے لوگوں کے پہنچ میں نہیں آسکا۔تم لکی ہو۔"

وہ طاہر کی بات پہ بے اختیار ہنسا۔

"اچھا میں لکی ہوں۔سُن کر اچھا لگا کہ یہ مال کسی کے پہنچ میں نہیں آیا سوائے میرے مگر جب مجھے چیز پسند ہی نہیں آئی تو اس میں میں کیا کر سکتا ہوں۔پریشان مت ہو۔یہ میرے پاس چھوڑ جاو ہو سکتا ہے چیک کرنے کے بعد میں کوئی حتمی فیصلہ کروں۔۔۔"

اب انھوں نے دیکھا کہ وہ فوراً سکندر کی بات پہ پر سکون اور خوش ہو گئے تھے۔

سکندر اُٹھ کر باہر آیا۔جاوید اس کے پیچھے ہی تھا۔

"سر آپ کو جب۔۔۔۔۔"

"تمھیں میں نے بولنے کا کہا جاوید۔۔۔"

سکندر نے رُک کر جاوید کو دیکھا۔جاوید رُکتے ہوئے ایک دم خاموش ہو گیا۔

"سوری سر۔۔۔"

"گاڑی میں بات کرتے ہیں۔"

سکندر نے ڈرائیونگ سیٹ سنبھال لی جبکہ جاوید اس کے ساتھ بیٹھا۔ آج سکندر کا ڈرائیو کرنے کا موڈ تھا۔

"تم بول سکتے ہو وہاں کلب میں ویسے بھی سب کے کان کھڑے ہو جاتے ہیں اور ایک ایک خبر ان کے شرٹ پہ لگے مائیکروفون میں جارہی ہوتی ہے۔ اس لئے دھیان دینا پڑتا ہے۔ تم کیا کہہ رہے تھے؟"

جاوید نے سر ہلاتے ہوئے' گلا کنکھار کر کہا۔

"سر آپ کو جب مال پسند نہیں آیا تھا تو آپ نے پھر بھی ان سے کیوں لے لیا۔"

سکندر مسکرایا۔

"پانچ سال سے میرے ساتھ کام کر رہے ہو جاوید ابھی تک میری سوچ نہیں پڑھ سکے۔ مال کو ریجیکٹ کرنا ان کے لئے یہ بات کسی تھپڑ سے کم نہیں ہو گا۔ مال چیک کر چکا ہوں۔ یہ بہت خطرناک ہے اور ان بیوقوفوں کی پہنچ میں آگیا۔۔ جیسے ہی میں نے لے لینا تھا۔ سمجھوں سب چھوٹے' بڑے غنڈوں نے لے لینا تھا۔۔۔ وہ میری نقل کرتے ہیں۔۔ میں کیا خریدتا ہوں' میں کیا بیچتا ہوں وہ سب اس پہ نظر رکھتے ہیں۔ اب یہ مال بیکار سمجھا جائے گا۔ گارنٹی ہے کم سے کم اس علاقے میں یہ مال کوئی نہیں خریدے گا۔"

"تو آپ نے پھینکنے کے لئے اس سے لی ہے؟"

"بالکل! جب دیکھا گا کہ مجھے بھی اثر نہیں ہوا' مجھے مزا نہیں آیا۔ سمجھو اس کی نظر میں یہ نشہ رجیکٹ!"

"اب ہم کہاں جا رہے ہیں؟"

"ہاتھوں میں بڑی کھجلی ہو رہی ہے۔ تم لوگوں نے پٹائی کا موقعہ ہی نہیں دیا سو چا اپنی کسر ان بلیوں پہ اُتار آوں۔"

اس نے گاڑی صوفی کلب کی طرف بڑھائی۔

"چھوڑ دو مجھے پلیز مجھے چھوڑ دو۔۔۔"

سکندر نے اس کی گردن پکڑی اور بے رحمی سے دباو بڑھاتے ہوئے ہنسا۔

"میری بیوی کے چہرے پہ انگلیوں کے نیشان چھوڑ کر تم سمجھتے ہو کہ میں تمھیں چھوڑ دوں وہ بھی اتنی آسانی سے تو یہ تمھاری غلط فہمی ہے۔ بولا تھا نا اس نے کہ وہ کس کی بیوی ہے!!! تو کیوں خوف نہیں آیا تمھارے دل میں بولو!!!! جب اپنے انجام کا پتا تھا پھر بھی ایسی حرکت کیوں کی؟ کیوں!!"

سکندر نے اس کے زخمی گال پہ زور سے تھپڑ مارا۔ وہ جلن سے تڑپ اُٹھا۔ فاروق نے اپنی آنکھیں بند کر دیں۔ سکندر نے ایک دفعہ بھی اسے ہاتھ نہیں لگایا۔ وہ دل میں کہہ رہا تھا کاش لگا دیتا۔۔۔ اُدھر وہ اس کو جسمانی ٹارچر دے رہا تھا اور یہاں اسے ذہنی اور مانا پڑے گا ذہنی' جسمانی ٹارچر سے زیادہ تکلیف دے ہوتا ہے۔

"میں معافی مانگ لوں گا مگر پلیز مجھے چھوڑ دو۔۔۔"

سکندر نے اسے زور سے زمین پہ پھینکا اور اس کی پشت پہ بوٹ رکھ کر کہا۔

"معافی!! اسے تکلیف دے کر کہتے ہو اب معافی مانگ لوں گا۔ سوری میں اتنا رحم دل نہیں ہوں۔ کم سے کم اپنی بیوی کے معاملے میں تو بالکل نہیں۔ آج تمھیں چھوڑ دیا تو کل کو کوئی اور ایسی حرکت کرے گا اور میں ایسا ہونے نہیں دوں گا۔"

اس نے اب اس کے کہرانے پہ اپنا پاوں ہٹایا۔

"جاوید!!!"

"جی سر؟"

جاوید فوراً نمودار ہوا۔

"انھیں جیپ میں پھینکو! اور ہسپتال ایڈمٹ کرواو۔۔۔ ان دونوں کے گھر والوں کو اطلاع دو اور کسی بھی طور پہ میرا نام نہیں آنا چاہیے' اگر آیا تو ان دونوں سے پہلے میں تمھارا حشر کروں گا۔۔۔"

کہہ کر اب وہ اپنا بازو کی سلیوز کو پیچھے کرتا فاروق کے پاس آیا جو رُخ موڑے لمبی لمبی سانس لے رہا تھا۔

سکندر کے چہرے پہ مسکراہٹ پھیلی۔

"کیسے ہو چھوٹے بھائی؟مزے میں ہو کہ نہیں؟"

وہ چلتے ہوۓ اس کے پاس آیا اور گھٹنے کے بل جھک کر اسے دیکھنے لگا۔جس نے سکندر کے بولنے پر بھی اپنی آنکھیں نہیں کھولی تھیں۔

"یار تم تو بڑے باغی سے تھے۔ایک دم سے تمھیں کیا ہو گیا۔۔یہ لمبی گز بڑی زبان کہاں غائب ہو گئی۔۔۔"

اب فاروق نے اپنی آنکھیں کھولیں۔اس نے سکندر کو دیکھا پھر اپنی خشک لبوں پہ زبان پھیرتے ہوۓ اس نے آہستگی سے کہا۔

"بابا کی خاطر مجھے چھوڑ دو سکندر۔"

سکندر کی آنکھیں حیرت سے پھیلی' پھر وہ ہنسا۔

"کس بابا کی خاطر؟ تمھارا باپ میرا آخر لگتا ہی کیا ہے جو اس کی خاطر تمھیں چھوڑ دوں۔"

"تم ان کی پہلی اولاد ہو سکندر۔"

وہ آگے سے بولنے لگا تھا کہ سکندر اچانک سے دھاڑا۔

"چُپ!!!! زبان اپنی بندر کھو!!! نہ ہی وہ میرا باپ ہے نہ ہی میں ان کا بیٹا۔کم سے کم اس وقت تو بالکل بھی نہیں ہے۔بچہ سمجھا ہوا مجھے۔جو میں تمھاری اموشینل باتوں میں آجاوں گا اور تمھیں چھوڑ دوں گا۔نہیں نہیں فاروق میاں! ابھی تو شروعات ہے آگے آگے دیکھو تمھارے ساتھ ہوتا کیا ہے۔"

سکندر اپنی چھری نکال چکا تھا ایک دم اس کے جیب میں موجود فون بجنے لگا۔اس نے فون نکال کر دیکھا تو عنیقہ کا فون تھا۔اس نے فاروق کو دیکھا جو اپنی آنکھیں زور سے میچ چکا تھا۔اُٹھ کر اس نے فون کان سے لگایا۔

"ہاں بولو بچے۔" بڑی نرمی سے بولتے ہوۓ وہ اپنے پہلے والے روپ سے کافی مختلف لگ رہا تھا۔

"اچھا اچھا پریشان مت ہو۔ مجھے اس کا پتا مل چکا ہے۔۔ رو رو نہیں ہاں ہاں مل گیا ہے۔۔ مگر تم حدید عالم کو نہ بتانا کہ میں نے ڈھونڈا ہے۔۔۔ عنیقہ!!! جو کہا ہے وہ کرو اگر زرا بھی پتا لگا تو تمھارے بھائی کا حشر کر دوں گا میں۔ ریلیکس رہو آجائے گا کچھ ہی گھنٹوں میں اوکے اوکے اللہ حافظ۔۔۔"

فاروق نے سکندر کی زبان سے جب عنیقہ کا نام سُنا تو ایک دم چوکس ہو گیا۔

"میری بہن تمھیں کال کیوں کر رہی تھی؟" سکندر نے اسے دیکھا پھر تیز لہجے میں بولے بغیر نہ رہ سکا۔

"وہ میری بھی بہن ہے سمجھے تم!!!! اور یہ جو تمھارے اندر کی اکڑ ہے اسے ابھی کے ابھی ختم کرو۔ تم جا رہے ہو اپنے گھر۔" ایک دم اسے سکندر کی بات پہ اسے جھٹکا لگا۔

"تمھارے اوپر نظر رکھی جائے گی اور اگر زرا بھی میرا نام لینے کی کوشش کی تو مجھ سے بُرا کوئی نہیں ہو گا۔ میں اس گھر میں صرف عنیقہ کا ہمدرد ہوں اور کسی کا نہیں۔ سب کے ٹکڑے کرنے میں ایک دفعہ بھی نہیں سوچوں گا۔"

"تو تم اس کے کہنے پہ مجھے چھوڑ رہے ہو۔ اسے پتا ہے کہ تم نے۔۔۔۔" وہ حیرت زدہ تھا۔ کل تک عنیقہ سکندر سے خار کھاتی تھی آج اس کی فیورٹ ہو گئی۔

"نہیں!!! تمھاری ماں ہسپتال میں ہے اور اسے نہیں پتا اگر پتا لگا تو وہ دن تمھاری ماں کا آخری دن ہو گا۔۔"

فاروق کا چہرہ اس کی بات پہ سفید ہو گیا۔

....

"میں یہ ہر گز نہیں کھانے والی یہ سوپ ہے یہ ٹماٹروں کی دُکان!!"

بختاور کو تو اب آگیا غصہ۔ وہ سمجھی رات کو اسے نارمل کھانا ملے گا مگر جب وہی جوس کے ساتھ درینہ یہ انھو کا سوپ لائی اور کہا کہ حداد کا حکم ہے وہ تین چار دن سے یہی سب کچھ پیے گی تو بختاور کا تو پارا آوٹ ہو گیا۔ وہ آخر سمجھتا کیا ہے خود کو۔

"بخت چندا تمھاری طبیعت نہیں ٹھیک نا اس لئے۔۔۔۔"

مگر بختاور نے بے بس سی دُرینہ کی بات کاٹی۔

"آپی میں بالکل ٹھیک ہوں۔ مجھے لگا یہاں ماما نہیں ہیں تو میں سکون سے بنا روک ٹوک کے اپنے روزمرہ کے کام کروں گی لیکن یہاں تو الٹا ہی سین ہے۔ ٹارچر کرنے کے لئے مجھے پتا نہیں کیا کیا دیے جا رہے ہیں۔ گرین ٹی کبھی زندگی میں نہیں پی اور آج دو بار بنا چینی کے آپ کے چاچو نے زبردستی پلائی۔ دو بار متلی کر چکی ہوں۔ معدہ سکھر گیا ہے میرا۔"

درینہ کو اس کی بیچارگی پہ پریشانی اور ہنسی بیک وقت آئی مگر خود پہ قابو پاتے ہوئے پیار سے بولی۔

"بخت وہ ادرک' نمبو کی چائے تھی۔ گرین ٹی نہیں۔"

"جو بھی تھا مگر میرے ماما نے کبھی مجھ پہ اتنا ظلم نہیں کیا تھا جتنا کہ آپ سب کر رہے ہیں۔"

"کیا بحث ہو رہی ہے ؟اب کیا تکلیف ہے ان محترمہ کو۔"

شیطان کے بارے میں ہی بات ہو رہی تھی اور شیطان حاضر بھی ہو گیا تھا۔ بختاور نے سر اُٹھا کر اس شیطان کو دیکھا۔ جو سینے پہ بازو لپیٹے گرے شرٹ اور بلیک پینٹ میں ملبوس چارمنگ مگر سڑا ہوا کریلا لگ رہا تھا۔

"آپی ان سے کہیے یہاں سے چلے جائے ورنہ یہ سارا پیورے ان کے سر پہ گرا دوں گی۔"

درینہ نے حداد کو دیکھا جو اسے سخت نظروں سے گھور رہا تھا۔

"کیا تکلیف ہے ایک تو ہم سب اپنے کام چھوڑ کر تمھاری آؤ بھگت میں لگے ہیں۔ اوپر سے تم نخرے کر رہی ہو! ! درینہ کو اپنے پاپا کے پاس جانا تھا اور تمھاری وجہ سے اسے رُکنا پڑا۔۔۔۔۔"

"تو میں نے تھوڑی انھیں کہا تھا کہ میری خاطر رُک جائے۔"

اس کے لہجے میں اس بار نرمی اور تھوڑی سی شرمندگی تھی۔ درینہ کو اچھا نہیں لگا۔

"چاچو آپ بھی نا بیمار ہے وہ چڑچڑا تو اس نے ہونا ہی ہے نا۔" درینہ نے پیار سے کہتے ہوئے اس کی ٹھوڑی انگلی سے چھوئی۔

"چڑ چڑ ہونا ہے تو اپنے گھر میں ہووے۔۔۔" بختاور نے پھر سے اس کی بات کاٹی۔

"یہ میرا گھر ہے۔ میرے ماموں کا آپ کو اعتراض نہیں ہونا چاہیے۔" درینہ ان دونوں کو دیکھ کر ہنس پڑی۔

" صحیح کہہ رہی ہے چاچو یہ اس کا گھر ہے۔ آپ کو کوئی اعتراض نہیں ہونا چاہیے۔۔۔"

"ٹھیک ہے پھر میرے پاس نہیں آنا کہ اس کو ٹھیک کر دیں اس کو ٹھیک کر دیں۔ میں بھی دیوار کے ساتھ سر ہی مار رہا ہوں۔" وہ تو اب غصے میں آ گیا۔ بختاور نے ہونہہ کہتے ہوئے اپنا سر جھٹکا۔ اکڑ تو دیکھو زرا۔ بیمار بندے کا کوئی خیال نہیں اگر شرینہ میڈم بیمار ہو جائے گی تو فوراً بھاگے گے۔ میری بلا سے میں کیوں سوچوں انھیں۔

"عینہ کھانا نہیں کھاتی تو لے جاو۔ اس کو طاقت میں کسی اور چیز سے دلواتا ہوں۔"

اس کے لہجے میں شرارت اور تھوڑے سے چڑ کو محسوس کرتے ہوئے بختاور نے چونک کر اسے دیکھا۔ حداد کمرے سے باہر نکل چکا تھا۔

"یہ کیا کہہ کر گئے ہیں آپی؟" بختاور ہیڈ بورڈ کے ساتھ ٹیک لگائے درینہ کو دیکھنے لگی جو ٹرے ٹیبل سے اُٹھا کر بولی۔

"بچوں میں تو کہتی ہوں کھا لو ورنہ کہی الگ مصیبت نہ پڑ جائے۔"

"نہیں کھانا آپ جائے میں نہیں چاہتی آپ بار بار اپنے کام چھوڑ کر میرے پاس آئے۔ آرام کروں گی تو ٹھیک ہو جاوں گی ۔ابھی بھی دیکھیں بخار بھی زرا کم ہے۔"

"پاگل! چاچو کی باتوں میں مت آنا۔ انھیں تمھاری فکر ہے اس لئے غصہ ہو رہے ہیں۔"

"یہ اچھی فکر دیکھی ہے میں نے۔"

وہ اونچی آواز میں بڑبڑاتے ہوئے کمبل پہ بنے پھولوں کے پیٹرن کو گھورنے لگی۔

"میں یہ رکھ آوں تمھارے لئے کچھ اچھی چیز ہی بنا کر لاتی ہوں۔ واقعی میں چاچو کچھ زیادہ ہی ظالم ہو گئے ہیں۔"

بختاور اپنے دھیان میں گُم تھی اس لئے اس نے کچھ نہیں کہا۔ درینہ چلی گئی۔ اسی وقت حداد اندر آیا۔ اس کے ہاتھ میں موجود انجیکشن دیکھ کر بختاور کا سانس اوپر کا اوپر اور نیچے کا نیچے رہ گیا۔

•••

"اللہ صبح سے پاگل ہو رہی تھی۔ تھینک یو ثمینہ!! عاطف بھائی کو شکریہ کہنا۔"

چاٹ کی پلیٹ لے کر رمشا نے پندرہ سالا ثمینہ کو کہا۔ جو مسکرا کر سر ہلاتے ہوئے چلی گئی۔ رمشا لیپ ٹاپ کو سائڈ پہ رکھ ' مزیدار سموسہ چاٹ کی چمچ لینے والی تھی کہ ایک کسی نے اس سے پلیٹ لی۔

"دماغ تو نہیں خراب ہو گیا یہ کیا کھا رہی ہو؟"

اُف یہ کہاں سے آ گئے!

اس نے سر اُٹھا کر اپنے شوہر کو دیکھا جو پلیٹ کو ایسے دیکھ رہا تھا جیسے اس کا سب سے بڑا دشمن یہی ہو۔

"میرے خدا یارے یہ کیا ہے؟ یہ گند تم کھانے والی تھی۔ ہوش میں تو ہو تم۔"

رمشا نے سر پہ ہاتھ رکھ کر تھوڑے منٹ کے لئے خاموش رہنا بہتر سمجھا۔

"کس سے منگوایا ہے تم نے؟ توبہ کھا کر تم نے بیمار ہو جانا تھا تو میں کہاں جاتا۔" وہ ابھی بھی چاٹ کو گھور رہا تھا۔

"سکندر آپ یہی ہوتے آپ نے کہی نہیں جانا تھا پلیز مجھے میری چاٹ دیں۔۔" رمشا نے ہاتھ آگے کیا لیکن سکندر اس کی نظریں مزید سخت ہو گئیں۔

"لگاوں میں تمھیں ایک!!! کیا سوچ کر تم نے یہ گلی کا گند منگوایا۔"

"یہ گند نہیں ہے یہ میری پسندیدہ چیز ہے۔ میرا صبح سے یہی کھانے کا دل کر رہا تھا۔ پلیز دے دیں۔۔۔"

اسے داود پہ شدید غصہ آیا۔

"سوری میں یہ پھینکنے جارہاہوں اوراس کی بھی خبر لینے جو یہ تمھارے لئے لے کر آیا۔"

اب تورمشافوراًصوفے سے اُتر کراس کے سامنے آئی اوراس سے پلیٹ لی۔

"خبر دار آپ نے کسی کو بھی ٹرامپل کیا!! اور جائے ہر وقت سرپہ آجاتے ہیں۔دو گھڑی سکون بھی دے دیا کریں۔"

اب سکندراس کی باتوں سے ہرٹ ہو گیا۔نیلی شرٹ اور بلیک پینٹ میں وہ ڈیشنگ لگ رہا تھا' مگراس وقت رمشا کی باتوں سے دُکھی ہوا تھا۔

سکندر نے اس سے پلیٹ لی اور کچن کی طرف بڑھا۔رمشا منہ کھولے اسے جاتا ہوا دیکھنے لگی وہ اب غصے میں تھا تو رمشا کو بھی کوئی کم غصہ نہیں آیا تھا تیزی سے اس کے پیچھے گئی لیکن دیر ہو چکی تھی۔

"خبر لیتاہوں بعد میں تمھاری اس سے پہلے اس کی لوں گا جو تمھارے لے لایا ہے۔"

"آپ نے کیوں پھینکی!!! سکندر۔۔۔"

رمشانے مٹھیاں بھینچ لی آج کل ویسے بھی اسے بات بات پہ رونااور غصہ آرہا تھا۔اب سکندر کی چھوٹی سی حرکت جو اس نے رمشا کی فکر کے لئے کی تھی۔اس پہ رونااور غصہ دونوں آرہا تھا حالانکہ بات اتنی بڑی نہیں تھی مگر رمشا کا موڈ آج عجیب سا تھا۔

"رے!! کیا ہو گیا ہے آج۔بچوں کی طرح کیوں بہیو کر رہی ہو۔تمھیں پتا ہے میں تمھاری بیماری کا کوئی رسک نہیں لے سکتا۔پہلے ہی تم اتنی ٹھیک نہیں ہوں۔۔"

"یہ میری فکر نہیں میرے ساتھ دشمنی ہے!! میں آپ سے آج بالکل بات نہیں کروں گی۔۔"

وہ چل پڑی۔سکندر کا منہ کھلا کا کھلا رہ گیا۔

وہ پھر اس کے پیچھے آیا۔

"دشمنی؟ہوش میں ہو تم۔میں اس ڈر سے تمھیں کچھ ہو نہ جائے اور تم اس کو دشمنی کا نام دے رہی ہو۔"

اب وہ دھاڑا۔ رمشامڑ کر اسے دیکھا اس کی آنسو دیکھ کر وہ تو فوراً ٹھنڈا پڑ گیا لیکن اسے جھٹکا لگا اسے رونا کیوں آ رہا ہے۔ اتنی سی بات پر؟

"بس ہر وقت رے یہ ہو جائے گا' رے وہ ہو جائے گا' رے یہ کیا کیا' رے یہ نہ کرو' رے میری بات سُنو۔ میں انسان ہوں کہ مشین۔ مجھے کچھ ہو گیا تو آپ کا گزارا نہیں ہو گا۔"

سکندر اس کے پاس آیا اس کے غصے پر وہ حیران ہوا اور ہنسی بھی آئی۔

"ایک چاٹ کی وجہ سے تم رو رہی ہو اور مجھ سے لڑ رہی ہو! مجھے اب اس سے جیلسی ہو رہی ہے۔"

اس نے اپنی مسکراہٹ دبا کر رمشا کے گال تھامنا چاہے کہ رمشا نے اس کا ہاتھ جھٹکا۔

"جائے آگ لگا دیں تاکہ آپ کو سکون مل جائے۔ سارا موڈ خراب کر دیتے ہیں۔"

اس نے اپنے آنسو صاف کرتے ہوئے صوفے میں جا کر بیٹھی۔

"بابا میرا ہر کہنا مانتے تھے اور آپ! آپ بس فکر کے چکروں میں مجھ پہ حکم چلاتے ہیں۔"

سکندر نے اسے سر تا پا دیکھا۔ وہ اسے آج واقعی ٹھیک نہیں لگی۔

"آج تمھاری طبیعت مجھے صحیح نہیں لگ رہی۔۔۔"

رمشا نے اسے غصے سے دیکھا۔

"تو اتنے سکون سے کیوں کھڑے ہیں جائے کسی کو دو چار گھونسے مار آئے۔ تھوڑا سا چیخ لیں' سارا گھر ہلا ڈالیں۔ ایسے میں بالکل ٹھیک ہو جاوں گی۔"

"یا اللہ آج محترمہ واقعی کچا چبا جائے گی۔ چاٹ کھانا ہے نا میں بناؤں گا۔ بس مجھے ایک گھنٹہ دے دو اتنا صبر کر سکتی ہو۔"
سکندر اس کے پاس آیا گھٹنے کے بل جھک کر اس کا ہاتھ پکڑ کر پیار سے کہتے ہوئے اسے دیکھا۔ جو ایک دم اپنی آنکھیں گھماتے ہوئے اپنا ہاتھ چھڑوا چکی تھیں۔

"کیوں مذاق کر رہے ہیں داود رہنے دیں میں بھی خامخواہ اوورری ایکٹ کر رہی ہوں۔" وہ آہستگی سے کہتے ہوئے سکندر کو بے تحاشا پیاری لگی اس کے ہاتھ چوم کر بولا۔

"نہیں! تمھارا حق ہے کہ مجھ سے فرمائش کرو تمھیں جو چاہیے مجھ سے کہو کسی کو کہنے کی ضرورت نہیں ہے کوئی تمھارے لئے بہتر نہیں سوچ سکتا جتنا کہ میں۔۔"

"اور ایسا کیوں؟"اس نے سکندر کی آنکھوں میں دیکھا۔

"کیونکہ اس دُنیا میں سب سے قیمتی شہ میرے پاس تمھارے علاوہ کچھ نہیں ہے۔ تمھیں کھو دیا تو کیا بچے گا میرے پاس"۔

اس کے لہجے کی شدت کو محسوس کرتے ہوئے رمشا کا چہرہ ایک دم سُرخ ہو گیا۔

"آپ نے جو کیا اس کے لئے میں بالکل نہیں معاف کروں گی۔ چاہے آپ جتنا مجھے منالیں۔۔۔" سکندر کے چہرے پہ دل شکن مسکراہٹ پھیلی۔

"جب تم مجھے چیلنج دیتی ہوں تو مجھے بہت مزا آتا ہے۔۔اب تو میں یو گیا اور یونہی آیا۔"

اس کے ماتھے پہ پیار کر کر وہ کچن کی طرف بڑھا ساتھ میں دروازہ بند کرنا نہیں بھولا وہ۔ رمشا ایک دم آنکھیں پھیلائے اسے جاتا ہوا دیکھنے لگی پھر اس نے کندھے اچکا کر لیپ ٹاپ اُٹھایا۔

•••••••••••••••••••••••••••

"میرے قریب بھی آیا نا آپ تو میں اپنے ماما کو بتادوں گی۔"

اس نے کشن حداد کے منہ پہ پھینکتے ہوئے تیزی سے ٹیرس کی طرف گئی۔ حداد اس کے پیچھے آیا۔

"ماما کو بعد میں بتانا پہلے یہ جو صبح سے تم ہمارے سر پہ سوار ہوئی وی ہو۔ یہ چک چک تو بند کروں میں" اس نے تیزی سے کہتے ہوئے بخت کو پکڑنا چاہا بختاور دوسری طرف ہوئی۔

"میں چیخ پڑوں گی ڈاکڑ اور پھر میں نے جو رو کر آپ کا حنان ماما سے حشر کروانا ہے۔آپ ساری زندگی یاد کرتے ہوئے رہ جائے گے۔"

وہ کمرے کے اندر گھس کر باہر کی طرف جانے لگی' اسی وقت حداد نے اس کا بازو پکڑ کر اپنی طرف کھینچا۔اس کا سر زور سے حداد کے سینے سے ٹکرایا۔اس کا تو سر ہی گھوم گیا۔بیچاری ایسی بے ہوش ہو جاتی بنا ٹیکے کے اگر بر وقت حداد اسے نہ سنبھالتا۔اس سے پہلے بخت اس سے الگ ہوتی حداد نے اس کا بازو اُٹھا کر اپنا کام کرنا چاہا۔بختاور نے اس کے بازو پہ ناخن زور سے رکھے۔آج کل ویسے ہی اس کے ناخن بڑے ہوئے تھے۔حداد سی کرتے ہوئے ایک دم پیچھے ہوا۔

"بختاور عالم اب میں تمھاری گردن توڑ دوں گا۔"

اس نے بازو کو دیکھا تو ناخن کے نیشان کے ساتھ ساتھ ان میں خون بھی نکلنے لگا تھا۔آج تو تصدیق ہو گیا بختاور چڑیل ہے
۔

وہ اس کے پیچھے گیا۔اس نے دیکھا بختاور سیڑھیوں سے تیزی سے اُترتی درینہ کو پکارنے لگی۔

"اس میں پتا نہیں میں نے کیا دیکھا تھا۔"

وہ خود سے بڑبڑاتے ہوئے لمبے لمبے ڈگ بھرتا اس کو پکڑنے لگا مگر وہ ہاتھ آ ہی نہیں رہی تھی۔اسے بخار نہیں تھا؟

بختاور ایک دم بھاگتے ہوئے سامنے سے آتے حنان کے ساتھ ٹکرائی۔

"ایزی ایزی!! یہ کیا تم بھاگ رہی ہو۔۔"

حنان نے اسے پکڑ کر حیرت سے ہانپتی ہوئی بخت کو پھر پیچھے آتے حداد کو دیکھا۔

"ماموں۔ماموں یہ جن' یہ بھوت مجھے انجیکشن لگانے لگے تھے۔۔"

وہ حنان کے ساتھ لگی' پیچھے کھڑے غصے سے مٹھیاں بھینچتے ہوئے حداد کو دیکھ کر حنان سے کہنے لگی۔

"انجیکشن؟کیوں حداد بھائی؟زیادہ طبعیت خراب ہے میری بیٹی کی۔" اس نے حداد کو دیکھتے ہوئے پھر بخت کو دیکھا۔

"نہ کھانا کھا رہی ہے یہ' بس خوامخواہ نخرے کیے جا رہی ہے۔ صبح سے میرا اور درینہ کا دماغ خراب کیا ہوا ہے اس نے۔ میں نے کہا اگر کھانے کا دل نہیں کر رہا تو انجیکشن لگوا لو اور دیکھو کیا حشر کیا اس نے۔"

اس نے اپنے بازو دکھایا۔ حنان کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ اس نے بختاور کو دیکھا جو کچھ کہنے والی تھی کہ حنان نے اسے آنکھیں دکھائیں۔

"بلاؤں میں شیر وکو؟ اور وہ بہت بُرا حشر کرے گا۔۔۔"

"ماما میری بات سُنیے یہ۔۔۔۔" بختاور نے کچھ کہنا چاہا کہ حنان نے بازو پھیلا کر اسے صوفے پہ بیٹھا کر کہا۔

"خاموش بختاور یہ جو تم نے حداد بھائی کے ساتھ کیا بہت بُرا کیا ہے۔ اب دو اپنا بازو یہ پیپر دینا ہے کہ نہیں؟"

"لیکن ماما ایسے زبردستی کون کرتا ہے۔ بندہ مریض کو ریلیکس کرتا ہے یہ ایسے پیچھے پڑے کہ جیسے شیر اپنے شکاری پہ حملہ کرتا ہے۔"

"حنان میں تمھاری وجہ سے برداشت کرتا رہا اب میری برداشت ختم ہو گئی۔" حداد تیزی سے کہتا جانے لگا کہ حنان نے انھیں روکا مگر حداد رکا ہی نہیں۔

"یہ کیا کیا بختاور تم نے۔"

بختاور نے لب دبا کر حداد کو جاتے ہوئے دیکھنے لگی۔ وہ فکر ہی کر رہے تھے مگر انھیں پتا ہونا چاہیے کہ مجھے ڈر لگتا ہے۔۔۔

بختاور یہ بھی تو دیکھو وہ اپنا سب سے بڑا ڈر کو پیچھے چھوڑ کر تمھاری تیمارداری میں لگے ہوئے تھے۔۔۔

وہ اُٹھی اور اوپر کی طرف جانے لگی۔

"اب تم کہاں جا رہی ہو؟" حنان نے اسے دیکھا جو خاموشی سے سائڈ سے گزر کر اوپر کی طرف جاتے ہوئے بولی۔

"ماما میں زرا آئی۔"

•••••••••••••••••••••••••

"سکندر دروازے کھولیں!! سکندر کر کیا رہے ہیں مجھے ابھی کچھ پھٹنے کی آواز آئی تھی۔"

رمشانے دروازے پہ دستک دیتے ہوئے پریشانی سے سکندر سے کہا۔جو پتا نہیں کن چکروں میں پڑا ہوا تھا۔

"اب تو دل بھی اُٹھ گیا ہے داود!! یا اللہ یہ آدمی۔۔۔"

"سکندر دروازہ کھولیں۔۔"کچن کے دروازے پہ دستک دیتے ہوئے اس کے ہاتھ دُکھ گئے مگر سکندر دروازہ کھولنے کا نام ہی نہیں لے رہا تھا۔جب وہ کچن کے چابی کے لئے سکندر کے آفس کی طرف بڑھنے لگی' اسی وقت سکندر نے دروازہ کھولا۔رمشانے مڑ کر دیکھا۔پہلے سکندر کو پھر پیچھے چمکتے ہوئے کچن کو دیکھا۔کچن تو صاف ہو چکا تھا مگر سکندر کی حالت بگڑ چکی تھی۔رمشا کو تو بولنے کے لئے کوئی لفظ نہیں مل رہے تھے۔

"فائینلی تمھیں میرے ہاتھ کا یہ سپیشل ڈِش اتنا اچھا لگے گا تم ساری چیزیں بھول جاوگی۔۔سوری تمھیں ویٹ کروایا۔" سکندر اسے لے کر صوفے کی طرف لے کر گیا۔رمشانے خاموشی سے اسے دیکھا۔

"کھاوگی؟یا میں تمھیں کھلاوں۔۔۔" سکندر نے اس سے پوچھا لیکن رمشا کو چُپ اور اس کے ہاتھوں کی گھورتے ہوئے دیکھ کر وہ بھی اپنے ہاتھوں کو دیکھنے پہ مجبور ہو گیا۔اس کی انگلی میں دو بار کاٹ لگا تھا۔اور سموسہ بناتے ہوئے اس کے ہاتھ جل گئے تھے۔

"یار یہ بس ہو گیا میرے لئے بڑی چھوٹی۔۔۔۔۔۔"

اس نے دیکھا رمشا کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔

"رے یار میں نے بڑی بڑی گولیاں کھائی ہیں یہ تو بس ہاتھ جلے ہیں۔۔۔۔"

رمشانے پلیٹ اُٹھا کر سامنے ٹیبل پہ رکھی اور سکندر کے ساتھ لگی رونا شروع کر دیا۔آج تو رمشا کچھ زیادہ ہی جذباتی ہو گئی تھی۔

"آپ بہت بُرے ہیں سکندر۔"

وہ روتے ہوئے بے اختیار سکندر سے بولی۔ سکندر نے اپنے جلے ہوئے ہاتھ اُٹھا کر اس کے سر پہ رکھ کر اسے ہلکہ سا تھپکا۔

"کیوں؟ اب بھی میں بُرا؟"

"آپ مجھے بگاڑ رہے ہیں۔ آپ اتنا پیار کیوں کرتے ہیں مجھ سے۔"

سکندر ہنسا پھر اس کا سر تھپکا۔

"سلی گرل یہ میرا فرض ہے۔ اس میں بگاڑنے کی بات کہاں سے آگئی؟"

رمشا اس سے الگ ہوئی اور اس کے جلے ہوئے ہاتھ اُٹھا کر اسے اپنے ہونٹوں سے چھوا۔

"آج تو واقعی چیک کروانا پڑے گا ڈاکٹر سے محترمہ مجھے ہلی ہوئی لگ رہی ہے۔ اتنا پیار وہ بھی مجھ پر۔" رمشا نے نم آنکھوں سے اس کے مسکراہٹ دباتے چہرے کو دیکھا۔

"اب ایسے مت دیکھو جاوید آنے لگا ہے اور میرا کنٹرول ختم ہو جائے گا۔"

"جاوید بھائی سے یاد آیا فاروق کو چھوڑ آئے وہ؟"

سکندر کا چہرہ اب ایسے ہو گیا کہ جیسے اس نے بریانی کے بیچ میں الائچی کھالی ہو۔

"موڈ اتنے خشگوار کرنے کے بعد تم صحیح بگاڑتی ہو۔۔ہاں چھوڑ آیا وہ اسے۔۔اب خوش۔۔۔"

رمشا مسکرا کر اس کے ڈمپل کو چھوتے ہوئے مسکرا کر چمکتی آنکھوں سے اسے دیکھتے ہوئے بولی۔

"بہت خوش۔۔۔تھینک یو سکندر۔۔۔"

سکندر کو بس رے کی یہی ادا ٹھنڈے ہو جانے پہ مجبور کر دیتی تھی۔ بس دل میں ایک ڈر سا تھا۔۔کیا وہ رے کو ہمیشہ خوش کرنے لئے موجود ہو گا کہ نہیں۔

....

"امی آپ نے مجھے کیوں بلایا تھا۔ سب خیریت ہے نا؟"

حداد ان کے سامنے بیٹھا تھا' جو بیڈ پہ لیٹی کافی کمزور دکھائی دے رہی تھی۔

"اِدھر آؤ میری جان۔ کب سے تمھارا انتظار کر رہی تھی۔۔۔ اس بوڑھی جان کو اکیلے مت چھوڑ کر جانا اب۔۔۔"

وہ تو بالکل رونے والی ہو گئی۔ حداد کی حالت دیکھ کر ان کا دل مزید بیٹھ گیا تھا۔ حداد نے اپنی بھابی اور بہن کو دیکھا پھر پریشانی سے ماں کے قریب آیا۔

"یہ آپ سب لوگوں نے ایک ہی وقت میں مجھے پریشان کرنے کا ٹھیکہ اُٹھایا ہے۔۔ کیا ہوا ہے آپ کو؟"

اس نے ماں کا ہاتھ پکڑا۔ رمشا کی امی کے چہرے پہ مسکراہٹ فوراً پھیلی جسے انھوں نے تیزی سے چھپایا۔

"ہاں میری جان بس اپنی آخری خواہش بتانی تھی۔۔۔ تو اپنی اس بیمار ماں کی خواہش پوری کرو گے۔۔"

"امی کیسی باتیں کر رہی ہیں آپ۔ بھابی امی کا چیک اپ کروایا؟۔۔۔ ہارٹ بیٹ تو ٹھیک ہی چل رہی ہے ان کی۔۔"

اس نے بولتے ہوئے انھیں ساتھ ساتھ چیک کیا۔ اب تو وہ زرا گھبرا گئی۔ یہ کیسے بھول گئی تھی کہ ان کا بیٹا ایک ہونہار ڈاکٹر بھی رہ چکا ہے۔

"اُف!!"

وہ کہرائی۔۔

"امی!! سنبھالیں خود کو۔"

آپی دوسری طرف آئی اور امی کا ہاتھ پکڑا۔

"پانی دوں امی؟" درینہ کی امی تیزی سے بولی۔

"حدادامی کی بات سُن لو صبح سے پریشان ہیں۔ بار بار تمھارا نام لے رہی تھی کہتی ہیں حداد ناراض ہے۔۔ حداد ناراض ہے "۔

"کیوں گناہگار کر رہی ہیں مجھے امی۔ میں بھلا کیوں ناراض ہو گا۔۔"اس نے ماں کو شکوے بھری نظروں سے دیکھا۔

"تومان جاؤنا میری بات تب میرے دل کو تسلی ہو گی کہ تو ابھی بھی مجھ سے پیار کرتا ہے۔۔"ماں نے کمزور لہجے میں کہا۔

حداد کا دل بیٹھ گیا۔

"آپ حکم کریں۔کیوں سب مجھے غیروں کی طرح ٹریٹ کر رہے ہیں۔"اس نے ماں کے ہاتھ رگڑے جو اسے زرا ٹھنڈے محسوس ہوئے۔

"تو پھر بس شادی کے لئے ہاں کہہ دو۔اپنا گھر بساؤ یہ امی کی خواہش ہے۔حدادامی کو بالکل پریشان نہیں کرنا۔"بہن کے کہنے پر

اب تو حداد کے چلتے ہاتھ بالکل ساکت ہو گئے۔

"بولو نا میرا بچہ کرے گا نا شادی۔۔"

حداد کو سمجھ نہیں آئی۔اس اچانک سی بات پہ وہ آخر کیا ردعمل دکھاتا۔

....

"اُف اتنی ٹھیک اور کتنی پیاری لگ رہی ہے ہماری بخت۔۔دیکھا چاچو کے انجیکشن سے کیسے ٹھیک ہو گئی۔۔"

بخت نے انھیں ناراض نظروں سے دیکھا پھر بریڈ اور پاستا کھاتے ہوئے بولی۔

"اتنا درد ہوا تھا کہ ساری رات روتی رہی میں۔یہ سب آپ اور ہانی ماما کی وجہ سے ہوا ہے۔میرے ماما کو پتا چل جاتا نا تو آپ سب کا حشر کر ڈالتے وہ تو کسی ڈاکٹر پہ بھروسہ نہیں کرتے تھے اور یہاں پہ آپ نے کس سے مجھے ٹیکہ لگوا دیا۔

"ہو ہائے میرے چاچو سب سے بہترین ڈاکٹر تھے۔ان کا تو کسی سے کوئی مقابلہ نہیں تھا۔ایک منٹ میں مریض کو ٹھیک کر دیتے تھے۔اُف بخت جوان کے قصے تم سُنو تو تمھیں ان کی ادا پہ پیار آ جائے۔اتنے پیار سے بچوں اور بوڑھوں کو ٹریٹ کرتے تھے دیکھ کر آنکھوں میں پانی آ جاتا تھا۔ان کی وڈیو ہے ہمارے پاس مگر گھر پہ پڑی ہے۔ تمھیں ضرور دکھاؤں گی ۔چاچو کو کچھ اپریشن کروانے والی بھی وڈیو تھی۔ بہت زیادہ ہینڈ سم تھے۔بس اب امی اور دادو نے جو پلان کیا ہو وہ ٹھیک ہی جائے۔"

بختاور کے ہاتھ کانٹے پہ ٹھہر گئے اس نے درینہ کو دیکھا جو مزے سے پاستا کھاتی' چینل چینج کرتے ہوئے کافی پر جوش دکھائی دے رہی تھی۔

"کونسا پلان؟"

بختاور کا دل پتا نہیں کیوں یہ بات پوچھتے ہوئے کانپ گیا تھا۔

"ارے بتایا تھا نا آج چاچو کو منہ سے ہاں کہلاوائے گے۔۔۔"اس نے بخت کو بنا دیکھے عام سے لہجے میں کہا۔

"کس چیز کی ہاں۔۔۔"

بختاور کے ہاتھ بھی کانپنے لگے۔اس کو پتا نہیں کیوں ٹھنڈے پسینے چھوٹ گئے۔سکندر کی بچی کا دل زندگی میں پہلی دفعہ ٹوٹنے لگا تھا۔

"شرینہ سے شادی کے لیے چاچو کو ہاں کہلاوائے گے۔"

اب بختاور کو اپنی سانس رُکتی ہوئی محسوس ہوئی۔

"اور دیکھ لینا چاچو ہاں کہہ کر ہی رہے گے۔دادو نے اتنی زبردست اداکاری کرنی ہے کہ نہ کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔"

بختاور نے پلیٹ پہ اپنی گرفت سخت کرلی۔ اسے ڈر تھا کہ پلیٹ اس کے ہاتھ سے پھسل جائے گی۔ وہ مضنوعی مسکرا کر بولنا چاہتی تھی۔ یہ تو اچھی بات ہے' مگر پھر دل نے اسی وقت رونا شروع کر دینا تھا کہ کیا کر رہی ہو۔ تمھاری بے صلاح محبت خاموشی سے دم توڑ گئی اور تم کہہ رہی ہو سب ٹھیک ہے۔

وہ بختاور کا نام لینا چاہتا تھا۔ شرینہ کا نام سُننے کے بعد فوراً انکار کر کے بختاور کا نام لینا چاہتا تھا لیکن بختاور سے جڑے رشتے نے اس کی زبان پہ تالے لگا دیے تھے۔ رمشا کی تکلیف سے بھری کہراہٹ' اس کا رونا' اس کا ماں باپ کو پکارنا' اس کا حداد کو اُمید بھری تحفظ سے ماموں کہنا۔ اس کے بعد اس کا اغوا ہو جانا۔ پتا نہیں اس وقت رمشا کا خیال بڑی شدت سے آیا۔ اسے بخت اور رمشا میں سے کسی کو چُننا تھا۔ وہ رمشا کے ساتھ پہلے بھی زیادتی کر چکا تھا۔ اس کی آواز اس سے چھین چکا تھا۔ گھر میں ہوتے ہوئے بھی اس کی حفاظت نہیں کر سکا تھا۔ کوئی اسے اُٹھا کر ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اپنے ساتھ لے گیا تھا۔ نہیں اسے اس لڑکی کا دل توڑنا تھا۔ یہ ضروری تھا۔ وہ یہ نہیں کر سکتا تھا۔ اسے سکندر حدید کو اسی کی دوا کا مزہ چھکانا تھا۔ اسے بتانا تھا وہ جس تکلیف سے گزرا ہے وہ بھی گزر کر دکھائے تب اسے پتا چلے کہ اصلی اذیت کیا ہوتی ہے۔

"ٹھیک ہے امی آپ جیسا کہے گے میں ویسا کروں گا۔"

بس خاموش محبت چھپ کر کمرے میں بیٹھ کر بنا آواز کے رونے لگی۔ سارے لوگ خوشیوں سے جھوم رہے تھے' حیرت سے حداد کو گلے لگانے لگے۔' درینہ فون پہ خبر سُن کر تقریباً خوشی سے لڈی ڈالنے لگی' جبکہ بخت اور حداد خاموش تھے بلکہ سب سے زیادہ تو بختاور اندر سے ٹوٹ گئی تھی۔

"بخت دیکھا تم نے چاچو نے ہاں کہہ دی۔ میرے چاچو کی شادی ہونے لگی ہے۔ شرینہ کو اس کا پیار ملنے لگا ہے۔۔"

بختاور کی ٹھوڑی کانپنے لگی۔ اسے ماما کی باہوں میں چھپنا تھا۔ وہ اس وقت پانچ سال کی ڈری سہمی بچی لگ رہی تھی۔ یہ دُنیا بہت بے رحم نکلی۔ اس کی خوشیوں کا جنازہ نکلنے لگا تھا اور سب خوشی سے ناچ رہے تھے۔ کسی کی پرواہ کیے بغیر ہنس رہے تھے۔ یہ کیوں ہنس رہے تھے۔ بعد میں اس کی آپی بھی خوش ہو گی اس کی آپی کو دیکھ کر ماما بھی خوش ہو گے جبکہ اس کی غم میں کوئی شریک نہیں ہو گا۔ حداد بھی نہیں۔ اگر وہ اسے چاہتا تو ہاں نہ کرتا۔ اس نے ہاں کیوں کی۔ آنسو نکلنے کے لئے بیتاب تھے' مگر وہ انھیں روکے تیزی سے اُٹھ کر اوپر چلی گئی جب درینہ شرینہ کو کال کرنے اپنے کمرے میں چلی گئی۔

••••••••••••••••••

دروازے پہ پڑتی دستک پہ حداد جو کتاب میں گُم ہوا تھا ایک دم چونک اُٹھا۔ دوپہر کا وقت تھا۔ درینہ امی کی طرف گئی ہوئی تھی ان سے ملنے۔ حنان اپنے کام پر اور بخت۔ بخت کی تو شکل ہی اس نے نہیں دیکھی۔ اسے تھوڑا سا عجیب لگا مگر وہ بھی اس بار نہیں گیا اس کے پاس۔ پورا ایک دن ہو گیا تھا اس کو امی کے پاس سے آئے ہوئے اور پورے ایک دن اس نے بخت کو نہیں دیکھا۔ وہ تو جیسے اس گھر میں ہو کر بھی موجود نہیں تھی۔ سب کو لگا وہ ٹھیک نہیں ہو گی مگر حداد جانتا تھا کہ اس ٹھیک نہ ہونے کی وجہ کیا ہے۔ اب پرواہ کرنے کی کوئی وجہ نہیں تھی۔ وہ اس کی کچھ نہیں لگتی تھی۔ ابھی وہ اپنے کمرے میں موجود کوئی کتاب پڑھ رہا تھا کہ دروازے پہ پڑتی زوردار دستک پہ چونک پڑا۔

وہ اُٹھ کر آیا اس نے دروازہ کھولا۔ حیرت سے اس کی آنکھیں پھیل گئیں۔ بختاور کھڑی' سُرخ آنکھوں سے اسے دُکھ اور غصے بھری نظروں سے دیکھ رہی تھی۔

حداد اس سے پہلے کچھ بولتا کہ بختاور نے ہاتھ اُٹھا کر اسے کچھ بھی بولنے سے پہلے روکا'۔ پھر گہرا سانس لیتے ہوئے اس کی آنکھوں میں دیکھتے اس نے کہا۔

"کیوں؟" اس کے لہجے میں اتنا درد تھا کہ حداد کے دل کو کچھ ہوا۔ یہ کیا کر دیا اس نے۔ اسے لگا بس اُنسیت تک کامیاب ہو گا لیکن یہ بات تو بہت آگے تک پہنچ گئی تھی۔

"کیوں؟"

وہ پھر سے بولی۔

"کیوں آپ میری زندگی میں آئے بولیے حداد عظیم کیوں؟"

"تم۔۔۔"

حداد نے بولنا چاہا کہ بختاور نے اسے دھکا دیا۔

"میں نے آپ کا کیا بگاڑا تھا۔ بتائیں۔ ایسی کونسی زیادتی کی تھی جو آپ نے مجھ سے اتنا بڑا بدلہ لیا۔"

"کونسا بدلہ؟ تم کس بدلے کی بات کر رہی ہو؟"

حداد نے ناگواری سے کہتے ہوئے پیچھے ہوا۔

"واو"

بختاور نے تالی بجائی۔ دکھ سے وہ اس شخص کو دیکھنے لگی۔ جس سے وہ بد قسمتی سے محبت کر بیٹھی تھی۔

"اتنا بڑا حادثہ کروا کر کہتے ہیں کونسا بدلہ' میں نے کیا کیا؟ واہ حداد عظیم سلوٹ کرتی ہوں آپ کو۔"

اس نے باقاعدہ سلوٹ کیا۔ حداد کو اس کا دماغی توازن ٹھیک نہیں لگا۔

"تم جا کر آرام کرو لگتا ہے بخار ابھی بھی دماغ میں چڑھا ہے۔"

وہ کہتے ہوئے اپنی کُرسی کی طرف جانے لگا کہ بخت نے اس کا بازو پکڑ لیا۔

"مت شادی کریں اس سے پلیز۔ آپ تو کسی سے پیار نہیں کرتے تھے۔۔۔ آپ نے اس دن بھی کہا کہ میں شادی کے لئے نہیں بنا تو پھر کیوں اب۔۔۔۔"

اسے سمجھ نہیں آئی کہ وہ حداد سے کیا بولتی۔ اسے خود سمجھ میں نہیں آئی وہ کیا کر رہی تھی۔ وہ اس وقت سکندر کی بھانجی نہیں تھی 'اگر سکندر کی بھانجی ہوتی تو کبھی مر کر ایک شخص کے سامنے اپنی بے بسی نہ بتاتی۔ حداد نے اپنا بازو چھڑوایا۔

"پاگل تو نہیں ہوگئی۔۔۔ ہوش میں ہو تم!!!

وہ سخت لہجے میں بخت کو دیکھنے لگا جو بالکل ٹوٹی ہوئی گڑیا کی طرح لگ رہی تھی۔

"پلیز حداد آپ ان سے شادی مت کریں۔ وہ آپ سے اتنی محبت نہیں کرتی جتنی میں کرتی ہوں۔ شرینہ باجی کے فیملی تک نے آپ کی محرومی کا مذاق اُڑایا' آپ کی انسلٹ کی۔ آپ کیسے ہاں کر سکتے ہیں۔"

"میری مرضی میں جسے ہاں کروں تمھارا کنسرن نہیں ہے اور رہی بات محبت کی لٹل گرل پہلے صحیح سے بڑی تو ہو جاؤ محبت کے معنی بھی نہیں پتا اور محبت کرنے چلی ہو!!!! عمر دیکھی ہے اپنی!!! یہ کوئی ڈیزنی ورلڈ نہیں ہے!!! اپنی سٹوپڈ کرش کو محبت کا نام دے کر میرے سر پہ مسلط مت ہو!! جاؤ یہاں سے۔" حداد اسے دھکا دیتے ہوئے مڑ گیا۔تکلیف سے اس نے اپنی آنکھیں بند کی۔یہ کیا کر دیا اس نے۔بختاور غصے سے دوبارہ اس کے سامنے آئی۔

"مجھے کمزور اور بزدل لڑکی مت سمجھیں!!! اور میری محبت کو کرش کا نام مت دیں!!! آپ جیسے سخت دل شخص کو محبت اور عزت کا مطلب نہیں پتا اس لئے آپ ایسی بات کریں گے۔حداد میں آپ سے چھوٹی بہت ہوں مگر میں بچی نہیں ہوں۔مجھے پتا ہے کون میرے لئے صحیح ہے کون میرے لیے غلط اور آپ میرے لئے پرفیکٹ ہیں۔مجھے آپ سے خوشی ملتی ہے۔مجھے آپ سے تحفظ بھرا احساس ملتا ہے۔بنا کسی غرض کے میرے ماما مجھے چاہتے آئے ہیں' میری حفاظت کرتے رہیں ہیں۔توجہ اور عزت میں انھوں نے کوتاہی نہیں آنے دی۔وہی چیز میں نے آپ میں پائی آپ میرے کچھ نہیں لگتے مگر ان ہفتوں میں میرے سب کچھ بن گئے۔آپ ماما کے بعد وہ پہلے شخص ہیں جو بنا کسی غرض کے میرا خیال رکھتے رہے!!! پلیز ڈونٹ ڈو دس ٹومی۔۔۔ڈونٹ بریک مائی ہارٹ۔"

وہ ہاتھ جوڑ کر اسے روتے ہوئے بولی۔حداد اسے دیکھتا رہا پھر ایک دم ہنسا۔بختاور کو اس کی ہنسی عجیب لگی۔

"تم کچھ بھی کرنے کو تیار ہو؟"اس کا لہجہ بڑا عام تھا مگر آنکھیں بڑی عجیب۔

"میں آپ کے لئے سب کچھ کرنے کو تیار ہوں۔پلیز شرینہ باجی سے شادی مت کریں۔"وہ اب اس کی بات پہ قہقہ لگا کر ہنسنے لگا۔بختاور ایک دم خاموش ہوگئی۔اب اسے حداد کا انداز اچھا نہیں لگا۔وہ اس کی بے بسی کا فائدہ تو نہیں اُٹھائے گا۔

"سکندر حدید کی بھانجی اپنی محبت کی بھیگ مانگ رہی ہے مجھ سے۔واو اتنا ٹائیم نہیں لگا مجھے اس مشن میں کامیاب ہونے میں۔بلاآخر سکندر کی کمزوری میری مٹھی میں آگئی۔"

بختاور کو ایک دم جھٹکا لگا وہ دہل کر اس سے پیچھے ہوئی۔حداد کے چہرے کے تاثرات بدل گئے۔

"کیا ہوا لٹل گرل میں تو اب تمھارا بنے کے لئے تیار ہوں۔ گھبرانے کے بجائے تو تمھیں خوش ہونا چاہیے۔ او سوری مجھے آپ کے ماما کا نام کیسے پتا لگا؟ ہیں نا؟"

وہ اس کے قریب آیا تو بختاور مزید پیچھے ہوئی۔

"ارے میں سچ میں تم سے شادی کروں گا' تمھیں محبت دوں گا' جو تم کہو گی مگر ایک کام کرو گی نا۔ تمھیں سکندر حدید اپنے پیارے سے ماما کا غرور توڑنا ہو گا۔ اسے ذلیل کر کے میرے پاس آنا ہو گا۔ اسے میرے پیروں میں گرا کر بھیگ منگوانی ہو گی کرو گی نا یہ۔"

بختاور کا دل لگا کسی نے مٹھی میں لے لیا۔ ماما کی تذلیل؟ کیا وہ یہ کر پائی گی۔

"بولو نا بخت سکندر حدید کا غرور توڑ کر میرے پاس آو گی؟"

"تم نے بخت بی بی کی بات کیوں نہیں سُنی؟"

تیرہ سالا بختاور جو جاوید کو بلا رہی تھی۔ وہ اپنے دھیان میں نہ سُن سکا تو سکندر نے دیکھا تو اس کا گیربان پکڑتے ہوئے بخت کے سامنے لاتے ہوئے غصے سے کہا۔

"ماما نو!! بُری بات۔"

بختاور نے سکندر کو غصے سے دیکھا۔

"سس سوری سر۔۔۔ مجھے دھیان نہیں تھا۔۔ سوری بخت۔۔"

"بی بی کہو اسے یہ میری بیٹی ہے!! اسی اتنی عزت ملنی چاہیے جتنی تم لوگ مجھے دیتے ہو۔۔ شہزادی ہے اس گھر کی۔"

اور کیا یہ شہزادی دوسرے آدمی کے لئے اپنے ماما کو رسوا کر سکتی ہے۔

"بتاو نا بخت یہ کام۔۔۔۔"

حداد نے یہ بات ایک بار پھر جھک کر دہرائی۔بخت نے آو دیکھا نہ تاؤ۔ کھینچ کر حداد کو تھپڑ دے مارا۔وہ خود ایک لمحے کے لئے شاکڈ ہو گئی جھٹکا تو حداد کو بھی لگا تھا۔

"ماں ہے وہ میری!!!!! باپ ہے وہ میرا!!!!! وہ شخص میرے لئے والدین سے بھی بڑھ کر ہے اور تم کہہ رہے ہو کہ میں اس کی تذلیل کر کے تمھارے پاس آجاوں۔اپنے فرشتے نما ماما کو چھوڑ کر تمھارے پاس آوں۔"

وہ اسے دھکے دیتے ہوے چیخ کر بولی۔حداد گال پہ ہاتھ رکھے اسے دیکھتا رہ گیا۔

"کچھ بھی کرنے کا مطلب یہ نہیں تھا کہ میں تمھارے لئے گری ہوئی لڑکی بن جاوں۔مجھے لگا آپ مجھے ایک بد تمیز لڑکی سمجھتے ہیں۔آپ کے لئے اپنی ساری شوخیاں' ساری شرارتے چھوڑ دوں گی ایک سپویلٹ براٹ سے سمجھدار اور تمیز دار لڑکی بن جاوں گی مگر آپ نے تو میری محبت کو مذاق سمجھ لیا میری محبت کو گالی بنا دیا۔"

اس کے آنسو بہہ رہے تھے مگر آنکھیں شعلے بھڑکا رہی تھیں۔

"ماما کی تذلیل ؟اس آدمی نے اپنی ساری دُنیا میرے نام کر دی۔ایک یتیم بچی کے سر پہ ہاتھ رکھ کر اسے اپنی اولاد سمجھا ۔میری ہر جائز نہ جائز بات ماتھے پہ بنا شکن لائے پوری کی۔مجھے عزت دی اور لوگوں سے میری عزت کروائی۔آپ صیح کہتے ہیں میں واقعی اپنے آپ کو پرنسس سمجھنے لگی تھی کیونکہ میرے ماما نے مجھے شہزادیوں کی طرح رکھا تھا۔"

وہ لاجواب ہو کر اسے سُنتا جا رہا تھا وہ تو اپنے ماما سے محبت نہیں بلکہ عشق کرتی تھی۔

"میں اپنی ہر بات ان سے شیر کرتی آئی ہوں وہ ایک دوست کی طرح بنا جج کئے میری سُنتے تھے اور مجھے مشورہ دیتے تھے۔وہ بھائیوں کی طرح میری رکھوالی کرتے تھے' میرے سے اونچی آواز میں بات کرنے والے بندے کو چیر کے رکھ دیتے تھے۔اگر میں کبھی دوستوں کے گھر جاتی تھی تو ماوں کی طرح رات تک میرے انتظار میں جاگتے رہتے تھے۔مجھے اپنے ہاتھوں سے کھانا کھلاتے تھے پہلے مجھے کھلاتے تھے بعد میں خود کھاتے تھے۔۔۔اسے کروں تذلیل ؟اسے!! جو میرا سب کچھ ہے۔۔۔"وہ لمحے کے لئے رُکی 'اسے زخمی نظروں سے دیکھنے کے بعد بولی۔

"اور کیا گارنٹی ہے اس بات کی کہ آپ مجھے اس شخص سے زیادہ پیار کریں گے' مجھے زیادہ عزت دیں گے۔جو شخص ابھی سے میری تذلیل کر رہا ہے۔ابھی سے میرے منہ پہ تھپڑ مار چکا ہے۔میری محبت کو گھٹیا قرار دے دیا ہے وہ کرے گا بعد میں مجھ سے محبت۔"اس کی آنکھوں میں نفرت ہی نفرت تھی لہجے میں زہر ہی زہر تھا۔

"میں مر جاوں گی!!! اپنا سر کٹوالوں گی مگر سکندر حدید کی تذلیل نہیں ہونے دوں گی۔میں اپنی ماں کو رسوا نہیں کروں گی۔۔۔وہ بھی تم جیسے آدمی کے لیے۔۔۔"

اس نے انگلی اُٹھا کر بنا لحاظ کیے سخت اور کٹیلے لہجے میں چُپ کھڑے حداد کو کہا۔

"اتنی نفرت مجھے اپنے آپ سے کبھی نہیں ہوئی جتنی آپ نے مجھے ابھی اپنے آپ سے کروادی۔اب اپنے آپ کو نظریں ملا کر بھی نہیں دیکھ سکوں گی۔ تمھارے لئے اپنی ماں سے ناراض ہو گئی تھی۔وہ ماں جس نے مجھے ہر تکلیف ہر غم سے بچایا۔میری بہتری کے لئے' اپنی نظروں کے سامنے وہ اپنے خاص آدمی سے میری شادی کروانے کا سوچ رہے تھے۔میں پاگل ان کو اپنا دشمن سمجھنے لگی۔اپنی ماں کو دکھ دے کر مجھے کونسی خوشی ملنی تھی۔جا رہی ہوں اپنی ماں کے پاس آپ کی شادی سے پہلے میں اپنی شادی کا کارڈ آپ کو بھیجوں گی۔تکلیف اور تاون کا شکریہ' بہت بہت مبارک ہو۔۔۔اللہ حافظ۔۔"

پھر وہ مڑ کر چلی گئی۔حداد نے بہت کچھ کہنا تھا اپنا غصہ' اپنے اندر چھپا درد سب باہر نکال کر اسے دکھانا تھا مگر وہ دکھا ہی نہیں سکا۔وہ چُپ کھڑا اپنی محبت کو جاتے ہوئے دیکھ رہا تھا جو اس کی نظروں میں بہت اونچی ہو گئی تھی۔وہ بہت الگ تھی۔۔۔وہ واقعی سکندر کی شہزادی تھی۔کبھی نہ جھکنے والی۔اپنی محبت کے سامنے بھی نہ جھکنے والی

"میں اندر آسکتی ہوں۔"

بختاور کی آواز پر وہ جو سگریٹ پی رہا تھا' ایک دم ذرا سا مڑ کر اسے سرد نظروں سے دیکھنے کے بعد سر جھٹک کر رُخ پھیر چکا تھا۔

"اس سے زیادہ تم کتنا اندر آو گی۔"

ٹھنڈے لہجے میں وہ سگریٹ کا گہرا کش لینے لگا۔

"ہاں مگر پھر آپ ہی کہتے کہ اس لڑکی کو کوئی تمیز ہی نہیں ہے۔ منہ اُٹھا کر بنا پوچھے اندر چلی آئی۔"

حداد نے کوئی جواب نہیں دیا۔

"آپ یہ ہر بات پہ روٹھ کر کیوں چلے جاتے ہیں۔ بندہ آرام سے سمجھا کر بھی تو کام کروا سکتا ہے۔"

حداد نے کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ بس نیچے لان کو گھورنے میں مصروف تھا۔ بخت اس کے ساتھ آ کھڑی ہوئی۔

"آپ مجھے انجیکشن لگا سکتے ہیں حداد۔"

حداد اب کی بار ٹھہر گیا۔ بختاور یہ سب کہہ رہی تھی جو ابھی تھوڑی دیر اسی زبردستی پر چیخ چلا رہی تھی۔

"سوری میں آپ کے فضول ڈرامے کے لئے مزید نہیں تیار۔" اس نے سگریٹ ٹیرس کی زمین پہ پھینک کر پیروں سے مسلا۔

وہ جو کہہ رہا تھا بختاور سمجھتے ہوئے بھی انجان بن گئی۔

"پتا نہیں کس ڈرامے کی بات کر رہے ہیں۔ میں تو کوئی ڈرامہ نہیں بنا رہی۔ پلیز جلدی اپنا کام کر دیجیے ڈاکٹر میری پڑھائی کا سوال ہے۔" حداد نے اسے اب دیکھا وہ بڑی معصومیت سے سُرخ چہرے کے اسے دیکھ رہی تھی۔ حداد نے فوراً اپنی نگاہیں پھیری وہ اکثر اب بخت سے نظریں پھیرنے لگا تھا۔

"تمھارا مسئلہ آخر کیا ہے؟ پہلے اتنے نخرے دکھاتی ہو پھر پیچھے ہی پڑ جاتی ہو۔ جاؤ نہیں لگاتا تمھیں انجیکشن۔۔۔ میری بلا سے بیمار ہو یا فیل ہو۔۔۔۔"

وہ سخت لہجے میں کہتا وہاں سے جانے لگا تھا کہ بخت اس کے سامنے آئی۔

"سوری تو میں بالکل نہیں کہنے والی۔ بھئی گھبرا جاتا ہے نا بندہ۔ اب بھی دیکھیے بڑی ہمت سے اپنی ماما کی بھانجی ہونے کا پکا ثبوت دیتے ہوئے آپ سے کہہ رہی ہوں مجھے انجیکشن لگا دیجیے۔"

حداد نے اپنی بڑھی ہوئی داڑھی پہ ہاتھ پھیرا پھر تیز لہجے میں بولا۔

"اتنی اچھائی کی وجہ جان سکتا ہوں؟" بختاور مسکرائی اسے حداد کالی شلوار قمیض میں بیحد اچھا لگ رہا تھا۔

"بالکل! میں اگر سریس بیمار ہو گئی تو ماما نے آپ کا حشر کر دینا ہے اور میں نہیں چاہتی بیچارے ڈاکٹر آپ مفت میں مارے جائے۔ آخر کو آج آپ نے میرے ساتھ نیکی بھی تو بہت کی ہے۔"

حداد نے تاسف سے سر ہلا کر اس کی طرف گزرا۔ بخت بھی اس کے پیچھے آئی۔

"انجیکشن کے علاوہ ایک اور بھی طریقہ ہے جس سے تم ٹھیک ہو سکتی ہو۔"

"وہ بھلا کیا؟"

وہ اس کے کمرے کا جائزہ لیتے ہوئے بولی۔

"تمھارا گلا نہ دبادوں میں۔"

وہ دراز سے نیا انجیکشن نکالتے ہوئے بولا۔ پہلا والا تو غصے سے توڑ چکا تھا وہ۔

بختاور نے اپنی آنکھیں گھمائیں۔

"خواب میں بھی یہ بات نہ سوچیے گا۔ سمجھے اپنی موت اپنے ہاتھ خود لکھوائے گے آپ۔"

حداد نے انجیکشن کا پیکٹ نکال کر اُٹھ کھڑا ہوا۔ اس نے دیکھا بختاور کے چہرے کے تاثرات اور رنگ دونوں ہی بدل چکے تھے۔ حداد کو خوب ہنسی آئی لیکن مسکراہٹ زور سے دبائے وہ اس کے سامنے آیا جو پیچھے ہو گئی تھی۔

"کیا ہوا ڈرپوک بلے ماما کی سو کالڈ بہادر بھانجی ڈر گئی۔"

اب بختاور نے اسے دیکھا تو اس کا چہرہ غصے سے مزید سُرخ ہو گیا۔

"پلیز میرے ماما کی انسلٹ کرنے کا کوئی حق نہیں ہے آپ کو۔۔۔ اسی انجیکشن سے آپ کی دوسری آنکھ ختم کر دوں گی۔"

یہ خاموش ہی اچھا لگتا تھا جیسے ہی اپنی کڑوی زبان کھولتا تھا زہر ہی لگنے لگ جاتا تھا۔ وہ دل میں سوچ کے رہ گئی۔

"تم کچھ زیادہ لڑاکا نہیں ہو۔ آخر کس پہ گئی ہو؟"

بختاور کا چہرہ فخر سے چمک اُٹھا۔ مسکرا کر گردن اکڑا کر اس نے کہا۔

"ظاہر ہے اپنے ماما پہ گئی ہوں بھلا اور کس پہ جاوں گی۔"

"بیٹھو!"

حداد نے نرمی سے کہتے ہوئے اسے کُرسی پہ بیٹھنے کا کہا۔ بخت کے تو اب ہاتھ ہی کانپنا شروع ہو گئے۔ جنھیں پیچھے چھپائے وہ بڑے جھجھکتے ہوئے بیٹھی۔ وہ دل ہی دل میں بہت زیادہ گھبرا رہی تھی' مگر وہ ساتھ میں حداد کو بھی دکھانا نہیں چاہتی تھی ۔آخر کو ماما کی بیٹی تھی۔

حداد گھٹنے کے بل جھکا۔ بختاور ایک دم چونک گئی۔

ڈر کے بجائے وہ اب اسے دیکھنے لگی۔

"ہاتھ آگے کرو۔"

"جی۔" وہ تو ایک دم اس کی آنکھوں کو دیکھ کر کنفیوز ہو گئی۔ حداد بھی خود اپنے آپ کو دیکھتا تو حیران کے ساتھ پریشان بھی ہو جاتا۔ مسکرا کر گلا کنکھارتے ہوئے وہ اس کے زرا سے سہمے ہوئے چہرے کو دیکھنے کے بعد بولا۔

"اپنا بازو آگے کرو۔"

"اچھا!"

وہ کہتے ہوئے اپنے بازو اس کو دکھانے لگی۔ حداد نے اس کی سلیوز زرا سی پیچھے کی۔ بختاور نے اس وقت ڈرتے ہوئے اس کا دوسرا بازو پکڑ لیا۔ حداد نے اسے دیکھا مگر کچھ کہا نہیں۔ انجیکشن کو پکڑے اس نے بخت کو دیکھا' جو کہی سے تیار ہی نہیں لگ رہی تھی۔

"یہ جیسن مومواکا کیا چکر ہے؟"

بختاور نے دیکھا۔وہ اب اس کو اپنی طرف متوجہ کرنا چار رہا تھا۔اس کا بازو چھوڑ کر وہ بولی۔

"جیسن مومواکا نہیں پتا آپ کو۔۔۔آپ اس کو دیکھیں تو حیران رہ جائے گے۔"

حداد انجیکشن کی سوئی اس کے بازو کے بالکل قریب لایا مگر وہ دیکھ اسی رہا تھا۔

"اچھا ایسا کیا ہے اس کی شکل میں جو بار بار مجھے دیکھ کر تم اس کا نام لیتی ہو۔"

"ڈٹو کاپی ہے آپ دونوں کی شکل!! بس بالوں کے رنگ کا فرق ہے آپ کے بال کچھ زیادہ ہی بھورے رنگ کے ہیں اوچ!!!! "

اس نے حداد کا ہاتھ ایک بار پھر پکڑ لیا لیکن اسے بڑا اس نے نوچا صحیح سے۔حداد نے اسے گھورا اور اس کا بازو پکڑ کر بولا۔

"ہلومت!!!! " تیز لہجے میں کہتے ہوئے اس نے اپنا کام کیا اور پھر انجیکشن کو پیچھے کرتے ہوئے اس نے چھوٹا سا کاٹن رکھ کر اسے دبایا۔

"ہاں کیا کہہ رہی تھی۔"

"آپ مجھے ٹرک کر رہے تھے؟"اس کی ایک آنکھ نم ہو گئیں۔

حداد مسکرایا۔

"بس یہی سمجھ لو۔۔۔"

بختاور نے اپنے آنسو تیزی سے پونچھے مگر وہ رُکنے کا نام ہی نہیں لے رہے تھے۔بیگ کی زپ کھولتے ہوئے وہ اپنی الماری کی طرف گئی اور اپنے کپڑے نکالنے لگی۔

کپڑے نکال کر وہ انھیں پیک کرتے ہوئے رکھنے لگی۔

"تمھیں اپنے ماما کو ذلیل کرنا ہو گا بخت۔۔"

"کیا یہ کام کرو گی تم بخت؟"

سسکی اس کے لبوں سے نکلی۔

"ماما میں ہمیشہ آپ کو ہی چُنوں گی۔ماما میں آپ کو کبھی مایوس نہیں کروں گی۔چاہے اس بیچ میں میں کیوں نہ مر جاوں۔ میں آپ کے لئے کبھی صوفیا ثابت نہیں ہو گی۔۔۔"

گال کو زور سے رگڑ کر وہ مضبوطی سے بولتے ہوئے پیکنگ کرنے لگی۔وہ اپنے کتابیں نکالنے کے لئے الماری کی طرف بڑھی تو اس نے دیکھا حداد کی نیلی شرٹ پڑی ہوئی تھی۔اس کو اُٹھا کر اس نے دیکھا تو اس کی آنکھیں مزید بھر آئیں۔

"چُپ کر کے گھر میں رہو تم!!! اگر تم نے زرا سی بھی گڑ بڑ کی تو الٹے ہاتھ کی پڑے گی۔"

حداد نے کہتے ہوئے اپنا الٹا ہاتھ دکھایا بھی۔کمر پہ ہاتھ رکھے بخت نے اسے شعلہ بار نظروں سے دیکھنے کے بعد کہا۔

"کیوں آپ کے سیدھے ہاتھ میں کوئی مسئلہ ہے؟"

"اُف تمھارے ساتھ میں اپنا وقت برباد نہیں کر سکتا۔۔۔جا رہا ہوں احتیاط کرنا کہی وہ ہر کولیس صاحب نہ آجائے اور تم چڑیل نے اس کی جان نہ لی ہو۔"

"اس کی جان لو نہ لوں ان کی ضرور لوں گی میں۔"

بڑبڑا کر وہ سر جھٹک کر اوپر گئی۔

وہ اس وقت ٹیرس پہ موجود' کُرسی پہ بیٹھی اپنے پاوں پانی سے بھرے ٹب میں رکھتے ہوئے ریلیکس کر رہی تھی۔جب اچانک اسے عجیب سی آواز سُنائی دی۔وہ ایک دم ٹھہر گئی۔کُرسی کے ہینڈل پہ ہاتھ رکھتے ہوئے وہ سمجھ گئی ضرور ہر کولیس ہو گا۔

آہستگی سے اپنے پیر نکالتے ہوئے ایک دم چوکس ہو گئی۔

"کیا کروں؟ بابا کو نیچے سے آواز دوں۔ان کی موجودگی میں تو نہیں آئے گا۔۔"

"اگر بلانے گئی تو ہو سکتا ہے چھت سے کود کر میرے اوپر حملہ کرے۔"

"کیا کروں کچھ نہ کچھ تو کرنا پڑے گا۔"

بختاور تیزی سے اُٹھی اور دیکھا آواز نیچے سے آرہی تھی۔ڈھلتی شام تھی۔نیچے کی لائٹس بھی آن نہیں تھی۔گارڈ بھی گیٹ پہ نہیں دکھائی دیا۔

"یہ کہاں چلے گئے !!! جب بھی کچھ نہ کچھ ہوتا ہے یہ فٹ سے غائب ہو جاتے ہیں۔حنان ماما کو کال کرتی ہوں۔"

"فکر مت کرو ڈھونڈ رہا ہوں ڈیوائس یہی کہی گری ہو گی مجھے یاد ہے یہی کھڑا تھا میں۔۔۔ہوں۔۔۔۔۔"

اس کسی کی آواز بالکل عین نیچے سُنائی دی۔بخت نے ریلنگ پہ ہاتھ رکھ کے زرا سا جھک کر دیکھا۔۔بڑے سے درخت جو عین اس کے سامنے موجود تھا جس کے باعث نیچے جو کوئی بھی تھا اسے دکھائی نہیں دیا۔

"اوپر ہی ہو گی دیکھ لوں گا اسے۔۔۔"

یہ آواز تو ہر کولیس کی تھی یا شاہد اس سے ملتی جلتی۔ہاں وہی ہو گا۔بختاور نے مزید جھک کر دیکھنا چاہا تو اسے کالے پینٹ میں کوئی دکھائی دیا۔کالے رنگ کی پینٹ بس پھر یہ واقعی ہر کولیس ہی ہے۔غصے سے اس نے ٹب اُٹھایا۔غصہ اتنا آیا ہوا تھا سب سے زیادہ تو حداد پر جو اسے اکیلے چھوڑ کر چلا گیا تھا۔چھوٹے سے ٹب کو اس نے تب پھینکا جب اسے وہ شخص زرا سا دکھائی دیا۔بس پھر بخت محترمہ نے جیسے ہی اس کی چیخ سُنی مسکرا کر وہ اندر کی طرف بھاگی اور اس نے اپنے ٹیرس کا دروازہ بند کیا یہ نہ ہو اوپر چڑھ کے آجائے۔اب تو وہ اپنا کام خوشی سے کر چکی تو ایک دم پریشان ہو گئی۔اب تو وہ سیدھا اس کے پاس پہنچے گا۔کیا کرے اب وہ۔ایک تو جذبات میں آکر وہ الٹے کام ہی کر دیتی ہے۔احساس اسے بعد میں ہوتا۔۔ہے ابھی وہ دروازے کو کھول کر اِدھر اُدھر دیکھ کر بابا اور جمیل کو چیخ کر آوازیں دینے لگی۔ایک دم رُک گئی جب اس نے سیڑھیوں سے آتے حداد کو دیکھا وہ بھیگا ہوا تھا۔اس کی آنکھیں بختاور کو شعلہ بار نظروں سے دیکھ رہی تھی۔بختاور کو جہاں اسے دیکھ کر لمحے میں سکون حاصل ہوا تھا دوسری طرف وہ زرا ڈر سی گئی۔کوئی نہیں بخت زرا سی چار باتیں ہی سُنائے گا۔

"یہ تمھارا کارنامہ تھا؟"

وہ دانت پیستے ہوئے اس کے سامنے آیا۔وہ ایک دم تیزی سے پیچھے ہوئی۔

"نن نہیں۔۔۔۔۔"

"جھوٹ بولو گی تو زبان کاٹ کے رکھ دوں گا۔ تمھارے کمرے کے ٹیرس سے پانی گرا ہے۔۔۔"

"ہاں تو شاہد میرے سائڈ پہ بارش ہوئی ہو یا پھر ہو سکتا ہے وہاں سائڈ پہ پائپ تھا وہ لیک ہوا ہو۔۔۔میں کیسے پانی گرا سکتی ہوں۔۔

اس کی بونگی پر حداد اپنا سر نوچنے کے سوا کچھ نہیں کر سکتا تھا۔کتنی کی تھی آٹھارہ کی؟اسے تو اس وقت آٹھ سال کی بچی لگ رہی تھی۔آٹھ سال کی بچی بھی اس سے ہزار گنا سمجھدار ہو گی۔

"بارش کی بات پہ تو میں کچھ کہہ نہیں سکتا۔پتا نہیں تم کالج میں کیسے پڑھ رہی ہو۔۔۔رہی بات پائپ کی تو اس سے ٹب بھی نکلتا ہے۔۔یہ پہلی دفعہ دیکھا میں نے۔۔۔"

"او اچھا ایسا ہوا۔۔۔اچھا اچھا بتاتی ہوں میں نے اس لئے پھینکا میں سمجھی ہرکولیس آ گیا ہے۔"

وہ بولتے ہوئے ایک دم اونچی آواز میں تیز تیز بولی کیونکہ حداد آگے بڑھ کر اس کا گلا دبانے والا تھا۔حداد نے مٹھیاں بھینچ کر اس سُرخ نظروں سے دیکھا۔

"ہرکولیس؟مجھے بیوقوف سمجھا ہے۔۔۔بند کرواپنا یہ ڈرامہ۔۔۔ تمھیں سبق میں بعد میں سکھاؤں گا۔۔میں یہ شرٹ دے رہا ہوں اسے دھو کر کے تم استری کرو گی ابھی کے لئے تمھاری یہی سزا ہے۔"

"میں بالکل نہیں کروں گی۔یہ کیا بات ہوئی میں اس گھر کی بیٹی ہوں۔آپ کی نوکر نہیں ہوں۔"

حداد ایک دم اس کی طرف جھک کر آیا۔اسے غصے سے دیکھتے ہوئے سرد لہجے میں کہا۔

"دیکھو لڑکی میں بڑے آرام سے کہہ رہا ہوں ورنہ تم نے میرا اصلی روپ نہیں دیکھا۔۔۔"

اور وہ حداد کا اصلی روپ دیکھ چکی تھی۔ غصے سے اس کی شرٹ الماری میں پھینکتے ہوئے وہ اپنے باقی کپڑے نکالنے لگی۔ اسی پل حازق بھائی کا فون آگیا۔ چہرہ جلدی سے صاف کرتے ہوئے اس نے گلا کنکھار کر کہا۔

"جی حازق بھائی۔۔۔ بس میں آ رہی ہوں۔"

....

"آپ نے مجھ سے بات کرنی تھی؟"

حداد انگلیاں آپس میں پھنسائے اسے دیکھ رہا تھا۔ جو مسکرا کر جوس کا سپ لیتے ہوئے بولی۔

"ویسے تو بڑوں نے بات کر لی تھی۔ ضرورت تو نہیں تھی' مگر میں اور پاپا چاہتے تھے کہ میں آپ سے ملوں۔ آپ کی رضامندی جانوں۔۔ کیا آپ چاہتے ہیں کہ یہ بات آگے بڑھے؟۔"

حداد نے اس کی بات سُنی تو تلخی سے مسکرایا۔

"میری چاہت کا کیا کریں گی آپ۔ آپ بتائیں آپ کیا چاہتی ہیں؟"

اس کی عجیب بات پر شرینہ ایک لمحے کے لئے چُپ ہی ہو گئی۔

"آپ کی رضامندی ہے اس رشتے پہ کہ نہیں؟"

حداد نے اس کے خاموش ہونے پر بے اختیار کہا۔ شرینہ نے اس کے چہرے کو دیکھا پھر گلاس ٹیبل پہ رکھتے ہوئے وہ اپنی انگھوٹی گھماتے ہوئے بولی۔

"اگر رضامندی نہ ہوتی تو میرے بابا آپ کی امی سے بات نہ کرتے۔ مجھے لگتا ہے آپ نہیں چاہتے کہ بات آگے بڑھے۔" وہ دل ہی دل میں دعا کر رہی تھی کہ حداد اس کی زرا سی غلط فہمی کو جلد ہی دور کر دے۔ حداد نے اپنی بھوری داڑھی پہ ہاتھ پھیرا اور ارد گرد نظریں دہرانے کے بعد بولا۔

"ایسا نہیں ہے کہ آپ میں کوئی کمی ہے۔آپ ایک بہت اچھی' سمارٹ اور سمجھدار لڑکی ہیں مگر میں خود کو آپ کے قابل نہیں سمجھتا بلکہ میں کسی لڑکی کی زندگی میں داخل ہونا نہیں چاہتا ان کی زندگی سنوارنے کے بجائے برباد ہی ہوگی۔شادی میرے بس کی بات نہیں ہے اور اب تو میری عمر بھی نہیں ہے۔"

شرینہ زرا سا ہنسی۔

"آپ کو اس احساسِ کمتری سے نکلنا ہوگا حداد۔آپ میں کوئی ایسی بات تو ہے جس سے ہر کوئی آپ کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔وہ چاہتا ہے آپ اپنی چُپ توڑ کر ان سے بات کریں۔جس چیز کو اپنی معذوری سمجھ رہے ہیں وہ آپ کی شخصیت کو نکھارنے میں ثابت ہوئی ہے۔انسان کا دل اور نیت صاف ہونی چاہیے باقی باتیں تو زندگی میں چلتی رہتی ہیں۔"

حداد کی مسکراہٹ گہری ہوئی۔یہ مسکراہٹ طنز سے بھری ہوئی تھی۔

"تو آپ غلطی پر ہیں شرینہ صاحبہ۔نہ تو میرا دل صاف ہے اور نہ ہی میری نیت۔اگر اتنا اچھا ہوتا تو وہ۔۔۔۔۔"

بات جیسے ادھوری رہ گئی تھی۔کہنے کے باوجود وہ کہہ نہیں سکا تھا کہ اگر وہ اچھا ہوتا تو اس معصوم' پاکیزہ دل کی لڑکی کا دل نہ توڑتا جس کی صرف اتنی غلطی تھی کہ وہ اس سے محبت کر بیٹھی تھی۔

"وہ؟"

شرینہ نے ناسمجھی سے بولتے ہوئے اسے دیکھا۔

حداد نے گہرا سانس لیا۔

"آپ بہت اچھی ہیں۔میں چاہتا ہوں آپ کسی اچھے انسان کے ساتھ زندگی گزارے۔میرے ساتھ ماسوائے آپ کو دکھ کے اور کچھ نہیں ملے گا۔مجھے بہت اچھا لگا کہ آپ نے میری بنا کسی غرض کے بہت سے کیسس میں مدد کی۔ہمیشہ آپ کا احسان مند رہوں گا مگر۔۔۔میں۔۔۔"

"آپ کی شادی سے پہلے اپنی شادی کا کارڈ دوں گی آپ کو!!! "

حداد نے اپنی آنکھیں زور سے بند کیں۔ شرینہ سمجھ گئی۔ وہ سمجھتے ہوئے بھی خاموشی سے اسے چُپ چاپ اسے دیکھنے لگی۔ اس کی جواب کی منتظر تھی۔ دل ایک دم تکلیف سے کانپنے شروع ہو گیا تھا۔ ابھی تو بہت سی پلاننگ کر کے آئی تھی حداد کے ملنے سے پہلے یہ کرے گی' وہ کرے گی۔ خوشی سے وہ اس وقت ہواؤں میں تھی مگر اب لگتا ہے جیسے سارے خواب شیشے بن کر ٹوٹ جائے گے۔

"آپ کسی سے پیار کرتے ہیں؟"

شرینہ نے آنکھوں میں نمی لئے حداد سے پوچھا۔

حداد نے اسے دیکھا تو گہرا سانس لیا جس سوال کا اس کے پاس کوئی جواب نہیں ہوتا تھا۔ آج اس کا جواب اسے مل چکا تھا۔ وہ چھوٹے ہاتھوں سے پڑا زوردار تھپڑ نے اسے جواب دے دیا۔

"ہاں!" شرینہ کا دل چھن سے ٹوٹ گیا۔ گہرا سانس لیتے ہوئے اس نے خود کو سنبھالا مگر سنبھالنا مشکل ہو رہا تھا۔ لب کو زور سے دباتے ہوئے اس نے حداد کو دیکھا پھر وہ زرا سا مسکرا کر بولی۔

"کون ہے وہ لکی لڑکی!!!"

حداد تلخی سے مسکرا پڑا۔ وہ اس لکی لڑکی کا دل بُری طرح توڑ چکا تھا۔ وہ اس سے شدید محبت کرنے کے باوجود بھی اسے پا نہیں سکتا تھا۔ اسے خود سے بہت دور کر دیا تھا۔ اسے خود سے اتنا بدظن کر دیا تھا کہ وہ لڑکی اب اس کی شکل نہیں دیکھے گی ۔ وہ شاہد آگے جا کر کسی اور کی بھی ہو جائے گی۔ یہ سوچ کر حداد کی گلاس پہ گرفت مضبوط ہو گئی۔ وہ صرف میری ہے!!! (اس کے دل نے اشتعال بھرے انداز میں کہا مگر دماغ کہہ رہا تھا یہی اس کی بہتری ہے۔۔۔ وہ اس کے قابل نہیں ہے (

"جان کر کیا کریں گی آپ!! ویسے بھی مجھے وہ نہیں ملنے والی جیسے اس نے کہا تھا۔۔۔"

"میں آپ کو بددعا دیتی ہوں حداد عظیم کہ آپ کو کسی سے محبت ہو جائے اور وہ آپ کو ویسا ہی ذلیل کرے جیسے آپ نے میری محبت کو کیا اور وہ آپ کو کبھی چاہ کر بھی نہ ملے۔ آپ اس کے لئے اتنا تڑپے کے لوگوں کو آپ کی تڑپ دیکھ کر ترس آجائے۔۔۔"

بخت کی درد بھری آواز اس کے کانوں میں گونج رہی تھی۔ جب وہ اپنا سامان لے کر جا رہی تھی تب اس نے یہ الفاظ کہے تھے۔ حداد اسی وقت رُخ موڑ چکا تھا۔۔۔ اسے بختاور کو دیکھنے کی مزید ہمت نہ تھی۔

"کون ہے وہ؟ کیا کہا اس نے" اس نے پوچھا۔ دل کہہ رہا تھا۔

بختاور عالم!! صرف اور صرف بختاور عالم مگر زبان نے کہا۔

"جان کر کیا کریں گی۔۔۔"

ہاں جان کر کیا کریں گی ویسے بھی وہ رگ جان اسے چھوڑ کر چلی گئی تھی۔

"میری امی کی خواہش تھی کہ میں آپ سے شادی کروں جسے مجھے ہر حال میں پورا کرنا تھا کیونکہ میں ان سے وعدہ کر آیا تھا مگر دوسری طرف میں آپ کی بھی زندگی برباد نہیں کر سکتا۔۔۔ میں آپ کی بہت عزت کرتا ہوں اس لئے آپ کو ۔۔۔۔۔۔"

شرینہ نے اس کی بات کاٹی۔

"میں بابا کو کہہ دوں گی کہ مجھے آپ سے شادی نہیں کرنی۔۔۔ میرے پہلے ہی بہت سے رشتے آئے ہیں۔۔۔ ان میں سے کسی کے ساتھ میرا رشتہ تہہ ہو جائے گا۔ آپ فکر نہیں کریں آپ کو آپ کی امی کے سامنے شرمندہ نہیں کروں گی۔۔۔ مجھے پہلے پتا ہوتا تو کبھی آپ کو ملنے کا یا اپنے بابا سے بات کرنے کا نہ کہتی۔"

اس نے بے حد مضبوط لہجے میں حداد سے کہا۔

حداد نے لب کو زور سے دبا کر چھوڑتے ہوئے کہا۔

"بہت شکریہ میرا ارادہ آپ کا دل دکھانا نہیں تھا۔۔"

شرینہ مسکرائی اپنا پرس اُٹھا کر اپنے حصے کا بل کے پیسے رکھتے ہوے بولی۔

"میرے دل کو چھوڑے۔اس دل کی فکر کریں جس کو توڑ کر آپ یہاں میرے پاس آئے ہیں۔"

حداد کا حیرت سے سر اُٹھا اس نے شرینہ کو دیکھا جو سر ہلاتے ہوے بولی۔

"بختاور بہت پیاری لڑکی ہے۔۔۔اسے دکھ دے کر تو آپ ویسے بھی کبھی خوش نہیں رہ سکے گے۔۔ چلتی ہوں اللہ حافظ "۔

حداد کی تو بولتی ہی بند ہو گئی۔شرینہ کیسے ساری سوچیشن سمجھ گئی۔حیرت کی انتہاہ تھی۔

....

"بھائی آپ بتا کیوں نہیں رہے۔آپ کہاں تھے؟ کس نے آپ کو اغوا کیا تھا۔۔۔"

فاروق جو اپنے کمرے میں موجود ٹی وی دیکھ رہا تھا۔عنیقہ اس کے کمرے میں دستک دے کر آئی۔وہ اس کے لئے چائے لائی تھی۔جب سے فاروق واپس آیا تھا تب سے بہت خاموش ہو گیا تھا۔بظاہر تو صحیح سلامت تھا مگر سب اس کی خاموشی پہ پریشان تھے۔ماں تو بیٹے سے الگ نہیں ہو رہی تھی' باپ پوچھ پوچھ کے پاگل ہو گیا تھا۔عنیقہ کی تو ہمت ہی نہیں پڑ رہی تھی کہ فاروق سے کچھ پوچھے۔سکندر بھائی بھی کچھ بتا ہی نہیں رہے تھے کہ وہ انھیں کہاں سے ملا یہ بھی منع کیا تھا کہ ان کے بارے میں کسی کو نہ بتانا۔

فاروق نے چائے کا کپ اُٹھاتے ہوے اسے ناگواری سے دیکھا۔

"جاو اپنے سکندر بھائی سے پوچھ کر آو اسے پتا ہو گا۔"

اس کی آواز سُن کر عنیقہ کو تھوڑی سی تسلی ہوئی۔

"بھائی پلیز ناسب پریشان ہیں۔ابو کی تو سمجھ میں نہیں آرہی آخر ہوا تو کیا ہوا۔آپ کا اچانک سے غائب ہو جانا پھر ایک ۔۔۔۔۔۔" فاروق نے ترشی سے اس کی بات کاٹی۔

"پلیز عنیقہ جاو یہاں سے۔میں اس وقت کچھ بھی سُنا نہیں چاہتا۔"

"مگر بھائی۔۔۔۔۔۔"

"عنیقہ مجھے مجبور مت کرو کہ میں تم سے بدتمیزی سے پیش آوں گو فرام ہیر!!!"

اس نے انگلی سے دروازے کی طرف اشارہ کیا۔عنیقہ خاموش ہوگئی۔اتنی دیر سے کھڑی وہ جاننا چارہی تھی کہ فاروق تھا کہاں مگر آثار لگ نہیں رہے تھے کہ وہ کوئی جواب دے گا۔

"ڈیڈ کو بتا دینا میں ایک ہفتے بعد لندن جارہا ہوں۔"

عنیقہ جب دروازے کو کھول جانے لگی تو فاروق کی بات پر ایک دم حیرت سے گھوم کر اسے دیکھنے لگی۔

....

"تم نے حنان بھائی کو اپنے جانے کا بتایا۔"

حازق ڈرائیو کرتے ہوئے اس سے پوچھ رہا تھا۔وہ جو خیالوں گُم دروازے کے ساتھ ٹیگ لگائی باہر کے نظاروں کو دیکھ رہی تھی ایک دم چونکی مگر اس نے مڑ کر حازق کو نہیں دیکھا۔

"وہ بزی تھے مگر میں نے اطلاع دے دی تھی۔"

"وہ بہت غصہ ہوگے بختاور۔سکندر بھائی بھی پریشان ہو جائے گے۔"

"حازق بھائی میں سنبھال لوں گی۔وہ دونوں میرے ماما ہیں کوئی جلاد نہیں جو اویں آپ سب کو بنا کسی وجہ کے کھا جائے گے۔اب پلیز مجھے ڈسٹرب مت کریں۔"

بختاور کا دل نہیں کر رہا تھا کہ وہ کوئی آواز سُنے' کسی سے بات کرے۔وہ بس خاموشی چاہتی تھی۔۔۔گھپ اندھیرا چاہتی تھی اسے یہ نہیں پتا تھا اس کی زندگی میں یہ دونوں چیزیں کچھ پل میں آنے لگی تھی۔

"کیا ہوا بختاور اتنی اپ سیٹ کیوں ہو۔۔کیا کسی نے تمھیں کچھ کہا ہے۔"

حازق نے اسے سر تا پا دیکھتے ہوئے بے اختیار کہا۔بختاور خاموش رہی آنکھوں میں وہ دشمن جاں بار بار دکھائی دے رہا تھا۔ وہ اس کی نظروں سے غائب کیوں نہیں ہو جاتا۔اس نے تکلیف سے اپنی آنکھیں بند کیں۔لبوں کو سختی سے دبائے اپنی ابھرتی سسکیوں کو روکا۔یہ سسکیاں اتنی بیتاب کیوں تھی۔کیوں چاہتی تھی کہ دُنیا اس کا درد دیکھے۔۔۔

"کسی نے کچھ نہیں کہا۔"

اس نے آہستگی سے کہہ کر باہر دیکھا۔وہ اپنے ماما کے پاس جا رہی تھی۔ماما کے پاس جا کر وہ خوب بچوں کی طرح روئے گی۔ اس نے ماما کا دل دکھایا تھا۔اس نے ان سے بات نہیں کی تھی۔وہ آخر کیسے خوش رہ سکتی تھی۔

آسمان سیاہ ہوا ہوا تھا' سخت طوفان کا امکان تھا۔ہوائیوں کا شور بیحد خوفناک سا تاثر دے رہا تھا۔بخت کو پتا نہیں کیوں جیسے اس موسم سے خوف محسوس ہوا مگر وہ سنبھل کر سیدھے ہو کر بیٹھتی ان راستوں کو دیکھنے لگی پھر ان راستوں پہ حیرت ہوئی یہ راستہ اس کے گھر کی طرف تو نہیں جاتا تھا۔اپنی پونی سے نکلتی بالوں کی لٹوں کو کانوں کے پیچھے کرتی وہ حازق کو دیکھنے لگی جو بالکل ریلیکس ہو کر ڈرائیو کر رہا تھا۔

"حازق بھائی یہ گھر کا راستہ تو نہیں ہے۔"

بختاور نے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔

"معلوم ہے ہم گھر تو نہیں جا رہے۔"

اس کا عام لہجہ بختاور کو پتا نہیں کیوں انتہائی عجیب لگا۔

"تو پھر ہم کہاں جا رہے ہیں؟"

اس نے بڑی مضبوطی سے حازق کے تاثرات دیکھنا چاہا مگر اس کے چہرے کے تاثرات بالکل نارمل تھے' مگر نارمل کیوں نہیں لگ رہے تھے۔ یہ حداد کے ساتھ رہ کر کیا ہو گیا ہے۔

"کم سے کم باقی دُنیا کی طرح میں حیوان نہیں ہوں !! تم بہت بھولی ہو بختاور۔"

یہ الفاظ اس کی کانوں میں کیوں گونج رہے تھے۔ یا اللہ وہ ماما کو فون کرے مگر حازق بھائی انھیں کے پاس لے کر جا رہے ہوں۔

"تو پھر ہم کہاں جا رہے ہیں حازق بھائی؟" حازق نے اسے دیکھا پھر اپنی گردن موڑ کر بولا۔

"سکندر بھائی کلب میں ہیں وہ وہاں ہمیں بلا رہے ہیں۔" بختاور کو اس جواب سے تسلی ہو جانی چاہیے تھی مگر پتا نہیں دل میں بے چینی سی تھی۔

"اچھا!"

اس نے اپنے بیگ سے فون نکالا اور ماما کو کال کرنے کا سوچا مگر سگنل نہیں آ رہے تھے۔ وہ بھول کیوں جاتی تھی یہ علاقہ سُنسان تھا اور جنگل کی طرف جاتا تھا۔

اس نے فون رکھ دیا۔ اسے محسوس جیسے حازق اسے دیکھ کر مسکرایا ہے۔

یا اللہ یہ حداد اس کے دماغ میں سوار ہے !!! اس کا وہم ہی ہے اور کچھ نہیں۔

....

"تم یہ کن چکروں میں پڑ گئی ہو۔۔ ہٹو میں کچھ کر دیتا ہوں۔"

"نہیں !! اب دور ہی رہیں تو بہتر ہے اور آپ کو کوئی کام نہیں ہے۔ کیا غنڈہ گردی سے ریٹائر تو نہیں ہونے والے۔"

وہ باول اُٹھا کر کاؤنٹر پہ رکھتے ہوئے اسے دیکھنے لگی جو اس کے بالکل قریب کھڑا تھا۔ سکندر اسے گہری نظروں سے دیکھنے کے بعد بولا۔

"ایسے تو خیر نہیں ہونے والا اور یہ مجھے دور رہنے کے مشورے مت دیا کرو۔ میں دور ہونے کے بجائے اور قریب ہو جاوں گا۔" سکندر نے اس کی کمر میں ہاتھ ڈالنا چاہا رمشا نے اس کے ہاتھ پہ زور سے کنفیچہ مارا۔

"میں مشورہ نہیں دے رہی ہے بلکہ بول رہی ہوں سکون سے کام کرنے دیں مجھے!! ۔امی ابو کا ڈنر میں آپ کو ہر گز خراب نہیں کرنے دوں گی۔"

سکندر نے ہاتھ زور سے ہلاتے ہوئے اسے گھورا۔

"میں ڈنر ٹرامپل کر دوں گا مجھے تم پر غصہ آرہا ہے۔"

"جائے غصہ اپنے کسی ورکر پہ اُتارے مجھے پہ اُتارنے سے محض آپ کا بی پی شوٹ ہو گا۔"

اس کا بازو پکڑ کر اپنی طرف موڑا۔

"مجھے اگنور ہونا بالکل نہیں پسند رے۔"

وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے بولا۔ رمشا نے گہرا سانس لے کر اسے دیکھا جو کسی بھی طور پہ یہاں سے جانے کے لئے تیار نہیں لگ رہا تھا۔ اس کو نکالنا کا ایک ہی طریقہ تھا۔ رمشا نے اس کے گال کو چھو کر کر پیچھے ہوتے ہوئے مسکرائی۔

"خوش اب جائے!!! "

"بس!!! یہ کیا تھا۔ اتنا بڑا غنڈہ ہوں اتنی سی بات پر آسانی سے مان جاوں گا۔" اس نے آبرو اوپر کرتے ہوئے اس سے کہا

رمشا نے اسے مضنوعی تند سے دیکھا۔

"ماننا پڑے گا۔ اب پیار کی جگہ ڈانڈا پڑے گا۔"

"مشکل عورت لیکن میری صرف اور صرف میری۔"

اس پیار کر کے چھوڑتا وہ جانے لگا پھر کچھ سوچ کر مڑتے ہوئے بولا۔

"رے؟"

رمشا کٹنگ بورڈ رکھ کر بولی۔

"جی؟"

"میں سوچ رہا تھا بخت کو بلا لوں انکل آنٹی سے ملاقات بھی ہو جائے گی اور تم اس سے زرا بات کر لینا۔" پاوڈر بلیو شلوار قمیض وہ چارمنگ بیسٹ لگ رہا تھا۔

رمشا ایک دم چونک کر سکندر کے سنجیدہ تاثرات دیکھنے لگی۔

"کس چیز کے بارے میں؟"

سکندر نے دونوں بازو کاؤنٹر پہ رکھ کر اسے دیکھا جو ڈارک بلیو لان کے سوٹ میں پیاری لگ رہی تھی۔اس کے جوڑے سے نکلتی لٹ اسے بار بار الجھن میں مبتلا کر رہے تھے مگر اس کی خوبصورتی سے ہٹ کر اسے ضروری بات کرنی پڑے گی۔

"بختاور کی شادی کے بارے میں۔"

رمشا جو ٹماٹر کاٹنے لگی تھی ایک دم اس کا ہاتھ رُک گیا۔

"شادی؟بخت کی؟"

وہ ایک دم حیرت سے بولتے ہوے سکندر کو دیکھنے لگی جس نے کھیرے کا پیس اُٹھا کر کھاتے ہوے سر اثبات میں ہلایا۔

"سکندر بخت ابھی بچی ہے آپ کو کیا ہو گیا ہے۔۔یہ شادی کی بات کہاں سے آگئی؟" وہ آخر اس کی بات پہ حیرت زدہ نہ ہوتی تو کیا کرتی سکندر نے بات بڑی عجیب کہی تھی۔

"تم بیس سال کی ہو رے بخت تم سے صرف دو سال چھوٹی ہے بچی کہاں سے ہے وہ۔" سکندر نے بے پروائی سے کہا مگر جانتا تھا یہ اس کی رے آف سُن شائین چُپ نہیں ہو گی۔

"سکندر میری بات اور ہے۔بخت کی نیچر میں ابھی میچورٹی نہیں آئی۔ہم سب اسے ایک بچی کی طرح ٹریٹ کرتے ہیں اور آپ اس کی شادی کے بارے میں اچانک بات کر رہے ہیں تو میں حیران ہوں کہ نہ ہوں۔"

"اس میں حیران ہونے کی کیا بات ہے رے۔بختاور کی کبھی نہ کبھی تو شادی کرنی ہے اور یہ صحیح وقت ہے۔۔"

رمشا نے چھری سائڈ پہ رکھی اور اسے دیکھا۔

"کوئی بات ہے جو آپ مجھ سے چھپا رہے ہیں داود۔"

سکندر نے ایک لمحے کے لئے اپنی آنکھیں بند کیں پھر بولا۔

"نہیں کوئی بات نہیں ہے میں بس بختاور کو خوش دیکھنا چاہتا ہوں۔"

رمشا کو اس کی فکر پہ ٹوٹ کے پیار آیا۔انگلی سے اس کی ٹھوڑی چھو کر بولی۔

"بختاور بہت خوش ہے۔۔اس کی خوشی شادی سے نہیں ہے اور شادی کی بات تو تب آتی ہے جب آپ کی نظر میں کوئی اس کے لئے پسند ہو کیا ایسی بات ہے۔"

"ہاں مگر شاہد وہ لڑکا تمھیں اچھا نہ لگے۔"

اب رمشا کا مسکراتا چہرہ غائب ہو گیا۔

"سکندر آپ کیا کرنے والے ہیں؟"

"میں چاہتا ہوں رے کہ بختاور اور جاوید کی جلد از جلد شادی کروا دوں۔"

رمشا ایک دم اس کی بات پہ شاکڈ ہو گئی۔بختاور اور جاوید۔یہ آخر کیا کہہ رہے ہیں سکندر۔

••••••••••••••••••••••••••••••••••••

اس نے گاڑی روکی اور دروازہ کھول کر بختاور کا دروازہ کھولنے کے لئے بڑھا۔بخت کو حیرت ہوئی مگر اس نے کچھ کہا نہیں۔ اس کا بیگ وہ لینے لگا تو بختاور اپنے دوسرے کندھے پہ ڈال کر بولی۔

"میں اُٹھالوں گی حازق بھائی۔۔ماما کیا اپنے سویٹ میں ہیں یا آفس میں۔"

حازق نے اسے عجیب نظروں سے دیکھنے کے بعد کہا۔

"آفس میں ہے مگر تم فریش ہو جاو پھر مل لینا ابھی ان کی میٹنگ ہے۔"اس نے عام سے لہجے میں کہتے ہوئے پچھلی گاڑی سے بختاور کا سامان نکالا۔بختاور ارد گرد دیکھنے لگی اسے ماما کی گاڑی اور ان کے چیلوں کی گاڑیاں تو دکھائی ہی نہیں دی۔ماما کی موجودگی تو بڑی اچھی طرح محسوس ہو جاتی تھی تو پھر یہاں صوفی ولا اتنا ویران اور خاموش کیوں لگ رہا تھا اسے گڑبڑ لگی۔

"اچھا آپی تو ہیں نا میں ان سے ملنے جارہی ہوں۔۔ویسے ماما کی گاڑیاں تو دکھائی نہیں دے رہی حازق بھائی۔۔۔"

حازق اسے دیکھتا رہا اس کی برداشت ختم ہو گئی۔اس نے رکھ کر بختاور کے گال پہ تھپڑ مارا۔بختاور اس تھپڑ کے لئے بالکل تیار نہیں تھی وہ اپنا توازن برقرار نہ رکھ اور منہ کے بل جا کر گری۔

"دیکھو گی بھی نہیں !!!! ہاں مگر اپنے سے بہت جلد ملو گی۔۔۔۔"

وہ اس کے کندھے کو زور سے پکڑ کر اسے اُٹھاتے ہوئے دھاڑا۔بختاور کا رنگ پیلا زرد ہو گیا۔

"وہ لڑکا بیڈ نیوز ہے بختاور!!!"

"تمھاری زندگی خطرے میں تھی اور تم اس کے ساتھ گھوم پھیر رہی تھی۔"

"دوبارہ اس کے ساتھ نظر آئی تو تمھارا بُرا حشر کر دوں گا۔"

حداد کی باتیں سچ ہو گئی تھیں۔حازق نے کلوروفام رومال میں ڈالا اور اس کے تیزی سے اُٹھنے پر اس قابو میں کیا اور اس کی ناک پہ رکھ کر اسے بے ہوش کر چکا تھا۔

....

رمشا کو سمجھ نہیں آئی وہ آخر سکندر کو کیا کہے۔لب دبا کر وہ سکندر کو دیکھنے لگی جو اس بات کے بعد حد سے زیادہ تفکر میں مبتلا دکھائی دے رہا تھا۔کوئی بات تھی جو اسے اندر کھائے جا رہی تھی۔یہ تو اسے معلوم تھا مگر یہ معلوم نہیں تھا کہ بختاور کا اس سے کوئی لینا دینا ہوگا۔وہ بختاور کی شادی کیوں کروانا چاہتا ہے وہ بھی جاوید سے ؟اسے آخر ہو گیا گیا ہے۔

"تم کچھ کہہ نہیں رہی۔۔اس میں اتنا شاک ہو جانے والی بات تو نہیں ہے رے۔"

سکندر نے نرمی سے کہتے ہوئے اس کا ہاتھ پکڑا۔رمشا کچھ کہنا چاہتی تھی مگر اسے الفاظ ہی نہیں مل رہے تھے۔وہ بولنے لگی اس وقت دروازے پہ دستک ہوئی۔اس نے دیکھا نذیر کھڑا ہوا تھا۔

سکندر نے مڑ کر دیکھا اور آنکھوں سے پوچھا کہ کیا بات ہے۔

"سر وہ مسئلہ ہو گیا ہے۔"

سکندر سمجھ گیا کہ کیا مسئلہ ہو گیا ہے۔

"گاڑی نکالو میں آرہا ہوں۔"

"میں دو تین گھنٹے کے اندر واپس آجاؤں گا تمھیں کچھ چاہیے ہو تو جاوید سے کہہ دینا اور کسی کو نہیں کہنا!! "

اس نے آنکھوں سے وارننگ دی۔رمشا نے سر اثبات میں ہلایا۔

"اور ہاں بخت اور جاوید کے بارے میں اچھی طرح سوچنا۔رے وہ میری بھانجی نہیں ہے میری بیٹی ہے۔۔اس کے لئے میں ہمیشہ اچھا ہی سوچوں گا۔۔۔"

سکندر کبھی جاوید سے بخت کی شادی نہ کرواتے کوئی تو بات ہوئی ہے کوئی تو مجبوری ہے۔کہی بخت نے تو نہیں کہا مگر سکندر تو اسے بتانے کے لئے بلا رہے ہیں۔وہ دل میں سوچتے ہوئے سر اثبات میں ہلانے لگی۔سکندر کے چہرے پہ مسکراہٹ پھیلی۔

"دیٹس مائی رے۔"

اس کے پیشانی کو چوم کر وہ چل پڑا۔رمشا نے کچھ سوچ کر عینہ کو کال کرنا چاہا۔اس کا فون اوپر کمرے میں پڑا ہوا تھا۔چیزیں سائڈ پہ رکھتی وہ لینے کے لیے باہر گئی۔

....

"شرینہ نے انکار کیوں کیا آخر حداد بتاؤ ہمیں؟"

جمال عظیم نے حداد سے پوچھا جوان سب کو دیکھنے کے بجائے خاموشی سے سر جھکائے اپنے دونوں انگھوٹے کو آپس میں رگڑ رہا تھا۔

"حداد! بھائی کیا پوچھ رہے ہیں بتاؤ نا شرینہ کو تو تم پسند تھے پھر اچانک اس نے انکار کیوں کر دیا؟"

ماں کے کہنے پر حداد نے سر اُٹھایا۔ وہ الجھا ہوا لگ رہا تھا۔ جیسے دل بے چین سا تھا۔ گھر والوں کے سوالوں سے زیادہ اسے کچھ اور پریشان کر رہا تھا۔ یہ بختاور کا خیال پتا نہیں بار بار کیوں آ رہا تھا۔

"حداد کوئی بات ہوئی ہے۔"

آپی اس کے ساتھ آ کر بیٹھی اور اس کے کندھے پہ ہاتھ رکھا۔ حداد نے گہرا سانس لیا۔

"نہیں آپی کوئی بات نہیں ہوئی مجھے خود نہیں پتا انھوں نے کیوں انکار کیا شاہد میری معذوری کا احساس انھیں جلدی سے ہو گیا ہو گا کہ میرے ساتھ دوستی تو کی جا سکتی ہے مگر ہم سفر نہیں بنایا جا سکتا۔"

سب کے منہ اس کی بات پر کھل گئے۔ ماں کی تو آنکھیں نم ہو گئیں۔

"تم ایسا کیوں بولتے ہو حداد تم بالکل ہٹے کٹے گبرو جوان ہو تمھیں کس چیز کی کمی ہے۔"

جمال عظیم کو بھی بھائی کے الفاظ سے شدید تکلیف ہوئی تو وہ بولے بغیر نہ رہ سکے۔ حداد کے چہرے پہ تلخ مسکراہٹ پھیلی۔

"کمی ہی کمی ہے مجھ میں۔۔۔ خیر میں اس بارے میں بات نہیں کرنا چاہتا۔ آپ لوگوں کو کہا بھی تھا شادی میرے بس کی بات نہیں ہے۔"

روف صاحب چُپ سے اسے دیکھتے رہے پھر گلا کنکھار کر بولے۔

"کمیاں سب میں ہوتی ہیں حداد۔ بظاہر سب کی زندگی دیکھنے میں اس لئے مکمل لگتی ہے کہ لوگوں نے اپنے کمیوں کو اپنے اوپری حاوی نہیں کیا ہوتا ہے جس طرح تم جیسے لوگوں نے کیا ہوتا ہے۔ اپنے احساس کمتری سے نکلو تم ایک بہت اچھے شخص ہو۔۔۔ ہر کوئی تمھارے اس قابل نہیں ہے۔"

انھوں نے نہایت سنجیدگی سے ایک بیحد خوبصورت بات کی تھی۔

حداد کے ساتھ سب بھی حیرت سے انھیں دیکھنے لگے۔ حداد نے البتہ کچھ نہیں کہا وہ خاموشی سے یہاں اُٹھنے کا ارادہ کرنے والا تھا کہ اس کے فون کی مسیج ٹون پہ وہ چونکہ۔ ضرور بروٹس ہوگا۔ اس نے فون نکالا اور دیکھا ایم ایس آیا تھا۔ کھول کر دیکھا تو اس کا چہرہ سفید ہو گیا اور فون پہ اس کی گرفت مضبوط ہو گئی۔ اس کا جسم غصے سے کانپنے لگا۔ اس سے پہلے وہ غصے سے پاگل ہو کر اپنا ردعمل دکھاتا۔ کسی انون نمبر سے کال آئی۔ حداد نے تیزی سے فون اُٹھایا اور کانوں سے لگایا۔

"شاکڈ ہو گئے۔۔۔ یہ تو کچھ بھی نہیں تھا۔۔۔ بخت کے ڈاکٹر صاحب۔۔۔ ابھی تو بیچاری پہ میں نے اپنے کتے نہیں چھوڑے۔۔۔ زرا سوچا تھوڑی سی چین بھر کی نیند سو لے اس کے بعد تو اس کی ساری زندگی کی نیند حرام ہو جائے گی۔۔۔ (وہ بے رحمی سے ہنسا) "

حداد کی آنکھیں سُرخ ہو گئیں۔ دل جیسے کسی نے مٹھی میں لے لیا تھا۔ اس کی بختاور۔۔۔ یا اللہ یہ کون سی سزا وہ بھی اس کی دل دکھانے کی دے دی ملنے والی تھی۔ حداد تیزی سے اُٹھا اور باہر کی طرف بڑھا۔

"اگر اس کو ہاتھ لگایا تو اپنے بے رحم انجام کے لئے تیار رہنا تم!!! "

وہ ٹھنڈے برف جیسے لہجے میں بولا ورنہ دل تو کر رہا تھا کہ چیخ کر ساری دُنیا کو ہلا ڈالے۔

"ہاتھ ؟ تم دیکھتے جاؤ حداد عظیم میں کرتا کیا ہوں۔۔۔ تمھاری بخت تمھارے سامنے اپنے آپ کو مار دے گی کیونکہ اتنی بدنامی وہ بیچاری سہہ نہیں سکے گی۔۔۔ اور اپنے پیارے سے ماما اور خاص کر تمھیں تو منہ دکھانے۔۔۔۔۔"

"بکواس اپنی بند رکھو!!!! میں کہہ رہا ہوں تمھیں اگر اسے کچھ بھی ہوا تو اپنے انجام کے لئے تیار رہنا!!!! "

مگر وہ شخص اس کی سُنے بنا اپنا فون بند کر چکا تھا۔ حداد نے گاڑی کے شیشے پہ زور سے ہاتھ مارا۔ اسے ہوش بھی نہیں تھا کہ وہ باہر گاڑی کے پاس بات کرتے ہوئے آگیا تھا۔ اب کہاں ہو گی بخت۔۔۔ کدھر لے کر گیا ہو گا اسے وہ کمینہ۔۔۔ یہ سب اس کی وجہ سے ہوا۔۔۔ اس نے اپنی آنکھیں زور سے میچیں۔۔۔ پھر ایک دم چونکہ کیا سکندر اور حنان کو اس بارے میں پتا ہے۔۔۔

••••••••••••••••••••••••••••••••••••

"یہ حداد بھائی فون کیوں نہیں اُٹھا رہے !!! "

حنان کی بات پہ سکندر جو دو بندوں سے سوالات پوچھ رہا تھا ایک دم چونک پڑا۔

درینہ کا ایک بار پھر فون آیا۔حنان نے فون اُٹھایا اور کانوں کے ساتھ لگایا۔

"ہاں عینہ واٹ!!! سامان نہیں ہے۔۔۔رمشا سے بات ہوئی۔۔ہو سکتا ہے وہاں چلی گئی ہو۔۔رمشا بھی فون نہیں اُٹھا رہی۔۔۔"

وہ بات کر ہی رہا تھا جب سکندر نے اس سے فون چھینا اور کانوں کے ساتھ لگایا۔

"کیا بات ہے بھابی کیا ہوا ہے۔"

اس کے سرد لہجے پہ حنان پریشان ہو گیا۔بختاور گھر چھوڑ کر چلی گئی تھی۔حداد اور رمشا اپنا فون نہیں اُٹھا رہے تھے۔بختاور گئی تو کہاں گئی۔

"بھائی اس کی ساری الماری میں سے سامان اور بہت سی چیزیں غائب ہیں۔۔میں چاچو کو بھی فون کر رہی ہوں لیکن وہ اُٹھا نہیں رہے ہمارے گھر اکیلے آئے تھے۔چُپ چُپ سے اور ٹینز تھے پھر اچانک سے فون آیا تو تیزی سے باہر کی طرف بھاگے۔"

سکندر کا دل لگا کسی نے مٹھی میں لے لیا۔بختاور؟ وہ کدھر ہے۔اس نے اپنی جیب سے فون نکالا اور جاوید کو کال ملائی مگر یہ کیا جاوید فون نہیں اُٹھا رہا تھا۔یہ آخر آج کے دن ہو کیا رہا ہے۔

اسی وقت سکندر کے فون پہ حازق کا مسیج آیا۔

"بھابی فکر مت کریں میں۔۔۔۔۔۔۔۔۔"

وہ درینہ کو تسلی دے رہا تھا کہ جو اس نے تصویر دیکھی اس کے سارے الفاظ جیسے ٹوٹ گئے۔

بختاور بستر پہ بے ہوش لیٹی ہوئی تھی۔

"شیرو!!!! مجھے بچاؤ!!!! شیرو ممی کو کیا منہ دکھاؤ گے!!!!! شیرو۔۔۔" صوفی کی چیخوں سے سکندر کا سر چکرانے لگا۔تاریخ پھر دہرائی جانے لگی تھی۔

"بخت۔"

سکندر کا سر چکرانے لگا۔۔۔

بختاور کے منہ پہ جگ بھرا پانی پھینکا گیا تو وہ تڑپ کر اُٹھی۔پانی ناک اور منہ کے اندر جانے سے اسے تکلیف ہوئی تو وہ جھک کر کھانسنے لگی۔وہ ابھی سیدھی نہیں ہوئی تھی کہ کسی نے اس کے بال پکڑ کر اسے کھینچا۔

"اُٹھ جاؤ ماما کی پرنسس یہ تمھارے ماما کا گھر نہیں ہے کہ جب چاہے یہاں آرام سے سوتی رہو۔۔۔۔۔او سوری میں تو بھول گیا یہ تو تمھارے ماما کا کلب ہے ہاہاہا مگر۔۔۔۔(اس نے بختاور کے بالوں کو زور سے کھینچا وہ سسک پڑی) بہت جلد یہ میری جگہ ہو جائے گی۔۔۔بہت جلد میں سب چیزوں کا مالک بن جاوں گا۔۔۔جب تمھارا ماما تمھیں ٹوٹا ہوا دیکھ کر میرے بنا کچھ کیے ہی مر جائے گا ہاہاہا۔۔۔"

"چھوڑے مجھے !!!! ۔"

بختاور نے اپنے بال چھڑوانے چاہے کہ اس نے گرفت مضبوط کر دی۔

"چھوڑ ہی دوں گا پرنسس اتنی جلدی کیا ہے۔۔ابھی دو ریکارڈنگ شو کے ساتھ ایک لائیو شو کر لو تو پھر تمھاری چھٹی ہی چھٹی۔اپنی چھٹیاں پھر اپنی ماں کے ساتھ منانا۔"

بختاور تڑپ کر اس سے پیچھے ہوئی۔

"دور رہو مجھ سے !!! چیڑ کے رکھ دوں گی میں۔"

وہ چیخ کر جب اس کے ہاتھ نوچ کر اپنے بال چھڑانے لگی تو حازق نے اسے زوردار تھپڑ مارا بختاور کی آنکھیں ایک منٹ کے لئے اندھیرے میں چلی گئیں۔حازق نے اس کا جبڑا پکڑا۔

"واہ ابھی بھی اکڑ ختم ہونے میں نہیں آرہی۔۔۔غرور کس بات کا بولو تمھیں ہاں۔۔اپنے ماما کا جو تمھارے حفاظت کرنے کا دعوے دار ہونے کے باوجود بھی کچھ نہیں کر سکا یا اس بڈھے عاشق کا جو مجھے موت کی دھمکیاں دینے کے باوجود آخر میں بے بس نکلا۔۔۔"

وہ اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر غرایا۔بختاور کو اس سچویشن میں خوف سے زیادہ تیش آرہا تھا۔سب سے زیادہ خود پہ تیش آیا کہ اس نے ماما کے علاوہ کسی اور پہ آخر کیوں بھروسہ کیا۔۔۔حداد صحیح کہہ رہا تھا وہ بہت بھولی ہے۔اس نے اپنے بھولے پن کا انجام دیکھ لیا تھا۔

"بولو چک چک کرتی بخت کی آج بولتی کیوں بند ہوگئی۔۔۔ابھی تو میں نے تمھارے پر اور زبان بھی نہیں کاٹے پھر بھی ۔۔۔۔۔"

وہ ایک بھیڑیا تھا جو اسے کسی بھی وقت نگلنے کے لئے تیار تھا۔اس سے پنگا لینا اور مزاحمت کرنا بیکار تھا مگر پتا نہیں بختاور نے ساری ہمت جمع کی اور اس کی ناک پہ زور مکا مارا۔

"تم پر بھی کاٹ دو میرے پھر بھی اللہ نے مجھے اتنی طاقت دی ہے کہ تم جیسے بھیڑیوں سے لڑ سکتی ہوں۔"

بختاور نے اپنے ناخن سے زور سے اس کے چہرے پہ وار کیا۔اس کے بال اس کی گرفت پہ آزاد ہو چکے تھے وہ بھاگنے لگی تھی کہ حازق نے تیزی سے پکڑا اور اسے کا گلا پکڑ کر اسے زور سے دبایا۔

"دی ہوگی طاقت مگر مرد سے مقابلہ کرنے کی طاقت ہاہاہا کبھی نہیں۔۔"

اس نے بے ہوشی کا انجیکشن نکالا۔بخت اس سے لڑنے لگی۔

"میرے ماما تمھارے ٹکڑے ٹکڑے کر دیں گے۔۔۔ چھوڑو مجھے۔۔۔"

اس نے اپنی گردن سے اس کا ہاتھ ہٹانا چاہا مگر وہ گرفت مضبوط کیے جا رہا تھا۔

"ہو نہ ہو وہ خود تم تک پہنچتے ہی ٹکڑوں میں ہو جائے گا۔۔مجھے وہ کیا ٹکڑوں میں کرے گا۔۔۔اپنے چھوٹے سے ذہن کو اتنا بوجھ نہ دو اور تھوڑی دیر آرام کر و بڑے سے شو کے لئے تیار رہنا بختاور عالم۔"

بختاور کی گردن اس نے چھوڑ دی تھی۔بختاور سانس لینا چاہتی تھی مگر سوئی کی چُبن نے اسے مزید تکلیف میں مبتلا کیا اور پھر تھوڑی ہی سیکنڈ میں اس کی آنکھیں بھاری ہونے لگی۔وہ اُٹھنا چاہتی تھی' چلانا چاہتی تھی مگر ساری ہمت جیسے ختم ہو گئی تھی۔

"ماما۔۔"

اس کے لب دھیرے سے ہلے اور پھر گھپ اندھیرا چھا گیا۔

••••••••••••••••••••••••••••••••••••

"وہ ایسا کیوں کرے گا۔۔۔ تم نے اس کے لیے اتنا کچھ کیا شیر واور اس کتے نے۔۔۔اب بتاو کیا کرے۔۔"

حنان غصے سے پاگل ہوتا اِدھر اُدھر کے چکر کاٹ رہا تھا جبکہ سکندر خاموشی سے گاڑی کی بونٹ پہ بیٹھا سوچ میں گُم تھا۔

"تم اتنے خاموش کیوں ہو شیر و!!! اس نے بخت کو اُٹھایا ہے ہماری بخت کو۔۔۔بول کیوں نہیں رہے۔"

وہ چیخا۔ سکندر نے اسے دیکھا پھر اپنے چہرے پہ ہاتھ پھیرا۔

"اس وقت خود کو اتنا کمزور اور بے بس محسوس کر رہا ہوں سمجھ نہیں آ رہی کے کیا کروں۔ کس پہ بھروسہ کروں۔۔۔میں اپنی بخت کی حفاظت نہیں کر سکا۔۔۔"

وہ ایک دم ٹوٹا ہوا دکھائی دے رہا تھا۔اس کا دماغ سُن ہو گیا تھا۔اسے سمجھ نہیں آ رہی تھی کیا کرے چلا کر' غصے دکھا کر تو ویسے ہی کچھ نہیں ہونا۔اسے کچھ سوچنا تھا۔بخت کو بچانا تھا۔جلد بازی میں تو صوفی سے بھی ہاتھ دھو بیٹھا تھا۔

"شٹ اپ شیر و!!!! بخت کو کچھ نہیں ہو گا۔۔۔تم بے بس ہو گے میں نہیں۔۔۔میں ابھی فورسس کو بلاتا ہوں اور اس کے دوستوں کے گھر پہ ریڈ کرواتا ہوں۔۔۔تم یہاں بیٹھ کر لڑکیوں کی طرح روتے رہنا۔"

سکندر گاڑی کی بونٹ سے اُترا اور اس کا گیر بان پکڑا۔

"وہ اپنے دوستوں کے گھر نہیں ہے!!!! جذباتی ہو کر مت سوچو حنان۔۔۔وہ خبیث میرے دماغ کے ساتھ کھیل رہا ہے۔وہ میرا وقت برباد کر رہا ہے تب تک وہ بخت کو۔۔۔"

اس نے بات ادھوری چھوڑ دی اور حنان کو چھوڑا۔

"حداد کو کال کرو!!!! میں اس کے علاوہ اس وقت کسی پر بھی بھروسہ نہیں کر سکتا۔۔۔"سکندر نے گہرا سانس لیتے ہوئے کچھ سوچا اور لب زور سے دبائے۔

"وہ کیا کرے گا بولو!!! کیا بولوں گا اسے بات سُنو ہم میں بروٹس سوری حنان بول رہا ہوں وہی جو تمھیں رمشا کے حوالے سے دھمکی دیتا رہا اب ہم بے بس ہو گئے کیونکہ ہماری بھانجی کو ہمارے ہی آدمی نے اُٹھا لیا۔۔۔یہ سب مجھے مکافات عمل ہی لگتا ہے شیر و۔۔۔بیشک تو نے رمشا سے بہت محبت کی مگر اس سے جڑے لوگوں کو تکلیف تو دی۔۔۔"

"حنان!!!"

وہ دھاڑا۔

"اس وقت یہ ساری باتوں کا وقت نہیں ہے۔ ہمیں پتا کروانا ہے کہ بخت کہاں ہے۔ حداد کو کال کرو اور اسے حازق کے دوست بلال کے گھر کا آڈریس دو وہاں جا کر وہ ان کو گھیرے میں لے تاکہ وہ حازق کو کال کرے تاکہ پتا کروا سکے وہ کہاں ہے تب تک میں رے کا بندوبست کر کے آتا ہوں۔"

وہ جانے لگا جب ایک دم اسی کے نمبر پہ کال آئی سکندر کی آنکھیں سیاہ کالی مافق ہو گئیں۔ تیزی سے فون اُٹھا کر اس نے کانوں کے ساتھ لگایا۔ اس کے کچھ بھی بولنے سے پہلے وہ بولا۔

"ویری سمارٹ شیرِ داود مگر اتنا ٹائیم برباد کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔۔۔ میں اتنا بھی پکا وکیڈ نیپر نہیں ہوں۔ میں تمھیں خود انوٹیشن دیتا ہوں۔۔۔ تم ٹھیک ایک گھنٹے کے اندر اندر بھیجے گئے آڈریس پہ پہنچ جانا۔ ضرور آنا تم بھا تمھاری پیاری سی جونیئر صوفی کا وہی حال کروں گا جو تمھاری صوفی کا میرے ماموں اور ان کی دوستوں نے کیا تھا۔"

سکندر نے وحشت بھری نظروں سے حنان کو دیکھا۔

اس کے چہرے کے تاثرات کو دیکھ کر حنان کو دھچکا لگا۔

"نہیں ہماری بخت نہیں شیر و میں ان کو چیڑ کے رکھ دوں گا۔"

حنان غصے سے دھاڑتا گاڑی کی طرف بڑھا۔ سکندر نے فون بند کر خود بھی اس کی تقلید میں قدم بڑھائے۔

••

"چلو اُٹھو میری جان کیمرہ' لائٹس اور بندے تیار ہیں زرا سی ریہرسل کر لیتے ہیں اس کے بعد پرفیکٹ شاٹ تمھارے ماما کو دیتے ہیں۔"

بختاور نے نیم غنودگی کے عالم میں اس کے ہاتھ اپنے بازو سے ہٹانا چاہا مگر اس کے ہاتھ بہت بے جان سے محسوس ہو رہے تھے۔

"ماما پلیز۔۔۔"

"ششش ابھی ماما نہیں آئے گی جب آئے گی تب چلانا۔۔۔ ابھی چلو۔۔۔"

"چھوڑے مجھے ماما۔۔۔ ماما!!!! "

بختاور کی آنکھوں سے پانی نکلا وہ اپنے سر پہ سوار ہوا نشہ کو اُتار کر اپنا نشہ اُتارنا چاہتی تھی۔۔اس کے ٹکڑے کر کے یہاں سے بھاگ کر ماما کے پاس جانا چاہتی تھی مگر اسے یہ سب ناممکن لگ رہا تھا۔دل سے اس نے دعا کی کہ کچھ بھی ہونے سے پہلے وہ مر جائے۔

"چھوڑو مجھے !!!!! "

وہ چیخی۔۔۔

"او بخت نروس ہو رہی ہے چلو کمرے میں ہی پریکٹس کر لیتے ہیں۔۔۔"

وہ جو ہنستے ہوئے بخت کو گھسیٹ رہا تھا ایک دم اسے گراتے ہوئے بولا۔شیطان اس کے قریب آ رہا تھا۔۔سکندر کی بخت رسوا ہونے لگی تھی۔سر کو تھامے بخت کو زرا ہوش آیا وہ اُٹھنے لگی کہ حازق نے اس کے بازو پہ اپنے پاوں رکھے۔

"حداد!!!! "

وہ چیخ کر سکندر کے بجائے اسے پکار چکی تھی۔

"او ماما سے زیادہ ضروری یہ بڈھا' پاگل عاشق ہے۔۔"

وہ جھک کر بختاور کو ہاتھ لگانے لگا تھا کہ ایک بھاری سی چیز اس کے سر پہ جا کر لگی اور ٹوٹ گئی۔اس کو زور سے دھکا دیتے ہوئے رمشا نے زمین پہ گری گن اُٹھائی۔

"بختاور!!! "

"اویو!!!! "

حازق لڑکھڑاتے ہوئے رمشا کو دیکھ کر پھنکارا۔

"تو مسز بھا آئی ہیں۔۔"

رمشا نے گن تھام کر اس کے کندھے پہ شوٹ کرنا چاہا مگر گولی دیوار پہ جا کر لگی۔حازق ایک دم پیچھے ہوا۔وہ آگے بڑھنے لگا کہ رمشا نے اس کے بازو پہ اب کی بار گولی ماری۔وہ ایک دم لڑکھڑا کے گرا۔

"بختاور!!!" رمشا نے جھک کر بختاور کو اُٹھایا۔

"آپی!!! "

اس کی سسکی نکلی۔

"بختاور میری جان اُٹھو۔۔۔ جلدی!!!"

"گاڑی روکو حنان! "

سکندر نے فون کو جیب میں رکھتے ہوئے ایک دم حنان سے کہا۔ حنان جو ریش ڈرائیونگ کر رہا تھا ایک دم اس کی بات پہ تنگ آ کر بولا۔

"اب کیا تکلیف ہے۔"

"جو آڈریس اس نے ہمیں بھیجا ہے وہ محض ہمیں ٹارچر کرنے کے لئے اس نے وہ جگہ رکھی ہے۔"

"کیا مطلب ہے اس بات کا بختاور وہاں پہ نہیں ہے۔"

حنان نے تیزی سے موڑ کاٹتے ہوئے کہا۔

"نہیں وہ جگہ نہیں ہے بلکہ مجھے پتا ہے وہ اسے کہاں لے کر گیا ہے۔"

سکندر کے دماغ پہ یہ بات اچانک کلک کی تھی جب حازق نے اسے کال کی تھی۔

"کلب کی طرف موڑو!!" سکندر کی بات پہ حنان جو سٹیرنگ کو زرا سا گھما رہا تھا ایک دم حیرت سے بولا۔

"واٹ!! کلب میں کیوں؟"

"میں نے کہا نا حنان بختاور وہی ہے موڑو اس طرف گاڑی۔"

سکندر نے کہتے ہوئے رمشا کو کال ملائی۔ جو اُٹھانے کا نام نہیں لے رہی تھی۔ سکندر نے گاڑی کے شیشے پر زور سے ہاتھ مارا' پھر اس نے گھر پہ نمبر ملایا۔ تھوڑی دیر میں فون کسی ملازمہ نے اُٹھایا۔

"سکندر بھا بول رہا ہوں بی بی کہاں ہیں؟"

سخت' تیز لہجے میں وہ اس وقت سخت پریشان دکھائی دے رہا تھا۔

"صاحب وہ تو جاوید صاحب کے ساتھ کافی دیر پہلے نکل چکی تھی۔" ملازمہ کی بات پر سکندر کے ماتھے پہ بل آئے۔

"کدھر گئی ہے؟" سپاٹ لہجے میں اس نے پوچھا۔

"وہ خالا جی کو کہہ کر گئی تھی کہ وہ کچھ سامان لینے جا رہی ہیں۔" سکندر نے بنا کچھ کہے کال ختم کی۔اس نے جاوید کو کال ملائی۔جس نے تیزی سے فون اُٹھایا۔

"ہیلو سر۔"

"کہاں ہو؟"

سکندر نے سخت لہجے میں اس سے پوچھا۔

"سر ضروری کام سے باہر ہوں۔"

"اچھا اور یہ ضروری کام میرے بیوی کو ساتھ لے کر کونسا ہے؟"

تھوڑی منٹ کے لئے خاموشی چھا گئی پھر جاوید مدھم لہجے میں بولا۔

"سر آئیم سوری۔"

اس نے فون کاٹ دیا۔سکندر شاک میں چلا گیا۔جاوید نے اس کا فون کاٹا۔اس کا دل رُک گیا۔کہی جاوید بھی حازق کے ساتھ نہیں ملا اور رے اور بخت۔۔۔

یا اللہ نہیں وہ مر جائے گا۔اگر ان دونوں کو کچھ ہوا تو واقعی وہ اگلی سانسیں نہیں لے سکے گا۔سر تھام کر وہ خود کو اس وقت دُنیا کا سب سے بے بس ترین انسان سمجھ رہا تھا۔

••••••••••••••••••••••••••••••••••••

ساری ہمت جمع کرتے ہوے اس نے تیزی سے بختاور کو اُٹھایا اور باہر کی طرف بڑھی۔

"آپی آپ یہاں؟ ماما کہاں ہیں؟" رمشا بختاور کو ساتھ لگائے اِدھر اُدھر دیکھنے لگی۔دوسری طرف تو حازق کے بندے کھڑے ہو گے۔یا اللہ کہاں جائے وہ۔

اسے بخت کے بارے میں تب پتا چلا جب وہ پچھلے لان میں نماز مکمل کر جائے نماز اُٹھا رہی تھی کہی آس پاس اسے آوازیں سُنائی دیں۔اس سے زرا تھوڑے ہی فاصلے پہ سرونٹ کوارٹر تھا۔پتا نہیں وہ اس طرف کبھی نہ بڑھتی مگر جیسے دل نے کہا کہ کچھ صحیح نہیں ہے اور وجہ وہاں پہ کچھ مشکوک آوازیں بھی تھیں۔وہ زرا سا فاصلے پہ رُک کر جب ان آوازوں پر غور کرنے

لگی تو سُن کر وہ ساکت رہ گئیں۔ جب اس نے سُنا کہ حازق بختاور کو کلب میں لے گیا اور کس نیت سے لے کر گیا ہے رمشا کا تو صحیح معنوں میں پیروں تلے سے زمین نکل گئی۔

"صاحب کہہ رہے تھے ڈی وی ڈی بنا کر ہمیں بھیجے گے۔ بھئی صحیح مزا آنے لگا ہے دوستوں۔ اب پتا چلے گا بھا کو غرور کا سر ہمیشہ نیچے ہوتا ہے۔"

یہ شیطانی آواز کسی اور کی نہیں نذیر کی تھی۔

رمشا کی سانسیں رُکنے لگیں۔ اس کی بختاور' سکندر کی جان۔۔۔ یااللہ اس کا سکندر تو مر جائے گا۔ کچھ سوچ کر وہ اپنے کمرے کی طرف بھاگی اور اس نے فیصلہ کیا وہ جائے گی۔ وہ سکندر کا مان نہیں توڑے گی۔ اس کی بخت کو اس کی ضرورت ہے۔ چاہے اسے اس راہ میں اسے مرنا ہی کیوں نہ پڑے۔ الماری کی طرف بڑھی اس نے لاکر سے سکندر کی گن نکالی اسے دیکھنے کے بعد اس نے گہرا سانس لیا۔

"اللہ تیرے سوا میری کوئی مدد نہیں کر سکتا۔"

آنکھیں بند کر کے کہتے ہوئے اس نے اپنا پرس نکالا اور گن بیگ کے اندر رکھی پھر اس نے سکندر کی گاڑی کی چابی اُٹھائی اور نیچے کی طرف بڑھی۔

باہر نکل کر وہ گاڑی کی طرف بڑھی جب اس نے جاوید کو اسے پکارتے ہوئے سُنا۔

"میم کہاں جا رہی ہیں آپ؟"

رمشا نے آنکھیں زور سے بند کر لیں۔ کیا وہ جاوید پہ بھروسہ کر سکتی ہے۔" نہیں!!" جب سکندر کے باقی بندے دھوکے باز نکلے۔ تو جاوید کونسا دودھ کا دھلا ہو گا۔

"کسی کام سے جا رہی ہوں اور خبر دار صاحب کو بتانے کی کوشش بھی کی۔"

اس نے سخت لہجے میں جاوید سے کہتے ہوئے ڈرائیونگ سیٹ کا دروازہ کھولا۔ جاوید حیران رہ گیا پھر وہ تیزی سے رمشا کے سامنے آکر دروازہ کو پکڑ کر بولا۔

"میم میں آپ کو ایسے جانے نہیں دے سکتا۔ سر سے اجازت لی ہے آپ نے؟"

"جاوید بھائی میرے راستے سے ہٹیے مجھے کسی ضروری کام سے جانا ہے۔" رمشا نے تحمل سے کہتے ہوئے اسے ہٹایا مگر جاوید ایک انچ بھی نہیں ہلا۔

"سوری میم مجھے سر سے پوچھنے دیں۔ میں آپ کو ایسے اکیلے نہیں بھیج سکتا۔"

"مگر مجھے اکیلے جانا ہے !!!!! "

وہ اچانک سے پھٹ پڑی۔ اس کے پاس وقت بہت کم تھا۔ جاوید کو ایک بار پھر حیرت کا جھٹکا لگا۔ اس نے رمشا کو روکنے کی کوشش کی گر رمشا رکنے کا نام نہیں لے رہی تھی۔

"ٹھیک ہے میم میں آپ کو ڈراپ کر دوں گا۔ آپ جہاں بھی جانا چاہتی ہیں۔"

رمشا سمجھ گئی وہ ایسے نہیں مانے گا۔ تھک ہار کر وہ پسینجر سیٹ پہ آئی جبکہ جاوید ڈرائیونگ سیٹ پہ بیٹھا۔ دونوں خاموشی سے باہر نکلے۔ رمشا سوچ رہی تھی کہ جاوید کو کیسے ٹرک کرے مگر پتا نہیں اسے یہ کام بہت مشکل لگ رہا تھا۔ وہ اب شہر کی حدود میں پہنچ گئے تھے۔ جاوید نے اس سے پوچھا کہ کہاں جانا ہے تو رمشا خاموش رہی۔

"میم؟"

"سکندر کے کلب۔"

اس نے گہرا سانس لے کر جاوید سے کہا۔ اللہ پہ بھروسہ کر کے اس نے یہ بات منہ سے نکالی تھی۔ اب اللہ اس کی مدد کرے گا۔ جاوید چونکہ۔

"میم کلب کیوں جانا ہے سوری؟ اصل میں۔۔۔۔"

رمشا نے اس کے بولنے سے پہلے ہی بات کاٹی۔

"میری کوئی چیز نہیں مل رہی مجھے لگتا ہے میں وہ کلب چھوڑ آئی ہوں۔۔۔"

بیحد تھکے ہوئے انداز میں اس نے کہا' اگر جاوید اسے روکتا تو سمجھو وہ ان سے ملا ہوا تھا مگر جاوید نے سر ہلا کر کلب کی طرف موڑ کاٹا۔ رمشا پر سکون ہو گئی۔ اسے سکندر کی بات یاد آئی۔

"جاوید کے علاوہ کسی سے کچھ نہیں کہنا۔"

وہ جب کلب کے قریب پہنچنے لگے تو رمشا نے اسے یہی گاڑی روکنے کا کہا۔اس کے بعد اس نے بڑی ہمت کر کے جاوید کو ساری کہانی سُنا ڈالی۔جاوید نے تو سُنا تو اس کا بھی چہرہ سفید ہو گیا اور زندگی میں پہلی بار اس نے رمشا سے اونچی آواز میں کہا۔

"آپ نے مجھے بتایا کیوں نہیں پہلے !!!!!! بولیں میم۔۔۔"

اس کی آنکھیں سُرخ ہو گئیں۔وہ جو اپنا روپ سکندر کے دشمنوں کے علاوہ سب سے چھپائے رکھتا تھا۔آج رمشا کے سامنے چھپا نہ سکا۔رمشا کو جاوید کے چہرے کے تاثرات سے دل کو کچھ ہوا۔

"سکندر کی جان کو خطرہ ہے جاوید وہ یہاں آتے تو وہ یہ سب دیکھتے ہوئے ٹوٹ جاتے۔۔۔اور میں نہیں چاہتی تھی کہ ۔۔۔۔" جاوید نے اس کی بات تیزی سے کاٹی۔

"آپ نے میرے بھا کو اتنا کمزور سمجھا ہوا ہے کہ وہ یہ سب برداشت نہ کر سکتے۔۔۔ نہیں میم میرے سر کا دل اتنا مضبوط ہے کہ وہ نہ صرف یہ سب دیکھتے بلکہ ان کے چھوٹی چھوٹی ٹکڑے کر کے گاڑی سے کچل دیتے۔اب مجھے انھیں بتانا ہی پڑے گا۔۔۔یہ سب میری غلطی کی وجہ سے ہوا ہے۔۔۔" پھر رمشا نے جاوید کا ہاتھ اُٹھا کر اپنے سر پہ رکھا۔

"اگر آپ مجھے اپنی میم سچ دل سے مانتے ہیں تو آپ سکندر کو کال نہیں کریں گے۔میم نہیں تو بہن سمجھ لیجیے مگر پلیز جاوید بھائی اس وقت سکندر کو بتانے سے زیادہ ضروری بخت کی جان ہے۔بخت کو کچھ ہو گیا تو سب کچھ ختم ہو جائے گا۔"

اس کے آنکھوں سے آنسو ٹوٹ کر نکلے۔جاوید کے دل کو کچھ ہوا۔اس نے رمشا کے سر سے ہاتھ ہٹا کر کہا۔

"ٹھیک ہے میں جا رہا ہوں مگر آپ کو بھی وعدہ کرنا ہو گا آپ یہاں سے بالکل نہیں ہلے گی آپ ایک کام کریں پیچھے نیچے ہو کر چھپ جائیں۔پلیز سکندر بھا کی جان بخت بی بی کے ساتھ ساتھ آپ میں بھی ہے۔۔۔"

اس کی بات درست تھی۔اگر اسے بھی کچھ ہو جاتا تو سکندر نے کہی کا نہیں رہنا تھا۔

رمشا نے سر اثبات میں ہلایا۔وہ دروازہ کھول کر پیچھے چلی گئی تھی پھر اس نے جاوید کو گاڑی ریورس کرتے ہوئے دیکھا ۔اس کے بعد ایک کونے پہ روک کر وہ وہاں سے گاڑی لاک کر کے چلا گیا۔کچھ دیر تک وہ بیٹھی رہی پھر سے رہا نہیں گیا اور وہ نکل پڑی۔اس کے دل کو کچھ ہو رہا تھا۔کلب کے پچھلے حصے کی طرف گئی تھی وہاں کے برآمدے سے گزر کر وہ دوسرے کوریڈور میں آئی جہاں کے آخری کمرے میں حازق بخت کے ساتھ موجود تھا۔

••••••••••••••••••••••••••••••••••••

"بخت پلیز ہمت کرو تیز تیز چلو میری جان۔۔"

وہ ڈر کر اِدھر اُدھر دیکھ رہی تھی۔ بخت اس کے ساتھ لگی تکلیف سے کہرائی۔

"آپی میں ہمت میں ہمت کر رہی ہوں۔۔۔ مجھے تکلیف ہو رہی ہے۔" وہ یہاں سے باہر کی طرف بڑھی جب گولیوں کی بے شمار آوازیں اپنے آس پاس سُنائی دیں۔

"ہے!!!! "

کسی کی اونچی آواز پر وہ دونوں مڑے ایک درمیانے قد کا آدمی انھیں دیکھ کر اپنی جیب سے گن نکال کر ان کی طرف بڑھا۔

"بختاور بھاگو!!!"

رمشا تیزی سے بختاور کو چھوڑ کر اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے گھسیٹنے لگی۔ بختاور نے بھی ہمت کی اور تیز تیز قدم اُٹھائے۔

گولی ان کی طرف گزر کر سیدھا جا کر شیشے پہ جا کر لگی۔ رمشا نے بخت کو کھینچ کر ایک طرف کیا اور مڑ کر گن پہ گرفت مضبوط کر کے' اس نے سیدھا بندے کے سینے پہ نشانہ کیا اور بس۔۔۔ بام!!!

وہ بندہ رمشا کے شوٹ کرنے پہ سیدھا لڑکھڑا کر گر گیا۔ رمشا اور بخت دونوں کی آنکھیں پھیل گئیں۔ سکندر کی بے شمار پریکٹس اب جا کر کام آ رہی تھی۔

"چلو!!"

وہ بخت کو کھینچ کر دائیں جانب بڑھی۔

"رُکو!!!! "

وہ دونوں رُک گئی اس نے دیکھا وہ کلب کے سامنے والے حصے کی طرف آ گئے تھے' جہاں سامنے چھوٹے سے ہٹس میں سے ایک سکندر کا آفس بھی تھا لیکن وہ وہاں جا نہیں سکتے تھے۔ زرا سے فاصلے پہ اس چار ہٹے کٹے گن مین دکھائی دیے۔ ارد گرد دیکھنے کے بعد وہ کچھ سوچنے لگی' پھر اس نے دیکھا بائیں جانب ایک دروازہ تھا' جو اوپر چھت کی طرف جاتا تھا۔ چھت سے ایک ٹوٹی ہوئی بلڈنگ کا راستہ جاتا تھا جو کسی اور کی تھی۔ سکندر نے جب اسے کلب کا ٹور دیا تھا تو اس نے اسے دکھایا تھا۔ جب کبھی امرجینسی ہوتی تھی تو وہ اس راستے سے باہر کی طرف نکلتے تھے۔ فائیٹنگ ایریا سے بھی یہاں کا راستہ

جاتا تھا۔وہ دونوں بڑھی کہ کسی نے رمشا کو دھکا دیا۔بخت سے اس کا ہاتھ چھوٹ گیا۔گن بھی اُڑھ کر کہی دور جا کر گری تھی۔حازق کے دوست فیض نے رمشا کی گردن پکڑی اور اسے دیوار کے ساتھ لگایا۔

"او تو مسز بھا آئی ہیں۔۔۔کہاں بھاگی جا رہی ہیں آپ۔۔۔یہاں کیسے آنا ہوا؟"

"آپی!!!! "

بخت چیخ کر اس طرف آئی۔

"بختاور بھاگو یہاں سے۔۔۔۔۔۔"

رمشا نے اونچی میں بخت سے کہا۔فیض نے اسے پھر بخت کو دیکھا۔۔

"تم حازق کے ساتھ نہیں تھی۔او سمجھ گیا سمجھ گیا بھابی بیگم نے بچایا ہے۔۔۔اِدھر آو پرنسس۔۔۔"

وہ رمشا کی گردن پکڑے بختاور کو بالوں سے پکڑنے لگا کہ رمشا نے گٹھنے کو اُٹھا کر سیدھا اس کے پیٹ پہ مارا۔اس کی گرفت ڈھیلی ہوئی تو رمشا نے اسے دھکا دے کر بختاور کو کہا۔

"بختاور اس دروازے کو کھول کر جاو۔۔۔"

"آپی!!!"

"تمھیں سکندر کی قسم جاو میں آجاوں گی۔۔۔"

وہ بختاور کو دھکا دیتے ہوئے چیخی اور اپنی گن کی طرف بڑھی۔بختاور نے نم آنکھوں سے انھیں دیکھا اور پھر وہ بھاگی۔رمشا گن اُٹھانے لگی کہ اس شخص نے رمشا کو بالوں سے پکڑ کر دیوار سے سر زور سے مارا۔اب رمشا کے کان کے ساتھ ایک آنکھ بند ہو گئی۔۔۔تکلیف سے پورا جسم کانپنے لگا۔

"مجھے مارے گی سالی!!!! تجھے میں۔۔۔"

اس کی بات ادھوری رہ گئی۔اسے چیخنے کی کچھ آواز سُنائی دی' اس کا سر چکرا رہا تھا۔وہ گرنے لگی تو کسی نے اسے پکڑا۔اسے دبی ہوئی آواز سُنائی دی یہ آواز' یہ خشبو' یہ دہشت کسی بہت اپنے کی لگ رہی تھی۔

"رمشا!!! رمشا!! "

حنان نے رمشا کو پکڑ کر اسے ہلکہ سے جنجھوڑا۔

"رے میری جان رے تم ٹھیک ہو۔۔"کسی نے اپنے بھاری ہاتھ اس کے گال پہ رکھے۔۔۔یہ دیوانگی بھری آواز تو اس کے سکندر کی تھی۔

"سس۔۔۔"

رمشا کی زبان لڑکھڑا گئی پھر اس سکندر کی ہیبت ناک دھاڑ سُنائی دی۔

"حنان!! رے کو جلدی سے گاڑی میں لے کر جا۔۔۔میری بیوی کو ہاتھ لگا کر تو نے اپنی موت لکھوائی ہے۔"

سکندر نے اپنی چھری نکال کر فیض کی بڑی بے رحمی سے زبان کاٹی۔

"سکندر ختم کر اسے۔۔۔ٹارچر پہ وقت برباد مت کرنا۔۔"

"تو رے کو یہاں سے لے کر جا۔۔۔"

اسے سکندر کی وحشت سے کانپتی آواز سُنائی دی۔۔

"سکندر!!! بب بخت۔۔۔" بولتے ہوئے اس کے بعد اسے ہوش نہیں رہا۔

••••••••••••••••••••••••••••

حداد اس عمارت کے اوپری حصے پہ پہنچ چکا تھا۔گن پکڑے وہ اطراف کا جائزہ لینے لگا۔

"بختاور!! "

اس نے ہر کونے سے چیک کر کے بختاور کو پکارا۔

"بخت!!! " پھر ایک دم اس کے قدم رُک گئے جب اس نے گرا ہوا دوپٹہ اور خون کے دھبوں کے نیشان زمین پر دیکھے۔اس کا دل مٹھی میں آ گیا۔اس نے وحشت بھری نظروں سے جھک کر دوپٹہ دیکھا تو اس کا دل لگا کسی نے مٹھی میں لے لیا ہو جب اسے احساس ہوا یہ بخت کا دوپٹہ ہے۔

تھمتی ہوئی سانسوں اور خون رنگ آنکھوں سے اس نے کہا۔

"نہیں۔۔نہیں۔۔تمھیں کچھ نہیں ہو گا بخت!! "

وہ دوپٹے کو مٹھی میں لیتے ایک بار پھر بخت کو پکارتا تیزی سے اُٹھا۔اس کے دل میں جو اندیشے تھے وہ اسے وحشی جانور بنے میں مجبور کر رہے تھے۔اگر وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو گئے تو بس وہ سانس بھی مانگے گے تو وہ بھی انھیں نہیں دے گا۔ وہ موت بھی مانگے تو وہ بھی نہیں انھیں دے گا۔

"بختاور تمھیں کچھ نہیں ہو گا۔ تمھاری حفاظت اللہ تعالی کریں گے۔۔۔"

اس نے خود سے یہ بات بار بار کی مگر آنکھیں بار بار دھندلا رہی تھیں۔یہ سب اس کی وجہ سے ہوا ہے۔وہ خود کو کبھی معاف نہیں کرے گا۔اس کی بخت۔۔۔۔

"بختاور!!!!"

وہ چیخا۔وہ یہاں پہنچا بھی حازق کا نمبر ٹریس کر کے حالانکہ اسے بلایا تو اسے کسی اور جگہ پہ تھا مگر وہ سمجھ گیا تھا کہ یہ اس کے ساتھ مائینڈ گیمز کھیل رہا ہے اور اب سکندر کے کلب کے ساتھ اس ویران نامکمل عمارت میں موجود بخت کی تلاش میں تھا ۔

حازق ہمت کرتے ہوئے باہر کی طرف آیا اور ان نے اپنے بازو کو پکڑے ارد گرد دیکھا۔اگر رمشا یہاں پہنچ سکتی ہے تو سمجھو سکندر بھی یہاں پہنچ گیا ہو گا مگر سکندر جیسا پاگل آدمی اپنی بیوی کو خطرے کی جگہ میں کیسے لے کر آ سکتا ہے بہرحال اسے شارپ شوٹر کو یہاں بلانا پڑے گا باقیوں کو تو وہ دیکھ لے گا۔سکندر کو اسے ہی مارنا پڑے گا ورنہ براڈ اس کی مدد آگے نہیں کرنا والا۔براڈ کے کہنے پہ ہی تو اس نے سکندر کے گھر پہ بے شمار حملے کروائے تھے۔ میگھن کے کہنے پہ ہی وہ چھپ کر رمشا کے پاس آ کر اسے ٹارچر کرتا تھا۔کسی کو پتا نہیں تھا کہ ان کے گھر میں ہی سب سے بڑا دشمن موجود تھا جو ان کے پیٹھ پیچھے چھرا گھونپ رہا تھا۔

سکندر ہر کمرے میں بخت کو چیک کر چکا تھا مگر اسے بخت نہیں ملی۔۔اس نے اپنے بالوں کو پکڑ کر ارد گرد دیکھا۔ایک بندے نے آ کر سکندر پہ حملہ کرنا چاہا سکندر نیچے کو جھکا وہ سامنے شیشے میں اسے دیکھ چکا تھا اور اُٹھ کر ایک زوردار مکا اس کے جبڑے مار کر اس کی پکڑے اسلحہ کو اس کے سر پہ مار کر اس کی گردن زور سے جھٹکے دے کر اسے نیچے گرایا۔

"بخت!!!!! تمھارا ماما آ گیا ہے بخت تم کہاں ہو؟؟؟"

وہ چیختے ہوئے پورے کلب کو ہلا چکا تھا۔بیچ میں آتے ہوئے پانچ' چھ بندوں کو اس نے بنا سوچے سمجھے ختم کیا مگر مارنے سے پہلے اس نے حازق اور بخت کا پوچھا جواب نہ پا کر اس نے ان کی سانسیں چھین لیں۔

"سر!!!! "

جاوید کی آواز پر سکندر مڑا تو اس کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔جاوید کی شرٹ پھٹی ہوئی تھی اور اس کا چہرہ زخمی ہوا ہوا تھا۔

"جاوید!!!! "

سکندر بھاگ کر اس کے پاس آیا۔

"جاوید یہ کیا تم یہاں کیا کر رہے تھے مجھے بتایا کیوں نہیں۔"

اس کا گیربان پکڑے وہ پریشانی اور تیزی سے اسے بولا۔

"سر میم نے مجھے اپنی قسم دی تھی۔۔۔سر میں سب کو مار آیا ہوں لیکن بخت بی بی نہیں ملی۔۔۔سر میں بخت بی بی کو نہ ڈھونڈ سکا۔۔۔"

اس کی کمر زخمی ہوئی تھی۔۔تکلیف سے کہراتے ہوئے سکندر کو بولا۔سکندر نے اس کا کندھا تھپ تھپایا۔

"خود کو قصوروار مت سمجھو تم میرے بہادر اور ایماندار سپاہی ہو۔۔۔میں آ گیا ہو نا بخت کو کچھ نہیں ہونے دوں گا تم جاو میری زندگی کو بچا کر آو۔۔۔اس کو لا کر تم نے بہت بڑی غلطی کی ہے۔۔۔۔"

"سر مجھے معاف کر دیں۔۔۔۔مگر میں آپ کو چھوڑ کر نہیں جاوں گا میں بخت بی بی کو ڈھونڈ کر واپسی کی طرف مڑوں گا۔"

سکندر نے گہرا سانس لیا۔اسے پتا تھا جب بات ڈیوٹی کی آجائے تو جاوید جیسا تعبدار بندہ بھی ضدی ہو جاتا ہے۔

"چلو!!! "

•••••••••••••••••••••••••••••••••

حداد اوپری منزل پوری کی پوری چیک کر چکا تھا لیکن وہاں بخت کا نام و نشان نہیں تھا۔اس کا دل جیسے کسی نے مٹھی میں لے لیا۔بختاور کہاں تھی؟

"پلیز ایک بچی کے ساتھ اتنا بڑا ظلم مت کیجیے گا میری جان لے لیجیے مگر پلیز اس زندگی سے بھرپور لڑکی کی جان مت لیجیے گا ۔۔" اپنے رب سے بات کرتے ہوئے اس کی آنکھیں نم ہو گئیں۔ اگر بخت کو کچھ ہوا تو وہ خود کو مار ڈالے گا۔ وہ سب کی زندگی تباہ کرنے کا ذمہ دار ہے۔

"ماما!!!!! " اس زرا سے فاصلے پہ بخت کی دلخراش چیخ سُنائی دیں۔

حازق نے اسے پکڑ کر اس کے پیٹ پہ زور سے مکا مارا۔ وہ یہاں پہ آیا تھا تاکہ وہ شارپ شوٹر سے یہاں مل سکے۔ اسے پتا تھا سکندر پورے کلب کو گھیرے میں لے چکا ہے تو وہاں پہ رُکنا اس کے لئے مشکل تھا۔ وہ یہاں پہنچا تھا کہ بختاور اسے مل گئی۔ بختاور جو تیزی سے بھاگتے ہوئے نیچے جا رہی تھی حازق کو دیکھ کر ڈر گئی۔ وہ بھاگنے لگی کہ حازق نے اس کو بالوں سے پکڑ کر روکا۔

"ماما کی بچی!!!! بہت ہو گیا ماما پہلے تو میں نے تمھیں بہت ڈھیل دی تھی اب تو تجھے ہر گز نہیں چھوڑوں گا۔۔۔ تو مر بھی جائے گی تب بھی نہیں۔"

"حداد!!! "

وہ روتے ہوئے دوسری بار اس کا نام لیتے ہوئے اسے خود سے دور کر رہی تھی کہ اسی وقت حداد کی آواز اس کے کانوں میں رس گھولتی ہوئی ثابت ہوئی۔

"ڈھیل تو میں نے بھی دی تھی خبیث انسان تجھے مگر اب تو مر بھی جائے تب بھی میں تیری جان نہیں چھوڑوں گا۔"

حداد نے اس کے بالوں کو اپنی انگلیوں کی گرفت میں لے کر اسے کھینچا اور سیدھا جا کر اسے سیڑھیوں پہ پھینکا۔ بخت نے حداد کو دیکھا۔۔ حداد نے اسے۔۔۔ بخت کی آنکھیں نم ہو گئیں۔ وہ ہچکیاں لیتے ہوئے رونے لگی۔ حداد کے کو کچھ ہوا مگر بخت سے زیادہ ضروری اس کمینے کا حشر کرنا تھا۔ وہ تیزی سے کسی وحشی بھیڑیے کی طرح نیچے بڑھا اور اس نے حازق کو جھپٹا۔

"جس لڑکی کی عزت خراب کرنے کا تو سوچ رہا تھا وہ نہ صرف ایک درندے کی بھانجی تھی بلکہ میری زندگی تھی جانتے ہو کون ہوں میں اپنی عزت کی خاطر کیا بن سکتا ہوں میں۔۔۔"

اس نے حازق کی گردن پہ زور سے پنچ مارا۔ حازق کو لگا اب وہ سانس نہیں لے سکے گا۔

"وحشی جانور سے بھی بدتر ہوں میں۔۔۔تو نے میری عزت پہ ہاتھ ڈالنے کی ہمت بھی کیسے کی۔"

وہ حازق پہ مکوں کی بارش کرنے لگا۔حداد آج سچ مچ پاگل ہو گیا تھا۔

اس نے حازق کی گولی لگی بازو پہ انگلیاں دھنسائی وہ تکلیف سے چیخا۔۔

"چھ چھوڑو مم مجھے۔۔۔۔" حداد نے اس کے پیٹ پہ زور سے مکا مارا۔

"میری بخت کو چھوڑا تھا تم نے جو میں تجھے چھوڑوں۔۔"

وہ اس کے سر دیوار سے مارتے ہوئے غرایا۔

"اس لڑکی کو ہاتھ لگاتے ہوئے تمھیں زرا بھی خوف نہیں آیا ایک بار پھر نہیں۔۔۔"

اس نے پھر حازق کو سیڑھیوں سے نیچے پھینکا۔اس کا جسم پورا نیلو نیل اور خون سے لت پت ہو گیا تھا۔

حازق گھوم کر نیچے زمین پہ گرا وہ بھی کسی کے پیروں کے سامنے۔حداد آگے بڑھا تو ایک دم اس کے قدم ٹھہر سے گئے۔

حازق نے اپنی دھندلی آنکھیں کھولیں' اس شخص کو دیکھ کر اس کے لبوں سے طنزیا ہنسی چھوٹی۔

"او تو۔۔۔۔سکندر بھاپ پہنچ۔۔۔ہی گیا۔۔۔۔چھین لی میں نے تیزی بخت کی عزت وہ تجھے کہے گی کچھ نہیں ہوا مگر سب کچھ ہو چکا ہے ہاہاہا۔"

"بکواس کرتا ہے۔۔"

حداد دھاڑ کر اس پہ ایک بار پھر جھپٹنے لگا مگر اس سے پہلے سکندر اسے اُٹھا چکا تھا مگر سکندر اس وقت سکندر نہیں تھا وہ روس کے ڈیول میں تبدیل ہو چکا تھا۔وہی جو ٹارچر کا پیاسا تھا۔وہ جو بدلے میں بس خون ہی خون مانگتا تھا۔

"سکندر مجھے دو یہ میرا شکار ہے۔اسے میں تڑپاوں گا۔"

حداد کے کہنے پہ سکندر نے اپنی سرد نگاہیں اُٹھا کر اسے دیکھا اور اس کی آنکھیں صاف کہہ رہی تھیں۔اس کے معاملے میں اب نہ پڑا جائے۔وہ خون کا پیاسا وہ اب اس کے بیچ میں آنے والے ہر بندے کی جان لے گا چاہے وہ اس کا اپنا ہی کیوں نہ ہو۔

"ماما!!!"

سکندر کی دھڑکن کی بیٹ مس ہوئی اس نے دیکھا۔ بختاور سیڑھیوں پہ کھڑی اپنی بگڑی ہوئی حالت پہ روتے ہوئے اسے دیکھ رہی تھی۔ سکندر نے تکلیف سے اپنی آنکھیں بند کر دیں۔ مجھے معاف کر دو صوفی۔۔۔اس کا دل سسک پڑا۔ حازق کی کالر پہ اس کی گرفت اتنی مضبوط ہو گئی کہ اس کا پورا ہاتھ سفید ہو گیا۔

"حداد بختاور کو یہاں سے لے کر جاو۔"

سکندر آنکھیں بند کیے سرد لہجے میں حداد سے مخاطب ہوا۔

"نہیں بہتر ہے تم بخت کو لے کر جاو اسے میں ختم کروں گا۔"

حداد اسے پکڑنے لگا تو کسی وحشی درندے کی طرح سکندر غرایا۔

"میں نے کہا بختاور کو یہاں سے لے کر جاو۔۔۔"

آنکھیں اور تاثرات دونوں ہی بدل کر ایک غیر انسانی روپ دے رہی تھی۔ حداد نے مٹھیاں بھینچ لیں۔۔۔بختاور دیوار کے ساتھ لگی اپنے پیروں پہ کھڑی نہیں ہو سکتی تھی اور نیچے بیٹھتی چلی گئی۔ حداد نے سُرخ چہرے سے سکندر کو تیش بھری نگاہوں سے دیکھا اور مڑ کر تیزی سے بخت کی طرف بڑھا۔

بختاور نے سر اُٹھا کر اسے دیکھا پھر نگاہیں جھکا لیں۔

"بخت!!!" حداد نے اس کا ہاتھ پکڑا۔ تو بخت بنا کچھ کہے اُٹھنے کی ہمت کرنے لگی لیکن حداد نے اسے بازووں میں اُٹھالیا تھا۔

سکندر نے ان دونوں کو دیکھنے کے بعد اسے دیکھا۔ جو بالکل مرنے کے قریب تھا۔ اس پھینک کر سکندر نے اپنے بوٹ اس کی پیشانی پہ رکھی۔

"پوچھ سکتا ہوں کے شیر کے منہ میں ہاتھ ڈالنے کی اتنی جرات تم میں کہاں سے آئی؟ اور کس چیز نے تمھیں اس حرکت پہ اکسانے پہ مجبور کیا۔"

وہ ہنسا۔ بڑا ہی ڈھیٹ انسان تھا موت اس کے سامنے کھڑی جھک کر اس سے پوچھ رہی تھی کہ اس نے یہ حرکت کیوں کی اور وہ ہنس رہا تھا۔

"تونے میرے چاچا کو مارا!!!! تونے میرے ماموں سمیت میری ماں کو بھی خودکشی کرنے پہ مجبور کیا۔۔ جس کُرسی کا میں حقدار تھا تو اس پہ قبضہ کیے مالک بنا بیٹھا رہا۔۔۔ بھا مجھے بنا چاہیے تھا مگر اس مقام پہ تو عیش کرتا رہا۔۔۔ مجھے نوکر کی حیثیت دے کر سکندرِ اعظم بنا بیٹھا تھا۔۔۔۔ اس کے بعد اپنی بیوی کی وجہ سے میرے ہاتھ کاٹے۔۔۔ اس کے بعد میں نے فیصلہ کرلیا تیرا غرور تجھ سے چھین کر تجھے موت دوں گا۔۔۔ میں۔۔۔"

سکندر اسے برف سے بھی زیادہ ٹھنڈی نظریں دینے کے بعد اپنے پیر ہٹاتے ہوئے جھکا اور اس کے گال ناخن سے پکڑ کر اس کی آنکھیں اپنی طرف کیں۔

"تو میرے نوکر بنے کے بھی اس قابل نہیں تھا اور بات کرتے ہو کُرسی کی۔۔۔ بھا کی کُرسی چاہیے جو ازل سے شیرِ داود سکندر کی تھی۔ تتت کیوں تم نے اپنی زندگی دھوکے میں گزار دی۔۔۔ تمھیں لگا کہ میرے مرنے کے بعد تمھیں یہ مقام حاصل ہونا تھا تو یہ تمھاری بڑی بھول تھی۔۔۔"

اس نے چھری نکالی اور اس کے گال کو بڑی بے رحمی سے کاٹا۔ وہ تڑپ کر چیخ پڑا۔

"مجھے تو تمھیں اسی دن مار دینا چاہیے تھا جس دن تو نے میری بیوی کا گلا دبایا تھا مگر میری اس بیوقوف بیوی نے اپنی قسم دے دی۔۔۔ میری بیوی نے کس بیکار چیز کے لئے مجھے اپنی قسم دی۔"

اس نے چھری اب اس کی گردن پہ رکھی۔۔۔ اور اسے زرا سا کٹ مارا۔۔۔

"بہت بڑی غلطی کی ہے تو نے میری بیوی اور بچی کو ہاتھ لگا کر بہت بڑی غلطی کی ہے۔۔۔"

پھر اس نے حازق کی ساری کی ساری انگلیاں کاٹ دی۔۔۔ اس کے بعد وہ ٹھنڈے ہونے کے بجائے غصے سے پاگل ہو گیا۔ وجہ صوفی کی چیخ تھی' وہ دردناک منظر تھا' وہ بختاور کی حالت تھی وہ رمشا کے خون سے لت پت چہرہ۔۔ اس کی لڑکیاں اس کی وجہ سے تکلیف میں مبتلا ہوئی وہ اب اس تکلیف کا ازلہ کرے گا۔ وہ اس کا دل نکال کر سب کو دکھائے گا کہ اگر اب اس کی بیوی اور بچی پہ کسی نے بُری نظر رکھی تو وہ ان کے دل نکال کر انھیں کچل دے گا۔۔۔ اور اس نے حازق کے ساتھ ایسا ہی کیا تھا۔۔۔ اس کا سینہ کاٹ کر اس کا دل نکال چکا تھا۔۔۔۔۔

••••••••••••••••••••••••••••••••••••

رمشا کی آنکھیں کھلی اس نے دیکھا اس کے سر اور آنکھیں بہت بُری طرح دکھ رہی تھیں۔آنکھیں بند کر کے اس نے یاد کرنے کی کوشش کی وہ کہاں ہے۔۔۔ مگر درد سے اسے کچھ یاد ہی نہیں آرہا تھا۔ارد گرد دیکھنے کے بعد اس نے اپنا سر پکڑ کر اُٹھی۔۔۔

دیکھا وہ گاڑی کی پچھلی سیٹ پہ بیٹھی ہوئی تھی۔ماتھے پہ ہاتھ رکھے اسے یاد آیا کہ اس کے سر دیوار سے مارا گیا تھا اور سکندر پہنچ گیا تھا۔یااللہ سکندر پہنچ گیا تھا۔اس نے دیکھا حنان سامنے کھڑا فون پہ کسی کے ساتھ لگا ہوا تھا۔وہ تیزی سے گاڑی سے اُتری۔

"سکندر میرا سکندر کہاں ہے؟بخت بختاور وہ۔۔۔"وہ چیخ کر پریشان سے گن تھامے حنان کو بولی۔

جو گاڑی کی طرف آنے لگا تھا۔"آتا ہو گا رمشا تم چلو ہمارے ساتھ۔۔۔"

حنان نے رمشا کا بازو پکڑا تو رمشا نے غصے سے چھڑوایا۔اس کے ماتھے سے ابھی تک خون بہہ رہا تھا مگر اسے پرواہ نہیں تھی ۔جیسے پہلے نہیں تھی۔

"میں کہی نہیں جاوں گی۔نہ پہلے گئی تھی نہ اب جاوں گی۔آپ جائیں۔"

وہ غصے سے بولی۔

"رمشا پاگل مت بنو اگر اسے پتا چلا کہ میں ابھی بھی تمھیں یہاں سے لے کر نہیں گیا وہ میری چمڑی اُدھیڑ کے رکھ دے گا ۔"

"وہ۔۔۔سکندر۔۔۔۔"

سکندر جھاڑیوں والی سائڈ سے نکلتا ہوا دکھائی دیا۔اس کی حالت بڑی عجیب تھی 'مگر اس کی بھاگتے ہوئے رمشا کو دھیان نہیں تھا۔وہ سکندر کے سفید پڑتے چہرے کو دیکھ نہیں سکی۔موت اب سکندر کے اتنے قریب آرہی تھی وہ یہ دیکھ ہی نہیں سکی۔کچھ پل ایک دوسرے کے کتنے پاس تھے اور دوسرے لمحے وہ کتنے ہی دور ہو جانے والے تھے کہ کسی نے سوچا نہیں تھا۔سکندر کے قدم ڈھیلے پڑنے لگے۔دھندلی نظروں سے اسے کسی نے اپنی طرف بھاگتے ہوئے پایا۔وہ وجود اس کے بالکل قریب آتا جا رہا تھا۔کیا یہ موت کا فرشتہ تھا؟لیکن ابھی اس نے زندگی اتنی جی کب تھی۔اتنی جلدی اس کا بلاوا آرہا تھا۔

درد سے وہ کہرایا' اللہ!!"

حنان بھی پھرتی سے اس کے پیچھے آیا تھا۔رمشا سکندر کے ساتھ لگ کر اسے تھام چکی تھی۔

"یااللہ شکر ہے۔۔یااللہ آپ کو کچھ نہیں ہوا۔۔سکندر ورنہ میں۔۔۔۔۔"

پھر سارے لفظ ساکت ہو چکے تھے جب اس نے سکندر کی پشت پہ جب اپنا ہاتھ رکھا۔اس کے ہاتھ گیلے ہو چکے تھے اور وہ جانتی تھی کہ کس چیز سے اس کے ہاتھ گیلے ہوئے تھے۔اسے دیکھنے کی ضرورت نہیں تھی سکندر کی رُکتی سانسیں ساری کہانی سُنا رہی تھیں۔

سکندر نے رے کے بازو تھامے اور تکلیف سے سانس لی۔۔۔شاہد آخری سانس تھی؟

رمشا کو لگا اس کا دل بند ہو جائے گا۔۔۔

"شیر و!!!! "

حنان اس کے پاس آیا اور اسے دیکھ کر رمشا سے اسے علیحدہ کیا لیکن سکندر اسے تھام چکا تھا اور اپنی بند ہوتی آنکھوں سے پہلے اس نے رمشا کے کانوں میں بڑبڑا کر کہا تھا۔

"قربا قربو رے۔۔۔"پھر اس کی آنکھیں بند ہو گئیں۔

اور اسی پل رمشا درد سے چلائی تھی۔

"داود!!!!!"

شارپ شوٹر جو سکندر پہ نشانہ مارنے میں کامیاب ہو گا تھا ایک بار پھر اس پر اور کی تڑپتی ہوئی بیوی پہ نشانہ لگانے لگا۔کہ حنان اس دور ہی کلب کے چھت پہ موجود دیکھ چکا تھا۔اپنی گن کو اونچا کیے اس کی طرف شوٹ کرنے لگا۔وہ ایک دم پیچھے ہوا۔۔

حنان تڑپ کر چیختے اس کی طرف بھاگا۔

کچھ دیر پہلے:

سکندر حازق کو مار کر بلڈنگ سے نکلا ہی تھا کہ اس نے غلطی سے بائیں جانب کے بجائے دائیں جانب بڑھ گیا یہی اس کی سب سے بڑی غلطی تھی۔اس وقت شارپ شوٹر دوسرے راستے سے یہاں پہنچا تھا اور بلڈنگ کے بجائے کلب کی

چھت کی طرف گیا تھا کیونکہ اس نے سامنے بہت سی کھڑی گاڑیوں کو اور سامنے ہی کھڑے حنان اور چند ایک دو آفسرز کو دیکھ لیا تھا جو کچھ بندوں کو گھسیٹ کر گاڑی میں ڈال رہے تھے۔

اس نے پلان بی استعمال کرتے ہوئے فیصلہ کیا کہ وہ یہاں سے سکندر شوٹ کرے گا کیونکہ اسے پتا تھا کہ باقی سب کو تو وہ اپنے گھیرے میں لے چکے ہوں گے اس لئے کوئی فائدہ نہیں تھا نیچے جانے کا۔ دوربین کا استعمال کرتے ہوئے سکندر کی تلاش میں تھا مگر سکندر کا تو کہی نام و نیشان ہی دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ اسے لگا آج تو اس کا پلان فیل ہو جائے گا۔۔۔ اور وہ پکڑا جائے گا اب دوربین غصے سے رکھ کر وہ اپنی بندوق کو پکڑے ارد گرد دیکھ رہا تھا کہ اچانک جھاڑیوں والی جگہ سے اس کی نظر سکندر پہ پڑی۔۔۔ وہ بے دھیانی میں چلتا اس راستے سے گزر کر آ رہا تھا۔ شارپ شوٹر کے چہرے پہ شیطانی مسکراہٹ پھیلی اور اس نے سکندر کی بے دھیانی کا فائدہ اُٹھاتے ہوئے اس کے پیٹھ پہ شوٹ کیا اور سکندر حدید کا کام تمام کر دیا مگر اس کی سب سے بڑی بھول تھی۔

....

"سکندر آنکھیں کھولیں۔۔۔ سکندر میرے قرباقر بو پلیز ایسے مت کیجیے گا میرے ساتھ۔۔۔ سکندر آپ کو میرے لئے جینا ہے۔۔۔ سکندر بخت کا کیا ہو گا۔۔۔ بخت اپنی ماما کو کھو کر مر جائے گی اور آپ کی رے وہ وہ کیسے زندہ رہے گی داود میرے داود پلیز۔۔۔"

سکندر کو سنبھالتے سنبھالتے ہوئے نیچے بیٹھتی چلی گئی یہاں تک کے سکندر کا سر اس کی گود میں آ گیا۔ رمشا بار بار اس کا چہرہ تھامے جنھجھوڑ رہی تھی۔

"اُٹھے سکندر آپ اتنے کمزور تو نہیں تھے۔۔۔ سکندر پلیز میرا دل بند ہو جائے گا کم سے کم آنکھیں کھول لیں۔۔۔ اُٹھے سکندر میں آپ کو لے کر چلوں۔۔۔۔ سکندر!!!! "

مگر سکندر کوئی ردعمل نہیں دے رہا تھا۔۔۔

"سکندر میں ماروں گی پلیز یا اللہ آپ نے میری مدد کرنی تھی اللہ پلیز سکندر کو کچھ نہیں ہونے دیجیے گا میں مر جاوں گی اللہ تعالی ابھی تو بخت بھی نہیں ملی پلیز۔۔۔"

وہ سکندر کو جھنجھوڑتے ہوئے آسمان کو دیکھتے ہوئے چیخنے لگی۔ اس کی چیخ سے پورا جہاں ہل گیا تھا۔

"رحم کریں مالک میرا سائیبان مت چھینیے گا۔۔۔پلیز۔۔۔"

حداد اس کو تھامے لے کر آرہا تھا۔۔بخت بالکل خاموش تھی۔حداد کو اس کی خاموشی بڑی زور سے لگی۔۔وہ جو ہنستی مسکراتی پوری گھر کی رونق تھی آج اپنی خاموشی سے اس کا دل دہلا رہی تھی۔

اس کے ماتھے پہ اپنے لب رکھے وہ سسکا۔

"مجھے معاف کردو بخت میں تمھاری صحیح سے حفاظت نہیں کر سکا۔۔۔"

بخت نے کچھ نہیں کہا وہ ضرورت سے زیادہ خاموش تھی۔وہ گاڑی کی طرف آئی تو ایک دم حداد سامنے منظر کو دیکھتے ہوئے ٹھہر گیا۔اس کے ٹھہرنے پہ بخت نے دیکھا تو اس کی آنکھیں پتھرا گئیں۔رمشا سکندر کو جھنجھوڑتے ہوئے چیخ رہی تھی اس نے پھر حداد کو دیکھا تو اس کی آنکھیں لمحے میں پھیلی پھر سکندر کو چھوڑ کر وہ بھاگتے ہوئے حداد کے پاس آئی۔

"ماموں ماموں آپ یہاں ماموں ماماموں سکندر میرا سکندر بخت بخت ماما مر گئے تمھارے ماما ہم سب کو چھوڑ کر چلے گئے وہ آنکھیں نہیں کھول رہے بخت سکندر سکندر چلا گیا۔۔۔میرا داود چلا گیا۔۔۔"

وہ اپنے بالوں کو نوچتے ہوئے چیخی۔بخت ایک دم اس کی بات پہ لڑکھڑائی۔۔حداد کی آنکھیں خوف سے پھیل گئیں۔رمشا نے حداد کو جھپٹ لیا۔

"سکندر مر گیا حداد ماموں میرا سکندر مر گیا وہ اپنی بخت کو اس حالت میں نہیں دیکھ سکتے تھے۔۔۔وہ برداشت نہیں کر سکتے تھے وہ چلے گئے۔۔۔۔میرا داود چلا گیا۔۔۔"

رمشا نے پاگلوں کی طرح چیختے ہوئے حداد کا گیربان جھنجھوڑا۔بختاور نے حداد کا بازو چھوڑا اور سکندر کو دیکھا وہ چیخ کر بولنا چاہتی تھی۔وہ یتیم نہیں ہو سکتی۔آپی کا منہ بند کر کے کہنا چاہتی تھی وہ جھوٹ بول رہی ہیں۔۔۔اس کے ماما نہیں مر سکتے ۔۔۔اس کی ماں اسے چھوڑ کر نہیں جا سکتی اس کی ممی کی طرح اسے چھوڑ کر اسے اکیلا نہیں کر سکتی۔وہ اس منظر سے بھاگ جانا چاہتی تھی یہاں سے غائب ہو کر خود کو مار دینا چاہتی تھی۔اس کے اعصاب اتنے جنجھنا اُٹھے تھے کہ اس کا دماغ' زبان' وجود کے ساتھ اس کی روح بھی ساکت ہو گئی۔وہ صدمے میں چلی گئی۔

"بخت کچھ بولو تم اپنے ماما کو بولو تم آگئی ہو اُٹھ جائے کوئی تو میرے سکندر کو اُٹھائے پلیز۔۔۔"

اب رمشانے بختاور کو پکڑا اسے جنجھوڑا مگر بخت کوئی رد عمل نہیں دے رہی تھی۔۔وہ بس ساکت کھڑی اس سب منظر کو ویران نظروں سے دیکھ رہی تھی۔

"بخت کچھ بولتی کیوں نہیں ہو۔۔۔۔بولو۔۔۔"

رمشا روتے ہوئے نیچے بیٹھتی چلی گئی۔حداد نے تڑپ کر اسے پکڑا۔

"مشی مشی اُٹھو مشی پاگل مت بنو۔۔"

"میں مر جاوں گی ماموں میرا داود اللہ!!! "

"رمشا!!! "

وہ تکلیف سے اپنے ساتھ لگائے اسے دیکھنے لگا جو بے جان سا وہاں پڑا ہوا تھا۔

"ماموں آپ کچھ کریں اس کو واپس لائے آپ ڈاکٹر ہیں۔۔۔کس کام کی آپ کی ڈگری جب آپ میرے داود کو بچا نہیں سکتے کچھ کریں ماموں۔۔۔۔میری زندگی بچائے۔۔میری زندگی بچائے ماموں۔۔"وہ حداد کے سینے پہ مکے مارتی اس وقت بن آب کی تڑپتی ہوئی مچھلی ہی لگ رہی تھی۔جیسے وہ کچھ دیر میں ہی مر جائے گی۔

حداد کے دماغ اور دل دونوں میں یہ بات بڑی زور سے جا کر لگی۔اس نے سکندر کو دیکھا تو وہ رمشا کو چھوڑ کر تیزی سے اس کی طرف بڑھا۔اس کی نبض پکڑ کر اس نے چیک کیا جو بڑے دھیرے سے چل رہی تھی۔سکندر زندہ تھا۔۔۔

وہ جمپ لگا کر تیزی سے اپنی گاڑی کی طرف بڑھا اور اپنی گاڑی کی بونٹ کھول کر اس نے ایک کالا درمیانے سائز کا بیگ نکالا۔اس سکندر کی جان بچانی تھی۔اسے رمشا اور بخت کے ساتھ ساتھ سکندر کو بھی نئی زندگی دینی تھی۔یہ ضروری تھا اس کی بھانجی نے زندگی میں پہلی دفعہ کچھ مانگا تھا اس کے ماموں سے۔وہ کبھی مر کر انکار نہیں کرے گا۔

سکندر کے پاس آیا اور اسے الٹا لٹا کر اس کی قمیض کا حصہ پھاڑا' جہاں پہ سکندر کو گولی لگی تھی۔اسے سکندر کے جسم سے گولی نکالنی تھی۔وقت بہت کم تھا۔سکندر کو گولی کندھے سے زرا نیچے اور بغل کے بالکل قریب جا کر لگی تھی۔حداد نے بیگ سے کپڑا نکالا اور زخم کے اوپر اس نے کپڑا باندھا۔رمشا نے دیکھا تو ایک دم بھاگتے ہوئے اس طرف آئی۔۔۔

"ماموں کیا کر رہے ہیں آپ سکندر سکندر کی سانسیں چل رہی ہیں نا؟بولیں میرا سکندر زندہ ہیں نا۔۔۔"

وہ جھکی تو حداد چیخا۔۔۔

"دور رہو رمشا مجھ سے۔۔"

رمشا ایک دم پیچھے ہوئی۔اس نے اس کے بعد سکندر کو سی پی آر دیا۔جاوید بھی اس وقت پہنچ گیا اس نے دیکھا باقی بھی آفسرز ساتھ اس کے موجود تھے۔

"بھا کو کیا ہوا ہے۔۔۔"

وہ چلتے ہوئے آیا۔۔اور حداد کو کام کرتے ہوئے دیکھ کر حیران ہو گئے۔جب حداد سکندر کو سی پی آر دینے میں کامیاب ہو گیا تو اس نے گولی نکالنے کا فیصلہ کیا۔

لَاإِلٰہَ إِلَّااللہ مُحَمَّدٌرَّسُولُ اللہ۔"

دل میں بولتے ہوئے اس نے گلوز تیزی سے پہنے اور سکیلپ اور دیگر انسٹرومینٹ کا پیکٹ کھول کر سکندر کے جسم سے گولی نکالنے لگا۔رمشا ساتھ ایک ساتھ ملائے دعا کرنے لگی۔بخت ساکت کھڑی یہ سب دیکھ رہی تھی جبکہ ساروں کو تو جیسے سانپ سونگھ گیا تھا۔

"کیپٹن حداد عظیم اوہ حداد مجھے تم پر فخر ہے۔"

اسے بڑے بھیا کی آواز سُنائی دی جب اس کی پر موشین ہوئی تھی اس کے بعد جب جنرل صاحب نے اسے گولڈ میڈل سے نوازا تھا تو اسے اچھے لفظوں سے نوازنے کے بعد اسے گُڈ لک دیا۔اسے اس وقت اپنی پاسنگ آوٹ پریڈ یاد آئی۔

ساروں کے خوشی سے بھرے چہرے دکھائی دیے۔فوٹو کے لئے کھڑا وہ آرمی یونی فورم میں ملبوس بہت خوش دکھائی دے رہا تھا۔اس کی چمکتی آنکھیں اسے سب سے بہت منفرد بنا رہی تھی۔

"یار یہ چھوٹا چیتن ہم سے آگے نکل گیا۔"

اسے اپنے چھوٹے بھیا کی ہنستی آواز سُنائی دی۔

"حداد ہے ہی ہم سے سب سے منفرد۔۔دیکھنا یہ زندگی میں کچھ کرے گا۔۔۔"

اس کے ماتھے پہ ٹھنڈے پسینے چھوٹ رہے تھے۔ہاتھ پیچھے کرتے ہوئے اس نے گولی زمین پر پھینکی اور سکندر کو سٹیچز لگانے لگا۔

یہ پورا کام اس نے پورے سات منٹ کے اندر اندر کیا تھا۔ قیامت تھی جو گزر چکی تھی۔ سکندر کی جان حداد نے بچا لی تھی

۔

ختم شد۔

Epilogue

سکندر کی آنکھیں کھلیں 'تو اس نے دیکھا تو ایک پری اسے دیکھ کر مسکرا رہی تھی۔اس کی مسکراہٹ پہ سکندر بھی زرا سا مسکرایا مگر تھوڑا سا جنبش دیتے ہوئے اس کے چہرے کے نقوش میں کھنچاو ہوا۔

"رے۔۔۔"

اس کے لب ہلے۔رمشا نے جھک کر اس کے ماتھے پہ پیار کیا۔

"جی رے کی جان آنکھیں کھول لیں بلا آخر۔"

رمشا نے اس کے بالوں میں انگلیاں پھیری۔

"میں۔۔۔اُف۔۔کہاں ہوں؟"

اس نے آنکھیں تکلیف سے بند کر کے کہراتے ہوئے اپنا ہاتھ اُٹھایا تو اسے چُبن محسوس ہوئی۔

"آرام سے داود ڈرپ لگی ہوئی ہے۔"

سکندر نے ناگواری سے نگاہیں اُٹھا کر دیکھا وہ ہوسپٹل روم میں تھا۔

"میں یہاں کیا کر رہا ہوں؟"

وہ تیزی سے اُٹھتے ہوئے بولا۔اس کے تیزی سے اُٹھتے ہی اس کی کمر میں شدید درد ہوا۔

"یا اللہ یہ آدمی بھی نا کیا کر رہے ہیں آپ لیٹے۔"اس نے سکندر کو لٹانا چاہا تو سکندر نے اپنا سر اس کے کندھے پہ رکھ دیا۔

"مجھے اتنے بے بسی والی جگہ پہ کیوں قید کر دیا ہے اوف!!!"

"سکندر کام پھر ایسا نہ کرتے لیٹے اب آپ کو بہت درد ہو رہا ہو گا۔" سکندر مسکرایا اس کے بالوں کو چھو کر بولا۔

"تم ساتھ ہو تو مجھے کیسے درد محسوس ہو سکتا ہے ہائے۔۔۔"

اس نے بیحد رومینٹک انداز میں کہتے ہوئے آخر میں ہائے کہا کیونکہ رمشا نے اس کے زخم پہ زور سے ہاتھ مارا تھا۔

"اب محسوس ہوا چُپ کر کے لیٹے ! "

رمشا نے اسے ڈپٹ کر لٹایا۔

"تم میرے پاس آجاو یہ سب کیا ہے رے میں پاگل ہو رہا ہوں۔" سکندر نے الجھن سے سب جگہ کو دیکھا۔

"میں تو آپ سے ناراض ہوں۔ مجھے تو اتنا پاگل کیا ہوا تھا آپ نے میری سانس ہی روک دی تھی۔"

سکندر نے ہاتھ اُٹھا کر اس کے بینڈیج لگے ہوے ماتھے کو چھوا۔

"اور تم؟ اور تم نے جو مجھ ٹارچر کیا تھا وہ کیا تھا تم اکیلے کیوں گئی رے۔ تم جانتی تھی اگر تمھیں کچھ ہو جاتا تو میں کیا کرتا ۔" رمشا نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔

"بخت کو کچھ ہو جاتا تو کہاں جاتی میں۔"

سکندر ایک دم چونکہ۔

"بخت؟ بخت کہاں ہے؟"

"میکرونی نہیں اچھی؟ جوس دوں تمھیں؟ بولو بخت کیا چاہیے تمھیں؟"

حداد نے خاموش بیٹھی بخت سے پوچھا' جو سامنے کُرسی کو گھور رہی تھی۔ دو دن ہو گئے تھے اس سارے واقعے کو گزرے ہوے۔ نہ بخت کی چُپ ٹوٹی تھی نہ ہی اس میں کوئی جنبش ہوئی تھی۔ جہاں بٹھاتے تھے تو گھنٹوں بیٹھی رہتی تھی۔ کھڑا کرتے تھے تو کھڑی ہو جاتی تھی۔ اس واقعے کا اس نے اتنا گہرا اثر لیا تھا کہ سارے ہوش و حواس بھلا بیٹھی تھی۔ بخت سکندر کے بجائے اس وقت حنان کے گھر میں موجود تھی۔ درینہ ابھی بخت کے کمرے سے روتے ہوے باہر آئی تھی۔ بخت کی یہ حالت اس سے دیکھی نہیں جا رہی تھی۔ سب سے زیادہ قصور وار وہ خود کو سمجھ رہی تھی اگر وہ گھر ہوتی تو بخت کے ساتھ یہ سب نہ ہوتا۔ حداد نے درینہ کو روتے ہوے دیکھ لیا تھا وہ ابھی گھر آیا تھا۔ درینہ حداد سے بنا کچھ کہے اپنے کمرے میں چلی گئی اور اب حداد اس کے سامنے موجود تھا اسے کھانے کھلانے کے لئے اکسا رہا تھا مگر بخت کوئی رد عمل نہیں دے رہی تھی ۔

"کہی جانا ہے گھر میں بور ہو رہی نا؟ لے جاوں کہی۔"

اس نے ٹرے سائڈ پہ رکھتے ہوے اس کا ہاتھ پکڑا۔

"بخت اپنے ماما سے ملنا ہے ؟"

ماما کے لفظ پہ اس نے اپنی بے رنگ آنکھیں اُٹھائیں۔ حداد کے دل کو کچھ ہوا۔

"ماما کے پاس چلو گی ؟ بولو بخت۔" اس نے ہاتھ بڑھا کر اس کے نکلتی لٹ کو کانوں کے پیچھے کیا۔

"آو چلیں۔۔"

بخت نے اپنے ہاتھ چھڑوائے۔

"بخت ؟؟"

وہ جھکا۔

"بات کرو مجھ سے کچھ تو بولو اپنا غصہ اُتارو مجھے مارو۔ ایٹ لیسٹ ڈو سمتھنگ۔" بخت خاموش رہی۔

حداد نے لب دبا لیے۔

"ٹھیک ہے پھر میں جا رہا ہوں سب کو آئیسکریم میں کھلاؤں گا۔" بخت نے کوئی جواب نہیں دیا۔

•••••••••••••••••••

"سکندر یہ کیا کر رہے ہیں ؟"

سکندر نے ڈرپ کھینچ کر پھینکی۔ رمشا گھبرا گئی اور وہ کمبل اپنے اوپر سے ہٹا کر درد کی پرواہ کیے بنا اُٹھا۔

"سکندر۔۔۔۔"

"سب کا بندوبست کروں گا۔ میری بچی ٹروما میں چلی گئی میری بیوی کو اتنا کچھ سہنا پڑا۔ وہ بھی میری وجہ سے۔ اس کے ایک ایک بندے کو ختم کروں گا۔"

"سکندر بخت کو صدمہ لگا ہے وہ آپ کو دیکھے گی تو ٹھیک ہو جائے گی۔۔۔ سکندر۔۔۔۔"

حنان جو اپنے لئے اور رمشا کے لئے کافی لا رہا تھا۔ ہوسپیٹل روم سے باہر نکلتے ہوئے اس دیوانے کو دیکھنے لگا اور وہ دیوانہ اور کوئی نہیں سکندر ہی تھا۔

"یا اللہ یہ شیر کو کس نے اُٹھا دیا۔"

حنان بڑبڑایا۔ شیر تو خطرناک ہوتا ہے مگر زخمی شیر اس سے بھی زیادہ خطرناک ہوتا ہے سامنے سائڈ ٹیبل پہ کافی رکھ کر وہ اس کی طرف آیا جو لفٹ کی طرف بڑھ رہا تھا۔ رمشا اس کے پیچھے آتی اسے روک رہی تھی۔ رمشا نے حنان کو دیکھا تو اسے تسلی ہوئی۔

"حنان بھائی انھیں روکے پتا نہیں سب کچھ ٹھیک ہو گیا ہے' مگر پھر بھی انھیں تسلی نہیں ہو رہی۔ سکندر آپ ابھی بھی زخمی ہیں۔"

To hell with me !!!!

"میں بھاڑ میں جاوں جب تک میں ان سب کو اپنی دہشت نہیں دکھا دیتا تب تک مجھے چین نہیں آئے گا۔ سمجھتے کیا ہیں ۔میری بیوی اور بھانجی کے بارے میں کچھ بھی بولیں گے۔ایک ایک کو دیکھوں گا جلا کے بسم کر دوں گا اور وہ جس نے مجھے شوٹ کیا تھا وہ کہاں ہے؟؟؟؟"

"مار آیا ہوں میں اسے تو چُپ کر کے اندر چل میں سب کو گرفتار کروا چکا ہوں بعد میں دیکھ لینا اب یہ ہوسپیٹل گاون پہن کر آگیا ہے لوگ دیکھیں گے تو ہنسے گے۔"

"ہنسے بھاڑ میں جائے میری طرف سے۔ میں ان کو جب تک زمین میں گاڑ نہ دوں تب تک میں چین کی سانس نہیں لوں گا ۔رے کی حالت دیکھ رہے ہو' بخت کی حالت دیکھی تھی یہ سب میری وجہ سے ہوا تھا۔میری لڑکیوں کو ایک کھروچ بھی آجائے تو میرا خون کھول اُٹھتا ہے۔اب دیکھو اسے۔چہرہ دیکھ رہے ہو سر پہ لگی چوٹ دیکھ رہے ہو اور میں بے بس بلڈی بلی بن گیا جہانگیر صحیح کہہ رہا تھا میں اب ایک بلی ہی بن گیا۔"

تیزی سے بولتے اس نے رمشا کا بازو چھوڑا۔ رمشا کی آنکھیں نم ہو گئیں۔

"اندر چلیں سکندر آپ بلی نہیں ہیں آپ میرے بیسٹ ہیں آپ نے سب لوگوں کا حشر کیا۔آپ نے حازق کا دل نکال دیا ۔کوئی بھی شخص ایسا نہیں کر سکتا۔آپ والی بات کسی میں نہیں ہے۔آپ نہ ہوتے تو واقعی میں اور بخت تو مر ہی جاتے ۔"سکندر کا ہاتھ تھامے وہ اسے لے کر جانے لگی سکندر نے اپنا ہاتھ چھڑوایا۔

"رہنے دو۔ بچایا اس حداد نے ہی تھا' مجھے بھی تمھارے اس ماما نے ہی بچایا تھا۔ میں تو ایک لوزر ہی ہوں۔ بہر حال میں جب تک ان کا حشر نہ کر دوں میں چین سے نہیں بیٹھو گا۔"

"اوے بکواس بند کر چُپ کر کے اندر چل بعد میں اپنی ہیرو پنتی دکھانا۔آیا وڈا ایک آدمی کا دل نکال کر بیٹھ گیا ہے' کچھ کی زبان' چھرے کاٹ آیا ہے اور کہتا ہے۔ میں نے کچھ نہیں کیا۔پاگل انسان میرے لئے نئی مصیبت اکھٹی کی ہے۔ بالکل ٹھیک ہے تیری بیوی ایک تو بہادری پہ اس کی تعریف کرنی چاہیے مگر نہیں اس کو چوٹ لگ گئی۔"حنان اسے سُنا کر اسے گھسیٹے ہوئے کمرے کی طرف لے کر جانے لگا تو سکندر کا دھیان رمشا کے چوٹ کی طرف گیا۔

"تم نے دوائی لی؟ بینڈیج کس نے لگایا تھا؟ کھانا تو کھایا نا؟"

رمشا روتے ہوئی ہنس پڑی اسے یہی تو بیسٹ چاہیے تھا۔

"ہاں سب کچھ کیا تھا اب چلیں آپ کو کچھ ہوا تو مجھے ہی تکلیف ہو گی۔"

سکندر نے اسے اپنے ساتھ لگایا۔

"آئیم سوری رے میں تم لوگوں کی حفاظت صحیح سے نہیں کر سکا۔۔آئیم ریلی۔۔۔۔۔"اس بیچارے کو اپنی بات حنان نے مکمل نہیں کرنے دی پکڑ کر بیڈ پہ بیٹھایا۔

"یہ رومینس میرے سامنے نہیں چلے گا۔چُپ کر کے لیٹ۔دیکھ پیچھے سے خون نکل رہا ڈاکٹر کو بلانا پڑے گا۔پتا نہیں کیا ہو گا تمھارا۔" وہ تاسف سے سر ہلا کے رہ گیا۔

"یا میرے اللہ سکندر کیا کرتے ہیں۔"

"حنان پلیز بخت کو بھیج دو میرے پاس میری بچی کیا پتا مجھے دیکھ کر بولنے لگ جائے۔"سکندر نے بگڑے اور نروٹھے لہجے میں کہا۔

"چُپ کر!!!! تجھے اس حالت میں دیکھے گی تو بے ہوش ہو جائے گی۔رمشا پلیز آپ اسے سنبھالیں میں ڈاکٹر کو بلانے گیا۔"

"بھابی بول!!! اور میں بھولا نہیں ہوں تو اسے اُٹھا کر لے کے گیا تھا۔اس کا بدلہ میں لوں گا۔"رمشا نے اپنے سر پہ ہاتھ مارا۔

"تو مر ہی جاتا تو بہتر تھا۔ مینٹل ہاسپٹل منتقل کرواتا ہوں تجھے۔"

کہتے ہوئے حنان وہاں سے چلا گیا۔

"کیا کرتے ہیں آپ۔ میں تو آپ کو کچھ بتاؤں گی ہی نہیں۔" رمشا ناراض نظروں سے اسے دیکھنے لگی۔

"بیٹھو اب تمھاری بھی طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔ خامخواہ ہی سر چکرا جائے گا۔"

"میں بالکل ٹھیک ہوں آپ چُپ کر کے لیٹے۔"

رمشا نے اب کی بار غصے سے کہا۔ سکندر نے اپنا سر کھجایا۔

"اچھا پیار سے کہو مجھے گولی لگی ہے۔" سکندر اب ٹھنڈا ہو گیا تھا۔ ویسے بھی وہ بہت تھکا تھکا سا محسوس کر رہا تھا۔ چہرے بھی تھوڑا سا پیلا ہو گیا تھا۔

"ہاں یہ بات تو مجھے پتا ہی نہیں تھی اطلاع دینے کا بہت بہت شکریہ۔" رمشا کو اس کے بلیڈنگ پہ سخت تپش آیا ہوا تھا۔ یہ آدمی ایک دن بھی چین سے نہیں بیٹھے گا۔

••••••••••••••••••••••••••••••••••••••

"ہاں حذیفہ مار رہا ہوں میں اسے ابے نہیں مجھے نہ گرائی یار۔ ہرا دیا نہ مجھے۔"

ہیڈ فون کانوں پہ لگائے' ریموٹ کنٹرول پکڑے وہ فورٹ نائیٹ کھیل رہا تھا۔ ہارنے پہ اس نے دیکھا بخت اس کے ساتھ بیٹھی خاموشی سے ٹی وی سکرین کو گھور رہی تھی۔

"حذیفہ کو کھیلنا ہی نہیں آتا بخت !! تم کھیلو گی؟"

خاموشی۔

"سچی میں یار بڑی مزے کی گیم ہے۔ جیسن مومو اکو ہراؤ گی نہیں۔"

ایک بار پھر سے خاموشی۔ حداد کا دل بجھ کے رہ گیا۔

"اچھا گیم سمجھ نہیں آ رہی ہو گی اس لئے نہیں کھیل رہی۔ کوئی بات نہیں اب میں بتاتا جاؤں گا اور دھیان سے سُنا۔ او کے۔" درینہ بختاور کے لئے ملک شیک لائی۔

"واؤ چاچو آپ تو بڑی زبردست گیم کھیل رہے ہیں۔ مجھے نہیں پتا تھا کہ آپ ایسی گیم میں ماسٹر ہو جائے گے۔"

وہ بختاور کے ساتھ بیٹھتے ہوئے حداد کو دیکھتے ہوئے مسکراتے ہوئے بولی۔

"بس یار ابھی باتوں میں مت لگاو۔ یہ حذیفہ کا بچہ بار بار مجھے ہرا رہا ہے اونہ کرنہ کرشٹ مین !" حداد ایسی بات کرتے ہوئے کسی نو عمر لڑکے کی طرح دکھائی دے رہا تھا۔

"بخت یہ دیکھو تمھارا فیورٹ ملک شیک لے کر آئی ہوں۔ صبح سے تم نے کچھ نہیں کھایا۔ چلو پیو۔" اس نے گلاس اُٹھا کر بخت کو دیا۔ بخت نے اس سے گلاس نہیں لیا۔ حداد نے ایک نظر اسے دیکھا۔

"بخت لو نا۔ کیا نہیں پینا کچھ اور لاؤں؟"

کوئی رد عمل نہیں۔

"لاو مجھے دو اس کے لئے کیل والا جوس لاو تا کہ پتا چلے محترمہ کو۔"

گیم کو پاز کر کے کہتے ہوئے اس نے درینہ سے ملک شیک لیا اور پینے لگا۔ بخت کو دیکھ رہا تھا جو ٹی وی کو ہی گھور رہی تھی۔

"یار یہ تو بڑا مزا کا ہے۔ دل کو ٹھنڈک پہنچ گئی تھینکس یار۔" ہشاش لہجے میں وہ سڑے ہوئے حداد سے کافی مختلف دکھائی دے رہا تھا۔

"چاچو بخت کے لئے لائی تھی اب یہ کیا پیے گی۔"

"یہ بس لوگوں کا خون ہی پیے گی کیوں چڑیل؟" ایک بار پھر خاموشی۔۔درینہ کی ٹھوڑی ہلنے لگی۔ حداد نے اس کو دیکھا تو اسے تنبیہ نظروں سے دیکھنے کے بعد بولا۔

"جاو پیزا آڈر کرو آج ہم فلم دیکھیں گے وہ بھی ہارر والی۔ بڑا مزا آئے گا۔"

کوئی رد عمل نہیں۔ درینہ نے سر اثبات ہلایا۔ اس کی آنکھیں ایک بار پھر نم ہو گئیں۔ اس نے بخت کے سر پہ ہاتھ پھیرا پھر چل پڑی۔ بختاور نے ہلکی سی جنبش کرتے ہوئے اسے دیکھا پھر واپس اپنی گردن موڑلی۔

حداد نے اسے دیکھا پھر گیم جاری رکھی۔

••••••••••••••••••••••••••

"ہوسپیٹل بیڈ پہ آپ ہیں' گولی آپ کو لگی ہے مگر لگ رہا ہے کہ مریض میں ہوں۔" سکندر نے اسے گھورا۔

"حالت دیکھ رہی ہو میں کب سے دیکھ رہا ہوں تمھارا چہرہ پیلا ہو رہا ہے' ٹھنڈے پسینے چھوٹ رہے ہیں۔ کہہ رہا ہوں کہ کچھ کھا لو تو سمجھ میں نہیں آ رہی میری بات۔" رمشا نے اپنی آنکھیں گھمائیں۔ سکندر کو اس کے سر پہ لگی ہلکی سی چوٹ

پہ سخت الجھن ہوئی۔اس کی وجہ سے۔رے کو اتنا سہنا پڑا۔اس کی وجہ سے بختاور کو ٹروما میں جانا پڑا۔وہ کبھی ان کے لئے ایک بہترین رکھوالا نہیں بن سکتا۔

"ڈاکٹر کو بلاؤ میں نے ان سے پوچھنا ہے کہ چوٹ گہری تو نہیں آئی اور بختاور کی تو زیادہ حالت بگڑی ہوئی تھی رے ------"

"داودِ داود میری بات سُنے۔"رمشا اُٹھی اس کے پاس آئی اس کا ہاتھ پکڑ کر بیٹھتے ہوئے اس کی آنکھوں میں دیکھا۔

"آپ خود کو قصوروار سمجھنا چھوڑ دیں۔میں نے کہا نا آپ نہ ہوتے تو آج ہم دونوں برباد ہو کے رہ جاتے۔سمجھ میں آرہی ہے نا میری بات آپ کو۔آپ نے مارا ہے حازق کو آپ سب کو ختم کر سکتے ہیں۔آپ کمزور نہیں ہیں داود۔میری طرف دیکھیں۔"رمشا نے اس کی ٹھوڑی پکڑ کر'اس کا چہرہ اپنے طرف کیا۔وہ اس وقت سخت چڑا ہوا دکھائی دیا تھا۔

"بختاور بچ گئی ہے اور وہ بھی آپ کی وجہ سے میری بات سمجھ آرہی نا داود آپ کی بخت کی قسمت صوفی کی طرح نہیں ہے۔ بخت کے پاس اس کے ماما ہیں تو بخت کو کچھ ہو سکتا تھا؟"

لیکن وہ وقت پہ نہ پہنچ سکا۔اس سے بہتر تو رمشا اور حداد نکلے۔جس ٹائیم اس نے سب کو آگ میں جھونک کر پھینکنا تھا۔

اُس ٹائیم وہ کسی شاخ کی طرح آندھی آنے پر ٹوٹ گیا۔

دروازے پہ دستک ہوئی۔رمشا نے اس کا ہاتھ چھوڑا اور بولی۔

"آجائیں۔"

جاوید اندر داخل ہوا تھا اس کے چہرے کے سائڈ پہ بینڈیج لگی ہوئی تھی اور گردن پہ بھی پٹی بندھی ہوئی تھی'مگر وہ پہلے سے کافی بہتر دکھائی دے رہا تھا۔اس نے رمشا کو دیکھ کر سلام کیا اور سکندر کو سر کے خم دیتے ہوئے سلام کیا۔سکندر نے جواب میں خاموشی سے سر ہلایا۔

"کیسی طبیعت ہے بھائی آپ کی؟ویسے آرام کرتے آپ ڈاکٹر نے بیڈ ریسٹ کا بولا تھا۔"

رمشا اپنا دوپٹہ دُرست کرتے ہوئے سامنے کُرسی پہ بیٹھتے ہوئے جاوید سے پوچھنی لگی۔

"میں ٹھیک ہوں میم سر ال اوکے۔"سکندر نے سر ہلایا وہ بہت خاموش تھا۔

"میں نے گھر خالی کروا دیا ہے۔ جب تک آپ ٹھیک نہیں ہو جاتے ان کو حساب کتاب کرنے کے لئے کلب میں ہی قید کیا ہے۔ باقی آپ دیکھ لیں۔"

"نذیر کہاں ہے؟"

سکندر جب بولا تو اس کا لہجہ بڑا سرد تھا۔ وہ جب کسی کے ساتھ بُرا کرنے جاتا تھا تو اس کا لہجہ ایسے ہی ہو جاتا تھا۔

"اسے اور اس کے ساتھ باقی سب کو حنان سر نے جیل میں ڈال دیا ہے۔"

سکندر نے ہاتھ بڑھا کر اپنی داڑھی پہ ہاتھ پھیرا۔ اب اس کی آنکھیں کسی بھوکے شیر کی طرح چمک رہی تھیں۔

"تو پھر مجھے جیل بجھوانے کی تیاری کرو۔ جمالی سے کہنا سکندر بھا آ رہا ہے کچھ وقت اپنے دوسرے گھر گزارنے۔" اس کی بات پہ رمشا کو سب سے زیادہ جھٹکا لگا۔ وہ اس کا کیا کہہ سکتا تھا آخر کو تھا ڈیول خون کا پیاسا بات اگر اس کی بیوی اور بھانجی کی آ جائے گی تو وہ کسی مائی کے لال کو نہیں بخشے گا۔

•

....

"سکندر دیکھو کون آیا ہے۔"

سکندر جو رمشا کو جوس کا گلاس دے کر قمیض کے اوپری بٹن بند کر رہا تھا۔ حنان کی آواز پہ وہ دونوں چونکے۔ سکندر کو ہوسپٹل میں تین دن ہوئے تھے اور بس پھر اس کی بس ہی ہو گئی تھی۔ وہ مزید اس قید خانے میں نہیں بیٹھ سکتا۔ اس کا ماننا تھا کہ گولی نکل گئی تو بس بات ختم وہ بالکل ٹھیک ہے۔ رمشا سے اس کی ٹھیک ٹھاک لڑائی ہوئی اس بات پر جس پہ سکندر نے آخر میں ہار مان لی مگر بات نہیں مانی۔ رمشا گلاس ٹیبل پہ روٹھ کر رکھتے ہوئے مڑی تو ایک دم اس کے چہرے پہ مسکراہٹ پھیلی۔

"میرا ابختا!!!"

سکندر نے اسے دیکھا جو میرون لان کے سوٹ میں کافی مرجھائی سی دکھائی دے رہی تھی۔ ان سب کو ویران نظروں سے دیکھتے ہوئے اس نے حنان کا ہاتھ پکڑا ہوا تھا۔ رمشا نے آگے بڑھ کر اسے اپنے ساتھ لگایا اور اس کا ماتھے اور گال پہ پیار کیا۔ سکندر کو رمشا بالکل ایک ماں اور بہن کے روپ میں دکھائی دی۔

"کیسی ہو چنداٹھیک ہو ناتم؟"رمشانے اس کا گال تھامے پوچھا۔

بختاور بڑی اجنبی نظروں سے رمشا کو دیکھ رہی تھی۔سکندر کو اس کی نظروں سے بہت تکلیف ہوئی۔مٹھیاں زور سے بھینچی ۔رمشا کو اس نہ رد عمل دینے پہ بڑی تکلیف ہوئی۔

"آواپنے ماما سے ملو دیکھو تمھارا کتناانتظار کر رہے تھے۔کتنامس کر رہے تھے اپنی بختا کا۔"

رمشا بختاور کا ہاتھ پکڑ لے سکندر کے پاس لے کر آئی۔بختاور سکندر کو دیکھنے لگی مگر وہ دیکھ ایسے رہی تھی جیسے وہ سکندر کو نہیں جانتی۔سکندر نے لب زور سے دبائے۔اس کا دل کر رہا تھا چیخ چیخ کر روئے۔ہاتھ بڑھا کے اس کے سر پہ ہاتھ رکھتے ہوے اس نے بڑی ہمت کر کے کہا۔

"میری بیٹی آگئی۔" اس نے جس انداز پہ کہا تھا اس سے حنان اور رمشا کے دل کو کچھ ہوا۔سکندر نے آگے بڑھ کر بخت کو اپنے ساتھ لگا یا۔

سکندر نے اپنی آنکھیں زور سے بند کی۔ایک آنسو ٹوٹ کر بخت کے سر پہ گرا۔

"ماما سے بات کرو نا بخت۔۔ماما کو ایک بار تو پکارو۔"رمشا نے اپنی آنسو صاف کرتے ہوے بخت کے سر پہ ہاتھ پھیرتے ہوے کہا۔

"ماما خوش ہو جائے گے بخت۔" سکندر نے اپنی سُرخ آنکھیں اُٹھاتی ہوئیں ہاتھ بڑھا کر رمشا کو بھی اپنے ساتھ لگایا۔رمشا کا ضبط ٹوٹ گیا۔سکندر نے رمشا کا سر تھپکا اور بخت کو دیکھا جو بالکل ساکت اس کے ساتھ لگی ہوئی تھی۔

"بخت ابھی اپنے ماما سے ناراض ہے۔ظاہر ہے اپنی بخت کے پاس وقت پہ پہنچ نہیں سکا۔بخت تھوڑی سی سزا تو ماما کو دے گی۔"حنان نے اپنی نم آنکھوں کو زور سے رگڑا۔اس کا شیر وکب کھلے دل سے خوش ہو گا۔

"بخت آئیم سوری میں سب کو سزا دوں گا۔سب کو تکلیف دوں گا۔جس نے تمھیں تکلیف دی۔میرا وعدہ ہے تم سے اب تمھیں ہوا کا جھونکا بھی نقصان نہیں دے گی۔"

سکندر نے کہتے ہوے اس کے سر پہ پیار کیا۔

••••••••••••••••••••••••••••••••••••

"ہیلو اسلام وعلیکم۔"

"رمشا حداد بول رہا ہوں۔"

رمشا جو سیڑھیوں سے نیچے اُتر رہی تھی ایک دم حداد کی آواز پر ٹھہر سی گئی۔

"ماموں آپ! کیسے ہیں آپ؟ آپ کدھر تھے آئے کیوں نہیں اس کے بعد۔"

"میں ٹھیک ہوں رمشا! تم بتاؤ تم ٹھیک ہو؟ سکندر وہ کیسا ہے؟"

وہ بہت ہی نارمل لہجے میں رمشا سے پوچھ رہا تھا۔

"اللہ کا شکر ہو ہسپیٹل سے بھی نکل آئے کہتے ہیں میں تو رہ نہیں سکتا آپ کو پتا تو ہے بھا ہیں وہ۔۔۔۔۔"

ہنس کر بولتے ہوئے ایک دم احساس کرنے پر خاموش ہو گئی۔

"چلو اچھا ہے۔ بات سُنو میں ابھی تھوڑی دیر میں تمھیں لینے آرہا ہوں۔ باہر آجانا۔"

"کیوں ماموں۔ سب خیریت ہیں نا؟"

"بس آپی تمھیں بلا رہی تھی انھیں اور رؤف بھائی نے شاید تم سے اکیلے میں بات کرنی ہے اور امی کی بھی کچھ طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔ دوسرا بختاور کے بارے میں کچھ ڈسکس کرنا تھا۔"

"مگر سکندر کو تو بتانا ہی پڑے گا وہ تو مجھے ایسے جانے نہیں دیں گے۔"

"اس کی فکر مت کرو میں تمھیں جلدی گھر ڈراپ کر دوں گا مگر ابھی تمھارا آنا بہت ضروری ہے۔ رہی سکندر کی بات وہ تمھیں کچھ نہیں کہے گا میں ہوں نا۔ ویسے ہے کہاں وہ؟"

"بختاور کے ساتھ اوپر چھت پہ بیٹھے ہیں۔ جب سے آئی کوئی تبدیلی نہیں دکھائی دے رہی۔ سکندر اس کے حوالے سے بڑا فیصلہ کرنے والے ہیں۔"

اس کے بڑے فیصلے والی بات پر حداد کا جبڑا بھینچ چکا تھا اور آنکھیں سُرخ ہو گئیں تھیں۔ اسے افسوس ہو رہا تھا کہ اس نے سکندر کی جان کیوں بچائی۔

"میں آرہا ہوں کوشش کرنا کسی کو پتا نہ لگے۔"

"ٹھیک ہے ماموں۔"

رمشا نے فون بند کیا پھر کچھ سوچتے ہوئے تیزی سے مڑ کر اوپر کی طرف بڑھی۔

اپنے ماما کے ہاتھ سے کھانا نہیں کھاؤ گی بخت؟"

تھک ہار کر سکندر نے بھی پلیٹ سائڈ پہ رکھ دی۔ بختاور کوئی رد عمل ہی نہیں دے رہی تھی۔ رد عمل کو چھوڑو سارے احساس ختم کیے ایک جگہ بیٹھی رہتی تھی۔ اتنا گہرا صدمہ پہنچا تھا اس کی بخت کو۔ سکندر کی آنکھیں بار بار اس کے رد عمل سے نم ہو رہی تھیں۔

"لندن چلو گی؟ پھوپھو سے ملنے۔ وہاں گھوم پھیر آتے ہیں۔ بولو بخت؟"

خاموشی۔ سکندر لب دبائے اُٹھا اور اس کے سر پہ ہاتھ پھیرا۔

"ہم اب لندن جائے گے میری بخت کو ماحول تبدیل کرنے کی ضرورت ہے۔ کہو تو وہاں ہی ہمیشہ رہ لے گے۔ ایک دفعہ تو میری بیٹی بولے۔"

خاموشی۔

"کہی اور جانا ہے پیرس پیار کا پہلا شہر؟"

سکندر ایک دم یاد آیا بخت کی فیورٹ جگہ پیرس ہے۔

"بولو وہ ٹرپ کینسل ہو گیا تھا وہاں چلے؟"

"سر؟"

جاوید کی آواز پہ سکندر مڑا۔

"کیا بات ہے جاوید۔"

"سر میم حداد صاحب کے ساتھ چلی گئی ہیں اور حداد صاحب نے مجھے آپ کو یہ دینے کے لئے کہا ہے۔"

سکندر ایک دم تیزی سے اُٹھا۔

"وہ کہاں گئی ہے؟ اس کے ساتھ کیوں گئے ہے؟"

وہ اونچی آواز میں جاوید سے بولا۔

"نو آئیڈیا سر مجھے یہ گارڈ نے دیا ہے۔ اس نے بتایا کہ میم چلی گئی ہیں۔"

"تم کہاں مرے ہوے تھے!!! "

غصے سے کہتے ہوئے اس نے پیکٹ کھولا تو اس کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئی۔

گاڑی جمال عظیم ہاوس میں روک کر وہ اُترا۔

"دروازہ کھولو!!! "

اس نے گارڈ سے سخت لہجے میں کہا۔

"آپ آپ کون ہیں؟"

"میں نے کہا دروازہ کھولو میں اپنی بیوی کو لینے آیا ہوں۔"

اس سے پہلے گارڈ اسے روکتا سکندر اسے سائڈ پہ کرتا۔ دروازہ کھول کر اندر آیا۔

"رمشا!!!! رمشا کہاں ہوں؟ رمشا ایک سکینڈ کے اندر اندر نیچے آو۔"

دھاڑ کے کہتے ہوئے وہ ان کے گھر کے اندر داخل ہوا۔ درینہ کے ساتھ دو کام والی اس کی شور سے باہر آئی تھی۔ اس دیکھا تو دھک سے رہ گئی۔ سکندر بھا ان کے گھر میں۔ وہ بھی کسی وحشی روپ میں۔

"رمشا!!!! حداد نیچے آو!!!! "

"چلانے کی ضرورت نہیں ہے۔" سخت پتھریلی آواز پہ سکندر دائیں طرف مڑا۔ حداد بلیک شرٹ اور بلیک پینٹ میں ملبوس ایک الگ ہی روپ میں دکھائی دے رہا تھا۔ بال پونی میں بندھے کے بجائے کھلے ہوئے تھے اور اس کے کندھے سے نیچے کو چھو رہے تھے۔ سکندر آگے بڑھا اور اس نے پیپر حداد کے منہ پہ مارے۔ عینہ کی امی نے منہ پہ ہاتھ رکھا۔

"میری بیوی کو اُٹھانے کی تمھیں کس نے اجازت دی بولو!!!! "اس کا گیر بان تھامے وہ غرایا۔

"اور یہ کاغذ علیحدگی کی کاغذ دینے کی تم نے ہمت بھی کیسے کی۔"

حداد نے اپنا کالر زور سے جھٹکے دے کر سکندر سے چھڑوایا۔

"ویسے ہی جیسے تم نے میری بھانجی کو اُٹھایا تھا۔ ویسے ہی جیسے ان کے ذہنوں کے ساتھ تم نے کھیلا تھا سکندر بھا۔"

سکندر نے اس کا جبڑا پکڑا۔

"میری زندگی بچا کر اگر سمجھتے ہو کہ تم جو چاہے کر سکتے ہو تو تمھاری سب سے بڑی غلط فہمی ہے۔"

حداد نے مسکرا کر اسے دھکا دیا۔

"سب سے بڑی غلط فہمی تو مجھے یہ تھی کہ تم مجھے اپنی بھانجی دو گے مگر میں غلط تھا تم جیسے آدمی نے اس کے لئے اپنے جیسا بندہ ڈھونڈنا تھا تو بس سمپل میں بھی اپنی بھانجی واپس لے آیا کیونکہ تم اس کی قابل نہیں تھے۔"

سکندر ایک دم شاک ہو کر اسے دیکھنے لگا۔ سب ایک دم ان دونوں کے شور سے لاؤنج میں آئے تھے۔ انھیں حیرت کا جھٹکا لگا جب سب نے حداد اور سکندر کو آمنے سامنے دیکھا۔

"میری بھانجی؟ تو نے میری بھانجی پہ نظر رکھی۔" وہ دھاڑ اُٹھا۔ کنپٹی کی رگے غصے سے تن گئی۔

"ہاں تم نے تو جیسے رمشا کی طرف آنکھ اُٹھا کر نہیں دیکھا تھا جو اتنے حیرانگی سے مجھے بول رہے ہو۔ اس سے عزت سے شادی کرنا چاہتا تھا مگر آثار تو مجھے دکھائی نہیں دے رہے۔" جب سے اسے حنان اور درینہ کی باتیں سُن کر پتا چلا تھا کہ سکندر بخت کی شادی جاوید سے کروانا چاہتا ہے اسی وقت سے اس کا بس نہیں چل رہا تھا سکندر کی گیچی مروڑ دے۔

سکندر نے مٹھیاں بھینچی۔ اس کو مارنے سے پہلے وہ اسے وارن کرنا چاہتا تو سرد لہجے میں بولا۔

"تم میری بیٹی کے اس قابل نہیں ہو!!!"

سکندر دھاڑا۔

"تو کیا رمشا تمھارے اس قابل ہے۔ ہو کیا تم ایک غنڈہ۔ جس نے میری بھانجی کو اُٹھا کر اس کی ماں باپ کی آنکھوں میں دھول جھونکا!!! تم سب کی نظروں میں اچھے انسان ہو سکتے ہو سکندر مگر میری نظروں میں نہیں۔ رمشا کا اب تمھارے سے کوئی تعلق واسطہ نہیں ہے۔"

حداد کی بات مکمل نہیں ہوئی کہ سکندر نے اس پہ حملہ کیا۔

"میری ہے وہ سمجھے!!!! صرف میرا حق ہے اس پر۔ تم ہوتے کون ہو رمشا کو مجھ سے چھیننے والے۔"

سکندر نے حداد کی ناک پہ زور سے مکا مارا۔ حداد نے اسی وقت کہنی اس کے سینے پہ زور سے ماری۔

"تو پھر بخت بھی میری ہے!!!! تم ہوتے کون ہو اس کی جاوید سے شادی کرنے والے۔"

حداد کی دھاڑ پہ سکندر نے اس کے پیٹ پہ مکا مارا۔

"میں اس کا باپ ہوں جو چاہے اس کے لئے فیصلہ کروں اور بختاور تمھاری نہیں ہے!!!! کوئی رشتہ کوئی تعلق نہیں ہے تمھارا اس سے۔"

"یااللہ رؤف روکے ان دونوں کو یہ کیا کر رہے ہیں۔" رمشا کی امی نے اپنے میاں سے پریشانی اور تیزی سے کہا جو بہت پرسکون ہو کر ان دونوں کو لڑتے ہوئے دیکھ رہے تھے۔ان میں جمال عظیم بھی شامل تھے۔ایسے بنے ہوئے تھے جیسے ان کا بھائی اور بھالڑ نہیں رہے بلکہ ایک دوسرے سے گلے مل کر ہنس ہنس کے بات کر رہے تھے۔شور سے حذیفہ اور نانی امی بھی باہر آگئی۔

"آپ سب لوگ پیچھے ہو جائیں انھیں اپنی بھڑاس نکالنے دیں۔"

رؤف صاحب نے نانی امی کو آتے دیکھ کر بڑے ہی نارمل لہجے میں سب سے کہا۔رمشا کی امی انتہائی حیرت س اپنے شوہر کو دیکھنے لگی۔یہ انھیں کیا ہو گیا ہے۔

"تعلق میں بناڈالوں گا ابھی اسی وقت بخت سے نکاح کروں گا پھر ہو جائے گی تمھاری تسلی۔"

حداد نے سکندر کا گیربان پکڑ کر اسے زور سے زمین پہ پھینکا۔

"حداد!!!!"

رمشا کی امی اونچی آواز میں سکندر کی طرف بڑھنے لگی کہ روف صاحب نے انھیں روکا۔

سکندر غراتے ہوئے اُٹھا اور اس کی گردن پہ پنچ مارا۔

"آج میں تمھاری جان لے لوں گا۔میری بیٹی کے بارے میں تو نے یہ الفاظ استعمال کیے۔۔۔" اس نے پھر حداد کے منہ پہ مارا۔حداد کے منہ سے خون نکلنے لگا۔سکندر کے پنچ میں کچھ زیادہ ہی طاقت تھی۔منہ پہ ہاتھ رکھ کر اس نے کہنی سکندر کے سینے پہ ماری۔

"میں اگر جان بچا سکتا ہوں تو جان لے سکتا ہوں اگر مجھے بخت نہیں ملے گی تو رمشا بھی تمھیں نہیں ملے گی۔" وہ دھاڑا

سکندر نے زوردار تھپڑ حداد کے منہ پہ مارا۔

"رے کو میں ابھی اسی وقت یہاں سے اپنے ساتھ لے کر جاوں گا اور تم سب میں سے کوئی بھی کچھ نہیں کر سکے گا۔"

سکندر کے سٹیچز کھل چکے تھے۔اس کے زخم اس کی غصے کی وجہ سے مندل ہونے کا نام نہیں لے رہے تھے۔سفید شلوار قمیض پیچھے سے سُرخ ہو گئی تھی۔

"سکندر بیٹا پلیز میں بلاتی ہوں مشی کو بس کر دو دونوں۔ حداد وہ رمشا کا شوہر ہے۔ کچھ تو لحاظ کرو پیچھے اس کو بلیڈ نگ ہو رہی ہے بھول کیوں گئے کچھ ہفتے پہلے ہی اسے گولی لگی تھی۔" حداد سکندر پہ حملہ کرنے لگا کہ بیچ میں رمشا کی امی آ گئی۔ حداد کو ان کی بات پر غصہ آیا۔

"رمشا کہیں نہیں جائے گی اور آپ کیوں بھول جاتی ہیں کہ یہ لاہور کا سب سے بڑا خطرناک بد معاش ہے۔ عزت تو ایسے دے رہی ہیں جیسے غنڈہ نہیں عزت دار شہری ہے۔"

"اور تم کیا ہو بلڈی لوزر!!! آرمی والوں نے تمھیں نکال دیا۔ نکارا' عقل سے پیدل سب سے بڑھ کر ذہنی مریض جس نے بھاکی بھانجی پہ نظر رکھ کر سب سے بڑی بھول کی۔"

سکندر کے یہ سخت الفاظ پر سب کو سانپ سونگھ گیا۔ حداد کو سخت تیش آیا۔ اپنی بہن کو ہٹا کر اس نے سکندر کو مکا مارا اور پھر مکوں کی بارش کرنا لگا۔

"مجھے گھٹیا کہو' لوزر کہو!!! یا کچھ بھی مگر میں نے تمھاری بھانجی پہ نظر نہیں رکھی۔ آئی لو ہر!!!! جتنی میں تجھ جیسے غنڈے سے نفرت کرتا ہوں اس سے کہی زیادہ محبت مجھے بخت سے ہے۔ عزت مانتا ہوں میں اسے اپنی۔"

سکندر نے اس کے مکے کو ہاتھوں سے روکا اور ایک کِک اس کے پیٹ پہ مار کر اسے پیچھے پھینکا۔ اب حداد کا سر ٹیبل پہ جا کر لگا۔

"تو میں کیا تمھاری بھانجی کے ساتھ ظلم کر رہا ہوں؟ میں اس سے عشق کرتا ہوں۔ اس کے لئے اپنی جان دے سکتا ہوں۔ اس کو تکلیف دینے والا اس کا اپنا بھی ہو گا تو میں اسے مار ڈالوں گا۔ وہ لڑکی میرے خون میں بستی ہے اور تم کہہ رہے ہو وہ میرے ساتھ نہیں جائے گی۔ بھاہوں میں۔ سکندر بھا مجھے ڈیول بنے میں دیر نہیں لگے گی۔ مجھے ایزی لے رہے ہو حداد عظیم!!!! اگر تم نے میرے اور میری رے کی بیچ میں آنے کی کوشش کی تو تمھارے چہرے کا ایسا نقشہ بدلوں گا کہ گھر والے بھی تمھارا چہرہ پہنچانے سے انکار کر دیں گے۔"

وہ اتنی اونچی آواز میں دھاڑا تھا کہ رمشا ڈر کر نیچے بھاگتے ہوئے ایک دم یہ منظر دیکھ کر ساکت رہ گئی۔

"سکندر!!!" کسی نے مڑ کر رمشا کو نہیں دیکھا سوائے سکندر کے۔

"میں اپنی بیوی کو لے کر جا رہا ہوں!!!! اور کوئی مجھے روکے گا نہیں۔"

وہ غصے سے کہتا وہاں سے جانے لگا کہ رؤف صاحب اس کے سامنے آ گئے۔

"بس بہت ہو گیا ڈرامہ میں بہت دیر سے چُپ رہا مگر اب میں لحاظ نہیں کروں گا خاموشی سے حداد کو اُٹھاو اور میرے ساتھ دونوں چلو ہم تم دونوں کو سیدھا کرتے ہیں۔"

انھوں نے سخت لہجے میں کہتے ہوئے حداد کو دیکھا جو منہ پہ ہاتھ رکھ کر لڑکھڑا کر اُٹھا۔جمال عظیم نے تاسف بھری نظروں سے سر ہلایا۔

"رؤف یار تم ہی ان دونوں کو دیکھو میرے میں تو بالکل ہمت ہی نہیں ہے۔خاص کر اس سکندر ربھا کو تو میں ڈیل نہیں کر سکتا۔"

انھوں نے تو کانوں کو باقائدہ ہاتھ لگائے۔

"میں فی الحال کوئی بات نہیں کرنا چاہتا انکل میں اس وقت رے کو یہاں سے لے کر جا رہا ہوں۔"

"جیسے میں تمھیں لے کر جانے دوں گا۔چلو!! "

حذیفہ کا ایک دم مسیج آیا اس نے پڑھا تو ایک دم حیرت سے دیکھنے کے بعد بولا۔

"ابو!! بات سُنیں سب!!!"

اس کی بات پر سب نے حیرت سے حذیفہ کو دیکھا اب کیا ہوا۔

"تمھیں کیا ہوا ہے اب؟"

جمال عظیم نے ناگواری سے بیٹے کو دیکھا جو جلدی سے ریموٹ اُٹھا کر سامنے لگی ٹی وی سکرین سے ٹی وی کھولنے لگا پھر اس نے چینل چینج کر کے ایک نیوز چینل پہ آ کر روکا۔

"ہم آپ کو بتاتے چلے کہ منشیات کی سمگلنگ کو پکڑنے اور بچوں کو اس بیماری سے نکالنے کے لئے ان کو نئی زندگی دینے میں سب سے بڑا ہاتھ ایکس کیپٹن حداد عظیم کا رہا ہے۔ان کی وڈیو کلپ سوشل میڈیا میں ریلیز کی گئی جو کہ وائرل ہو گئی۔ وڈیو میں دکھایا گیا کہ چھوٹے سے لے کر بڑے علاقے میں منشیات کی سمگلنگ کو بے نقاب حداد عظیم نے اپنی جان پر کھیل کے کیا ہے نہ صرف بے نقاب کیا بلکہ ان کو پکڑ کے پولیس کے حوالے کیا۔اینٹی نیر کو ٹکس فورسسز سے منسلک ایس پی حنان علوی کا کہنا ہے کہ حداد عظیم نے اس کڑے وقت میں ان کی خوب مدد کی اور اگر وہ نہ ہوتے تو یہ مشن ان کے لئے

ناممکن ہو جاتا۔ حداد عظیم کا صوفیا کے نام سے فائونڈیشن بھی ہے جہاں وہ نشے کے عادی نو عمر لڑکوں کی مدد کرتے ہیں اور ان کی بھرپور کوشش ہے کے نوجوان نسل تباہ ہونے سے بچ جائے اور اس بلا سے بہت جلد چھٹکارا پالیں۔ ان کی بہترین کارکردگی وزیرا عظم کی نوٹس میں آگئی ہے اور بہت جلد انھیں ستارہ امتیاز سے نوازا جائے گا۔"

نیوز رپورٹر اور بھی بہت کچھ کر رہی تھی مگر سب کو اس کی بات پہ سانپ سونگھ گیا تھا۔ حداد تو بالکل فریز ہو کر رہ گیا تھا۔ بس ایک شخص نارمل تھا۔ وہ تھا سکندر حدید۔ جیسے اسے یہ خبر پہلے سے پتا تھا یا اس خبر سے اس کا کوئی لینا دینا نہیں تھا۔

"یہ ٹی وی والی کیا بول رہی ہے۔۔۔ حداد۔۔۔۔؟"

جمال عظیم نے اپنے بھائی کو دیکھا جو شاک سے بالکل ہی ساکت ہو گیا تھا بس وہ ٹی وی کو گھورے جا رہا تھا۔ اس کی تو سماعتوں میں یقین نہیں آ رہا تھا۔ اس کے بعد حقیقت اس پہ آشکار ہوئی۔

"یااللہ یہ کیا حداد تم۔ تم اس لئے اتنے مصروف رہا کرتے تھے۔"

"ماموں۔۔۔۔"

"حداد یہ واقعی تم ہو۔۔"

"مجھے پتا تھا یہ لڑکا کچھ نہ کچھ تو کر رہا ہے۔ اتنا بڑا چھپا رستم نکلے گا یہ میں نے سوچا نہیں تھا۔"

"چاچو آئی کانٹ بلیواِٹ آپ کو ستارہ امتیاز ملنے والا ہے۔"

اور بھی بہت سی آوازیں تھیں۔ حداد نے مٹھیاں بھینچ کر سکندر کو دیکھا جو بے نیازی سے سب کو دیکھ رہا تھا۔ حداد کا دل کیا اسے کو ختم کر دے۔ یہ جو کچھ بھی کیا اس نے کیا ہے۔ اسی کا اس سب میں ہاتھ تھا۔

"حنان بھائی بھی کتنے چالاک نکلے تبھی چاچو کو اپنے پاس بلا کر۔۔۔۔۔"

"چُپ!!!! بالکل چُپ!!! "

حداد چیخا۔ سب خاموش ہو گئے اور غصے سے بھرے حداد کو دیکھنے لگے جو سکندر کو دیکھ کر تالی مار رہا تھا۔

"اب تم کتنے عظیم بنو گے سکندر ربھا۔ میری آنکھیں اور منہ بند کرنے کی اچھی قیمت ڈھونڈی ہے۔ بڑا احسان کر دیا اب تو واقعی نظریں اُٹھا کر تم سے بات نہیں کر سکوں گا۔"

سب بڑے الجھ کر طنزیہ ہنستے ہوئے حداد کو دیکھنے پھر سپاٹ چہرہ لیے سکندر کو جو اس کی بات پہ بولا۔

"پتا نہیں کیا بکواس کر رہے ہو۔ میں نے کچھ نہیں کیا۔"

"اچھا!!"

حداد نے حیرت سے آنکھیں پھیلائیں۔

"اوہ تو ایک بات بتاو اگر میں نے فاونڈیشن کھولنا تھا تو بخت کے نام سے کھولتا' رمشا کے نام سے کھولتا۔ یا پھر اپنی ماں یا بہن کے نام سے مجھے کیا پڑی تھی کہ میں بخت کی ماں کے نام سے فائونڈیشن کھولتا۔ صوفیا تمھاری بہن کا نام ہے ہیں نا؟"

سکندر کے جبڑے بھینچے گئے۔

"یہ کیا بول رہے ہو حداد؟"

"پوچھے اپنے اس داماد سے پوچھے رؤف بھائی کہ غنڈے کے لبادے میں کونسے کام کرتا ہے جو نیوز والے سب بتا رہے تھے وہ اسی کے بارے میں بتا رہے تھے۔ بچوں کی جان بچانے والا' اس فاونڈیشن کو کھولنے والا اور ڈرگز سمگلر کو پکڑنے والا میں نہیں یہ تھا شیرِ داود سکندر تھا۔" سکندر کا منہ کھل گیا۔ منہ تو سب کے کھل گئے تھے۔

"یہ غنڈہ ہے!!!! مگر غنڈے کے ساتھ یہ لوگوں کی جان بچاتا ہے۔ ستارہ امتیاز کا یہ حقدار تھا مگر اس کو بُرائی سے بہت محبت ہے اس کے بغیر تو رہ نہیں سکتا تو اس نے میرے منہ پہ مار دیا۔"

"کیا بکواس کر رہے ہو اگر اپنا کارنامہ کسی کو نہیں بتانا چاہتے تو میرے سر پہ کیوں تھوپ رہے ہو ابھی تو کہہ رہے تھے میں تمھاری بھانجی کے قابل نہیں ہو اور اب تمھاری دماغی علاج کی ضرورت ہے۔"

سکندر کہتے ہوے جانے لگا کہ حداد نے آگے بڑھ کر اسے روکا۔

"دماغ کا علاج تو تمھارا بنتا ہے شیرِ داود!!! اپنے پاس رکھو مجھے تمھارا یہ احسان نہیں چاہیے میں یہ سب اپنی بھانجی کی وجہ سے کرتا رہا جس کے بیس پہ تم مجھے تین مہینے دھمکاتے رہے۔"

"یہ تم دونوں کیا بول رہے ہو۔ سکندر بیٹا یہ حداد کیا بول رہا ہے۔"

نانو تو ایک دم پریشان ہو گئی ایک لمحے میں اتنا سب کچھ ہو گیا تھا انھیں سمجھ نہیں آئی کہ کیا کہے۔

"ماموں ٹھیک کہہ رہے ہیں نانو سکندر غنڈہ نہیں ہیں۔ صوفی فاونڈیشن سکندر کا ہے اور حداد ماموں سکندر کے لئے کام کرتے ہیں۔"

سکندر نے اب جھٹکے سے رمشا کو دیکھا جو اسے نہیں باقی سب کو دیکھ رہی تھی۔

"سکندر جتنے بھی بُرے ہو مگر وہ کسی ماں کی زندگی برباد نہیں کر سکتے۔اس کی گود نہیں چھین سکتے آخر کو وہ خود بھی بخت کی ماں ہیں وہ کسی ماں کو کیوں تکلیف دیں گے۔ سکندر کی امیج ان سالوں میں اتنی خراب ہوگئی تھی کہ وہ چاہ کر بھی اپنی اچھائی دُنیا والوں کو نہیں دکھا سکتے تھے کیونکہ کس نے مان لینا تھا کہ ایک غنڈہ اتنے بڑے بڑے کام بھی کر سکتا ہے۔"رمشا سکندر کے ساتھ کھڑی ہو کر سب کو بتانے لگی سب تو شاک ہوئے ہی ہوے سکندر کی حالت اب حداد جیسی ہوگئی تھی البتہ رؤف صاحب اور جمال عظیم نارمل تھے جیسے انھیں یہ سب پتا تھا۔

"تمھیں کس نے۔۔۔۔۔"

سکندر بولتے ہوے رؤف صاحب کو دیکھنے لگا جنھوں نے کندھے اچکائے۔

"سوری سکندر میں اپنی بیٹی کو اندھیرے میں نہیں رکھ سکتا تھا۔میں نے اسی دن اسے بتادیا جس دن میں نے تم سے پتا کروایا تھا۔"

"اور جمالی بھی جانتا تھا اس لئے یہ کچھ نہیں بول رہا۔"

جمال عظیم کے ماتھے پہ بل آئے۔

"یہ جو میں تمھیں آدھے گھنٹے میں برداشت کر رہا تھا اسی سچ کی وجہ سے ورنہ ابھی تمھاری اس بدتمیزی پہ تمھیں اندر کر دیتا ۔تم تم سکندر اتنی بڑی بات چھپاؤ گے اتنا بڑا کام کرو گے اور اللہ تمھاری نیکی ہمیں نہیں دکھائے گا۔یہ تمھاری بھول ہے ۔حداد مجھے سب بتا چکا تھا۔"سکندر نے مٹھیاں بھینچ کر حداد کو دیکھا' پھر رمشا کو۔جو دکھ سے اسے دیکھ رہی تھی کہ سکندر نے اس سے اتنی بڑی بات کیوں چھپائی۔

"میں یہاں سے جا رہا ہوں۔"

اب دُنیا کو فیس کرنے میں فی الحال اس کی ہمت نہیں تھی۔وہ اپنی اچھائی کسی کو نہیں دکھانا چاہتا تھا اور اس کی اچھائی چیخ چیخ کر دُنیا کے سامنے اس کا اعلان کر رہی تھی۔

"سکندر!!!"

رمشا اس کے پیچھے آئی۔

"میری بات سُنے سکندر ناراض مجھے ہونا چاہئے اور بھاگ آپ رہے ہیں۔۔۔ سکندر۔۔۔"

سکندر رُکا رمشا نے اس کا بازو پکڑا سکندر نے اوپر دیکھتے ہوئے اپنی آنکھیں زور سے بند کرتے ہوئے گہرا سانس لیا۔

"رے پلیز میں اس بارے میں کوئی بات نہیں کرنا چاہتا۔"

"اتنا بھی حق نہیں ہے کہ میں پوچھوں کہ آپ نے مجھ سے اتنی باری بات چھپائی۔ سکندر میں تو آپ کی رے تھی۔۔ اتنا بھی بھروسہ نہیں تھا مجھ پر کیا آپ کو لگتا تھا کہ آپ کی اچھائی پہ میں یقین نہیں کروں گی۔۔ آپ کا مذاق اُڑاوں گی۔۔ آپ پر ہنسوں گی۔۔۔"

سکندر نے نفی میں سر ہلاتے ہوئے اس کی بات کاٹی۔

"رے میری یہ نیت نہیں تھی۔ میں تمھیں کسی چکروں میں پڑنے نہیں دے سکتا تھا۔ میرا مقصد تمھیں خوشیاں دینا تھا تم سے دکھ بانٹنا نہیں۔"

"تو یہ کیسا رشتہ ہوا جس میں صرف خوشیاں بانٹی جائے۔ دکھ نہیں سکندر اتنا کمزور تو نہیں تھا ہمارا رشتہ۔ رشتے میں محبت سی زیادہ ایمانداری میٹر کرتی ہے مگر آپ نے مجھ سے محبت کی سکندر مجھ پہ بھروسہ نہیں۔"

"رے۔۔۔"

سکندر نے اس کا ہاتھ پکڑا۔

"محبت سے بڑھ کر میں نے ہزار گنا تم پر بھروسہ کیا ہے مگر مجھے یہ کام تکلیف دیتا ہے صحیح معنوں میں مجھے اپنا ماضی یاد آتا ہے۔ میں اپنے ماضی میں پاگل ہو جاتا ہوں۔ میں رے کا سکندر نہیں ایک ٹوٹا ہوا شیرِ داود بن جاتا ہوں۔ مجھے ٹوٹا ہوا دیکھ کر تم نے کبھی خوش نہیں ہونا تھا رے اور تمھیں ناخوش دیکھ کر میں مزید پاگل ہو جاوں گا۔ اس لئے اس لئے یہ چیز میں نے شیر نہیں کی۔ مجھے معاف کر دو رے۔" اس نے سر جھکا کر رمشا سے کہا۔

"بیوی سے معافی بعد میں مانگنا ذرا اپنے جمالی کو تو گلے لگا دو کب سے کہہ رہے تھے۔ تم تو بھا وعدہ پورے کرنے والے۔"

سکندر اور رمشا مڑے تو اس نے دیکھا جمال عظیم مسکرا کر سکندر کو اپنی طرف اشارہ کر رہے تھے۔

"جائے سکندر ماموں بلا رہے ہیں۔"

رمشا نے سکندر کے بازو پہ ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

"کیوں دیر کر رہے ہو بھا اپنے یار کو گلے لگا لو۔"

"میری بیوی تو نہیں چھینے گے؟"

سکندر نے گھورتے ہوئے کہا۔ سب باہر جو آئے تھے اس کی بات پہ ہنس پڑے۔ حداد بھی باہر آ گیا تھا سینے پہ بازو لپیٹے وہ اب کم غصے میں دکھائی دے رہا تھا۔

"او نہیں ینگ مین ہم نے ہڈیاں نہیں تڑوانی۔"

سب ایک بار پھر ہنس پڑے۔ سکندر آگے بڑھا اور جمال عظیم کے گلے لگا۔

"پراوڈ آف یو بھا۔ تم نے آج ثابت کر دیا تم میں کوئی تو بات ہے جو سب سے تمھیں الگ بناتی ہے۔ ویلکم ٹو فیملی۔"

"بس کر پگلے رلائے گا کیا؟" سکندر نے پیٹھ پہ تھپکی دیتے ہوئے کہا۔ رمشانم آنکھوں سے ہنستے ہوئے یہ خوبصورت منظر کو دیکھنے لگی۔

زندگی اتنی خوبصورت ہو گی اس نے سوچا نہیں تھا۔

....

پولیس جیب سیدھا پولیس سٹیشن میں آ کر رُکی۔ پولیس آفسر نے پچھلی جیب کا دروازہ کھولا اور اُترے پھر ساتھ انھوں نے بادامی شلوار قمیض میں ملبوس ہتھکڑی پہنے سکندر بھا کو نکالا۔ میڈیا والے اس کی انتظار میں تھے اس کو دیکھے اس کی طرف بڑھے تھے۔ اس نے ہتھکڑی پہنے ہاتھ مسکرا کر اُٹھائے تھے۔ میڈیا والے اپنا کام ہمیشہ کی طرح جاری رکھتے ہوئے سوال کرنے لگے۔ اب سکندر بھا پھر کس چکر میں اندر ہو رہے ہیں۔ سکندر نے بڑے ہی بے نیازی سے جواب دیا کہ وہ یہاں سیر کرنے آیا ہے اور اپنے جگری یار ڈی آئی جی جمال عظیم سے گپ شپ کرنے آیا ہے۔ سب اسے حیرت سے دیکھنے لگے مگر پولیس والے محض تاسف سے سر ہلا کر اسے اپنے ساتھ لے کر جانے لگے۔ صرف وہ ہی سکندر کے انداز کو سمجھ سکتے تھے اور سمجھنے کے باوجود بھی کچھ نہیں کر سکتے تھے۔ سکندر مزے سے ان کے ساتھ چلتا اندر آیا۔ حوالدار رشید سکندر کو سٹیشن کے اندر دیکھ کر فوراً اُٹھا۔

"یہ پھر آ گیا اب کیا کیا اس نے۔"

"او شیدے کیسا ہے مس کیا تھا مجھے کہ نہیں؟"

سکندر کے شرارتی لہجے میں اس سے پوچھنے لگا۔

"تو اکرو جی!! اب تو سٹیشن اور پُسلا دی خیر نہیں۔"

"خیر میں نے کچھ کیا تو نہیں ہے مگر میں ضرور کچھ کرنے جارہا ہوں لے جاؤ مجھے یاروں۔"

سکندر بھادل شکن انداز میں مسکراتے ہوئے ان کے ساتھ چلنے لگا۔لاک اپ بھی انھوں نے اپنی پسند کا ڈیسائڈ کیا بلکہ گھر سے پہلے وہ تہہ کر آیا تھا کہ وہ کس حوالات میں جائے گا۔جہاں نذیر سمیت باقی سب سر جھکائے بیٹھے تھے شیر کی چال انھیں اپنے بالکل آس پاس محسوس ہوئی۔ایک دم وہ سارے کے سارے فریز ہوگئے۔یہ یہاں پہ کیسے آگیا۔اب تو ان کے خیر کے دن گئے۔

لاک اپ کا دروازہ کھولا گیا اور سکندر کو اندر ڈالا گیا۔سب ایک دم ڈر کے اُٹھے۔

" تھینکس بڈی۔"

سکندر کے ہاتھ اندر ڈالنے سے پہلے کھول دیے تھے۔اسے کہہ کر وہ ان سب کو دیکھتے ہوئے بولا۔

"کیسے ہو سب اگر کسی نے ایکشن فلم انجوائی کرنی ہے تو وہ دس منٹ میں تیار ہو جائے کسی کی خیر نہیں ہونے والی۔"

"بب بھا آپ۔۔۔" شیر نے اپنی نگاہیں اُٹھائیں اور سب کی سانسیں بل بھر میں رُک گئیں۔

شواب شروع ہو چکا تھا۔

••••••••••••••••••••

وہ تینوں اس وقت ایرپورٹ میں تھے۔سکندر بختاور کو لندن لے کر جارہا تھا تاکہ وہاں اس کا ماحول تبدیل ہوئے تاکہ وہ نارمل ہوئے اگر زیادہ مسئلہ ہوا تو وہ ڈاکٹر کو بھی اسے دکھایا تھا۔اس نے رمشا سے مشورہ کیا تھا جس پہ رمشا راضی ہو کر اس کے ساتھ جارہی تھی وہ اب ایرپورٹ لاونج میں بیٹھے ہوئے تھے کہ سکندر ان دونوں کے کھانے کے لئے کچھ لینے جارہا تھا ۔بختاور سے کچھ دیر پہلے حداد بھی ملنے آیا تھا۔اسے نہ جانے کا کہہ رہا تھا جس پہ بختاور نے کوئی جواب نہیں دیا۔ تھک ہار کے حداد نے اتنا کہا کہ وہ اس کا انتظار کرے گا۔اسے اس کے لئے واپس آنا ہوگا۔سکندر مزید ان دونوں کو بات کرنے نہیں دے سکتا تھا اس لئے بنا کچھ کہے اسے اپنے لئے ساتھ چل پڑا۔رمشا نے حداد کو تسلی دی۔حداد نے رمشا کے سر پہ ہاتھ رکھا اور مڑ کر چل پڑا۔رمشا بجھے دل سے سکندر کی تلقید میں گئی تھی۔اب وہ بیٹھے تھے کہ بخت اُٹھی۔

"ارے کہاں جانا ہے؟واش روم؟"

جس پہ بخت نے سر کو اثبات میں ہلایا وہ کبھی کبھار رد عمل دے دیتی تھی۔

"چلو میں تمھارے ساتھ چلتی ہوں۔"

وہ دونوں چلنے لگی کہ بخت اپنی سوچ میں گُم کسی سے ٹکرائی۔

"او سوری۔"

حدید عالم نے بختاور کو دیکھا تو ایک دم ٹھہر گئے۔

انھیں لگا جیسے ان کے سامنے صوفیا کھڑی ہو۔

"اِٹس اوکے۔" رمشا بولتے ہوئے بھی سٹل ہو گئی کیونکہ وہ اور کوئی نہیں سکندر کے ابو تھے ان کے ساتھ ہی مسز حدید عالم تھی۔ وہ دونوں فاروق سے ملنے لندن ہی جا رہے تھے۔ عنیقہ تو فاروق کے ساتھ ہی چلی گئی تھی اس نے جانے سے پہلے سکندر کو اطلاع دی تھی اور سکندر نے اسے بیسٹ وشز کے ساتھ انھیں رخصت کیا۔

بخت انھیں اجنبی نظروں سے دیکھنے کے بعد چل پڑی۔

"بات سُنو بیٹی؟۔"

سکندر اسی وقت کافی کے دو کپ پکڑے آ رہا تھا کہ حدید عالم کو دیکھ کر اس کے قدم رُک گئے۔

بختاور رُکی۔

"کیا نام ہے تمھارا؟" سکندر آگے بڑھا کہ مسز حدید عالم بولی۔

"چلیں ہمیں دیر ہو رہی کسی کو یہ روک کر اس سے نام پوچھنے لگ جاتے ہیں چلیں۔"

انھوں نے رمشا کو پہچان لیا تھا اور بخت کی شکل بھی صوفی سے ملتی تھی تو وہ سمجھ گئی اسی کی بیٹی ہے۔ حدید عالم اسے دیکھتے رہے پھر ان کی نظر سامنے سے آتے سکندر پہ پڑی اس کو دیکھنے کے بعد وہ اپنی بیوی کے ساتھ آگے بڑھ گئے۔ سکندر کی کافی کے کپ پہ اپنی گرفت مضبوط ہو گئی۔ ایک بات تو تہہ تھی دُنیا کو اس کے اوپر رحم آ جائے گا مگر اس کا اپنا سگا باپ اس سے کبھی بات نہیں کرے گا۔ وہ اپنی فیملی کے ساتھ بہت آگے بڑھ چکے تھے۔ انھیں سکندر کی ضرورت نہیں تھی تو سکندر کو

کونسا ان کی ضرورت تھی اس کی بخت اور رے ہی اس کی فیملی تھی۔ اپنا سر جھٹک کر وہ مسکراتے ہوئے اپنی فیملی کی طرف بڑھا۔ رمشا نے اسے کچھ نہیں کہا وہ بھی جان گئی تھی یہ دُنیا ہے یہاں سب کچھ ایک ساتھ نہیں مل سکتا۔

•••••••••••••••••••••••

سکندر مسکرا کر کھڑا سامنے ٹی وی میں موجود لمبے چوڑے کڑیل حداد کو ستارہ امتیاز وصول کرتے ہوئے دیکھ رہا تھا۔ اس کے دل میں سکون ہی سکون تھا۔ وہ کسی کو اس کی زندگی لوٹا کر خوشی ہی محسوس کر رہا تھا۔ اسے یہ ساری شہرت' عزت اور لوگوں کا پیار نہیں چاہیے تھا۔ اسے بس انھیں خوشیاں بانٹنی تھیں جو اس کی طرح بہت عرصے سے محروم رہے تھے۔ اسے ان لوگوں کی محرومی ختم کرنی تھی۔ انھیں بے بسی سے باہر نکالنا تھا۔ اسے اپنا جیسا کمزور اور ٹوٹا ہارا نہیں بنے دینا تھا۔ ہاں وہ اعتراف کرتا تھا خود سے اپنی رے سے' اپنے جگری دوست حنان سے کہ وہ کمزور ہے۔ رشتے کے معاملوں میں وہ واقعی بہت کمزور تھا مگر یہی رشتے اسے ہر کڑے وقت میں مضبوط بھی بناتے تھے۔

اس کے ساتھ کوئی آ کھڑا ہوا وہ جانتا تھا کہ وہ کون ہے۔ گلابی کپڑے میں' وہ گلابی گالوں والی لڑکی اس کی سب سے بڑی خوشی تھی' اس کا فخر تھی' اس کی طاقت تھی اور اس کی کمزوری بھی تھی۔

زندگی میں اپنے فیصلے اور قانون کے خلاف جا کر اس نے اس لڑکی کو زبردستی اپنایا تھا لیکن یہ لڑکی اس کی نیکی کا صلاح بنے گی اس نے سوچا نہیں تھا۔

"کیا دیکھ رہی ہو؟" سکندر نے مسکرا کر بنا دیکھے اسے کہا۔

"دیکھ رہی ہوں کہ ارہا کے ڈیڈی اس وقت

دُنیا کے سب سے حسین ترین مرد لگ رہے ہیں جسٹ لائیک اینجل۔ مائی اینجل۔"

سکندر ہنس پڑا۔

"غلط کہہ رہی ہو میں تو ڈیول ہوں۔۔۔ کسی کو نہیں۔۔۔۔ ایک منٹ یہ ارہا کے ڈیڈی کون ہے؟"

رمشا بولتے ہوئے ایک دم ماتھے بل لا کر چونکتے ہوئے رمشا سے پوچھنے لگا۔ رمشا نے اپنا سر جھکا لیا۔ اس کا چہرہ سُرخ ہو گیا۔ وہ عموماً بہت کم شرماتی تھی لیکن جب اسے شرم آتی تھی تو وہ لال ٹماٹر کی طرح ہو جاتی تھی اور چھوٹی ہوئی ہنسی کو کسی طرح ہونٹ دبا کر قابو کرتی۔ سکندر اسے ہونقوں کی طرح دیکھتا رہا۔

"اُف اللہ آپ اتنے معصوم کیوں ہیں سکندر۔"

جب سکندر نے کچھ نہ کہا آگے سے تو رمشا ہنستے ہوئے بولی۔

سکندر اسے ہونقو کی طرح دیکھتا رہا پھر اس کو خیال آنے لگے۔بے بی رونا' رمشا کا اس سے دور ہونا' بیچارا خوش ہونے کے بجائے زرا پریشان ہو گیا۔رمشا کا تکلیف سے کانپتا چہرہ۔

"نہیں نہیں بے بی ایسے کیسے ہو سکتا ہے۔۔رے مذاق کر رہی ہو نا؟"

رمشا اسے گھور کر دیکھنے لگی۔

"کیا ہو گا ہے داود آپ کو خوش ہونا چاہیے اور آپ۔۔۔"

"بے بی یعنی کے ٹرامپلنگ۔۔۔او گاڈ رے کیسے ہو گا سب۔میں کیسے تمھارا چوبیس گھنٹے خیال رکھوں گا اور وہ بے بی تمھیں ہر وقت تنگ کرے گا۔میرا ابھی ٹائیم چھین لے گا۔او نو او نو میں کہی کا نہیں رہا میری تو ساری اہمیت ختم۔قرباقر بو تو وہ اب وہ ہو گا تمھارا۔"

"سکندر سکندر آپ اتنا ڈر کیوں رہے ہیں۔" رمشا ایک دم نروس ہو کر ہنستے ہوئے اس کے قریب آئی۔

"کچھ مائیں تو بچہ پیدا کرتے ہوئے مر بھی جاتی ہیں۔او مائی گاڈ باہر لے کر جانا ہو گا تمھیں ابھی تو ٹھیک ہوئی تھی تم۔"

"کریزی اولڈ مین کیا ہو گیا ہے آپ کو کیسی باتیں کر رہے ہیں۔"رمشا نے سکندر کے بازو کو زور سے ہلاتے ہوئے اسے اپنی طرف متوجہ کیا۔

"رے ایسا نہیں ہو سکتا یار۔میں تو اب گیا کام سے۔اُف ڈاکڑوں کا تو میں حشر کر دوں گا۔کیا کیا تم نے۔"

"توبہ اس موقعہ پہ تو ہر لڑکی کے ہزبنڈ خوش ہوتے ہیں آپ کو پریشانی ہو گئی ہے جائے میں آپ سے بات نہیں کرتی۔"

وہ ناراض ہو کر چل پڑی۔سکندر اس کے پیچھے گیا۔

"رے بات سُنو۔۔۔"

وہ کہتے ہوئے تیزی سے چل پڑی تو سکندر بھی اس کے پیچھے بھاگا تھا کہ ایک دم رُک گیا سامنے لگی صوفی' اپنی اور امی کی تصویر دیکھنے لگا۔

"میری بخت کا خیال رکھنا شیر و۔ تم اس کے بہت اچھے باپ بنو گے۔ تم میں وہ بات ہے۔ تمھیں پیار اور عزت دونوں کرنا آتا ہے۔ اور ہاں یہ بات میری یاد رکھنا تم دُنیا کے سب سے اچھے' پیارے شوہر بنو گے یہ میری پرڈیکشن ہے جو کہ سچ ہو گی۔ دِاود اس پہ اپنے آپ سے بھی زیادہ بھروسہ کرنا۔ اس کی عزت میں کوئی کمی آنے نہ دینا۔ اسے تم سے محبت کرنے پہ پچھتانا نہ پڑے۔ وہ تمھارے ساتھ سے کمزور اور دبو نہیں بلکہ بہادر' اپنے لئے لڑنے والی' ایک مضبوط لڑکی بنے۔ اس کی حفاظت اپنی جان سے بھی زیادہ کرنا اور اس جب محبت کرنا تو اپنے آخری سانسوں تک کرنا۔ مر جاو مگر اس کی عزت اور غرور کو توڑنا مت۔"

""وِش می گڈ لک صوفی۔ آئیم سوری۔"

اُداس بھری مسکراہٹ اچھالتے ہوئے وہ اپنی رے کی طرف بڑھا۔ جہاں وہ اسے تنگ کرنے کے لئے اکثر چھپ جایا کرتی تھی اور اپنے شیر و کو آزماتی تھی۔ شیر و بھی اس میٹھے بھرے ٹارچر کا عادی ہوتا جا رہا تھا۔ رے آہستہ آہستہ اس کا خوف' اس کا غیر ضروری بڑھک جانا کم کر رہی تھی حالانکہ ایسا رے کو لگتا تھا سکندر ویسا ہی تھا ایک انچ نہیں بدلا تھا بس وہ اپنی رے کی خاطر خود کو کنٹرول کرنے لگ گیا تھا وہ کنٹرول کرنا سیکھ رہا تھا۔ رے کی ایک ایک خواہش کو وہ کامیاب بنانے کی کوشش کرتا تھا اور اگرچہ وہ اس میں کامیاب ہوتا یا نہیں ہوتا تھا مگر اپنی رے کو ضرور یقین دلاتا تھا۔ رے کی مسکراہٹ' رے کی بڑھتے کنفیڈنس پہ صرف اپنے غصے کو قابو کرنا تھا تو کون سی بڑی بات تھی۔

••

•••••••••••••••••••••••••••••••••

رمشا نے جیسے ہی کروٹ لی اور اپنا بازو سکندر کی طرف رکھا مگر خالی بستر نے اس کی آنکھیں کھولنے پہ مجبور کر دیا۔ مندی مندی آنکھوں سے وہ اُٹھی۔

"یااللہ دِاود آپ تو مجھے کبھی نہیں اُٹھائیں گے۔"

خود سے بڑبڑاتے ہوئے وہ بستر سے اُٹھی اپنے سامنے والے کمرے کو دیکھا جو کہ حسبِ توقع بند تھا۔ جب کبھی ارہا روتی تھی' اسے بھوک لگتی تھی' یا اسے چینج کی ضرورت پڑتی تو رمشا کے بجائے ہمیشہ سکندر اُٹھتا تھا۔ جو کام رمشا کو کرنے چاہیے تھے وہ پورے پانچ مہینے سے سکندر ہی کرتا آ رہا تھا۔ مجال ہے کہ اپنی بیٹی کا ایک بھی کام رمشا کو کرنے دیا ہو۔

وہ تو الٹا کہتا تھا کہ اسے اس کام کی نالج زیادہ کیونکہ اس نے بختاور کو پالا ہے اور تو اور ہزار کتابیں اس نے بیبیز کے حوالے پورے نو مہینے پڑھ ڈالی۔ اگر بے بیز پہ پی ایچ ڈی کہا جائے تو زیادہ بہتر ہو گا۔ رمشا نے دروازہ احتیاط سے کھولا تو اندر جھانکا ارہا کے روم کے درمیان پڑا راکنگ چیر پہ بیٹھا سکندر ارہا کو اپنے سینے سے لگائے سو چکا تھا۔ رمشا کے چہرے پہ بڑی گہری مسکراہٹ آئی۔ سکندر کے بال الجھے ہوئے تھے (ارہا اکثر اپنے بابا کے بال کھینچا کرتی تھی یہ اس کا پسندیدہ کام تھا) کالے شلوار قمیض کے اوپری بٹن کھلے ہوئے تھے۔ اس کی آنکھوں کے نیچے گہرے حلقے تھے۔ وہ ارہا کے بعد مجال ہے صحیح سے سویا ہو مگر پھر بھی وہ بہت زیادہ پیار الگ رہا تھا۔ باپ کے روپ میں تو ایک الگ ہی بات تھی۔ دروازے کے ساتھ لگی وہ مسمرائز ہو کر سکندر کو دیکھ رہی تھی پھر اسے اس پر ترس آیا۔ آگے بڑھ کر وہ ارہا کو اُٹھانے کے لئے بڑھی کہ سکندر کی تیزی سے آنکھیں کھلیں۔

"تم کیوں اُٹھ گئی؟ یہ سو گئی تھی۔"

وہ بہت آہستگی سے ارہا کا سر اور کمر پکڑتے ہوئے اُٹھا۔ رمشا پیچھے ہوئی۔

"مجھے دے دیں۔ ویسے بھی صبح کے چھ بج رہے ہیں۔ اس نے آدھے گھنٹے کے بعد ویسے بھی اُٹھ جانا ہے۔"

"نہیں اسے سونے دو رات بھر صحیح سے نہیں سوئی اور تم تو ابھی سوئی ہو ویسے بھی تمھیں تنگ کرے گی اور میں نہیں چاہتا یہ تمھیں زرا سا بھی کچھ کہے۔"

جی ہاں سکندر کو جتنا اپنی بیٹی سے پیار تھا اتنا رے کے حوالے سے اسے اکثر ٹرامپل بھی کر جاتے تھے وہ بھی نہ چاہتے ہوئے بھی۔ (سکندر بھا اور ان کی ٹرامپلنگ سیشن)

دھیمی آواز میں بولتا وہ کریب کے پاس آیا اور اسے احتیاط سے لٹایا۔

"ارہا کے بابا پلیز جا کر سو جائیں اور یہ کیا کیا اس نے آپ کی قمیض کا۔" رمشا مسکرا کر کہتے ہوئے سکندر کی قمیض کی طرف اشارہ کرنے لگی جہاں پہ پاوڈر گرا ہوا تھا۔

"مجھے رے کا داود بولا کرو یہ کیا نام ڈال دیا ہے تم نے۔"

سکندر نے اسے گھورا۔ رمشا ہنس پڑی۔

"آپ کو دِاود نام تو سخت بُرا لگتا ہے اور یہ کیا دوہری شخصیت بنالی کبھی بیٹی آپ کی سب کچھ ہوتی کبھی آپ کی ٹرامپلنگ کی وجہ۔"

ارہا کے ہاتھ زرا سے ہلے۔

"باہر چل کر بات کریں رے۔اس کی نیند بہت کچی ہے میں نہیں چاہتا میری پرنسس ابھی اُٹھ جائے اور اس پرنسس کا سبب تم ہو اس کے شور سے تمھارا مائیگرین بھی بڑھ سکتا ہے۔"

اللہ!

رمشا نے اپنی آنکھیں گھمائیں اور کریب پر جھک کر ارہا کا ماتھا چوما۔وہ ہلکہ سا کسمائی۔گلابی رنگ' سکندر کے ہو بہو نقش ۔سکندر کی طرح کالے گھنے بال' گھنے بھنویں بس رمشا کے ہونٹ اس پہ گئے تھے باقی وہ پوری کی پوری سکندر کی کاربن کاپی تھی۔

وہ کمرے میں آئی تو سکندر اپنی گردن دبا رہا تھا۔بیڈ پہ جانے لگا کہ رمشا نے اس کے کندھے پہ ہاتھ رکھا۔

"بیٹھیے!!! کندھے دباؤں۔اب سے یہ ماوں والا رول ختم ہو جانا چاہیے۔اب تو بیچارے لوگ بھا کی شکل دیکھ کر ترس گئے ہیں اور میں وعدہ کرتی ہوں آپ کو پوری توجہ دوں گی۔ارہا سے پہلے آپ میری پہلی پراوریٹی ہونگے۔یہ تو غلط بات ہوئی ناوہ آپ کی فیورٹ ہو جائے گی اور مجھے تو وہ پوچھے گی نہیں۔" سکندر ہنس پڑا۔

"تم میری فیورٹ ہو نا رے بس تمھیں بس سکندر چاہیے اور کچھ نہیں۔"

You're to much extraاچھا اب بیٹھیے۔"

سکندر بنا چوچراں کیے بیٹھ گیا واقعی وہ خود کو بہت تھکا ہوا محسوس کر رہا تھا ورنہ وہ رے کو کبھی نہ کہتا اس کے کندھے دبانے کو۔رمشا اس کے پیچھے گھٹنے کے بل بیٹھی۔

"اب تو دل ہی نہیں کرتا کہیں جاوں' کسی سے لڑوں' کسی سے اونچی آواز میں بات کروں۔اپنا رعب تو جیسے پرنسس کے آنے کے بعد بھول ہی گیا ہے۔"

"واہ جب میں کہتی تھی کہ یہ خطرناک رول چھوڑ دیں تب نہیں مانے۔بیٹی کی وجہ سے اب محسوس ہونے لگا کہ اب جو کام کر رہے وہ کسی خطرے سے کم نہیں ہے۔

میرے بیچارے ماموں' حنان بھائی منتے کرتے رہے لیکن کی اپنی کی اپنی۔اب تو کرناپڑے گا ملک کا معاملہ ہے۔"

سکندر ہنس پڑا۔اس نے رمشا کا ہاتھ پکڑا اور اسے احتیاط سے کھینچ کر اسے اپنے گود میں بیٹھایا اس کا ماتھا چوم کر بولا۔

"کبھی کبھار دل کرتا ہے یہ سارا مشن یہ ساری ڈیوٹی چھوڑ کر تم دونوں کو لے کر یہاں سے بہت دور چلا جاوں مگر صوفی کا چہرہ مجھے ہمیشہ روک دیتا ہے۔مجھے آگے بڑھنے نہیں دیتا۔بُرائی کی شکل میں یہ اہم کرنا اب میرے خون میں شامل ہو گیا ہے۔اس سے میں پیچھے ہٹ نہیں سکتا رے۔ہاں اس کا اثر میں تم دونوں پہ نہیں پڑنے دوں گا۔جیسے بختاور پہ پڑنے نہیں دیا۔میری زندگی میں نہ صرف صوفی کی روح کو سکھ چین دینا ہے بلکہ تم دونوں کو عزت' محبت اور تحفظ دینا ہے اور یہ مرتے دم تک کرنا ہے۔"رمشا مسکرائی اپنی پیشانی اس کی ساتھ ٹکرا کر اس کی ناک کو چھوا۔

"آئی نو مائی جینٹل مین کروک یو ر دی بیسٹ اور مجھے تم پر فخر ہے۔" سکندر کھل کر مسکرایا۔جھک کر اسے پیار کرنے لگا کہ ارہا کے رونے پہ دونوں نے اُف کہا!!!

"اب مجھے یہ لڑکی بُری لگ رہی ہے۔"

سکندر کو غصہ آیا۔رمشا نے اسے گھورتے ہوے انگلی دکھائی۔

"خبر دار آپ نے میری بیٹی کو بُری کہا۔توبہ بیٹی پہ ایک طرف جان چھڑکتے ہیں دوسری طرف پتا نہیں بیٹا ہوتا تو کیا کرتے ۔"

"اسے سبق سکھاتا۔یہ بچے کہا تھا نا ہم ایسے ٹھیک ہیں۔"وہ بیچارگی سے بولا۔

"نہیں ہم ایسے مکمل ہیں۔"

رمشا نے مسکرا کر اسے گال پہ ہولے سے ہاتھ مارا اور اُٹھی۔سکندر نے اس کا ہاتھ پکڑا۔

"بیٹھو میں دیکھتا ہوں۔"

"نو وے۔"

"رے۔"

"سکندر!"

دونوں ہی اس کے رونے پہ بھاگے اور ساتھ میں ایک دوسرے کو روکا بھی۔

....

"ارہا کو ٹھیک سے پکڑو!! صحیح سے پکڑنا نہیں آتا۔"

ارہا کے باول کو اچھی طرح صاف کرتے ہوئے اس نے حداد کو دیکھا جس نے ارہا کو ایک بازو میں پکڑے اسے اپنی کمر سے لگائے اس مسکرا کر دیکھ رہا تھا۔ فوجی ہیر کٹ اور ہلکی سی شیو میں حداد کافی بدلے ہوئے روپ میں دکھائی دے رہا تھا۔

سکندر کی بات پہ حداد نے اپنی آنکھیں گھمائیں۔

"ٹھیک سے پکڑا ہے میں نے۔ تمھیں کہا تھا کہ میں اس کا سیرِ لیک بنا دیتا ہوں مگر اپنے ہاتھ کے علاوہ تو تمھیں کوئی تسلی ہوتی ہی نہیں ہے۔ کیوں ارہا؟"

ارہا منہ میں انگلی ڈال کر کھلکھلائی۔ پیلے سن ڈریس اور کالے بالوں میں ہیر کیچ پہنے وہ سکندر کی شہزادی لگ رہی تھی۔

"ارے واہ آج ارہا صاحبہ اپنے نانا کے ساتھ۔ بھا صاحب نے اجازت کیسے دے دی۔"

حنان پولیس یونی فورم میں ملبوس کچن میں داخل ہوا تو سکندر کو کام کرتا ہوا اور حداد کو ارہا کو پکڑے دیکھ کر اسے چھیڑے بغیر نہ رہ سکا۔

"اب تم نے مجھے اس بچی کا نانا کہا حنان تو تمھاری گردن مڑور دوں گا یا سیدھا شوٹ کر دوں گا۔"

بیچارا بولتا اونچی آواز میں تھا تو لگتا تھا کہ دھاڑ رہا ہو۔ ارہا ایک دم گھبرا گئی مگر تھی وہ سکندر کی بیٹی زرا جو روئی ہو۔

"حداد!!!"

سکندر نے اسے تنبیہ نظروں سے دیکھا۔

"میری بیٹی کے سامنے اس طرح اونچی آواز میں باتیں نہیں کرو گے تم دونوں سمجھے!!! "

اس نے چمچ سے سیریلیک کا پیسٹ بنایا۔

"میں کیا کہہ رہا ہوں یہ جو تمھارا ہونے والا داماد ہے ازل سے بد تمیز انسان ہے۔ لاؤ میری بھتیجی کو دو۔"

حداد نے گھور کر ناچاہتے ہوئے حنان کو ارہا پکڑائی۔ حنان نے ارہا کے گال چومی۔

"ویسے یار ایسے کام مت کیا کرو ورنہ آگے جا کر عینہ مجھ سے ایسی توقع لگا کر بیٹھ جائے گی جو کہ میں پوری نہیں کر سکوں گا"۔

"گن ہوسٹلر سے گن نکالو اور لاؤ دو کسی کو طریقے سے بچہ اُٹھانا بھی نہیں آتا ایسے وہ الٹی بھی کر سکتی ہے۔"

سکندر نے تیزی سے کہا اور ارہا کو احتیاط سے پکڑا جیسے وہ کرسٹل کی ہو۔

"توبہ ہم تو بھول گئے بچوں کے ایکسپیرٹ ہو تم۔ میں نے تو فیصلہ کر لیا کہ میرے بچے کو تم ہی پالا نہ۔ بہت اچھے نینی ثابت ہو گے۔"

سکندر نے ارہا کو بے بی سیٹر پہ بیٹھایا اور اس کو بب پہنا کر گھورتے ہوئے دیکھا۔ اب بیٹی کے سامنے وہ اس کا منہ بھی نہیں توڑ سکتا تھا نہ غصے سے کچھ کہہ سکتا تھا۔ حداد ہنس پڑا' سیپ کرسٹل کے کہ باول سے اُٹھا کر کھانے سے پہلے بولا۔

"رہنے دو حنان ورنہ تمھارے بچے تمھیں بھول کر اس کو اپنا سب کچھ مان لیں گے۔ بلکہ اپنی ماں کو چھوڑ کر اسے ماما بلانے لگ جائے گے۔ یہ سب کی ماں بن کر انھیں پالے گا اور ان کو بگڑا ہوا بنا دے گا۔"

اب کی بار حنان اور حداد قہقہ لگا کر ہنس پڑے۔ سکندر نے ان دونوں کو اپنی بھاوالی نظروں سے دیکھا۔ تو دونوں کو اپنی ہنسی کو روکنے پڑی بلکہ حنان نے تو باقائدہ گھورا حداد کو۔

"ابھی ریکارڈنگ بھیجتا ہوں اپنی بخت کو وہ بیچاری جو تھوڑا بہت تمھارے لئے راضی ہو رہی ہے یہ بات سُن کر تو فوراً انکار کر دے گی۔"

"جیسے میں اس کا انکار سُن لوں گا۔ مجھے دھمکی مت دیا کرو۔"

"اگر میری بیٹی اس وقت موجود نہ ہوتی تو تم دونوں کے منہ توڑ دیتا باہر نکل جاؤ تاکہ سکون سے میں اپنی بیٹی کو کھانا کھلا سکوں۔"

"ڈیوٹی کرنی ہے بھا صاحب کے ساری زندگی بس بیٹی کے نخرے اُٹھاتے رہو گے تاکہ وہ کل کو کسی اور کے بال نوچے۔"

حداد کی بات پہ وہ ہنسا۔ ارہا باپ کو دیکھ کر فوراً تالی مارنے لگی۔ سکندر اس کے خوش ہونے پہ مزید کھل کر مسکرایا اب تو آنکھوں میں چمک بھی آگئی۔ اس کا سر چومتے ہوئے بولا۔

"ڈیوٹی سے پہلے میری بیٹی کا خیال رکھنا ضروری ہے اور ظاہر ہے کسی ایرے غیرے کی نہیں بھا کی بیٹی ہے۔ میری رے کا عکس ہے۔"

"بیچاری ماں کو تو بھی ڈیوٹیز نبھانے کا موقعہ دو یار ورنہ عینہ میرے بال نوچے گی۔"

"اس سے میں وعدہ کر چکا ہوں کہ حنان تمھارا ساتھ بالکل دے گا اور تمھیں اکیلا نہیں چھوڑے گا اگر اس نے ایسا نہ کیا تو میں اس کی ٹانگیں توڑ دوں گا تم آج جہاں پر ہو میری وجہ سے ہو۔" حداد نے مسکراہٹ دبا کر حنان کو دیکھا جس نے خنخوار نظروں سے سکندر کو دیکھا۔

"بہت شکریہ جتانے کا وہ بھی اتنے عرصے کے بعد۔"

"منشین ناٹ پرنسس اور تو نہیں کھانا۔اب چلو ماما کے پاس لے کر چلتے ہیں۔ تم لوگ نکلو میں جاوید کے ساتھ آوں گا۔

"اس نے دس بارہ چمچ کھلانے کے بعد اس کا منہ صاف کرتے ہوئے کہا۔

"لو جی اگر ایسا تھا تو ہم کسی خوشی میں آئے۔"

"بس میری بیٹی سے ملنے اس لئے۔" اسے سیٹر سے نکالا کر اس نے ایک نظر ان کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"ماما مجھے تو سکندر مجال ہے کہ کوئی کام کرنے دیں۔ سارا کام انھوں نے ارہا کے لئے ہوئے ہیں۔ کسی کے ہاتھ سے تسلی ہی نہیں ہوتی جب تک ارہا کا یا میرا کوئی کام نہ کرے گھر سے نکلتے نہیں۔ چلیں ایک مہینہ تو سمجھ آتا یہ پانچ مہینے مسلسل وہی روٹین کہی بیمار نہ ہو جائیں۔"

"ایک کام کرو مشی تم اور ارہا کراچی آجاو اس طرح سکندر بھی پُرسکون ہو جائے گا اور زرا روٹین سے ہٹے گا تو نارمل ہو گا "۔

"پچھلے پانچ مہینے سے بول رہی ہوں لیکن بہت بڑا' نو' ملتا ہے۔ وہ الٹا کہتے ہیں کہ امی یہاں پہ آجائے مگر میں اور ارہا بالکل یہاں سے کہی نہیں جائے گے جمال ماموں کے گھر بھی بامشکل جانے دیتے ہیں وہ بھی حداد ماموں کے اصرار پر۔"

"بات کر کے دیکھو نا بیٹا یا میں بات کرتی ہوں کب سے ترس گئی ہوں میں۔"

"اچھا اچھا ٹھیک ہے (اس نے مڑ کر دیکھا سکندر ارہا کو پکڑے مسکرا کر بھنویں اچکا کر پوچھا' کون ہے؟")

میں بات کرتی ہوں داود سے۔ نہ مانے تو آپ سے بات کرواوں گی اللہ حافظ۔"

"ناشتہ ہو گیا اب بس !!! لائے اسے مجھے دیں۔ مجھے تو یہ ڈر ہے کہ یہ آپ سے اتنا اٹیچ اور آپ کے اتنی عادی ہو جائے گی کہ یہ اپنی ماں کو بھول جائے گی۔"

رمشا نے اپنی بیٹی کو سکندر سے لیا اور اسے پیار کرتے ہوئے سکندر سے کہا۔ سکندر نے اسے گھورا۔

"ایسا تمھیں لگتا ہے میں ہونے دوں گا۔بس میں تمھیں تنگ نہیں کرنا چاہتا۔یہ نہیں ہے کہ اسے تم سے دور کر رہا ہوں۔ رے تم نے نو مہینے سفر کیا ہے۔اس کے بعد تمھارا وہ درد ڈیلیوری کے ٹائم مجھ سے دیکھا نہیں گیا۔تم نو مہینے نہ صحیح سے کچھ کھا سکی' نہ سو سکی۔ایک ایک منٹ بعد تمھاری ایسی حالت ہو جاتی تھی کہ مرنے کے قریب ہو جاتا تھا۔بس فیصلہ کیا کہ جیسے ہی بے بی ہو گا تمھیں کوئی ٹینشین نہیں دوں گا۔"

"اُن دنوں آپ نے میرا بہت خیال رکھا ہے داود بلکہ آپ تو ہمیشہ رکھتے ہیں لیکن آپ بھی میرے ساتھ جاگے رہے۔ میرے ساتھ خود بھی کچھ نہیں کھایا۔طبیعت میری خراب ہوتی تھی تو حالت آپ کی بھی کم نہیں بگڑتی تھی۔اس لئے اب بس اپنے نارمل روٹین پہ آئے اس کے لئے مجھے ممی کے پاس جانے دیں۔"

اس نے معصوم بلی کی طرح آنکھیں نکال کر سکندر سے فرمائش کی۔سکندر کے ماتھے پہ بل آ گئے۔ارہا نے رمشا کی گردن میں منہ دے دیا تھا اور بلی کی طرح آوازیں نکالنے لگی تھی۔

A big fat ' NO '

سکندر کی بات سُن کر رمشا نے اپنی آنکھیں گھمائیں۔

"پلیز ارہا کے پاپا۔"

"نو بھئی میں مشکل سے تمھیں تمھارے ماموں کے گھر جانے دیتا ہوں وہ پورا ٹائم میں فکر میں گزار دیتا ہوں اور تم کہہ رہی ہو کراچی اور وہ بھی ظاہر ہے ایک دن کے لئے تو ہرگز نہیں ہو گا۔"

"سکندر ایک مہینہ کی تو بات پت پلیز مجھے ماما کے پاس جانا ہے بابا بھی مس کر رہے ہیں مجھے۔"

سکندر کے چہرے پہ ڈروانے تاثرات آ گئے جیسے رمشا نے ناممکن سی بات کہہ دی ہو۔

"سوری نو نیور آنٹی کی ٹکٹ میں بک کرواتا ہوں وہ یہاں پہ آ جائے مگر تم وہاں پہ نہیں جاوگی۔حالات ہیں کراچی کے۔"

سکندر کا فون کچن کاؤنٹر پہ بز ہو رہا تھا۔جب کچن سے نکلتے ہوئے حدادرُک گیا مڑ کر دیکھا تو بنا سوچے سمجھے فون کی طرف آیا ۔فون کو دیکھا تو بختاور کی تصویر آ رہی تھی۔یہ اس کی نئی تصویر تھی۔اس کے بال کافی چھوٹے ہو گئے تھے' اس نے گلے میں بلیک فر والا سکارف پہنا ہوا تھا۔چہرے پہ گہری مسکراہٹ تھی مگر آنکھوں میں عجیب سی اُداسی تھی۔وہ کافی بدلی ہوئی

دکھائی دے رہی تھی مگر حداد کو ویسے ہی پرانی بخت دکھی۔اس کی تصویر کو حسرت بھری نگاہوں سے دیکھتے ہوئے اس نے فون اُٹھالیا۔

"ماماbubbaتو پیلے ڈریس میں سُن فلاور لگ رہی ہے مگر کچھ زیادہ موٹی ہے آپ کی بیٹی میں لارج سائز بھیجا تھا مگر اسے وہ بھی تنگ۔اللہ اس کے گال میرا دل کرتا فوراً ٹکٹ بک کرواو اور اُڑھ کر پاکستان آجاوں۔"

"تو آجاو۔"

گھمبیر آواز میں بولتا وہ لندن کی سٹریٹ میں چلتی بخت کو ساکت کر گیا تھا۔

"پورا سال ہوگیا بخت اب تو آجاو انتظار بہت مشکل ہے میرے لئے۔" حداد گہرا سانس لیتے ہوئے بولا۔اس کے لہجے میں درد تھا۔وہ دور سے محسوس کر سکتی تھی۔زور سے سر جھٹک کر اس نے خود کو ڈپٹا اور بنا کسی احساس کے اسے سُنتے گئی۔

"آآپ۔۔۔آپ کو فون۔۔۔"

"کب تک مجھے سزا دیتی رہو گی بخت۔جانتی ہو ایک سال میں کتنے عذاب میں رہا۔ہر گزرتی رات میرا گلٹ بڑھتا جاتا ہے کہ آخر میں نے تمھیں دھوکہ کیوں دیا حالانکہ میری نیت بُری نہیں تھی بخت۔میں یہ سب کرنے پہ مجبور تھا۔اگر تم کہتی ہو کہ سکندر کے آگے جھک جاوں تو وہ بھی کر لوں گا پہلے ہی اس کے احسان تلے دبا ہوں اس سے پیر پکڑ کر معافی بھی مانگ چکا ہوں دوبارہ تمھارے سامنے ہزار بار کروں گا جانتا ہوں اس کی نیکی کے آگے بہت کم ہے لیکن جب تک تم راضی نہیں ہو جاتی میں یہ کام کروں گا مگر اب پلیز واپس آجاو۔"

بختاور کی آنکھیں نم ہو گئیں مگر جب بولی تو آواز اس کی بڑی مضبوط تھی۔

"آپ نے تو کہا تھا آپ ساری زندگی میرا انتظار کریں گے ابھی سے تھک گئے۔"

"تھکا نہیں ہوں بخت عذاب میں ہوں کہنا آسان تھا مگر اس سب سے گزرنا بے حد کھٹن ہے لیکن فکر مت کرو میں انتظار کروں گا۔تمھارے لئے ضرور کروں گا۔"

بختاور نے آگے سے کوئی جواب نہیں دیا اور فون کاٹ دیا۔حداد نے آنکھیں زور سے میچ کر بند فون کو دیکھا پھر رکھنے لگا کہ سکندر کے فون پہ میسج آیا۔

"ماما میری بکنگ کر دیں۔ میں بابا سے ملنا چاہتی ہوں۔" حداد کے چہرے پہ گہری مسکراہٹ آگئی۔ ایک کالی آنکھ اس بات پر چمک اُٹھی۔ تو بلا آخر وہ اس کا انتظار ختم کر رہی تھی۔ وہ ابھی بھی اسے اتنا ہی چاہتی تھی جتنا کہ سال پہلے۔

"تھینک یو بختاور۔"

فون کو بند کر کے وہ سوچتے ہوئے سامنے لوگوں کے ہجوم کو دیکھنے لگی۔ وہ اس وقت پکڈیلی سرکس میں تھی۔

"میں جانتی ہوں آپ بہت مجبور تھے حداد لیکن میں آپ کو تب تک معاف نہیں کروں گی جب تک آپ کو احساس نہ ہو جائے کہ عورت کا دوسرا نام قربانی تو ہے مگر میری ڈکشنری میں اس کا دوسرا نام مضبوطی ہے' بہادری اور عزت ہے۔ میں نے جھکنے کی غلطی کی تھی۔ اب آپ کو جھکنا ہو گا۔"

اس نے ایک دن حداد کی تصویر کو گھورتے ہوئے خود سے یہ کہا تیا۔ اس بات پہ وہ ابھی تک قایئم تھی۔ وہ واقعی حداد کو آزمانے آرہی تھی اس کو بخشنے نہیں لیکن دل کہہ رہا تھا اچھا مذاق کر رہی ہو۔

••••••••••••••••••••••

"اگر آپ کی بیٹی بھی کہیے تب بھی نہیں مانے گے۔"

رمشا نے ارہا کا ہاتھ سکندر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"نہیں!!! "

رمشا نے منہ پھولا لیا۔ ارہاں کے پھولے ہوئے چہرے کو دیکھ کر اپنی انگلی سے اس کے ہونٹ چھونے لگی۔

"پلیز۔۔۔۔۔۔"

"سوری! میں اب جا رہا ہوں۔ اس کو ٹائیم سے کھانا کھلا دینا اور خود بھی ٹائیم سے کھانا کھا لینا خبر دار ڈائیٹنگ کی چکروں میں پڑی۔"

اس کو پیار کرتے ہوئے اس نے ارہا کا ماتھا چوما اور گھڑی پہن کر وہ نکل پڑا۔

"تمھارے ڈیڈی اتنے ان ریزنیبل کیوں ہیں؟ بولو!! بتاؤ!! " وہ بیٹی کو گدگداتی ہوئے اس کے گال پاگلوں کی طرح چومتے ہوئے بولی۔

رمشا کا اس کے بیس منٹ بعد فون بزہوا۔ اس نے فون چیک کر دیکھا۔ سکندر کا مسیج آیا تھا۔

"پیکنگ کر لینا بس صرف ایک ہفتہ !!!! "

رمشا کا حیرت سے منہ کھل گیا۔

"یہ سکندر نے ہی مسیج کیا ہے۔ایسا تو ہو نہیں سکتا۔"

"اس بار تمھاری ممی نے مجھے ٹرامپل کیا ہے۔"

اس نے بے یقینی سے سکندر سے فون کرتے ہوئے کنفرمیشن لینی چاہی تو سکندر نے بگڑتے ہوئے کہا۔

"ارے میری ممی تو بڑی تیز نکلی کیا کہتی ہیں۔"

"کہتی ہیں کہ میں نے ان کی بیٹی کو اتنا عرصہ ان سے جدا کیا ہے۔اگر میں ان کی جگہ خود کو رکھ کے سوچتا تو کیا کیفیت ہوتی۔"

رمشا ہنسی۔

"کیا ہوتی؟"

Worse

"میں تو پاگل ہو جاتا۔دنیا کو تہس نہس کر دیتا۔اس لئے سوچا کہ اتنا تو حق بنتا ہے ان کا ویسے بھی ہمیشہ کے لئے ان کو تم سے چھین لیا۔"

"بچو وہ وقت دور نہیں جب ارہا کو کوئی آپ سے چرا کر لے جائے گا۔"

"فضول مت بولو رے !!! میں کسی کو نہیں دوں گا۔اور کوئی سکندر بھا سے لینے کی کوئی جرات بھی نہیں کرے گا۔وہ ساری زندگی ہم دونوں کے ساتھ رہے گی۔اب رکھو ورنہ میں اپنا ارادہ بدل دوں گا۔"

"ٹرامپلنگ گائے !!! "

"اچھا رے؟"

"ہوں۔"

"تم کس کی ہو۔"

"میں !! "

"ہاں تم" وہ شرارت سے مسکرایا۔

"میں..."

"مس ایسے شخص کی ہوں جو ایک بیسٹ ہے' میری بیٹی کا باپ ہے اور آخر میں وہ میرا جینٹل مین سنر ہے۔"

"قرباقربورے۔" وہ یہ لفظ سُن کر ہنس پڑی۔اُف سکندر ایک بار ہی یہ لفظ ٹھیک سے بول پایا تھا اس کے بعد سے اس کے منہ سے ہمیشہ اس نے قرباقربو ہی سُنا تھا۔اس کا معصوم سا شیرو۔

"شیرو!! " سکندر فون رکھنے لگا تو رمشا نے اسے روکا۔

"جی جانِ شیرو۔"وہ تو اس کے روکنے پر فدا ہو گیا۔

"تم واقعی ہمیں جانے دے رہے ہو یا میں اُمید رکھوں کہ تم وہاں ہو گے۔"

"یو نو ویری ویل لیڈی۔"

رمشا سمجھ گئی وہ ضرور وہاں پہنچ جائے گا وہ ان دونوں کے بغیر تو بالکل نہیں رہ سکتا تھا یہ نہیں تھا کہ وہ تنگ نظر تھا۔بس وہ ان کو کھونے سے ڈرتا تھا اور رمشا کو یہ ڈر دل و جان سے بھی زیادہ پیارا تھا۔

¥¥¥¥¥¥¥¥¥¥¥¥¥¥¥¥¥¥¥¥¥

وہ بختاور کو لینے ایر پورٹ آیا تھا۔اسی جگہ جہاں وہ اسے چھوڑ کر گئی تھی۔ سکندر سے اس نے منت نہیں کی تھی اس لے کر آنے کی بلکہ سیدھا کہا تھا اور یہ بھی کہا تھا کہ وہ اکیلے جائے گا سکندر کی ڈیوٹی اب ختم۔اب بختاور اس کی ذمہ داری تھی۔ سکندر نے اسے آنکھیں دکھائیں تھیں مگر کچھ کہا نہیں تھا۔اسی نے بختاور کے لئے حداد کو چُنا تھا۔حداد سے بہتر کوئی آپشن ہی نہیں تھی۔وہ واقعی اس کی بھانجی سے سچی محبت کرتا تھا۔بختاور کی چوائس صوفی جیسی نہیں تھی۔ایر پورٹ پہ کھڑا وہ پھولوں کے بجائے ایک ہاتھ میں پوسٹر پکڑے موجود تھا جسے اس نے رول کیا تھا۔دوسرے میں اس کا فیوریٹ برگر کا چھوٹا سا پیپر بیگ پکڑا ہوا تھا۔۔بختاور کے معاملے وہ واقعی الگ ثابت ہوا تھا۔وہ رومینٹک سے زیادہ کیرنگ تھا۔یہی تو ادا اس کی مختلف تھی۔

بختاور ٹرالی گھسیٹتی ہوئی اسے اِرائیول ڈیپارٹمنٹ سے نکلتی دکھائی دی۔پنک اینڈ پرپل سٹائلش ڈریس میں وہ بیحد مختلف مگر پیاری لگ رہی تھی۔

حداد اسے دیکھ کر کھل کے مسکرایا۔اس نے پوسٹر کھول کر دونوں ہاتھوں میں پکڑا۔بختاور اس کے نئے لک پہ اسے پہچان نہ پاتی مگر چونکہ وہ پوسٹر کھول چکا تھا اس لئے وہ اس کی طرف فوراً متوجہ ہو چکی تھی۔وہ حداد کی پرانے حلیے والی تصویر تھی ۔اس پر بڑا سا ریڈ کراس لگا ہوا تھا اور نیچے سفید حرف میں لکھا ہوا تھا۔"سوری"۔اب بختاور دیکھ چکی تھی بس اس نے جلدی سے پوسٹر فولڈ کر دیا۔مزید وہ کسی کو اپنی طرف متوجہ نہیں کرنا چاہتا تھا پہلی ہی بخت کو منانے کے لئے ایسی بونگی حرکت کر چکا تھا۔

"کیسی ہو؟"وہ اس کے سامنے آیا۔

بختاور اسے اگنور کر کے اپنے ماما کو تلاش کرنے لگی۔

"بخت پہچانا نہیں ڈاکٹر کو۔" وہ ابھی بھی مسکرا رہا تھا۔وہ اب کچھ زیادہ ہی مسکرانے لگا تھا۔

"سوری میں آپ کو نہیں جانتی۔"

وہ نروٹھے پن سے کہتے ہوئے آگے چلنے لگی کہ حداد نے ٹرالی پکڑ کر اسے روکا۔

"تمھارے ماما نہیں آئے۔ان کو ڈھونڈنا بند کر دو۔"

وہ کہتے ہوئے پوسٹر ٹرالی میں رکھ چکا تھا اور اسے بر گر والا بیگ دیا۔بختاور اسے تیز نظروں سے دیکھنے لگی۔

"او مجھے اس لئے غصے سے دیکھ رہی ہو کیونکہ میں نے حلیہ بدل لیا ہے۔کوئی بعد نہیں اب تم آگئی ہو میں پھر سے ویسی ملنگ بابا بن جاوں گا۔اب چلیں۔"

"میری بلا سے آپ چھلے ہوے الو بن جائے' یا وحشی ریچھ مجھے کوئی فرق نہیں پڑتا۔"

وہ کہتے ہوئے آگے چلنے لگی۔حداد دھیمے انداز میں ہنسا۔

"یہ لڑکی کبھی نہیں بدلے گی۔"لیکن حداد چاہتا بھی نہیں تھا کہ یہ بدلے۔یہی ادا حداد کو اس کی بھاتی تھی۔

اس کی بخت اس کے لئے واپس آگئی تھی۔اب اس کو منانا کونسا مشکل تھا۔جب یہاں تک لے آیا تو پھر اپنا بھی بنا کر رہے گا ۔وہ مسکراہٹ دباتے ہوئے اس کے پیچھے چلنے لگا۔

جیسے ہی گاڑی سکندر ولا کے اندر داخل ہوئی۔بختاور کچھ بھی کہے بنا اُتری۔حداد کی مسکراہٹ ویسے کی ویسے تھی۔بخت اپنا بیگ کندھے کے ساتھ لٹکاتے ہوئے' پیچھے ڈگی کی طرف بڑھی۔حداد بھی اسی وقت باہر نکلا۔

"ارے میڈم تم اندر جاؤ سب انتظار کر رہے ہو گے میں سامان لے جاوں گا۔" بخت نے اسے سرد نظروں سے دیکھا اور ڈگی کھول کر اپنا بیگ نکالنے لگی۔ حداد نے اس کی مدد کرنا چاہا مگر بخت نے ہاتھ اُٹھا کر اسے اشارہ کیا کہ رُک جائے۔

"اوکے یو کیری آن اگر تمھارے ماما نے کچھ کہا تو مجھے نہ کہنا۔"

"بچے۔"

سکندر کی آواز پر حداد نے جہاں اپنی آنکھیں گھمائیں وہاں بختاور نے مڑ کر دیکھا سکندر گرے شرٹ اور بلیک پینٹ میں اپنی ڈیشنگ پرسنالٹی سمیت کھڑا' ارہا کو پکڑے اسے مسکرا کر دیکھ رہا تھا۔ حداد نے اپنے دانت پیسے کمینہ ہر جگہ میدان فتح کر لیتا ہے۔ اس کے لئے کچھ چھوڑتا نہیں ہے۔ بختاور کے چہرے پہ مسکراہٹ پھیلی اور بیگ چھوڑ کر بھاگتے ہوئے بولی۔

"اومائی گاڈ یہ ہے موٹو سی جان جسے آپ ہر وقت ٹرامپل کرتے ہیں۔ اللہ کتنی پیاری ہے لائے میری کزن دیں۔" اس نے تو ارہا پہ باقائدہ حملہ کر دیا تھا۔ سکندر ہنسا۔

"ابھی بھی اسے ٹرامپل کر کے آیا ہوں میری بیوی چھین لی تھی آج تو میرے ہاتھ آ نہیں رہی تھی۔ میں بھی اسی کا باپ تھا ابھی اُٹھا کر یہاں لے آیا مجھ سے تو ملو بچے۔" مگر بخت نے سکندر سے ملنے کے بجائے ارہا کو اُٹھا لیا اور اس کے گال چومنے لگی۔

"اُف اتنی پیاری سی جان کو تنگ کرتے ہیں اتنے پیارے بے بی سے میں اتنے دنوں دور رہی بہا اُف اس کے گال کتنے لال ہیں۔"

"اچھا اب میری بیٹی کو نظر تو نہ لگاؤ آؤ اندر تم کھڑے منہ دیکھتے رہو گے یا اندر آؤ گے۔"

اس نے حداد سے پوچھا جو ان دونوں کو گھور رہا تھا۔

"ظاہر ہے اندر تو آنا پڑے گا آخر کام کے سلسلے سے آیا ہوں اور کام کر کے جاوں گا۔"

سکندر نے اسے سخت نظروں سے گھورا جبکہ وہ بختاور کا بیگ اُٹھا کر اندر کی طرف بڑھا۔

"بختاز بیک!!! اللہ میری جان آ گئی۔ اوے یہ کیا ارہا تو کسی کے پاس نہیں جاتی تھی سوائے اپنے بابا کے لگتا ہے پہچان گئی کہ اس کی آپی آ رہی ہے۔"

رمشا جو پاوڈر بلیو سٹائلش سے ڈریس میں تیار ہوئی کچن سے نکلی تھی تو اس نے بخت کو دیکھ کر ہنستے ہوئے آگے بڑھ کر بخت کو گلے لگایا اور اپنی بیٹی کو بخت کی باہوں میں دیکھ کر حیرت سے بولی۔

"باقی سب تو ٹھیک ہے آپی مگر یہ بال بڑے زور سے کھینچتی ہے اس معاملے میں تو بالکل ماما پر گئی ہے۔"

"اچھا ابھی پاکستان پہنچتے ہی ماما کی شکایتیں شروع ہیں !!! سفر کیسا رہا میرے بچے کا۔"

سکندر نے آگے بڑھ کر بخت کے چھوٹے بال بگاڑے۔

"اللہ کا شکر ماما بہترین میں تو سو گئی تھی فلائیٹ میں کچھ کھایا نہیں۔ آپی کچھ پکا ہے؟"

"ارے فریش تو ہو جاو ابھی مہمان بھی آئے ہیں وہ تمھارا ہی انتظار کر رہے تھے۔ کھانا ان کے ساتھ ہی لگے گا۔"

"اللہ آپی کون ملنے آگیا؟"

حداد کو تو وہ بالکل اگنور کر چکی تھی حداد اس کے سائڈ سے گزرتا اس کے کمرے میں سامان رکھنے گیا۔ سکندر نے اس کی چوڑی پشت دیکھی پھر بخت کے ساتھ لاونج میں آیا۔

"بس سپرائز ہے تم جاو فریش ہو جاو ارہا کو مجھے دو۔"

"ارے اس کو بیٹھنے دو تمھیں اتنی جلدی کیا ہے مل لیں گے۔"

"سکندر۔۔"

رمشا نے اسے آنکھیں دکھائیں۔ بختاور نے چونک کر ان دونوں کو دیکھا۔

"جاو بخت جلدی سے تیار ہو کر آو اگر آرام کرنا ہے تو وہ بھی کر سکتی ہو۔"

بختاور نے ارہا رمشا کو دی۔

"نہیں آپی میرے خیال سے میں فریش ہو کر آجاتی ہوں۔"

وہ کہتے ہوئے اپنے کمرے کی طرف بڑھی۔ سکندر نے اس سے گھورتے ہوئے ارہا کی جو ماں کی گردن میں اپنا منہ چھپا چکی تھی۔

"ماما کو صرف میں پیار کر سکتا ہوں سمجھاتی کیوں نہیں اپنی بیٹی کو۔"

"سکندر ایک ہی دفعہ آپ کا یہ انداز کیوٹ لگتا ہے بار بار کی اس حرکت سے مجھے آپ پر غصہ آتا ہے۔"

"میرے پیار پہ کبھی شکر ادا نہ کرنا تم۔"

سکندر نے اپنی آنکھیں گھماتے ہوئے ارہا کو زرا اچھالا۔ارہا ہنسنے کے بجائے رونے لگی۔

"لو اب آپ ہی چُپ کروائیں اسے پتا نہیں سکندر آپ کو کیا ہو جاتا ہے۔"

"جاوید! ارہا کی بوٹل لاو۔بس بس بے بی۔ تمھیں بھی اسی وقت رونا تھا۔" سکندر نے اس کی پشت پہ ہلکی سے تھپکی دیتے ہوئے پریشانی سے کہا۔

رمشا مسکراہٹ دبا کر باپ بیٹی کو چھوڑ کر اندر چلی گئی۔

تھوڑی دیر میں بختاور ڈرائینگ روم میں داخل ہوئی۔فریش لیمن لان کی فراک اور وائٹ پجامے میں وہ کھلی ہوئی دکھائی دے رہی تھی۔سب بیٹھے ہوئے تھے اس کو دیکھ کر درینہ اُٹھی اور آگے بڑھ کر اسے اپنے ساتھ لگایا اور اسے زور سے بھینچا ۔حداد جو جمال عظیم کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا اسے دیکھ کر زرا سا مسکرایا۔

"کیسی ہو چندا۔"

اس نے بخت کے گالوں پہ پیار کرتے ہوئے کہا۔ جس پہ بختاور زرا سا مسکراتے ہوئے بولی۔

"میں ٹھیک ہوں آپی آپ کیسی ہیں؟"

"ہٹو عینہ مجھے اپنی پیاری سی ہونے والی بہو کو دیکھنے دو۔کیسے ہو بیٹا؟"

رمشا کی نانو آگے بڑھتے ہوئے عینہ کو ہٹا کر بخت سے بولنے لگی۔بخت کی ایک دم مسکراہٹ غائب ہو گئی۔ہونے والی بہو؟ انھوں نے اسے الگ کرتے ہوئے اس کی پیشانی چومی۔

"ماشااللہ بہت پیاری بچی ہے عمروں کا فرق ہو تو کیا ہوا؟میرے بیٹے کی تو خوشی ہے نامیر اپیٹا بدلہ بھی تمھاری وجہ سے۔ دیکھو کیسے انسان بن گیا۔"

سب ہنسے۔ایک سکندر تھا جو ایک باپ کے روپ میں خاصا پریشان دکھائی دے رہا تھا۔اس نے بخت کے تاثرات نوٹ کیے تو اسے کچھ خاص تسلی نہیں ہوئی۔

"اوہو نانو آپ نے تو چھپٹ لیا میری بخت کو چلیں آئے کھانا لگ گیا ہے۔آو بخت تمھیں تو زیادہ بھوک لگ رہی تھی ۔"رمشا کی آمد پہ بات مزید ہونے سے رُک گئی تھی۔بختاور کی تو ساری بھوک اُڑ گئی تھی۔

"آپی میں ایک سکینڈ آئی۔"

اس نے آہستگی سے کہہ کر ڈرائینگ روم سے باہر نکلی۔ سکندر اس کی کیفیت بھانپ گیا تھا اور اس نے اس سے بات کرنے کا فیصلہ کیا۔

"میں اندر آسکتا ہوں؟"

بختاور جو سوچ میں گُم بیڈ پہ بیٹھی تھی ایک دم سکندر کی آواز پہ چونکی۔

"ارے ماما آپ اندر آئے۔ایسے ناک کیوں کر رہے ہیں۔"

"اندر نہیں آوں گا میرے ساتھ نیچے چلو وہ سب تم سے ملنے آئے ہیں۔بخت اچھا نہیں لگتا۔" بختاور نے سکندر کو دیکھا اور گہرا سانس لے کر بولی۔

"ماما یہ لوگ میرے رشتے کے لئے آئے ہیں کیا؟ اور کیا یہ بات آپ کو پتا تھی؟"

سکندر کو اس کی اس بات کی توقع تھی۔ گہرا سانس لیتے ہوئے آگے آیا اور اس کے ساتھ بیٹھا۔

"ہاں اور یہ ایک بار نہیں کئی بار آئے ہیں۔ تمھاری غیر موجودگی میں انھوں نے تمھارا حداد کے لئے ہاتھ مانگا تھا۔میں انکار کرتا رہا کیونکہ میں کوئی بھی فیصلہ تمھاری مرضی کے بغیر نہیں کر سکتا تھا۔خاص کر تب جب تم مینٹلی سٹیبل نہیں تھی۔ اب وہ ایک بار پھر یہ سُن کر آئے کہ تم آج پہنچ رہی ہو تو میں انھیں آنے سے روک تو نہیں سکتا تھا۔آخر کو میرے سسرال والے ہیں بخت۔رمشا کی فیملی ہے۔"

"تو آپ کیا کریں گے ماما۔" بختاور اس کی ساری بات سُننے کے بعد تھوڑی دیر خاموش رہی پھر بولی۔

"تو پھر کیا آپ کیا انھیں ہاں کر دیں گے؟" وہ اس کے خاموشی پھر بولی۔

"اتنی جلدی ابھی تو تم آئی ہو اور میں نے کہا نا سارے فیصلے تم پر چھوڑے ہیں تم کیا کہتی ہو؟"

"آپ میرے باپ کی جگہ ہیں ماما آپ جو بھی میرے لئے فیصلہ کریں گے وہ مجھے سر آنکھوں قبول ہے۔"

کچھ سوچنے کے بعد بخت بیحد تحمل سے بولی۔اسے پتا تھا سکندر حداد سے اس کی شادی نہیں کروائے گا اور حداد کی ہونے کی اسے اب تمنا نہیں رہی تھی۔بلکہ کسی چیز کی خواہش نہیں رہی تھی مگر پتا نہیں کیوں دل میں عجیب سی چُبھن بختاور کو ہوئی تھی۔

سکندر دھیمے سے مسکراتے ہوئے اس کے سر پہ پیار کرتے ہوئے بولا۔

"خوش رہو!! آؤ کھانا کھاتے ہیں۔"

پھر کھانا بڑے خشگوار ماحول میں کھایا گیا۔اس کے بعد چائے کا سیشن چلا۔چائے کے دوران ہی حداد کی امی نے سکندر سے بخت کا ہاتھ مانگا۔بختاور جو رمشا کے ساتھ بیٹھی ہوئی تھی۔اس کا ہاتھ تھام چکی تھی۔اس کا دل زور سے دھڑکنے لگا تھا۔آج اس کے ماما فیصلہ کریں گے۔حداد اسے ہی دیکھ رہا تھا۔وہ اسے کافی ٹینز دکھائی دے رہی تھی۔سکندر خاموشی سے ان کی بات سُنتا رہا پھر اس نے بخت کو دیکھا۔

"بیٹا ہمیں کوئی جلدی نہیں ہے تمھارا جب دل کرے اپنی بیٹی ہمیں دے دینا مگر ہم چاہتے کہ میرے بیٹے کو تسلی تو ہو جائے بیچارا ایسی پریشانی میں جلدی بوڑھا ہو جائے گا۔"سب کی ہنسی چھوٹ گئی۔

"امی آپ بھی نا۔" حداد نے انھیں مضنوعی غصے سے دیکھا۔سکندر زرا سا مسکرایا پھر اس نے رمشا کو دیکھا۔رمشا نے پلکے چھپکاتے ہوئے اسے اشارہ دیا کہ وہ ہاں کردے۔پہلے بھی اس بارے میں ان کی بہت تفصیلی بات' بحث اور کچھ حد تک لڑائی ہو چکی تھی۔

"سکندر وہ ماموں کو دل سے چاہتی ہے مگر کبھی منہ سے نہیں بولے گی۔اسے پتا ہے کہ آپ کبھی راضی نہیں ہوگے سمجھ جائے سکندر اس کی چاہ صرف حداد ہے اور اس کی چاہ آپ کے علاوہ اور کوئی پوری نہیں کرسکتا۔آپ اس کی ماں باپ دونوں بن کر سوچیے گا۔حداد ماموں بخت کے لئے بہتر ہیں۔لوگوں کی باتوں پہ دھیان مت دیجیے گا اگر پہلے بھی دی ہوتی تو میں اور آپ کبھی ایک نہ ہوتے۔"گلا کنکھار کر اس نے سامنے لگی صوفی کی تصویر دیکھی پھر گہرا سانس لے کر بولا۔

"بخت آپ کی بیٹی ہے نا تو مجھے اس رشتے سے کوئی اعتراض نہیں ہے۔"

سب کے چہرے سکندر کی اس فیصلے سے کھل اُٹھے۔جھٹکا صرف بختاور کو لگا تھا اس نے سر اُٹھا کر سکندر کو دیکھا۔سکندر کو دیکھنے کے بعد اس نے اپنی نظریں جھکا لی۔اسے بہت رونا آیا۔اس کے ماما اسے کتنا چاہتے تھے۔اس کے خواہش کو بھی بن کہے جان لیتے تھے یا اللہ اس نے کونسی ایسی نیکی کی تھی جو اسے سکندر جیسا باپ ملا۔سب خوشی سے ایک دوسرے سے ملنے لگے۔رمشا نے بختاور کے ماتھے پہ پیار کیا اور اسے اپنے ساتھ لگایا۔سب اسے مل کر اس کے سر پہ دوپٹہ ڈال کر اسے سلامی دینے لگے۔سکندر کی آنکھیں یہ منظر دیکھ کر فوراً سے نم ہو گئیں۔اس نے حداد کو دیکھا جس نے اس بنا آواز کے تھینک یو

کہا۔ وہ بہت خوش دکھائی دے رہا تھا جواب میں سکندر نے سر کو ہولے سے خم دیا تھا۔ نانو نے بختاور کو کڑے پہنائے اور اس کے سر پہ پیار کرنے کے بعد اُٹھی جب سکندر سے ملنے کی باری آئی تو بختاور کا وہی ضبط ٹوٹ گیا۔ سب کی آنکھیں اس منظر کو دیکھتے ہی نم ہو گئیں۔ بختاور سکندر کے سینے پہ سر رکھ کر رونے لگی۔ سکندر نے اس کا سر تھپکتے ہوئے اسے پیار کیا۔ آج وہ باپ کا فرض ادا کر چکا تھا۔

"بس میرا بچہ خوش رہو۔"

••••••••••••••••••••••••••

"اچھی لگ رہی ہو تم۔"

بختاور جوارہا کو پکڑے جھولے پہ بیٹھی اسے پیار کر رہی تھی ایک دم حداد کی آواز پہ ٹھہر گئی۔ اس نے دیکھا وہ جیبوں میں ہاتھ ڈالے اسے اور ارہا کو دلچسپی سے دیکھ رہا تھا۔ بختاور نے اس کی بات کو اگنور کیا تھا۔ ارہا بختاور کی انگلی پکڑے بار بار منہ میں ڈالنے کی کوشش کر رہی تھی۔ بختاور اسے گدگدانے لگی۔ ارہا کھلکھلائی ایک ہی دن میں وہ بخت کے ساتھ گھل مل گئی تھی۔

حداد آگے بڑھ کر اس کے ساتھ جھولے پہ بیٹھا۔ اس کی بڑی سی بلٹ کی وجہ سے بختاور اور اس میں کوئی فاصلہ نہیں تھا۔

"لمبے بالوں میں تو تم چڑیل لگتی تھی۔ چھوٹے بال تمھیں سوٹ کر رہے ہیں۔ اب تم بال نہ بڑھانا۔"

مسکرا کر اسے دیکھتے ہوئے بولا جس کا چہرہ غصے سے سُرخ ہو گیا۔

"میں مہندی لازمی رکھوں گا۔ تم نے ڈھولکی اور باقی فنکشن رکھنے ہیں تو بتا سکتی ہو۔ میں تو خوب ڈانس کروں گا تم مجھے جوائن کرو گی؟"

بختاور نے اپنی آنکھیں گھمائیں اور تیزی لہجے میں یہ بات کہنے سے باز نہیں آئی۔

"میں اس بارے میں کوئی بات نہیں کرنا چاہتی۔ بہتر ہے میرے منہ نہ لگے۔" حداد نے اس کے غصے پر مسکراہٹ دبائی۔

"مانا کہ تم دلہن ہو۔ تمھارا کام شرمانا ہے مگر تم بختاور ہو اس لئے پوچھا کہ تم کچھ الگ کرو گی۔"

"چلو ارہا یہاں ہر کوئی منہ اُٹھا کر دماغ ہی کھانے آئے گا۔ جب کسی نے بات ہی نہیں کرنی تو کیوں اپنا اور دوسرا کا وقت برباد کر رہے ہیں۔"

وہ اُٹھنے لگی کہ حداد نے اس کا بازو پکڑا۔

"تمھارا منگیتر ہوں میں یار۔ تمھارے ماما کے پاس عزت سے رشتہ لایا ہوں تم یہی چاہتی تھی نا کہ تمھارے ماما کو عزت دوں اور تمھارے ماما نے جب تک ہاں نہیں کی تب تک میں نے کچھ نہیں کہا۔ پر اب میں حق رکھتا ہوں بخت۔" بختاور کی آنکھیں نم ہو گئیں جسے اس نے سختی سے روکے اسے سخت نظروں سے دیکھتے ہوئے اپنا بازو چھڑوایا۔

"میرے اوپر بیشک حق رکھتے ہو گے آپ مگر دل پہ حق کبھی نہیں رکھ سکے گے۔ میں یہ شادی بھی ماما کے کہنے پر کر رہی ہوں۔ اس خوش فہمی میں مت رہیے گا کہ اس میں میری مرضی شامل تھی۔ میرے ماما کسی بھی منہ اُٹھا کر کہتے کہ اس سے شادی کر لو تو میں کر لیتی۔"

"بخت!!!!"

حداد غصے سے کھڑا ہوا۔ ارہا نے آوازیں نکالیں۔

"آج تو اپنے منہ سے یہ بات نکال دی مگر آئندہ تم یہ بات نہیں کہو گی تم میری ہو صرف میری۔ تمھارا دل بھی میرا ہے 'تم بیشک کہتی رہو مگر اس پہ میرا حق ازل سے ہے۔" بختاور نے ارہا کے سر پہ ہاتھ رکھا اور اسے اپنے ساتھ مزید لگایا۔ اس کے چہرے پہ تلخ مسکراہٹ پھیلی۔

"آپ ڈاکٹر شرینہ کے نہیں تھے؟ آپ تو اسے چاہتے تھے۔ ان سے شادی کرنا چاہتے تھے۔ میں تو ایک سٹوپڈ سی بچی تھی آپ کی نظروں میں جو اپنی ڈزنی ورلڈ میں رہا کرتی تھی۔ اب کیسے آپ کی ہو گئی۔ اوہ یس گلٹ یہ سب آپ گلٹ میں ہی کر رہے ہیں نا تو میں کہتی ہوں ابھی بھی وقت ہے۔۔۔۔ اس کی بات مکمل نہیں ہوئی کہ حداد گھٹنے کے بل اس کے سامنے جھکا۔ وہ ایک دم حیرت سے منہ کھولے زرا سا پیچھے ہوئی۔

حداد نے ہاتھ جوڑ لیے۔

"مانتا ہوں اس وقت میں گدھا' عقل سے پیدل' ملنگ پاگل انسان تھا۔ جس لڑکی سے میں بے انتہا شدید محبت کرتا تھا آخر اسے ہی سب سے زیادہ تکلیف دی۔ میں خود کو تمھارے اسے قابل نہیں سمجھتا تھا بخت۔ میری اور تمھاری عمر کے

ساتھ اور بھی بہت سی چیزیں تھی جو ایک کامیاب' خوبصورت رشتے کے بنیاد نہیں بن سکتی تھی۔ میں جو اپنے گھر والوں کو خوشیاں نہ دے سکا۔ اپنے آپ سے محبت نہ کر سکا۔ وہ تمھیں محبت اور خوشیاں کیا دیتا۔ وہ جو تم سب کی اتنی لاڈلی تھی تمھارے کہاں سے لاڈ اُٹھا سکتا تھا۔ تم سے محبت کرنے کے باوجود بھی تمھیں نہیں اپنا سکتا تھا کیونکہ میں تمھاری خوشی چاہتا تھا۔ میں سیلفش نہیں بن سکتا تھا مگر جب تم مجھ سے دور ہوئی اس وقت میں نے خود کو ادھورا سمجھا بخت۔ مجھے احساس ہوا میری خوشیاں' میری دُنیا تو تم ہو۔ میری زندگی تمھارے ساتھ سے ہی مکمل ہو سکتی ہے بخت۔ تم میری نہیں ہوگی تو میں ایک بار پھر ویسا ہی ٹوٹا بیکار ساحداد بن جاوں گا۔ میری نئی زندگی' میری خوشیاں اب تمھارے ہاتھ میں ہے بخت۔ ہاتھ جوڑ کر تم سے معافی مانگتا ہوں۔ مر جاوں گا کبھی تمھیں تکلیف نہیں دوں گا۔ اپنے اس ہرکولیس کو معاف کر دو جس نے ہر لحہ تمھیں تکلیف دی۔ مجھے مکمل کر دو بخت اگر تمھارے دل میں میرے لئے زرا سی محبت باقی تو ہاں کہہ دو۔" بختاور جو ہرکولیس کی بات پہ اسے جھٹکے سے دیکھنے لگی تھی۔ اس کی آخری بات پہ ساکت ہوگئی۔

"ہرکولیس بنا بھی میری مجبوری تھی بخت۔ میں رمشا تک نہیں پہنچ سکتا تھا۔ میں سکندر کا پتا تمھارے سوا کسی سے نہیں لگا سکتا تھا مگر جس دن مجھے احساس ہوا مجھے تم سے محبت ہے اس دن میں نے اس روپ میں آنا چھوڑ دیا اور تم نے حملہ بھی ایسا کیا تھا کہ میں نے دوبارہ ایسا کرنے سے توبہ کرلی۔" وہ اس بارے میں پوچھنا چاہتی تھی' چیخ کر اپنا غصہ نکالنا چاہتی تھی مگر وہ کچھ کہہ نہیں سکی حداد نے اس کے دل میں پلتے سارے سوالوں کے جواب ہی دے دیے۔ ارہا نے حداد کو دیکھ کر اپنے بازو آگے کیا۔ حداد مسکرایا اس نے بختاور سے ارہا لی۔

"اب بتاو مجھے اس شہزادی کا نانا بنانا ہے یا پھر بہنوئی۔ یار بہنوئی زیادہ بہتر رہے گا۔ ابھی بھی میں تھرٹیز میں ہی ہوں۔ مان جاو بخت میرے سفید بال کچھ زیادہ بڑھ رہے ہیں۔"

"بختا چندا چلو شاباش میرے پیارے سے ماموں کو گھٹنے کے بل بھی بٹھا دیا چلو ہاں کہہ دو۔"

رمشا کی آواز پہ وہ دونوں گردن گھما کر اسے دیکھنے لگے وہ دروازے کے ساتھ لگی مسکرا کر ان دونوں کو دیکھ رہی تھی۔

"اگر یہ زرا بھی میری بخت کو کچھ کہے گے تو سکندر تو دور کی بات میں ان کا حشر کر دوں گی۔"

حداد نے رمشا کو گھورا۔

"ہاں تم سب اسی کا ساتھ دینا میرے دشمن بنے رہنا۔ میرا تو کوئی ہے ہی نہیں۔"

"ماموں بخت آپ کی ہے اگر آپ اس کچھ کہے گے نہیں تم مجھ سے لکھوالے آگے جا کر وہ سکندر سے آپ کے لیے بھی لڑے گی۔"

"توبہ کرو سفید جھوٹ ہے یہ۔اب بخت بول بھی دو یہ موٹی ارہا نے میرا گھٹنے کے بل بیٹھنا مزید مشکل کر دیا۔"

"کس نے میری بیٹی کو موٹی کہا۔"

بھا کی سخت آواز پہ بخت کے سوا ساروں نے اپنی آنکھیں گھمائیں۔

"یہ کیا ہو رہا ہے یہاں۔"

سکندر تحکم بھرے لہجے میں بولا رمشا کے ساتھ کھڑے ہو کر منظر کو ماتھے پہ بل لئے دیکھنا لگا۔

"آپ چین سے کمرے میں نہیں بیٹھ سکتے تھے۔میں آپ کے لئے چائے لا رہی تھی نا۔" سکندر نے اسے گھورا۔

"چائے لا رہی تھی کہ کسی کی مدد کر رہی تھی۔مجھے لگا ارہا کے ساتھ لگ گئی ہو گی۔"

"سکندر آپ اپنی بیٹی کے دشمن ہیں یا دوست۔یہ تہہ کر لیں۔"

"تم دونوں لڑنا بند کرو میری سیٹنگ کرواو۔" حداد نے ان دونوں کو تیزی سے ٹوکا۔

"جب تمھیں ہاں کہہ دی ہے تو کیا تکلیف ہے۔کیوں میری بچی کے پیچھے پڑ گئے ہو۔"

"تم نے ہاں کی ہے سکندر اس نے نہیں۔جب تک یہ نہیں بولے گی میں یہاں سے نہیں ہلوں گا۔"

بختاور نے سکندر کو دیکھا۔سکندر کے ماتھے پہ بل تھے مگر آنکھیں بڑی نرمی سے اسے دیکھ رہی تھی۔

"سکندر آپ ہی بخت کو کچھ بولیں۔پتا نہیں اسے کیا ہو گیا ہے۔زرا بھی رحم میرے ماموں پہ نہیں آ رہا۔"

رمشا نے نروٹھے پن سے کہا۔سکندر آگے بڑھا اس نے حداد سے ارہا لی۔

"چلو موٹو تمھاری آپی اور نانا کو پرائیسی دیتے ہیں۔۔۔"

"اوے!!!" حداد نے تیزی سے سکندر کو گھورا۔رمشا کی ہنسی چھوٹ گئی۔

ارہا کے گال چومتے ہوئے اس نے بخت کو نظروں سے اشارہ کیا۔بخت نے بے بسی سے کبھی اسے تو کبھی رمشا کو دیکھا۔

وہ دونوں چلے گئے تو بخت انگلیاں پھنسائے اسے دیکھنے لگی پھر تھک کر اس نے کہا۔

"اچھا اُٹھ جائیں!!! امپریس کروانے کا کوئی موقعہ ہی نہیں چھوڑا۔"

"جب تک تم ہاں نہیں کرو گی تب تک میں انچ بھی ہلنے نہیں والا۔"

"ہاں سُن کر کیا کریں گے جب میرے ماما نے ہاں کہہ دی ہے۔" وہ اب کی بار چڑ کر بولی۔

"میں نے تمھارے ساتھ شادی کرنی ہے تمھارے ماما سے نہیں۔"

حداد نے سپاٹ لہجے میں اب کی بار کہا۔

"پھر وعدہ کریں مجھے کبھی ڈانٹے گے نہیں۔"

"لو جی جب فضول حرکتیں کرو گی تو پھر تو ڈانٹنا بنتا ہے۔"

بخت نے اسے آنکھیں دکھائیں حداد نے ہاتھ اُٹھائیں۔

"اوکے میڈم اونچی آواز میں بات کر لی تو میرا نام بدل دینا۔"

"نہیں میں آپ کو چھوڑ کر چلی جاوں گی اور آپ مجھے روکے گے نہیں۔" حداد کا چہرہ سُرخ ہو گیا۔

"مجھے مار لینا مگر چھوڑنے کی بات نہ کرنا۔" وہ سخت لہجے میں بولا۔ بخت کے چہرے پہ زرا مسکراہٹ پھیلی۔

"تو اس کا مطلب آپ مجھے کچھ نہیں کہے گے۔"

"ہاں نہیں کہوں گا۔"

"میں کچھ بھی کہوں میرے لئے کریں گے۔"

"یہ ہاں کرنے سے پہلے ہی شرائط؟"

بخت نے سینے پہ بازو لپیٹے اسے خاموشی سے دیکھا۔

"اچھا تم جو کہو گی وہ میں کروں گا۔"

"تو پھر اُٹھ جائیں آپ میرے محافظ ہیں میرے غلام نہیں۔ میرا دل گوارا نہیں کرتا آپ میرے سامنے گھٹنے کے بل جھکے۔"

حداد بے اختیار مسکرایا۔

"اتنی عزت ویسے مجھے ہضم نہیں ہو رہی یہ بختاور عالم ہی بول رہی ہیں نا۔"

"نہیں فیوچر بختاور عظیم بول رہی ہے۔"

حداد کا چہرہ اس کی بات پہ چمک اُٹھا۔ تیزی سے اُٹھ کر اس کا ہاتھ تھاما۔

"تو تم نے مجھے معاف کر دیا بخت۔"

"نہیں۔" اس کے جواب پر حداد کے دل کو کچھ ہوا۔

"بلکہ ساری باتیں بھلا کر آپ کو قبول کرتی ہوں۔ خبردار آپ نے میرے علاوہ کسی کو بھی اپنا کہا۔"

حداد نے ہنستے ہوئے اسے اپنے ساتھ لگایا۔

"تھینک یو بخت اور تھینک یو سو مچ یور گریٹ۔ تمھاری تربیت واقعی سکندر نے کمال کی ہے۔ تمھارا جیسا دل کسی کا نہیں ہو سکتا۔ آئی لو یو۔"

"آئی لو یو سے کام نہیں چلے گا مجھے بلیو ڈائیمنڈ کی انگھوٹی چاہیے۔ آخر سکندر بھا کی بھانجی کے ساتھ شادی کر رہے ہیں کوئی عام لڑکی تھوڑی ہے وہ۔" حداد نے اسے الگ کیا اور اسے گھورا۔

"آ گئی نا اپنی اوقات پر۔"

"کیوں میرے اوپر اب کیا پھینکے گے۔"

"فی الحال کچھ پھینکوں یا نہ پھینکوں تمھاری کُشن سے صحیح دہلائی کروں گا۔"

جھولے پہ پڑا کشن اُٹھا کر وہ بخت کی طرف بڑھا۔

"او نو یہ چیٹنگ ہے۔ مجھے بھی کشن چاہیے۔ ویٹ!!! "

"مجھے پورا ایک سال تڑپایا اور اب اتنے نخرے کے بعد ڈائیمنڈ رنگ وہ بھی ہیلو ٹھہرو۔"

حداد نے اس کے بازو پہ کُشن مارا۔

"اویو میں بتاتی ہوں آپ کو" اس نے جھک کر تیزی سے کشن اُٹھایا اور ان کی کھکھلاہٹ سے سکندر ولا خوشی سے جھوم اُٹھا۔ سکندر مسکرا کر چھت سے ان دونوں کو نیچے دیکھتے ہوئے اوپر دیکھنے لگا۔

"آج میں نے بخت کا فرض ادا کر دیا صوفی۔ اب میں پر سکون ہوں۔" اس نے دل میں کہتے ہوئے اپنی بیوی کو دیکھا جو پیار سے ارہا کو گھماتے ہوئے کافی خوش دکھائی دے رہی تھی۔ سکندر کے چہرے کی مسکراہٹ گہری ہو گئی پھر تھوڑی دیر بعد یہ مسکراہٹ کم ہو گئی۔

"یار حد ہو گئی بیٹی کے بعد تو میرے پر کوئی دھیان نہیں۔ میرے ساتھ تو اتنا تم کھلکھلائی نہیں۔" وہ رمشا کی طرف بڑھتے ہوئے تیزی سے بولا۔

اُف دُنیا اِدھر کی اُدھر ہو جائے سکندر بھا اپنی ٹرامپلنگ سے باز نہیں آئے گے۔

دی اینڈ۔ ❤

classicurdumaterial